

ختمِ نبوت فورم کا ترجمان



فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جلد 1۔ شمارہ 6 تا 12۔ ربیع الثانی تا شوال المکرم 1442ھ
دسمبر 2020ء تا جون 2021ء

عقیدۂ ختمِ نبوت اور ناموسِ رسالت ﷺ
کے حوالے سے نہایت علمی ادبی اور تحقیقی مجلہ

امیر المجاہدین نمبر



سرپرستِ اعلیٰ
فضیلۃ الشیخ سید صابر حسین شاہ بخاری

مدیرِ اعلیٰ
علامہ مفتی سید محمد مبشر رضا قادری

ختم نبوت فورم کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ
انٹرنیشنل
الخاتم ﷺ

INTERNATIONAL URDU MONTHLY **AL-KHATAM** GUJRANWALA PAKISTAN

امیر المجاہدین نمبر

بیاد

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

امام انقلاب شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مفتی سید مبشر رضا، **مطبع:** رضا پبلیشنگ کمپنی لاہور، **مقام اشاعت:** مکتبہ ختم نبوت فورم گوجرانوالہ

اجمالی فہرست

ابواب کی تفصیلی فہرست

(پہلا باب)-----پیغامات

(الف)

(پانچواں باب)-----سیاسیات

(چھٹا باب)-----تحریکات

(ساتواں باب)-----رضویات

(آٹھواں باب)-----اقبالیات

(نوواں باب)-----احترامات

(دسواں باب)----رشحات

(گیارہواں باب)----امتیازیات

(بارہواں باب)-----متفرقات

(تیرہواں باب)-----اثرات

(چودھواں باب)-----سانحات

(پندرہواں باب)-----شذرات

(سولہواں باب)-----منظومات

(الف)

(ب)



انتساب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام نامی

سید المرسلین، امام المتقین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، رحمۃ للعالمین، راحۃ العاشقین، مراد المشتاقین، شمس العارفین، سراج السالکین حضرت سیدنا و مولانا احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

احقر العباد

سید صابر حسین شاہ بخاری غفرلہ

سرپرست اعلیٰ "الخاتم" انٹرنیشنل

الاھداء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنگ یمامہ سے لے کر آج تک ہمارے پیارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت اور ناموس کی حفاظت کرتے ہوئے ان تمام جانثاران کی نذر جنھوں نے اپنی جان تو دے دی لیکن ختم نبوت اور ناموس رسالت پر ذرا آنچ بھی برداشت نہ کی

تحریک پاک ختم نبوت کے عاشقو!

واللہ! تم پر آتش دوزخ حرام ہے

احقر العباد

سید صابر حسین شاہ بخاری غفرلہ

سرپرست اعلیٰ "الخاتم" انٹرنیشنل

اظہار تشکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنۡ لَمۡ یَشۡکُرُ النَّاسَ لَمۡ یَشۡکُرُ اللّٰہَ ۝

جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا۔

☐ سب سے پہلے ماہ نامہ ’’الخاتم‘‘ کے مدیر اعلیٰ اور مجاہد ختم نبوت علامہ مفتی سید محمد مبشر رضا قادری زید مجدہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان ہی کی تحریک و تشویق پر امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں یہ عظیم و ضخیم نمبر ترتیب دیا گیا اور ان ہی کی کاوشوں سے شائع ہو کر سامنے آیا۔

☐ ’’الخاتم‘‘ کی مجلس ادارت اور مجلس مشاورت کے تمام اراکین کا شکریہ کہ انھوں نے اپنے اس نمبر کی ترتیب و تدوین میں دل چسپی لی اور اپنے رشحات قلم سے نوازا۔

☐ ان تمام مقالہ نگاروں اور کالم نگاروں کا شکریہ جنھوں نے راقم کی تحریک پر اپنے مضامین و مقالات لکھ کر عنایت فرمائے یا پھر جن کے مضامین و مقالات مختلف جرائد و رسائل سے انتخاب کر کے پیش نظر نمبر میں شامل کیے گئے۔

☐ ان تمام ارباب علم و دانش کا شکریہ جنھوں نے فقیر کی خواہش پر اس عظیم نمبر کے لیے اپنے گراں قدر پیغامات ارسال فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

☐ ان تمام شعرائے کرام کا شکریہ جن کے قطعات اور مناقب اس عظیم نمبر کی زینت ہیں۔

☐ محبی عزیزی ظفر محمود قریشی (واہ کینٹ) کا شکریہ جو فقیر کے مہربان اور قدردان ہیں، اور میرے علمی و تحقیقی کاموں میں معاون ہیں۔ انہوں نے فقیر کی تحریک پر ماہنامہ ’’الحقیقۃ‘‘ شکر گڑھ کے ’’تحفظ ختم نبوت نمبر‘‘ کی دو ضخیم جلدوں کی نا صرف کمپوزنگ کی بلکہ اس کی تیاری اور تصحیح و ترتیب میں بھی بھرپور معاونت کی۔ اور اب زیر نظر ’’امیر المجاھدین نمبر‘‘ کی کمپوزنگ اور جمع و ترتیب بھی ان کے حصے میں آئی۔ ماشاء اللہ آپ نے نہایت محنت اور لگن سے اعزازی طور پر اس نمبر کی حروف چینی فرمائی۔ اللھم زد فزد۔

☐ جامعہ محمدیہ غوثیہ فیض القرآن کامرہ کینٹ کے مہتمم اور اساتذہ کرام کا شکریہ بالخصوص علامہ حافظ محمد حامد رضا، علامہ حافظ فرمان علی اور مولانا خلیل الرحمن رضوی (حسن ابدال) کا شکریہ جنھوں نے اس نمبر کی پروف ریڈنگ میں فقیر کا بھرپور ساتھ دیا۔

☐ مولانا محمود الحسن فاضل جامعہ نظامیہ لاہور کا شکریہ جنھوں نے اس نمبر کا خوب صورت ٹائٹل بنوایا۔

☐ ضیاء ابراہیم بھنڈرا یڈووکیٹ ہائی کورٹ کا شکریہ جو ہمارے قانونی مشیر ہیں۔

☐ مولانا احمد رضا نقشبندی کا شکریہ جو ’’الخاتم‘‘ کے ناظم نشر و اشاعت ہیں۔

☐ آخر میں فقیر ان تمام محسنین، مشفقین، مخلصین، اور محبین کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہے جنھوں نے اس عدیم الفرصتی

کے دور میں ہمارے لیے قیمتی لمحات نکالے اور نہ صرف اپنے بلکہ علمی احباب کے بھی مضامین ومقالات، منظومات یا پیغامات عنایت فرمائے۔ان میں افتخار احمد حافظ قادری شاذلی (راولپنڈی) مفتی محمد تصدق حسین (لاہور) علامہ مبارک حسین مصباحی (مبارک پور انڈیا) مولانا ازھر القادری (سدھارتھ نگر یو پی انڈیا) الحاج محمد سعید نوری (ممبئی انڈیا) مولانا عتیق الرحمن قادری رضوی (مالیگاؤں انڈیا) مولانا مفتی نظام الدین (چاٹگام بنگلہ دیش) مولانا غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں انڈیا) مولانا محمد سلمان رضا صدیقی فریدی بارہ بنکوی (مسقط عمان) اور سید منور علی بخاری قادری (نارتھ کیرولینا امریکہ) کے اسمائے گرامی نہایت نمایاں ہیں۔

☐ جنھوں نے بھی اس نمبر کے لیے دامے، درھمے، سخنے اور قلمے تعاون فرمایا ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

شاد وآباد رہیں قدرداں میرے

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل میرے ان تمام معاونین کو دنیا وآخرت میں سرخروئی عطا فرمائے۔آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ و ذریتہ واولیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین۔

دعا گو و دعا جو، گدائے کوئے مدینہ شریف
سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ
سرپرست اعلیٰ ماہنامہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل

[معروضات]

ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کے ''امیر المجاھدین نمبر'' کی ترتیب وتدوین اور حروف چینی میں بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ اس میں کسی بھی غلطی کا امکان نہ رہے اسی لیے اس عظیم وضخیم نمبر کی پروف ریڈنگ کو بہتر بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی غلطی کے امکان کو کسی بھی صورت میں رد نہیں کیا جاسکتا، اگر سہوا کہیں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس پر ادارہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیشگی توبہ کرتا ہے اور معافی کا خواستگار ہے اور تمام قارئین سے بھی معذرت خواہ ہے۔وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ، سرپرست اعلیٰ ماہ نامہ مجلہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل

رونمائی

ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام

اثر خامہ: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

سرپرست اعلیٰ ماہ نامہ "الخاتم" انٹرنیشنل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مملکت خداداد پاکستان محض عطیہ خداوندی، معجزہ مصطفیٰ ﷺ اور فیضان اولیاء وعلماء ہے۔ برصغیر میں ہمارے علماء ومشائخ نے ہمیشہ جذبہ حب مصطفیٰ ﷺ کی آب یاری فرمائی اور اس سلسلے میں کسی بھی قربانی سے روگردانی نہ فرمائی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہمارے اکابرین نے دعوت وعزیمت کی لازوال داستان رقم فرمائی، اپنی جانوں کی بازی لگائی لیکن شکست تسلیم نہ کی۔ یہاں کے مسلمانوں پر برطانوی حکمرانوں نے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے لیکن مسلمانان ہند نے اپنے آقا ومولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے سے پیچھے نہ ہٹے۔ جو بھی گستاخ سامنے آتا گیا غازی اسلام اسکا کام تمام کرتے گئے اور اپنی جانیں اپنے آقا ومولا ﷺ پر نچھاور کرتے گئے۔

برطانوی استعمار سے آزادی کے بعد ہندوؤں نے مسلمانان ہند پر حکمرانی کا خواب دیکھنا شروع کیا تو ہمارے اکابرین نے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر الگ وطن کے لیے جدوجہد تیز کر دی۔

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کی نظامت میں اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء) کی صدارت میں ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی، اس کانفرنس مین چھ سات ہزار علماء ومشائخ اور دو لاکھ سے زائد عوام الناس نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس قیام پاکستان کے لیے سنگ میل ثابت ہوئی۔ علماء ومشائخ کی اکثریت تحریک پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑی ہوئی، ہمارے دینی مدارس کے منتظمین، مساجد کے خطباء اور ہماری خانقاہوں کے گدی نشین نے نہایت جوش وولولہ سے تحریک پاکستان میں نہایت مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ پورے برصغیر میں قیام پاکستان کے لیے جلسے، جلوس اور مظاہرے ہوئے، ہر طرف سے پاکستان کا مطلب کیا؟ "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے جسے کبھی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور پیارے آقا ومولا ﷺ کی نظر التفات سے رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کی مبارک رات لیلۃ القدر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مسلمان ہند کو ایک الگ وطن "پاکستان" مل گیا۔ الحمد للہ۔

جوں ہی قیام پاکستان کا اعلان ہوا اور مسلمانوں کے قافلے ہندوستان کے طول وعرض سے پاکستان کی جانب چلے تو

ہندوؤں اور سکھوں نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھا دیئے۔ہماری بے شمار نوجوان بچیوں کی عصمت دری کی گئی ،ہماری خواتین ہمارے بچوں کو نہایت بے دردی سے شہید کیا گیا۔ہمارے مردوزن کے خون کی ہولی کھیلی گئی۔المختصر! یہ کہ ہمارا پیارا ملک ہماری بے شمار قربانیوں کے نتیجے میں معرض وجود میں آیا۔آہ!افسوس صد افسوس! ملک تو بن گیا لیکن کیا ہوا۔ ع

منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

مملکت خداداد پاکستان کے بانیان،قائدین ہمیں جلد ہی داغ دے گئے اور کچھ گوشہ نشین ہوگئے،سیکولر اور لبرل طبقہ ہمیشہ اقتدار کے ایوانوں میں پہنچتا رہا،جو قیام پاکستان کی غرض وغائیت ہی سے نابلد ہے اور اسے سیکولر اسٹیٹ بنانے کے خواب دیکھتا رہتا ہے۔حالانکہ یہ وہ واحد ملک ہے جو''لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ''کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا ہے۔بقول حضرت طارق سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ:

عشق کبریا ہے میرا وطن
مصطفیٰ کی عطا و رحمت ہے
عام انداز کا نہیں یہ ملک
خاص اس کی اساس و ہیئت ہے

بانیان پاکستان اور قائدین تحریک پاکستان کا کردار بھی اس پر شاہد وناطق ہے۔۱۹۲۳ء میں لاہور کے ایک متعصب ہندو راج پال نے ایک نہایت متنازعہ شرانگیز اور دل آزار کتاب لکھی جس میں ہمارے پیارے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں ناروا حملے کیے تو مسلمانان ہند سراپا احتجاج بن گئے۔چنانچہ یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو ایک سعادت مند مسلمان غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہرہ دیتے ہوئے انارکلی لاہور میں اس گستاخ کو واصل جہنم کیا۔

آپ گرفتار ہوئے،مقدمہ چلا،بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) نے اپنے عظیم پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس شیدائی وفدائی کا مقدمہ لڑنے کی سعادت حاصل کی۔بالآخر انھیں ۲۹ مئی ۱۹۲۹ء کو سزائے موت دے دی گئی۔انھوں نے شہید ناموس رسالت کی سعادت حاصل کی۔آپ کی نماز جنازہ میں ایک جم غفیر تھا،ایک اندازے کے مطابق چھ لاکھ افراد شریک تھے۔مصور پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) نے فرط جذبات میں آ کر فرمایا:

''اسیں گلاں کردے رے تے ترکھاناں دامنڈا بازی لے گیا''

مملکت خداداد پاکستان میں جب قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں عروج پر پہنچیں تو ملک میں پہلی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں چلی جس کی قیادت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) کے حصے میں آئی۔اس تحریک کے اہم تین

مطالبات تھے۔

ظفر اللہ خان قادیانی کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے۔

مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کی جائے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کیا جائے۔

اس تحریک کو کچلنے کے لیے اس دور کی حکومت نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، چنانچہ اس تحریک میں دس ہزار مسلمان شہید ہوئے ،ایک لاکھ گرفتار ہوئے اور دس لاکھ مسلمان متاثر ہوئے۔ مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء) مولانا سید خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء) اور جماعت اسلامی کے مولانا مودودی کو سزائے موت سنائی گئی، پھر یہ سزا عمر قید میں تبدیل ہوگئی بعد ازاں معاف ہوگئی۔

دوسری فیصلہ کن تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں چلی جس کے روح رواں شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اس تحریک میں بھی سینکڑوں علماء و مشائخ نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور چالیس کے قریب افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ قومی اسمبلی میں قائد اہل سنت علامہ حافظ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء) مولانا عبد المصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ مولانا سید محمد علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ذاکر جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار نہایت روشن اور نمایاں رہا۔ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ مسلمان کی تعریف آئین میں شامل ہوئی اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو دنیا کے اسلامی مما لک میں یہ قابل فخر اعزاز مملکت خداداد پاکستان کو حاصل ہوا کہ اس کی پارلیمنٹ نے انکار ختم نبوت کی بنا پر مرزائیوں کو کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔

۱۹۷۷ء میں تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ چلی لیکن ابھی تک مملکت خداداد پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ یوں یہاں سیکولر اور لبرل لوگوں کو کھل کر کھیلنے کا موقع ملتا رہا اور وہ اس ملک کو سیکولر سٹیٹ بنانے کے لیے اپنی مذموم حرکات کرتے رہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق کے دور حکومت میں ۲۳ مارچ ۱۹۸۴ء کو تاریخی بادشاہی مسجد لاہور میں ایک محفل قرأت منعقد ہوئی جس میں مصر کے معروف قاری عبد الباسط نے قرآن کریم کی تلاوت کی تو اس موقع پر کسی عاشق رسول نے نعرہ رسالت لگایا تو کسی بد بخت نے جواب میں ''مردہ باد'' کہہ کر اپنے خبث باطنی کا اظہار کیا تو عاشقان رسول کے قلوب چھلنی ہو کر رہ گئے، شارح بخاری علامہ سید محمد احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کا بروقت نوٹس لیا، آپ نے مجلس علماء اہل سنت قائم کی اور اس کے تحت ملک اور بیرون ملک میں ''یارسول اللہ کانفرنسیں'' انعقاد پذیر کیں۔ فضائیں نعرہ رسالت یارسول اللہ ﷺ کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھیں۔ ۲۱ مئی ۱۹۸۴ء کو اسی بادشاہی مسجد لاہور میں استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں آخری فیصلہ

کن ”یارسول اللہ کانفرنس“ انعقاد پذیر ہوئی۔جس میں راقم نے بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔علماء ومشائخ کا جم غفیر تھا،تقریریں ہوئیں اور کئی قراردادیں منظور ہوئیں۔گستاخ اور اس کے حامیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ ہوا۔اس کانفرنس سے نہ صرف گستاخوں کے حوصلے پست ہوئے بلکہ لبرل اور سیکولر طبقے کے عزائم بھی خاک میں مل گئے اور یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ ابھی غیرت مسلم زندہ ہے۔

دنیا کے کسی بھی کونے میں کسی بھی خبیث نے جب ناموس رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے ہرزہ سرائی کی تو مملکت خداداد پاکستان کے غیور مسلمان سراپا احتجاج ہوئے۔سلمان رشدی ملعون نے جب ”شیطانی خرافات“ کا اظہار کیا تو اس وقت بھی مسلمانان پاک وہند کا احتجاج دیدنی تھا۔

۲۰۱۱ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کے سابق گورنر سلمان تاثیر نے کسی کے اشارے پر جب ایک گستاخ ملعونہ عورت عاصیہ جس کو عدالت نے سزائے موت سنائی ہوئی تھی کو جیل سے باہر نکال کر پریس کانفرنس کی اور قانون توہین رسالت سی ۲۹۵ کو کالا قانون قرار دیا اور اس ملعونہ کو بے گناہ قرار دیا اور توہین رسالت کے حوالے سے علماء کے فتاویٰ کو بھی برا کہا تو اس کے ایک غیور سیکورٹی گارڈ ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی رگ غیرت وحمیت پھڑکی اور انھوں نے اسے واصل جہنم کر دیا۔غازی نے اپنی گرفتاری خود دے دی اور سلمان تاثیر کو قتل کرنے کی وجہ بھی ناموس رسالت کی حفاظت بتادی۔مقدمہ چلا اور آپ کو سزائے موت سنادی گئی۔

علمائے اہل سنت میں علامہ مولانا حافظ حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۰ء) آگے بڑھے اور آپ نے غازی ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے لیے باقاعدہ ”رہائی تحریک“ چلائی لیکن نون لیگ کی حکومت کے دور میں ۲۹ فروری ۲۰۱۶ء کو غازی ناموس رسالت ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کو سزائے موت دے دی گئی۔غازی نے پھانسی کا پھندا چوم کر اپنے گلے میں ڈالا اور اپنی جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر غازی کے پاؤں پر رکھ دیا اور رو کر فرمایا کہ ہم آپ کو سزائے موت سے بچانے میں ناکام رہے۔سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں ہماری شکایت نہ کرنا ہم شرمندہ ہیں۔

غازی ناموس رسالت رحمۃ اللہ علیہ کے نماز جنازہ میں ایک جم غفیر تھا،عالمی ریکارڈ کے مطابق راولپنڈی میں ان کی نماز جنازہ میں ساٹھ لاکھ سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی لیکن ہمارے میڈیا نے اس عاشق رسول کے جنازے کے ایمان افروز مناظر کو دکھانا مناسب نہ سمجھا۔ ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

غازی ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کے موقع پر ۲۷ مارچ تا ۳۰ مارچ ۲۰۱۶ء کو آپ نے لیاقت باغ سے ڈی چوک

اسلام آباد تک احتجاج کیا اور دھرنا دیا۔ اس احتجاج میں فقیر کو بھی شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۲۰۱۷ء میں قانون ختم نبوت میں جب ترمیم کی جسارت کی گئی تو علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک لبیک کے زیر اہتمام ۵ نومبر ۲۰۱۷ء تا ۲۷ نومبر ۲۰۱۷ء فیض آباد پر تاریخی احتجاجی دھرنا دیا، جس کے نتیجے میں وزیر قانون زاہد حامد کو مستعفی ہونا پڑا اور قانون ختم نبوت میں ترمیم کو بھی واپس لیا گیا۔ ہالینڈ کی طرف سے گستاخانہ خاکوں کے مقابلے کا اعلان ہوا تو آپ نے تحریک لبیک کے زیر اہتمام لاہور تا اسلام آباد اگست ۲۰۱۸ء کو احتجاج کیا۔

عمران خان کے دور حکومت میں اقتصادی کونسل میں جب عاطف قادیانی کی تقرری کی گئی تو اس موقع پر بھی آپ نے تحریک کے تحت بھرپور احتجاج کیا جس کے نتیجے میں حکومت نے پسپائی اختیار کی اور عاطف قادیانی کو برطرف کر دیا گیا۔ اسی حکومت نے جب عاصیہ ملعونہ کو رہا کروا کر بیرون ملک فرار کرایا تو اس موقع پر بھی علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا احتجاج دیدنی تھا۔ فرانسیسی صدر میکرون ملعون نے جب ہمارے پیارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نہایت گستاخانہ خاکے اپنے ملک کی سرکاری عمارتوں پر آویزاں کرنے کی ناپاک جسارت کی تو عالم اسلام میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی، تحریک لبیک کے حدی خواں اور قافلہ سالار امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرانسیسی صدر ملعون کی اس ہرزہ سرائی کے خلاف ۱۵ نومبر ۲۰۲۰ء کو تاریخی احتجاج کیا اور عمرانی حکومت سے مطالبہ کیا کہ فرانسیسی سفیر کو فی الفور یہاں سے نکالا جائے اور فرانس کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حکومت نے آپ سے فرانسیسی سفیر نکالنے اور فرانسیسی مصنوعات کا سرکاری طور پر بائیکاٹ کرنے کا تحریری معاہدہ کیا تب احتجاجی دھرنا اختتام پذیر ہوا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ فرانس نے اپنا سفیر تو واپس نہ بلایا لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سفیر دنیا سے واپس بلا لیا۔ ۴ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ/ ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء شب جمعۃ المبارک کو امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اچانک داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آہ! ایک روشن چراغ تھا نہ رہا، جو اپنی روشنی سے اندھیروں میں اجالے کرتا تھا۔

۵ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ/ ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ء ہفتہ کو مینار پاکستان کے وسیع وعریض میدان میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ چشم فلک نے نماز جنازہ کے ایسے مناظر کم دیکھے ہوں گے۔ ملک اور بیرون ملک سے انسانوں کا ایک سیلاب تھا جو یہاں امنڈ آیا تھا۔ یہاں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ بادشاہی مسجد لاہور بھی کھول دی گئی اور یہاں یہ مصرع صادق آتا ہے

ع عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ہر طرف سے لبیک لبیک یا رسول اللہ، تاجدار ختم نبوت زندہ باد، اور من سب نبیا فاقتلوہ کے فلک شگاف نعرے لگ رہے تھے۔ اپنے بیگانے آپ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آئے۔ عالم اسلام میں صف ماتم بچھ گئی لیکن یہود ونصاریٰ اور قادیانی گماشتے خوش ہو گئے کہ ہمیں للکارنے والا اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سفیر عشق رسول تھے، آپ فنافی الخاتم النبیین تھے۔ آپ عالم باعمل، انتہائی محنتی مدرس اور بے مثال خطیب تھے۔ اگرچہ ۸ جولائی ۲۰۰۹ء میں ایک خوف ناک حادثے میں آپ معذور ہو گئے تھے، اپنی مرضی سے چل پھر نہیں سکتے تھے لیکن جذبۂ عشق رسول سے ایسے سرشار تھے کہ ہر گستاخ سے برسرِ پیکار تھے۔ تحریک لبیک یارسول اللہ کا قیام عمل میں لایا اور تحفظ ناموس رسالت کا پیغام دنیا بھر میں پہنچایا۔ آپ نے عشق رسول کا ایسا سبق پڑھایا کہ ہر گھر سے بوڑھا اور جواں ''لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ'' کا نعرہ لگاتا ہوا سامنے آیا۔ آپ کی آواز میں ایسی کڑک، رعب اور دبدبہ تھا کہ جب تقریر شروع فرماتے تو باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جاتا اور پھر در و بام گونج اُٹھتے تھے۔ آپ نے لبیک یارسول اللہ کا نعرہ ایسے خلوص سے لگایا کہ لوگ دیوانہ وار آپ کی جانب آتے گئے اور پھر کارواں بنتا گیا۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی آئیں، جعفران ایں زماں بھی سامنے آئے لیکن آپ کے پایہ اثبات میں ذرا سی بھی لغزش نہ آئی۔ گویا آپ نے زبان حال سے فرمایا

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں
بندہ ہے تنہا تم پہ کروڑوں درود

آپ نے اُمت مسلمہ کو ناموس رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بیدار کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپ نے ثابت فرمایا کہ مسئلہ ناموس رسالت دنیا کے ہر مسئلہ سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ ع

ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام

شومئی قسمت کہ امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد حکمرانوں کے تیور بدل گئے اور آپ سے فرانسیسی سفیر نکالنے کا جو تحریری معاہدہ کیا تھا اس سے بھی مکر گئے۔ حکومت نے پہلے ۲۰ اپریل ۲۰۲۱ء تک سفیر نکالنے کا وعدہ کیا لیکن جوں ہی تاریخ قریب آئی حکومت نے عہد شکنی کرتے ہوئے نہایت ڈھٹائی سے آپ کے فرزند جلیل، جانشین اور امیر تحریک لبیک مولانا حافظ سعد حسین رضوی زیدمجدہ کو گرفتار کر لیا۔ تحریک لبیک کے اراکین اور عاشقان رسول نے اس پر پرامن احتجاج کیا تو حکومت نے طاقت کا استعمال کیا، میڈیا پر پابندی لگا دی، مظاہرین کو سیدھی گولیاں ماریں، آنسو گیس کی شیلنگ کی، تیزاب ملا پانی پھینکا گیا۔ اراکین کو گرفتار کر کے ان پر سرعام تشدد کیا، کئی شہادتیں ہوئیں اور گھروں میں بھی چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کیا، بے شمار گرفتاریاں ہوئیں، ان پر دہشت گردی کے مقدمات بنائے اور تحریک لبیک پر پابندی لگاتے ہوئے اسے کالعدم قرار دے دیا گیا۔ ع

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

ختم نبوت اور ناموس رسالت سے بڑھ کر ہمیں دنیا کی کوئی چیز عزیز نہیں ہے، اگر ختم نبوت اور ناموس رسالت کا تحفظ ہے تو ہم سب ہیں ہماری مساجد، ہمارے مدارس ہمارے ادارے اور ہماری خانقاہیں ہیں۔ اگر ہم ناموس رسالت کے تحفظ کے حوالے سے کسی

بھی مصلحت کا شکار ہو گئے تو پھر ہمارا کچھ بھی نہیں بچے گا، ہمارا سب کچھ ویران ہو جائے گا، ہم تباہ ہو جائیں گے، ہمیں اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ناموس رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے، یہ دنیا عارضی ہے اس میں سدا کسی نے نہیں رہنا ہے۔ یہ سیاسی پارٹیاں اور سیاسی وفاداریاں عظمت مستعار ہیں۔ اللہ کے لیے خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، میدان عمل میں آؤ۔ اے خانقاہوں کے گدی نشینوں! اے محراب ومنبر کے مکینو! اے قلم وقرطاس کے نگینو! اے زہد و ریاضت کی جبینو! اللہ کے واسطے اپنے پیارے آقا ومولا رحمت کائنات فخر موجودات حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ناموس اور ختم نبوت کی حفاظت کے لیے ایک ہو جاؤ! یک قالب اور ایک زبان ہو جاؤ! ہاں ہاں اٹھو ورنہ نہ ہو گی داستاں تک بھی ہماری داستانوں میں۔ وہ قومیں کبھی کامیاب نہیں ہوتیں جو اپنے محبین کے کارناموں کو بھلا دیتی ہیں، زندہ قوموں کا یہ وتیرہ ہے کہ وہ اپنے محسنین کی حیات و خدمات کو ہمیشہ یاد رکھتی ہیں۔ ان کے نقوش جاوداں کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کرتی ہیں اور محظوظ ہوتی ہیں۔

امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ عشاق رسول کے میر کارواں ہیں آپ نے دعوت وعزیمت کی ایسی لازوال اور بے مثال داستان رقم فرمائی ہے کہ آپ عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔ آپ کی تابناک حیات وخدمات نہ صرف ہمارے لیے قابل رشک ہیں بلکہ قابل تقلید ہیں۔ آپ کی حیات وخدمات کے حوالے سے ارباب علم و دانش نے بے شمار مضامین ومقالات لکھے، مختلف جرائد ورسائل کے خصوصی نمبر سامنے آئے اور بیسیوں کتابیں شائع ہو کر سامنے آچکی ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

ختم نبوت فورم کے ترجمان ماہنامہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل بھی حسب روایت محافظ ناموس رسالت وختم نبوت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں اپنا حقیر سانذرانہ ''امیر المجاھدین نمبر'' لیے حاضر ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عزوشرف

پیش نظر ''امیر المجاھدین نمبر'' میں آپ کی ہمہ جہت شخصیت سے تمام پہلوؤں کا کما حقہ احاطہ تو نہیں کیا جا سکا البتہ اس نمبر کے ذریعے آپ کی سوانح حیات کے لیے مختلف عنوانات کے تحت ایک خاکہ پیش کر دیا گیا ہے۔

یہ عظیم نمبر سولہ ابواب میں منقسم ہے۔ پہلا باب ''پیغامات'' ہے اس میں ۷۵ اہل علم وفضل کے پیغامات الف بائی کے تحت دیئے گئے ہیں۔

اسی طرح بالترتیب ''حیات و خدمات'' میں گیارہ، ''مکالمات'' میں چودہ ''درسیات'' میں چھ، ''سیاسیات'' میں پانچ، ''تحریکات'' میں انتیس، ''رضویات'' میں تین، ''اقبالیات'' میں پانچ ''احترامات'' میں چوداں، ''رشحات'' میں سات، ''امتیازیات'' میں سولہ، ''متفرقات'' میں چوداں، ''اثرات'' میں چوداں، ''سانحات'' میں بارہ، اور ''شذرات'' میں دس، مقالات ومضامین شامل

کیے گئے ہیں۔اور آخری سولہواں باب "منظومات" پر مشتمل ہے جس میں شعرائے کرام کی اُناسی منظومات بھی الف بائی کے تحت دی گئی ہیں۔ہر باب میں بھی مضامین ومقالات کی ترتیب الف بائی کے تحت دی گئی ہے۔

کوشش کی گئی ہے کہ تمام مضامین ومقالات اپنے متعلقہ ابواب میں رکھے جائیں،اگر چہ تمام مضامین ومقالات اپنے ابواب میں بالکل فٹ نہیں آرہے لیکن ترتیب میں ہر مضمون اور مقالہ کے غالب رخ کا لحاظ ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے تا کہ قارئین کی ضیافت طبع کے لیے دلچسپی کا عنصر بھی غالب رہے۔

یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ایک عاشق رسول ﷺ کے تذکار پر مشتمل یہ عظیم "امیر المجاھدین نمبر" ہمیں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے ورنہ ع

میں کہاں تھا اس کرم کے قابل
حضور آپ کی بندہ پروری ہے

اُمید واثق ہے کہ امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہماری اس ادنیٰ کاوش کو قارئین بنظر استحسان دیکھیں گے اور اپنی گراں قدر آراء سے ضرور نوازیں گے۔اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ایک عاشق رسول کے حوالے سے ہمارے اس "ارمغان محبت" کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

دعا گو و دعا جو گدائے کوئے مدینہ شریف
احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ (سرپرست اعلیٰ ماہنامہ "الخاتم" انٹرنیشنل)
۲۶ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ/ ۹ مئی ۲۰۲۱ء بروز اتوار بوقت سحری





پہلا باب

پیغامات

(الف)

(۱) پیغام — مفتی فیضان المصطفیٰ قادری اعظمی

آبروئے سنیت

آبروئے سنّیت حضرت علّامہ خادم حسین رضوی اس دَور میں یقیناً امیر المجاہدین تھے، اس دَورِ اخیر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے عزت و ناموسِ رسالت ﷺ پر تحریر و قلم کی پہرے داری کا، جو بے مثال کارنامہ انجام دیا، اُن کے بعد علّامہ خادم حسین رضوی سے بڑا محافظِ ناموسِ رسالت ہم نے نہیں دیکھا! ۔آپ نے اپنی ولولہ انگیز خطابت کے ذریعہ، پوری دنیائے سُنّیت میں انقلاب برپا کیا، خوابیدہ حوصلوں کو بیدار کیا، احترامِ بارگاہِ رسالت ﷺ کے وہ جذبات بیدار کیے، جن سے اس عہدِ غربت و نکبت میں عشق و عقیدت کے ایک نئے عہد کا آغاز ہوا! ۔

آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر مقدّس شخصیات کی حرمتوں سے کھیلنے کا رجحان، مغربی ممالک کی آزاد فضاؤں میں پلا بڑھا، پھر اس کے زہریلے اثرات برصغیر کی سرحدوں میں داخل ہو گئے، ایسے دَور میں ان گستاخوں کی کمر توڑنے کے لیے، غیرتِ ایمانی کو جگانے کی ضرورت تھی، مگر دُور دُور تک کوئی نظر نہ آتا تھا، بالآخر یہ رضوی شیر میدان میں آیا، اور اس نے اپنی گھن گرج سے مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کو للکارا، اور ان کے قلب و جگر میں ایمان کی ایسی حرارت پیدا کی، کہ گستاخانِ زمانہ اپنی خیر منانے لگے! ۔آج وہ ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے ہیں، انہی کے ساتھ جرأت و بے باکی کے ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا!

ع ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

(۲) پیغام — مولانا محمد توصیف رضا خان

آسمان رشد و ہدایت کا ایک درخشندہ ستارہ

اہلسنت والجماعت کا ایک عظیم خسارہ آہ! افسوس صد افسوس آسمان رشد و ہدایت کا ایک اور درخشندہ ستارہ روپوش ہوا! مسلک اعلیٰ حضرت کی شمشیر سچا سپاہی رضا کا وفادار برآں پاسبان عقیدہ ختم نبوت محافظ دین وسنیت کلک دشمنان رسالت مصلح اہل سنت نیر برج خطابت حضرت علامہ حافظ خادم حسین صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمۃ کا وصال پر ملال یقیناً اہلسنت کا ایک عظیم خسارہ ہے انا اللہ وانا الیہ راجعون! حضرت تو تشریف لے گئے لیکن اپنوں بیگانوں کو ناموس رسالت کی اہمیت سمجھا گئے، ناموس رسالت پر کفار کی جانب سے یلغار کا مقابلہ آپ نے نہایت احسن انداز میں کیا اور عزت ناموس رسول اعظم کی اہمیت سے بچے بچے کو روشناس کرایا ان کی آواز پوری دنیا میں گونج رہی تھی حضرت علامہ صاحب قبلہ سے فقیر قادری کی خوشگوار ملاقات جو میرے دل و دماغ پر اب تک چھائی ہوئی ہے حضرت علامہ صاحب قبلہ کے اخلاق کردار محبتوں وارفتگی اور بالخصوص اعلیٰحضرت فاضل بریلوی

اور خانوادہ رضویہ سے بے پناہ عشق والفت کا اظہار ذکر خیر کے دوران آنکھوں میں مسلسل آنسوؤں کا سیلاب اس فقیر کے سامنے سراپا پیکر خلوص بن کر پیش آنا میرے دل پر بڑا اثر انداز ہوا اس ملاقات کو ہر پل یاد رکھا حضرت علامہ صاحب کی زندگی کا ہر ہر پل یہی کہتا ہوا گزر رہا تھا کہ

ہمیں کرنی ہے شہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
وہ جو اپنے ہو گئے تو مالک پروردگار اپنا

حضرت علامہ صاحب جاتے جاتے یہ پیغام دے گئے، کہ بس صرف

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

بس حضرت رضوی صاحب نے ایمان وعقیدے کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس کی خاطر قربان کر دیا اور دنیا کو پیغام دیا کہ

دشمن احمد پے شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پے لعنت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

حضرت خادم حسین رضوی صاحب کا مشن ہی دیابنہ، وہابی، دیوبندی، شیعہ، گستاخ خدا جل جلالہ و رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام اولیاء عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سچی محبت اور دشمنان خدا و رسول صحابہ اولیاء کے گستاخوں سے سخت عداوت ونفرت آپکا مشغلہ تھا کبھی کسی کی رورعایت نہیں کی اللہ تعالیٰ سرکار دوعالم ﷺ کے صدقے مرشد برحق کے وسیلے علامہ صاحب کی مغفرت اور درجات بلند فرمائے لواحقین کو بالخصوص مولانا سعد رضوی و محمد انس رضوی اور تمام عاشقان رسول اعظم ﷺ کو صبر جمیل عطا فرمائے، اہلسنت والجماعت کو حضرت علامہ صاحب کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

فقیر قادری محمد توصیف رضا خان
مرکز اہلسنت بریلی شریف انڈیا

(۳) پیغام مولانا اشرف رضا قادری

اپنے عہد کے امام سرفروشان اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین ونحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ سیدنا ومولانا محمد المصطفٰے الاشرف۔

امیر المجاھدین حامی السنن ماحی الفتن گفتار و کردار کے دھنی مجاھد اسلام غازی ملت شہید عشق مصطفٰے فدائے ناموس رسالت علم بردار تحفظ ختم نبوت پیشوائے تحریک لبیک یارسول اللہ علامہ مولانا حافظ الشاہ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمہ اللہ الرحمن الرحیم ورضی عنہ اپنے عہد کے امام سرفروشان اسلام ہیں۔ اللہ کریم ورحیم عزوجل اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب کریم رؤوف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے صدقے ان کی ہر خدمات دینیہ کا انھیں بہترین اجر وصلہ عطا فرمائے اور غلامان رسول اللہ کو اپنے آقا ومولی کے نام پر اپنی جانیں نثار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امیر المجاھدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے کچھ بیانات واٹس ایپ پر سننے کا موقعہ ملا جس سے ان کی علمی جلالت اور جذبہ صادقہ کا خوب خوب اظہار ہوتا ہے۔ امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت مجدد اعظم واصف شاہ ھدی سیدنا ومولانا احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا بالرضا السرمدی کی تعلیمات ومسلک پر انھیں بھرپور گام زن پایا۔ برصغیر ہندوپاک میں حضور اعلیٰ حضرت کا مسلک حق و باطل کے پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ صلح کلیت یہیں آکر دم توڑ دیتی ہے۔ ضرورت ہے کہ علماء کرام آگے آئیں اور عشق رسول اللہ کو معیار بناکر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی غلامی کا مظاہرہ کریں۔ حضرات صحابہ کرام واھل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے وفاداروں کو ہی نصرت الٰہی ومدد خداوندی حاصل ہوگی۔ صلح کلی ہر دور میں اسلام وسنیت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئے ہیں. اللھم انصر من نصر دین سیدنا ومولانا محمد نبی الرحمۃ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین سیدنا ومولانا محمد شفیع الامۃ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ربنا یا مولانا لا تجعلنا منھم۔

اشرف رضا قادری

مفتی وقاضی ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی

جمادی الاولی ۱۴۴۲ھ 30 دسمبر ۲۰۲۰ء

(۴) پیغام — الشیخ عبد القادر الحسین

اسد الاسلام

"اسد الاسلام" واهل السنة والجماعة فی ذمة الله تعالیٰ انتقل العلامة الفقیة المحدث المحب لسیدنا محمد رسول الله الشیخ خادم حسین رضوی البریلوی الحنفی الماتریدی رحمه الله وعوض المسلمین کل خیر وللفقید نشاط علمی و روحی واسع فی باکستان وخارجها وهو الذی اسس جماعة لبیك یا رسول الله الشهیرة(لدفاع عن سیدنا رسول الله)واوذی فی سبیل ذلك وهو المقعد العاجز عن المشی واعتقتله الحکومة اکثر من مرة ولم یثنه ذلك ولم یوهن عزمه لنصرة النبی ﷺ وکان قد حرك الملایین من الباکستانیین فی المظاهرات التی اجبرت الحکومة الباکستانیة علی طرد السفیر الفرنسی وقطع العلاقات مع فرنسا بعد اساءة کلب فرنسا کارون للذات النبویة الشریفة۔

نسأل الله تعالیٰ ان یجعل الفردوس الاعلی مثواه وانا لله وانا الیه راجعون۔

(۵) پیغام — وسیم احمد رضوی

اسلامی غیرت وحمیت کا عظیم استعارہ

باباجی کے مرشد خانہ سے معطر یادوں کے مہکتے گلاب قبلہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ عزم و ہمت اور صبر و استقلال کا ایک استعارہ تھے۔تنگیاں، تکلیفیں، مصیبتیں، آزمائشیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پائے ثبات کو کبھی متزلزل نہ کرسکیں۔مساجد کی بنا، مساجد کی تعمیر، مساجد کی نگرانی، مدرسوں کے معاملات، صبح سے شام تک سنگیوں کے گھریلو و خاندانی، ذاتی و اجتماعی مسائل کی عقدہ کشائی کے باوجود کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ماتھے پرشکن نہیں دیکھی لیکن دیکھنے والوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کا رنگ اس وقت بدلا ہوا دیکھا۔جب کسی عالم ربانی کی وفات کی خبر پہنچی۔حافظ عبد الغفور صاحب بیان کرتے ہیں۔جب استاذ الاساتذہ اور قبلہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے استاد محترم حضرت مولانا عبد اللہ لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر پہنچی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ بے حد غمگین ہوئے۔پھر 29 ستمبر 1962ء قبلہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو پریشانی کے عالم میں دیکھا۔چوکیدار فتح محمد صاحب سے سبب پوچھا۔تو انہوں نے بتایا کہ آج فیصل آباد والے شیخ الحدیث محدث اعظم مولانا سردار احمد صاحب وفات پا گئے ہیں اسی طرح 9 اکتوبر 1970ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت افسردہ دیکھا گیا۔اس دن شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی صاحب داغ مفارقت دے گئے تھے۔ان کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔کہ انہوں نے ہر طریقے سے اہل سنت و جماعت کا دفاع کیا۔اسی طرح علمائے ربانیین کے وصال کی خبروں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ ملال میں ڈوب جاتے۔قضا نے آج گلشن سلطانیہ کا ایک اور گلاب چن لیا اجل نے دربار عالیہ کا ایک اور در ثمین چن لیا۔حاجی لعل خان صاحب نے اپنے لعل جیسے

لال کا نام خادم حسین رکھا تھا۔لیکن انہیں (حضرت امام) حسین (رضی اللہ تعالی عنہ) کا خادم اس در نے بنایا۔آج دربار شریف کی فضا سوگوار ہے۔کہ حسین کے خادم،رضوی مرحوم ہو گئے۔اور ہم ان سے محروم ہو گئے۔

اے کہ ترے نور سے رخشاں ہوئی صبحِ وطن
تونے کی ،ویرانیٔ ہستی میں تعمیرِ چمن
سازِ مشرق میں سمو دی نغمۂ مغرب کی لے
تونے بھر دی نئے پیالوں میں صہبائے کہن
اب بجھا سکتی نہیں جس کو ہوائے روزگار
تونے سینوں میں لگا دی زندگی کی وہ لگن
مدتوں کرتی ہے گردش جستجو میں کائنا ت
تب کہیں ملتا ہے ایسا محرمِ رازِ حیات

اسلامی غیرت وحمیت کا عظیم استعارہ وہ امام الغیرت تھا۔اسی نے اس مفاد پرست دور میں اسلامی تعلیمات کا اصلی حسن جسے بلا تردد"غیرت اسلامی"کہا جاسکتا ہے؛اس کا معنی ومطلب نہ صرف بتایا اور سمجھایا بلکہ اس اسلامی غیرت وحمیت کا عملاً اظہار بھی کیا۔اور ایسا اظہار کیا جو اس صدی میں صرف اسی کا خاصا وحصہ ہے۔بلکہ اگر مَیں یہ کہوں کہ امام حسین کا وہ خادم اس صدی میں"اسلامی غیرت وحمیت کا عظیم استعارہ ہے"؛تو یقیناً ہر انصاف پسند اس کی تائید کرے گا۔

وسیم احمد رضوی،مالیگاؤں (ہند)

(٦) پیغام **ڈاکٹر سید عدنان خورشید**

اصل امتحان اب شروع ہوا

مجھے اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ اس ملک میں جب بھی کوئی عوامی رہنما طاقت کے ایوانوں کے دبیز پردوں کے پیچھے چھپے اصل حقائق کو نہ صرف بھانپ لیتا ہے بلکہ اس میں اتنی جرأت بھی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو اِن غلام گردشوں کے بارے میں شعور دینا شروع کرے اور حقیقی عوامی تحریک کا دروازہ سب کو متحد کر کے کھٹکھٹائے.....تو سمجھ جائیں کہ اسے بہت جلد بظاہر فطری (یا غیر فطری) طریقہ سے اپنے خالق حقیقی سے ملا دیا جاتا ہے.....علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی اس دارِ فانی سے ایسے رخصت ہو گئے کہ سننے اور دیکھنے والے حواس یقین کرنے کو تیار نہیں کہ اچانک یہ سب کیا ہوا....اللہ رب العزت آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے....اب اصل امتحان انکا ہے جنھوں نے آپکے بعد اس تحریک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے.....انہیں بہت پھونک پھونک کر اور سوچ سمجھ کر ہر قدم اٹھانا

ہوگا ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو سا کھ و شیرازہ وہ بنا کر گئے، اندرونی و بیرونی سازشیں اسے ضائع نہ کر دیں.... اللہ رب العزت علامہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب پر اپنی رحمت فرمائے اور آپکے چاہنے والوں کو صبر و استقامت کے ساتھ معاملات کو آگے چلانے کی توفیق عطا فرمائے.... (آمین)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

احقر العباد ڈاکٹر سید عدنان خورشید

(۷) پیغام ڈاکٹر عبد القدیر خان (نشان امتیاز)

اقبال کے مرد مومن

سید صابر حسین شاہ صاحب جناب سلامت رہیں۔ السلام علیکم!

مزاج شریف!!

مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اپنے ماہنامہ مجلہ الخاتم، مجاھد ختم نبوت، عالی مقام، جناب مولانا حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی زندگی پر خصوصی نمبر تالیف فرمارہے ہیں۔ یہ بہت لائق تحسین کام ہے۔ مولانا حافظ خادم حسین رضوی اللہ کے دوست اور سپاہی تھے۔ انھوں نے پوری ایمانی قوت اور جذبے سے ناموس رسالت کے تحفظ کی پہرہ داری کی ہے، وہ بہت ہی خوددار، صاحب ادراک، معلم، خطیب، محقق، حافظ اقبال، عاشق رسول ﷺ اور مفسر قرآن تھے۔ میں نے ۷ دسمبر کے اپنے جنگ کے کالم میں مولانا موصوف کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ انہی کی طرح اپنے لیے موت کی تمنا کی ہے۔ رب تعالیٰ نے کمال اعزاز سے حضرت خادم حسین رضوی کے سفر آخرت کو سرفراز کیا ہے۔ کراچی میں جب وہ پہلی بار مجھ سے ملنے تشریف لائے تو ان کے جلال، علمیت، تدبر اور یادداشت نے مجھ پر اثر چھوڑا تھا جو آج تک قائم ہے۔ زندگی میں دنیا بھر کے بہت سے لوگوں سے ملا ہوں جن کی تعداد ہزاروں لاکھوں میں ہے مگر مولانا خادم حسین رضوی لاکھوں میں ایک تھے۔ میں انھیں کبھی نہیں بھلا سکوں گا۔ وہ عہد حاضر کی تحفظ ناموس رسالت کی بہت مؤثر اور برملا آواز تھے، لگی لپٹی انکے مزاج سے میل نہیں کھاتی تھی، وہ کھرے، سچے اور صحیح معنوں میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مرد مومن تھے۔

سید صابر حسین شاہ صاحب جناب آپ نے مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی یادوں، باتوں، پیغامات ان کے خطابات، سفر آخرت اور رد قادیانیت کے جہاد میں کردار کو تالیف کر کے ہمیں اپنا مداح کر لیا ہے۔ سلامت رہیں خوش باش رہیں، اللہ پاک آپ کی اس ایمان افروز سعی کو قبولیت سے نوازیں آمین! اجازت۔

(۸)پیغام احباب الشیخ عبد العزیز الخطین الحسنی

الامام الهمام المجاهد الكبير

الی الفردوس الاعلیٰ یاذن اللہ تعالیٰ "الامام الهمام المجاهد الكبير" شیخ پاکستان وسیدھا الشیخ خادم حسین الرضوی رحمہ اللہ و رفع قدرہ عندہ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم باسم علماء و شیوخ الطرق الصوفیة نرفع اسمی آیات العزاء لاھلنا فی پاکستان والعالم الاسلامی۔ھنا دمشق

(۹)پیغام الشیخ محمد العزوزی محمد الازھری

الشيخ العالم المحدث

نعزی الامة الاسلامیة و علماء ھا ودعاتها عامة واھل العلم والشعب بپاکستان خاصة فی وفاة الشیخ العالم المحدث والصوفی الداعیة الی اللہ والمجاھد المنافح عن مقام الجناب الاعظم سیدنا ومولانا رسول اللہﷺ خادم حسین الرضوی الحنفی رحمة اللہ تعالیٰ نسأل اللہ تعالیٰ ان یغفر له ویرحمه ویسکنه الفردوس الاعلی من الجنة مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا واخلف اللہ علی بلاد الپاکستان الحبیبة خیرا۔

(۱۰)پیغام الشیخ حمزہ الکتانی

الشيخ خادم الحسين الرضوى البريلوى

فجعت الأمة بنبأ الوفاة المفاجئة، للإمام العلامة، شیخ الحدیث فی پاکستان، الذاب عن النبی صلی اللہ علیه وسلم، المبتلی فی حبه علیه السلام؛ الشیخ خادم الحسین الرضوی البریلوی، أحد أبرز علماء پاکستان، ورئیس حزب: "لبیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم"، الذی وافته المنیة الیوم (مساء یوم الخمیس ۰ من شھر ربیع الثانی 1442ھ/ الموافق لہ من تشرین ثان 2020م).کان الشیخ -رحمه اللہ تعالی- محدثا، ومدرِّسًا، وداعیة، وصاحبَ وعظٍ مؤثِّرٍ، یحافظ طیلة حیاته علی السنة النبویة، ویردُّ علی أعداء الرسالة -علی صاحبها الصلاة والسلام- ولا یخاف فیه لومةَ لائمٍ، فقد أوذی وسجن، وبالرغم من ذلك، وبالرغم من إقعادہ علی کرسی متحرك، فلم یتزحزح عن باب اللہ تعالی وباب رسوله علیه السلام..ھذا الشیخ صاحب حال ندر فی وقتنا، وھو مزید الاستغراق فی النبی صلی اللہ علیه وسلم، ومحبته، وتربیة المریدین والأتباع علی ذلك، ممن أشرب قلبه ولحمه ودمه وشعرہ بمحبة رسول

الله صلى الله عليه وسلم،حسا ومعنى، قولا وفعلا، التزاما وجهادا، فقد أفنى حياته فى نشر سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، والدفاع عنها، والدفاع عن شخص رسول الله الكريم، سواء فى وجه من أساؤوا لمقام النبوة الشريف فى بلاده، وخارجها، وكانت له مواقف عظيمة فى هذا الباب.وآخر مواقفه: المسيرات المليونية التى حشدها الأسابيع الأخيرة، استنكارا على إساءة الحكومة الفرنسية، ورئيسها إمانويل ماكرون، عليه من الله ما يستحق، والتى كانت من أقوى المظاهرات والمسيرات على مستوى العالم الإسلامى، دعت لمقاطعة المنتوجات الفرنسية، بل لطرد السفير الفرنسى وإغلاق السفارة الفرنسية.لقد كان للإمام الفقيد دور عظيم فى توعية الأمة الباكستانية بالخصوص، والمسلمين عموما، بمقدار النبى صلى الله عليه وسلم، شرفا، ومكانة، وقدرا، فداه أبى وأمى، وسد فراغا عظيما فى هذا الميدان، بحيث يعتبر -عليه رضوان الله تعالى- ظاهرة ملفتة فى هذا الميدان فى عصره، أمام صمت وذل، وانحراف جل المنتسبين للعلم والدين والحركة الإسلامية، خاصة فى بلدنا السعيد، ممن لا تحمر أنوفهم، ولا تنتفخ أوداجهم، غيرة على سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا يقومون بواجبهم من تأطير الناس وتوعيتهم، بمكانة خير خلق الله تعالى وخاتم الأنبياء والمرسلين، سيدنا محمد بن عبد الله عليه أفضل الصلاة والتسليم، والغضب والتشنيع على من يسيء إلى مقامه الشريف.قبل يومين رجع الإمام الرضوى من إسلام أباد إلى لاهور، بعد مذاكرات مع الحكومة الباكستانية، اتفقوا فيها على إخراج السفير الفرنسى من البلاد ، كتعبير صارخ وقوى على غضبهم ورفضهم لموقف الحكومة الفرنسية من تبنى الإساءة لمقام مولانا رسول الله صلى الله عليه وسلم.. غير أن الجميع تفاجأ بوفاته المفاجئة، التى بعثت شكوكا حول أسبابها، ويرجعها البعض لكونه أصيب بالتهاب رئوى حاد...الإمام الرضوى رحمه الله تعالى ورضى عنه، توفى وهو لما يتجاوز الثالثة والخمسين من عمره...وستشيع جنازته بعد غد بمدينة لاهور بباكستان إن شاء الله تعالى، ويفترض أن تكون جنازة من أعظم جنائز العصر.عرفته منذ سنوات، وأدهشتنى فصاحته العربية، وقوته، ومواقفه المشرفة فى الدفاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وخطبه القوية والمؤثرة والشديدة، وجماله وهيبته، واستنارة وجهه، وثقته الممزوجة بالقوة والابتسامة، وبداهته، وشدته فى الحق، وأحببته حبا كبيرا، خاصة مع معرفتى أنه من أتباع مدرسة الإمام أحمد رضا خان البريلوى، الذى كان من أعظم المتعشقين فى رسول الله صلى الله عليه وسلم. . لقد انهد اليوم صرح من صروح الإسلام بوفاة هذا الإمام الجليل، وحق للمؤمنين

البكاء والحزن والعويل والسقام، فرحم الله الفقيه الغالي، وأسكنه فسيح جناته، وتقبله في الشهداء، وجعل النبي صلى الله عليه وسلم شفيعه، تعازي لأسرته ومحبيه وحزبه وجماعته، بأسم الطرق الصوفية وباسمي شخصيا ومن ينتمي إلى من القادرية والشاذلية والرفاعية ، ولا نقول إلا ما يرضي الله تعالى: لا حول ولا قوة إلا بالله، وإنا لله وإنا إليه راجعون....هنا دمشق.

(۱۱) پیغام دکتور نبیل شندر الحسینی الحسنی

الشيخ خادم حسين رضوى

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلاة والسلام على خير خلق الله كلهم سيدنا وحبيبنا محمد صلى الله عليه واله وسلم مما لا شك فيه أن من آيات الله سبحانه الحياة والموت ...وهو الذي يقول لحبيبه صلى الله عليه واله وسلم ...انك ميت وانهم ميتون...ولا بد لمخلوق من نهاية ...رغم الحزن الذي يلف المحيط حزناً على الفراق ...لكنه فراق مؤقت إذ لا بد من لقاء الاحبة ... فكيف أن كان الفراق فراق من تلاقت أرواحهم بحب الحبيب حب الله الاعظم سيدنا محمد صلى الله عليه واله وسلم...ولا نقول اننا فجعنا لكننا حزنا على فراق عالم محدث كبير في بلاد المسلمين اعني به الشيخ خادم حسين رضوى ... رجل مثله خدم الحديث الشريف لخير الانام صلى الله عليه واله وسلم وخدم الدعوة ... وكان غيورا في حبه على حبيبه جبريل عليه السلام على حبيبه صلى الله عليه واله وسلم عندما كان يتجرأ لاذيته اى من الأعداء و كغيرة ساداتنا ابو بكر الصديق وعمر الفاروق وعثمان ذى النورين وعلى الكرار و الصحابة الكرام عليهم رضوان الله جميعا ... انها غيرة ندرت في هذا الزمان ... ورجل مثل الشيخ الرضوى تحزن لفقدانه الارض واهلها ولكن تفرح في يوم موته السماوات واهلها ويقام له عرس استقبال يزف بها إلى حبيبه صلى الله عليه واله وسلم...

في حب طه تزاحمت القلوب
وكان الرضوى علما في الحب
ما احب حبيب في حبه أحدا
الا بإذن ذاك القرب بالقرب
حب له شهدت عدول القلوب

فکان له خادما وتذوقه بالقلب
لا عجب فی حزن یلفه فرح
هو سبق ونحن لا شك بالوجب
سبقنا حبیب الی حبیب هنیئا
کم من محب فی روض وادب
هناك تقام للمحبین منابر نور
والحبیب یمدهم نورا بالعجب

فکل التعازی للعالم فی فقدان رجل جلیل غیور مثل الشیخ الرضوی ... ونسأل المولی لذویه الصبر والسلوان ولطلابه ومحبیه السیر علی خطاه ... وان یقیض تعالی من یحمل رایة الحب وخدمة الحدیث الشریف فی دیار پاکستان والعالم وقد نهل من ذلك الکأس النبوی ...ولا نقول الا ما أمرنا به سیدنا صلی الله علیه واله وسلم عند فقدان عزیز ... انا لله وانا الیه راجعون۔

از طرف: دکتور نبیل شندر الحسینی الحسنی طرابلس۔ لبنان

(۱۲)پیغام ابو هاجم الزعیبی الجیلانی

العلامة الفقیة العاشق

انتقل عن هذه الدار الفانیة وفی هذه اللیلة الزهراء المبارکة العلامة الفقیة العاشق للجناب المحمدی المدافع و المنافع عن سیدنا رسول الله مولانا خادم حسین رضوی البریلوی رحمه الله و عوض المسلمین کل خیر والفقید حنفی المذهب ماتریدی المعتقد قادری نقشبندی المشرب و ینتمی لمدرسة الامام احمد رضا خان البریلوی فکرا ومنهاجا و للفقید نشاط علمی و روحی واسع فی پاکستان و خاصة لاهور وهو الذی اطلق تحریك لبیك الشهیر(للدفاع عن سیدنا رسول الله)واوذی فی سبیل ذلك واتقل وهو المقعد العاجز عن المشی۔۔والفقیر من خلال جولاتی و زیارتی المتکررة لپاکستان اعتقد ان للمدرسة البریلویة قمران وضع لهما القبول والمحبة فی الارض و شاع فضلهم فی القارة الهندیة الاول هو فقیدنا الراحل رحمه الله واجزل مثوبة والثانی مولانا الامام الزاهد الشیخ محمد الیاس العطاری حفظه الله وبارك فی حیاته۔

(۱۳) پیغام خواجہ پیر محمد اکرم شاہ

امیر المجاھدین ایک فرد نہیں ایک نظریہ تھا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم امّا بعد!

ماہنامہ الخاتم انٹرنیشنل کا یہ جو خصوصی نمبر حضرت علامہ امیر المجاہدین مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کے سلسلے میں شروع ہوا ہے یہ بہت ہی نیک اور احسن کام ہے۔ درحقیقیت اس دنیا میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والی ہستیوں کی تعداد ان گنت اور لاتعداد ہے لیکن ان کے بارے میں تحریری مواد نہ ہونے کی وجہ سے ان کے کارناموں سے جہاں ہم بے بہرہ رہتے ہیں وہاں ہماری تاریخ بھی تشنہ رہ جاتی ہے۔ امیر المجاہدین ایک فرد نہیں تھا بلکہ ایک نظریہ تھا ایک سوچ تھی ایک فکر تھی اور اپنی فکر کے ساتھ اس کا ایک لگاؤ تھا، اس کی ڈیڈیکیشن اس کا خلوص اور اس کا جذبہ یقیناً اور انسانوں میں بہت ہی کم دیکھنے میں آیا ہے۔ میں ان کے ہر ہر اُس کام جس کو انہوں نے بڑے خلوص کے ساتھ نبی پاک سرکار دو عالم ﷺ کی ناموس کے حوالے سے کیا سلام عقیدت اور محبت پیش کرتا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالی جو سلسلہ انہوں نے شروع کیا تھا اس کو کامیابی سے ہمکنار کرے اور ان کے جانشین کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ وما علینا الا البلاغ

خواجہ پیر محمد اکرم شاہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ گڑھی شریف
تحصیل ٹیکسلا ضلع راولپنڈی

(۱۴) پیغام مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

ناموس رسالت اور امیر المجاھدین کا مجاھدانہ کردار

مجاہد تحریک ناموس رسالت، ناشر مذہب اہل سنت، پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، حافظ احادیث نبویہ، ماہر علوم قدیمہ و جدیدہ، حامی سنن نبویہ، ماحی بدعات سیئہ، امیر المجاہدین، حضرت علامہ مفتی خادم حسین رضوی قدس سرہ القوی مجاہدین ناموس رسالت میں ایک نمایاں وممتاز نام ہے۔ یوں تو آپ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ مذہب ومسلک کی خدمت میں صرف فرمایا مگر آپ کی حیات کی آخری دہائی کا نصف حصہ ناموس رسالت کے حوالے سے آپ کی قائدانہ خدمات میں خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ وصال سے چند سال قبل ختم نبوت کے عقیدہ حقہ اور ناموس رسالت کی بقاوتحفظ کی خاطر آپ نے ڈاکٹر اقبال کی نصیحت ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

کوعملی جامہ پہناتے ہوئے درسگاہ وخانقاہ سے نکل کر اپنے ہزاروں تلامذہ ومعتقدین کے ساتھ رسم شبیری ادا کرنے کے لیے میدان کارزار میں قدم رکھ دیا۔اور آخری دم تک امام اہل سنت کے عطا کردہ اس ایمانی جذبہ کے ساتھ ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فدا
نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت واشاعت کرتے رہے۔آپ کی مذہبی ومسلکی سرگرمیوں نے جہاں علماوعوام اہل سنت کو متاثر کیا وہیں باطل جماعتیں بھی آپ کے اس مجاہدانہ کردار سے بے حد متاثر نظر آتی تھیں۔علاوہ ازیں آپ کی قائدانہ کارروائیوں سے سیاسی جماعتوں کی اسلامی نظریات کے خلاف ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں پر بھی خاصا فرق پڑا تھا۔آپ کے انقلابی خطابات سے جہاں جماعت اہل سنت میں بیداری پیدا ہوتی جارہی تھی وہیں صلیبی وصیہونی ودیگر باطل طاقتوں کا زور کم پڑنے لگا تھا۔الغرض دورحاضر کے مذہبی ومسلکی لازمی تقاضوں کو پورا کرنے میں آپ نے مکمل سعی فرمائی اور کافی حد تک آپ کامیاب بھی رہے۔آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک ترجمان اور مخلص مبلغ تھے۔امام اہل سنت سے بے پناہ عشق تھا۔بریلی شریف کی جن گلیوں میں امام نے قدم رکھے ان گلیوں کو چومنا بھی سعادت تصور کرتے تھے۔اکثر اپنی تقریروں کا آغاز امام اہل سنت کے عربی مشہور خطبہ سے کرتے تھے۔اور دوران تقریر امام کے لکھے نعتیہ کلام کے ایمان افروز اشعار سے محفل کو زعفران زار بنادیا کرتے تھے۔کبھی کبھی تو درمیان خطاب میں امام اہل سنت کے درج ذیل شعر ؎

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

پڑھتے پڑھتے بےخود ہوجاتے اور آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔خیر آپ کا اچانک اس طرح دنیا سے رخصت ہوجانا وہ بھی ایسے نازک دور میں کہ امت کو آپ جیسے عظیم قائد،بے باک مجاہد اور دوربین ودوراندیش مفکرورہنما کی سخت ضرورت تھی ،یقیناً ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کو اپنے جوار خاص میں جگہ عطا کرے اور امت کو آپ کا متبادل عطا فرمائے۔اور ہمیں آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔
آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

جس نے ختم نبوت پہ پہرہ دیا
ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام

نیازمند:محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اترا کھنڈ

(۱۵) پیغام

فاضل میسوری

امیر المجاھدین کی اقبال شناسی

بطور سنی مجھے پہلے یہ شکوہ رہتا تھا کہ ہمارے یہاں اہل سنت میں اقبال شناسی مفقود ہے بلکہ ہمارے علماء اقبال کی داڑھی اور کوٹ پینٹ ٹائی ہی پر بحثیں کرتے رہے اور دیگر شعراء اقبال کی لسانیات اور اسلوبیات کی گتھیوں میں الجھے رہے۔ ان دنوں میں کبھی کبھی ڈاکٹر اسرار احمد کی تقاریر فکرِ اقبال پر سن لیتا تھا اور حسرت ہوتی تھی کہ کاش اہل سنت میں بھی ایسا کوئی شاور ہوتا جو فکرِ اقبال بلکہ روحِ اقبال سے آشنائی رکھتا ہو۔ خدا نے مجھ جیسے نہ جانے کتنے حسرت زدوں کی سن لی اور افقِ تفہیمِ اقبال پر باباجی کی صورت میں ایک ایسا ستارۂ عرفاں طلوع ہوا جسے تکتے ہوئے شبانِ ظلمت میں ہم جیسوں کی خیر سے بسر ہو جاتی تھی۔ وہ اقبال کا ایسا حافظ و عارف کہ دیگر اقبال شناس انگشت بدنداں دیکھتے رہ گئے، اس کی زباں سے ادا ہونے والے اقبال کے شعر سامع کے دماغ و دل پر معانی و معارف کا یک لخت انکشاف کر دیتے تھے کہ اس کی!!

نوا از دل خیزد بر دل ریزد

کی مصداق تھی۔ اس کی پُر وقار آواز میں جب "نگاہے یارسول اللہ نگاہے" کا مصرع سنائی دیتا تو وفورِ شوق سے خون بڑھ جاتا تھا جب وہ مصرع"

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے

کی قلندرانہ تکرار کرتا تھا تو وہم و گماں کے سارے بت چور چور ہو جاتے اور کعبۂ یقیں کی صفائی ہو جاتی۔ اس کا خلوص اور بے باکی چشمِ مشیت کو ایسی بھلی لگی کہ اسے پیغامِ اجل دے کے پاس بلوالیا۔ اس عارفِ اقبال کی پوری زندگی مجاہدانہ ہے اس نے اقبال کے خوابوں کو تعبیر بخشی۔ روما کی سلطنت کو الٹنے والے شیروں کو بیدار کیا، نورِ توحید کے اتمام کا مشاہدہ کرنے والے دیدہ ور پیدا کیے۔ اس جباری و قہاری و قدوسی و جبروت کے حامل مردِ مؤمن کے بارے اقبال کی زباں میں اتنا کہنا کافی ہے...

سرود رفته باز آید که ناید؟
نسیمی از حجاز آید که ناید؟
سرآمد روزگار این فقیری
دگر دانائی راز آید که ناید؟

[خدا جانے کہ وہ پہلے والا سرور آئے گا کہ نہیں۔ حجاز کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آئے گی کہ نہیں۔ اس فقیر (اقبال) کا وقت آخر آ گیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ میری طرح کا دانائے راز آتا ہے کہ نہیں۔]

فاضل میسوری (انڈیا)

(۱۶) پیغام

پیرزادہ عبدالرحمن نقشبندی گیلانی

امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی عملی زندگی

اما بعد فاعوذ باللہ من شیطان الرّجیم

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

خبر دار بے شک اللہ کے ولیوں کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ شان اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے دوستوں، ولیوں اور مددگاروں کو عطا فرمائی ہے۔ یہ ہم نے اپنی آنکھوں سے قبلہ امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھی ہے۔کہ آپ بہت بہادر شخصیت تھے۔اور اپنے بہادر اور جرأت مندانہ انداز میں بیان فرماتے اور لوگوں کے دلوں کو اپنے روحانی بیان سے ہلا دیتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت کرتے ہوئے اور دین کا کام کرتے ہوئے گزار دی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل ہی پوری امت مسلمہ میں جوش اور جذبہ دین کے لئے پیدا ہوا ہے۔اہم بات تو یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی ختم نبوت پر پہرہ دیا اور پہرہ دیتے ہوئے ہی آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اسلام کا جھنڈا بلند رکھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات ہی لے گئی کہ ہم کل قیامت کو کیا جواب دیں گے حضور کو کہ آپ کی شان میں خاکے بنتے رہے اور ہم کہتے رہے کہ جی ہمیں بڑا دکھ ہوا ایسے تو ختم نبوت پر پہرے نہیں دیے جاتے۔یہ بات علامہ صاحب کی جان لیوا ہوگئی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ 2009 میں ایکسیڈینٹ ہونے کی وجہ سے ٹانگوں سے معذور ہو گئے۔پولیس نے بھی جیل کے اندر علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت گھسیٹا اور تکلیفیں بھی دیں۔لیکن علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے لئے جو کام کیا ہے۔وہ صدیوں یاد رکھا جائے گا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسا کام عملی طور پر آج تک اس انداز سے کسی نے نہیں کیا۔ہمارے جتنے بھی بڑے بڑے بزرگوں نے قلموں اور تحریروں کے ذریعے جو کام کیا لیکن عمل کے اعتبار سے عملی زندگی میں علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کام کیا یہ صدیوں یاد رکھا جائے گا۔اس کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف دھرنے بھی دیے شیل بھی کھائے اور اپنے کئی کارکنان شہید بھی کروائے۔لیکن پھر بھی وہ سینہ سپر ہو کر کھڑے رہے اور دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسا عشق و محبت عطا فرمائے اور حضور ﷺ کی ذات سے انھیں لامحدود محبت تھی۔یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ان کے جنازے کو اتنا بڑا کر دیا کہ لوگوں کے دل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مائل ہو گئے۔اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہی عشق و محبت زندگی میں نصیب فرمائے۔آمین۔ہم نے پوری زندگی میں اتنا بڑا جنازہ کبھی نہیں دیکھا،اللہ پاک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ بروز بدھ کو مینار پاکستان لاہور میں پونے دو بجے ادا کی گئی اور تحریک لبیک کا سربراہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے

بیٹے حافظ محمد سعد حسین رضوی صاحب کو بنا دیا گیا. اللہ پاک باباجی کے مشن کو اور بڑھانے کی طاقت عطا فرمائے. آمین

پیرزادہ علامہ عبد الرحمٰن نقشبندی گیلانی صاحب

تصدیق: حضرت علامہ مفتی محمد کاشف عبداللہ صاحب مدظلہ العالی

بتاریخ: 2020.12.05

(۱۷) پیغام امیر اہل سنت علامہ محمد الیاس عطار قادری رضوی

انتقال پر ملال

''۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء کی شب تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی صاحب مختصر علالت کے بعد لاہور میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امیر اہل سنت علامہ محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کو براہ راست مدنی مذاکرے کے دوران یہ خبر دی گئی، آپ نے مدنی مذاکرہ موقوف فرما کر حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے صاحبزادگان حافظ محمد سعد حسین رضوی اور حافظ محمد انس رضوی سمیت دیگر لواحقین اور محبین سے تعزیت کی۔ امیر اہل سنت نے سوگواروں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے ان کی دینی خدمات بارگاہ رب العزت میں قبول ہونے اور درجات کی بلندی کے لیے دعائیں کیں۔ ابوماجد محمد شاہد عطاری مدنی، خادم اسلامک ریسرچ سینٹر المدینۃ العلمیہ عالمی مدنی مرکز فیضان مدینہ کراچی''

ایک افسوس ناک خبر یہ ہے کہ تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡن۔ میں آپ کے صاحبزادگان حافظ سعد حسین رضوی جو درسِ نظامی کے آخری درجے میں ہیں حافظ انس رضوی، گھر کے دیگر افراد، تمام سوگواروں اور آپ جناب کے چاہنے والوں سے تعزیت کرتا ہوں۔ اللہ کریم! مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ یا اللہ! پیارے حبیب ﷺ کا واسطہ حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی کو غریق رحمت فرما۔ **اِلٰہ العٰلَمین**! ان کی قبر جنت کا باغ بنے۔ رحمت کے پھولوں سے ڈھکے۔ تاحد نظر وسیع بنے۔ نورِ مصطفےٰ ﷺ کے صدقے ان کی قبر تا حشر جگمگاتی رہے۔ یا اللہ! انہیں بے حساب مغفرت سے مشرف فرما کر جنت الفردوس میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کا پڑوس نصیب فرما۔ **اِلٰہ العٰلَمین**! ان کے تمام سوگواروں کو صبرِ جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل مرحمت فرما۔ یا اللہ! ساری امت کی مغفرت فرما۔ ہم سبھی کو بے حساب بخش دے۔ اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(۱۸) پیغام علامہ سید ریاض حسین شاہ

اہل سنت کا قافلہ سوگوار ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت کا قافلہ اس وقت سوگوار ہے۔ اس چمن کا ہر فرد کوئی گوہر، کوئی شبنم، کوئی آسمان اور کوئی کہکشاں ہے۔ آج آنسو اچھی نسبتوں کے ادراک سے ضوفشاں ہیں اور نالے بھی دل سے چمن زار عقائد کی خوشبو بن کر نکل رہے ہیں۔ علامہ خادم حسین رضوی

علیہ الرحمہ سے کبھی قرب نہیں رہا لیکن ان کی موت سے دل افسردہ ہوا۔ زندگی پر بے یقینی سی محسوس ہونے لگی۔

کہتے ہیں جیسے رنگوں کا انجام رنگوں میں مل جانا ہوتا ہے ہم بھی اسی طرف رواں دواں ہیں جدھر علامہ چلے گئے بالآخر رابطے روحوں کے جڑ جاتے ہیں۔ حضرت کے حلقے کے لوگ افسردہ ہیں، صدمے میں ہیں تعزیت کے لفظ بے قیمت سہی قبول فرمالیں۔ ہم سب حضور ﷺ کی محبت میں گم ہیں۔ اللہ حضرت کی مغفرت فرمائے اور رحمت عالمیاں ﷺ کا جوارِ رحمت نصیب فرمائے۔ ہم سب کی محبتوں کا مضبوط حوالہ ہے۔

خالد کا شعر ہے

دم گفتگو کو منہ سے کرنوں کی بارش
دہن مہرتاباں کو شرما رہا ہے

سید ریاض حسین شاہ

سرپرست اعلیٰ ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی

(۱۹) پیغام پیر سید رضوان رفاعی شافعی

اہل سنت کی آنکھوں کا تارا

شب جمعہ جیسے ہی سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ خبر ملی کہ شیخ الحدیث والتفسیر قبلہ امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے قلب مضمحل ہوا، حواس باختہ ہو گئے۔ آنکھیں اشکبار ہوئیں اور برملا زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے۔ اگر شرع شریف میں کسی کو اپنی عمر عزیز دینے کی گنجائش ہوتی تو واللہ باللہ فقیر رفاعی اپنی اور اپنی اولاد کی عمریں بصد واحترام محافظ ناموس رسالت ﷺ امیر المجاھدین رحمہ اللہ کے قدموں پر نچھاور کر دیتا۔

وہ محض گفتار کا غازی نہیں تھا بلکہ کردار کا غازی تھا۔ وہ عزیمت کا غازی تھا۔ تحفظ ناموس رسالت اس کی زندگی کا نصب العین تھا۔ وہ کروڑوں مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا تھا۔ اس کے کردار میں فاروقی غیرت کے شرارے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فاقہ مستی کے جلوے تھے۔ کلام رضا نے اسے خدا مستی کے جام پلائے تھے۔ اور اقبال کے بلند پرواز درویش شاہین نے اسے بارگاہ نبوت کا درویش بنا دیا تھا۔ وہ بحر تبلیغ جہاں گیا کتاب وسنت اور خانقاہی نظام کو اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ کہیں رکا نہیں، وہ کسی در پہ جھکا نہیں، اس کے بازوؤں میں حیدری قوت تھی، وہ رضا کا سچا شیر تھا، وہ استقامت کا پہاڑ تھا۔ اس کی خودی کا راز صرف ایک ہی تھا۔

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

ہاں امیر المجاھدین چلے گئے اور پوری اُمت کو اشکبار کر گئے۔انبیاء کی نیابت کا حق ادا کر کے چلے گئے۔خانقاہ و درس گاہ کو عزیمت اوران کا فرض منصبی سمجھا کر گئے۔لبیک یا رسول اللہ کا نعرہ دے کر گئے۔تاجدار ختم نبوت کا مشن دے کر گئے۔واقعی راہ عزیمت کے اس مسافر نے نئی داستان رقم کر دی۔ہم سیدوں کی جانیں ان کی خدمات پر قربان ہزار بار قربان۔اللہ ان کی تربت پر رحمتوں کے مینہ برسائے۔اہل خانہ، مریدین ومتوسلین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔آمین بجاہ سیدنا نبی الکریم ﷺ۔

سنی شافعی جامع مسجد، کھیرنا گاؤں نیوممبئی میں نماز جمعہ کے بعد فوراً ہزاروں مسلمانوں نے امیر المجاھدین کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی اور رب تعالیٰ کے حضور بلندی درجات ومغفرت کی دعائیں بھی مانگیں۔اسی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد درس روزہ ختم قادریہ کی محفل میں خصوصی فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے جو گیارہویں شب تک مسلسل چلے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللهم لا تحرمنا اجره ولاتفتنا بعده واغفرلنا وله وارحمنا معه واجعل الجنة ما واه ولقه برحمتك ورضاك یا ارحم الراحمین بسیدنا محمد وعترته الطاهرین وصلی الله علیه وعلی اله وصحبه وبارك وسلم دائما ابدا ابدا

بانی: رفاعی شافعی مشن وسرپرست دارالعلوم اشرفیہ قادریہ ممبئی

(۲۰) پیغام **مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی**

ایک باادب طالب عِلم، مخلص عالمِ دین اور عظیم راہ نما

امیر المجاہدین، عزیزم مولانا حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی وفات اُمت مسلمہ بالخصوص اہل سنت وجماعت کے لیے عظیم سانحہ ہے۔اکثر لوگ تو صرف اُن کی پُرجوش اور ایمان افروز تقریروں سے ہی متاثر ہیں، مگر میرے سامنے اُن کی زندگی کے ایسے بہت سے گوشے ہیں جن میں سے ہر ایک لائقِ تقلید ہے۔چند یادیں سپردِ قلم ہیں۔

☆ لوگ چار طرح کے ہوتے ہیں:

۱) جو نہ تو کوئی قابل ذکر کام کرتے ہیں اور نہ ہی تعریف کے خواہشمند ہوتے ہیں۔یہ لائق ذکر ہی نہیں۔

۲) جو کام بھی کرتے ہیں اور دادِ تحسین کے بھی متمنی ہوتے ہیں۔ایسے لوگوں کی خدمات تو عمدہ مگر طلبِ تحسین کا انجام خطرناک ہے۔

۳) جو کام تو نہیں کرتے، مگر چاہت رکھتے ہیں کہ اُن کی تعریف کی جائے۔قرآن کریم میں ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے۔

۴) جو عظیم الشان خدمات تو سرانجام دیتے ہیں، مگر لوگوں سے تعریف کی آرزو نہیں رکھتے، محض اللہ تعالی کی رضا اور اُس

کے حبیب ﷺ کی خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالی کی رضا، مصطفی کریم ﷺ کی نگاہِ کرم اور مخلوق میں مقبولیت سے سرفراز کر دیے جاتے ہیں۔

امیر المجاہدین عزیزم مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ مؤخر الذکر خوش نصیبوں میں سے تھے۔ اُنھوں نے کام تو بہت بڑے بڑے کیے، مگر دادِ تحسین کے طلب گار کبھی نہ ہوئے۔ اُن کے اس اِخلاص ہی کی برکت ہے کہ اللہ تعالی نے مختصر وقت میں اُنھیں ایسی مقبولیت سے نوازا کہ ماضی قریب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

☆ اُن کے دورِ طالب علمی میں ہی اُن کی عادات واطوار اور اوصاف وکردار سے مَیں اندازہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالی اِس طالب علم کو مستقبل میں عظیم کام کی توفیق عطا کرے گا۔

☆ دورِ طالب علمی میں وہ تقریر سے کچھ ہچکچاتے تھے۔ ایک، دو بار ہفتہ وار تربیتی پروگرام میں اپنی باری پر غیر حاضر رہے۔ پھر مَیں نے سختی سے پابند کیا تو پہلی تقریر میں ہی حکمِ اِلٰہی سے اُن کی زبان پر یہ شعر جاری ہوا:

ستم گر! اِدھر آ، ہنر آزمائیں　　　تو تیر آزما، ہم جگر آزمائیں

پھر وہ عمر بھر اس شعر کا بہترین مصداق رہے۔

☆ اُنھیں شروع سے ہی علمِ دِین کے ساتھ گہری محبت تھی۔ طالبِ علمی دور میں نظام الاوقات میں شامل اسباق پڑھنے کے ساتھ ساتھ مجھ سے اضافی اسباق بھی پڑھتے۔ رات گئے تک مطالعہ کرتے اور دِلجمعی کے ساتھ علمی مشاغل میں مصروف رہتے۔

☆ اشاعت دِین کے مختلف طریقے ہیں، مثلاً تدریس، تصنیف اور تقریر۔ اللہ تعالی نے عزیزم امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کو اِن سب ذرائع سے نمایاں خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا کی۔ اُنھوں نے ایک طویل عرصہ تک جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیں، یہاں امام الصرف والنحو کا لقب پانے کے بعد شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر بھی فائز ہوئے۔ پھر چند سال تحریکی مصروفیات کے سبب تدریس کے تعطل کے بعد اِمسال (2020ء) میں جامعہ نعمانیہ، لاہور میں دوبارہ تدریسی سلسلہ بحال کیا اور صحیح بخاری شریف پڑھانے کی سعادت پاتے رہے۔ اپنی نوعیت کی چند منفرد اور انتہائی مفید تصانیف بھی یادگار چھوڑیں اور میدان خطابت میں تو وہ لاثانی تھے۔

☆ اُن کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اپنے اکابر کا نہایت احترام کرتے۔ شہرت کی اِن بلندیوں تک پہنچنے کے باوجود آخری ملاقات تک کبھی بھی مجھے بحیثیت لیڈر نہیں ملے، ہمیشہ ایک باادب طالب علم کی طرح ملتے، بلکہ اپنے باپ کی حیثیت دیتے، حتی کہ بعض اوقات اپنی وہیل چیئر سے بھی نیچے اُتر آتے اور زمین پر بیٹھ جاتے۔ بھرے مجمع میں بھی دست بوسی کر لیتے اور پاؤں تک چومنے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ ہر اہم معاملے میں مشاورت کرتے اور راہ نمائی لیتے۔

اللہ تعالی اُن کے درجات بلند فرمائے اور اُن کے جملہ متعلقین، بالخصوص اُن کے جانشین عزیزم مولانا سعد حسین رضوی

(امیر تحریک لبیک) کو اُن کے مشن پر کاربند رہنے کی توفیق عطا کرے۔

مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی

شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۲۱) پیغام ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی

ایک عالم باعمل

برصغیر میں اس کرونا سال میں جس طرح ملک وملت کی اہم شخصیات کو ملک الموت نے اپنی گرفت میں لیا ان میں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے اگر ان کے صرف نام شمار کئے جائیں تو ایک مقالہ تیار ہوسکتا ہے لیکن سچی بات تو یہ ہے۔

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں جانے کے لیے

انھیں جانے والوں میں جن کی رحلت پر ہزاروں دل غم گسار ہوئے اور لاکھوں آنکھیں اشکبار ہوئیں ان میں تحریک لبیک یارسول اللہ کے بانی مبانی اور روح رواں حضرت مولانا حافظ سید خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی بھی ہے۔ یوں تو تنفس کا عارضہ انھیں پہلے سے ہی تھا لیکن خدمت خلق کی مصروفیات کے سبب وہ اپنی جسمانی تکلیف کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوسکے جس کے سبب وہی عارضہ آگے چل کر موت کا باعث بنا۔ بخار اور مرض تنفس نے جب اپنا زور دکھلایا تو انھیں لاہور کے ایک اسپتال میں داخل کر دیا گیا مگر مشیت ایزدی کے سامنے کسی کا کیا چارہ؟ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' وقت موعود پر داعی اجل نے آکر وہی کام کیا جس کا حکم اسے من جانب اللہ پہلے سے ہی مل چکا تھا اور وہ برصغیر کی مسلم امہ کو روتا بلکتا چھوڑ کر ۳ر ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۹ر نومبر ۲۰۲۰ء کو جوار رحمت باری میں جا بسے انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا خادم حسین رضوی کی ولادت ۲۲ر جون ۱۹۶۶ء کو ہوئی تھی ابھی وہ زندگی کی کل ۵۴ بہاریں ہی دیکھ پائے تھے کہ ان کی پُر بہار زندگی خزاں کی نذر ہوگئی۔ اس مختصر سی مدت میں انھوں نے اپنے علم وعمل کی بنیاد پر جو شہرت حاصل کی وہ بلا شبہ لائق ستائش ہی نہیں بلکہ قابل تقلید بھی ہے۔ جنازہ کی بھیڑ اور ان کی اشکبار آنکھوں نے بتادیا کہ ان کا ہر عمل قوم وملت کے لیے مخلصانہ تھا ان کے یہاں دکھاوا تھا اور نہ ریا کاری۔ ان کے ہر عمل میں للّٰہیت تھی۔ حافظ قرآن تھے ہی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور کے اساتذہ کی تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا تھا وہ وہاں سے عالم باعمل بن کر نکلے۔ وہ صرف عالم ہی نہیں تھے کہ قوم کی تباہی کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتے بلکہ وہ عالم باعمل تھے اور ملت کا ان کے دل میں درد تھا اس لیے انھوں نے ان کی مشکلات کو دور کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کی اور تحفظ ناموس رسالت کے معاملہ میں مصلحت سے کام نہ لے کر رضائے الٰہی کو اپنے پیش نظر رکھ کر حکومت وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کیں اور یہ باور کرا دیا کہ

باطل سے ڈرنے والے نہیں آسماں ہیں ہم سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اسی عزم محکم کے ساتھ اپنے تمام منصوبوں کے ساتھ میدان عمل میں جبل مستقیم بن کر ڈٹے رہے دنیا والوں نے دیکھا کہ انھیں حق کی حمایت حاصل ہوئی اور انھوں نے ناموس رسالت اور ختم نبوت کا محافظ بن کر عاشقان رسالت مآب ﷺ کے دلوں پر حکمرانی فرمائی اور وہ اپنے اس عمل کی بنیاد پر لاکھوں بندگان حق کے دلوں کی دھڑکن بن گئے ۔جس کی تائید جنازہ میں حاضرین کی تعداد سے ہوتی ہے ۔اوقاف کے زیر اہتمام مسجد میں ملازمت ضرور تھی مگر وہ اوقاف کی غلط پالیسوں کے خلاف تھے جس کا وہ برملا اعلان بھی کرتے تھے وہ زہر ہلاہل کو قند کہنے کے کبھی روادار نہیں تھے اس لئے انھیں امامت وخطابت کے منصب سے کہیں مستعفی اور کہیں برخاست ہونا پڑا۔

وہ مصلے کے بہترین امام وخطیب تھے اور مسند تدریس کے بہترین استاذ بھی، وہ راہ شریعت کے علم بردار بھی تھے اور میدان طریقت کے شہ سوار بھی، وہ حافظ قرآن بھی تھے اور صاحب ایمان بھی، وہ دن کے غازی بھی تھے اور رات کے نمازی بھی، وہ عربی، فارسی، اردو، اور پنجابی زبانوں کے قلم کار بھی تھے اور دنیائے خطابت کے جوہر آبدار بھی ۔وہ عاشق رسول احمد مختار بھی تھے اور محب اہل بیت اطہار بھی، وہ منکرین ختم نبوت کے لیے تیغ مسلول تھے اسی لیے شاید وہ امت مسلمہ میں مقبول تھے ۔انھوں نے سہ ماہی العاقب کا اجرا بھی کیا اور اسی رسالہ کے سبب ناموس رسالت پر پہرہ بھی دیا ۔انھوں نے حکومت کی غلط پالیسیوں کے خلاف دھرنے بھی دیئے ،ریلیاں بھی نکالیں اور نظر بند بھی کئے گئے، مگر عظمت رسالت کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہے ۔ الغرض وہ بڑی خوبیوں کے حامل تھے یہ ان کی گھریلو تربیت تھی جو اس طرح محبت رسول ان کے دل میں رچ بس گئی تھی اگر ان کی زندگی کی تمام تر سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے تو لب لباب یہی نکلے گا کہ ان کی زندگی اور موت دونوں خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے تھی اسی پس منظر میں انھوں نے شاید اپنی تحریک کا نام "لبیک یارسول اللہ" رکھا تھا ۔یہ صرف مملکت خداد پاکستان کی بات نہیں تھی بلکہ دنیا میں کہیں بھی عظمت رسول کے خلاف سازشیں کی جاتیں تو اس کا آپ سخت نوٹس لیتے اور اسی پر بس نہیں بلکہ "من سب نبیا فاقتلوہ" کے پیش نظر حکومت وقت سے ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کی بھی باتیں کرتے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس قدر محبت رسول سے سرشار تھے اسی لئے وہ شاید ہمیشہ دشمنان رسول کے خلاف برسر پیکار رہے اور برملا یہ اعلان کرتے رہے ۔

جو جان مانگو تو جان دے دیں جو مال مانگو تو مال دے دیں
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ وجلال دے دیں

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے سرفراز فرمائے اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا کرے آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین والطاہرین الی یوم الدین

اسیر غم: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
پروفیسر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

(۲۲) پیغام علامہ سید عنایت الحق شاہ سلطانپوری

ایک ہمہ جہت شخصیت

اہل سنت کے عظیم ادیب، مصنف، مخلص فی اللہ قبلہ پیر سید صابر حسین شاہ صاحب آستانہ عالیہ برہان شریف کا حکم موصول ہوا کہ قبلہ امیر المجاھدین کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں اور کچھ باتیں سپرد قلم کی جائیں۔ انکے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چند سطور لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ قبلہ امیر المجاھدین کی ہمہ جہت شخصیت پر کچھ لکھنا مجھ جیسے ایک ادنیٰ دینی طالب علم کے لیے بہت مشکل ہے۔ لیکن جو وقت انکی صحبت میں گزرا اور ہم نے جو کچھ امیر المجاھدین سے اس کم عرصہ میں سیکھا چند ایک باتیں قارئین کی نظر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

قبلہ امیر المجاھدین سے میری پہلی ملاقات غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کی تیاریوں کے سلسلے میں منعقدہ ایک میٹنگ میں ہوئی، دوران میٹنگ ایک معاملہ میں ڈیڈ لاک آیا اور راولپنڈی کے چند علماء ومشائخ کے پاس جانے کی تجویز پیش کی گئی جس کو یہ کہہ کر ٹال دینے کی بعض احباب نے کوشش کی کہ قبلہ امیر المجاھدین یہ بات ہرگز نہ مانیں گے۔ اب معاملہ یہ پیش ہوا کہ امیر المجاھدین کے ساتھ بات کون کرے؟ جب سب نے ہاتھ کھڑے کر دیئے تو میں نے ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کو کہا کہ آپ بات کریں تا کہ معاملات بہتر انداز کے ساتھ آگے بڑھ سکیں۔ انھوں نے کہا کہ تم بات کرلو۔

شیخ الحدیث صاحب نہ مانیں گے۔ میں نے قبلہ امیر المجاھدین صاحب کو الگ کمرے میں جانے کے لیے عرض کیا۔ آپ نے کمال شفقت فرمائی اور کمرے میں تشریف لائے اور میری حیرانگی کی انتہاء نہ رہی کہ صرف پہلی ملاقات میں ہی انھوں نے میری درخواست کو قبول فرمایا اور تمام علماء ومشائخ کے پاس جانے کو تیار ہو گئے۔ یہ وہ موقع تھا قبلہ امیر المجاھدین میرے دل میں گھر کر گئے۔ اور آپ کے متعلق یہ جو بات مشہور تھی کہ آپ بہت سخت ہیں کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے یہ تمام باتیں میرے ذہن سے ختم ہو گئیں اور یوں میں ان کے شریک سفر ہو گیا۔

قبلہ امیر المجاھدین اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے والے تھے اور عشق رسول ﷺ میں سرشار تھے، نجی گفتگو میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبتوں کے واقعات اور عظمت شان اہل بیت بھی آپ کا موضوع ہوتا تھا۔ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کے حوالہ سے قرآن و احادیث ایسا ازبر تھا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی جرأت اور بہادری کا یہ عالم تھا کہ بڑے سے بڑے دباؤ کو آپ خاطر میں نہ لاتے، اور بے سروسامانی کے عالم میں بھی اپنے مؤقف پر ڈٹ جایا کرتے تھے۔

قبلہ امیر المجاھدین کی جماعتی اُمور میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ اپنے کارکنوں کا بے حد خیال رکھتے اور عزت افزائی فرماتے تھے۔ اگر کسی بات پر سرزنش فرماتے تو کچھ دیر بعد آپ خوش طبعی فرماتے کہ انسان بے ساختہ ہنس پڑتا اور تمام

باتیں دل سے محو ہو جاتیں تھیں ۔آپ جرأت منداور دلیر کارکنوں کو پسند فرماتے اور انکی حوصلہ افزائی بھی فرمایا کرتے تھے ۔ یہ انہی کا خاصہ تھا کہ چند سالوں میں آپ نے نوجوان نسل میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع کو ایسا روشن فرمادیا جس کی مثال نہیں ملتی ۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سب کو آپ کے مشن پر چلنے کی توفیق عطافرمائے ۔آمین

سیدعنایت الحق شاہ سلطانپوری

رہنما تحریک لبیک پاکستان ضلع راولپنڈی

(۲۳) پیغام علامہ محمد حسن علی رضوی میلسی

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

میں مجاہد ملت کہوں یا مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت کہوں یا امیر المجاہدین کہوں ۔حقیقت یہ ہے کہ ان سارے القابات کا اطلاق اُن پر ہوتا ہے اور وہ فی الحقیقت اِن سارے القابات کا استحقاق رکھتے تھے ۔علماء وفضلاء،مدرسین،مناظرین،کارِ افتاء اور تصنیف و تالیفات کے حامل و ماہر ہماری جماعت میں بفضلہٖ تعالیٰ اور بھی بہت ہیں اور سب کا ایک مقام ہے مگر خلوص و للّٰہیت ،استقامت و جہد مسلسل،ہمت و جرأت،دینی جذبہ،مسلکی ولولہ و تڑپ میں عصر حاضر کے فرد یگانہ تھے ۔فقیر نے ان کا زمانہ طالب علمی بھی دیکھا،درس و تدریس کا دور بھی دیکھا،وہ فقیر کے برادر طریقت معمار سنیت علامہ مفتی عبدالقیوم قادری رضوی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متعدد تلامذہ کے تلمیذ ارشد تھے،جن کو اس فقیر قادری گدائے رضوی سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت بھی حاصل تھی کیونکہ بفضلہٖ تعالیٰ مجھ فقیر قادری کو سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے چار جلیل القدر اکابر خلفاء و نائبین سے اجازت وخلافتیں حاصل ہیں ۔یہ ان کا بڑا پن ہے جب بھی ان سے ملاقات ہوئی یکسوئی و دلجمعی سے مجھ فقیر کی گفتگو سنتے رہتے ۔طبیعت اخاذ تھی بہت مسرور ہوتے ۔فقیر کی تصانیف و مضامین و مقالہ جات اور رد ارتداد کی بہت تعریف فرماتے اور پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر نذر کرتے ۔آخری بار دو سال پہلے لودھراں شہر میں ملاقات ہوئی ۔بہاولپور روڈ کی ایک کوٹھی میں مقیم تھے ۔ہزاروں عوام وخواص علماء و احباب کا جم غفیر انبوہ کثیر ملاقات کا متمنی تھا ۔ملاقات نہیں ہو رہی تھی ۔فقیر راقم الحروف کی آمد کا سنا تو فوراً اندر بلالیا۔پلنگ سے اتر کر اپنی وہیل چیئر پر بیٹھ گئے اور حسب معمول مجھ فقیر ہی کی سنتے رہے اور تائید فرماتے رہے ۔پھر بوقت رخصت پانچ ہزار کا نوٹ جیب میں ڈال دیا اور فقیر بے نواء سے سلسلہ عالیہ رضویہ کی اجازت طلب کی ۔فقیر کے نزدیک وہ ایک مرد مجاہد دلیر عالم دین تھے ۔کسی باطل طاقت سے دبنا،ڈرنا،لالچ و خوف اُن کی لغت میں نہیں تھا ۔وہ ایک خاص دینی مسلکی تڑپ اور ولولہ سے خدمت دین کرتے رہے اُن کی مقبولیت و محبوبیت کا راز اُن کا اخلاص اور دینی جذبہ تھا ۔وہ عظمت شانِ رسالت اور ختم نبوت پر قربان ہو گئے ۔ان کی مجاہدانہ روش و کردار عصر حاضر کے علماء کے لئے مشعل راہ اور مینارہ نور ہے ۔فقیر کی حقیر رائے تو یہ ہے کہ ہر سنی رسالہ ہر مذہبی دینی جریدہ علامہ حافظ خادم حسین علیہ الرحمہ کی یاد میں خصوصی نمبر شائع

کرئے اور مولانا ممدوح علیہ الرحمہ کی تحریک اور ان کے صاجزادہ مولانا حافظ سعد حسین رضوی اطال اللہ عمرہ زیدہ علمہ وفضلہ سے زیادہ سے زیادہ پُرخلوص تعاون کریں۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ومحبوب حضور جانِ نورجانِ رحمت جانِ کرم ﷺ کے صدقہ مرحوم ومغفور کے درجات بلند سے بلند فرمائے آمین۔

ادنیٰ دعاگوودعاجو

الفقیر القادری محمد حسن علی الرضوی میلسی

(۲۴) پیغام — قمر غنی عثمانی

اے محافظ ناموس رسالت تیری عظمتوں کو سلام

حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں عشق رسالت کی جو شمعیں جلائی ہیں،ان کی مثال دورحاضر میں مشکل ہے،لہذا حضرت کے لئے محافظ ناموس رسالت کے لقب کو خوب عام کیا جائے،یہ ہماری نسلوں کو ان کی خدمات کی یاد دلاتا رہے گا اور ہماری نسلوں کے سینوں میں جذبہ عشق رسالت کی شمع فروزاں کرتا رہے گا.اے محافظ ناموس رسالت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ آپ کی عظمتوں کو سلام،مولیٰ تعالیٰ ہمیں بھی آپ کے غلاموں میں قبول فرمالے۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے   حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

قمر غنی عثمانی

(ب)

(۲۵) پیغام — مفتی اختر حسین قادری

بجھا چراغ وہی جس کی لو قیامت تھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالم اسلام میں سنی جانے والی نہایت طاقتور آواز،مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکنے والی گھن گرج،قوم کو غیرت ایمانی بخشنے والی للکار،دل ودماغ میں عشق رسالت کی شمع روشن کرنے والی شخصیت،تقدیس الوہیت وناموس رسالت کا پہرہ دار،عظمت ماہ نبوت کا نگہبان،مذہب حق اہل سنت کا سچا ترجمان،مسلک اعلیٰ حضرت کا عالم ذیشان،اکابر کا فیضان،اصاغر کا اطمینان،خطیب شعلہ بیان حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ والرضوان کا وصال ملت کا ایسا عظیم خسارہ ہے جس کا پُر ہونا بظاہر مشکل معلوم ہورہا ہے۔

آپ نے سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی تحریک عشق رسول کی تجدید وتازگی کا جو کارنامہ سرانجام دیا

ہے اسے تاریخ میں آب زر سے لکھا جائے گا۔آپ کی جادو بیانی سے لاتعداد لوگوں میں عظمت اسلام پیدا ہوئی اور ناموس سرور کائنات علیہ التحیۃ والثنا پر جانثاری کا شعور بیدار ہوا۔

رب قدیر وغفور صاحب خاتم پیغمبراں سیدنا محمد عربی ﷺ کے طفیل اور آپ کی آل واصحاب کے صدقے میں علامہ خادم حسین رضوی کو جنت میں اعلیٰ مقام بخشے اور اُمت مسلمہ کو ان کا بدل عطا فرمائے ۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

غمزدہ

محمد اختر حسین قادری غفرلہ

خادم دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی یوپی انڈیا

(۲۶)پیغام حافظ محمد سعید الرحمٰن نقشبندی

بلند پایہ عالم دین اور عاشق رسول

مولانا حافظ خادم حسین رضوی قبلہ عالم استاذ الاساتذہ مفتی اعظم پاکستان مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمت اللہ علیہ کے تلامذہ میں شامل ہیں وہ بیک وقت ایک مدرس،نابغہ روزگار،علوم وفنون کے ماہر،قرآن وحدیث کے عالم اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری سے مفیض تھے وہ ایک بہترین پایہ کے عالم دین اور عاشق رسول ﷺ تھے ان سے میری ملاقاتیں معدوم ہیں مگر آخری لمحات کے خطبات اور بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ الحمدللہ ہزاروں بلکہ لاکھوں عشاقان حبیب ﷺ کے قلوب واذہان میں ختم نبوت کے تحفظ اور عشق رسول ﷺ کی شمعات کو جلوہ افروز کر گئے ہیں وہ سعادت ابدی کے حاصل،معزز ومکرم ہیں اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے مشن کو استقرار عطاء فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

فقط الراجی الی اللہ

ڈاکٹر صاحبزادہ حافظ محمد سعید الرحمٰن نقشبندی

اسلام آباد

(۲۷)پیغام مولانا سید اولاد رسول قدسی مصباحی

بے باکانہ مخلصانہ وسرفروشانہ کردار

باسمہ تعالیٰ!!یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل بڑے ہی حسن اہتمام کے ساتھ''امیر المجاہدین نمبر''معرضِ وجود پر لانے کے لئے پر تول رہا ہے بلاشبہ یہ فضیلۃ الشیخ سید صابر حسین شاہ بخاری اور علامہ مفتی سید محمد مبشر رضا قادری زید مجدھما کا صرف مستحسن اقدام ہی نہیں بلکہ ایک ناقابل فراموش کارنامہ ہے ماضی قریب میں کئی اہم شخصیات دارالبقا کی طرف روانہ

ہوگئیں مگر افسوس کہ ان کی لائق صد تحسین وتقلید کارکردگیوں کو کتابی شکل میں جمع نہیں کیا گیا جس کا منفی اثر یہ ہوا کہ آنے والی نسل ان کی عظیم قربانیوں سے یکسر محروم ہوگئی ۔ناشر مسلکِ اعلیٰ حضرت مجاہد سنیت حضرت امیر المجاہدین علیہ الرحمہ جیسی عبقری شخصیت ایک عرصے کے بعد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہے آپ کی حق گوئی و بے باکی کو دیکھ کر زبان پر برملا یہ شعر آجاتا ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بےنوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یقیناً آپ کی ذاتِ ستودہ صفات یادگار اسلاف اور اخلاف کے لئے مینارہ نور تھی دورِ حاضر میں القاب عام سے عام تر ہوتے جا رہے ہیں ۔بڑے بڑے القاب سے ملقب حضرات کی بہتات تو ہے لیکن مسلک وسنیت کے مخلص وصادق ترجمان ،احقاقِ حق کے پیکر اور ابطال باطل کے خوگر کو آنکھیں ڈھونڈتی رہتی ہیں ۔علامہ خادم حسین رضوی نے اپنی بے باکانہ مخلصانہ وسرفروشانہ کردار کے ذریعہ اس مہتم بالشان لقب" امیر المجاہدین" کا ایسا حق ادا کیا کہ الفضل ما شهدت به الاعدا کے تحت اپنوں نے مسروراً اورغیروں نے بھی مجبوراً ہی سہی یہ کہہ کر سرِ تسلیم خم کر دیا کہ علامہ خادم حسین رضوی پر یہ لقب ''امیر المجاہدین'' حرف بہ حرف صادق آتا ہے اور وہ اس لقب کے کما حقہ مستحق ہیں ۔حضرت امیر المجاہدین رضوی ہی نہیں بلکہ رضوی گر تھے ان کی بعض خصوصیات کو دیکھ کر میرے مرشد گرامی مجاہد اعظم حضور مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمن قادری رضی اللہ عنہ کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں ان کے نقوش حیات کو محفوظ کرنے کی اشد ضرورت ہے یہ نقوش آنے والی نسلوں کے لئے چراغ راہ بن جائیں گے جو لوگ فی الوقت اس میدان میں مصروف عمل ہیں وہ یقیناً قابل احترام ہیں ۔حضرت امیر المجاہدین نے پوری دنیائے اسلام کو یہ پیغام دیا۔

ہم کو بننا ہے نشان راہ منزل دوستو
ہم اگر بھٹکے تو کتنے کارواں کھو جائیں گے
تری خاک میں ہو اگر شرر تو خیال فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدارِ قوت حیدری

حضرت امیر المجاہدین کے جملہ عقیدت کیشوں کا کہنا ہے

آج سر دار جسے تم دیکھ رہے ہو
یہ شخص بھی وقت کا منصور ہے لوگو
بہت لگتا تھا جی محفل میں ان کی
وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

حضرت امیر المجاہدین کی رحلت سے دل ہی اداس نہیں بلکہ دل کیا اداس ہے کہ زمانہ اداس ہے ۔ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل

لائق صد مبارکباد ہے کہ اس نے حضرت امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کی حیات و خدمات پر ایک ضخیم و وقیع انتہائی معلومات افزا نمبر نکالنے کا بیڑا اٹھا کر دنیائے سنیت کو گویا نہال کر دیا بندۂ احقر اپنی اور مسجد خضرا نیویارک کے صدر، جملہ اراکین و مقتدیان کی جانب سے مجلہ ''الخاتم'' کے سرپرست اعلیٰ اور مدیر اعلیٰ کی خدمت میں صمیم قلب سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اس قابل قدر نمبر کی دنیائے اسلام میں رہتی دنیا تک پذیرائی ہوتی رہے اور لوگ نسلاً بعد نسل اس سے استفادہ کرتے رہیں آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

سوگوار و دل فگار

سید اولاد رسول قدسی مصباحی

نیو یارک امریکہ

(۲۸) پیغام — پیر محمود حسین قادری

بہار لالہ و گل اس کی فطرت کا آئینہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کو حیات مستعار عطا کی جاتی ہے۔ کچھ نفوس قدسیہ ایسے ہوتے ہیں جن کی حیات قابل رشک ہوتی ہے۔ اسلاف میں ایسی عظیم المرتبت ہستیاں بے شمار ہوتی رہی ہیں۔ عصر حاضر میں انھیں شخصیات میں سے شیخ الحدیث والتفسیر امیر المجاھدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی ہے جن کا وجود ہمیشہ بلند حوصلگی کی علامت رہا۔ آپ عمر بھر ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ وقف نعت مصطفیٰ ﷺ رہا ہے۔ آپ کی گھن گھرج اور جواں ہمتی سے غداران ختم نبوت کے خیموں میں ہمیشہ موت طاری رہی۔ آپ اپنی بساط سے بھی کئی قدم آگے بڑھ کر ضعیفی کے باوجود جواں مردی کا استعارہ بن کر جئے۔

آپ کا ایک وصف جو سب سے نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے اسلوب تبلیغ کو جغرافیائی حدود تک محصور نہیں رکھا بلکہ بین الاقوامی سطح پر مذہب اسلام کی حقانیت اور جناب رسالت مآب ﷺ کی عظمت کی ترویج و اشاعت میں استقلال اور استحکام کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ نہ مشرق کی باطل طاقتوں کا خوف دل میں رکھا اور نہ ہی مغرب کی جبر و استعداد سے مرعوب ہوئے بلکہ حضرت اقبال کے اس شعر کا مصداق ٹھہرے

آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جب جب باطل نے سر اُٹھایا اسلام اور بانیٔ اسلام کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کی کوشش کی تب تب حفظ ناموس رسالت ﷺ کے علمبردار امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی فوج کے اس بہادر سپاہی نے سیف الٰہی

تیور کے ساتھ دامے، درمے، قدمے، کلمے، اور سخنے اپنی شمولیت کو درج کرایا۔آپ نے اپنے آپ کو حسینی کردار میں ڈھال کر لاکھوں نوجوانوں کے دلوں کے انگ انگ میں ہر بن مو ہر قطرہ خون میں عشق مصطفیٰ ﷺ کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔اُمت ختم الرسل ﷺ کے اس نگہبان نے عشق رسول ﷺ میں لبیک یارسول اللہ کا ایسا روحانی کرنٹ دوڑایا جس کی حفاظت کے لیے آج اُمت مسلمہ کا ہر بچہ جوان اور بوڑھا نثار ہو رہا ہے۔

۱۹ نومبر ۲۰۲۰ کی تاریخ عالم فانی کا وہ حسرت ناک دن ہے جس نے پاکستان کے اُفق سے رنگینی چھین لی۔وہ شخصیت جس نے اپنی رفاقتوں سے ان گنت اور بے حساب دلوں کو اپنا بنا لیا تھا اس کی موت نے سب کی آنکھیں کھول دیں۔امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی کی خبر وصال نے بے کس کی فغاں کی طرح جگر کو تار تار کر دیا۔تسخیر قلوب جس کی سحر بیانی کا جزو لاینفک تھی وہ بعد الموت سرد مہری کا شکار ہوگئی۔

امیر المجاھدین کی فطرت کی غماز یہ ہے کہ انھوں نے اپنی آتش نوائی سے ظلمتوں کے پردے چاک کیے اور پھر اپنی شعلہ بیانی سے بالخصوص نوجوانوں مین اس قدر ولولہ پیدا کر دیا کہ خاک کی چٹکی میں پھر پرواز آ گئی۔

دلوں کی وادیوں میں پھول برساتا ہوا آیا
حجازی لے میں نغمہ ہندی گاتا ہوا آیا
کہا لبیک اس کے شعر پر کلیوں نے ہنس ہنس کر
نسیم صبح کی مانند اٹھراتا ہوا آیا
بہار لالہ و گل اس کی فطرت کا آئینہ
وہ بوئے گل سے ہر وادی کو مہکاتا ہوا آیا
قلندر کی زباں سے دی اس نے تعلیم آزادی
مجاھد کی طرح تلوار چمکاتا ہوا آیا
کلیمی ضرب کی تاثیر تھی اس کے تکلم میں
وہ ہر فرعون کی قوت سے ٹکراتا ہوا آیا

پیر محمود حسین قادری چشتی
سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ قلندریہ
حضرت باباسائیں غلام قادر تل شریف گوجرخان

(پ)

(۲۹) پیغام مفتی محمد قمر الحسن بستوی

پاسبان ختم نبوت

عالی وقار سید صابر حسین شاہ بخاری مدظلہ العالی

مجاھد اہل سنت حامی دین وملت ماحی شرک و بدعت محافظ عقیدہ ختم نبوت حضرت علامہ فہامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ برد اللہ تعالیٰ مضجعہ وسع قبرہ واعلیٰ درجاتہ فی جنت النعیم کی خدمات جلیلہ سنیہ وسُنیہ کے تعلق سے آپ اپنے موقر مجلہ ''الخاتم'' کا خصوصی شمارہ شائع فرمارہے ہیں۔اُس بطل جلیل کی خدمات پر''الخاتم'' کا یہ حق ہے کہ اپنا خصوصی شمارہ شائع فرمائے۔کیونکہ مقاصد جب ایک ہوں تو یگانگت اور اتحاد بھی لازمی ہے۔انھوں نے اپنی حیات مستعار کو سید کونین خاتم الانبیاء والمرسلین کی عقیدت ومحبت اور ختم نبوت کی پاسبانی کرتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد فرمادی اور آپ بھی اُسی راہ حق کے سالک ہیں تو''حق بحق داررسید'' کے مصداق آپ کا یہ مجلہ جو خصوصی نمبر شائع کررہا ہے۔بہت زیب دیتا ہے۔

رب کریم عقیدہ ختم نبوت کے تمام محافظین کی حفاظت فرمائے اور مستقبل کی نسلوں کو بھی اس عظیم ذمہ داری کو اٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔میری قلبی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجلہ''الخاتم'' کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور آپ کو عمر خضر مرحمت فرمائے۔

شیر اہل سنت نے فکر ونظر کا جو پلیٹ فارم چھوڑا ہے اُس کو تاقیام قیامت استحکام اور سلامتی عطا فرمائے۔آمین۔

دعاجو: فقیر محمد قمر الحسن قادری بستوی (امریکہ)

(ت)

(۳۰) پیغام سید منور علی شاہ بخاری قادری

تاجدار ختم نبوت زندہ باد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان کے صوبہ پنجاب کے سابق گورنر سلمان تاثیر نے جب ایک گستاخ اور ملعونہ عورت عاصیہ کی حمایت کی اور ملک میں تحفظ ناموسِ رسالت کے حوالے سے بنائے گئے قانون کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے اسے کالا قانون قرار دیا تو اس کے سیکورٹی گارڈ ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی رگ غیرت پھڑکی اور اس نے اس کا کام تمام کردیا۔غازی ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کو جب گرفتار کیا گیا تو ان کی رہائی کے لیے ہمارے طبقہ علماء ومشائخ میں سے جس مرد مجاہد نے تحریک چلائی ان کا نام نامی علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔آپ کی کاوشوں کے باوجود حکومت نے کسی کے اشارے پر رات کی

تاریکی میں غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔ غازی کی شہادت پر علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا غم وغصہ دیدنی تھا، ان کے چہلم شریف کی موقع پر آپ نے تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام عمل میں لایا۔ اور اسے نہ صرف ملک بھر بلکہ دنیا بھر میں پھیلایا۔ دنیا کے ہر کونے سے ''لبیک یارسول اللہ ﷺ اور ''تاجدار ختم نبوت زندہ باد'' اور ''من سبا نبیا فاقتلوہ'' کے نعرے بلند ہوئے۔ آپ نے معذوری اور بیماری کے باوجود تحریک لبیک کا پرچم بلند کئے رکھا تحریک عروج پر تھی کہ اچانک آپ نے اپنی جان جان آفریں کے حوالے کردی۔ آپ کے عظیم الشان جنازہ نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ کردیا۔ اس سے آپ کی حقانیت دنیا پر واضح ہوگئی۔ عالم اسلام غم میں ڈوب گیا۔ آپ کی یاد میں اہل سنت کی معروف علمی ادبی اور روحانی شخصیت پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری رضوی صاحب نے ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کا عظیم وضخیم ''امیر المجاھدین نمبر'' ترتیب دے کر ایک اہم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ آپ اس سے قبل ماہ نامہ مجلہ الحقیقہ کا عظیم الشان ''تحفظ ختم نبوت نمبر'' شائع فرما کر صحافتی دنیا میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ امید ہے یہ نمبر بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ علامہ مفتی سید محمد مبشر رضا قادری نے نہایت آب وتاب سے اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین

سید منور علی شاہ بخاری قادری رضوی

نارتھ کیرولینا (امریکہ)

(۳۱) پیغام محمد مزمل برکاتی

تحفظ ناموس رسالت کے مرد مجاہد

میرے جنازے پر رونے والو فریب میں ہو بغور دیکھو

مرا نہیں ہوں غم نبی میں لباسِ ہستی بدل گیا ہوں

دنیائے سنیت کے لیے آج انتہائی ناقابل تلافی المیہ ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کے مرد مجاہد تحریک لبیک یارسول اللہ کے عظیم قائد اور رہنما، امیر المجاھدین خلیفہ حضور تاج الشریعہ و نباض قوم حضرت مفتی ابو داؤد صادق صاحبان علیہما الرحمۃ والرضوان، حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب علیہ الرحمہ قضائے الٰہی سے جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں اس دار فنا سے عازم سفر آخرت ہو گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شیءٍ عندہ باجل مسمی۔ حضرت قبلہ امیر المجاھدین کا اس طرح رحلت کر جانا اہل پاکستان کے لیے خصوصاً اور جماعت اہل سنت کے لیے عموماً بہت عظیم خسارہ ہے۔ جس نے اپنی زندگی تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے وقف کردی جو سر بکف اور سرفروش مجاہد بن کر گستاخانِ بارگاہِ نبوت اور شاتمانِ دربارِ رسالت کے آگے سینہ سپر رہ کر ان کے ایمان کش حملوں کا جواب دیتا رہا اور اللہ جل شانہ کے محبوب اعظم ﷺ کی

عزت وناموس پر تا حیات پہرہ دیتا رہا اور ہزاروں خوابیدہ دلوں میں جس نے اپنی تحریک اور جہد مسلسل کے ذریعہ ایک انقلاب برپا کر دیا جس کی درسگاہ فیض نے سینکڑوں طالبان علوم نبوت کو علم حدیث کے جام پلائے اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی مسند حدیث کی جوزیب وزینت تھا آج وہ پرنم آنکھوں اور پرغم دلوں کے ہجوم میں اپنے مالک حقیقی کے حضور اپنی سوغات لے کر حاضر ہوگیا ہے۔

بارِ الہا! تیرے محبوب کے اس جانثار اُمتی اور تیرے حبیب کے اس سرفروش غلام کو اپنی جوارِ رحمت میں خاص جگہ عطا فرما اور ان کے جملہ اہل خانہ اعزا واقارب اور تمام معتقدین اور متوسلین کو صبر جمیل عطا فرما۔

حضرت علامہ خادم رضوی علیہ الرحمہ کی حیات حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کی آئینہ دار تھی کہ

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللّٰه فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ
هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا حَنِيْفًا
رَسُوْلَ اللّٰه شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ
فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

یعنی تو نے حضور ﷺ کی بدگوئی کی تو میں حضور ﷺ کے دفاع میں جواب دیا اور بارگاہِ خداوندی میں اس کا یقیناً صلہ ہے۔تو نے حضور ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہے جو نیکو کار پارسا اور اللہ کے رسول ہیں جن کی سرشت ہی وعدہ وفائی ہے۔میرے والد میرے دادا اور میری عزت وآبرو سب ناموس مصطفیٰ کے لیے تمہارے مقابل ایک سپر ہے۔

سوگوار

محمد مزمل برکاتی

خادم تدریس وافتاء دارالعلوم غوث اعظم پور بندر گجرات (ہند)

(۳۲) پیغام علامہ قمر الزمان اعظمی

تحریک تاجدار ختم نبوت کے عظیم سپہ سالار

حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے ساتھ ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا۔علامہ خادم حسین صاحب کے وصال سے بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے،مختصر مدت میں وہ اُفق عشق رسالت سے طلوع ہوئے اور لبیک یا رسول اللہ ﷺ کی صدا سے دنیا کو روشن و تابناک بنا دیا جب جب لبیک یا رسول اللہ کی صدا دنیا میں گونجے گی علامہ کادم حسین رضوی ضرور یاد آئیں گے۔رہتی دنیا تک وہ

عشق رسول کے حوالے سے یاد کیے جاتے رہیں گے۔اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب قدیر ان کا نعم البدل ہم غرباء اہل سنت کو عطا فرمائے۔میں ان کے اہل خانہ صاحبزادگان،مریدین،متوسلین اور دنیا بھر کے عاشقوں سے تعزیت کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ حضور شافع یوم النشور خاتم الانبیاء ﷺ کے صدقے وطفیل حضرت کے درجات بلند فرمائے،جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انکے صاحبزادگان کو ان کے مشن ناموس رسالت وتحریک تاجدار ختم نبوت پر پہرہ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

قمر الزمان اعظمی

ورلڈ اسلامک مشن (برطانیہ)

(ج)

(۳۳)پیغام **مولانا حافظ محمد حامد رضا**

جانے والے تیرے قدموں کے نشاں باقی ہیں

اسلام کی ساڑھے چودہ سوسالہ تاریخ میں بے شمار ایسی شخصیات موجود ہیں جنہوں نے اپنے قول وفعل اور فکر ونظر سے ایک جہاں کو متاثر کیا ہے۔ایسی شخصیات کے فکری ونظریاتی نقوش صبح قیامت تک درخشندہ وتابندہ رہیں گے۔

بقول جگر مرادآبادی

جگر راہ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
جس منزل سے گزرا ہوں وہ اب تک یاد کرتی ہے

اسی قبیل کی ہستیوں میں رواں صدی اور دور حاضر کے عظیم اسلامی مفکر ومبلغ اور مجاہد علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔آپ عطائے رسول،مجدد عشق رسول،جبل استقامت،کوہِ عزم وہمت،بطل حریت،مردِ مومن،محافظ ختم نبوت،پاسبان ناموس رسالت،سالار کربلائے عصر،پیکر شجاعت،سراپائے غیرت،مجسمۂ حمیت،پروانہ شمع رسالت،فدائے ختم نبوت،پرتوِ صداقتِ صدیق،عکس جلالِ فاروقی،مظہر سخاوتِ عثمانی،للکارِ حیدری،جرأتِ خالد،سطوتِ ایوبی،فراست نورالدین،عشق رضا،فکر اقبال،حکمتِ سعدی،دانائی فریدالدین عطار،سوز وسازِ رومی،حُب جامی،عقیدتِ شیرازی،تجدید مجدد الف ثانی،حق گوئی فضل حق خیرآبادی،ولولہ کفایت علی کافی،استقامت محمود غزنوی،فنائیت بوصیری،گفتارِ نیازی،کردارِ نورانی،تربیت مفتی اعظم،محبت محدث اعظم،علم غزالیٔ زماں،فقاہت فقیہ اعظم اور حدیث میں حضرت حافظ الحدیث کے فیض کے امین تھے۔

آپ امام الصرف والنحو تھے۔محسن اُمت،فخر ملت،آبروئے دین،سراپا یقین،خوشہ چین امام اعظم، **گلچین** غوثِ اعظم،آفتابِ رضویت،مہتابِ نقشبندیت،علمبردار فکر غازیٔ ملت،پہرہ دار ناموسِ رسالت،دانائے راز،محرم اسرار تھے۔حضرت علی ہجویری کے منظورِ نظر،خواجہ اجمیری کی تبلیغ کے فیض یافتہ،حسینی وکربلائی راستے کے مسافر،وقت کے ہر یزید سے ٹکرانے والے

تھے۔

آپ بے مثال حافظ قرآن تھے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن مجید تلاوت فرماتے۔آپ نے نسل نو کی خوب تربیت فرمائی اور فکری ونظریاتی محاذ پر کام کیا۔شعور وآ گہی کی شمع روشن کی جو ہمیشہ فروزاں رہے گی۔اُمتِ مسلمہ کے نوجوان کو عشقِ رسول علیہ السلام کے جام پلائے اور ساقیٔ کوثر کی محبت میں فنا کیا۔سید عالم ﷺ کے عشق کی شراب طہور نوشِ جاں کروا کر قومِ رسول ہاشمی کو حُبِ محبوب سے ایسا سرشار کیا کہ یہ نشہ اب دنیا تو کیا قبر وحشر تک سلامت رہے گا۔

مادیت کے اس دور میں جب انسان خود فراموش اور خدا فراموش ہو چکا ہے،حق کا چراغ جلا کر دلوں کی دنیا کو اس طرح آباد کیا کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی۔فضائے بدر پیدا کی،حق کے لیے جیے اور حق کے لیے سب کچھ لٹانے کا جذبہ پیدا کیا۔صدیوں بعد جو ماحول اُمت کو عطا کیا اسے بدلنا کسی ملحد وزندیق کے بس کی بات نہیں۔

حفیظ اہل جہاں کب مانتے تھے
بڑے زوروں سے منوایا گیا ہوں

اور سچ تو یہ ہے کہ

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اے میرے ممدوح!فقرِ غیور اور عشق خود آگاہ کے نقیب صبح قیامت تک آپ کی صدائے بازگشت کانوں میں رس گھولتی رہے گی۔

جانے والے تیرے قدموں کے نشاں باقی ہیں

قحط الرجال تھا،دینی وملی اقدار مٹ چکی تھیں،ملت اسلامیہ کسی مسیحا کے انتظار میں تھی،کوئی پرسان حال نہ تھا،بے یقینی کی صورتحال تھی۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
انسان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

کا منظر تھا کہ بس ایک صدائے دلنواز بلند ہوئی

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

بارگاہ خدا سے بطفیل مصطفیٰ ﷺ خادم حسین،عطائے مصطفی علیہ السلام بن کر آئے،اُمت کو جگا یا اور تہہ مزار میٹھی نیند سو گئے۔

"نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ"

کیا خوب کہا ہے کسی نے

سالہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات — تا زِ بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

جب تک سورج چاند رہے گا رضوی تیرا نام رہے گا اور رضوی تیرا کام رہے گا۔

جب تک گردش لیل ونہار رہے گی اس اُمت کے دودھ پیتے بچے کی پکار رہے گی "من سب نبیا فاقتلوہ" تاجدار ختم نبوت زندہ باد، لبیک یارسول اللہ ﷺ

اے امت محبوب ﷺ یاد رکھنا خادم حسین جیسے یگانہ روزگار اور یکتائے دھر روز روز پیدا نہیں ہوتے۔

عمرہا باید تا پیدا شود　　　　بایزید اندر خراساں اویس اندر قرن

اور اے کربلائے دھر کے یزیدو! وقت کے فرعونوں! آگاہ رہو! سعد حسین رضوی کی صورت میں خادم حسین رضوی باطل ظلم و جبر اور ہر فرعون کی گوشمالی کے لئے میدانِ عمل میں رہے گا۔ وہی کردار، وہی رفتار، وہی انداز، وہی للکار اور وہی جلال و جمال

موت کو سمجھے ہیں ناداں اختتام زندگی　　　　ہے شامِ زندگی صبح دوام زندگی

اے راہ حق کے مسافرو! ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے محافظو! اقبال کے شاہینو! سوئے منزل بڑھتے چلو تخت پر دین آ کر رہے گا۔ سنو تو روح اقبال کی پکار

تیز تر گامزن منزل ما دور نیست

اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

باباجی کے شیرو،

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

مرشد کا یہ پیغام یاد رہے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اور بس یہ نعرۂ مستانہ جاری رہے

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

الراقم حافظ محمد حامد رضا
مہتمم جامعہ محمدیہ غوثیہ فیض القرآن کامرہ کینٹ

(۳۴) پیغام طارق انور مصباحی

جانے والا عشق رسول کا سبق پڑھا گیا

مبسملا و حامدا مصلیا و مسلما

ہمارے عہد طالب علمی میں غالباً 1997 میں عمدۃ المحققین حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری قدس سرہ القوی: سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی تشریف آوری جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ہوئی تھی۔ علامہ موصوف نے اشرفیہ کی عظیم الشان جامع مسجد (عزیز المساجد) میں خطاب کے دوران اپنے استاذ حدیث کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ جو کوئی ان کے درس حدیث میں شریک ہوتا اس کا سینہ عشق تاجدار مدینہ علیہ التحیۃ والثنا سے سرشار ہو جاتا۔ استاذ حدیث کا اسم شریف مجھے صحیح سے یاد نہیں۔ شاید حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے متعلق یہ حقیقت بیان فرمائی تھی۔ ہم نے اپنے عہد میں دیکھا کہ عاشق رسول محافظ ناموس رسالت حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ القوی نے قوم مسلم کو عشق مصطفوی کا ایسا جام پلایا کہ فضاؤں میں ہر چہار جانب" لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے نعرے گونجتے نظر آتے ہیں۔ بس قوم کو یہ یاد دلا رہا ہوں کہ انہوں نے محبت مصطفے اور عشق حبیب کبریا علیہ الصلوۃ والسلام کا جو سبق دیا ہے اسے اپنے قلب و جگر میں محفوظ رکھیں۔ اس دولت عظمی و نعمت کبری کی حفاظت کریں اور اس کی آبیاری کرتے رہیں اور TLP کی سیاسی حیثیت کو قوت فراہم کریں۔ اگر آپ کے پاس سیاسی قوت ہوگی تو بہت سے مشکل مراحل آسانی سے طے ہو جائیں گے: ان شاء اللہ تعالیٰ تحریک لبیک کے قائدین میں علامہ رضوی کو اللہ تعالیٰ نے طرز عاشقانہ و انداز مستانہ سے سرفراز فرمایا اور علامہ جلالی کو فطرت محققانہ اور جلوۂ مفکرانہ عطا فرمایا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

طارق انور مصباحی (ممبئی)

(۳۵) پیغام محمد آصف رضا برکاتی

جرأت و استقامت کا کوہ ہمالیہ رخصت ہوا

آہ!! افسوس صد افسوس تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا پہرہ، دار جرأت بہادری کا کوہ ہمالہ رخصت ہوا۔ ۱۹ نومبر بروز جمعرات، شب جمعہ رات ۱۰ بجے کے قریب صدمۂ جانکاہ خبر موصول ہوئی۔ کہ مفکر اسلام غازئ اہلسنت شیر رضویت تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا عظیم الشان پہرے دار بانی تحریک لبیک پاکستان حضرت علامہ حافظ و قاری محمد خادم حسین رضوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ اس دار فانی سے دار بقاء کی جانب رخت سفر باندھ لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے صدقے وطفیل حضرت کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل اجر

جزیل عطاء فرمائے۔آمین یارب العالمین افضل الصلٰوۃ واکرم التسلیم ایک افسوس کی بات یہ بھی ہے کہ اب تک ہمارے ملک کی کسی بھی خانقاہ و دینی اداروں سے کوئی تعزیتی پیغام نشر نہیں ہوئے۔جس شخصیت نے اپنی ساری زندگی ناموس رسالت ﷺ کی پہرے داری میں صرف کر دی اس عظیم شخصیت کے لیے ہمارے علماء و مشائخ کے پاس تعزیتی پیغام بھی نشر کرنے کا وقت نہیں۔مجھے بہت اچھی طریقے سے یاد ہے کہ جب ہم دارالعلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی میں زیر تعلیم تھے سن ٢٠٠١ میں کئی عظیم شخصیتوں کا وصال ہوا تھا۔ان کے وصال کی خبریں سنتے ہی پورے ادارے میں سناٹا طاری ہو جاتا تھا۔اسی وقت فوراً بانی ادارہ علامہ عبدالرحیم صاحب قبلہ نوری مصباحی علیہ الرحمہ ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کا حکم فرماتے۔مگر افسوس ایصال ثواب کی محفلیں تو دور کی بات ہے تعزیت بھی نہیں ہوسکی۔میں گزارش کروں گا مشائخ عظام و علمائے کرام سے کے اپنے تعزیتی پیغامات سے امیر المجاہدین کے گھر والوں اور چاہنے والوں کو محبت کا پیغام پیش کریں اور اپنے غم کا اظہار فرمائیں۔

طالب دعا: محمد آصف رضا برکاتی

جنرل سیکریٹری امام احمد رضا دارالافتاء اینڈ ایجوکیشنل ٹرسٹ

وصدر شعبۂ سماجیات تحریک فروغ اسلام میرا روڈ ممبئی

(ح)

(٣٦) پیغام — چودھری فہیم قاسم

حرمت رسول ﷺ کا پہرے دار

مولانا خادم حسین رضوی کے جنازے نے پاکستان میں نئی تاریخ رقم کر دی۔قیام پاکستان سے لے کر آج تک کسی نے بھی اتنا بڑا جنازے کا اجتماع نہیں دیکھا ہوگا بے شک وہ سیاسی ہو یا مذہبی ہزاروں نہیں لاکھوں عاشقان رسول ایک عاشق رسول کے جنازے میں شرکت کے لیے اندرون ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ملک سے بھی شامل ہوئے۔مینار پاکستان کے گراؤنڈ کے علاوہ کئی کلو میٹر میں بھی عوام سچے عاشق رسول مولانا علامہ خادم حسین رضوی کے آخری دیدار کو ترستی رہی۔پاکستانی میڈیا ہی نہیں بلکہ انٹرنیشنل میڈیا نے بھی پاکستان میں سب سے بڑا جنازے کا اجتماع قرار دے دیا ہے۔جو اس بات کا ثبوت ہے کہ جو اپنی زندگی حرمت رسول اور ختم نبوت پر پہرہ دینے کے لیے وقف کر دیتے ہیں پھر اللہ پاک بھی ان کو دنیا اور آخرت میں سرخرو کر دیتا ہیں۔اللہ پاک اپنے حبیب کے صدقے مولانا خادم حسین رضوی کی اگلی منزلیں آسان فرمائے اور حضور پاک ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے آمین۔

فہیم قاسم (قصور)

(خ)

(۳۷) پیغام مفتی احمد میاں برکاتی

خادم ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کئی دن سے قلم مچل رہا تھا کہ ''خادم ناموس مصطفیٰ پر کچھ لکھوں''، یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ شروع کہاں سے کیا جائے، ان کا بچپن بھی اخفا میں ہے، نوجوانی کے ایام راز میں ہیں۔ ان پر اب تک جو کچھ پڑھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اُن کا مادر علمی ہے۔ وہاں کے درو دیوار بھی علمی گفتگو سے سیراب ہیں۔ اس درسگاہ میں رضویت کا کام خوب ہوا۔ اور علمائے جامعہ نے رضویت کے محل میں چار چاند لگائے۔ مختصر سے عرصے میں مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے جو شہرت اور عزت پائی وہ سب ''ناموس تحفظ ختم نبوت'' کا انعام ہے۔ ایسے لوگ برسوں میں منظر عام پر نظر آتے ہیں۔ بابائے ملت خادم حسین جیسی شخصیت کے اوصاف، انوکھے، انداز نرالے اور اخلاق بلند ہیں۔ بابائے مرحوم جیسی صفات کی شخصیت کا تذکرہ بعض شعراء کے ہاں ملتا ہے۔ یہ اشعار صاحب دیوان حماسہ ابوتمام حبیب بن اوس الطائی نے جمع کیے ہیں۔

یہ اشعار تابط شرا کے ہیں، شاعر کے الفاظ ہیں۔

قلیل التشکی للمھم لیصیبه
کثیر الھوی شتی النوی والمسالک

وہ کسی بھی آنے والی مصیبت پر شکوہ شکایت نہیں کرتا۔ بہت مقاصد، متفرق مطالب اور مختلف راستوں والا ہے۔

یظل بموماة و یمسی بغیرھا
جعیشا ویعروری ظھورا لمھالک

وہ اپنا دن بغیر گھاس و پانی والے جنگل میں گزارتا ہے اور شام دوسرے مقام میں کرتا ہے، مستقل رائے والا ہے، ہلاکتوں کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو جاتا ہے۔

وسبق وفدا الریح من حیث ینتحی
بمنخرق من شدة المتدارک

وہ جدھر سے بھی جانا چاہتا ہے ہوا کے اگلے حصے سے بھی سبقت کر جاتا ہے اور اس وقت ایسے لباس میں ملبوس ہوتا ہے جو اس کے متواتر چلنے کی وجہ سے شکستہ ہو گیا ہے۔

اذحاص عینیه کری النوم لم یزل
له کالی من قلب شیحان فاتک

جب نینداسکی آنکھوں کوسی دیتی ہے تو ایک بیدار مغز، بہادر، دلیر کا دل اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔

یری الوحشتہ الانس الانیس یھتدی

بحیث اھتدت ام النجوم الشوابک

وہ الگ رہنے کو بھی اپنا مونس و غمخوار سمجھتا ہے اور وہاں سے راہ پاتا ہے جہاں کہکشاں کی رسائی ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی صاحب علیہ الرحمہ سے صرف اتنی ہی شکایت تو لوگوں کو ہے کہ وہ نااہلوں کو سخت الفاظ میں حقیقت سے آشنا کر دیتے تھے۔ تو یہ ایک طریقہ ہے جب کوئی بندہ موتی قبول نہ کرے تو پھر پتھروں کو موتی بنانا پڑتا ہے۔ ان کے قلب و ذھن میں بس یہی سرمایہ تھا کہ "إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ" جو شخص کبھی مروت اور محبت کے قابل نہیں ہوسکتا وہ شدت کے قابل ہوتا ہے اور یہی شدت ان کا انعام اور ہار بن گئی۔ ان سے میری پہلی اور آخری ملاقات حیدر آباد میں ہوئی جب وہ یہاں ایک جلسے میں رونق افروز ہوئے۔ مسند پر ساتھ ہی نشست ہوئی انکساری بھی دیکھی اور محبت بھی پائی۔ وہ اپنوں کے لیے پھول تھے، بیگانوں کے لیے کانٹے۔ ان کا طریقہ آخر تک ایک ہی رہا آخری سانس تک تحفظ ناموس ختم نبوت کے پہرے دار رہے اور اسی میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ پاکستان میں ایسے چند جنازے ہی دیکھنے کو ملے کہ بندے کو تل دھرنے کی جگہ نہ ملے۔

۱۔ شہید سلیم قادری علیہ الرحمہ

۲۔ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ

۳۔ بابائے ملت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ

۴۔ غازی علم الدین شہید

۵۔ غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کے طفیل ہر سنی کو یہ جذبہ وافر عطا فرمائے۔ اور حضرت کی تربت انور کو روضہ جنت بنائے۔

العبد القادری احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید

خادم الحدیث والافتاء دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد

(۳۸) پیغام **قاری محمد زوار بہادر**

ختم نبوت کا سچا مجاہد

محافظ ناموس رسالت امیر المجاہدین شیخ الحدیث استاذ العلماء علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ سچے عاشق رسول اور رسول اکرم ﷺ کی ناموس کے پاسبان اور ختم نبوت کے سچے مجاہد تھے۔ وہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں جب طالب علم تھے تو ان کے استاذ شیخ الحدیث حضرت علامہ رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ جن کا تعلق آزاد کشمیر سے تھا ہماری جماعت جمعیت علماء پاکستان کی

مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔مولانا خادم حسین رضوی کو جہاں بے پناہ علم ان سے ملا وہاں دینی تحریکوں سے وابستہ ہونے کا جذبہ اور اپنے اسلاف سے محبت وعقیدت کا نور بھی ان کے سینے میں منتقل ہوا۔اس لحاظ سے ان سے میرا تعلق تقریباً تیس سال پرانا ہے۔مولانا خادم حسین رضوی جمیعت علماء پاکستان کے رکن رہے،امام شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی کی زندگی سے عملی جدوجہد کا سبق حاصل کیا۔وہ جمعیت علماء پاکستان کی ایک ذیلی تنظیم فدایان ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر ختم نبوت کا کام کرتے اور ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کرتے رہے۔ان دنوں جمیعت علماء پاکستان متحد تھی اور راقم الحروف (محمد زوار بہادر)مرکزی سیکرٹری جنرل کے عہدے پر کام کر رہا تھا۔۲۰۱۴ میں ایوان اقبال میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر اپنی تنظیم سے مشاورت کے بعد راقم الحروف نے مولانا خادم حسین رضوی کو فدایان ختم نبوت کا مرکزی امیر نامزد کیا اور اسی کانفرنس میں انہیں امیر المجاہدین کا خطاب بھی دیا اور انہیں مشورہ دیا کہ آئندہ ختم نبوت کانفرنس ایوان اقبال کی بجائے مینار پاکستان پر کریں جوانہوں نے پسند فرمایا اور مینار پاکستان پر ختم نبوت کانفرنس منعقد کی۔وہ جمیعت علماء پاکستان کی ۲۰۰۴ میں مینار پاکستان کے سائے تلے میلاد مصطفی کانفرنس ۲۰۰۶ میں لبیک یارسول اللہ کانفرنس ۲۰۰۸ میں تاجدار ختم نبوت کانفرنس اور ۲۰۱۰ عتیق سٹیڈیم میں ناموس رسالت کانفرنس میں شریک رہے۔

غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید نے ناموس رسالت کی خاطر جو کارنامہ سرانجام دیا تو پوری امت میں عشق رسول کی ایک لہر دوڑ گئی۔غازی ممتاز قادری پر مقدمہ اور ان کو سزائے موت پر عمل درآمد پر ایک تحریک شروع ہوئی۔علامہ خادم حسین رضوی نے معذوری کی حالت میں وہیل چیئر پر اس تحریک کی قیادت کی۔غازی ملک ممتاز حسین قادری کی شہادت کے بعد انہوں نے ۲۰۱۷ میں تحریک لبیک پاکستان کی بنیاد رکھی۔شمع رسالت کے پروانوں میں عشق رسول کی روح پھونکی اور ملک کے سیاسی افق پر ایک بڑی دینی قوت بن کر سامنے آئے۔مولانا خادم حسین رضوی خود کو رسول اللہ ﷺ کا چوکیدار کہتے تھے۔ناموس رسالت کے حوالے سے جب کوئی مسئلہ سامنے آتا تو وہ تڑپ اٹھتے۔فرانسیسی صدر کے گستاخانہ مؤقف پر انہوں نے اسلام آباد تک ریلی نکالی اور فیض آباد میں ایک بار پھر دھرنا دیا۔حکومت کے ساتھ مذاکرات میں اپنا مؤقف منوانے کے بعد دھرنے کے خاتمے کا اعلان کیا۔صرف دو دن بعد وہ اچانک بیمار ہوئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی ناموس کے اس پاسبان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔بلاشبہ رسول اکرم ﷺ کے نظام اور ناموس کے لئے ان کی جدوجہد کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ممتاز قلمکار ادیب اہلسنت جناب سید صابر حسین شاہ دامت برکاتہم کی زیرسرپرستی رسالہ ''الخاتم'' گوجرانوالہ،امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کی جدوجہد پر ایک نمبر شائع کر رہا ہے۔حضرت سید صابر شاہ صاحب درد آدمی ہیں،اکابرین اہل سنت کے حوالے سے آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔امید ہے حضرت شاہ صاحب کی سرپرستی میں

امیرالمجاہدین کی زندگی پر یہ ایک عظیم دستاویز ہوگی۔میں آپ کی خدمات کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اس نمبر کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔

قاری زوار بہادر

(رہنما جمعیت علمائے پاکستان وڈائریکٹر صفہ اسلامک یونیورسٹی لاہور)

(د)

(۳۹) پیغام مفتی الحنفیہ شیخ قاسم کزیم یمنی

دعائیہ کلمات

یعزی فی وفاۃ الشیخ المفتی امیر المجاھدین خادم حسین الرضوی رحمۃ اللہ علیہ

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

لاحول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم

اسال اللہ عزوجل ان یغفر لہ یرحمہ وان ھتقبل منہ وان یدخلہ الجنۃ الفردوس الاعلی مع الحبیب المصطفیٰﷺ بغیر حساب ولا عقاب ولا عتاب بجاہ النبی الکریم ﷺ انہ جواد کریم یا اللہ یا اللہ یا اللہ اوسع لہ فی قبرہ انس اللھم وخشتہ واجعل الروحۃ والریحان معہ اعذہ من عذاب القبر واغسلہ یارب بماء العلج والبرد واعصم علی اھلہ وذویہ و محبیہ اینما کانوا وکان الکائن منھم و صلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد واصحابہ وسلم بسر الفاتحۃ.اعظم اللہ اجرکم ورحم لمیتکم۔اعظم اللہ اجرکم ورحم لمیتکم۔

وَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ یخلف علی امۃ الاسلام

اللہ یخلف علینا وعلی اُمۃ الاسلام جمعا

اللہ یخلف علینا وعلی الاسلام والمسلمین جمعا

مفتی الحنفیہ الشیخ قاسم صالح کزیم الزبیدی الیمنی

(۴۰) پیغام حافظ احسان قادری

دنیائے اہل سنت کے لیے حجت

حضور سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضور تاج الشریعۃ کے وصال کے بعد اگر کسی کے وصال پر علماء اور عوام کا اتنا غمگین ہونا دیکھا گیا تو وہ حضور شیخ الحدیث محافظ ختم نبوت عاشق اعلیٰ حضرت مرد اہل سنت مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے۔ یہ اُن پاک ہستیوں میں سے ہیں جن کی آواز پوری دنیائے اہل سنت کے لیے حجت مانی جاتی تھی۔ اللہ پاک ان کے درجات مزید بلند فرمائے آمین۔

حافظ احسان قادری (سری لنکا)

(۴۱) پیغام مولانا محمد منشاء تابش قصوری

دورِ حاضر کی عظیم شخصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات والا برکات نے اپنے جن خاص بندوں کو محبوبیت کی نعمت سے نوازا ہے دورِ حاضر میں حضرت مولانا علامہ الحاج الحافظ خادم حسین رضوی نقشبندی علیہ الرحمہ یقیناً انہی میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔ آپ کے بے پایاں اوصاف وخدمات کا احاطہ ممکن نہیں۔ علوم وفنون اسلامیہ کے ممتاز فاضل، قرآن کریم کے پختہ حافظ وقاری، دلائل الخیرات قصیدہ بردہ شریف کے حافظ، تفسیر واحادیث کے ماہر، عربی فارسی اردو اور پنجابی کے ہزاروں اشعار انہیں از بر تھے۔ تقریر پُر تاثیر عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرصع ہوتی۔ حق کے اس ترجمان کو علامہ اقبال مرحوم کا اکثر کلام یاد تھا جو آپ کے بیان کا حصہ ہوتا۔

آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے تمام فضلاء ومدرسین میں نمبر لے گئے۔ فراغت کے ساتھ ہی جامعہ کی تدریس اختیار کی اور محکمہ اوقاف میں جامعہ مسجد حضرت مکی صاحب متصل حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ میں محکمہ اوقاف کی طرف سے خطیب مقرر ہوئے۔ جمعۃ المبارک میں اوقاف کی اصلاح وفلاح کے لیے آواز بلند کی تو محکمہ نے آپ کو فارغ کر دیا، نیز معذوری کے باوجود دورہ حدیث شریف پڑھانے کے لئے جامعہ نظامیہ میں باقاعدگی کے ساتھ وہیل چیئر پر تشریف لاتے رہے اور طلبہ حدیث کو حق پر استقامت کی تلقین فرماتے ہوئے گورنمنٹ کے کردار پر بھی روشنی ڈالتے رہے۔

عاشق رسول حضرت غازی ممتاز قادری علیہ الرحمہ کی شہادت پر تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آغاز فرمایا تو دیکھتے ہی دیکھتے یہ عالمگیر تحریک بن گئی، ملک پاکستان کے ہر شہر ہر قصبے اور گاؤں میں لبیک یا رسول اللہ لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترانے شروع ہو گئے۔ ختم نبوت پر جب حکومت نے شب خون مارا تو آپ نے راولپنڈی اسلام آباد کے سنگم پر دھرنا دیا فوج کی

مداخلت پر صلح نامہ لکھا گیا، جب آپ کی شرائط کے مطابق عمل ہوتا دکھائی نہ دیا تو اسی جگہ پر پھر دھرنا دیا اور ایسا وقت بھی آیا کہ پورا پاکستان دھرنے کی برکت سے بلاک ہوگیا، پھر فوج نے آپ کی شرائط پر صلح کی۔ آپ لاہور تشریف لائے بخار ہوا اور اسی بخار سے شہادت پر فائز ہو گئے۔

بادشاہی مسجد سے متصل یادگار پاکستان کے وسیع وعریض پارکنگ میں آپ کے جسد مبارک کو لایا گیا کروڑوں عاشقان مصطفی علیہ التحیۃ والثناء لاریوں، گاڑیوں، رکشوں، موٹر سائیکلوں، سائیکلوں اور پیدل پورے پاکستان سے قطار اندر قطار مینار پاکستان کے سائے میں جمع ہونے لگے۔ ہر ایک نے اپنی جیب سے گاڑیوں وغیرہ کے اخراجات ادا کیے۔ حکومت نے راستے بند کر دیے سینکڑوں سپاہی فوجی حفاظت کے لیے بھیجے۔ تین بجے نماز جنازہ پڑھا گیا اور میڈیا پر پابندی کے باوجود مخالفین کے میڈیا نے خبر دی کہ جنازہ میں کروڑوں کی تعداد میں لوگ شامل تھے۔ بڑے بڑے سیاسی جماعتوں کے اجتماع آپ کے جنازہ کے اجتماع کے سامنے نہ ہونے کے برابر تھے۔ بہر حال ہر ایک پر موت نے قبضہ کرنا ہے لیکن حضرت استاذ العلماء محب مصطفی ﷺ قائد تحریک ختم نبوت بانی تحریک لبیک یارسول اللہ کا موت نے جس طرح خیر مقدم کیا وہ امر ہوگیا۔ اللہ تعالی جل وعلیٰ بصدقہ حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم آپ کو اعلیٰ علیین میں بلند مراتب ومدارج سے بہرہ مند فرمائے آمین ثم آمین۔

منشاء تابش قصوری

خطیب مسجد حیات النبی ﷺ

مزار بابا گاما حیات مرید کے ضلع شیخوپورہ

(ر)

(۴۲) پیغام پیر سید شاہ آلِ رسول عبدالقادر جیلانی

روئیں گے بعد صدیوں لوگ اک خادم وہ آیا تھا

19، نومبر شب جمعہ کو یہ روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ خادم ناموس رسالت، عقیدہ ختم نبوت کے عظیم مجاہد، کفر ذلالت میں کہرام برپا کر دینے والے مرد قلندر علامہ خادم حسین رضوی، عالم اسلام کو سوگوار کر مالک حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ یہ وہ عظیم مجاہد تھے جنہوں نے وہیل چیئر پر بیٹھ کر کروڑوں عاشقان رسول ﷺ کے دلوں کی ترجمانی کی۔ اور اس دور حکمت پسند میں راہ عزیمت پر استقامت کے ساتھ گستاخان رسول کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ آپ کی ذات سے عالم اسلام کو بہت سی امیدیں وابستہ تھیں، آپ کا وصال صحیح معنوں میں دین وسنیت کا وہ عظیم نقصان ہے جس کا بدل اور تلافی مستقبل قریب میں ممکن نظر نہیں آتی۔ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کی خدمات تاقیامت یاد رکھی جائیں گی۔ گستاخان رسول کے

خلاف آپ کی جہد مسلسل آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔آپ نے تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے مؤثر خدمات سے ایوان کفار میں زلزلہ برپا کر دیا۔اس سلسلے میں آپ کی کوششوں اور اس دور پرُفتن میں اس قدر جذبہ عشق رسالت ﷺ دیکھ کر ہر کسی کو رشک آتا تھا۔آپ کے وصال سے تحریک تحفظِ ختم نبوت کا ایک تابندہ و روشن باب بند ہوگیا۔دنیائے کفر آپ کی ذات سے کس قدر خوف زدہ تھا اس کا اندازہ کفار کے سوشل میڈیائی بیانات سے لگایا جا سکتا ہے۔امید و دعا ہے اللہ پاک اس دور قحط الرجال میں امت مسلمہ اور عاشقان رسول کی رہبری کے لیے آپ کا بدل عنایت کردے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کے مشن کو مزید سرعت و تیزی کے ساتھ پوری دنیا میں عام کیا جائے۔اللہ پاک آپ کے صاجزادے مولانا حافظ سعد حسین رضوی صاحب کو آپ کا سچا جانشین بنائے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت کے ساتھ تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے باباجی علیہ الرحمۃ کی طرح ہر محاذ پر برسر پیکار رہنے کی توفیق وحوصلہ عنایت فرمائے۔آپ حضرات بالخصوص مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری (اٹک، پنجاب) قابل مبارک باد ہیں کہ ایک ایسے مرد مجاہد کی حیات وخدمات پر کام کر رہے ہیں جو تحفظ ناموس رسالت کے لیے پیرانہ سالی ومعذوری کے بعد بھی بے لوث خدمت کرتا رہا۔جس کی حیات کا مقصد حفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ رہا۔افسوس ہم نے ایک عظیم مجاہد کو کھو دیا،اور نا قدری کی۔ اللہ پاک ہم سب کو مسلک اہلِ سنت جسے دور حاضر میں مسلک اعلی حضرت سے یاد کیا جاتا ہے، پر استقامت عطا فرمائے،اور تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے ہم سب کو تن من دھن سے مخلصانہ خدمات کی توفیق رفیق عنایت فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

شریک غم

فقیر قادری ابوالحسنین سید شاہ آل رسول عبدالقادر جیلانی قادری غفرلہ ولوالدیہ

بانی وسرپرست جیلانی مشن ممبئی

(س)

(۴۳) پیغام — مفتی عبدالرحمن قادری

سرمایہ شبیری

جاننا چاہتے ہو کہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کہ جنازے میں لاکھوں لوگوں نے کیوں شرکت کی،اس کی سینکڑوں ایمان افروز وجوہات میں سے کچھ اہم یہ ہیں وما اسئلکم علیه من اجر۔انھوں نے لوگوں سے کوئی ذاتی منفعت اور فوائد نہیں لئے۔بہت سادگی میں زندگی گذاری۔اپنا ذاتی مکان یا جائداد نہیں بنائی۔ساری زندگی مسجد کے مکان میں گذار دی۔گھر کے افراد آٹھ اور بمشکل 3 کمرے۔جب جنازہ لے کر جایا گیا تو گھر کے دروازے بھی ٹوٹے ہوئے تھے۔

اِک فقر سِکھاتا ہے صیّاد کو نخچیری

اِک فَقر سے کُھلتے ہیں اسرارِ جہاں گیری
اِک فَقر سے قوموں میں مسکینی و دِلگیری
اِک فَقر سے مٹّی میں خاصیّتِ اکسیری
اک فَقر ہے شبّیری، اِس فَقر میں ہے مِیر ی
مُسلمانی ، سرمایۂ شبّیری!

مفتی عبدالرحمن قادری (ملاوی،وسطی افریقہ)

(۴۴)پیغام علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی قادری

سرمایہ ملت چلا گیا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

برصغیر پاک وہند کی کئی دینی علمی اور روحانی شخصیات عالمگیر شہرت وعزت سے مشرف ہوئیں تاہم جس قدر قلیل عرصے میں امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک کروڑوں دلوں میں اپنے لیے جگہ بنائی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ چار سالوں پہلے تک شاید محلے اور چند شہروں کے چنیدہ لوگ آپ سے متعارف رہے ہوں گے لیکن ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہرہ دینے کے لیے نکلے تو شہرت وعزت، وقار و تمکنت اور عروج وبلندی کے اس مقام پر جا پہنچے جہاں انھیں دیکھ کر اچھے اچھوں کو رشک آتا ہے۔

مجھے تسلیم ہے کہ امیر المجاھدین علیہ الرحمہ کے علمی مقام ومرتبہ کے مقابل بلکہ اس سے کہیں زیادہ بھی لاکھوں علماء وصوفیاء اور دین اسلام کے خدام روئے زمین پر پھیلے ہوئے مل سکتے ہیں لیکن یہ بات بلا ادنی تامل کے کہے دیتا ہوں کہ آپ کے جیسا خلوص، جذبہ سرفروشی اور ایمانی پختگی خال خال ہی دکھائی دیتی ہے۔کوئی بات اس عزم کے ساتھ کہتے تھے کہ سامعین کے دلوں میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ آپ کے انداز خطابت سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ جناب سر تا پا ایمانی جذبات کے زیر اثر گفتگو کر رہے ہیں۔نہ تو مصلحت کبھی پاؤں کی زنجیر بن سکی اور نہ ہی جاہ وحشمت اور مال و دولت سے مرعوب ہوئے، جسے درست سمجھا ڈنکے کی چوٹ پر کہا اور جسے غلط سمجھا اس کی تنقید ومذمت میں بھی قطعی بخل سے کام نہیں لیا۔

اور پھر عالمی شہرت یافتہ دانشور ڈاکٹر اقبال کی انقلابی شاعری کو سمجھنے اور اس حوالے سے کتابیں لکھنے والے تو بہت ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ جس طرح موقع ومحل کی مناسبت سے موصوف کی شاعری سے استشہاد کرتے تھے وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔کہنے دیجئے کہ ڈاکٹر اقبال کی شاعرانہ عظمت کو سمجھنا چاہیں تو کتابیں پڑھ لیجئے اور ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنا چاہیں تو امیر المجاھدین کے خطابات سن لیجئے۔

حضرت مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری قادری سرپرست اعلیٰ ماہنامہ مجلہ ''الخاتم'' مدظلہ العالی کے حکم پر بعجلت تمام یہ چند جملے لکھ سکا ہوں۔ بلاشک وشبہ موصوف کی رحلت سے ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جس کا بدل دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ اللہ کریم آپ کی قبر انور پر انوار وتجلیات کی بارش کرے اور اہل خانہ سمیت ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔

ڈاکٹر غلام زرقانی قادری

جانشین قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

بانی وچیئرمین حجاز فاؤنڈیشن آف امریکہ (ہیوسٹن امریکہ)

(۴۵) پیغام جسٹس میاں نذیر اختر

سفیر عشق رسول ﷺ

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی ؒ ان شخصیتوں میں شامل ہیں جن کی عظمت اور مقام کا ادراک لوگوں کو ان کے وصال کے بعد ہوتا ہے۔ ایسی ہی ایک اور شخصیت ملک محمد ممتاز قادری کی ہے۔ ان دونوں شخصیتوں کے جنازوں میں لاکھوں ،کروڑوں مسلمانوں کی شرکت سے دنیا کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔ ان کے مقام اور پیغام سے لوگوں کو آگاہ کرنا ایک اہم ملی فریضہ ہے۔ محترم سید صابر حسین شاہ بخاری قادری (سرپرست اعلیٰ ماہنامہ مجلہ ''الخاتم انٹرنیشنل'' و ''ہماری آواز''۔ برُھان شریف) نے علامہ خادم حسین رضوی ؒ کے بارے میں زیر نظر خصوصی نمبر مرتب فرما کر یہ فریضہ بطریق احسن سرانجام دیا ہے۔ اُمیدِ واثق ہے کہ اس کے مطالعہ سے عوام النّاس کو امیر المجاہدین کے بارے میں معتبر معلومات حاصل ہوں گی اور ان کا اصل پیغام یعنی ''عشق واتباعِ رسولِ کریم ﷺ'' لوگوں تک پہنچے گا اور ان کے لبوں پر بھی ''لبیک یارسول اللہ ﷺ'' کے نعرے گونجنے لگیں گے۔ اللہ کریم محترم سید صابر حسین شاہ بخاری قادری کو اجرِ عظیم اور عمرِ خضر عطا فرمائے۔ آمین۔

مشہور جید عالم دین اور مذہبی وسیاسی جماعت تحریک لبیک پاکستان کے بانی علامہ مولانا خادم حسین رضوی جمعرات کے روز 55 سال کی عمر میں لاہور میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، چند روز سے بخار میں مبتلا تھے جس پر کووڈ 19 کا شبہ کیا گیا تاہم ڈاکٹرز نے رحلت کی وجہ ہارٹ اٹیک بتائی۔ وزیر اعظم اور آرمی چیف نے اُن کے سانحۂ ارتحال پر اظہارِ افسوس کیا ہے، مرحوم کی نماز جنازہ بروز ہفتہ مینارِ پاکستان کے احاطہ میں ادا کی گئی۔ مولانا کا تعلق ضلع اٹک سے تھا جبکہ اُنہوں نے درسِ نظامی جامعہ نظامیہ لاہور سے کیا اور ایک عرصہ تک وہاں شعبۂ تدریس سے بھی منسلک رہے۔ عصر حاضر میں وہ اہلِ سنت وجماعت کے بریلوی مکتب کی دبنگ اور توانا آواز تھے۔ حافظِ قرآن وحدیث ہی نہیں امام احمد رضا خان ؒ اور علامہ اقبال ؒ کے کلام کے بھی حافظ تھے۔ ناموسِ رسالت ﷺ کے حوالے سے دوٹوک موقف کے حامل اور خود کو ختمِ نبوت اور ناموسِ رسالت کا چوکیدار کہلانا پسند کرتے تھے، محکمہ اوقاف میں ملازمت کے خاتمے کے بعد اُنہوں نے ستمبر ۲۰۱۶ء میں غازی صاحب کے چہلم کے موقع پر

تحریک لبیک یا رسول اللہ کی بنیاد رکھی۔ ۲۰۱۷ء میں جماعت کے سیاسی ونگ کا اعلان کیا گیا۔ اور لاہور کے حلقہ این اے ۱۲۰ کے ضمنی انتخابات میں ۷ ہزار ووٹ لیکر سب کو حیران کر دیا۔ ۲۰۱۸ کے انتخابات میں ووٹوں کے اعتبار سے اُن کی جماعت پاکستان کی پانچویں بڑی جماعت بن کر سامنے آئی۔ وہیل چیئر تک محدود ہونے کے باوجود اپنے افکار کی تبلیغ میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ ۲۰۱۷ء میں ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی پھانسی اور پھر نومبر ۲۰۲۰ء میں فرانس کی طرف سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخانہ جسارت کے بعد فیض آباد میں دھرنے دیے۔ تاوقتِ آخر اسکیم موڑ لاہور کی جامع مسجد رحمت اللعالمین میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور ڈیڑھ مرلہ کے مکان میں رہائش پذیر رہے۔ اب وہ اپنے خالق حقیقی کے حضور پیش ہو چکے جو رحمٰن و رحیم ہے، ہم اُن کے لواحقین، مریدین اور محبین کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔

جسٹس میاں نذیر اختر

سابق جج لاہور ہائیکورٹ، لاہور

(ش)

(۴۶) پیغام جانشین امیر المجاہدین علامہ حافظ سعد حسین رضوی

شاتمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سیف المسلول

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم الامین

امابعد!

پیکر استقامت، کوہِ عزیمت، فنافی الرسول، امیر المجاہدین، استاذ العلماء، حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی عظیم علمی وروحانی شخصیت ہیں۔ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ناموس رسالت اور ختم نبوت کا تحفظ آپ کی پہچان وشناخت ہے۔ دنیا بھر کے شاتمان رسول کے لیے آپ سیف المسلول تھے اور اسی نسبت سے دنیا بھر میں مقبول تھے۔ اس پر حضرت امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کی تابناک زندگی اور سفر آخرت کے حسین مناظر شاہد وناطق ہیں۔

آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد ناموس رسالت اور ختم نبوت کے اس عظیم محافظ کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے دنیا بھر کے اخبارات اور رسائل وجرائد میں بے شمار مضامین ومقالات زینت قرطاس ہوئے اور بیسیوں کتب منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان تمام احباب کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے اور غیرت وحمیت وعشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب قبلہ قائد محترم امیر المجاہدین کے ساتھ محبت وعقیدت پر بہتر صلہ عطا فرمائے آمین۔

ادیب اہل سنت حضرت پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری رضوی بھی اسی سلسلے میں مجلہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل کا ایک عظیم و ضخیم ''امیر المجاھدین نمبر'' شائع کر رہے ہیں۔

پیر سید صابر حسین شاہ بخاری اور ان کے تمام رفقاء کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور قبلہ والد گرامی قائد محترم حضرت امیر المجاھدین علیہ الرحمہ کو جنت میں بلند مقامات عطا فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چل کر آپ کے مشن کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

حافظ سعد حسین رضوی

امیر تحریک لبیک پاکستان (جامع مسجد رحمۃ اللعالمین لاہور)

Mufti Abdul Rehman Qadri **Massage (۴۷)**

Sheikh ul Hadees Allama Khadim Husain Rizvi

Extremely sad news sheikh ul hadees Allama hafiz khadim hussain rizvi one of the top most scholars of world with millions of followers across the globehas passed away.Born on 22 may 1966 Attock punjab pakistan completed his masters in religious education fron jamia nizamia lahore.He was an expert hafiz w quran.He used to complete one quran in one week.Daily night before sleeping specifically he used to recite surah muhammad in love of prophet muhammad peace be upon him.Offering salutation upon prophet was his habit.He to used recite quran and dalaail ul khairat daily even while travelling.He started preaching various sciences of religion after graduation.He was immensly expert in persian,arabic,punjabi,urdu literature and poetry.Thousands of Hadees were on his tongue spontaneously.He had an excellent memory.He trained several thousand scholars and his students are serving in religious institutions across the world.He was an authority in poetry of Allama iqbal.Khown for his expertise on

iqbaaliat.He was the top most scholar in Arabic Grammar in Sub continent.

His famous book"Abwaab us Sarf" is part of syllabus in religious institutions.He authored few books.One of his masterpiece work in islamic jurisprudence is translation of many volumed of fatawa rizvia.Earlier part of his life,he was imam asnd khateeb at peer makki masjid lahoer than till demise at Rahmat ul lil Aalamin Masjid lahore.He was known for striking the hearts of believers with spiritual vibration and igniting immense love for beloved prophet peace be upon him.He was the top orator of Ahlus Sunnah.His charismatic and dynamic speech would attract thousands of followers to listen to his speeches. Raising voice against blasphemy of our beloved prophet peace be upon him became his identity.He became the force to threat Francemdenmark and countries who made cartoons in the name of freedom.For this vital cause,undoubtedly he travelled to every nook and corner of the country and made several thounand speeches in last decade.His famous slogan LABBAIK YA RASOOL ALLAH became the slogan for religious gatherings across the world for all devotees.he founded an islamiat political party with name of Tahreek Labbiak pakistan and participated in 2018 Genral Elections.In short time they gained popularity and mass acceptance.Inspite of rigging in elections,more than 2 million voted for his party.political organizations working for decades found him to big threat to their future in pakistan.His last religious sermon and million march was in faizabad

rawalpindi on nov 15,2020 to demand the closure of french embassy and putting its ambassador out.19th november thursday after maghrib the brave warrior of islam the pride of sufism departed to next world . Although he was known for his fiering and blazing speech but he and his followers were peaceful and truly patriatic.Their target and aim was to be part in stopping blasphemy.His party played the pivotal role in safeguarding the constitution related to finality of prophethood when previous government made amendments in bill to favor qadianis.His remarkable service and passion,bravery for respecting and safeguarding honor of seal of prophets Muhammad peace be upon him is being appreciated by other sects and opposition.He will be remembered forever for illuminating hearts of muslims with love of prophet muhammad peace be upon him...liberals,ignorants,atheists,and anti islam forces have been hurting him and sentiments of muslims but they will see love being showered by people to him in his janazah tooomorrow saturday,21.11.2020 at minaar of pakistan's history.

Mufti Abdul Rehman Qadri

Malawi Central Africa

(۴۸)پیغام جبار مرزا

عاشق کا جنازہ تھا بہت دھوم سے نکلا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے بارے میں ناصر کاظمی کی زبان میں کہ ؎

عجیب مانوس اجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ

لوگ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے سارا لاہور بلکہ شہر شہر، قریہ قریہ خالی ہو گیا۔ مینار پاکستان کے سائے تلے قریب قریب پاکستان بھر کی نمائندگی تھی، عاشق کا جنازہ تھا بہت دھوم سے نکلا۔ اس میں شک نہیں کہ ہمیں مولانا خادم رضوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے انداز تخاطب پر تحفظات تھے مگر ایسے میں ان کی علمیت مطالعہ اور حافظے کے اعتراف میں کمی نہیں آئی۔ وہ چونکہ خالص اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور عاشق بھی ایسے کہ دو طرفہ عشق تھا جس کا انکشاف ان کے ایک خطاب سے ہوا کہ:

"لوگ ہمارے جنازے سے ہماری محبت رسول ﷺ کے اندازے کریں
گے، کہیں گے او اتنے لوگ کہاں سے آئے تو جھلیو اُس بھیجنے والے نے بھیجے ہیں
ہم جن کی ناموس پر کٹ مرنے اور سر ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں"۔

مولانا نے تبلیغ اسلام بھی کی تو تجربات کی روشنی میں۔ ان کا کہنا کہ:

"اگر خوبصورت ہونا چاہتے ہو تو قرآن پڑھا کرو"

ان کو شاید اپنے وصال کے اشارے مل گئے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے فیض آباد اسلام آباد کے اپنے آخری دھرنے میں کہا تھا کہ:

"بے شک کوئی جھوٹا دہشت گردی کا مقدمہ بنا کر جیل میں بند کر دو، چاہو تو گولی مار دو ہم نے جو کہنا تھا کہہ دیا اور جب تک زندہ ہیں حضور نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی ناموس کے تحفظ میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ ردِ قادیانیت اور گستاخانِ رسول ﷺ کی سرکوبی کرتے رہیں گے"۔

میں سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب کی عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک سچے اور صدی کے مخلص عاشق رسول ﷺ پر خصوصی نمبر شائع کر کے ہم ایسے عقیدت مندانِ حضرت خادم حسین رضوی کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ سلامت رہیں!!

جبار مرزا (اسلام آباد)

7 دسمبر 2020ء

(۴۹) پیغام مولانا محمد صدیق ہزاروی

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یہ ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ء کی روح افزا صبح ہے، مینار پاکستان لاہور میں قرارداد پاکستان کی یاد تازہ ہو رہی ہے، داتا کی نگری کی ہر شاہراہ پر ایک ہجوم رواں دواں ہے، ہر راہی کی منزل مینار پاکستان ہے، ہر قافلہ مینار پاکستان کی طرف جادہ پیما ہے، کوئی مشرق سے آرہا ہے تو کسی نے مغرب کی طرف سے رختِ سفر باندھا ہے، کسی کا آغاز سفر جنوب کی جانب سے ہے تو کسی کی سمت آمد شمال ہے۔ نہ صوبے کی قید ہے نہ ضلعی اختلاف ہے۔ کون، کون سی بولی بولتا ہے اور کسی کا تکلم کس زبان میں ہے؟ ان تمام تعارفی اختلافات کے باوجود سب کی منزل ایک ہے اور وہ مینار پاکستان ہے۔

کسی نے پوچھا آج مینار پاکستان میں اتنا ہجوم کیوں ہے؟ کیا کوئی سیاسی جلسہ ہے؟ کسی مذہبی جماعت کی کانفرنس ہے یا آزادی پاکستان کا یوم تاسیس ہے؟ بتانے والے نے بتایا نہیں نہیں ایک جنازہ آرہا ہے اور یہ سب لوگ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ پوچھنے والے نے پھر پوچھا یہ کسی سیاسی لیڈر کا جنازہ ہے؟ یا کسی لینڈ لارڈ سرمایہ دار کا جنازہ ہے، یا کسی سجادہ نشین یا کسی علامہ کا جنازہ ہے؟ جواب دیا نہیں یہ ایک ایسی شخصیت کا جنازہ ہے جس کا سیاسی پس منظر نہیں وہ کسی علامہ کا لختِ جگر نہیں، کسی مرشد کا صاحبزادہ نہیں، اس کے خانوادہ کا اقتدار سے دور دور کا واسطہ نہیں، وہ ایک متوسط گھرانے کا فرد ہے، پسماندہ علاقے کا باسی ہے، گھر سے علم دین کے حصول کے لیے نکلا، قرآن مجید حفظ کیا، تجوید وقرأت کا کورس مکمل کیا، درس نظامی اور دورہ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد مسند تدریس پر بیٹھا، محراب ومنبر سے رشتہ قائم کیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے لیے کمر بستہ ہوا ''العاقب'' نام کا رسالہ نکالا جس میں عقیدہ ختم نبوت کے عنوان سے علمی سوغات کے ساتھ ساتھ منکرین ختم نبوت کی سازشوں کا پردہ چاک کیا۔ پھر اس سے آگے بڑھا، اپنی جسمانی معذوری کے باوجود ختم نبوت کے لیے ایک بڑی سازش کے سامنے ڈٹ گیا، پھر جب عظمت وحرمت رسول ﷺ کے خلاف بدطینت بدباطن لوگوں نے امت مسلمہ کے قلب وجگر کو زخموں سے چور چور کیا تو یہ مرد مجاہد پھر میدان میں نکلا اور کسی خوف وخطر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بے حس حکمرانوں کے درِ غیرت پر دستک دی اور بالآخر اپنے آقا کی عظمت، عزت، حرمت اور عقیدہ ختم نبوت کا درس دیتا ہوا اپنے رب کی بارگاہ اور اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

پوچھنے والے نے پھر پوچھا کیا یہ سب لوگ اس کے رشتے دار ہیں جو اس کے جنازہ میں شرکت کے لیے ملک پاکستان کے کونے کونے سے بیرون ملک سے بھی سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مینار پاکستان پہنچے ہیں۔ جواب دینے والے نے بتایا کہ ہاں ان سب کا اس رشتہ تھا اور ہے۔ یہ اس کے نسبی رشتہ دار نہیں، اس کے اور ان کے درمیان رضاعت کا رشتہ بھی نہیں، ان میں اس کے شاگرد بھی ہیں، عقیدت مند بھی ہیں، ظاہری رشتہ داری کا تعلق رکھنے والے بھی ہیں، لیکن ان سب کو

جمع کرنے والا ایک ہی رشتہ ہے اور وہ اپنے آقا خاتم النبیین ﷺ سے محبت اور عقیدت کا رشتہ ہے۔اور اس شخص نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ اس رشتے کو اس طرح نبھایا کہ بڑے بڑے مشائخ،مقتدر علماء اور تہجد گزار لوگوں کو پیچھے چھوڑ گیا۔

اس شخص کو دنیا امیر المجاہدین،محافظ عقیدہ ختم نبوت و رسالت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔میڈیا اس سے نا آشنا نہیں،چاہے پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرونک میڈیا،اُمرا،سیاسی لیڈر،علماء،طلباء،عام پبلک انہیں سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔

علامہ خادم حسین رضوی کی یہ مقبولیت ہماری مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ کے لیے باعث فخر ہے۔وہ اس عظیم درسگاہ میں طالبعلم بھی رہے اور مدرس بھی،وہ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے اور اپنے ہر استاذ کو استاذنا الکریم کہا کرتے تھے۔مسند تدریس پر بیٹھے تو امام الصرف کہلائے،محراب و منبر کو رونق بخشی تو نہایت آسان زبان اور مجاہدانہ انداز میں خطابت کے جوہر دکھائے اور جب ناموس رسالت کے مشن پر نکلے تو تادم زیست اپنے مشن کے وفادار رہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالی آپ کی تربت انور پر بے بہار حمتوں کا نزول فرمائے اور آپ کے صاحبزادوں کو اپنے عظیم والد رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی کامیابی کے لئے اپنی برکات سے مالا مال فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

(۵۰) پیغام — مولانا معراج علی مرکزی رضوی

عالم اسلام کا ناقابل تلافی خسارہ

مکرمی حضرت علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ" ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل" کے کارکنان محافظ ناموس رسالت وختم نبوت امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے خصوصی شمارہ" امیر المجاہدین نمبر" پیش کرنے کا عزم کر چکے ہیں.بلاشبہ امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کا وصال عالم اسلام کے لیے ایک ناقابل تلافی خسارہ ہے.آپ" أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ "کی جیتی جاگتی تصویر تھے،آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو تحفظ ناموس رسالت وختم نبوت ہے.پوری زندگی جس شدت کے ساتھ آپ عالم کفر کو للکارتے رہے یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔نیز مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول کا جو چراغ آپ نے روشن کیا رہتی دنیا تک اسے یاد رکھا جائے گا.امید ہے کہ یہ خصوصی شمارہ امیر المجاہدین کی حیات و خدمات کے حوالہ سے ایک گراں مایہ دستاویز ہوگا۔اللہ تعالی اس کاوش کو قبول فرمائے،آپ کو اور آپ کی ٹیم کو جزائے خیر سے نوازے،اہل سنت کو امیر المجاہدین کا نعم البدل عطا فرمائے اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں تحفظ ناموس رسالت کا سچا جذبہ عطا

فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین۔

نیازمند: معراج علی مرکزی رضوی

مرکزی خطیب وامام نورانی مسجد، سنجے نگر، کمانی، کرلا ممبئی، ہند

(۵۱) پیغام عبدالامین برکاتی

عشق رسول ﷺ کا سبق پڑھا کر چلا گیا

حضور تاج الشریعہ کے وصال کی خبر سن کر جو قلبی حالات مضمحل ہوئے تھے، ایسے ہی کچھ علامہ خادم حسین رضوی کے وصال کی خبر سن کر ہوئے، چند لمحہ تو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ایسا ہوا ہے، کسی دشمن نے افواہیں اڑائی ہونگی. مگر اللہ اللہ یہ جدائی کی کیفیت دل کے میدان پر قیامت برپا کر رہی تھی. .کبھی کوئی کلام نہیں، سلام نہیں، نہ جان نہ پہچان، مگر دل کے مہمان، یقینا یہ اللہ والے ہیں جو دلوں پر اپنے نقوش چھوڑ جاتے ہیں، فقط میں ہی نہیں، بلکہ سارا عالم اسلام علامہ خادم حسین رضوی کے لئے رو رہا ہے، اور ایسا درد و کرب کہ اپنے ماں باپ کے وصال پر بھی نہیں ہوتا، یہ کچھ تو تھا جو پردے میں تھا اور کل پردہ اٹھا کے چل دیا اگر علامہ خادم حسین رضوی جیسا جذبہ عالم اسلام کے علماء میں پیدا ہو جائے تو آج بھی'' وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین'' کے مژدہ کے حقدار بن سکتے ہیں، اگر ہر بندہ خادمِ حسین رضوی بن جائے تو ان کے نام سے کفر کے ایوان میں زلزلہ برپا کر سکتا ہے، یہ ایسا غازی تھا، جو عشق رسول کا سبق پڑھا کر چلا گیا ان کے کردار و عمل میں جلالِ فاروقی، اور غزوہ بدر کے اصحاب نبی کے عشق کی بو آرہی تھی، جس سے سارا عالم اسلام معطر ہو گیا۔

عبدالامین برکاتی

ویراول گجرات الہند

(۵۲) پیغام محمد عارف برکاتی

عظیم عاشق رسول ﷺ

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

جس نے ختم نبوت پر پہرہ دیا

ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام

آہ! فنا فی الرسول ﷺ شیخ الحدیث علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ یقیناً اس صدی کے کم عرصہ میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کرنے والے عظیم عاشق کی رحلت ہمارے لیے باعث غم ہے اور سال ۲۰۲۰ء ثانی عام الحزن میں سب سے بڑا نقصان

ہے لیکن جو شمع عظیم رہبر نے روشن کی ہے ہمارے لیے عزم رکھتی ہے کہ آئندہ ضرور اس نظریہ و نصب العین پر یہ اُمت قائم رہے گی کہ ہمارا جینا اور مرنا ہمارے نبی ﷺ کی عزت اور ناموس پر ہے کیونکہ کائنات کی سب سے بڑی دہشتگر دی گستاخیٔ رسول ﷺ ہے۔

اے ناموس رسالت ﷺ کے پہرے دار!!

اے ختم نبوت کے علم بردار!!

اے فیض غوث پاک و داتا و خواجہ سے نہال!!

اے برکاتی رضا کے ببر شیر!!

اے اسم با مسمی یعنی خادم حسین رضوی!!

الوداع اے زمانہ کے امام برحق الوداع!!

جاؤ فی امان اللہ جل جلالہ فی امان الرسول ﷺ۔۔۔۔محشر میں ملیں گے!!

آخری کراچی ناموس رسالت ریلی ۷ نومبر ۲۰۲۰ میرے سلام پر آپ کا جواب ہمیشہ یاد رہے گا۔

محمد عارف برکاتی

جنرل سیکریٹری برکاتی فاؤنڈیشن ٹرسٹ

(۵۳) پیغام — ڈاکٹر صدیق علی چشتی

عقیدہ ختم نبوت کے ایک عظیم محافظ

باسمہ تعالیٰ

عہد حاضر میں ختم نبوت کے موضوع کے حوالہ سے علماء و مشائخ کے کردار کا جائزہ لیا جائے تو اُن میں سر فہرست جس عظیم شخصیت کا نام نامی اسم گرامی آئے گا وہ حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب نور اللہ مرقدہ ہونگے۔ آپ علیہ الرحمہ تحریک لبیک پاکستان کے بانی و راہنما تھے جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے باقاعدہ عوامی تحریک کو منظم کیا۔ آپ کی مساعی جمیلہ ہی کی بدولت قادیانی لابی اور ان کے کارندوں کی ناپاک سازشوں کو عوام کے سامنے لایا گیا اور مملکت خداداد پاکستان میں قادیانی لابی کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو لگام ڈالنے کی عملی صورت ممکن ہوئی۔ تاریخ اسلام میں ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے والوں کی فہرست میں آپ کا نام سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔

آپ علیہ الرحمہ کی دینی و ملی خدمات کو تحریری شکل میں یکجا کرنے کی خاطر مجلہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل نے اپنی خصوصی

اشاعت ''امیر المجاہدین نمبر'' کا اہتمام کر کے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔اس ضمن میں مجلہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل کے روح رواں عظیم محقق، درویش صفت کالم نگار حضرت قبلہ پیر سید صابر حسین شاہ صاحب بخاری القادری اور ان کی پوری ٹیم مبارکباد کے مستحق ہیں۔''امیر المجاہدین نمبر'' کی خصوصی اشاعت پر ہم قبلہ پیر سید صابر حسین شاہ صاحب بخاری القادری کی اخلاص بھری کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رب کریم کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہیں کہ رب کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقہ آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

فقط

العبد صدیق علی چشتی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تقابل ادیان، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

مہتمم دار العلوم جامعہ غوثیہ معینیہ بیرون یکہ توت پشاور

(غ)

(۵۴) پیغام پروفیسر ڈاکٹر حفیظ الرحمن بغدادی

غازی خادم حسین رضوی شہید

ادارہ فیضان القرآن لاہور پاکستان کی مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کا متفقہ اجلاس ہوا جس میں حضرت علامہ شیخ الحدیث و استاذ الاساتذہ حافظ کادم حسین رضوی علیہ الرحمہ جن کا ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ کو حرکت قلب بند ہونے کی بناء پر انتقال ہوا۔اور آج ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ء کو مینار پاکستان میں لاکھوں سوگواران کی موجودگی میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔قبلہ علامہ صاحب کی شاخت اور پہچان تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت ﷺ تھی۔آپ نے آخری سانس تک اس عہد کو بااحسن طریق سے نبھایا۔آپ نے تحفظ ناموس رسالت وتحفظ ختم نبوت ﷺ کے لیے وقت کے حکمرانوں سے ٹکراتے ہوئے ذرہ سی بھی گھبراہٹ محسوس نہیں کی بلکہ پاکستان اور بیرون ملک میں لبیک یارسول اللہ ﷺ کی صداؤں کو بلند کیا اور شرق وغرب، شمال وجنوب تک یہ صدا ہر ملک سے اور پاکستان کے ہر شہر سے اور ہر نوجوان کی زبان سے بلند ہوئی۔

شوریٰ اور عاملہ نے اُن کی اس کاوش وجدوجہد اور آخری دم تک ناموس رسالت وتحفظ ختم نبوت ﷺ کے علم کو بلند رکھنے پر ان الفاظ میں خراج عقیدت، خراج تحسین پیش کیا ہے کہ آئندہ اُن کے نام کے ساتھ:

''غازی خادم حسین رضوی شہید''

لکھا اور پڑھا جائے گا۔اور اُمید کی جاتی ہے کہ ہمارے اہل سنت کے تمام علما کرام، مشائخ عظام، خطباء حضرات واعظین کرام، مقررین، دانشور کالم نویس، مصنفین، مؤلفین اور سوشل میڈیا (فیس بک، یوٹیوب، واٹس ایپ، انسٹا گرام، ٹیوٹر اور دیگر تمام ذرائع

ابلاغ) اُن کے نام کے ساتھ ''غازی'' اور ''شہید'' کے الفاظ کے ساتھ پکاریں اور لکھیں۔ان شاء اللہ العزیز مستقبل قریب میں غازی خادم حسین رضوی شہید کے حالات زندگی پر اور اُن کی ناموس رسالت وتحفظ ختم نبوت ﷺ پر کی گئی کاوش کو اُمت کے سامنے پیش کیا جائے گا اور آنے والا مورخ یقیناً یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ ان القاب کے صحیح معنوں میں استحقاق رکھتے ہیں۔اللہ کریم رسول کریم ﷺ کے توسل اور تصدق سے ہمارے اس دیانت دارانہ فیصلے کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازے۔آمین۔

العبد العدیم

پروفیسر ڈاکٹر حفیظ الرحمن بغدادی

بانی و چیئرمین ادارہ فیضان القرآن لاہور پاکستان

(۵۵) پیغام — سلطان عثمان القادری

غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں

امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت تا وصال زندگی کے مختلف مراحل و مدارج پر گفتگو ہمارا مطلوب نہیں، بلکہ ہمارا مقصود ان کی اس جدو جہد پر بات کرنا ہے جس نے ان کو تاریخ پاکستان و اسلام میں بطور ''مرد مجاہد'' متعارف کروایا اور اپنے ہم عصر علماء و مشائخ کے درمیان ایسی انفرادیت بخشی کہ پاکستان کے عوام آپ کے ہمدم و ہمنوا ہو گئے قبلہ امیرُ المجاہدین کی جملہ خدمات میں تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے آپ کی خدمات قابل ستائش و صد تحسین ہیں جو ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔آپ کی شخصیت، دینی و ملی غیرت و حمیت کا پیکر تھی بلکہ آپ کا تعارف و پہچان تھی۔بقول حضرتِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سر دارا

پھر آپ کا اخلاص، صبر و استقامت دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوگئی آپ نے اپنی درویشی و فقر کی ایسی مثال پیش کی جس کی نظیر موجود نہ تھی جہاں آپ نے فروغِ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع فروزاں کی ساتھ ہی اپنے مخصوص اندازِ خطابت سے مسلمانوں کے جذبہ ایمانی میں ایسی روح پھونکی کہ رتی بھر چنگاری کو بھانبڑ بنا دیا اور ساتھ ہی محض نمائشی صوفی و ملا، اور نمودی واعظ و فقیہ، جاہل پیر و دین فروش نعت خوان مذکورہ تمام طبقات میں بگاڑ پیدا کرنے والے افراد کو بھی زیر بحث لے آئے اور مسلمانوں کو اصل اور نقل کی پہچان کروانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔تن آسانی و تن پروری کے دور پُرفتن میں مسلمانوں کو ایسے رہبر و رہنما کی ضرورت تھی جو سراپا اخلاص ہو اور اس کا علم و عمل فی سبیل اللہ کی تفسیر ہو۔حضرت علامہ خادم حسین رضوی ایسی بہت سی صفات کا مرقع تھے آخر میں مجھے آپ کے وصال با کمال و جنازہ سے متعلق کچھ نہیں کہنا کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے بہر حال آپ کا وصال ہمارے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے آپ ہمیشہ یاد رہیں گے بقول حافظ

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد
بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

مجھے حضرت قبلہ افتخار احمد حافظ القادری صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے جن کی تحریک پر یہ عاجز چند کلمات لکھنے کے اہل ہوا کہ وہ انہیں پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری صاحب کی خدمت میں پیش کریں تا کہ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کے''امیر المجاھدین نمبر'' میں ہماری شمولیت بھی ہو سکے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست۔

الزاویۃ العثمانیۃ للصلوات والتسلیمات مدینۃ سیالکوٹ سلطان عثمان القادری

8/جمادی الاول1442ھ/24/دسمبر2020ء بروز جمعرات

(۵۶)پیغام ریحان رضا انجم مصباحی

غیظ المنافقین ضیغم اہل سنت

قابل قدر ومنزلت نمونہ اسلاف حضرت بخاری صاحب زیدمجدہ وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ برکاتہ !امیر المجاھدین غیظ المنافقین ضیغم اہلسنت علامہ خادم حسین رضوی نوراللہ مرقدہ کی حیات وخدمات پر مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کا خصوصی نمبر نکالنے کا اعلان پڑھ کر قلبی فرحت وسرور حاصل ہوا۔۔۔۔اللہ کریم آپ کو سلامت با کرامت رکھے اور اس خصوصی نمبر کو خوب خوب معیاری بنانے کے لئے سارے ضروری اسباب فراہم کرے،ساتھ ہی قبولیت کے شرف سے مشرف فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک نئی نسل کو حضرت کے افکار وکردار کا ترجمان بنائے۔

اسیر مجبی ریحان رضا انجم مصباحی
مدیر اعلیٰ''سہ ماہی نور الھدیٰ''پوکھرٹولہ بسفی مدھوبنی بہار

(ف)

(۵۷)پیغام پروفیسر گل احمد

فکر رضا کے سچے پیروکار

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ فکر رضا کے سچے پیروکار تھے۔آپ نے عصر حاضر میں پھر سے اٹھنے والے فتنے قادیانیت کے خلاف ایسی بھرپور اور عملی تگ وتاز کی جس سے ایوان کفر میں لرزا طاری رہا۔آپ نے اپنی عملی،سیاسی اور دینی جدوجہد سے لادین طبقے کو آڑے ہاتھوں لیا اور نوجوان نسل میں ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ دل آویز عقیدہ راسخ کر دیا کہ عالم کفر انگشت

بدنداں دیکھتا رہ گیا۔قدرت نے عصر حاضر کی وہ تمام خوبیاں آپ کو عطا کر دی تھیں جن کی ضرورت اس عہد کے راہ نما کے لیے ضروری تھیں۔بہ قول اقبال:

کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی

دین سے لے کر سیاست تک،سیاست سے لے کر معاشرت تک،معاشرت سے لے کر معیشت تک،معیشت سے لے کر خارجہ پالیسی تک،علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے کھل کر اظہار خیال کیا اور ایک واضح لائحہ عمل بھی پیش کیا مگر خداوند اسیاسی اس ملک اور اس کے عوام کو دست نگر رکھنے کے مذموم ایجنڈے پر کار بند ہیں،اس لیے انھیں اس مرد درویش کی آزاد خارجہ پالیسی اور اسلام پسندی راس نہیں آتی تھی۔مگر اس کے باوجود اس مرد قلندر نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ بھرپور پیغام رسانی کی کہ نوجوان طبقے کی زبانیں" لبیک لبیک یارسول اللہ ﷺ" کا دل نشین راگ الاپنے لگیں۔یہی ان کی کامیابی کا بین ثبوت ہے۔جناب سید صابر حسین شاہ بخاری مدظلہ العالی کی یہ کاوش قابل صد ستائش ہے کہ انھوں نے امیر المجاہدین نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔یہ نمبر ان شااللہ امیر المجاھدین کی زندگی اور ان کے کارناموں کو محیط ہوگا اور فکر رضا کے فروغ و اشاعت میں بھی ممد و معاون ثابت ہوگا۔اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کی اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے،امین۔الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین۔

پروفیسر گل احمد
ماہر مضمون اردو (تلہ گنگ)

(۵۸)پیغام جواد قادری رضوی

فنا فی الرسول،ولی کامل،عاشق صادق

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کو آج ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا اور ایسا لگتا ہے جیسے کل کی بات ہے۔غور کریں کیا ہم نے ان کے ایصال ثواب کا کوئی اہتمام کیا؟ مساجد،مدارس،خانقاہ وغیرہ میں؟لیکن آج افسوس ہم اپنے بزرگوں کی تعلیمات کو فراموش کر کے ان کی یاد سے دور ہو گئے،اغیار کے رواج کو ہم نے اپنا مقصد حیات سمجھ لیا ہے اسلاف کی یاد اور انکے نقش قدم پر چلنا ہی منزل مقصود کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جو قوم اپنے بزرگوں سے غافل ہو جاتی ہے اور ان کے کارناموں کو پس پشت ڈال دیتی ہے،پھر زمانے میں ان لوگوں کا نام بھی باقی نہیں رہتا۔محافظ ختم نبوت کی یاد میں پروگرام کا انعقاد کریں اور خوب برکت حاصل کریں اللہ تبارک تعالیٰ امیر المجاہدین کے درجات کو بلندی عطا فرمائے۔

میرے بہت ایک قریبی دوست علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں نہ جا سکے اور بہت افسوس اور کرب میں تھے۔ان سے ملنے کی سچی طلب تھی مگر ظاہری طور پر نہ مل سکے تو پھر کیا ہوا اللہ نے کرم کیا امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اسکے خواب میں آئے اور اس سے کچھ گفتگو کی اور کہا کہ حضور ﷺ کی ناموس اور ختم نبوت پر کام کرو سبحان اللہ۔اللہ نے مجھے الحمد اللہ ایسے دوست عطا فرمائے ہیں۔

فقیر جواد قادری رضوی

(ک)

(۵۹) پیغام

ابو سنان عتیق الرحمن رضوی

کردار کا غازی علامہ خادم حسین رضوی

تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے عظیم پہرے دار..... مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے عاشق زار..... کروڑوں عاشقانِ رسول ﷺ کے دلوں کی دھڑکن..... راہِ عزیمت کے راہی..... خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، شیخ الحدیث والتفسیر، علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ آج شب تقریبا پونے نو بجے کروڑوں عاشقانِ رسول ﷺ کو داغ مفارقت دے کر داعی اجل کو لبیک گئے..... اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ لاکھوں دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع فروزاں کے لیے سعی پیہم کرنا..... ساری امت کو گستاخانِ رسول کے خلاف اقدامات کے لیے للکارنا، ترغیب دلانا..... اور میدان عمل میں خود بھی ڈٹ کر یہ باور کرادینا کہ ہم صرف گفتار کے نہیں، کردار کے بھی غازی ہیں“..... سوتی، سرد و سُست قوم کو جوش و جذبے سے سرشار کرنا..... حفظ ناموس رسالت ﷺ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالینا..... تحفظ ناموس رسالت کے لیے یخ بستہ سڑکوں پر، کھلے میدانوں میں بستر لگادینا..... سو سو سے زائد جسمانی درجہ حرارت کے باوجود کھلے آسمان میں گستاخوں کے خلاف کھڑے رہنا..... اور استقامت کا ایسا کوہ متحکم بن جانا کہ کفر و باطل کے ایوانوں کو لرزہ براندام کردینا..... جس کی آواز اور عشق کی حرارت نے ساری دنیا کے باطل ایوانوں میں عاشقانِ رسول ﷺ کا خوف بیٹھادیا..... یہ سب جراءتیں، ہمتیں، ایک ایسا شخص کرگیا جو بظاہر پیروں سے معذور تھا..... اور ہم جیسے لاکھوں کروڑوں صحیح وسالم جسم واعضاء کے ساتھ زندگی جینے والوں کو بتادیا۔

اطلس وکمخاب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پہ خاکی کفن رہ جائے گا

یہ عظیم مجاہد ہمیں خواب غفلت سے جگاتے رہے..... عشق رسالت مآب ﷺ سے آشنا کراتے رہے..... اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے..... اے کاش! ہم اس مرد مجاہد کے آوازۂ سحر پر کان دھرتے..... وہ ہمارے بیدار ضمیروں کو جھنجھوڑتے رہے..... کاش ہم ان کا درد دُروں سمجھ پاتے..... ہم میں بعض نے ان کا لہجہ پکڑ لیا، مگر یہ نہ دیکھا یہ لہجہ کب سخت ہوتا ہے..... غور کریں معلوم ہوگا..... وہ بس عشق رسالت میں گرفتار تھے..... جب بھی محبوب کائنات ﷺ کے بارگاہ میں کسی کو جراءت کرتا پاتے، سخت ہوجاتے..... یہ ایمان کامل کی علامت ہے..... وہ ہم سب کو بھی اسی درجہ کا مومن کامل بنانا چاہتے تھے..... اور اس عمر و حالت میں جہد مسلسل کرتے رہے..... آپ کو بھی تسلیم کرنا ہوگا ع

گل ساری سرکار دی اے

مگر اب افسوس کے سوا کچھ نہ رہا..... ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہمیں پھر ایک ستارہ غروب ہونے کے بعد اس کی چمک، دمک، رمق اور تابانی کا احساس ہوا..... ایک بار پھر عظیم ہیرا کھونے بعد ہمیں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوا..... عجیب مرد قلند

ہے.....بظاہر دنیا سے رخصت ہو گئے مگر کفر و ظلمت کے اندھیرے ایوانوں میں ان کا رعب اب بھی قائم ہے.....سوشل میڈیا پر آپ کا نام لینے والوں، آپ کے لیے تعزیت کرنے والوں کو بلاک کر دیا جا رہا ہے..... واہ! مجاہد اسلام تیری عظمت کو سلام ..... دنیا سے جاتے جاتے بھی کفار و مشرکین کو ہلا کر رکھ دیا..... اب ہم میں یہ مرد مجاہد، درویش قلندر نہیں رہے..... جو وہیل چیئر پر بیٹھ کر سارے عالم کفر کی اسلام مخالف سازشوں کے خلاف جراءت و بہادری، بے باکی، کے ساتھ جواب دیتے رہے.....اس میں کوئی شک نہیں گزشتہ چند برسوں میں تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے حوالے سے اٹھنے والی آواز کا سہرا بابا جی کے سر جاتا ہے.....تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے عالمیان اسلام میں ایک نئی روح پھونک دینے والا مجاہد عاشقانِ رسول کو یتیم چھوڑ گیا.....آپ کا وصال حقیقتاً نا قابل تلافی نقصان ہے.....آپ کا وجود گستاخوں کے لیے قیامت سے کم نا تھا..... اللہ جل مجدہٗ اپنے پیاروں کے طفیل حضور بابا جی علیہ الرحمۃ کو انبیا، اولیا، صلحا، شہدا کا قرب نصیب کرے..... اور ہم سب کو آپ کے مشن تحفظ ناموس رسالت کو استقامت کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے.....اور مسلک اعلیٰ حضرت پر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ حضور سید العلماء مارہروی علیہ الرحمہ فرماتے تھے:

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یاالٰہی مسلکِ احمد رضا خان زندہ باد

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ و بحق الغوث الاعظم محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شریک غم و دعا گو:
فقیر قادری ابو سنان عتیق الرحمٰن رضوی جملہ اہل خانہ
سہ ماہی المختار، مالیگاؤں

(۶۰) پیغام **مولانا فیاض احمد اویسی**

کروڑوں عاشقان رسول کے دلوں کی دھڑکن

آج 4 ربیع الآخر 19 نومبر 2020 جمعرات مواجہہ اقدس پر حاضری اور سلام پیش کر کے نماز عصر ادا کی آج کا روزہ فقیر نے (مدینہ طیبہ) مسجد نبوی شریف اگلی چھتریوں کے نیچے نور برساتے گنبد خضریٰ شریف کا نظارہ کرتے افطار کیا نماز مغرب کے بعد اپنے کمرے میں آ گیا عشاء سے قبل ولد العزیز مولانا محمد ایاز مدنی نے پاکستان بہاولپور سے فون پر اطلاع دی کہ کروڑوں عاشقان رسول کے دلوں کی دھڑکن، محافظ ختم نبوت و ناموس رسالت، شیخ الحدیث والتفسیر امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی دنیا فانی سے وصال فرما گئے۔ لفظ ساکت۔۔زبان گنگ۔۔۔سوچ عاجز۔۔دماغ جامد، آنکھیں پرنم، دل رنجیدہ۔۔ اللہ اکبر۔۔۔ان ھذا لھو البلاء المبین۔۔۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔۔وافجع من فقدنا من وجدنا قبیل الفقد مفقود المثال یعنی جس کو ہم نے کھویا ہے اس کے حوالے سے سب سے المناک بات یہ ہے کہ اس کا مثل کوئی نہیں ہے۔

بس یہی کہ

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

فقیر کمرے میں اکیلا تھا یہ المناک خبر سن کر یوں لگا کہ مجھے کچھ ہونے لگا ہے کلیجہ پھٹنے کو آ گیا آنکھیں خوب برس پڑیں یقین نہیں آرہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی اتنے میں قاری محمد انوار المدنی روتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور سید محمد حسن شاہ المدنی کا روتا ہوا دردناک آواز میں میسیج آیا کہ امیر المجاہدین چل بسے۔ قاری محمد صدیق نقشبندی گاڑی لیکر آئے کہ مدینہ منورہ میں قاضی نصر اللہ قادری کے گھر محفل گیارہویں شریف میں آپ کا انتظار ہو رہا ہے ہم وہاں پہنچے اتنے میں حضرت سید سخی سردار علی قائد قادری تحریک سندھ و دیگر احباب جمع ہو گئے قاری محمد انوار نے تلاوت کی حافظ محمد شاہین، قاری محمد صدیق محمد رمضان نے ثناء خوانی کی سید محمد حسن المدنی نے سرکار شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم جیلانی قدس سرہ، النورانی کی بارگاہ میں عقیدت کا اظہار کیا۔ فقیر کو انہوں نے بیان کرنے کا کہا مگر طبیعت غم سے اتنی بے چین تھی کہ بولنے کی ہمت نہ تھی۔ دوران محفل عجمان یو۔ای۔اے، سے فون آیا کہ حضرت علامہ خادم حسین رضوی کے فوت ہونے کی خبر کی تصدیق ہوئی؟؟ چونکہ طبیعت میں خاصا ملال تھا اتنا کہا کہ دعا کریں خیر ہو۔ درود وسلام ہوا فقیر نے آج کی محفل میں پڑھے گئے کلمات حسنات طیبات کا ثواب بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بخدمت سید الاولیاء سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ، کی بارگاہ میں پیش کر کے امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی روح کو پیش کیا یوں ان کی تعزیت کی محفل ہم نے مدینہ منورہ میں کی۔ محترم محمد خرم بٹ قادری گاڑی لائے ہم شارع سلام سے گذرے روضہ اقدس کا نظارہ ہوا ہمیں امیر المجاہدین کی جدائی یاد آئی تو آنکھیں پرنم ہوئیں دریں اثناء ان کا پڑھا ہوا شعر یاد آیا جو وہ اکثر تقریر سنا کر عشاق کے ذوق گرمایا کرتے تھے۔

جب روح میرے پیراہن خاکی سے نکلے تو روضے سے آواز آئے وہ میرا فقیر آیا

جبل احد کے دامن میں حضرت سید الشہداء امیر طیبہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، کے قدموں حاضر ہو کر امیر المجاہدین کا سلام پیش کیا ختم شریف پڑھ کر ان کو ایصال ثواب کیا ان کی یاد میں آنسو بہے، جب سید الشہداء کے قدموں میں مسجد کے گیٹ میں آئے تو بہت سارے اہل محبت کو سوگوار پایا کئی احباب فقیر کو گلے مل کر خوب روئے، زبان حال سے کہہ رہے تھے۔ اے لاکھوں دلوں پر راج کرنے والے امیر المجاہدین ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے سردی کی سرد راتوں میں اور گرمی کی تپش میں کمزوری اور بیماری کی حالت میں آپکی کوششوں اور محبت کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ سید الشہداء امیر طیبہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، کا پڑوس عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ لکھنے کو بہت کچھ ہے مگر اب طبیعت بہت پریشان ہے۔ آنے والے مورخ ان پر بہت کچھ لکھیں گے۔

غم زدہ مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری محمد فیاض احمد اویسی

مدینہ منورہ سے شب جمعہ 1-15 منٹ پر 5 ربیع الآخر

(گ)

(۶۱) پیغام — ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

گستاخان رسول ﷺ کے لیے شمشیر برہنہ

حضرت علامہ خادم حسین رضوی کا شمار بلا شبہ ہمارے عہد کے اُن سر بلند اور ممتاز افراد میں ہوتا ہے جنھوں نے جرأت و بے باکی اور ہمت و استقلال کے ساتھ خاتم النبیین، وجہ وجود کائنات، محبوب پروردگار حضرت محمد ﷺ کے ساتھ اپنی بے پناہ وابستگی اور محبت کا والہانہ اظہار کیا ہے اور پورے عالم کو یہ پیغام دیا ہے کہ عاشقانِ رسول ﷺ اپنے محبوب نبی ﷺ کی حرمت اور عظمت کے لیے اپنے گروہی اور مسلکی اختلافات کے باوجود بھی ایک مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں اور عشقِ رسول ﷺ میں اپنی جان و مال اور عزت و آبرو قربان کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا کا وجود شاتمانِ رسول اور گستاخان رسول کے لیے شمشیر برہنہ تھا۔ اُن کے نعرے کی گونج اور تقریر کی براقی نے دشمنان اسلام کے دلوں میں خوف اور ان کی صفوں میں لرزہ پیدا کر دیا۔ حرمت رسول ﷺ کا یہ پاسدار اور عظمت رسول ﷺ کا یہ محافظ جب دنیا سے رخصت ہوا تو چشم فلک نے وہ منظر دیکھا جو ہر کسی کا مقسوم نہیں ہوتا۔ لاکھوں عاشقانِ سوگوار چہروں اور نم ناک آنکھوں کے ساتھ مرد خدا کے جنازے میں شریک تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

خوشی کی بات ہے کہ حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی حیات اور اُن کی خدمات جلیلہ کے اعتراف میں ماہ نامہ الخاتم ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ اس خصوصی نمبر میں نہ صرف اُن کی زندگی کے اہم تر حالات و واقعات شامل ہوں گے بلکہ اُن کی دینی، ملی، سیاسی اور سماجی خدمات کا جائزہ بھی پیش کیا جائے گا اور اُن کے افکار و نظریات بالخصوص اُن کا جذبۂ عشق رسول ﷺ مضامین و مقالات کا موضوع بنے گا جو اُن کے اعمال و افعال میں بنیادی توانائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں اس خاص نمبر کی ترتیب و تہذیب اور جمع آوری کے لیے محترم سید صابر حسین شاہ اور اُن کے جملہ معاونین کو ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

ایسوسی ایٹ پروفیسر (شعبہ اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد)

(ل)

(۶۲) پیغام مولانا محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے ۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

وہ تو چلے گئے لیکن اپنوں بیگانوں کو ناموس رسالت کی اہمیت سمجھا گئے ۔انکے آئیڈیل علامہ فضل حق خیر آبادی تھے جنھوں نے 1857 میں انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد دیا تھا۔وہ سلسلہ نقشبندیہ میں حاجی پیر عبدالواحد صدیقی کے ہاتھ پر بیعت تھے اور اعلٰی حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ سے گہری عقیدت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ رضوی لکھتے اور کہلاتے رہے ۔عربی گرائمر میں انکی زبردست مہارت کے پیش نظر انہیں امام الصرف والنحو کے لقب سے پکارا جاتا رہا۔وہ طویل عرصہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی مسند تدریس پر بطور شیخ الحدیث فائز رہے ۔ بلا مبالغہ انکے تلامذہ و مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہے ۔ناموس رسالت پر کفار کی جانب سے یلغار کا مقابلہ آپ نے نہایت احسن انداز میں کیا۔اورعزت رسول کی اہمیت سے بچے بچے کو روشناس کروادیا۔انکی آواز پوری دنیا میں گونج رہی تھی زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا ع

"تمھیں" سو گئے داستاں کہتے کہتے

انکی قیادت میں تحریک لبیک پاکستان انتخابات میں لیے گئے ووٹوں کی بنیاد پر پانچویں بڑی جماعت قرار پائی ۔وہ علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی کی مجسم تصویر تھے ۔انکا اعلان تھا کہ باطل انھیں تو کجا انکے جوتے کو خریدنے کی ہمت بھی نہیں رکھتا۔چشم فلک نے انکے اس دعوے کو ثابت ہوتا بچشم خود دیکھا۔انکی انہی ناقابل فراموش دینی خدمات کے پیش نظر تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان الازہری اور نباض قوم،ولیٔ کامل علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی نے انہیں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت سے نوازا تھا۔وہ سبھی اکابرین اہل سنت سے عقیدت رکھتے تھے لیکن اپنے اساتذہ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی،شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری،علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی،سے محبت و الفت کا انداز نرالا تھا۔ بالخصوص حضرت نباض قوم مفتی ابوداؤد محمد صادق سے عقیدت کا ایک خاص انداز تھا۔ ۲۰۱۵ء میں جب وہ مسجد گلزار حبیب ای بلاک سبزہ زار لاہور تشریف لائے،دوران محفل انہیں حضرت نباض قوم کی قمیص مبارک اور رومال شریف پیش کیا گیا تو انہوں نے عقیدت سے اپنے سر پر رکھ لیا۔خلیفۂ اعلٰی حضرت مفتی غلام جان ہزاروی کی سوانح عمری بنام حیات فقیہ زماں لکھنے کی انہوں نے راقم الحروف محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی کو بار بار تلقین فرمائی تھی ۔اصاغر نوازی کے پیش نظر وہ راقم الحروف کے لیے حوصلہ افزائی کے کلمات ارشاد فرماتے رہتے تھے ۔وصال پر ملال سے تین دن قبل تیز بخار کے باوجود ناموس رسالت مارچ راولپنڈی میں شریک ہوئے اور علالت کے باوجود آخری خطاب فرمایا۔ بارش،سردی اور فیض آباد کی یخ بستہ ہواؤں نے بخار کی شدت میں اضافہ کر دیا۔آخر شب جمعہ 4

ربیع الآخر کی رات، 19 نومبر کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے وہ دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے انکا روشن، پرسکون، نورانی چہرہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ زبان حال سے امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا محدث بریلوی کا ارشاد فرمودہ اور اپنا پسندیدہ شعر پڑھ رہے ہیں

انہیں جانا، انہیں ماننا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اللہ تعالیٰ انکے لواحقین بالخصوص مولانا صاحب زادہ سعد حسین رضوی اور صاحب زادہ محمد انس رضوی اور تمام عاشقان رسول کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

محمد عطاء الرحمن قادری
خطیب مسجد گلزار حبیب سبزہ زار لاہور

(۶۳) پیغام ڈاکٹر دلاور خان نوری

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

زندگی میں بہت ہی قلیل افراد (Self made) ہوتے ہیں جو اپنی خداداد صلاحیتوں سے وقت کا دھارا موڑ دیتے ہیں، ایسی ہی شخصیات میں ایک نمایاں نام امیر المجاھدین حضرت خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔آپ کی زندگی کے کئی درخشاں پہلو ہیں مگر عشق رسول ﷺ کی اسیری کا کوئی جواب نہیں۔جو اس شعر کا مصداق ہے۔

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

یہ سوغات انھیں بارگاہ رضا سے نصیب ہوئی، جس کی وجہ سے نہایت ہی کم وقت میں وہ کامیابیاں حاصل کیں جسے چشم فلک نے شاذو نادر ہی دیکھا ہوگا۔عشق رسول ﷺ کی تابانی کے مظاہر ان کی پوری زندگی پر محیط تھے اور کامیابیاں ان کے سامنے سر خم تسلیم دکھائی دیتی ہیں۔آپ نے بھرپور متحرک زندگی بسر کی۔اہل سنت کی سیاسی اور مذہبی زندگی میں ایک نئی روح پھونک دی، ضرورت اس امر کی ہے کہ جو عشق رسول اللہ ﷺ کی شمع انہوں نے سنیوں کے قلوب میں فروزاں کی اسے ماند نہیں پڑنے دینا۔اس میں ذراسی بھی غفلت کا مظاہرہ کیا تو سنی مذہبی اور سیاسی لحاظ سے خاک کا ڈھیر ہو جائیں گے۔

امیر المجاھدین نمبر نکالنے پر فضیلۃ الشیخ حضرت صابر حسین شاہ بخاری، حضرت مفتی مبشر صاحب اور ان کی پوری ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے۔دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو مصطفی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے امیر المجاھدین کے مشن کی تکمیل میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔آمین

پروفیسر ڈاکٹر دلاور خان
پرنسپل گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن سٹی ملیر کراچی

(م)

(۶۴) پیغام — خادم مدینہ منورہ شریف

محافظ ناموس رسالت ﷺ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، انا للہ و انا الیہ راجعون. انا للہ و انا الیہ راجعون. انا للہ و انا الیہ راجعون. لہ ما أخذ و لہ ما أعطی و الیہ المصیر. محافظ ناموس رسالت، امیر المجاہدین، علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی صاحب انتقال فرما گئے۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنّی مَرے
یُوں نہ فرمائیں تِرے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دُھومیں مچیں وہ مومن صالح مِل
افرش سے ماتَم اُٹھے وہ طَیّب و طاہر گیا

اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، قبر کی منزل آسانی فرمائے، قبر میں وسعت وفسحت عطا فرمائے، ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے۔ جنت الفردوس میں سرکار ابدقرار کا پڑوس عطا فرمائے۔ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ امت مسلمہ کو ان کا بہتر نعم البدل عطا فرمائے، جو ان کی کمی کو پورا کر سکے، تحریک کو پہلے سے زیادہ منظم کرے، اور عزت و ناموس رسالت کا بہتر طریقے سے دفاع کر سکے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ و بارک وسلم۔

دعا گو: خادم از مدینہ منورہ

(۶۵) پیغام — علامہ محمد حنیف خان رضوی

محافظ ناموس رسالت ﷺ

حامدا ومصلیا ومسلما!!! موت العالِم موت العالَم

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آے ہیں مرنے کے لیے

جمعۃ المبارک کی شب میں تقریباً دس بج کر بیس منٹ پر یہ خبر چند احباب کے ذریعے موصول ہوئی کہ جماعت اہل سنت کے ایک فعال اور متحرک عالم دین، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شیخ الحدیث، محافظِ ناموسِ رسالت، پاسبانِ ختم نبوت، امیر المجاہدین

علامہ حافظ خادم حسین رضوی اس خاکدان گیتی سے رحلت فرما گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔یقیناً یہ اہل سنت و جماعت کے لیے ایک عظیم خسارا اور نا قابل تلافی نقصان ہے۔میری کبھی ان سے بالمشافہ تو ملاقات نہیں ہوئی البتہ ان کے تعلق سے جو دیکھا اور سنا اس کی بنا پر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ وہ واقعتاً ہماری جماعت کے ایک مخلص مجاہد تھے اور ناموس رسالت ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت مستعد تھے،اس پر آشوب دور میں جس طرح انہوں نے دین وسنیت کی خدمات میدان عمل میں اتر کر انجام دی ہیں یہ انہیں کا حصہ ہے۔مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حوالے سے بھی ان کے کارنامے آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ان کی کتاب تیسیر ابواب الصرف جو گردانوں پر مشتمل ہے اپنی نظیر آپ ہے ،اس طرح کی تفصیل کسی کتاب میں نظر نہیں آئی یقینا یہ ان کے علمی اور فنی تجر کی منہ بولتی تصویر ہے۔وہ ایک غیر معمولی قوت حافظہ کے مالک تھے،حافظ قرآن تو تھے ہی،انہیں طویل احادیث بھی عربی میں یاد تھیں،کئی الفاظ کی لمبی لمبی گردانے اپنی تقریروں میں برجستہ سنا دیا کرتے تھے،کلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور کلام اقبال بھی انہیں یاد تھا،اور تو اور فتاویٰ رضویہ کا خطبہ جلیلہ انہیں مکمل حفظ تھا اور خوب جھوم جھوم کر سنایا کرتے تھے۔وہ بیک وقت ایک عظیم محدث،علم وفن کے ماہر،پیر طریقت،شاعری کے شاور،شعلہ بیان خطیب اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ پر اپنا سب کچھ لٹانے والے عاشق رسول تھے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہماری جماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے،ان کے صاجزادگان کو ان کا سچا جانشین بنائے اور ہم سب کو اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

شریک غم:محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

امام احمد رضا اکیڈمی،بریلی شریف

(۶۶) پیغام پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی قادری

محبت رسول ﷺ سے آشنا رہنما

علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب سے میرا غائبانہ تعلق چل رہا تھا اس لیے بھی کہ ان کو حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز سے ارادت مندی حاصل تھی۔تحریک لبیک کے ایام میں ان سے ملاقات کا بھی ارادہ ہوا مگر عجیب مصروفیات آڑے رہیں اور تاخیر ہوگئی اور وہ مالک حقیقی سے جا ملے۔انہوں نے آنحضور نبی اکرم ﷺ کے ذکر مبارک کو بلند رکھنے کے لیے رب تعالیٰ جل شانہ کی مکمل اطاعت کی اور پاکستان میں ان کے اجتماعات اور تقاریر سے عوام وخواص میں عشقِ حقیقی کا جذبہ سر بلند ہوگیا۔رب تعالیٰ ان کو مغفرت ورحمت سے نوازے اور روز افزوں ان کے درجات میں اضافہ ہو آمین۔

رضوی صاحب علیہ الرحمہ کا جنازہ ملک کی تاریخ میں میرے خیال میں سب سے بڑے اجتماعات میں شمار ہوتا ہے۔

اس سے بڑی خوش آئند بات یہ ہے کہ ایک کروڑ افراد سے متجاوز جنازے کا اجتماع ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے عوام جذبہ ایمان سے معمور ہیں اور وہ نیکی کی طرف مائل ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کو صرف ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں سیاست میں لا کر رضوی صاحب کے امیدواروں نے سالہا سال سے سیاست میں روز وشب بسر کرنے والوں سے بڑھ کر انہوں نے جمہوری الیکشن میں ووٹ حاصل کئے۔ اب ذرا سوچئے کہ پاکستان کا قیام نظام اسلام لانے کے لیے جداگانہ ریاست کے حصول کے لیے لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں سے عمل میں آیا تھا مگر قائد اعظم علیہ الرحمہ کے قیام پاکستان کے ڈیڑھ سال بعد وفات پا جانے کے بعد آنے والے تمام حکام اس عظیم مقصد سے انحراف کر کے محض ذاتی مفادات میں مشغول ہوتے گئے۔ اب تحریک لبیک پھر سے عوام کو قیام پاکستان کا مقصد یاد دلاتی ہے گویا شریعت اسلامی ''محبت رسول ﷺ'' سے آشنا رہنما کی عوام کو ضرورت ہے۔ جو علامہ رضوی مرحوم جیسا رہنما ہی چاہتے ہیں جو نظام اسلام قائم کر کے وطن عزیز پاکستان کو مضبوط کرے اور اسلامی آئین نافذ کر دے۔

سلطان الطاف علی (اعزاز فضیلت)
حق باھو ہاؤس کیچی بیگ سرآب روڈ کوئٹہ
حال دربار حضرت سلطان باھو ضلع جھنگ

(۶۷) پیغام ملک محمد محبوب الرسول قادری

مرد حریت، شہید محبت رسول ﷺ

ماہر رضویات ترجمان اہل سنت حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید صابر حسین قادری بخاری زید مجدہ ایک متقی، پارسا، با صلاحیت، ذی علم، صاحب قلم اور باعمل سیدزادے ہیں۔ آپ کے ساتھ ہماری تعلق داری کو تین عشروں سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے۔ ہم ایک ہی منزل کے مسافر اور ایک ہی راہ کے راہ گیر ہیں۔ ہمارا مرکز عقیدت اور مرکز فیض ایک ہی ہے ایک ہی انداز فکر اور ایک ہی طرز طریق ہے مگر ہمارے ہاں الحمد للہ معاصرت کے منفی اثرات مفقود ہیں۔ بیسیوں سرد گرم حالات کے باوجود برادرانہ رواداری میں فرق نہیں پڑا۔ سید صاحب حسینی نسب اور قادری نسبت کے حامل ہیں ان کے مزاج کی ملائمت، قلم کی روانگی، سادگی، متانت خوش خلقی، خوش طبعی، اخلاص للہیت، پھر صائب فکر ہونا، ملک محبت رسول اور مشرب صوفیاء سے مضبوط رسوخ ہمیں ہر پل ان کے قریب رکھتا ہے۔ وہ متصلب بریلوی ہیں ان کا قلم رواں دواں ہے اور ان کی فکر و سوچ کا آئینہ دار ہے۔ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے دیرینہ دوست تھے اور ان کے ساتھ رفاقت کا دورانیہ بھی تقریباً اتنا ہی ہے جس پر ہماری کتاب ''مرد حریت، شہید محبت رسول مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ'' شاھد ہے۔

حضرت صابر شاہ جی کی طرف سے ''الخاتم'' کا امیر المجاھدین مولانا خادم حسین رضوی نمبر جہاں شاہ صاحب کی عمدہ

صلاحیتوں کا اظہار یہ ہے وہاں خادم اسلام حضرت مولانا حافظ خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی محبت فی اللہ اور اعترافِ حق کی عمدہ بیّن دلیل بھی ہے۔''الخاتم'' کا یہ نمبر معاصر دینی صحافت میں اس کے اعلیٰ مقام کا تعین بھی کرے گا۔اور اہل سنت کے ایک باعمل عالم دین کی خدمات جلیلہ کا اعتراف بھی۔رب کریم حضرت شاہ صاحب کو اس کارِ خیر کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔الخاتم کے جملہ وابستگان کو سلامت رکھے۔مولانا مرحوم کے درجات بلند کرے۔اہل سنت کو شعور اور وحدت و اخوت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔آمین!

ملک محبوب الرسول قادری

چیف ایڈیٹر انوار رضا جوہر آباد

ایڈیٹر ماہنامہ سوئے حجاز لاہور

(۶۸) پیغام **ڈاکٹر مجیب احمد**

مقبول ترین شخصیت

ناموس رسالت، اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے اور یہ مسلمانانِ عالم کے لیے ہمیشہ سے ایک حساس مسئلہ رہا ہے۔اسی لیے انہوں نے اس کے تحفظ کے لیے جہاں فکری اور علمی خدمات سرانجام دیں ہیں وہیں انہوں نے جانی و مالی قربانیوں سے بھی دریغ نہیں کیا۔

جنوبی ایشیا کی تاریخ تحریک تحفظ ناموس رسالت کے لیے دی جانے والی ہر طرح کی خدمات اور قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔اسی تحریک میں دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ جانی و مالی خدمات دینے میں عام مسلمان کا کردار زیادہ ہے۔جبکہ فکری اور علمی خدمات علماء ومشائخ اور اہل فکر و دانش نے سرانجام دی ہیں۔

مولانا خادم حسین رضوی (۱۹۶۶ء۔۲۰۲۰ء) کی شخصیت ان دونوں جہتوں کا ایک حسین پیکر یہ ہے کہ جنھوں نے تحفظ ناموس رسالت کے لیے عام مسلمانوں کو عوامی انداز میں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور ایسی تربیت کی کہ ان کی ایک آواز پر ملک بھر سے ہزاروں مسلمان تحفظ ناموس رسالت کے لیے اپنا تن، من،دھن قربان کرنے کے لیے پاکستان کی سڑکوں پر آجاتے تھے۔

مولانا خادم حسین رضوی اپنے مقصد حیات، اخلاص اور سچی لگن کی وجہ سے عوام الناس میں مقبول ہوئے، اور ۲۰۱۸ء کے عام انتخابات میں تقریباً ۲۵ لاکھ ووٹ تحریک لبیک پاکستان (تحریک لبیک یارسول اللہ) کو دلوا کر اپنے مقصد اور مشن کی پذیرائی کی سند عطا کروادی۔

ماہنامہ مجلہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل مبارکباد کا مستحق ہے کہ وہ امیر المجاھدین نمبر کی اشاعت کر رہا ہے جس کے لیے محترم سید

صابر حسین شاہ بخاری قادری اور دیگر احباب شکریہ کے مستحق ہیں۔اُمید ہے کہ اس اشاعت کے ذریعے مولانا خادم حسین رضوی کے مشن کو زندہ اور جاری وساری رکھنے میں مدد ملے گی۔

ڈاکٹر مجیب احمد

چیئرمین شعبہ تاریخ ومطالعہ پاکستان

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

(۶۹) پیغام محمد اشفاق حسین قادری

موت اُس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

یوں تو دنیا میں سبھی لوگ مرا کرتے ہیں

دنیائے سنیت کے لیے یہ خبر بے پناہ افسوس ناک ہے کہ جماعت اہل سنت کی ایک عظیم شخصیت مجاہد سنیت شیر پاکستان بانی تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ اب اس دنیا میں نہ رہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ سنیت کے ایک سچے خادم اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بےلوث مبلغ و داعی تھے۔برصغیر میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش بالخصوص ملک پاکستان میں آپ کے علمی کارنامے رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے۔اللہ رب کریم حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔سوشل میڈیا کے ذریعے جیسے ہی یہ اطلاع ملی فوراً تنظیم علمائے اسلام کے ہیڈ آفس واقع سلیم پور میں ایک تعزیتی نشست منعقد کی گئی،قرآن خوانی کی گئی اور آپ کے حق میں مغفرت اور بلندیِ درجات کی دعا کی گئی۔

تعزیتی نشست میں حضرت علامہ غلام محی الدین صاحب حشمتی ،رفیق احمد صاحب،حضرت مولانا غلام محمد صاحب دھلی ، حضرت مولانا عبدالواحد خان صاحب،حضرت قاری صغیر احمد صاحب،مولانا اسرار الحق صاحب،حضرت مولانا کامل رضا صاحب کرام پوری،حضرت حافظ محمد اسلام صاحب،حضرت قاری باصر علی صاحب،حضرت مولانا صادق صاحب،حضرت قاری فردوس صاحب،قاری سلیم صاحب،قاری فہیم صاحب،قاری شمشاد احمد،قاری جمشید عالم،قاری فرقان رضا وغیرھم موجود تھے۔

شریک غم

محمد اشفاق حسین قادری (چیئرمین آل انڈیا تنظیم علمائے اسلام دھلی)

(۷۰) پیغام

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

دنیا دارِفنا ہے، یہاں جو آیا جانے کے لیے ہی آیا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ٥---[الرحمٰن،۲۶-۲۷]

''جو کچھ زمین پر ہے، فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے''----

گزشتہ چند سالوں بلکہ مہینوں میں اربابِ فضل وکمال اس تیزی سے رخصت ہوئے ہیں کہ بزم علم وعمل اور محفلِ ادب ودانش سونی ہو کر رہ گئی ہے---کیسی کیسی شخصیات داغِ مفارقت دے گئیں اور عظمت و وقار کے کتنے ہی تابندہ نقوش دھرتی کے سینے میں روپوش ہو گئے:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

صرف رواں سال ۲۰۲۰ء میں کتنی ہی باغ و بہار شخصیات داغِ مفارقت دے گئیں کہ آج ان کی یادیں قلب وروح کو تڑپا جاتی ہیں:

بجھے کیا کیا چراغِ خاناں افروز کیا کہیے
کہ جن کی یاد سے دل میں اِک آتش خانہ روشن ہے

اہلِ دل، اہلِ درد اور پرانی وضع کے لوگ، جن کا خمیر سادگی، تواضع اور علم سے اٹھایا گیا، تیزی سے رخصت ہو رہے ہیں اور قحط الرجال کے اس دورِ پُرفتن کی تاریکی اور گھٹن بڑھتی جا رہی ہے---

یوں تو روزانہ کتنے ہی افراد عالم آخرت کی جانب روانہ ہوتے ہیں، مگر ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی رحلت صرف ایک گھر، خاندان یا شہر کے لیے ہی نہیں، پوری ملت کے لیے باعث رِنج والم ہوتی ہے، جن کا نعم البدل تو کیا، بدل بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتا---

ایسے ہی قابلِ رشک افراد میں استاذ العلماء، امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی بھی تھے، جنہوں نے تحفظِ ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے مقدس مشن کے لیے اپنی محنت، لگن اور جہدِ مسلسل سے تاریخ ساز کارنامے انجام دیے---ان کے خطابات سے ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا، جس سے پاکستان ہی نہیں، عالم اسلام ''لبیک یا رسول اللہ لبیک'' کے مقبول نعرہ سے گونج اٹھا---

علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سیلف میڈ انسان تھے، اٹک سے تعلق تھا، حفظ قرآنِ کریم کے بعد درسِ نظامی کی تکمیل کی،

پھر مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے تو "استاذ الصرف" اور "امام الصرف" کی حیثیت سے شہرت پائی---اسی اثنا میں محکمہ اوقاف، پنجاب کی ملازمت اختیار کی، جوان کی حق گوئی اور طبع غیور کو راس نہ آئی تو استعفیٰ دے کر تحریکی کاموں میں مشغول ہو گئے--- وہ قرآن و حدیث، اسلامی تاریخ اور کلام اقبال کے برمحل اقتباسات سے لوگوں کو گرماتے--- وہ اپنی طرزِ خطابت اور اندازِ سیاست کے موجد بھی تھے اور خاتم بھی---

انھیں منافقت و مداہنت سے شدید نفرت تھی، دینی غیرت و بسالت میں اپنا جواب آپ تھے، جہاں کہیں بھی کسی طرف سے حریم دین پر حملہ ہوتا تو آپ کا جوشِ ایمانی دیدنی ہوتا، اپنی غیرتِ ایمانی کی بدولت انھوں نے بڑے بڑے خطرات مول لیے، لیکن جس موقف کو درست سمجھا، اس سے پیچھے نہیں ہٹے اور کوئی لالچ یا خوف انھیں اپنے راستے سے ڈگمگا نہ سکا---

نواز شریف کے دورِ حکومت میں جب ختم نبوت کے قانون میں ترمیم کی ناپاک سعی کی گئی تو علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے نومبر ۲۰۱۷ء کو فیض آباد (راول پنڈی) میں تاریخی دھرنا دیا، جو بائیس دنوں کے بعد اس وقت کے وزیر قانون کی برطرفی اور ایک معاہدہ کی صورت میں ختم ہوا--- ان کی جماعت "تحریک لبیک پاکستان" نے ۲۰۱۸ء کے الیکشن میں مجموعی طور پر بائیس لاکھ سے زیادہ ووٹ لے کر حکومتی، سیاسی اور صحافتی حلقوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا---

فرانس میں وہاں کی حکومت کی سرپرستی میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے دینی حلقوں میں احتجاج کا سلسلہ جاری تھا کہ رضوی صاحب نے اس سلسلے میں بھرپور انداز میں احتجاج کرتے ہوئے فیض آباد میں ایک بار پھر دھرنا دیا--- حکومت کی طرف سے بے رحمانہ انداز میں آنسو گیس کے شیل پھینکے گئے، سخت سردی اور بارش کے باوجود وہ خود اور تحریک کے کارکن چٹان کی طرح ڈٹے رہے--- اسی دوران ان کی صحت ناساز ہو گئی اور بالآخر ۱۹/ نومبر ۲۰۲۰ء، جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب تقریباً پونے نو بجے ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی--- فَرَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً وَّاسِعَةً

مینارِ پاکستان کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں نماز جنازہ کا اعلان تھا، مگر نہ صرف یہ پارک بلکہ بادشاہی مسجد اور گرد و جوار کی تمام سڑکیں انسانوں سے پُر تھیں، ہر طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے اور یوں سرکار ابد قرار ﷺ کے در کی نوکری کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے عزت و عظمت سے سرفراز فرمایا---

ان کے جنازے کے عظیم اجتماع کو دیکھ کر سیکولر طبقے کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ حضرت کی مقبولیت پر حیرت زدہ رہ گئے--- یہ اجتماع رضوی صاحب کی مقبولیت و محبوبیت کے ساتھ ساتھ اہلِ سنت کے لیے عزت و عظمت اور فخر و مباہات کا باعث بنا---

بلاشبہ حضرت کا وصال مَوتُ العَالِمِ مَوتُ العَالَمِ کا آئینہ دار ہے--- قحط الرجال کے اس دور میں ایسی مغتنم ہستی کی جدائی عالم اسلام کے لیے بالعموم اور اہلِ سنت و جماعت کے لیے بالخصوص عظیم سانحہ ہے---

اللہ تعالیٰ حضرت کو مقعد ِصدق میں ترقیٔ درجات سے نوازے اور ان کے صاجزادے، تحریک لبیک کے نئے امیر صاجزادہ علامہ حافظ محمد سعد رضوی، تحریک لبیک کے کارکنوں، اہلِ خانہ اور وابستگان و معتقدین کو صبر جمیل ارزانی فرمائے اور انہیں ان کے عظیم مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے---

علامہ رضوی صاحب کی شخصیت ایسی دل نواز، ایسی دل افروز، ایسی پُر وقار اور ایسی ہمہ جہت تھی کہ کسی ایک مختصر مضمون میں سمانا مشکل ہے--- ان کی شخصیت دینی غیرت و حمیت، خلوص وللہیت، جرأت و استقامت، شہامت و بسالت، مطالعہ کی وسعت، محنت و لگن، الغرض فاضلانہ اور مومنانہ مکارم اخلاق کی مرقع تھی---ع:

دامانِ نگہ تنگ و گل ِحسن تو بسیار

ان کی کس کس خوبی اور کس کس ادا کو بیان کیا جائے:

زِ وصفِ ناتمام ما جمالِ یار مستغنی است
بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا

علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ ملت ِاسلامیہ کا عظیم سرمایہ، اقبال کے مردِ مومن، بلند پایہ عالم دین، نکتہ رس خطیب اور ملت ِاسلامیہ کا حقیقی درد رکھنے والے مفکر و مصلح تھے---

اہلِ سنت کی نہایت ہی موقر و معتبر شخصیت نامور مصنف، ادیب و صحافی محترم سید صابر حسین بخاری مدظلہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس نابغۂ عصر شخصیت پر ماہ نامہ ''ختم نبوت'' کے خصوصی نمبر کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے--- اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے اور صحت و عافیت کے ساتھ بیش از بیش دینی و ملی خدمات سرانجام دینے کی توفیق ِمزید سے نوازے اور ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے---

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس صلّی اللہ و بارك و سلم علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحٰبہٖ اجمعین

محبّ اللہ نوری
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''نور الحبیب'' بصیر پور شریف اوکاڑہ

(ن)

(۷۱) پیغام　　　　　　　　　　حاجی حنیف طیب

نڈر، بہادر، مجاھد عالم دین

''کروں تیرے نام پے جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فِدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں''

علامہ خادم حسین رضوی نے تحفظ ناموس رسالت، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی حفاظت کیلئے اپنی ساری زندگی وقف کی ہوئی تھی ہر وقت نبی کریم ﷺ کی ناموس اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے سینے میں گولی کھانے کیلئے تیار رہتے تھے۔ بڑے نڈر، بہادر مجاہد انسان تھے، حافظ قرآن، مدرس، شیخ الحدیث تھے۔ فن تقریر پر انہیں کمال اور مہارت حاصل تھا۔ کوئی بھی موضوع ہو قرآن وحدیث کے حوالوں سے انتہائی سادہ زبان میں بیان کرتے تھے وہ اپنی تقریروں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشعار کے استعمال سے سامعین کے ساتھ جذباتی تعلق بنا لیتے تھے۔ سحر انگیز تقریروں کی بدولت علامہ خادم حسین رضوی نے نوجوانوں میں عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے قابل تحسین جذبہ پیدا کیا۔ لاکھوں نوجوان کو تحفظ ناموس رسالت کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے پر ہمہ وقت آمادہ کر لینا علامہ خادم حسین رضوی کی انفرادی خوبی تھی ،جس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں کم ہی مل سکے۔

علامہ خادم حسین رضوی کے آئیڈیل غازی علم الدین شہید رہے، جن کی ناموس مصطفی ﷺ کے تحفظ کیلئے جرأت مندانہ جدوجہد کو سلام پیش کرنے والوں میں اعلیٰ حضرت کے خلیفہ علامہ سید دیدار علی شاہ، علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح جیسے عظیم مقتدر ہستیاں نمایاں رہی۔

اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنے کیلئے غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کا یہ غلام ریکارڈ پر یہ بات لانا چاہتا ہے کہ جب یہ فقیر وفاقی وزیر ہاؤسنگ و تعمیرات تھا تو اسلام آباد میں ''چالیس مرد افسران کے ٹھہرنے کا ایک سرکاری ہاسٹل تھا'' میں نے بطور وزیر اس کا دورہ کیا اور فائل پر سیکریٹری سے سوال تحریر کیا کہ اس ہاسٹل کا نام کیا ہے؟ سیکریٹری نے جواباً لکھا کہ اس کا کوئی نام نہیں رکھا ہے۔ ''چالیس افسران ٹھہر سکتے ہیں اس لیے اس کو یونہی پکارا جاتا ہے'' اگر آپ چاہیں تو کوئی نام تجویز کر دیں۔ میں اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کرم خاص سمجھتا ہوں کہ غازی علم الدین شہید کی تحفظ ناموس رسالت کیلئے عظیم قربانی کو سلام پیش کرنے کیلئے اس کا نام ''غازی علم الدین شہید'' ہاسٹل رکھا گیا۔ الحمدللہ! اس نام کی سنگ مرمر تختی آج بھی لگی ہوئی ہے کہ حاجی حنیف طیب نے اس ہاسٹیل کو غازی علم الدین شہید کی محبت رسول ﷺ کو سلام پیش کرنے کیلئے ان کے نام سے منسوب کیا۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ پاکستان بھر میں ختم نبوت کی تحریک کی کامیابی سے پہلے متعدد جگھوں پر جلسہ کرنے اور ختم نبوت کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کا موقع پر جب 7 ستمبر 1974ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اس وقت حضرت علامہ احمد سعید شاہ کاظمی صاحب کا یہ خادم پابند سلاسل تھا، پس دیوار زندہ ہوتے ہوئے جب یہ خبر ملی سارے قیدیوں نے نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری لگایا تھا۔

علامہ خادم حسین رضوی کے اچانک انتقال کی خبر سے انکے چاہنے والوں کو شدید صدمہ ہوا۔ لوگوں کی ان سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب یہ خبر ملی کہ مینار پاکستان میں ان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی تو پوری دنیا نے یہ منظر دیکھا کہ پورے پاکستان سے لوگ قافلوں کی صورت میں پہنچے اور لاکھوں افراد نے جنازے میں شرکت کی۔ ان کا جنازہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑے جنازوں میں شمار ہوتا ہے۔

میں ان کے جملہ احباب، معتقدین کیلئے صبر کی دعا کرتا ہوں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادے کو اپنے والد کے مشن اخلاص کے ساتھ کامیابی سے آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے علامہ خادم حسین رضوی کے صاحبزادے حافظ سعد حسین رضوی سے ٹیلی فون پر بات کی اور والد کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا اور کہا کہ یقیناً یہ آپ کے لیے بہت مشکل مرحلہ ہے، اگر آپ اپنے والد کے نقش قدم پر چلیں گے تو آپ کو آگے بڑھنے میں کامیابی ہوگی۔ پوری توجہ تنظیم کو منظم کرنے اور باہمی مشاورت سے فیصلے کرنے پر مرکوز رکھی جائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ڈاکٹر حاجی محمد حنیف طیب

(۷۲) پیغام — محمد صادق قصوری

نعرۂ حق وصداقت

یہ معلوم کر کے انتہائی مسرت ہوئی کہ آپ کا ماہنامہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل رئیس المجاھدین حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی نور اللہ مرقدہ کی گرانقدر مذہبی، ملی، علمی، ادبی اور خصوصاً تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے سلسلے میں گرانقدر خدمات پر ایک شاندار خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ یہ آپ لوگوں کا بہت مستحسن قدم ہے۔ زندہ قومیں اپنے مشاہیر کے کارناموں کو فراموش نہیں کرتیں بلکہ زندہ و تابندہ رکھتی ہیں۔ اسی میں ہی قوموں کی زندگی کی بقا اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اگر ہم اپنے محسنوں، بزرگوں اور اکابرین کی تعلیمات، کارناموں اور قربانیوں کو یاد نہیں رکھیں گے اور انھیں سرمۂ چشم نہیں بنائیں گے تو پھر ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی نعرۂ حق وصداقت بلند کیا، انھیں دنیا کی کوئی طاقت کلمۂ حق

کہنے سے باز نہ رکھ سکی۔ضیغم اسلام،بطل حریت،مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ لوگ عش عش کر اُٹھے اور تاریخ نے اس کا نام اپنے اندر سمو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاوداں کر دیا

روشنی بن کے اندھیروں میں اتر جاتے ہیں
ہم وہی لوگ ہیں جو جاں سے گزر جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے،اُن کی قبر پر نور کی بارش فرمائے اور بلند سے بلند مرتبے عطا فرمائے،آمین!

مجاہد ملت فاؤنڈیشن برج کلاں قصور

(۷۳) پیغام مولانا غلام رسول قاسمی

نہایت متقی اور دلیر عالم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے فقیر کا دیرینہ تعلق تھا۔لاہور میں آپ کی مسجد میں خطاب کا شرف بھی حاصل ہوا۔موضوع تھا ''ناموس رسالت'' آپ عرصہ دراز سے ختم نبوت کے موضوع پر کام کرتے آرہے تھے۔اس موضوع پر ماہنامہ ''العاقب'' بھی جاری کر رکھا تھا جس میں فقیر کا مضمون ''ہیرا پھیری نہیں چلے گی'' تقریباً آٹھ دس سال پہلے چھپا تھا۔

ختم نبوت پر عدیم المثال کام کرنا آپ کے ماتھے کا جھومر ہے۔ٹیلی فون پر متعدد بار ہم کلامی کا شرف ملا،ملاقات کے دوران اور فون پر بات چیت کے دوران جناب کو نہایت متقی،اور دلیر پایا۔آپ کو کسی مسئلہ پر ایک عالم دین سے اختلاف تھا،علامہ رضوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس عالم دین کے بارے میں کسی نے غلط رپورٹ دی تھی۔فقیر نے جب اصل صورت حال سے آگاہ کیا تو فوراً قرآن شریف کی آیت پڑھنے لگے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ ۔(المائدہ:۸)
یعنی تمھیں کسی قوم کی دشمنی ہرگز اس پر مجبور نہ کرے کہ تم عدل چھوڑ دو۔

فقیر کی کتاب ''ضرب حیدری'' پر آپ نے تقریظ لکھی ہے جو ہمارے لیے عظیم سرمایہ بھی ہے اور آپ کی یادگار بھی۔

رب کریم جل شانہ! آپ کے صاحبزادے کو آپ جیسا ہی تقویٰ اور عشق رسول ﷺ عطا فرمائے اور خصوصاً ختم نبوت کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

فقیر غلام رسول قاسمی (بشیر کالونی سرگودھا)

(و)

(۷۴) پیغام الشیخ محمد روحی القادری

ودعناک وداع المنصور (عربی)

ودّعناكَ وداعَ المَنصُورينَ بقَلَمِ السيّد الشيخ محمد روحی القادری الحُسينی/ اسطنبول عَرَفناكَ مؤمِناً صادِقاً غيوراً على الإسلامِ ونَبيِّهِ ﷺ، رَفعَتَ رايَةَ الحَقِّ، ولَم تَخشَى فی الحَقِّ لومَةَ لائِم. لَم يَستَطِع أعداءُ اللهِ أن يَمسّوكَ ويُؤثِّروا على مبادِؤكَ ومَواقِفِكِ. لكّن أمرَ اللهِ حَقٌّ، فَحانَت ساعَةُ الرَحيلِ، تنتَظِرُ اليَومَ الحَقّ، سَتَقِفُ فيهِ مَزهُوّاً إن شاءَ الله، بِعَمَلِكَ الى الله، وبِدِفاعِكَ عن جَدّیَ إمامُ المُتَّقينَ رسولُ اللهِ ﷺ. لا أقولُ لَكَ وداعاً، فَأنتَ بينَنا، لَكِنّی أقولُ لَكَ إفتَقدناكَ يا أخی وحَبيبی ياحضرَة (الشَيخ الحافظ المتصوف "خادمُ الحُسين رُضوی البريلوی")، كُنتَ حاضِراً فی القَلبِ ولاتَزال، لَكِنّ غيابكَ عَنّا أوّلاً، وعن جُمهورِكَ الوَفیِّ الكَبيرِ ثانياً، له أثرُهُ الكبير فی الفراغ الذی تركته فی باكستان التی كانت فيها انظارُ المُجتَمع تَنتَظِرُ خُطَبَكَ وتوجيهاتَكَ فی كُلِّ يَومٍ... رَحِمَكَ الله وأحسَنَ مَقامَكَ وجَمَعَكَ مَع نبیّ الرَحمةِ، سيِّدِنَا المُصطفی ﷺ فی الجَنّةِ بِإذنِهِ إن شاءَ الله.

الشیخ محمد روحی القادری

شیخ الطریقہ القادریہ والرفاعیہ فی مدینہ استنبول۔ترکی

(۷۵) پیغام سید نجم مصطفیٰ بخاری

وہ کچھ بھی نہ تھے پھر بھی بہت کچھ تھے

کون تولے گا محبت میں تمہارے آنسو

وہ جو اک درد کا تاجر تھا شہر چھوڑ گیا

لوگ جنازے کے مناظر دیکھ چکے، لاکھ نہیں لاکھوں افراد شریک تھے۔ نہ وہ کبھی حکمران رہے، نہ اُس کے پاس دولت کے ڈھیر تھے، پندرہ ہزار روپے ماہوار تنخواہ کے روادار، محض ڈیڑھ مرلے کے مکان میں رہنے والے، نہ سیاست دان تھے، نہ دولت کے پجاری مختصر یہ کہ کچھ بھی نہ تھے مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غلام تھے۔ اِسی غلامی نے اس فقیر کی شان بڑھائی۔ بابا جی علیہ الرحمہ مَنْ قَامَ بِحَقِّنَا قُمْنَا بِحَقِّهِ (جو میرے حق کیلیے کھڑا ہوا میں محمد ﷺ اس کے حق کا دفع کروں گا۔) کنز العمال کی اس حدیث کے مصداق تھے۔ کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے

ہیں حضور ختمی مرتبت ﷺ کی غلامی سے بڑھ کر کوئی غلامی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ یہی غلامی روشنی کا سفر ہے۔عاشق صادق شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِسی غلامی کا درس دیا، اِسی غلامی میں وہ رخصت ہوئے۔عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے، یہ آپ ہی کی شخصیت پر صادق آتا ہے۔پاکستان کی تاریخ میں سب سے بڑے جنازے کے مناظر دیکھنے والوں کے لئے ایک سوال بڑا اہم ہے کہ اِس جنازے میں شرکت کرنے والوں کے لئے نہ کسی نے ٹرانسپورٹ کا بندوبست کیا، نہ قیمے والے نان آئے اور نہ ہی بریانی کی دیگیں اُتاری گئیں مگر غلامئ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کیا مناظر دکھادیے کہ گریٹر اقبال پارک بھر گیا۔شاہی مسجد کھولنا پڑی، شاہی قلعے پر بھی لوگ تھے، پل بھر چکے تھے، سڑکوں پر جمِ غفیر تھا، میت کو جنازے کی جگہ تک پہنچانے میں چار گھنٹے لگ گئے، راستے میں طلبہ، وکلاء اور مختلف طبقات کے افراد نے گل پاشی کی۔

ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب کے رہنے والے خادم حسین رضوی کسی بڑے عالم دین کے فرزند نہیں تھے، نہ ہی کسی درگاہ کے گدی نشین، بس حافظِ قرآن تھے، شیخ الحدیث تھے، عشقِ نبی میں مبتلا تھے۔خطابت کے جوہر سے خوب واقف تھے، تقریروں میں پنجابی اور فارسی کا تڑکہ لگاتے تھے، عشقِ نبی کی لہروں پر لہو گرماتے تھے، اقبالؒ اُسے ازبر تھے، اُنہوں نے نوجوان نسل تک قلندرِ لاہوری علامہ اقبالؒ کے کلام کو پہنچانے کی بھرپور کوشش کی، وہ کلامِ اقبالؒ کے ذریعے عشقِ نبیؐ کی وسعتیں بیان کرتے۔یہی اُن کا خاصہ تھا، وہ تو محکمہ مسجد میں اوقاف کی ملازمت کرتے تھے پھر ملکی پارلیمنٹ میں اک ایسی ترمیم آئی کہ وہ چپ نہ رہ سکے۔نوکری چلی گئی مگر غلامی نہیں گئی پھر وہ اِسی غلامی میں مست رہنے لگے، اُنہوں نے سرکاری نوکری کے بعد غلامئ رسول میں چار برس ایسے لگائے کہ لبیک یارسول للہ صلی اللہ علیک والک وسلم کا نعرہ اُن سے منسوب ہوگیا، وہ گفتگو میں کڑوی باتیں کرجاتے تھے، جذبات میں کڑواہٹ تھی مگر قرآن پڑھتے تو حلاوت گھول کے رکھ دیتے، حدیث بیان کرتے تو کئی پہلو اُجاگر کردیتے۔خطاب کرتے تو دِلوں کو تسخیر کرتے چلے جاتے۔جذبے اور تاثیر کے سنگم پر سحر طاری کردیتے، کلامِ اقبالؒ پڑھتے تو کھول کھول کے وضاحتیں کردیتے، مغرب سے متعلق اُن کے خیالات وہی تھے جو علامہ اقبالؒ کے تھے، جیسے اقبالؒ نے کہا کہ

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

کیا کہوں صاحب، وہ کچھ نہیں تھے لیکن پھر بھی بہت کچھ تھے۔۔محض ۵۴ سال کی عمر میں وفات پانے والے خادم حسین رضوی حرمتِ رسولؐ پر خاموش رہنے والوں کو کوستے رہے، خاص طور پر مسلمان حکمرانوں کو ہدفِ تنقید بناتے رہے، اُن کا ایک ہی اصرار تھا کہ غلامئ رسول میں آجاؤ شاید وہ اِسی لئے اکثر کہا کرتا تھا کہ

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر درو دیوار کے ساتھ

علامہ خادم حسین رضوی کا ایک ہی مشن تھا، اُنہوں نے لوگوں سے بار ہا کہا کہ "غلامیٔ رسول ﷺ میں آجاؤ، بہانے بازیاں چھوڑ دو، جب حرمتِ رسول ﷺ پر حرف آئے تو کھڑے ہو جاؤ، ہم مذہب کے ٹھیکیدار تو نہیں مگر چوکیدار تو ہیں، ایک جلسے میں دورانِ خطابت علامہ خادم حسین رضوی کہنے لگے کہ "اگر رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا، او چودھری، او کونسلر، او ایم پی اے، او ایم این اے! اِس دین کیلئے میں نے پتھر کھائے، مٹی اُٹھائی، تلوار اُٹھا کر میدانوں میں گیا، اِس دین کی خاطر میرے نواسے نے گردن کٹوائی، اِس دین کے لئے میرے چچا نے جگر کلیجے نکلوائے مگر چودھری تیرے ہوتے ہوئے مساجد سے اسپیکر اُتارے گئے۔ اُس وقت تیری پاور کدھر تھی؟ اُس دن اگر رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا کہ بتاؤ مالدارہ، صدیق اکبرؓ نے تو سارا مال دین کو دے دیا تو نے کبھی زکوۃ بھی نہ دی، دین سے غداریاں کیوں کرتے ہو؟ دین کو آپ لوگوں نے دیا کیا ہے؟ یہ بوڑھے فلمیں دیکھتے ہیں، حقے پیتے ہیں سارا سارا دن۔ اگر حضور ﷺ نے قیامت کے روز حضرت عمر بن معدی کرب کو بلا لیا کہ یہ میرا بوڑھا صحابیؓ مدینے سے چل کر یرموک گیا، تو زیادہ بوڑھا تھا کہ میری عزت کی خاطر مال روڈ تک نہ گیا؟ اگر کسی نے کہا کہ میرے بچے چھوٹے تھے تو رسولؐ نے امام حسینؓ کے بیٹوں کو پیش کر دیا کہ اِن سے بھی چھوٹے تھے؟ تم اپنے بچوں کی جوانیاں بچاتے ہو، تیرے پتر علی اکبرؓ سے زیادہ خوبصورت تھے؟ آج حالت یہ ہے کہ چھوٹے بڑے پتر بھی بچاؤ، مال بھی بچاؤ تو دین کدھر گیا، اگر کسی نے کہا کہ میں چاچے کی خاطر نہیں گیا تو رسولؐ پاک نے اپنے چچا کو سامنے لے آنا ہے، اپنے بوڑھے صحابہؓ کو لے آنا ہے"۔ خادم رضوی ایسے حوالے دے کر ہی لوگوں کو غلامیٔ رسولؐ کی دعوت دیتے رہے، اُنہوں نے نوجوان نسل کو جو پیغام دیا ہے اُن کا مشن جاری رہے گا۔ شعیب بن عزیز یاد آ گئے کہ

دوستی کا دعویٰ کیا، عاشقی سے کیا مطلب
میں ترے فقیروں میں، میں ترے غلاموں میں

المختصر باباجی کچھ نہیں تھے لیکن پھر بھی بہت کچھ تھے۔ ناموس رسالت ﷺ کے پہریدار ہم سے رخصت ضرور ہوئے لیکن ہمیں چوکیداری کا طریقہ اور حوصلہ کیا ہے سمجھا گئے۔ اللہ باباجی کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین

از قلم

سید نجم مصطفےٰ بخاری نقشبندی (خادم رواتڑہ شریف تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم)

دوسراباب

حیات و خدمات

"آئینہ حیات" امیر المجاھدین ماہ وسال کے آئینے میں

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

(سرپرست اعلیٰ "الخاتم" انٹرنیشنل)

(۱) ولادت باسعادت۔۔۔۔۔۔۔۔نکہ کلاں، پنڈی گھیپ ضلع اٹک پنجاب پاکستان، ۳ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ/ ۲۲ جون ۱۹۶۶ء بدھ۔

(۲) حفظ قرآن کریم۔۔۔۔۔۔۔۔۔جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم عیدگاہ جہلم میں قاری غلام یاسین اور قاضی امانت علی سے بارہ پارے، دارالعلوم مشین محلہ نمبر ا جہلم میں دیگر اساتذہ کرام سے اٹھارہ پارے حفظ کیے۔ جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ/ جون ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۸ء

(۳) نماز تراویح میں قرآن سنانے کا آغاز۔۔۔۔۔۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء

(۴) درس نظامی اور دورہ حدیث۔۔۔۔۔۔۔۔اہل سنت کی مرکزی درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء)، شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، (م ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء)، علامہ مفتی محمد عبد اللطیف نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء) علامہ محمد رشید نقشبندی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء)، علامہ مفتی محمد گل احمد خان عتیقی مدظلہ العالی، استاذ العلماء علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ العالی، علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی، اور علامہ غلام مصطفیٰ بخاری عقیل مدظلہ العالی سے درس نظامی اور دورہ حدیث شریف کی سعادت حاصل کی۔ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ تا شعبان ۱۴۰۸ھ/ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۱ء تا مارچ ۱۹۸۸ء

نوٹ: آپ نے استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء)، علامہ قاری محمد عبد اللہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء) اور استاذ القراء امام المجودین قاری محمد یوسف سیالوی مدظلہ العالی سے بھی اکتساب فیضان کیا ہے۔ (صابر)

(۵) "فقیہ اسلام امام احمد رضا خان بریلوی بحیثیت مرجع العلماء" مقالہ برائے امتحان دورہ درجہ حدیث (۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء)

(۶) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں فرید العصر خواجہ محمد عبد الواحد معروف بہ حاجی پیر رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ سلطانیہ، جہلم) کے دست حق پرست پر بیعت۔۔۔۔۔۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

(۷) "مسجد رحمۃ اللعالمین" لاہور میں امامت وخطابت۔۔۔۔۔۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

(۸) پہلا سفر حرمین شریفین، حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ پر حاضری ۔۔۔۔۔ ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

(۹) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس وتدریس سے وابستگی ۔۔۔ ۱۴ شوال ۱۴۱۰ھ/ ۹ مئی ۱۹۹۰ء

(۱۰) ازدواجی زندگی کی ابتداء ۔۔۔۔۔۔ ۲۵ ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ/ ۸ جولائی ۱۹۹۱ء

اولاد امجاد: دو صاجزادگان اور چار دختران

علامہ حافظ محمد سعد حسین رضوی، عالم فاضل، جانشین اور امیر تحریک لبیک پاکستان

حافظ محمد انس حسین رضوی، عالم، متحرک اور فعال کارکن تحریک لبیک پاکستان

(۱۱) مقدمہ ''تعلیم الصرف'' مولفہ استاذ العلماء علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ العالی ۔۔۔ ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء

(۱۲) حضرت سائیں کانواں والے دربار گجرات کی مسجد میں محکمہ اوقاف کی جانب سے ذمہ داری تفویض ۔۔۔ ۷ اربیع الثانی ۱۴۱۴ھ/ ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء

(۱۳) لاہور حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے درباری مسجد میں تبادلہ ۔۔۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ/ ۷ نومبر ۱۹۹۳ء

(۱۴) لاہور دربار حضرت پیر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں تبادلہ

(۱۵) دوسرا سفر حرمین شریفین، عمرہ وزیارت کی سعادت ۔۔۔۔ ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء

(۱۶) مفتی اعظم علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے مسجد رحمۃ اللعالمین سے ملحق مدرسہ حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ للبنات کا افتتاح ۔۔۔ ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء

(۱۷) ''فدایان ختم نبوت'' کا قیام ۔۔۔۔۔۔ ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء

(۱۸) تیسرا سفر حرمین شریفین عمرہ وزیارت کی سعادت ۔۔۔۔ ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء

(۱۹) مقدمہ ''ایمان اور حیاء'' مولفہ مولانا حافظ انجینئر محمد آصف قادری ۔۔۔۔ ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

(۲۰) چھوٹے صاجزادے حافظ محمد انس رضوی کی ولادت ۔۔۔۔ ۴ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ/ ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۲ء

(۲۱) مقدمہ ''افکار نورانی'' مرتبہ صاجزادہ فیض الرسول رضا نورانی ۔۔۔ ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء

(۲۲) ''تعلیلا ت خادمیہ'' کی پہلی اشاعت ۔۔۔۔ ۸ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۸ جنوری ۲۰۰۶ء

(۲۳) ''تیسیر ابواب الصرف'' کی پہلی اشاعت ۔۔۔۔۔ ۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ/ مارچ ۲۰۰۶ء

(۲۴) دار العلوم نعمانیہ لاہور میں بحیثیت ناظم تعلیمات ۔۔۔۔ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ/ جون ۲۰۰۶ء

(۲۵) پہلی گرفتاری ۔۔۔۔۔۔ ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء

(۲۶) مجلس علمائے نظامیہ پاکستان کی صدارت ۔۔۔۔۔ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء

(۲۷) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شیخ الحدیث ۔۔۔۔ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء

(۲۸) دورہ ملک شام اور اکابر صلحائے اُمت کے مزارات پر حاضری بالخصوص سیف اللہ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری ۔۔۔۔ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء

(۲۹) مقدمہ ''فتاویٰ دیداریہ'' شیخ المحدثین علامہ سید دیدار علی شاہ محدث الوری علیہ الرحمہ ۔۔۔۔ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء

(۳۰) تقریظ ''ضرب حیدری'' مولفہ علامہ پیر سائیں غلام رسول قاسمی ۔۔۔۔ ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء

(۳۱) آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں ''فدایان ختم نبوت'' کے ترجمان سہ ماہی ''العاقب'' لاہور کے پہلے شمارے کی اشاعت (بعدازاں یہ ماہنامہ کے طور پر شائع ہوتا رہا) ربیع الثانی تا جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ/ اپریل تا جون ۲۰۰۸ء

(۳۲) فلسطین اسپیشل، ماہنامہ ''العاقب'' لاہور ۔۔۔۔ ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

(۳۳) حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی و جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر، ماہنامہ ''العاقب'' لاہور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

(۳۴) والد گرامی محترم حاجی لعل خان ولد مصری خان رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پر ملال ۔۔۔۔ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/ ۳۰ اپریل ۲۰۰۹ء، جمعرات

(۳۵) حادثہ جاں کاہ جس میں آپ معذور ہو گئے ۔۔۔۔ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ/ ۸ جولائی ۲۰۰۹ء

(۳۶) علامہ فضل حق خیر آبادی و جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر ماہنامہ العاقب لاہور ۔۔۔۔ ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

(۳۷) والدہ ماجدہ محترمہ حاجن رانی بانو رحمۃ اللہ علیہا کا سانحہ ارتحال ۔۔۔۔ ۱۷ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ/ ۲۴ نومبر ۲۰۱۰ء، بدھ

(۳۸) ''میلاد النبی اسپیشل'' ماہنامہ العاقب لاہور ۔۔۔۔ ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء

(۳۹) ''قانون تحفظ ناموس رسالت'' ماہنامہ العاقب لاہور ۔۔۔۔ ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۰ء

(۴۰) تقریظ ''نعرہ تحقیق حق چار یار'' مولفہ مولانا حافظ فدا حسین رضوی ۔۔۔۔ ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء

(۴۱) علامہ فضل حق پبلی کیشنز کا نام اور افتتاح ۔۔۔۔ ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء

(۴۲) تقریظ ''گستاخ رسول کی سزا اور فقہاء احناف'' مولفہ علامہ مفتی محمد تصدق حسین ۔۔۔۔ ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء

(۴۳) تاجدار ختم نبوت کانفرنس ایوان اقبال لاہور ۔۔۔۔ ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء

(۴۴) تاجدار ختم نبوت کانفرنس ایوان اقبال لاہور ۔۔۔۔ ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء

(۴۵) مرشد گرامی فرید العصر خواجہ مولانا محمد عبد الواحد معروف بہ حاجی پیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات ۔۔۔۔ ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ/ ۲۲ اپریل ۲۰۱۳ء، بدھ

(۴۶) لبیک یارسول اللہ کانفرنس، مسلم مسجد لاہور ۔۔۔۔ یکم ربیع الاول ۱۴۳۵ھ/ ۴ جنوری ۲۰۱۴ء

(۴۷) تحریک رہائی غازی ممتاز حسین قادری ۔۔۔۱۰جمادی الاول ۱۴۳۵ھ/ ۱۴مارچ ۲۰۱۴ء

(۴۸) تاجدارِختم نبوت کانفرنس ۔ایوان اقبال لاہور۔۔۔۱۱ذی القعدہ ۱۴۳۵ھ/ ۶ستمبر ۲۰۱۴ء

(۴۹) تحفظ ختم نبوت"اشاعت خاص" ماہنامہ العاقب لاہور۔۔۔۔ ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء

(۵۰) تحفظ ناموس رسالت اور علماء و مشائخ اہل سنت،خصوصی اشاعت،ماہنامہ العاقب لاہور۔۔۔محرم الحرام تا رجب المرجب ۱۴۳۶ھ/نومبر تا اپریل ۲۰۱۴ء

(۵۱) تقریظ"قرآن و حدیث کی روشنی میں فکر آخرت"مولفہ،مولانا حافظ انجینئر محمد آصف قادری ۔۔۔۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ/ ۲۳فروری ۲۰۱۴ء

(۵۲) تحفظ ناموس رسالت وختم نبوت کانفرنس،مدرسہ غوثیہ رضویہ برہان شریف ضلع اٹک۔۔۔۲۱ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ/ ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۴ء

(۵۳) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں آخری سبق۔۔۔۹ربیع الاول ۱۴۳۶ھ/ یکم جنوری ۲۰۱۵ء،جمعرات

(۵۴) دوسری گرفتاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۲ربیع الاول ۱۴۳۶ھ/ ۴جنوری ۲۰۱۵ء

(۵۵) تاجدارِختم نبوت کانفرنس،ایوان اقبال لاہور۔۔۔۲۱ذی القعدہ ۱۴۳۶ھ/ ۵ستمبر ۲۰۱۵ء

(۵۶) یادگار مکتوب گرامی شہید ناموس رسالت،ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ بنام امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی۔۔۔۱۷ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ/ ۲۸جنوری ۲۰۱۶ء

(۵۷) دھرنا،احتجاج،تحریک لبیک یا رسول اللہ کا قیام برموقع چہلم شہید ناموس رسالت غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔۔۔۱۷ربیع الثانی تا ۲۰جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ/ ۲۷مارچ تا ۳۰مارچ ۲۰۱۶ء

(۵۸) اعلامیہ انتخاب وتقریر تحریک لبیک پاکستان جس میں آپ کو مرکزی امیر تسلیم کیا گیا۔۔۔۔۲۳ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ/ ۲۲مارچ ۲۰۱۷ء

(۵۹) قانون ختم نبوت میں ترمیم کے خلاف فیض آباد دھرنا۔۔۔۱۵صفر المظفر ۱۴۳۹ھ تا ۲ربیع الاول ۱۴۳۹ھ/ ۵ نومبر تا ۲۷نومبر ۲۰۱۷ء

(۶۰) تحریری معاہدہ مابین تحریک لبیک یارسول اللہ اور حکومت پاکستان۔۔۔۷ربیع الاول ۱۴۳۹ھ/ ۲۷نومبر ۲۰۱۷ء

(۶۱) "محافظ ناموس رسالت شہید اسلام ملک غازی ممتاز حسین قادری شہید نور اللہ مرقدہ"خصوصی اشاعت ماہنامہ العاقب لاہور۔۔۔۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء

(۶۲) الیکشن کمیشن آف پاکستان نے"تحریک لبیک پاکستان"کو رجسٹرڈ کیااور ووٹنگ کے لیے"کرین"کا نشان الاٹ

کیا۔۔۔ ۲ذی القعدہ ۱۴۳۸ھ/ ۲۶جولائی ۲۰۱۷ء

(۶۳) ہالینڈ کی طرف سے گستاخانہ خاکوں کے مقابلے کے اعلان پر لاہور تا اسلام آباد فقید المثال احتجاج۔۔۔ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ/ اگست ۲۰۱۸ء

(۶۴) آسیہ ملعونہ کی رہائی کے خلاف دھرنا اور احتجاج۔۔۔ ۲۲صفر المظفر ۱۴۴۰ھ/ ۲نومبر ۲۰۱۸ء

(۶۵) تحریری معاہدہ مابین وفاقی حکومت وصوبائی حکومت پنجاب۔۔۔ ۲۲صفر المظفر ۱۴۴۰ھ/ نومبر ۲۰۱۸ء

(۶۶) تیسری بار گرفتاری۔۔۔۔صفر المظفر تا رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ/ نومبر ۲۰۱۸ء تا مئی ۲۰۱۹ء

(۶۷) انتخابات میں تحریک لبیک نے قومی اسمبلی کی ۱۷۵، پنجاب اسمبلی کی ۳۶۴ اور سندھ میں ۶۸امیدوار کھڑے کیے۔ تحریک لبیک نے ان انتخابات میں بائیس لاکھ ووٹ حاصل کیے، سندھ اسمبلی میں دو صوبائی اور ایک اضافی خواتین کی سیٹ پر کامیابی حاصل کر کے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔۔۔ ۱۱ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۵جولائی ۲۰۱۸ء

(۶۸) انٹرویو "روز نامہ اُمت" راولپنڈی۔۔۔۔ ۴جمادی الاول تا ۶جمادی الاول ۱۴۳۹ھ/ ۲۲جنوری ۲۰۱۸ء تا ۲۴جنوری ۲۰۱۸ء

(۶۹) لبیک یارسول اللہ کانفرنس، مینار پاکستان لاہور۔۔۔۔ ۴ربیع الاول ۱۴۴۱ھ/ ۲نومبر ۲۰۱۹ء

(۷۰) "خطبات امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی"، جلد اول، مرتبہ، مولانا شیر جہان چشتی۔۔۔ ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۰ء

(۷۱) "خطبات امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی"، جلد دوم، مرتبہ، مولانا شیر جہان چشتی۔۔۔ ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۰ء

(۷۲) فرانسیسی سفیر کی ملک بدری اور فرانس سے بائیکاٹ کے لیے بے مثال دھرنا، احتجاج۔۔۔ ۲۹ربیع الاول ۱۴۴۱ھ/ ۱۵نومبر ۲۰۲۰ء

(۷۳) تحریری معاہدہ مابین تحریک لبیک پاکستان مابین حکومت پاکستان۔۔۔۔ ۳۰ربیع الاول ۱۴۴۲ھ/ ۱۶نومبر ۲۰۲۰ء

(۷۴) وفات حسرت آیات۔۔۔۔چوتھی شب ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ/ ۱۹نومبر ۲۰۲۰ء شب جمعہ

(۷۵) فقید المثال نماز جنازہ وتدفین۔۔۔ ۵ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ/ ۲۱نومبر ۲۰۲۰ء، ہفتہ

(۷۶) "افادات خادمیہ" کی پہلی اشاعت۔۔۔۔ ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۰ء

(۷۷) "واقعات سیرت النبی ﷺ"، امیر المجاھدین کے مختلف خطبات سے کشید کیے گئے سیرت النبی ﷺ کے واقعات کا ایک حسین گلدستہ جسے ڈاکٹر عثمان چوہان اور انزل بٹ نے مرتب کر کے شائع کیا۔۔۔۔ ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء

فخر کرتی رہیں گی تم پر بستیاں در بستیاں
روز قدرت کہاں پیدا کرتی ہے ایسی ہستیاں



آہ! تحریک لبیک کے امیر المجاھدین ہمیں روتا ہوا چھوڑ گئے

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری
سرپرست اعلیٰ ''ماہنامہ الخاتم انٹرنیشنل''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ابھی جمیل العلماء علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی ضیائی رحمتہ اللہ علیہ کی جدائی کا زخم تازہ ہی تھا کہ تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے امیر المجاھدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اچانک خبر نے عالم اسلام کو تڑپا کر رکھ دیا ہے۔ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ طویل عرصے سے علیل تھے انہیں تیز بخار اور سانس کی تکلیف تھی لیکن ناموس رسالت وختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ نے اپنی بیماری اور معذوری کو کبھی آڑے نہ آنے دیا چنانچہ ایک صبح ان کی طبیعت جب بہت ہی زیادہ خراب ہوئی اور انہیں جناح اسپتال لاہور میں پہنچایا گیا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور یوں 3 / ربیع لآخر 1442ھ/ 19 / نومبر 2020ء بروز جمعرات عین نماز مغرب کے وقت ہمارے امیر المجاھدین ہمیں داغ مفارقت دے گئے اور ہمیں روتا ہوا چھوڑ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ عالم اسلام کی جانی پہچانی شخصیت تھی۔ آپ کی ولادت مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب کے ایک گاؤں نکہ کلاں میں 22 / جون 1966ء کو ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حاجی لعل خان مرحوم ایک زمیندار گھرانے کے ایک فرد فرید تھے جو اپنی شرافت کے وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے گاؤں کے سکول میں چار جماعتیں پڑھیں اور پانچویں جماعت کے لئے کتابیں ابھی خریدی ہی تھیں کہ قدرت کو کچھ اور منظور ہوا۔ والدین کی خواہش تھی کہ آپ دینی تعلیم حاصل کریں چنانچہ آپ نے آٹھ برس کی عمر میں جون 1974ء میں دینی تعلیم کے حصول کے لیے اٹک سے جہلم کے کے لئے رخت سفر باندھا اس وقت 1974ء کی تحریک ختم نبوت عروج پر تھی۔ جہلم میں آپ کے گاؤں کے استاد حافظ غلام محمد نے آپ کو مدرسہ غوثیہ اشاعت العلوم میں داخل فرمالیا جہاں آپ نے قاری غلام یاسین سے قرآن کریم کے بارہ پارے حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ باقی اٹھارہ پارے جہلم میں مشین محلہ نمبر 1 کے دارالعلوم میں قاضی امانت علی سے حفظ کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ یوں آپ نے بارہ برس کی عمر میں صرف چار سال کی عمر میں قرآن کریم مکمل حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ دینہ گئے اور وہاں دو برس تک تجوید وقرأت پڑھی۔

1980ء میں آپ جامع مسجد وزیر خان لاہور میں قاری منظور حسین کے پاس انہوں نے آپ کو درس نظامی کی تکمیل کے لئے اہل سنت کی مشہور درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں داخل کرادیا وہاں آپ نے مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی شریف، مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف، ابوداوٗد شریف، علامہ محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے کنزالدقائق، قصیدہ بردہ شریف، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف اور علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے اکتساب فیض حاصل کیا۔

1988ء میں دورہ حدیث مکمل کیا اور سند فراغت حاصل کی اور دستار فضیلت سے ہمکنار ہوئے حسنِ اتفاق کہ اسی سال حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا اور حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور مدینہ منورہ میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ اسی طرح 2001ء میں بھی آپ کو حرمین شریفین میں دوبارہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اس بار آپ نے عمرہ مبارک کی سعادت حاصل کی اور مدینۃ الرسول ﷺ میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری سے مشرف ہوئے الحمدللہ۔ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں کوٹلی آزاد کشمیر کے معروف شیخ طریقت حضرت حاجی پیر عبدالواحد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ آپ کو تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان بریلوی الازہری رحمۃ اللہ علیہ اور نباض قوم علامہ مفتی ابوداوٗد محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بھی آپ کو خلافت و اجازت حاصل تھی۔

ہمارے دینی مدارس میں اگرچہ ہر سال ہی بے شمار حفاظ اور علماء سند فراغت لے کر نکلتے ہیں لیکن 1988ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی صورت میں ایک ایسا طالب علم سند فراغت لے کر نکلا جس نے نہ صرف حافظ قرآن، عالم باعمل، شیخ طریقت، خطیب، مصنف بلکہ ناموسِ رسالت وختم نبوت کا محافظ بن کر لاکھوں لوگوں کے دلوں پر حکمرانی فرمائی ہے اور ساری دنیا میں ناموس رسالت وختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے شہرت عام پائی ہے۔

1990ء میں آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ہی میں "علم صرف" کا درس دینا شروع کیا اور جلد ہی "امام نحو و صرف" کے نام سے شہرت حاصل کرلی۔ بعد میں شیخ الحدیث کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ 1993ء میں محکمۂ اوقاف لاہور کی طرف سے دربار حضرت سائیں کانواں رحمۃ اللہ علیہ والے گجرات میں امامت وخطابت کے لئے آپ کا تقرر ہوا۔ پھر حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں آپ کا تبادلہ ہوا وہاں حکومتی پالیسیوں پر تنقید کی وجہ سے چار ماہ کے لیے آپ کو معطل کردیا گیا۔ بحال ہوئے تو حضرت پیر مکی رحمۃ اللہ علیہ لاہور کی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض آپ کو سونپے گئے لیکن حکومتی پالیسیاں حسب معمول یہاں بھی ان کا ہدف تھیں بالخصوص ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کا مؤقف حکومت کے

برعکس تھا: ''وہ زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکے قند'' اوقاف کی ملازمت کا یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا اور آپ مستعفی ہو گئے۔ کچھ عرصہ تک دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ بعد ازاں جامع مسجد رحمت العالمین لاہور میں آخری دم تک امامت وخطابت اور درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور پھر یہی مسجد تحریک لبیک یارسول اللہ کی سرگرمیوں کا مرکز ثابت ہوئی اور اسی حوالے سے اس مسجد کو شہرت عام حاصل ہوئی۔ آپ سے اکتساب فیض حاصل کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد ہے آپ نے اپنے تلامذہ میں عشقِ رسالت مآب ﷺ کی ایسی روح پھونک دی ہے کہ جب بھی کہیں ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے کوئی فتنہ اٹھا تو آپ کے تلامذہ اس کے آگے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔

2009ء میں تلہ گنگ کے قریب ایک خوفناک حادثے میں آپ شدید زخمی ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کا زیادہ وقت وہیل چیئر پر گزرا لیکن ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ صحت مندوں اور طاقت وروں سے زیادہ متحرک نظر آئے اور آپ کے سعادت مند تلامذہ نے آپ کو وہیل چیئر ہی پر جہاں آپ نے چاہا وہاں پہنچایا آپ نے اپنے خطبات کے ذریعے نہ صرف مملکت خداداد پاکستان کے بلکہ دنیا بھر کے عشاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلوں کو گرمایا یہی وجہ ہے آپ کا بلند کیا ہوا نعرہ'' لبیک یارسول اللہ'' دنیا کے ہر کونے میں سننے میں آیا۔ مبداء فیاض نے آپ کو عربی، فارسی، پنجابی اور اردو میں کمال کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ آپ کا حافظہ بھی بلا کا تھا۔ میدان خطابت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی ہر تقریر ہی قرآنی آیات، احادیث نبویہ، عربی، فارسی، پنجابی اور اردو اشعار سے مزین ہوتی تھی۔ فکر رضا کے امین اور اقبال کے خوشہ چین تھے۔ اسی لئے کلام رضا اور کلام اقبال کے حافظ نظر آتے تھے۔ اگرچہ آپ تمام اکابرین سے حسنِ عقیدت و محبت رکھتے تھے لیکن اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ عبدالمصطفیٰ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی محبت وعقیدت دیدنی تھی جب بھی آپ کے سامنے اعلیٰ حضرت کا نام لیا جاتا تو فرط جذبات سے آپ جھوم اٹھتے تھے۔ اسی حسنِ عقیدت ومحبت ہی کی وجہ سے آپ اپنے نام کے ساتھ'' رضوی'' لکھنے اور کہلوانے کا التزام فرماتے تھے۔ آپ ایک سچے عاشق رسول (ﷺ) تھے، اہل بیت اطہار، صحابہ کبار اور اولیاء کرام سے آپ کی محبت وعقیدت اظہر من الشمس تھی۔ ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے مخالفین کے لئے تیغ مسلول تھے۔ اسی لئے دنیا بھر میں مقبول تھے۔ آپ تحریک فدایان ختم نبوت کے امیر رہے۔ اور اس کے تحت ایک عرصے تک سہ ماہی'' العاقب'' لاہور شائع فرماتے رہے۔ اس رسالے کا ہر شمارہ ہی اپنے موضوع پر لاجواب ہے لیکن اس کے'' شہید آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نمبر'' نے شہرت عام حاصل کی ہے۔ آپ جہاد بالقلم کے محاذ پر بھی سرگرم رہے ہیں۔ آپ نے دورہ حدیث شریف کے امتحان میں ایک مقالہ'' اعلیٰ حضرت قدس سرہ بحیثیت مرجع العلماء'' لکھا جسے آپ کے اساتذہ کرام نے بے حد پسند فرمایا اور اس کی جامعیت اور افادیت کی وجہ سے اسے فتاویٰ رضویہ کے جدید ایڈیشن کی پہلی جلد ہی کے آغاز میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی مقالے کو آپ نے از سر نو مزید اضافات کے ساتھ ترتیب دیا تو

اس کی ضخامت پانچ سو صفحات سے بھی بڑھ گئی ہے ۔ابھی تک یہ مقالہ مکمل صورت میں شائع ہو کر سامنے نہیں آیا۔آپ نے ۶۸۰ صفحات پر مشتمل صرف کی گردانوں پر مشتمل ایک مفصل اور جامع کتاب" تیسیر ابواب الصرف" لکھی جو طلباء کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔اسی طرح علم صرف پر آپ کی دوسری ضخیم کتاب" تعلیلا ت خادمیہ" ہے جو ۶۷۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اپنے موضوع پر انتہائی مفید اور جامع ہے۔ان دونوں کتابوں کا انتساب آپ نے اپنے پیر و مرشد شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور دونوں کا الاھداء اپنے عظیم استاد مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کیا ہے۔ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر آپ نے مضامین ومقالات بھی لکھے ہیں جو سہ ماہی" العاقب" لاہور اور دیگر رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔

علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کو عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت اپنی والدہ ماجدہ کی گود ہی سے ملی ہے۔آپ کی والدہ ماجدہ اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں" صدقے یارسول اللہ" پکارا کرتی تھیں جب ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہرہ دینے کی وجہ سے عاشق رسول ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کو مملکت خداداد پاکستان میں سزائے موت دی گئی تو آپ نے تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ، پاکستان کی بنیاد رکھی۔غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کے موقع پر لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا آپ اور دیگر قائدین نے لیاقت باغ سے اس اجتماع کو احتجاجی تحریک کی صورت دے دی گئی اور یہاں سے پیدل ڈی چوک اسلام آباد تک احتجاج کیا گیا اور پھر دھرنا دیا گیا اس احتجاجی مظاہرے میں فقیر کو بھی شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کے تحت ملک بھر میں جلسے کئے۔لوگ آتے گئے اور کاروان بنتا گیا۔۲۰۱۶ء میں توہین مذہب قانون کے حوالے سے آپ نے ایک بھرپور ریلی نکالی۔ریلی پر لاٹھی چارج کیا گیا۔اور آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔۲۰۱۷ء میں این اے ۱۲۰،لاہور کے ضمنی انتخابات میں پہلی بار سیاسی منظر نامے پر ظاہر ہوئے اور سات ہزار ووٹ حاصل کر کے لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔این اے ۴ پشاور کے ضمنی انتخابات میں تقریباً دس ہزار کے قریب ووٹ حاصل کئے۔لودھراں کے انتخابات میں بھی گیارہ ہزار کے قریب ووٹ حاصل کئے۔۲۰۱۷ء میں نواز شریف حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی طرف سے قانون ختم نبوت کی ایک شق میں جب الفاظ بدلے گئے تو امیر المجاھدین نے اس کے خلاف عملی قدم اٹھایا نومبر ۲۰۱۷ء میں فیض آباد راولپنڈی پر تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کی جانب سے ایک دھرنا دیا جو کئی دن جاری رہا جس کے مثبت نتائج سامنے آئے اور حکومتی وزیر کو مستعفی ہونا پڑا اسی طرح ۲۰۱۸ء میں بھی دھرنا دیا گیا۔جس پر حکومت بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی اور آپ کو تحریک لبیک کے سینکڑوں کارکنوں سمیت پھر اسیر بنالیا گیا۔فرانسیسی صدر کیمرون نے جب ہمارے پیارے نبی آخرالزمان حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں گستاخانہ خاکوں کو سرکاری عمارتوں پر

آویزاں کرنے کی ناپاک جسارت کی تو خادم ملت اسلامیہ حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ پھر تڑپ اٹھے اور آپ نے فرانسیسی صدر کے خلاف ۱۵/ نومبر ۲۰۲۰ء کو فیض آباد راولپنڈی کے مقام پر بھرپور احتجاج کا اعلان کیا۔

عمران حکومت ایک بار پھر بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئی اور فرانس کے خلاف تحریک لبیک کے پرامن احتجاج کو سبوتاژ کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈوں سے باز نہ آئی۔ رکاوٹیں کھڑی کیں۔ سڑکیں بلاک کیں موبائل سروس جام کر دی۔ میڈیا پر خبر نشر نہ ہونے دی لیکن اس کے باوجود امیر المجاھدین اپنی علالت اور ضعیف العمری کے باوجود یہاں پہنچے۔ ملک بھر سے محافظین ناموسِ رسالت وختم نبوت بھی رکاوٹیں توڑتے ہوئے پہنچ گئے۔ پرامن احتجاج پر آنسو گیس کی شیلنگ کی انتہا کر دی گئی۔ آپ نے جب حکومت کو للکارا تو در و بام گونج اٹھے۔ اور عشاق جھوم اٹھے۔ آپ نے ۳/ نومبر ۲۰۲۰ء کو ہی حکومت کو کچھ اس انداز میں خبر دار فرما دیا تھا:

"میں بالکل قریب آ کر تمہیں کہہ رہا ہوں پھر نہ کہنا کہ تمہیں مہلت نہیں دی۔ فرانس کا سفیر نکالو، مصنوعات کا بائیکاٹ کرو، یہ معمولی سا مطالبہ ہے۔ بڑا مطالبہ یہ ہے کہ فرانس کے ساتھ اعلان جہاد کرو، نہیں تو اگلا لائحہ عمل ہم نے دینا ہے"۔

فیض آباد کی ساری فضا "من سب نبیا فا قتلوہ" گونج اٹھی۔ تحریک لبیک کے کارکنوں کا جوش و جذبہ دیدنی تھا بالآخر حکومتی ٹیم نے مذاکرات کئے اور مطالبات تسلیم کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ تب احتجاج اختتام پذیر ہوا۔ حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ فقیر کے ہم عمر تھے بلکہ پانچ ماہ مجھ سے چھوٹے تھے لیکن سیادت کی وجہ سے فقیر کو ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ مولانا فدا حسین رضوی نے جب ایک کتاب "حق چار یار" لکھی۔ تو اس پر آپ کی تقریظ کے لئے مصنف کو ایک مختصر سا مکتوب دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے ذرا دیر نہ فرمائی بلکہ فقیر کا بھرم رکھتے ہوئے فوراً برجستہ اور قلم برداشتہ تقریظ لکھ کر عنایت فرما دی۔

اسی طرح غالباً ۲۰۱۳ء میں حسن ابدال شہر میں ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے ایک کانفرنس میں آپ کو مدعو کیا گیا۔ تو آپ بھی تشریف لائے۔ فقیر گیٹ پر کھڑا رہا جوں ہی آپ آئے تو فقیر نے ملاقات کی، سلام دعا ہوئی۔ فقیر نے ماہ نامہ مجلہ الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر جلد اول آپ کی خدمت میں پیش فرمائی، آپ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے ختم نبوت کے حوالے سے ایک عظیم کارنامہ قرار دیا۔ آپ کو وہیل چیئر پر آگے سٹیج پر پہنچا دیا گیا۔ سٹیج پر پہنچتے ہی آپ نے فرمایا کہ" صابر حسین شاہ صاحب کہاں ہیں" کسی نے اشارہ کر کے نشان دہی کی کہ وہ نیچے سامعین کے مجمع میں بیٹھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو غلط ہے کہ شاہ صاحب نیچے بیٹھ جائیں اور ہم سٹیج پر براجمان ہوں۔ سٹیج سیکرٹری مولانا قاری عبدالرحمن صاحب سے فرمایا کہ" شاہ صاحب کو فوراً سٹیج پر بلاؤ"۔ انہوں نے فقیر کا نام پکارا کہ" صابر حسین شاہ بخاری صاحب سٹیج پر آجائیں استاد جی بلا رہے ہیں" چنانچہ فقیر سٹیج پر

پہنچا تو باقاعدہ پروگرام شروع ہوا۔ الله الله، سادات سے احترام ومحبت کی اس قسم کی مثالیں کم کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

اسی طرح ۱۶/ اکتوبر ۲۰۱۴ء میں محمد افتخار احمد قریشی اور حافظ سعد فاروق قریشی کی کاوشوں سے فقیر کی صدارت میں مدرسہ غوثیہ رضویہ محلہ غربی برھان شریف میں ''تحفظ ناموسِ رسالت وختم نبوت کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ نے حاضری دی اور سامعین کے قلوب کو ناموسِ رسالت وختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرمایا۔ حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ صحیح معنوں میں ''امیر المجاھدین'' تھے۔ فرانسیسی صدر کے خلاف آپ نے جس طرح غیض وغضب کا اظہار فرمایا ہے اس طرح کی مثال اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اس طرح کا غیض وغضب انٹرنیشنل سطح کے بعض'' پیران عظام'' میں نظر نہیں آیا۔

آہ! ہم سے آج عزم واستقامت کا ایک کوہ گراں رخصت ہوگیا۔ آہ! گستاخوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکارنے والا اب خاموش ہوگیا۔ آہ! جبل استقامت نہ رہا، آہ! ناموسِ رسالت وختم نبوت کے قافلہ عشق ومحبت کا حدی خواں ہم سے بچھڑ گیا۔ ایسا مرد مجاہد اور عاشق صادق صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے۔ ڈھونڈو گے گر ملکوں ملکوں:: ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم۔ آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر جنگل میں آگ کی پوری دنیا میں پھیل گئی۔ سارا عالم اسلام افسردہ ہوگیا۔ ہر طرف آہ و فغاں اور سوگواری کی کیفیت نظر آتی ہے۔ ہمارا نا قابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال ہے۔:

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

آپ کے پسماندگان میں نہ صرف آپ کی بیوہ، چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں بلکہ لبیک یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانے والا دنیا کا ہر مسلمان ہی شامل ہے۔ چھوٹے بیٹے محمد انس حسین رضوی ہیں اور بڑے بیٹے محمد سعد حسین رضوی ہیں آپ اپنے والد گرامی کی جانشین اور تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے امیر ہیں امید واثق ہے کہ آپ اپنے عظیم والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحریک کا پرچم بلند رکھیں گے اور ناموسِ رسالت مآب ﷺ اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی وکامرانی سے سرفراز فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی اولاد امجاد، دیگر پسماندگان بلکہ ہم سب کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

دعا گو و دعا جو: احقر **سید صابر حسین شاہ بخاری قادری** غفرلہٗ خلیفہ مجاز بریلی شریف'' سرپرست اعلیٰ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل، سرپرست اعلیٰ'' ہماری آواز''، مدیر اعلیٰ الحقیقہ ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان



امیر المجاہدین کی کہانی ان کی اپنی زبانی

محمد وحید نور، حافظ ممتاز سندھی، محمد ساجد امیر حسن

امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی نگرانی میں فدایانِ ختم نبوت کے ترجمان کے طور پر سہ ماہی ''العاقب'' لاہور جاری ہوا۔اس کے مدیر مولانا محمد وحید نور تھے اور اس کی مجلس منتظمہ میں ظہیر عباس، ظہور بشیر اور چوہدری عمران اسلم کے اسمائے گرامی شامل تھے۔اس کی جلد نمبر ا شمارہ نمبر ۳ شوال تاذوالحجہ ۱۴۲۹ھ/ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء میں آپ کا ایک تفصیلی اور جامع انٹرویو پہلی دفعہ شائع ہو کر سامنے آیا۔یہ انٹرویو رسالہ کے صفحہ ۹۶ تا ۱۲۴ پر پھیلا ہوا ہے۔انٹرویو پینل میں محمد وحید نور، حافظ ممتاز سندھی اور محمد ساجد الرحمٰن شامل تھے۔ان کے شکریہ کے ساتھ امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ کا یہ نہایت اہم انٹرویو ماہنامہ مجلہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل کے امیر المجاہدین نمبر کی زینت بنایا جا رہا ہے۔لیجئے حضرت امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ کی کہانی ان کی اپنی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔(سید صابر حسین شاہ بخاری وسرپرست اعلیٰ ماہنامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل)

آپ کا آبائی پس منظر کیا ہے؟

میرا تعلق اعوان برادری سے ہے۔اٹک، سرگودھا، تلہ گنگ، چکوال، پوٹھوہار اور میانوالی کے کچھ حصے میں اعوان برادری کی اکثریت ہے۔اعوان قبیلے یا برادری کے متعلق کتب میں محفوظ ہے کہ حضرت سلطان محمود غزنوی کے ساتھ کچھ لوگ یہاں آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔بعد میں ان کے ہاں اولادیں ہوئیں اور یوں وہ لوگ کئی شاخوں یا حصوں میں بٹ گئے۔ان علوی لوگوں کی اولادوں یا نسلوں کو اعوان برادری کی مختلف شاخوں یا حصوں کا نام دیا گیا۔ان میں اسرال، اشرال، اگرال، چتزال، اجرال اور نشرال وغیرہ شامل ہیں۔میرا تعلق اعوان برادری کی شاخ ''نشرال'' سے ہے۔میرے والد محترم کی پھپھو کے پاس ہماری سات پشتوں کا شجرہ نسب موجود تھا جو حوادث زمانہ کا شکار ہو گیا۔میرے دھدیال کا روحانی تعلق میرا شریف اور ننھیال کا تعلق مکھڈ شریف سے ہے۔ہمارا آبائی پیشہ زراعت اور کھیتی باڑی ہے۔الحمد اللہ میرے والدین کا رجحان شروع ہی سے دین کی جانب تھا اور اب تک قائم ہے۔

آپ کی پیدائش کب ہوئی اور آپ کل کتنے بہن بھائی ہیں؟

میری پیدائش ۳ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ ۲۲ جون ۱۹۶۶ء بروز بدھ نکہ کلاں اٹک میں ہوئی۔میرے والد کا اسم گرامی لعل خان ہے۔ہم کل چھ بہن بھائی ہیں جن میں دو بھائی اور چار بہنیں ہیں۔

ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی؟

شروع میں تو میرے والدین نے مجھے گاؤں کے اسکول میں داخل کروایا لیکن میرا ذوق قرآن کریم کو یاد کرنے

یعنی حفظ کرنے کا تھا۔خوش قسمتی سے والدین کا مزاج بھی مذہبی تھا اس لئے انہوں نے میرے ذوق وشوق کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے حفظ قرآن کریم کے لیے منتخب کرلیا۔ناظرہ قرآن میں نے پہلے ہی گاؤں کی مسجد میں استاذ نیک محمد مرحوم سے شروع کر رکھا تھا۔

غالبا جون،جولائی ۱۹۷۴ء میں مولانا حافظ غلام محمد صاحب المعروف استاذ جی مجھے جہلم حفظ قرآن کریم کے لئے جامع مسجد عیدگاہ لے آئے۔استاذ محترم حافظ مولانا غلام محمد صاحب کا شمار جہلم کے شہرہ آفاق مدرسین میں ہوتا تھا۔آپکا تدریسی دورانیہ قیام پاکستان سے قبل کا تھا۔درویش منش انسان تھے،بیس سال تک ایک تھڑے پر بیٹھ کر بچوں کو پڑھایا اور ساری زندگی ایک کوارٹر میں بسر کردی۔جامعہ مسجد عیدگاہ میں حافظ غلام یاسین صاحب سے میں نے بارہ پارے حفظ کیے،بعد میں ہم تمام ساتھی ایک مدرسہ دارالعلوم مشین محلہ نمبر ایک میں داخل ہوگئے اور میں نے اپنے بقیہ اٹھارہ پارے وہاں حفظ کیے۔اس دارالعلوم میں کسی زمانہ میں مفتی اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ پڑھاتے رہے ہیں۔

یہاں میں دو دلچسپ باتوں کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ جس وقت میں جہلم آیا وہ زمانہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا تھا۔قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر اہلسنت کے اکابر وعمائدین بھرپور کردار ادا کر رہے تھے۔میری جہلم آمد کے چندروز بعد ختم نبوت کانفرنس کا اعلان ہوا جس میں شرکت کے لیے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی بھی آرہے تھے۔قبلہ نورانی صاحب سے میرا یہ پہلا تعارف تھا۔حفظ کا طالب علم ہو اسے کیا معلوم کہ نورانی صاحب کون ہیں؟۔خیر کانفرنس کے دن ایک گاڑی آ کر رکی اور اس میں سے ایک وجیہہ صورت ہستی دل آویز مسکراہٹ کے ساتھ باہر تشریف لائی۔اس شخصیت کی تشریف آوری کے ساتھ ہی فضا حق وصداقت کی نشانی شاہ نورانی شاہ نورانی کے نعروں سے گونج اٹھی۔میں فوراً جان گیا کہ نورانی صاحب اسی صدیقی شہزادے کا نام ہے۔علامہ نورانی کے ساتھ تین چار اور شخصیات بھی موجود تھی،پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ ان میں علامہ عبدالمصطفی الازہری،مولانا غلام علی اوکاڑوی اور پروفیسر شاہ فریدالحق شامل ہیں۔

دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک دن جامعہ مسجد عیدگاہ میں نماز باجماعت میں جب لوگ سجدے میں گئے تو میں بھی سجدے میں چلا گیا اور جونعرہ دن بھر تحریک کے دوران سنا اسے سجدے کی حالت میں جا کر اونچی آواز سے کہنے لگ گیا کہ مرزا کانا کافر ہے مرزا کانا کافر ہے۔بعد از نماز کئی لوگ حیرانگی و پریشانی کے عالم میں میری طرف متوجہ ہوئے تو میں پل بھر میں ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔

حفظ کی تکمیل کے بعد کیا شغل اختیار کیا؟

۱۹۷۸ء میں قرآن کریم کے حفظ کے بعد استاد محترم نے تجوید سیکھنے کے لئے دینہ بھیج دیا۔یہاں میں نے کئی بزرگان دین کی زیارت کی،ان میں استاذ الکل استاد محترم مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی سرفہرست ہیں۔حضرت استاد محترم جب بھی

تشریف لاتے آپ کا بستر بندھ ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا۔ان کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی،قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی وغیرہ کئی مرتبہ تشریف لائے۔حضرت شیخ الاسلام تو جب بھی اسلام آباد کا سفر اختیار فرماتے راستے میں یہاں سے گزرتے ہوئے چند لمحات ضرور عنایت فرماتے۔ہمارے سالانہ جلسہ دستار بندی میں مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ تشریف لائے۔

درس نظامی کی جانب توجہ کیسے ہوئی اور جامعہ نظامیہ کیسے پہنچے؟

حفظ اور تجوید کے بعد میں نے درس نظامی کرنے کا فیصلہ کیا۔درس نظامی کے لیے میں نے دو تین جگہوں کا سنا تھا ان میں سے ایک مدرسہ واں بھچراں میانوالی کا تھا اور دوسرا جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تھا۔میں نے اپنا چھوٹا سا بکس اٹھایا اور بس اسٹینڈ کی طرف چل پڑا۔بس اسٹینڈ پر میں نے رب العالمین سے رہنمائی کی دعا کی کہ یا اللہ جس شہر جانا میرے حق میں بہتر ہے اس کی بس آجائے،یعنی میانوالی جانا بہتر ہے تو اس کی بس آجائے اور لاہور جانا بہتر ہو تو لاہور کی بس آجائے۔اسی دوران ایک بس آگئی جس میں سے آواز لگائی گئی لاہور،لاہور،لاہور چنانچہ میں لاہور کی بس پر سوار ہو گیا۔اب لاہور تو میں پہنچ گیا لیکن یہاں میرا کوئی جاننے والا نہ تھا،مجھے صرف اتنا معلوم تھا کہ ہمارے علاقے کے قاری منظور حسین کے جاننے والے قاری علاؤالدین مسجد وزیر خاں میں پڑھاتے ہیں۔مغرب کی اذان کے قریب میں لاہور پہنچ گیا اور پوچھتا پوچھتا مسجد وزیر خاں پہنچ گیا۔وہاں میں قاری علاؤالدین کو ملا اور وہ مجھے قاری منظور حسین کے پاس لے گئے۔قاری صاحب کے پاس پہنچ کر میں نے تمام ماجرا بیان کر دیا۔اگلے دن وہ مجھے جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لے گئے۔جامعہ نظامیہ کے ناظم تعلیمات استاذ محترم جامع المعقول والمنقول مولانا حافظ عبدالستار سعیدی نے داخلے کی بابت دو چار باتیں پوچھیں جن کا میں نے جواب دیا۔جامعہ میں مجھے پہلے سال میں داخلہ تو مل گیا لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ جامعہ میں رہائش نہیں ملی،خیر نصف برس تک تو میں اپنا بستر کمرہ نمبر ۲۱ میں رکھتا اور سوتے وقت حال میں جس جگہ موقع ملتا بستر لگا کر لیٹ جاتا۔جب سردیاں آئیں تو میں نے مؤذن قاری عبدالرحمن صاحب عرف لالہ سے مسجد میں صرف رات گزارنے کی درخواست کی،میں ان کا احسان آج تک نہیں بھول سکتا کہ انہوں نے مسجد میں رات گزارنے کی اجازت دے دی۔آخر کار مجھے سال کے آخر میں جامعہ کے کمرہ نمبر ۲۰ میں رہائش کی جگہ دے دی گئی۔

جامعہ میں کن اساتذہ سے کسب فیض کیا؟

استاد محترم مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی،حضرت مولانا مفتی عبداللطیف نقشبندی،حضرت علامہ مولانا محمد رشید نقشبندی،حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری،حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالستار سعیدی،حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی وغیرہ

دورہ حدیث شریف اور دستار بندی کب ہوئی؟

۱۹۸۸ء میں دورہ حدیث شریف کیا۔مفتی صاحب سے ترمذی شریف،علامہ شرف صاحب سے بخاری شریف اور مفتی عبد اللطیف نقشبندی مجددی سے مسلم شریف اور ابو داؤد شریف وغیرہ پڑھی۔اسی سال دستار فضیلت ہوئی اور سالانہ جلسے میں شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی اور مفتی محمد حسین نعیمی تشریف لائے۔

کس استاذ کے کس انداز تدریس سے متاثر ہوئے؟

میرے تمام اساتذہ نورعلیٰ نور تھے۔مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تو استاذ الاساتذہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے ایسا تدریسی ملکہ عنایت فرمایا کہ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد چشتی،اور مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات کے بعد تقریباً سب سے زیادہ مدرسین تیار کئے۔آپ دوران تدریس کسی بھی طالب علم میں چاہے وہ کتنا ہی غبی کیوں نہ ہو احساس کمتری پیدا نہیں ہونے دیتے تھے اور طلباء کو ہمیشہ اپنا مورال بلند رکھنے کی تلقین فرماتے اور ایسی حکیمانہ گفتگو فرماتے تھے کہ طالب علم اتنا پر اعتماد ہو جاتا کہ وہ ہر میدان میں کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔استادمحترم مولانا محمد رشید نقشبندی علیہ الرحمہ کا انداز تدریس سب سے جدا اور نرالا تھا۔استاذ گرامی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ دورانِ تدریس احساسِ زیاں کا جو درس دیتے وہ آپ ہی کا خاصہ تھا۔استاذ مکرم قبلہ حافظ صاحب کا انداز تدریس نہایت عام فہم ہے۔مشکل سے مشکل بات آسان الفاظ میں بیان کرنا آپ کا خاصہ ہے۔استاذ محترم مولانا محمد صدیق ہزاروی کا انداز تدریس انتہائی سہل ہے۔مشکل سے مشکل اصطلاح کو آسان الفاظ میں بیان کرنے کا خاص فن رکھتے ہیں۔

مجاہدِ اسلام مولانا محمد رشید صاحب مجھ پر خاص شفقت و مہربانی فرماتے تھے۔دو سال میں نے استاد محترم کی خدمت کی۔استاد محترم مجھے عشاء کی نماز کے بعد کنزالدقائق خصوصی طور پر پڑھاتے تھے۔

یادگار اسلاف علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ہمیں روزانہ ایک شعر قصیدہ بردہ شریف پڑھاتے تھے،میں نے اسی برکت سے پورا قصیدہ شریف زبانی یاد کرلیا۔استاذ محترم کو جب علم ہوا تو انہوں نے مجھے قصیدہ بردہ شریف بطور انعام دیا۔

دورہ حدیث شریف کے ساتھی؟

مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی،مولانا بشیر احمد سعیدی،مولانا رفیع اللہ،مولانا بشیر احمد قادری وغیرہ

نماز تراویح میں قرآن حکیم کب سے سنا رہے ہیں؟

الحمدللہ ۱۹۷۸ء سے اس وقت تک ہر سال نماز تراویح میں قرآن کریم سنانے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔اللہ تعالی سے بوسیلہ نبی کریم ﷺ دعا ہے کہ تادم واپسی یہ سعادت ملتی رہے۔

کتنی تصنیفات مطبوعہ وغیر مطبوعہ ہیں؟

علم صرف میں تین کتابیں تیسیر ابواب الصرف (۵۱۲ صفحات) تعلیلا ت خادمیہ مفصل (۶۸۰ صفحات) اور تعلیلا ت خادمیہ مختصر (۴۰۸ صفحات) مطبوعہ ہیں۔مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی ترغیب پر میں نے فتاویٰ رضویہ پر کچھ کام کیا جسے مفتی صاحب نے پسند فرماتے ہوئے فتاوی رضویہ کی جدید اشاعت کی پہلی جلد کے شروع میں لگا دیا۔اس مقالے کا عنوان "اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء ہے"مفتی صاحب نے مجھے حکم دیا کہ اس مقالہ میں مزید تفصیلات جمع کروں۔میں نے مفتی صاحب کے حکم پر کام کرتے ہوئے اس مختصر مقالے کو جمع کرتے ہوئے تقریباً ۷۰۰ صفحات تیار کیے۔اس مقالے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے فتویٰ پوچھنے والے شخص کا نام پتہ اور جواب کی نوعیت مختصر الفاظ میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ فتوی کس زبان میں ہے اور اس کی کیا نوعیت ہے۔اگر اللہ رب العزت کو منظور ہوا تو یہ مقالہ جلد منظر عام پر آئے گا،اس کے علاوہ دیگر چھوٹے موٹے لکھے گئے مقالہ جات،مضامین بھی ہیں۔

فراغت کے بعد مصروفیات کیا تھیں؟

فراغت کے بعد میں نے ایک سال چھپ کر گزارا۔میں نے کہا مجھے پڑھانا نہیں ہے۔اس پر مفتی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے تھے نہیں،پڑھانا تو تمہیں پڑے گا۔میں نے اصرار کیا کہ میں نہیں پڑھا سکتا تو مفتی صاحب زور دے کر فرماتے ہم نے بھی تو تمہیں پڑھایا ہے۔آخر کار مفتی صاحب کی ترغیب پر میں تدریس کے لیے بیٹھ گیا۔

محکمہ اوقاف سے تعلق کب ہوا؟

میرا اوقاف سے تعلق ۱۹۹۳ء سے ہے ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز پیر میری تقرری بطور امام وخطیب سائیں کانواں والے دربار گجرات میں ہوئی۔اس تقرری کی مختصر روداد یہ ہے کہ ایک دن حضرت مولانا فضل حنان اور میں پڑھا کر جامعہ کے گیٹ سے باہر نکلے تو مولانا مجھے فرمانے لگے کہ آپ نے اوقاف میں تقرری کی درخواست دے رکھی ہے تو چلو بادشاہی مسجد میں انٹرویو ہو رہے ہیں وہاں چلتے ہیں۔جب ہم وہاں پہنچے تو میرا نام گزر چکا تھا۔مزے کی بات یہ ہے کہ اس وقت میرے پاس تعلیمی اسناد بھی نہیں تھیں۔بعد میں ایک طالب علم کو اسناد لینے بھیجا تو وہ مغرب کے قریب واپس آیا۔اس وقت انٹرویو کا بالکل آخری وقت تھا اور ایک دو امیدوار رہ گئے تھے۔انٹرویو لینے والوں میں قاضی اسرار الحق راولپنڈی والے مولانا مقصود احمد قادری سابقہ خطیب دربار حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ لاہور شامل تھے۔جب میری باری آئی تو انہوں نے چلتے چلتے مجھ سے پوچھا: روٹی کون سا صیغہ ہے؟ اس کے بعد انہوں نے نحو کے متعلق ایک سوال کیا جس کا میں نے جواب دے دیا۔اس انٹرویو سے مکمل طور پر کامیابی کے لیے پُر اُمید تھا لیکن جب تقرریاں کی گئیں تو وہ انتہائی افسوس ناک تھیں،جولڑکے مجھ سے صرف پڑھتے ہوئے بھاگ گئے تھے،انٹرویو میں ان کے نمبر مجھ سے زیادہ تھے اور میرے کم۔اسی بناء پر میری تقرری لاہور سے باہر کر دی گئی۔

اس ساری صورتحال کو جب میں نے قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا نوکری کر کے کیا کرو گے میں نے عرض کی کہ آپ کی تربیت کے تصدق سے کسی کے نوکر نہیں بنیں گے ۔جب میں نے استاد محترم مولانا محمد رشید صاحب سے مشورہ لیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس تقرری کو ہر گز نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ اوقاف کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ۔میں مفتی صاحب کے پاس حاضر ہوا اوران سے درخواست کی کہ آپ کم از کم اوقاف کے ذمہ داروں سے اتنا تو پوچھیں کہ استاذ کے نمبر کم ہیں اور جولڑکے اس سے پڑھتے ہوئے بھاگے ہیں ان کے نمبر زیادہ کیسے ہیں اور ان کی تقرری لاہور میں کیسے ہوئی ہے؟مفتی صاحب نے جب یہ بات اوقاف کے ذمہ داران سے کی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے،انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے میرا تبادلہ لاہور کر دیا۔لاہور میں میری تقرری حضرت شاہ ابو المعالی علیہ الرحمہ کے دربار سے ملحق مسجد میں ہوئی اور ۷ نومبر کو میں نے امامت کی اور پہلی نماز جمعہ ۱۲ نومبر کو پڑھائی۔ یہاں رہائش کے لیے مستقل جگہ نہیں تھی،ایک ہی کمرہ تھا وہ بھی انتہائی ناگفتہ بہ حالت کا،مسجد میں ہی ٹھہرتا اور وہی تمام وقت گزارتا۔ یہاں نہ تو کوئی پانی پوچھتا اور نہ ہی روٹی،آمدورفت کا یہ عالم تھا کہ گرمی ہو یا سردی روزانہ جامعہ نظامیہ سے پیدل مسجد آتا تھا۔آٹھ سال تک یہی معمول رہا۔تاوقتیکہ دربار حضرت پیر مکی علیہ الرحمہ سے ملحقہ مسجد میں میری تقرری کر دی گئی۔

گجرات تقرری کے وقت اہل سنت میں ایک بہت بڑا المیہ مشاہدے میں آیا کہ دربار سے ملحقہ مسجد میں پانچ وقت نماز میں شمولیت کے لیے کوئی نہیں آیا۔ یہ صرف یہیں پر خاص نہیں بلکہ آج بھی کئی جگہوں پر ایسی ہی صورتحال ہے،جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

اوقاف کی ملازمت کے دوران کبھی حکومت کی جانب سے دباؤ کا سامنا ہوا؟

دباؤ تو آتا رہتا ہے لیکن الحمداللہ میں نے کبھی حکومتی دباؤ کو خاطر میں نہیں لایا۔مسجد دربار شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمہ میں حکومت نے حکم دیا کہ آپ نے افغانستان پر امریکی حملے کے خلاف یا جہاد کے متعلق تقریر نہیں کرنی۔البتہ حج کے موضوع پر تقریر کی اجازت ہے۔میں نے اس حکم نامے کو رد کر دیا۔جس کی پاداش میں مجھے چار ماہ کی چھٹی پر بھیج دیا گیا۔بعد میں قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی کوششوں سے مسجد دربار پیر مکی علیہ الرحمہ پر بحالی ہوئی۔

جہاد کے موضوع پر ہی آپ نے اصرار کیوں کیا؟

اس لیے کہ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے حالات کے مطابق ہی فیصلے فرمائے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ لشکر اُسامہ مت بھیجیے مگر آپ نے فرمایا کہ لشکر اُسامہ ضرور بھیجنا ہے اور اسی انداز میں بھیجنا ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ترتیب دیا تھا۔اب حالات کا تقاضا تھا کہ لشکر اُسامہ نہ بھیجا جاتا یا قیادت تبدیل کر دی جاتی لیکن مسلمانوں کے امیر المومنین نے مسلمانوں کو سبق دیا کہ اگر چہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں ہمیشہ حق کا ساتھ دینا ہے۔اسی طرح ایک اور

حدیث شریف میں کلمہ حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اب کلمہ حق کیا بند کمرے میں کہنا ہے۔نہیں بالکل نہیں، بلکہ ہر شخص جس عہدے ومقام پر فائز ہے اس پر رہ کر کلمہ حق کہے۔اب اُس وقت حالات کے مطابق میں منبر رسول ﷺ پر فائز ہو کر کلمہ حق نہ کہتا تو کیا کہتا؟ اُس وقت حالات کا تقاضا ہی اُمت مسلمہ میں روح جہاد کو بیدار کرنے اور کفر اور اہل کفر کی مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو طشت از بام کرنا تھا۔

اسلامی جہاد کیا ہے؟

﴿وَقَاتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾اسلامی جہاد کی رسول اللہ ﷺ نے خود وضاحت فرمائی ہے کہ یہ ایسا جہاد ہے جو صرف اس لئے کیا جائے کہ اللہ تعالی کا نام بلند ہو، جو لڑائی ذاتی منصب، عہدے، پیسے، قوم، زمین یا علاقے کے لئے لڑی جائے وہ اسلامی جہاد کے منافی ہے۔

آپ کی نظر میں اس وقت امت مسلمہ کے جہاد سے دوری کے کیا اسباب ہیں؟

جہاد سے دوری کے اسباب تو خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرما دیے ہیں۔حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بعض لوگ بعض لوگوں کو تمہیں ہلاک کرنے کے لیے اس طرح بلائیں گے جس طرح کے بھوکے آدمیوں کو کھانے کے لئے بلایا جاتا ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہوگی؟ کیا اس وقت ہم قلیل ہوں گے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! نہیں اس وقت تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن تمہاری حیثیت اس جھاگ کی مانند ہوگی جو پانی کے اوپر ہوتی ہے۔صحابہ نے عرض کی کہ یا نبی اللہ اس کی کیا وجہ ہو گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمہارے اندر ''وہن'' پیدا ہوجائے گا اور ''وہن'' سے مراد ''حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ'' ہے یعنی دنیا سے پیار ہوگا اور موت سے نفرت۔

آج بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی دو وجہیں ہیں جن کی وجہ سے اُمت مسلمہ پستی کی طرف جاتی دکھائی دے رہی ہے۔بقول اقبال

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
سکھاتی نہیں مسلماں کو غلامی کے آداب
پوچھتا ہوں میں شیخ کلیسا نواز سے
مغرب میں جنگ شر ہے تو مشرق میں بھی ہے شر

حق سے اگر غرض ہے تو کیا زیبا ہے یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

گھر بیٹھے بیٹھے جس کی ٹانگیں کانپ رہی ہوں اس نے کیا جہاد کرنا ہے۔ جہاد تو ایک مقدس فریضہ ہے جسے قیامت تک جاری رہنا ہے۔ ابو داؤد شریف کی حدیث ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! تین چیزیں اصل ایمان ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب سے اللہ رب العالمین نے مجھے مبعوث فرمایا (یعنی جب سے حکم جہاد نازل ہوا) اس وقت سے قیامت کی صبح تک جہاد جاری رہے گا۔ حتیٰ کہ کسی عادل کا عدل اور ظالم کا ظلم بھی اسے ختم نہیں کر سکے گا۔ نیز میرا آخری اُمتی دجال سے جہاد کرے گا۔ مرزا قادیانی کو بھی انگریزوں نے اسی لیے پالا تھا کہ وہ جہاد کا حکم منسوخ کرے اور ہم ساری زندگی برصغیر پر حکومت کر سکیں۔ انگریز حاکم ہوا اور مسلمان محکوم۔

روحانی تعلق کب اور کس سے قائم کیا؟

یوں تو میرا روحانی تعلق ۱۹۷۴ء سے دربار عالیہ کالا دیو شریف جہلم سے ہے، لیکن باقاعدہ بیعت پیر طریقت حضرت قبلہ خواجہ محمد عبد الواحد صاحب المعروف حضرت حاجی پیر صاحب سے ۱۹۸۸ء میں ہوا۔

کالا دیو شریف میں بیعت کی کوئی خاص وجہ؟

جہلم میں زمانہ طالب علمی کے دوران ہم کرائے پر سائیکل لے کر بڑے حضرت صاحب کی مجلس مبارکہ میں حاضری دیتے تھے۔ جب لاہور آ گیا تو رمضان المبارک میں اپنے حفظ کے دوست مولانا مختار احمد صدیقی علیہ الرحمہ کے پاس جہلم آ کر قرآن کریم تراویح میں سناتا۔ بعد از تراویح مولانا مختار احمد اور میں حضرت خواجہ سلمان پارسی علیہ الرحمہ کے دربار پر حاضری دیتے اور یہاں میں روزانہ قصیدہ بردہ شریف زبانی پڑھتا تھا۔ اس مزار شریف پر میں نے اپنی بیعت کے سلسلہ میں اپنی رہنمائی کی دعا مانگی تھی جس کے نتیجے میں کالا دیو شریف بیعت ہوا۔

مذہبی و سیاسی میدان میں کس سے زیادہ متاثر ہیں؟

مذہبی میدان میں استاذ مکرم حضرت قبلہ مفتیِ اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ اور سیاسی میدان میں قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ سے۔

حرمین شریفین میں حاضری کب ہوئی؟

۱۹۸۸ء میں حج کے لیے اور ۲۰۰۱ء میں عمرہ کے لئے حاضری نصیب ہوئی۔

شادی کب ہوئی؟

شادی ۱۹۹۲ء میں اپنے ہی خاندان میں ہوئی۔

شادی کاانداز کیسا تھا؟

شادی سادگی سے ہوئی لیکن سادگی کا یہ معنیٰ نہیں کہ کسی کو بلایا ہی نہیں بلکہ ہمارے ہاں کھانے پینے کا جو رواج ہے اسے ملحوظ خاطر رکھا۔ ولیمہ کے دن میرے حضرت قبلہ پیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی بنفس نفیس تشریف لائے۔

بچے کتنے ہیں؟

چھ، دو بیٹے اور چار بیٹیاں۔ بڑے بیٹے کا نام محمد سعد اور چھوٹے بیٹے کا نام محمد انس ہے۔

حالیہ سفر شام میں شامی لوگوں کو کیسا پایا؟

سفر شام کا بنیادی مقصد اکابر اُمت کے مزارات پر حاضری تھی۔ سرزمین شام میں ان گنت ہستیاں آرام پذیر ہیں۔ یہاں کے لوگ نہایت ہی محبت کرنے والے خلیق اور ملنسار ہیں۔ سفر شام میں وہاں کے علماء ومشائخ کی اس پالیسی سے میں بہت متاثر ہوا ہوں کہ وہ لوگ خوشی وغمی کی تقاریب میں اپنی عوام کے ساتھ ان میں موجود ہوتے ہیں۔ ان علماء ومشائخ کا کہنا ہے کہ یہاں پر یورپ کی یلغار ہے اور اگر ہم نے اس موقع پر بھی ان لوگوں کو تنہا چھوڑ دیا تو اہل شام کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔

کون سا ترجمہ قرآن اسلامی روح کے عین مطابق ہے؟

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے بڑھ کر کس کا ترجمہ ہوگا۔

یہی کہتی ہے بلبل باغِ جناں
کہ رضا کی طرح کوئی سحرِ بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہ ہدیٰ
مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

بس اوّل بھی یہی ہے اور آخر بھی یہی ہے۔

قرآن فہمی کے لیے کونسی عربی و اردو تفسیر معاون ہیں؟

تفسیر مظہری، تفسیر روح البیان اور تفسیر روح المعانی میں عشق ومحبت کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر قرطبی اور تفسیر خازن معاون ہیں۔

علم حدیث میں کس شرح نے زیادہ متاثر کیا؟

مجھے علم حدیث میں علامہ ملا علی قاری کی لکھی ہوئی مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ نے بہت متاثر کیا ہے۔

پسندیدہ موضوع کونسا ہے؟

نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی سیرت طیبہ، فقہ اور تصوف۔ سیرت مبارکہ میں امام محمد بن یوسف شامی کی تصنیف کردہ ''سبل الہدی والرشاد'' بہت جامع کتاب ہے۔ فقہ میں امام احمد رضا خان بریلوی کا فتاوی رضویہ شریف لاجواب ہے۔ فتاوی رضویہ شریف آپ کے اس شعر کا مظہر ہے

نحلم در نوش و نیش جامع مسلم
نے کافرہ زنبور کہ نیش بے نوش

اعلیٰ حضرت اس شعر میں فرماتے ہیں کہ میں شہد کی وہ مکھی ہوں جس کے ڈنگ اور شہد دونوں کا جواب نہیں۔

تصوف میں کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، مکتوبات امام ربانی، کتاب اللمع اور سائیں توکل شاہ انبالوی کی زندگی پر لکھی گئی کتاب صحیفہ محبوب لاجواب ہے۔ صحیفہ محبوب میں اس قدر جاذبیت ہے کہ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ صاحب کتاب حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی بنفس نفیس تشریف فرما ہیں اور کتاب کے مضامین خود بیان فرما رہے ہیں۔

آج بھی سائیں صاحب کا اسم گرامی جنات اور بلاؤں کے لیے اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے اور میں جب بھی پریشان ہوتا ہوں اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرتا ہوں۔

مسجد رحمت اللعالمین ﷺ میں آپ کی آمد سے قبل انتظامات کیسے تھے؟

میری آمد سے قبل یہاں بدمذہبوں کا اثر و رسوخ تھا۔ مذہبی طور پر اس مسجد کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ نماز کی امامت کوئی بدمذہب کروائے اہل محلہ بولتے تک نہیں تھے۔ بہر حال طویل جدوجہد کے بعد یہ مسجد بدمذہبوں کے قبضے سے آزاد کروائی، اسکی روداد طویل ہے جس کا یہ انٹرویو متحمل نہیں ہوسکتا لیکن ایک دلچسپ بات یہاں ضرور بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جب مسجد سے بدمذہبوں کو پاک کیا جارہا تھا تو وہ ہمارے سامنے تسلسل سے ایک بات واضح کررہے تھے کہ آپ کے بڑے نورانی میاں صاحب تو ہمارے بڑوں سے اتحاد کررہے ہیں ایک ہورہے ہیں تو پھر آپ ایسا کیوں نہیں کرتے؟۔

میں یہ کہہ کر ان کے منہ تو بند کردیتا کہ نورانی صاحب کا اتحاد سیاسی نوعیت کا ہے، لیکن قائدین وعمائدین اہل سنت کو یہ بات ضرور مدنظر رکھنی چاہیے کہ ان کے سیاسی اتحادوں کی آڑ میں بھیڑ نما بھیڑیئے ایمان کے ڈاکو کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالی اہل سنت و جماعت کو مستقبل میں اغیار کے ساتھ اتحاد کرنے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اہل سنت و جماعت کو یہاں یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ بظاہر نظر آنے والے تبلیغ کی آڑ میں مساجد کو اپنا مسکن بنانے والوں سے اپنی مساجد کو محفوظ رکھیں۔ انہیں کبھی بھی اور کسی بھی روپ میں اپنی مساجد میں جگہ نہ دیں۔

مسجد سے ملحق مدرسہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ للبنات کا افتتاح کب ہوا؟

اس مدرسہ کا افتتاح ۱۴ مئی ۲۰۰۰ء میں مفتی اعظم پاکستان حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کے دست مبارک سے ہوا۔افتتاحی تقریب میں محسن اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری، جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالستار سعیدی اور دیگر اکابر تشریف لائے۔

کتنی طالبات اس وقت تک فارغ التحصیل ہو چکی ہیں اور کتنی زیر تعلیم ہیں؟

تقریباً سو کے قریب طالبات اپنی تعلیم مکمل کر چکی ہیں اور سو کے قریب اس وقت ناظرہ، حفظ، تجوید اور درس نظامی میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

شاعری میں کس سے متاثر ہیں؟

اعلیٰ حضرت کی شاعری سے میں بہت متاثر ہوں، انکے علاوہ حضرت مولانا روم، شیخ سعدی، حضرت حافظ شیرازی اور علامہ اقبال کے اشعار پسند ہیں۔

علامہ اقبال کے نظریات کے متعلق کچھ بتائیں؟

اقبال کو لوگوں نے صحیح طور پر پڑھا ہی نہیں۔اقبال نبی کریم ﷺ کی امت کے محسن، مصلح اور مفکر ہیں۔میرے نزدیک اقبال میں سب سے اہم خوبی محبت رسول ﷺ ہے اور محبت بھی اس درجے کی جسے ہم فنا فی الرسول کہتے ہیں۔لوگ اس کی ظاہری شکل وصورت کو تو دیکھتے ہیں لیکن انہیں معلوم نہیں کہ وہ کس درجہ کا آدمی ہے۔

بعض لوگ آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ اقبال کو اعلیٰ حضرت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں؟

قطعاً ایسی کوئی بات نہیں حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت جس مقام پر فائز ہیں علامہ اقبال اس گلی کے کنارے پر ابھی کھڑے ہیں۔میں اس تقابل کا ہرگز قائل نہیں کہ بزرگوں کے درمیان کشتیاں کروائی جائیں اور ہم فیصلہ کریں کہ کون طاقتور ہے اور کون کمزور۔ہم میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اپنی دانست میں جج ومنصف کی کرسی پر بیٹھ کر فیصلے کرتا پھرے۔ہر بزرگ کا اپنا اپنا مقام ہے اور ہم ہر بزرگ کو اسی کے مقام پر مانتے ہیں۔ہر ایک اپنے اپنے مقام پر باکمال وبے مثال ہے۔ویسے بھی ہمارے بزرگان دین واسلاف کا کون مقابلہ کرسکتا ہے۔میں تو برسر عام کہتا ہوں کہ علامہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی:

ز بحر خود بجوے من گہر دہ
متاع من بکوہ ودشت ودر دہ

یعنی یا رسول اللہ ﷺ اپنے محبت ورحمت کے سمندر سے میری ندی میں موتی ڈال دیجئے پھر میری اس متاع کو پہاڑوں اور

آبادیوں میں پھیلا دیجئے۔
پھر آگے مزید عرض گزار ہیں۔

دلم نکشو داز اں طوفاں کہ داری
مرا شورے ز طوفانے دگر دہ

یعنی آپ ﷺ سے مجھے جو عشق ومحبت پہلے ملا ہے اس سے میرا دل نہیں کھلا ،لہٰذا مجھے اور جام چاہیے۔
عوام کو سمجھانے کے لیے عرض ہے کہ! اقبال کا تو رسول اللہ ﷺ سے عشق ومحبت سے ابھی دل نہیں کھلا اس لیے اور جام طلب کر رہے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت سیر ہو کر او رطلب کر رہے ہیں کہ

رضائے مست جام عشق ساغر باز می خواہد

یعنی یارسول اللہ ﷺ آپ کے عشق ومحبت میں احمد رضا مست ہے،لیکن اس کے باوجود ایک اور جام کا متمنی ہے۔
یہ فرق ہے احمد رضا اور علامہ اقبال میں ،کہ علامہ کا دل نہیں کھلا اس لیے مزید مانگ رہے ہیں جبکہ اعلیٰ حضرت عشق و محبت میں مست ہیں اور مزید مانگ رہے ہیں۔علامہ اقبال سے ہماری محبت کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے باوفا غلام ہیں۔انہوں نے اس طبقے میں اسلام اور عشق ومحبت کی بات کی ہے جس طبقے کے لوگ ان چیزوں کو ایک پاگل پن اور انتہا پسندی کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں۔علامہ اقبال نے مسٹر طبقہ کی آنکھوں سے یورپ کی عینک اتار کر انہیں عشق ومحبت کی عینک پہنادی۔

زانکہ ملت را حیات از عشق اوست
برگ و ساز کائنات از عشق اوست
روح را جز عشق او آرام نیست
عشق او روزیست کورا شام نیست

اگر اعلیٰ حضرت فرمائیں کہ

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

تو لوگ کہتے ہیں جی کیا کعبے کا کعبہ بھی ہوتا ہے۔یہی بات جب اقبال کہتا ہے تو مغرب سے مرعوب افراد کو کہنا پڑتا ہے کہ جی اقبال نے کہا ہے تو اب ضرور سوچنا پڑے گا۔علامہ فرماتے ہیں کہ

طور موجے از غبارِ خانہ اش

کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

یعنی کعبے کا کعبہ حضور ﷺ کا گھر ہے۔ یہ بات امام احمد رضا کہے تو غلو ہے بدعت ہے اور دین میں رخنہ ڈالنے والا ہے۔ اور جب اقبال کہے تو ٹھیک ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت نے ایک اور جگہ فرمایا

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیا

ورنہ اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

یہی بات اقبال کہتا ہے کہ

تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم

وگرنہ جز تو مارا منزلے نیست

یعنی یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا تو ہم کعبۃ اللہ چلے گئے ورنہ ہم نے تو آپ کے در اقدس کے علاوہ کہاں جانا تھا۔

میں عام لوگوں کے سامنے علامہ اقبال کی بات اس لئے کرتا ہوں کہ عوام خصوصًا مسٹر طبقہ میں وہ حجت مانے جاتے ہیں لیکن علامہ اقبال تو قیامت کے دن بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آنے سے گریزاں ہیں۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر

روز محشر عذر ہائے من پذیر

ور حسابم را تو بینی ناگزیر

از نگاہ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

لیکن امام احمد رضا اس دن بھی رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہو کر عشق ومحبت کے نغمے لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور

بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

علامہ اقبال تو رسول اللہ ﷺ سے چھپ رہے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا درود وسلام پڑھنا چاہتے ہیں۔

خطابت کب اور کیسے شروع کی؟

۲۰۰۰ء میں میرے حضرت قبلہ پیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حکم فرمایا کہ بھائی تقریر کیا کرو چنانچہ حضرت کے حکم کی تعمیل میں اس وقت سے اب تک اپنا درد دل لوگوں کے سامنے بیان کیے جا رہا ہوں۔

آپ کی تقاریر میں نبی کریم ﷺ سے عشق ومحبت کا جو درس ملتا ہے یہ خو آپ کو کہاں سے آئی ؟

یہ خو مجھے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ رضویہ سے ملی ہے، جو صاحب بصیرت فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرے اور عشق ومحبت کی دولت سے محروم رہے یہ ناممکن ہے۔

ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کا عادت کیجیے

اعلیٰ حضرت نے یہ شعر صرف شاعرانہ تعلی میں نہیں کہا بلکہ خود اس پر عمل کر کے بھی دکھایا۔

گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف ۱۴ فروری کے تاریخ ساز جلوس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

۱۴ فروری کا جلوس اہل سنت کا بہت بڑا کارنامہ تھا لیکن اسے ہماری قیادت سنبھال نہیں سکی، جن لوگوں کے ہاتھوں میں قیادت تھی وہ حالات کا مقابلہ نہ کرسکے وہ دبک گئے، ڈر گئے اور حکومتی دھمکیوں میں آ گئے۔ اگر اس وقت وہ سینہ سپر رہتے اور چودہ فروری کے بعد تین چار سو علماء ومشائخ قربانی دے دیتے اور جیلوں میں چلے جاتے تو آج حالات مختلف ہوتے۔

اس تحریک میں کن حضرات کی خدمات نمایاں ہیں؟

بہت سے علماء طلباء اور عوام جیل میں گئے اور حکومتی جبر واستبداد کو برداشت کیا۔ ان میں سرفہرست علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی، ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی، صاحبزادہ پیر محمد محفوظ مشہدی، مولانا رضائے مصطفیٰ نقشبندی اور صاحبزدہ مختار احمد رضوی وغیرہ ہیں۔ جس شخصیت نے مجھے متاثر کیا وہ علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی ہے۔ اس لیے کہ بیماریوں علالت اور انگلینڈ کی ٹھنڈی ہوا اور پاؤنڈوں میں رہنے کے باوجود انہوں نے تھانے اور جیل میں ایسی کوئی بات نہیں کی جس سے بو آتی ہو کہ شاہ صاحب اپنے کیے پر پچھتاتے رہے ہیں، بلکہ انہوں نے تھانے میں ایسی تقریر کی کہ چند وہ حضرات جو نو خیز تھے اور پچھتا رہے تھے ان کے حوصلے بھی بلند ہو گئے۔

کوتوالی تھانے میں دن کیسے گزرے؟

بہت اچھے!! ایک پولیس والے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی محبت میں میرے ساتھ وہ حسن سلوک کیا کہ وہ محبت اور عقیدت ہمیشہ کے لئے تعلقات کا باعث بن گئی۔ یہاں میں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میری پہلی اور دوسری گرفتاری کے دوران اہلسنت کا نوجوان مجاھد حافظ ممتاز احمد سندھی میرے ساتھ تھا۔ اس نے دونوں بار میرے ساتھ مار کھائی۔ میرے گھر والے کہتے ہیں کہ آپ اسے جتنا مرضی برا بھلا کہیں لیکن مار تو آپ کے ساتھ اسی نے کھائی ہے۔ ہمارے گھر میں اسے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

جیل کے معمولات کے متعلق کچھ بتائیں گے؟

تھانہ اور جیل میں مولانا صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ نعت پڑھتے، میں نماز پڑھاتا اور علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی درس دیتے تھے۔ دوران قید شاہ صاحب مجھے امام السجن یعنی قید کا امام کہتے تھے۔ شاہ صاحب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے بڑے گرویدہ ہیں جب صاحبزادہ صاحب نعت پڑھتے تو آپ کی جیب میں جتنے پیسے ہوتے وہ سب صاحبزادہ صاحب کو پیش کردیتے تھے۔

فدایان ختم نبوت کی بنیاد کب رکھی گئی اور اس کے کیا محرکات تھے؟

قیام پاکستان کے چندسال بعد ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں جب قادیانی مخالف تحریک چلی تو اس وقت پلیٹ فارم کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا استعمال ہوا۔ یہ پلیٹ فارم بظاہر تو تمام مسالک کی نمائندگی کرتا تھا لیکن درحقیقت دیوبندی جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت اس کی پشت پناہ تھی۔ اس پلیٹ فارم کی آڑ میں دیوبندیوں نے مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کی ٹھان لی تھی۔ اکابرین اہلسنت خصوصًا علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کی باریک بین اور دوررس نگاہوں نے جب اس تمام معاملے کو جانچا تو شدت سے اس ضرورت کا احساس محسوس ہونے لگا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ایک ایسا پلیٹ فارم تشکیل دیا جائے جس کے تحفظ ختم نبوت کے کوئی پس پردہ عزائم نہ ہوں۔ قائد اہل سنت نے اس پلیٹ فارم یا تنظیم کی تشکیل کی ذمہ داری اپنے معتمد دیرینہ رفیق صوفی ایاز خان نیازی کے سپرد کی جنہوں نے ۱۹۷۳ء میں انتہائی جانفشانی سے مجاہدین ختم نبوت کو اکٹھا کر کے تنظیم فدایان ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۹۵ء میں اس میں نئی روح ڈالنے کے لیے تحریک فدایان ختم نبوت کے نام سے تشکیل نو کی گئی۔ ۲۰۰۰ء میں تنظیم فدایان ختم نبوت کو ختم کر کے فدایان ختم نبوت کے نام سے ایک بار پھر سنیوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے مخلصانہ کوشش کی گئی۔

تنظیمی معاملات میں سستی کی کیا وجوہات ہیں؟

میرے نزدیک اس کی بنیادی وجہ احساس ذمہ داری کا نہ ہونا اور اپنے فرائض سے غفلت یا اعلیٰ درجے کی روح گردانی ولاپرواہی ہے۔ وہ شخص جو کام کرنے کے لئے ہم سے اصرار کرتا ہے جب اس سے تنظیمی معاملات پر گفتگو قولی فعلی، بدنی اور مالی معاونت کا کہا جائے تو وہ فورًا اشتر مرغ بن جاتا ہے۔ یعنی جب اُسے اڑنے کا کہو تو کہتا ہے کہ میں پرندہ نہیں ہوں اور جب بوجھ اٹھانے کا کہا جائے تو کہتا ہے کہ میں اونٹ نہیں پرندہ ہوں میں تو بوجھ اٹھا ہی نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ کام کے متعلق میرا مؤقف یہ ہے کہ کام ہجوم نہیں بلکہ چند افراد کرتے ہیں اگر وہ افراد مخلص ہو کر اپنے فرائض کو کماحقہ ذمہ داری سے انجام دیں تو کام ہو جاتا ہے۔ فقط شرائط اخلاص، احساس ذمہ داری محنت اور وفاداری ہیں۔

مستقبل قریب میں کیا منصوبے زیر تکمیل ہیں؟

ان شاء اللہ العزیز عنقریب فدایان ختم نبوت کا گراں قدر اور وافر لٹریچر میدان میں آئے گا۔اس کے علاوہ ایک دفتر کے قیام کا منصوبہ بھی ہے جو شخصیات کے گرد نہ گھومے بلکہ تنظیم کا ہو۔میری تمام عاشقان مصطفی ﷺ سے اپیل ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کر کے محافظین ختم نبوت اور مجاہدین ختم نبوت کی عظیم صف میں ضرور شامل ہوں۔

کیا ۷ ستمبر ۱۹۷۴ کے تاریخ ساز فیصلے کے بعد ہماری ذمہ داریاں ختم ہوگئی ہیں؟

بالکل نہیں۔اس فیصلے کے بعد ہم پر بہت زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔جنہیں اب تک ہم ادا نہیں کر سکے۔ ۷ ستمبر کا فیصلہ عمارت کی تعمیر میں پہلی اینٹ کی مانند تھا اور ابھی اس پر باقی عمارت تعمیر ہونا تھی لیکن ہم ابتدائی اینٹ رکھ کر ہی بھول گئے۔ ۷ ستمبر کے فیصلے کے بعد اب تک قادیانی اتنے چوکنا ہو گئے ہیں کہ انہوں نے پچھلی ساری کسریں نکال دی ہیں۔مجھے ملک عزیز کے کلیدی عہدوں پر فائز کئی افسران نے خود بتایا ہے کہ قادیانیوں نے ہمیں دعوت دی ہے کہ تم مرزائی بن جاؤ۔آج بھی قادیانی اہل ایمان کو لوٹنے کے لئے بڑے پیمانے پر منصوبہ بندی کر رہے ہیں جبکہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہیں۔

آج بھی اس معاشرے میں کئی نا سمجھ مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے قادیانیوں میں شادیاں کی ہیں۔ان سے کاروباری شراکت کی ہے۔ان کے حمایتی ہیں اور وہ لوگ ان تمام امور کو برائی بھی تصور نہیں کرتے۔مسلم معاشرے میں قادیانیوں کی اثر پذیری کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مرزائیت کے خلاف جو نفرت ہونی چاہئے تھی وہ علماء کرام میں نہیں رہی۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ خطباء حضرات مسئلہ ختم نبوت پر تقریر ہی نہیں کرتے۔بلکہ ختم نبوت کے موضوع پر انہیں تقریر کا کہا جائے تو وہ کوئی اور عنوان بیان کرنے لگتے ہیں۔

کشمیر میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

یہ ملک وملت کے خلاف بین الاقوامی سازش ہے۔مرزائیت، یہودیت اور نصرانیت کا پاکستان کے خلاف اتحاد ہے اور اس اتحاد کو اسرائیل اور ہندوؤں کے ذریعے بروئے کار لایا جا رہا ہے۔اس کی تازہ ترین مثال اسرائیل کی فوج میں بھرتی ہونے والے ۶۰۰ قادیانیوں کی ہے۔ہمارے عسکری وحساس اداروں کو اس جانب ضرور غور کرنا چاہیے کہ اسرائیلی فوج میں قادیانیوں کی بھرتی کس نظریے اور سازش کے تحت ہوئی ہے۔ان کی بھرتی کے پیچھے کون سی قوتیں کارفرما ہیں اور کیا ہیں؟ عقیدہ ختم نبوت دین کی بنیاد ہے۔جس طرح عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنا ایک عام آدمی کی ذمہ داری ہے اسی طرح ایک فوجی جرنیل کی بھی ذمہ داری ہے۔افواج پاکستان کے ذمہ داران کو سوچنا چاہیے کہ ان کے تمام عہدے اس ملک کی وجہ سے ہیں اور ملک کی بنیاد لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پر رکھی گئی ہے۔اگر اس بنیاد کو کھوکھلا کر دیا گیا تو اس ملک کا کیا بنے گا اور تمہارا یا بنے گا۔مرزائی

قادیانی رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے غدار اور باغی ہیں جو اسلام کی بنیاد ڈھانے کی ناپاک سعی کر رہے ہیں۔افواج پاکستان کے غیور مجاہدین سے میرا سوال ہے کہ کیا اسلام اور پاکستان کی بنیاد کو کمزور کرنے اور کھانے والا شخص کسی رعایت کا مستحق ہے؟۔ میں میجر ریٹائر امیر افضل کی اس رائے سے بالکل متفق ہوں کہ!

جس طرح دس نمبری بدمعاش کے دروازے پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ دس نمبری بدمعاش ہے اسی طرح ہر قادیانی مرزائی کے دروازے پر لکھا ہونا چاہیے کہ یہ قادیانی مرزائی ہے۔جس طرح دس نمبری بدمعاش کے دروازے سے لوگ ہٹ کر گزرتے ہیں کہ یہ بدمعاش ہے اسی طرح گستاخ رسول مرزائی قادیانی کے دروازے سے بھی لوگ ہٹ کر گزریں کہ یہ دین اسلام اور ہمارے آقا و مولی ﷺ کا باغی و غدار ہے۔

شیخوپورہ میں محمد مالک کی مظلومانہ و المناک شہادت پر دینی جماعتیں خاموش کیوں ہیں؟

یہ بڑی بے حمیتی کی بات ہے بلکہ آپ اسے بے حمیتی کہیں بے ضمیری کہیں یا مردہ دلی کہیں کم ہے۔

صد مرض پیدا شد از بے ہمتی

کوتہ دستی بے دلی دوں فطرتی

یعنی جس وقت قومیں بے ہمت ہو جائیں اور ان میں دم خم باقی نہ رہے تو ان میں سو مرض پیدا ہو جاتے ہیں۔اس وقت وہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔بے دلی بے ضمیری اور گندی عادتیں ان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

افسوس آج ہماری اپوزیشن علامہ کے اس شعر کے عین مطابق ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہم محمد مالک کی شہادت پر صحیح معنوں میں اسے خراج تحسین پیش کر سکے نہ ہی قادیانیوں کی غنڈہ گردی پر مؤثر اور بھرپور احتجاج کر سکے۔

الطاف حسین کے قادیانی نواز حالیہ بیانات کو کس تناظر میں دیکھتے ہیں؟

حکومت کو بحیثیت اسٹیٹ ان بیانات کا سخت نوٹس لینا چاہیے اس کے علاوہ ان جماعتوں کو جو قومی اور مذہبی کہلاتی ہیں اگر یہ جماعتیں سیاسی میدان میں الطاف حسین کے خلاف دنیاوی عارضی سیٹوں کے لیے لڑ سکتی ہیں تو ملک و ملت کے مسئلے پر احتجاج کیوں نہیں کر سکتیں۔قادیانیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنی چاہیے،قادیانیوں کے حمایتیوں کو سر عام ننگا کرنا چاہئے،کیونکہ یہ اغیار کے بے دام غلام اور ملک و ملت کے غدار ہیں۔

قادیانیوں کو دعوت اسلام کے لیے کیا کوششیں کی جارہی ہے؟

عالمی سطح پر ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام کئی ادارے اس نیک کام میں مصروفِ عمل ہیں جبکہ اندرون ملک ایسا کوئی مؤثر نظام وضع کرنے کے لئے علماء کو مل بیٹھ کر غور و فکر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ہمیں ان اسباب کو تلاش کرنا ہوگا جن سے ایسے لوگوں کو قادیانیت سے اسلام میں واپس لایا جاسکے جو ابھی کچے ہوں۔ہمیں ان اسباب کو بھی تلاش کرنا ہوگا کہ آخر لوگ

مرزائی کیوں ہوتے ہیں؟مسلمانوں میں خودداری اور غیرت دینی پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

قادیانیت کے منہ زور گھوڑے کو لگام دینے کے لیے دیگر مسالک سے اتحاد کیا جاسکتا ہے؟

ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کی فکر سے ہماری فکر بڑی نہیں ہے۔اگر ہمارے بڑوں کی فکر ایسی تھی کہ اس سے کوئی فائدہ ہے تو پھر ٹھیک ہے یا آپ خود دیکھ لیں کہ تاریخ میں ایسے اتحاد سے کوئی فائدہ ہوا ہے تو پھر کرنے میں کیا حرج ہے؟۔

مملکت اسلامیہ میں اقلیتوں کو کیا حقوق حاصل ہیں؟

اسلام کے اندر اقلیتوں کو پورے پورے حقوق حاصل ہیں۔خود سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے بیت المقدس کے موقع پر یہودیوں کے معبد میں نماز اس لیے نہیں پڑھی کہ بعد میں مسلمان اسے اپنی ملکیت تصور نہ کرنے لگیں۔اسی طرح جو لوگ جزیہ با آسانی نہیں دے سکتے تھے آپ نے انہیں جزیہ معاف کر دیا اور اس کی ادائیگی بیت المال سے کر دی۔

فتنہ غامدیت کیا ہے؟

یہ فتنہ پرویز کی جدید شکل ہے یا یوں کہہ لیں کہ منکرین حدیث کا نیا روپ ہے۔

مسائل دین و دنیا میں تحقیق کے لیے بنیادی شرائط کیا ہیں؟

بنیادی شرائط یہ ہیں کہ اپنے اسلاف کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ کر ان کی متعین کردہ راہوں پر چل کر تحقیق کی جائے،نئے قواعد وضوابط وضع نہ کیے جائیں۔بقول اقبال

تنگ بر ما رہگذار دیں شداست
ہر لئیمے راز دارِ دیں شداست

اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں

زاجتہاد عالمان کم نظر
اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

اس دور میں اجتہاد کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط
قوم را برہم ہمی پیچد بساط

یعنی جس وقت قومیں زوال کا شکار ہوں اس وقت اجتہاد کی باتیں کرنا ان کی بچی ہوئی ساکھ کو خاک میں ملانے کے برابر ہے۔جس قوم کے اندر نام نہاد مجتہدین کو عربی عبارت صحیح نہ پڑھنی آئے،عربی بولنی نہ آئے،اپنے اسلاف کی کتابیں نہ سمجھ آئیں اور اپنے ذخیرے کا کچھ پتہ نہ ہو تو ایسا شخص کیا اجتہاد کرے گا؟۔جس شخص کو''اجتہاد''صیغہ بھی نہ آتا ہو کیا ایسا شخص اجتہاد کے

متعلق گفتگو کرنے کا اہل بھی ہے۔

نام نہاد روشن خیال اسلام اور روشن خیالی کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

یہ کوئی نئی بات نہیں۔

موسیٰ وفرعون وشبیر ویزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید
کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

حق اور باطل کی ٹکر تو صدا رہی ہے اور رہے گی، اب اہل حق نے حق کا دفاع اور باطل کا ابطال کرنا ہے۔اس میں ہم سے انفرادی واجتماعی سستی ہو رہی ہے،خصوصًا مذہبی قائدین اپنی ذمہ داریاں کماحقہ ادا نہیں کر رہے،اگر اہل حق باطل کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔انہیں چاہیے کہ وہ مر جائیں۔ہمارے بزرگوں کی تعلیمات کا یہی نچوڑ ہے۔ہمارے اسلاف نے کبھی اپنے سروں کو بچانے کے لیے باطل کے سامنے سر جھکائے نہیں بلکہ اپنے سروں کو اونچا کر کے راہ حق میں کٹوا دیا۔

سر جھکا کے جئے نہ منہ چھپا کے جئے
ستم گروں کی نظروں سے نظریں ملا کے جئے
اگر ہم ایک دن کم جیے تو اس میں حیرت کیا
ہم ان کے ساتھ تھے جو شمع جلا کے جیے

خودکش حملوں کے متعلق آپ کا کیا موقف ہے؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ خودکش حملے کس کے خلاف ہو رہے ہیں۔ہر طرف مسلمانوں کو ہی خودکش حملوں کی بھینٹ چڑھایا جارہا ہے۔اسلام میں تو جہاد ہے وہ بھی کفر کے خلاف۔اسی کو دنیا میں عام کیا جائے اور اسی کے ذریعے کفر کا مقابلہ کیا جائے۔اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ مسلمان ممالک پر ایسی قیادتوں کو لایا جائے جو اسلام کو حقیقی معنوں میں سمجھتی ہوں۔اب صورتحال یہ ہے کہ بش تو عیسائیت کی طرف سے صلیبی جنگ لڑ رہا ہے اور مسلمان ملکوں کے حکمران اس کی حمایت کر رہے ہیں۔مسلمان حکمرانوں کو تو اسلام کی حمایت کرنی چاہیے تھی لیکن وہ عیسائیت اور اُس کی حمایت پر تلے ہوئے ہیں۔

جرم از قوت دیں بدظن است
کاروان خویش را خود راہزن است

آج کے حکمران دین کی قوت سے بے بہرہ ہیں۔ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے ہی کارواں کو ڈاکو بن کر لوٹ رہے ہیں،جو بچانے والے تھے وہی لوٹنے میں مصروف ہیں،جو محافظ تھے وہی راہزن بن گئے ہیں۔آج ہمارے حکمران اپنی ہی عوام کو مرد

وعورت کی تمیز کیے بغیر ڈالروں کے عوض غیر ملکی آقاؤں کو فروخت کر رہے ہیں۔

رویئت ہلال کے مسئلہ پر اختلاف پر کیا نقطہ نظر ہے؟

اس کو دو جہتوں سے دیکھیں کہ اختلاف کرنے والے اہل علم ہیں یا عامی۔ اگر اہل علم ہیں تو ان کے منصب کا تقاضا ہے کہ اس اختلاف کو میڈیا میں یا ادھر ادھر اچھالنے کی بجائے افہام وتفہیم سے حل کریں۔ اگر آپ نے ایک شخص کو ذمہ داری سونپی ہے تو اس پر اعتماد کریں یا اس پر عدم اعتماد کرتے ہوئے ذمہ داری واپس لے لیں۔ عوامی اختلاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ رواج بن گیا ہے کہ ہر شخص کسی بھی دینی مسئلہ پر اپنی رائے دینا ضروری اور اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے۔ یہ بہت غلط بات ہے کہ مسائل دینیہ کو لوگوں نے بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے، ہر کس و ناکس کا یہ منصب ہی نہیں کہ وہ رویت ہلال پر رائے زنی کریں کہ یہ درست ہے یا نہیں۔

ہے کس کی یہ جُرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حُرّیتِ افکار کی نعمت ہے خدا داد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدۂ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صَنم آباد
قُرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکتِ ہند میں اک طُرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد!

مخلوط تعلیمی نظام کیسا ہے؟

بالکل غلط ہے اس میں تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ بقول اقبال

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو اربابِ نظر موت

اقبال کا کہنا ہے کہ جس علم کو پڑھ کر عورت عورت نہ رہے ارباب نظر اسے موت کہتے ہیں۔

کیا اسلام میں تعلیم نسواں کی گنجائش ہے؟

اسلام کی حدود میں رہ کر خواتین کی تعلیم کی گنجائش موجود ہے۔

اگر پندے زدرویشے پذیری
ہزار امّت بمیرَد، تو نہ میری

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

اقبال خواتین کو نصیحت کرتا ہے کہ زمانے سے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہ کی طرح چھپ کر رہو۔ یعنی اگر خواتین کی نظریں حضرت سیدہ کے کردار پر لگیں ہوں تو ٹھیک ہے اور اگر ایسا نہیں تو تباہی و بربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

مرا داد ایں خرد پرور جنونے نگاہِ مادرِ پاک اندرونے

یعنی میرے اندر تو دین کا جو جذبہ اور درد دیکھ رہا ہے یہ مجھے میری ماں کی گود سے ملا ہے۔

زمکتب چشم و دل نتواں گرفتن
کہ مکتب نیست جز سحر و فسونے

یعنی سکولوں میں لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں، سکول نہ تو دل کھولتے ہیں اور نہ ہی آنکھیں، ادھر صرف جادو ہی جادو اور ظاہری ٹیپ ٹاپ (نمود و نمائش) ہے۔

دینی و دنیاوی تعلیم کے امتزاج کا تجربہ کیسا ہے؟

یہ امتزاج درس نظامی کو ختم کرنے کی بین الاقوامی سازش ہے۔ درس نظامی کو اُردن مصر، شام، سوڈان، افغانستان اور بھارت میں کہیں جزوی اور کہیں مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے۔ اب آخری معرکہ سرزمین پاکستان میں سر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جدید و قدیم علوم کا امتزاج اسی کا شاخسانہ ہے۔ جدید و قدیم علوم کا حامل شخص جب سامنے آتا ہے تو اسے جدید کا پتہ ہوتا ہے نہ قدیم کا۔ پاکستان میں جو لوگ اس امتزاج کی کامیابی کے دعوے دار ہیں ان کے اپنے مدارس کے اعلیٰ درجات میں وہ لوگ پڑھا رہے ہیں جو صرف قدیم نصاب پڑھے ہوئے ہیں۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان اداروں نے اپنے دعوؤں کے برعکس کیسے افراد تیار کیے ہیں، ایک آدمی بھی ان اداروں کا ایسا تیار شدہ نہیں جو عربی نصاب تعلیم پڑھائے۔ جی ہاں! اردو نصاب تو پڑھائے گا لیکن عربی نہیں۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر

پھر بین الاقوامی سازش ہے کہ مسلمانوں کے مستقبل کے معماروں کو تعلیم ہی ایسی پڑھاؤ کہ وہ ربڑ کی طرح بن جائیں پھر جس طرح کا اسلام حکمران، عوام، عیاش، بدمعاش اور دین بیزار طبقہ چاہے ایسی ہی صورت کا دین ان کے حضور پیش کر دیا جائے۔

تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

ایسی معجون مرکب تعلیم پڑھنے کے بعد مسلمان سونے کا بھی ہو تو مٹی کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ آج حکومت اور قوم علماء کو چھوڑ کر پروفیسر، اسکالرز حضرات کو بطور خطیب کیوں مانگتی ہیں؟ صرف اس لئے کہ پروفیسر خطیب ایسی ربڑ ہے جس کو

انتظامیہ کمیٹی اور اہل محلہ جس طرح موڑنا چاہتے ہیں وہ ان کے مطابق مڑتا چلا جاتا ہے۔اسی لیے حکمران بھی چاہتے ہیں کہ ایسا چوں چوں کا مربہ تیار ہو جسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال میں لایا جاسکے اور حکمرانوں کی یہ ضرورت غیور اساتذہ سے درس نظامی پڑھے یا ان کے پاس بیٹھے ہوئے افراد سے قطعاً پوری نہیں ہوسکتی۔

درس نظامی پڑھ کر سکول کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟

اگر پڑھنے پڑھانے والا صبغت اللہ یعنی اللہ کا رنگ اپنے اوپر چڑھے ہوئے ہے تو اس میں حرج نہیں اور اگر ایسا نہیں یعنی وہاں جا کر اپنی داڑھی منڈوادے دین اور علماء پر طعن وتشنیع شروع کردے تو

مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی
کہ از وے روح قومے متواں کشت

یعنی ایسے علم سے تو پوری ملت کو مردہ کیا جاسکتا ہے۔

ملک میں امن وسلامتی اور ترقی کس نظام حکومت میں پنہاں ہے؟

نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ سے ہی اس ملک میں امن وسلامتی اور ترقی کی راہیں کھل سکتی ہیں۔اس نظام کے علاوہ قیامت تک معاشرے میں برکات کا نزول نہیں ہوسکتا۔جمہوریت تو یک طرفہ تماشا ہے۔جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔اس نظام میں مسلمانوں کے لیے کوئی خیر کا پہلو نہیں ہے۔اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ سو گدھے مل کر بھی انسان کی سوچ وفکر کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔لیکن جمہوری نظام میں اگر ایک طرف سو گدھے ہوں اور دوسری طرف ۹۹ انسان ہوں تو جمہوری نظام کی رو سے انسان ہار جائیں گے اور گدھے جیت جائیں گے۔اسلام میں گنتی نہیں کی جاتی بلکہ اس میں دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص بات کر رہا ہے اس کا اپنا مرتبہ ومقام کیا ہے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے جو فیصلے کیے کیا وہ جمہوریت کی بنا پر کئے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔اکثریت تو لشکر اُسامہ کو بھیجنے کے حق میں نہیں تھی لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی بے مثال فہم وفراست سے اس لشکر کو بھیجنے کا فیصلہ قائم رکھا۔بعد میں حالات وواقعات نے بتایا کہ تائید الہی اسی فیصلے کے ساتھ تھی اور وہ بڑا بابرکت فیصلہ تھا۔

پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ میں کیا رکاوٹیں ہیں؟

اس کو اقبال کے الفاظ میں سمجھیں کہ

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں
چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئین تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں

مذہبی وسیاسی جماعتوں اور مجلس عمل کے کردار سے مطمئن ہیں؟

حضرت قبلہ نورانی صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد مجلس عمل نے بہت گھناؤنا کردار ادا کیا ہے۔ان کی اسمبلی میں موجودگی کے باوجود جو کچھ ہوتا رہا اسے تاریخ میں سیاہ ترین کردار کے طور پر لکھا جائے گا۔

اہل سنت وجماعت کی سیاسی تنظیموں کو سیاسی میدان میں کہاں کھڑا دیکھتے ہیں؟

اس وقت اہل سنت وجماعت کی سیاسی تنظیمیں اس میدان میں نہ ہونے کے برابر ہیں،اس وقت یہ طفیلی بنی کھڑی ہیں اور سہارا تلاش کررہی ہیں،کوئی دائیں کوئی بائیں کوئی چھوٹی برائی کے ساتھ ہے تو کوئی بڑی برائی کے ساتھ ہے،ان کا اپنا کوئی وجود نہیں۔

دعوت واصلاح کے لیے کونسا اسلوب زیادہ موثر ہے؟

اپنے اسلاف کا جس میں دلائل وبراہین ہوں،الفت ومحبت کی چاشنی ہو اور اغیار پر حملہ ودفاع ہو۔

قارئین ''العاقب'' کے لیے کوئی پیغام؟

مسئلہ ختم نبوت دین کی بنیاد اور اکائی ہے،لہذا جس قدر یہ مسئلہ حساس اور اہمیت کا حامل ہے اسی قدر ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ منکرین ختم نبوت کی ریشہ دوانیوں سے ملک وملت کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیوں کو بروئے کار لایا جائے۔امت مسلمہ اپنے عزائم وحوصلے بلند رکھے اور مایوسی کو قریب نہ آنے دے کیونکہ انشاءاللہ وہ وقت دور نہیں جب اسلام کا دور پھر آئے گا۔

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا



باسمہ تعالیٰ

امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و خدمات

مولانا محمد ایوب خان چشتی (واہ کینٹ)

خادم اسلام وعلوم اسلامیہ، مخدوم ملت حنفیہ، حافظ تعلیمات نبویہ، حضرت علامہ شیخ الحدیث خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات کو علامہ غلام نبی جانباز کے الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرنے کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہوئے چند کلمات تحریر کر رہا ہوں۔ جانباز صاحب کے بقول سر زمین پاکستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی کوکھ سے بعض ایسی نامور اور نابغہ روزگار ہستیوں نے جنم لیا جو پوری ملت کے لیے باعث صد افتخار ہیں، جن کی علمی و ادبی دینی و سیاسی اور روحانی خدمات ناقابل فراموش ہیں اور جن کے روحانی فیض عام سے رہتی دنیا قیامت تک مستفیض ہوتی رہے گی۔

ان عظیم شخصیات میں حافظ کلام الٰہی شیخ الحدیث حضرت خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ بھی تھے جو کہ ۱۹ نومبر ۲۰۲۰/ ۳ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات واصل باللہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ارشاد خداوندی ''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ'' کے مطابق اس دنیائے فانی سے ہر ذی روح نے کوچ کرنا ہے، لیکن اہل اللہ کی موت اور دوسروں کی موت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اہل اللہ کی موت دائمی زندگی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ قرآن کی رو سے ''لَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً'' زیر زمین جانے کے بعد انھیں پہلے سے بڑھ کر حیات طیبہ نصیب ہو جاتی ہے اگرچہ بظاہر وہ ہماری نظروں سے مستور ہو جاتے ہیں لیکن اُنھیں مخلوق خدا کو فیض رسانی کے زیادہ تصرفات حاصل ہوتے ہیں۔ اور وہ بدستور اپنے عقیدتمندوں کی رہنمائی و دستگیری فرماتے رہتے ہیں۔ وہ دنیاوی کثافتوں سے پاک ہو کر اُخروی لطافتیں اور نظافتیں پا جاتے ہیں۔ ان کی موت محض وعدہ الٰہی ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' کی تکمیل ہوتی ہے۔

''اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ وَيُنْقَلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ'' اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی اور موت دونوں اللہ کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔ کیا خوب کہا گیا ہے۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ موجودہ حالات میں بہت پریشان اور افسردہ تھے۔ گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ کی بدزبانیاں نہ اُنھیں دن کو چین سے بیٹھنے دیتیں اور نہ رات کو آرام کرنے دیتیں۔ آپ نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے دن اور رات کو

ایک کر دیا تھا۔جسمانی لحاظ سے معذور ہونے کے باوجود آپ ایک ایک دن اور ایک ایک رات میں سینکڑوں میل کا سفر طے کرتے تھے۔مجال ہے کہ آپکی پیشانی پر کوئی بل آئے یا چہرہ پر ناگواری ظاہر ہو۔

ناموس رسالت ﷺ اور خدمت اسلام کے لیے آپ اپنے تن من دھن، جان، مال و دولت اور اعزاوا اقارب کو ہر وقت قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔سیاسی میدان میں اترنے سے پہلے جو آپ کی دینی ملی خدمات تھیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔میدان تدریس کے شاہسوار تھے۔دینی علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے میراث نبوی یعنی علم کو بانٹنے کے لیے تدریس کا پیشہ اختیار فرمایا۔تعلیماتِ قرآنیہ اور پیغام مصطفیٰ ﷺ عام کرنے اور مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے تقریر و خطابت کا فریضہ سنبھالا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو فصاحت، بلاغت اور سلاست کے ساتھ تقریر کرنے اور خطبہ دینے کا وہ ڈھنگ عطا فرمایا تھا کہ سامعین سن کر دنگ رہ جاتے اور محو حیرت ہو جاتے۔آپ جیسا کہ حافظ قرآن تھے بڑی روانگی اور حلاوت کے ساتھ تلاوت قرآن فرماتے، ویسے ہی کلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اور کلام اقبال علیہ الرحمہ آپ کی نوک زبان پر تھا۔

آپ جب اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام اور شاعر مشرق حکیم الامت کا کلام پڑھنا شروع فرماتے تو سامعین دم بخود رہ جاتے اور روانگی کے ساتھ آپ کے پڑھنے سے مسحور ہو جاتے۔دل چاہتا کہ بس آپ پڑھتے جائیں اور سامعین سنتے جائیں۔رسالت مآب ﷺ کی مدح میں امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا قصیدہ بردہ شریف آپ کو ازبر تھا۔جب سنانا شروع کرتے تو ایک ہی لَے اور سُر میں بہت سے اشعار سنا کر توقف فرماتے۔یہ سب آپ پر عطائے ربانی کا اظہار تھا۔

آپ نے تدریس کے ذریعے ہزاروں طلباء علوم اسلامیہ کو علم دین کے نور سے منور کیا۔خطابات کے ذریعے لاکھوں لوگوں کو عشق مصطفیٰ ﷺ سے آشنا کیا۔اُن کے مردہ دلوں کو محبت رسول ﷺ کی روشنی سے زندہ کیا اور گمراہی کی عمیق کھائیوں میں گرنے سے بچایا۔ملکی سیاست بدعنوان لوگوں کی کارستانیوں اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے بدنام ہو چکی ہے لیکن آپ نے تحریک لبیک یارسول اللہ کی صورت میں مسلمانوں اور پاکستان کے عوام کو ایک مقدس پلیٹ فارم عطا فرمایا، جس میں ایک دوسرے پر کیچڑ نہیں اُچھالا جاتا اور نہ جھوٹے الزامات لگائے جاتے ہیں بلکہ پیغام رسول ﷺ سے مزین پاکیزہ ماحول مہیا کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جس قسم کی اسلامی سیاست کی آپ نے اپنی تقریروں اور خطبات میں حکمرانوں اور عوام کو اُس سے آگاہ کیا اور چار سال کے مختصر عرصے میں آپ نے جتنے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا اور تحریک لبیک کی طرف مائل کیا پاکستان کی دوسری سیاسی جماعتیں قیام پاکستان سے لے کر تا وقت ہنوز اتنے عوام کے دلوں کو نہ جیت سکیں۔

۲۰۱۸ء کے الیکشن میں پہلی مرتبہ حصہ لے کر ۲۲ لاکھ ووٹ حاصل کر کے دنیا کو ششدر کر دیا۔غیر اسلامی ممالک

کے کافر حکمران انگشت بدنداں رہ گئے، اور اسلامی انقلاب برپا ہونے سے تھر تھر کانپنے لگے۔ یہ ایک بات ہے کہ پاکستان کے مقتدرہ حلقے جس کے ہاتھوں میں ملک کی باگ دوڑ ہے اور وہ سیاستدانوں کو اپنی انگلیوں پر نچاتے ہیں اور اُنھیں کرسی اقتدار پر بٹھاتے اور اتارتے رہتے ہیں، انھوں نے تحریک لبیک کی اتنی بڑی کامیابی کو ہضم نہ کیا اور اُنھیں جیتی ہوئی سیٹوں سے محروم رکھا۔ علامہ خادم حسین رضوی صاحب علیہ الرحمہ نے اس بے انصافی پر بھی احتجاج نہیں کیا بلکہ معاملہ احکم الحاکمین پروردگار کے حوالے کیا۔

اپنے خطبات میں عام مسلمانوں، اسلامی ممالک کے نااہل حکمرانوں اور فوجی عہدیداروں کو جہاد اسلامی پر ابھارا۔ اور انھیں یہ سبق ازبر کرایا کہ تمہارا دفاع اور اسلام و مسلمانوں کا تحفظ صرف جہاد میں مضمر ہے۔ اگر جہاد کرو گے تو باقی رہو گے ورنہ حرفِ غلط کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے۔ یہی جذبہ آپ نے قوم کے بچے بچے کے ذہن میں ڈالا اور آج ہر کم سن بچے کی زبان پر یہ نعرہ ہے الجھاد الجھا لبیک لبیک۔ غلامی رسول میں موت بھی حیات ہے۔ غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے۔ جو ہو نہ عشق مصطفیٰ تو زندگی فضول ہے۔ اب ذرا عشق مصطفیٰ کی بات ہو جائے۔ آپ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ رسول ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی آنکھیں بھیگ جاتیں۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ اس لیے آپ کے محبوب شاعر تھے کہ انھوں نے اپنے کلام میں مدنی تاجدار کے عشق کا درس دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامانِ اوست

بحر و بر در گوشہ دامان اوست

اور زبان حال سے یہ فرماتے

نبی کا جو غلام ہے ہمارا وہ امام ہے

عشق کی یہ دولت جس خوش نصیب انسان کو نصیب ہو جائے وہ دنیاوی مال و متاع سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی نظروں میں یہ چیزیں ہیچ نظر آتی ہیں۔ وہ کسی کی طاقت، دولت اور اقتدار کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اور علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی طرح بلا خوف و خطر حکمرانوں کو للکارتا ہوا اور انھیں خواب غفلت سے جگاتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ نعمت عظمیٰ صرف مردانِ خدا کا حصہ ہے جو رضائے خدا و مصطفیٰ ﷺ کو اپنی زندگی کا نصب العین بناتے ہیں۔

رضوی صاحب علیہ الرحمہ اسی راہ پر چلے۔ اکیلے روانہ ہوئے۔ عاشقانِ مصطفیٰ ملتے گئے، شامل ہوتے رہے۔ فردِ واحد سے قافلہ بنتا گیا۔ قافلہ کے شرکاء بڑھتے کروڑوں تک پہنچ گئے اور باطل قوتوں اور طاغوتی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر للکارنے لگے۔

ادھر آستم گر ہنر آزمائیں

تیرے پاس اگر ایٹمی اسلحہ ہے تو ہم بھی غوری، حتف، عنزہ، شاہین، ابدالی وغیرہ میزائل اور الخالد ٹینک رکھتے ہیں۔ عشق نبی ﷺ سے معمور جذبات کی روشنی میں ان ہتھیاروں سے ہم باطل قوتوں پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ تمہیں سنبھلنے کا موقعہ بھی نہیں ملے گا، اور فنا ہو جاؤ گے۔ ایک مرد مجاہد کی طرح صرف ۵۵ سال کی مختصر زندگی گزار کر طاغوتی طاقتوں کو لرزہ براندام کر کے مختصر علالت کے بعد وصال الٰہی کا پیالہ نوش کیا۔ قرب مصطفیٰ ﷺ سے لذت آشنا ہوئے اور لاکھوں کروڑوں عقیدتمندوں کو سوگوار کر کے جوارِ رحمت میں جا بسے۔ مومن جب دنیا کے قید خانے سے رہائی پاتا ہے تو اس کے چہرہ پر نور و رحمت کی برسات ہوتی ہے اور مسکراہٹ کھیل رہی ہوتی ہے۔ ؎

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

مرد مومن کی نشانی میں تجھے بتاتا ہوں جب اُس کی موت آتی ہے تو ہونٹوں پر تبسم ہوتا ہے۔

علامہ رضوی صاحب کا چہرہ مبارک وصال کے دو روز بعد بھی تازہ گلاب کی طرح کھل رہا تھا اور ایسے لگ رہا تھا گویا آپ سو رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد جاگ پڑیں گے۔ اس کے مقابلے میں کافر اور گستاخِ نبی کی موت حسرت و یاس کی تصویر بنی ہوتی ہے۔ لعنت و پھٹکار اس کے چہرے پر برس رہی ہوتی ہے۔ کوئی اُس کا منہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ جنازہ تو دور کی بات ہے۔ آنجہانی گورنر پنجاب کا حشر سب نے دیکھ لیا۔ نامی گرامی کئی شیوخ القرآن جنھوں نے مصطفیٰ کریم ﷺ کی گستاخی میں اپنی ساری زندگی گزاری اور لوگوں کو بھی یہی درس دیتے رہے مرنے کے بعد ان کا چہرہ دیکھنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ لیکن اللہ والوں کی شان نرالی ہوتی ہے۔ ان کے نورانی چہرے کی جھلک دیکھنے کے لیے دنیا بے تاب ہوتی ہے۔ دور سے زیارت اور جنازہ کے لیے حاضر ہونے کو باعث ثواب اور ذریعہ مغفرت و نجات سمجھتے ہیں۔

علامہ رضوی صاحب علیہ الرحمہ کے عدیم النظیر جنازہ میں لاکھوں کی تعداد میں صحیح العقیدہ سُنی مسلمانوں نے شرکت کر کے دنیا کو بتا دیا کہ آپ کی زندگی اور موت دونوں قابل رشک ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی اسلام کی تبلیغ و اشاعت، دین مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اس لیے بہ موجب وعدۂ الٰہی آپ وصال فرمانے کے وقت اس مژدہ سے یقیناً بہرہ ور ہو چکے ہوں گے:

''يَاۤ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَ ادْخُلِيْ جَنَّتِيْ''

ترجمہ: اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جا تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں (اولیاء) میں شامل ہو جا ورمیری جنت میں داخل ہو جا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام

مولانا محمد صادق اشرف قادری رضوی (کراچی)

امیر المجاھدین فنافی خاتمِ النبیین ﷺ خلیفہ حضور تاج الشریعہ آبروئے رضویت حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اچانک رحلت دل و دماغ کو ماؤف کر دینے والی ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ و برد اللہ تعالیٰ مضجعہ

بحمدہ تعالیٰ لڑکپن سے ہی امیر المجاھدین کا مداح ہوں۔۔۔ان کے علمی و تحریکی تربیت سے فیض یاب ہوں۔۔۔فقیر نے پہلی بار حضرت کا بیان بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر سنا جو واقعی لاجواب خطاب ہونے کے ساتھ پر اثر بھی تھا۔۔۔بلاشبہ آپ نے اپنے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے مشن تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی اس دور میں بے مثال تجدید فرمائی۔۔۔

جس نے حق عاشقی کا ادا کردیا
ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام

ناموس رسالت ﷺ کی پہریداری کا جو سبق تاحیات اور بستر وصل پر امام احمد رضا نے عطا فرمایا تھا بلاشبہ آپ نے اسے نہ صرف نبھایا بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو یہ بات خوب باور کروادی کہ قرآن وسنت اور حیاتِ اصحاب و اسلاف، کے نور سے منور رضا کی روشن روش پر عمل درآمد کے بعد ہی ناموس رسالت ﷺ کی پہریداری کی سعادت پائی جاسکتی ہے۔

اوصاف و مصروفیات:

آپ کئی دہائیوں سے شیخ القرآن والحدیث کے منصب پر فائز تھے۔۔۔عربی گرائمر پر کامل عبور تھا۔۔۔علم صرف کے امام مانے جاتے تھے۔۔۔اس فن میں آپ کی کئی ضخیم کتب بھی علما و عربی دانی کا ذوق رکھنے والوں کے لیے بہترین رہنما ہیں۔۔۔آپ کو حدیث شریف کی تدریس اور مطالعہ سے عشق تھا۔۔۔معاصرین علما میں اس روانی کے ساتھ مع سند حدیث کے مندرجات کے مطابق کیفیات بنا کر حدیث پڑھتے ہوئے آپ کے علاوہ میں نے نہیں دیکھا۔۔۔آپ کو اردو عربی اور فارسی میں یدطولی حاصل تھا۔۔۔نثر کے ساتھ ساتھ ان زبانوں میں منظوم کلام سے بھی خاص شغف تھا۔۔۔

آپ اپنے خطابات اور طلباء کے دروس اور عامۃ المسلمین کی تربیت کے لیے اصحاب رسول، اہل بیت اطہار اور دیگر اسلاف سے منقول اشعار بیان فرما کر تربیت اور اپنے پیغام حق کی تفہیم کا سامان کرتے تھے۔۔۔شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی شاعری کا برمحل حوالہ آپ کے سامعین میں نئی تازگی پیدا کردیتا تھا۔۔۔

مادر علمی و تربیتی ماحول:

آپ نے دینی تعلیم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے حاصل کی اور بلند ہمت اکابرین علم کی صحبت و شاگردی سے فیض

یاب ہوئے یہ حقیقت ہے آپ کی علمی عملی اور روحانی پرورش جس ماحول میں ہوئی وہ بلند ہمت غیرت منداصحاب علم وفضل کے زیراثر تھااس ماحول میں توحیدِ باری تعالی کا حقیقی مفہوم، ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی جدوجہد، ختم نبوت ﷺ کی پہریداری، منکرین رسالت کی بیخ کُنی، مقام مصطفی ﷺ کی تبلیغ اور علوم وفنون کی تعلیم کے ساتھ ان صلاحیتوں کو مصطفائے ذات یکتا ﷺ کی مدح ودفاع میں صرف کرنے کا راسخ نظریہ دیا جاتا تھا بحمدہ تعالی حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب قبلہ جہاں بھی گئے جو بھی ان کی خدمت میں حاضر رہا اس نے ماحول کو مذکورہ اوصاف سے متصف پایا گویا آپ من کل وجوہ اپنے بلند ہمت اکابرین جلیل کے یادگار اوران کے فکرومشن کے حقیقی جانشین تھے۔۔۔

پسندیدہ مشاغل پاکیزہ عادات:

کتب دینیہ کا مطالعہ آپ کو بہت محبوب تھا سفروحضر میں کتب کا ذخیرہ آپ کے ساتھ ہوتا دوران سفر بھی آپ فضول گفتگو سے پرہیز فرماتے تھے۔۔۔قرآن پاک کی تلاوت فرماتے یا کسی دینی علمی کتاب کا مطالعہ کرتے یا پھر تاجدار ختم نبوت ﷺ پر درودوسلام پیش کرتے۔۔۔اللہ کریم نے آپ کو عالمانہ جلال صوفیانہ جمال اور خطیبانہ کمال علی وجہ الکمال عطا فرمایا تھا۔۔۔جب آپ خاموش رہتے تو ہر کسی کو ابتدائے کلام کی جرأت نہیں ہوتی حق گوئی میں آپ کسی کی روٗ رعایت نہیں کرتے تھے لیکن نادم کی پشیمانی دیکھ کر آپ عیب پوشی کا درس دیتے اور خود بھی اس صفت سے علی وجہ الکمال متصف تھے۔۔۔

اکابرین کی اتباع کا شوق:

آپ کے اندر اکابرین کا ادب، اصاغرین پر شفقت اور معاصرین کا احترام کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔۔۔جو کچھ قرآن پاک اوراحادیث مقدسہ کی کتابوں میں، روایتوں میں پڑھتے اپنے بزرگوں کے بابت سنتے اس پر عمل کی کوشش فرماتے تھے یہی وجہ ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق ووفا صداقت وعشق رسول ﷺ کا بیان کتب احادیث میں مطالعہ کیا۔۔۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف اعدائے دین پر قہر شاتمان حبیب ﷺ پر غضب وانتقام کو پڑھا۔۔۔سیدنا عثمانِ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شرم وحیاء، اصول پسندی، دریادلی اور مصطفائے ذات یکتا ﷺ سے وفا کے تابندہ نقوش دیکھے ۔۔۔اسد اللہ الغالب مولی علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کی جرأت وبہادری اور دشمن پر وار، اور محمد رسول اللہ ﷺ سے وفاداریاں دیکھیں۔۔۔غزوہ احد کے موقع پر اسد اللہ جل جلالہ واسد رسول اللہ ﷺ دافع الکروب والبلاء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبل از اسلام دفاعِ محمد ﷺ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور بعد از اسلام جانثاری وان کے سامنے جانبازیاں پڑھیں۔۔۔بدروحنین کے عشاق کی وفاداریاں اور کربلا کے امام اوران کے احباب کی ہر حال میں شریعت مصطفی ﷺ کی حفاظت ملاحظہ کی تو بتدریج رسول اللہ ﷺ کے اصحابِ اخیار اور اہل بیتِ اطہار کی وفاداریوں کو پیش نظر رکھ کر خود بھی وفا کے رستے چل پڑے۔۔۔یہی وجہ ہے صدق وعدل، کرم وہمت یعنی سچائی، سخاوت، شجاعت، جانبازی اور وفاداری کی ایک عظیم مثال قائم کر گئے اور عظیم وجلیل آقایان

امت کی یاد کو تازہ فرما گئے۔۔۔

جان ہے تو جہان ہے:

معیشت کے استحکام، ملکی اسٹیٹس، اور امن عالم کا بہانہ بنا کر اگر کسی نے اس عظیم فریضہ سے لاپرواہی برتی تو آپ نے ہزار مصائب و رکاوٹوں کے بعد بھی یہی پیغام دیا: امن عالم، معیشت کا استحکام، دشمن پر غلبہ، اور اغیار کو مرعوب کرنا چاہتے ہو تو عزت رسول ﷺ کے معاملے میں غیرت کھاؤ اور یہ سب برکتیں اسی وقت ملیں گی جب رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس پر پہرا دو گے۔۔۔

سیاسی خدمات:

پاکستان کے بنانے کا واحد مقصد اسلام کی سربلندی، اسلامی احکامات اور شعائر کی آزادی اور مسلمانوں کا ایک تشخص تھا اس کے علاوہ کچھ نہیں اسی مقصد کے تحت پاکستان کی طرف ہجرت کرنے والا مہاجر، اس کے لیے لڑ کر جینے والا غازی، اور وطن کی حفاظت کے لیے جان دینے والا شہید ہے۔۔۔ پاکستان بنانے والے عاشقان رسول ﷺ و علمائے اہلسنت قائداعظم کے شانہ بشانہ رہنے والے فکر رضا کے پروردہ افراد ہی تھے جن کا مقصد صرف اسلام کی بالا دستی تھی یہی وجہ ہے ایک موقع پر جن علماء نے یک زباں ہو کر کہا تھا:

''اگر مسٹر جناح مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائیں تو ہم پاکستان بنا کر ہی دم لیں گیں''

ان بزرگوں کا خلوص اتنا تھا کہ پاکستان کی وزارت صدارت اور سیاسی معاملات میں مداخلت تو دور کی بات یہاں سکونت پذیر بھی نہیں ہوئے اور واپس حجرہ نشین ہو کر عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ علم دین اور خلق خدا کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔۔۔

جبکہ یہاں پاکستان مخالف علما مذھبی باگ ڈور پر قابض۔۔۔ جبکہ دین بیزار سیکولر زطرز کے لوگ سیاسی میدان کے شہسوار بن گئے۔۔۔ جس کا نتیجہ آہستہ آہستہ ہمارا پیارا وطن اپنے مقصد قیام سے بہت دور ہوتا چلا گیا۔۔۔ احکامات کو مساجد اور دین کو مدارس کی چار دیواری کے اندر ہی محدود کرنے کی ہر ممکن کوشش ہوئی۔۔۔ یہاں تک کہ جس روٹ پہ چل کر ہم اسلام کی بالادستی اور مصطفائے ذاتِ یکتا ﷺ کے نظام کو عملی طور پر ملک میں رائج کر سکتے تھے اس شعبے کو ہی دین سے الگ اور دین دار طبقے کو اس سے جدا کر دیا گیا۔۔۔

دین کی حکمرانی تو دور کی بات دینی امور پر بات کرنا ہی پسند نہیں کی جاتی اور صاف سیکولر ازم کا اقرار ہونے لگا اور پاکستان کو بھی اسی طرف لے جانے میں کوئی قصر نہ چھوڑی گئی لوگوں کو محض دنیا کا بندہ ہی بنا کر رکھا۔۔۔ کوئی روٹی سستی، کوئی مکان بارعایت، کوئی کپڑا موسم کے مطابق، کوئی صاف پانی حفظان صحت کے مطابق، کوئی رواں سڑکیں تمام چلتی شاہراہوں پر، کوئی اقلیتوں کے حقوق کے نام پر شراب وکباب اور عریانی و بدنگاہی کے مراکز کے قیام کے دلاسے دیتا رہا تو دوسری طرف

لباس خضر میں موجود موروثی ووٹروں کی بدولت ہر حکومت میں ان کے مخالفوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنا مفاد پانے کے لیے کوشاں ہوئے کوئی دین کا کام یا امور دین میں آسانی کا سامان، تو بہت دور کی بات دین کی بقا ناموس رسالت ﷺ اور ختم نبوت ﷺ پر جو ٹھوس کام اہلسنت کے سنی علما نے اسمبلی میں کیا تھا اس پر بھی ان کی حمایت سے پانی پھیرنے کی ناکام کوشش ہوگئی۔۔۔

ایسے وقت میں دینی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مرد حق آگاہ قلندر زماں فیض یافتہ مجدد سرہند پروردہ فکر شاہ بریلی علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے باوجود بیماری اور معذوری کے صدا لگائی کہ ع

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

اسلام کا نظام حکمرانی اور رسول اللہ ﷺ کی سیاسی بصیرت بیان کر کے موجودہ چنگیزیت کے خاتمے کے لیے اسلامی طرز سیاست کو اجاگر کیا۔۔۔ بہت محدود وقت میں جگہ جگہ اپنے امیدوار کھڑے کیے۔۔۔ کم وقت، محدود وسائل اور چاروں طرف سے رکاوٹوں کے باوجود جو سرکاری اعلان ہوا وہ تیئیس لاکھ اسی ہزار ووٹ کا ہوا حقیقت یقیناً اس سے بلند و بالا تھی۔۔۔ اس معاملے میں بھی آپ کو نظر انداز کیا گیا لیکن آپ نے نہ مفاد دیکھا نہ معاملات بس ایک ہی دھن دین تخت میں آنا چاہیے بس۔۔۔

ووٹ کے لیے آپ نے نہ بلند بانگ دعوے کیے نہ سیاسی امیدواروں پر کیچڑ اچھالے۔۔۔ نہ عوام کو روٹی کپڑا مکان نوکری بہتری کا سبز باغ دکھایا۔۔۔ نہ ترقی کے سنہرے خواب دکھائے بلکہ آپ کا ایک ہی نعرہ تھا برادری، رنگ، نسل، قومیت اور دنیاوی مفاد کے نام پر 70 سال سے ووٹ دیتے آرہے ہو تمہیں سہولیات تو دور کی بات ضروریات تک حاصل نہیں کرنے دیا جاتا اب ایک بار حضور ﷺ کے دین کے نام ووٹ دو اور بس ایک ہی نعرہ!! آیا آیا دین آیا- بس دین تخت پہ لانا ہے اب حکمرانی منتخب افراد نہیں محمد عربی ﷺ کے دین کی ہوگی۔۔۔ آپ ایک کی برکت بتاتے کہ جب دین تخت پر آئے گا ہر مسلم عزت پائے گا۔۔۔ غیر مسلموں کے بابت ایک سوال کے جواب میں کہا: جو حقوق ذمیوں کو اسلام نے دیے ہیں وہ کسی اور نے نہیں دیے۔۔۔ الحمدُ للہ جل جلالہ آپ کی محنت اور استقامت کی برکت ہے۔۔۔ ہمارے ایوانِ اقتدار لبیک یارسول اللہ ﷺ کی صداؤں سے گونج رہے ہیں میرا رب جل جلالہ قادر ہے اسی حیات میں اس ملک میں دین کی حکمرانی دکھادے۔۔۔ آمین

الحمدُ للہ جل جلالہ آپ نے اپنی ابتدائی عمر سے ہی ناموس رسالت ﷺ اور ختم نبوت ﷺ کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔۔۔ جس کی پاداش میں آپ کو پابند سلاسل کیا گیا۔۔۔ چار مختلف حکومتوں کے ظلم و استبداد کا سامنا کرتے ہوئے آپ نے اسیری کی سنت زندہ کی۔۔۔ دوران اسیری آپ کو طرح طرح کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔۔۔ آخری بار جب ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ اور گستاخ رسول ﷺ کی سرپرستی کے خلاف آپ نے آواز اٹھائی فیض آباد کا معرکہ سر کیا ملک گیر ہڑتال کے ذریعے حکومت کو باور کروایا کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے یہاں گستاخ نبی ﷺ کی حمایت ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔۔۔ جس کے بعد آپ کو اطمیان دلا کر دھرنا تو ختم کرا دیا گیا مگر کچھ ماہ بعد بڑے پیمانے میں آپ اور سنی عاشق رسول ﷺ کی تحریک

لبیک یارسول اللہ ﷺ کے ذمے داران وکارکنان کے خلاف بدترین کریک ڈاؤن ہوا آپ کو بھی نہایت بے دردی کے ساتھ گرفتار اور اذیت ناک اسیری کی سزا دی گئی۔۔۔

آپ کی ٹانگیں ایک ٹریفک حادثے کے سبب ایکسیڈنٹ سے متاثر ہوئی۔۔۔جس کے بعد آپ وہیل چیئر استعمال کرتے تھے۔۔۔نقل وحرکت کے لیے بھی کسی سہارے یا خادم کو شرف خدمت بخشتے تھے۔۔۔آپ خود فرماتے ہیں میں زمین پہ زیادہ دیر نہیں بیٹھ پاتا ہوں لیکن عشق رسالت ﷺ وفائے حبیب ﷺ کے لیے آپ نے مسلسل چھ ماہ یخ ٹھنڈی زمین پر بغیر کمبل وگرم کپڑوں کے گزارا جس بیرک میں آپ کو رکھا گیا اس کی دیواروں سے بھی پانی رِستا تھا دوران اسیری آپ ہوسپٹلائز بھی ہوئے مگر دعویٔ عشق کا بھرم باقی رکھا ان حالات میں بھی آپ نے نہ گھبراہٹ کا اظہار کیا نہ پشیمانی کا یہ معاملات آپ مسکراتے ہوئے اپنے خطابات میں بتاتے اور پھر فرماتے:

اے لوگوں میں پھر بھی نہیں مرا۔۔۔ہمت کرو۔۔۔دیکھو! میں تو خود پانی بھی نہیں پی سکتا مگر ڈٹا ہوا ہوں۔۔۔یہ کام صرف میرا یا لبیک والوں کا نہیں۔۔۔جس نے بھی حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے یہ کام ہر اس بندے کا ہے"۔۔۔

آپ نے جن حالات میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا علَم اٹھایا اس وقت محافظین ناموس رسالت ﷺ اپنی اپنی ذمے داری اور آقا ﷺ کی بارگاہ میں وفاداری پوری کر کے صاحب مزار یا پھر بڑھاپے اور علالت کے سبب صاحب فراش تھے۔۔۔ایسے وقت میں امیر المجاھدین نے ہر محفل میں عشق رسالت ﷺ کی بات کی۔۔۔کراچی، خیبر، پشاور وسرحد ہر جگہ اپنے شاگردوں کے ذریعے اپنا دھکڑا رکھا اور عزت رسول ﷺ کی بات کر کے وفاداریِ رسول ﷺ کے جزبے کو بیدار کیا۔۔۔الحمدُ لِلہ جل جلالہ کراچی میں آپ کی آواز بہت جلد اس کے کونے کونے میں پہنچی۔۔۔بلند ہمت علمائے کرام نے آپ پر اعتماد کا اظہار کیا اور عوام اہلسنت کو مشن رسالت ﷺ کے لیے ساتھ دینے کی ترغیب دی تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی آواز کو منظم اور پر اثر کرنے کے لیے خصوصا کراچی کے علماء، خطباء، ائمہ اور رضا کاران رضا کی ایک میٹنگ بہار شریعت مسجد میں ہوئی جس میں شدید علالت کے باوجود بھی مردمومن مردحق حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی علیہ الرحمہ آئے اور بولنے کی سکت نہ ہونے کے باوجود عشق احمد ﷺ میں جل کر کباب بنے قلب وجگر سے ناموس رسالت ﷺ کی اس تحریک کے لیے کام کرنے کا ذھن دیا اور اس معاملے میں امیر المجاھدین کے بابت فرمایا:

" اس معاملے میں یہ ہمارے امام ہیں ہم ان کے پیچھے چلیں گے"

شاہ صاحب قبلہ مزید لکھتے ہیں:

ان حالات میں پنجاب میں علامہ خادم حسین رضوی حفظہ اللہ (شیخ الحدیث) تحفظ ناموس رسالت کے لیے سرگرم عمل ہیں۔۔۔آپ ماہنامہ "العاقب" شائع کرتے ہیں اور ملک بھر میں تقاریر کے ذریعے فکر رضا یعنی تحفظ ناموس رسول ﷺ کا درس

دیتے ہیں۔۔۔آپ فرماتے ہیں:

آدمی دلیر اُسی وقت ہوتا ہے جب اُس کے دل میں محبت رسول ﷺ راسخ ہو جائے۔۔۔اب ہر موڑ پر ناموس مصطفیٰ ﷺ ہی کی بات ہوگی اور وہ بھی سینہ تان کر ہوگی۔۔۔حضور ﷺ کی ناموس کے معاملہ میں معذرت خواہانہ رویہ کسی مومن کو زیب نہیں دیتا۔۔۔

حضور پرنور تاج الشریعہ بدر الطریقہ سیدی وسندی مولائی ومرشدی الشاہ محمد اختر رضا خان الازہری علیہ الرحمہ کی بھی آپ کو بھرپور حمایت حاصل رہی۔۔۔فقیر بے توقیر نے مرشد برحق کی صحبت اٹھائی ملفوظات سنے مزاج پڑھے اور پھر امیر المجاھدین کی خدمت میں بھی حاضری دی خطابات سنے فقیر نے دونوں کے مزاج میں ہم آہنگی پائی مرشد برحق نے بھی جب تک ہمت رہی ہند میں رہتے ہوئے بھی غیرت وعزیمت کی راہ کو نہیں چھوڑا۔۔۔کبھی مداہنت اور دینی معاملات میں کمپرومائز کی صورت کی اجازت نہیں دی بلکہ حضرت صاف فرماتے تھے:

شریعت کی حفاظت کے لیے اگر تمہارا حق دبایا جارہا ہو تو خاموش مت بیٹھو۔۔۔احتجاج کرو احتجاج۔۔۔

عرض کی جاتی حضور۔۔۔!

مدارس/ خانقاہیں/ مساجد بند ہو جائیں گی تو دوٹوک فرماتے: جب دین ہی نہیں بچے گا تو مدرسہ کھول کے کیا کروگے۔۔۔؟

امیر المجاھدین فنافی خاتم النبیین ﷺ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کے قابل فخر خلیفہ برحق تھے۔۔۔احادیث شریفہ کی اجازت واسناد بھی آپ کو عطا فرمائی تھی۔۔۔آپ اسی سلسلہ علیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں مرید فرمایا کرتے۔۔۔

آپ کی حیات شریفہ میں جب علامہ رضوی کو گرفتار کیا گیا تو حضور تاج الشریعہ مدینہ شریف میں تھے بہت فکرمند ہو گئے بار بار اپنے میزبان اور خادم برادر طریقت بھائی عرفان رضوی سے پوچھتے کہ پاکستان فون کرو پتہ کرو مولانا رہا ہوئے۔۔۔؟ (یہ بات بتا کر امیر المجاھدین آبدیدہ ہو گئے)۔۔۔امیر المجاھدین بھی اپنے شیخ اجازت کی محبت کو بیان کرتے اور ان کی دعاوں کا تذکرہ فرماتے۔۔۔جس پر ان کے شورٹ کلپس موجود ہیں۔۔۔ایک صحافی نے پوچھا آپ کے نام کے ساتھ جو رضوی لگا ہوا ہے یہ تو ہمیں پتہ ہے آپ شیعہ نہیں ہیں تو یہ کہاں سے آیا۔۔۔؟ امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ جواب دیا: اعلیٰ حضرت سے محبت کی وجہ سے اور اعلی حضرت کے خاندان سے مجھے خلافت بھی ہے مولانا اختر رضا صاحب سے اور انھوں نے مجھے اپنی سند حدیث بھی عطا فرمائی ہوئی ہے۔۔۔

پیارے قارئین۔۔۔! آپ کے اعلیٰ حضرت سے محبت اور ان کا پڑھایا ہوا سبق غیرت عشق مصطفی ﷺ کی تبلیغ وتعلیم امیر المجاھدین کی پہچان ہے اور ان کی زندگی کا نصب العین بھی۔۔۔آپ اپنے مقاصد دوٹوک بیان کرتے ہوئے اعلان فرماتے تھے: لبیک کا صرف اتنا ہی مقصد ہے کہ پوری امت در رسول ﷺ تک پہنچ جائے بس۔۔۔آپ اپنے خطابات میں

برمحل امام احمد رضا کے اشعار خطابات میں فتاوی رضویہ کے اقتباسات بڑی روانی اور پابندی سے بیان فرماتے تھے۔۔۔آپ کی خوبصورت آواز میں فتاوی رضویہ کا خطبہ برجستہ بلا اٹک خوبصورتی سے پڑھنا فی الافاق مشہور ہے آپ مختلف مواقع پر جب اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھتے اور عزت رسول ﷺ کی بات کرتے اور نسبتوں کے علاوہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی نسبت وعظمت کی ہی بات کرنے کا درس دیتے تو بعض اوقات کیفیت بدل جاتی۔۔۔مجمع ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتا۔۔۔روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی۔۔۔اور آپ بھی دیوانہ وار درس ایمان و جہ حلاوت ایمان بزبان امام احمد رضا خان کی تکرار کرتے کہ

ے

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اسلام کے نام پر بنے ملک میں ختم نبوت ﷺ کے منکرین کے کے لیے راہیں ہموار کرنے کی جب کوشش کی گئی۔۔۔اغیار سے قرضہ لینے کے لیے ناموس رسالت ﷺ جیسے حساس معاملے میں خاموشی اختیار کی گئی۔۔۔صرف یہی نہیں صاحبان جبہ و دستار ارباب مسند ومحراب بھی خاموش رہے۔۔۔عوام مہنگائی بے روزگاری معاشی عائلی معاملات کا بہانہ بنا کر اپنی دنیا میں مگن رہی۔۔۔تو آپ نے اغیار کے آلہ کاروں کو للکارا۔۔۔صاحبان جبہ و دستار کو جھنجوڑا۔۔۔ارباب مسند ومحراب کو ان کی ذمے داریاں یاد دلائیں۔۔۔اور ان کو دعوت فکر دی کہ (تم کیا سمجھتے ہو)؟

(نعت خوانوں۔۔۔!!)-نعت پڑھ کے دین سے فارغ ہو کے بیٹھ جاو گے-

(علمائے کرام۔۔۔!!!)-مولوی تقریر کر کے فارغ ہو کے بیٹھ جائے گا-

(اے امت خیر الانام ﷺ۔۔۔!!!)-حضور ﷺ کا امتی پانچ نمازیں پڑھ کے فارغ بیٹھ جائے کہ میں دین کا کام کر بیٹھا-

(دعوت فکر۔۔۔!!!)-نمازیں تو تم نے اپنے واسطے پڑھی ناموس رسول ﷺ کے لیے تم نے کیا کام کیے؟ حج تو تم اپنے واسطے کرتے ہو عمرہ تم اپنے واسطے کرتے ہو لڑکے کی شادی تم اپنے واسطے کرتے ہو کوٹھی تم نے اپنے واسطے بنائی زمینیں تم نے اپنے واسطے خریدیں۔۔۔

دس..!! رسول اللہ ﷺ دی ناموس واسطے کہڑا کم کیتا ای

بتاؤ۔۔۔! تم نے اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ کی عزت کے لیے کیا کام کیا۔۔۔؟

آپ کی محافل کا رنگ ہی الگ ہوتا تھا جب آپ عشق رسول اور عاشقان رسول ﷺ کے واقعات سناتے تو مجمع کی کیفیت عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو جاتی۔۔۔غیرت رسول ﷺ کا ذھن بنتا۔۔۔اور عزت رسول کی بات سر جھکا کر نہیں سینہ تان کر کرنے کا شعور دوبارہ اجاگر ہوتا چلا جاتا۔۔۔دوران بیان جس دلیری اور جرأت سے آپ اپنا پیغام دیتے وہ انداز آج بھی

خواب غفلت سے بیدار کرنے والا ہے۔۔۔آپ نے اپنے گھر کے بچوں کو بھی یہی درس دیا جو باہر عوام کو سکھایا۔۔۔آپ فرماتے ہیں:

میں اپنے بیٹے/ بیٹیوں کو گھر میں جمع کر کے پیسے دیکر یہ واقعات سناتا ہوں

علامہ رضوی کی بے مثال خدمت:

لبیک یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ اہل اسلام کی پہچان ہے۔۔۔مشکل میں یا محمداہ کی ندا اَصحاب رسول ﷺ کا طریقہ ہے۔۔۔لیکن ایک مخصوص انداز اور الفاظ کے ساتھ جو اس دہائی میں بچے بچے کی زبان پر اس طرح جاری ہے کہ

لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ ﷺ

وہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ کی خدمات و جذبات کی قبولیت کی نشانی ہے۔۔۔اس نعرے نے جہاں بیگانوں کی نیندیں اڑا دی وہیں ان کے اپنے نماہم نواوں کی چبھن بھی ظاہر کر دی۔۔۔کچھ صاحبوں نے ادب کے نام پر بغض اور اپنی خباثت کو چھپاتے ہوئے کئی مقام پر اس سے روکنے کی ناکام کوشش کی مگر یدًا بیدٍ (ساتھ ساتھ فوراً) منہ کی کھانی پڑی کیونکہ جب یہ نعرہ شروع ہوتا ہے تو نہ زبان رکتی ہے نہ جذبہ سستی کا شکار ہوتا ہے بلکہ برجستہ لاکھوں کا مجمع ہر موسم میں-لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ ﷺ-پکارنا شروع ہو جاتا ہے۔۔۔اس نعرے کو رائج کروانے میں امیر المجاھدین نے بڑی محنت کی۔۔۔آپ نے قائدین کے ذاتی نعروں کے بجائے یہ ذہن دیا کہ بس رسول اللہ ﷺ کی بات ہوگی۔۔۔حتی کہ اگر بھرے مجمع میں اگر کسی نے آپ کے نام کا بھی نعرہ لگایا تو فوراً روکا اپنی نفی کی اور کہا-او وبس ایک ہی نعرہ-لبیک لبیک یارسول اللہ ﷺ۔۔۔

یوضع لہ القبول فی الارض کا نمونہ:

یہی وجہ ہے آپ جہاں بھی گئے، جس سے بھی بات کی، جس جگہ بھی خطاب کیا، سامعین نے لبیک کہا اور دل و جان سے بے لوث آپ کے ساتھ ہوئے۔۔۔آپ اپنے محبین کو فقط اللہ تبارک وتعالی اور رسول اللہ ﷺ کی رضا کے خاطر کام کرنے ساتھ جڑنے کا درس دیتے۔۔۔کسی مفاد کے پیش نظر ساتھ چلنے والوں کو لوٹ جانے والے رفقا کے نام پیغام میں اکثر یہ شعر پڑھتے:

یہ سفر ہے کوئے جاناں یہاں قدم قدم بلائیں
جنہیں زندگی ہو پیاری وہ یہیں سے لوٹ جائیں

آپ کے جذبۂ صادقہ کو قبول فی الارض حاصل تھا۔۔۔خلق اس عظیم مقصد کے لیے آپ کی طرف راغب ہوئی آپ جدھر بھی گئے عاشقان رسول ﷺ کا سمندر امنڈ آیا۔۔۔

الاستقامة فوق الکرامة کا حامل:

الحمدُللہ ﷻ دعویٰ عشق رسول ﷺ اور تبلیغ وفاداریِ رسول ﷺ کا درس نہ صرف زبانی دیا بلکہ مصائب وآلام جبر و ظلم کے پہاڑ سہ کر بھی آپ اپنے مؤقف سے پیچھے نہیں ہٹے۔۔۔حالانکہ آپ کے ساتھ شریک کئی قائدین معذرت خواہی کر کے دستبردار ہوگئے۔۔۔مگر امیرالمجاھدین ڈٹ کر کھڑے رہے۔۔۔ہر ظلم کا جواب صبر و استقامت اور ہر الزام کا جواب مسکراہٹ کے ساتھ دیا۔۔۔آپ ہمیشہ حکمرانوں، طاقت کو گستاخوں کی حمایت میں استعمال کرنے والوں کو باز رہنے کا درس دیتے ہوئے بڑے جلال میں اکثر برسرِ جلسہ یہ پیغام دیتے ۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

آپ اکثر اپنے خطابات میں اعلیٰ حضرت کے اشعار سامعین سے بار بار پڑھواتے تھے گویا درس وفا کا سبق بزبان رضا بتاتے پڑھاتے اور یاد کرواتے تھے۔۔۔ایک مرتبہ ربیع الاول شریف ۱۴۴۲ھ میں جمعۃ المبارک کے اجتماع میں ذکر رسول ﷺ روکنے، فضل رسول ﷺ کاٹنے، نقص کے جویاں رہنے والے ہر طبقے میں موجود مردلوگوں کو پر جلال دوٹوک جواب دیا اور پورے مجمع کو یہ جواب یاد کروادیا کہ

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہوجائیں جل جانے والے

حب رضا وسیلہ ہے حب رسول ﷺ کا۔۔۔غیرت عشق مصطفی ﷺ فکر رضا کا تقاضہ۔۔۔نسبت رضا کی معراج مصطفی ﷺ پر ہر شئے فدا کرنا۔۔۔حتیٰ کہ جان دے کر بھی عاجزی انکساری اور بےبسی کا اظہار کرنا۔۔۔کہ بس ایک جاں، نہ دوجہاں فدا، دوجہاں وار کر بھی تسلی نہ ہوئی مگر اب مجبور ہیں کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں۔۔۔

عشق نبی کا جام جو بدست رضا ملا
چکھا جو ایک بار تو پیتا چلا گیا

(شاہِ تاباں قادری)

اسی لیے امام احمد رضا کی نسبت محبت اور ان کے درد دل کے حصول کے لیے نظم ونثر کے ذریعے عشق حق کے گہرے سمندر میں اترنے والے بابا رضوی کو فتاوی رضویہ، تصانیف رضا، کتب و مخطوطات رضویہ کا گہرا مطالعہ سفر کوئے جاناں کے لیے تیار کر کے نکھرا ہوا سونا بنا چکا تھا آپ اکثر اپنے خطابات میں مافی الضمیر کو سمجھاتے ہوئے اشعارِ رضا بیان کرتے لوگوں کو مصطفائے ذات یکتا ﷺ کی مدح وثناء بطرزِ رضا کرنے کی ہدایت فرماتے شاید ہی کوئی خطاب، بات یا گفتگو ہو جس میں آپ نے اعلیٰ حضرت کے طرز کی

پیروی یا تحریرات رضا کے اقتباس کے ذریعے کوئی پیغام امت کے نام نہ دیا ہو۔۔۔آپ تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے تھے: -لوگ کہیں گے کہ لکھا امام احمد رضا نے ہے اور پڑھا مولوی خادم نے۔۔۔ ادب بارگاہ رسالت ﷺ کے حوالے سے آپ کی نصیحت تھی: ادب جسے سیکھنا ہو وہ اعلیٰ حضرت بریلوی سے سیکھے۔۔۔آپ کی خدمت میں ایک بار الحاج قاری تسلیم رضا خان بن علامہ ریحان رضا خان بن سیدنا ابراھیم رضا خان بن سیدنا حامد رضا خان بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے آپ سے ایک ملاقات کے دوران کہا: ہمارا پورا خاندان آپ کا ممنون ہے۔

امیر المجاھدین فرماتے ہیں:

انھوں نے مجھے رلا دیا میں نے ان سے کہا جس مٹی سے امام احمد رضا گزر کر گئے میں تو اس مٹی کو بھی چومتا ہوں۔

آہ....!!! یہ صدمہ نہ سہا گیا:

فرانس کی طرف سے حالیہ گستاخی اور سرکاری سطح پر اس کی پذیرائی کے خلاف آپ نے سخت قدم اٹھایا۔۔۔ملک گیر احتجاج شروع کیا۔۔۔عوامی سطح پر فرانس کے پروڈکٹ کے بائیکاٹ کا ذھن بنایا۔۔۔ اور گستاخِ رسول ﷺ کے مرتکبین کو کیفر کردار تک پہنچانے کا نبوی ﷺ سبق بچے بچے کو از بر کروا دیا اور اب الحمدُللہ ﷻ پاکستان کے بام و در ہر مرد وزن صبی و شاب برملا یہ کہہ رہا ہے۔۔۔فرمان ہے میرے رسول اللہ ﷺ کا۔۔۔ من سب نبیا فاقتلوہ۔۔۔اس ملک کے بام و در اس گرج دار آواز سے گونج اٹھے۔۔۔اغیار کے دیش میں بھی کہرام بپا ہوگیا۔۔۔لیکن افسوس موجودہ حکومت نے محض رسمی زبانی احتجاج پر ہی اکتفا کیا۔۔۔مگر آپ نے ناموس رسالت ﷺ ملین مارچ میں علی الاعلان متنبہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس اور اسلام کی سربلندی کے کام اپنے منصب کے مطابق کرو صرف مذمت اور تکلیف ہونے کا اعلان تو ہم جیسے فقیر کے لیے ہے کہ ہمارے پاس ایٹم بم اور میزائل نہیں۔۔۔گستاخ ملک کے سفیر کو ملک بدر کرنا ہمارے اختیار میں نہیں۔۔۔تم اپنے منصب کے مطابق دفاع کرو ان کے پروڈکٹس کا سرکاری سطح پر بائیکاٹ اور ان کا سفیر باہر نکالو۔۔۔ یہ تو بہت چھوٹا مطالبہ ہے۔۔۔اصل مطالبہ یہ ہے کہ گستاخی کرنے اور گستاخِ رسول کے حامی ملک کے خلاف اعلان جہاد کرو۔۔۔اپنے میزائل کے رخ ان کی طرف کردو۔۔۔

اس کو دشمن جانتا ہوں جو مجھے سمجھائے:

لیکن افسوس اس مرد جری کی آواز پر لبیک کہنے کے بجائے ان کی راہیں مسدود کی گئیں۔۔۔ان کے پرامن ناموس رسالت ﷺ مارچ پر گولیاں اور کئی دنوں تک وقفے وقفے سے شیل فائر کئے گئے۔۔۔لیکن علالت اور کئی دنوں سے زیر علاج رہنے کے باوجود آپ نے اس کی بھرپور قیادت کی 104 بخار کے باوجود عاشقان رسول ﷺ کے درمیان آئے۔۔۔اپنی بیماری کا اظہار نہ ہونے دیا۔۔۔ بالآخر حکومت نے ظلم و جبر کے بعد بھی جب ناموس رسالت ﷺ کے لیے عشاق کے جذبوں اور

ولولوں کو دیکھا۔۔۔تو گھٹنے ٹیک دیے۔۔۔اور مذاکراتی ٹیم کے ذریعے علی صدر القرطاس لکھ کر دیا کہ ہم آپ کے مطالبات اسمبلی کے ذریعے منظور کروا کر نافذ العمل بنائیں گیں۔۔۔معرکہ فیض آباد 2020 کے اختتام پر جو آپ نے اشارے دیے وہ بعد میں سمجھ آئے جو ارشادات آپ نے فرمائے وہ ہمارے لیے واجب العمل نصیحت بھی ہے اور وصیت بھی۔۔۔آپ نے اس دنیا میں بافیض زندگی گزاری غیرت عشق کی بیداری میں تجدیدی کارنامے انجام دیے۔۔۔جن کی آواز کو بڑے شوق سے زمانہ سن رہا تھا۔۔۔آہ۔۔۔!!! داستاں کہتے کہتے آپ ہی خاموش ہو گئے ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دنیا سے جاتے وقت جان لینے کو دلہن بن کے قضا آ گئی۔۔۔آہ۔۔۔! الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔۔۔کے تحت آپ اپنے آقائے نامدار تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سرخرو ہو کر حاضر ہو گئے ناموس مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بے چین رہنے والا جان دیکر چین سے سو گیا۔۔۔

تیرے دامن کرم میں جسے نیند آ گئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے

مرشد برحق حضور تاج الشریعہ مرشدِ اجازت امیر المجاھدین مفتی محمد اختر رضا خان الازھری رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تصدیق ان کے جنازے نے کی کہ- کچھ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جیتے جی مرجاتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ مر کر بھی امر ہو جاتے ہیں-

داغ عشق نبی لے چلو حشر میں
یہ پتہ ہے بہت رہبری کے لیے

کروڑوں عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھوں پر سوار ہو کر خادم حسین سوئے مرقد چل دیے۔۔۔الوداع في أمان الله في أمان الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرے قائد۔۔۔میرے رہبر۔۔۔اے علم بردارِ کربلائے عصر۔۔۔جاؤ خدا حافظ۔۔۔

تجھ سے صادق کی ہے یہی التجا۔۔۔اے امیر المجاھدین۔۔۔!!! اے مرد حق آگاہ .....!!! اے ختم نبوت کے پہریدار۔۔۔!!! اے عشق رسالت کے سفیر۔۔۔!!! اے وفائے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داعی۔۔۔!!! اے غیرت عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقیب۔۔۔!!! اے ناموس رسالت کے محافظ۔۔۔!!! اے کربلائے عصر کے سپہ سالار۔۔۔!!! اے مشن رضا کی لاج۔۔۔!!! اے آبروئے بریلی۔۔۔!!! اے فقر حسینی کے آئینہ دار۔۔۔!!! الوداع۔۔۔۔۔۔الوداع۔۔۔۔۔۔الوداع۔۔۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے اصحاب کی جھرمٹ میں تم سے راضی ہو کر ملیں۔۔۔امام ابوحنیفہ اور غوث اعظم گلے لگائیں۔۔۔امام احمد رضا فخر سے سینے لگائیں تو میرے آقایان نعمت کو میرا اسلام کہنا۔۔۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

ان شاء اللہ ﷻ محشر کے میدان میں جب قدسیوں کے ساتھ مل کر یک زباں روبروئے جانِ جہاں ﷺ مصطفی جان رحمت ﷺ پہ لاکھوں سلام پڑھا جائے گا۔۔۔شاہ اختر،حضرت وجاھت کے ساتھ اس انجمن میں تم سے ملاقات ہوگی۔۔۔بس ایمان وسنیت کی حفاظت اور رضا کی نسبت نبی ﷺ کی الفت سلامت لے کر قبر میں جانے کی دعا کرنا۔۔۔امیر المجاھدین تحفۂ امام احمد رضا یادگار مجدد الف ثانی وفخر بریلی محافظ ناموس رسالت ﷺ سپہ سالار تحریک ختم نبوت ﷺ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ جس دھج سے زندگی گزار کر گئے ہمیں چاہیے اسی کو مشعل راہ بنا کر خود بھی اس شرف سے مشرف ہوں اور یہی ان کی آرزو تھی آپ فرماتے ہیں:-میری آخری بات تمہارے سامنے ہے تم سب کے سامنے میری ایک آرزو ہے۔۔۔حضور ﷺ سے اتنی محبت ضرور کر کے جانا کہ جب۔۔۔

روح میری جب پیراہن خاکی سے نکلی
تو روضے سے آواز آئی او میرا فقیر آیا

(پھر جب قبر کی پاتال میں اتار دیے جاؤ۔۔۔نکیرین آئیں سوالات کریں)جب فرشتے قبر میں پوچھے(محبوب رب اکبر ﷺ کے بارے میں کہ یہ کون ہیں۔۔۔؟)تو میرے آقا ﷺ خود فرمادیں-جانے دو یہ اپنا ہی ہے-۔۔

عاجزانہ گزارش:

امیر المجاھدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مقصد پر نظر رکھنے والے تھے۔۔۔شخصیات کو مقصد پر ہی اپناتے یا دور کر دیتے تھے۔۔۔بلکہ شخصیات کو بھی مقصد ہی کے تناظر میں پیش کرتے۔۔۔وہ مقصد تھا ہر شخص اپنے حیثیت کے مطابق عزت رسول ﷺ کی بات کرے اور ناموس رسالت ﷺ پر پہریداری کرے۔۔۔جو بھی اس کام کی سعادت سے مشرف ہوتا آپ اس کے ساتھ ہوتے اور جو لیت ولعل سے کام لیتا آپ اسے اس کی ذمے داری یاد دلاتے۔۔۔مسلک اہلسنت المعروف مسلک اعلی حضرت کے مطابق ہی گستاخ رسول ﷺ کا قلع قمع اور ناموس رسالت ﷺ اور اسلامی شعائر و احکام کی حفاظت ہوسکتی ہے۔۔۔اس بات کو ناممکن سمجھنے والوں کے لیے امیر المجاھدین ناموس خاتم النبیین ﷺ کے پہریدار حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی بافیض انقلابی حیات اس بات پر حجت ودلیل ہے۔۔۔آپ نے نہ صرف ہر باطل سے جدا ہو کر بلکہ حق و باطل کی آمیزش پسند لوگوں سے بھی صرف نظر کر کے جو عظیم کارنامہ انجام دیا وہ اس بات پر بین دلیل ہے کہ رضا کی روشن روش پر ہی حفظ ناموس مصطفی ﷺ کی عزت سے معزز ہوا جا سکتا ہے۔۔۔

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمے دار ہے
مسلک احمد رضا خاں پائندہ باد

میں نے حضرت صاحب کے سامنے پرانی یادوں ان کی صحبت بابرکت کے تذکروں اور ان کی شفقت ومحبت کے سائے میں

بیتے لمحات کا یہاں تذکرہ نہیں کیا حالانکہ ان یادوں کا دریا ذہن وفکر میں چھایا ہوا ہے بس مدعا عرض کرنے کے لیے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں:

بہار شریعت مسجد کے اندرون خانہ ایک تربیتی نسشت میں بالکل حضرت کے قدموں کو تھامے وہیل چیئر سے مس ہوئے حاضر تھا آپ نے ایک واقعہ سنایا:

جب مجھے پولیس والے پکڑ کرلے کر گئے تو مجھے اس بیرک میں رکھا جہاں لال بیگ چوہے اور دیگر حشرات آتے جاتے صاف نظر آتے تھے۔۔۔اس جگہ دس دس بیس بیس قتل کے ملزموں کو رکھا جاتا تھا۔۔۔میں معذور وہیں بیٹھا رہتا۔۔۔ جھنگوی گروپ کے چند افراد وہاں بند تھے۔۔۔وہ میرے پاس آئے مجھ سے میرا جرم پوچھا۔۔۔میں نے کہہ دیا کہ ناموس رسالت ﷺ ریلی کی وجہ سے مجھے گرفتار کرلیا گیا ہے۔۔۔انھوں نے افسوس کیا اور ان حکمرانوں کے لیے غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے ہمدردانہ لہجے میں کہا:

آئیے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔۔۔آپس میں اتحاد کر کے ہی ہم اپنے مطالبات منوا سکتے ہیں۔۔۔امیر المجاھدین کی استقامت کو سلام آپ نے وہاں بھی بڑی جرأت سے جواب دیا:

اتحاد تمہاری فکر پر نہیں ہوسکتا۔۔۔اتحاد فکر رضا لبیک یا رسول اللہ ﷺ پر ہی ہوسکتا ہے۔۔۔

اس لیے رضا کی روشن روش اور کامیاب فکر پر عمل کرنے والا یہ روشن طریقہ تمام کے سامنے رہنا چاہیے۔۔۔بدمذھب ہمدردیاں جتانے آرہے ہیں آئندہ بھی آئیں گے مگر یاد رکھیے گا دشمن خیر الوری ﷺ سے دوستی اچھی نہیں۔۔۔

صلح کلی نبی کا نہیں سنیوں
سنی مسلم ہے سچا نبی کے لیے

دردمندانہ فریاد:

امیر المجاہدین فنافی خاتمِ النبیین ﷺ محافظ ناموس رسالت ﷺ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جس راہ کے راہی تھے وہ راہ سیدھی شفاعت نگر یعنی گنبد خضرا کے مکین ﷺ کی شفاعت سے مل جاتی ہے۔۔۔وہ جس محاذ کے اس دور میں قائد تھے وہ محاذِ عشق رسول ﷺ تھی۔۔۔اس راہ میں قدم قدم پر بلائیں۔۔۔پل پل خون جگر کے گھونٹ پی کر بھی لبوں کو سی کر کوئے جاناں سفر جاری و ساری رکھنا پڑتا ہے۔۔۔آزمائش یا آسائش، مشکلات یا سہولیات ان تمام سے بے نیاز لقائے یار کے شوق میں چلتے رہنا پڑتا ہے۔۔۔اس لیے اس راہ میں چلنا آسان نہیں مگر اس کے لیے جو رسول اکرم ﷺ کو عقیدہ اہل سنت کے مطابق مانے جانے اور پختہ یقین رکھے۔۔۔مثال کے طور پر اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے جس کا کام کر رہے ہیں وہ بے خبر بے اختیار اور محض عام انسان ہے تو یقین جانیے مسافت طے کرنا تو دور کی بات اس راہ میں قدم رکھنا بھی عبث لگے گا

۔۔۔لیکن عقیدہ وہ ہو جو اصحابِ اخیار اہل بیتِ اطہار ائمہِ کبار کا تھا تو یقین جانیے نہ صرف مشکلات سہنا سہل بلکہ جان دینا بھی آسان۔۔۔جیسے: اہلسنت کا عقیدہ ہے جس کی ترجمانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ یوں کرتے ہیں:

احمد رضا یہ راسخ عقیدہ رکھتا ہے کہ آقائے کائناتِ دو جہاں علیہ الصلوات والتحیات اپنے امتیوں کے دلی ارادوں نیتوں عزائم خطرات سب سے آگاہ ہیں اس میں سرکار ﷺ کی حیات و وفات کا کچھ فرق نہیں۔۔۔

اگر امتی اسی عقیدہ پر پختگی سے یقین رکھے گا تو اس کے لیے راہ عزیمت سہل بلکہ راحت کا باعث ہوگی۔۔۔میری بات کو مزید آسانی سے سمجھنا چاھیں تو آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں جو امیر المجاہدین سے خود سنا تھا:

تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے پاداش میں جب امیر المجاہدین فنافی خاتم النبیین ﷺ کو حکومتی کارندے گھسیٹ کر لے جا رہے تھے۔۔۔بے دردی سے اٹھا کر گاڑی میں پھینک رہے تھے۔۔۔لیکن آپ ان کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔۔۔آپ کی مسکراہٹ پر ظالموں کو تعجب ہوا۔۔۔تو آپ نے مسکراتے ہوئے بڑے آرام سے فرمایا:

تم یہ کام جن کے لیے کر رہے ہو وہ تمہیں نہیں دیکھ رہے۔۔۔مگر جس کی عزت و ناموس کی حفاظت کے جرم میں میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ میرے آقا و مولی ﷺ مجھے دیکھ رہے ہیں۔۔۔سبحان اللہ جل جلالہ اسی لیے ابن رضا فرما گئے ؎

مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے
مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے
ایک پہچان دین نبی ﷺ کے لیے

آیئے۔۔۔!!!

حفظ ناموس مصطفی ﷺ کی جو قسم کھائی ہے اس کو نبھاتے چلیں۔۔۔شخصیت کے غم میں مشن نہ دبنے پائے۔۔۔کیونکہ علامہ رضوی اپنا کام کر کے امر ہو گئے۔۔۔اب سیدنا خالد بن ولید، سیدنا ابوعبیدہ بن جراح، نے نہیں آنا۔۔۔یوسف بن تاشفین، شہاب الدین غوری، نورالدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، التمش، ظہیر الدین بابر، سلطان ٹیپو نے اب قبر سے اٹھ کر میدان نہیں سجانا۔۔۔امیر المجاہدین اب نکلنے کی کال نہیں دیں گے۔۔۔لیکن تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی غلامی ہوگی۔۔۔ختم نبوت کی پہریداری جاری رہے گی۔۔۔لیکن کیسے۔۔۔؟ لیجیے امیر عزیمت کی آواز سنیے:

اب کام آپ نے کرنا ہے۔۔۔ہاں ان کی روحیں آپ کی طرف متوجہ ہو جائیں گی۔۔۔ان کی دعائیں آپ کی طرف ضرور متوجہ ہو جائیں گی۔۔۔لیکن کھڑا آپ نے ہونا ہے۔۔۔اللہ پاک امیر المجاہدین کے صدقے ہمیں بھی غیرت عشق رسول ﷺ عطا فرمائے۔۔۔آمین

حضرت مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ، حیات و خدمات

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

پیدائش: 1966ء نکہ کلاں، پنڈی گھیپ، اٹک، پنجاب

وفات: 19 نومبر 2020ء

مدفن: لاہور

شہریت: پاکستانی

جماعت: تحریک لبیک پاکستان

بیعت:

بیعت کرنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور برائیوں سے بچیں گے۔ نبی کریم ﷺ سے لے کر آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ جب کوئی آدمی کسی نیک آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو اس کا مطلب اور مفہوم بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ پچھلے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا وعدہ کرتا ہے۔ جب کوئی آدمی کسی نیک بندے کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا وعدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس نیک بندے کے وسیلہ سے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا کر دیتا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے محفوظ کر دیتا تھا۔

مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنت کی پیروی کرتے ہوئے روحانی طور پر سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ محمد عبدالواحد المعروف بہ حاجی پیر صاحب کالادیو، جہلم کے مرید تھے۔ نسبت چونکہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تھی۔ اس لئے آپ نے اپنے شیخ کی اتباع کرتے ہوئے اس سلسلہ کے لیے بہت کام کیا۔ آپ نے اپنی تحریر وتقریر اور خطابات میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو مرکز نظر رکھا۔

تعلیم وتربیت:

ہر شخص اپنی مراد پالینے پر خوش ہوتا ہے۔ اہل دنیا مال ومتاع پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اہل تقویٰ رضائے الٰہی

میں خوشی کا راز پاتے ہیں اور اہل علم حصول علم میں لذت وراحت پاتے ہیں۔جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے:

رضینا قسمۃ الجبار فینا

لنا علم وللجھال مال

فان المال یفنیٰ عن قریب

ان العلم باقٍ لا یزال

(ہم اللہ کی تقسیم پر راضی ہیں جو اس نے ہمارے درمیان کی،پس ہمیں علم عطا فرمایا اور جاہلوں کو مال بے شک مال جلد ہی فنا ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا۔)

ہر محقق تحقیق کے لیے اپنے مزاج کے مطابق کوئی ایک میدان منتخب کرتا ہے۔اس طرح حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے بریلوی مکتبہ فکر پر اپنی زندگی گزارنے کو موضوع تحقیق کے طور پر منتخب کیا۔

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی تعلیم میں چوتھی کلاس تک اپنے گاؤں نکہ کلاں کے اسکول سے حاصل کی۔آپ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث:

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّینِ، فَاِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ط

(ترجمہ:علم حاصل کرو،گوتمہیں چین میں جانا پڑے،علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

پر عمل کرتے ہوئے دینی تعلیم کے لیے جہلم چلے گئے۔اس وقت ان کی عمر بمشکل آٹھ سال ہی تھی اور یہ 1974ء کی بات ہے۔ جب آپ اکیلے جہلم پہنچے تو اس وقت تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی اور اس کی وجہ سے جلسے جلوس اور پکڑ دھکڑ کا عمل چل رہا تھا۔جہلم میں آپ کے گاؤں کے استاد حافظ غلام محمد موجود تھے۔وہ آپ کو جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم عیدگاہ لے گئے۔یہ مدرسہ قاضی غلام محمود کا تھا جو پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔وہ وہاں امام وخطیب تھے۔اس مدرسے کے منتظم حافظ صاحب کے بیٹے قاضی حبیب الرحمن تھے۔مدرسے میں حفظ قرآن مجید کے لیے استاد غلام یٰسین تھے،جن کا تعلق ضلع گجرات سے تھا۔وہ آنکھوں کی بینائی سے محروم تھے۔آپ نے قرآن مجید کے ابتدائی بارہ سپارے جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم سے حفظ کیے اور اس سے آگے کے اٹھارہ سپارے مشین محلہ نمبر 1 کے دارالعلوم سے حفظ کیے۔

آپ کو قرآن پاک حفظ کرنے میں چار سال لگے۔جب آپ کی عمر بارہ برس کی ہوئی تو دینیہ ضلع گجرات چلے گئے اور وہاں دو سال تک قرأت کی تعلیم حاصل کی۔قرأت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۸۰ء میں لاہور چلے گئے۔وہاں آپ نے شہرہ آفاق دینی درسگاہ"جامعہ نظامیہ رضویہ"لاہور میں درس نظامی کہ تعلیم حاصل کی۔اس مدرسہ میں آٹھ سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1988ء میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔قرآن پاک حفظ کرنے کے علاوہ درس نظامی اور احادیث پڑھیں۔

عملی زندگی:

آپ نے پہلی ملازمت 1993ء میں محکمہ اوقاف پنجاب میں کی۔اس سلسلے میں آپ داتا دربار لاہور کے نزدیک واقع پیر مکی مسجد میں خطیب تھے۔آپ محکمہ اوقاف کی ملازمت چھوڑ کر یتیم خانہ لاہور کے قریب واقع مسجد رحمت اللعالمین میں خطیب رہے۔

1990ء میں آپ نے جامعہ نظامیہ رضوی اندرون لوہاری گیٹ،لاہور میں"علم صرف"کادرس دیناشروع کیا۔

1993ء میں آپ نے محکمہ اوقاف کی ملازمت اختیار کی اور دربار"سائیں کانواں"(اس دربار کو کانواں والی سرکار بھی کہا جاتا ہے) والے،گجرات میں بطور امامت وخطابت ڈیوٹی انجام دی۔بعدازاں دربار حضرت شاہ ابوالمعالی کی مسجد میں تبادلہ کر دیا گیا۔

تنقید کا نقطہ آغاز:

دربار حضرت شاہ ابوالمعالی کی مسجد سے حکومت کی غلط پالیسیوں پر تنقید کا آغاز کیا جس کی وجہ سے چار ماہ کے لیے ملازمت سے معطل رہے۔اس کے بعد بحال ہو کر آپ پیر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ،لاہور کی مسجد میں اپنے فرائض انجام دینے لگے لیکن حکومتی پالیسوں پر برابر تنقید کرتے رہے۔

خاص طور پر ممتاز حسین قادری کے حوالے سے آپ کا مؤقف حکومت کے برعکس تھا،جس کا اظہار آپ سرکاری پلیٹ فارم پر کرتے تھے۔اس کے نتیجے کے طور پر ملازمت کا سلسلہ قائم نہ رہ سکا اور محکمہ اوقاف نے آپ کو ملازمت سے فارغ کر دیا۔

مذہبی تحریکوں میں حصہ:

"ممتاز حسین قادری کی رہائی کی تحریک"کے محرک اور سرپرستِ اعلیٰ رہے۔

تحریک فدائیان ختم نبوت"کے امیر رہے۔

"تحریک لبیک یارسول اللہ"کے سرپرستِ اعلیٰ رہے۔

بعدازاں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی سے اختلاف کی وجہ سے اپنی الگ تحریک"تحریک لبیک پاکستان"بنالی۔آپ نے بہت جلد اپنے سخت بیانات کی وجہ سے قدامت پسند طبقے میں اپنی جگہ بنالی۔آپ پر 2016ء میں توہین مذہب کے قانون کے حق میں ریلی نکالنے پر لاٹھی چارج کیا گیا اور آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔

سیاست:

2017ء میں این۔اے 120 لاہور کے ضمنی انتخاب میں پہلی بار سیاسی منظر نامے پر نمودار ہوئے

اور 7000 ووٹ حاصل کر کے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔این ۔اے 4 پشاور کے ضمنی الیکشن میں تقریباً 10000 ووٹ حاصل کیے ۔لودھراں کے الیکشن میں بھی آپ کی تنظیم کو قریباً 11000 ووٹ ملے ۔

2017ء میں نواز شریف حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی طرف سے قانون "ختم نبوت" کی ایک شق میں الفاظ بدل دیئے، جس پر ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی ۔آپ نے بیانات کی بجائے عملی قدم اٹھایا اور نومبر 2017ء میں فیض آباد انٹرچینج پر کئی دن دھرنا دیا، جس کی وجہ سے وزیر قانون زاہد حامد کو استعفیٰ دینا پڑا۔اس کی وجہ سے آپ تنقید کا نشانہ بنے ۔ 2018ء میں جب ہالینڈ نے حضور ﷺ کے خاکوں کی نمائش کی گستاخی کی تو آپ نے دوبارہ لاہور تا اسلام آباد مارچ کیا۔

آسیہ نام کی ایک عورت پر توہین رسالت کا الزام لگایا گیا تو ہائی کورٹ کی طرف اسے سزائے موت سنائی گئی لیکن سپریم کورٹ آف پاکستان نے اسے رہا کر دیا۔جس پر حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا شدید ردِعمل سامنے آیا۔تحریک لبیک کے کارکنوں نے تشدد کا راستہ اختیار کیا سینکڑوں گاڑیاں جلا دی گئیں ۔جس کے نتیجے میں آپ اور آپ کی تنظیم کے عہدے داروں اور معاونین کو گرفتار کر لیا گیا۔آپ دہشت گردی کے الزام میں لاہور کی پولیس کی حراست میں رہے ۔مئی 2019ء کو ضمانت پر رہائی ملی ۔

آپ کو شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔خود کو کلام اقبال کا حافظ کہتے تھے ۔ وفات سے چند دن پہلے فیض آباد چوک پر پھر دھرنا دیا۔اس بار آپ کا مطالبہ فرانس کے سفیر کو پاکستان سے نکالنا تھا۔کیونکہ فرانس کے صدر نے گستانہ خاکوں کی حمایت کی تھی ۔

معذوری:

2009ء میں پیش آنے والے ایک حادثے میں آپ معذور ہو گئے اور وہیل چیئر تک محدود ہو گئے تھے ۔

شادی:

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی شادی اپنے چچا کی بیٹی سے ہوئی جو آپ کے والد لعل خان نے رشتہ پسند کیا تھا۔

اولاد:

آپ کی اولاد میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں ۔بیٹوں کے نام یہ ہیں :

۱۔حافظ محمد سعد

۲۔حافظ محمد انس

تصنیفات:

☆تیسرابواب الصرف

☆تعلیلا ت خادمیہ

وفات:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُالْمَوتِ ط آپ نے 19نومبر 2020ء بروزجمعرات بوجہ علالت بعمر 54سال لاہورمیں وفات پائی۔اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط"تووہ کہیں ہم اللہ کے لیے ہیں اورہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں"۔

نمازجنازہ:

21نومبر۔2020ءبروزہفتہ کوصبح دس بجےنمازجنازہ گراونڈمینارپاکستان میں اداکی گئی۔نمازجنازہ صاجزادے حافظ محمدسعدرضوی نے پڑھائی۔نمازجنازہ میں لاکھوں افرادنےشرکت کی۔

آخری آرام گاہ:

لاہورکی مسجدرحمت للعالمین سے ملحق مدرسہ ابوذرغفاری میں سپردِخاک ہوئے۔

تحریک لبیک کانیاسربراہ:

آپ کی وفات کے بعد ان کی جماعت کی 18رکنی شوریٰ نے ان کے بیٹے کوتحریک لبیک کانیاسربراہ مقررکیاہے۔جس کااعلان جماعت کےمرکزی نائب امیرسیدظہیرالحسن شاہ نے جنازے کےموقعہ پاکیا۔

حواشی

۱۔مولانامحمداسلم رضوی،تذکرہ علماءاہل سنت ضلع اٹک،اسلامک میڈیاسنٹر،لاہور،(مارچ۔2019ء)ص۔68

۲۔آزاددائرۃالمعارف،ویکیپیڈیا

۳۔علاقائی ذرائع

عشق ووارفتگی میں ڈوبی ہوئی ایک عاشق رسول کی سرگذشت

مولانا مبارک حسین مصباحی

ہزاروں سال نرگس اپنی بےنوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فدایانِ ختم نبوت پاکستان کے سربراہِ اعلیٰ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کو کون عاشق رسول نہیں جانتا۔ آپ بلا شبہ چمن مصطفیٰ ﷺ کے دیدہ ور تھے۔ایسی شخصیتیں برسوں کے بعد نمودار ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیرت انگیز قوتِ حافظہ عطا فرمائی تھی،آپ ایک رکعت میں مکمل قرآن عظیم پڑھنے کی صلاحیت رکھتے تھے،شمائل ترمذی اور دیگر کتبِ حدیث کی سینکڑوں حدیثیں حفظ تھیں۔

آپ محدثِ جلیل اور شیخ الحدیث تھے۔عشقِ رسول ﷺ میں ہمیشہ سرشار رہتے تھے،ناموسِ رسالت ﷺ کی پاسبانی کا مسئلہ ہو یا ختم نبوت کے تحفظ کا،ان سب کے لیے جان ہمیشہ ہتھیلی پر رکھتے تھے،حج وزیارت کے مقدس سفر کے لیے کئی بار متعدد شیدائیوں نے پیش کش کی،مگر آپ نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر آقا ﷺ نے دریافت فرمالیا کہ اے خادم! ناموسِ رسالت اور ختم نبوت پر حملے ہو رہے ہیں اور تم یہاں آگئے تو میرے پاس کیا جواب ہوگا۔

آپ نے"فدایانِ ختم نبوت"اور"تحریک لبیک یارسول اللہ پاکستان"کی سربراہی فرما کر پہرے داری کا حق ادا فرما دیا۔آپ نے لبیک یارسول اللہ کا نعرہ گھر گھر پہنچا دیا۔آج بچے بچے کی زبان پر یہ نعرہ جاری ہے تو بلاشبہہ یہ آپ کی زندہ کرامت ہے۔آپ نے اپنی مسلسل جدو جہد سے پورے عہد کو متاثر کیا۔آپ کی حیات میں بھی ایک بڑا طبقہ آپ پر فریفتہ تھا۔آپ کے وصال پر ملال کے بعد اپنے تو اپنے غیر بھی تن من دھن سے قربان ہو رہے ہیں،کسی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ
پس مُردن زمانہ ڈھونڈتا ہے مرنے والوں کو
ہمارے بعد دنیا کو ہماری جستجو ہوگی

ولادت اور تعلیم وتربیت:

آپ کی ولادت باسعادت 3 ربیع الاول شریف 1386ھ/ 22 جون 1966ء بروز بدھ بمقام نکہ کلاں تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک صوبہ پنجاب پاکستان میں ہوئی۔آپ کا خاندان زمیندار اور برادری اعوان ہے۔والدین کریمین صالح اور نیک

تھے، والدِ گرامی کا اسم گرامی مرحوم حاجی لعل خاں اعوان تھا۔ درجہ چہارم تک کی تعلیم اپنی آبادی میں حاصل فرمائی۔ 1974ء میں دینی تعلیم کے لیے ضلع جہلم چلے گئے، اس وقت آپ کی عمر آٹھ برس تھی۔ جہلم میں آپ کے گاؤں کے حضرت حافظ غلام محمد پہلے سے موجود تھے، انھوں نے آپ کا داخلہ جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم عید گاہ میں کرا دیا، مدرسہ میں شعبہ حفظ کے استاذ نابینا حافظ وقاری غلام یاسین تھے جو ضلع گجرات کے باشندے تھے، آپ نے بارہ پارے ان کی درس گاہ میں حفظ کیے۔ آپ کے گاؤں نکہ کلاں کے ایک طالب علم گل محمد نے کسی بات پر باورچی کو مار دیا جس کی وجہ سے مدرسے سے ان کا اخراج کر دیا گیا، حضرت حافظ غلام محمد دام ظلہ العالی نے سفارش بھی کی مگر جب ان کی ہر کوشش ناکام ہوگئی تو انھوں نے اپنے داخل کردہ اکیس طلبہ کو مدرسہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ ان میں حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی بھی تھے اور سب کو مشین محلہ نمبر 1 کے دار العلوم میں داخل کرا دیا۔ 18 پارے آپ نے اس دار العلوم میں 1978ء میں مکمل فرمائے۔ حفظ کی تکمیل میں آپ کو چار سال لگے، اس وقت آپ کی عمر 12 سال ہو چکی تھی، اس کے بعد آپ دینہ ضلع جہلم شعبۂ تجوید وقراءت میں داخل ہوئے اور حضرت علامہ قاری محمد یوسف سے دو برس شعبۂ تجوید میں تعلیم حاصل فرمائی۔

1980ء میں آپ شہرۂ آفاق درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور، میں داخل ہوئے، آپ نے بڑی محنت سے درس نظامی کی تکمیل 1988ء میں فرمائی۔ ایک سے ایک جید اساتذۂ کرام تھے۔ آپ ممتاز طالب علم تھے، اساتذۂ کرام بڑی شفقت ومحبت فرماتے تھے۔ خاص طور پر مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی بے پناہ نوازش فرماتے تھے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے چند اکابر اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(1)- مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی قدس سرہ [وصال: 26 اگست 2003ء] سے آپ نے ترمذی شریف کا درس لیا۔

(2)- حضرت علامہ مفتی محمد عبد اللطیف نقشبندی قدس سرہ سے مسلم شریف اور ابو داؤد شریف وغیرہ کا درس لیا۔

(3)- حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری قدس سرہ [وصال: 18 شعبان 1428ھ/ یکم ستمبر 2007ء] سے جامع صحیح بخاری اور قصیدہ بردہ شریف کا درس لیا۔

(4)- استاذ العلما حضرت علامہ محمد رشید نقشبندی سے کنز الدقائق کا درس لیا۔

(5)- شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ۔

(6)- ادیبِ شہیر حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی، دامت برکاتہم العالیہ۔

شیخ الحدیث، امامت اور محکمۂ اوقاف:

فراغت کے بعد ۱۹۹۰ میں آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس دینا شروع فرمایا۔ عرصۂ دراز تک آپ

صرف ونحو کا درس دیتے رہے۔ 1993ء میں محکمۂ اوقاف پاکستان نے آپ کا تقرر اپنے دینی شعبے میں کیا، اس کی ذمہ داری یہ ہوئی کہ آپ دربار سائیں کانواں والے گجرات میں امامت وخطابت فرمانے لگے، اس کے بعد محکمۂ اوقاف نے آپ کا تبادلہ دربار حضرت شاہ ابو المعالی کی مسجد میں کر دیا۔ اپنے کردار وعمل اور اخلاص وللہیت کی وجہ سے متعارف اور مقبول ہو گئے۔ آپ فطری طور پر اخلاص وعمل کے پیکر اور حق گو تھے، جب بھی آپ کے سامنے کوئی خلافِ شرع معاملہ آتا آپ بلا خوف وخطر شرعی رہ نمائی فرما دیتے۔ آپ کی یہ سچائی اور حق بیانی حکومت کے بڑے ذمہ داروں کو پسند نہیں آئی، آپ چار ماہ کے لیے معطل کر دیے گئے، اس وقت ماہانہ مشاہرہ بیس ہزار روپے تھا۔

اس کے بعد آپ بحال ہوئے پیر مکی مسجد لاہور میں آپ خدمت انجام دینے لگے۔ مگر آپ اپنے فطری مزاج سے مجبور تھے، غلط پالیسیوں کو دیکھتے تو بلا لومت لائم تنقید فرما دیتے تھے۔ ملک ممتاز قادری علیہ الرحمہ کے تعلق سے آپ کا موقف حکومت کے مخالف تھا، ممتاز قادری گرفتار ہو چکے تھے۔ آپ ان کی رہائی کے لیے مسلسل کوشش فرما رہے تھے "ممتاز قادری رہائی تحریک" میں آپ پیش پیش تھے۔ اس پر آپ کو محکمہ اوقاف نے ملازمت سے فارغ کر دیا۔

آپ نے اپنے مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ میں بھی عرصۂ دراز تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کو تدریس کا ملکہ حاصل تھا، یوں تو آپ نے تمام فنون بڑے ضابطے سے پڑھائے مگر فن صرف اور فن نحو میں اپنی ایک انفرادی شان رکھتے تھے، علمِ صرف کا واقعی جواب نہیں تھا، آپ کے تلامذہ بھی نحو وصرف میں اپنا ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے فن صرف میں دو انتہائی جامع اور مفصل کتابیں بھی تحریر فرمائیں جن کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

اسی جامعہ میں آپ باضابطہ شیخ الحدیث بھی رہے، ابو داؤد شریف کا درس مشہور تھا۔ شمائل ترمذی کی اکثر احادیث آپ کو حفظ تھیں، بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث اور دیگر علوم وفنون بڑی ذمہ داری کے ساتھ پڑھاتے تھے۔

جامعہ نعمانیہ لاہور میں اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل تدریس شروع فرمائی اور اہلِ سنت کے اس قدیم ادارے کو حیاتِ نَو بخشی، اس کی عظیم الشان جامع مسجد بنوائی تحریکی مصروفیات کی وجہ سے تدریسی خدمات موقوف ہو گئیں مگر وصال سے کچھ عرصہ قبل تدریس کا سلسلہ پھر شروع فرما دیا تھا۔

جامع مسجد رحمۃ للعالمین ﷺ مدینہ کالونی ملتان روڈ لاہور کی تعمیر جدید آپ کی زیرِ نگرانی ہوئی، تا حیات آپ اس کے خطیب رہے، یہاں سے پندرہ ہزار روپے ماہانہ مشاہرہ تھا، لاہور میں آخری دَم تک آپ کرایے کے مکان میں رہتے تھے۔

عہدِ طالب علمی کے احوال:

پاکستان نیشنل ٹی وی کے نمائندے نے استاذ العلما حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ سے شرفِ ہم کلامی حاصل کیا۔ آپ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کے جید استاذ گرامی ہیں، عمر دراز اور باصلاحیت شخصیت

ہیں ۔اس انٹرویو کو ہم نے خود سنا،اب ذیل میں ہم اس کی تلخیص نوٹ کرتے ہیں:

پہلا سوال: آپ پہلے یہ فرمائیے کہ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب کی طالب علمی کی زندگی کیسی تھی؟

حضرت جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: حضرت حافظ قاری علامہ خادم حسین رضوی نے طالب علمی کے دور میں بھی انتہائی محنت اور توجہ سے پڑھا اور نبی کریم ﷺ سے انھیں عشق ومحبت طالب علمی کے دور میں بھی تھی اور کبھی اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے جو گفتگو وہ فرماتے اس سے یہ اشارہ ملتا کہ نبی پاک ﷺ کی عظمت اور محبت کی خاطر کوئی نہ کوئی کام اللہ پاک نے ان سے لینا ہے تو اس وقت بھی ان کے تاثرات اور تصورات اسی نوعیت کے نظر آتے تھے اور پھر پڑھنے کی طرف توجہ اور لگن بھی کامل تھی ۔پوری توجہ کے ساتھ رات گئے تک مطالعہ کرتے اور پھر وقت پر اٹھنا اور نمازوں کی پابندی،یہ دورِ طالب علمی میں بھی ان کا عمل تھا،ایک اچھی روش تھی ،اللہ تعالیٰ کو ان سے کام لینا تھا اور لیا،اللہ پاک ان کے مزید درجے بلند فرمائے ۔

نمائندے نے دریافت کیا کہ حضرت علامہ خادم حسین کو علامہ اقبال کے ساتھ بات سمجھاتے دیکھا گیا ہے،ان کے ساتھ یہ لگاؤ اور تعلق بچپن سے تھا یا بعد میں ہوا؟

حضرت فرماتے ہیں: جیسا میں عرض کر چکا ہوں،ان کے مزاج میں اللہ کریم کی طرف سے رسولِ کریم کے لیے عشق وتعلق ودیعت کیا گیا تھا۔عشق وایمان ان کے دل میں اللہ نے رکھا تھا،علامہ اقبال کے کلام میں بھی نبی پاک ﷺ سے عشق ومحبت ٹھاٹھیں مار رہا ہے،تو یہ فطری مناسبت ان کی ہوگئی،جو کچھ ان کا مزاج تھا،جس کی انھیں طلب تھی،وہ علامہ اقبال کے کلام میں انھیں میسر آجاتا تھا۔اس واسطے ان کا رجحان دورِ طالب علمی سے اقبالیات کی طرف ہوگیا تھا۔ویسے وہ قرآن پاک کے حافظ اور قاری تو تھے ہی سارا قرآن ان کے سینے میں جمع تھا،نعتیہ جو کلام ہے حضرت امام بوصیری کا قصیدۂ بردہ شریف،عربی میں ہے ۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نعتیہ مجموعہ حدائق بخشش اور علامہ اقبال کا کلام فارسی میں اور اردو میں یہ سارے انھوں نے حفظ کیے ہوئے تھے اور موقع محل کے مطابق اللہ کریم ان کی رہنمائی فرمادیتا تھا کہ یہاں کس بزرگ کا اور کون سا کلام اور کون سا شعر دل میں اثر کرسکتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ جو کچھ وہ منھ سے کہتے وہ دلوں میں اترتا چلا جاتا۔

تیسرا سوال کرتے ہیں کہ تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ پاکستان کا مستقبل آپ اس وقت کیا دیکھ رہے ہیں؟ حضرت جواب ارشاد فرماتے ہیں: دیکھو جی یہ وقت ہی بتائے گا،ہماری دعائیں اور ہمدردیاں صاحب زادہ سعد رضوی کے ساتھ ہیں،امید ہے عظیم باپ کا عظیم بیٹا ہے اور ان کے ساتھ تحریک کی سرگرمیوں میں مصروف رہا تو وہ اس ٹریننگ اور تربیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے،اللہ کرے گا کہ کامیابی ہوگی توقعات اچھی ہیں ہمیں،اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔

سوال کیا جاتا ہے: آج کل کوئی بھی فتنہ اٹھتا ہے اور نعوذ باللہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کردیتے ہیں تو ایسے فتنوں سے کیسے نمٹا جاسکتا ہے؟

حضرت جواب عنایت فرماتے ہیں: دیکھیے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کریم چاہے تو وہ منہ ہی بند کر دے، وہ ہاتھ ہی توڑ دے جو رسول اللہ ﷺ کی توہین اور گستاخی کی طرف مائل ہو لیکن یہ ہمارا امتحان ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے اور اپنے آپ کو عاشق کہلوانے والے یہ کتنے پانی میں ہیں تو یہ ہمارا ایک امتحان ہوتا ہے اور اس کا سدِ باب سوائے جہاد کے.... جتنے مما لک میں مسلمانوں کی حکومت ہے ان کو کم سے کم اس ایک نکتے پر باہمی اتحاد اور اتفاق ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کسی صورت میں برداشت نہیں اور جو کرے گا اس کے خلاف ہمارا اعلانِ جہاد ہے تب جا کے یہ گستاخی کا سلسلہ رکے گا۔

مزید سوال کیا جاتا ہے کہ علامہ خادم حسین رضوی کے جانے کے بعد ان نازک حالات میں آپ امتِ مسلمہ کو کیا پیغام دیں گے؟

حضرت جواب ارشاد فرماتے ہیں: وہی جو میں کہہ چکا ہوں کہ اپنے دل میں نبی پاک ﷺ کی عظمت اور ان کی ناموس کے تحفظ کا جذبہ پیدا کریں اور اس مسئلہ پر کسی بھی مسلمان کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیے، اس پر تمام مما لک کے مسلمان متحد اور متفق ہو جائیں، اللہ پاک کامیابی دے گا۔

آخری سوال: فرانس نے ہمارے نبی کریم ﷺ کے خاکے بنائے تو ان کو کوئی منہ توڑ جواب آپ کی طرف سے؟

ان کو منہ توڑ جواب وہی ہے جو علامہ خادم حسین رضوی نے انھیں دیا ہے۔ اگر سب عاشقانِ رسول ﷺ اسی جذبہ کو لے کر اٹھیں تو ان شاء اللہ العزیز آئندہ کسی کی یہ جرأت نہیں ہوگی۔ ان کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ ہم تو مردِ مسلمان ہیں، اپنے آقا کی عزت اور حرمت پر مر مٹنا جانتے ہی ہیں، کسی نبی کی بھی ہم توہین اور گستاخی برداشت نہیں کرتے، ہمارے ان جذبات کی ترجمانی وہ نعرہ کر رہا ہے مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ، تو یہاں **نبیا** عام ہے، کسی بھی نبی کو جو برا بھلا کہے وہ واجب القتل ہے، ہم تو سارے نبیوں کا احترام کرتے ہیں، عیسائیوں کا اگر تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے تو ہمارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی اپنے مذہب کے مطابق ایمان اور تعلق اور واسطہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام

سے بھی۔ تو کسی بھی نبی کے تعلق سے گستاخی ہمیں گوارا نہیں ہے اور ایسا کوئی کرے، کسی بھی نبی کا کوئی گستاخ ہو تو ہمارے جذبات وہی ہیں کہ وہ واجب القتل ہے تو امام الانبیا کا مقام تو بہت ہی بلند و بالا ہے۔

تحریکی اور سیاسی سرگرمیاں:

۲۰۱۶ میں توہین مذہب قانون کی حمایت میں ریلی نکالی، حکومت نے لاٹھی چارج کیا اور انھیں گرفتار کرایا گیا۔

۲۰۱۷ میں این اے ۱۲۰ لاہور کے ضمنی انتخابات میں تحریک لبیک پہلی بار سیاسی منظر نامے پر آئی، امیدوار نے سات ہزار ووٹ حاصل کیے، نتائج دیکھ کر لوگ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔ این اے ۴ پشاور کے ضمنی انتخابات میں قریب ۱۰ ہزار ووٹ حاصل کیے، لودھراں کے انتخابات میں بھی گیارہ ہزار ووٹ حاصل کیے۔

۲۰۱۷ میں نون لیگی حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی طرف سے قانون ختم نبوت کی ایک شق میں کچھ الفاظ بدلے تو

امیر المجاہدین نے اپنی تحریک کے زیرِ اہتمام احتجاج کیا۔نومبر ۲۰۱۷ میں ملک گیر احتجاجی تحریک چلائی، تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کی جانب اسلام آباد میں ۲۲ دن کا دھرنا دیا۔کثیر افراد کا یہ دھرنا لاحاصل نہیں گیا،حکومت نے سچائی اختیار کی اور وزیر قانون کو مستعفی ہونا پڑا۔

ختم نبوت کے قانون میں تبدیلی اور ۲۲دن کا دھرنا:

جب یہ بات عام ہوئی کہ عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف حکومتی سطح پر بہت بڑی سازش رچائی گئی ہے تو اے۔آر۔وائی نے اس پر ایک پروگرام منعقد کیا۔مسلمانوں نے حکومت کے خلاف احتجاج شروع کر دیے۔حکومت پاکستان کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ یہ نادانستہ طور پر ایک کلیریکل غلطی کی بنیاد پر ہوا ہے اور جدید انتخابی بل میں حسب سابق درج شدہ متن کو شامل کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک بنیادی عقیدہ ہے اسی بنیادی عقیدے کا انکار کرنے اور بارگاہِ الوہیت اور بارگاہ نبوت میں گستاخیاں کرنے کے باعث قادیانیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج کیا گیا ہے۔اور انہیں پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور انہیں قومی وصوبائی اسمبلی سے دور رکھنے کے لیے ضابطۂ انتخابات میں نہایت جدوجہد اور قربانیاں دینے کے بعد اس قانون کا اضافہ کرایا گیا تھا جس کو ختم کرانے کے لیے قادیانی فرقہ ۱۹۷۴ء ہی سے برابر مطالبہ بھی کر رہا ہے اس میں ملوث افراد کو حکومت سے برطرف کر کے قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔ان کے خلاف گستاخی رسول کے تحت مقدمہ قائم ہونا چاہیے،یہ مطالبہ لے کر علمائے اہل سنت ارباب حکومت تک پہنچے مگر ان لوگوں نے نہایت توہین آمیز لب و لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے ان کے مطالبات کو مسترد کر دیا۔ جس کی وجہ سے عوام وخواص میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔آخر کار انہیں اپنے مطالبات منوانے کے لیے سڑکوں پر آنا پڑا۔

پُر امن مظاہرے کی صورت میں تمام سنیوں نے متحدہ طور پر فیض آباد خطے میں راول پنڈی اور اسلام آباد کو آپس میں جوڑنے والی شاہ راہ پر "تحریک لبیک یارسول اللہ" کے نمائندوں نے دھرنا دینا شروع کر دیا۔مؤرخہ ۶ر نومبر ۲۰۱۷ء کو تحریک لبیک یارسول اللہ،تحریک ختم نبوت،سنی تحریک پاکستان نے مشترکہ طور پر یہاں کھلے آسمان کے نیچے سردی میں دھرنے کا اعلان کر دیا۔امیر المجاہدین حضرت مولانا حافظ خادم حسین رضوی، پیر محمد افضل قادری وغیرہم نے اس دھرنے کی قیادت کی۔اس سلسلہ میں سب سے اہم کارنامہ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کا رہا کہ جنہوں نے اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کی پرواہ کیے بغیر یہ عظیم الشان اور مثالی اقدام کیا۔

کراچی سے لے کر افغانستان کی سرحد تک انہوں نے پورے ملک کو منجمد کر کے رکھ دیا۔میڈیا نے انہیں بہت گھیرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے ہر ایک کا نہایت مستحکم لہجے میں معقول جواب دیا۔بڑے بڑے اینکرز کی بولتی بند کر دی۔

۲۵ر نومبر کو پاکستان کی اسپیشل فورس نے ان غریب اور نہتے عاشقان مصطفیٰ ﷺ پر تشدد شروع کر دیا۔ان پر لاٹھیاں

برسائیں، انہیں زدوکوب کیا گیا۔آنسو گیس کے گولے چھوڑے گئے جس کی پاداش میں عالمی میڈیا کے مطابق ۶/اور مقامی اطلاعات کے مطابق ایک درجن سے زائد لوگ شہید ہو گئے ۔سینکڑوں زخمی ہوئے ۔ ہزاروں کو زندان خانوں میں ٹھونس دیا گیا۔مگر اس کے باوجود پاکستانی حکومت یہ دھرنا ختم نہ کرا سکی۔

افواج کے سپہ سالار کی معاہدے کی جانب پیش قدمی:

آخر کار پاکستانی افواج کے سپہ سالار جنرل قمر جاوید باجوہ کو دخل دینا پڑا ۔آرمی چیف نے ثالث کا کردار ادا کرتے ہوئے حکومت اور مظاہرین کے درمیان ایک معاہدہ کرایا جس کی رو سے وفاقی وزیر قانون زاہد حامد نے وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی کو اپنا استعفیٰ پیش کر دیا جسے حکومت پاکستان نے تسلیم کر لیا۔مظاہرین عاشقان مصطفیٰ ﷺ کا سب سے پہلا مطالبہ بھی یہی تھا کہ وفاقی وزیر قانون سے استعفیٰ لیا جائے ۔وزیر قانون کے استعفیٰ کے بعد چیف آرمی کے توسط سے حکومت اور تحریک لبیک یا رسول اللہ کے درمیان ۶/نکات پر مشتمل ایک معاہدہ نامہ تیار ہوا ۔اس معاہدہ پر حکومت کی جانب سے وفاقی وزیر داخلہ احسن اقبال اور وفاقی سکریٹری داخلہ ارشاد مرزا اور تحریک لبیک یا رسول اللہ کی جانب سے مرکزی امیر حضرت علامہ خادم حسین رضوی قدس سرہ، سرپرست اعلیٰ پیر افضل قادری اور مرکزی ناظم اعلیٰ محمد وحید نور نے دستخط کیے ۔جب کہ میجر جنرل فیض حمید کے بھی معاہدہ پر دستخط موجود ہیں ۔الحمدللہ! تحریک لبیک یا رسول اللہ پاکستان کے مطالبہ کے مطابق حکومت پاکستان نے الیکشن ایکٹ 2017 میں 7B اور 7C کو مکمل متن مع اردو حلف نامہ حسب سابق شامل کر لیا۔ ۶/نکاتی معاہدہ نامے کا متن مندرجہ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معاہدہ مابین تحریک لبیک یا رسول اللہ اور حکومت پاکستان

تحریک لبیک یا رسول اللہ جو کہ ایک پُر امن جماعت ہے اور کسی قسم کے تشدد اور بدامنی پر یقین نہیں رکھتی ۔یہ جماعت ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں قانونی ردّ و بدل کے خلاف اپنا نقطۂ نظر لے کر حکومت کے پاس آئی مگر افسوس کہ اس مقدس کام کا صحیح جواب دینے کے بجائے طاقت کا استعمال کیا گیا۔ ۲۱/دنوں پر محیط اس کوشش کو اگر بات چیت کے ذریعے حل کرنا ہے تو ہمارے مندرجہ ذیل مطالبات کو پورا کیا جائے ۔ہم یقین دلاتے ہیں کہ ان شرائط پر اتفاق ہونے پر ہم نہ صرف ختم نبوت دھرنا ختم کریں گے بلکہ ملک بھر میں اپنے ساتھیوں کو پُر امن رہنے کی درخواست بھی کریں گے۔

(۱) وفاقی وزیر قانون زاہد حامد جن کی وزارت کے ذریعہ اس قانون کی ترمیم پیش کی گئی کو فوری اپنے عہدے سے برطرف (مستعفی) کیا جائے ۔تحریک لبیک ان کے خلاف کسی قسم کا کوئی فتویٰ جاری نہیں کرے گی۔

(۲) الحمدللہ! تحریک لبیک یا رسول اللہ کے مطالبہ کے مطابق حکومت پاکستان نے الیکشن ایکٹ 2017 میں 7B اور 7C کو مکمل متن مع اردو حلف نامہ شامل کر لیا ہے ۔جن اقدام کی تحریک لبیک یا رسول اللہ ستائش کرتی ہے ۔تاہم راجہ ظفر الحق صاحب کی

انکوائری رپورٹ ۳۰؍دن میں منظر عام پر لائی جائے گی اور جو اشخاص بھی ذمہ دار قرار پائیں گے ان پر ملکی قانون کے مطابق قانونی کاروائی کی جائے گی۔

(۳) ۶؍نومبر ۲۰۱۷ء سے دھرنا کے اختتام پذیر ہونے تک ہمارے جتنے بھی افراد ملک بھر میں گرفتار کیے گئے ہیں ا۔ سے ۳۔ دن تک ضابطہ کی کاروائی کے مطابق رہا کر دیئے جائیں گے اور ان پر درج کیے گئے مقدمات اور نظر بندیاں ختم کر دی جائیں گی۔

(۴) ۲۵؍نومبر ۲۰۱۷ء کو ہونے والے حکومتی ایکشن کے خلاف تحریک لبیک یارسول اللہ کو اعتماد میں لے کر ایک انکوائری بورڈ تشکیل کیا جائے جو تمام معاملات کی چھان بین کر کے حکومت اور انتظامیہ کے ذمہ داران کے خلاف کاروائی کا تعین کرے اور ۳۰؍روز کے اندر انکوائری مکمل کر کے ذمہ داران کے خلاف کاروائی کا آغاز کیا جائے۔

(۵) ۶؍نومبر ۲۰۱۷ء سے دھرنا کے اختتام تک جو سرکاری اور غیر سرکاری املاک کا نقصان ہوا اس کا تعین کر کے ازالہ وفاقی و صوبائی حکومت کرے گی۔

(۶) حکومت پنجاب سے متعلقہ جن نکات پر اتفاق ہو چکا ہے ان پر من وعن عمل کیا جائے گا۔ (نکات لف ھذا ہیں)

یہ تمام معاہدہ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ صاحب اور ان کی نمائندہ ٹیم کی خصوصی کاوشوں کے ذریعہ طے پایا جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے قوم کو ایک بہت بڑے سانحے سے بچا لیا۔

دستخط

وفاقی وزیر داخلہ احسن اقبال — علامہ خادم حسین رضوی (مرکزی امیر)

وفاقی سکریٹری داخلہ ارشد مرزا — محمد وحید نور (مرکزی ناظم اعلیٰ)

پیر محمد افضل قادری (سرپرست اعلیٰ) بوساطت میجر جنرل فیض حمید — بتاریخ ۲۷؍نومبر ۲۰۱۷ء

غازی ملک ممتاز قادری اور علامہ خادم حسین رضوی:

پاکستان کی سرزمین پر مرد مجاہد، غازی ملک ممتاز قادری شہیدِ عشقِ رسول ﷺ کو کون نہیں جانتا، اس غازی نے گورنر پنجاب کو 27 گولیاں ماری تھیں، اس گستاخ رسول کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک مسیحی خاتون آسیہ گستاخِ رسول، جسے موت کی سزا 8 نومبر 2010 کو سنائی گئی تھی، گورنر نے شیخو پورہ کی جیل میں ملاقات کی اور کہا تھا:

"آپ کو جو سزا سنائی گئی ہے وہ انسانیت کے خلاف اور بڑی ظالمانہ سزا ہے۔ سلمان تاثیر نے تحفظِ ناموسِ رسالت قانون C-295 کو کالا قانون قرار دیا اور علمائے کرام کو جوتے کی نوک پر رکھنے کی بات کہی اور منکرین ختم نبوت مرزائیوں کو مسلمان سمجھتا تھا۔"

مقامِ مسرت ہے کہ 27 گولیوں کی تاب نہ لا کر وہ گستاخ جہنم رسید ہوگیا، خاص بات یہ رہی کہ گورنر سلمان تاثیر کی نمازِ جنازہ پڑھانے والا بھی کوئی عالم نہ مل سکا۔ ملک بھر میں اہلِ سنت و جماعت نے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ اور تحفظِ ختم نبوت کے تعلق سے سرگرمیاں جاری رکھیں اور ہمارے موضوعِ سخن امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ بھی پیش پیش تھے۔ 29 فروری بروز پیر صبح چار بجے تکبیر و رسالت کے نعرے لگاتا ہوا غازی ملک ممتاز قادری نے اپنے ہاتھوں سے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا اور اپنے اور ہم سب کے آقا مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی بارگاہ میں اپنے غلامانہ انداز سے سر پر عمامہ شریف باندھ کر حاضر ہوگئے۔

بہت نزدیک ہے وہ دن کہ جب دنیا کے ہونٹوں پر
مرا افسانہ ہوگا اور میری گفتگو ہوگی

اب آپ ذرا غور فرمائیں، ایک طرف گورنر پنجاب سلمان تاثیر جس نے محبوب خدا مصطفےٰ جانِ رحمت کی شانِ اقدس میں گستاخی کی، ختم نبوت کے قانون میں ترمیم کرنے کی کوشش کی اور منکرین ختم نبوت مرزائیوں کے لیے نرم گوشہ پیش کیا، اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوا۔ جب کہ عاشق رسول حضرت غازی ملک ممتاز قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے جنازے میں لاکھوں لاکھ کا مجمع تھا۔ جس نے سنا بے تابی کے ساتھ دوڑا، اس سعادت کو دونوں جہاں میں کامیابیوں کی ضمانت سمجھا اور شفیعِ محشر ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ کا حق دار ہوا۔ مجدد و مفکر عاشق رسول ﷺ لکھتے ہیں:

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ، پرہیز گاری واہ واہ

اسی مردِ مجاہد عاشق رسول ﷺ کے لیے خادم سنیت ناموس، رسالت کے حقیقی پہرے دار حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی میدان میں آتے ہیں، تو عشاقِ رسول آپ کے پیچھے چلنے کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں، تن من دھن کی بازی لگاتے ہوئے آپ کے نقوشِ قدم پر اپنے قدم بڑھاتے ہیں اور اس مردِ مجاہد کے نعروں کی صداے احتجاج بن جاتے ہیں۔ تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کے نعروں کو گھر گھر تک پہنچانے والے آپ ہیں۔ یہ نعرہ تو پہلے بھی تھا مگر اس نعرہ کو بچے بچے کی زبان پر آپ نے پہنچایا، گھروں کی خواتین ہوں یا کمزور و لاغر بزرگ تمام آپ کے نعروں کی صداؤں میں ڈوبتے چلے گئے۔ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کوئی الگ شخصیت نہیں تھے، علم و فضل والے بھی آپ کے عہد میں ہزاروں تھے، مگر عشقِ رسول کی سچی تپش نے آپ کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے بہت قریب کر دیا تھا۔ آپ نے اپنے خطابات میں حکومت کے جابروں کو بھی للکارا اور رسولِ پاک ﷺ کی حرمتوں سے کھلواڑ کرنے والے ناپاک گستاخوں کو بھی جوتے کی نوک پر رکھا۔ آپ رسولِ پاک ﷺ کے ایسے شیدائی تھے کہ بڑی سے بڑی طاقت بھی آپ کے پائے استقلال کو متزلزل نہیں کرسکی۔ بالکل

حق فرمایا ہے عاشق رسول ڈاکٹر اقبالؔ نے:

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود دار خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مَر نہ سکے

اورڈاکٹر نے یہ فرما کر توعشق وعرفان کا حق ادا کر دیا ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی ، تمام بولہبی است

امیر المجاہدین نے اپنے خطاب میں فرمایا تھا:

"ہزار سال بعد اگر میری قبر سے کوئی گزرے گا، اگر اس نے لبیک کا نعرہ لگا دیا تو میں نیچے سے اس کا جواب ضرور دوں گا"

اس ارشادِ گرامی سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں کہ آپ کو اپنی قبر انور میں ایک ہزار برس تک زندہ رہنے کا یقین تھا، یہی عقیدہ اہلِ سنت و جماعت کا تھا، ہے اوران شاء اللہ تعالیٰ رہے گا۔ اور دوسرا عقیدہ یہ معلوم ہوا کہ آپ نبی کریم ﷺ کو گنبدِ خضرا میں باحیات ہونے کا سچا عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ کا کامل اعتقاد تھا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور میں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ اپنے غلاموں کی آرزوئیں سنتے ہیں۔ اسی لیے امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے اشعار میں کیا خوب ترجمانی فرمائی ہے:

انبیا کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثلِ سابق وہی جسمانی ہے
یہ ہیں حیّ ابدی ان کو رضاؔ
صدقِ وعدہ کی قضا مانی ہے

دشمنانِ اسلام کے یہاں یہ دونوں عقیدے شرک اور گم راہی ہیں۔ عام انسانوں کی بات تو چھوڑیے، ان کے مولویوں کا بدترین عقیدہ تو یہ ہے کہ "محمد مر کر مٹی میں مل گئے" اور "یا رسول اللہ ﷺ" کے معاندین تو دیوبند سے سعودی حکومت تک بہت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل سب کو سچی توبہ اور عشق وایمان کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

عاطف قادیانی اور اقتصادی کونسل:

۲۰۱۸ء میں جب عمران حکومت نے عاطف قادیانی کو اقتصادی کونسل میں لیا تو آپ نے اپنی تحریک سے احتجاجی

دھرنا دیا، یہ دھرنا بھی کامیاب ہوا، حکومت کو اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا اور عاطف قادیانی کو واپس بھیجنا پڑا۔

فرانسیسی صدر میکرون کے خلاف آخری دھرنا:

فرانسیسی صدر میکرون نے نبی کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنائے اور سرکاری عمارتوں پر آویزاں کیے، دنیا بھر کے عشاقِ رسول ﷺ کے دلوں کو دکھایا۔ دنیا بھر میں اس کے خلاف احتجاجات شروع ہوئے، پاکستان میں ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے سچے محافظ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی نے اپنی تحریک کو مستعد کیا اور ۱۵ نومبر ۲۰۲۰ء کو فیض آباد راولپنڈی میں زبردست احتجاج کیا، حکومت پاکستان پھر بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی، پر امن احتجاج کو سبوتاژ کرنے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کیے، رکاوٹیں کھڑی کی گئیں، روڈ بلاک کیے گئے، موبائل سروس بند کی گئی، میڈیا کی نشریات کو موقوف کیا گیا، مگر یہ مردِ مجاہد ۱۰۳ درجہ بخار کی شدید علالت کے باوجود وہیل چیئر پر جلوہ گر ہو گئے۔ محافظین ناموسِ رسالت بھی ساری رکاوٹوں کو جھیلتے ہوئے کسی طرح وہاں پہنچ گئے۔ ان پر آنسو گیس کی شیلنگ کی گئی، مگر جب آپ نے حکومت کو للکارا تو پورا پاکستان گونج اٹھا، بلکہ جدید ذرائع ابلاغ سے آپ کی آواز دنیا بھر میں سنی گئی آپ نے ببانگِ دہل اعلان فرمایا: ہم قریب آ کر خبردار کر رہے ہیں، فرانس کے سفیر کو پاکستان سے نکالو، اس ملک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرو، آپ نے مزید فرمایا: کہ یہ معمولی سا مطالبہ ہے ورنہ بڑا مطالبہ تو یہ ہے کہ فرانس کے ساتھ جہاد کرو۔ ان دنوں فیض آباد کی فضا "مَنْ سَبَّ نَبِیًّا فَاقْتُلُوْہُ" کے نعروں سے گونج رہی تھی، اس نعرے کا طریقہ یہ شروع کیا گیا کہ حضرت امیر المجاہدین فرماتے "مَنْ سَبَّ نَبِیًّا" سامعین وحاضرین بیک آواز زور سے کہتے "فَاقْتُلُوْہُ" یہ نعرے مختلف جہتوں سے کثرت سے لگتے رہے آپ نے خطاب میں خفیہ ایجنسیوں کی جھوٹی رپورٹوں کا شکوہ کرتے ہوئے فرمایا: فرانسیسی سفارت خانے کو نذرِ آتش کرنے کا منصوبہ بنانے کا بہتان تحریک پر باندھا گیا، یہ بے بنیاد ہوا خیزی ہے۔

ہمارے عزیز حضرت فریدیؔ صدیقی مصباحی دام ظلہ العالی عمّان مسقط کی سرزمین سے پکار اٹھے:

مصطفیٰ کی اہانت گوارا نہیں
ہم نہیں یا تو دشمن ہمارا نہیں
کوئی خاکہ، کوئی شکل کیسے بنے
سایہ بھی جب خدا کو گوارا نہیں
عقل کے پاس حیلے بہانے بہت
عشق کرتا کبھی استخارہ نہیں
فریدیؔ نے اٹل فیصلہ بھی لکھ کر جاری کر دیا

ہر شاتمِ رسول کی تعزیر فکس ہے
اس کی رگِ حیات پہ شمشیر فکس ہے
گستاخِ مصطفیٰ کی سزا قتل ہے فقط
ہر دور کی جبیں پہ یہ تحریر فکس ہے

حکومت کو اپنی ناپاک پالیسی کا احساس ہوا اور سادہ کاغذ پر معاہدے کا متن لکھ کر دے دیا۔ جب تحریک کے سربراہ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی اور اس سے وابستہ افراد کو کسی حد تک یقین ہو گیا تو احتجاج موقوف کر دیا گیا۔ چار نکاتی معاہدے کا متن حسب ذیل ہے:

(1)-حکومت فرانس کے سفیر کو دو سے تین ماہ کے اندر پارلیمنٹ سے فیصلہ سازی کے ذریعے ملک بدر کرے گی۔

(2)-حکومت پاکستان، فرانس میں اپنا سفیر تعینات نہیں کرے گی۔

(۳)-فرانس کی مصنوعات کا سرکاری سطح پر بائیکاٹ کیا جائے گا۔

(4) ریلی اور دھرنے کے دوران گرفتار ہونے والے تمام افراد کو رہا کیا جائے گا اور اس حوالے سے بعد میں کوئی مقدمہ درج نہیں کیا جائے گا۔

عشق ومعرفت سے لبریز خطابت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا، علم و دانش، شریعت و معرفت کے ساتھ قوت حافظہ بھی حیرت انگیز تھی، آپ آگہی سے بڑھ کر عشق کی آگ میں جلتے رہتے تھے، آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ میں سرگرداں رہتا تھا، اسی جنونِ عشق میں سونا اور اسی کے تھپیڑوں میں جاگنا، آپ اپنے علم پر مکمل عمل کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے، یہی وہ تمام اوصاف تھے جنھوں نے آپ کی شخصیت کو اپنے عہد میں مقبول ترین بنا دیا تھا۔ آپ عشق و معرفت سے لبریز خطابات بھی فرماتے تھے، آپ کی خطابت کا انداز بھی منفرد تھا، ہر بات دلائل کے ساتھ دلوں میں اتار دیتے تھے، تکبیر و رسالت کے نعرے تو لگتے ہی تھے مگر آپ کے خطابات میں "لبیک یارسول اللہ لبیک" طویل وقت تک لگتے رہتے تھے۔ لبیک کی صداؤں کے درمیان سامعین کا جنونِ عشق دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، یکے بعد دیگرے مختلف سمتوں سے نعروں کی اگوائی ہوتی، نعرے لگوانے والے افراد کی دیوانہ وار کیفیت سامعین پر رقت طاری کر دیتی تھی۔

پروفیسر حافظ عطاء الرحمٰن قادری لاہور سے لکھتے ہیں:

"آپ کے اندازِ خطابت نے دنیا کے دل موہ لیے تھے، یہ منفرد اندازِ خطاب تھا جس میں تصنع اور بناوٹ کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ لہجہ نہ بالکل سپاٹ ہوتا، نہ مصنوعی جوش بلکہ شبنم کی برسات کی مانند تقریر فرماتے۔

موقع بموقع حقیقی جذبے کے ساتھ برق کی مانند گرجتے۔ یوں کہنا درست ہوگا کہ اپنے اندازِ خطابت کے آپ خود ہی موجد تھے۔ گردانیں سنا کر داد بھی آپ نے وصول کی اور حدیث شریف اور فرمودات صحابہ کے طویل متن اس مسحورکن انداز میں پڑھتے کہ مجمع پر وجد طاری ہو جاتا۔ بالخصوص حسن و جمالِ مصطفٰے اور سراپاے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے تو رنگ باندھ دیتے تھے۔"

اب ہم ذیل میں چند مختصر مختصر خطابات نقل کرتے ہیں، حالاں کہ خطابت اور وعظ صرف سننے کی چیز ہوتی ہے۔ خطابت میں الفاظ ہی نہیں ہوتے، موقع محل، خطیب و واعظ کی ذہنی کیفیت اور سامعین کا اندازِ سماعت بھی موثر ہوتا ہے۔ پھر خطاب کرنے کا لب ولہجہ، سامعین کے سماعتی تاثرات اور کتنی باتیں اشاروں اشاروں میں ہو جاتی ہیں۔ اس لیے سچی بات یہ ہے کہ خطابت اور وعظ صرف سننے کی چیز ہوتی ہے اور تحریر اور کتاب صرف چھپنے کی چیز ہوتی ہے۔ ہاں اگر خطیب فنکار قرآن واحادیث اور دیگر حوالے پیش کرتا ہے تو ان خطابات کو نقل کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے مجاہد خطیب میں بہت سی خصوصیات ہیں، اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں چند خطبات انتہائی اختصار کے ساتھ نقل کر دیں۔

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی قوتِ حافظہ:

ایک پروگرام میں امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کو مدعو کیا گیا، اور آپ ماشاء اللہ تعالیٰ تشریف لے آئے۔ خطاب سے قبل آپ سے بعض معترضین کا ذکر کیا گیا، حضرت اسٹیج پر جلوہ بار ہوئے تو آپ نے حسبِ معمول وقیع خطاب فرمایا، مگر ابتدا میں چند باتیں اس اعتراض کے جواب کے طور پر ارشاد فرمائیں۔ حضرت نے اس میں کچھ پنجابی زبان بھی استعمال فرمائی ہے، ہم اس سے نابلد ہیں، ہاں اردو میں جو سمجھ سکے اسے نقل کرتے ہیں۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد حضرت نے فرمایا:

"مولوی خادم کیوں آرہے ہیں؟ کیوں جی! میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ سکتا ہوں، کیا ہے کوئی بندہ تو میرے مقابلے میں لے آؤ، جو ایک رکعت میں قرآن پڑھے۔ ہاں جی! ہے کوئی جسے قصیدہ بردہ بھی پورا یاد ہو، ہے کوئی جسے حدائق بخشش بھی یاد ہو، جنھیں اقبال بھی یاد ہو [ڈاکٹر اقبال کا فارسی اور اردو کلام] جسے دیوان حسان بھی اکثر یاد ہو، کیوں جناب! جسے شمائل ترمذی کی بھی اکثر حدیثیں یاد ہوں، جسے غزوۂ احد شریف کا خطبہ بھی یاد ہو، غزوۂ تبوک کا خطبہ بھی یاد ہو، حجۃ الوداع کا خطبہ بھی یاد ہو، یہ ساری چیزیں جسے یاد ہوں ان کو بلاؤ، یہ ساری چیزیں جنھیں یاد ہوں ان کو لے آؤ [تکبیر و رسالت کے نعرے اور لبیک یارسول اللہ کی انقلاب آفریں صدائیں]۔

حضرت نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

جنھیں پورے قرآن کریم کی **الحمد** سے لے کر **والناس** تک ''صرف صغیر'' اور ''صرف کبیر'' یاد ہو، جنھیں پورے قرآن کی مثال ِ معتل، اجوف اور ناقص تعلیلیں یاد ہوں، انھیں صَرف کے قانون بھی یاد ہوں اور باب بھی یاد ہوں، اعلیٰ حضرت بریلوی کا خطبہ بھی یاد ہو، پوری دنیا میں کسی خطیب کو یاد ہو تو میرے سامنے آئے۔ فرمایا: صاحب زادے صاحب. بہت بڑے عاشق رسول ہیں، اس لیے میں وہ خطبہ پڑھتا ہوں۔ اور آپ نے فتاویٰ رضویہ کا خطبہ شروع فرمادیا۔ طویل خطبہ سنانے کے بعد آپ نے الاشباہ والنظائر کے تعلق سے ارشاد فرمایا اور پھر نَزَّ ہَ یُنَزِّ ہُ کی مکمل گردان سنادی۔

اسی طرح ایک خطاب میں آپ نے فرمایا کہ خادم سے **الحمد** سے **والناس** تک جس کی چاہو گردان سن لو، اس کے بعد تین مکمل گردانیں سنائیں۔ اور یہی نہیں کہ خود گردانیں سناتے تھے، بلکہ کبھی اعلان فرماتے تھے کہ کوئی بھی سنائے اگر کوئی طالب علم صحیح سنا دیتا تو آپ فرماتے کہ پروگرام کے بعد سترہ سو روپے ہم سے لے لینا، محبِ گرامی وقار حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا، متعدد بار ہم نے دیکھا کہ حضرت نے صحیح گردانیں سنانے والوں کو انعامات سے نوازا۔

خطبۂ مسنونہ اور درود شریف کا شرف حاصل فرما کر آپ نے درج ذیل اشعار پڑھے:

کیا ہی روح افزا شفاعت ہے تمھاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ، پرہیز گاری واہ واہ
خامۂ قدرت سے ہے کیا رستگاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندّیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

بہت ساری باتیں ہیں مگر ان میں ایک یہ بھی ہے لفظ'' پنجاب'' نعت شریف کے اندر سوائے اعلیٰ حضرت کے کسی نے استعمال نہیں کیا۔ لفظ پنجاب....

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندّیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اڑتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جس سواری پر سوار ہوتے ہیں نہ! جب وہ چلتی ہے، اس کے مبارک پاؤں سے

جو گرد و غبار اڑتا ہے نہ! چاند اور سورج اس گرد و غبار کو لینے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ آپ کو کیا ہوا؟ کہتے ہیں کہ یہ گرد و غبار اس لیے لے رہے ہیں تا کہ ہماری روشنی اور نور کے اندر اور اضافہ ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں

جاؤں کہاں، پکاروں کسے، کس کا منھ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے

[حضرت نے یہ باتیں پنجابی میں فرمائیں] اس کے بعد فرماتے ہیں: میں تو جیل میں بھی جاتا ہوں، انٹیلی جنس معلوم کرتا ہے کہ آپ کو پیسے کون دیتا ہے، مگر میں کہتا ہوں تجھے کون دیتا ہے؟

کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

کچھ پنجابی میں فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرے وہیل چیئر چلانے والے آصف سے معلوم کیا جاتا ہے کہ پیسے کون دیتا ہے؟ کہا کہ میں کیا جانوں کون دیتا ہے، مگر میں نے کہا سنتے ہو:

جب دینے کو بھیک آئے سرِ کوئے گدایاں
لب پر یہ دعا تھی مرے منگتا کا بھلا ہو
آتا ہے فقیروں پہ انھیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

اب ان کو پریشانی ہے کہ کانفرنس کے لیے نہ انھوں نے کوئی چندے کا اعلان کیا ہے نہ کوئی کوپن چھاپے ہیں، اب بات یہ ہے کہ پیسے انھیں کون دیتا ہے، میں نے کہا جن کا کام ہے انھوں نے ہی دینا ہے۔ میرے اوپر الزام لگایا جاتا ہے کہ ۲۲ کروڑ روپے مل گئے، میں یہ کہتا ہوں ۲۲ لاکھ پیسے بھی کوئی ثابت کر دے قیامت تک تو میری قبر کھود کر میرے جوتے مارنا۔ کچھ مولوی علماے یہود کی طرح جانتے ہوئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ خود آتے تھے، اور نہ دوسروں کو آنے دیتے تھے، اسی طرح تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ خود آتے ہیں اور نہ دوسروں کو آنے دیتے ہیں۔ حالاں کہ وہ جانتے ہیں یہ سب صحیح ہے، مگر الزام لگاتے ہیں۔ میں تو حج و عمرے پر بھی نہیں گیا، جی حضور میں نہیں گیا۔ حضرت نے خطاب میں جو فرمایا اس کا حاصل ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

متعدد حضرات نے متعدد بار پیش کش کی اور بعض نے گھر کے سارے افراد کے لیے خواہش کا اظہار کیا کہ ہم سب کا ٹکٹ نکال دیتے ہیں مگر ہم نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ میں کس منھ سے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دوں گا، اگر

آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے خادم! تو آ گیا، حالاں کہ توہین ہماری ہو رہی ہے اور ختمِ نبوت پر حملے ہو رہے ہیں۔
آپ ذرا غور فرمائیں کہ حج و زیارت کے لیے عشاق کی قلبی آرزو ہوتی ہے، مگر واقعی آپ کے عشقِ صادق کو داد دینا پڑتی ہے کہ شیدائیوں نے خود پیش کش کی اور پورے گھر کے افراد کے لیے تمنا ظاہر کی مگر واہ رے غیرتِ مسلم، یہ آپ کا اخلاص تھا، اسی اخلاص کی برکت تھی کہ آپ کے جنازے میں جتنے کثیر لوگ ہوئے، جہاں تک ہماری معلومات ہے، دنیا میں کسی عالم کے جنازے میں اتنے افراد شریک نہیں ہوئے

حاتم طائی کے بیٹے اور بیٹی کا ایمان افروز واقعہ:

حضرت نسائی جن کی سنن نسائی ہے، ان کے گاؤں نساء میں صحابہ کرام پہنچے تو سارے مرد بھاگ گئے، بس عورتیں ہی عورتیں تھیں، جب مسلمان مجاہدین کو پتہ چلا کہ یہاں تو عورتیں ہی عورتیں ہیں، تو انھوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ غیروں کی عورتیں ہیں، قتل و غارت گری، لوٹ مار کرو، کہا: نہیں! عورتوں سے ہم کو لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، وہ اس گاؤں کو چھوڑ کر واپس آ گئے، وہ عورتوں کو چھوڑ کر واپس آ گئے اور تم کیا کر رہے ہو؟

حاتم طائی کی بیٹی ننگے سر حضور ﷺ کے سامنے آئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا، وہ قید ہو کر آئی اور آقا نے فرمایا: کیا چاہتی ہو؟ کہا کہ مجھے یہاں نہیں رہنا، مجھے میرے بھائی عاتم طائی کے یہاں ملک شام جانا ہے، آپ مجھے سواری دیں، راستے کا خرچہ دیں، زادِ راہ دیں اور مجھے آزاد کر دیں۔ حضور نے فرمایا: ان کو سواری بھی دے دو، ان کو کپڑے بھی دے دو، ان کو بحفاظت شام روانہ کر دو، جب وہ ملک شام پہنچیں تو بھائی نے پوچھا کہ تو کہاں سے آ رہی ہے، بہن نے کہا میں تو رسول اللہ کے دربار سے آ رہی ہوں۔ تو پھر کیا ہوا؟ کہا میں تو قید ہو گئی تھی، تو پھر کیا ہوا، تجھے قتل نہیں کیا، کہا قتل کی بات کرتے ہو۔ بھائی نے کہا کہ تو نے کیسا ان کو پایا؟ کہا: بھائی جان! میں نے ان کو بہت بہتر پایا، بھائی نے کہا: میں تو ان کو نہیں مانتا، کہا ایک بار جا تو سہی، ایک بار دیکھ تو سہی۔۔۔ پنجابی۔۔۔ بہن نے پھر کہا ایک بار جا تو سہی، ایک بار ان کا خلق عظیم دیکھ تو سہی، ان کے اخلاق و آداب دیکھ تو سہی۔

خیر بھائی کسی طرح تیار ہو کر مدینہ منورہ پہنچا، پتہ چلا کہ حضور مسجدِ نبوی میں موجود ہیں، بتایا کہ میں جب مسجدِ نبوی پہنچا تو حضور دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے [درمیان دوسری باتیں آ گئیں]

حاتم طائی کے بیٹے نے کہا کہ میرے دل نے گواہی دی کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے درِ اقدس کی طرف چل پڑے، کہنے لگے، راستے میں ایک بوڑھی مائی مل گئی۔ مائی بھی ہووے اور بڈھی بھی ہووے، کہنے لگے کہ انھوں نے لمبی گفتگو حضور سے کی حضور کے چہرۂ انور پر ناگواری کے آثار ظاہر نہیں ہوئے، کہنے لگے میں تو کھڑے کھڑے تھک گیا، مگر رسول اللہ نے اس مائی سے نہیں فرمایا کہ مائی بس کر، کہنے لگے کہ انھوں نے اپنی گفتگو مکمل کی، تو پھر حضور چلنے

لگے،تو دوسری بار میرے دل نے گواہی دی کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ کہنے لگے،رسول اللہ گھر تشریف لے آئے تو حضور کی ایک دُلائی تھی،جس پر حضور آرام فرماتے تھے،اس میں کھجور کی چھال،کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔

حضور ﷺ کا بدن مبارک انتہائی نرم و نازک تھا،حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور کی خدمت کی تھی،حضور کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا،چومتا،ہزاروں بار چومتا،نہ میں کوئی ریشم،نہ کوئی نرم کپڑا میرے ہاتھوں میں آیا جو حضور ﷺ کے ہاتھوں سے زیادہ نرم اور ملائم ہوتا۔

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں:

ہم نے عاشقانِ رسول خاتم النبیین ﷺ کی کشت وخون میں لپٹی ہوئی بہت سی دردناک کہانیاں پڑھی ہیں ۔ہم نے یہ عالم تصور میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ہم بھی کسی ایسے مردِ مجاہد اور جسم وجان سے بے پرواہ عاشق زار کے دور میں رہیں گے۔ اربوں کھربوں سلام ہوں اس مدنی تاجدار،خاتم النبیین کی ذات اقدس پر کہ ان جیسا خوبرو اور نورانی پیکر دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ قیامت تک،اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا۔

وہ خاتم النبیین جن کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے زمین وزماں اور مکین ومکاں پیدا فرمائے،وہ خاتم النبیین ﷺ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے انبیاے کرام اور رسولانِ عظام کی ارواح سے حمایت واطاعت کا عہد و پیمان لیا،شبِ معراج مسجدِ اقصیٰ میں امامت کے مصلے پر ہمارے آقا خاتم النبیین ﷺ تھے اور سارے انبیا و رسل آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرکے آپ کی حمایت واتباع کررہے تھے۔

وہ خاتم النبیین ﷺ جن کی رفعت کو اللہ تعالیٰ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فرما کر بلندیوں کی شاہ راہ کا دولھا بنا دیا۔عاشق رسول ﷺ مجدد ومفکر امام احمد رضا محدث بریلوی عرض کرتے ہیں:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گے مٹتے ہیں مٹ جائیں گئے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

سید صبیح الدین رحمانی کا یہ شعر بھی دیکھیے:

پست وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو رب نے بلند کیا
دونوں جہاں میں ان کا چرچا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

عاشق رسول کائنات ﷺ علامہ اقبالؒ نے اس آیت کی تلمیح میں کمال فرمادیا ہے۔

اقبال نے"وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کی تلمیح سورہ الم نشرح کی آیت 4 سے اخذ کی ہے اور پوری آیت کو مصرع بنادیا ہے۔ فرمایا گیا"(اے محبوب) اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کردیا اقبالؒ نے اس آیت کو اپنے کلام میں"بانگ درا" کی نظم"جواب شکوہ" کے درج ذیل 34ویں بند میں استعمال کیا ہے:

دشت میں، دامن کوہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شاں"وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" دیکھے

سورہ الم نشرح مکی ہے جبکہ کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گنتی کے چند شیدائی ہوں اور وہ بھی شہر مکہ تک محدود ہوں، اس شخص کے ذکر کا آوازہ دنیا بھر میں کیسے بلند ہوسکتا ہے؟ مگر عشاقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل یقین تھا، اللہ تعالیٰ نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا۔

بیعت اور خلافتیں:

آپ سلسلہ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ میں کوٹلی آزاد کشمیر کے معروف شیخ طریقت حضرت الحاج خواجہ محمد عبدالواحد صدیقی [المعروف بہ حاجی پیر صاحب] قدس سرہ سے شرفِ بیعت رکھتے تھے۔ آپ کو اپنے سلسلے کے بزرگوں سے حد درجہ عقیدت ومحبت تھی۔ سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ کے عظیم شیخ، امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو کون نہیں جانتا، جنھوں نے اپنے عہد میں اکبر اور ابتدا میں جہانگیر کے فتنوں کا بروقت جواب دے کر اپنے مجدد الف ثانی ہونے کا حق ادا فرمادیا، آپ کے دربار میں جب علامہ اقبال حاضر ہوئے تو یوں گویا ہوئے:

حاضر ہُوا میں شیخِ مجدّد کی لحَد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفَس گرم سے ہے گرمیِ احرار

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے عہد میں بادشاہوں کے باطل افکار و معمولات کے خلاف جہاد فرمایا اور کامیاب بھی ہوئے، آپ بھی انھیں کے سلسلۂ نقش بندیہ سے وابستہ تھے، علم و عشق کی حرارت تھی، آپ نے بھی اپنے عہد کے باطل افکار اور معمولات کے خلاف جہاد فرمایا اور سلسلۂ قادریہ اور نقش بندیہ کا فیضان ہوا اور آپ بھی کامیاب و کامران ہوئے۔

خونی رشتہ تو بلاشبہ موثر ہوتا ہے مگر روحانی رشتہ اس سے کہیں زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ آپ کو اپنے مطاع و محبوب امام احمد رضا قدس سرہ کے خانوادے کے چشم و چراغ تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری از ہری قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں خلافت و اجازت حاصل تھی، اسی طرح اسی سلسلے کی خلافت و اجازت نباضِ قوم مرشدِ طریقت حضرت علامہ مفتی ابو داوٗد محمد صادق سے بھی حاصل تھی۔

اپنے شیخِ اجازت نائب محدث اعظم پاکستان، نباضِ قوم الحاج مفتی ابو داوٗد محمد صادق قادری رضوی قدس سرہ سے آپ حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، خود احقر راقم مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کے پاس ''ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ پاکستان پابندی سے آتا تھا۔ حضرت نباض قوم عظیم مقتدر شخصیت تھی، حق گوئی و بے باکی ان کے رگ و ریشے میں موج زن تھی، آپ اپنے اسلاف خاص طور پر عاشق رسول ﷺ مجدد و مفکر امام احمد رضا محدث بریلوی اور محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ شاہ سردار احمد گورداس پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے نقوشِ قدم پر چلنے کی بھرپور کوشش فرماتے تھے۔ بدعقیدوں، گمراہ گروں، بدعمل لیڈروں کے خلاف مسلسل لکھتے بھی تھے اور اپنے ادارہ کے قلم کاروں خاص طور پر مدیر محترم سے لکھواتے بھی تھے۔ حضرت امیر المجاہدین قدس سرہ بھی ان کے حد درجہ معتقد تھے، آپ اپنے عہدِ طالب علمی سے ان کے ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ کے قاری اور شیدائی تھے، ان کے اوصافِ حمیدہ بڑی حد تک آپ میں بھی آگئے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے در کے کتوں کا کتا بننا تو بڑی بات ہے، میں اسٹیج پر موجود بزرگ نباضِ قوم حضرت علامہ شاہ مفتی ابو داوٗد محمد صادق رضوی کا کتا بننے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ آپ اپنے مرشدِ اجازت کی استقامت، شجاعت، حق گوئی اور ثبات قدمی کے نہ صرف معتقد تھے بلکہ بطور حوالہ بیان فرماتے تھے۔ آپ اپنے اسفار میں ان کے خطابات، نعتیں اور ترانے سماعت فرماتے تھے اور پھر ان کے حوالے سے عشق و محبت میں جھوم کر اپنے خطابات میں بیان فرماتے تھے۔ ۲۰۱۵ء میں جب آپ جامع مسجد گلزار حبیب ای بلاک، سبزہ زار، لاہور تشریف لائے، دوران محفل آپ کو نباض قوم کی قمیص مبارک اور رومال شریف پیش کیا تو عقیدت سے آپ نے انھیں اپنے سر پر رکھ لیا۔

پروفیسر حافظ عطاء الرحمٰن دامت برکاتہم القدسیہ لکھتے ہیں:

''جاگ اٹھے ہیں اہلِ سنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت پاکستان ہمارا ہے

خود بھی پڑھتے اور جلسوں میں پڑھا کر خوش ہوتے اور کہا کرتے کہ ۱۹۷۴ء میں جہلم میں کیے ہوئے حضور نباضِ قوم کے بیان سے ہی میں نے (درج ذیل) عبرت آموز اشعار سنے تھے۔

وہ قوم جو کل کھیلتی تھی شمشیروں کے ساتھ
آج سینما دیکھتی ہے اپنی ہمشیروں کے ساتھ

اور:

ڈرواللہ سے ہوش کرو، مکروفریب سے کام نہ لو
یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

زینت المساجد گوجرانوالہ میں امیر المجاہدین نے ایک بیان کا یوں آغاز فرمایا:

"یہاں تقریر کرنا میرے لئے امتحان بھی ہے کہ جنہوں نے ساری زندگی بڑی دلیری کے ساتھ اور بڑی غیرت کے ساتھ حضور ﷺ کے دین پر پہرا دیا اور ساری زندگی انہوں نے دائیں بائیں نہیں دیکھا کہ چھوٹا آیا بڑا آیا، عہدے والا آیا، غریب آیا، امیر آیا، اپنا آیا، بیگانہ آیا، شریعت کی بات دوٹوک انداز میں آپ نے فرمائی... اگر اور مگر، بم اور کیسے، کتنا اور اتنا آپ کی ڈکشنری میں لفظ نہیں تھے... میری مراد منزہ عن الالقاب پیر طریقت، رہبر شریعت، اہل سنت کی پہچان اور نشان مفتی اعظم عالم اسلام حضرت قبلہ علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ... (خطاب بموقع عرسِ اعلیٰ حضرت)"

امیر المجاہدین ہند کے دو عظیم روحانی بارگاہوں کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت امام ربانی مجددِ الف ثانی کی بارگاہ سے آپ نے عقیدۂ توحید کا فیض لیا اور مضبوطی سے نہ صرف خود قائم رہے، بلکہ زمانے کو درسِ توحید دیتے رہے اور انھیں کی طرح میدانِ عمل میں جہاد فرماتے رہے۔ اور دوسرے عظیم مجدد و مفکر امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ سے عشقِ رسول ﷺ کا جام پیا اور دنیا کے تمام گستاخانِ رسول ﷺ کو للکارتے رہے۔ آپ کے سامنے دونوں طرح کے گستاخ تھے، بنام مسلمان جو گستاخی کرتے ہیں ان میں قادیانی، دیوبندی اور وہابی تھے۔ اور ایک طبقہ ان آزاد غیر مسلم گستاخوں کا تھا جیسے عہدِ حاضر کے عیسائی، یہودی اور دہریے وغیرہ۔

تصنیفی اور صحافتی خدمات:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر خصوصیات کے ساتھ بلند پایہ قلم کار بھی بنایا تھا، جب آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں دورۂ حدیث فرما رہے تھے تو آپ نے "فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری بریلوی بحیثیت مرجع العلماء" کے عنوان سے جاندار مضمون تحریر فرمایا تھا۔ اس وقت تک مطبوعہ سات جلدوں کا آپ نے مطالعہ فرمایا، علما اور دانش وروں کے اسما الگ رقم فرمائے اور دیگر

سائلین کے اسماالگ لکھے،رضافاؤنڈیشن لاہور کی مرتب ومترجم جدید ایڈیشن کی جلد اول میں اسے شائع کیا گیا،یہ موضوع بجا طور پر مطالعہ کے لائق ہے

اس کے علاوہ بھی آپ نے ۶۸۱ صفحات پر'' تیسیر ابواب الصرف'' تحریر فرمائی جس کا مطبوعہ ایڈیشن نیٹ پر موجود ہے، یہ کتاب متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔اس کے بعد آپ نے ۶۸۰ صفحات پر''تعلیلا ت خادمیہ''لکھی وہ بھی ہمارے رو برو ہے۔ یہ کتاب بھی بڑی معرکہ آرااور تحقیقی دستاویز ہے۔

آپ کی سر پرستی میں'' ماہ نامہ **العاقب**''لاہور سے شائع ہوتا رہا،اس میں اور دیگر رسائل وجرائد میں بھی آپ کے کثیر مضامین اورگراں قدر تحریریں شائع ہوئیں۔اگر یہ سب تحریریں یکجا شائع نہیں ہوئی ہوں تو کوئی صاحبِ فکر وقلم ان کو یکجا مرتب کر دے۔ماہ نامہ العاقب لاہور کے متعدد نمبر بھی شائع ہوئے،ان میں ایک ''تحفظِ ناموسِ رسالت'' بھی ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ہم ان تمام میں سے چند ایک پر اظہارِ خیال کرتے ہیں:

حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی و جنگ آزادی 1857 نمبر:

فدایانِ ختم نبوت کا ترجمان''العاقب لاہور''نے نابغہ روزگار امام المتکلمین قائد حریت قائد تحریکِ آزادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی و جنگ آزادی 1857 نمبر۔

ٹائٹل پر اس کے نیچے رقم ہے:

بشمول متعدد حصہ''ماہ نامہ الہام'' بہاولپور علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر'' ماہ نامہ اشرفیہ'' مبارک پور جنگ آزادی 1857 نمبر۔

اس کے نیچے جلی حروف میں یہ مقدس اسمِ گرامی نقش ہے۔

زیرِ سرپرستی: حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی۔

اس وقت ہمارے پیشِ نظر یہ 544 صفحات پر مشتمل فکر انگیز علمی اور تاریخی نمبر ہے، سچائی یہ ہے کہ عاشق رسول، محافظِ ناموسِ رسالت حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ سے یہ ہماری اولین شناسائی تھی۔دراصل ماہ نامہ''العاقب''لاہور کا نام اس حدیث کا ٹکڑا ہے۔حدیثِ پاک نمبر کے تیسرے صفحہ پر ختم نبوت کا اعلانِ حق بانگِ دہل کر رہی ہے'' سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌ ''۔

یہ جلد 2، شمارہ 7 تا 9 رجب تا رمضان 1430ھ/ جولائی تا دسمبر 2009ء ہے۔اس خاص نمبر کا ہدیہ 150 روپے ہے، جب کہ سالانہ 240 ہے۔نصف صفحے پر تیس مجاہدین آزادی اور تقسیمِ وطن کے ذمہ داروں کے اسمائے گرامی جگمگا رہے ہیں۔مدیر ہیں باوقار صحافی اور ذمہ دار قلم کار حضرت مولانا'' محمد وحید نور'' دام ظلہ العالی۔صفحہ 4 پر یہ ایک عبارت نوٹ کی گئی ہے جس میں تحریک ''فدایانِ ختم نبوت'' کا مختصر تعارف، مرکزی امیر اور ناظمِ اعلیٰ کا ذکر خیر ہے۔ ذیل میں اکثر حصہ ملاحظہ

فرمائیے۔

"قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور مجاہدِ ختم نبوت حضرت صوفی ایاز خان نیازی کی قائم کردہ مجاہدین ختم نبوت پر مشتمل تنظیم "فدایانِ ختم نبوت" اشاعت اسلام خصوصاً تحفظِ ختم نبوت کے لیے میدانِ عمل میں ہے۔ 1973ء میں قائم کردہ "تنظیم فدایان ختم نبوت" کی 1995ء میں "تحریک فدایان ختم نبوت" کے نام سے تنظیم نو کی گئی۔ 2000ء میں "تحریک فدایان ختم نبوت" اور "تحریک تحفظ ختم نبوت" کو ختم کر کے موجودہ تنظیم "فدایان ختم نبوت" کی بنیاد رکھی گئی۔ اس وقت فدایان ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی اور مرکزی ناظم اعلیٰ، خطیبِ پاکستان حضرت مولانا خان محمد قادری ہیں۔ ان حضرات کی باعلم وعمل اور متحرک قیادت نے فدایان ختم نبوت کو مقام ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بہت جلد اہل سنت و جماعت کی مستند اور نمائندہ ٹیم بنایا ہے۔"

(ص:4)

آپ نے فدایانِ ختم نبوت کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمایا، تحریکیں اور ادارے بنالینا آسان ہوتا ہے، مگر انھیں پوری زندگی سے جاری رکھنا، افراد کو ان سے جوڑنا، قدم قدم پر معاونین کی آرا کو ملحوظِ خاطر رکھنا اور پل پل ایثار و قربانی پیش کرنا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے۔ امیر المجاہدین بے باک مجاہد پاسبانِ ختم نبوت اور محافظِ ناموسِ رسالت شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد خادم حسین رضوی قدس سرہ العزیز ہیں، آپ نے واقعی وہ مجاہدانہ کارنامہ انجام دیا کہ ایک عالم آپ کا مداح اور شیدائی ہو گیا۔ بلاشبہہ آپ اللہ تعالیٰ کے حقیقی محبوب تھے، ناموسِ مصطفےٰ ﷺ کی حرمتوں کے حقیقی چوکیدار تھے۔ اب اس کے بعد آپ "ماہ نامہ العاقب" لاہور کا پس منظر و پیش منظر ملاحظہ فرمائیے، العاقبؔ کے ایڈیٹر لکھتے ہیں:

"چند سال قبل کراچی کے احباب نے حضرت صوفی ایاز خان نیازی کی سرپرستی میں ایک مجلے کے اجرا کا فیصلہ کیا۔ مجلے کے نام کو حدیث خاتم النبیین "انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی" سے استخراج کر کے "العاقب" مقرر کیا لیکن اللہ رب العزت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ احبابِ کراچی تو اس مجلے کا اجرا نہ کر سکے اور یہ توفیق اہل لاہور کو نصیب ہوئی۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔"

حضرت مدیر محترم مزید فرماتے ہیں:

"مجلہ العاقب کی انتظامی ٹیم کی قیادت و سرپرستی استاذ العلما حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی فرما رہے ہیں حضرت استاذ العلما اس وقت فدایانِ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر بھی ہیں۔ علمی و تحقیقی میدان میں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شیخ الحدیث اور کئی کتب کے مصنف ہیں۔

مجلہ'' العاقب'' نسلِ نو میں اسلامی صحافت کے فروغ کا عَلَم لیے میدانِ عمل میں حاضرِ خدمت ہے ۔ ان شاء اللہ'' العاقب'' سُنّی صحافت میں غفلت سے بیداری کی جانب توانا قدم ثابت ہوگا۔ رسالے کی پیشانی پر جن ستاروں کے نام چمک رہے ہیں یہ درخشندہ ماضی کی ادنیٰ جھلک ہے وگرنہ تفصیل کہاں ممکن؟......

''العاقب'' کی پوری ٹیم کا عزمِ صمیم ہے کہ اس میں شائع ہونے والی تحریریں حتی الامکان بامقصد و بامعنیٰ اور اشتہارات معیاری ہوں ۔ تاہم مجلے کی مزید بہتری کے لیے آپ کی مثبت تنقید و تائید کا شدت سے انتظار رہے گا۔'' ایڈیٹر العاقب (ص:12)

یہ وقیع علمی اور تاریخی نمبر تین حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ امام المتکلمین حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کی عالی وقار علمی، روحانی اور فقہی شخصیت پر ہے ۔ دوسرا حصہ مجاہد آزادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کا جہاد کا فتویٰ اور انقلاب 1857ء کی خونچکاں داستانِ حریت ہے ۔ جزیرۂ انڈمان میں قید و بند کی صعوبتیں اور خون کے آنسو رُلا دینے والی وصالِ پرملال کی غم انگیز کہانی ہے اور تیسرے حصے میں منظومات ہیں جن کا تعلق حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ سے ہے ۔ اب آپ ذیل میں اداریے کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

> ''علامہ فضل حق خیرآبادی تاریخ کے مظلوم کرداروں میں سے ایک ایسا کردار ہے جس پر کہیں اپنوں نے ظلم ڈھائے ہیں تو کہیں غیروں نے، غیروں سے کیا گلہ شکوہ کرنا غیر تو غیر ہوتے ہیں ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ آپ کی یا آپ کے اکابر کی تعریف و توصیف میں قصیدے کہیں تو یہ ہماری نادانی اور بے وقوفی ہی ہوگی۔ گلہ تو اپنوں سے ہے کہ جو سب جانتے ہوئے بھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں ۔ جو صلح کلیت کی چھتری کے سائبان کو استعمال کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے اپنے سچے اور پکے بزرگوں کو اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں ۔''

مدیرِ محترم بلاشبہ عظیم صحافی اور دانش ور ہیں، آپ نے اپنے عہد کے بعض علما اور دانش وروں پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ نے اپنے اکابر علما، محققین اور مشائخ کو صلح کلیت کا لبادہ پہنا کر دفن کر دیا، حالاں کہ ان کی وقیع خدمات آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل تھیں اور وہ بھی عظیم شخصیت، مجاہدِ آزادی استاذ مطلق تقویۃ الایمان کی تردید میں ''تحقیق الفتویٰ'' لکھنے والے رجل عظیم کو نظرانداز کر دیا۔ مگر ہم یہاں ٹھہر کر ہزاروں مبارک باد پیش کرتے ہیں جنھوں نے یہ کارنامہ انجام دیا یعنی ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے اس عظیم پاسبان نے جو اپنے عہد میں امیر المجاہدین تھا، یہ روداد بھی آپ انھیں مدیرِ محترم کے قلم سے پڑھیے ۔

> ''رواں برس فدایانِ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی متعنا اللہ بطول حیاتہ نے خصوصی حکم فرمایا کہ اس سال مجاہدِ کبیر علامہ فضل حق خیرآبادی کی حیات و خدمات

پر ایک وقیع نمبر شائع کرنا ہے۔ استاذ مکرم وامیر محترم کے حکم کی تعمیل میں جب عملی قدم اٹھایا تو دو راستے نظر آئے۔ ایک یہ کہ علامہ کی حیات وخدمات پر اہل قلم سے نئے مقالہ جات لکھوائے جائیں اور دوسرا یہ کہ پہلے سے شائع شدہ مواد کو از سرِ نو تدوین وترتیب کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے۔ پہلا راستہ خاصا وقت طلب اور دوسرا تعاون طلب تھا۔ یہ ساری صورتحال جب حضرت استاد محترم کے سامنے پیش کی تو آپ نے حکم دیا کہ جو مواد شائع ہو چکا ہے اور اب لائبریریوں کی پرانی فائلوں میں ہے اسے تو لازمی منظر عام پر لایا جائے جب کہ اس کی کمپوزنگ ہونے تک جو لکھاری اپنے مقالے ارسال کر دیں انہیں بھی شامل اشاعت کر دیا جائے۔"

فدایانِ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر کی سرپرستی میں جو دونوں راستے نکالے گئے، یہ بلا شبہ حق تھے، انھیں پر عمل بھی کیا گیا۔ اب حضرت مدیر محترم لکھتے ہیں:

"چنانچہ ہفت روزہ الہام (جواب ماہنامہ الہام ہو چکا ہے) کے روح رواں پروفیسر شاہد حسن رضوی صاحب سے رابطہ کیا اور انہیں اپنا مدعا بیان کیا۔ پروفیسر صاحب نے علم دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے نہ صرف بخوشی اس نمبر کی دوبارہ اشاعت کی اجازت دے دی بلکہ اپنا ایک مقالہ بھی ہمارے نمبر کے لیے بھیج دیا۔ ہم نے اپنے اس نمبر میں ماہنامہ الہام کے شائع کردہ علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر 28 اکتوبر 1985ء کا اکثر حصہ لیا ہے۔

اس تحریر کی روشنی میں ہمیں غم بھی ہوا کہ تلاش کرنے کے باوجود ہفت روزہ "الہام" 28 اکتوبر 1985ء کا صرف علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر دستیاب نہیں ہو سکا، اس سے ہم اہلِ سنت کی قلمی بے حسی اور تاریخی بے رخی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مگر پاکستان میں ہر موضوع پر ایسا نہیں۔ سرِ دست ہم عرض کیے دیتے ہیں کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ترجمان ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل مضامین باضابطہ کمپوز کرا لیے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کی اشاعت عمل میں آجائے گی۔ ہمیں خوشی اس بات کی ہوئی کہ [ہفت روزہ] اب "ماہ نامہ الہام" بہاول پور کے روح رواں پروفیسر شاہد حسن رضوی نے نہ صرف پسندیدگی کا اظہار فرمایا بلکہ اپنا وقیع مقالہ بعنوان "علامہ فضل حق خیر آبادی ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ" لکھ کر پیش کیا۔ ڈاکٹر شاہد حسن رضوی معروف ادیب وشاعر سید شباب دہلوی کے ہاں 1957ء میں پیدا ہوئے، اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد آپ "سہ ماہی الزبیر" بہاول پور کے بھی مدیر اعلیٰ ہیں۔ اردو ادب کی دنیا میں یہ سہ ماہی جریدہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت مدیر محترم اپنے اداریے میں مزید لکھتے ہیں:

"علامہ فضل حق خیر آبادی پر نمبر کی ترتیب کے وقت اشد سے یہ خیال دامن گیر رہا کہ جنگ آزادی

1857ء کا بھی اگر ساتھ تذکرہ شامل ہو جائے تو اس نمبر کی افادیت دوبالا ہو جائے گی چنانچہ بعد از مشاورت جنگ آزادی 1857ء سے متعلقہ مواد کو بھی اس نمبر کی زینت بنایا گیا ہے۔ اس حصے کا بیشتر مواد ماہ نامہ اشرفیہ مبارکپور انڈیا کے انقلاب 1857ء نمبر مطبوعہ اگست ستمبر 2008ء سے لیا گیا ہے۔ ادارہ العاقب ماہ نامہ اشرفیہ کے مدیرِ اعلیٰ مولانا مبارک حسین مصباحی اور ان کی پوری ٹیم کا بے حد مشکور ہے کہ انہوں نے ہمیں اس نمبر کا اکثر حصہ پاکستان میں شائع کرنے کی اجازت دی۔"

ہمیں بے پناہ مسرت ہوئی کہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کا انقلاب 1857 نمبر کے وقیع مضامین ماہ نامہ **العاقب** لاہور کے اس خصوصی نمبر میں شامل ہوئے ہیں۔ سرپرست ونگران حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کے حکم پر مدیرِ محترم نے متعدد شمارے ارسال فرمائے، اس میں ہمارا اداریہ بھی بحیثیت مضمون شامل کیا گیا ہے، جس کا ذکر ہم جلد ہی کریں گے، ہم اس کے لیے نگران امیر المجاہدین، حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ، خطیب پاکستان، حضرت مولانا حافظ خان محمد قادری اور مدیر محب مکرم حضرت مولانا محمد وحید نور اور ان کی ٹیم کے حد درجہ شکر گزار ہیں۔" اس کے علاوہ محترمہ ڈاکٹر قمر النساء دارالعلوم انوار العلوم حیدرآباد دکن کے پی ایچ ڈی مقالہ "العلامہ فضل حق الخیر آبادی" مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور اور محترمہ سلمیٰ سہول انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے مقالہ علامہ محمد فضل حق خیرآبادی مطبوعہ الممتاز پبلی کیشنز لاہور سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔"

حضرت مدیرِ محترم نمبر کے تیسرے حصے منظومات کے تعلق سے وضاحت فرماتے ہیں، اسی کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس میں پانچ سو افراد کا اجمالی اور سو افراد کا تفصیلی ذکر آگیا ہے۔ مدیرِ محترم لکھتے ہیں:

"اس نمبر کا اصل مقصود علامہ فضل حق خیرآبادی کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالنا تھا۔ اس کے ضمن میں جنگ آزادی 1857 کا ذکر ہوا ہے لہٰذا حصہ نظم وقطعات کو علامہ فضل حق کے ساتھ ہی خاص رکھا گیا ہے تا کہ اصل مقصود کی افادیت برقرار ہے۔ علاوہ ازیں علامہ فضل حق کے طفیل اس نمبر میں تقریباً 500 سے زائد افراد کا اجمالی اور 100 کے قریب افراد کا تفصیلی ذکر ہوا ہے۔" (ص:20 تا 22)

ان اقتباسات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس عظیم نمبر کی ترتیب واشاعت امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم پر ہوئی، ہمارے حضرت کسی کام میں مقصد اور منزل پر نظر رکھتے تھے۔ راہ کی صعوبتیں تو خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔ جو لوگ شہرت و نام وری کے چکر میں رہتے ہیں ان سے کوئی قابل ذکر کام بھی نہیں ہوتا اور جب کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوتا تو نام کہاں سے ہوگا۔ حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا مشہور ارشادِ گرامی ہے: "کام کرو کام، جو لوگ نام کے چکر میں رہتے ہیں، کام بھی نہیں ہوتا اور نام بھی نہیں ہوتا" یہ سب مخلصین کی باتیں ہیں، ان کا تعلق دلوں سے ہے صرف عقلوں سے نہیں، علم تو ملعون ابلیس کے پاس بھی تھا، مگر وہ اپنے تکبر سے حکمِ ربانی کا منکر ہوا اور

ہمیشہ ہمیش کے لیے بارگاہِ الٰہی کا مردود اور ذلت ورسوائی کی آخری حد تک پہنچا دیا۔

حضرت مدیر محترم نے اس اداریے میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی اہلیہ محترمہ پر تعزیتی تحریر رقم فرمائی ہے۔محترمہ مرحومہ کا وصال پر ملال 10 جولائی 2009ء بروز جمعہ رات 12 بجے ہوا۔دو بار نماز جنازہ ہوئی، کثیر تعداد میں علمائے کرام اور عوام نے شرکت کی۔آپ کی تدفین شیخو پورہ میں کی گئی، محترمہ انتہائی صالحہ اور دین وسنیت کی سچی خدمت گزار تھیں۔

اس کے بعد آپ نے تنظیم المدارس اہلِ سنت اور جامعہ نعیمیہ لاہور کے ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی ازہری قدس سرہ کا شہادت نامہ تحریر فرمایا، آپ کو 12 جون 2009 کو نماز جمعہ کے بعد ایک خودکش حملہ آور نے شہید کر دیا تھا، ان کی شہادت پر ہم نے بھی ایک طویل تحریر لکھنے کا شرف حاصل کیا تھا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"فدایانِ ختم نبوت کی طرف سے قادیانیوں سے تعلقات اور معاملات کے ضمن میں ایک استفتا مرتب ہوا تو ملک بھر کے جید اور چنیدہ مفتیانِ کرام اور علمائے ذیشان سے اس پر فتویٰ طلب کیا، راقم جب شہید مفتی صاحب کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے موصول ہونے والے دیگر فتاویٰ کو ایک نظر دیکھا اور پھر خود ہی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کی طرف سے جاری کیے گئے فتوے پر تائید وتصدیق کر دی، ساتھ ہی یہ تاکید بھی کی کہ" جامعہ نعیمیہ کے شعبۂ دارالافتا سے بھی مفتیانِ کرام سے تصدیق کرالو۔"

اب ذیل میں مدیر محترم کا دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کے ضمن میں ایک ملاقات میں راقم نے عرض کیا کہ اس وقت ایسے قلیل المدتی کورسز کی اشد ضرورت ہے جن میں ہمیں کم وقت میں ان امور پر قابل قدر دسترس ہو۔آپ نے فوراً فرمایا آپ جا کر مولانا خادم حسین رضوی صاحب سے کہہ دیں کہ ایسے کورسز کے لیے میرا مدرسہ ہر وقت حاضر ہے۔آپ کوئی مضبوط نظم قائم کریں اور اس کی ابتدا یہاں سے کریں۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے میری خدمات ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔"

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی اور حضرت مفتی صاحب شہید کے باہمی گہرے روابط تھے، حضرت مدیر محترم رقم طراز ہیں:

"فدایان ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کے ساتھ مفتی صاحب شہید کا باہمی عقیدت ومحبت کا رشتہ تھا۔اس کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ 30 اپریل 2009ء کو جب حضرت علامہ کے والد محترم کا وصال ہوا تو اگلے دن جمعۃ المبارک کے باوجود ڈاکٹر سرفراز نعیمی آٹھ دس گھنٹے کا طویل

سفر کر کے نماز جنازہ میں شرکت کے لیے پہنچے اور مختصر خطاب بھی فرمایا۔"(ص:27)

ماہ نامہ "العاقب" لاہور کے اس ضخیم اور وقیع نمبر میں خاص تاریخی کام یہ کیا گیا ہے کہ مضامین نگاروں کا تعارف بھی بڑے سلیقے سے تحریر کیا گیا ہے۔ صفحہ 84 پر ماہ نامہ العاقب لاہور کے سر پرست امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کا ایک انتہائی وقیع، فکر انگیز اور معلومات افزا مضمون ہے، آپ نے نمبر کی ضرورت کے پیش نظر حضور کے والدِ ماجد کی گراں قدر علمی، معقولاتی اور مقبول ترین روحانی شخصیت پر تحریر فرمایا ہے۔ عنوان ہے "منقولات و معقولات کے ماہر مولانا فضل امام خیر آبادی۔"

بفضلہ تعالیٰ احقر راقم مبارک حسین مصباحی عفی عنہ دو بار قصبہ خیر آباد شریف حاضر ہوا، ہم دونوں بار حضرت علامہ فضل امام خیر آبادی کے مزار اقدس پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ بلاشبہہ حضرت علامہ برصغیر میں معقولات کے امام تھے اور روحانی دنیا میں آپ کی تقویٰ شعاری بھی شہرۂ آفاق تھی، مگر افسوس! اس وقت اہلِ سنت و جماعت میں عام طور پر نہ تاریخ کے مطالعہ کا شوق ہے اور نہ تاریخ نگاری کا ذوق۔ ہمارے مآخذ عام طور پر ہمارے معاندین کی کتابیں ہوتی ہیں یا دین وسنیت سے بے نیاز عام تاریخ نگاروں کی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے، انگریزوں سے جنگ آزادی کی تاریخ اٹھا کر دیکھیے عظیم مجاہدِ آزادی ٹیپو سلطان میسور سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک سب کے سب اہلِ سنت و جماعت تھے۔ انقلاب 1857 میں بھی اکثر علمائے اہلِ سنت اور دیگر قائدین تھے، انقلاب ۱۸۵۷ء کے وقت دار العلوم دیو بند کا وجود بھی نہیں تھا۔ تاریخ دار العلوم دیو بند کے مصنف لکھتے ہیں:

"حاجی محمد عابد کی مساعی سے 15 محرم الحرام 1283ھ/ 1866ء بروز پنج شنبہ اس مدرسہ کی بنیاد پڑی۔"
(تاریخ دار العلوم دیو بند، جلد اول ص:۱۵۵)

اس مدرسہ کا نام "مدرسہ عربی و فارسی وریاضی" رکھا گیا "سوانح قاسمی" میں ہے "سب سے پہلے اس مدرسہ کے مدرس ملا محمود صاحب ہیں، اور جائے مدرسہ فرشِ مسجد چھتہ، طالب علم مولوی عبد العزیز صاحب ہیں۔" (سوانح قاسمی، جلد دوم، ص:262)

یہ بالکل غلط ہے کہ دار العلوم دیو بند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں، یہ تو بعد میں آئے، اس کے اصل بانی شیخِ طریقت حضرت حاجی سید محمد عابد حسین (مدفون بتاریخ: 28 ذی الحجہ 1331ھ) ہیں آپ کا مزار اقدس مزارِ شیدا دیو بند میں ہے، آپ کے مزار پر درج ذیل کتبہ لگا ہوا ہے۔

"یہ مزار حاجی سید محمد عابد حسین بانی دار العلوم [دیو بند] کا ہے۔"

یہ چند باتیں یہاں آ گئیں مگر ان کا لانا بھی ضروری تھا جون 2009ء میں مضمون کی پیشانی پر امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کے احوال درج ہیں۔ سرِ دست آپ یہ دو سطریں پڑھ لیں:

"اس وقت آپ فدایان ختم نبوت پاکستان اور مجلس علمائے نظامیہ کے مرکزی امیر ہیں۔ اس کے علاوہ

دارالعلوم انجمن نعمانیہ کئی مدارس، تنظیمات اور اداروں کے سرپرست ونگران اور معاون ہیں۔"

حضرت کے مضمون پر ایک تاثراتی نظر:

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ نے اپنے مضمون کے آغاز میں حضرت علامہ فضل امام خیر آبادی قدس سرہ [م:15 ذوقعدہ 1244ھ/ 9/ 10 مئی 1828ء] کے والد ماجد شیخ محمد ارشد ہرگامی علیہ الرحمہ کی اولاد کے احوال رقم کیے ہیں۔ اس کے بعد سلسلۂ نسب بیان کیا ہے کہ "مولانا فضل امام خیر آبادی کا شجرۂ نسب بتیسویں پشت میں خلیفۂ دوم سیدنا فاروق اعظم سے ملتا ہے"۔ مکمل شجرے کی شخصیات کو بھی پیش کیا ہے۔ مزید تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا فضل امام خیر آبادی کے آبا و اجداد ایران سے ترکِ سکونت کر کے برصغیر پاک و ہند میں آگئے اور یہاں ان کا خاندان ملک کے اطراف و اکناف میں پھیل گیا۔ مولانا فضل امام کے والد شیخ محمد ارشد خیر آباد آگئے اور یہیں قیام کیا۔ مولانا فضل امام کی پیدائش بھی خیر آباد میں ہوئی۔"

اس کے بعد حضرت "علمی اور عملی خدمات" کے تحت لکھتے ہیں:

"مولانا فضل امام نے سید عبدالواجد کرمانی خیر آبادی اور ملا محمد ولی وغیرہ سے علوم مروجہ کی تحصیل کی فراغت تعلیم کے بعد آپ دہلی چلے گئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں کام شروع کیا۔ یہاں آپ پہلے مفتی اور پھر صدر الصدور کے عہدے پر فائز رہے۔ منصبِ افتا اور صدر الصدوری پر فائز رہتے ہوئے بھی مولانا فضل امام طلبہ کو نہایت شفقت ومحبت سے منطق وفلسفہ کا درس دیتے تھے۔" (ص:85)

آپ کے تلامذہ تو کثیر ہوئے مگر دو بزرگوں نے علم وعمل اور فضل وکمال میں آسمان کی بلندیوں کو چھوا، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی اور حضرت مفتی صدرالدین خاں آزردہ، اس کے بعد آپ نے خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی کی شہرۂ آفاق تصنیف "خون کے آنسو" سے حضرت علامہ فضل امام خیر آبادی کی روحانی عظمت کو بیان فرمایا۔ آپ پہلے شاہ صلاح الدین گوپاموی اور ان کے بعد حضرت شاہ قدرت اللہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی نے آپ کے والد ماجد حضرت شاہ شیخ محمد ارشد کا ایک عشق انگیز واقعہ نقل فرمایا ہے۔

"حضرت مولانا فضل امام ظاہری علوم کے ساتھ روحانیت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ کے والد شیخ محمد ارشد مولانا احمد ابن حاجی صفت اللہ محدث خیر آبادی سے بیعت تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے عالم جوانی میں قضا کر گئے اور باقی باقتضائے نوعمری احکام شرعیہ کے پابند نہ تھے۔ اس لیے مولانا ارشد صاحب کو تشویش رہتی تھی اور ایک بار اضطراب و بے چینی کے عالم میں پیر ومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ طریقت سے دعا کی درخواست کی۔ مرشد کامل نے دعا فرمائی۔ چنانچہ شب میں سرکار ﷺ کی زیارت

نصیب ہوئی کہ سرکار کائنات ﷺ پکے باغ میں تشریف لائے اور بیل کے درخت کے نیچے وضو فرمایا اور بعد نماز فرض پیر و مرید دونوں ایک دوسرے کو مبارک باد دینے روانہ ہوئے۔ راستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی تو ایک دوسرے کو بشارت کا حال سنایا اور وہیں سے دونوں پکے باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ مقام معہود پر وضو کا اثر یعنی پانی کی تری موجود تھی۔ ایک عرصے تک لوگ اس جگہ کی زیارت کرتے رہے۔"

پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی مزید تحریر فرماتے ہیں:

''چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب بریلوی مقتدائے ملت تاجدار اہلسنت سیدی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو 1309ھ میں ساتھ لے کر بریلی شریف سے خیرآباد اس مقام کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور مولانا حسن بخش کے یہاں مہمان ہوئے تھے۔ افسوس! نہ اب وہ مکاں باقی رہا اور نہ ہی اس جگہ کا پتہ چل سکتا ہے۔" (ص:86)

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ کا خاندان معقولات اور منقولات میں شہرۂ آفاق تھا مگر بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ آپ اور آپ کے والدِ گرامی حضرت علامہ فضل امام خیرآبادی پر سرکار دوعالم ﷺ کا بھی بھرپور فیضان تھا، یہاں تک کہ آپ کے دادا جان حضرت شیخ محمد ارشد اپنے شیخ حضرت مولانا احمد بن حاجی صفت اللہ محدث خیرآبادی سے روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔ حضور مرشد گرامی نے دعا فرمائی اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی دونوں شیدائیوں کو زیارت نصیب ہوئی۔ آقا ﷺ نے پکے باغ میں بیل کے درخت کے نیچے وضو فرمایا، نمازِ فجر کے بعد دونوں بزرگوں نے اس مقدس مقام کی زیارت کی اور وہاں پانی کی تری نظر آئی۔ اس کی زیارت کے لیے عشاق آتے رہے، یہاں تک کہ خاتم المحققین حضرت علامہ نقی علی خاں قدس سرہ اپنے لختِ جگر حضور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ کو لے کر بھی اس مقام کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی نے اس کے بعد آپ کی تصانیف کا ذکر فرمایا ہے، اس کے بعد آپ کے وصال کے بارے میں لکھتے ہیں: "حضرت مولانا فضل امام نے حیاتِ فانی کا آخری حصہ پٹیالہ میں گزارا، لیکن وفات آبائی گاؤں [قصبہ] میں 15 ذوقعدہ 1244ھ/ 9 یا 10 مئی 1828ء میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے شادیوں اور اولاد امجاد کا ذکر خیر فرمایا۔

دیگر مضامین پر ایک نظر:

مضامین اور مقالات کے حسنِ انتخاب میں بڑی محنت اور تحقیق سے کام لیا گیا ہے، حضرت مدیر محترم صحافتی صلاحیتوں سے سرفراز ہیں۔ دل کی بات سلیقے سے کہنے کا فن بھی خوب جانتے ہیں۔ آپ نہ کہنے والی بات بھی اس انداز سے دلوں اتار

دیتے ہیں، اسی کے ساتھ یہ اعلان بھی کر دیتے ہیں کہ ہمیں یہ ہرگز نہیں لکھنا چاہیے تھا، اس لیے کہ غیروں سے توقع رکھنا حماقت و بے وقوفی ہے۔ آپ عام باتوں کو بھی اس تدبر سے رقم کرتے ہیں کہ دعویٰ موضوع کی تائید بھی کر دیتا ہے اور آپ کا قلم بے جا تائید و حمایت کے الزام سے بھی اپنا دامن بھی بچا لیتا ہے۔ رسالے میں موقع اور وقت کے لحاظ سے کیا پیش کرنا چاہیے، ان باریک نزاکتوں کو بھی آپ خوب جانتے ہیں۔ ہم تو چاہتے تھے کہ کم از کم چند مضامین پر تبصرہ کر دیا جائے مگر گفتگو طویل ہو جائے گی اور موضوع کا تقاضا یہ ہے کہ اس مضمون میں گفتگو کا محور حضرت امیر المجاہدین قدس سرہ کی شخصیت رہنا چاہیے، خود ان کی شخصیت پر نیٹ پر جو مواد موجود ہے اس کو سمیٹنا ہی مشکل ہو رہا ہے۔

اب چند سطریں ہم اپنے "اداریہ" کے متعلق عرض کرتے ہیں، عنوان ہے: "انقلاب ۱۸۵۷ء، کچھ مضمرات و حقائق" یہ اداریہ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کے قلم سے ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور اگست ستمبر ۲۰۰۸ء کے لیے تحریر کیا گیا۔ ماہ نامہ العاقب لاہور نے اسے ایک مضمون کی شکل میں ص: ۴۰۷ تا ۴۱۰ شامل ہے۔ مضمون کے آغاز میں العاقب لاہور کے مدیر نے چند سطریں تعارفی تحریر فرمائی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

"مولانا مبارک حسین مصباحی معروف صحافی، کالم نگار اور تجزیہ کار ہیں۔ آپ "ماہ نامہ اشرفیہ" مبارکپور، اعظم گڑھ کے مدیر اعلیٰ اور روح رواں ہیں۔ ہندوستان کے رسائل و جرائد میں مولانا مصباحی صاحب پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہو کر اپنی انقلابی فکر و سوچ سے عوام اہل سنت کو نوازتے ہیں ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، جام نور دہلی اور کنز ایمان دہلی وغیرہ میں گاہے بگاہے آپ کی نگارشات شائع ہوتی ہیں۔"

ہم نے اپنے اداریے کا آغاز ان سطروں سے کیا ہے:

''انقلاب 1857 کا متحدہ ہندوستان کی آزادی میں بڑا تاریخی اور کلیدی کردار رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ 1857ء میں مجاہدین بظاہر جنگ ہار گئے تھے مگر اس کے خاکستر میں کچھ چنگاریاں ضرور رہ گئی تھیں جنہوں نے بعد میں حکومت برطانیہ کو دھواں دھواں کیا۔ انقلاب زندہ باد کا نعرہ رنگ لایا، غلامی کی زنجیریں ٹوٹیں اور متحدہ ہندوستان برطانوی جبر و ظلم کے چنگل سے آزاد ہوا۔ اس لیے 1857 کے مجاہدین کی قربانیوں کو یاد رکھنا ہمارا قومی فریضہ بھی ہے اور تاریخی ذمہ داری بھی۔"

دو پیراگراف کے بعد انقلاب ۱۸۵۷ء کے چند اسباب کا ہم نے ذکر کیا ہے:

"انقلاب 1857ء کے اسباب کیا تھے؟ یہ ایک اہم بحث ہے جسے بار بار اٹھایا جاتا ہے۔ ہم انتہائی اختصار کے ساتھ اس پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ ہندوستانی زمینوں کا اصل فائدہ انگریز حاصل کر رہے تھے۔ ہندوستانی تجارت و صنعت کو انہوں نے اپنے پنجہ استبداد میں جکڑ لیا تھا اور اس کا بیشتر فائدہ برطانیہ کو پہنچ

رہا تھا۔سوچی سمجھی سازش کے تحت ہندوستانی عوام کو جاہل رکھنے کی کوشش کی جا رہی تھی یا انہیں ایسی تعلیم دینے کی کوشش کی جارہی تھی کہ ہندوستانی ہونے کے باوجود ان کا دل و دماغ انگریزوں جیسا ہوجائے ۔اس کے علاوہ ہندو مسلم منافرت پھیلائی جارہی تھی اور سماجی رسوم وروایات کے تار و پود بکھیرے جارہے تھے ۔ پادریوں اور مشنری اسکولوں کے ذریعہ دین ومذہب پر حملے کیے جارہے تھے بلکہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کی جارہی تھی ۔عام طور پر مسلمانوں اور دیگر ہم وطنوں میں یہ خوف پنپ رہا تھا کہ ہماری نسلوں کو جبراً عیسائی بنادیا جائے گا۔ہندوستان کو انگریزوں نے مسلمانوں کے ہاتھ سے چھینا تھا اس لیے انگریزوں کے خلاف مسلمانوں میں غم وغصہ بھی زیادہ تھا اور انگریزوں کے خلاف مسلم عوام اور علمائے کرام پیش پیش بھی تھے ۔"

ہم نے انقلاب ۱۸۵۷ء کے بنیادی اسباب انتہائی اختصار سے بیان کردیے،اس کے بعد چند باتیں رقم کی ہیں ۔اب ہم ذکر کرتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں جو پروانہ آزادی ملا اس کا سب سے بڑا سبب انقلاب ۱۸۵۷ء تھا۔

یہ بات تو بار بار دہرائی جاتی رہتی ہے کہ اگر خاک ہند میں 1857ء کی جنگ نہ لڑی گئی تو 1947ء میں ہندوستان کو پروانہ آزادی میسر نہ آتا۔ 1857ء سے 1947ء کا بڑا اگہرا رشتہ ہے ۔مگر افسوس!مسلمانوں نے جس بے جگری سے 1857ء کی جنگ لڑی تھی اور جس عزم وحوصلہ کے ساتھ جان ومال کی قربانیاں پیش کی تھیں ۔آزاد پاک وہند میں ان کا کماحقہ اعتراف نہیں کیا گیا بلکہ اکثر علما اور مجاہدین کے تاریخ سے نام تک محو کردیے گئے ۔

گزشتہ ڈیڑھ صدی کے اندر 1857ء کے تعلق سے بہت کچھ لکھا ہے مگر اس سے زیادہ نظرانداز کردیا گیا۔تاریخ نگاری سے زیادہ تاریخ سازی کی گئی ۔عام تاریخ نگاروں نے مسلم مجاہدین کی قربانیوں کو نظرانداز کیا جبکہ مذہبی مورخین نے مسلکی تعصبات سے کام لیا۔دیوبندی اور وہابی مکاتب فکر کا انقلاب 1857ء میں سرے سے کوئی کردار ہی نہیں تھا مگر افسوس!اس سے متعلق ایسی منصوبہ بند تاریخ سازی کی گئی کہ انگریزوں کے حاشیہ برداروں کو مجاہدین کی صف میں لاکھڑا کیا۔"

ماہ نامہ العاقب لاہور کا "اسپیشل تحفظِ ناموسِ رسالت:

ٹائٹل پر یہ گراں قدر شعر ہے:

لا نبی بعدی ز احسان خدا است
پردۂ ناموسِ دین مصطفیٰ است

یہ نمبر شوال تا ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ/ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء ہے،اس کے نیچے جلی قلم سے ہے:

زیر سرپرستی: حضرت علامہ خادم حسین رضوی ۔

اس کے مدیر محمد وحید نور ہیں ۔ ۱۸۴ صفحات پر مشتمل یہ گراں قدر اور علمی دستاویز اپنے موضوع پر بڑی قدر و منزلت کا سرمایہ ہے ۔ مضامین و مقالات دل و دماغ میں عشقِ رسول کی حرارت پیدا کرتے ہیں، موضوعات میں تنوع ہے مگر سب کا محور ناموس، رسالت مآب ﷺ ہے ۔ختم نبوت کی پاسبانی پر بلند پایہ شخصیات کی معلومات افزا تحریریں ہیں ۔

مدیر محترم حضرت مولانا محمد وحید نور دامت برکاتہم العالیہ نے اداریہ میں بڑی حد تک نمبر کا پس منظر اور پیش منظر سپرد قلم فرمایا ہے ۔ذیل میں چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

" قانون تحفظ ناموس رسالت کے خلاف پروپیگنڈے کے لیے گوجرہ، سمبڑیال اور ڈسکہ کے واقعات کو بنیاد بنایا گیا ہے ۔ان واقعات کے پس پردہ محرکات جاننے کی بجائے ایک طے شدہ منصوبہ کے تحت تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کے خلاف یلغار کر دی گئی ہے ۔ حیرت ہے کہ پہلے تو اس ایکٹ کو ختم کرنے کے لیے قادیانیوں کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا تھا لیکن اس مرتبہ یہ مطالبہ عیسائیوں کی طرف سے ہو رہا ہے ۔ بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق آج تک پاکستان میں توہین رسالت کے ایک بھی ملزم کو اس قانون کے تحت سزا نہیں دی گئی ۔اس حقیقت کے باوجود تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کے خلاف واویلا کسی سازش کی جانب اشارہ کر رہا ہے ۔ایسی ہی ایک سازش کا ذکر روز نامہ جنگ کے کالم نگار جناب انور غازی نے کیا ہے ۔ یہاں اس کا خلاصہ بیان کیا جا رہا ہے ۔اس سازش کا مرکزی کردار سابق امریکی نینسی جے پال (۱۳ اگست ۲۰۰۲ء تا ۵ نومبر ۲۰۰۴ء) ہیں ۔ پاکستان میں ان کی تعیناتی کے وقت انہیں تین خصوصی اہداف دیے گئے تھے ۔(۱) نصاب تعلیم میں تبدیلی (۲) حدود آرڈیننس کا خاتمہ یا غیر موثر کرنا (۳) تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو ختم کرنا یا غیر موثر کرنا۔

اب بظاہر اس منصوبے پر عمل درآمد سرد خانے میں چلا گیا ہے لیکن حکمرانوں کی اداؤں سے لگ رہا ہے کہ یہ قانون ریویو (نظر ثانی) کے نام سے آناً فاناً پیش ہو گا اور غیر معینہ مدت کے لیے غیر موثر ہو جائے گا۔

قانون تحفظ ناموس رسالت کے اندرونی و بیرونی دشمن کیا بتا سکتے ہیں کہ تحریر و تقریر کے عالمی چیمپئن عیسائی ممالک بشمول امریکہ و یورپ میں سیدنا عیسیٰ کی اہانت قانوناً جرم کیوں ہے؟ اسرائیل میں سیدنا موسیٰ کی اہانت جرم کیوں ہے؟ ایران میں ائمہ اور دیگر بزرگ ہستیوں کی توہین جرم کیوں ہے؟ برطانیہ میں تو 1860ء سے توہین حضرت عیسیٰ سے بچاؤ کے لیے قانون رائج ہے لیکن آج تک حکومت برطانیہ نے اس میں ترمیم کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی انگلینڈ کی آزاد این جی اوز نے اس کے خلاف آواز بلند کی ہے ۔

پاکستان میں اگر بانی پاکستان کی گستاخی کی سزا 3 سال ہے تو توہین رسالت کی سزا موت مقرر ہونے پر کیا اعتراض ہے؟ اگر پاکستان کا قومی پرچم جلانے پر قید اور سزائے موت مقرر ہے تو قرآن کریم کو شہید کرنے والے کے لیے سزائے موت کیوں درست نہیں ہے؟ اگر کسی دنیاوی عدالت جج کی توہین کرنے والے شخص کے خلاف مقدمہ دائر ہو سکتا ہے تو باعث تخلیق

کائنات آقا کریم اور ان پر نازل شدہ کتاب عظیم قرآن کریم کے تقدس کے پیش نظر توہین کرنے والے شخص کے خلاف مقدمہ درج ہونے میں کیا امر مانع ہے؟

جب آئین اور قانون و انصاف کے تقاضے پورے نہ کیے جائیں تو غازیان اسلام ہی گستاخان رسالت کو واصل جہنم کرتے ہیں ۔ جہاں راجپال، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، ریاض احمد گوہر شاہی اور یوسف کذاب ایسے جنگی ساڈ نکلیں گے وہیں غازی علم الدین شہید، غازی مرید حسین، غازی مانک، اور غازی عامر چیمہ شہید ایسے غیور مسلم سپوت ہی میدان میں آئیں گے ۔ آج بھی مسلمان مائیں اسے غیور سپوت پیدا کرنے سے بانجھ نہیں ہوئیں لہٰذا گستاخان رسالت کو کنٹرول کرنے کے لیے حدود و قیود لازمی ہیں اور آئین یہی حدود و قیود فراہم کرتا ہے ۔ اس لیے بہتر بلکہ بہترین یہی ہے کہ ملک عزیز پاکستان میں تحفظ ناموس رسالت ایکٹ نہ صرف قائم رہے بلکہ پہلے سے زیادہ موثر انداز میں اس پر عمل بھی ہو ۔

بتلادو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے:

16 نومبر 2009ء بروز پیر، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد (سابقہ مدینہ یونیورسٹی) میں 08-2004 سیشن میں ٹیکسٹائل انجینئرنگ سے فارغ ہونے والے عطاء رسول مہاروی کو تیسری پوزیشن حاصل کرنے پر میڈل لینے کے لیے کانووکیشن سنٹر میں اسٹیج پر بلایا گیا تو حیران کن واقعہ رونما ہوا ۔ مہمان خصوصی گورنر پنجاب سلمان تاثیر میڈل ہاتھ میں لیے انتظار کرتے رہے اور عطا رسول مہاروی غازی عامر چیمہ شہید کے روحانی ترجمان کا کردار ادا کرتے ہوئے قانون توہین رسالت کے باغی گورنر سے میڈل وصول کیے بغیر باوقار انداز میں اس کے سامنے سے گزر گئے گورنر پنجاب بکے بکے عاشق رسول ﷺ کی اس جرأت رندانہ پر سکتے میں آ گئے ۔"

امیر المجاہدین کی یہ جرأت و ہمت تھی کہ حکومت میں برسر اقتدار نااہل ذمہ داروں کے خلاف خود بھی بولتے اور اپنے متعلقین سے بھی لکھواتے رہے ۔ ہم دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ داد پیش کرتے ہیں بلند ہمت مدیر محترم کی بارگاہ میں کہ آپ نے واقعی حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی شاگردی کا حق ادا فرما دیا ۔ ایک یہ ہی نہیں بلکہ سیکڑوں واقعات ہیں تاریخ اسلام میں ۔ آپ نے یہ مصرع نوٹ فرما کر اپنے زندہ دل مسلمان اور حق گو قائد ہونے کا ببانگِ دہل اعلان فرما دیا ہے:

"بتلادو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے"

"اسپیشل تحفظِ ناموسِ رسالت" میں موضوع کی مختلف جہتوں پر مشائخ اور اربابِ قلم کے بڑے تاریخی مقالات اور گراں قدر مضامین جمع کیے گئے ہیں، جس تحریر کا مطالعہ کیجیے ناموسِ رسالت ﷺ کے محور پر گردش کرتی ہوئی نظر آتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس قیمتی دستاویز کے لیے حضرت امیر المجاہدین، دیگر ذمہ داران اور مدیر محترم کو عشقِ رسول ﷺ کی سرفرازیوں سے مالا مال فرمائے ۔ آمین ۔

تیسیر ابواب الصرف:

امیر المجاہدین شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ علوم وفنون کے بحرِ بے کراں تھے، قوتِ حافظہ انتہائی قوی تھی، عشقِ رسول ﷺ میں انتہائی چاق و چوبند تھے، ختم نبوت اور تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے مر مٹنے کا جذبہ ہمیشہ رکھتے تھے۔ "علمِ صَرف" میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، اس فن کے کامیاب ترین استاذ الاساتذہ تھے۔ آپ نے اپنے ایک مدلل خطاب میں اعلان فرمایا کہ بندہ الحمد سے لے کر سورۃ والناس تک ہر فعل کی گردان کر سکتا ہے۔ آپ نے بطور مثال بڑی تیزی سے تین فعلوں کی صَرفِ کبیر سنائی، گردان برق رفتاری سے پیش کرنے کے انداز نے ہمیں بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوج پور ضلع مراد آباد (یو پی) میں ہم نے پہلی فارسی سے درس نظامی کا آغاز کیا تو استاذِ گرامی حضرت علامہ حافظ خورشید احمد دامت برکاتہم العالیہ نے بڑی محنت سے پڑھانا شروع فرمایا۔ سعدیِ وقت استاذ نا المکرم حضرت علامہ محمد حنیف نے اپنے مخصوص انداز میں حضرت شیخ سعدی کی دو معروف کتابیں گلستاں اور بوستاں پڑھائیں۔ حضرت علامہ محمد حنیف بذاتِ خود انتہائی صالح تھے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کے روحانی افکار اور ان کے صوفیانہ تجربات سے لبریز عالمی مشاہدات سے بڑی حد تک واقف تھے۔ حضرت شیخ سعدی مترجم قرآن کریم، زندہ دل عاشق مصطفیٰ ﷺ تھے۔ عشقِ الٰہی کی تپش سے ان کے جملے حرزِ جاں بنائے جاتے ہیں۔ ان کے شعر و سخن عشقِ حقیقی کے سوز و گداز سے لبریز ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی فارسی زبان و ادب بڑی محنت سے پڑھا ہے، ہمارا اپنا ذاتی نقطۂ نظر ہے کہ گلستاں اور بوستاں وغیرہ کتابیں عشق و معرفت کی بھرپور جولانی رکھتی ہیں، ان کے درس کے لیے ابتدائی جماعتیں قدرے غیر مناسب معلوم ہوتی ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعے سے دل و دماغ صوفیانہ راز داریوں سے آشنا ہوتے ہیں، اگر انھیں کچھ بعد میں پڑھایا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا، مگر پوری دنیا میں ابتدائی سالوں میں زیرِ درس رہتی ہیں، اس کی کچھ حکمت ہوگی، بڑوں کی بارگاہوں میں خاموشی ہی بہتر ہے۔

خیر گفتگو تھی علمِ "صَرف" عربی کی، حضرت علامہ مفتی ارشاد القادری دامت برکاتہم العالیہ نے ہماری جماعت کو میزان، منشعب اور صفوۃ المصادر بڑی محنت سے پڑھایا، سیکڑوں مصادر کی صَرفِ صغیر اور صَرفِ کبیر از بر کرائی، علم الصیغہ اور فصولِ اکبری بھی اساتذۂ کرام نے بڑی لگن سے پڑھائیں، بہر حال اس وقت ہم سمجھتے تھے کہ ہم بھی کچھ ہیں، مگر جب آج غور کرتے ہیں تو لگتا ہے ہمیں تھوڑا موڑا کچھ آتا ہے۔ ہم نے امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کا خطاب اور ان کی دونوں کتابیں دیکھیں تو واقعی اپنی لاعلمیوں کا شدید احساس ہوتا ہے۔ اب ہم "تیسیر ابواب الصرف مع مصادر ضروریہ" کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں:

نام کتاب: تیسیر ابواب الصرف مع مصادر ضروریہ

تصنیف: حافظ خادم حسین رضوی مدظلہ العالی

کمپوزنگ: محمد واحد بخش سعیدی

صفحات: 681

سن طباعت: 27 رجب المرجب 1426

زیرِ اہتمام: ملک غلام رسول ہمدمی

ناشر: مکتبہ مجددیہ سلطانیہ ملک پلازہ دینہ ضلع جہلم۔

اسٹاکسٹ: علامہ فضل حق پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور۔

ہدیہ: 300

انتساب: سراپا شفقت و محبت، شیخِ طریقت، واقفِ اسرارِ حقیقت، حضرت خواجہ محمد عبد الواحد متعنا اللہ بطولِ حیاتہ کے نام بی جن کی کریمانہ شفقت کی بنا پر راقم الحروف کو پیشِ نظر گردانوں کا مجموعہ ترتیب دینے کی ہمت ہوئی۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف

گر قبول افتد زہے عز و شرف

الاھداء: اہلِ سنت کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ کے بانی و سرپرست مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ صدر تنظیم المدارس (اہلِ سنت) پاکستان کے نام جن کے زیرِ سایہ ہزاروں طلبہ نے قرآن و حدیث کے علمِ نور سے اپنے دلوں کو منور کیا ہے۔

زمانہ قدر کر ان کج کلاہانِ محبت کی

کہ پیدا اس نمونے کے جواں ہر دَم نہیں ہوں گے

اب اس کے بعد ماہرِ علوم وفنون، شرفِ ملت حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقش بندی قدس سرہ نے "تقریظ" تحریر فرمائی، آپ کی تشریف آوری جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں دو بار ہوئی، دونوں بار ملاقاتیں ہوئیں، دوسری بار قریب ہفتہ یا عشرہ قیام فرمایا، ان ایام میں راقم احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ آپ کے ساتھ مسلسل رہا، حضرت کے تجربات اور مشاہدات سے خوب استفادہ کیا، آپ نے ہمیں منقولاتی علوم کی سندِ اجازت بھی عطا فرمائی، حضرت کی بارگاہ میں مراسلت بھی رہی، آپ کے وصالِ پرملال کے بعد ہم نے تعزیتی تحریر بھی ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع کی تھی۔ حضرت علامہ حافظ محمد خادم حسین رضوی قدس سرہ نے آپ سے بخاری شریف کا باضابطہ درس لیا۔ حضرت کی "تقریظ" سے چند سطریں ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

"قرآن و احادیث کے معانی و مطالب سمجھنے کے لیے علمائے اسلام نے نہ صرف کثیر التعداد علوم کی بنیاد رکھی، بلکہ

انھیں بامِ عروج تک پہنچایا، اس سلسلے میں دنیا کی کوئی قوم مسلم علما کا مقابلہ نہیں کر سکتی، ان اہم ترین علوم میں سے صرف اور نحو ہے۔ مشہور مقولہ ہے:

"اَلصَّرْفُ اُمُّ الْعُلُوْمِ والنَّحْوُ اَبُوْھَا۔"

صَرف علموں کی ماں اور نحو ان کا باپ ہے۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

جامعہ نظامیہ لاہور کے فاضل اور کہنہ مشق مدرس مولانا خادم حسین نقش بندی سلمہ اللہ تعالیٰ نے پیشِ نظر "تیسیر ابواب الصرف" ترتیب دی ہے۔ جس میں اکثر و بیش تر ضروری ابواب کی مکمل گردانیں درج کی ہیں۔ کئی ابواب کی صرف صغیر اور کبیر کی مکمل گردانیں لکھی ہیں۔

اور بعض ابواب کی صَرف صغیر کی گردانوں پر اکتفا کیا ہے، اور ہر باب کے بعد اس کے متعلقہ مصادر کا بھی ذکر کیا ہے تاکہ طلبہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ امید واثق ہے کہ طلبہ اس کتاب کو دوسری کتابوں کی نسبت زیادہ مفید پائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور طلبہ کے لیے ذریعۂ منفعت اور سہولت بنائے۔ آمین۔ (محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی)

681 صفحات کی اپنی وقیع تصنیف پر مصنف حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی نے "پیش لفظ" نوٹ کیا ہے، ہم چند ضروری اقتباسات نقل کرتے ہیں:

> "قرآن و حدیث کے گنج ہائے گراں مایہ تک پہنچنے کے لیے معاون دینی علوم میں صَرف و نحو کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، کیوں کہ صَرف و نحو کے قواعد کی روشنی میں ہمیں عربی کا فہم و ادراک حاصل ہوتا ہے اور عربی ہی وہ عظیم المرتبت زبان ہے جسے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ، قرآن اور اہلِ جنت کی زبان ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قرآن کریم فصیح ترین عربی زبان میں نازل کیا گیا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی عربی زبان کو ذریعہ ابلاغ ہونے کا شرف بخشا، اس لیے ہم اگر عربی زبان کے صرفی و نحوی قواعد سے واقف نہیں ہوں گے تو قرآنی تعلیمات کو اپنے دامن دل میں اچھی طرح نہیں سمو سکیں گے۔ اسی طرح حدیثِ رسول ﷺ سے بھی مکمل استفادہ نہیں کر سکیں گے۔"

عام طور پر کتابوں میں علمِ صرف کی گردانوں کو مکمل نوٹ نہیں فرماتے بلکہ آسان سمجھتے ہوئے ترک فرما دیتے ہیں اور نہ مصادر کی وضاحت فرماتے ہیں کہ کس باب سے کون سا مصدر آیا ہے اور کس سے نہیں۔ آپ نے ان باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے بڑی وضاحت کے ساتھ ۶۸۱ صفحات پر مشتمل کتاب مرتب فرمائی ہے۔

حضرت مصنف علام قدس سرہ مزید فرماتے ہیں:

"راقم الحروف نے جامعہ نظامیہ رضویہ میں بارہ سال تک صرف ونحو کی ابتدائی کلاسیں پڑھائیں، اس عرصہ میں راقم نے طلبہ کی مشکلات کو قریب سے دیکھا اور محسوس کیا، ساتھ ساتھ ابواب الصرف کے موضوع پر دستیاب کتب کا مطالعہ کیا۔گہرے غور وفکر کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضور انور ﷺ کی نظر کرم سے اپنے حاصل مطالعہ کو "تیسیر ابواب الصرف" کے نام سے علمِ صرف کے طلبہ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔امید ہے علمِ صرف کے اساتذہ کرام اس کتاب کو طلبہ وطلبات کے لیے مفید پائیں گے۔"

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔(آمین)"

واقعہ یہ ہے کہ علمِ صرف میں اتنی تفصیلی کتاب ہماری نظر سے آج تک نہیں گزری، ہم صفحات پلٹتے گئے اور حیرتوں کی دنیا میں ڈوبتے گئے،حق یہ ہے کہ آپ نے حق ادا فرمادیا۔آپ نے انتہائی سادہ، عام فہم اور دلوں میں اتر جانے والا اسلوب اختیار فرمایا ہے۔اسی کا نام فصاحت و بلاغت ہے اور جس کو پڑھنے کے لیے لغات اٹھانا پڑیں یا اس میدان کے قاری کو اصل مسائل کے سمجھنے میں حد درجہ دقت ہو تو بات وہاں پہنچ کر غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔اصول بھی یہی ہے کہ کسی زبان کے قواعد اپنی آسان زبان میں پڑھائے جائیں تو زیادہ مؤثر ہوتے ہیں اور یاد رکھنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔یہ جدید زبان وادب کا اصول ہے۔فتدبر یا اولی الأبصار۔

تعلیلاتِ خادمیہ:

پیشِ نظر "تعلیلاتِ خادمیہ" حضرت علامہ قدس سرہ کی انتہائی وقیع اورفن صرف کی دقیقہ سنجی پر مشتمل کتاب ہے۔علمِ صَرف کی تعلیلات پر یہ ایک غیر معمولی علمی اور تحقیقی دستاویز ہے۔اصطلاحی طور پر صَرف اور تصریف کے مفاہیم میں قدرے فرق ہے۔مقدمہ نگار حضرت علامہ محمد علیم الدین نقشبندی نے دونوں کی وضاحت فرما کر علم صرف کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:"

"یہ اس علم کا نام ہے جس میں ایک کلمہ دوسرے کلمہ سے بنانے کے قواعد اور کلمات کی گردان میں تبدیلی وتعلیل کا حال معلوم ہو۔"

ہم نے نیٹ پر کتاب کو سرسری طور پر دیکھا، واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اردو میں اس موضوع پر اتنی تفصیلی اور علمی کتاب آج تک نہیں دیکھی۔

مصنف: حافظ خادم حسین رضوی

باہتمام: ملک غلام رسول ہمدمی

سن اشاعت: ربیع الاول 1433ھ بمطابق فروری 2012ء

صفحات: 680

ناشر: علامہ فضل حق پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور۔

انتساب: اپنے شیخ طریقت سراپا شفقت ومحبت قدوۃ السالکین حضرت قبلہ خواجہ محمد عبدالواحد زید مجدہ الکریم (المعروف حاجی پیر صاحب) کے نام جن کے فیضانِ نظر نے میرے دل کو دردآشنا کیا اور عشقِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے سرشار کیا۔

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

حافظ خادم حسین رضوی (19 ذوالحجہ 1426ھ)

الاهداء: اپنے استاذ و مربی غوث العلما سند الفقہا مفتی اعظم حضرت قبلہ علامہ مولانا مفتی عبد القیوم قادری رضوی ہزاروی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں جو اپنے ہم عصر اور بعد میں آنے والوں کے لیے نشانِ منزل بن گئے۔

جو سختی منزل کو سامانِ سفر سمجھے
اے وائے تن آسانی ناپید ہے وہ راہی

حافظ خادم حسین رضوی (17 ذوالحجہ 1426ھ)

مصنفِ علام نے اپنی اس اہم کتاب کا مقدمہ صاحب علم وفضل حضرت علامہ محمد علیم الدین نقشبندی سے تحریر کرایا، آپ نے بڑی تفصیل سے اس فن کی تاریخ، کتب اور علمی نکات پر گفتگو فرمائی ہے۔ صرفی تعلیلا ت کی غلطیوں سے قرآن عظیم کے معانی اور مفاہیم کے سمجھنے میں جو زحمتیں ہوتی ہیں ان کی مثالیں پیش کی ہیں۔ اسی طرح احادیث نبویہ میں نشان دہی کی ہے، بلا شبہ یہ مقدمہ کتاب کے شایانِ شان ہے، ہم اس کے چند اقتباسات ذیل میں نقل کرتے ہیں:

''پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور عربی زبان و ادب کو درست سمجھنے کے لیے کچھ دیگر علوم کے ساتھ علمِ صَرف میں مہارت اور ملکہ کا ہونا شرط ہے۔ درس نظامی کی عام درس گاہوں اور دار العلوموں میں علمِ صرف اگر چہ نصاب کا بنیادی اور لازمی جزو ہوتا ہے لیکن ان کا المیہ یہ ہے کہ اس علم کو پڑھانے کے باوجود اساتذۂ کرام بالعموم اپنے طلبہ میں اس علم کی مہارت اور ملکہ پیدا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ جس کے برے اثرات ان کی ساری عمر میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں، لیکن مقامِ شکر ہے کہ چند جامعات اس سے مستثنیٰ ہیں، ان میں تعلیم پانے والے طلبہ جہاں دیگر علوم میں خاصی دسترس رکھتے

ہیں، وہیں علمِ صَرف میں ان کی مہارت مسلم ہوتی ہے۔ دورِ حاضر میں دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کو ایسے مدارس میں ایک برتر مقام حاصل ہے، اس خوبی کا سہرا جامع معقول ومنقول استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ خادم حسین صاحب زیدعلمہ وشرفہ کے سر بندھتا ہے۔ جن کی مہد تربیت سے فیض یافتہ علما اپنے ہم عصروں سے خصوصیت کے ساتھ علمِ صَرف کی مہارت میں بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، اساتذۂ کرام کی تربیت اور بزرگوں کی نگاہِ عنایت نے ان کی ذات میں یہ خوبی پیدا کر دی ہے کہ وہ اپنے زیرِتعلیم طلبہ میں علمِ صَرف میں مہارت اور ملکہ پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ برصغیر پاک وہند میں اس علم کے چند چوٹی کے ماہر اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ انھیں یہ مقام استاذ العلما حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی جیسی عظیم القدر ہستی کی نگرانی میں جامعہ نظامیہ جیسی عظیم درس گاہ میں مسلسل تیرہ برس تک اس فن کی تدریس سے حاصل ہوا۔ حضرت مولانا زیدفیضہ وعلمہٗ دیگر فنون کی تدریس میں بھی اپنے ہم عصروں میں کسی سے پیچھے نہیں''۔

نصف صفحہ کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں:

''تعلیلا تِ خادمیہ زیرِنظر تالیف مہموز، مثال، اجوف، ناقص، معتل، مخلوط ابواب اور مضاعف کے ابواب کے سارے صیغوں، اصل صورت اور قوانین کے اجرا کے بعد مختلف حالتوں سے گزرنے کے بعد موجودہ صورت سے بحث پر مشتمل ہے۔ فقیر راقم الحروف اپنی کم علمی کے باعث یہ دعویٰ کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں ہے۔ لیکن یوں کہا جا سکتا ہے کہ علم صرف پر اس طرح کی مفصل کتاب میری نظر سے نہیں گذری، اگرچہ ''جامع التعلیلا ت'' اس نہج کی ایک تالیف فارسی زبان میں موجود ہے۔ لیکن ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است'' درحقیقت انھوں نے اس کتاب میں اپنی تدریسی منہاج واسلوب کو تحریر کی زبان دینے کی کامیاب کوشش کی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی کریم ورحیم بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس تالیف کو ان کی اس علم میں پہلی تالیف سے بڑھ کر مقبول عام بنائے اور انھیں مزید علمی فتوحات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ان کو صحت وعافیت اور خدمتِ دین سے بھرپور لمبی زندگی عطا فرمائے۔ بزرگوں کی شفقتیں ان کے شامل حال فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ صلی اللہ علیہ حبیبہ محمد وآلہ وسلم

دعا جو: محمد علیم الدین نقش بندی عفی عنہ

6دسمبر 2005ء

''حرفِ آغاز'' کے عنوان کے تحت حضرت مصنف علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ کی تحریر کا نقشِ جمیل ہے۔ آپ علوم وفنون میں حیرت انگیز مہارت رکھتے تھے مگر صرف ونحو میں کج کلاہی کا درجہ رکھتے تھے، خاص طور پر علم صرف میں امامت کا

مقام حاصل تھا، آپ نے طویل مدت تک جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، علم صرف میں آپ کے تلامذہ ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ جس انداز میں پڑھاتے تھے اسی انداز میں کتاب مرتب فرمائی، کتاب میں تعلیلا ت کا حیرت انگیز سرمایہ ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ: کتاب کا نام "تعلیلا ت خادمیہ" حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد علیم الدین نقش بندی زید مجدہ نے تجویز کیا۔ اب ہم ذیل میں حضرت مصنف کی تحریر کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں:

حرفِ آغاز: اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت الامام الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو دس اصولِ دین حقہ کی ترویج واشاعت کے لیے بیان فرمائے کاش اہلِ سنت و جماعت کے قائدین اور امرا ان کو اپناتے تو ہر محفل وجلسہ کے اختتام پر اہلِ سنت کی زبوں حالی پر رونا نہ رویا جاتا۔ فرنگیوں کی برصغیر آمد کے بعد ہمارے اسلاف نے جس پامردی اور استقامت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا وہ تاریخ اسلام کا ایک درخشاں باب ہے۔

ان کے چلے جانے کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ دینی مدارس کو فروغ وترقی دے کر اپنے اسلاف کے دیے ہوئے نظام تعلیم کی حفاظت کا مزید بندوبست کیا جاتا۔

لیکن العجب ثم العجب آہستہ آہستہ دینی مدارس کے ارباب حل وعقد مغربی یلغار کے زیرِ دام آتے گئے اور آج معاملہ یہاں تک آپہنچا کہ جو کتابیں سرکاری سطح پر مسلمان بچوں کو تباہ کرنے کے لیے پڑھائی جاتی تھیں، انھیں مدارسِ دینیہ کے نصاب میں شامل کرلیا گیا۔ جن میں لڈی بھنگڑے وغیرہ کو پاکستانی ثقافت کے طور پر پیش کیا گیا اور بعض افراد کو مسلمانوں کے ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا۔ حالاں کہ مفتیانِ اسلام نے ان کے برے عقائد کی بنیاد پر انھیں دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا تھا۔

پختہ افکار کہاں ڈھونڈھنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا ہر چیز بناتی ہے خام

جس قوم کا نصاب تعلیم اغیار کے افکار ونظریات پر مشتمل ہو یا وہ قوم نظامِ تعلیم میں غیروں کی محتاج ہو تو غلامی اس کا مقدر بن جاتی ہے، اس پر درویش لاہوری علامہ اقبال کی گواہی پڑھیے اور غور وفکر کیجیے کہ اہلِ اسلام کے نصاب تعلیم کو بدلنے کا کتنا پرانا منصوبہ تھا، جسے اس دور میں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اک لُردِ فرنگی نے کہا اپنے پسَر سے
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر
بیچارے کے حق میں ہے یہی سب سے بڑا ظلم
برّے پہ اگر فاش کریں قاعدۂ شیر
سینے میں رہے رازِ ملُوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو

ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے، اسے پھیر
تاثیر میں اِکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹّی کا ہے اک ڈھیر!

ان اشعار کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے، ایک انگریز نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: مسلمانوں کو ایسی تعلیم پڑھاؤ جس کے بعد وہ سونا بھی ہو تو مٹی بن جائے۔ غیر اسلامی تعلیم سے بڑھ کر اور کوئی چیز مسلمانوں کے لیے زیادہ تباہ کن نہیں۔

آج دنیاوی تعلیم کو ترقی اسلام کا نام دے کر درس نظامی کے نصاب میں شامل کیا جا رہا ہے اور اس پر عجیب قسم کے دلائل بھی دیے جا رہے ہیں۔

اس دنیوی تعلیم کے بارے میں تاجدارِ گولڑہ فاتح مرزائیت شہنشاہِ ولایت حضرت قبلہ سید پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف بھی پڑھیے اور غور و فکر کیجیے...کہ ہمارے اسلاف آنے والے حالات و واقعات سے کتنے باخبر تھے اور ایک ہم ہیں کہ سب کچھ سامنے دیکھ کر اس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں کر رہے ہیں۔

مباش ایمن از علمے کہ خوانی
کہ از وے روحِ قومے میتواں کشت

پیش نظر کتاب "تعلیلا ت خادمیہ" جامع قوانین اور مفصل تعلیلا ت پر مشتمل ہے۔ مفصل تعلیلا ت لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مشاغل اتنے بڑھ گئے کہ پڑھنے پڑھانے والوں کے پاس اتنا وقت نہیں بچتا کہ وہ تمام صیغوں کی تفصیلی طور پر تعلیلا ت کریں اس موضوع پر کم از کم ہماری نظر سے کوئی مفصل کتاب نہیں گزری، اگر کسی نے کچھ لکھا ہے تو چند گردانوں پر اکتفا کیا یا متعدد گردانوں کے محض صیغے لکھ کر باقی صیغوں کو ان پر قیاس کرنے کا اشارہ دے دیا۔

حضرت مصنف قدس سرہ اپنی اس کتاب کی ترتیب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

(1) اس کتاب میں بعض صیغوں کو بعض پر قیاس کرنے یا چند صیغے لکھ کر الی آخرہ لکھنے والے اسلوب سے احتراز کیا گیا ہے۔

قوانین کو درج ذیل انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے صحیح کے پھر مہموز کے پھر مضاعف کے پھر معتل کے قوانین بیان کیے گئے۔

(2) گردانوں کی تعلیلا ت کو درج ذیل ترتیب سے لکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے مہموز کی مکمل (مہموز الفاء، مہموز العین، مہموز اللام) تعلیلا ت لکھی گئیں۔ پھر مضاف کی مکمل تعلیلا ت لکھی گئیں۔ پھر معتل کی مکمل (مثال، اجوف، ناقص، لفیف مفروق، لفیف مقرون) تعلیلا ت لکھی گئیں آخر میں مخلوط ابواب کی مکمل تعلیلا ت لکھی گئیں۔

(3) تعلیل کرتے ہوئے قانون کا حوالہ اور ان کا نمبر بھی لکھ دیا گیا۔

(4) بعض صیغوں میں دو قانون جاری ہو سکتے تھے ایک کو جاری کر کے دوسرے کی نشاندہی کر دی گئی۔

(5) اس کتاب کا نام تعلیلات خادمیہ حضرت قبلہ عالم مفتی محمد علیم الدین نقشبندی زید مجدہ نے تجویز کیا۔

(6) اس کتاب کی کمپوزنگ و اشاعت میں عزیزم مولانا مولانا محمد واحد بخش سعیدی عم فیضہ کی مجھے بھر پور معاونت حاصل رہی۔ بلا مبالغہ مولانا موصوف اگر اخلاص ومحبت سے میری معاونت نہ فرماتے تو شاید یہ کتاب منظر عام پر نہ آتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے آمین۔

(7) دینی مدارس کے طلبہ اِدھر اُدھر مت دیکھیں بلکہ اپنے عزائم کو بلند رکھتے ہوئے خالص درس نظامی خوب لگن اور محنت سے پڑھیں۔

اب ترا بھی دور آنے کو ہے اے فقرِ غیور
کھا گئی روحِ فرنگی کو ہوائے سیم و زر

فقیہ اسلام امام احمد رضا بریلوی بحیثیت مرجع العلما:

امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ اپنے مشائخ اور بزرگان دین سے حد درجہ محبت فرماتے تھے، ماضی قریب کی عبقری شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ [وصال: 25 صفر 1340ھ/ 1921ء] کے بھی شیدائی تھے، اپنے نام کے ساتھ "رضوی" کا لازمہ اسی حسنِ عقیدت کا اعلان ہے، اپنے خطابات اور مجلسوں میں اعلیٰ حضرت کے اشعار خوب پڑھتے تھے، عہدِ طالب بھی آپ کا یادگار گزرا ہے۔ تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کے امتحان میں آپ کے مقالے کا عنوان تھا "فقیہ اسلام امام احمد رضا بریلوی بحیثیت مرجع العلما" 1988ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے آپ کی فراغت ہوئی، یہ مقالہ اسی عہد کا ہے، فتاویٰ رضویہ کی 9 مطبوعہ جلدوں کا مطالعہ کرنا اور استفتا کرنے والوں پر غور کرنا کہ یہ علما اور دانش ور ہیں یا عام مسلمان کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خداے بزرگ نے آپ کو عزیمت و استقامت کا پہاڑ بنایا تھا۔ آپ نے شمار کر کے نوٹ کیا چار ہزار پچانوے [4095] کل سوالات ہیں جن میں تین ہزار چونتیس [3034] عوام کے سوالات ہیں اور ایک ہزار اکسٹھ [1061] سوالات علماے کرام اور دانش وروں کے ہیں۔

آپ کے استاذ گرامی حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نے رضا فاؤنڈیشن لاہور کی مرتب اور مترجم فتویٰ رضویہ جلد اول میں "کلماتِ آغاز" رقم فرمائے ہیں، اس میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے احوال بھی کسی قدر تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ یہ ص: 25 سے 56 تک پھیلے ہوئے ہیں۔ حضرت علامہ محمد علیم الدین نقش بندی آپ کی کتاب تعلیلات خادمیہ کی تقدیم میں تحریر فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ بحیثیت مرجع العلما"

یہ دورۂ حدیث شریف کے امتحان میں ان کا تحقیقی مقالہ ہے جو اپنی جامعیت اور افادیت کے باعث فتاویٰ رضویہ (جدید ایڈیشن) کی جلد نمبر ا کے شروع میں چھپ رہا ہے۔

اسی مقدمہ کو بعد میں مزید اضافہ کے ساتھ مرتب کیا جس کی ضخامت 500 صفحات سے بڑھ گئی ہے، ابھی تک طبع نہیں ہوا۔"

(مقدمہ، تعلیلات خادمیہ، ص:11)

شرفِ ملت حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

''یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ دریافت کرتے ہیں، فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد اُن حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے، مصنّف تھے، جج تھے یا وکیل تھے، مولانا خادم حسین فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے:

''امام احمد رضا بریلوی بحیثیت مرجع العلماء''

اس مقالہ میں انہوں نے فتاوی رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں اور دسویں گیارہویں جلد) کا مطالعہ پیش کیا ہے، ان کے فراہم کردہ اعداد وشمار کے مطابق ان جلدوں میں چار ہزار پچانوے [۴۰۹۵] استفتا ہیں جن میں سے تین ہزار چونتیس [3034] عوام الناس کے استفتاء ہیں اور ایک ہزار اکسٹھ [1061] استفتا علماء اور دانشوروں کے پیش کردہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے، یہی وجہ ہے کہ عموماً امام احمد رضا بریلوی جواب دیتے۔ فقط ہاں یا نہیں میں نہیں کرتے بلکہ دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ مولانا خادم حسین کا یہ مقالہ فتاوٰی رضویہ کی پیشِ نظر جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔''

اب ذیل میں ہم فتاویٰ رضویہ کی اس وقت تک مطبوعہ نو جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں، حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی نے عنوان قائم کیا ہے ''فتاویٰ رضویہ کا اجمالی خاکہ''۔ **فقیہ اسلام امام احمد رضا خاں بریلوی بحیثیت مرجع العلما**

فتاویٰ رضویہ کے مطبوعہ حصص میں دریافت کیے گئے کل استفتا کی تعداد 4095

علماء و دانشور حضرات کے کل استفتاء کی تعداد 1061

جلد اول: کل استفتاء کی تعداد	181	علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد:	49
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	132	جلد دوم: کل استفتاء کی تعداد	256
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد:	73	غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	183
جلد سوم: کل استفتاء کی تعداد	832	علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد:	200
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	632	جلد چہارم: کل استفتاء کی تعداد	440
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد:	113	غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	327
جلد پنجم: کل استفتاء کی تعداد	920	علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد:	162
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	748	جلد ششم: کل استفتاء کی تعداد	499
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد:	103	غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	396

جلد ہفتم: کل استفتاء کی تعداد	376	علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد:	80
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	296	جلد دہم: کل استفتاء کی تعداد	824
علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد:	251	غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	573
جلد یازدہم: کل استفتاء کی تعداد	166	علماء و دانشور حضرات کے استفتاء کی تعداد:	30
غیر علماء کے استفتاء کی تعداد	136		

اس کے بعد آپ نے "امام احمد رضا بریلوی سے استفتاء کرنے والے عالم اسلام کے معروف علما اور دانش ور" کے عنوان کے تحت سب کے اسمائے گرامی نوٹ فرمائے ہیں۔

آپ بیعت کے اعتبار سے سلسلہ عالیہ نقش بندیہ سے وابستہ تھے، اس سلسلے کے مشائخ اور اپنے مرشدِ گرامی سے حد درجہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے، مگر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ سے بھی حیرت انگیز محبت فرماتے تھے، آپ کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافتیں اور اجازتیں دو بزرگوں سے حاصل تھیں۔ خانوادۂ رضویہ کے چشم و چراغ جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ قدس سرہ سے، جن کی مقبولیت بھی اپنے عہد میں اپنی ایک مثال تھی اور دوسری بزرگ شخصیت مبلغ رضویات شیخ طریقت تلمیذ وخلیفہ حضور محدث اعظم پاکستان قدس سرہ حضرت علامہ مفتی ابو داؤد محمد صادق قادری رضوی قدس سرہ۔ حضرت امیر المجاہدین قدس سرہ بلاشبہہ فروغ رضویات کے بہت بڑے داعی اور مبلغ تھے۔ آپ نے اپنے تحقیقی مقالے "امام احمد رضا محدث بریلوی بحیثیت مرجع العلما" میں اضافہ فرمایا۔ اب اس مقالے کے صفحات کی تعداد پانچ سو سے زائد ہوگئی ہے۔ اب ان کے وارثین اور تلامذہ کی ذمہ داری ہے کہ اس کی اشاعت کا انتظام وانصرام فرمائیں۔

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا:

آہ صد آہ! اپنے عہد کے سچے عاشق رسول، محافظ ناموسِ رسالت، پاسبانِ ختم نبوت امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم رسول رضوی نبی کریم ﷺ کی حرمتوں کی چوکیداری کر رہے تھے۔ ۱۰۳ ڈگری بخار تھا، سانس لینے میں دقت بھی ہونے لگی تھی، انھیں خوب معلوم تھا کہ دھرنے کے مقام فیض آباد میں شدید سردی ہے، ان حالات میں یہ مشقت خیز خدمت جان لیوا بھی ہو سکتی ہے، مگر عشق کی جنوں خیزی عقل وخرد کے سارے پیمانے توڑ دیتی ہے۔ یہ آپ کا سچا عشق رسول تھا کہ شدید بخار اور جان توڑ کمزوری کے باوجود ٹھٹھرتے موسم میں آپ جمے رہے، اپنے نبی پاک ﷺ کے گستاخ فرانسیسی صدر میکرون کی بدتمیزیوں کے خلاف ہزاروں دیوانوں کو لے کر احتجاج کر رہے تھے۔ پیروں سے معذور تھے اس لیے ویل چیئر پر خطاب بھی فرما رہے تھے، حکومت کے ذمہ داروں سے معاہدہ ہوا، دھرنا ختم کرنے کا اعلان کیا گیا، سارے لوگ اپنے اپنے مقامات کی جانب واپس ہونے لگے، آپ کے شیدائی آپ کو لے کر لاہور پہنچے مگر آپ کی طبیعت بجائے سدھرنے کے مزید بگڑتی چلی گی، آپ کو ہسپتال میں ایڈمٹ کرایا گیا مگر "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" مغرب کے وقت آپ نے خود اپنا ٹمپریچر چیک کیا جو نارمل تھا، اس پر آپ نے اطمینان کا اظہار کیا، مگر آپ کو فرانس میں نبی کریم ﷺ کے خاکے بنانے اور توہین کرنے کا غم پریشان کیے ہوئے تھا،

ان حالات میں بھی آپ اپنے اہلِ خانہ اور صاحب زادگان کو اپنے رسولِ کریم ﷺ کی وفا و عشق کا درس دے رہے تھے۔عشا کے بعد اچانک طبیعت بگڑی اور چند لمحوں میں وہ کچھ ہو گیا جس کا سوچا بھی نہیں گیا تھا۔آپ کی دلی آرزو بھی یہی تھی کہ "جب موت آئے تو ناموسِ رسالت مآب ﷺ کی پہرے داری کرتے ہوئے آئے" وصال سے پہلے کچھ سنبھلے، خدمت گزاروں کو خوشی ہوئی مگر یہ افاقۂ موت تھا:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ (سورہ الاعراف، آیت: ۳۴)

اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔(کنزالایمان)

۳ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ/ ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء بروز جمعرات بشب ۸ بج کر ۳۰ منٹ پر اللہ تعالیٰ کی حقیقی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ان کا مسکراتا ہوا چہرا یہ اعلان کر رہا تھا ؎

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

فرزند ارجمند جانشین حضرت علامہ حافظ سعد حسین رضوی نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ اب ہمارے ابا حضور امیر المجاہدین اس ظاہری دنیا میں نہیں رہے۔جس نے سنا تڑپ گیا۔آپ نے اعلان میں یہ بھی فرمایا کہ آپ لاہور کی طرف آئیے۔ صاحب زادہ والا تبار نے یہ باتیں غموں سے چور ہو کر روتے ہوئے ارشاد فرمائیں۔لوگ دہاڑیں مار مار کر رونے لگے، ہم نے بھی سنا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْن پڑھا، ان کی مغفرت کے لیے دعا کی اور غم و افسوس کی تصویر بنے بیٹھے رہے، دماغ میں بس یہی اشعار بار بار گردش کرتے رہے۔

جس نے ختم نبوت پہ پہرہ دیا
ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت میں دعوا نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

وصال کے بعد جنازہ گھر میں آ گیا تھا، رات ہی میں آپ کی قیام گاہ پر زائرین کی بھیڑ ہو گئی تھی۔نمازِ فجر کے بعد آپ کی رہائش گاہ کے داخلی دروازے کے اندر آپ کا جسدِ مبارک زیارت کے لیے رکھ دیا گیا تھا اور باہر بانس لگا کر راستہ بنا دیا گیا تھا۔جمعرات سے لے کر ہفتے کی صبح تک مسلسل زیارت کا سلسلہ جاری رہا۔زائرین کا بیان ہے کہ چہرے پر نور کی برکھا ہو رہی تھی، بڑی بڑی نورانی آنکھیں عشق رسول کی فتح و نصرت کی کہانی سنا رہی تھیں، لبوں پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔سچ ہی کہا ہے عاشق رسول نے:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں موت آید تبسم بر لب اوست

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے:

آپ نے آخری خطاب میں فرمایا تھا کہ ایک دن خبر آئے گی کہ دل کا دورہ پڑ گیا، خادم چلا گیا، مگر آپ اتنا تو کہیں گے کہ یہ ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کا پہرہ دیتے ہوئے چلا گیا اور آقا ﷺ فرمائیں گے کہ "دیکھو میرا خادم آگیا۔" بلا شبہہ قبر شریف میں آپ سے بھی تین سوال ہو چکے ہیں، جب کہ اکثر احادیث میں صرف آخری ایک ہی سوال کا ذکر ہے، ما کنت تقول فی حق ہذا الرجل؟ تو آپ کے سامنے یقیناً مصطفیٰ جانِ رحمت کا مسکراتا چہرۂ انور رہی ہوگا۔ اب آپ عشق رسول ﷺ سے سرشار دل سے غور فرمائیں، اس وقت دیوانۂ رسول کا جواب کیا ہوگا، اس کی تعبیر کے لیے کم از کم ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

آپ کی نماز جنازہ مینار پاکستان گریٹر اقبالؔ پارک لاہور میں ادا کی گئی۔ حدِّ نظر مجمع ہی مجمع تھا، شہر کے مختلف چوراہوں پر بھیڑ ہی بھیڑ تھی۔ ہر رخ پر تکبیر و رسالت کے نعرے گونج رہے تھے، محافظِ ناموسِ رسالت اور پاسبانِ ختم نبوت زندہ باد کے دل ہلا دینے والے نعروں سے لاہور میں کہرام مچا ہوا تھا۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نعتیہ کلام جگہ جگہ پڑھے جا رہے تھے، سلاموں کے گجرے بھی پیش جا رہے تھے۔ بہت سے شعرا آپ کے منظوم مناقب پڑھ رہے تھے، پوری فضا غموں کی چادر میں لپٹی ہوئی تھی، آہ وفغاں کی رُلا دینے والی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ جنازہ بھی قیام گاہ سے چیونٹی کی چال سے آ رہا تھا۔ ہر فرد ان کی زیارت کے لیے بے چین تھا، مگر اتنے بڑے ہجومِ شوق کو زیارت کرانا تو آسان نہیں تھا، منتظمین بھی درد و کرب سے ٹوٹ چکے تھے اور یہ دیوانے دعوت دینے پر نہیں بلکہ اپنے نبی کریم ﷺ کی حرمتوں کے پاسبان کی تعظیم اور اکتسابِ فیض کے لیے آئے تھے۔ عقیدت ومحبت کا جوش انھیں کھینچ کر لایا تھا۔ ان کے آنے کے لیے کسی دنیاوی طاقت کا استعمال نہیں کیا گیا تھا، شہید عشقِ رسول حضرت علم الدین کے جنازے میں بھی اندازے کے مطابق چھ لاکھ کا مجمع تھا، بڑے بڑے اکابران کے جنازے میں شریک ہوئے تھے، شہید عشقِ رسول ﷺ ملک ممتاز قادری علیہ الرحمہ کے جنازے میں لاکھوں لاکھ کا مجمع تھا، ہمارے حضرت امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی انھیں کی محبت میں تو میدانِ عمل میں آئے تھے اور قریب چار برس کی مدت میں آپ نے وہ گراں قدر تاریخی کارنامے انجام دیے کہ دشمن بھی دانتوں میں انگلی دبانے پر مجبور ہو گئے، کل تک جو ان کے انداز اور لب و لہجے کے مخالف تھے، آج وہ بھی ان کے لیے دعائیں کرنے کے لیے مجبور ہیں۔

صاحب زادہ والا تبار مجاہدِ ناموسِ رسالت حضرت علامہ حافظ سعد حسین رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے نمازِ ظہر سے قبل مینارِ پاکستان لاہور میں نمازِ جنازہ ادا کرائی، بڑی حسرتوں کے ساتھ جنازہ اٹھایا گیا، مسجد رحمۃ اللعالمین سے متصل مدرسہ ابوذر غفاری لاہور میں انھیں سپردِ خاک کیا گیا۔

حضرت علامہ آسیؔ غازی پوری قدس سرہ نے کیا خوب عرض کیا ہے۔

اب تو پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسیؔ
ہے شبِ گور بھی اس گل کے ملاقات کی رات

عاشق رسول امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں۔

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی منیب الرحمٰن دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ یہ مفتی اعظم بارگیاوی ہیں، یہ [حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی] کے جنازے کے بعد ان کے یہاں گئے تھے، ان کے بیٹے نے من جملہ باتوں میں سے یہ کہا کہ اباجی ایسا نہ ہو کہ میں اور آپ خاموشی سے مدینہ منورہ چلے جائیں تو انھوں نے جواب دیا، جھلیا دیوانے! میں کس منہ سے وہاں جاؤں گا، خادم حسین کیا منھ لے کے آقا کی بارگاہ میں جائے گا کہ گستاخی ہو رہی ہے اور خادم حسین زندہ ہے۔ یہ خادم حسین تھا۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان مزید فرماتے ہیں:

میں نے دیگر باتوں کے ساتھ اس بات کو بھی لکھ دیا، یہ میں نے اس لیے لکھا ہے تاکہ ریکارڈ بن جائے اور نوجوانوں کے دل میں یہ تحریک پیدا ہو اور جذبہ پیدا ہو۔

یہ ایک سچائی ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کے شہر لاہور میں اتنا کثیر مجمع آج تک نہیں ہوا جتنا اس عاشق رسول ﷺ امیر المجاہدین کی نمازِ جنازہ میں ہوا۔ اور صرف لاہور میں نہیں بلکہ پاکستان بننے کے بعد پورے پاکستان میں اتنا مجمع کہیں اور کبھی نہیں ہوا، یہ اہلِ سنت کی حقانیت کی واضح نشانی ہے۔ جہاں تک مطالعہ ہمارا ساتھ دے رہا ہے، انسانی دنیا میں اتنے بڑے جنازے کی مثال نظر نہیں آتی، امام مجتہد حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہ کے جنازے کی تاریخ وتعداد کتابوں میں ملتی ہے، آپ کا یہ ارشادِ گرامی بھی بہت مشہور ہے کہ جنازے فیصلہ کریں گے کہ حق پر کون ہے؟ صداقت اور اکثریت ماشاء اللہ سبحان اللہ۔ کتنے بدعقیدوں کو اللہ تعالیٰ نے حق وصداقت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمادی۔ "تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ" پاکستان میں آپ گزشتہ چار برس کی مدت میں میدان میں آئے، اس کے بعد پیچھے مڑ کر ہی نہیں دیکھا۔ اس وقت ہمیں یہ مشہور شعر یاد رہا ہے:

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

تجزیہ نگاروں میں بعض نے سوا کروڑ، بعض نے ایک کروڑ چھتیس لاکھ، بعض نے یک کروڑ اڑتالیس لاکھ کے قریب مجمع نوٹ کیا ہے۔ تعداد پر ہم کوئی تجزیہ نہیں کریں گے۔ مگر بہر حال اتنا تو سچ ہے کہ کم وبیش مجمع سوا کروڑ تو بہر حال تھا، یہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں آپ کے مقبول ترین ہونے کی واضح دلیل ہے۔ بلاشبہ جو عشاق بارگاہِ الٰہی اور دربارِ نبوی میں سرفراز ہو جاتے ہیں ان کا مقام اور مرتبہ بہت بلند ہو جاتا ہے۔ بڑے سے بڑے سیاست دانوں اور مقبول ترین فن کاروں سے ان کا موازنہ کرنا حماقت ہے۔ بظاہر ان اللہ والوں کے پاس کچھ نہیں ہوتا، مگر ان کی حکومت دَلوں پر نہیں دِلوں پر ہوتی ہے۔ تاریخِ اسلام میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ ایک مردِ مجاہد یکہ وتنہا میدان میں ہوتا ہے، لگتا ہی نہیں کہ یہ کچھ کر پائے گا، مگر جب ان پر فیضانِ

پروردگار ہوتا ہے تو بڑے بڑے جابروں اور ظالموں کے قدم اکھڑ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے محبوبوں کو تاریخ کا کبھی نہ مٹنے والا حصہ بنا دیتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ مردِ میداں حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی ظاہری جاہ و جلال نہیں رکھتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کی اعانت وحمایت کا انکار کوئی بدعقیدہ اور بد عمل بھی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے شدید معاندین اور اسلام کے دشمن بھی اس سچائی کا اقرار کر رہے ہیں ان کی مدح سرائی اور ان کی مغفرت کی دعا کرنے پر مجبور ہیں۔ اس حقیقت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ ان کی ماہانہ آمدنی آخری وقت میں [محکمۂ اوقاف سے فارغ ہونے کے بعد] صرف اور صرف پندرہ ہزار تھی، مگر یہ ایک سچائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بظاہر طاقت نہ ہونے کے باوجود بھی بڑے بڑے طاقت وروں پر بھاری ہوتے ہیں اور ان کی مقبولیت کو دیکھ کر سب کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ یہی حال عہدِ حاضر کے مجاہدِ اعظم سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' پاکستان کے قائد وسربراہ کا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خوب خوب مغفرت فرمائے، ان کے وارثین، اولاد امجاد، اور خاص طور پر شہزادے پاسبانِ ناموسِ رسالت حضرت مولانا حافظ سعد حسین رضوی دامت برکاتہم العالیہ، کو صبر جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ جہانِ اہلِ سنت اور ان کی تحریک کے شیدائیوں کو صبر وشکر کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

ایک سورج تھا کہ تاروں کے گھرانے سے اٹھا
آنکھ حیران ہے کیا شخص زمانے سے اٹھا

مادۂ قطعۂ تاریخ ارتحال:

''محب، مجاہد، مولانا خادم حسین رضوی''
۲۰۲۰ء

طالبِ دیں، حق نما خادم حسین
تھے غلامِ مصطفیٰ شاہِ امم
عالم و فاضل مجاہد نیک نام
صاحب جود و سخا لطف و کرم
سالِ رحلت پر متینؔ آئی ندا
''شیخِ کامل، رشکِ گلزارِ ارم''
۲۰۲۰ء



؎ وفا کے رستے کا ہر مسافر......گواہی دے گا کہ تم کھڑے تھے

علامہ خادم حسین رضوی......حیات و خدمات

پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری' لاہور

شیخ الحدیث امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی اچانک رحلت فرما گئے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)
جانا تو دنیا سے ہر ایک نے ہے لیکن ان کا اس قدر جلد داغِ مفارقت دے جانا ہر مسلمان کو تڑپا گیا۔اس سانحہ پر صرف لواحقین ہی نہیں ملک و بیرون ملک کے عاشقانِ رسول غمزدہ و ملول ہیں۔ساری زندگی ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کے دھومیں مچانے والے کی یاد میں ہر اپنا اور بیگانہ رطب اللسان ہے۔ان کے صحیفۂ حیات کے چند اوراق نذرِ قارئین ہیں۔

ولادت:
شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی ولادت ۳ ربیع الاوّل ۱۳۸۶ھ/ ۲۲ جون ۱۹۶۶ء بروز بدھ تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک کے ایک قصبے نکہ کلاں میں ہوئی۔آپ کے والد گرامی حاجی لعل خان اعوان برادری کے ایک زمیندار گھرانے کے فرد تھے۔

تعلیم و تربیت:
ابتدائی تعلیم چوتھی جماعت تک اپنے گاؤں میں حاصل کی۔پھر جہلم میں حفظ القرآن کی سعادت پائی اور دینہ میں علامہ قاری محمد یوسف سیالوی سے تجوید و قرأت کی تعلیم حاصل کی۔درسِ نظامی عظیم و قدیم درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ سے کیا۔

اساتذہ کرام:
فیض یافتۂ محدثِ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، استاذ العلماء مولانا محمد رشید نقشبندی، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللطیف نقشبندی، شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی، شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی، مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی، قاری غلام یٰسین، حافظ غلام محمد۔

تدریس:
تدریس کا آغاز مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ سے کیا۔عرصہ دراز تک صرف ونحو کی تدریس فرمائی اور ملک و بیرون ملک میں عربی گرائمر کی تدریس کے حوالے سے خصوصی شہرت پائی۔جامعہ نظامیہ رضویہ میں ہی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے اور ابوداؤد شریف کا درس مشہور تھا۔جامعہ نعمانیہ لاہور میں بھی تدریس فرمائی اور اہلِ سنت کے اس قدیمی ادارے کو حیاتِ نو بخشی۔اس کی عظیم الشان جامع مسجد بنوائی۔تحریکی مصروفیات کی وجہ سے تدریس کا سلسلہ موقوف ہوگیا تھا لیکن وصال سے کچھ عرصہ

قبل جامعہ نعمانیہ میں تدریس کا دوبارہ آغاز فرما دیا تھا۔

تصنیف و تالیف:

تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کے امتحان کے لیے آپ نے ایک مقالہ بعنوان "اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء" تحریر فرمایا جو آپ کے استاذِ محترم مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر پسند آیا کہ اسے فتاویٰ رضویہ میں بطور تعارف شامل فرمایا۔ ضرورت ہے کہ اس یادگار مقالے کو علیحدہ رسالے کی شکل میں بار بار شائع کیا جائے۔ علاوہ ازیں عربی گرائمر سے متعلق دو کتب تیسیر ابواب الصرف اور تعلیلا تِ خادمیہ تحریر فرمائیں جو نصابی کتب ہونے کی وجہ سے دینی مدارس میں بہت مقبول ہیں اور ان کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ عربی صرف و نحو میں مہارت کی وجہ سے امام الصرف والنحو کے لقب سے یاد کیے گئے۔

بیعت و خلافت:

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں عارفِ کامل حضرت خواجہ محمد عبدالواحد صدیقی المعروف حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے جبکہ اپنی عظیم الشان دینی و روحانی خدمات کی بدولت تاج الشریعہ، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ولیٔ کامل، نباضِ قوم مفتی ابوداؤد محمد صادق رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت سے سرفراز ہوئے۔

دینی و ملی خدمات:

آپ کی زندگی کا مقصد دین کی سربلندی تھا۔ اس مقصد کو لے کر آپ عمر بھر سراپا جدوجہد رہے۔ اس سلسلے میں فدایانِ ختم نبوت کے امیر رہے اور تحفظِ ختم نبوت کے لیے خوب محنت کی۔ اس تنظیم کے زیر اہتمام ۷ ستمبر کو ایوانِ اقبال میں تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا جاتا تھا اور اس کا ترجمان "**العاقب**" شائع ہوتا رہا۔ العاقب کے تحفظ ناموسِ رسالت نمبر اور علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر بڑے زبردست حوالے کی چیزیں ہیں، جامعہ نظامیہ رضویہ کے فارغ التحصیل علماء کی تنظیم "مجلسِ علمائے نظامیہ" کے امیر رہے۔

☆ غازی ممتاز حسین قادری کی رہائی کے لیے ان تھک محنت کی اور ان کی شہادت کے بعد تحریک لبیک یارسول اللہ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ۲۰۱۷ء میں ختم نبوت کے تحفظ کے لیے فیض آباد میں کامیاب دھرنا دیا اور وزیر قانون کا استعفیٰ لے کر اُٹھے۔ ۲۰۱۸ء کے عام انتخابات میں آپ کی قیادت میں تحریکِ لبیک پاکستان نے حصہ لیا اور ۲۲ لاکھ ووٹ لے کر ملک کی پانچویں بڑی جماعت کی حیثیت پائی۔

☆ عاصیہ ملعونہ کی رہائی کے خلاف تحریک چلائی جس کی پاداش میں کئی ماہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ محکمہ

اوقاف میں اپنے استاذِ محترم مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کی اجازت سے تشریف لے گئے اور جامع مسجد شاہ ابوالمعالی اور جامع مسجد پیر مکی کے خطیب رہے لیکن جب آپ نے محسوس کیا کہ محکمہ اوقاف آپ کی آواز کو دبانا چاہتا ہے تو دامن جھاڑ کر یوں چلے آئے کہ باقاعدہ ریٹائرمنٹ و پنشن وغیرہ کے حصول کے لیے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ جامع مسجد رحمۃً اللعالمین نزد چوک یتیم خانہ ملتان روڈ لاہور کے تاحیات خطیب رہے۔ یہ مسجد آپکی زیرنگرانی دوبارہ تعمیر کی گئی تھی اور اسی کے پہلو میں آپ کا مزار شریف بھی بنایا گیا ہے۔

☆ ناموسِ رسالت کے لیے اس دور میں آپکی آواز سب سے توانا اور پختہ قرار پائی۔ زندگی کا آخری خطاب ناموسِ رسالت کے موضوع پر فیض آباد دھرنے میں ۱۶ نومبر کو فرمایا اور حکومت سے ایک مرتبہ پھر اپنی بات منوا کر اُٹھے یعنی فرانسیسی سفیر کی ملک بدری اور فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔

اندازِ خطابت:

آپ کے اندازِ خطابت نے دنیا کے دل موہ لیے تھے۔ یہ منفرد اندازِ خطاب تھا جس میں تصنع اور بناوٹ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ لہجہ نہ بالکل سپاٹ ہوتا، نہ مصنوعی جوش بلکہ شبنم کی برسات کی مانند تقریر فرماتے۔ موقع بموقع حقیقی جذبے کے ساتھ برق کی مانند گرجتے۔ یوں کہنا درست ہوگا کہ اپنے اندازِ خطاب کے آپ خود ہی موجد تھے۔ گر دانیں سنا کر داد بھی آپ نے وصول کی اور حدیث شریف اور فرمودات صحابہ کے طول طویل متن اس مسحورکن انداز میں پڑھتے کہ مجمع پر وجد طاری ہو جاتا۔ بالخصوص حسن و جمالِ مصطفیٰ اور سراپائے رسول اکرم ﷺ بیان کرتے تو رنگ باندھ دیتے۔ فتاویٰ رضویہ شریف کا خطبہ زبانی یاد تھا، جسے کئی مرتبہ دورانِ خطاب سنایا۔ امام احمد رضا بریلوی اور علامہ اقبال کا کلام ازبر تھا۔ اپنے تو اپنے غیر بھی ماننے پر مجبور ہو گئے کہ کلام اقبال کا ایسا حافظ اور شارح ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ قصیدہ بردہ شریف بھی آپ کو مکمل یاد تھا۔ ناموسِ رسالت آپکے خطابات کا مرکزی موضوع رہا اور اس کے ساتھ ساتھ ناموسِ صحابہ و اہلبیت کے لیے آپ کی تقاریر نہایت جاندار رہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بارگاہ میں بے ادبی کرنے والوں کے لیے شمشیر برہنہ ثابت ہوئے۔ تقریر کھڑے ہو کر کرنا پسند کرتے تھے لیکن ۲۰۰۹ء میں ایک حادثے کے نتیجے میں نچلا دھڑ مفلوج ہو جانے کی وجہ سے وہیل چیئر پر تشریف فرما ہو کر خطاب فرماتے۔ آہ!

زمانہ بڑے غور سے سُن رہا تھا
''تمہیں'' سَو گئے داستاں کہتے کہتے

اخلاق و عادات:

آپ دشمنوں کے لیے مردِ آہن تھے تو دوستوں کے لیے ریشم کی مانند نرم تھے۔ نہایت خوش اخلاق مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ چہرہ بالعموم متبسم رہتا تھا۔ ان کی مسجد میں روزانہ بعد نمازِ عشاء درود پاک کی محفل سجائی جاتی اور آپکے گھر سے روزانہ

شیرینی بطور تبرک پیش کی جاتی۔ دلائل الخیرات شریف باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ قرآنِ کریم کی تلاوت حرزِ جاں تھی۔ مفتی محمد اشرف القادری حفظہ اللہ کا بیان ہے کہ دورانِ سفر آپ پندرہ پندرہ پارے تلاوت کر جاتے تھے۔ غریبوں مسکینوں کی دادرسی کرتے تھے۔ کچھ احباب کا خیال ہے کہ آپ کو دستِ غیب حاصل تھا۔ نہایت سخی اور غریب پرور تھے۔ کسی مسلمان کی تکلیف کو دیکھ کر تڑپ جاتے تھے۔ لباس سادہ لیکن نفیس اور صاف پہنتے تھے۔ معذوری کے باوجود راقم الحروف نے کبھی آپکے کپڑے میلے تو کجا شکن آلود بھی نہیں دیکھے۔ چہرہ نورانی اور ایسا پُرکشش تھا کہ جو دیکھتا وہ دیکھتا ہی رہ جاتا۔ خاص طور پر آنکھیں پُرکشش اور نظریں عقابی تھیں۔ گفتگو بڑی دلکش، آواز رعب دار اور شیریں اس قدر تھی کہ جی چاہتا تھا کہ وہ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرماتے تھے۔ الغرض نہ تو وہ اس قدر خاموش رہتے کہ زاہد خشک معلوم ہوں اور نہ ہی اتنی زیادہ گفتگو کرتے کہ فضول گوئی کا شائبہ ہو۔ وہ علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی کی مجسم تصویر تھے۔ علامہ اقبال نے درج ذیل شعر آپ جیسے افراد ہی کے لیے کہا ہے:

؎ جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

تاجدارِ بریلی سے عقیدت:

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ سے بڑی گہری عقیدت رکھتے تھے۔ باوجود یہ کہ نقشبندی سلسلے میں بیعت تھے لیکن وہ اپنے نام کے ساتھ رضوی اعلیٰ حضرت کی عقیدت کی وجہ سے لکھتے تھے۔ ان کی شاید ہی کوئی تقریر ہو جو فتاویٰ رضویہ، حدائق بخشش اور دیگر کتب اعلیٰ حضرت کے حوالے سے خالی ہو۔ اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام پڑھتے تو سماں باندھ دیتے۔ تشریح کرتے تو وضاحت وتفہیم کا حق ادا کر دیتے۔ سلام رضا کے اشعار جب مسلسل پڑھتے تو سامعین اش اش کر اُٹھتے۔ عقائد کے باب میں اعلیٰ حضرت کی تحقیقات سے سرِمو انحراف کو بھی ہلاکت کا دروازہ قرار دیتے۔

درج ذیل الفاظ میں امیر المجاہدین نے عاجزی وانکساری اور عقیدت ونیازمندی کی انتہا فرمادی:

آپ کو پتہ ہے مَیں اعلیٰ حضرت بریلوی کے دَر کے کتوں کا کتا بھی نہیں بن سکتا...... جی ہاں...... سمجھ ہی نہیں ہے مجھے تو...... یہ جو بزرگ (نباضِ قوم) یہاں (زینت المساجد جلوہ فرما) ہیں، ہم تو اِن کے دَر کے نہیں بن سکتے، اعلیٰ حضرت بریلوی (کا دَر) تو بڑی دُور کی بات ہے''۔ (مذکورہ خطاب میموری کارڈ میں ادارہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ سے دستیاب ہے)

حضرتِ نباضِ قوم سے محبت:

نائب محدثِ اعظم پاکستان، نباضِ قوم الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی علیہ الرحمۃ سے بے انتہا محبت تھی۔ انکی استقامت، شجاعت، حق گوئی اور ثابت قدمی کے نہ صرف معترف تھے بلکہ بطورِ حوالہ بیان کرتے تھے۔ ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ کے دورِ طالب علمی سے ہی قاری اور مداح رہے۔ دورانِ سفر موبائل میں ریکارڈ شدہ حضرت نباضِ قوم کے خطبات،

نعتیں اور ترانے سماعت فرماتے۔حضرت نباضِ قوم کا ارشاد فرمودہ ترانہ:

؎ جاگ اُٹھے ہیں اہلسنّت گونج اُٹھا یہ نعرہ ہے
دور ہٹو اے دُشمن ملت پاکستان ہمارا ہے

خود بھی پڑھتے اور جلسوں میں پڑھوا کر خوش ہوتے اور کہا کرتے کہ: ۱۹۷۴ء میں جہلم میں کیئے ہوئے حضور نباضِ قوم کے بیان سے ہی مَیں نے (درج ذیل) عبرت آموز اشعار سُنے تھے۔

؎ وہ قوم جو کل کھیلتی تھی شمشیروں کے ساتھ
آج سینما دیکھتی ہے اپنے ہمشیروں کے ساتھ

اور

؎ ڈرو اللہ سے ہوش کرو ، مکرو فریب سے کام نہ لو
یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

☆ ۲۰۱۵ء میں جب وہ جامع مسجد گلزارِ حبیب ای بلاک سبزہ زار لاہور تشریف لائے، دورانِ محفل اُنہیں حضرت نباضِ قوم رحمۃ اللہ علیہ کی قمیص مبارک اور رومال شریف پیش کیا گیا تو انہوں نے عقیدت سے اپنے سر پر رکھ لیا۔

☆ زینت المساجد گوجرانوالہ میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بیان کا یوں آغاز فرمایا: ''یہاں تقریر کرنا میرے لئے امتحان بھی ہے کہ جنہوں نے ساری زندگی بڑی دلیری کے ساتھ اور بڑی غیرت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر پہرا دیا اور ساری زندگی اُنہوں نے دائیں بائیں نہیں دیکھا کہ چھوٹا آیا' بڑا آیا' عہدے والا آیا' غریب آیا' امیر آیا' اپنا آیا' بیگانہ آیا' شریعت کی بات دوٹوک انداز میں آپ نے فرمائی...... اگر اور مگر' کم اور کیسے' کتنا اور اِتنا' یہ آپ کی ڈکشنری میں لفظ ہی نہیں تھے...... میری مراد منزہ عن الالقاب' پیرِ طریقت' رہبر شریعت' اہلسنّت کی پہچان اور نشان' مفتیٔ اعظم عالم اسلام' حضرت قبلہ علامہ ابو داوٗد محمد صادق صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ......(خطاب بموقع: عرسِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

راقم الحروف پہ عنایات:

راقم الحروف پر آپکی شفقت وعنایت بہت تھی۔دومرتبہ راقم کے غریب خانے پر جلوہ فرما ہوئے۔راقم کی دعوت پر مسجد گلزارِ حبیب ایک سے زائد مرتبہ تشریف لائے۔مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر جب خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی غلام جان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کے موضوع پر راقم نے کام شروع کیا اور مواد کی کمیابی پر جب بھی تھکاوٹ محسوس کرتا تو آپ حوصلہ دیتے۔آپکی حوصلہ افزائی کی بدولت یہ کتاب مکمل ہوئی اور ''حیاتِ فقیہ زماں'' کے نام سے شائع ہوئی۔راقم الحروف آپکی خدمت میں کئی کئی گھنٹے حاضر رہتا،لیکن وصال سے چند سال قبل آپکی تحریکی مصروفیات اور راقم کی کالج کی مصروفیات بڑھ جانے

کی وجہ سے یہ سلسلہ محدود ہوتا چلا گیا۔افسوس:

ملاقاتیں ادھوری رہ گئیں......کئی باتیں ضروری رہ گئیں

آخری خطاب:

آخری خطاب علالت کی حالت میں فیض آباد راولپنڈی کے مقام پر کیا،جس میں ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے اپنے مطالبات دُھرائے جو پوری اُمت کے مطالبات تھے یعنی فرانسیسی سفیر کی ملک بدری اور فرانسیسی مصنوعات کا سرکاری سطح پر بائیکات۔علاوہ ازیں آپ نے خفیہ ایجنسیوں کی جھوٹی رپورٹوں کا بجا طور پر گلہ کیا کہ: فرانسیسی سفارت خانے کو نذرِ آتش کرنے کا منصوبہ بنانے کا بہتان تحریک پر باندھا گیا''۔

وصال:

فیض آباد کی یخ بستہ ہواؤں میں علالت کی حالت میں آپ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے اور اپنے مطالبات پر وعدہ لے کر اُٹھے۔اسی حالت میں لاہور واپسی ہوئی۔ ۱۹؍نومبر بروز جمعرات آپکی طبیعت بہتری کی جانب مائل تھی۔صاحبزادہ سعد حسین رضوی نے خود راقم الحروف کو بتایا کہ بوقت مغرب آپ نے خود اپنا ٹمپریچر چیک کیا جو نارمل تھا۔اس پر آپ نے اطمینان کا اظہار کیا۔بوقت عشاء اہلِ خانہ بالخصوص صاحبزادگان کو رسول اللہ ﷺ سے وفا کرنے کا درس دیتے رہے۔آپ کو فرانس میں آقا ﷺ کے خاکے شائع ہونے کا سخت افسوس تھا۔

ع......جو انکی عزت پہ حرف آیا......

ہم اپنی عزت کا کیا کریں گے

کے مصداق یہ غم آپ کو اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔صاحبزادہ سعد حسین رضوی نے مزید بتایا کہ''عشاء کے بعد اچانک آپکی طبیعت خراب ہوگئی اور چند لمحات میں وہ ہوگیا جس کا کسی کو وہم و گمان بھی نہیں تھا۔آپ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا غم لیے ہوئے دارِفانی سے رحلت فرما گئے''۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)

☆ شب جمعہ، ۴؍ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ کی شب، ۱۹؍نومبر ۲۰۲۰ء کو علم وعمل کا آفتاب غروب ہوا اور صبح ہوتے ہوتے دنیائے علم حکمت میں اندھیرا چھا گیا۔

؎ گئے سب اہلِ نظر دنیا سے یہ کہہ کر

یہ دنیا پیار کے قابل نہیں ہے

آناًفاناً جنگل کی آگ کی مانند یہ خبر پوری دنیا میں پھیل گئی۔تھوڑی دیر کے لیے آپکی سانس بحال ہونے کی افواہ بھی پھیلی جو غلط ثابت ہوئی اور مسجد رحمۃً للعالمین کے اسپیکر پر آپکی رحلت کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔رات ہی میں آپکی رہائش گاہ پر زائرین کی

بھیڑ لگ گئی۔صبح نمازِ فجر کے بعد آپکی رہائش گاہ کے داخلی دروازے کے اندر آپکا جسد اقدس زیارت کے لیے رکھ دیا گیا اور باہر بانس لگا کر راستہ بنا دیا گیا۔جمعرات سے لے کر ہفتے کی صبح تک مسلسل زیارت کا سلسلہ جاری رہا۔راقم الحروف بھی زیارت کے لیے حاضر ہوا اور آپکے نورانی چہرہ کے دیدار کا شرف حاصل کیا۔آپکا چہرہ نورانی اور پُرکشش تھا۔داڑھی مبارک کے بال چمک رہے تھے۔یاد رہے ٹھوڑی پر منہ کو بند رکھنے کے لیے نہ تو پٹی باندھی گئی اور نہ ہی ناک اور منہ میں روئی رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ہفتے کو گیارہ بجے صبح مینارِ پاکستان میں جنازے کا اعلان کیا گیا۔صبح آٹھ بجے ہی مینارِ پاکستان کا وسیع وعریض گراؤنڈ عاشقوں سے لبالب بھر گیا۔مسجد رحمۃٌ للعالمین سے مینارِ پاکستان کا راستہ تقریباً آدھے گھنٹے کا ہے لیکن جنارے کا جلوس چار گھنٹے میں یہ سفر طے کر پایا۔مشتاقانِ دید ایمبولینس کے شیشوں سے چمٹے رہے،جس کے نتیجے میں ایمبولینس چیونٹی کی رفتار سے چلتی رہی اور جنازہ گیارہ بجے کی بجائے پونے دو بجے آپ کے خلفِ اکبر و جانشین مولانا حافظ سعد حسین رضوی کی امامت میں ادا کیا گیا۔جنازے میں لاکھوں عاشقوں کا ہجوم اس قدر کثیر تھا کہ شمار ممکن ہی نہ رہا،اقبال پارک بھرنے اور سڑکوں کے بھر جانے کے بعد بادشاہی مسجد بھی بھر گئی۔

تدفین:

جامع مسجد رحمۃٌ للعالمین کے پہلو میں تقریباً بیالیس گھنٹے بعد سپردِ خاک کر دیا گیا۔تدفین تک آپ کا چہرہ تر و تازہ اور شاداب رہا اور مسکراہٹ آپکے لبوں پر کھیلتی رہی۔آپ کا پُرسکون گہری اور آرام دہ نیند کا غماز چہرہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے اس شعر کی عملی تفسیر بنا رہا۔

؎ خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

جہاں آپکے جنازے کا عظیم الشان اجتماع اہلِ سنت کے سوادِ اعظم ہونے کا اعلان کرتا رہا،وہاں آپکا نورانی چہرہ اہلِ سنت کے نورانی عقیدے کی حقانیت کا مبلغ بنا رہا۔

صحافتی و سرکاری حلقوں کا خراجِ عقیدت:

یہ بات بھی خوشگوار حیرت کے ساتھ دیکھی اور محسوس کی گئی،وہ صحافت جس کے لیے علامہ خادم حسین رضوی کا نام لینا بھی شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتا تھا،اس نے وصال،جنازہ اور تدفین کی خبروں کو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔صدر،وزیرِ اعظم،آرمی چیف،سرکاری عمائدین،عالمِ اسلام کے علماء و مشائخ اور سفیروں نے آپ کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔آپکی یہ بے

مثال مقبولیت ومحبوبیت ایک بات اور سمجھا گئی کہ جو ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کو حرزِ جاں بنالیتا ہے۔اس کا چرچا اور دھوم دونوں جہاں میں ہو جاتی ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

جب تیری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دُلہن بن کے قضا آئی ہے

جنازے کا عظیم الشان اجتماع ان گستاخوں کی نیندیں حرام کرنے کے لیے کافی تھا اور پکار پکار کر یہ اعلان کر رہا تھا کہ گستاخانِ رسالت کان کھول کر سن لیں کہ امیر المجاہدین تو دنیا سے تشریف لے گئے لیکن انکا مشن جاری وساری رہے گا۔ناموسِ رسالت کے تحفظ کی آواز بلند ہوتی رہے گی۔غازی علم الدین شہید، غازی عامر عبدالرحمن شہید اور غازی ممتاز حسین قادری شہید کے پیروکار جنم لیتے رہیں گے۔لبیک یارسول اللہ (ﷺ) کا نعرہ بلند ہوتا رہے گا، جسے سن کر محبت والوں کا ایمان تازہ اور گستاخوں کے دل دہلتے رہیں گے۔

بتلا دو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے
آقا پہ مَر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
پست وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو حق نے بلند کیا
دونوں جہاں میں انکا چرچا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اوراعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

رہے گا یونہی انکا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اور ان شاء اللہ: پڑے خاک ہو جائیں خاک کے بنانے والے۔



علامہ خادم حسین رضوی حیات وخدمات

عمران امین

پاک دھرتی کی خوش قسمتی ہے کہ کئی ہیرے جیسے انسانوں نے اس سرزمین پر بسنے والوں کے لیے اپنی پوری زندگیاں وقف کر دیں۔ ہمارے بزرگان دین اور صوفیاء کی ایک لمبی فہرست ہے جنھوں نے بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا اور اُن کی ساری زندگیاں بھٹکے ہوئے انسانوں کو انسانیت کا درس دینے میں گزر گئیں۔

محترم علامہ عبد الستار عاصم اور ضیغم رسول قادری نے ایسی ہی ایک شخصیت کی زندگی پر کتاب لکھی ہے جو عشق محمد ﷺ میں کامیاب اور بھرپور زندگی کے ۵۴ سال گزار کر منوں مٹی تلے جا سویا۔ ایک ایسا انسان جو ذاتی نمود نمائش سے بیزار، دل عشق نبی ﷺ سے لبریز اور انسانیت کا رہبر تھا، اُس نیک دل اور فرشتہ صفت انسان کا نام علامہ خادم حسین رضوی اور کتاب کا نام ''علامہ خادم حسین رضوی حیات وخدمات'' ہے۔ اس کتاب کے مختلف ابواب میں علامہ صاحب کی شخصیت، کردار اور خدمات کا بھرپور انداز میں جائزہ لیا گیا ہے۔ اپنی ذات میں انجمن اور نخلستان میں گلشن جیسی شخصیت علامہ خادم حسین رضوی عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے لیے سائبان کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اکثر کہتے کہ نبی پاک ﷺ کے نام کی سربلندی کا کام اپنے رب کو منانے، نبی سے محبت و عشق کے اظہار اور اپنے پیارے صحابہ کی سنت کو پورا کرنے کے لیے کرتا ہوں۔ بلاشبہ اُن کے رگ و پے میں عشق مصطفیٰ ﷺ بھرا ہوا تھا۔

کتاب میں مصنف لکھتے ہیں کہ

رب کائنات کو مرحوم کی یہ خوبی اچھی لگی اور پھر قدرت نے اُن کو عزت دینے کی ٹھانی، پہلے وہ تحریک لبیک یا رسول اللہ کے سرپرست بنے، بعد ازاں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب سے اختلاف کی وجہ سے اپنی الگ ''تحریک لبیک پاکستان'' بنالی۔ ہر وقت اللہ کی رضا میں راضی رہنے والے اور عشق مصطفیٰ ﷺ میں غرق رہنے والے علامہ خادم حسین رضوی صبر و استقامت، عزم اور عجز و انکساری کا ایک چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ مرحوم انتہائی ملنسار، وفا شعار، خوش اخلاق اور جاذب نظر شخصیت کے مالک اور علم و ادب کا گہوارہ تھے۔ اُن کی علامہ اقبال سے خاص عقیدت تھی اس کی وجہ سے اقبال کے ہزاروں اشعار زبانی یاد تھے۔ پہلی سرکاری ملازمت محکمہ اوقاف پنجاب میں کی اور داتا دربار کے ساتھ واقع پیر مکی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ جب بھی حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارکہ پر کوئی حرف آنے کا احتمال ہوتا وہ جذباتی ہو جاتے اور پھر کسی کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے۔ چونکہ جرأت اور بے باکی کی صفت اُن کے کردار کا ایک اہم حصہ تھی۔ لہٰذا دین کی محبت سے مجبور ہو کر ہمیشہ مذہب سے متصادم حکومتی پالیسیوں پر کھل کر تنقید کرتے۔ یہاں تک کہ ممتاز قادری کے حوالے سے اُن کا موقف حکومت سے مختلف رہا جس کا اظہار سرکاری پلیٹ فارم سے بھی کیا جاتا رہا، چنانچہ اس بنا پر اُن کو ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔ مولانا خادم رضوی کا سیاست میں آنے کا سبب

دراصل ممتاز قادری کی شہادت تھی۔اس واقعہ کے بعد ملعونہ آسیہ کی خفیہ رہائی ہو یا ہالینڈ میں گستاخانہ خاکوں کی نمائش پر احتجاج ہمیں ہر جگہ یہ عاشق نبی پاک ﷺ اور اس کے پرستار ہی نظر آئے۔

ملک پاکستان میں جب ہماری سیاسی قیادت نے فتنہ قادیانیت کے زیر اثر پارلیمانی بل پیش کیا جس میں قانون ختم نبوت کی ایک شق میں الفاظ بدل دیے۔اس فتنے کی بیخ کنی کے لیے عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے ختم نبوت کی عملداری اور پاسداری کے لیے دھرنا دیا۔اُس وقت ایسی کسی بھی مذہبی تحریک کو چلانے کے لیے کوئی بھی سیاسی پارٹی تیار نہ تھی مگر علامہ خادم حسین رضوی کی تحریک لبیک پاکستان میدان میں اتری۔فیض آباد انٹرچینج پر کئی دن دھرنا دینے کے بعد وزیر قانون زاہد حامد کا استعفیٰ مل گیا اور پرانی شق بحال ہو گئی۔اللہ کی مہربانی سے سیاسی زندگی کے آغاز کے فوراً بعد سے کامیابیاں مولانا خادم حسین رضوی کے قدم چومتی گئیں۔اپنے حریفوں کو پہلی بار اپنے سیاسی وجود کا بھرپور احساس این اے ۱۲۰ لاہور کے ضمنی الیکشن میں کروایا جب سات ہزار سے زائد ووٹ حاصل کر کے سیاسی پنڈتوں کو حیران کر دیا۔حالیہ دنوں میں فرانسیسی صدر کی جانب سے توہین رسالت پر دیا جانے والا بیان اور توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر فرانسیسی سفیر کی ملک بدری کا مطالبہ لے کر اسلام آباد آئے ،اگر چہ یہ مارچ پر امن تھا مگر شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ریاستی اداروں نے شرکاء پر لاٹھی چارج کیا اور بے دریغ آنسو گیس استعمال کی ،جس کی وجہ سے کئی کارکن زخمی بھی ہوئے مگر علامہ صاحب حکومت سے اپنے مطالبات منوا کر ہی اُٹھے۔

اپنی زندگی کے آخری سفر پر بخار ہو گیا مگر چونکہ عشق نبی کی شمع دل میں جل رہی تھی لہٰذا مقصد کو مقدم جانا مگر کارکنوں پر بے رحمانہ ظلم نے ان کی صحت پر برا اثر ڈالا،چنانچہ اُمت میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع جلانے والا عظیم انسان مختصر سی بیماری کے دوران چند دن بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔جس نے بھی مرحوم کی رحلت کی خبر سنی پہلے تو وہ اس خبر پر یقین کرنے کو تیار ہی نہ تھا کہ کیا ایک فرشتے کو بھی موت آ سکتی ہے؟مگر موت کا ایک دن معین ہے۔ہر نفس نے ایک دن اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔بس اسی احساس کے ساتھ اُن کی وفات پر ہر بندے کی آنکھ اشکبار ہو گئی۔

غریب،امیر ہر انسان نے اس نیک دل اور سچے عاشق رسول ﷺ کی ناگہانی وفات پر گہرے افسوس کا اظہار کیا۔مینار پاکستان میں اُن کی نماز جنازہ ادا کی گئی جو شاید پاکستان کی تاریخ کا ایک بڑا عوامی اجتماع تھا،یہ مرحوم سے لوگوں کی محبت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔پیار کا درس دینے والا اگر چہ اب ہمارے درمیان نہیں رہا مگر اُس کی تعلیمات اور نقش پاء آج بھی ہماری رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔کتاب ''علامہ خادم حسین رضوی حیات و خدمات'' کی اشاعت پر بجا طور پر علامہ عبد الستار عاصم اور ضیغم رسول قادری مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اس کتاب کو خوبصورت چھپائی اور بہترین کاغذ کے ساتھ قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل نے پبلش کیا ہے۔یہ کتاب مولانا خادم حسین رضوی کے بارے میں ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے اور یقیناً ان کی ذات مبارکہ سے محبت کرنے والوں کے لیے ایک گرانقدر تحفہ بھی ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی کا سفر زندگی ان کی زبانی

مفتی محمد آصف عبداللہ قادری رضوی

میں نے ضلع اٹک کے گاؤں نکا کلاں کے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی سن تھا ۱۹۶۶۔ ہمارے گاؤں کے نزدیک مشہور توت آئل فیلڈ ہے۔ یہ فیلڈ ۱۹۶۰ کے اوائل میں دریافت ہوئی تھی، جبکہ اس فیلڈ سے کمرشل پروڈکشن کا آغاز ۱۹۶۷ میں ہوا۔

ہم کل دو بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ میں نے گاؤں کے اسکول میں چار جماعتیں پڑھیں۔ پانچویں کلاس کی کتابیں خریدی ضرور تھیں لیکن اس سے پہلے ہی دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جہلم چلا گیا۔ میں نے اٹک سے جہلم کے لیے رخت سفر جون ۱۹۷۴ میں باندھا، عمر بمشکل آٹھ برس ہوگی۔ یوں اپنے بچپن اور لڑکپن کا ایک حصہ میں نے میں جہلم میں گزارا۔ دریائے جہلم کے دائیں کنارے پر واقع اس شہر سے میری کئی ابتدائی یادیں وابستہ ہیں، جب میں اکیلا جہلم پہنچا تو اس وقت تحریک ختم نبوت ﷺ اپنے عروج پر تھی، جلسے جلوس اور پکڑ دھکڑ ہو رہی تھی، جہلم میں ہمارے گاؤں کے استاد حافظ غلام محمد صاحب تھے وہ مجھے مدرسہ جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم عیدگاہ لے گئے۔ یہ مدرسہ قاضی غلام محمود صاحب کا تھا جو پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ ان کے بیٹے قاضی حبیب الرحمن مدرسے کے منتظم ہوا کرتے تھے۔ مدرسے میں جن استاد سے میں نے حفظ قرآن کا آغاز کیا ان کا نام قاری غلام یاسین تھا، وہ نابینا تھے بعد میں قاضی امانت علی صاحب مجھے حفظ کراتے رہے۔ ایک روز مدرسے میں لڑائی ہوگئی۔ مدرسے میں ہم ایک ہی گاؤں کے کوئی بیس، اکیس طلباء تھے۔ ان میں سے ہی ایک طالب علم گل محمد نے کسی بات پر باورچی کو مارا تھا۔ باورچی کو خاصی چھوٹیں آئیں۔ اس واقعہ پر گل محمد کو مدرسے سے نکالا جا رہا تھا تو ہمارے استاد جو گاؤں سے ہم سب طلباء کو لے کر آئے تھے انہوں نے ہمیں مشین محلہ نمبر ایک پر واقع دارالعلوم میں داخلہ دلا دیا۔

بارہ سیپارے میں نے جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم میں حفظ کر لیے تھے باقی اٹھارہ پارے مشین محلہ نمبر ایک کے دار العلوم میں حفظ کیے۔ یوں چار برس کے عرصے میں میں نے قرآن پاک حفظ کیا۔ اس وقت میری عمر بارہ برس کے لگ بھگ تھی۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد میں دینہ چلا گیا۔ یہ ضلع گجرات کا ہی ایک کمرشل قصبہ ہے۔ وہاں دو برس تک قرأت پڑھی۔ پھر ۱۹۸۰ میں لاہور آگیا اس اسکے بعد زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گزرا۔

جہلم شہر اور پھر دینہ میں بچپن اور لڑکپن کا ابتدائی دور مدرسے کی منظم زندگی میں گزرا۔ وقت پر اٹھنا، پڑھنا اور پھر سو جانا۔ شرارتیں کیں نہ لڑتا جھگڑتا تھا۔ اس کا وقت بھی نہیں ملتا تھا کہ زیادہ ٹائم تو پڑھائی میں گزر جاتا تھا۔ ہاں! بچپن کا ایک معمول آج تک مجھے یاد ہے، میں ہر رات سورہ محمد شریف پڑھ کر سویا کرتا تھا۔ یہ مجھے کسی استاد یا پیر نے نہیں بتایا تھا۔ بس یہ بات

کسی طرح میرے دل میں آ گئی تھی جو پھر میری زندگی کا حصہ بن گئی۔ سونے سے پہلے میں وضو کرتا اور دوزانو ہو کر چارپائی پر بیٹھ جاتا پھر سورہ محمد شریف پڑھ کر سو جاتا۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، البتہ کبھی کبھی بھول جاتا ہوں لیکن آج بھی سونے سے پہلے تین بار تسبیح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ضرور پڑھتا ہوں۔ تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمدللہ اور چونتیس بار اللہ اکبر۔ یہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا بھی معمول تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جنگ صفین کے موقع پر میں پہلی رات یہ بھول گیا تھا۔ رات کے آخری حصے میں یاد آیا تو فوری طور پر تسبیح پڑھی جو صحت اور جسم کی درستگی کے لیے بڑی ضروری ہے۔

میں لاہور آیا تو اس وقت زندگی کی ۱۴ بہاریں دیکھ چکا تھا۔ یہاں بھی معمولات زندگی میں زیادہ فرق نہیں آیا تھا۔ مدرسے میں پڑھنے کے بعد شام کو پانچ بجے چھٹی ہوتی تو میں اکیلا ہی عصر کے بعد سیر کے لیے مینار پاکستان چلا جاتا تھا۔ یہ تقریباً روز کا معمول تھا، آج بھی مجھے وہ مناظر یاد ہیں، وہاں ایک ٹیم والی بال کھیلا کرتی تھی میں وہاں کھڑا انھیں والی بال کھیلتے ہوئے دیکھا کرتا۔ جب سورج غروب ہونے لگتا تو پیدل واپسی کی راہ لیتا۔ سوتر منڈی کے علاقے میں ایک مسجد تھی وہاں قاضی عبدالقیوم صاحب تھے، مغرب کی نماز میں ان کے پیچھے پڑھتا تھا۔ سیر کے لیے روز مینار پاکستان جانا اور والی بال دیکھنا یہ ان دنوں میری غیر نصابی سرگرمیاں ہوا کرتی تھیں۔ باقی خود کوئی کھیل میں نے نہیں کھیلا۔ کوئی شوق ہی نہیں ہوا، کرکٹ سے تو ہمیشہ سے چڑ رہی۔

دنیا کی ہر ماں کی طرح والدہ مجھ سے بے پناہ محبت کیا کرتی تھی۔ ساری عمر میرا بہت خیال رکھا لیکن میں زیادہ قریب اپنے والد لعل خان کے تھا۔ وہ مجھ سے بے حد درجہ پیار تو کیا ہی کرتے تھے، میرے حوالے سے بہت زیادہ حساس بھی تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کسی کو میرے آگے اونچا نہیں بولنے دیا کرتے تھے۔ ان کے سامنے کسی کی مجال نہیں تھی کہ مجھ سے بلند آواز سے بات کرے۔ والد صاحب کے ایک بچپن کے دوست محمد نواز ہوا کرتے تھے، وہ دوسری جنگ عظیم میں فوجی تھے۔ مجھے آج بھی یاد ہے کہ انھوں نے ایک روز والد صاحب کی موجودگی میں مجھے طنزاً صوفی کہہ دیا، اس پر والد صاحب اتنا برہم ہوئے کہ اسے مارنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ بولے اس کی جرأت کیسے ہوئی کہ میرے بیٹے کو طنزاً مخاطب کرے۔ قصہ مختصر، نواز صاحب کو معافی مانگ کر جان چھڑانی پڑی تھی۔

میں لاہور میں تھا تو والد صاحب اٹک سے میرے لیے وافر مقدار میں دیسی گھی ڈبوں میں بھر کر لایا کرتے تھے۔ گاؤں کی عورتیں کہتیں آپ اتنا گھی کھاتے ہیں؟ کہتے کہ میرا بیٹا ڈالڈا گھی نہیں کھاتا۔ اس کے لیے لے کر جا رہا ہوں۔ آج بھی میں دیسی گھی ہی کھاتا ہوں، کبھی ڈالڈا گھی چکھا تک نہیں۔ میرے لیے گاؤں سے لاہور دیسی گھی لانا والد صاحب کا معمول تھا۔ میرے برسر روزگار ہونے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا لیکن اس کا ایک پیسہ بھی کبھی انہوں نے مجھ سے نہیں لیا۔ اگر پوچھا جائے کہ اس کے عوض میں نے انکی کیا خدمت کی؟ تو جواب ہے کہ وہ اپنی خدمت کراتے ہی نہیں تھے۔ صرف یہ کہتے کہ جس کام کے لیے ہم

نے آپ کو تیار کیا ہے وہ کام کرو۔

والد صاحب نے مجھ سے اپنے لئے کبھی کچھ نہیں مانگا۔ میں نے زبردستی کچھ دینا بھی چاہا تو انکار کر دیا البتہ کبھی موڈ میں ہوتے تو جو واسکٹ میں نے پہنی ہوتی تھی کہتے کہ یار یہ مجھے دے دے اچھی لگ رہی ہے میں کہتا کہ نئی لا دیتا ہوں اصرار کرتے کہ یہی چاہیے، میں اکثر براؤن رنگ کی ٹوپی پہنا کرتا تھا کبھی کبھار یہ ٹوپی بھی مانگ لیا کرتے تھے، کہتے کہ اس کا رنگ ایسا ہے کہ بالوں میں تیل لگانے سے میلی نہیں ہوتی۔ وہ تارے میرے کا تیل لگایا کرتے تھے، آج میں بھی ان کی تقلید میں سر پر یہی تیل لگاتا ہوں۔ تارے میرے کا تیل جلن بہت مچاتا ہے لگانے والے کو تقریباً ایک گھنٹہ بعد ہی قرار آتا ہے۔

میرے بارے میں اس قدر حساس اور مجھ سے اتنا زیادہ پیار کرنے والے والد کی شخصیت کا یہ بھی ایک دلچسپ پہلو تھا کہ وہ کبھی میرا بیگ اٹھا کر بسوں کے اڈے تک مجھے چھوڑنے نہیں آئے، جب بھی چھٹیاں گزار کر میں اٹک سے واپس جہلم جاتا تو ہمیشہ میری والدہ بیگ اٹھا کر بس کے اڈے تک مجھے چھوڑنے آیا کرتی تھیں۔

والد کا انتقال ۲۰۰۸ میں ہوا۔ میں کشمیر میں تقریر کر کے واپس لاہور آرہا تھا راستے میں والد صاحب کا فون آیا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں نے اپنے ڈرائیور کو کہا کہ گاؤں چلو، فجر کے بعد گاؤں پہنچا، والد صاحب مجھے حافظ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو میری بھتیجی کو والد صاحب نے کہا کہ حافظ آیا ہے دروازہ کھولو، وہ بیمار نہیں تھے لیکن ان کی طبیعت عجیب ہو رہی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا ان کا آخری وقت آگیا ہے مجھے بڑی محبت سے اٹھ کر ملے، میں نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے پیاز اور دال والی روٹی پکا کر دو۔ والد صاحب نے میری بھابھی کو کہا کہ سارا سامان میں تیار کرتا ہوں پھر تم روٹی پکا دینا۔ اس دوران میری آنکھ لگ گئی، دھوپ آ گئی تو والد صاحب نے آگے کپڑا ڈال دیا۔ روٹی پکنے پر مجھے جگایا ظہر تک مجھ سے گفتگو کرتے رہے، زیادہ ماضی کی باتیں زیر بحث رہیں۔

جب میں گاؤں آتا تو والد صاحب کہتے تھے کہ باجماعت نماز پڑھاؤ لیکن اس روز انہوں نے یہ بات نہیں کی، بڑی مشکل سے اٹھ کر وضو کیا، عصر کے وقت میں نے کہا کہ لاہور چلا جاؤں تو کہنے لگے کہ ہاں چلے جاؤ، اب میری طبیعت ٹھیک ہے اور ساتھ ہی میری گردن پر ہمیشہ کی طرح بوسہ دیا۔ مجھے ایک کرنٹ سا محسوس ہوا۔ وہ پہلے بھی بوسہ دیا کرتے تھے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا تھا، میری چھٹی حس نے کہا کہ شاید یہ آخری ملاقات ہے، پھر یہی ہوا رات گزری تو دوسرے روز ظہر کے وقت ان کا انتقال ہو گیا۔ چارپائی پر بیٹھے تھے اچانک پیچھے کی جانب گر گئے۔ یہ میری زندگی کا مشکل ترین مرحلہ تھا کہ ایک سائبان سر سے اٹھ گیا تھا۔

میری والدہ پڑھی لکھی نہیں تھیں، لیکن کمال کی فہم و فراست رکھتی تھیں، ان کی باتیں آج بھی میرے لیے مشعل راہ ہیں،۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اپنی گفتگو کے دوران موقع کی مناسبت سے میں پنجابی کا جو محاورا ''پیڑا اں ہور تے پھکیاں ہور''

استعمال کرتا ہوں یہ دراصل میری والدہ کا تکیہ کلام ہوا کرتا تھا۔اس کا مطلب ہے کہ ''درد اور ہے دوائیاں اور'' یعنی جب ایک شخص کوئی بات کر کے اس کے پردے میں کسی پرانی بات کا بدلہ اتارنے کی کوشش کرے تو پھر یہ محاورہ استعمال کیا جاتا ہے۔کوئی رشتہ دار اس نوعیت کی کاریگری دکھانے کی کوشش کرتا تو والدہ عموماً یہی محاورہ استعمال کیا کرتی تھیں۔

اسی طرح میں جہلم پڑھنے گیا تو ایک برس بعد ہی گھبرا گیا،گھر والے یاد آنے لگے،والدہ کو خط لکھا کہ میں واپس آ رہا ہوں،پردیس برداشت نہیں ہوتا،والدہ صاحبہ نے میرے بڑے بھائی امیر حسین کو کہا کہ خادم حسین کو خط لکھو۔بھائی نے خط لکھ لیا تو کہا کہ ساتھ میں پنجابی کا ماہیا بھی لکھو جو اس طرح تھا۔

''کالے کاں ماہیا وڈے دل کریے۔پردیس کٹنر ے تاں ماہیا''

پرائے دیس میں وقت کاٹنے کے لئے دل بڑا رکھنا پڑتا ہے۔

والدہ صاحبہ مجھے اکثر یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ جوان اور گھوڑے کا کوئی وطن نہیں ہوتا۔جوان اور گھوڑا جس طرف رخ کریں ان کا وہی وطن ہے۔

میں چھٹیوں میں گاؤں آتا تو ایک دن پہلے والدہ کپڑوں کی ادھڑی سلائیاں اور ٹوٹے بٹن لگا دیا کرتی تھیں،پھر گندم اور چنے سے بنی پنجاب کی روایتی گزک جسے مرنڈا کہتے ہیں جو میرے لیے خاص طور پر بنائی جاتی۔یہ اس زمانے میں بڑی سوغات ہوا کرتی تھی۔چھٹیاں ختم ہو جاتیں تو میرا سفری بیگ اٹھا کر مجھے بس کے اڈے تک چھوڑنے آتیں۔میں اکثر منع کرتا کہ وہاں مرد حضرات وغیرہ ہوتے ہیں آپ جا کر کیا کریں گی۔والدہ کہتیں کہ میں دور بیٹھ جاتی ہوں،دیکھتی رہتی ہوں کہ اب میرا بیٹا گاڑی میں بیٹھ گیا ہے اور جب گاڑی آگے جا کر فلاں گاؤں کے قریب جا کر ہارن بجاتی ہے تو میں سمجھ جاتی ہوں کہ میرا بیٹا توت (آئل فیلڈ) پر پہنچ گیا ہے۔پھر میں واپس گھر روانہ ہو جاتی ہوں،اس ہارن کے بجنے تک والدہ بس کے اڈے پر کھڑی رہتی تھیں والد کے انتقال کے تقریباً دو برس بعد وہ بھی خالق حقیقی سے جا ملیں،لیکن ان کی یادیں میرے لئے اندھیرے میں چمکتے جگنو کی طرح ہیں۔میں آج بھی سوچتا ہوں کہ ایکسیڈنٹ میں میرے مفلوج ہونے کا دکھ ماں کو لے بیٹھا،اگرچہ میرے سامنے کبھی والدہ صاحبہ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا،میرے سامنے تو وہ ہمیشہ ایک بہادر ماں کی طرح حوصلہ دلانے والی باتیں کیا کرتی تھیں،لیکن میں نے کئی بار کن انکھیوں سے انہیں آنکھ مسلتے دیکھا،ٹھنڈی آہیں بھرتے سنا۔یقیناً اپنے جوان بیٹے کے یکدم بستر سے لگ جانے کا دکھ انھیں تھا جس کا ذکر وہ نہیں کرتی تھیں۔

حادثے کے بعد ایک بار میں نے والدہ سے کہا کہ آپ میرے لیے دعا نہیں مانگتیں؟۔کہنے لگیں مانگتی ہوں،میں نے کہا کہ پھر قبول کیوں نہیں ہوئی؟ فرمانے لگیں جس لائن میں ہم لگے ہیں اس میں آگے موجود مریض ہم سے زیادہ تکلیف میں ہیں جب ان کا کام ہو جائے گا تو ہمارا کام بھی ہو جائے گا کیونکہ ہمارا دکھ ان سے بڑا نہیں ہے۔اس بات سے مجھے بڑا حوصلہ

ملا۔

اگر چہ میں والد کے زیادہ قریب تھا لیکن سچ پوچھو تو عشق رسول ﷺ مجھے اپنی ماں کی گود سے ملا ہے۔ میری والدہ اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں صدقے یا رسول اللہ ﷺ کہا کرتی تھیں، یہ جملہ میرے لاشعور میں بس گیا۔ علامہ اقبال بھی اپنے ایک فارسی شعر میں کہتے ہیں کہ

"یہ جو عشق رسول ﷺ مجھے ملا ہے میری ماں کی گود اور انداز سے ملا ہے۔ اسکولوں میں نہ دل کھلتا ہے نہ آنکھ کھلتی ہے، وہاں صرف یہ جادوگری سکھائی جاتی ہے کہ کمانا کیسے ہے"۔

حادثے میں معذور ہو جانا میری زندگی کا ایک کٹھن مرحلہ تھا یہ حادثہ والد صاحب کے انتقال کے تقریباً ایک برس بعد پیش آیا۔ ۲۰۰۹ء کا سال تھا بڑے بھائی امیر حسین گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کرا رہے تھے، میں اسی سلسلے میں گاؤں جا رہا تھا فجر کی نماز میں نے کلر کہار کے نزدیک بھیرہ کے مقام پر پڑھی۔ اس دن نہ جانے کیوں میرا دل اضطراب میں تھا، راستے میں ایک ہوٹل آتا ہے، چائے بہت اچھی بناتا ہے، وہاں میں نے اپنی گاڑی رکوانے کی کوشش کی لیکن نہ روک سکا۔ ہمارے شاہ صاحب کا ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا، آگے ایک سی این جی پمپ آیا وہاں گاڑی رکوائی اور واش بیسن پر جا کر وضو کرنے لگا۔ یہ آخری بار تھا جب میں نے کھڑے ہو کر وضو کیا۔ ساتھ ہی مسجد تھی میں نے ایک قدم مسجد کی طرف اٹھایا کہ نفل پڑھ لوں پھر سوچا چلتی گاڑی میں نفل ہو جاتے ہیں، بس یہی وقت تھا میرے حادثے کا۔ اگر نفل پڑھنے کے لیے مسجد میں داخل ہو جاتا تو شاید حادثے سے بچ جاتا لیکن "اگر" کہنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ لہذا میں اس "اگر" پر زیادہ نہیں سوچتا۔ قصہ کوتاہ جب سی این جی اسٹیشن سے ہماری گاڑی روانہ ہوئی تو کچھ آگے جا کر ایک موڑ کے نزدیک ڈرائیور اونگھ گیا، اس موڑ سے گزرتے ہوئے میں آج بھی توبہ استغفار کرتا ہوں۔

اتنا بڑا موڑ بھی نہیں تھا لیکن جب وہ موڑ آیا تو میں نے دیکھا کہ ڈرائیور گاڑی سیدھی لے کر جا رہا ہے، میں نے ڈرائیور کو تیزی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا! کیا کر رہے ہو بس یہ جملہ کہنے کی مہلت ہی مل سکی اور گاڑی نیچے جا گری۔ ڈرائیور کو کچھ ہوا نہ گاڑی کو نقصان پہنچا۔ دونوں سلامت رہے، لیکن میرے سر میں شدید چوٹ لگی اور حرام مغز بری طرح متاثر ہوا اس کے نتیجے میں میرے دھڑ کا نچلا حصہ مکمل طور پر مفلوج ہو گیا۔ اب تو میری ٹانگوں میں کافی حرکت ہوتی ہے لیکن پہلے نچلا دھڑ اس قدر سن ہو گیا تھا کہ کوئی چٹکی بھرلے تو احساس نہیں ہوتا تھا۔ حادثے کے وقت میں درود شریف پڑھ رہا تھا، شاید اسی لیے اللہ تعالی نے جان بچا لی۔

حادثے کے بعد پہلا برس بہت مشکل سے گزرا، پانچ منٹ بھی مجھے نیند نہیں آیا کرتی تھی۔ ڈاکٹروں کی طرف سے دی جانے والی نیند کی گولیاں بھی بے اثر رہتیں۔ یہاں کے ساتھیوں اور کراچی میں ہماری تنظیم کے لوگوں نے بہت حوصلہ

دیا۔ہر وقت چلنے پھرنے والا ایک شخص جب یکدم بستر پر آجائے تو اس کی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔میں پانچ چھ چھ کلومیٹر پیدل چلا کرتا تھا وہ بھی اس رفتار کے ساتھ کہ ہمراہ چلنے والے ساتھیوں کو یوں محسوس ہوتا کہ انہیں دوڑنا پڑے گا۔

میری زندگی میں والدین کے بعد بڑے بھائی امیر حسین کا بھی بڑا کردار ہے انہوں نے ایک باپ کی طرح میرا خیال رکھا۔ان کی شفقت کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔میری پڑھائی کے سارے اخراجات وہی اٹھاتے رہے۔فیض آباد کے دھرنے کے دوران بھی انہوں نے قربانیاں دیں۔اس دھرنے کے اختتام پر اٹک کا یادگار جلسہ کیا،جلسے کے تمام شرکاء کے لیے اپنی جیب سے کھانے کا انتظام بھی کیا تھا۔بڑے بھائی امیر حسین پاکستان میں ایک آئل کمپنی میں ملازمت کرتے تھے اب ابوظہبی میں کام کررہے ہیں۔

میرے بچپن اور لڑکپن کا ابتدائی دور اٹک اور جہلم کے درمیان منقسم ہے۔جہلم میں پڑھ رہا تھا اور چھٹیاں اٹک میں اپنے گاؤں آکر گزارا کرتا تھا۔زندگی کے اس سنہری دور سے اگرچہ کئی یادیں وابستہ ہیں تاہم چند واقعات اب تک ذہن پر نقش ہیں،ان میں دو کا تعلق مجھے دوبارہ زندگی ملنے سے ہے۔

جب میں چھٹیوں پر گھر جاتا تو اکثر گاؤں کے کنوئیں سے پانی بھرا کرتا تھا،چونکہ کنویں پر پمپ نہیں لگا تھا لہذا کبھی بیل جوت کر اور کبھی ہاتھ کی مدد سے پانی نکالا جاتا تھا۔رات کا وقت تھا اندھیرا تھا میں نے پانی بھرنے کے لیے کنویں کی ڈور کھینچی اور اوپر سے چھلانگ لگا دی لیکن پار نہ کرسکا اور کنویں کے اندر گر گیا۔گرنے کے دوران میں نے بلند آواز سے"اللہ"کہا کنویں میں ایک سوتر،لڑ ہوتی ہے جس نال کے ذریعے اوپر پانی چڑھتا ہے،اس کے درمیان دو لکڑیاں ہوتی ہیں اسی طرح ایک لکڑی کنویں کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہوتی ہے۔گرتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے مجھے اٹھا کر کنویں کے اندر والی لکڑی پر بٹھا دیا ہے۔یہ یقیناً ایک کرامت تھی میں کنویں کی دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ باہر نکل آیا۔اگر میں پانی سے بھرے گہرے کنویں میں گر جاتا تو پہلے پورے گاؤں میں کہرام مچتا کہ کہاں چلا گیا،ہوسکتا ہے کہ کئی دن تک میرا پتہ نہ چلتا اور پھر لاش برآمد ہوتی لیکن اللہ تعالی نے مجھے بچالیا،یوں ایک طرح سے مجھے دوبارہ زندگی ملی۔گھر جا کر جب میں نے یہ سارا قصہ سنایا تو کوئی یقین کرنے کو تیار نہ تھا اسی طرح گاؤں کے نالہ سیل میں ایک بار کافی پانی بھرا ہوا تھا میں وہاں مویشیوں کو پانی پلانے گیا تو نہانے کا شوق چڑھا تاہم نہاتے ہوئے گہرے پانی میں ڈوبنے لگا،میرے ماموں زاد ممتاز نے چھلانگ لگا کر مجھے باہر نکالا یہ دوسری بار میں موت کے منہ میں جاتے بچا۔

بچپن کا ایک اور واقعہ بھی ذہن میں آج تک موجود ہے۔ایک بار والد صاحب نے مجھے جانور چرانے کے لیے بھیجا۔مویشیوں کے لیے والد صاحب نے نئی رسیاں بنائی تھیں،میں مویشیوں کو چھوڑ کر قریب سے گزرنے والے نالہ سیل کی طرف چلا گیا وہاں بچے نہار ہے تھے میں بھی ان کے ساتھ مل کر نہانے لگا،مویشیوں نے جب دیکھا کہ نگہبان موجود نہیں تو موقع

سے فائدہ اٹھایا اور قریب کھڑی کسی کی فصلوں میں جا گھسے۔ دراصل میری غیر موجودگی میں میرے چچا نے مویشیوں کو بندھی نئی رسیاں کھول لی تھیں یوں مویشیوں کے جدھر سینگ سمائے ادھر چل پڑے۔ میں جب گھر پہنچا تو مویشیوں کے فصل میں گھسنے کی اطلاع والد صاحب کو مل چکی تھی مجھے دیکھتے ہی وہ برس پڑے اور دریافت کیا کہ کہاں تھے؟ والد صاحب نے زندگی بھر مجھے نہیں مارا، اس وقت بھی صرف دھمکانے کے لئے ہاتھ اٹھایا تاکہ اپنے غصے کی شدت کو ظاہر کرسکیں۔ بعد میں چچا نے مجھے خود بتادیا کہ مویشیوں کی رسیاں انہوں نے خود اتاری تھیں اور اس کا مقصد یہ نصیحت بھرا سبق دینا تھا کہ اپنا مال مویشی چھوڑ کر جایا نہیں کرتے۔

اسی طرح میں ۱۹۸۲ میں مری میں تیسویں ختم شریف کرکے واپس گھر پہنچا تو بڑی ٹھنڈ تھی، رمضان چل رہا تھا، والد صاحب نے کہا کہ جوار و باجرہ کی کاشت کرنا ہے، صبح آپ بھی برائے مہربانی ہمارے ساتھ چلیں، آپکے چچا بھی ہوں گے، میں بیج ڈالوں گا اور آپ ہل چلائیں گے۔ میں نے ہل چلانا شروع کیا تو رکنے کا نام نہیں لیا۔ نتیجتاً مجھے اس قدر روزہ لگا کہ والد سارا دن کنویں پر لٹا کر پانی ڈالتے رہے۔ والدہ کو معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئیں۔ والد سے کہا کہ میرے بچے کا کیا حال کردیا ہے۔

دل پر لگا کر اڑتے رہے۔ ۱۹۸۸ میں مدرسے سے فارغ التحصیل ہوگیا۔ قرآن حفظ کرنے کے علاوہ احادیث پڑھیں اور درس نظامی کا کورس بھی کیا۔ اس کے نتیجے میں فارسی اور عربی پر بڑی حد تک عبور حاصل ہوگیا۔ پہلی ملازمت ۱۹۹۳ میں پنجاب کے محکمہ اوقاف میں کی۔ داتادربار لاہور کے نزدیک واقع پیر مکی مسجد میں جمعہ کا خطبہ پڑھایا کرتا تھا۔ یہ ملازمت اب ختم ہوچکی ہے۔ جب ملازمت ختم ہوئی تو میری تنخواہ ۲۰ ہزار روپے ماہانہ تھی۔ اب یتیم خانہ روڈ لاہور کے قریب واقع مسجد رحمۃ اللعلمین میں خطیب ہوں جہاں سے مجھے پندرہ ہزار روپے ماہانہ مشاہرہ ملتا ہے۔

برسرِ روزگار ہوتے ہی میری شادی ہوگئی۔ یہ تقریباً ۲۴،۲۵ برس پرانی بات ہے۔ میری شادی چچا کی بیٹی سے ہوئی تھی، یہ وہی چچا ہیں جنہوں نے بچپن میں مجھے نصیحت دینے کے لیے مویشیوں کی رسیاں کھولی تھیں۔ رشتہ والد صاحب نے پسند کیا تھا۔ میرے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں، اولاد کو بھی اپنے نقش قدم پر چلایا۔ بڑے بیٹے محمد سعد بن خادم حسین کی عمر تیئیس برس کے لگ بھگ ہے۔ محمد سعد اور چھوٹا بیٹا محمد انس دونوں حافظ قرآن اور درس نظامی کا کورس کررہے ہیں۔

مدرسہ میں پڑھائی کے دوران ہی میں علامہ اقبال کا گرویدہ ہوگیا تھا۔ ان دنوں میرے زیر مطالعہ غیر نصابی کتب میں اقبال کا فارسی مجموعہ کلام سرفہرست تھا میں نے کلیات اقبال اردو ۱۹۸۳ میں خریدلی تھی یعنی نوعمری سے ہی میں نے اس قلندر شاعر کے افکار کا مطالعہ شروع کردیا۔ یوں کہہ لیں کہ اقبال کی روح نے مجھے اپنی طرف کھینچا۔ اگرچہ فارسی میں نے مدرسے میں پڑھی تھی لیکن علامہ اقبال کے فارسی کلام کو اس کی روح کے مطابق سمجھنے کے لئے مجھے فارسی کی بہت سی ڈکشنریاں خریدنی پڑھیں۔ بعد ازاں علامہ اقبال کے مرشد مولانا روم علیہ الرحمہ کو بھی پڑھا اور ان کا بیشتر کلام ازبر کرلیا۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ اور مولانا

روم علیہ الرحمہ کے میخانے سے عشق رسول ﷺ کی وہ مے لایا ہوں جس کے آگے انگور کی شراب کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔حافظ شیرازی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہم کی شاعری بھی میں نے پڑھی۔اگر اردو کے شعراء کرام کی بات کی جائے تو اکبر الہ آبادی کی شاعری پسند آئی۔ان کے زمانے میں ایک تھانے دار نے اپنی کوٹھی بنائی تھی اس حوالے سے ہونے والی تقریب میں اکبر الہ آبادی کو بھی مدعو کر لیا گیا۔تھانے دار کا اصرار تھا کہ نئی کوٹھی پر بھی ایک شعر ہو جائے۔اکبر الہ آبادی نے کہا کہ رہنے دیں آپ کا سارا مزہ خراب ہو جائے گا۔اصرار بڑھا تو انہوں نے یہ شعر سنا دیا۔

یہ کوٹھی جو تم کو نظر آ رہی ہے
اور اپنی اداؤں پر اِترا رہی ہے
اگر اس کے گملوں کی خوشبو کو سونگھو
تو خونِ غریباں کی بو آ رہی ہے

پہلے مطالعہ کو بہت زیادہ وقت دیا کرتا تھا۔گھر میں کیبل اور ٹی وی ،نیٹ تو نہ تھا اور نہ ہے صرف اخبار پڑھا کرتا تھا لیکن تحریک کی مصروفیات بڑھ جانے کے سبب مطالعہ کا زیادہ وقت نہیں ملتا۔سفرناموں کا بھی بڑا شوق رہا۔حکیم محمد سعید اور مفتی احمد یار خان کے تمام سفر نامے پڑھ ڈالے۔تاریخ اسلام کا مطالعہ بھی میری ترجیح تھی۔اسلام کے تمام سپہ سالار اپنی مثال آپ ہیں لیکن مجھے سب سے زیادہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متاثر کیا۔ان کے مزار پر حاضری ایک دیرینہ خواہش تھی ،تقریباً دس برس پہلے یہ خواہش پوری ہوگئی میں نے خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کے مزار کے ساتھ کاندھا لگا کر دو سنتیں اور تین وتر پڑھے،قصہ اس اجمال کا یوں ہے کہ جب ہم مزار پر پہنچے تو دروازہ بند کیا جا رہا تھا،ہمارا وہاں قیام کا آخری روز تھا یعنی اگر اس دن مزار میں داخل ہونے سے رہ جاتے تو واپس جانا پڑتا۔ہم دروازے پر پہنچے تو دریافت کیا گیا کہ کہاں سے آئے ہو؟ ہم نے بتایا کہ پاکستان سے۔دروازے پر کھڑے شخص نے فوری دروازہ کھول دیا اور بولا سرکاری طور پر وقت ختم ہوگیا ہے لیکن آپ جلدی سے اندر آجائیں۔ہم اندر داخل ہوئے یعنی غیر متوقع طور پر ہماری شکلیں دیکھ کر دروازہ کھول دیا گیا۔میں آج بھی سوچتا ہوں کہ شاید خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتظار کر رہے تھے کہ ان کے مہمان آرہے ہیں۔مزار میں داخل ہونے کے بعد ہم نے گرم پانی سے وضو کیا اور پھر سنتیں پڑھیں۔اندر داخل ہو کر مجھے خوشی بھی ہوئی اور رونا بھی آیا۔خوشی اس لیے کہ تاریخ اسلام کے اتنے بڑے سپہ سالار کے سامنے مجھ جیسے بزدل شخص کی حاضری ہوئی،رونا اس لیے آیا کہ باپ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بیٹے عبد الرحمن بن خالد رضی اللہ تعالی عنہ کی قبریں ایک ساتھ ہیں۔وطن کون سا تھا اور تدفین کہاں پر ہوئی۔

پرسکون زندگی ایک ڈگر پر چل رہی تھی میں درس وتدریس کے علاوہ مکی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتا تھا۔ممتاز قادری کی گرفتاری اور پھانسی نے میری زندگی میں ہلچل پیدا کر دی۔ممتاز قادری نے ایک گستاخ رسول گورنر کو گولیاں مار کر مسلمانوں کا سر

فخر سے بلند کر دیا تھا،ممتاز قادری نے جس محبوب ﷺ سے وفا کی قیامت تک حضور ﷺ کی امت اس پر ناز کرتی رہے گی۔لیکن حکومت نے اس عاشق رسول ﷺ کو جیل میں ڈال دیا۔ممتاز قادری کی رہائی کے لیے ہم نے تحریک چلائی اور مظاہرے کئے۔اسی حوالے سے کیے گئے ایک مظاہرے کے دوران پولیس نے مجھے گرفتار کرلیا.جب مجھے گرفتار کر کے لے جایا جارہا تھا تو میری ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ایک پولیس افسر نے طعنہ دیا کہ تم کیا نبی ﷺ کے ٹھیکے دار ہو؟ جب بھی تمہاری تقریر سنو ناموس رسالت ﷺ پر بات کرتے ہوتمہیں اور کوئی موضوع نہیں ملتا۔میں نے اسے کہا کہ نبی ﷺ کے ٹھیکیدار تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ بھی نہیں تھے۔انہوں نے بھی فرمایا تھا کہ لوگو! میرے پیچھے اس وقت تک چلنا جب تک میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلوں۔لہذا میں نبی ﷺ کا ٹھیکیدار نہیں چوکیدار ضرور ہوں''

بعد ازاں مجھے کوٹ لکھپت جیل پہنچایا گیا تو جیل سپریڈنٹ نے دریافت کیا کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا مسجد میں جھاڑو دیتا ہوں جیل سپرنٹنڈنٹ نے اپنے نائب سے پوچھا کیا لکھوں وہ بولا سرجی مؤذن لکھ چھوڑو۔جیل سے رہا ہوا تو اگلے روز ممتاز قادری کا خط مجھے ملا،جمعہ کا روز تھا نماز سے قبل یہ خط ممتاز قادری کے والد اور بھائی لے کر آئے تھے یہ خط آج بھی میرے پاس محفوظ ہے،اور اس خط کو میں اپنی بخشش کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔یہ بڑا طویل خط ہے لیکن اس کا ایک جملہ قابل توجہ ہے۔ممتاز قادری نے لکھا:''مولانا جب آپ کوٹ لکھپت جیل میں قید تھے تو میں آپ کے ساتھ تھا''۔اس وقت تو مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ ممتاز قادری تو اڈیالہ جیل راولپنڈی میں ہے اور میں کوٹ لکھپت جیل میں تھا تو میرے ساتھ کیسے ہو گئے لیکن بعد میں سمجھ آیا کہ ممتاز قادری جسمانی طور پر تو نہیں لیکن روحانی طور پر میرے ساتھ تھے یہی وجہ ہے کہ سردترین موسم میں بھی جب جیل انتظامیہ نے مجھے ٹھنڈ سے بچنے کے لیے خاطر خواہ چیزیں نہیں دی تھیں پھر بھی سلاخوں کے پار سے سرد ہوائیں مجھ تک نہیں آ رہی تھیں،اسی طرح مجھے یاد آیا کہ ایک رات جیل میں مجھے نیند نہیں آرہی تھی اور پریشانی تھی کہ بڑھتی جارہی تھی یک دم میرے دل میں خیال آیا کہ میری ٹانگیں بغداد شریف کی طرف ہیں ان کو دوسری سمت میں کرلوں،ٹانگیں دوسری سمت میں کرتے ہی مجھے گہری نیند آ گئی بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہ ممتاز قادری تھے جنہوں نے میری ٹانگوں کو صحیح سمت میں کرایا۔

ناموس رسالت ﷺ قانون کے تحفظ کے لیے چلائی جانے والی تحریک کے دوران محکمہ پنجاب اوقاف کی طرف سے مجھے کہا گیا کہ میں یہ سلسلہ روک دوں ورنہ ملازمت چھوڑنے پڑے گی۔قصہ مختصر سرکاری حکم تھا کہ آپ ناموس رسالت ﷺ پر بات نہیں کرسکتے۔میرے انکار پر ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔اس ملازمت کو چھوڑے لگ بھگ تین برس ہو چکے ہیں۔برطرفی کے بعد میرے پاس صوبائی خطیب آئے اور کہا کہ حکومت آپ کو پنشن دینے کے لیے تیار ہے اور چونکہ آپ معذور ہیں لہذا پوری تنخواہ کے برابر پنشن ملے گی،جبکہ بڑے بیٹے کو محکمہ اوقاف میں ملازمت بھی دی جائے گی۔میں نے کہا اب کچھ نہیں چاہیے۔

جب ممتاز قادری کو گرفتار کیا گیا تو ناموس رسالت قانون کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ہم نے ممتاز قادری کی رہائی کی تحریک بھی شروع کر دی۔ یہ تحریک چلتی رہی، ریلیاں اور جلسے جلوس نکالے گئے، گرفتاریاں بھی ہوئیں، تاہم چند ماہ بعد عدالت نے ممتاز قادری کو پھانسی کی سزا سنادی اور پھر ۲۰۱۵ کے اواخر میں پھانسی کی سزا کے خلاف اپیل بھی مسترد کر دی گئی۔ اب گیند صدر کے کورٹ میں تھی کہ وہ اپیل مسترد کرتے ہیں یا منظور۔ ہمارا احتجاج جاری تھا اس دوران حکومت نے وزیر مملکت برائے مذہبی امور پیر امین الحسنات شاہ کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ممتاز قادری کو پھانسی نہیں دی جائے گی۔ ہمیں سیکرٹریٹ بلایا گیا تھا، وہاں ایک صوبائی وزیر اور آئی جی پنجاب کے علاوہ اکتوبر ۱۹۹۹ سے پہلے آئی جی سندھ رہنے والے رانا مقبول بھی موجود تھے، ہماری طرف سے قاری افضل قادری اور دیگر تھے۔ بالخصوص رانا مقبول یہ شعر پڑھ رہے تھے

با خدا دیوانہ باش با محمد ﷺ ہشیار

اور کہہ رہے تھے کہ عشق رسول ﷺ بڑا حساس مسئلہ ہے اس پر کیسے کمپرومائز کیا جاسکتا ہے۔ کہنے کا مطلب ہے کہ پیر امین الحسنات شاہ اور ان کے ساتھ جتنے لوگ موجود تھے ان سب کا کہنا تھا کہ وزارتیں اور عہدے بعد میں ہیں پہلے ہم حضور ﷺ کے غلام ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ ممتاز قادری کی پھانسی کے معاملے کو طوالت دی جائے گی اور پھر کچھ عرصے بعد رہا کر دیا جائے گا لیکن ان کے لہجے چغلی کھا رہے تھے اور میں سمجھ رہا تھا کہ یہ دونمبری کر رہے ہیں۔ تاہم میں خاموش رہا کہ اگر بولا تو ان ساروں کی پریشانی بڑھ جائے گی۔ میں ان کی طرف دیکھتا تو وہ نظریں نیچی کر لیتے۔

بعد از اں یہی ہوا جس کا اندازہ مجھے کسی حد تک ہو چکا تھا۔ صدر مملکت کے پاس پھانسی کے مجرموں کی ہزاروں اپیلیں پہلے سے پڑی تھیں لیکن ان اپیلوں کو پس پشت ڈال کر ممتاز قادری کی اپیل کو مسترد کر دیا گیا۔ یہ سراسر بدنیتی تھی۔ بالآخر عاشق رسول ﷺ کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ ہم ہر طرح کی کوششوں اور قید کی صعوبتیں اٹھانے کے باوجود ممتاز قادری کو نہ بچا سکے۔ دل پر بڑا بوجھ تھا، ممتاز قادری کا جسد خاکی لایا گیا تو میں نے جا کر اپنی پگڑی ممتاز قادری کے قدموں میں رکھ دی، چارپائی کو بھی کئی بار چوما اور کہا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں جا کر ہماری شکایت نہ لگانا ہم سے جو ہو سکا ہم نے کیا۔

ممتاز قادری اپنے اہلخانہ سے آخری ملاقات میں روئے نہیں۔ پھانسی گھاٹ کی طرف جاتے ہوئے بھی مسکرا رہے تھے، ان کے والد نے بھی ایک آنسو نہیں بہایا کہ کہیں وہاں موجود مخالفین باہر جا کر یہ پروپیگنڈا نہ کریں کہ ممتاز قادری اور ان کے والد آخری وقت ہمت ہار گئے۔ بیٹا چالیس روز کا بھی نہیں ہوا اور باپ جیل چلا جائے اور پھر اسی پانچ سالہ بیٹے سے آخری ملاقات میں اسے گلے لگا کر باپ مسکرا دے۔ یہی ممتاز قادری نے کیا۔ علامہ اقبال کہہ گئے ہیں کہ:

انسان دلیر ہی اس وقت ہوتا ہے جب سینے میں محبت رسول ﷺ ہو۔

حکومت نے نہ صرف عاشق رسول ﷺ کو پھانسی دینے میں تیزی دکھائی بلکہ انتخابی بل میں ترمیم کی آڑ میں ناموس

رسالت ﷺ قانون پروار کرنے کی کوشش بھی کی۔ یہی چیز ہمیں فیض آباد کے دھرنے پر لے گئی۔ ہمارا مطالبہ بڑا سادہ سا تھا کہ اس مذموم کوشش کے ذمہ داروں کو کٹہرے میں لایا جائے لیکن حکومتی ہٹ دھرمی نے معاملہ بگاڑ دیا۔

فیض آباد دھرنے میں کنٹینر کے ساتھ جو خیمہ لگا تھا اکثر میں اسی میں سویا کرتا تھا۔ شروع کے چار پانچ دن ٹرالر کے نیچے بھی سویا۔ ہر طرف سے سرد ہوا آتی تھی لیکن اس سخت موسم میں جن کے لیے ہم سوئے تھے انھوں نے سرد ہواؤں کو محسوس نہیں ہونے دیا۔ جب ہر طرف شیلنگ ہو رہی تھی تو مجھے آنسو گیس کا دھواں بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اکثر پوچھا جاتا ہے کہ دھرنے کے خلاف آپریشن کرنے والی پولیس پسپا کیسے ہوئی؟ یہ میں نہیں کہہ سکتا لیکن لوگ کہتے ہیں کہ کچھ ہوا ضرور تھا۔ پولیس والوں کو میں نے بھاگتے دیکھا۔ میں نے اپنے لوگوں سے پوچھا "انھیں کیا ہوا ہے" کہنے لگے پتہ نہیں کیا ہوا ہے۔ میں تو لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے نعروں کے ساتھ ان پولیس والوں کو تلقین کر رہا تھا کہ آپ نے ہمیں مار بھی دیا تو ٹرمپ خوش ہو جائے گا۔ کفر خوش ہو جائے گا کہ لوگ ناموس رسالت ﷺ کے لیے آئے تھے اور خود مسلمانوں نے ان کو مار دیا۔

دھرنے کے دوران اس طرح کی بہت سی افواہیں چلیں اور پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ہمارے پیچھے فوج یا اسٹیبلشمنٹ کا ہاتھ ہے۔ واللہ! مجھ سے تو اس سلسلے میں کبھی کسی نے رابطہ نہیں کیا۔ دراصل یہ ساری باتیں ہماری تحریک کو متاثر کرنے کے لیے کی جا رہی تھیں۔ جب معاہدہ کے بعد دھرنا ختم کرنے کا اعلان ہوا تو مجھ سے ملنے جنرل فیض حمید میرے خیمے میں ضرور آئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمیں علامہ خادم حسین رضوی سے ملا تو دو کہ وہ ہیں کون؟۔ جہاں تک دھرنے کی بات ہے یہ ایک ایسا کام ہو گیا کہ مورخ بھی لکھتے ہوئے ہزار بار کانپے گا کہ نہتے عاشقانِ رسول ﷺ کے سامنے ہزاروں مسلح لوگ کیسے دوڑ پڑے۔

علامہ خادم حسین رضوی کے ساتھ گفتگو کے موقع پر ان کے ایک دیرینہ ساتھی جیلان شاہ بھی موجود تھے۔ جیلان شاہ فیض آباد دھرنے کا آخر تک حصہ رہے۔ علامہ صاحب کی اجازت سے اس سوال کا جواب انہوں نے دیا کہ پولیس والے پسپا کیسے ہوئے؟ انہی کی زبانی سنیے:

اس پورے آپریشن میں دو بار اسٹاپ اوور آیا تھا۔ اس کا دورانیہ ساڑھے چار گھنٹے سے پونے پانچ گھنٹے کا بنتا ہے۔ اس دوران ایک بار پولیس والے فیض آباد کی طرف سے آئے، انہیں پسپا کر دیا گیا۔ پھر دوسری بار یہ چاروں اطراف سے آئے، کنٹینر کے عقب سے بھی گھیراؤ کیا لیکن اس کے باوجود دھرنے کے شرکاء نے انہیں دوبارہ پیچھے دھکیل دیا۔ جس کے بعد پندرہ منٹ کے وقفے سے پولیس والوں نے تیسری بار حملہ بولا۔ یہ ان کی پوری طاقت کے ساتھ حتمی کاروائی تھی۔ اس وقت تک بے انتہاء شیلنگ نے شرکاء کو نڈھال کر دیا تھا کیونکہ آنسو گیس کے شیل انسان کے سانس کو روک دیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں خون کا بہاؤ متاثر ہوتا ہے۔ پولیس کی جانب سے فائر کیے جانے والے بارہ ہزار شیل ہم نے خود گنے تھے۔ انتہائی نزدیک سے ربڑ کی گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ صورتحال یہ تھی کہ پولیس والے کنٹینر کی ڈرائیونگ سیٹ والے حصے کے نزدیک آ چکے تھے۔ ان

کے واٹر کینن ہمارے کنٹینر سے ٹکرا رہے تھے۔کنٹینر کے عقب میں فیض آباد والی سائیڈ پر بھی جہاں استاد صاحب (علامہ خادم حسین رضوی) موجود تھے پولیس والے چند گز کے فاصلے پر آ چکے تھے۔اس دوران وہ ہمارے ایک ایک خیمے کی تلاشی لینے کے بعد انھیں نذر آتش کر کے آگے بڑھ رہے تھے لیکن اس وقت تک بھی استاد صاحب یہ حکم جاری کر رہے تھے کہ ہم نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔ پونے پانچ گھنٹے کی مسلسل شیلنگ سے لڑکے اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہے تھے۔البتہ ہمیں یہ پریشانی ضرور تھی کہ استاد صاحب کو کچھ نہ ہو جائے۔جب پولیس والے ہمارے بالکل قریب آ گئے تو یہی وہ مرحلہ تھا جب بالآخر استاد صاحب نے گرجدار لہجے میں کہا ’’منڈیو نپو اینا ں نوں‘‘ (لڑکو انھیں پکڑلو) کنٹینر پر ہمارے جو قائدین تھے اور نیچے نڈھال کارکنان۔استاد صاحب کے ان الفاظ نے گویا ان میں بجلی بھر دی۔پھر لڑکوں نے نہیں دیکھا کہ آگے کون ہے اور کون نہیں۔ پولیس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔یوں پانسہ پلٹا۔یہ جو پروپیگنڈہ کیا گیا تھا کہ عقب سے دھرنے والوں کو ’’غیبی مدد آئی‘‘ یعنی اشارہ اسٹیبلشمنٹ کی طرف تھا۔حالانکہ اس میں ایک فی صد بھی حقیقت نہیں۔عقب سے امداد ضرور آئی تھی لیکن وہ عام لوگوں کی تھی جو گھروں میں بیٹھے ٹی وی پر یہ کاروائی دیکھ رہے تھے۔جب کنٹینر کے پاس سے پانسہ پلٹا تو ہمارے ناکوں کے پیچھے سے عوام آنا شروع ہو گئے۔ہم مری والی سائیڈ پر تھے۔اس سائیڈ پر ہمارے تقریباً تمام لڑکے گرفتار ہو چکے تھے۔لیکن پھر گھروں سے اچانک اتنی مخلوق نکلی کہ پولیس ان گرفتار لڑکوں کو چھوڑ کر بھاگ نکلی۔یہاں تک کہ اپنی گاڑیاں بھی چھوڑ گئی۔ان آنے والوں میں ایک لڑکا ایسا بھی تھا جو صبح ناشتہ کر رہا تھا، جب اس نے ٹی وی پر دیکھا کہ آپریشن شروع ہو گیا ہے تو ناشتہ چھوڑ کر اپنی والدہ سے کہا کہ ’’اماں اب بعد میں ملاقات ہو گی میں جا رہا ہوں‘‘ راجہ زوہیب نے ۲۷ منٹ میں شہادت حاصل کی۔وہ راولپنڈی میں اپنی دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔آپریشن کا سنتے ہی اس نے دکان کا شٹر بند کیا اور فیض آباد کی طرف چل پڑا۔

دھرنے کے حوالے سے ایک واقعہ اور سناتا چلوں۔میرا بھائی آسٹریلیا سے آیا تھا، وہ استاد صاحب کا مداح ہے۔ہمارے ساتھ دھرنے میں چلا آیا۔دھرنے کے پہلے روز رات ڈھائی بجے جب ہم فیض آباد پہنچے تو کنٹینر سے لڑکے میوے کا لنگر بانٹ رہے تھے۔بھائی نے کہا کہ میں نے بھی کنٹینر کے اوپر جانا ہے۔پھر وہ بھی لڑکوں کے ساتھ مل کر لنگر بانٹنے لگا۔صبح چار ساڑھے چار بجے کے قریب جب رش ختم ہوا تو ہم نیچے آ کر کھڑے ہو گئے۔بھائی نے ایک قدم پیچھے ہٹ کیر انگڑائی لی تو اس کا پیر نیچے سوئے ہوئے شخص کے ساتھ ٹکرایا، اس نے اپنے ساتھ کھڑے لڑکے سے پوچھا اتنی سردی میں کھلے آسمان تلے کمبل اوڑھے یہ کون سو رہا ہے؟۔اسے بتایا گیا کہ ’’استاد صاحب‘‘ ہیں۔بھائی کو یقین نہیں آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ واقعی استاد صاحب ہیں؟۔میں نے بھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اس میں چونکنے کی کیا بات ہے۔یہ کہہ کر میں نے اوپر سے کمبل اٹھایا تو نیچے استاد صاحب سو رہے تھے۔بھائی کو حیرت کا جھٹکا لگا۔کہنے لگا میرے لیے یہ ناقابل یقین بات ہے کہ ایک لیڈر عام کارکنوں کی طرح نیچے سو رہا ہو، حالانکہ کنٹینر موجود تھا اور سامنے ہوٹل بھی تھے جہاں رات کو کچھ دیر آرام کی خاطر استاد صاحب جا سکتے تھے۔

نگاہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز

سید عثمان وجاہت (راولپنڈی)

علامہ حافظ خادم حسین رضوی ؒ سے آج کون واقف نہیں۔تحریک تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے قافلہ سالار، بے باک اور باہمت مسلمان کے طور پر آج پاکستان اور دیگر ممالک میں پہچانے جاتے ہیں۔

راقم کی علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات 2000ء یا 2001ء میں عزیزم سید دانیال احمد کی معرفت درگاہ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ سے متصل مسجد میں ہوئی۔اس مضمون میں ہم نے زیادہ تر ان احوال اور معلومات کو قلمبند کرنے کی سعی کی ہے جو حضرت علامہ کی تنظیمی زندگی سے پہلے کے ہیں۔یہ مضمون کچھ ہماری ذاتی ملاقاتوں اور کچھ سید دانیال احمد اور شیخ منظور عظیم سے حاصل کردہ معلومات پر مبنی ہے۔

عزیزم سید دانیال احمد اور برادرم منظور عظیم کی رہائش جامع مسجد رحمۃ للعالمین سے چند منٹ کی مسافت پر یثرب کالونی میں تھی، جہاں علامہ امام وخطیب تھے۔محلہ کی مسجد ہونے کی وجہ سے بھی جامع مسجد رحمۃ للعالمین میں جانا ہوتا تھا۔یہ چار دوستوں کا گروپ تھا جو اس وقت کالج میں پڑھتے تھے۔یہ چار علامہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ان میں سے تین یعنی منظور عظیم، دانیال احمد اور سہیل بشیر نے علامہ سے چند سال مسلسل بعد از نماز عشاء درس لیا۔یہ زمانہ 2000ء سے 2004ء کا ہے۔ان تین اصحاب نے علامہ سے عربی گرائمر، صرف ونحو، پند نامہ فارسی، کریما سعدی، گلستان اور بوستان سعدی پڑھیں۔ان تینوں اصحاب کے علاوہ برادرم احمد رضا بھی تھے جو صحبت میں رہے اور خوب خدمت کی۔ان حضرات سے تعلق اور محبت آج بھی بدستور ہے۔

ابتدائی زندگی اور تعلیم:

علامہ 22 جون 1966ء کو پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام لعل خان ہے۔آبائی علاقہ نکہ کلاں تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک ہے۔چند جماعتیں مقامی سکول میں پڑھنے کے بعد حفظ کے لئے جہلم اور دینہ میں رہے۔وہاں سے جامعہ نظامیہ میں داخلہ کے لئے لاہور تشریف لائے۔جامعہ میں داخلے مکمل ہو چکے تھے۔گاؤں کے ایک نوجوان کی معرفت جو پہلے سے جامعہ نظامیہ میں زیر تعلیم تھے، جامعہ نظامیہ میں داخلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

جب داخلہ ہوا تو جامعہ نظامیہ میں رہائش کے لئے کوئی کمرہ خالی نہ تھا۔علامہ نے بتایا کہ انہوں نے چند طلباء سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کا بیگ اپنے کمرہ میں رکھ لیں۔وہ صرف کپڑے بدلنے کو کمرے میں آیا کریں گے، ورنہ تکلیف نہ دیں گے۔اس پر وہ طلباء راضی ہوئے اور جامعہ نظامیہ میں کسی باقاعدہ رہائش کے انتظام کے بغیر اپنا تعلیمی سفر شروع کیا۔

اساتذہ اور ان سے تعلق:

جامعہ نظامیہ میں تعلیم کے دوران جن اساتذہ سے پڑھا، ان میں قابل ذکر مولانا عبدالقیوم ہزارویؒ، مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مولانا عبدالرشید قادری رضوی، مولانا عبدالستار سعیدی اور مولانا صدیق ہزاروی شامل تھے۔مولانا عبدالقیوم

ہزاروی اور مولانا عبدالرشید رضوی کے کردار سے بہت متاثر تھے۔مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب کے ذریعے کئی اکابرین سے متعارف ہوئے۔مولانا عبدالستار سعیدی کا بہت ادب فرماتے۔

مولانا عبدالرشید قادری رضوی مدفون گل بیگم باغ میانی صاحب کا ذکر عموماً فرماتے۔ان کا ایک واقعہ بہت محبت سے سناتے کہ مولانا عبدالرشید صبح 9 سے 10 بجے چائے پیا کرتے تھے۔اس زمانہ میں چائے ایک روپیہ کی آتی تھی۔مجھے ایک روپیہ دے کر بھیجتے، میں بازار سے چائے لے آتا۔علامہ اس چائے کا اہتمام بہت ذوق سے کرتے۔گزرتے وقت کے ساتھ چائے کے ایک کپ کی قیمت ایک روپیہ چار آنے ہوگئی۔مولانا عبدالرشید کو اس بات کا علم نہ ہوا، وہ روز ایک روپیہ دیتے اور میں چائے لے آتا اور قیمت بڑھنے کا ذکر اُن سے نہ کرتا۔ایک روز کسی وجہ سے، کوئی اور طالب علم اُن کی چائے لینے بازار گیا، مولانا عبدالرشید نے حسب سابق ایک روپیہ عنایت کیا۔طالب علم نے بازار سے واپسی پر بتایا کہ چائے کی قیمت بڑھ چکی ہے، چار آنے مزید عطا کریں۔اس پر مولانا نے رقم تو پوری دی، ساتھ ہی متفکر ہوئے کہ قیمت کب بڑھی ہے۔معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ قیمت تو کافی عرصہ سے بڑھ چکی ہے۔اس پر گزرے دنوں کے تمام چار آنے لوٹائے۔انہی باکردار اور معاملات کے کھرے اساتذہ کے زیر تربیت حضرت علامہ خادم حسین رضوی نے تعلیم حاصل کی۔

مولانا خادم حسین کے شوق و ذوق اور بہترین کارکردگی کو حضرت عبدالقیوم ہزاروی بھانپ چکے تھے، جب ہی ان کو بعد از تکمیل درس نظامی و دورہ حدیث جامعہ نظامیہ میں تدریس کے لئے منتخب کیا اور اساتذہ کی فہرست میں شامل کیا۔

علامہ اپنے شاگردوں کو عموماً وقت سے زیادہ پڑھاتے اور بہت محنت کرتے۔اپنے طلباء کی ایک جماعت کو حضرت عطا محمد بندیالوی ؒ کی خدمت میں بھی لے کر گئے۔اس سفر میں حضرت عبدالحکیم شرف قادری صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔

علامہ صرف ونحو کے بہترین استاد تھے، ابتداء میں صرف ونحو ہی پڑھاتے تھے بعد ازاں سنن ابو داؤد شریف کے استاد مقرر ہوئے۔تیسیر ابواب الصرف اور تعلیلا ت خادمیہ آپ کے آثار میں سے ہیں۔

بیعت اور مرشد سے تعلق:

علامہ نے بتایا کہ دوران تعلیم ایک بزرگ کے مزار پر روزانہ حاضر ہو کر قصیدہ بردہ شریف کی تلاوت کرتے تھے۔دو سال گزرنے پر ان ہی کی طرف سے روحانی اشارہ کی بنیاد پر 1985ء میں حضرت خواجہ عبدالواحد نقشبندی ؒ المعروف حاجی پیر کے مرید ہوئے۔اپنے پیر سے خوب تعلق تھا، باہمی محبت مثالی تھی۔خواجہ عبدالواحد ؒ حضرت علامہ کی بہت قدر کرتے۔جب بھی لاہور تشریف لاتے تو ملاقات کو ضرور تشریف لاتے۔اگر دونوں کہیں سفر پر اکٹھے جاتے تو گاڑی کی اگلی سیٹ پر کسی اور ہمراہ شخص کو آگے بٹھاتے اور خود حضرت علامہ کے ساتھ پیچھے ساتھ بیٹھ کر سفر کرتے کہ ان کو علامہ کی ہم نشینی پسند تھی اور کیوں نہ ہوتی حضرت علامہ ان کے نور نظر تھے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد صاحب کے صاحبزادوں میں سے ایک صاحبزادے قمر الاسلام حضرت علامہ سے درس بھی

لیتے رہے۔ یہ صاحبزادہ صاحب شاہدرہ میں مقیم تھے۔حضرت علامہ کالا دیو دربار میں عرس تشریف میں عموماً شرکت کرتے اور اپنے ہمراہ احباب کو بھی لے کر جاتے۔شیخ منظور عظیم اوران کے والد سردار محمد بھی ان میں سے تھے۔سردار محمد صاحب جناب حاجی پیر کے مرید ہوئے۔ان کے انتقال پر حاجی پیر صاحب نے ہی بڈھن شاہ قبرستان لاہور کی جنازہ گاہ میں جنازہ بھی پڑھایا۔ یہ تعلق اور اعزاز حضرت علامہ کی معرفت اور وسیلہ سے ہی تھا۔

جامع مسجد رحمۃ للعالمین میں امامت:

1988ء میں حضرت علامہ جامع مسجد رحمۃ للعالمین کے امام اور خطیب ہوئے۔مسجد کے معمولات میں نماز یں پڑھانے کے علاوہ صبح فجر کے بعد ختم خواجگان کا اہتمام ہوتا اور بعد از عشاء بادام وں پر درود شریف پڑھا جاتا۔علامہ ان دونوں محافل میں خود شریک ہوتے کہ اس طریقہ کو مسجد میں انہوں نے ہی جاری کیا تھا۔محلے کے بچوں کو قرآن شریف بھی پڑھاتے۔ برادر عزیز سہیل بشیر نے ان سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا تھا۔

علامہ صبح یہاں سے جامعہ نظامیہ تشریف لے جاتے اور پڑھانے کے بعد ظہر کی نماز سے کچھ پہلے مسجد واپس تشریف لے آتے۔مسجد کی خدمت کرنے میں کبھی پیچھے نہ ہٹتے۔اہل محلہ آپ کے کردار اور خدمت کی بنا پر آپ کی بہت تکریم کرتے۔

سید دانیال احمد نے بتایا کہ ایک روز میں مسجد میں ظہر کی اذان سے پہلے مسجد پہنچا تو دیکھا علامہ مسجد میں جھاڑو دے رہے ہیں میں نے گزارش کی کہ آپ رہنے دیں میں کرتا ہوں تو نہ مانے میں نے آخر کار ایک دوسری جانب جھاڑو لے کر صفائی میں شامل ہوا۔کچھ ہی دیر میں کمر نے جواب دے دیا کہ اس کی عادت نہ تھی تو علامہ نے اس بات کو جان لیا اور فرمایا آپ اذان پڑھیں یہ کام رہنے دیں۔

جب حضرت شاہ ابو المعالی قادریؒ کی خانقاہ کی مسجد میں اوقاف کی جانب سے خطیب مقرر ہوئے تو جمعہ کی تقریر 12:40 سے 1:10 تک جامع مسجد رحمۃ للعالمین میں فرماتے اور پھر حضرت شاہ ابو المعالی پہنچ کر وہاں تقریر وخطبہ کے بعد نماز پڑھاتے۔یہی طریقہ حضرت پیر مکیؒ کی مسجد میں بھی دوران خطابت و امامت جاری رہا۔

2002ء میں مسجد رحمۃ للعالمین سے متصل پلاٹ خرید کر وہاں مدرسہ ابوذر غفاری کی بنیاد رکھی۔مفتی عبد القیوم ہزارویؒ نے افتتاح کیا۔

مشائخ سے عقیدت:

اپنے اساتذہ کا بہت ادب فرماتے تھے ایک روز جامع مسجد رحمۃ للعالمین میں جلسہ تھا۔علامہ موجود تھے دستار ہمیشہ کی طرح سر کی زینت تھی۔کچھ دیر میں آپ کے استاذ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب تشریف لے آئے۔استقبال کیا اور بعد ازاں اوپر اپنی رہائش میں تشریف لے گئے اور عمامہ شریف اتار کر ٹوپی سر پر رکھی اور واپس محفل میں آموجود ہوئے،ایسا اپنے استاد کی تعظیم میں کیا۔عمرہ کے لئے جب حرم پاک میں تھے تو اپنے مشائخ اور اکابرین علماء کی نیت سے طواف کئے۔ حضرت پیر کرم شاہ صاحب کا خیال ذہن میں آیا لیکن طواف نہ کیا رات کو ہی خواب میں پیر کرم شاہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا:

''مولانا دین کی ہم نے بھی بہت خدمت کی ہے''۔ اس پر اگلے روز حرم میں پیر کرم شاہ صاحب کی نیت سے بھی طواف کیا۔ یہ واقعہ مسکراتے ہوئے سنایا۔ حضرت توکل شاہ انبالوی ؒ سے بہت عقیدت تھی۔ ایک روز ذکر کیا کہ میں رات کو جب کسی جگہ تقریر وغیرہ کے لئے جاتا تو گھر کے بارے میں پریشان ہوتا کہ میرے بچے چھوٹے تھے، تو ایک رات حضرت توکل شاہ صاحب ؒ نے یہ کہہ کر دلجوئی فرمائی کہ جب آپ نہیں ہوتے تو ہم خیال رکھتے ہیں، پریشان نہ ہوں۔ علامہ اپنے قریبی احباب کو بتاتے کہ جس کسی کے گھر میں اثر وغیرہ یا کوئی مسئلہ ہو وہ حضرت سائیں جی یعنی حضرت توکل شاہ صاحب کے ختم کا اہتمام کرلے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اپنے مشائخ کے دربار کے علاوہ حضرت داتا صاحب کبھی کبھی حاضری دیتے۔ حضرت غازی علم دین شہید کے عرس میں ہر سال شرکت فرماتے۔ اس عرس کی تقریبات کو بڑھانے میں بھی انہوں نے کردار ادا کیا، خود تقریر بھی فرماتے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار نیازی کے کردار سے بہت متاثر تھے۔ دونوں کا ذکر بہت عقیدت سے کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی سے بھی تعلق تھا۔ کبھی کبھی ملنے بھی آتے تھے۔

میجر امیر افضل خان صاحب سے تعلق:

حضرت علامہ اور میجر امیر افضل ایک دوسرے کے معترف تھے۔ راقم کو حضرت علامہ نے سید دانیال احمد کے ذریعے میجر امیر افضل خان صاحب سے ملاقات کی تاکید کی۔ دانیال صاحب اور ہم میجر امیر افضل صاحب کے گھر ذیشان کالونی، قاب لائنز راولپنڈی گئے۔ میجر امیر افضل صاحب سے پہلی ملاقات علامہ کی ہدایت پر ہی تھی۔ میجر امیر افضل صاحب کا مضمون نوائے وقت میں ایک عرصہ آتا رہا جس کا عنوان تھا ''پاکستان اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے''۔ میجر امیر افضل کی کتابوں میں ''حضور پاک کا جمال و جلال'' بہت مقبول ہوئی۔ میجر صاحب اور حضرت علامہ کی طبیعت ملتی تھی۔ دونوں حضور پاک کے عاشق اور گستاخوں کے لئے اکابرین اسلام سا دوٹوک مؤقف رکھتے تھے۔ قادیانیوں کے بارے دونوں کی خصوصاً رائے یہ تھی کہ یہ ایک نظریہ نہیں بلکہ سازش ہے۔ میجر صاحب کی طرف سے کتب حضرت علامہ کو جاتیں اور علامہ کی جناب سے ماہنامہ العاقب ان کو ارسال کیا جاتا۔ ماہنامہ العاقب میں میجر امیر افضل صاحب کے چند مضامین بھی شائع ہوئے۔ اپریل ۲۰۱۶ء میں علامہ نے فون پر راقم کو میجر صاحب کا انٹرویو ریکارڈ کرنے کی تاکید کی۔ انٹرویو کے تکنیکی انتظامات میں کچھ وقت لگا اور انٹرویو کے طے شدہ دن سے دو روز قبل ۱۲ مئی ۲۰۱۶ء میجر صاحب انتقال فرما گئے۔

حضرت علامہ سے خط و کتابت اور العاقب:

ملاقاتیں تو چند ہی ہوئیں جو شاید 8 سے 10 ہوں گی، لیکن خط و کتابت علامہ سے بہت عرصہ رہی۔ میں ماہنامہ العاقب کے تقریباً ہر شمارہ پر اپنا تبصرہ اور رائے مع تجاویز لکھ کر بھیجتا رہا۔ علامہ ان تجاویز کو سراہتے اور چند تجاویز کو قبول بھی فرماتے۔ علامہ کے شاگرد وحید نور اس کے ایڈیٹر تھے۔ علامہ خطوط کا جواب کبھی فون پر ورنہ ملاقات پر دیتے۔ ایوان اقبال میں تین سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد، علامہ کے کارناموں میں سے ہے جس میں علامہ نے اہل سنت کی تمام قیادت کو جمع کیا اور ایسا بہت زمانے کے بعد ہوا تھا۔ فدایان ختم نبوت کے زیر اہتمام جہاں کانفرنس منعقد ہوئی اور العاقب جاری ہوا وہاں دیگر

کتب بھی شائع ہوئیں جن میں مولانا انوار اللہ خان صاحب حیدرآبادخلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی کتاب "انوار احمدی" بھی شامل تھی ۔ یہ کتاب علامہ کو بہت پسند تھی ۔ العاقب نے ایک خاص نمبر بنام "1857 کی جنگ آزادی اور علامہ فضل حق خیر آبادی" بھی طبع کروایا تھا ۔ یہ ایک تاریخی کام تھا ۔ اس کی ایک کاپی میں حضرت مولانا عبدالرزاق بھترالویؒ صاحب کے پاس لے گیا تھا ۔ بعدازاں انہوں نے پڑھ کر اتنا پسند کیا کہ مجھے اس پر تعریفی کلمات لکھ کر دیئے کہ میں علامہ کو پہنچاؤں ۔ میں نے بذریعہ ڈاک وہ تبصرہ روانہ کیا تھا ۔ افسوس کہ اس کی کاپی میرے پاس موجود نہیں ہے ۔

رہن سہن:

علامہ اخباروں میں نوائے وقت شوق سے پڑھتے تھے ۔ شروع سے آخر تک تمام خبریں پڑھتے کوئی بھی کام سرسری کرنے کے عادی نہ تھے ۔ علامہ اپنے لباس میں سادہ لیکن صاف ستھرے تھے ۔ طبیعت میں نفاست شروع سے تھی ۔ لین دین کے کھرے، معاملات میں صاف، کھانے پینے میں ہر چیز کھالیتے تھے کبھی گلہ نہ کرتے ، کبھی کسی خاص سبزی یا دال کو ناپسند نہ کرتے تھے ۔ چنے اور چاول شوق سے کھاتے تھے ۔ شہد رغبت سے استعمال کرتے کہ اس کا ذکر قرآن میں ہے ۔

حادثہ اور معذوری:

جمعرات 9 جولائی 2009ء صبح 6 بجے موٹر وے سے اتر کر بلکسر انٹرچینج کے قریب علامہ کی گاڑی کو حادثہ پیش آیا ۔ آپ کو اسلام آباد پمز ہسپتال لایا گیا ۔ جائے وقوعہ سے اسلام آباد آنے میں چند گھنٹے لگے ۔ خبر ملنے پر راقم بھی بینک سے چھٹی لے کر پمز ہسپتال ایمرجنسی وارڈ میں پہنچا ۔ نہایت تکلیف کے باوجود علامہ کی زبان پر شکوہ شکایت نہ تھی بلکہ آنے والوں کا شکریہ ادا کرتے رہے ۔ پنڈی کے چند علماء ان کی تیمارداری کو آئے کھڑے تھے ۔ اس دور میں علامہ آخر وقت کی طرح مشہور نہ تھے ۔ راقم نے ایمرجنسی میں علامہ کی طرف ڈاکٹروں کی عدم توجہی محسوس کی تو ایک ڈاکٹر کو آواز دے کر بلایا ۔ راقم کے دفتری لباس سے ڈاکٹر خدا معلوم کیا سمجھا ۔ بہر حال فوراً آیا اور مجھے تفصیلی اور تکنیکی طور پر ان کے بارے میں بتانے لگا ۔ علامہ یہ سب دیکھ رہے تھے ۔ چند ماہ بعد جب ان کی رہائش گاہ پر ملاقات ہوئی تو علامہ نے وہاں موجود لوگوں کو یہ منظر سنایا جو میرے لیے اب علامہ کی خاص یاد ہوگیا ۔ علامہ میرے ڈاکٹر کو آواز دے کر بلانے اور پوری رپورٹ معلوم کرنے پر محظوظ ہوئے تھے ۔ پمز میں آپریشن کی تاریخ چند روز بعد کی مل رہی تھی لہٰذا اہل علاقہ کے مشورہ کے بعد مولانا کو لاہور منتقل کرنے کا فیصلہ ہوا کہ وہاں ڈاکٹروں کی ٹیم آپریشن کے لئے تیار تھی ۔ علامہ کی شناسائی اور حلقہ بھی وہاں ہی تھا ۔ سو اُس دن دوپہر کو علامہ بذریعہ ایمبولنس لاہور گئے جہاں آپریشن ہوا ۔ بعدازآپریشن حضرت علامہ کا نچلا دھڑ اس قدر متاثر ہوا کہ حرکت نہ تھی ۔ ویل چیئر پر آنا پڑا، چند ماہ نہایت اضطراب میں گزارے ۔ خیر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہیل چیئر کے ساتھ ہی دوبارہ زندگی کے معاملات چلانے لگے ۔ مدرسہ بھی پڑھانے جاتے اور پھر تقاریر کے لیے بھی رات کو تشریف لے جاتے ۔

عزم و استقلال:

ملعون سلمان تاثیر کے قتل کے بعد ان کی تحریک پُر زور تھی ۔ ناموس رسالت کے تحفظ پر عملی محنت کا ایک نیا دور

یہاں سے شروع ہوا اور پھر تادم آخر جاری رہا۔ ان تمام مہینوں اور سالوں میں کبھی سفر میں تکلیف کی شکایت نہ کی۔ حکمرانوں کے ظلم وستم یہاں تک کہ قید کی صعوبت اٹھائی لیکن حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ انہوں نے ''انہیں جانا، انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام'' کو عملی صورت میں قوم اور ملت کو دکھایا اور ثابت قدم رہے۔ انتقال سے چند روز قبل آخری دھرنا جو اسلام آباد میں ہوا، اُس میں دوران علالت ہی شرکت کی۔ بوجہ علالت شرکت سے گریز نہ کیا۔

وصال اور تدفین:

دھرنے کے اختتام کے چند روز بعد 19 نومبر 2020ء تقریباً ساڑھے آٹھ سے پونے نو بجے کے درمیان اپنی رہائش گاہ پر وصال فرمایا۔ صاحبزادہ سعد صاحب پہلے شیخ زید ہسپتال اور پھر فاروق ہسپتال، اقبال ٹاؤن لے کر گئے، دونوں جگہ سے ایک ہی جواب ملا۔ اہل خانہ کے مشورہ کے مطابق مسجد سے متصل مدرسہ کے ایک کمرہ میں حضرت علامہ کی جائے تدفین کا فیصلہ ہوا۔ چند مقتدر افراد نے کسی کھلی جگہ پر تدفین کی رائے دی اور اس پر زور بھی دیا۔ لیکن تمام نے اہل خانہ کی رائے کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ قبر کی تیاری میں منظور عظیم اور شہر یار صاحب نے نگرانی کی اور معاملات دیکھے۔ کفن کا کپڑا منظور عظیم لائے، تدفین کے لیے لکڑی کا صندوق ذیشان بٹ صاحب نے تیار کروایا اور فاروق الحسن صاحب سمیت دیگر کچھ افراد نے اپنا اپنا حصہ ڈالا۔ قبر کے اندر سرہانے کی طرف جو پتھر نصب کیے گئے ان تمام پر نصب کرنے سے پہلے سورہ یٰسین تلاوت کی گئی تھی۔ 21 نومبر کو مینار پاکستان تقریباً ایک بج کر تیس منٹ پر جنازہ ہوا۔ راقم اور برادرم ذیشان علی نے راولپنڈی سے اور سید دانیال احمد کھیوڑہ سے لاہور پہنچ کر اکٹھے جنازہ میں شرکت کی۔ ایسا جنازہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وتعز من تشاء وتزل من تشاء۔

میں بعد از نماز مغرب علامہ کی قبر پر حاضر ہوا تو ایک بات یاد آئی۔ جو اس مضمون کا اختتامیہ بھی ہے۔ جب جامع مسجد رحمۃ للعالمین کی تعمیر نو ہوئی تو خوبصورت محرابیں اور ستون دیکھنے کو ملے۔ میں لاہور آیا مسجد دیکھی تو دل خوش ہوا، یوں معلوم ہوا جیسے کوئی خانقاہ ہے اور دل نے پوچھا خانقاہ تو ہے، مزار کہاں ہے؟ یہ بات بعد میں علامہ کو خط میں بھی لکھی، جس کا انہوں نے لطف لیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را





تیسرا باب

مکالمات

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت ابر کرم، یاداشتوں کی روشنی میں

مفتی کامران مسعود رضوی (ایم فل ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا)

استاذی الکریم امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم پر ابرِ کرم بن کر برسے ۔ اپنے متعلقین و متوسلین پر شفقت ومحنت کا معاملہ فرماتے ۔ بظاہر سخت مزاج نظر آنے حلقہ یاراں پر ریشم کی طرح نرم تھے ۔ البتہ ان کی سختی اور مزاج میں شدت فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی کے لیے تھی ۔ جو بھی ان سے ملتا، مجلتوں، چاہتوں سے دامن دل کو بھر کرلے جاتا پھر ہمیشہ جستجوئے ملاقات میں لگا رہتا ۔ خاص طور پر اپنے شاگردوں پر بے حد مشفق ومہربان تھے ۔ اس محبت و الفت سے علم ومعرفت کے جام پلائے کہ یارانِ وفا کو مست و بے خود کردیا ۔ چند یادیں نظرِ قارئین ہیں ۔

ایک دفعہ دورانِ درس ہم نے حیرت سے پوچھا:

"استاذ جی آپ حافظہ کے لیے کون سا ٹانک استعمال فرماتے ہیں کہ آج تک آپ کو نہ قرآن کی تلاوت میں متشابہ لگا، نہ حدیثِ رسول ﷺ کی قرأت میں کوئی رکاوٹ ہوئی ۔ یہی حال، کلامِ اعلیٰ حضرت، کلام اقبال، کلام جامی، سعدی وغیرہ کا ہے ۔ کوئی نسخہ ہمیں بھی بتائیے؟ ۔ آپ فرمانے لگے: "میں بدنگاہی نہیں کرتا" ۔ پھر وعظ ونصیحت فرمائی: "اپنی نگاہوں کی حفاظت کیا کریں ۔ بازار میں ضرورت کے مطابق اور نگاہیں جھکا کر جایا کریں ۔ بدنگاہی، حافظہ اور ایمان وحیاء کو کھا جاتی ہے" ۔

اور فرمایا:

"میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوں کہ جو قرآن کی کثرت سے تلاوت کرتا ہے اس کا قوتِ حافظہ مضبوط ہو جاتا ہے" ۔

ایک مرتبہ جیسے ہی آپ کے پاس ہمارے سبق کا وقت ہوا، حاضرِ خدمت ہوگئے ۔ دیکھتے ہی فوراً جلال میں مجھے اور میرے ہم جماعت مولانا عبدالرحمن جامی صاحب کو کھڑے ہونے کا حکم دیا ۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی اور سوچنے لگے اللہ خیر کرے ہم سے ایسی کون سی خطا ہوگئی کہ استاذ جی کے جلال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ۔ فرمانے لگے: "تم دین کے طالبِ علم ہو تمہاری چال ڈھال اور کردار دوسروں کے لیے عملی نمونہ ہونا چاہیے، کیونکہ کل تم نے علماء بن کر امت کی رہبری کرنی ہے ۔ بازاروں میں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چلنا ایک دینی طالبِ علم کی شان کے خلاف ہے" ۔

ہمیں فوراً احساس ہوا کہ صبح ہم دونوں دوست ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے رستے سے گزرے تھے ۔ جسے ہم نے معمولی بات سمجھا تھا ۔ اب احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کھرا رہنما عطا فرمایا ہے جو ہمارے کردار میں ذرا بھی کجی اور میل نہیں دیکھنا چاہتا ۔ آج جو رب تعالیٰ نے معاشرہ میں عظمتوں کے تاج ہمارے سروں پر سجائے وہ اسی ڈانٹ ڈپٹ اور رہبری کا ثمرہ ہے ۔

ایک دن فرمانے لگے: "ہماری زبانوں پر کلمہ حق ویسے ہی جاری نہیں ہوتا اس کے لیے جرات کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمیں ہمارے استاذ مفتی اعظم پاکستان مفتی عبدالقیوم قادری ہزاروی رحمہ اللہ نے جرأت وغیرت کا سبق بھی پڑھایا تھا" ۔ پھر مفتی اعظم

پاکستان رحمہ اللہ کے درسِ حمیت وغیرت کی ایک جھلک ہمارے سامنے رکھی اور فرمانے لگے:"حکومتی کارندے میری حق گوئی اور بے باکی کی شکایت لے کر جامعہ نظامیہ رضویہ میں مفتی اعظم پاکستان رحمہ اللہ کے پاس آئے۔مجھے بھی مفتی صاحب رحمہ اللہ کے دفتر میں حاضر ہونے کا حکم ہوا۔پولیس افسران نے مجھے سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔اور کہا کہ اگر انہوں نے (امیر المجاہدین رحمہ اللہ) آئندہ حکومتی معاملات کو تنقید کا نشانہ بنایا تو ہم ان کے خلاف سخت کارروائی کریں گے۔بس یہ سننا تھا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ جلال میں آگئے،فرمانے لگے:"تم ہوتے کون ہو؟۔جس نے خادم حسین رضوی کی طرف ہاتھ اٹھایا میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔پولیس افسران یہ سن کر دم بخود ہو گئے"۔پھر فرمانے لگے:"جب پولیس افسران جا چکے تو استاذ شاگرد آمنے سامنے آگئے۔ڈانٹ کر(1) فرمانے لگے:"کچھ خیال رکھا کرو!۔

ہماری جماعت کے ایک دوست نے استاذی الکریم کا خطاب اپنی مسجد میں استاذ صاحب سے وقت لے کر رکھا۔محفل کا اشتہار بنا کر کلاس میں لے آئے۔استاذ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے رکھ دیا۔استاذ صاحب رحمہ اللہ نے اشتہار پر نظر ڈالی جس پر جلی حروف میں استاذ صاحب کے نام گرامی کے ساتھ" پاسبانِ مسلک ِرضا" اور دیگر القابات لکھے ہوئے تھے۔بلا شک وشبہ ان القابات کے استاذی الکریم رحمہ اللہ مستحق تھے۔باوجود اس کے فرمانے لگے:" جن القابات کا میں مستحق نہیں ہوں میرے نام کے ساتھ نہ لگایا کریں۔میری کیا اوقات کہ میں" پاسبانِ مسلکِ رضا" ہوں۔ہاں میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کریں۔اللہ کے فضل سے مجھے قرآن یاد ہے"۔ہمارے ساتھی نے پھر پوچھا:" استاذ جی کھانے میں کیا پسند فرمائیں گے؟" آپ فرمانے لگے:" میرے لیے دال پکا دینا،وہ شیور مرغا نہ پکانا۔جن کے باپ کا نہ ماں کا پتا،اسے کھا کر انسان بے غیرت ہی بنے گا۔زبان سے پھر حق بات نہیں نکلے گی"۔پنجابی شعر کا ایک مصرعہ پڑھا:

اس بے غیرتی دے مرغے نالوں ساگ سروں دا چنگا

14 فروری 2006ء کے احتجاج میں سینکڑوں عشاقانِ مصطفےٰ ﷺ پابندِ سلاسل ہوئے۔مجھ ناچیز کو ان ایام میں چھیانوے دن کوٹ لکھپت جیل میں گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی۔اسی جیل میں تحفظِ ناموسِ رسالت محاذ کے قائدین میں سے امیر المجاہدین رحمہ اللہ بھی پس زنداں تھے۔میری ملاقات آئی تھی لہذا میں اپنی بیرک سے ملاقاتی شیڈ کی طرف جا رہا تھا۔گول چوک کے ساتھ والی بیرک کی بالائی منزل کی گیلری میں استاذنا الکریم رحمہ اللہ تشریف فرما تھے۔دیکھ کر مسکرائے،تسلی دی اور فرمانے لگے:"مولانا پریشان تو نہیں ہوئے؟" میں نے عرض کی:"نہیں استاذ جی آپ کی بس دعا چاہیے ہم تو ڈٹے ہوئے ہیں اور بہت خوش ہیں"۔فرمانے لگے:" جن کی خاطر جیل میں آئے ہو وہ مالک دیکھ رہے ہیں"۔اس بات کا اس قدر روحانی اثر ہوا کہ چھیانوے دن گزر گئے الحمد للہ غم اور شکوہ وشکایت میرے احساس تک کو نہ چھو سکے۔مجھ ناچیز پر ہمیشہ خصوصی شفقت فرمائی مجھے "مجاہدِ ملتِ اسلامیہ" کہہ کر پکارتے تھے۔آپ کی شفقت ومحبت سے اس وقت سے وافر حصہ ملنے لگا جب سے چھیانوے دن اسیرِ

ناموسِ رسالت بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ کلاس میں بھی اپنے بائیں جانب بٹھاتے۔ میری جگہ کوئی دوسرا بیٹھ جاتا تو سختی سے منع فرما دیتے۔ اور فرماتے: "یہ جگہ مجاہدِ ملتِ اسلامیہ کے لیے ہے"۔

اکثر مسلمانوں کی سیاسی بے اعتدالیوں اور ملی انحطاط پر کڑھتے۔ ایک روز جب ایک دوست نے کلاس میں استاذ صاحب کو بتایا کہ گنبدِ حضریٰ کے سائے تلے چند دعوتِ اسلامی کے بھائیوں نے صلوۃ و سلام پڑھا ہے۔ تو فرمانے لگے: "ایک وہ دن ضرور آئے گا جب ہم "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" گنبدِ خضریٰ کے سائے تلے بغیر کسی رکاوٹ کے پڑھیں گے۔ میری طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے: "نظامِ خلافت قائم ہوگا اور ضرور ہوگا۔ میں سچی بات کہہ رہا ہوں، یہ مولانا (کامران مسعود) گورنرِ مدینہ ہوں گے"۔ اس بات پر کہ میں گورنرِ مدینہ ہوں گا۔ سب کلاس فیلو ہنسنے لگے۔ اس پر فرمانے لگے اور جھلیو! یہ ہنسنے والی بات نہیں ہے وہ وقت ضرور آئے گا۔ اور یہ مولانا (کامران مسعود) گورنرِ مدینہ ہوں گے۔ ناامید کیوں ہوتے ہو! گورنرِ مدینہ عالم نہیں ہوگا تو اور کون ہوگا؟"

شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ سے بے حد متاثر تھے۔ اکثر ان کا ذکرِ خیر کیا کرتے تھے۔ نورانی صاحب رحمہ اللہ کی اچانک موت نے آپ کو مغموم کر دیا۔ کلاس میں بھی اداس رہتے اور فرماتے: "لاؤ اب نورانی جیسا مردِ قلندر! جب تک وہ زندہ تھے ہمارے لوگ ان پر اعتراض ہی کرتے رہے۔ اب وہ شخص چلا گیا ہے۔ اب ان کی سیاسی بصیرت کی اہمیت اور ضرورت کا احساس ہوگا۔ لیکن ان جیسا اب نہیں ملے گا"۔ پھر ایک شعر کا مصرعہ پڑھا:

گل گئے، گلشن گئے، جنگلی دھتورے رہ گئے

ایک دن میں نے عرض کیا: "استاذ صاحب ہماری رہنمائی فرمائیں اور ہمیں سیاسی پلیٹ فارم مہیا فرمائیں۔ ہم حاضر ہیں ہم سے کام لیں۔ اس پر استاذ صاحب رحمہ اللہ کچھ اداس ہو گئے کہ ہماری نوجوان نسل کے پاس موثر اور مضبوط سیاسی پلیٹ فارم موجود نہیں ہے۔ ہماری سیاسی کوتاہیوں کی وجہ سے آج اسلام بیزار اور بے دین قوتیں اہلِ حق کے لیے وبالِ جان بن چکی ہیں۔

کوئی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بغیر کھائے پیئے جا نہیں سکتا تھا۔ پیر مکی رحمہ اللہ کی مسجد میں آپ جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ میں جمعہ کے لیے حاضر ہوتا۔ صلوۃ و سلام کے بعد آپ تمام شرکاء صلوۃ و سلام کو کچھ شیرینی ضرور پیش کرتے۔ ایک دن جمعہ کے بعد صلوۃ و سلام اور دست بوسی کے فوراً بعد میں مسجد سے باہر نکل آیا میں ابھی مسجد کی گلی میں تھا کہ ایک لڑکا ننگے پاؤں میرے پیچھے بھاگتا ہوا آیا اور مجھے آواز دی "مولانا آپ کو استاذ جی بلا رہے ہیں"۔ میں گھبرا گیا اور فوراً حاضرِ خدمت ہوگیا۔ دیکھتے ہی جلال (جو درحقیقت پیار تھا) سے فرمانے لگے: "مولانا! کیوں آئے ہو؟" میں نے عرض کیا: "زیارت کے لیے حاضر ہوا تھا"۔ فرمانے لگے: "کس کی اجازت سے واپس جا رہے ہو؟" عرض کیا: "غلطی کی معافی چاہتا ہوں" خادم سے فرمایا: "مولانا

کے لیے دودھ سوڈا لاؤ" میں بیٹھ گیا۔ دودھ سوڈا لایا گیا۔ استاذ صاحب کے حکم پر نوش کیا۔ پھر فرمانے لگے:" جب آیا کرو تو کچھ کھائے پیے بغیر نہ جایا کرو"۔

جامعہ نظامیہ لاہور سے قصور جانے کے لیے چوک یتیم خانہ، ہمراہ دو ساتھیوں (مولانا طالب حسین واہا اور مولانا شاہد عطاری) کے پہنچے تو استاذ صاحب ایک دکان پر تشریف فرما تھے۔ ہم جلدی میں تھے لیکن استاذ صاحب کی قدم بوسی کے لیے دکان میں استاذ صاحب کے پاس حاضر ہو گئے قدم بوسی سے شرف یابی ہوئی تو فرمانے لگے (میری جانب اشارہ کر کے):" اس شیطان (یہ ایک پیار اور شفقت تھی) نے بتایا ہو گا کہ استاذ بیٹھے ہوئے ہیں"۔ پھر فرمایا:" بیٹھو، اب چائے پی کر جانا"۔ ہم نے عرض کی استاذ صاحب ہم نے قصور جانا ہے۔ شام ہو چکی گاڑی نکل جائے گی۔ اجازت عطا فرمائیں"۔ آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ساٹھ روپے نکال کر میرے ہاتھ میں رکھتے ہوئے فرمایا:" یہ لے لو اور جاؤ! جہاں گاڑی رکے چائے پی لینا"۔

ایک دفعہ کلاس میں مولانا عاشق حسین صاحب کو کھڑا ہونے کا حکم فرمایا، ان پر بھی کلاس میں اکثر نوازشات فرماتے رہتے تھے۔ جب مولانا عاشق صاحب حکم کی تعمیل کے لیے سیدھے کھڑے ہو گئے تو ان کے پیٹ پر چھوٹے سے ڈنڈے پچو کے لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا:" طالبِ علم کا پیٹ کیسے بڑھ سکتا ہے؟۔۔۔ تم طالبِ علم ہو؟ علم کی طلب میں تو جسم کباب بن جاتا ہے۔ جسے علمِ دین کا شوق نصیب ہو جاتا ہے، اس کا جسم کم اور روحانی طاقت زیادہ ہو جاتی ہے۔ جو کھا کر میٹھی نیند سو جائے اسے طالبِ علم کیسے کہا جا سکتا ہے۔ موٹا عالم اللہ کو پسند نہیں ہے۔ موٹا ہونا سستی اور کاہلی کی علامت ہے"۔ پھر ایک شعر پڑھا:

رات پوے تے بے درداں نوں نیند پیاری آوے
درد منداں نوں یاد سجن دی ستیاں آن جگاوے

ایک دفعہ کلاس میں امامِ اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے مجموعہ کلام" حدائق بخشش" میں سے ایک شعر پڑھا:

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

ہمارے چہروں پر ایک نظر ڈالی اور وجدانی کیفیت میں فرمایا:" تمھیں کیا معلوم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کیا فرما گئے ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ شعر میں پتھروں کو سناتا تو پتھر بھی وجد میں آجاتے اور وہ بھی ناچنے لگتے"۔

اس سے اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت سے آپ کی محبت اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

ایک مرتبہ کلاس میں فرمانے لگے:" اہلِ سنت کی علامت بتاؤ؟۔ تو ہم میں سے کچھ خاموش رہے، کچھ نے اپنے اعتبار سے دورِ رواں میں علاماتِ اہل سنت بتانے کی کوشش کی، ہماری بچگانہ گفتگو سننے کے بعد ارشاد فرمایا:" امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت

علیہ الرحمہ نے دین کی جو تشریحات فرمائی ہیں ان کو من و عن حق مان لینا اور ان پر عمل کرنا میرے خیال میں اہلِ حق اہلِ سنت کی یہی علامت ہے۔ جو ان علامات کے ماننے میں پس و پیش سے کام لے سمجھ لو کہ ان کا اہلِ سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔

ایک دفعہ استاذ صاحب رحمہ اللہ کلاس میں تشریف لائے۔ آپ کے دستِ مبارک میں '' انوارِ احمدی ﷺ '' تھی۔ فرمانے لگے: '' سیرت رسول ﷺ پر بہت اعلیٰ پائے کی کتاب ہے اس کتاب کے مطالعہ سے محبت و عشقِ رسول ﷺ میں اضافہ ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ میں (راقم الحروف) نے کتاب پر حسرت سے نگاہیں جما کر عرض کیا۔ کاش ہم بھی خرید سکتے۔ ظاہر ہے ایک طالبِ علم کے پاس محدود خرچ ہوتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے نگاہِ شفقت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا: '' مولانا پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ دل میں علم کی تڑپ اور شوق ہوگا تو اس سے بھی بڑی بڑی کتابیں آپ کے ہاتھوں میں ہوں گی''۔

الحمد للہ استاذِ محترم رحمہ اللہ کی تربیت اور دعا کی برکت سے آج کتابوں کا ایک وسیع ذخیرہ میرے ہاتھوں میں ہے۔

ہمارے دورِ طالبِ علمی میں ہی، آپ رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تصنیفِ لطیف تعلیلا تِ خادمیہ کی تکمیل فرمائی۔ جب کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر بازار میں آ گئی تو کتابِ مستطاب نے بازار میں آتے ہی شہرتِ عام حاصل کر لی۔ ان ہی ایام میں استاذی الکریم رحمہ اللہ معمول کے مطابق ہمیں سبق پڑھا چکے تو ہم کمرہ جماعت سے نکل کر نیچے والی منزل میں آ گئے۔ ایک طالبِ علم میرے پیچھے پیچھے جلدی سے آیا اور کہنے لگا: '' آپ کو استاذ جی یاد فرما رہے ہیں''۔ میں جلدی سے حاضرِ خدمت ہو گیا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا: '' مولانا! تعلیلا تِ خادمیہ خرید لی ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں استاذ صاحب ابھی نہیں خریدی، ان شاء اللہ خرید لوں گا''۔ فرمانے لگے: '' آپ نے بازار سے نہیں خریدنی۔ میں دوں گا''۔ یوں آپ ہمیشہ ابرِ کرم بن کر بے حساب برسے۔ اپنے شاگردوں پر بظاہر شدت و سختی درحقیقت شفقت و محبت تھی۔

ہماری کلاس کے رفیق، مولانا حماد سعید سعیدی پر کلاس میں جلالی شفقت فرمائی اور ان کو کلاس سے باہر نکال دیا۔ اور فرمایا: '' میرے سامنے آنے کی جرأت نہ کرنا''۔ ناراضی کی وجہ یہ بنی کہ مولانا حماد سعید صاحب اس دن کاٹن کے مایہ لگے کپڑے زیبِ تن کر کے کلاس میں آ گئے۔ استاذی الکریم کو یہ روش سخت ناپسند آئی اور ارشاد فرمایا: '' تم کاٹن کے اکڑے ہوئے کپڑے پہن کر جامعہ میں آ گئے ہو تمہیں نہیں معلوم کہ یہاں غریب طلباء پڑھتے ہیں جو اچھے کپڑے بھی نہیں پہن سکتے۔ تمہارے کاٹن کے کپڑے دیکھ کر وہ طلباء احساسِ کمتری کا شکار ہوں گے۔ اور ویسے بھی یہ غرور و تکبر کی علامت ہے۔ غرور و تکبر شیطان کا شیوہ ہے''۔ بس اسی وجہ سے سخت سرزنش فرماتے ہوئے کلاس سے باہر نکال دیا۔ مولانا حماد سعید سعیدی صاحب تعمیل حکم کے لیے کلاس سے نکل گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک طالبِ علم سے فرمایا: '' جاؤ جا کر دیکھو کہیں سچ مچ میں چلا ہی نہ جائے۔ جاؤ اسے واپس بلا لاؤ''۔ مولانا حماد سعید سعیدی صاحب نے بھی سعادت مندوں میں اپنا نام لکھوایا۔ تعمیل حکم فرماتے ہوئے، کمرہ جماعت سے باہر تو چلے گئے لیکن درِ یار کو بھی نہ چھوڑا۔ باہر جا کر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ باریابی دربار کی خوشخبری پاتے ہی حاضرِ خدمت ہو کر قدم بوسی

کی سعادت حاصل کی۔آپ رحمہ اللہ نے کمال شفقت فرمائی۔فرمایا:'' ڈانٹنا اس لیے ہوں کہ کہیں تمہارا نفس پھول کر بگڑ نہ جائے، تم اپنے آپ کو کچھ سمجھ نہ بیٹھو، اور تم ہمیشہ سیدھے رہو۔جب ایک باپ اولاد کو پوچھنا چھوڑ دے تو اولاد تباہ و برباد ہو جاتی ہے''

2009ء میں استاذِ محترم رحمہ اللہ کے ہولناک کار حادثہ کی اطلاع جیسے ہی پہنچی، دل سخت رنجیدہ ہوا۔ چند دنوں بعد عازمِ سفر ہوا لیکن طبعی وجوہات کی بنا پر ملاقات وزیارت کا شرف حاصل نہ کر سکا۔واپس واہ کینٹ آ گیا۔کچھ دنوں بعد دوبارہ لاہور حاضر ہوا۔حسبِ سابق شرف ِزیارت سے محروم رہا۔اسی طرح تقریباً دو ماہ گزر گئے۔جب معلوم ہوا کہ قبلہ استاذی الکریم عام ملاقات کا شرف عطا فرما رہے ہیں۔حکیم ڈاکٹر ضیاء محمود قادری صاحب کے ہمراہ لاہور پہنچا، نمازِ عصر کے بعد ملاقات کا وقت مقرر تھا۔کافی احباب شوقِ ملاقات میں آپ کی مسجد رحمت للعالمین میں منتظر تھے۔ہم بھی دل تھام کے بیٹھ گئے۔ملاقات کے لیے بالائی منزل کا دروازہ کھلا، عام ملاقات کی صدا بلند ہوئی۔دل اس دم رنج وکلفت، شوقِ ملاقات کی ملی جلی کیفیات سے دوچار تھا۔ادب واحترام پر استاذی الکریم کے رعب وجلال کا غلبہ بھی ہو رہا تھا۔استاذ جی رحمہ اللہ کی ٹانگوں اور پاؤں کی سوجن دیکھ کر دل مزید رنجیدہ ہو گیا۔مزید برآں جلال میں میری جانب دیکھ کر ارشاد فرمایا:'' یہ کون ہے؟'' میں سمجھ گیا اس لیے بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ایک دوست کاشف قادری صاحب فرمانے لگے:'' یہ مفتی کامران مسعود رضوی صاحب ہیں۔واہ کینٹ سے تشریف لائے ہیں''۔فرمایا:'' تم کیا سمجھتے ہو میں تمھیں بھول گیا ہوں۔میری ہڈیاں ٹوٹی ہیں دماغ اور حافظہ سلامت ہے۔لوگ ابوظہبی سے بھی آ گئے تھے۔بتاؤ کیا واہ کینٹ ابوظہبی سے بھی زیادہ دور ہے؟۔بتاؤ کیوں نہیں آئے؟ پڑھ لکھ کر سمجھتے ہو ہمیں اساتذہ نے کیا پڑھایا، ہم تو پہلے ہی سے عالم فاضل تھے؟ (یہ سب آپ کی شفقت تھی)۔میں بدستور غلبہ جلال کی وجہ کی سے خاموش رہا کہ کاشف قادری صاحب نے پھر میری وکالت کرتے ہوئے عرض کیا:'' استاذ جی اس سے پہلے دو دفعہ یہ آئے تھے لیکن ملاقات ان کو نہ کرنے دی گئی۔اب تیسری دفعہ آ رہے ہیں فوراً جلال کی جگہ جمال کی کیفیات ظاہر ہوئیں اور تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا:''مفتی صاحب جو ہو گیا سو ہو گیا کوئی بات کریں''۔پھر شفقتوں اور محبتوں سے نوازا۔حال واحوال دریافت فرمائے۔میری درس وتدریس کی مصروفیات کا سن کر بہت خوش ہوئے پھر ماہنامہ'' العاقب'' عطا فرمایا۔تمام ملاقاتیوں کی ضیافت کی گئی۔آخر میں میری جانب اشارہ کر کے فرمایا:''مفتی صاحب دعا کریں''۔عرض کیا:'' آپ کے ہوتے ہوئے میں کیسے یہ جرأت کر سکتا ہوں'' فرمایا:'' آپ مسافر ہیں مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے''۔میں نے عرض کیا:'' آپ بیمار ہیں بیمار کی دعا جلد قبول ہوتی ہے''۔تو بازوؤں کو پھیلا کر مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:''کون کہتا ہے میں بیمار ہوں یہ دیکھو تر وتازہ ہوں۔بیمار کوئی ایسے ہوتے ہیں''۔الامر فوق الادب کے تحت میں نے دعا کی۔اس ملاقات میں بہت سارے دیگر ملفوظات بھی عطا ہوئے۔حکیم ڈاکٹر ضیاء محمود قادری صاحب آج بھی اس ملاقات کو یاد کر کے کہتے ہیں:'' میں نے اسلاف کے بارے میں فقط سنا اور کتابوں میں پڑھا تو تھا لیکن دیکھا پہلی دفعہ ہے۔ان کے پاس تو خدا یاد آتا ہے۔واقعی وہ ولی اللہ ہیں''۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔

امیر المجاہدین رحمہ اللہ اپنے شاگردوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ ہمیشہ اپنے شاگردوں کو یاد رکھا کرتے اور شفقت فرماتے تھے۔

لاہور کے ایک دوست سے میرا غائبانہ تعارف تھا وہ بھی ایک کتاب کے سلسلہ میں ان سے رابطہ ہوا۔ جب لاہور استاذی الکریم سے ملاقات کا ارادہ بنا تو ان سے بھی رابطہ ہوا اور میں نے ان کو بتایا کہ میں لاہور استاذی الکریم سے ملاقات کے لیے حاضر ہو رہا ہوں تو انھوں نے کہا: ''میں آپ کو خصوصی ملاقات کراؤں گا'' میں نے عرض کیا: ''جناب میں قبلہ امیر المجاہدین کا شاگرد ہوں''۔ آپ نے کوئی خصوصی والی بات وہاں نہیں کرنی۔ آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔ میں خود ہی حاضرِ خدمت ہو جاؤں گا''۔

جب لاہور جامع مسجد رحمۃ للعالمین رات عشاء کی نماز میں پہنچے تو سب سے آخری صف میں نماز پڑھنے کے بعد درودَ پاک کی معمول کے مطابق محفل اور پھر عام ملاقات تھی۔ قبلہ استاذی الکریم رحمہ اللہ محراب کے پاس جلوہ افروز تھے۔ جب مجھ ناچیز پر نظر اٹھی تو اشارہ سے پاس بلا لیا دست بوسی کی سعادت حاصل کی دریافت احوال کے بعد اپنے پاس بیٹھنے کا حکم فرمایا، استاذی الکریم کے حکم کے مطابق ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہی دوست جو فرما رہے تھے میں آپ کی امیر المجاہدین سے خصوصی ملاقات کراؤں گا تشریف لائے اور استاذی الکریم رحمہ اللہ کے پاس جا کر میرا تعارف کرانے لگے: ''کہ مفتی کامران مسعود رضوی صاحب ہیں۔ واہ کینٹ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں'' ۔ یہ سننا تھا کہ قبلہ امیر المجاہدین سخت جلال میں آگئے اور سخت الفاظ میں فرمایا کہ: ''تم کتنے بے وقوف ہو کہ میرے ہی شاگرد کا مجھے ہی تعارف کرا رہے ہو۔ کیا میں اب اپنے شاگردوں کو بھی نہیں پہچانوں گا'' وہ دوست شرمندہ ہوئے۔

جو جس بھی علاقے سے ملاقات کے لیے آتا اس علاقہ کے متعلقین ومتوسلین کا ان سے پوچھتے۔ کبھی کسی شاگرد اور خیر اندیش کو نہیں بھولے۔ جو ایک دفعہ بھی ان سے مل لیتا پھر ہمیشہ آپ کے حافظہ میں اس شخص کا نام، کام اور پتا محفوظ ہو جاتا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قبلہ استاذی الکریم رحمہ اللہ کی خواب میں کرم نوازی:

مقالہ ھذا کی تدوین کے دوران جمعۃ المبارک اور ہفتہ (25،26 دسمبر، 2020ء/ 9،10 جمادی اول، 1442ھ) کو مسلسل دو دن خواب میں تشریف لاتے رہے پہلے میں نے دیکھا کہ مجلہ الخاتم کے امیر المجاہدین نمبر میں لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ قبلہ امیر المجاہدین کسی جگہ خطاب فرما رہے تھے راقم امیر المجاہدین کے قدموں میں دم بخود بیٹھا تھا۔ دورانِ خطاب مجلہ الخاتم کے امیر المجاہدین نمبر کے بارے میں پر جلال لہجہ میں اپنی پنجابی زبان میں فرمایا: ''گلاں کر دے او! اے کم (مجلہ الخاتم کے امیر المجاہدین کی تدوین) میں خود کرا رہیاہاں'' دوسرے دن وہی منظر، وہی جلال، وہی

اندازخواب میں پھر دیکھتا ہوں لیکن اس دفعہ قبلہ امیر المجاہدین استاذی الکریم رحمہ اللہ کے مبارک ہاتھ میں راقم کے مقالات کا مسودہ تھا۔اور فضا میں اس مسودہ کو بلند کیا اور سب کو متوجہ کر کے ارشاد فرمایا:''اے کم میں خود کیتا اے'' (3) وللہ الحمد۔رحمہ اللہ تعالیٰ

خلاصہ بحث:

1۔آپ رحمہ اللہ کا حافظہ کمال کا تھا۔جس کا سبب آپ نے تقوی وطہارت اور قرآن کریم کی تلاوت کو قرار دیتے ہیں۔

2۔ہمیشہ اپنے شاگردوں کو تقوی،گناہوں سے اجتناب اور غرباء کو دلجوئی کی تعلیم ارشاد فرمائی۔

3۔آپ سے ملنے والے کو خدا یاد آتا۔

4۔طلباء میں شرعی واخلاقی کمزوری دیکھ کر اسی وقت اصلاح فرماتے اور ضرورت کے مطابق سختی بھی فرماتے۔

5۔ملاقاتیوں کو تحائف پیش کرتے اور تحائف اکثر کتب ورسائل کی صورت میں ہوتے۔

6۔اپنے شاگردوں سے بھی دعا کراتے۔

7۔بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی کبھی ہمت نہ ہارے۔ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

8۔اپنے شاگردوں میں خریداری کتب اور کتب بینی کا شوق پیدا فرماتے۔

9۔مہمان نواز تھے اور ہمیشہ ابرِ کرم بن کر برسے۔

10۔طبیعت کی سختی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی رضا کے لیے تھی۔

11-تربیت قول وفعل دونوں سے فرماتے۔

12۔ایمان وایقان کی اعلیٰ معیارات کے حامل تھے۔یہی درس امت کو بھی دیا۔

حواشی:

1۔پیار سے ایک شفیق باپ کی طرح یہ کرم نوازی کے انداز ہیں۔

2۔موقع کی مناسبت سے شعر کہنا آپ کی عادت مبارکہ کا حصہ تھا۔

3۔دوسرے ہی دن مجلہ الخاتم انٹرنیشل کے سرپرستِ اعلیٰ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب مدظلہ کو دونوں خواب سنائے جس پر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور اپنے مقالات میں ان دونوں مبارک خوابوں کو شامل کرنے کا حکم فرمایا۔اپنے تحریری پیغام میں مذکورہ خوابوں پر اظہار فرماتے ہوئے لکھا:

''ماشاء اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔گویا ہمارے ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کے امیر المجاہدین نمبر کی بارگاہِ امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالیٰ میں قبولیت ہوگئی ہے۔اور آپ کے ان مقالات کی بھی اس پر آپ کے دونوں خواب شاہد وناطق ہیں''

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔چند یادیں چند باتیں

مولانا خلیل الرحمٰن رضوی (حسن ابدال)

بندہ ہانگ کانگ میں تھا جب رات کو یہ جگر چیر دینے والی روح فرسا خبر برادرم عبدالقادر پٹیل اشرفی قادری کے ذریعے ملی "**ہمارے قبلہ امیر المجاہدین اس بے وفا دنیا سے کوچ کر گئے**" یہ پیغام پڑھا تو یوں لگا جیسے وقت ہی رک گیا ہو آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور دل اس خبر پر یقین کرنے کو آمادہ ہی نہیں تھا کہ میرے مشفق اور سب سے بڑے محسن مرشد کریم اب اس دنیا میں نہیں رہے کیونکہ سوشل میڈیا کے اس دور میں غلط افواہوں کا پھیلاؤ ایک عام سی چیز بن کے رہ گئی ہے جب محترم حضرت صاجزادہ حافظ سعد حسین رضوی حفظہ اللہ کا یہ میسج آیا "اناللہ وانا الیہ راجعون" تو دل کی دنیا زیروزبر ہوگئی۔

قادر مطلق اللہ رب العزت بھی بندے کو کیا کیا رنگ دکھاتا ہے جب آپکے سانحہ ارتحال کی خبر ملی میں پرانے ریکارڈ میں موجود قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ کی وہ تصاویر دیکھ رہا تھا جس میں آپ چارپائی پر تشریف فرما ہیں اور میں ادنی خادم آپکے قدموں میں برکتیں سمیٹنے کیلئے بیٹھا ہوا تھا آپ اٹک کی تحصیل فتح جنگ میں سائیں حاضر حضور رحمہ اللہ کے دربار پر پروگرام کیلئے تشریف لائے تھے میں نے پہلی دفعہ مرشد کریم قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ کا ذکر اپنے بڑے بھائی حافظ شفیق الرحمن صاحب سے سنا جب وہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پڑھتے تھے یہ آپکی ذات سے میرا پہلا غائبانہ تعارف تھا اور آپکی زیارت وملاقات سے پہلی مرتبہ اس وقت مشرف ہوا جب ساروکی چیمہ وزیرآباد میں غازی اسلام محافظ ناموس رسالت حضرت غازی عامر عبدالرحم چیمہ شہید رحمہ اللہ تعالی کے چہلم کا پروگرام ہورہا تھا بہت کثیر تعداد میں لوگ ختم میں شریک ہوئے تھے بندہ ناچیز سیکیورٹی ٹیم میں شامل تھا جب کسی نے آکر یہ بتایا استاذ العلماء امام الصرف والنحو علامہ خادم حسین رضوی صاحب عوام میں آخری صف میں تشریف فرما ہیں (یہ میرے مرشد کریم امیر المجاہدین کی عاجزانہ روش اور سادگی تھی کہ جہاں جگہ ملی وہیں تشریف فرما ہو گئے) میں آپکی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ سفید کپڑے پہنے، براؤن عمامہ سر پر سجائے ہوئے، کندھے پر چادر رکھے اور اسکے کونے سے منہ کو چھپا کر سر جھکائے تشریف فرما تھے، میں نے سلام عرض کیا اور کافی اصرار کے بعد آپ اسٹیج پر تشریف لائے اور وہاں بھی ایک کونے میں تشریف فرما ہو گئے۔الحمدللہ ۲۰۰۷ میں جب لاہور جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخلے کیلئے حاضر ہوا تو میرے لیے یہ شرف اور اعزاز کی بات ہے جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث والتفسیر قبلہ امیر المجاہدین کے استاذ گرامی حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی اطال اللہ عمرہ (جو میرے والد محترم حضرت علامہ حافظ قاری عبدالرحمن چشتی حفظہ اللہ کے ہم مکتب ہیں) سے ملاقات ہوئی آپ نے باب افعال سے اکرم یکرم کی گردن کا امتحان لیا اور ثانیہ کی جماعت میں داخلہ عطا کیا قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ کی اولین شہرت بحیثیت امام الصرف والنحو تھی۔آپ نے قریبا ۱۲ سال مستقل صرف کی کلاس کو پڑھایا اور ایسا پڑھایا کہ حق ادا کر دیا اور جنہوں نے

آپ سے بنیادی علوم پڑھے آج دینی شعبے میں ان لوگوں کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔

جس سال آپ کے پاس ہم نے علم الصیغہ پڑھا اسی سال آپ نے دورہ حدیث شریف پڑھانے کا آغاز فرمایا کلاس ثانیہ کے تین سیکشن تھے الف، ب اور ج الحمدللہ تینوں جماعتوں نے "مفتی اعظم ہال" میں آپ سے براہ راست علم الصیغہ پڑھا، یہ تحریک آزادی ہند کے عظیم مجاہد حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمہ اللہ تعالی کی جیل میں لکھی ہوئی کتاب ہے۔آپ اکثر مصنف علیہ الرحمہ اور اس دور کے علما اہل سنت کی قربانیوں کا ذکر طلبا کو سناتے ہوئے ارشاد فرماتے تم ان لوگوں کے جانشین ہو جنہوں نے جیلیں دیکھیں پھانسی کے پھندے کو گلے میں پہنا لیکن اپنے دین سے بے وفائی نہ کی تمہیں بھی اس راہ میں مشکلات کا سامنا ہوگا اگر تم دین سے مخلص رہے تو اللہ رسول کی مدد ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے گی۔

آپ پڑھاتے صرف کی گردانیں تھے لیکن اس میں بھی حضور سے محبت کی بات نکال لیتے غالباً پہلی غیر نصابی کتاب جو میں نے خریدی تھی اسکی رہنمائی بھی قبلہ استاذ گرامی علیہ الرحمہ نے کلاس میں کی۔آپ اکثر نبی پاک ﷺ کی سیرت مبارکہ کو بیان فرماتے تھے تو ایک دن ارشاد فرمایا تم سب مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمہ اللہ کی کتاب "تواریخ حبیب الہ" خریدو اور اسکا مطالعہ کرو۔آپ کا جذبہ یہ تھا کہ طلبا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں اور علمی استعداد کو بڑھائیں۔

جامعہ کے طلبا کی یہ روایت تھی تعلیمی سال کے اختتام پر ہر کلاس پروگرام کرتی اور جامعہ کے معزز اساتذہ کرام کو دعوت دی جاتی اور کوئی ایک استاذ صاحب اس میں بیان فرماتے جب ہمارا ثالثہ کا تعلیمی سال اختتام کو پہنچنے لگا تو ہم نے قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ سے وقت لیا اور "امام اعظم رحمہ اللہ سیمینار" رکھا آپ فرمانے لگے بطور لنگر امام صاحب علیہ الرحمہ کی سیرت پر کوئی کتاب خرید کر تم طلباء میں تقسیم کرنا۔قبلہ استاذ گرامی امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی اکثر اپنی صحت کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ میں جب صرف پڑھاتا تھا تو پانچ، پانچ گھنٹے کھڑے ہو کر پڑھایا کرتا اور اکثر ہماری کلاس کے اندر بھی آپ کھڑے ہو کر سبق سنتے اور پڑھاتے تھے پھر شائد کسی کی نظر آپکو لگ گئی۔

یہ سن ۲۰۰۹ کی بات ہے آپکے والد محترم لعل خان صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہو گیا تھا آپ گاؤں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں وہ اندوہناک واقعہ پیش آیا کہ جس کے بعد آپ کبھی اپنے پاؤں پر نہ چل سکے لیکن اس قوم کو جو ٹانگیں، پاؤں سلامت ہونے کے باوجود معذور بنی ہوئی تھی حضور ﷺ کی عزت و ناموس، ختم نبوت اور دین اسلام پر پہرہ دینے کیلئے چلنے والا نہیں اس مشن کیلئے دوڑنے والا بنا دیا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا سیمینار میں امام صاحب کی سیرت کے حوالے کتاب تقسیم کرنا میں گاؤں سے واپس آؤں تو کتاب کا نام بتاؤں گا وہ خرید لینا جب میں نے کتاب کے بارے میں پوچھنے کیلئے آپ کو فون کیا تو آگے سے آپ نے سلام کا جواب دینے کے بعد یہ ارشاد فرمایا بیٹا میرا تو ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے یہ سننا تھا کہ جیسے جسم میں جان ہی نہیں لیکن قربان

جاؤں قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ عزم وہمت اور صبر واستقلال پر جب آپکو" گھر کی ہسپتال" لاہور لایا گیا اور ایمبولینس کا پچھلا دروازہ کھولا گیا طلباء کرام نعرہ تکبیر ورسالت سے اپنے کریم استاذ کو حوصلہ دے رہے تھے وہیں پر ہم یہ منظر دیکھ حیران ہوئے اتنی شدید تکلیف میں جہاں لوگوں کو اپنی ہوش نہیں رہتی اور وہ اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں وہیں قبلہ امیر المجاہدین مکمل ہوش وحواس کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہے تھے۔ جب آپ پہلے دن کلاس میں تشریف لائے سبق کا آغاز کروانے کے بعد آپ نے طلبا سے کہا کہ اپنا نام اور علاقہ بتاؤ میری باری آئی تو جب میں نے اپنے بارے میں بتایا تو فرمانے لگے تم" مجھو" کے بھائی ہو تو عرض کی جی (میرے بھائی شفیق الرحمن کو انکی مونچھیں کچھ بڑی ہونیکی وجہ سے پیار سے مجھو کہتے تھے)

آپ علم الصیغہ یوں پڑھاتے تھے کہ تمام طلباء کو ایک بڑے گول دائرے میں کھڑا کرتے اور پہلے لڑکے سے فرماتے **"چل فلاں باب سے صرف صغیر کی گردان شروع کرو"** پوری کلاس کو چوکنا ہو کر کھڑا رہنا پڑھتا کہ کب استاذ گرامی اپنے ہاتھ میں موجود ڈنڈے سے کس کی طرف اشارہ کر دیں۔ میری بدنصیبی کے مفتی اعظم پاکستان استاذ العلما حضرت علامہ عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ سے براہ راست شرف تلمذ حاصل نہ ہوسکا لیکن آپکی خدمات اور شخصیت کے حوالے سے اکثر قبلہ امیر المجاہدین سے سنتے تھے۔ آپ قبلہ مفتی صاحب رحمہ اللہ کی دین کیلئے تڑپ، محنت، جلال اور خود داری کے بارے میں بتاتے تھے (میرے والد محترم حفظہ اللہ بھی اکثر مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی دین کیلئے تڑپ کو بتاتے رہتے ہیں) ہم انہیں تو نہ دیکھ سکے لیکن امیر المجاہدین مفتی صاحب کی دین کیلئے جس تڑپ، غیرت اور جلال کا ذکر کرتے اسکا مکمل عکس ہم نے بلکہ پوری دنیا نے آپ میں دیکھا علماء اور بالخصوص جامعہ نظامیہ رضویہ سے وابستہ افراد میں سے کون ہے جو جامع المعقول والمنقول قبلہ استاذ گرامی" حافظ صاحب" کی جمال بھری شفیق طبیعت سے نا آشنا ہو آپکے جمال کی حقیقی صورت اگر کسی اور میں دیکھنی ہو تو وہ قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ تھے آپکی شخصیت بڑی بارعب اور پر جلال تھی لیکن یہ سارا رعب اور جلال آپکا حضور ﷺ کی عزت وناموس اور ختم نبوت کے دشمنوں کیلئے تھا آپ سے جب ہم نے پڑھا اور ہمارے سے پہلے اور بعد میں پڑھنے والے بھی یہی بتاتے ہیں استاذ صاحب فرمایا کرتے تھے:

"پتر وغیر مشروط محبت صرف حضور نال کرنی اے۔ اسیں جس نوں وی منیا حضور ﷺ دی نسبت نال منیا۔
اس گل نوں پلے بن لو، کدی دائیں بائیں نہیں ہووگے"

اور آپ شفیق اور غمگسار اتنے تھے کہ جو بھی آپ کے پاس آیا پھر یہی کہتا ہوا اٹھا کہ آپ تو نہایت ہی رحم دل ہیں ثانیہ میں ہی پڑھتے تھے تو میرے پاس ایک قیمتی موبائل تھا جو مجھ سے کچھ لوگوں نے جمعہ سے واپسی پر چھین لیا تھا طبیعت میں کافی اداسی تھی۔ اگلے دن کلاس میں بھی یہی کیفیت تھی۔ جب آپ کلاس میں تشریف لائے تو آپ نے فوراً بھانپ لیا۔ میری توجہ سبق میں نہیں تو پوچھا کیا بات ہے ساتھیوں نے بتایا کہ اسکا موبائل باہر کسی نے چھین لیا ہے تو آپ نے پہلے سرزنش کی کہ اتنا مہنگا

موبائل پاس رکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ جیسے ہی کلاس ختم ہوئی ہم اگلے سبق کیلئے جانے لگے تو مجھے اپنے پاس بلالیا اور باقیوں کو بھیج دیا مجھے تسلی کے کلمات ارشاد فرمائے، جس سے طبیعت کی اداسی ختم ہوئی۔

نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے دین کیلئے حد درجے کی تڑپ آپکی ذات میں تھی ایسی تڑپ کسی میں نہیں دیکھی ہمارے کچھ ساتھی درس نظامی کے دوران عصری علوم کی طرف مائل ہوئے اور سکول کے امتحانات کیلئے مدرسے سے چھٹیاں لیں تو آپ فرمانے لگے کہ:

"پہلے کماحقہ دین پڑھو جب یہ حاصل ہو جائے اور تم پر دین کا رنگ چڑھ جائے تو پھر جدھر جاؤ گے کبھی راہ سے نہیں بھٹکو گے"۔

آپ اکثر فرماتے:

"بیٹا دین پڑھنے والے کتنے لوگ ہیں اللہ کریم نے تمہیں یہ موقع دیا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اس دین سے وفا کر کے دیکھو یہ تمہیں بے آسرا نہیں چھوڑے گا"۔

آپ اکثر مفتی اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کا یہ قول سناتے تھے۔ مفتی صاحب فرماتے تھے:

"نبی پاک ﷺ کی مکی زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے تم بھی دین کیلئے کم از کم ۱۳ سال مصائب کا خندہ پیشانی سے سامنا کرو اسکے بعد حالات تبدیل نہ ہوئے تو مجھے بتانا"۔

آپ یہ چاہتے تھے کہ طلبا دینی علوم میں مہارت حاصل کریں آپ فرماتے تھے تم قرآن سے وفا کرو یہ تمہیں بھوکا نہیں مرنے دے گا۔ قبلہ مرشد کریم امیر المجاہدین رحمہ اللہ کا وہ خاصہ جس نے آپکو اپنے زمانے کے عوام وخواص میں ممتاز کر دیا وہ تھا اپنے آقا و مولی ﷺ سے والہانہ عشق بلکہ آپکے لفظوں میں کہوں تو "انھے واعشق" میں نے آپ سے ابتداء ثانیہ اور ثالثہ میں پڑھا۔ ثانیہ میں علم الصیغہ اور ثالثہ میں مراح الارواح آپ سے پڑھیں یہ دونوں صرف کی کتابیں ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ صرف بظاہر خشک مضمون ہے لیکن استاذ گرامی علیہ الرحمہ کا یہ طرہ امتیاز تھا آپ عشق مصطفیٰ ﷺ کے واقعات سنا کر تر کر دیتے تھے۔

آپ ابتدائی کلاس میں ہی طلبا کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ کر دیتے تھے کہ بیٹا دین پڑھنے کا مقصد حضور نبی اکرم ﷺ کی ناموس اور دین اسلام پر پہرہ دینا ہے آپ اکثر نبی پاک ﷺ کی عزت و ناموس پر پہرہ دینے اور دین اسلام کی سربلندی کیلئے صحابہ کبار علیہم الرضوان کی قربانیوں کے واقعات سناتے۔ آپ جب ملک شام سے واپس آئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قول (جو آپکے مزار پر لکھا ہے) اکثر اپنی تقریروں میں سناتے ہیں۔ ہم نے آپ سے براہ راست سماعت فرمایا اور یہی سبق ہمیں دیا کہ ہمیشہ سینہ تان کے دین کی خدمت کرنا کبھی ڈرنا اور گھبرانا نہیں۔ جن مالکوں کا تم کام کرو گے وہ کبھی

تمہیں بے آسرا نہیں چھوڑیں گے۔جب ہم دورہ حدیث شریف میں پہنچے تو وہاں بھی آپ دوران سبق طلباء سے صیغے بھی پوچھتے بلکہ کبھی تو مکمل اجراء کرواتے اور دوران سبق جب کبھی کوئی ایسا لفظ آیا جسکا ترجمہ سیدھا سیدھا کریں تو وہ اللہ، رسول اور برگزیدہ ہستیوں کے شایان شان نہ ہو تو آپ اسکا ایسا ترجمہ وتشریح کرتے کہ روح خوش ہوجاتی اور آپ یہی تربیت فرماتے کہ یہ بڑی نازک بارگاہیں ہیں ان کے آداب کا خاص خیال رکھنا کہیں کوئی ایسا ہلکا لفظ مت بول دینا جس سے دولت ایمان ہی برباد ہوجائے۔

میری جب بھی آپ سے فراغت کے بعد ملاقات ہوئی آپ بڑی محبت سے ملے۔میں جب بھی پاکستان آتا تو ملاقات کیلئے حاضر ہوتا تادیر ملاقات فرماتے اور اگر اٹک، حسن ابدال کے قرب وجوار میں تشریف لاتے تو خدمت کا موقع عطا فرماتے اور الحمدللہ میرے زمانہ طالبعلمی میں جب آپ تندرست تھے تو اکثر آپکی خدمت کا موقع ملتا اور جب آپ دورہ حدیث شریف پڑھانے کیلئے تشریف لاتے تو الحمدللہ اس وقت بھی خدمت کا موقع ملا جب آپ کو ہم اپنے بازوؤں پر اٹھا کر سیڑھیاں چڑھاتے اور جب ۲۰۱۶ میں میری شادی ہوئی تو عرض کی لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک والک وسلم کانفرنس کروانا چاہتا ہوں تو آپ نے شفقت فرماتے ہوئے وقت عطا کیا اور کہا مولانا یکم اکتوبر کی کانفرنس آنیوالی ہے تو آپکی کانفرنس اسکی تیاری کے سلسلے میں ضلع لیول کی ہونی چاہیے۔میں نے عرض کی ان شاءاللہ اور الحمدللہ تحصیل حسن ابدال کی تاریخ کی سب سے بڑی اور ضلع اٹک کے لیول پر شاندار کانفرنسوں میں سے ایک تھی۔

اکثر آپ سے ملاقات مزار شریف سے متصل لائبریری والے کمرے میں ہوتی اور جب عشاقان مصطفیٰ ﷺ کثیر تعداد میں زیارت وملاقات کیلئے حاضر ہونے لگے تو مزار شریف کے عین اوپر موجود کمرے میں ملاقات فرمانے لگے۔میری جب آپ سے آخری دو بدو ملاقات ہوئی تو آپ نے اتنا نوازا کے جس کا حق میں کبھی بھی ادا نہیں کرسکتا آپ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی دستار میرے سر پر باندھی اور دعاؤں سے نوازا۔وہ منظر آج بھی میری آنکھوں میں اسی طرح تازہ ہے جیسے کل کی بات ہے اور ایک مرتبہ اس سے پہلے بھی قبلہ استاذ گرامی رحمہ اللہ نے دستار فضیلت کے جلسے سے پہلے بھی دستار سر پر باندھی تھی اور اس سعادت میں الحمد دورہ حدیث کے طلبا کی ایک کثیر تعداد بھی شامل تھی۔

پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب نے کہا تھا

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے
وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس میرے پیر کی
جو تہہ مزار چلا گیا

آہ جب ۲۱ نومبر کی شام جامع مسجد رحمۃ للعالمین میں حاضر ہوئے تو وہ چہرہ نظر نہ آیا جسے دیکھ کر تمام دکھ، درد اور تکلیفیں ختم ہو جاتیں، طبیعت میں عجیب سی سرشاری آجاتی۔ وہ کھلی ہوئی بانہیں جن میں لیتے ہوئے آپ اپنے سینے سے لگا لیتے وہ نظر نہ آئیں اور وہ کانوں میں رس گھولتی آواز اور دلوں کو راحت پہنچانے والے الفاظ ''آؤ جی مولانا'' سنائی نہ دیے۔ یہ دکھ تو ساری زندگی رہے گا لیکن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اسکے حبیب ﷺ کے وسیلے سے دعا ہے قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ کے درجات اپنی شایان شان بلند فرمائے اور انکے تصدق سے ہماری مغفرت فرمائے اور انکے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے حقیقی معنوں میں محنت کرنے کی توفیق دے اور انکے جانشین اور تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک والک وسلم پاکستان کے امیر حضرت صاحبزادہ سعد حسین رضوی حفظہ اللہ کو انکے مشن کو بام عروج پر پہنچانے کی توفیق دے آمین۔

قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ ایک شعر پڑھتے تھے اس میں تھوڑی سی ترمیم کرتے ہوئے آپکی بارگاہ میں کچھ یوں اپنی تحریر کو مکمل کرتا ہوں

روح جب انکے پیراہن خاکی سے نکلی
تو روضے سے آواز آئی وہ میرا "خادم" آیا



امیرالمجاھدین۔۔۔۔چند یادیں، چند باتیں

محمد حبیب احمد سعیدی (فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ پاکستان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

السلام علیکم استاذ جی میں آپ سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا تھا مگر نہ کرسکا یوں تو آنکھ ہی جامعہ نظامیہ میں کھولی مگر شعوری طور پر آپ کو شاید ۱۸ اپریل ۱۹۹۳ کو دیکھا تھا یہ میرا ناظرہ کی کلاس میں پہلا دن تھا۔ شعبہ حفظ و ناظرہ کو درس نظامی والوں سے آدھا گھنٹہ پہلے چھٹی ہوجاتی تھی۔ میں لنگر والے ہال (فیض ہال) سے اوپر چڑھا تو محدث اعظم ہال میں آپ کو پہلی بار دیکھا کندھوں پر ڈنڈا اور اس کے اوپر آپ نے اپنے دونوں بازو لٹکائے ہوئے تھے ایک لڑکا قران پاک پڑھ رہا تھا اور ایک کے ہاتھ میں چاک تھا آپ درمیان میں کوئی لفظ بولتے چاک والا بورڈ پر لکھتا اور سامنے بیٹھے باقی لڑکوں میں سے آپ جس کو اشارہ کرتے وہ کچھ اس لفظ کے بارے میں بتاتا۔ تب تو نہیں پتا تھا بعد میں پتا چلا کہ اسکو صیغے نکالنا کہتے ہیں۔

کسی کے بولنے پر آپ کچھ نہ کہتے اور کسی کے بولنے پر آپکا ڈنڈا (بقول علامہ لیاقت ازہری کے اعصائے خادمی) آپکے کندھوں سے اترتا اور سامنے والے کی پیٹھ پر ہوتا کافی دیر دیکھتا رہا اچانک آپکی نظر مجھ پر پڑی اور آپ نے ڈنڈے کے اشارے سے مجھے جانے کو کہا اور پھر یہ میرا روز کا معمول بن گیا کبھی ۲۱ نمبر کمرے اور کبھی ۲۳ نمبر کے آگے کھڑے ہوکر یہ نظارہ کرتا۔ کبھی آپ لائن میں کھڑے کرکے کچھ سنتے لڑکے ایک لفظ کو مختلف انداز میں سناتے اکثر کو آپ کا مولا بخش تبرک دیتا۔ کبھی آپ کلاس سے الگ تھلگ کسی کتاب کو پڑھ رہے ہوتے اور کبھی کلاس کو اپنے ارد گرد جمع کئے ہوئے کچھ سنا رہے ہوتے۔

آہستہ آہستہ پتا چلا کہ آپکا نام استاذ خادم صاحب ہے اور آپ جس کلاس کو پڑھاتے ہیں اسے صرف کی کلاس کہتے ہیں۔ چھٹی ہوتی تو کوئی لڑکا گھی گرم کررہا ہوتا کہ استاذ خادم صاحب کا کھانا جارہا ہے ہماری کلاس رضا ہال میں لگتی تھی، جب آپ آتے تو میں آپکو جاتے ہوئے دیکھتا بغل میں کتابیں دبائے سر پر پگڑی اور کندھے پر رومال رکھے آپ گزر جاتے۔ استاذ جی آپ کے چلنے کا انداز ہی الگ تھا استاذ جی کچھ عرصہ بعد میں اپنے ماموں اور آپکے استاذ محترم مفتی اعظم مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جانے لگا انہیں ظہر کی نماز کے بعد چائے پلاتا۔ ایک دن ظہر کے بعد سارے اساتذہ کی میٹنگ تھی مفتی صاحب کے پاس جب میں چائے لیکر انکے کمرے میں گیا تو وہ آپ کو فرمارہے تھے کہ ایک یہ مولوی خادم ہے جب صبح کبھی دیر سے آتا ہے تو درخت کے نیچے سے دوڑ کر سیڑھیاں چڑھ جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مفتی صاحب نے نہیں دیکھا، مگر مفتی صاحب تو سب دیکھتے ہیں۔ استاذ جی آپ کو یاد ہے نا تب دستار بندی ادھر جامعہ نظامیہ لوہاری میں ہی ہوتی تھی اور آپکی ڈیوٹی مہمانوں کو کھانا کھلانے کی ہوتی تھی اور وہ بات یاد ہے جب باہر کے کچھ غنڈے لڑنے کے لئے جامعہ کے اندر آگئے تھے اور طلباء ان سے

لڑنے کے لئے جامعہ کے اندرونی گیٹ میں تھے اور مفتی صاحب کے کہنے پر بھی واپس نہیں ہو رہے تھے، آپ نے اوپر والے وضو خانہ کے باہر برامدے میں کھڑے ہو کر آواز دی تھی کہ سب واپس جاؤ اور آپکی ایک آواز پر طلباء واپس ہونے لگے تھے کہ باہر سے غنڈوں میں سے ایک نے مفتی صاحب کو نامناسب آواز میں کچھ کہا آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ڈنڈا نیچے کھڑے بلوچی طالبعلم وزیر بلوچ کی طرف پھینکا اور کہا کہ پکڑو اسکو جس نے استاذوں سے اونچی آواز میں بات کی ہے، اور برابر کردو۔سب ہی طالبعلم آپ کی آواز پر ان سب پر ٹوٹ پڑے تھے۔مفتی صاحب آپ کو کہتے رہے کہ!

"مولوی خادم روک انہاں نوں مگر آپ کہہ رہے تھے استاذ جی تسی ہنڑ ہٹ جاو انہاں دی جرات کیویں اوئی تہاڈے سامنڑے اچا بولن دی؟

استاذ جی مجھے اس دن معلوم ہوا کہ آپ مفتی صاحب سے بہت پیار کرتے ہیں اور مفتی صاحب کے انتقال کی خبر سن کے آپ فوراً انکے گھر پہنچے تھے اور قدموں پر اپنا سر رکھ کر اس قدر روئے تھے کہ سب کی چیخیں ہی نکلوا دیں تھیں اور آپ وہ جملہ جو برادرم علامہ طاہر عزیز نے بھی اپنے مضمون میں نقل کیا کہ:

روو منڈیو رووے اج نئیں رونڑا تے فرکدوں رووواں گے استاذ جی اج تسی سانوں یتیم کردتا اے۔

انکی قبر پر بھی تو استاذ جی آپ روتے جا رہے تھے جب قبر میں مفتی صاحب کو اتارا تو آپ سے برادر اکبر علامہ رفیق سعیدی نے پوچھا تھا کہ مفتی صاحب کی پگڑی اتار دیں تو آپ نے فرمایا تھا نہ رہنڑ دے ہنڑ تھوڑی دیر نوں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آنڑ گے تے مفتی صاحب ننگے سر ملنڑ گے؟ مجھے تب تو ادراک نہیں تھا مگر اب خیال آتا ہے کہ جس یقین سے آپ نے یہ بات فرمائی تھی آپ اپنی نظر ولایت سے دیکھ بھی رہے تھے انکے سامنے میں نے آپ کو ہمیشہ دوزانو ہو کر بیٹھے دیکھا یاد ہے نا آپ کو سالانہ تقسیم اسباق کی میٹنگ میں ایک نئے استاذ صاحب جو اسی سال جامعہ سے فارغ ہوئے تھے مفتی صاحب کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھے تھے آپ نے آتے ہی انہیں ڈانٹا کہ:

اوئے مفتی صاحب دے سامڑے کس طرح بیٹھیاں ایں انج تے کدی شرف صاحب وی مفتی صاحب دے سامڑے نئیں بیٹھے

استاذ جی نیازی صاحب کے جنازے پر جامعہ سے بس گئی تھی وہ میرا پہلا سفر تھا آپکے ساتھ سارے راستے آپ علامہ نیازی علیہ الرحمہ کا تذکرہ کرتے گئے تھے وہاں انکی زیارت کرنا آسان نہیں تھا انکے سرو جیسے لمبے رشتہ دار کھڑے تھے انکی چارپائی کے اردگرد اور ہجوم میں سے کسی کی ہمت نہیں تھی کہ چارپائی کو چھو بھی سکتا مگر آپ دو بار گئے ایک بار انکے پاوں چومے اور دوسری بار ماتھا۔۔۔۔پگڑی بھی تو آپ کی کھل گئی تھی ،واپسی پر آپ نے سنایا تھا کہ بڑے سخت تھے نیازی صاحب جب گرفتار ہوئے تو آپ پر ظلم بہت کئیے پولیس نے ان میں ایک ایس ایچ او تھا اسکو آخری وقت میں فالج ہو گیا تھا اور یہ سمجھ بھی آگئی تھی کہ یہ نیازی

صاحب پرظلم کی وجہ سے ہوالندن میں وہ آپ تک پہنچا اور معافی طلب کی مگر آپ نے انکار کر دیا اس نے کہا کہ اللہ بھی معاف کر دیتا ہے تو استاذ جی آپ نے نیازی صاحب کی گرجدار آواز کی نقل کرتے ہوئے بتایا تھا کہ اللہ معاف کرتا ہے تو کرے نیازی معاف نہیں کرے گا اور پھر اس کے بعد تو استاذ جی جیسے آپکی عادت سی ہوگئی آپ شاہ ابوالمعالی جمعہ پڑھاتے تھے تو آپ کو سننے وہاں جاتے تھے اور پھر آپ پیر مکی آئے تو یہاں بھی ناغہ نہیں کرتا تھا لوگ تب بھی آپ سے بہت پیار کرتے تھے تقریر کا انداز تب بھی یہی تھا ایک جمعہ ایک شخص جو دیر سے آیا اور پھر لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے آرہا تھا آپ نے فرمایا کہ ایسے گردنیں پھلانگ کر آئندہ آگے نہ آنا اگر پہلی صفوں میں بیٹھنا ہو تو وقت پر آیا کرو اگلے جمعہ اتفاق سے وہی شخص اسی انداز سے آگے بڑھا تو آپ نے دورانِ تقریر اسے کہا کہ

"اتھے ای کن نپ لے (وہیں مرغا بن جاو)"

اور وہ بن گیا۔ میں نے سوچا آئندہ یہ نظر نہیں آئے گا مگر نماز کے بعد وہ آپ کے ہاتھ چوم رہا تھا استاذ جی آپکا ہی فیضان تھا کہ اولی کے امتحان میں مطالعہ پاکستان کے پرچہ میں چار مسلمان سائنسدانوں میں عبدالسلام (قادیانی) کا نام بھی تھا ہم نے اس بات پر پوری تقریر ہی لکھ ڈالی تھی یہ سوچے بغیر کہ ہم فیل بھی تو ہو سکتے ہیں مجھے وہ بات بھی یاد ہے جب محکمہ اوقاف نے آپ کا تبادلہ کسی دور شہر کر دیا تو آپ نے مفتی صاحب کو بتایا پہلی بار میں نے مفتی صاحب کو محکمہ اوقاف کے کسی آفیسر پر برستے دیکھا تھا مفتی صاحب فون پر اس آفیسر کو فرما رہے تھے کہ:

میرے اس بچے دا تبادلہ کسی ہور شہر او یا تے ریہنڑ میں تہانوں وی نئیں دینڑا

اور پھر ہم آپ کے سامنے پہنچ گئے پڑھنے کے لیے۔۔۔ پھر تو نظارے ہی الگ تھے کوئی پیریڈ آپکا مس نہیں کرتے تھے جولڑ کا چھٹی پر بھی ہوتا آپ کے پیریڈ میں پہنچ ہی جاتا تھا استاذ جی آپ اپنے لیے فقیر کا لفظ استعمال فرماتے تھے آپ کے پاس سب سے مہنگے موبائل ہوتے کپڑا بھی اچھے والا پہنتے جوتی بھی اعلی کوالٹی کی ہوتی تھی اور پرنا بھی لاجواب اور پگڑی کے تو نظارے ہی الگ ہوتے تھے قمیض کی دونوں جانب جیب تھے کسی کو پیسے دینے ہوتے یا کچھ منگوانے کے لیے نکالتے تو بے ترتیب نوٹ ہوتے فرماتے تھے مولانا جیب کبھی خالی نہیں ہوئی مگر فقیر نے کبھی گنے بھی نہیں موبائیل n/95 (اس وقت کا سب سے مہنگا موبائل) دو تھے آپکے پاس اور نکال کر ڈیکس پر رکھتے تو مسکرا کر فرماتے فقیر چلدا پھر دا لکھاں دا اے اور ہماری کلاس نے آپ کو نام ہی فقیر کا دے دیا تھا آپ کا طریقہ تھا کسی بات پر ناراض ہوتے تو اکثر فرماتے کن نپ کن۔۔۔ یا یہ کہتے ہوئے کلاس سے نکال دیتے فاخرج انکم۔۔۔۔۔۔۔ ایک بار کلاس سے مجھے اور میرے ہم کلاس آپکے چہیتے شاہ صاحب کو نکال دیا شاہ جی کو زیادہ سست بھی کہہ دیا شاہ جی ذرا جذباتی تھے باہر نکلے ۲۱ نمبر کمرے کے باہر سے اندر جھانک کر آپ کی طرف دیکھا اور کہنے لگے:

اے فقیر اے؟ انے مہنگے کپڑے پاندا اے ۔۔۔ادا پر نا انا نایاب اے کتھوں لبدا ای نئیں ۔۔۔۔۔تے جوتی ویکھ ملی (پاکستان کا ایک مشہور برینڈ) والیاں دی سب توں مہنگی ۔۔۔اوہ ویکھ n95 اوہ وی دو دو۔۔۔۔۔تے کہندا اے میں فقیر آں استاذ جی یاد اے نامعافی تلافی توں بعد تساں نوں اے گل میں سنائی تے بڑا ہنسے سو تسی۔

آپ کی کلاس میں آ کر دنیا بھول جاتی تھی ایک دن آپ نے پوچھا تھا:

اوئے حبیب دس ساڈی گلاں دا کوئی اثر وی ہوندا اے کہ نئیں؟

میں عرض کیتی! ہوندا اے جناب

آپ نے پوچھا کی؟

تو میں نے عرض کی:

''جمعۃ المبارک دا خطبہ (تقریر) تیار ہو جاندا اے''

آپ نے فرمایا یار بس۔۔۔۔۔

تب تو ہم نہ بول سکے مگر آج اعتراف کرتا ہوں کہ جی استاذ جی بس آج بھی آپ کی تقریریں سن کے مجھ سے چور آپکی باتیں چوری کر کے جمعہ ہی تیار کرتے ہیں بس۔۔۔۔۔اور ہاں استاذ جی آپکی پہلی گرفتاری تھی شاید۔۔۔داتا صاحب دربار سے آپ گرفتار ہوئے تھے اور اگلے دن آپ کا کہا گیا تھا کہ چھوڑ دیں گے میں اس دن صبح سے ہی لوئر مار تھانے کے باہر پہنچ گیا تھا مجھے اندر سے خبر ملی کہ چھوڑ نہیں رہے جیل لے جا رہے ہیں میں نے وہیں سے اپنی کلاس کے کسی دوست کو میسج کر دیا تھا اور جامعہ کی تاریخ میں شاید پہلا اور آخری موقع تھا کہ دوران سبق لڑکے نکل گئے اور ۵ منٹ میں سب تھانے کے باہر تھے اور یہیں آپ کی ہتھکڑیوں میں پہلی تصویر تھی جس میں آپ علامہ پیر سید عرفان شاہ صاحب مشہدی کے ساتھ تھے وہ بھی میرے ہی کیمرے سے تھی ہم آپ کو تب بھی بہت چاہتے تھے تب ہمارے ساتھی علامہ بشیر حسینی جذبات میں آ گئے جس ٹرک پر آپ کو لے جانا تھا وہ اسی کے سامنے لیٹ گئے اور ہمیں بھی ساتھ لٹا دیا اور یاد ہے جب آپ رہا ہو کر کلاس میں آئے تھے تو آپ بڑے خوش تھے کہ تم لوگ میرے لئے ٹرک کے آگے لیٹ گئے تو عرض کی تھی میں نے کہ ڈر بھی تھا کہ ٹرک اترائی میں تھا اور اندر ایک بھاری بھرکم شخصیت بھی ہیں آپ کے ساتھ اگر انکے وزن کی وجہ سے ٹرک چل پڑا تو۔۔۔۔۔



امیر المجاہدین، کچھ یادیں کچھ باتیں

ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر

چیف ایڈیٹر سہ ماہی مجلہ نوید سحر لاہور

نگاہ وہ نہیں جو سُرخ و زرد پہچانے
نگاہ وہ ہے کہ محتاجِ مہر و ماہ نہیں
فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن
قدم اُٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں

(علامہ اقبال)

تقاضا وقت ہے کہ تاریخ کے دھارے کا رخ موڑنے والوں کی سیرت سے نوجوان نسل کو روشناس کرایا جائے جو بے راہ روی اور بدمستی کے حالیہ طوفانوں میں بھی ،،روایات اسلاف،، پر چٹانوں کی طرح ثابت قدم رہے، جنہوں نے زمانے کے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا، ابلیس کا پھینکا ہوا کوئی بھی پھندا جنہیں شکار نہ کر سکا اور ،،فراعنہ عصر،، میں سے کسی کا دبدبہ جنہیں مرعوب نہ کر سکا جنہوں نے ملت اسلامیہ کے تحفظ، سربلندی اور علوم دینیہ کی ترویج و ترقی کی خاطر اپنی زندگی کے شب و روز صرف کئے، جنہوں نے مسلمانوں کے ایمان و عمل کو تازگی بخشی، اپنے علم و عمل سے غیر مسلم اقوام کے اذہان پر دین اسلام کی صداقت اور ہمہ گیری کے انمٹ نقوش ثبت کئے، ان اکابر ملت پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے جنہوں نے باطل کے سرکش طوفانوں کے باوجود ناسازگار حالات میں بھی شمع اسلام کو روشن رکھا، یہی وہ مردان حق ہیں جنہوں نے پرچم اسلام کو سربلند رکھا اور بلا خوف و خطر باطل کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔

ان کی یاد قیامت تک دلوں کو عزم و ہمت اور بلند حوصلہ بخشتی رہے گی ان کے کارنامے ابتلاء و آزمائش کے ہر دور میں ہمیں دعوت عمل دیتے رہیں گے اور استقامت و استقلال کا سبق یاد دلاتے رہیں گے، ایسی ہی پاک باز اور کوہ استقلال ہستیوں میں امیر المجاہدین، شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا شمار ہوتا ہے، حضرت خادم حسین رضوی سے تعارف کب ہوا اور کیسے ہوا یہ تو یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ نوے کے عشرہ میں Jup ضلع لاہور کے تحت علماء و مشائخ کے اجلاسوں میں آپ کبھی کبھی تشریف لاتے تو ملاقات ہو جاتی اور یہ سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہا- بعد ازاں رابطے منقطع ہو گئے اس دوران ایک حادثہ کے نتیجہ میں ویل چیئر آپ کی زندگی کا حصہ بن گئی- طویل عرصے بعد 20 دسمبر 2013ء کو ممتاز علمی و ادبی شخصیت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ کے موقع پر قبرستان میانی صاحب میں ویل چیئر پر دیکھا تو ایک دوست سے پوچھا کہ

کیا یہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب ہیں تو اس نے ہاں میں جواب دیا۔ چنانچہ میں نے قریب جا کر سلام کیا تو آپ نے بغیر تعارف بے ساختہ کہا کہ:

بٹر صاحب تسیں تے بابے بن گئے او

(کیوں کہ میری داڑھی مکمل سفید ہو چکی تھی) میں حیران تھا کہ آپ نے پہلی نظر میں ہی مجھے پہچان لیا ہے اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعارف کروایا اور میرے بارے میں کلمات تحسین ادا فرمائے- بعد ازاں ایک مرتبہ ماہنامہ ''العاقب'' کے ایک مضمون کے بارے میں نے اپنے تئیں قابل گرفت مواد پایا تو ایڈیٹر کے نام خط لکھ بھیجا، جس پر آپ نے فون کر کے نہ صرف مضمون کے بارے میں وضاحت کی بلکہ تقریباً پون گھنٹہ تک مختلف تنظیمی خصوصاً اہلسنت کے سیاسی امور پر گفتگو کرتے رہے۔

میں نے 2015ء میں سہ ماہی مجلہ ''نوید سحر لاہور'' کا آغاز کیا تو باقاعدگی سے آپ کو رسالہ بھیجتا رہا۔ ابھی حال ہی میں برادرم حافظ امانت علی سعیدی اپنی تالیف ،،تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،، پیش کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے میری خیریت دریافت کی اور سلام بھیجنے کے ساتھ ساتھ گلہ بھی کیا کہ بٹر صاحب ملتے نہیں ہیں جس پر حافظ صاحب نے کہا کہ وہ اکثر بیمار رہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ:

ایڈا اوی کیہڑا بیمار ہو گیا اے جیہڑا اچل وی نئیں سکدا

میں حسب معمول ملاقات کا پروگرام ہی بنا تارہ گیا اور آپ دارالبقا کو سدھار گئے۔ آپ حقیقتاً یادگار اسلاف اور مجاہد اسلام تھے۔ آپ تحریک لبیک پاکستان کو صرف چار سالوں میں ہی اس مقام پر لے گئے تھے کہ بڑے بڑے جغادری سیاستدان دیکھتے ہی رہ گئے شاید علامہ اقبال نے ایسی قیادت بارے ہی کہا تھا کہ ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستی شوق نہ مال و دولت قارون نہ فکر افلاطون پاکستان کی سیاست میں کسی جماعت کو اتنی جلدی مقبولیت نہیں ملی جتنی جلدی تحریک لبیک پاکستان اور اس کے بانی علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کو حاصل ہوئی- حضرت مولانا خادم حسین رضوی کی اچانک رحلت پر تحریک لبیک پاکستان کا ہر کارکن گہرے صدمے سے دو چار اور نڈھال ہے ،،ماہنامہ الخاتم انٹرنیشنل،، کی انتظامیہ خصوصاً رئیس التحریر، محقق العصر علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری آف برھان شریف مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے ایک ضخیم نمبر مرتب کر کے شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔



امیرالمجاہدین کچھ یادیں کچھ باتیں

حافظ امانت علی سعیدی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قائد ملت اسلامیہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان حضرت صاجزادہ محمد فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ اور اب امیر المجاھدین سالار ختم نبوت حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ آئے جنہوں نے وقت کے حکمرانوں کو للکارا اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی، جن کی للکار سے عالم کفر بھی خائف تھا

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

جب ختم نبوت پر پہرہ دینے کا وقت آیا، جب ختم نبوت کے قانون میں تبدیلی کی جانے لگی تو رکن قومی اسمبلی شیخ رشید احمد موجودہ وزیر داخلہ کے شور مچانے پر یہ راز افشاں ہوا، اہل پاکستان میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی، بالخصوص اہل سنت میں جنہوں نے 1974 میں علامہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اور آپ کی پیش کردہ تحریک کے نتیجے میں عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کیا، اور مرزائیت کا ناطقہ بند کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سہرا اُس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے سر پر سجتا ہے، جنہوں نے اپنے دستخطوں سے اس قانون کو عملی جامہ پہنایا۔

2017 میں اسلام کی علمبر دار اور اب سیکولر ازم کی پرچار نواز حکومت نے ختم نبوت کے قانون کو تبدیل کرنے کی کوشش کی تو مجاھد اہلسنت حضرت قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحریک لبیک پاکستان" کے پلیٹ فارم سے اور اسلام آباد کے سنگم فیض آباد پر ایک بھرپور دھرنا دیا جو 22 دن تک متواتر رہا اور امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی 22 دن ہی اپنے رفقاء، اپنے کارکنوں میں اپنے بیٹوں کے ساتھ موجود رہے، جبکہ اس سے پہلے مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی بھی اپنے کارکنوں کی معیت میں دھرنا دے چکے تھے۔

جہاں پر حکومت نے آنسو گیس کے شیل پھینک پھینک کر انتہا کر دی۔ جن کی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ تھی، جس کے نتیجے میں تحریک لبیک پاکستان کے آٹھ نوجوان بھی شہید ہوئے۔ جب حکومت کی طرف سے ظلم کی انتہا ہوگئی تو ملک دھرنوں کی زد میں آ گیا اور سارا ملک جام ہو کر رہ گیا اور ملک کے اہل سنت نے عاشق رسول ﷺ ہونے کا ثبوت دیا۔ بالآخر افواج پاکستان نے معاہدہ کرایا جس میں اس وقت کے وزیر قانون زاہد حامد نے استعفیٰ دیا، اس طرح باباجی قبلہ علامہ خادم حسین رضوی باعزت اور کامیاب و کامران واپس تشریف لائے۔

اس وقت الیکٹرونک میڈیا پر مکمل خاموشی چھائی رہی مگر پرنٹ میڈیا (اخبارات) نے خبریں تو اپنی مرضی سے دیں

لیکن کالم نویس حضرات نے خوب کالم لکھے، جو حمایت میں بھی اور مخالفت میں بھی لکھے گئے۔الغرض ہر کسی نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا جس میں اکثریت ایسے کالمز کی تھی جو دھرنا اور باباجی قبلہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی حمایت میں تھے اور کچھ صحافی حضرات نے دھرنا کے مقام پر جا کر علامہ خادم حسین رضوی سے ملاقاتیں کیں، انٹرویو کئے۔

یہ اہل سنت کی تاریخ کا کامیاب ترین دھرنا تھا۔راقم الحروف نے اپنے دوست اور باباجی کے قبلہ علامہ خادم حسین رضوی کے شاگرد علامہ قاری ممتاز حسین قادری صاحب سے مشورہ کیا کہ کیوں نہ ہو اہل سنت کی تاریخی کامیابی کو صفحہ قرطاس پر محفوظ کرلیا جائے، تو بندہ نے اخبارات جمع کر کے دھرنا فیض آباد 2017 کی روداد اخبارات کی نظر میں ترتیب دیا اور کرونا کے دنوں میں ماہ رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں راقم الحروف کی کتاب ''تحفظ ناموس رسالت'' چھپ کر تیار ہوگئی۔

عید الفطر کے بعد یہ کتاب حضرت علامہ شیخ الحدیث خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کی، ہفتہ عشرہ کے بعد ایک رات بارہ بج کر آٹھ منٹ پر باباجی کی فون کال آئی۔راقم نے موبائل آن کیا تو دوسری طرف باباجی قبلہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب ارشاد فرما رہے تھے (سلام دعا کے بعد) حافظ صاحب آپ نے بہت اچھا کام کیا۔بہت محنت کی، اب آپ کسی وقت ہمارے پاس آئیں۔۔۔تو میں نے ملاقات کا وقت پوچھا تو فرمایا نماز مغرب کے بعد۔

راقم نے صبح قبلہ قاری محمد ممتاز حسین کو فون کال کے بارے میں بتایا کہ باباجی قبلہ مجھے بلا رہے ہیں۔فرمانے لگے آج ہی جاؤ دیر نہ کرو، بندہ نے نماز مغرب مسجد رحمۃ اللعالمین نزد چوک یتیم خانہ میں ادا کی اور فون کال کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع دی۔چند منٹ بعد حضرت نے اپنے پاس بلوا لیا۔میں نے قدم بوسی کی، سلام کیا اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اپنے پاس ہی کرسی منگوا کر بٹھایا۔خادم کو شربت لے کر آنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ایک عدد دستار لانے کا حکم دیا۔باباجی قبلہ نے دستار عطا فرمائی اور نقد انعام بھی دیا اور فرمایا آپ نے بہت محنت کی ہے بہت اچھا کام کیا ہے۔تقریباً پندرہ بیس منٹ باباجی قبلہ حضرت شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی صاحب سے ملاقات رہی پھر اجازت لی اور واپس آ گیا۔

پھر تقریباً ایک مہینہ کے بعد پھر باباجی قبلہ سے ملاقات ہوئی اور میں نے مزید دس کتابیں پیش کیں۔گفتگو ہوئی مجلہ ''نوید سحر'' کے حوالے سے حوصلہ افزائی فرمائی اور محترم سردار محمد اکرم بٹر صاحب کی خدمات کی تعریف فرمائی اور آخر میں فرمایا بٹر صاحب کو میرا سلام کہنا۔

کیسے کیسے دیے ہیں نگینے روشنی کے لیے

یہ آخری ملاقات تھی مگر مجھے ایک بات کا افسوس رہے گا کہ باباجی قبلہ سے کتاب کے بارے میں آپ کے تاثرات نہ لکھوا سکا۔

پس ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہو

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باباجی قبلہ اپنے اصاغر کی کتنی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔اور ان کے کام کو سراہتے تھے۔اللہ تعالیٰ اُنھیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے۔اور آپ کے مشن کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔آمین!!

امیرالمجاہدین سے میری آخری ملاقات

مولانا محمد عرفان القادری (فتح جنگ)

جون 2020 کو مناظرِ اسلام استاذ العلماء استاذی قبلہ شیخ الحدیث علامہ عبد التواب صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پر لاھور جانا ہوا۔ نماز جنازہ و تدفین کے بعد مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش علی ھجویری علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پہ حاضری ہوئی پھر اپنے قائد محترم استاذ العلماء و استاذی شیخ الحدیث حضرت امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں جامع مسجد ''رحمۃ اللعالمین''، سکیم موڑ ملتان روڈ لاہور جانا ہوا۔

وہاں پہنچنے کے بعد پتہ چلا کہ آپ مرکزی دفتر ٹی ایل پی سبزہ زار میں ایک میٹنگ میں تشریف فرما ہیں۔ قبلہ صاحبزادہ سعد رضوی صاحب کے ذریعے سے قبلہ شیخ الحدیث صاحب سے رابطہ تھا حکم ہوا ادھر ہی مسجد میں انتظار کیجئے ہم آرہے ہیں۔ قبلہ امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ تقریبا ایک بجے کے لگ بھگ تشریف لائے۔ ہم سے پہلے ملک پاکستان کے معروف خطیب جناب قبلہ قاری شاہد چشتی صاحب گجرات والے اپنے کافی سارے ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں بغرض ملاقات تشریف فرما تھے۔

قبلہ امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ نے آتے ہی پہلے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر سب کو اوپر والی منزل میں اپنے حجرہ مبارک کے باہر والے برآمدے میں بلایا۔ پہلے گجرات سے آئے ہوئے علماء و خطباء اور کارکنان کے ساتھ گفت وشنید فرمائی، مہمان نوازی فرمائی۔ بہت سارے ساتھیوں کو بیعت بھی فرمایا اور تمام ساتھیوں کو اجازت عطا فرمائی۔ اسکے بعد ہمیشہ کی طرح خوبصورت اور انتہائی پر جوش محبت بھرے انداز میں فرمایا!! جی مولانا اٹک والوں کا کیا حال ہے؟۔ ہماری اس ملاقات میں تحصیل فتح جنگ ٹی ایل پی کے مرکزی امیر استاذ العلماء قبلہ مفتی شوکت محمود رضوی صاحب زید شرفہ اور اٹک کے ٹی ایل پی کے انتہائی سرگرم رکن جناب محترم اخلاق احمد قادری صاحب اور دربار عالیہ باباجی سائیں حاضر حضور علیہ الرحمہ کے خادم شیخ سجاد صاحب بھی موجود تھے۔

سائیں حاضر حضور علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی آتے ہی پنجابی میں فرمانے لگے کہ کی حال اے بھائی سائیں حاضر حضور آلیاں دا۔ حاجی ساجد صاحب بھی ٹھیک ہیں ماشاء اللہ قبلہ امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ سے خیریت وعافیت پوچھنے کے بعد تحریک کی ضلع اٹک کی سرگرمیوں کے متعلق تفصیلی بات چیت ہوئی الحمد اللہ آپ اپنے چھوٹے سے چھوٹے کارکن کے ساتھ جس طرح پیار فرماتے تھے اسی طرح ہمیں بھی لاتعداد دعاؤں کے ساتھ نوازا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ ضلع اٹک کی تمام مرکزی قیادت اور کارکنان کی خدمات کو بہت سراہا اور دعاؤں سے نوازا اور ہمیشہ کی طرح یہ خوبصورت جملے بھی ارشاد فرمائے:

مالکوں کو نوکروں کی کمی نہیں ہے۔

اسکے بعد جب اہلسنت کی موجودہ صورت حال پر بات چیت ہوئی تو آپ نے ایک بہت ہی لمبی سی سانس لی اور برجستہ فرمایا:

منگ پناہ محمد بخشا بے پرواہ جنابوں

متاں کوئی گل اولی نکلے رد ہو جایے اس بابوں

بس اسکے بعد پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ادب کے خوبصورت عنوان پر سیر حاصل اور انمول گفتگو فرمائی۔قرآن مجید کی آیات اور سرکار مدینہ ﷺ کے مبارک فرامین اور بزرگان دین کے اقوال اور واقعات کو فارسی کے اشعار کے ساتھ مزین کیا، ہماری یہ ملاقات 2 گھنٹے سے زیادہ کی تھی۔نماز فجر کی اذانوں کے ساتھ ہمیں اجازت ملی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سب سے پہلے سورت طہٰ کی آیت نمبر 65 کی تلاوت فرمائی:

قَالُوا يَا مُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَى۔

جادوگروں نے صف بندی کرلی تو جناب موسیٰ کلیم اللہ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں کہنے لگے۔اے موسیٰ علیہ السلام آپ اپنا عصا زمین پر ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالیں۔

تو جادوگروں کے ادب کی وجہ سے مقابلے کی ابتدا کرنا حضرت جناب موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی رائے مبارک پر چھوڑا اور اس کی برکت سے آخرکار اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی دولت سے مشرف فرمایا۔

اسکے بعد آپ نے سورت بقرہ کی آیت نمبر 32 کے تحت گفتگو فرمائی۔اور فرمایا کہ مفسرین نے اسکے تحت لکھا ہے:

انبیاء کرام سب کچھ جانتے ہوئے ادب کی وجہ سے محشر کے میدان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے:

"لا علملنا" ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔

اللہ اکبر ذہانت تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بزرگوں کے ادب کی وجہ سے آپ کو بے پناہ عطا فرمائی ہوئی تھی۔فوراً آپ نے فرمایا کہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت کیسے عطا فرمائی تو اس پر آپ نے فرمایا کہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا وعظ مبارک سے فراغت کے بعد آپ کے شاگرد مریدین قریب ہوئے اور کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو علم کیسے عطا فرمایا امام محمد خوبصورت بھی بڑے تھے امام اعظم ابوحنیفہ کے قابل فخر شاگرد تھے اور نہ اسکو ذاتی کمال کہا نہ کوئی اور جملہ بلکہ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ادب کی وجہ سے علم عطا فرمایا۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ تو آپ نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا۔ایک مرتبہ خواب میں مجھے یعنی امام محمد کو جناب آدم صفی اللہ کی زیارت ہوئی اور مجھے کہنے لگے کہ بیٹا تمہیں قرآن پڑھنا آتا ہے تو میں نے کہا کہ جی آتا ہے فرمایا کہ سناؤ میں نے سنانا شروع کیا الحمد شریف سے الم اولئك ومن الناس یا ایھا الناس اعبدو واذ قال ربك للملائكه پڑھتے پڑھتے ان آیات پر پہنچے آیت نمبر 35۔36۔37 تو ان آیات کو چھوڑ کر آگے پڑھنا شروع کر دیا تو آپ نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ قرآن پڑھنا آتا ہے۔

قرآن بھلا ایسے پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے جناب آدم! اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ سے ان آیات میں تھوڑی سخت گفتگو فرمائی ہے تو جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سے مخاطب ہے اس طرح میں تو مخاطب نہیں ہوسکتا ہوں ۔ یہ ادب اورانداز جب امام محمد کا جناب آدم صفی اللہ نے دیکھا بازو اپنے کھول کر سینے کے ساتھ لگا کر فرمایا کہ آج کے بعد تو علم میں کسی کا محتاج نہیں ہوگا ۔اللہ اکبر کسی بھی عنوان پر قبلہ امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ گفتگو فرماتے تو حق ادا فرمادیتے تھے ۔محسوس یوں ہوتا کہ جیسے عربی عبارتیں اور بزرگان دین کے مبارک افعال اورتاریخ کی کتب آپ کے سامنے کھلی پڑھی ہیں ۔

اس موقع پر آپ نے یہ واقعہ بھی سنایا حضرت شاہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کے قریب سے تیمور بادشاہ کا گزرہوا یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ اسکو آستانے سے گرد اٹھتی ہوئی نظرآئی تو بادشاہ نے اپنے وزیروں مشیروں سے پوچھا کہ یہ گرد کیسی ہے تو بتایا گیا کہ حضرت شاہ نقشبند کے آستانے کے مسجد ومدرسہ ولنگر خانے کے قالین جھاڑے جارہے ہیں تو تیمور بادشاہ نے آستانے کی طرف منہ کرکے دور سے ہی ناک کی طرف سے مٹی گرد کو اوپر کی طرف کھینچا زورزور سے سانس اوپر کی طرف جب لے رہا تھا تو دور سے یہ منظر حضرت شاہ نقشبند ملاحظہ فرمارہے تھے ۔حضرت شاہ نقشبند علیہ الرحمہ نے فارسی میں کلام فرمایا وہ اشعار قبلہ امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھے .بہت ہی خوب صورت تھے اس وقت مجھے ازبرنہیں ہیں ۔ان کا خلاصہ یہ تھا کہ:

تیمور آج اللہ نے تجھے ایمان کی حقیقی حلاوت عطا فرمادی ہے،یعنی اتنے سے ادب کی وجہ سے فرمایا کہ ایمان کی حلاوت تجھے عطا فرمادی گئی ہے ۔

ادب کے متعلق آپ نے سیدالطائفہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کاایک ایمان افروز واقعہ سنایا کہ ایک مرید نے آپ کو دعوت دی کہ حضرت میرے ایک دوست کا اصرار ہے کہ آپ میرے پاس کھانا تناول فرمائیں ۔تو آپ نے اپنے مرید کے دوست کی دعوت قبول فرمالی ۔اوراس کے ہاں تشریف لے گئے ۔دور سے ہی دیکھا کہ وہ الٹے پاؤں کے ساتھ مسجد میں داخل ہورہا ہے تو آپ نے اپنے مرید کو کہا کہ آپ کا دوست اللہ کے گھر کا ادب نہیں کرسکتا تو ہمارا کیاادب کرے گا۔یعنی جو اللہ کے گھر کا ادب نہ کرسکا وہ ہمارا کیاادب کرے گا۔قبلہ امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ بار بار یہ جملہ ارشاد فرمارہے تھے مولانا گل ساری دی ساری ادب دی اے ہے ادب سے تو سب کچھ ہے فرماتے ہیں کہ انسان کو اللہ سے ادب کی توفیق مانگنی چاہیے ۔مولانا روم کا یہ شعر بڑے ہی خوب صورت لہجہ میں سنایا:

از خدا خاھم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

فرماتے ہیں کہ مولانا کبھی بھی زندگی میں بزرگوں کے متعلق بڑوں کے متعلق اساتذہ،شیوخ صحابہ واہلبیت ،انبیاء کے متعلق کبھی بھی زبان سے ایسا جملہ نہ نکالیں کہ دنیا میں بھی اورآخرت میں بھی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے ۔متکبرانہ جملے کبھی بھی اپنی زبانوں

سے نہ نکالیں کہ علم کے بل بوتے پر یا میری تحقیق، یا فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے وغیرہ وغیرہ ھماری تحقیق کیا ہے ہمارے بڑے فیصلے کر کے چلے گئے، کیا اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت علیہ الرحمہ کے بعد کسی کی تحقیق کی کوئی ضرورت ہے؟؟۔عقائد و نظریات، سوچ فکر کے متعلق ہمارے بڑے ہمیں سب کچھ بتلا کر گئے ہیں کس کو منانا ہے اور کس کو نہیں منانا۔انسان کی زبان سے بسا اوقات ایسا جملہ بے ادبی والا نکل جاتا ہے کے ساری زندگی کی خدمات کو منہ پہ مار دیا جاتا ہے ادب کے متعلق بڑے بڑے لوگوں کے قصیدے سنے پڑھے لیکن خدا کی قسم ہم نے جو اپنی آنکھوں سے ادب کا خوبصورت انداز قبلہ امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ کا اپنے استاذ محترم عالم اسلام کی معروف علمی شخصیت جامع المعقول والمنقول استاذ الاساتذہ و استاذی شیخ الحدیث جناب قبلہ علامہ حافظ عبد الستار سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کا دیکھا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے سبحان اللہ کیا بات ہے۔اس لیے کبھی بھی عقائد و نظریات کے متعلق کسی کی کوئی بات نہ سنیں۔ھم تو صفائیاں دے دیکر یہاں تک پہنچ چکے ہیں اب بس صرف کام کی ضرورت ہے کام کریں۔نام دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی صرف اسی کا ہے جو کام کرے گا۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا



امیر المجاہدین سے میری آخری ملاقات

محمد شرافت علی قادری رضوی

عاشق رسول وفادار رسول ﷺ حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے میرا پہلا تعارف 2004 میں اس وقت ہوا جب فقیر پاکستان کی مشہور درس گاہ دار العلوم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں مصنف کتب کثیرہ فیض ملت مفسر اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی کی بارگاہ میں دورہ تفسیر قرآن کریم کی سعادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

جامعہ اویسیہ کے صدر مدرس علامہ مفتی امیر احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ایک دن حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ کچھ اس انداز میں فرمایا:" حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ درسیات پر مہارت کے ساتھ ساتھ عشق رسول ﷺ کی دولت سے بھی مالا مال ہیں، میں نے پہلی ملاقات ہی میں دیکھ لیا کہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب صاحبِ حضوری ہیں"۔۔۔فقیر نے جب اپنے استاذی المکرم کی زبان سے آپ کا تعارف اس خوب صورت پیرائے میں پہلی بار سنا تو آپ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا چنانچہ اگلے ہی سال حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر حاضری دینے کے لئے لاہور پہنچا اور حضرت امیر المجاہدین علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ زہے نصیب میرے۔۔فقیر آپ کی صورت اور سیرت دیکھ کر آپ کا گرویدہ ہو گیا۔اس کے بعد آپ کئی مرتبہ سمندری شریف اور گردونواح میں تشریف لائے الحمد للہ فقیر ہر بار زیارت وملاقات سے مشرف ہوا۔ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے آپ کی باتیں اور یادیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔

26 دسمبر 2019 ہمارے قریب ایک گاؤں 176 پیلے گجراں میں حضرت علامہ الحاج پیر صوفی محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر آپ جب تشریف لائے تو ہم نے اپنے جامعہ کے سامنے حضرت امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار استقبال کرنا ہے چنانچہ فقیر نے اپنے قریبی دوستوں اور طلباء جامعہ حنفیہ رضا اسلامک ریسرچ سنٹر 437 گ ب رول کے ہمراہ حضرت امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار استقبال کیا،سڑک کے دونوں طرف طلباء اور عوام اہلِ سنت ہاتھوں میں پھولوں کی پتیاں لئے کھڑے تھے کہ تقریباً 1 بج کر 40 منٹ پر حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی ایک بڑے قافلے کے ساتھ نمودار ہوئی" لبیک یارسول اللہ ,لبیک یارسول اللہ،لبیک یارسول اللہ" اور" تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد " کے فلک شگاف نعرے فضا میں بلند ہوئے۔ یہ یقیناً حضرت امیر المجاھدین قبلہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ آپ جدھر سے بھی گزرتے تو" لبیک یارسول اللہ،لبیک یارسول اللہ،لبیک یارسول اللہ" اور" تاجدارختم نبوت زندہ باد" کی پر جوش آوازیں سنائی دیتی تھیں۔سڑکوں پر کثرت سے پھول اور فضاؤں میں" لبیک یارسول اللہ" کا نعرہ رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا وقت بہت

کم رہ گیا تھا اچانک فقیر کی قسمت جاگی قبلہ امیر المجاھدین رحمۃ اللہ نے اپنی گاڑی روکنے کا حکم دیا اور فرمایا:"مولانا کو بلاؤ"فقیر حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا،آپ نے مجھ ناچیز کو بہت سی دعاؤں سے نوازا اور فرمایا:"مولانا! میں بہت خوش آں تسی اپڈی دور جنگل وچ دین دا کم پئے کردے او ایناں مولویاں پیراں نوں وی آکھو ساڈا ساتھ دیون تے چنگے رہن گے"۔۔بس یہ کلمات فرمانے کے بعد اپنی گاڑی کو آگے جانے کا حکم دیا۔۔مجھے کیا خبر تھی کہ یہ مختصر سی ملاقات ہی حضرت امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات ثابت ہوگی۔واقعی آپ فنافی الخاتم النبیین کے مقام پر فائز تھے۔اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔گرامی قدر احباب: سال 2020 کی تاریخ 26 جنوری عالمی ناشر رضویات حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال سے شروع ہو کر امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی، پیر فضل رسول حیدر رضوی تک بیسیوں علما و مشائخ اہلسنت دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔یہ سال عام الحزن کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی صاحب قلم اس سال رخصت ہونے والوں کا تذکرہ لکھ دے۔

محقق رضویات علامہ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ اہل سنت کی پوری تاریخ ہیں اللہ تعالی آپ کا سایہ سلامت رکھے۔آپ امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے ضلع اٹک سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کے سر پرست اعلیٰ ہیں آپ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کا ایک عظیم الشان"امیر المجاھدین نمبر" کا اجراء فرما رہے ہیں۔یہ بہت ہی اچھا اقدام ہے اور وقت کا تقاضا بھی یہی ہے۔فقیر ان کی خدمت میں سلام محبت پیش کرتا ہے، پیری میں جواں جذبوں کے ساتھ دین وسنیت کی خدمت میں شب و روز مصروف ہیں۔اللہ تعالی آپ کو اور آپ کے رفقاء کو اور بالخصوص آپ کے قائم کردہ"ادارہ فروغ افکار رضا"آپ کی ادارت میں شائع ہونے والے"الحقیقہ"اور آپ کی سر پرستی میں شائع ہونے والے"ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل"کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے آمین۔

اس کے مدیر اعلیٰ علامہ مفتی سید محمد مبشر رضا قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے علم وفضل میں بھی مزید برکتیں عطا فرمائے۔آمین۔حضرت امیر المجاہدین شیخ الحدیث حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حوالے سے کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔صرف اتنا عرض ہے کہ"اک بندہ پوری دنیا کے گستاخوں کے لیے کافی تھا ہے اور رہے گا۔



امیر المجاہدین حضرت مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ چند یادیں

ڈاکٹر محمد اشفاق خان قادری رضوی

میں اپنی قسمت پر کیوں نہ ناز کروں کہ اس عظیم ہستی کی شاگردی میرے حصہ میں آئی جس نے ناموس رسالت پر ایسا پہرہ دیا کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی اور جس نے آج کروڑوں دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع کو دوبارہ روشن کر دیا اور جس کے جنازہ پر کروڑوں لوگوں نے اسے خراج عقیدت پیش کیا اور اس جنازے کو دیکھ کر لاکھوں لوگ ان کی ولایت اور صداقت کے معترف ہو گئے۔

بات کچھ یوں ہے کہ جب میٹرک کے بعد میں نے دینی علوم کے حصول کا سفر شروع کیا تو ابتداً جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ابتدائی دو سال میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا کہ سال اول میں اپنی کلاس میں پہلی پوزیشن پر آیا تو سال دوم میں پورے ادارے میں پہلی پوزیشن پر کھڑا تھا مگر اس سے آگے کا سفر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں جاری رکھا۔

جامعہ نظامیہ میں درجہ ثالثہ میں داخلہ مل گیا۔ یہ مولانا اسلم فیضی ،مولانا اشفاق تونسوی اور مولانا شفیق الرحمٰن وغیرھم کی جماعت تھی ۔ابتدائی دنوں میں ہی محسوس ہونے لگا کہ ان لوگوں کی صرف اور نحو تو مجھ سے بھی مضبوط ہے ۔دوسری طرف مجھے حصول علم کا جنون تھا۔معلوم یہ ہوا کہ یہ سارا کمال مولانا خادم حسین رضوی کا ہے جن سے ان لوگوں نے علم صرف و نحو میر پڑھی ہے ۔آخر چند دنوں بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں دوبارہ مولانا خادم صاحب سے علم صرف پڑھوں گا۔

چنانچہ حضور استاذ الکل حافظ عبد الستار سعیدی صاحب مدظلہ العالی جو اس وقت ناظم تعلیمات تھے ان سے گزارش کی کہ میں صرف کی کلاس میں داخلہ لینا چاہتا ہوں البتہ ایک سال علم صرف پڑھنے کے بعد میں دوبارہ اسی کلاس میں داخلہ لینے کا مجاز ہوں گا۔اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور عمر میں برکت فرمائے ۔انہوں نے میری گزارش قبول فرمالی اور یوں علم صرف مولانا خادم حسین رضوی صاحب علیہ الرحمۃ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

یہ مولانا غلام عباس فیضی صاحب کی کلاس تھی جو آج کل تحریک لبیک شمالی پنجاب کے ناظم اور قبلہ استاد صاحب کے انتہائی قابل اعتماد شاگرد اور ساتھی ہیں ۔

الحمد للہ ہونہار طلبہ میں شمار ہوتا تھا۔اس لیے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے سبق کے معاملے میں آپ سے بہت زیادہ سزا لی ہو۔ورنہ آپ کا عصا معروف تھا۔ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ان کے پاس بیٹھ کر کچھ سنا رہا تھا کہ ایک دم مولانا خادم حسین صاحب کو جلال آگیا۔تو میرے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔واللہ کہتا ہوں کہ آپ کا ہاتھ ایسا نرم تھا کہ گویا فوم کا ہاتھ ہو۔جو میرے گال پر لگا۔

سالانہ امتحان میں پرچے ہو رہے تھے تو ایک پرچے میں ایسا ہوا کہ میں نے اسے آسان سمجھا اور جلد اسے حل کر لیا۔کھڑا ہو کر مولانا خادم حسین صاحب کے حوالے کرنے لگا تو آپ وہ پرچہ لے کر اسی وقت دیکھنے لگے تو مجھے فرمانے لگے ۔

مولوی! جلدی کیتی آ۔

آپ چاہتے تھے کہ میں اسے مزید حل کروں۔ مگر میں نے کہا کہ جی میں نے سب کچھ حل کرلیا ہے اور اجازت لے کر چل دیا۔ جب رزلٹ آیا تو چند نمبروں کے فرق سے میری تیسری پوزیشن آئی۔ جبکہ مجھے پہلی یا دوسری پوزیشن کی امید تھی۔ کیونکہ ششماہی امتحان میں میری اچھی پوزیشن تھی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ استاذ جی نے ایک پرچے میں جو کہا تھا کہ مولوی! جلدی کیتی آ۔ کا مطلب کیا ہے۔

میرے ایک عزیز لالہ بہرام خان مرحوم چوک یتیم خانہ کے قریب رہتے تھے تو میں ایک دن ان کے ہاں مہمان ٹھہرا دوسرے دن جمعۃ المبارک تھا میں نے کہا کہ یہاں قریب ہی میرے استاد صاحب کی مسجد ہے ان کے پیچھے نماز جمعہ پڑھیں گے۔ وہ مان گئے۔ جب نماز جمعہ ادا کر چکے تو لوگ استاذ صاحب سے ملاقات کرنے لگے ہم نے بھی اسی بھیڑ میں استاذ صاحب سے مصافحہ کیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں اس لیے بھی زیادہ نہیں ٹھہر سکتا تھا کہ میں اپنے عزیزوں کے ہاں مہمان تھا۔ جب ہم کافی آگے آ چکے تو ایک نوجوان پیچھے سے بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو مولانا صاحب بلا رہے ہیں۔ ہم نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو استاذ جی مسجد کی نکر پر کھڑے دور سے ہمیں دیکھ رہے ہیں اور انتظار کر رہے ہیں۔

جب ہم دوبارہ پہنچے تو ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ بھئی آپ کو کس نے اجازت دی تھی۔ میں کچھ کہہ نہ سکا حالانکہ ہم مصافحہ کر کے آئے تھے۔ لیکن اپنوں کی بات اور ہوتی ہے۔ استاد جی کی وہ شفقت اور محبت کا انداز مجھے آج بھی یاد آتا ہے۔ ہمیں اپنے مسجد والے گھر میں لے گئے ایک چھوٹا سا گھر تھا جس کے صحن میں غالباً فرش پر ننگی اینٹیں لگی تھیں۔ پھر ہمیں بٹھایا اور سیب کاٹ کر پیش کیا یا چائے پلائی تھی۔ استاد جی کا یہ مروت اور شفقت بھرا انداز مجھے زندگی بھر نہیں بھولے گا۔

یہ غالباً 1993ء کی بات ہے۔ جب آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا اور آپ ویل چیئر پر بیٹھ گئے تو میں جب ملنے گیا تو اس وقت اکیلے تھے اور کرسی سے اٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔ مگر شفقت و مروت کا وہی انداز اب بھی تھا۔ فرمایا جاؤ فلاں جگہ کھانے کی چیز پڑی ہے (گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا) وہ لایا تو فرمایا اسے کھاؤ۔ المختصر اخلاق و مروت میں وہ کمال شخصیت کے مالک تھے۔

مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ اپنی تدریس کے دوران مولانا محمد رشید نقشبندی علیہ الرحمۃ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ میری طبیعت میں اس وقت حساسیت کا عنصر بہت غالب تھا۔ میں کچھ ہی دنوں میں مولانا رشید صاحب کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا جو ان دنوں نظامیہ کو چھوڑ کر شادمان میں پڑھاتے تھے۔ پہلے انکی رنگ محل والی مسجد ایاز مسجد میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ان کا تبادلہ ہو گیا اور وہ مصری شاہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگلے ہی چند دنوں ان کے پاس پہنچ گیا۔ ان سے کچھ وقت مانگا کہ وہ مجھے بھی پڑھائیں۔ انہوں نے مجھے چند دنوں کے بعد اپنے ہی پاس رکھ لیا، میں ان سے پڑھتا بھی تھا اور ان کے گھر کے معمولی کام بھی

کرتا تھا اور یوں میں ابھی مولانا خادم حسین صاحب کی صرف والی کلاس میں ہی تھا کہ میں ان کے استاذ اور اب اپنے بھی استاذ کے پاس پہنچ چکا تھا۔ایسے عظیم استاذ کی خدمت میں رہنے اور ان سے پڑھنے کی تحریک مولانا خادم حسین رضوی صاحب کی تھی۔

ستمبر 2017ء کو میں نے ملازمت سے از خود ریٹائرمنٹ لی اور تحریک لبیک کے فیض آباد کے دھرنے میں بھی شریک ہوا۔انہی دنوں مجھے محی الدین اسلامک یونیورسٹی میں ملازمت بھی مل چکی تھی۔جب میں دھرنے کے بعد یونیورسٹی میں پڑھانے لگا تو 2017ء کے ربیع الاول کے آخری جمعۃ المبارک کی سحری کے وقت میں نے خواب دیکھا کہ مولانا خادم حسین صاحب نے مجھے آواز دی۔میں چونک گیا اور میری آنکھ کھل گئی۔جب آنکھ کھلی تو ادھر مسجد سے صبح کی اذان ہو رہی تھی۔جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ خواب یقیناً سچا ہے۔کچھ دنوں کے بعد جب میں مولانا خادم حسین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو خواب سنایا تو آپ نے سن کر کہا کہ ایسے خواب کئی لوگوں نے دیکھے ہیں اگر میں ان کو شمار کروں تو ایسے لوگوں کی تعداد سینکڑوں میں بنتی ہے۔میں جب بھی اس خواب کو یاد کرتا ہوں تو مجھے روحانی طور پر عجیب سی فرحت محسوس ہوتی ہے۔پھر میرے لیے فرمایا بس آپ جہاں پر ہیں وہیں تحریک کا کام کرتے رہیں آخر وہاں بھی کام کی ضرورت ہے۔

بس اس کے بعد میں مسلسل تحریک کے ساتھ کھڑا ہوں۔کئی جلسوں،احتجاجی ریلیوں میں شرکت کی۔مجھے بارہا علیحدگی میں بھی ملاقات کا بھی شرف بخشا۔جب تحریک لبیک کے ہزاروں کارکنان اور خود امیر المجاہدین بھی گرفتار رہے اور اس دوران عاصیہ ملعونہ کو رہا کر دیا گیا۔اس عرصہ میں میں نے اپنی محبت اور جذبات کا اظہار اشعار کی صورت میں کیا تھا اور بعد میں حضور امیر المجاہدین کی خدمت میں اسے پیش کیا تو آپ نے خوشی اظہار فرمایا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا مجلہ" العاقب" جو کچھ عرصہ سے چھپنا بند ہو چکا تھا اس کے اجراء کے لیے ارشاد فرمایا کہ آپ مولانا وحید نور صاحب کے ساتھ مل کر اس مجلہ کا اجراء کریں۔

میں نے اس کے لیے چند مضمون تیار کیے لیکن اس دوران مجھے اپنی مسجد اور مدرسہ کے سلسلے میں ایک بڑی آزمائش سے گزرنا پڑا۔جس کی وجہ سے اس مجلہ کے لیے وقت نہ نکال سکا۔البتہ تحریک کی مختلف سرگرمیوں میں شرکت کرتا رہا 2017 کے فیض آباد کے دھرنے کے علاوہ ہالینڈ کے خلاف احتجاج اور خصوصاً آخری احتجاجی ریلی جو فرانس کے خلاف تھی ان میں اول سے آخر تک شرکت کی۔حضرت امیر المجاہدین کے وصال کی خبر سنی تو رات کو ہی لاہور کے لیے روانہ ہو گیا۔صبح کی نماز آپ کی مسجد میں جماعت سے ادا کی اور پھر بار بار زیارت اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل ہمارے استاذ گرامی حضرت امیر المجاہدین پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اور اعلیٰ علیین میں انہیں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔



امیر المجاہدین سے وابستہ یادیں اور کچھ ملاقاتیں

مولانا محمد اعظم قادری (ایبٹ آباد)

حضرت علامہ رضوی صاحب علیہ الرحمہ سے فقیر کی پہلی ملاقات کچھ اس طرح سے ہوئی کہ ایک شاگرد فاضل نوجوان مولانا مفتی محمد عمران صاحب کے پاس جامع مسجد فیضان مدینہ، جامعہ امام احمد رضا پانوڈھیری مانسہرہ کے ایک عظیم الشان پروگرام میں آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی جو ۱۴ جنوری ۲۰۱۶ بروز اتوار بعد نماز عشاء کو تھا۔

میں رات نماز عشاء کے بعد ایبٹ آباد سے اپنی گاڑی پر اپنے بیٹے اور دو اور دوستوں کے ہمراہ روانہ ہوا، قدرے تاخیر سے آپ بھی ہمارے پہنچنے سے پہلے اسی وقت تشریف لا چکے تھے اور جلسہ اپنے عروج پر تھا۔

باوجود سخت سردی کے رات بارہ بجے تک لوگ بڑے اطمینان اور شوق سے ہماری طرح آپ کا خطاب سننے اور زیارت وملاقات کی غرض سے جمع تھے۔ مسجد شریف کے اندر باہر ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے۔ جیسے ہی ہم مسجد کے برآمدے میں دروازے کے سامنے حاضر ہوئے آپ محراب مسجد میں ویل چیئر پر تشریف فرما تھے، ابھی خطاب شروع نہیں ہوا تھا مجھے دیکھتے ہی ہاتھ کے اشارے سے آگے آنے کو کہا اور ساتھ ہی سٹیج سیکرٹری کو فرمایا کہ مولانا کو آگے بلا لیں، اس نے کہا! مجھے ان کا نام نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا میں نے خود اشارہ کر دیا ہے وہ سامنے باہر ہیں۔

الغرض مجھے شکل وصورت سے میزبان محفل نہیں جانتے تھے شاید نام وغیرہ سنا تھا کسی دوسرے شناسا نے میرا نام لیا اور مجھے آگے آپ کے پاس جا بٹھایا، آپ نے کمال شفقت سے فرمایا! حضرت مولانا ابھی ابھی پہنچے ہیں؟ میں نے کہا! جی ابھی آپ کا سن کر ایبٹ آباد سے آیا ہوں، کہنے لگے! مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔ مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا! کیسے ہیں خیریت ہے؟ میں نے کہا الحمدللہ!! آپ خیریت سے ہیں فرمانے لگے! اللہ کا شکر ہے مگر مجھے اندازہ نہ تھا کہ اتنا سفر ہے، میں فلاں جگہ ایک جلسے سے ہو کر آرہا ہوں۔

ان الفاظ وملاقات میں کیا ہی اپنائیت اور محبت وشفقت اور پیار ومزہ تھا جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا، یوں لگتا تھا جیسے برسوں کی دوستی وشناسائی ہو۔ جب آپ کا عالمانہ خطاب شروع ہوا تو دوران خطاب ایک چٹ پر سوال اور اس کے ساتھ ایک لوکل اخبار تھا جو کوئی شخص آپ کے ہاتھ میں دینا چاہتا تھا، میں نے ہاتھ بڑھا کر وہ لے لیا اور دیکھا تو ایک سنی عالم دین کے بارے میں سوال پوچھا گیا تھا، میں نے وہ رقعہ پاس رکھ لیا۔ دوبارہ کسی نے اس بارے میں اشارہ کیا تو آپ نے میری طرف توجہ فرمائی میں نے رقعہ دیتے ہوئے نفی میں سر ہلایا آپ میرا اشارہ سمجھ گئے اسے دیکھا مگر اس پر کوئی کلام نہ کیا۔

خطاب کے بعد ایک صاحب کہنے لگے آپ نے جواب نہیں دیا فرمانے لگے ان باتوں کی ضرورت نہیں، پھر میزبان محفل مولانا مفتی محمد عمران صاحب کو فرمایا اب پتہ چلا میں نے ان کو (میری طرف اشارہ کیا) پاس کیوں بٹھایا ہے۔ انہوں

نے کہا استاد جی میں نے ان کا نام تو سنا تھا مگر شکل وصورت سے جانتا نہ تھا معافی چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا! کوئی بات نہیں میں لاہور سے آ کر جان گیا۔مگر ہماری بھی بالمشافہ یہ پہلی ملاقات ہے، میں ان کا اشارہ سمجھ گیا تھا کہ آپ علماء کے خلاف اسٹیجوں پر باتیں نہیں کرتے ۔اس کے بعد 2017 فیض آباد تحفظ ختم نبوت میں ملاقات ہوتی رہی۔

بعد ازاں 2018 کے الیکشن میں ہم نے کالج گراؤنڈ ایبٹ آباد میں جلسہ کرایا جس میں آپ کا خطاب تھا اس کی میزبانی کا شرف مجھے حاصل تھا۔آپ کے کھانے وغیرہ اور دیگر مہمانوں کی مہمان نوازی کا تمام بندوبست فقیر کے غریب خانے پر تھا، جب کہ آپ ہری پور کے پروگرام سے ہو کر سیدھا ایبٹ آباد جلسہ گاہ تشریف لائے اور خطاب فرمایا، اختتامی دعا کے لیے مجھے حکم فرمایا، میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ دعا فرمائیے مگر آپ کے حکم کے مطابق میں نے ہی دعا کرائی ۔پھر آپ نے وضو کیا اور نماز عصر ادا کی ۔میں نے کہا! حضور گھر چلیں کھانا تیار ہے باقی مہمان انتظار کر رہے ہیں ۔

فرمانے لگے! میں نے ہری پور میں دن کو کھانا نہیں کھایا کہ شام ایبٹ آباد آپ کے پاس کھاؤں گا اور سچ یہ ہے کہ بھوک بھی لگی ہوئی ہے، مگر اب بہت دیر ہو چکی ہے میں نے فلاں جگہ پہنچنا ہے ورنہ ان کا پروگرام متاثر ہوگا، اگر آپ ناراض نہ ہوں تو مجھے اجازت دیں تا کہ وہاں پہنچ جاؤں ۔

میں نے عرض کی! حضور کھانا بالکل تیار ہے کوئی دیر نہیں لگے گی ۔فرمانے لگے! جتنی دیر آنے، جانے، بیٹھنے، اٹھنے، کھانا کھانے میں لگے گی اتنی دیر میں مَیں ہری پور کراس کرلوں گا، میں نے پھر جب اصرار کیا تو میرا ہاتھ پکڑ کر بڑی شفقت اور محبت سے چوم کر فرمایا! ناراض نہ ہوں مجھے جانے دیں اس وقت کھانے سے زیادہ دین کے کام کی ضرورت ہے، خفا نہ ہوں ۔میں نے عرض کیا! جیسے آپ کی مرضی ۔کہنے لگے! مجبوری نہ ہوتی تو ضرور رک جاتا، پھر مصافحہ کیا اور رخصت ہوئے ۔

باہر راستہ میں محترم المقام جناب انجینئر حفیظ اللہ علوی صاحب نے روک لیا۔اور عرض کی کہ کھانا کھا کر جائیں آپ نے ہری پور میں بھی کھانا نہیں کھایا تھا، صرف آپ کا انتظار ہے ۔آپ نے فرمایا! میں نے میزبان سے اجازت لے لی ہے، علوی صاحب نے کہا! حضور وہ میرے بغیر کیسے اجازت دے سکتے ہیں؟ پاس موجود ایک مہربان نے بتایا کہ قبلہ امیر المجاہدین اس کا ہاتھ چوم کر اجازت لے چکے ہیں، وہ مجبور ہو چکا تھا کیا کرتا، جب میں ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا تو سب غصہ میں تھے، آپ نے قبلہ امیر المجاہدین کو کیوں جانے دیا؟ میں نے صورت حال بتائی اور عرض کیا آپ نے کہا کہ اس وقت کھانے سے زیادہ دین کے کام کی ضرورت ہے تو میں بے بس و مجبور تھا، جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تو میں کیا کرتا ہوں باقی حضرات غریب خانے پر تشریف لائے اور میزبانی کا شرف بخشا، یہ ۲۷ جون ۲۰۱۸ بروز بدھ کی بات ہے ۔

بعد ازاں آپ جامعہ عباسیہ ہری پور حضرت مولانا عبدالخبیر عباسی صاحب کے ہاں تشریف لائے، وہاں حاضری و ملاقات ہوئی، حضرت علامہ پیر سید ضیاء الحق شاہ سلطان پوری صاحب کی صدارت تھی اختتامی دعا کے لئے آپ نے مجھے حکم فرمایا

کیوں کہ حضرت شاہ صاحب پہلے ہی اسٹیج سے اتر چکے تھے،میں نے کہا حضور آپ خود دعا کریں یا مولانا عبدالخبیر عباسی صاحب سے دعا کرائیں مگر آپ نے پھر حکماً فرمایا دعا کرائیے میں نے دعا کی۔واپسی میں ہم مقصود ہزارہ انٹرچینج موٹر وے تک ساتھ آئے وہاں رک کر سب سے مصافحہ کیا آخر میں مجھے اللہ حافظ کہا،مصافحہ کیا اور ہم سے رخصت ہوئے۔

اس کے بعد آپ مظفرآباد تشریف لائے ہم وہاں بھی حاضر ہوئے،زیارت وملاقات کی سعادت حاصل کی،دوبارہ مدرسہ کنزالایمان کھلابٹ ٹاؤن شپ ہری پور مولانا محمد بخش ہزاروی صاحب کے پاس تشریف لائے وہاں بھی حاضری وملاقات کا شرف حاصل ہوا،آپ نے اسٹیج پر بلایا،پاس بٹھایا،فرمایا!مفتی عمیر از ہری صاحب کہاں ہیں نظر نہیں آرہے،فون کرو،باقی دوستوں کا پوچھا میں نے بتایا ادھر ہی ہیں۔

جب آپ مانسہرہ تشریف لائے راستے سے ہم بھی ساتھ ہو گئے ایک جگہ آپ نماز اور کھانے وغیرہ کے لیے رک گئے کسی نے بتایا وہ بھی ساتھ آرہے ہیں آپ نے فرمایا!ان کو کہو یہ یہاں نہ رکیں بلکہ جلسہ گاہ سٹیج پر پہنچ جائیں ان کی وہاں ضرورت ہے۔میں جلسہ گاہ میں سٹیج پر جا کر پیچھے بیٹھ گیا جب آپ تشریف لائے تو اٹھا کر صوفے پر بٹھایا جس کی وجہ سے ایک صاحب کو اٹھ کر مجھے جگہ دینی پڑی۔ایبٹ آباد سے جو علماء ومشائخ تشریف لے گئے تھے میں نے ان کی ملاقات کرائی،تعارف کرایا،آپ بڑے خوش ہوئے خیر خیریت پوچھی مصافحہ کیا آخر میں آپ کو رخصت کیا،الوداع کیا،مگر کیا خبر تھی کہ ہم سے آپ ہمیشہ کے لئے رخصت والوداع ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کی دینی خدمات کو شرفِ قبولیت نصیب فرمائے اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت فرمائے آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



امیرِ عزیمت کے ساتھ وابستہ کچھ یادیں

محمد طاہر عزیز باروی (ناروے)

مادرِ علمی مرکز علم وعرفان، آبشار نور وحکمت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی کرم نوازیوں کا گذشتہ دو عشروں سے مرہون منت اور ممنون کرم ہوں تکمیل حفظ قرآن کے بعد شعبہ تجوید میں 1999ء میں داخلہ لیا،گھر سے باہر پہلا سفر ہونے کی وجہ سے ایک عرصہ تو اپنے آپ کو اس ماحول کا عادی کرنے میں لگا بعد ازاں جب کوئی تھوڑی بہت شناسائی ہوئی تو کئی پُرنور چہروں کی زیارت بلکہ ان کی دست وقدم بوسی کی بارہا سعادت ملی۔

کئی جید اساتذہ کرام اور علماء کبار کے ساتھ ساتھ ایک ایسی شخصیت کے ساتھ بھی شرف ملاقات وزیارت اور ان کے فیض گوہر بار سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سچے اور سُچے خادم تھے بلکہ یوں کہیے کہ اسم با مسمّیٰ تھے۔آخر ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ جس شخصیت کے ساتھ نسبت کے حامل تھے دنیا اسے عشق رسالت مآب ﷺ کا سب سے بڑا نام اور استعارہ سمجھتی ہے اور وہ نام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام الشاہ احمد رضا خان کا ہے۔

اعلیٰ حضرت سے تو انکی عقیدت کا عالم یہ تھا کہ تقاریر میں انکے علمی نکات بیان فرماتے اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے تحت شھادۃ العالمیہ کے امتحان کیلئے لکھے جانے والے مقالہ کا عنوان بھی اسی نسبت سے ''اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء'' لکھا اور اب وہ مقالہ فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن کی پہلی جلد کی زینت ہے۔مسکرا کر فرماتے کہ جو اعلیٰ حضرت کا فتاویٰ پڑھے گا پہلے میرا مقالہ پڑھے گا۔

قارئین گرامی! ممدوح گرامی کو پیکرِ عزیمت و استقامت کہا جائے یا جرأت و بہادری کا ایک خوبصورت عنوان،کشتہ عشق حبیب کہا جائے یا فنافی الرسول کے مقام پر فائز ایک عاشق صادق،علم وعرفان کا بحر قلزم کہا جائے یا معرفت وحقیقت کے سمندروں کا غواص،درس وتدریس کا شاہسوار کہا جائے یا تحقیق وتصنیف کا بحر ذخار۔

الغرض! کوئی بھی لقب یا عنوان اس قدسی صفت، پاکیزہ کردار کے حامل شخص سے متضاد یا ان کی شخصیت سے مختلف نظر نہیں آئے گا۔

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

بسیار کوشش کے باوجود میں یہ یاد نہیں کر پایا کہ انہیں پہلی بار کب دیکھا،ہاں مگر اتنا یاد ہے کہ جامعہ کے کچھ طلباء شاید عمرہ کر کے آئے تھے یا بزم کا کوئی خاص پروگرام تھا یہ متحضر نہیں البتہ خطاب استاذ گرامی کا تھا،تو طلباء کا رش اس قدر تھا کہ مسجد کا بغلی دروازہ جو جامعہ کی طرف کھلتا ہے اس سے باہر سیڑھیوں پر کھڑے طلباء سن رہے تھے اور ان دنوں ان کے خطاب کی یہی

خصوصیت طلباء میں مقبول تھی کہ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور قلندر لاہوری کے اشعار کو بہت اعلیٰ انداز میں منطبق کرتے ہیں کہ لگتا ہے یہ شعر کہا ہی اسی موقع کیلئے گیا ہے۔

اللہ کریم نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں اور ظاہری و باطنی حسن کے تمام جلووں سے خوب نوازا تھا، عشق رسالت مآب ﷺ اور اخلاص کی بدولت انہیں قبول عام بھی عطا فرمایا، مستزاد اس پر انہیں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ (الحدیث) کا خصوصی فیضان ابتدا سے ہی ودیعت ہوا تھا۔ زمانہ تدریس کے ابتدا سے ہی ان کے سامنے کسی کو بات کرنے کی تاب نہ ہوتی اور سو، دوسو کی کلاس ان کے سامنے یوں دبکی نظر آتی گویا کاٹو تو لہو نہیں۔

معمولات و وظائف:

ان کے حالات زندگی کے مطالعہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچپن سے علم وعمل کی دنیا کے شناسا تھے اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، صبح سورۂ یاسین اور شام کے وظائف کے بارے خود فرماتے کہ ابتدا سے ہی میرے ذہن میں اللہ کی طرف سے یہ بات پیدا ہوگئی کہ میں نے روز سونے سے قبل سورۂ محمد کی تلاوت کرنی ہے۔ اور یہ انکا زندگی بھر معمول رہا، اس کے علاوہ تسبیح فاطمہ (سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، (بخاری 6318) کے مستقل عامل تھے۔

فرماتے کہ جب سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بارے پڑھا کہ انہوں نے زندگی بھر میں صرف ایک دن یہ تسبیح قضا فرمائی اس کے علاوہ کبھی بھی انہوں نے اس کا ناغہ نہیں کیا تو میں ان کی سنت میں تب سے اس پر عمل پیرا ہوں اور یہ کبھی قضا نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں وہ مستقلا دلائل الخیرات شریف اور حزب البحر کے قاری اور عامل تھے اور کبھی کوئی شاگرد یا عقیدت مند کوئی وظیفہ پوچھتا تو یہی چند چیزیں ارشاد فرماتے ، فخر القراء جناب قاری عامر خان (ناروے) کو 2004ء میں اپنے دستخط اور اجازت سے دلائل الخیرات ایک جاننے والے کے ہاتھ ڈنمارک بھجوائی اور اس کے پڑھنے کی تاکید کی۔

لباس:

مزاج میں نفاست تھی اسی لیے ہمیشہ صاف ستھرا اور اصل کاٹن کا بغیر مایہ لگا کپڑا شلوار قمیص کے طور پر استعمال کرتے اور شنید یہ ہے کہ یہ کپڑا انہیں بطور خاص ان کے مرشد گرامی بھجوایا کرتے۔ اس کے علاوہ نسواری گاڑھے رنگ کی پگڑی، اسی رنگ کی ٹوپی اور ایک رنگدار چادر (لنگی) انکے کندھے پر موجود رہتی جوانکی دیکھا دیکھی بہت عام ہوئی اور کئی دکاندار ان سے منسوب کرکے وہ چادر بیچنے لگے کہ یہی وہ چادر ہے جو وہ استعمال کرتے ہیں مگر جس شان اور خوبصورتی کے ساتھ چادر انکے کندھے پر دیکھی وہ کہیں اور نظر نہ آئی۔

چلنے کا انداز:

چلنے میں وہ بہت تیز رفتار تھے اور چلتے ہوئے چادر کا ایک کونا عموماً بائیں ہاتھ سے منہ اور ناک پر رکھتے یا کبھی کبھار

دانتوں میں دبایا ہوتا کہ تیز چلنے میں اس کے گرنے کا خدشہ نہ ہو۔ چلنے کا خاص یہ انداز ہوتا کہ جیسے وہ کسی اونچائی سے نشیب کی طرف آرہے ہوں فرماتے کہ یہی انداز سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے اور میں نے مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی کے علاوہ اس طرح فطرتی طور پر کسی کو چلتے نہیں دیکھا۔

مومنانہ فراست:

اللہ کریم نے انہیں فراست مومنانہ بھی عطا فرمائی تھی اور وہ اس سے مردم شاسی کا کام لیتے اسی سبب جو بندہ ان کے دل میں جگہ بنالیتا اس سے محبت کا بھرپور اظہار فرماتے انہیں مجاہد ملت سے بہت انس تھا اور وہ اپنی زندگی میں ان سے بہت متاثر بھی تھے۔ فرماتے میرا زمانہ طالب علمی تھا تو علامہ نیازی جامعہ تشریف لائے تو میں اس انتظار میں تھا کہ کسی طرح موقع ملے تو میں ان سے "آٹو گراف" لوں، ہجوم کافی تھا وہ گیٹ پر پہنچے تو میں نے قبلہ مفتی اعظم پاکستان سے عرض کیا کہ میں نے ان سے کچھ لکھوانا ہے مفتی صاحب نے مجھے پکڑ کر آگے کر دیا اور نیازی صاحب سے کہا یہ بچہ کچھ کہنا چاہتا ہے یہ سنتے ہی فوراً میں نے اپنی ڈائری آگے کر دی اور کہا کہ کچھ نصیحت فرمائیں۔

بڑی زوردار آواز میں کہا پہلے کہاں تھے؟ میں نے بتایا کہ آپ مصروف تھے میں کافی دیر سے یہاں بیٹھے آپکا انتظار کر رہا تھا یہ سن کر انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا "۔ علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است"

نیازی صاحب سے انکی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کا انتقال (2001ء) ہوا تو جامعہ سے ایک بڑی بس پر پورا قافلہ گیا (اس پر میں ایک مکمل مضمون لکھ چکا ہوں) تو استاذ گرامی بھی ساتھ تھے وہاں جنازے کے بعد نیازی صاحب کے ان کی طرح قدآور بھانجوں نے جنازے کو گھیر لیا اور کہا بس دور سے زیارت کرو اور جاؤ مگر استاذ گرامی اس دھکم پیل میں آگے گئے اور ان کا ماتھا چوما اور فرمایا۔

"من سرہ ان ینظر الیٰ رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی ھذا الرجل"

سادگی اور نفاست:

استاذ گرامی کی طبیعت میں نفاست ونزاکت کے باوصف سادگی کا عنصر غالب تھا اور کھانے پینے میں وہ بہت سادہ مزاج کے مالک تھے کئی بار کلاس سے فارغ ہوتے تو فرماتے "جا بھائی منڈے لنگر لے آ" اور وہ لنگر جامعہ کا طلباء کیلئے پکا ہوا سادہ سا کھانا ہوتا وہی کھاتے اور اگر دال ہوتی تو پھر ہری مرچ اور بازار سے سادہ دہی منگواتے اور وہ ساتھ کھاتے۔ ایک بار مجھے بھیجا کہ جاؤ دہی پکڑ لاؤ میں دہی لینے گیا تو نیسلے کا دہی لایا فرمایا "اوئیں جھلے آملک کولوں کھٹا دہی لے آ"۔ یعنی ملک سے کھٹا دہی لے آ، میں وہ لایا تو وہ کھایا اور ساتھ فرمایا جب دال کھاؤ تو یہ کھالیا کرو لاہور میں موسم شدید گرم ہوتا ہے اور اس موسم میں دال طبیعت کے موافق نہیں رہتی، دہی کھالیا کرو تو اس کی تاثیر مناسب ہو جاتی ہے اور اگر اس میں پودینے اور سبز دھنیے کی ملاوٹ

ہوجائے تو پھر سالن کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔اس سب کے باوصف وہ بہت حساس اور انتہائی نفیس طبیعت کے مالک تھے کبھی ان کے بال بڑھے نہ دیکھے، نہ کبھی ان کے کپڑے پر کوئی ہلکی سی سلوٹ یا داغ دیکھا۔کبھی جسم پر خشکی کے آثار تک نہ دکھائی دیئے۔ان کا دماغ اور جسم ہمیشہ تروتازہ نظر آیا۔

قوتِ حافظہ:

رب قدیر جل وعلا کی طرف سے انہیں خصوصی طور پر جو قوت حافظہ عطا کی گئی اس کی نظیر کم کم ملتی ہے،قرآن مجید کے بہت پختہ حافظ اور حدیث پاک کا غیر معمولی ذخیرہ ان کے دماغ میں محفوظ تھا،سیرت نبی ﷺ کے ہزاروں واقعات ان کی نوک زبان پر رہتے سینکڑوں قصائد اور ہزاروں عربی وفارسی اشعار تو جیسے ایک جست میں پڑھ ڈالیں۔اس کا ہمیں تجربہ ان سے سبعہ معلقات اور عربی ادب کی دیگر کتب پڑھتے وقت ہوا،بہت کم ایسا ہوا ہو کہ انہوں نے سبعہ معلقات،حماسہ اور متنبی کے کسی شعر کی کوئی نظیر کسی صحابی یا کسی پاک طینت بزرگ کے کسی قصیدے سے نہ دی ہو۔اس کے علاوہ کلام اقبال،کلام رضا اور اکبر الہ آبادی کے کلام کے بھی حافظ تھے۔اور آخرالذکرتین شعراء ان کے پسندیدہ شعراء تھے۔فتاویٰ رضویہ کا خطبہ انکا پسندیدہ خطبہ تھا اور وہ اسے عموماً تقاریر میں پڑھ کر سناتے اور خصوصیت بتاتے کہ اعلیٰ حضرت نے جن کتب سے استفادہ کیا انکے اسماء انہوں نے اپنے فتاویٰ کے خطبے میں بحیثیت اوصاف نبی ﷺ استعمال کیے۔اور وہ پڑھتے بھی اپنے مخصوص انداز میں،اور کہا کرتے تھے کہ تم نہیں سمجھے،عربی کوئی یہ خطبہ سنے تو وجد میں آجائے۔

اندازتدریس:

تقریباً تیس سال وہ تدریس سے وابستہ رہے اور ہزاروں علماء کرام کو انہوں نے پڑھایا،ہم نے ان سے مختلف علوم و فنون کی کئی کتابیں پڑھیں جس میں صرف نحو،تفسیر و اصول تفسیر،حدیث و اصول حدیث وغیرہ شامل تھے مگر ہر ایک کتاب کا پڑھانے کا انداز اس فن کے تقاضوں کے مطابق ہوتا،کسی بھی سبق کے ساتھ صرفی نحوی بحث اس کا لازمہ اور محبت رسول ﷺ کا پیغام اس کا تتمہ ہوتا۔

ہم دورہ حدیث تک صیغے بھی سناتے رہے اور تعلیلیں بھی کرتے رہے۔دورہ حدیث میں شاید ان کا آخری سبق تھا تو اس دن بھی دو صیغے (اراقۃ،فداء) انکی گردانیں تعلیلات سمیت ہم سے سنیں۔

انوکھی وضع ہے،سارے زمانے سے نرالے ہیں

ایک بات جو کبھی بھول نہیں پایا:

ان سے پڑھتے ہوئے ایک بات جو کبھی نہیں بھول پایا،مجھے وہ بالکل آج صبح کے درس کی بات لگتی ہے کہ ہم جلالین شریف سورہ طہٰ کی آیات:

قَالُوا يَا مُوسَى إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَى قَالَ بَلْ أَلْقُوا (سورہ طہ،65،66)

ترجمہ: انہوں (جادوگروں) نے کہا اے موسیٰ! آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہو جائیں، موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو۔

پڑھ رہے تھے فرمانے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے چودہ ہزار جادوگروں کو ایمان کیسے نصیب ہوا؟ حالانکہ وہ مقابلہ کیلئے آئے تھے، فرمانے لگے اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ان کا صرف یہ پوچھنا کہ تم پہل کرو گے یا ہم؟ یہ حسن ادب، اظہار تواضع اور تعظیم نبی ہے اور اسی کی بدولت اللہ کریم نے ان لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال فرما دیا، تو اپنے خاص انداز میں فرمایا کہ جھلے او! ایک لمحے کی نبی کی تعظیم اور وہ بھی نبی جان کر نہیں بلکہ ایک عام انسان یا جادوگر سمجھ کر انہوں نے یہ سب کیا اور رب کی بارگاہ میں وہ اتنا مقبول ٹھہرا کہ انہیں دولت ایمان سے مالا مال کر دیا تو جو اللہ کے نبی کو نبی سمجھ کر تعظیم کرے گا تو اللہ اسے کتنا نوازے گا؟

مونچھوں کی کھینچائی:

جلالین شریف پڑھتے وقت کا ایک اور واقعہ بہت محظوظ کرتا ہے کہ ہمارے فاضل دوست مولانا پروفیسر خالد عمران سیالوی (سرگودہا) عبارت پڑھ رہے تھے ہم نے سارا درس نظامی اکٹھے بیٹھ کے کیا ہے، ساتھ ساتھ بیٹھتے اور اس دن ہم یوں بیٹھے تھے کہ انکے بازو کے اندر سے میں نے اپنا بازو باہر نکال کے اپنے ماتھے سے لگایا ہوا تھا اور بائیں ہاتھ سے میں اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا اور وہ عبارت پڑھ رہے تھے۔ کوئی لفظی غلطی ہوئی تو میں نے اسی انداز میں کہنی ماری کہ لفظ ٹھیک کرو، لفظ ٹھیک نہ ہوا تو دوبارہ بلکہ سہ بارہ یہی حرکت کی، میری توجہ نہ ہوئی کہ استاذ گرامی ہماری طرف دیکھ رہے تھے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کیا مسئلہ ہے؟

میں نے کہا یہ غلط پڑھ رہا ہے کہنے لگے "تے دس فیر" میں نے ہاتھ مونچھوں سے نیچے کیا تو کہنے لگے کہ "نا۔ نا۔ ہتھ اتھے رکھ تے فیر دس"، میں نے معذرت کی تو فرمانے لگے معافی ایسے نہیں ملے گی، مولانا خالد عمران صاحب سے فرمایا اٹھ کالے! دونوں ہاتھوں سے اس کی مونچھیں کھینچ، یہ ہمیں تاؤ دکھا رہا ہے اور اس کے لفظ بتانے کے انداز سے تکبر کی بو آئی ہے اس کی طبیعت صاف کر۔ خیر ہماری مونچھیں کھینچی گئیں۔ آنکھوں سے پانی نکلا ہم نے معذرت کی تو فرمایا چل اب معافی ہے۔

پسندیدہ مونچھیں:

انہیں ہمارے ہم کلاس مولانا امجد ساجد رضوی (بہاولنگر) کی مونچھیں پسند تھیں بلکہ ایک مرتبہ اپنے ہاتھوں سے ان کی مونچھوں کو تاؤ دیا اور فرمانے لگے کہ او مچھو! جب کوئی گستاخ نبی نظر آئے اناں نوں وٹ کے کھنگھورا ماریں او اس کھنگورے نال ای نس جائے گا۔

ساتھ نم آنکھوں سے ارشاد فرمایا کہ ایک صحابی رسول اپنی لمبی مونچھوں کو گدّی پر گرہ لگاتے تھے ایک دن نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا مونچھیں کب تراشی ہیں؟ عرض کی ابھی تراشی ہیں، رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اب تبھی تراشنا جب مجھ سے اگلی ملاقات ہو۔

اگلی بار حاضر ہوئے تو حضور ﷺ وصال فرما چکے تھے، اس کے بعد پوری زندگی مونچھیں نہیں کاٹیں کوئی اگر کاٹنے کا کہتا تو فرماتے اب میں تبھی مونچھیں تراشوں گا جب اگلی ملاقات ان سے ہوگی

(ابن عساکر، ج67، ص294)

حدیث رسول ﷺ پڑھانے کا انداز:

حدیث پاک پڑھانے سے قبل قصیدہ بردہ شریف اور شجرہ طیبہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے لیکر حضرت ابراہیم تک ضرور پڑھتے اور پڑھاتے، اور روزانہ قصیدہ بردہ شریف کا ایک شعر بمع ترجمہ وتشریح سمجھاتے، ہم نے قصیدہ ان سے یوں ہی پڑھا بھی اور اس کا کافی حصہ یاد بھی کیا، جو شعر پڑھا جاتا اس کی مختصر تشریح فرماتے اور اسی کی تاکید بھی کرتے کہ حدیث پاک شجرہ طیبہ اور قصیدہ بردہ شریف کے بغیر کبھی نہیں پڑھی۔

حدیث مبارکہ کا ادب:

حدیث رسول ﷺ کے سبق میں محدثین سراپا ادب اور مجسم عجز وانکسار نظر آتے اور یہی طریقہ ہم نے اپنے اساتذہ کا دیکھا اور سیکھا مگر ایک چیز جو ان میں دیگر محدث اساتذہ سے ممتاز تھی کہ حدیث کے دوران طلباء کو بھی کسی قسم کی کوئی منافی ادب سرگرمی کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ جسم پر معمولی سی خارش کرتے بھی کسی کو دیکھتے تو شدید نالاں ہوتے اور بہت زیادہ جلال کا اظہار فرماتے یہاں تک کہ کبھی حدیث پاک کی کوئی کتاب الٹی یا ٹیڑھی مطلب مناسب سمت پر نہ رکھی ہوتی تو اس کا بھی برا مناتے اس لیے ہمارے ہم درس علامہ مفتی محمد سلیمان نگدروی (مدرس آستانہ عالیہ سیفیہ راوی ریان) نے اپنے ذمہ یہ ڈیوٹی لی تھی کہ استاذ گرامی کے کلاس میں آنے سے قبل تمام کتابوں کو درست سمت اور سیدھا رکھنا ہے تاکہ کسی وجہ سے انکی طبیعت مکدر نہ ہو۔

دوران کلاس فاضل دوست مولانا محمد مستقیم صاحب (سیالکوٹ) مدرس دعوت اسلامی پاکستان نے حدیث پاک کی عبارت شروع کی تو پہلا لفظ ہی ان سے غلط ہوگیا، جبکہ درس وتدریس سے وابستہ افراد اس بات سے واقف ہیں کہ طلباء میں یہ بہت معمولی بات ہوتی ہے، پہلے لفظ پر غلطی سنتے ہی جلال میں آگئے، کلاس کو باہر نکال دیا اور خود بھی سبق نہیں پڑھایا واپس تشریف لے گئے۔ اور بار بار فرماتے کہ تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ یہ کوئی عام کتاب نہیں حدیث نبی ﷺ ہے اور اس میں غلطی یا عدم توجہ تو ناقابل معافی ہے۔ دروازے پر چند طلباء اکٹھے ہوکر گئے اور معافی مانگی تب معاف بھی کیا اور کثیر رقم سے سب طلباء کو نوازا۔

طلباء پر شفقت کا انداز:

ہم مشکوۃ شریف پڑھتے تھے تو ان دنوں ان کی کتاب تعلیلات خادمیہ زیر طبع تھی تو مجھے اس کتاب کی فوٹو کاپی کروانے کیلئے بھیجا، کتاب کے صفحات زیادہ ہونے کی وجہ سے وہاں ٹائم بھی کافی لگ گیا اور جب واپس آیا تو سبق ختم ہو چکا تھا اور استاذ صاحب جا چکے تھے، عصر کی نماز کے بعد جامعہ میں چھٹی ہوتی ہے تو مجھے فون پر فرمایا اردو بازار والے گول چکر تک آجاؤ اور مشکوۃ شریف بھی ساتھ لے آؤ۔ میں ان کی فوٹو کاپی اور مشکوۃ شریف لے کر پہنچ گیا تو اس دن حرمت شراب پر کچھ احادیث پڑھائی تھیں تو مجھے وہ سارا سبق وہیں گاڑی میں پڑھایا اور شراب کی حرمت اور اس کی پچیس کے قریب موجود اقسام پر مشتمل اپنے ہاتھوں سے تیار کردہ ایک پیپر دیا اور ساتھ فرمایا یہ کوئی عام پیپر نہیں، یہ جب ہم نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی کے پاس یہی حدیث پڑھی تھی تو انہوں نے لکھوائی تھیں آج میں نے وہ اپنا پیپر تمہیں دے دیا ہے۔ (زہے نصیب) وہ حدیث مبارکہ جسے پڑھاتے ہوئے روتے رہے:

اسی طرح احادیث کی تشریح میں تو وہ بعض اوقات ایسے ایسے علمی، فکری، روحانی اور عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوبے ہوئے نکات بیان کرتے کہ انسان اش اش کر اٹھتا وہ منظر کبھی ہماری یادداشتوں سے محو نہیں ہوسکتا کہ جس دن رسول اکرم ﷺ کے وصال والی حدیث پڑھائی عالم یہ کہ لگتا تھا آج جگر پھٹ جائیں گے اور ایک بات کرتے کرتے انہیں شاید دس منٹ سے زیادہ لگ گئے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد تین سو سال تک زمین پر کوئی بندہ مسکرا نہیں سکا اور چادر منہ پر رکھ کر ہمارے استاذ بلک بلک کر روئے وہاں سے اندازہ ہوا بوقت وصال رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کی کیا حالت ہوگی۔ بقول اعظم چشتی مرحوم:

اجے توں میرا محبوب نئیں ڈِٹھا
جنوں ویکھ کے چن شرماوے
بجلی، ڈر، دی لشک نہ مارے
متے ۔ بے ادبی ۔ ہو ۔ جاوے

(استاذ گرامی کی حدیث کی تقریبا گفتگو نباض قوم الحاج ابوداؤد محمد صادق رضوی کے مرید جناب شیخ اظہر صاحب کے پاس ریکارڈ ہے استاذ گرامی پڑھاتے اور یہ ریکارڈ کرتے، اور اللہ کریم انہیں جزاء خیر عطا فرمائے انہوں نے بہت خدمت کی ہمارے استاذ گرامی کی اور ہمیشہ ان کے ساتھ کھڑے نظر آئے۔)

جب تک اکابر قائدین موجود تھے یا یوں کہیے کہ جب تک ملی وسیاسی قیادت کا بوجھ آپ کے کندھوں پر نہیں آن پڑا تب تک وہ مسلسل مسند تدریس کی زینت رہے اور معقولات ومنقولات کی کون سی ایسی کتاب تھی جو انہوں نے نہیں پڑھائی، ہر

جانب آپ کی تدریس کا شہرہ ہونے لگا دور ونز دیک سے طالبان علم اپنی علمی وفنی پیاس بجھانے کیلئے جوق در جوق آپ کے مقام تدریس کی طرف کھچے چلے آئے۔ اور انکے زمانہ تدریس میں ہی اہل دل ان سے محبت کا دامن بھرتے اور وہ اہل مطالعہ وکئی صاحب دل لوگوں کیلئے مرجع کی حیثیت رکھتے،کسی بھی محقق کو کسی قدیمی کتاب،قصیدے یا شعر یا کسی مخطوطے کے متعلق پوچھنا ہوتا تو ان کے پاس حاضر ہوتے۔

واقعہ:

اکثر یہ بات سناتے کہ میں صرف کی کلاس پڑھا رہا تھا کہ عام سی دھوتی اور کرتے میں ملبوس سر پر سادی سی دستار رکھے ایک بزرگ آوارد ہوئے،میں نے سلام دعا کی اور آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں ایک کتاب ڈھونڈ رہا ہوں وہ نہیں مل رہی،کتاب تو میرے علم میں ہے کہ نایاب ہے مگر میرا کام فقط اس عبارت سے ہے اگر یہ کہیں اور مل جائے تو میرا کام ہو جائے گا۔ استاذ صاحب نے فرمایا کہ ان کے عبارت پڑھنے کے انداز سے ہی میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں میں نے فوراً اپنا مصلّٰی چھوڑ دیا اور ساتھ بٹھایا عبارت پر گفتگو کی اور ان کی مکمل تسلّی اور تشفّی ہوگئی تو پھر نام پوچھا تو فرمایا مجھے "محمد افضل فقیر" کہتے ہیں۔

صوفی محمد افضل فقیر کوئی عام آدمی نہیں وہ عصر حاضر کے بہت بڑے ادیب،صوفی اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں مقبول شاعر تھے انکی شعری ثقاہت کا یہ عالم تھا کہ محترم حفیظ تائب،حضرت پیر نصیر الدین نصیر (گولڑہ شریف) ایسے بڑے بڑے لوگ بھی کئی کئی راتیں جاگ کر ان سے اپنی شاعری کی اصلاح لیا کرتے۔ استاذ گرامی کی ان سے محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ ان کا یہ شعر پڑھتے:

جب روح مری نکلی پیراہن خاکی سے
وہ میرا فقیر آیا روضے سے ندا آئی

(جان جہاں،27)

(استاذ گرامی اس میں کچھ ترمیم کر کے پڑھتے کہ جب روح میرے پیراہن خاکی سے نکلی۔ تو روضے سے آواز آئی وہ میرا فقیر آیا)

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب سے محبت:

حدیث پاک سے استدلال میں وہ سب سے زیادہ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی سے متاثر تھے فرمایا: ایک دن ہم غزالی زماں کی مجلس میں حاضر تھے تو وہ فرمانے لگے کہ مولانا! مجھے اللہ نے حدیث کے باب میں اتنا نوازا ہے کہ اگر پانچ صد لوگ لکھنے والے ہوں تو میں بغیر کسی وقفے اور بغیر کوئی کتاب کھولے چھ ماہ مسلسل لکھوا سکتا ہوں۔

ایک دفعہ فرمایا میری آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے میں کسی نے نبی اکرم ﷺ کے علم غیب پر ایک اعتراض کیا کہ نبی اکرم ﷺ کو اگر علم غیب ہوتا تو حضور ﷺ غالبا حضرت سعد بن معاذ کا نام لیا تھا، ان کے معاملے میں فیصلہ گواہی کو دیکھ کر نہیں بلکہ علم غیب پر فرماتے، جبکہ حضور ﷺ نے تو شہادت کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا جو کہ خلاف واقعہ تھا۔

تو حضرت غزالی زماں نے بہت علمی گفتگو فرمائی کہ یہ فیصلہ رسول اکرم ﷺ کا آپ کے علم غیب کی نفی نہیں بلکہ منصب قضا کی عظمت ہے کہ آپ نے جانتے ہوئے بھی گواہوں کو رد نہیں کیا اور یہی قاضی کا کام ہے وہ اپنے علم کی بنیاد پر نہیں، شہادت کے قانون کے مطابق فیصلہ کرے ورنہ ہر قاضی اپنے علم کی بنیاد پر فیصلے کرنا شروع کر دیتا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ حضرت غزالی زماں سے بہت عقیدت رکھتے۔

نوٹ! (اگر حدیث یا استدلال میں کوئی کمی بیشی ہو تو وہ میری کوتاہی ہے استاذ گرامی نے جو سنایا تھا وہ حافظے کی بنیاد پر میں نے لکھ دیا اگر کوئی کمی بیشی ہوئی تو معافی کا خواستگار ہوں)

محافظ ناموس صحابہ:

اسی طرح درج ذیل حدیث پر ہمارا سبق تھا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ: جَآءَ الْاَسْلَمِیُّ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ ﷺ فَشَهِدَ عَلٰی نَفْسِهٖ اَنَّهٗ اَصَابَ امْرَاَۃً حَرَامًا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ فَأَقْبَلَ فِي الْخَامِسَةِ فَقَالَ أَنِكْتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ حَتّٰى غَابَ ذٰلِكَ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ مِنْهَا قَالَ: نَعَمْ قَالَ كَمَا يَغِيْبُ الْمِرْوَدُ فِي الْمُكْحُلَةِ وَالرِّشَاءُ فِي الْبِئْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا الزِّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ أَتَيْتُ مِنْهَا حَرَامًا مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهٖ حَلَالًا قَالَ فَمَا تُرِيْدُ بِهٰذَا الْقَوْلِ قَالَ: أُرِيْدُ أَنْ تُطَهِّرَنِيْ فَأَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ فَسَمِعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهٖ يَقُوْلُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ: انْظُرْ إِلٰى هٰذَا الَّذِيْ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهٗ حَتّٰى رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتّٰى مَرَّ بِجِيْفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ برجلِهِ فَقَالَ أينَ فلانٌ وفلانٌ؟ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيْفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ فَقَالَا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ يَأْكُلُ مِنْ هٰذَا؟ قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ أَخِيْكُمَا آنِفًا أَشَدُّ مِنْ أَكْلٍ مِنْهُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنَّهُ الْآنَ لَفِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ ينغمسُ فِيْهَا: (ابوداؤد 4428)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک اسلمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی ذات پر چار بار گواہی دی کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کیا، اس پر ہر دفعہ ان سے حضور ﷺ چہرہ پھیرتے رہے، پانچویں بار میں متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تو نے اس سے صحبت کی؟ بولے ہاں فرمایا حتی کہ تیرا یہ اس عورت کی اس میں غائب ہوگیا؟ بولے

ہاں فرمایا جیسے سلائی سرمہ دانی میں اور رسی کنویں میں غائب ہو جاتی ہے؟ بولے ہاں فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ زنا کیا ہے؟ فرمایا ہاں میں نے اس سے وہ کام حرام کیا ہے جو خاوند اپنی بیوی سے حلال کرتا ہے فرمایا تم اس سے چاہتے کیا ہو؟ عرض کیا یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں تب آپ نے حکم دیا وہ رجم کیے گئے پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے دو شخصوں کو سنا ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا اسے تو دیکھو جس کی اللہ نے پردہ پوشی فرمائی تھی مگر اس نے اپنے کو نہ چھوڑا حتی کہ کتے کی سنگساری کی طرح رجم کیا گیا،حضور انور اولاً دونوں سے خاموش رہے پھر گھڑی بھر چلے حتی کہ مردار گدھے پر گزرے جو ٹانگ اٹھائے تھا تو فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں وہ بولے یارسول اللہ ﷺ ہم یہ ہیں تو فرمایا کہ اترو اور اس مردار گدھے میں سے کھاؤ،انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ اسے کون کھاتا ہے فرمایا کہ تم نے جو اپنے بھائی کی آبرو ریزی ابھی کی وہ اس میں سے کھالینے سے زیادہ بری ہے،اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اب جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

خلاف معمول تشریحِ حدیث سے قبل ایک طویل گفتگو فرمائی،اس حدیث کے سارے طرق اور یہ کہ پورے صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث میں کہاں کہاں موجود ہے،خود سنن ابی داؤد میں کہاں کہاں کس کس لفظ کے ساتھ واقع ہے اور پھر رسول اکرم ﷺ نفاذ حد کے وقت مسجد میں پریشانی کے عالم میں ٹہل رہے ہیں پوچھنے پر فرمایا کہ وہ رب کی قضا ہے اور یہ میری ان کیلئے محبت ہے اور ''لقد تاب توبة لقسمت علی الارض لوسعتهم'' پر مکمل گفتگو فرمائی اور طلباء کے ذہن میں یہ بات راسخ کی کہ کبھی بھول کر بھی کسی صحابی رسول ﷺ کے متعلق ذہن میں غلط خیال مت لانا ورنہ اپنے اعمال ضائع کر بیٹھو گے اور یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کوئی عام ہستیاں نہیں بلکہ رب قدیر نے پوری مخلوق کے دل چیک کیے پھر ان میں سے جو بہترین دل تھے انکا انتخاب نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کے طور پر کیا۔ساتھ یہ مصرع دہراتے۔

دہد عشق احمد بندہ چنیدہ خودرا

فرمانے لگے میں اپنے پیر صاحب کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں تو سانس لینا بھی مشکل ہوتا ہے اور وہ تو نبی اکرم ﷺ کی صحبت پاک میں تھے تو پھر کیسے یہ سب ہوگیا؟

فرمانے لگے بھلے او صحابہ کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے صرف تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے ہی قربانیاں نہیں دیں بلکہ انہوں نے دین اسلام کے نفاذ کیلئے بھی قربانیاں دی ہیں تاکہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ اسلام کے قوانین اتنے اہم تھے تو حضور ﷺ نے خود نافذ کیوں نہ فرمائے یہ انکی قربانیاں ہیں کہ اسلام پر کوئی بندہ سوال نہیں اٹھا سکتا۔

مشاجرات صحابہ کے متعلق نظریہ:

مشاجرات صحابہ پر کبھی گفتگو نہ کرنے دیتے،فرماتے کہ اللہ کے محبوب اور حضور اکرم ﷺ کے فیض یافتہ لوگ ہیں ان کے معاملات ان کیساتھ۔ہمیں کس نے قاضی بنایا ہے کہ ہم ان کے درمیان فیصلہ کریں۔سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین مشاجرات کے متعلق فاضل بریلی کا یہ شعر پڑھتے تھے:

حق بدست حیدر کرار

لیکن امیر معاویہ بھی ہمارے سردار

لیکن حب علی کی آڑ میں کسی بھی صحابی پر زبان درازی کو کبھی گوارا نہ کیا، ابھی کچھ عرصہ قبل مشاجرات صحابہ کی آڑ میں کچھ لوگوں نے ناموس صحابہ پر خصوصا سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا ابوسفیان کے معاملے میں اپنے بغض باطن کا اظہار کیا تو ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: اگر وہ اس دن یہی ایک جملہ ہی ارشاد فرما دیتے تو پوری تقریر کا نچوڑ یہی تھا۔

فرمایا: "ڈُرڈُرکتیو! ماکاں نوای پیئے گئے او"۔ یہ جملہ ان کے منہ سے ادا ہوا اور یوں ایک تاریخ رقم کر گیا۔

انہیں ویسے تو جمیع صحابہ کرام سے محبت تھی مگر وہ بہت زیادہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے اور ان سے بہت زیادہ عقیدت تھی، اور وہاں سے بھی انہیں مقبولیت حاصل تھی، خود فرماتے تھے کہ میں جب ان کے مزار پر (شام) پہنچا تو دروازہ بند کیا جا رہا تھا اور وہاں قیام کا ہمارا آخری روز تھا ہم دروازے پر پہنچے تو انہوں نے ہمیں غیر ملکی مہمان جان کر دروازہ کھول دیا اور میں نے ان کے مزار کے ساتھ کندھا لگا کر روتے ہوئے کچھ نوافل ادا کیے۔

شام کے باشندوں کے ساتھ محبت اور محبت کی وجہ:

انکے دورہ شام کے بعد غالبا جامع مسجد سیدنا خالد بن ولید کے خطیب تھے یا کچھ دیگر علماء شام تو وہ استاذ گرامی کو ملنے جامعہ بھی آئے تو صبح اسمبلی کے بعد مجھے بلایا کہ تو بزم کا چوہدری اور بڑا منتظم بنتا ہے، تو آج پتہ چلے گا کہ تم میں کتنی انتظامی صلاحیت ہے، شام سے کچھ شیوخ تشریف لا رہے ہیں ان کے ناشتے کا انتظام کرنا ہے مگر وہ ناشتہ کھانے کی طرح ہو کہ وہ علماء دوپہر کو کھانا نہیں کھاتے۔

اور فرمانے لگے یاد رکھنا وہ شام کے لوگ ہیں اور ایک دعا میں حضور ﷺ نے شام کو اپنا شام کہا ہے اسی لیے جنہیں حضور ﷺ نے اپنا کہا ہے ان کیلئے ناشتے کا انتظام کرنا ہے۔

میں نے اپنے قائد محترم علامہ محمد حبیب احمد سعیدی کے ساتھ مل کر انتظام کیا، ان کا استقبال، جامعہ کا وزٹ اور اساتذہ وطلباء سے ملاقات کے شیڈول کی تفصیل، جب ان کے سامنے رکھی تو وہ بہت مسرور ہوئے۔ بہت دعائیں دیں اور کہنے لگے چلو بزم دا کوئی تے فائدہ ہویا۔۔۔ راحت اندوری یاد آئے۔

اس کی یاد آئی ہے سانسو ذرا آہستہ چلو

دھڑکنوں سے بھی عبادت میں خلل پڑتا ہے

تعظیم جگر پارہ مصطفی ﷺ:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، فرماتے تھے کہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کے سامنے کسی

نے کہا سیدہ فاطمہ حضور اکرم ﷺ کی بیٹی، تو انہوں نے ٹوک دیا کہ بیٹی نہ کہا جائے یہ عام لفظ ہے وہ حضور ﷺ کی شہزادی ہیں۔

فرماتے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو الفاظ کی بات ہے فاضل بریلوی نے فتاوی رضویہ کی اٹھائیسویں جلد میں کہا ہے خصوص کا انکار نصوص کے انکار کی طرف لے جائے گا۔

آج کل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس موضوع سخن ہے، ہمارے استاذ گرامی تعظیم وتوقیر کی ٹکسال میں ڈھلے ایک خوبصورت انسان تھے درج ذیل حدیث پاک پر گفتگو فرمائی تو حیران کر دیا۔

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُسَامَةَ، كَلَّمَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي امْرَأَةٍ فَقَالَ: إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُقِيمُونَ الْحَدَّ عَلَى الْوَضِيعِ، وَيَتْرُكُونَ الشَّرِيفَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ فَاطِمَةُ فَعَلَتْ ذَلِكَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا: (بخاری، 6787)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ نے نبی اکرم ﷺ سے ایک عورت کی (جس پر حد کا مقدمہ ہونے والا تھا) سفارش کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ اس لیے ہلاک ہو گئے کہ وہ کمزوروں پر تو حد قائم کرتے اور بلند مرتبہ لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسا کرتیں تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

تو اس حدیث پر فرماتے کہ لفظ چوری نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ کیلئے نہیں فرمایا تو ہم کیوں استعمال کرتے ہیں بس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر خلاف فطرت کام کرتیں تو میں اللہ کا حکم نافذ کرتا، ورنہ سیدہ فاطمہ کی فطرت میں پاکیزگی ہی پاکیزگی ہے۔

فرماتے تھے کہ حضرت کاظمی شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کیلئے یہ کہنا جائز نہیں کہ حضور نے کسی کیلئے بد دعا فرمائی بلکہ یہ کہا جائے کہ دعاء ضرر فرمائی، جب حضور ﷺ کی طرف لفظ بد کی نسبت جائز نہیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف چوری کی نسبت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

اسلامی ہیروز سے محبت:

صحابہ کرام کے بعد اسلامی ہیروز میں سلطان صلاح الدین ایوبی، نورالدین زنگی اور سلطان محمود غزنوی سے انہیں بہت پیار تھا اور وہ انہیں اپنا ہیرو اور رول ماڈل سمجھتے، اور اپنی تقاریر میں فتح بیت المقدس اور سلطان نورالدین زنگی کے اس منبر اور اس پر پڑھے جانے والے پہلے خطبے کا ذکر بہت والہانہ انداز سے کرتے تھے، یہ وہ منبر ہے جو سلطان نورالدین محمود بن زنگی نے فتح بیت المقدس سے تیس برس پیشتر اس عظیم الشان مسجد میں رکھنے اور بعد فتح اس پر خطبہ پڑھے جانے کے لیے نہایت اعلیٰ صنعت اور کاریگری سے بڑے بڑے صناعوں (کاریگروں) کی عرصہ دراز کی محنت اور صَرف زر کثیر کے بعد بنوایا تھا اور

اس کو اپنے خزانے میں محفوظ رکھا تھا کہ جب میں بیت المقدس فتح کرونگا تو اسے اس محراب کی زینت بنا کر اپنا دل ٹھنڈا کروں گا لیکن سلطان رحمہ اللہ کی حیات میں ان کی یہ آرزو فتح بیت المقدس پوری نا ہوئی اور منبر اسی طرح پڑا رہ گیا، سلطان صلاح الدین نے اس کو منگوا بھیجا اور مسجد اقصیٰ کے محراب میں رکھوا کر بزرگ نورالدین کی تمنا کو پورا کیا۔

فتح بیت المقدس کے وقت پڑھا جانے والا خطبہ:

جب بیت المقدس فتح ہوا تو کئی علماء نے خطبے تیار کیے تھے اور ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اسے خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے، بے شمار لوگ تھے ہر درجہ اور رتبہ کے، ہر دیار و ملک کے علماء و فضلاء جو سلطان کے ساتھ رہتے تھے اور ہر علم و ہنر کے نامور آدمی بیت المقدس میں پہلی نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے، ایک غیر معمولی جوش سب کے چہروں سے عیاں تھا اور دلوں پر رقت طاری تھی، اذان کہے جانے کے بعد سلطان نے قاضی محی الدین ابی المعالی محمد بن ذکی الدین قریشی کی طرف منبر پر چڑھنے کا اشارہ کیا، خطیب نے منبر پر چڑھ کر اس فصاحت و بلاغت سے خطبہ پڑھنا شروع کیا کہ لوگ نقش دیوار کی طرح ساکت اور خاموش ہو گئے، سامعین کے دل دہل گئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، یہ خطبہ استاذ رضوی صاحب مکمل عربی میں پڑھتے اور لوگوں کے ولولہ عشق نبی ﷺ کو نئی جوانی عطا کرتے۔ اور اپنے خاص انداز میں ابن خلکان کی روایت کے مطابق وہ یہ سارا عربی خطبہ پورے تسلسل اور اسی رعب میں پڑھتے اور فرماتے کہ یہ میں کسی قبرستان کے سامنے کھڑا ہو کر پڑھوں تو عربی سمجھنے والے مردے اٹھ کھلوئر۔۔۔

ہم تو سجدے تیری راہوں میں کیے جائیں گے
جانے والے تیرے قدموں کے نشاں باقی ہیں

ایک واقعہ:

ان کے جلال کے سامنے کوئی تاب نہ لا سکتا، ایک دن قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی کسی پروگرام میں جانے لگے تو جامعہ کے گیٹ سے مجھے فرمایا کہ جاؤ (مولانا) شکور احمد سیالوی (مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) کو بلالاؤ، اتفاق یہ کہ یہ اس وقت حدیث پاک کے پیریڈ میں تھے اور پیریڈ استاذ گرامی علامہ خادم حسین رضوی کے پاس تھا، میں نے کچھ دیر انتظار کیا، ادھر سے استاذ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب کو دیکھوں کہ وہ گیٹ پہ کھڑے ہیں ادھر حدیث پاک کی کلاس۔۔۔۔۔۔۔۔ خیر جونہی موقع ملا تو میں نے کہہ دیا کہ شکور بھائی کو حافظ صاحب قبلہ بلا رہے ہیں تو استاد رضوی صاحب نے مجھے اچھا خاصا ڈانٹ دیا فرمایا کہ تین چار منٹ رہ گئے تھے تو رک جاتا اضر و رحدیث کے دوران تم نے ڈسٹرب کرنا تھا، جب یہ کلاس باہر نکلی تو میں اندر چلا گیا اور میں نے کہا قبلہ میرے لیے تو پل صراط تھا کہ ادھر حافظ صاحب گیٹ پہ کھڑے تھے اور میں ان کے بالکل سامنے کھڑا تھا ،اسی لیے جسارت کی، اور معافی چاہتا ہوں میں نے اتنا کہتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے۔ خلاف معمول زور سے ہنسے اور بہت عمدہ

نصیحت فرمائی کہ پھر بندہ خود فیصلہ کر لیتا ہے کہ اس نے ایسی حالت میں اس مسئلہ کو حل کیسے کرنا ہے تم ایک پرچی لکھ کے دروازے سے کسی لڑکے کو پکڑاتے وہ میرے سامنے رکھ دیتا تو میں فوراً اسے اشارہ کر دیتا اس طرح تم نے حدیث پڑھانے کا ''موشن'' ہی توڑ دیا اور اس پر مجھے اچھی خاصی رقم عطا فرمائی کہ جاؤ دودھ سوڈا پی آ۔

''جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا''

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے نام پر عمرہ:

انکے مزاج مبارک میں ایک اور بات بڑی خوبصورت تھی کہ وہ کسی بھی چیز کے اعتراف کرنے میں بہت بے باک تھے اور بلاخوف لومۃ لائم وہ اعتراف کر جاتے۔

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے خلاف جامعہ کے ایک طالبعلم نے کتاب لکھی، کتاب شائع ہونے کے بعد جب جامعہ خبر پہنچی تو اس شقی کو اسی دن جامعہ سے فارغ کر دیا گیا اور بہت سخت کارروائی کی گئی اس پر کہ'' اکابرین اہل سنت کے متعلق کبھی بھی کسی قسم کی کوئی زبان درازی یا ان پر الزام تراشی برداشت نہ کی جائے گی'' کا دوٹوک موقف بھی جامعہ کی طرف سے دہرایا گیا۔ہم ان کے پاس سبق پڑھنے گئے تو انہوں نے کلاس میں اس فیصلے کی بہت تحسین کی،اسی دوران میں نے سوال پوچھا کہ آپ نے ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ کی طرف سے ایک بار خصوصی عمرہ کیا اس کی کیا وجہ تھی؟

فرمانے لگے مولانا! بات یہ ہے کہ میرے دل میں ان کے متعلق انکی کسی تحریر پر کوئی مناسب رائے نہ تھی میں عمرہ کرنے گیا تو میں نے وہاں اپنے جمیع اکابرین کے نام پر عمرہ کیا جو جو نام میرے ذہن میں تھے میں نے ان کے نام زبان سے ادا کیے باقی سب کی نیت کر کے عمرہ کیا مگر پیر صاحب کا نام ذہن میں ہوتے ہوئے انکے متعلق اس خلش کے سبب میں نے عمرے میں نیت نہیں کی۔عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد جب میں رات کو ہوٹل میں جاکے سویا تو خواب دیکھا کہ حرم پاک میں حاضر ہوں اور پیر صاحب دلائل الخیرات شریف کا درس دے رہے ہیں لوگ کھڑے ہو کر سن رہے ہیں۔میں بھی ایک طرف کھڑے ہو کر درس سننے لگا،درس دیتے دیتے جب پیر صاحب کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے مولانا! ہم نے بھی دین کا کام کیا ہے۔اور یہ جملہ انہوں نے دو بار کہا بس پھر آنکھ کھل گئی تو اگلے ہی دن میں نے ان کے نام پر عمرہ کیا اور ان کے لیے حرم پاک میں دعا بھی کی۔

وہ جن سے بہار تھی اس چمن میں:

جس دن استاذ الاساتذہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا انتقال ہوا تو اس دن بھی استاذ گرامی ان کے مزار کی ایک طرف موجود رہے اور جب ان کو انکی مبارک آرام گاہ میں لٹایا گیا تو فرمایا ایک بار پھر استاذوں کی زیارت کرنے دیں۔اور جب رات کو انہیں اطلاع ملی تھی تو مفتی صاحب قبلہ کے گھر رات کو آئے تو جامعہ کے اساتذہ،فضلاء اور طلباء رو رہے تھے

تو خود بھی رونے لگ گئے اور فرمایا کہ "رواوئے منڈے اواج نئیں تے فیر کدوں رووواں گے اسی اج تے یتیم ہوئے آں"۔
میں نے یہ منظر دو بار دیکھا۔ ایک تو چند سطور قبل ذکر ہوا دوسرا اسی طرح جب ہمارے شیخ گرامی پیر طریقت رہبر شریعت حضرت خواجہ فقیر محمد باروی کا انتقال ہوا تو جنازے میں تشریف لائے اور تدفین کے موقع پر مزار پاک کے کنارے پورے تدفین کے عمل میں موجود رہے اور مسلسل روتے رہے، جب تدفین ہو چکی تو ایک لمبی سرد آہ بھری اور فرمایا:
"ھا۔۔۔جنڑا اسی اج ٹُر گیا اے"

اس قدر رویا ہوں تیری یاد میں
آئینے آنکھوں کے دھندلے ہو گئے

(ناصر کاظمی)

حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب قبلہ تو ویسے انکے مہربان ومحبوب تھے اور وہی ان کے لیے نمونہ زندگی تھے، اور استاذ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ اپنی عملی زندگی میں ان سے بہت زیادہ متاثر تھے اور ان کے قریب بھی۔ قرب کا اندازہ یہاں سے لگائیں کہ قبلہ مفتی صاحب جامعہ میں دوپہر کو قیلولہ فرماتے تو استاذ گرامی بھی اپنی کلاس سے فارغ ہو کے ان کی خدمت میں پہنچ جاتے اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام بھی کرتے اور ان کی خدمت بھی کرتے، پاؤں تک دباتے اور کبھی کبھی پھر کلاس میں تبصرہ فرماتے کہ ہمارے استاذ گرامی بہت مضبوط جسم کے مالک ہیں اچھا خاصا طاقت ور آدمی ان کے پاؤں نہیں دبا سکتا ،فرماتے کہ استاذ صاحب مجھے کہتے ہیں کہ یار ایڑیاں دباؤ مگر ان پر ہاتھ نہیں لگتا اور نہ دبائی جاتی ہیں۔ حالانکہ ان کے پاؤں کے تلوے بہت نرم ہیں۔

علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ سے عقیدت:

"فطرت خود کرتی ہے لالے کی حنابندی" کے مصداق قدرت خداوندی نے ابتدا سے ہی اس مرد عظیم اور رجل رشید کو اپنے راستے کیلئے چنا تو ایسے ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دیا جو عہد موجود کے نباض بھی تھے اور نابغہ عصر بھی۔ ان میں سے ہر ہر فرد اپنی جگہ پر ایک عظیم راہنما اور مصلح ثابت ہوا جنہوں نے اس بطل حریت اور پاسبان فکر اسلامی کی آبیاری کی اور ان کی زندگی کو عظیم رخ اور پہلو عطا کیے۔
ان میں شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ان کے استاذ تھے اور ان کے لیے جائے عقیدت بھی اور ان کے شاگرد ہونے پر وہ نازاں بھی۔

ایک واقعہ:

قبلہ شرف صاحب کے انتقال کے بعد بزم رضا میں جامعہ نظامیہ میں انکی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے

بزم رضا کے زیر اہتمام ''شرف ملت'' سیمینار رکھا گیا اس سیمینار میں ایک معروف اسکالر نے استاذ شرف صاحب قبلہ کے حوالہ سے ایک بات ایسی کہی جو عام سامعین کے لیے مناسب نہ تھی۔ انکی گفتگو ختم ہوئی تو میں چونکہ پروگرام چلا رہا تھا تو استاذ گرامی نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ انکے بعد میری گفتگو کروالو۔

مائیک پر آتے ہی فرمانے لگے: ہم استاذ شرف صاحب کے پاس پڑھتے تھے ہم نے انکی تحریک پر علم صرف کی ایک کتاب چھاپی تو اس کے مصنف کوئی معتزلی تھے ان کے نام کے ساتھ کلمہ ترّحم لکھا ہوا تھا، شرف صاحب نے پوچھا کہ یہ کس نے لکھا ہے؟ عرض کیا کہ اس کتاب کا حاشیہ یا اس کی شرح علامہ بندیالوی صاحب نے لکھی ہے تو انہوں نے اسی طرح لکھا ہے۔ اس پر شرف صاحب نے فرمایا کہ میں علامہ بندیالوی کا شاگرد ہوں اور شاگرد ہونے کے ناطے میں یہ کاٹ رہا ہوں۔ استاذ اگر موجود ہوتے تو ان سے عرض کرتا اور وہ میری بات کو رد نہ فرماتے اور اس بات سے رجوع فرماتے۔

استاد رضوی صاحب نے اتنی بات کی اور فرمایا کہ میں شرف صاحب کا شاگرد ہوں اوّلاً تو وہ ایسی بات نہیں کرسکتے ثانیاً اگر انہوں نے کی بھی ہے تو میں ان کا شاگرد ہونے کے ناطے یہ بات ان کے کلام سے کاٹ رہا ہوں، وہ موجود ہوتے تو میں ان سے عرض کرتا تو وہ ضرور مانتے اور رجوع بھی فرمالیتے اس لیے آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یہ بات ان سے منسوب نہ کی جائے میں نے یہ ختم کردی ہے۔

شرف صاحب قبلہ سے اسی عقیدت کی بنیاد پر استاذ گرامی اپنے دادا استاذ فخر المناطقہ علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی صاحب علیہ الرحمہ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ اور قبلہ شرف صاحب ان کی پوری کلاس کو قبلہ بندیالوی صاحب کی خدمت میں لے کر گئے تھے اور اسی سنت پر استاذ گرامی بھی اپنی کلاس کو استاذ شرف صاحب کی خدمت میں لے کر جاتے جب وہ بہت زیادہ علیل تھے اور درس و تدریس سے الگ ہو چکے تھے۔ جب استاذ گرامی علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ، علامہ شرف صاحب کے ساتھ علامہ بندیالوی صاحب کے پاس گئے تو دیگر طلباء نے ان سے سلام دعا اور انکی دست بوسی کی سعادت حاصل کی مگر استاذ گرامی نے باقاعدہ طور پر قدم بوسی کی اور وہ بھی یوں کہ اپنا سر دستار سمیت کچھ دیر کیلئے ان کے قدمین پر رکھ دیا یہ بیش قیمت لمحات کسی کے کیمرے کی آنکھ نے محفوظ کر لیے آج کل وہ تصویر سوشل میڈیا پر بہت وائرل ہو رہی ہے۔

شیخ الحدیث علامہ محمد رشید صاحب سے عقیدت:

اسی رنگ کی ایک نظیر ان کے ذہن میں تھی کہ ان کے استاذ گرامی شیخ الحدیث مولانا قاضی محمد رشید نقشبندی جن کی عرصہ دراز تک یہ خدمت کرتے رہے اور ان کے خادم خاص بھی رہے اور انکی تربیت بلکہ ان کے جلال و جمال کا ایک گہرا اثر انکی طبیعت اور مزاج میں شامل تھا جس کا اظہار وہ اعلانیہ طور پر کرتے تھے۔ کلاس کے دوران کئی مرتبہ یہ بات سنائی کہ ہم استاذ محمد رشید صاحب کے ساتھ استاذ علامہ عطا محمد صاحب کی خدمت میں گئے واپس آنے لگے تو استاذ رشید صاحب جو اس وقت جامعہ نظامیہ

رضویہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر تھے انہوں نے اپنی سفید ٹوپی سے بندیالوی صاحب کے جوتے صاف کیے اور وہ جھاڑے بغیر اپنے سر پر رکھ لی اور اسی طرح واپسی کا سفر کیا اور اس پر وہ سراپا تشکر و امتنان تھے کہ انہیں اتنی بڑی سعادت میسر آئی۔

شیخ الحدیث علامہ محمد رشید نقشبندی صاحب کی ایمانداری اور اخلاص سے وہ از حد متاثر تھے، فرماتے تھے کہ ایک بار میں ان کے ساتھ تھا انہوں نے رائیونڈ کسی پروگرام میں جانا تھا ہم ریلوے اسٹیشن پہنچے تو ٹرین چل چکی تھی اب اگر ہم ٹکٹ لینے کیلئے رکتے تو ریل گاڑی نکل جاتی، ہم چلتی ٹرین میں سوار ہو گئے، خیال تھا کہ ٹکٹ دوران سفر چیکر سے لے لیں گے۔

رائیونڈ تک ٹکٹ چیک کرنے والا کوئی نہ آیا تو ہم مجبوراً اتر گئے، اگلے دن مجھے فرمایا مولوی خادم! ریلوے اسٹیشن جاؤ اور وہی گاڑی جو کل اس وقت رائیونڈ گئی تھی اس کے دو رائیونڈ کے ٹکٹ لے آؤ میں لایا تو وہ میرے سامنے پھاڑ دیے کہ چلیں اس طرح محکمہ ریل کو ان کی امانت تو پہنچ گئی اسی پریشانی میں گذشتہ شب میں سو نہیں سکا۔

انکی ایمانداری کے اس واقعہ سے استاذ گرامی بہت متاثر تھے اور خود فرماتے کہ استاذ رشید صاحب نے جو ہماری تربیت کی ہے وہ ہمارے لیے ہماری زندگی کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ:

ایک بہت دلچسپ واقعہ بہت مسکرا مسکرا کر سناتے تھے کہ میں زمانہ طالب علمی میں ایک مسجد میں امام تھا میلاد النبی ﷺ کے جلسے میں استاذ رشید صاحب کا خطاب رکھا، استاذ صاحب خطاب کرتے کرتے فرمانے لگے کہ او بھائی جانتے ہو کہ حضور اکرم ﷺ کی دائیہ کون ہے؟

فرمایا کہ میں انتظامی امور میں مصروف ہونے کی وجہ سے مجمع میں سب سے پیچھے بیٹھا تھا میرے منہ سے اچانک نکل گیا سیدہ حلیمہ سعدیہ، یہ جواب سنتے ہی استاذ رشید صاحب نے میری طرف دیکھا اور ان کے منہ سے نکل گیا۔ ہا کھوتا نہ ہووے تے۔۔ وہ حضور ﷺ کی مرضعہ (دودھ پلانیوالی) ہیں نہ کہ دائیہ۔ میں مسکرا پڑا، انہوں نے اسی وقت خطاب میں مجھ سے اور میری مسجد کے لوگوں سے اعلانیہ طور پر معذرت کی اور اگلے دن جب میں سبق کے اختتام پر کلاس سے باہر جانے لگا تو انہوں نے مجھے ایک پرچی دی فرمایا کہ اسے باہر جا کے پڑھو، میں نے کھولی تو اس میں میرے نام ایک خط تھا، جس میں گذشتہ پروگرام میں ہونے والی بات پر معذرت لکھی ہوئی تھی۔

تحریر تھی "عزیز گرامی! میں کل سے بے سکونی کی کیفیت سے دو چار اور دل شدید اضطراب کا شکار ہے۔ امید ہے آپ مجھے معاف کر کے بڑے پن کا ثبوت دیں گے۔ وہ آپکی مسجد ہے اور آپ وہاں کے امام و خطیب ہیں سہواً میرے منہ سے یہ بات نکل گئی اور مجھے لگا کہ میں کلاس روم میں ہوں اور اسی دھیان میں وہ نامناسب جملہ زبان سے ادا ہو گیا۔ آپ کی طرف سے

معاف کرنا میرے لیے سکون اور اطمینان قلبی کا باعث ہوگا"۔

شیخ الحدیث علامہ محمد رشید صاحب کی وجہ سے انہیں قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی سے بہت عقیدت تھی فرمایا کہ جب کوئی ان سے تعویذ لکھنے کا کہتا ہے تو وہ "نورانی صاحب" کے نام کا تعویذ لکھ کے دے دیتے تو لوگوں کو شفاء مل جاتی۔انکے وصال کے بعد استاذ گرامی ان کے بچوں سے اپنی سگی اولاد والی شفقت فرماتے بلکہ ان کے بڑے بیٹے محترم سعید صاحب کو ہمیشہ استاذ جی کہہ کر بلاتے۔

علامہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب سے عقیدت:

اساتذہ کرام میں ایک اور شخصیت جن کے بارے یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کے محب اور محبوب تھے،یہ ذات قدسی صفات علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی کی ہے کہ استاذ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا تعلق ان سے بہت گہرا اور لازوال تھا اور یہ حقیقت ہے کہ استاذ صاحب انہیں اپنے والد کی طرح صرف سمجھتے نہ تھے بلکہ انکی باتوں کو وہی درجہ دیتے جو وہ اپنے والدین کے حکم کو دیتے۔

اور انکی زندگی میں کئی واقعات ایسے تھے کہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی نے ان کیلئے بہت بڑے سائبان،استاذ راہنما اور مرشد کا کام کیا،مثال کے طور پر استاذ گرامی علامہ رضوی صاحب کے جواں سال بھتیجے ایک معروف ادارے میں زیر تعلیم تھے وہ وہیں سے غائب ہو گئے استاذ رضوی صاحب نے اس صدمے کو اس قدر دل پہ لیا کہ معاشرے سے بالکل الگ تھلگ ہو گئے اور بس مسجد تک اور مسجد میں بھی کسی سے بات چیت تک نہ کرتے مگر قدرت نے ان سے اتنا بڑا کام لینا تھا یا شاید ان گلی کوچوں سے شناسائی کا پہلا دور تھا کہ یہ سب دیکھیں کیسے ہوتا ہے۔

خیر اس صورتحال میں شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی نے بہت اہم کردار ادا کیا،ان کے پاس جاتے ،انہیں تسلی دیتے اور قران وحدیث سے انہیں مختلف صبر وتحمل کے واقعات سناتے،اور اس طرح کے کئی طریقوں سے استاذ گرامی انہیں تدریس کی دنیا میں واپس لائے تب انہیں ایک مکمل کلاس (ثانیہ) دی گئی اس کے مکمل اسباق ان کے پاس تھے تو رفتہ رفتہ یہ اس منزل کی طرف آئے اور پھر وہ نوجوان بھی مل گیا اور یوں یہ پھر اسی میدان کے شاہسوار نظر آئے۔

کار ایکسیڈنٹ سے آپ کی زندگی پر اثر:

پھر جب انکو حادثہ (2009) پیش آیا تو استاذ گرامی تدریس نہ کر سکے،ایک بار جامعہ آئے مگر پھر تدریس تاخیر کا شکار ہوگئی،تو ایک بار پھر شیخ الحدیث حافظ عبدالستار سعیدی صاحب نے انہیں آمادہ کیا،انہیں درس وتدریس کی دنیا میں واپس لانے میں ایک اور شخصیت کا کردار قابل صد تحسین ہے وہ شخصیت ان کے شیخ گرامی حضرت حاجی پیر صاحب کی تھی۔

شیخ طریقت کی طرف سے ملنے والا سبق:

ایک بار استاذ گرامی اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ اپنے خدام سے کہہ دیا کہ یہ سارا ذخیرہ کتب اور پڑھنے پڑھانے

سے متعلق یہ سب خانقاہ عالیہ سلطانیہ (جہلم جو آپ کا پیر خانہ ہے) بھیج دیں اور میں بس اب شاید کچھ نہ کرسکوں، یہ خبر کسی نے آپ کے شیخ حضرت حاجی پیر صاحب رحمہ اللہ علیہ تک پہنچا دی انہوں نے فوراً فون کیا اور فرمایا: مولانا! اب تک تو ہمیں (عوام کو) صبر اور تحمل کا درس دیتے رہے مگر جب اس سب پر عمل کرنے کی باری آئی تو اب اس قدر دل برداشتہ اور حوصلہ پست ہو گئے کہ کتابیں اور سب کچھ ہمارے ذمہ دینے لگے ہیں ایسے نہیں مولانا ہمت کریں اور صبر سے کام لیں ابھی آپ نے بہت کچھ کرنا ہے۔ اور یوں وہ اس طرف ایک مرتبہ پھر آئے اور پھر تاریخ میں صرف انمٹ نقوش نہیں چھوڑے بلکہ پوری تاریخ کا دھارا بدل کے رکھ دیا۔

اس ضمن میں حبیب من علامہ محمد حبیب احمد سعیدی (ناظم مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ) کی قیادت میں ان کی کلاس کا بھی بڑا اہم رول ہے یہ کلاس متعدد بار وہاں حاضر ہوئی اور اس سال ان کی کلاس کے کافی لوگ میٹرک کا امتحان دے رہے تھے، تو انہیں خبر دی گئی کہ آپ نہیں آرہے تو لڑکے اس طرف جارہے ہیں، بس اس بات پر کہ تم دین پڑھو، میں آجاؤں گا، اس کے بعد وہ مستقل آتے رہے اگلا سال ہمارا تھا تو ہمیں بھی ان سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔

استاذ گرامی جامعہ کی دوسری منزل پر کمرہ نمبر 21 میں پڑھاتے اور قبلہ شیخ الحدیث صاحب اپنے کمرے سے کبھی کبھی محدث اعظم ہال کی طرف سے آتے تو رک کر سلام دعا کر کے پھر دارالحدیث ہال کی طرف جاتے یا کبھی کبھی واپسی پر اسی راستے سے سلام دعا کر کے پھر اپنے کمرے کی طرف جاتے جب کبھی استاذ گرامی علامہ رضوی صاحب کی حضرت شیخ الحدیث صاحب پر نظر پڑتی تو فوراً جیب سے پیسے نکالتے اور کسی لڑکے کو بھیجتے کہ جاؤ باہر سے ایک 7up کی بوتل اور دودھ کے دو گلاس ڈال کے قبلہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب کو پیش کرو، وہ تھک گئے ہوں گے سبق پڑھا پڑھا کر، متعدد بار مجھے بھی یہ سعادت ملی۔ اور پھر ان کے آنے کے بعد کوئی نہ کوئی ماضی کی بات سناتے اور یاد کرتے، جانے کتنے اکابر کے متعلق اور ان کے بے شمار واقعات ہم نے ان سے دوران سبق سنے۔

خیر بات ہو رہی تھی حضرت حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب سے انکی عقیدت کی اکثر فرماتے تھے کہ میں اس وقت کا سب سے بڑا مفتی، استاذ اں نوں سمجھداں۔ کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو انہیں کال کرتے۔

تراویح میں سہو کا ایک واقعہ:

استاذ گرامی جامع مسجد پیر مکی (متصل دربار عالیہ پیر مکی، لاہور) میں تراویح سناتے تھے ایک بار تراویح میں کوئی سہو ہو گیا، شاید تین رکعتیں پڑھی گئیں دوران تراویح شیخ الحدیث علامہ عبدالستار سعیدی صاحب کو کال کی اور مسئلہ پوچھا تو شیخ الحدیث صاحب فرمانے لگے دو نفل دوبارہ پڑھیں اور آپ نے منزل بھی دوبارہ پڑھنی ہے تاکہ تراویح میں ختم قرآن کی تکمیل ہو جائے اور سنت بھی قائم رہے شاید انہوں نے آگے سے از راہ مزاح کہا استاذ جی! ساری منزل جو قابل اعادہ رکعت والی ہے؟ تو شیخ

الحدیث صاحب مسکرا کر فرمانے لگے کہ دھیان دیا کریں نا رکعت پہ، تو اب پھر منزل بھی اور دو رکعت بھی۔

اسی طرح حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب عرصہ دراز سے ربیع الاول شریف کی آخری جمعرات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں ایک عظیم الشان پروگرام کا انعقاد کرتے ہیں اس پروگرام میں قبلہ استاذ رضوی صاحب شریک ہوتے اور خطاب بھی فرماتے تھے۔ اور اسی پروگرام والے دن ان کا انتقال ہوا۔

دورانِ خطاب اپنے استاذ سے اصلاح کروانے کا ایک واقعہ:

ایک پروگرام میں دوران خطاب فاضل بریلی کا یہ شعر پڑھا:

آب دُر دنداں سے عدن ڈوب گیا
رشک لب لعلیں سے یمن ڈوب گیا

اور فرمایا کہ یہ رباعیات ہیں جو حدائق بخشش میں شامل ہیں اور جب ''لعلیں'' پڑھا تو لعلَیں (لام کے زبر کے ساتھ) پڑھا اور کہا استاذ جی (قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی) یہ واحد لفظ ہے حدائق بخشش کا جس کے تلفظ پہ متردد ہوا ہوں اس کا درست تلفظ کیا ہوگا؟ اس لیے پڑھ دیا ہے کہ آپ سن کر تصحیح فرما دیں گے۔

میں نقابت کر رہا تھا شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اندر سے حدائق بخشش اٹھا لاؤ اور پروگرام بھی ان کے کمرے کے باہر ہی ہوتا ہے میں نے کتاب پیش کی تو مجھے فرمایا کہ ادھر مجھے دے میں ڈھونڈ دوں یہ ہے کہاں؟ پھر وہ صفحہ تلاش کر کے شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو پھر انہوں نے تصحیح فرمائی کہ یہ لفظ ''لعلیں'' ہے۔

اس شعر کے ساتھ وہ تاجدار گولڑہ پیر سید نا مہر علی شاہ صاحب کا کلام مکس کر کے پڑھتے اور کمال کر دیتے۔ ساتھ فرمانے لگے کہ پریشان کیوں ہونا ہے یہ بڑے لوگ جو موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے ہم کیوں اِدھر اُدھر دیکھیں ساتھ طلباء سے یہی باتیں کیں کہ ایسے مواقع غنیمت جانیں کہ ایسے ایسے علم کے جبال (پہاڑ) موجود ہیں ورنہ تو ہمارے پاس کچھ بھی نہ بچے۔

دوسری جانب قبلہ شیخ الحدیث صاحب بھی ان سے بہت محبت کرتے اور ان کی کئی باتیں اکثر دہرایا بھی کرتے کہ یہ جب پہلے دن جامعہ میں داخلہ لینے آئے تو انہوں نے اپنے والد گرامی کا نام لعل خان لکھتے ہوئے لعل کو ''لال'' لکھا تو میں نے درست کروایا پھر فرماتے کہ وہی بچہ محنت کرتے کرتے صرف کا امام بن گیا اور تعلیلا ت کا مصنف بن گیا۔

جناب سعد رضوی صاحب کا نام کس نے رکھا:

ابھی چند دن قبل شیخ الحدیث صاحب فرما رہے تھے جس دن سعد پیدا ہوا تو میرے پاس آئے کہ بچہ ہوا ہے نام کیا رکھنا ہے میں نے ان سے کہا آپ کوئی تین چار نام سوچیں پھر بتائیں اگلے دن تین چار نام لکھ لائے تو پھر میں نے کہا ''سعد'' رکھ لو تو پھر یہی سعد رکھا اور اسی طرح انس نام چھوٹے بیٹے کیلئے منتخب کیا۔ سب سے بڑی بات ابھی جب لبیک یا رسول اللہ ﷺ کی ندا پر

لوگوں کو اکٹھا کیا تو کچھ لوگوں کو اس پر تحفظات بھی تھے اس وقت قبلہ شیخ الحدیث صاحب نے کراچی کے سالانہ پروگرام میں بذات خود یہ اعلان فرمایا کہ باوجود یکہ علامہ خادم حسین رضوی میرے شاگرد ہیں مگر اس کا زپر یہ مجھ سمیت ہم سب کے قائد ہیں۔

اپنے پیر و مرشد قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ سے عقیدت:

اپنے اساتذہ کرام کے علاوہ جس شخصیت کے ساتھ انہیں سب سے زیادہ عقیدت و محبت تھی وہ انکے مرشد گرامی حضرت قبلہ حاجی پیر صاحب تھے انہیں حاجی پیر صاحب سے بے پناہ عقیدت تھی۔ انکا ذکر خیر بھی کثرت سے کرتے اور ہمیشہ اپنی نسبت پر مسرتوں کا اظہار کرتے، اپنی دونوں کتب کا انتساب بھی انہی کے نام کیا۔ ایک مجلس میں کسی نے ان کے سامنے قبلہ حاجی پیر صاحب قدس اللہ سرہ اور آپ کے برادر اصغر قبلہ جناب پیر زاہد صاحب مدظلہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ حاجی پیر صاحب رحمہ اللہ علیہ نے یہ فرمایا اور چھوٹے جناب جی نے یہ فرمایا۔ آپ یہ سن کر اس سنگی پر بڑے برہم ہوئے۔ کہنے لگے جھلے آوہ آپس میں چھوٹے بڑے ہوں گے لیکن ہمارے لیے برابر ہیں۔ کسی سنگی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان میں تفاوت کرتا پھرے۔ جس طرح قبلہ حاجی پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہمارے شیخ ہیں، اسی طرح جناب پیر زاہد صاحب مدظلہ بھی ہمارے شیخ ہیں۔

کچھ احباب استاذ گرامی کی سخت گوئی پر چیں بجبیں رہے لیکن لفظوں کے پرستار شاید ہی سمجھ پائیں کہ رزم حق و باطل میں فولاد بننا پڑتا ہے۔

ان کے ہاتھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ڈنڈا ہے:

قبلہ حاجی پیر صاحب قدس سرہ نے ایک دفعہ ان کے بارے میں فرمایا: ''ان کو اللہ کریم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ والا ڈنڈا (درہ) عطا فرمایا ہوا ہے۔ ان کی باتوں میں وزن اور ان کے لہجے میں رعب ہے اور لوگ بھی ان کی سنتے ہیں''۔

بڑے پیمانے پر ان کی پزیرائی تو ایک عرصے کے بعد ہوئی لیکن شیخ کامل کی نگاہیں بہت بعد کا منظر بہت پہلے دیکھ رہی تھی۔

تقدیر امم کیا ہے کچھ کہہ نہیں سکتا
ہو مومن کی فراست تو کافی ہے اشارہ

تحریکی کام کا آغاز:

ان واقعات کے بعد استاذ گرامی کی زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی جیسے انہیں کوئی خاص روحانی طاقت دے دی گئی ہو اور انہیں کوئی خاص کام سونپ دیا گیا ہو اور ایک ایسا جان کاہ حادثہ بھی ہو گیا جس نے طول وعرض کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا اور یوں استاذ گرامی نے ضرب یضرب کی دنیا سے اس خار دار وادی میں قدم رکھ دیئے۔ حالانکہ وہ کام بھی سہل نہ تھا جب نئے سال کا آغاز ہوتا تو وہ عامر عثمانی کا یہ شعر کچھ تصرف کے ساتھ پڑھا کرتے۔

یہ قدم قدم بلائیں یہ سوادِ کوئے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

مگر اس سے کہیں زیادہ آزمائشیں اور تلاطم اس وادی میں تھا جس میں اب وہ اتر رہے تھے۔عامر عثمانی کی اسی غزل کا شعر ہے کہ

ہمیں آخرت میں عامر وہی عمر کام آئی
جسے کہہ رہی تھی دنیا غمِ عشق میں گنوادی

اس وادی میں جب انہوں نے قدم رکھا پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا بار ہا جیل جانا پڑا تشدد برداشت کیا مگر نہ انکے حوصلے پست ہوئے اور نہ کبھی معذوری آڑے آئی وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور بلکہ ''یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے'' کے مصداق وہ ہر بار ایک نئے جذبے کے ساتھ ان مشکلات کا سامنا کرتے نظر آئے اور ایک ہی بات کرتے کہ ''اُنج وی سجن واہ واہ، اُنج وی سجن واہ واہ''۔

پہلی بار جیل میں:

پہلی بار جب جیل گئے تو انہیں چونکہ داتا صاحب سے گرفتار کیا گیا تھا تو پہلے تھانہ لوئر مال لے جایا گیا بعد میں تھانہ کوتوالی۔جب لوئر مال سے کوتوالی لے جایا جانے لگا تو جامعہ نظامیہ کے کچھ طلباء علامہ حبیب احمد سعیدی کی قیادت میں وہاں پہنچ گئے شدید نعرے بازی ہوئی اور کچھ طلباء پولیس کی گاڑی کے آگے لیٹ گئے اور یوں پولیس کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اس موقع پر جامعہ کے دیگر اساتذہ اور کافی طلباء کرام بھی گرفتار ہوئے تھے اور یہی موقع تھا کہ جیل میں ان کے ساتھ پیر سید عرفان شاہ مشہدی بھی تھے اور وہ ان کی بہادری سے بہت متاثر تھے اور قبلہ استاذ رضوی صاحب فرماتے کہ میں جیل میں ان کے پاؤں دباتا رہا ہوں کہ قرآن وحدیث سے ہمارے حوصلے بلند کرتے رہیں۔

جب رہائی ہوئی تو انہوں نے ان سب لڑکوں کو خراج تحسین پیش کیا اور اس محبت پر وہ بہت متشکر تھے،اگلے دن یا شاید اس سے ایک دن بعد وہ جامعہ آئے ہم سبق پڑھنے کیلئے حاضر ہوئے تو طلباء سے ہم نے روئیداد جاننا چاہی ،بڑی پر اثر گفتگو فرمائی۔

فرمانے لگے پہلا دن تھا شام تک میں نے کچھ نہ کھایا اگلے دن پولیس والے نے ایک شاپر میں دال اور روٹی دی ایک ہی شاپر میں دونوں چیزیں فوراً مجھ پر دو حملے ہوئے ایک شیطانی اور دوسرا رحمانی دل میں خیال آیا کہ کس طرف نکل آئے ہو تم دیسی گھی کا سالن کھاتے ہو سفید کپڑے پہنتے ہو ادھر آنے کی کیا ضرورت ہے؟

فرماتے فوراً خیال آیا جن کے نام پہ وہ سب کچھ مزے سے لیتا رہا ہے تو اب جب دینے کی باری آئی ہے تو پھر قدم

پیچھے کیوں ہٹے؟ بس یہ خیال آیا اور میں نے اس دال روٹی والے شاپر کو چوما اور مزے لے لے کر کھایا اور خود فرماتے اتنا لطف کھانے کا کبھی نہیں آیا جتنا اس دن آیا۔

رب سے کبھی آزمائش نہ مانگو:

بات کرتے کرتے مجھے فرمانے لگے اوئے تم نے میرے واپس آنے کی دعا کی تھی؟ میں نے جواباً ایک عجیب بات کی جو کسی طور درست نہ تھی میں نے کہا کہ اگر آپ وہاں کچھ دن اور رہتے تو جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی طرح کوئی تصنیفی کام کر آتے کہ پیر صاحب نے بھی تفسیر میں کئی مقامات پر لکھا ہوا ہے ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا۔ فرمانے لگے نا بھائی کبھی رب سے آزمائش نہ مانگو بس اس کا فضل ہی مانگو، پھر فرمایا: تم نے قرآن نہیں پڑھا جب آزمائش آئی تو بڑے بڑے لوگ ہل گئے اور ساتھ یہ آیت تلاوت فرمائی۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللّهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللّهِ قَرِيبٌ (البقرہ، 214)

فرمایا کہیں سے علامہ افتخار الحسن زیدی کی کتاب ''زندگی'' ڈھونڈو اور پڑھو تمہیں اندازہ ہو کہ ہمارے اکابرین نے کس کس طرح قربانیاں دی ہیں۔ کہنے لگے کہ علامہ عبدالستار نیازی صاحب کے ساتھ دیوبند مکتب فکر کے ایک بہت بڑے علامہ صاحب تھے، جب وہ جیل میں گئے تو ابتداءً ثابت قدم رہے مگر جب بے تحاشا تشدد ہوا تو نیازی صاحب سے پوچھا سناؤ؟ نیازی صاحب نے جواباً کہا کہ جان بھی حضور کے نام پر قربان ہے، یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ اب تو میں ختم نبوت ﷺ کی وجہ سے آ گیا ہوں، اگر زندہ یہاں سے واپس گیا تو ختم الوہیت بھی ہوگیا تو میری توبہ میں گورنمنٹ سے ٹکر نہیں لوں گا۔

استاذ گرامی فرمانے لگے! اللہ انہیں معاف فرمائے مگر اتنا بڑا جملہ اس بندے نے کیوں بولا ؟ یہی کہ بہت بڑی آزمائش تھی اور آزمائش میں پورا اترنا آسان نہیں۔

مگر دنیا نے دیکھا یہ مرد قلندر ہر حال میں ثابت قدم رہا کبھی ان کے قدم ڈگمگانا تو دور کی بات قدم میں جنبش تک نہیں آئی بس ایک ہی بات فرماتے کہ یہ ہتھکڑیاں جن کے نام پہ لگی ہیں وہ دیکھ رہے ہیں۔

وہ مجھے دیکھ رہے ہیں:

کہنے لگے ایک بار مجھے پولیس والے نے میری ویل چیئر سے گھسیٹ کے کر گاڑی میں پھینکا تو میں مسکرا پڑا یہ دیکھ کر پولیس والے نے تعجب سے پوچھا: مولوی صاحب! آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ فرماتے میں نے جوابا کہا ہنس میں اس لیے رہا ہوں کہ جس کے لیے تم مجھے گھسیٹ رہے ہو وہ تمھیں نہیں دیکھ رہے، اور جس کے لیے میں گھسیٹا جا رہا ہوں وہ مجھے ضرور دیکھ رہے ہیں۔ بس یہی فرق ہے تمہارے اور میرے مالکان کا۔ اس بات پہ ہنسا ہوں۔

فرماتے کہ میں جب بھی امام احمد بن حنبل کے واقعات پڑھتا ہوں تو ابوالہیثم والا واقعہ مجھے بہت حوصلہ دیتا ہے اور

اس سے ایک نئی زندگی پالیتا ہوں۔

خریدا نہ گیا شاہ سے جوتا فقیر کا:

وہ مردِ مجاہد بلاشبہ حق وصداقت کی ایک توانا آواز تھے اور وہ اس کا ثبوت عملی طور پر پیش کر چکے، میرے شیخ گرامی کے نورِ نظر حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد حسن باروی نے چوک اعظم کانفرنس میں انہیں خطاب کیلئے مدعو کیا تو وہاں کسی نے افواہ اڑا دی کہ وہ نہیں آرہے اور گورنمنٹ سے پیسے لے لیے ہیں اس طرح کی افواہیں اڑتی رہیں وہاں گفتگو کے دوران میرے حوالہ سے بات ارشاد فرمائی کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے مولوی صاحب کو خرید لیا ہے یہ بچے ہم نے تیار کیے ہیں اور میرا نام لے کے فرمایا کہ ان ہمارے تیار کردہ بچوں کو نہیں خریدا جاسکتا تو ہم تو پھر ہم ہیں نا۔

اور میرا یہ اعلان ہے کہ قیامت تک کبھی یہ ثابت ہوجائے کہ میں نے کسی سے حضور ﷺ کے دین پر ایک روپے کی سودے بازی بھی کی ہے تو قبر سے نکال کے مجھے لٹکا دینا۔ مگر الحمد للہ پوری کائنات میں کوئی بندہ یہ ثابت نہیں کرسکے گا کہ کبھی ایک لفظ پہ بھی کمپرومائز کیا ہو!

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

امسال مارچ میں بھکر میں تشریف لائے تو انہیں کسی نے بتایا تھا کہ طاہر کسی مذہبی جماعت کا رکن بن گیا ہے تو میں نے وضاحت دینے کیلئے ایک لفظ کہا تو کہنے لگے یار تمہیں ہم نے پڑھایا ہے تو کیا ہمیں اتنا بھی اعتماد تم پر نہیں؟ بس خیال رکھا کرو بات کا بتنگڑ بننے میں وقت نہیں لگتا۔

تم نے دین کیلئے کیا کیا؟

انہیں زندگی بھر ایک ہی فکر ستاتی رہی کہ دین کیلئے کیا کیا؟ اور یہی وہ جذبہ تھا جو بچے بچے کے سینے میں موجزن کر گئے، مجھے یاد آیا کہ شیخ عبدالرزاق حلبی، دمشق (شام) کے عظیم علماء میں سے تھے۔ ایک روز آپ اپنے ادارہ ''فتح السلامی'' کیلئے چندہ جمع کر رہے تھے۔ ایک دکان پر پہنچے اور پیسوں کیلئے درخواست کی تو دکاندار غصے میں آگیا اور شیخ کی بے عزتی کی اور آپ کے خوبصورت چہرے پر تھوک دیا۔

شیخ نے اپنی داڑھی اور چہرا، ہاتھ سے صاف کیا اور فرمایا: یہ میرے چہرے کیلئے ہے اور میری داڑھی کیلئے ہے، اب یہ بتاؤ کہ تمھارے پاس اللہ عزوجل کے دین کے لئے کیا ہے؟

شیخ کی یہ بات سُن کر وہ رونے لگا اور شیخ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا، یہ میری تجوری کی چابی ہے۔ جو چاہیں لے لیجئے!

لوگوں نے ان کے بارے میں باتیں کیں الزام تراشیاں کیں مگر وہ ایک ہی بات فرماتے کہ تم مجھے چھوڑو تم یہ بتاؤ تم نے دین کیلئے کیا کیا؟

ایک ہی انکا مشن تھا اور ایک ہی بات انہوں نے لوگوں سے بار ہا کہی کہ"غلامی رسول ﷺ میں آجاؤ، بہانے بازیاں چھوڑ دو، جب حرمتِ رسول ﷺ پر حرف آئے تو کھڑے ہو جاؤ، ہم مذہب کے ٹھیکیدار تو نہیں مگر چوکیدار تو ہیں۔

انکی گفتگو کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"اگر رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا، او چودھری، او کونسلر، او ایم پی اے، او ایم این اے! اِس دین کیلئے میں نے پتھر کھائے، مٹی اٹھائی، تلوار اٹھا کر میدانوں میں گیا، اِس دین کی خاطر میرے نواسے نے گردن کٹوائی، اِس دین کے لئے میرے چچا نے جگر کلیجے نکلوائے مگر چودھری تیرے ہوتے ہوتے ہوئے مساجد سے اسپیکر اتارے گئے اس وقت تیری پاور کدھر تھی؟ اس دن اگر رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا کہ بتاؤ مالدارہ، صدیق اکبر نے تو سارا مال دین کو دے دیا تو نے کبھی زکوٰۃ بھی نہ دی، دین سے غداریاں کیوں کرتے ہو؟ دین کو آپ لوگوں نے دیا کیا ہے؟

یہ بوڑھے فلمیں دیکھتے ہیں، حقے پیتے ہیں سارا سارا دن، اگر حضور ﷺ نے قیامت کے روز حضرت عمرو بن معدیکرب کو بلا لیا کہ یہ میرا بوڑھا صحابی مدینے سے چل کر یرموک گیا، تو زیادہ بوڑھا تھا کہ میری عزت کی خاطر مال روڈ تک نہ گیا؟

اگر کسی نے کہا کہ میرے بچے چھوٹے تھے تو رسول اللہ نے امام حسین کے بیٹوں کو پیش کر دیا کہ اِن سے بھی چھوٹے تھے؟ تم اپنے بچوں کی جوانیاں بچاتے ہو، تیرے پتر علی اکبر سے زیادہ خوبصورت تھے؟

آج حالت یہ ہے کہ چھوٹے بڑے پتر بھی بچاؤ، مال بھی بچاؤ تو دین کدھر گیا؟ اگر کسی نے کہا کہ میں چاچے کی خاطر نہیں گیا تو رسول پاک ﷺ نے اپنے چچا کو سامنے لے آنا ہے، اپنے بوڑھے صحابہ کو لے آنا ہے"۔ بس یہی سوچو کہ قیامت کو حضور ﷺ کو کیا جواب دو گے کہ دین کیلئے کیا کیا؟۔

سرکار دے خاکے بن رئے نے تے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔:

کسی نے بتایا کہ ان کے بڑے صاحبزادے اور بڑی بیٹی کی شادی 22 ربیع الاول ۱۴۴۲ھ کو طے تھی، ماں جی کہنے لگیں کہ میں نے ان سے کہا کہ ہم نے بچوں کی شادی رکھی ہے اور آپ دوسری طرف مصروف ہیں تو فرمانے لگے: سرکار دے خاکے بن رئے نے تے میں پتر دا ولیمہ کردا پھراں ایہہ کم (شادی) میرے توں بغیر ہو جائے گا پر، او کم میرے بغیر نہیں ہو سکدے۔

اسی فکر میں انہوں نے لبیک یارسول اللہ کی صدا لگائی اور دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، فرمایا کرتے کہ میرے اس دنیا سے چلے جانے کے سو سال بعد بھی اگر کوئی لبیک یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگائے تو میں اپنی قبر سے اس کے جواب میں لبیک کا نعرہ لگاؤں گا۔

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد　　　میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

مسجد کی خدمت:

ہمیں اکثر ارشاد فرماتے کہ کبھی پیسوں کی خاطر مسجد نہیں تبدیل کرنی، دین تمہیں کبھی بھوکا نہیں ہونے دے گا، وہ

فرماتے جو بندہ اسٹیج پہ چیخ چیخ کے کہتا ہے "اتنا دیا سرکار نے مجھ کو جتنی میری اوقات نہیں" اور پھر دیکھے پیسے کی طرف، تو وہ بہت بڑا منافق ہے۔ مومن بنو دیکھو میں نے اپنی مسجد میں اتنا عرصہ گذارا ہے اور آج بھی تنخواہ اتنی ہے، میرے پاس تو سب کچھ ہے، اور فرماتے کہ میں نے اس مسجد میں سات سال اس کے واش روم اور نالیاں اپنے ہاتھوں سے صاف کیے ہیں تاوقتیکہ انتظامیہ نے خود کہا کہ اب حالات بہتر ہیں ہم آپکا کوئی نائب رکھ دیتے ہیں آپ بس نماز اور جمعہ کی امامت کیا کریں۔

سالانہ دو پروگرام:

اپنی مسجد میں پورے اہتمام کے ساتھ ربیع الاول شریف میں میلاد شریف اور ماہ محرم الحرام میں عظمت اہل بیت کا پروگرام کرواتے، اس میں پہلے درود پاک پڑھا جاتا پھر پروگرام اور خاص لنگر تیار کرواتے دیسی گھی میں اور کہتے کہ بڑے لوگوں کے نام پہ پروگرام ہے اس میں کنجوسی نہیں کرنی۔

سفرِ آخرت:

بالآخر وہ لمحات آن پہنچے کہ وہ سرخرو اور سرفراز ہو کر اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے، عشق و مستی، جرأت و بہادری، بے ساختگی و برجستگی، اور بے باکی و بے خوفی کا ایک روشن باب بند ہوا۔۔۔ چونکہ ہر طرف مداہنت آمیز سکوت، تسلیم و رضا اور خود سپردگی و خود فروشی کی فضا بنی ہوئی ہے اس لیے وہ گرج دار آواز، وہ پر درد لہجہ، وہ بے خوف صدا اور وہ جرأت آمیز پکار بہت یاد آئے گی، رب کریم بال بال مغفرت فرمائے اور روضے سے وہی صدا آئے جس کی جانے والے کو چاہ تھی۔ کسی نے کیا خوب کہا۔۔

لہو میں بھیگے تمام موسم گواہی دیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ تم کھڑے تھے!
وفا کے رستے کا ہر مسافر گواہی دے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ تم کھڑے تھے!
سحر کا سورج گواہی دے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ تم کھڑے تھے!
جب اندھیروں کی کوکھ میں سے نکلنے والے یہ سوچتے تھے کہ کوئی جگنو بچا نہیں ہے۔۔۔۔۔ تو تم کھڑے تھے!

ان المنیّۃ لم تتلف بہ رجلاً بل أتلفت علماً للدین منصوبا
(موت اس حادثے میں ایک شخص کو نہیں لے گئی بلکہ اس نے دین کے ایک لہراتے ہوئے جھنڈے کو اکھیڑ دیا)

اکبر الٰہ آبادی نے مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی کے لیے کہا تھا وہی دعا ہماری اہل سنت کے ہر ہر فرد کیلئے ہے کہ

اے چرخ ہوائے شوق چلے
اے شاخ عمل گل باری کر
کچھ کام کریں کچھ سعی کریں
ہر شیخ کو عبد الباری کر

حافظ سعد رضوی کی جانشینی پر اعتراض کا جواب:

ان کے وصال کے بعد ان کے نور نظر لخت جگر بڑے صاحبزادے ان کے مسند نشین ہوئے اگر چہ اس پر کچھ لوگ معترض ہوئے کہ کم عمر ہیں ۔ مجھے یاد آیا محدث یحییٰ بن اکثم اکیس سال کی عمر میں بصرہ کے قاضئ القضاۃ مقرر ہوئے، بعض عمر رسیدہ لوگوں نے اس کم سنی پر بطور طنز کہا قاضی صاحب کی عمر کتنی ہے؟ تو انہوں نے جواباً یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ جتنی حضرت عتاب بن اسید کی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکے کا گورنر بنایا تھا ۔ انہیں یاد رہنا چاہیے تاریخ اسلام میں سترہ سالہ محمد بن قاسم بھی کم عمر تھا اور اکیس سالہ سلطان محمد فاتح جس نے بڑے بڑے جرنیلوں کے نام سے قسطنطنیہ کی ناکامی کا داغ ایک ہی جست میں دھو دیا۔

نومنتخب امیر لبیک کی خدمت میں چند گزارشات:

آخر میں اپنے استاذ گرامی کے جگر گوشہ و جانشین سے چند باتیں کرنا چاہوں گا کہ آپ کی عمر، علم اور تجربے سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ، منصب آپ کے سپرد ہے اور اس میں لاکھوں لوگ آپکی آواز پر لبیک کہنے کیلئے تیار بیٹھے ہیں مگر چند ایک باتوں کا آپکو بہت خیال کرنا ہوگا، آپ کو ایک بار بقیۃ السلف استاذ الاساتذہ علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ کا خط جو انہوں نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کے وصال پر ان کے صاحبزادگان کے نام لکھا تھا (مجلہ النظامیہ مفتی اعظم نمبر صفحہ 60) وہ آپکو بہت توجہ اور انہماک سے پڑھنا چاہیے اپنے اکابرین جن سے استاذ گرامی ہر مسئلہ میں مشورہ کرتے ان سے مشورہ کریں اور دو بزرگوں کو کسی بھی اقدام سے قبل فراموش نہ کریں، ایک علامہ شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی اور دوسرے مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی، ان بزرگوں کے پاس وقتاً فوقتاً حاضری دیتے رہیں۔ ضلع و تحصیل سطح تو بہت دور پہلے یونین اور پھر اسی حساب سے تحصیل و ضلع کی سطح پر کمیٹیاں بنائیں پھر ان کی مکمل نگرانی کریں آپ کیلئے اس میں آسانی ہوگی کہ آپ کا پہلے سے ورکرز سے رابطہ ہے۔

خوشامدی گروپ کے پرانے شکاری نئے نئے جال کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے آنکھیں کھلی رکھیں اور اسے ایک کامیاب سیاسی جماعت بنائیں سیاسی جماعتوں پر مطبوعہ کتب کا مطالعہ ضرور کریں پھر اپنی جہات کا تعین کریں گے تو ان شاء اللہ کامیابی قدم بوسی کرے گی۔ جاتے جاتے استاذ گرامی کی یاد میں محافظ مدینہ فخر الدین پاشا کا یہ قول پڑھیں کہ سو سال قبل جب مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے مسجد نبوی میں خطبہ دینے کیلئے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گنبد خضریٰ کی طرف منہ کر کے کہا یارسول اللہ ﷺ گواہ رہنا فخر الدین نے آپ سے بے وفائی نہیں کی۔ میرے استاذ گرامی جاتے جاتے دنیا بھر کو بتا گئے کہ حضور ﷺ! گواہ رہنا آپ کے خادم نے آپ سے بے وفائی نہیں کی۔



ان کی یادیں اُن کی باتیں

مفتی غلام حسن قادری (لاہور)

حضرت مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا تعلق ۱۹۸۳ء سے لیکر ۲۰۱۰ء تک رہا۔وہ اس طرح کہ میں جس مسجد میں امام وخطیب تھا (جامع مسجد مولانا روجی علیہ الرحمہ اندرون بھاٹی گیٹ لاہور) یہ مسجد اسی گلی میں ہے جہاں سے گذر کر حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ عرصہ دراز تک بتی چوک سے وین پر بیٹھ کر بھاٹی گیٹ اترتے اور اس گلی سے لف میری مسجد کے پاس سے گذر کر جامعہ نظامیہ تشریف لے جاتے۔

مجھے اُنکا انداز ابھی تک یاد ہے کہ سر پہ جناح کیپ،سفید لباس اور سفید رومال جو علماء کندھے پر رکھتے ہیں لیکن مفتی صاحب اکثر اپنے ہاتھ میں لے کر چلتے تھے،شاید اس لیے کہ چونکہ پورے ٹائم پہ مدرسے جانا ہوتا تو ذرا تیزی سے چلتے تھے تاکہ کہیں رومال کندھے سے گر نہ جائے،جیسا کہ عموماً ایسا ہوتا ہے۔پھر جب آپ اپنی یا مدرسہ کی گاڑی پر تشریف لاتے تھے تو اس گلی سے گزرنا کم ہوگیا۔

تاہم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ آخر تک عصر کی نماز کے بعد یہیں سے گزرتے رہے۔کبھی میں مسجد کے باہر کھڑا ہوجاتا اور بااصرار ان کو اپنی لائبریری میں لے جاتا۔آپ نے بہت دفعہ میری مسجد میں نماز ادا فرمائی،نماز تراویح بھی پڑھتے رہے۔قرآن پاک سننے کا آپ کو بہت شوق تھا۔بڑی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔اسی طرح حافظ عبد الستار سعیدی صاحب اور مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب اور دیگر مدرسین جامعہ نظامیہ کی اکثر تشریف آوری ہوتی رہتی۔ کیونکہ عموماً اساتذہ وطلباء بعد نماز عصر داتا صاحب کی بارگاہ میں حاضری کے لیے جاتے اور یہی راستہ اختیار فرماتے۔

آمدم برسر مطلب!! مولانا خادم حسین صاحب پڑھنے اور پڑھانے کے اس طویل عرصہ میں اکثر نماز ظہر میری مسجد میں ادا فرماتے تھے کیونکہ ادھر نظامیہ سے چھٹی ہوئی اور چلتے چلتے جب مسجد مولانا روجی کے پاس پہنچتے تو نماز کا وقت ہوجاتا تو یہاں نماز ادا کر کے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوجاتے۔

۲۰۰۸ء میں جب میں نے جگہ تبدیل کی اور جوھر ٹاؤن کے علاقے میں ریونیو سوسائٹی کی جامع مسجد فاطمۃ الزھراء (رضی اللہ تعالیٰ عنھا) میں گیا تو یہاں قریب ہی ان کے ایک شاگرد رشید حافظ غلام عباس فیضی صاحب کا ادارہ ہے۔جامعہ فاروقیہ۔ ان کو آپ نے فون پر ایک سے زیادہ بار حکم دیا کہ مجھ سے رابطہ کر کے اپنے مدرسہ میں پڑھانے کی خدمت لیں۔چنانچہ حافظ صاحب مذکور دوبارہ اس مقصد کے لیے تشریف لائے اور استاذ صاحب کا حوالہ دیا تو میں نے وہیں پرھانا شروع کر دیا۔میرے وہاں پڑھانے کے دوران چند مرتبہ مدرسہ کے پروگرامز میں تشریف لاتے رہے۔اور بڑی محبت فرماتے تھے۔

ایک بار سالانہ افتتاحی تقریب میں آپ کو دعوت دی گئی تو آپ نے مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث پڑھائی اور مجھے بلا کر اپنے ساتھ بٹھایا۔

پھر آپ کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تو میں تیمارداری کے لیے حاضر ہوا۔ آپ کی حالت دیکھتے ہی مجھ پر رقت طاری ہوئی تو میں نے سلام لیتے ہوئے آپ کا ہاتھ چوما اور نیچے ہو کر بیٹھنے لگا تو فرمایا ایسے نہیں آگے آئیے!! مجھے پتہ تھا کہ وہ جواب میں میرا ہاتھ چومنا چاہتے ہیں میں ہچکچایا تو اصرار فرما کر مجھے پھر آگے بلایا اور میرا ہاتھ چوما۔ پھر فرمایا مجھے دم کر دو چنانچہ میں نے دم کیا۔

اس وقت پر تو حالات نہایت خوش گوار تھے بعد میں ایک دو مسائل میں اختلاف کی وجہ سے ملاقاتوں کا سلسلہ بند ہوگیا مگر دلی دعائیں ہمیشہ اُن کے ساتھ رہیں، بالخصوص تحریک لبیک کی سرگرمیوں کے حوالے سے میرے جذبات بھی ان کے ساتھ تھے، اس دوران حضرت مولانا منیر احمد یوسفی رحمۃ اللہ علیہ کی تیمارداری کے سلسلہ میں حاضر ہوا تو پتہ چلا کہ آپ بھی تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ مجھے بھی بلا لیا گیا اس وقت بھی مصافحہ کرنے کی سعادت ملی۔ آخری جملہ یہ ہے کہ بہت کم لوگ دیکھے ہیں جو اپنے مسلک وعقیدہ پر اس قدر تصلب رکھتے ہوں گے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را



علامہ رضوی رحمہ اللہ اور یادوں کے دریچے

مولانا خلیل الرحمن قادری

یہ تحریک رہائی غازی صاحب کے دنوں کی بات ہے ۔تب سپریم کورٹ آف پاکستان سے غازی صاحب کی اپیل مسترد ہو چکی تھی ۔محقق عصر رحمہ اللہ اور اس فقیر نے ارادہ کیا کہ تحریک کے قائدین سے ملاقات کی جائے اور عوامی سطح پر احتجاج کو منظم کرنے کیلئے تحریک کو مزید مؤثر بنایا جائے ۔ چنانچہ ہم نے طے کیا کہ ہم خود تحریک کے قائدین یعنی حضرت علامہ رضوی رحمہ اللہ ،محترم پیر محمد افضل قادری اور حضرت مولانا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی زید مجدھما کے پاس جاتے ہیں ۔ وقت طے پا گیا اور ملاقات کی جگہ حضرت رضوی رحمہ اللہ کے ہاں مسجد رحمۃ اللعالمین میں طے پائی ۔مقررہ وقت پر سبھی شرکاء پہنچ گئے ۔حضرت علامہ رضوی رحمہ اللہ کی مسجد میں یہ میری پہلی حاضری تھی ۔ ہم نے تحریک کے قائدین کو اپنا مدعا عرض کیا کہ قانونی جنگ کے ساتھ ساتھ منظم عوامی دباؤ بھی ضروری ہے ۔ چونکہ آپ حضرات ہی اس سلسلہ میں کوشاں ہیں اور ایک عرصے سے عملاً تگ و دو کر رہے ہیں ہم قانونی محاذ پر جدو جہد کے ساتھ ساتھ یہ چاہتے ہیں کہ عوامی سطح پر آپ حضرات کی طرف چلائی جانے والی تحریک کو مؤثر اور منظم بنانے میں آپکی معاونت کی جائے ۔

تحریک کے قائدین نے اس سے اتفاق کیا اور دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک اس کالائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟ ۔ہم نے بتایا کہ پہلے مرحلے میں لاہور کے سرکردہ علماء کا اجلاس طلب کیا جائے اور انکی تائیدات لی جائیں اور انہیں اس تحریک میں عملاً شامل کیا جائے ،بعد ازاں ہم بیرون لاہور سے ممتاز اور متحرک علماء اور مشائخ کو اس کاز میں شامل کریں ۔تحریک کے قائدین نے اس سے اتفاق کیا اور یہ طے پایا کہ ہم جامعہ اسلامیہ لاہور میں علماء لاہور کا اجلاس رکھ لیں ۔ چنانچہ ہم نے اجلاس بلانے کی ذمہ داری قبول کی ۔مقررہ وقت پر تحریک کے قائدین بھی تشریف لے آئے ۔

مولانا احمد علی قصوری رحمہ اللہ کی تجویز یہ تھی کہ تمام مسالک کے جید علماء اور قائدین بھی اس کاز میں ہمارے معاون اور مددگار رہیں لہذا ہمیں انکو بھی شامل کرنا چاہیے کیونکہ تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا تحریک ختم نبوت انکی کامیابی کا راز یہی تھا کہ تمام مسالک ان میں مکمل یکجہتی کے ساتھ شریک تھے ،لیکن یکے از قائدین تحریک حضرت پیر محمد افضل قادری نے اس تجویز سے شدید اختلاف کیا جس سے ماحول تلخ ہو گیا ۔اسی طرح لاہور کے علماء میں سے علامہ رضاء مصطفیٰ نے جب قائدین تحریک سے اپنائیت کے انداز میں کچھ گلے کیے تو ماحول میں کچھ ناسمجھ لوگوں نے تلخی پیدا کر دی ۔ اگر چہ بوجوہ یہ اجلاس کما حقہ نتیجہ خیز نہ ہو سکا لیکن پھر بھی اس اجلاس سے کسی نہ کسی درجے میں اس کاز کو تقویت ملی اور یہ طے پایا کہ تحریک آئندہ لائحہ عمل ساتھ چلنے والے علماء کی مشاورت سے ہی طے کرے گی ۔ اس اجلاس میں غازی صاحب کے وکیل جسٹس ریٹائرڈ خواجہ محمد شریف بھی

شامل ہوئے۔انہوں نے یہ خبر دی کہ قانونی طور پر ریویو کے علاوہ ہمارے پاس کوئی آپشن نہیں بچا۔خدشہ یہی ہے کہ جیسے ہی ہم ریویو داخل کریں گے تو اسے بھی مسترد کر دیا جائے گا۔ہم نے ریویو تیار کر کے اسے جلد عدالت میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ ہم یہ چاہتے تھے کہ ہر قانونی راستہ لازماً اختیار کیا جائے۔انہی دنوں محترم صاحبزادہ امین الحسنات حفظہ اللہ جو کہ اسٹیٹ منسٹر برائے مذہبی امور تھے وہ حکومت کے ایماء پر متحرک ہوئے۔وہ غازی صاحب کا مقدمہ لڑنے والی ٹیم اور تحریک رہائی غازی صاحب کے قائدین تک پہنچے۔انہوں نے یہ پیغام دیا کہ آپ ریویو داخل کر دیں اور ہماری حکومت اپنا دورانیہ مکمل ہونے تک اسے زیر سماعت نہیں آنے دے گی۔

محترم صاحبزادہ امین الحسنات کی کوششوں سے قائدین اور اہم افراد کی ایک ملاقات چیف سیکرٹری پنجاب سے رکھی گئی۔انہوں نے بھی اسی بات کا اعادہ کیا جو محترم صاحبزادہ صاحب نے بیان فرمائی تھی۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت تک ریویو داخل ہو چکا تھا لیکن چیف سیکرٹری کے ہمراہ لیگل ٹیم یہی کہتی رہی کہ ہم جلدی سے ریویو داخل کر دیں۔اس صورتحال کو بھانپتے ہوئے حضرت محقق العصر رحمہ اللہ نے چیف سیکرٹری کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت خلوص دل کے ساتھ اس مسئلہ کو حل کرنا چاہتی ہے تو وہ اپنی اور ہماری لیگل ٹیم کا اجلاس رکھے جو مل بیٹھ کر اس کا مناسب حل تلاش کریں لیکن انہوں نے بات سنی ان سنی کر دی۔خیر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ریویو کی سماعت کو مؤخر کرنے کی بجائے اسکی سماعت کیلئے عدالت نے تاریخ مقرر کر دی۔سماعت کیا تھی بس جج صاحبان نے اسے بنا کچھ سنے ریویو کو مسترد کر دیا۔اس سے ایک نئی صورت حال نے جنم لیا۔

چنانچہ فوری طور پر ایک اجلاس حضرت مولانا رضوی رحمہ اللہ کی مسجد میں رکھا گیا جس میں تینوں قائدین تحریک کے علاوہ حضرت محقق العصر رحمہ اللہ، وکیل غازی صاحب محترم ریٹائرڈ جسٹس میاں نذیر اختر کے علاوہ یہ فقیر بھی شریک ہوا۔اس اجلاس میں آئندہ لائحہ عمل کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی زیر بحث رہی کہ حکومت نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا۔حضرت مولانا رضوی رحمہ اللہ تو محترم پیر محمد افضل قادری کو بھی مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔چنانچہ پیر صاحب نے نماز ظہر اور نماز عصر کے دوران مجھے الگ کر کے بتایا کہ میرے ساتھی مجھ پر بھی شک کر رہے ہیں جبکہ میں نے کسی غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔آپ اس سلسلہ میں میری پوزیشن واضح کرنے میں میری مدد کریں۔اس دن رضوی لنگر شریف کھانے کا اتفاق ہوا جو سادہ مگر بے حد لذیذ تھا۔ہم نے ایک دو روز بعد ایک اجلاس محترم جسٹس میاں نذیر اختر حفظہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رکھ دیا اور اس عرصہ میں حکومتی رد عمل اور وعدہ خلافی کے اسباب جاننے کی کوششوں پر اتفاق ہوا۔چنانچہ تحریک کے قائدین محترم ڈاکٹر جلالی اور محترم رضوی صاحب علیہ الرحمہ دونوں اس اجلاس میں شریک ہوئے۔علامہ رضوی رحمہ اللہ نے فون کا سپیکر آن کر کے محترم پیر محمد افضل قادری صاحب سے بات کی کہ اب وزیر صاحب کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ انکا فون مسلسل بند جا رہا ہے۔چنانچہ یہ طے پایا کہ آئندہ لائحہ عمل کے تعین کیلئے تحریک جلد ہی ایک اجلاس طلب کرے گی۔یہ اجلاس غالباً چار بجے دن منعقد ہونا تھا۔ہماری طرف سے محترم علامہ احمد علی قصوری رحمہ اللہ نے شرکت فرمائی تھی۔جب وہ مقررہ وقت سے کچھ پہلے ہی جائے اجلاس پر پہنچے تو انہیں بتایا

گیا کہ اجلاس ظہر کے بعد ہو چکا ہے اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کل لاہور میں دھرنا دیا جائے گا۔ ایسا کیوں ہوا اس کے بارے میں ہمیں کچھ پتہ نہ چل سکا۔ یہ حضرت علامہ رضوی رحمہ اللہ کے ساتھ ہماری بالمشافہ آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد فون پر رابطہ ہوتا رہا۔ حضرت محقق العصر رحمہ اللہ تو انکے استاذ تھے لیکن وہ اس فقیر کے ساتھ بھی بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے رہے۔ انہوں نے غازی صاحب کے عدالتی فیصلوں پر لکھے ہوئے میرے شرعی جائزوں کی بہت تعریف کی۔ انہوں نے کسی خطاب میں یہ برملا اظہار کیا تھا کہ ناموس رسالت پر پچانوے فی صد کام تو محقق العصر رحمہ اللہ کی سرپرستی میں جامعہ اسلامیہ میں ہوا ہے۔ اس دن انہوں نے اس فقیر سے کہا کہ وہ ناموس رسالت پر سارا علمی و تحقیقی کام ترتیب دیں ہم اس کی اشاعت کا اہتمام کرتے ہیں۔

عدالت عظمیٰ سے ریویو مسترد ہونے کے بعد ہمارے پاس واحد قانونی آپشن یہ بچا تھا کہ ہم صدر پاکستان کو اپیل کریں جسے عرف عام میں رحم کی اپیل کہا جاتا ہے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ غازی صاحب رحم کی اپیل کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ اس سے قبل ایک مرتبہ محترم جسٹس ریٹائرڈ میاں نذیر اختر حفظہ اللہ نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ یہ اپیل میں لکھوں لیکن جب عملاً یہ مرحلہ آیا تو ہم محترم جسٹس ریٹائرڈ میاں نذیر اختر صاحب کی رہائش گاہ پر جمع ہو گئے۔ محقق العصر رحمہ اللہ، یہ فقیر، محترم چوہدری غلام مصطفیٰ ایڈوکیٹ چیئرمین ختم نبوت لائیرز فورم اور انکے رفقاء کے علاوہ محترم جسٹس ریٹائرڈ سعید الرحمٰن فرخ بھی موجود تھے۔ مسئلہ یہ درپیش تھا کہ اس اپیل کو غازی صاحب کی خواہش کے مطابق کیسے ڈھالا جائے۔ ریٹائرڈ جسٹس صاحبان کا خیال تھا کہ یہ تو رحم کی اپیل ہوتی ہے اور اس میں انسانی ہمدردی کو ہی بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

معاً اس فقیر کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ آئین کے اس آرٹیکل کو اچھی طرح سے پڑھ لیا جائے جس کے تحت یہ اپیل کی جاتی ہے۔ چنانچہ آئین پاکستان کا نسخہ منگوایا گیا اور اسکے آرٹیکل 45 کے متن اور تشریحات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ سبیل نکل آئی کہ ہم اسے اپیل برائے حصول انصاف و تنسیخ سزائے موت کا عنوان دے سکیں۔ چنانچہ محترم جسٹس ریٹائرڈ میاں نذیر اختر نے یہ اپیل بزبان انگریزی املا کروائی۔ اس کی ایک کاپی اپنی اور دیگر وکلا کی طرف سے سپرنٹنڈنٹ اڈیالہ جیل کو بھجوا دی گئی اور ایک کاپی غازی صاحب کے والد گرامی کو بھجوائی گئی تا کہ وہ اس پر دستخط کر کے جیل کے حکام تک پہنچا دیں۔ یہ بھی طے پایا کہ علماء کرام اپنے انداز میں اپیل تیار کر کے صدر پاکستان تک پہنچائیں۔ چنانچہ یہ اپیل بزبان اردو اس فقیر نے لکھی جس پر محقق عصر رحمہ اللہ، علامہ احمد علی قصوری رحمہ اللہ کے علاوہ محترم قاری سید صداقت علی اور اس فقیر سمیت گیارہ علماء نے دستخط ثبت کیے اور اسے ایوان صدر، وزیر داخلہ اور اڈیالہ جیل کے سپریٹنڈنٹ کو بھجوایا گیا۔ حضرت علامہ رضوی صاحب رحمہ اللہ کا پیغام ملا کہ اپیل کی کاپی ہمیں بھیج دیں تا کہ ہم متعدد علماء کی طرف سے متعلقہ حکام تک بھجوا دیں۔ ہم نے فوراً انکو اپیل کی کاپی میل کر دی۔ ایک دو روز بعد جب غازی صاحب کے والد گرامی جیل حکام سے ملے تو انہوں نے ہماری اپیل کی بابت بات کی۔ انہوں نے اس اپیل کو پڑھنے کی درخواست کی۔ جب انہوں نے وہ اپیل پڑھی تو جیل حکام سے کہا کہ میں بھی یہی اپیل اپنی طرف

سے داخل کرنا چاہتا ہوں اور جو اپیل بزبان انگریزی میں نے پہلے داخل کی ہے اسے واپس لینا چاہتا ہوں۔ الحمدللہ یہ اس فقیر کیلئے بہت اعزاز کی بات تھی۔

الغرض ایوان صدر بھی اس اپیل کا بوجھ نہ اٹھا سکا لہذا یہ اپیل بھی مسترد کر دی گئی۔ یہی نہیں بلکہ عجلت میں غازی صاحب پر سزا بھی نافذ کر دی گئی۔ یوں غازی صاحب کی رہائی کی تحریک اپنے منطقی انجام کو پہنچی لیکن اس کی کوکھ سے ایک نئی تحریک نے جنم لیا، اسے تحریک لبیک کا نام دیا گیا۔ جلد ہی محترم ڈاکٹر جلالی صاحب کی تحریک سے علیحدگی ہوگئی۔ اس علیحدگی کے اسباب کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی گئیں البتہ تحریک کے قائد کے طور پر حضرت علامہ رضوی رحمہ اللہ ابھرے اور دیکھتے ہی دیکھتے چھا گئے۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ محترم جلالی صاحب کی علیحدگی کی وجہ سے تحریک کمزور ہوگی لیکن صورتحال اس کے برعکس دیکھنے کو ملی۔ تحریک لبیک علامہ رضوی رحمہ اللہ کی سربراہی میں ایک مضبوط طاقت بن کر ابھری اور سیاسی سطح پر سرعت کے ساتھ زبردست پذیرائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ اس مقبولیت کے اسباب کا تجزیہ و تحلیل آخری حصہ میں کرونگا۔ پہلے ان تحفظات کا ذکر کرنا ضروری ہے جو اہلسنت کے مختلف دھڑوں کو اس تحریک کے حوالے سے رہے۔

۱۔ تحریک کے بارے میں یہ تأثر عمومی طور پر پایا جاتا تھا کہ اسکی بنیاد اسٹیبلشمنٹ نے رکھی ہے اور یہ اسی کی مدد و نصرت سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اس کا ہدف یہ بیان کیا جاتا تھا یہ مسلم لیگ ن کے ووٹ بنک میں دراڑ ڈالنے کیلئے معرض وجود میں آئی ہے۔ بعض معروضی شہادتیں اس تأثر کو تقویت بھی دیتی تھیں، جیسے فیض آباد دھرنا میں پیش آنے والے کچھ واقعات۔ اس تأثر کو زائل ہونے میں کافی وقت لگا۔ اس پر پہلی ضرب کاری تب لگی جب تحریک نے لاہور میں آسیہ مسیح کی رہائی کے فیصلے کے خلاف دھرنا دیا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس وقت اسٹیبلشمنٹ کی حمایت یافتہ حکومت قائم تھی لہذا اسٹیبلشمنٹ کبھی بھی اس دھرنے کے حق میں نہیں ہوسکتی تھی بلکہ بعض معتبر اطلاعات کے مطابق اس موقع پر دھرنا دینے والوں کے خلاف ایک خوفناک آپریشن کی تیاری کر لی گئی تھی جسے بعض حضرات نے بڑی حکمت کے ساتھ ٹالا۔ اس کے بعد قائدین تحریک کی گرفتاری اور قید و بند کا سلسلہ بھی یہ تأثر زائل کر دیتا ہے کہ تحریک کو اسٹیبلشمنٹ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ بعد میں تحریک اپنے بل بوتے پر زور پکڑتی گئی اور تدریجاً وہ اسٹیبلشمنٹ کے دباؤ سے نکلتی گئی۔ اس کے بعد اسلام آباد کے حالیہ دھرنے کو منتشر کرنے کیلئے حکومت نے اندھا دھند شیلنگ کی۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر تحریک کو اسٹیبلشمنٹ کی تائید حاصل ہوتی تو حکومت یہ کارروائی ہرگز نہ کرتی۔

۲۔ دوسرا تحفظ یہ تھا کہ تحریک کے قائدین یہ نہیں چاہتے کہ تحریک میں اہل سنت کی دیگر متحرک شخصیات بھی شامل ہوں۔ تحریک رہائی کے آخری دنوں میں اہلسنت کو متحد کرنے کے حوالے سے ہم نے حضرت پیر سید محمد عرفان شاہ حفظہ اللہ سے انکی رہائش گاہ واقع سبزہ زار میں ملاقات کی۔ تفصیلی بات چیت کے بعد انہوں نے فرمایا کہ آپ کا جذبہ لائق ستائش ہے اور اتحاد اہلسنت کیلئے حالات بھی سازگار ہیں لیکن تحریک کے قائدین کسی چوتھے آدمی پر بھی اعتماد نہیں کرتے خواہ وہ کتنا ہی قابل

بھروسہ اور تحریک کیلئے فائدہ مند ہو۔ہمیں کھلے دل سے اعتراف ہے کہ تحریک کی عوامی سطح پر پذیرائی میں کوئی کمی نہ آئی بلکہ اضافہ ہی ہوا۔اس کی ایک ہی وجہ اس فقیر کو سمجھ آتی ہے کہ تحریک پہلے اشتراک قیادت کے تجربے سے گذر رہی تھی جو کہ غیر فطرتی اور غیر جماعتی تصور تھا۔جیسے ہی قیادت میں وحدت آئی تو تنظیم مؤثر سے مؤثر تر ہوتی گئی۔

۳۔ تیسرا تحفظ یہ تھا کہ سیاسی جماعت کی بنیاد یک نکاتی ایجنڈے پر رکھی گئی تھی۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاتا تھا کہ دین کو تخت پر لانا ہے۔بلاشبہ یہ ایک عظیم مقصد تھا لیکن سیاسی جماعت کو متنوع مسائل پر واضح منشور دینا ہوتا ہے۔تب پختہ سیاسی ورکر جماعت کی دعوت پر کان دھرتے ہیں۔اپنے مقاصد کو اجاگر کرنے کیلئے مؤثر لٹریچر تیار کیا جاتا ہے۔اشکالات رفع کیے جاتے ہیں لیکن تحریک میں یہ اہتمام مفقود نظر آتا تھا۔سب سے پہلے قیادت خود تیار ہوتی ہے۔پھر تدریجاً صف اول دوم اور سوم کے قائدین تیار ہوتے ہیں لیکن تحریک میں اس حوالے سے واضح خلا نظر آتا تھا جس کی وجہ سے تحریک کو آگے چل کر نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ تھا۔اسی تیاری کو تربیت بھی کہا جاتا ہے۔گویا جم غفیر کو تربیت کے عمل سے گذارنے کی شدید ضرورت محسوس ہوتی رہی۔یہ تحفظ بے جا نہیں تھا۔

۴۔ چوتھا تحفظ یہ تھا کہ تحریک کی اٹھان خالصتاً احتجاجی تھی لیکن میدان انتخابی سیاست کا چنا گیا جبکہ دونوں کی تیاری کا منہج اور تقاضے جداگانہ ہیں۔گویا تحریک ایک تضاد کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔احتجاج کے مواقع تو کبھی کبھار پیدا ہوتے ہیں جبکہ انتخابی سیاست کی تیاری ایک دائمی عمل ہے جو اگرچہ انتخابات کے دنوں میں تیز تر ہو جاتا ہے۔پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ احتجاجی سیاست میں کبھی کبھار تحریک بند گلی میں چلی جاتی ہے اور کبھی ایسے مقام پر جہاں سے واپسی ناممکن ہوتی ہے۔اگر تحریک میں تشدد آجائے تو بطور سیاسی جماعت اسے اپنا وجود قائم رکھنا مشکل نظر آتا ہے جبکہ احتجاجی سیاست میں تشدد کا آنا ممکنات میں سے ہوتا ہے اور کبھی کبھار حکومتیں پر تشدد افراد پلانٹ کر کے بھی تحریک پر متشدد ہونے کا الزام لگا دیتی ہیں۔ماضی قریب میں یہ معاملہ تحریک تحفظ ناموس رسالت کے احتجاج میں پیش آچکا ہے۔

۵۔تحریک کے آغاز کے دنوں میں بعض معاصر اہل علم کے خلاف سخت زبان استعمال کی گئی بلکہ گالی گلوچ بھی کی گئی جس سے تکدر پیدا ہوا اور ناقدین کو تحریک پر تنقید کرنے کا بھرپور موقع ملا۔کسی بھی تحریک کیلئے یہ ایام بڑے اہم ہوتے ہیں اور اپنے تو ایک طرف بیگانوں کو بھی قریب لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس رویے نے بھی تحریک کے حوالے سے تحفظات کو جنم دیا۔یہ چند تحفظات بیان کرنے کا مقصد فقط یہ ہے کہ تحریک کی قیادت کی تبدیل ہوئی ہے لہذا اپنی کارکردگی کا جائزہ لینے کے حوالے سے یہ ایک اچھا موقع ہے کہ موجودہ قیادت اور ارباب بست وکشاد آئندہ حکمت عملی کو مؤثر بنانے کیلئے خوب غور وفکر کر لیں۔

اب اس تحریر کے آخری حصے میں ان اسباب کا جائزہ لیتے ہیں جن کے باعث تحریک لبیک اور اس کے سربراہ کو ریکارڈ تیز رفتاری سے بڑے پیمانے پر مقبولیت ملی۔

۱۔ ایک عرصے سے اہلسنت سیاسی اعتبار سے زوال کا شکار تھے،اسی طرح تحریکی میدان میں بھی رفتہ رفتہ انکی

سرگرمیاں محدود ہوتی جا رہی تھیں۔ اس صورتحال میں ہمارے نوجوانوں پر مایوسی طاری تھی۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ اتحاد اہلسنت سے اس صورت حال پر قابو پایا جاسکتا ہے لیکن عملاً یہ ایک خواب ہی ثابت ہوا بلکہ یوں کہیے کہ" مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق اتحاد کی ہر کوشش کے نتیجے میں انتشار اور افتراق بڑھتا گیا۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ نظر آیا کہ ہمارے ہاں متوازی قیادتوں کے انبار لگے ہوئے ہیں اور بقول واصف علی واصف جب ایسی صورتحال پیدا ہو جائے تو حقیقی قیادت مفقود ہو جاتی ہے۔ اکثر قائدین شخصیت گری کے سحر میں مبتلا نظر آتے تھے۔ ایسے میں عوام اہلسنت تبدیلی چاہتے تھے۔ جب ان کے سامنے دیگر قائدین کے مقابلے میں ایک غیر معروف شخصیت جس کا نہ تنظیمی نیٹ ورک تھا اور نہ ہی نمایاں جماعتی و تحریکی پس منظر جب ایک نئی تنظیم کے ساتھ سامنے آئی تو عوام اہلسنت نے اسے ایک نیا ماڈل سمجھتے ہوئے اس کی خوب پذیرائی کی۔ اتحاد سے مایوس عوام کے پاس اس کے سوا راستہ بھی کیا تھا؟

۲۔ تحریک کے مقاصد بڑے پرکشش تھے۔ بھلا کون بدبخت تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے عظیم مشن سے منہ موڑ سکتا ہے۔ اس پر مستزاد علامہ رضوی رحمہ اللہ کے پرجوش خطابات نے نوجوانوں کو جھنجوڑ دیا۔ دینی حمیت اور غیرت بیدار کرنے میں انکے خطابات نے مہمیز کا کام کیا۔ میری نظر سے ایسی کوئی تحریک نہیں گذری جس نے اس قدر کم مدت میں اثر و نفوذ کے یہ مراحل طے کیے ہوں۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ کے شارحین تو کئی ہیں لیکن جس انداز سے علامہ رضوی رحمہ اللہ نے کلام اقبال کے ان گوشوں پر حاشیے چڑھائے جو امت کی بیداری اور غلبہ دین حق سے متعلق تھے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔ وہ نہ صرف قرآن حکیم کے حافظ تھے بلکہ انہیں ہزاروں طویل احادیث کے متن از بر تھے۔ ایک ملاقات کے دوران انہوں نے یہ بتایا کہ وہ ایک رجسٹر میں اپنی وہ یادداشتیں قلمبند کرتے ہیں جو پوری دنیا میں رونما ہونے والے واقعات اور حوادث سے متعلق ہوتی ہیں۔ وہ شعوری طور پر مسلمانوں کے زوال سے رنجیدہ اور ملول تھے۔ ان کا مقصد زوال امت کے نوحے پڑھنا نہیں تھا بلکہ وہ عملاً اسلام کا احیاء چاہتے تھے۔ وہ احیاء اسلام کے خوش کن نعروں پر بھی قانع نہیں تھے بلکہ انکی سیماب صفت روح عملاً کچھ کرنا چاہتی تھی۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب پر لکھی گئی کتب کا بالاستعیاب مطالعہ کرتے۔ ایک کتاب انہوں نے ہمیں بھی عاریتاً دی جس کی فوٹو کاپی بنوا کر ہم نے لائبریری میں رکھی۔

۳۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا وہ تحریک کے روح رواں تھے۔ یہ حیثیت انہیں یونہی حاصل نہیں ہوگئی تھی بلکہ انہوں نے اس کے لئے خوب محنت کی، مشقتیں کاٹیں، مظالم جھیلے لیکن اپنے مقصد سے بال برابر بھی پیچھے نہ ہٹے۔ ہر بندے میں کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں کیونکہ عیب سے پاک صرف اللہ کی ذات ہے لیکن اس دور زوال میں انہوں نے قیادت کا جو نمونہ چھوڑا ہے وہ نہ صرف غنیمت ہے بلکہ بعد میں آنے والوں کیلئے مشعل راہ بھی ہے۔ قیادت کے اس اعلیٰ نمونے پر بات کیے بغیر یہ تحریر ادھوری رہے گی۔ آئیے چند اہم گوشوں کا ذکر کرتے ہیں۔

ا۔ ہمارے ہاں مذہبی قائدین الا ماشاء اللہ حکمرانوں کے ساتھ میل ملاپ میں خوش رہتے ہیں۔ انکی تمنا یہ

ہوتی ہے کہ انکے ایوانوں تک رسائی حاصل کی جائے ۔اس مقصد کے حصول کیلئے وہ خوشامد کا سہارا بھی لیتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ وہ نہ تو انہیں تنبیہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی انکے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرأت رکھتے ہیں ۔انکی ابتداء وانتہاء حکمرانوں کے قرب کا حصول اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے چھوٹے چھوٹے مفادات ہوتے ہیں ۔علامہ رضوی رحمہ اللہ نے اپنا دامن ان آلائشوں سے پاک رکھا ۔یہی وجہ ہے کہ جب بھی حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہنے کا وقت آیا تو وہ بلا خوف ملامت ڈٹ گئے ۔انہوں نے کسی بھی قسم کے مفاد کے حصول کیلئے کوئی سمجھوتا نہ کیا ۔آپ انکی حکمت عملی سے اختلاف کر سکتے ہیں لیکن ان پر یہ الزام نہیں لگا سکتے کہ وہ جھک گئے یا بک گئے یا فلاں مفاد حاصل کیا یا اپنے مقصد پر سمجھوتا کیا ۔

۲۔ ہمارے ہاں اکثر قائدین الا ماشاء اللہ پروٹوکول کے رسیا ہوتے ہیں ۔بود و باش میں تکلف اور بناوٹ نمایاں ہوتی ہے ۔قیمتی سے قیمتی گاڑیاں ،ٹھاٹھ باٹھ والی رہائش گاہیں ،قیمتی لباس اور پر تکلف خورد ونوش انکا وطیرہ ہوتا ہے ۔علامہ رضوی رحمہ اللہ کا دامن ان قباحتوں سے بھی پاک نظر آتا ہے ۔تادم وصال مسجد سے ملحقہ مختصر سی رہائش گاہ کو اپنا مسکن بنائے رکھا ۔لباس اور رہن سہن نا قابل یقین حد تک سادہ تھا ۔سواری بھی اوسط درجے کی تھی جو کہ معذوری کے باعث انکے لئے بے حد ضروری تھی ۔آجکل بڑی اچھی ویل چیئرز دستیاب ہیں لیکن انکی ویل چیئر بھی بالکل سادہ سی تھی ۔اگر اس نوع کی بود و باش کے ساتھ محض اخلاص اور اپنے مقصد پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے انکی شہرت چہار دانگ عالم میں پھیل سکتی ہے تو یہ دعوت فکر ہے ان قائدین کیلئے جو فریب نفس کا شکار ہیں اور تصنع اور بناوٹ کا سہارا لیتے ہیں ۔

۳۔ انکا سب سے بڑا قائدانہ وصف یہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے تحریکی جدو جہد میں پیش آنے والے مصائب کو اپنے وجود پر جھیلا اور پھر کارکنان کو ایثار کی دعوت دی ۔ہمارے ہاں اکثر قائدین مشکلات کا سامنا کرنے کیلئے کارکنان کو آگے کر دیتے ہیں اور اپنے آرام و آسائش میں معمولی سا خلل بھی گوارا نہیں کرتے ۔To lead from front کی بات گویا علامہ موصوف پر صادق آتی ہے ۔

۴۔ ہمارے ہاں عشق کے دعوے تو بہت کیے جاتے ہیں لیکن تحفظ ناموس رسالت کا معاملہ ہو تو ہم ایک حد سے آگے نہیں بڑھتے ۔موصوف نے اس مقصد کیلئے اپنا تن من جھونک دیا اور حکمرانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ''آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است'' ۔جب مشن اسقدر من میں اتر جائے تو بندہ مرجع خلائق بن جاتا ہے ۔علامہ موصوف کے ساتھ ایسا ہی ہوا بلکہ یہ کرم ان پر اب بھی جاری ہے ۔بعد از وصال بھی کرم کے یہ مناظر دیکھنے کو مل رہے ہیں بلکہ ان کی رنگینی میں اضافہ ہی نظر آ رہا ہے ۔وہ اپنے پیچھے کوئی مادی اثاثہ تو نہیں چھوڑ گئے لیکن حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفاداری کا وہ بیش بہا اثاثہ پیچھے چھوڑ گئے ہیں جس سے تادیر ایک عالم معطر ہوتا رہے گا ۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را



شیخ الحدیث مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

یادیں اور ملاقاتیں

پروفیسر محمد احمد اعوان سیالوی

جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہوجانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمع انجمن بھی ہے

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ جس حقیقت کو بیان فرما رہے ہیں شمع رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں نے ہر دور ہر جگہ اس کو ثابت کیا اور کرتے رہیں گے۔

ہمارے ممدوح حضرت خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے دور حاضر میں شمع رسالت مآب کے رنگ سے اپنی فقید المثال پروانگی کو ایسا فروزاں کیا کہ پورا زمانہ اس سے پرنور ہو رہا ہے اور باطل کا اندھیرا کافور ہو رہا ہے۔

ماضی قریب میں اہل سنت کی تین ہستیاں ہیں جنھوں نے اپنی سنی عقیدہ اور نظریہ میں لچک لیے بغیر اغیار میں بھی پذیرائی حاصل کی۔ پہلی ہستی حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ ہیں۔ دوسری شخصیت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ ہیں۔ اور تیسری کوئی ہستی ہے تو امیر المجاھدین خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ ہیں۔ آپ نے تو کمال کر دکھایا کہ ''لبیک یارسول اللہ'' کا نعرہ جو کچھ عرصہ سے اختلافی بنا ہوا تھا اسی نعرے کے نیچے جملہ مکاتب فکر کو اکٹھا کر دکھایا۔ میرا ادارہ ''جامعہ شیخ الاسلام سبزہ زار'' آپ کے مرکز ''مسجد رحمۃ اللعالمین'' لے قریب واقع ہے۔ یہاں جب بھی آپ کو دعوت دی آپ تشریف لائے۔ کئی بار طلباء کی دستار بندی بھی کرائی۔

میں نے درس بخاری کا سلسلہ شروع کیا تو اس میں بھی ماہوار طور پر آپ حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ شروع میں آپ کو نذرانہ پیش کرنے کی کوشش ہوئی لیکن کبھی بھی قبول نہ فرمائی۔

بورے والا کے چک ۱۷۴/ ای بی کے لیے آپ کو دعوت دی۔ انتظامیہ پوری طرح آڑے آئی لیکن آپ نے اپنے زور پر سب رکاوٹیں توڑ کر وعدہ وفائی فرمائی۔

گورنمنٹ کالج آف کامرس سبزہ زار کے اندر اور باہر کئی مقامات پر میں نے بورڈز پر ''یارب العالمین'' اور ''یارحمۃ اللعالمین'' لکھوایا آپ نے علماء کی موجودگی میں اس پر بہت حوصلہ افزا تحسین کی۔

آپ کٹر رضوی حلقہ میں پروان چڑھے تھے، جہاں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے کسی عام خیال سے ذرا بھی پہلوتہی برداشت نہیں ہوتی لیکن آپ جملہ اہل سنت سے کمال محبت فرماتے۔

ہمارے ادارے کے استاذ اور بھیرہ شریف کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرام ساجد نے آپ سے پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کے بارے میں رائے دریافت کی تب آپ ہمارے ادارہ کی لائبریری میں تھے تو فرمایا کہ:

حرم شریف میں حاضری کے موقع پر میں نے کئی اکابر اُمت کی طرف سے طواف کیا۔ پیر صاحب کا بھی خیال آیا لیکن بعض علماء کی منفی رائے کی بنا پر چھوڑ دیا۔ سویا تو خواب آیا کہ پیر صاحب ایک کرسی پر بیٹھے ہیں اور ہاتھ میں کوئی کتاب ہے مجھے مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

"مولوی صاحب ہم نے بھی دین کی خدمت کی ہے"۔ میں جاگا تو پہلے آپ کے لیے طواف کیا۔

بقول ڈاکٹر محمد اکرام ساجد یہ بات میر پور میں بھی آپ کی تقریر میں سنی تھی۔ میرے والد گرامی حاجی نور نے میرے دادا حافظ شیر کے بارے میں بتایا کہ وہ میرا شریف کے مرید تھے جو کہ آپ کے آبائی علاقہ میں واقع ہے تو آپ نے بھی اپنے دیرینہ تعلق کا اظہار فرمایا۔

۱۹۸۱ء میں شب برأت کے موقع پر ہمارے ادارہ کے طلباء کی دستار بندی تھی، آخری دفعہ تب آپ نے مہربانی فرمائی۔ برکات احمد نیاز سیالوی جو حال ہی میں فوت ہوئے انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "شیخ الاسلام کانفرنسز کا سلسلہ مضبوط کیا جائے، ہمارے شیخ الاسلام صرف خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ ہیں۔"

نبی ﷺ کے حامل نبوت ہونے کے متعلق ایک اختلاف کا اشارہ کرتے ہوئے علامۃ العصر صاحبزادہ عزیز احمد علیہ الرحمہ مکان شریف خوشاب کی خدمات کو بھی یاد کیا۔

آپ کے جنازے سے قبل والی رات ہمارے ادارہ کو دور دراز سے جنازہ کے لیے آنے والے حضرات کی میزبانی کا اعزاز حاصل ہوا۔ ہماری مسجد کے امام علامہ غلام یاسین (ایم فل) بیان کرتے ہیں کہ اسی رات خواب دیکھتا ہوں کہ اعلان ہو رہا ہے کہ جس نے امیر المجاہدین کی زیارت کرنی ہے وہ اس مسجد میں آجائے۔ مجھے ایسا لگا کہ اسی اعلان سے میری آنکھ کھلی مسجد سے متصل اپنی رہائش سے جلدی سے اُٹھ کر مسجد و مدرسہ میں آیا تو خصوصی مواقع پر چلائی جانے والی لائیٹس جل رہی تھیں۔ مجھے اپنا خواب حقیقت لگنے لگا، دو تین چکر لگاتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ ادارے کے قرآن ہال میں مہمان سوئے ہوئے ہیں۔ یہ خواب مہمانوں کی خدمت اور ہمارے ادارہ سے انکی جو حمایت ہوتی ہے اسکی قبولیت کی طرف میں اسے اشارہ سمجھتا ہوں۔

اسی طرح جنازے کے بعد والی رات کی بات ہے کہ میں دیر تک رضوی صاحب کی ویڈیوز دیکھتا رہا اور خواہش کی کہ رضوی صاحب کا جو مقام ہے خواب میں اسی کی طرف کوئی اشارہ مل جائے تو خواب میں سیال شریف حاضری ہوئی۔ سجادہ نشین حضور خواجہ محمد ضیاء الحق صاحب بڑی مہربانی فرماتے ہیں ایک اہم مقصد کے لیے ایک کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹۵ سے وظیفہ بتاتے ہیں۔ نماز فجر کے بعد جامعہ شیخ الاسلام کے ایک استاذ صاحب سے خواب بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ کون سی کتاب ہو سکتی

ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اگر کتاب یاد نہیں تو پھر قرآن پاک ہی دیکھنا چاہیے کیونکہ وہی بڑی کتاب ہے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کونسا قرآنی نسخہ دیکھا جائے تو مسجد کے نائب امام غلام مصطفیٰ صاحب ایک نسخہ سے ۱۹۵ صفحہ نکال کر بتاتے ہیں کہ یہاں ''أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ'' لکھا ہوا ہے۔ گویا سیال شریف اور اپنے خواب کی بدولت آپ کی ولایت عظمیٰ کا مزید یقین ہوا۔

۱۹۱۷ء میں جب بیگم کلثوم نواز شریف کا ضمنی انتخاب تھا تب گورنمنٹ کالج سبزہ زار میں میں پرنسپل تھا۔ بعض احباب کے ساتھ مریم نواز سے ملنا پڑھا۔ دوستوں کے ہتھے جب یہ تصویر چڑھی تو انہوں نے رضوی صاحب کے ساتھ والی میری تصویر جوڑ کے دلچسپ تبصرے کیے، شاید اس ملاقات کا رضوی صاحب کو بھی پتہ چلا۔ کچھ عرصہ بعد داتا صاحب کے عرس پر آپ کی موجودگی میں میری تقریر ہوئی تو انکی طرف سے خاصی بے نیازی میں نے محسوس کی لیکن داتا صاحب کے اس آخری عرس پر بھی میری گفتگو انکی موجودگی میں تھی اور میری گفتگو انکے مؤقف کی آئینہ دار بھی تھی، تو آپکی طرف سے تحسین کا اعزاز حاصل کیا۔

سال رواں (۱۴۴۲ھ) کو حضور امیر شریعت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی، امیر المجاھدین خادم حسین رضوی اور چند دیگر اکابر کی جدائی کیوجہ سے عام الحزن کہا جاسکتا ہے اور یاد رہے کہ حزن کے بعد باری معراج کی ہے لیکن معراج کے لیے اس حقیقت کو سمجھنا ہوگا جو رضوی صاحب نے سمجھی اور اپنی زندگی اور موت دونوں سے ہمیں سمجھائی بھی اور دکھائی بھی اور وہ حقیقت مولا علی شیر خدا مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے فرمان سے بھی آشکار ہوتی ہے کہ ''حق تلواروں کے سائے تلے ہے'' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی تائید کرتی ہے کہ

''حق کے معاملے میں دو آراء سامنے ہوں تو مشکل رائے کو اختیار کرو''۔

یہی سبق اور پیغام رضوی صاحب کا تھا اور اگر ہم نے اس بارے میں غیرت کا مظاہرہ کیا تو ہم میں سے ہر ایک کے لیے یہ حقیقت پھر ثابت ہوگی جو اقبال واضح کرتے ہیں

غیرت ہے بڑی چیز اس جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سرِ دارا



یادیں اُن کی پاس رہیں گی

صادق علی زاہد

سال ۱۹۸۵ء سے تحفظِ عقیدۂ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کے موضوع پر لٹریچر میرے زیر مطالعہ رہا ہے۔غالباً ۱۹۹۶ء کا کوئی دن تھا جب علمائے اہل سنت کی رد قادیانیت پر کاوشیں منظم کرنے کی غرض سے شرفِ اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جامعہ نظامیہ لاہور میں میری ملاقات ہوئی۔اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ گفتگو علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام اس موضوع پر ایک مضبوط علمی شخصیت کے حوالے سے لیا تھا۔

یہ وہ پہلا موقع تھا جب میں کسی آئندہ دور میں ''امیر المجاہدین'' قرار پانے والے مردِ خود آگاہ علامہ خادم حسین رضوی کے نام سے شناسا ہوا۔انہی ایام کے کچھ عرصہ بعد تحریک فدایانِ ختم نبوت لاہور کے زیر اہتمام ایک ماہ نامہ ''لا نبی بعدی'' کا اجرا ہوا۔

علامہ سید شبیر ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ان دنوں جمیعت علمائے پاکستان کے مرکزی عہدہ دار اور پتوکی میں جامع مسجد مینارہ رضا کے خطیب تھے،کی وساطت سے لانبی بعدی کے چیف ایڈیٹر محترم المقام علامہ محمد خاں لغاری اور جناب افضل رشید نقشبندی سے ربط وضبط ہوگیا۔

ان احباب کے ساتھ ملاقاتوں میں علامہ خادم حسین رضوی صاحب کا ذکر خیر بڑی کثرت سے اس خواہش کے ساتھ ہوتا ہوا سنا کہ کاش علامہ خادم حسین رضوی صاحب ماہنامہ ''لانبی بعدی'' کی سرپرستی قبول فرمالیں۔تب تک تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے عناوین پر میری دو کتب شائع ہو کر اہل سنت کے علمی حلقوں میں میری شناسائی کا سبب بن چکی تھیں۔

اُس دَور میں میں نے متعدد بار کوشش کی کہ علامہ خادم حسین رضوی سے ملاقات کر کے اُن سے اپنے موضوع پر راہنمائی حاصل کروں۔مگر لاہور میں موجود میرے ربط جس کی وساطت سے میں علامہ صاحب تک پہنچنے کا خواہاں تھا کی کبھی عدیم الفرصتی اور کبھی سستی اور کاہلی آڑے آتی رہی اور میں علامہ صاحب کی ملاقات کا شرف حاصل نہ کرسکا۔

ننکانہ صاحب میں میں جس جماعت کے ساتھ منسلک ہو کر ابتدائی ایام سے کام کررہا تھا ان کی پہچان دیوبندی مکتب فکر کی وجہ سے تھی۔جوں جوں میری علمی حلقوں میں شناسائی بڑھی ساتھ ساتھ میرا تعارف بطور رکن جماعت دیوبندی کے طور پر بڑھتا گیا اور اب علامہ خادم حسین رضوی صاحب سے ملاقات کا فاصلہ بھی بجائے کم ہونے کے بڑھنے لگا۔

میرے مخلص دوستوں جن میں علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے شاگرد رشید علامہ مفتی محمد تصدق حسین سرفہرست ہیں اپنے انداز میں علامہ صاحب سے میرا تعارف بطور اہلسنت قلمکار کروانے کی کوشش کی مگر میری خوش قسمتی میرا ساتھ چھوڑگئی

تحریک لبیک کی تاسیس کے بعد دو دفعہ آپ ننکانہ صاحب بھی تشریف لائے مگر لاکھ جتن کے باوجود میں ملاقات اور سیر حاصل گفتگو کرنے میں ناکام رہا۔

المختصر تحفظِ عقیدہ ختم نبوت اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے قافلہ کا ایک ادنیٰ رکن ہوتے ہوئے بھی، مقبول بارگاہِ رسالت مآب وصلی اللہ علیہ وسلم اور اتنے بڑے صائب الرائے درویش صفت انسان حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی نظر التفات سے محروم رہنے کا مجھے افسوس ہے۔

گیا وہ موسم گُل کہ جس کا رازدار ہوں
اُجاڑ ہوگئے عہدِ کہن کے میخانے





چوتھا باب

درسیات

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت امام الصرف والنحو

مفتی کامران مسعود رضوی
(پی۔ایچ۔ڈی محی الدین اسلامک یونیورسٹی)

یوں تو امیر المجاہدین کی مختلف حیثیات و جہات ہیں لیکن ان تمام میں سے شہرت اور تربیت کے لحاظ سے آپ کے عرصہ تدریس میں صرف ونحو نے جو فیض علوم اسلامیہ کی تحصیل میں سرگرداں رہنے والے طلباء کو عطا فرمایا وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ یہاں تک کہ آپ کو آپ کے اساتذہ اور اساتذہِ فن نے بھی امام الصرف والنحو تسلیم کیا ہے۔ پاکستان تو پاکستان ہے، ہماری معلومات کے مطابق آپ کے فن صرف ونحو کو شام کے عرب علماء نے بھی بسر وچشم تسلیم کیا اور داد وتحسین سے نوازا ہے۔

امیر المجاہدین رحمہ اللہ اپنے مشفق ومہربان استاذ مفتی اعظم پاکستان مفتی عبد القیوم ہزاروی قادری رحمہ اللہ کے اصرار اور فرمان پر 9 مئی، 1990ء/ 14 شوال، 1410ھ کو بطورِ استاذِ علم الصرف، تدریس کا آغاز فرماتے ہیں اور بارہ سال تک مسلسل صرف ونحو ہی پڑھاتے رہے یہاں تک کہ آپ کو امام الصرف والنحو کو لقب مل گیا۔

مولانا حافظ محمد اسلم رضوی صاحب لکھتے ہیں:

"مسلسل علم صرف خود محنت سے پڑھائی حتیٰ کے آپ کا شمار ماہرین صرف اساتذہِ کرام میں ہونے لگا"۔(1)

جامعہ نظامیہ کی وجہ شہرت امام الصرف والنحو:

مادرِ علمی مرکزِ اہلِ سنت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے علمی مقام کی دھوم میں اگر مفتی اعظم پاکستان مفتی عبد القیوم ہزاروی شرفِ ملت شیخ الحدیث عبد الحکیم شرف قادری اور شیخ الحدیث حافظ عبد الستار سعیدی وغیرہ جیسے روزگارِ زمانہ اور یادگارِ اسلاف کے اسمائے گرامی سرِفہرست ہیں۔ان بزرگوں کے بعد جامعہ نظامیہ کو دینی علوم کی تحصیل وترسیل میں بلند سے بلند مقام تک لے جانے کا سہرا، استاذی الکریم امیر المجاہدین کے سر سجتا ہے۔مولانا محمد علیم الدین نقشبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" دورِ حاضر میں دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کو ایسے مدارس میں جہاں دیگر علوم میں دسترس کے ساتھ علمِ صرف میں مہارت مسلم ہوتی ہے، ایک برتر مقام حاصل ہے۔اس خوبی کا سہرا، جامع المعقول والمنقول استاذ الاساتذہ حضرت مولانا خادم حسین صاحب زید علمہ (رحمہ اللہ) کے سر بندھتا ہے۔جن کی مہدِ تربیت سے فیض یافتہ علماء اپنے ہم عصروں سے خصوصیت کے ساتھ علمِ صرف کی مہارت میں بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں"۔(2)

آپ رحمہ اللہ کے استاذِ گرامی شیخ الحدیث حافظ عبد الستار سعیدی صاحب آپ کو امام الصرف والنحو کے لقب سے یاد فرماتے۔قبلہ حافظ صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

"امام الصرف والنحو کالقب پانے کے بعد شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے"۔(3)

علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ بھی امیر المجاہدین کو بحیثیت مدرس امام الصرف تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسندِ تدریس پر بیٹھے تو امام الصرف کہلائے" (4)

صاحبزادہ مولانا انوار الرسول مرتضائی مرکزی صدر مجلسِ علماء نظامیہ، امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کے امام الصرف والنحو ہونے کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"بجا طور پر آپ کو اس دور کا امام الصرف تسلیم کیا جاتا ہے"۔(5)

مولانا محمد یوسف القادری مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ، اپنے استاذ امیر المجاہدین رحمہ اللہ کو امام الصرف کے لقب سے موسوم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول راس الاتقیاء مجاہدِ ملت امام الصرف حضرت علامہ مولانا خادم حسین صاحب رضوی زید مجدہ (رحمہ اللہ)" (6)

مولانا محمد اسد رضا لکھتے ہیں:

"مجاہد ملت امام الصرف والنحو حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب" (7)

مولانا حافظ محمد نور زمان رضوی نے علم الصرف کی آخری کتاب" مراح الارواح" کا ترجمہ وشرح بنام" نور المصباح" لکھنے کے بعد اس اہلیت وقابلیت کا سہرا امام الصرف والنحو کے سر سجاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ناچیز اپنی اس سعی بصورت" نور المصباح" شرح مراح الارواح" اس استاذ گرامی کی خدمت میں پیش کرتا ہے جن سے یہ فن پڑھ کر کچھ تحریر کرنے کے قابل ہوا۔اور چار لفظ پڑھانے کے قابل ہوا۔میری مراد" تیسر ابواب الصرف" اور تعلیلا تِ خادمیہ کے مصنف، امام الصرف شیخ الحدیث والتفسیر علامہ حافظ خادم حسین رضوی ہیں"۔(8)

یاد رہے مراح الارواح کتاب کو علم الصرف کا فلسفہ کہا جاتا ہے جو عربی زبان میں ہے جس کی عربی زبان میں کئی ایک شروح وحواشی موجود ہیں فاضل مصنف نے اس کی آسان اردو زبان میں شرح کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔فاضل شارح جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں مدرس ہیں۔(9)

مولانا سردار احمد سعیدی مدظلہ لکھتے ہیں:" عربی گرائمر (علم صرف) میں تو وہ سند کی حیثیت اختیار کر گئے" (10)

عوامی اجتماعات میں صرف ونحو کی جلوہ سامانیاں:

آپ رحمہ اللہ کے دور کے علماء نے آپ رحمہ اللہ کو امام الصرف والنحو تسلیم کیا ہے آپ سے علم الصرف والنحو پڑھنے والے شاگردوں نے بھی اس فن کی تدریس میں ایک خاص مقام حاصل کیا جو درسِ نظامی کا طالبِ علم عربی گرائمر میں کمزور ہو وہ آئندہ کے درجات میں کامیاب طالبِ علم نہیں بن سکتا اس لیے کہ عربی گرائمر یعنی علم الصرف والنحو درسِ نظامی کے بنیادی، لازمی

فنون میں سے ہے۔ جو طالبِ علم اس بنیادی مرحلہ کو جاں فشانی سے امتیازی حیثیت سے عبور کر لیتا ہے آئندہ درجات میں یقینی ترقی وفلاح اس کا مقدر بن جاتی ہے اور ایک کامیاب طالبِ علم ہی کامیاب مدرس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ سے صرف ونحو کی تحصیل کرنے والے ملک کے طول وعرض میں مدارسِ دینیہ کے نامور مدرسین بن کر طلبہ دینیہ کی علمی تشنگی کو بجھانے اوران کو سیراب کرنے میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

کئی مقامات پر دورانِ خطاب کسی لفظ کی موضوع کی اہمیت کے لحاظ پوری صرف صغیر سنا دیا کرتے۔ ایک دفعہ دورانِ خطاب مجدد کی بات چل نکلی تو آپ رحمہ اللہ نے مکمل صرفِ صغیر سنائی: برکت کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

جدد یجدد تجدیدا فھو مجدد و جدد یجدد تجدیدا فذک مجدد لم یجدد لم یجدد لا یجدد لا یجدد لن یجدد لن یجدد لیجدد ن لیجدد ن لیجدد ن لیجدد ن الامر منہ جدد لتجدد لیجدد لیجدد والنھی عنہ لاتجدد لاتجدد لا یجدد لا یجدد الظرف منہ مجدد مجددان مجددات

امیر المجاہدین امام الصرف والنحو کو عربی گرائمر میں ایک اعلیٰ منفرد مقام حاصل تھا۔ مشکل سے مشکل عبارت آسانی سے حل فرما لیا کرتے تھے۔ عربی کے نادر الفاظ آپ رحمہ اللہ کی نوکِ زباں پر ہوتے۔ عام علماء کے لیے جن عربی الفاظ کو دیکھ کر پڑھنا اچھی خاصی دشواری کا باعث بنتا، امام الصرف والنحو ایسی روانی وسلاست سے پڑھتے کہ سامعین انگشت بدنداں رہ جاتے۔ آج تک کسی صحیح العقیدہ عالم دین نے آپ رحمہ اللہ کے امام الصرف والنحو ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔

طلباء اسلامیہ میں صرف ونحو کی شوق تحصیل:

ہمیشہ مدرسین علماء کی قدر کرتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ کسی مدرس کا کبھی امتحان نہ لیتے۔ سرِ محفل عوام وطلباء درسِ نظامی سے بعض دفعہ صیغے، ان کی تعلیلا ت اور صرفِ صغیر وکبیر سن لیتے۔ اس سے بھی مقصد امتحان یا تذلیل ہرگز نہ ہوتی بلکہ عربی زبان کی تحصیل کا شوق اور علوم اسلامیہ پر ابھارنا مقصود ہوتا۔ متعدد درسِ نظامی کے طلباء عربی گرائمر میں تساہل اور کمزوری کا شکار رہے۔ عربی گرائمر سے صیغوں کی گردانوں اور تعلیلا ت سے جی چراتے رہے ان کو بھی اپنی کم علمی اور صرف ونحو کو محنت ولگن سے حاصل کرنے کی اہمیت کا اندازہ امام الصرف والنحو کی مجلس وصحبت میں آنے کی برکت سے ہوا۔ لیکن علماء کے ادب میں ان کا کبھی بھی سرِ عام امتحان نہ لیتے اور نہ کبھی ان سے صیغہ وگردان پوچھتے۔ بارہا اپنے خطابات میں طلباء سے صیغہ اس کی تعلیل اور مکمل گردان سننے کا تقاضا کرتے۔ ساتھ ہی انعام کا اعلان بھی فرما دیتے جو صیغہ بتا تا اس کی تعلیل کرتا یا گردان سنا دیتا اسی محفل میں نقد اپنی جیب خاص سے انعام عطا فرماتے، خوش ہوتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔

امام الصرف والنحو کی خود اعتمادی:

آپ رحمہ اللہ اپنی عربی دانی میں پر اعتماد تھے۔ فرمایا کرتے: "جس مشکل سے مشکل لفظ کی گردان کسی سی بھی نہیں بنتی میں بنا کر دوں گا۔ حتیٰ کہ جس زبان کا مرضی ہے لفظ لے آؤ اس کی صرفِ صغیر وکبیر پڑھ کر سناؤں گا۔

بارہ سال مسلسل ابتدائی درجات کو صرف ونحو پڑھانے کے بعد منتہی درجات کو پڑھاتے ہوئے طبیعت پر صرف ونحو کا

شدید غلبہ رہا۔ کسی بھی درجہ کی کوئی بھی کتاب بغیر صرف ونحو کے اجراء کے پڑھنا، پڑھانا سخت ناپسند جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آخری درجات تک صرف ونحو کی کتب ہماری بغلوں میں ہوتیں۔ یاد کرتے، دہراتے سنتے اور سناتے۔ یہ سب امام الصرف و النحو کی توجہ کی برکت سے تھا۔

ایک دینی مدرسہ میں دورانِ خطاب "ایذاء" مصدر سے صرفِ صغیر سنانے کا حکم فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: "جو طالبِ علم صرفِ صغیر سنائے گا میں اسے اپنی کتابیں تعلیلا تِ خادمیہ اور تیسیر ابواب الصرف مفت بھیج دوں گا"۔ سٹیج پر ایک استاذ مدرس صاحب نے عرض کی میں سناتا ہوں۔ آپ رحمہ اللہ نے تبسم فرمایا اور فرمانے لگے: "آپ کیوں سنائیں گے اگر گردان کسی استاذ ہی نے سنانی ہے تو میں پھر خود ہی سنا دیتا ہوں"۔ پھر آپ نے خود ہی مکمل صرف صغیر ایذاء مصدر سے سنا دی۔ صرف صغر سناتے ہوئے۔ الامر منہ پر رک کر فرمایا: "آگے کیا پڑھنا ہے جی؟" کسی طالبِ علم نے لقمہ دیا "ایذ" آپ نے فرمایا بابِ افعال سے امر کا صیغہ "ایذ" آتا ہے؟" اپنے مخصوص انداز میں غلط صیغہ بتانے پر خوشگوار سرزنش فرمائی۔ گردان خود ہی مکمل فرمائی اور فرمایا: "کافی عرصہ ہوگیا ہے صرف پڑھاتے ہوئے اگر کوئی غلطی ہوئی تو بتا دینا لیکن امر کا صیغہ ایذ نہیں ہے"۔

ایک موقع پر فرمانے لگے: "مجھ سے بات وہ کرے جسے پورے قرآن کے صیغے آتے ہوں" پھر قرآن کریم کی پہلی سورت یعنی سورت فاتحہ کے پہلے لفظ "الحمد" مصدر سے صرفِ صغیر سنائی۔ اسی طرح آخری سورت، سورۃ الناس کے پہلے لفظ "قل" کے مصدر "قول" سے صرفِ صغیر سنائی۔ اور ارشاد فرمایا: "مجھے الحمد سے لے کر والناس تک پورے قرآن کے صیغے آتے ہیں۔

صرف ونحو آپ کا عشق:

ایک دفعہ ہم نے کلاس میں عرض کیا: "استاذ صاحب بعض دفعہ لوگ ہمارے پاس، دم کرانے آجاتے ہیں آپ ہمیں دم کرنے کی اجازت اور طریقہ ارشاد فرمائیں۔ فرماتے لگے: "طریقہ بہت آسان ہے۔ طالبِ علم کو اپنا سبق نہیں چھوڑنا چاہیے جو دم کرانے آئے اپنے سبق سے صرفِ صغیر پڑھ کر دم کر دیا کرو۔ ان شاء اللہ مریض کو شفاء ملے گی"

ہم نے بارہا آزمایا ہے، صرفِ صغیر کے دم سے مریض شفاء یاب ہوجایا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

مدرسین صرف ونحو پر شفقت:

2009ء میں جب امام الصرف والنحو ایک المناک حادثہ کا شکار ہوئے اس وقت میں (راقم) جامعہ فیض القرآن حسن ابدال میں تدریس کر رہا تھا۔ رنج وقلق لے کر حاضر خدمت ہوا، جس کا ذکر "یاد داشتیں: امیر المجاہدین رحمہ اللہ بحیثیت ابر کرم" کے ذیل میں ہو چکا۔ تدریسی مصروفیات میں صرف ونحو کے اسباق کا سن کر ایک خاص مسکراہٹ چہرہ روشن پر بکھر گئی۔ دل سے دعائیں دیں۔ بالخصوص میں نے عرض کیا آپ رحمہ اللہ کی دونوں کتب کو طلباء کے لیے لازم کر دیا ہے۔ گردانوں کے لیے تیسیر ابواب الصرف اور صیغوں کی تعلیلا ت اور اجراء قوانین کے لیے تعلیلا تِ خادمیہ سے خود بھی مدد لیتا ہوں اور تمام طلباء بھی انہیں کتب سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے تبسم فرمایا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث مولانا محمد نواز اختر گوندل نقش بندی، فاضل جامعہ نظامی رضویہ، بانی و ناظمِ اعلیٰ جامعہ سلطانیہ رضویہ، بھیرووال، شیخوپورہ، علم الصرف کی ایک مشہور کتاب" علم اصیغہ" ترجمہ وتشریح کرنے کے بعد اس کاوش کو اپنے محسن و مربی استاذ محترم امام الصرف والنحو امیر المجاہدین رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔(11)

فاضل مترجم و شارح میں علم الصرف کے موضوع پر قلم اٹھانے کی صلاحیت امیر المجاہدین سے علم الصرف پڑھنے کے بعد پیدا ہوئی اس لیے اپنے استاذ قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ کو امام الصرف والنحو کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

امام الصرف والنحو کے تیار کردہ مدرسین صرف ونحو:

امام الصرف والنحو رحمہ اللہ گردانیں پرھاتے اور سنتے ہوئے موقع کی مناسبت سے اشعار سنایا کرتے تھے۔جس میں درسِ ہدایت اور ذوق تلذذ بھی ہوتا۔مولانا نواز اختر گوندل لکھتے ہیں:

" جب قبلہ استاذِ محترم صرف پڑھاتے پڑھاتے" دعا، یدعو پر پہنچے تو آپ نے پنجابی کا ایک شعر سنایا اور وہ یہ ہے:

دعا یدعو دے نٹھے کئی ہل واہندے ڈھٹھے(12)

جامعہ نظامیہ کے کہنہ مشق استاذ ڈاکٹر مولانا محمد فضل حنان سعیدی مدظلہ اپنے رفیق امام الصرف والنحو اجراءِ صرف کی عادت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" ہم دونوں اسباق سے فراغت کے بعد نمازِ ظہر یہیں جامعہ میں ادا کرتے۔نماز کے بعد طلباء کو صرف ونحو کا اجرا کراتے"۔(13)

" آپ کا حافظہ بلا کا تھا تمام صرفی قوانین ازبر تھے۔کسی کتاب کی مدد کے بغیر قوانین لکھواتے اور اجرا کرواتے۔راقم سمیت طلبا کے پاس آپ کے لکھوائے ہوئے صرف پر ضخیم رجسٹر موجود ہیں ایسے محسوس ہوتا تھا کہ صرف ہی آپ کا عشق اور اوڑھنا بچھونا ہے"(14)

خلاصہ بحث:

1۔امیر المجاہدین کی ابتدائی شہرت امام الصرف والنحو کے نام سے ہوئی۔

2۔آپ کو امام الصرف النحو آپ کے اساتذہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔

3۔صرف ونحو میں آپ سند کی حیثیت رکھتے ہیں

4۔شام کے علماء نے بھی آپ کو امام الصرف والنحو تسلیم کیا ہے۔

5۔صرفی قوانین ہر وقت آپ کی نوکِ زباں ہوتے۔

6۔عوامی اجتماعات میں صرفِ صغیر و کبیر سنا کر حصولِ علم کی راہ ہموار فرمائی۔

7۔آپ کے شاگرد بھی صرف ونحو کی تدریس میں مسلم ہیں۔

8۔قرآنِ کریم سے صرف کے صیغوں کی تعلیلات کروایا کرتے تھے تاکہ عربی گرائمر کے ساتھ قرآن سے تعلق وواسطہ بھی رہے۔

10۔آپ کی صرف ونحو پر دو مشہور تصانیف تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔

11۔صرف ونحو جیسے خشک مضمون کو اقبال و جامی و سعدی کے اشعار سے ہمیشہ تر رکھتے تا کہ ذوق تِلذذ باقی رہے۔

حوالہ جات

1۔تذکرہ علماء اہلِ سنت ضلع اٹک: مولانا حافظ محمد اسلم رضوی، اسلامک میڈیا سنٹر، لاہور، مارچ 2019ء، ص:514

2۔(مقدمہ: مولانا محمد علیم الدین نقشبندی، مشمولہ تعلیلا تِ خادمیہ، مکتبہ مجددیہ سلطانیہ، دینہ جہلم، ذی قعدہ 1422ھ/ جنوری 2002ء، ص:10)

3۔(امیر المجاہدین علیہ الرحمہ ایک باادب طالبِ علم، مخلص عالم دین اور عظیم رہنما: مولانا حافظ عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ، مشمولہ النظامیہ، لاہور امیر االمجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء، ص:19)

4۔(سفیرِ محبتِ رسول ﷺ علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ: مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ، مشمولہ النظامیہ، لاہور امیر االمجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء، ص:22)

5۔(میرے مربی ومحسن امیر المجاہدین: مولانا محمد انوار الرسول مرتضائی، مشمولہ النظامیہ، لاہور امیر االمجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء، ص:71)

6۔(اعراض التہذیب: علامہ ابو اویس محمد یوسف القادری، شبیر برادرز، لاہور، جولائی 2008ء/ ربیع الثانی 1429ء، ص:11)

7۔(تذکرہ شارح سلم العلوم: مولانا محمد اسد، مشمولہ اعراض سلم العلوم، شبیر برادرز، لاہور، مئی 2013ء/ جمادی الثانی 1434ھ، ص:11)

8۔(نور المصباح شرح مراح الارواح: مولانا حافظ محمد نور زمان رضوی، ضیاء العلوم پبلی کیشنز، راولپنڈی، 2014ء، ص:5)

9۔(تذکرہ علماء اہلِ سنت ضلع اٹک: مولانا محمد اسلم رضوی، اسلامک میڈیا سنٹر، لاہور، ص:514، مارچ 2019ء)

10۔(کلمات تحسین: مولانا سردار احمد سعیدی مدظلہ، مشمولہ النظامیہ امیر المجاہدین نمبر دسمبر 2020ء، ص:67)

11۔(الذریعہ شرح علم الصیغہ: مولانا محمد نواز اختر گوندل، اکبر بک سیلرز، لاہور، اگست 2020ء، ص:35)

12۔(الذریعہ شرح علم الصیغہ: مولانا محمد نواز اختر گوندل، اکبر بک سیلرز، لاہور، اگست 2020ء، ص:245)

13۔(علامہ خادم حسین کے ساتھ طویل رفاقت کی کچھ یادیں: ڈاکٹر فضل حنان سعیدی مدظلہ، مشمولہ مشمولہ النظامیہ، لاہور امیر االمجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء، ص:46)

14۔(میرے مربی ومحسن امیر المجاہدین: مولانا صاجزادہ محمد انوار الرسول مرتضائی، مشمولہ النظامیہ، لاہور امیر االمجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء، ص:72)



امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مدرس

مفتی کامران مسعود رضوی
(پی۔ایچ۔ڈی۔محی الدین اسلامک یونیورسٹی)

تدریس ایک ایسا فن ہے جو ہر کس و ناکس کے ہاتھ نہیں آتا اور بالخصوص علومِ دینیہ کی تدریس تو تیز دھاری تلوار پر چلنے کے مترادف ہے۔طلباء کورے کاغذ کی طرح ہوتے ہیں ان پر جو جیسا نقش کرے گا ویسے ہی نقش ان پر ظاہر ہوں گے۔ایک ماہر اور منجا ہوا استاذ ہی قرآن وسنت کا صحیح فہم اپنے شاگردوں کے قلوب واذہان میں بحسن وخوبی ودیعت کرتا ہے۔استاذ نا الکریم استاذ الاساتذہ،امیر المجاہدین علامہ خادم حسن رضوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے تدریسی امتیازات سے خوب نوازا تھا۔

آپ رحمہ اللہ نے اپنی تدریس کا آغاز 1990ء میں مفتی اعظم پاکستان مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ کے حکم کے مطابق کیا مسلسل بارہ سال صرف ونحو کی تدریس کے بعد دیگر علوم کی کتب کی تدریس میں تقریباً تمام فنون کی کتب پڑھائیں اور پھر دورہ حدیث شریف میں اسباق پڑھانے کا آغاز 2008ء میں فرمایا اور 2014ء تک سات سال سنن ابی داؤد،سنن ابن ماجہ،آثار السنن،تین کتب حدیث پڑھایا کرتے تھے۔درسِ حدیث کی ابتدا میں قصیدہ بردہ شریف کا ترتیب وار ایک شعر پڑھ کر اس کی شرح بیان فرماتے پھر اسباق شروع فرماتے۔یہاں تک کہ قصیدہ بردہ شریف مکمل ہو جاتا۔

آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ کرام کو آپ جناب کی قابلیت،محنت اور اسلوبِ تدریس پر مکمل بھروسہ اور اعتماد تھا۔

مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

"جامعہ کے مدرسین واساتذہ کرام پر مفتی صاحب (مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ) کو اتنا اعتماد تھا کہ شاذ ونادر ہی کسی جماعت میں دورانِ اسباق جا کر جائزہ لیا ہو۔یہی وجہ ہے کہ اساتذہ کرام بڑی جان فشانی اور محنت سے تدریسی خدمات سر انجام دے رہے ہیں"۔(1)

تیسر ابواب الصرف پر تقریظ میں قبلہ شرفِ ملت رحمہ اللہ نے آپ کی تدریسی خدمات اور قابلیت کو سراہتے ہوئے تحریر فرمایا:

"فاضل اور کہنہ مشق مدرس مولانا خادم حسین نقشبندی (رضوی)" (2)

امیر المجاہدین کا عرصہ تدریس:

جامعہ نظامیہ کی محفوظ دستاویزات کے مطابق،9 مئی،1990ء/ 14 شوال 1410ھ،بروز بدھ تا یکم جنوری، 2015ء/ 9 ربیع الاول،1436ھ بروز جمعرات آپ کا جامعہ نظامیہ رضویہ میں کل عرصہ تدریس ہے۔

اسلوبِ تدریس:

ہر فن کو پڑھانے کا انداز اس کے مطلوبہ تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے۔آپ رحمہ اللہ نے اسی فلسفہ کے مطابق ہر فن کی

کتاب کو اس کی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق پڑھا۔ یہی وجہ ہے آپ کے طلباء ہمیشہ آپ کی اندازِ تدریس سے مطمئن اور خوش رہتے۔ آپ رحمہ اللہ اپنے طلباء کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ اچھا پڑھنے، سبق سنانے اور محنتی طلباء کو کتب وغیرہ کے تحائف عنایت فرماتے اور بعض دفعہ تو نقدی کی صورت میں بھی انعامات سے نوازتے۔ خارجی مطالعہ کے لیے فتاوی رضویہ، بہار شریعت اور دیگر کتب پڑھنے کی ترغیب دیتے اور اچھوتے موضوعات پر کتب خریدنے اور شوقِ مطالعہ پر ابھارتے۔ البتہ ایک مشترکہ بات ہر فن میں صرفی ونحوی ابحاث جزء لاینفک تھا۔ اور دوسرا لازمی عنصر عشقِ رسول ﷺ تھا۔

مولانا مفتی ضمیر احمد مرتضائی امیر المجاہدین کا طریقہ تدریس بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خیر آبادی طریقہ تدریس کے مطابق مشکل سبق کا خلاصہ پہلے ارشاد فرما کر بیان شدہ تقریر کو عبارت پر منطبق فرماتے۔ جب سبق طالبِ علم کی گرفت میں آجاتا تو خارجی گفتگو فرماتے۔ کبھی کبھی رامپوری طریقہ تدریس کے مطابق تھوڑی تھوڑی عبارت پڑھاتے جاتے اور ساتھ ساتھ اس کی وضاحت کرتے جاتے۔(3)

دورہ حدیث شریف کی تدریس:

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں آپ کی ترقی بطورِ شیخ الحدیث 16 شوال، 1428ھ/ 29 اکتوبر، 2007ء کو ہوئی جو 2015ء تک جاری رہی۔ شروع میں حدیثِ پاک پڑھانے سے پہلے درودِ پاک نبی پاک ﷺ کے شجرۂ نسب مبارکہ کے ساتھ پڑھاتے، جس کا انداز پر کیف ہوتا۔ تمام طلباء مل کر قصیدہ بردہ شریف پڑھتے اس طرح سب کو یاد بھی ہو جاتا۔

دورۂ حدیث شریف میں آپ رحمہ اللہ نے درودِ پاک کے اس معمول کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف کے ساتھ ایک شعر اور اس کی تشریح کو شامل معمول فرما لیا جو تادمِ آخر برقرار رہا اور تاکید بھی کرتے کہ حدیثِ پاک، شجرہ طیبہ اور قصیدہ بردہ شریف کے بغیر کبھی نہیں پڑھنا۔(4)

حدیثِ رسول ﷺ پڑھاتے ہوئے ادبِ رسول ﷺ کا بطورِ خاص لحاظ رکھتے اور طلباء کو بھی ادبِ رسول ﷺ کی تعلیم اپنی زبان، قلم اور اپنے عمل سے ارشاد فرماتے۔ حدیثِ رسول ﷺ پڑھانے کے دوران کسی بھی طالبِ علم کی ذرا سی منافی ادب بات پر سخت سرزنش فرماتے۔ کسی کو اس دوران سر کھجانے، خارش کرنے کسی قسم کا اشارہ کرنے، بے توجہی وغیرہ افعال کو منافع ادبِ حدیثِ رسول ﷺ خیال فرماتے۔ حدیثِ پاک کی کتاب اٹھانے، پکڑنے اور ورق گردانی میں تہذیبِ اسلامی اور ادبِ حدیثِ رسول کا خاص اہتمام فرماتے۔ حدیثِ رسول کی عبارت پڑھتے وقت تو معمولی سی غلطی بھی برداشت نہ کرتے۔ بعض دفعہ تو عبارت پڑھنے میں معمولی سی خطا پر پوری کلاس کو کمرہ جماعت سے باہر نکال دیتے۔ سخت برہمی کا اظہار فرماتے۔ بالآخر آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے اور ادبِ حدیث کا خاص اہتمام کرنے کے وعدہ پر دوبارہ شفقت فرماتے۔ بعض دفعہ تو کسی طالبِ علم کا سبق کسی خاص وجہ سے رہ جاتا۔ اور وہ طالبِ علم حاضرِ خدمت ہو جاتا تو اسے مکمل سبق پڑھا دیتے۔ مولانا شوکت علی لکھتے ہیں:

" آپ حدیثِ پاک کا بہت ادب کرتے جب سبق حدیث کے دوران کسی کو جماہی آتی تو اسے کلاس سے باہر نکال دیتے اور فرماتے تم کیسے لوگ ہو؟ حدیثِ پاک پڑھتے ہوئے تمھیں جماہی آتی ہے" ۔(5)

حدیثِ پاک کی تشریح و توضیح میں آپ رحمہ اللہ کا منفرد اسلوب ہوتا۔" رسول اللہ ﷺ کے وصالِ مبارک والی حدیث پڑھائی تو عالم یہ تھا کہ لگتا آج جگر پھٹ جائیں گے۔ اور ایک بات کرتے کرتے انہیں شاید دس منٹ سے زیادہ لگ گئے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد تین سو سال تک زمین پر کوئی بندہ مسکرا سکا اور چادر منہ پر رکھ کر ہمارے استاذ بلک بلک کر روئے" ۔(6)

ہمیشہ حدیثِ رسول ﷺ پڑھاتے ہوئے دوزانو بیٹھتے۔ حدیثِ رسول ﷺ سے استنباطِ احکام اور اسلوبِ استدلال میں غزالی زماں رحمہ اللہ کی اتباع فرماتے۔

قصیدہ بردہ شریف کی عادت آپ کو اپنے استاذ الکریم شرف ملت سے ملی۔ ڈاکٹر مولانا فضل حنان سعیدی لکھتے ہیں:

''دورہ حدیث شریف کے دوران شرفِ ملت علیہ الرحمہ ہمیں روزانہ قصیدہ بردہ شریف کے دو تین اشعار پڑھایا کرتے تھے۔ علامہ خادم حسین علیہ الرحمہ نے اسی سال پورا قصیدہ حفظ کر لیا تھا''۔(7)

عربی عبارات کی صرفی ونحوی تحقیق:

جب میرا (راقم) داخلہ درجہ رابعہ میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ہوا۔ امام الصرف والنحو عالمانہ وقار اور مشفقانہ جلال کی برکت سے صرف ونحو کے تمام اسباق کو از سر نو پڑھا، دھرایا، گردانوں اور صیغوں کی تعلیلا ت میں دن رات سر کھپایا، صرفی قوانین کو پردہ ذہن پر تازہ کیا وللہ الحمد، امام الصرف والنحو کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا پہلا دن تھا۔ آپ رحمہ اللہ کی جلالت علمی کے سبب پسینہ سے شرابور تھا، جسم پر بے ساختہ کپکپی طاری تھی۔ سب سے پہلے امام الصرف والنحو کی نگاہِ لطف میرے اوپر اٹھی ارشاد فرمایا:

" مولانا عبارت پڑھیں!" ۔حکم کی تعمیل کرتے ہوئے عبارت پڑھتا گیا۔ اس دوران عبارات پر وجوہ اعراب پوچھے، صیغے پوچھے۔

باوجود سخت خوف کے مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں؟ سوالات کے جوابات ٹھیک ٹھیک دے رہا ہوں یا غلط؟۔ یہاں تک کہ فرمایا:" بس مولانا بس کرو! تسی میرے کول بیٹھا کرو" ۔ پھر معلوم ہوا کہ میں نے عبارت بھی شاید ٹھیک پڑھی ہے، وجوہِ اعراب اور صیغے بھی ٹھیک بتائیں ہیں۔ پھر ہمیشہ آپ کی نوازشات اور شفقتوں کے سائے میں پلتا رہا۔

لغات کی پنجابی میں تفہیم:

درجہ رابعہ میں فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ اول کا مقدمہ پڑھاتے ہوئے عبارت" ان الحوادث متعاقبة الوقوع والنوازل یضیق عنھا نطاق الموضوع واقتناص الشوارد بالاقتباس من الموارد والاعتبار بالامثال من صنعة الرجال و بالوقوف علی الماخذ بعض

علیھا بالنواجذ" (8)،(9)

پر پہنچے تو فرمایا:" الرجال کا ترجمہ کرو" ہم نے عرض کیا:" الرجال" جمع ہے" رجل" کی اور رجل کا معنی ہے مرد" ۔فرمانے لگے:" الرجال" کا درست مفہوم جاننا ضروری ہے ۔مرد تو سبھی ہوتے ہیں خواہ کمزور ہوں یا زور آور، چھوٹا پہلوان بھی مرد تو بڑا بھی مرد ہی ہوتا ہے ۔البتہ جو بڑے بڑے پہلوانوں کے اکھاڑے میں اتر کران سے پنجہ آزمائی کرتا ہے اوران کو پچھاڑ دیتا ہے ۔پھر اس کے مقابلہ کا کوئی پہلوان نہ ہوایسے جری و بہادر جسے پنجابی میں" جنڑاں" کہتے ہیں ۔یہی رجال کا معنی ہے ۔قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط کرنا،امام اعظم ابوحنیفہ،امام شافعی،امام مالک،امام احمد بن حنبل،امام ابو یوسف،امام محمداور امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے (جنڑ یاں دا کم اے)،عام مولوی جو اس دشوار گھاٹی میں ہمیشہ بھٹکتے رہیں ان کو الرجال نہیں کہیں گے" ۔

بظاہر عام عربی الفاظ جو اپنے اندر بلاغت کا سمندر سموئے ہوں ان الفاظ کی تفہیم وتعبیر سادہ وسہل انداز میں اپنی دیسی پنجابی زبان میں کر کے سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی قابلیت وصلاحیت اللہ تعالیٰ نے استاذی الکریم رحمہ اللہ کو ودیعت فرمائی ۔ایسی قابلیت و اہلیت ایک کامیاب مدرس کے لیے طریقہ تدریس میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے ۔ایک مدرس جو عربی عبارات کے مغلقات کو سلجھا نہیں سکتا،کبھی بھی کامیاب استاذ نہیں کہلا سکتا ۔ایک کامیاب مدرس کو مقامی زبانوں کا استعمال بعض ضروری مقامات پر کرنا مفید رہتا ہے ۔

علم الصرف والنحو کی تدریس:

مولانا صاحبزادہ محمد انوارالرسول مرتضائی امیر المجاھدین کا طریقہ تدریس بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

صبح کلاس کا آغاز پورے جوش وولولے سے کرواتے ۔گردانوں کے لیے طلبا کی ٹولیاں بنا دیتے ،جوعموماً کھڑے ہو کر گردانیں کرتے ۔آپ اپنی مسند پر کم ہی تشریف فرما ہوتے ،بلکہ ہر ٹولی کے پاس جا کر کھڑے ہوتے اور گردانیں سنتے ۔گردانوں،قوانین اور نحو کا تکرار ایسے ہوتا جیسے حفاظ منزل سناتے ہیں ۔یہ سلسلہ چھٹی تک مسلسل جاری رہتا ۔نمازِ کے بعد پھر کلاس لے لیتے اور قرآن پاک سے صیغے نکلواتے ،تعلیلا ت اور قوانین کا اجرا کرواتے ۔" (10)

امام الصرف والنحو کے اندازِ تدریس کو بیان کرتے ہوئے مولانا محمد نواز اختر گوندل رقم طراز ہیں:

" قبلہ امیر المجاہدین دامت برکاتھم العالیہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا اندازِ تدریس یہ تھا کہ سب سے پہلے آپ تمام طلباء سے سبق سنتے ۔اس وقت آپ ماشاءاللہ تندرست تھے ۔تقریباً ڈیڑھ ہاتھ لمبا اور کافی موٹا مضبوط ڈنڈا آپ کے دستِ مبارک میں ہوتا ۔ایک طرف آپ کا جلالِ روحانی اور دوسری طرف ڈنڈے کا خوف راقم جیسے نالائق جورات ایک ،ڈیڑھ بجے تک سر مارتے رہتے تھے ۔سبق سناتے سناتے بھول جاتے اور بے رحم ڈنڈا ان کی تواضع کے لیے متحرک ہو جاتا تھا ۔نہ جانے قبلہ استاذِ محترم نے کیا ذوق وشوق دل میں بھر دیا تھا کہ دوسرے دن پہلے سے زیادہ محنت کرتے اور بلند آواز سے گردانیں سنا کر قبلہ استاذِ محترم کی

مخصوص نظر و مسکراہٹ اور سر کے مخصوص اشارے کو پا کر اپنے لیے متاعِ حیات سمجھتے" ۔(11)

مزید آپ رحمہ اللہ طریقہ تدریس کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ان کی کتابیں راقم جیسے نکموں کو بھی حفظ تھیں یہی وجہ ہے کہ ان سے پڑھی ہوئی کتابیں، بیس پچیس سال بعد بھی پڑھاتے ہوئے ہمیں جھجک تک محسوس نہیں ہوتی۔ یہ انہی بزرگوں کا فیضان ہے" ۔(12)

امیر المجاہدین کی تدریس میں چند انداز نمایاں تھے:

1۔فنون کی بنیادی کتب کا حفظ:

امیر المجاہدین رحمہ اللہ کم از کم ہر فن کی ایک بنیادی کتاب کو حفظ کر لینا اور علیٰ وجہ البصیرت سمجھ لینا ضروری خیال فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے اس اندازِ تدریس سے فائدہ اٹھانے والے ہر میدان میں مردانِ میدان اور کامیاب و کامران نظر آتے ہیں۔استاذ العلماء امیر المجاہدین رحمہ اللہ نے اپنے اس طریقہ تدریس سے کئی قابل قدر مدرس بنا کر مدارس و جامعاتِ اہلِ سنت کو عطا فرمائے۔

2۔اسباق کی پیشگی تیاری:

استاذی الکریم رحمہ اللہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جو سبق پڑھا دیتے ،اگلے روز پچھلے سبق کو سنتے اور جو نیا سبق طلباء نے پڑھنا ہوتا اسے تیار کر کے لانا اور استاذ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے بیان کرنا طلباء ہی کی ذمہ داری ہوتی تھی۔اسی وجہ سے ہر نئے سبق کی تیاری کے لیے ہم طلباء خوب محنت کرتے اور اگلے دن سبق کو بیان بھی خود ہی کرتے تھے۔جو نقص ہوتا، استاذنا الکریم رحمہ اللہ سبق کو بیان فرما کر جمیع اشکالات کو رفع فرتے۔مولانا نوید رضوی صاحب کے حالات میں اسی طرح کا واقعہ لکھا ہے کہ:

" شیخ الحدیث استاذ خادم حسین رضوی صاحب سے مختصر المعانی پڑھتے ہوئے جب استاذ صاحب طلباء کرام کو فرماتے کہ آج آگے والا سبق کون پڑھائے گا؟ تو تمام طلباء کو خاموش دیکھ کر ہر دفعہ آپ اپنا ہاتھ کھڑا کر دیتے۔اجازت ملنے پر آپ استاذ خادم حسین رضوی صاحب کی موجودگی میں اپنے کلاس فیلوز کو مختصر المعانی کا اگلا سبق پڑھا دیتے" ۔(13)

3۔طلباء کی حوصلہ افزائی اور انعام:

اچھا پڑھنے اور سبق سنانے پر طلباء کو کتاب یا پیسوں کی صورت میں انعام بھی عطا فرماتے۔فاضل جامعہ نظامیہ مولانا محمد نوید رضوی صاحب کے زمانہ طالبِ علمی کے حالات میں درج ہے کہ:

" سبعہ معلقات کے اسباق کے دوران پوری سبعہ معلقات عربی عبارات سمیت زبانی سنانے پر استاذ خادم حسین رضوی صاحب سے نقدی انعام ملا" (14)

4۔عشقِ رسول ﷺ تدریس کا جزوِ اعظم:

آپ کی تدریس کا ایسا اچھوتا انداز تھا کہ عشقِ رسول ﷺ کے جلوے ہمیشہ آپ کے ہمرکاب رہا کرتے تھے۔جس فن کو

بھی پڑھایا عشقِ رسول ﷺ سے نور کی کرنیں حاصل کر کے محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر پڑھایا۔یعنی آپ کی تدریس بھی عشقِ رسول ﷺ کا عملی مظہر تھی۔مولانا صاجزادہ محمد انوارالرسول مرتضائی لکھتے ہیں:

"صرف جیسے خشک مضمون میں بھی آپ کسی صیغے کی آڑ میں،کسی دور پار کی مناسبت سے بات کو عشقِ رسول ﷺ،صحابہ کرام علیھم الرضوان کے کارناموں اور مجاہدین کی معرکہ آرائیوں کی طرف موڑ دیتے"۔(15)

اسی عشق ومحبت میں ڈوبے اندازِ تدریس کو مولانا مفتی ضمیر احمد مرتضائی اس طرح بیان فرماتے ہیں:"سبق چاہے فقہ کا ہو چاہے صرف کا،نحو یا یا عربی ادب میں سے سبع معلقات کا، آپ ہر بات کو گھما کر سرکارِ دوعالم ﷺ کی محبت کی طرف لے جاتے" (16)

عشقِ رسول ﷺ آپ رحمہ اللہ کی تدریس کا جزوِ اعظم تھا۔اس نمایاں خصوصیت کو مولانا مفتی محمد اکمل قادری صاحب اس طرح بیان فرماتے ہیں:" استاذِ گرامی علیہ الرحمہ کا درس وتدریس میں ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ جہاں نبی کریم ﷺ کی اہلِ بیت وصحابہ کرام علیھم الرضوان کے بارے کوئی متشابہ عبارت ہوتی تو آپ علیہ الرحمہ اس عبارت کا مضمون اس انداز سے بیان فرماتے کہ طلباء کے ایمانوں میں پختگی اوران نفوسِ قدسیہ سے محبت کی وارفتگی قائم ہوجاتی"۔(17)

خلاصہ بحث:

1۔آپ رحمہ اللہ کا کل عرصہ تدریس 9 مئی،1990ء/ 14 شوال 1410ھ،بروز بدھ تا یکم جنوری،2015ء/ 9 ربیع الاول، 1436ھ بروز جمعرات

2۔مفتی اعظم پاکستان رحمہ اللہ کے حکم و چاہت پر تدریس شروع فرمائی۔

3۔آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ کو آپ کی تدریسی خوبیوں پر مکمل اعتماد تھا۔

4۔ہر کتاب میں صرفی ونحوی اجراء لازم تھا۔

5۔ہر طالب علم پر توجہ فرماتے تھے۔کبھی ہم نصابی ابحاث بھی فرماتے۔

6۔آپ نے خیرآبادی طریقہ تدریس کو اختیار فرمایا۔

7۔طلباء میں پڑھنے کا ایسا ذوق پیدا کرتے کہ دن رات پڑھنے کا شوق سوار رہتا۔

8۔عشقِ رسول ﷺ آپ کی تدریس کا جزوِ اعظم تھا۔

9۔کتبِ حدیث اور دیگر فنون کی کتب کا ادب کرتے اور کراتے۔

10۔بعض ضروری مقامات پر تدریس میں پنجابی زبان لازمی استعمال فرماتے۔

11۔ہر فن کی بنیادی کتاب کو حفظ کرنا ضروری خیال فرماتے۔

حوالہ جات

1۔(جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ: مولانا محمد منشاء تابش قصوری، بزم رضا جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، اشاعتِ سوم، اپریل 2015ء/1436ھ،ص:19)

2۔(تقریظ: شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری مشمولہ تیسیر ابواب الصرف،مکتبہ مجددیہ سلطانیہ، دینہ جہلم، ذی قعدہ 1422ھ/ جنوری 2002ء،ص:5)

3۔(گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا: مولانا مفتی ضمیر احمد مرتضائی، مشمولہ النظامیہ،لاہورامیر االمجاہدین نمبر،دسمبر 2020ء،ص:80)

4۔(جانے والے تیرے قدموں کے نشاں باقی ہیں: مولانا محمد طاہر عزیز باروی، مشمولہ النظامیہ،لاہورامیر االمجاہدین نمبر،دسمبر 2020ء، ص:104

5۔(باادب بامراد: مولانا شوکت علی، مشمولہ النظامیہ،لاہورامیر المجاہدین نمبر،دسمبر 2020ء،ص:151-152)

6۔(جانے والے تیرے قدموں کے نشاں باقی ہیں: مولانا محمد طاہر عزیز باروی، مشمولہ النظامیہ،لاہورامیر االمجاہدین نمبر،دسمبر 2020ء، ص:106)

7۔(علامہ خادم حسین کے ساتھ طویل رفاقت کی کچھ یادیں: ڈاکٹر فضل حنان سعیدی مدظلہ، مشمولہ النظامیہ،لاہورامیر االمجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء،ص:45)

8۔(ترجمہ: بے شک حوادثات زمانہ یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہو رہے ہیں ان کو کسی ایک موضوع کی گرفت میں لینا مشکل ہو گیا ہے۔ وحشی جانوروں کی طرح کے مسائل کو گھاٹیوں سے پکڑ کر شکار کرنا مشکل کام ہے اور مثالوں کے ساتھ قیاس کرنا اور واقفیت حاصل کرنا داڑھوں سے پکڑے جانے والے ماخذوں پر مردوں (مجتہدین) کا کام ہے۔)

9۔(الھدایہ: ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی، (المتوفیٰ:593ھ)، بک لینڈ،لاہور،ص:14)

10۔(میرے مربی ومحسن امیر المجاہدین: مولانا صاحبزادہ محمد انوار الرسول مرتضائی، مشمولہ النظامیہ، لاہور امیر االمجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء،ص:72)

11۔(الذریعہ شرح علم الصیغہ: مولانا محمد نواز اختر گوندل،اکبر بک سیلرز،لاہور،اگست 2020ء،ص:245-246)

12۔(الذریعہ شرح علم الصیغہ: مولانا محمد نواز اختر گوندل،اکبر بک سیلرز،لاہور،اگست 2020ء،ص:246)

13۔(جامعہ اسلام آباد(تاریخ،جدوجہد،خدمات): مجلس جامعہ اسلام آباد، جلالیہ پبلی کیشنز، بھکی شیرف،اپریل 2017ء،ص:143)

14۔(جامعہ اسلام آباد(تاریخ،جدوجہد،خدمات): مجلس جامعہ اسلام آباد،ص:144)

15۔(میرے مربی ومحسن امیر المجاہدین: مولانا صاحبزادہ محمد انوار الرسول مرتضائی،ص:73)

16۔(گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا: مولانا مفتی ضمیر احمد مرتضائی، مشمولہ النظامیہ، لاہور امیر االمجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء، ص:80)

17۔(تیرے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا: مولانا مفتی محمد اکمل قادری، مشمولہ النظامیہ، لاہور امیر االمجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء ص:95)

امیر المجاہدین تدریس سے تحریک تک

مفتی مسعود الرحمن نعیمی

قبلہ استاذ گرامی امیر المجاہدین اسیرِ ناموسِ رسالت حضرت مولانا حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی نے 14 شوال 1410ھ بمطابق 9 مئی 1990ء بروز بدھ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ابتداً درجہ صرف سے تدریسی عمل کا آغاز کیا۔ آپ اگرچہ ہر فن مولا اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ دیگر علوم وفنون پر بھی آپ کی گہری نظر تھی۔ مگر آپ نے بقیہ اسباق کو سینئر اساتذہ کرام کے حوالے کرتے ہوئے عاجزی کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ مسلسل کئی سال سالِ اول یعنی درجہ ''صرف ونحو'' کی تدریس فرمائی اور اپنے بے مثال اندازِ تدریس اور انقلابی طرزِ استدلال کی بنا پر ''امام الصرف والنحو'' کی شہرت حاصل کی۔

اسی دوران آپ نے صرف کے طلباء کی مشکلات کو محسوس کرتے ہوئے ان کی سہولت کے پیش نظر اپنی عظیم الشان تصنیف تیار کی جو کہ بذات خود صرف کی کئی ایک بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دیتی تھی۔ جب اس کتاب کے نام رکھنے کے بارے میں مختلف تجاویز سامنے آئیں تو محقق العصر مصنف ومترجم کتب کثیرہ حضرت مفتی محمد خان قادری پرنسپل جامعہ اسلامیہ لاہور نے اس کا نام ''تیسیر ابواب الصرف'' تجویز فرمایا جس پر اتفاق کیا گیا اور اللہ کریم نے اس کتاب کو چار دانگ عالم شہرت عطا فرمائی۔ حتیٰ کہ دیگر مکاتب فکر کے اساتذہ اور طلباء کے ہاں اس عظیم الشان تصنیف کو اعلیٰ درجہ کی پذیرائی حاصل ہوئی۔

تدریس کے دوران ہی آپ قرآن کریم کی تلاوت کرواتے ہوئے ''صیغوں کا اجراء'' فرمایا کرتے تھے۔ اسی اثناء آپ نے ہماری کلاس کے چند طلباء (حافظ غلام مصطفی انجم، برادرم محمد علی نقشبندی زیدہ مجدہ و دیگر) کی ڈیوٹی لگائی کہ آپ قرآن کریم کے صیغوں پر مکمل کام کریں۔ اس ٹیم کے انچارج حافظ محمد شبیر نقشبندی (کشمیری) کو مقرر کیا گیا۔ ان کی مسجد واقع اندرون اکبری دروازہ میں ہم رات کو بیٹھ کر یہ کام کرتے اور استاذ گرامی کو مرحلہ وار ملاحظہ کرواتے رہتے۔ یہ کام حافظ شبیر صاحب کے بہیمانہ قتل کی بنا پر تعطل کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے ''تعلیلا ت صِرف'' پر کام کیا اور بڑے سہل اور انتہائی سادہ انداز میں طلباء کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے بطریق احسن انجام دیا۔ اور طلباء کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کے اندازِ تدریس میں ندرۃ وشگفتگی کا پہلو نمایاں تھا۔ آپ اپنے اساتذہ اور اکابرین امت کا بے حد احترام کرتے اور تمام اساتذہ اور اکابرین کا ذکر شاندار الفاظ میں کرتے بالخصوص قاضی کشمیر حضرت مولانا علامہ رشید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ پر فخر فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے

''اگر میرے استاذ علامہ رشید احمد نقشبندی صاحب میری سیاسی ومذہبی رہنمائی نہ فرماتے تو نجانے میں کہاں بھٹکتا پھرتا''

اکثر اوقات آپ بطورِ حسرت فرمایا کرتے کہ کاش مجھے شیخ الکل، استاذ الکل حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست شرف تلمذ حاصل ہوتا۔ آپ اکثر اوقات استاذ العلماء کے مخصوص انداز میں ان کے ''قلندرانے'' بھی بڑے ذوق کے ساتھ بیان فرمایا کرتے۔

آپ کی ہی ترغیب پر امیر المجاہدین نے عظیم روحانی شخصیت پیرِ طریقت حضرت پیر عبدالواحد المعروف حاجی پیر صاحب کی سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت فرمائی۔ آپ کو اپنے شیخ سے گہری عقیدت تھی۔ حتیٰ کہ آپ نے اپنی اولین تصنیف ''تیسیر ابواب الصرف'' کے انتساب کو آپ کے نام سے موسوم کیا۔ ایک مرتبہ راقم نے سوال کیا کہ آپ تو سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہیں مگر آپ کی پہچان ''رضوی'' کے حوالے سے ہوتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ محض امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کی نسبت سے لکھتا ہوں۔ ورنہ میرا نام تو خادم حسین ہے۔

ہم دوست اکثر آپ سے مزاح بھی کیا کرتے اور آپ بڑے ذوق سے اس میں حصہ لیا کرتے۔ چونکہ استاذ العلماء حافظ خادم حسین عالم باعمل ہیں اور اس سے بڑھ کر میں آپ کے عمل کی مثال کیا بیان کرسکتا ہوں کہ آپ نے نہ صرف ہمیں ''ضرب یضرب'' پڑھایا ہے بلکہ اس کا عملی مظاہرہ بھی کیا ہے۔ یہ سلسلہ تدریس برابر جاری رہا۔ حتیٰ کہ جب 1995 / 96 عیسوی میں ہماری کلاس کا دوسرا سال شروع ہوا۔ تو آپ نے ہماری کلاس کی ''نور الایضاح'' کی تدریس کی ذمہ داری لی اور اس کو اپنے مخصوص انداز کے مطابق بطریق احسن نبھایا۔ آخر کار 1428ھ بمطابق 2007ء میں آپ نے شیخ الحدیث کے طور پر جامعہ میں دورہ حدیث کی کلاس میں تدریس کی ذمہ داری نبھانا شروع کر دی جو کچھ عرصہ کے تعطل کے ساتھ طویل عرصہ تک جاری رہی۔

آپ تدریسی ذمہ داریوں کے دوران سیاست اور تحریکی کاموں میں دلچسپی لینے کے قائل نہ تھے اور طلباء کو بھی ایک حد تک اس کی پابندی کا حکم دیتے مگر 2000ء میں ''پرویزی دورِ حکومت'' میں مسلسل ایسے واقعات رونما ہوئے جس کا آپ کی شخصیت پر گہرا اثر ہوا اور اندازِ فکر میں واضح تبدیلی واقع ہوئی۔ مثلاً C-295 میں ترمیم کی ناپاک کوشش، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزارِ مبارک کی شہادت، بادشاہی مسجد سے نعلین شریف کی چوری ۲۰۰۶ میں یورپی ممالک اور بالخصوص ڈنمارک کی طرف سے خاکوں کی اشاعت جیسے روح فرسا واقعات نے آپ کے دل میں ایک ہیجان برپا کر دیا۔ جب غازی ملک ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے گورنر سلمان تاثیر کو موت کے گھاٹ اتارا تو آپ کا جوش دیدنی تھا۔ پورے ملک کی فضا تبدیل ہو چکی تھی۔ اسی شام جامعہ رحمانیہ شادمان میں مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اور آئندہ کے لائحہ عمل پر غور و فکر کیا گیا۔ حضرات اکابرین کے حکم پر اظہارِ تشکر کے لیے راقم اور برادرم محمد نعیم جاوید نوری زیدہ مجدہٗ کو مٹھائی لانے کے لیے مارکیٹ بھیجا گیا۔

ختم نبوت اور تحفظ ناموسِ رسالت سے گہری وابستگی آپ کے عشق رسول کا ثبوت ہے اور یہ چیز آپ کو اپنے والدین اور اکابر اساتذہ سے ورثے میں ملی۔ قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد تحریک ختمِ نبوت حضرت علامہ

صوفی ایاز خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے ختمِ نبوت کے کاز پر فدایانِ ختمِ نبوت کا آغاز کیا تو قاری محمد افضل نقشبندی مدیر ''لانبی بعدی'' نے آپ کو پنجاب کے امیر کی ذمہ داری تفویض کی۔ جبکہ لاہور کا امیر برادرم محمد علی نقشبندی کو نامزد کیا گیا۔ یہ کام سست روی کا شکار ہو گیا اور مرکزی سطح پر کوئی خاص سرگرمی نظر نہ آتی تھی۔ یہاں تک کہ 2000ء میں تحریک فدایانِ ختمِ نبوت اور تحریک تحفظ ختمِ نبوت کو ضم کر کے موجودہ تنظیم ''فدایانِ ختمِ نبوت'' کی بنیاد رکھی۔ آپ کو مرکزی امیر بنایا گیا۔

خطیب العصر پیر طریقت حافظ خان محمد قادری پرنسپل جامعہ غوثیہ داتا نگر 1990ء کی دہائی میں انٹرنیشنل ختمِ نبوت آرگنائزیشن کا آغاز کر چکے تھے۔ جس کا ایک عظیم الشان جلسہ عتیق سٹیڈیم میں منعقد کیا گیا اور اس میں ملک کے طول و عرض سے علماء و عوامِ اہلسنت نے بھرپور شرکت کی۔ ختمِ نبوت کے محاذ کو مضبوط کرنے کے لیے طویل مشاورت جاری رہی۔ حتیٰ کہ اس کا حتمی اجلاس جامع مسجد رحمۃ اللعالمین گرینڈ بیٹری میں منعقد ہوا جس میں علامہ خان محمد قادری مدظلہ نے اپنی تنظیم کو ''فدایانِ ختمِ نبوت'' میں ضم کرنے کا اعلان فرمایا اور امیر المجاہدین حضرت مولانا خادم حسین رضوی پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ ابتدائی طور پر حضرت علامہ خادم حسین رضوی، علامہ رضائے مصطفیٰ نقشبندی پرنسپل جامعہ رسولیہ شیرازیہ اور حضرت علامہ خان محمد قادری پر مشتمل تین رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ یہ پہلا اجلاس 8-7-2009 کی رات منعقد ہوا جس میں برادرم محمد علی نقشبندی، علامہ غلام عباس فیضی، محمد وحید نور، علامہ محمد بدر منیر قاری جمیل احمد، قبلہ سید حماد علی شاہ صاحب اور دیگر احباب شریک تھے۔ ان احباب کو مختلف ذمہ داریاں تفویض کی گئیں اور راقم کو سیکرٹری فنانس (خازن) کے طور پر ذمہ داری دی گئی۔

یاد رہے کہ یہی وہ تاریک رات تھی جس میں قبلہ امیر المجاہدین کی انتہائی تکلیف دہ معذوری کا حادثہ پیش آیا۔ اجلاس کے دوران ہی آپ اپنے گھر جانے کے لیے سفر پر روانہ ہوئے اور ہمیں حکم فرمایا کہ مجھے گھر جانا ہے آپ مشاورت جاری رکھیں اور اس کو حتمی شکل دیں۔ آپ سفر پر روانہ ہو گئے۔ بعد از نمازِ فجر ڈرائیونگ کے دوران ڈرائیور کو اونگھ آ گئی اور گاڑی موٹر وے سے کچے پر اتر گئی۔ جس سے آپ کے حرام مغز اور کمر پر شدید چوٹ کا اثر ہوا۔ آپ کو پہلے راولپنڈی اسلام آباد کے ہسپتال میں لے جایا گیا۔ بعد ازاں لاہور میں گھر کی ہسپتال میں منتقل کیا گیا۔ اطلاع ملنے پر راقم اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ ہسپتال حاضر ہوا۔ جہاں پر آپ انتہائی شدید تکلیف کے عالم میں تھے۔ والدِ گرامی کے حکم پر میں نے آپ کی ٹانگ پر چٹکی بھری لیکن آپ نے اشارہ فرمایا کہ مجھے کوئی احساس نہیں ہو رہا۔ ہسپتال میں آپ کے طلباء اور مداحوں کا ہجوم تھا۔ طویل آپریشن کے بعد آپ کو گھر منتقل کیا گیا۔ گھر میں ہی علاج کے مختلف مراحل جاری رہے۔ یہاں تک کہ فزیوتھراپسٹ آپ کو گھر میں آ کر مختلف مشقیں کرواتا رہا۔ چھت پر آپ کے لیے خاص آلات نصب کیے گئے۔

2000 میں ہی پرویزی دورِ حکومت میں جب ناموسِ رسالت پر رکیک حملے شروع ہوئے تو شہیدِ پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ یادگارِ اسلاف علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اور محقق العصر مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ آپس میں مل

بیٹھتے اور کسی عملی جدو جہد کے لیے مشورہ کرتے ۔ بعد ازاں اس مشاورت میں پیر محمد افضل قادری بھی شامل ہو گئے اور طے پایا کہ ان اہم امور پر بڑی سیاسی و دینی جماعتوں کی خاموشی ایک سوالیہ نشان ہے ۔ ہمیں خود ہی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ مختلف مقامات پر مختلف اجلاس منعقد ہوتے رہے آخر کار 24 اپریل بروز پیر ۲۰۰۰ء میں "تحفظ ناموسِ رسالت محاذ" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس میں امیر المجاہدین وقتاً فوقتاً عملاً شریک ہوئے یہاں تک کہ 17 مارچ 2006ء بروز جمعہ آپ کی پہلی گرفتاری حضور داتا گنج بخش علی ہجویری m کے قدموں کے تلے عمل میں لائی گئی ۔

غازی ملک ممتاز قادری شہید m کی رہائی تحریک کے سلسلے میں آپ نے جہدِ مسلسل کا آغاز کیا۔ جس کے زیرِ اہتمام مختلف پروگرام ہوئے ۔ جس کے سلسلے میں ایک اہم "لبیک یارسول اللہ ﷺ کانفرنس" 4 جنوری 2014 مسلم مسجد بیرون لوہاری گیٹ میں منعقد ہوئی ۔ جس میں ملک بھر سے اکابرین اہلسنت نے بھرپور شرکت کی اور ملک ممتاز قادری کی رہائی تک اپنی جدو جہد جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ جب بھی ملک ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پیشی ہوتی تو لاہور سے عشاق کا بھرپور قافلہ آپ کی سربراہی میں اڈیالہ جیل حاضر ہوتا۔ 2016ء میں جب غازی ملک ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر بوقت سحر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تو آپ کے اپنے بیان کے مطابق "میری پرسکون زندگی" میں ایک ہلچل پیدا ہوگئی۔ مظاہرے، دھرنے، لانگ مارچ، پیشیاں، گرفتاریاں آپ کی زندگی کا لازمی حصہ بن گئیں ۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی آپ کو آپ کے مشن سے نہ روک سکیں اور آپ کے پایہ استقلال میں لغزش واقع نہ ہوئی ۔ اسی دوران "تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ" کا قیام عمل میں آیا۔ اور جب سیاسی محاذ پر عملاً حصہ لینے کی تجویز پر عملدرآمد کروانے کا موقع آیا تو اس کو تحریک لبیک پاکستان میں منتقل کر دیا گیا۔ آپ کی زیرِ قیادت سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ہوا اور آپ کی پرعزم قیادت نے پاکستان کے سیاسی ماحول میں ایک نئے انداز کو فروغ دیا۔ اس "ہلچل" کی سنگینی اس وقت اپنے عروج پر پہنچ گئی جب فرانس کے ملعون صدر نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے خاکوں کے مقابلے کروانے کا اعلان کیا تو آپ کا دن رات ایک ہی موضوع ہوتا۔ جو کہ آپ کے اندوہناک جان لیوا حادثے کی صورت میں منتج ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد رکھ لینا چمن میں جب بہار آئے



امیر المجاہدین کا انداز تدریس

مولانا حافظ محمد فرمان علی (کامرہ، اٹک)

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"موت العالِم موت العالَم" کا مشہور مقولہ کئی بار سنا، کئی بار پڑھا، مگر اس کے صحیح مصداق کا نظارہ حضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملال پر ہوا۔ ہر طرف سوگواری کیفیت تھی، پیر و جوان، مرد و زن سب ہی غم میں ڈوبے ہوئے نظر آئے، اندرون و بیرون ملک اخیار و اغیار کی کروڑوں آنکھوں کو پرنم دیکھا گیا۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سچ ہی فرمایا تھا:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے آج ملک کے طول و عرض میں ان کے متعلق لکھا جا رہا ہے کوئی کالم لکھ رہا ہے تو کوئی منقبت، کوئی مضمون لکھ رہا ہے تو کوئی کتاب، مگر افسوس کہ اس شخص کی زندگی میں اکثر لوگوں نے قدر نہیں کی اور آج کفِ افسوس مل رہے ہیں۔

ہمارے علاقہ (ضلع اٹک) کی معروف شخصیت سید صابر حسین بخاری زید مجدہ نے بھی حضور امیر المجاہدین کی دینی و علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ایک عظیم الشان نمبر کے اجراء کی کوشش جاری کر رکھی ہے، اسی سلسلے میں فقیر کو کئی بار حکم فرمایا کہ تم بھی استاذ محترم کے بارے میں کچھ لکھو، مگر ہمت نہیں تھی کہ اس عاشق صادق کے بارے میں کیا لکھوں؟ جب بھی ان کے بارے میں لکھنے کا سوچا تو دو چیزیں آڑے آتی رہیں یا تو ان کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کی یادوں کا سیلاب اس قدر امڈ آتا کہ ان کو الفاظ میں سمیٹنا ناممکن نظر آتا یا پھر حضور امیر المجاہدین کی شخصیت دیکھتا اور اپنے قلم کو دیکھتا تو ندامت سے سر جھک جاتا، مگر کل حضرت شاہ صاحب خود بنفس نفیس تشریف لائے، فرمایا: تم امیر المجاہدین کے شاگرد ہو مگر بڑے سست ہو، تو اب رہا نہ گیا کہ میری وجہ سے میرے شیخ کی عزت پہ حرف آئے، لہٰذا قلم لے کر بیٹھ گیا ہوں مگر کیفیت یہ ہے کہ ہاتھوں پر رعشہ ہے، زبان پر سکتہ ہے، دل افسردہ ہے، ذہن مفلوج ہے، قلب مسلوب ہے، آنکھ مغموم ہے کہ ماں جیسا پیار، باپ جیسی شفقت قرون اولیٰ کے افراد کی عملی تصویر، محبت الٰہی کے جام پلانے والی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کرنے والی شخصیت آج ہم سے جدا ہو گئی ہے۔

حضور امیر المجاہدین سے فقیر کی پہلی ملاقات ۲۰۰۶ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور میں ہوئی جب ناچیز وہاں درجہ اولیٰ کا طالب علم تھا، آپ کی وہاں بحیثیت ناظم تعلیمات تقرری ہوئی تھی، اس وقت برادر مکرم مفتی تصدق حسین زید علمہ صدر مدرس کی مسند پر جلوہ افروز تھے، ایک دن چھٹی کے بعد ہم طلباء کھانا کھا رہے تھے کہ ایک لڑکے نے آ کر اطلاع دی کہ استاذ خادم صاحب آئے ہیں، باقی طلباء تو چونکہ آپ سے واقف تھے کوئی ملنے کے لئے دوڑا کوئی صیغوں سے جان بچا کے بھاگا، مگر میری چونکہ اس وقت نا آشنائی تھی، میں بدستور وہیں بیٹھا رہا تو لڑکے نے آ کر کہا کہ مفتی صاحب کے کمرے کی چابی دو، اس نے کمرہ کھولا حضرت اندر تشریف فرما ہوئے، میں کھانا کھا کر آیا، حضرت سے ملاقات ہوئی، چونکہ کھانے کا وقت تھا، میں نے کھانے کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میں کھانا کھا کر آیا ہوں، مجھے چونکہ مفتی صاحب کی طرف سے حکم تھا کہ کسی بھی مہمان کو تواضع کے بغیر واپس نہ جانے دیا کرو، میں نے پوچھا آپ چائے پئیں گے، آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کی بوتل پسند کریں گے، فرمایا: میں بوتل پیتا ہی نہیں ہوں، مجھے ایک طالب علم نے کان میں کہا، استاذ جی بزوری کا شربت بڑے شوق سے پیتے ہیں، اس کے متعلق پوچھو، میں نے جب پوچھا تو فرمانے لگے بیٹا میں کچھ کھاتا ہوں نہ پیتا ہوں، میں ایک کام سے آیا ہوں، بتاؤ مولانا (برادر مکرم مفتی تصدق حسین) کہاں ہیں، میں نے عرض کی، حضور وہ تو داتا صاحب حاضری دینے گئے ہیں، یا شاید جامعہ حنفیہ میں کسی دوست سے ملنے گئے ہیں، مجھے کچھ خاص معلوم نہیں تو فرمانے لگے اچھا میں بھی چلتا ہوں، وہاں ہی ان سے ملاقات کرلوں گا۔

اس سال میں بیماری کی وجہ سے جامعہ نعمانیہ میں تعلیم جاری نہ رکھ سکا اور اپنے گاؤں میں واپس آ گیا، اگلے سال مفتی صاحب مجھے جامعہ نظامیہ میں داخل کروانے کے لئے لے گئے، ۲۰۰۷ء میں وہاں درجہ اولیٰ کی تکمیل کی اور ۲۰۰۸ء میں درجہ ثانیہ کا علم الصیغہ حضرت (امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ جب ہم ثالثہ میں تھے، تو حضرت کے ساتھ حادثہ پیش آیا جس کی بناء پر آپ معذور ہو گئے، پھر ۲۰۱۴ء میں ہم نے آپ سے ابوداؤد شریف، سنن ابن ماجہ اور نسائی شریف کے اسباق پڑھے۔

حضرت کا انداز تدریس:

آپ کے پڑھانے کا انداز اس قدر شاندار تھا، جس کو آپ کے تلامذہ ہی حقیقی معنوں میں سمجھ سکتے ہیں، اسے جتنے بھی خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنا دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں پھر بھی حق ادا نہیں ہو سکتا آپ کی شخصیت میں جمال بھی تھا مگر غلبہ ہمیشہ جلال کا ہی رہتا، جب ہم علم الصیغہ پڑھتے تھے تو آپ آ کر پہلے سب طلباء سے حال احوال پوچھتے اور کبھی سلام کے فوراً بعد سبق کا آغاز ہو جاتا، ہم تقریباً (۱۲۰) طالب علم تھے جو بیک وقت حضرت سے سبق لیتے تھے مگر ہر روز ہر بچے سے سبق سنا جاتا، گردان، صیغہ، قانون، کتاب کا سبق، اگلے سبق کی تقریر اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایک گھنٹے کے پیریڈ کے دوران ان سب کاموں کی تکمیل ہوتی تھی۔ کلاس میں سختی بھی اپنے عروج پر ہوتی تھی مگر اس کے باوجود کبھی کسی کو بوریت محسوس نہیں ہوتی تھی، کیونکہ

حضرت ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً خوش طبعی بھی فرماتے رہتے تھے،کلام اقبال و رضا بھی سناتے ،اکثر یہ بات فرماتے ''بندہ ایک کلو بادام کھا کر کلاس میں آئے تو ایک بار اخشوشن یخشوشن کی صرف صغیر اور کبیر پڑھے تو وہ ہضم ہو جاتے ہیں،یہ اتنا خشک مضمون ہے مگر ہم اس کو تر کر کے پڑھاتے ہیں''،آپ کی یہ بات واقعتاً حقیقت پر مبنی تھی کہ آپ نے کبھی کسی کو اس علم کی مشکلات کا احساس نہیں ہونے دیا،روز کا سبق روز سنتے تھے،پھر ہر پندرہ یا بیس دن کے بعد ایک دو دن سبق بند کر کے پچھلے سارے سبق کی دہرائی کرواتے تھے،سبق یا دہرائی کے دوران رفتار اتنی تیز ہوتی تھی کہ آپ فرماتے میرا سوال ختم ہو تو طالب علم کا جواب شروع ہو جائے،یا پھر مار کے لئے تیار ہو جائے،کسی کو سوچنے کی مہلت نہ ہوتی تھی،مثلاً آپ نے کسی سے پوچھا:النصر مصدر سے فعل امر حاضر معروف کی گردان سناؤ،اگر تو اس سے فوراً ''انصر،انصرا'' شروع کر دی تو جان بخشی ہو جاتی لیکن اگر دیر لگائی جواب میں یا سوال دہرایا تو فرماتے تھے تمہیں کچھ بھی نہیں یاد،پوری کلاس پر گرفت اتنی مضبوط ہوتی تھی کہ بولنا تو دور کی بات بولنے کا سوچنا بھی ناممکن تھا،اس کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ ایک تو جس ترتیب سے لڑکے کھڑے ہوتے تھے اس ترتیب سے سبق نہیں سنتے تھے،مثلاً ایک طالب علم سے سنا،پھر درمیان سے ۴ یا ۵ لڑکوں کو چھوڑ کر اگلے سے سنتے،دوسرا گردان میں بھی ترتیب وار نہیں سنتے تھے۔ مثلاً اگر کسی سے ماضی قریب معروف کی گردان سنی تو آگے یہ ضروری نہیں تھا کہ ماضی قریب مجہول کی سنیں،بلکہ ممکن ہے مضارع کی سن لیں،امر کی سن لیں،اس انداز کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ پوری کلاس چوکس کھڑی رہتی کہ نہ جانے کس کی باری آئے اور کون سا سوال پوچھا جائے،صیغہ جب پوچھتے تو اس کی مکمل تفصیل سنانا ضروری تھی،آج کل اکثر مدارس میں دیکھا گیا ہے کہ صیغہ صحیح انداز میں پڑھایا جاتا ہے،نا سنا جاتا ہے۔مثلاً کسی سے پوچھو **ضَرَبَ** کون سا صیغہ ہے تو جواب آتا ہے ماضی کا پہلا صیغہ،**یَضْرِبُ** کون سا صیغہ ہے؟ تو جواب ملے گا،مضارع کا پہلا صیغہ،مگر حضرت کے ہاں صیغہ بتانے کا یہ انداز نہیں تھا،نہ ہی آپ اسے پسند فرماتے، بلکہ وہاں صیغہ کی بحث یوں تھی،ضرب:صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مجرد صحیح از باب ضرب یضرب۔اگر اس مذکورہ بحث سے کسی نے ایک لفظ بھی کم بتایا تو صیغہ ادھورا سمجھا جاتا تھا۔

جب تعلیلا ت کی باری آتی تو ہر ہر صیغے کی مکمل تعلیل یاد کروائی جاتی،ہر کتاب کے مطابق قانون نمبر کی وضاحت کی جاتی،مثلاً علم الصیغہ ،صرف بھتر ال،قانونچہ کھیوالی اور تعلیلا ت خادمیہ کے مطابق قانون کا جو نمبر ہوتا وہ بتایا جاتا اور ساتھ وہ قانون سنانا بھی ضروری ہوتا،حتی کہ جو قانون جوازی ہوتے ان کا بھی اجراء اس انداز میں ہوتا کہ وہ قانون لگا کر بھی گردان سنی جاتی۔الغرض حضرت کو صرف پڑھانے میں ایسا ملکہ حاصل تھا جس کی مثال فی زمانہ ملنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے،یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ نے کبھی بھی فارغ التحصیل ہونے کے بعد تدریس کے میدان میں کبھی کوئی دقت محسوس نہیں کی۔

طلبہ میں ذوقِ جستجو و تحقیق پیدا کرنا:

جب بھی کسی طالب علم کی کلاس کے دورانیے کے علاوہ حضرت سے ملاقات ہوتی بڑی شفقت سے ملتے،نام و علاقہ

پوچھا جاتا پھر کبھی نام کے بارے میں سوال ہوتا یہ کون سا صیغہ ہے؟ کبھی کسی گردان کا صیغہ دریافت ہوتا، پھر اس کی صرف صغیر اور کبیر سنی جاتی جو صحیح سناتا اسے نقدی انعام سے نوازا جاتا جو غلط بتاتا اس کی اپنے مخصوص انداز میں تربیت فرماتے، یہ آپ کا اکثری معمول تھا یہی وجہ تھی کہ جن طلبہ کی صرف ونحو مضبوط ہوتی وہ اکثر ملاقات کے متمنی رہتے اور جو طلبہ ان فنون میں ذرا کمزور ہوتے وہ چھپ چھپا کے ملاقات سے بچنے کی ہی کوشش کرتے۔ حضرت خود جو مطالعہ فرماتے، طلبہ کے سامنے اس کا بھی اظہار فرماتے جس کتاب کو پڑھتے اس کا حوالہ بھی دیتے اکثر طلبہ وہ حوالہ نوٹ فرماتے اور بعد میں وہ کتابیں خریدتے، فقیر نے خود فقیر محمد جہلمی علیہ الرحمہ کی حدائق الحنفیہ اسی طرح خریدی۔ ایک دفعہ ہم ابوداؤد شریف پڑھ کے حضرت کے ساتھ نیچے گیٹ تک آئے، مکتبہ پر کسی مجلے پر نظر پڑی، وہاں مولانا حسن رضا خان کا کلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے چھپا ہوا تھا تو حضرت نے ہمارے دوست مولانا خلیل الرحمن رضوی سے دریافت فرمایا کیا یہ اعلیٰ حضرت کا کلام ہے تو انہوں نے عرض کی، حضور پتہ نہیں، تو اپنے مخصوص جلالی انداز میں فرمایا: کسی سوال کا یہ جواب ہوتا ہے؟ تو وہ خاموش ہو گئے، پھر فرمانے لگے اس کو حدائق بخشش میں تلاش کرو، یہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا کلام نہیں ہے۔

ایک دفعہ ہم حضرت کے ساتھ شیخ شہاب الدین غوری مسجد میں ایک محفل میں حاضر تھے، ہمارے ایک دوست مولانا احمد رضا قادری نے علامہ اقبال کا کلام موبائل سے دیکھ کر پڑا تو بعد میں سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے طلبہ کو اپنے اکابر کا کلام زبانی یاد ہونا چاہیے۔

ایک دفعہ علم الصیغہ پڑھا کر کلاس سے باہر نکلے تو میں نے عرض کی حضور لفظ ''قد'' مضارع پر آئے تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے۔ جبکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''قد نری تقلب وجهك'' تو یہاں معنیٰ کیا کریں گے؟ فرمانے لگے تم نے کہاں پڑھا ہے؟ میں نے عرض کی نحو میر میں تو فرمایا ہر جگہ قد مضارع پر تقلیل کے معنی میں نہیں ہوتا، بڑی کتابیں پڑھو گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ قد تحقیق کے لئے بھی آتا ہے۔ ایسے سینکڑوں واقعات ہیں جن کو اس مختصر مقالے میں جمع کرنا ممکن نہیں ہے کہ حضرت کس طرح اپنے تلامذہ میں تحقیق کا جذبہ پیدا فرماتے تھے۔

حضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی رحمدلی:

یوں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج کی شدت بہت مشہور ہے کہ آپ ''اشداء علی الکفار'' کی عملی تصویر تھے مگر وہ شدت فقط کافروں اور گستاخوں کے لئے تھی، حقیقت میں آپ بہت رحم دل انسان تھے۔ ایک دفعہ ہم مفتی اعظم پاکستان ہال میں علم الصیغہ کا پیریڈ پڑھ رہے تھے کہ اچانک جامعہ کے صحن میں موجود نم کے درخت پر نظر پڑی وہاں ایک چڑیا کا پاؤں ڈور میں پھنسا ہوا تھا، جس کی وجہ سے وہ تڑپ رہی تھی حضرت سے اس کی یہ حالت دیکھی نہ گئی، سبق پڑھانا بند کر دیا اور فرمایا کون جو اس کی ڈور کاٹ سکتا ہے؟ درخت بھی کافی لمبا تھا اوپر چڑھنا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر حضرت کا حکم سنتے ہی ہمارے ایک دوست

مولانا محفوظ الحق صاحب آگے بڑھے اور عرض کی حضور میں اس کی ڈور کاٹ کے آتا ہوں، جب تک مولانا اس چڑیا کو آزاد کرا کے نیچے نہیں اترے حضرت نے کلاس کو پڑھانا نہیں شروع کیا، آپ خود اندازہ فرمائیں جس کے دل میں عام مخلوق کے ساتھ ہمدردی کا اتنا جذبہ ہو اس کے دل میں انسان اور انسانیت کا کتنا پیار ہوگا، مگر کسی گستاخ بے ادب کو آپ انسان سمجھتے تھے اور نہ ان کو انسانیت کے حقوق دینا روا جانتے تھے۔

طلباء کرام پر شفقت:

حضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ تدریس انتہائی بارعب اور جلالی تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ انتہائی مشفق بھی تھے، ایک دفعہ میرے ایک اٹک کے دوست مجھے ملنے لاہور آئے تو مجھے کہنے لگے میں نے حضرت سے آٹو گراف لینا ہے، صبح جب ہم ابوداؤد شریف پڑھ کر فارغ ہوئے تو میں نے آپ سے ان صاحب کی دلی آرزو کے متعلق عرض کی تو فرمانے لگے اچھا میں دیتا ہوں، جب ہم جامعہ کے مرکزی گیٹ پر پہنچے تو میں نے دوبارہ عرض کی، اس دن آپ کافی مصروف تھے مگر فقیر کی عرض پر شفقت فرمائی اور آٹو گراف عنایت فرمایا۔

دورہ حدیث شریف والے سال آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اکثر یہ معمول تھا کہ ایک یا دو دن کے بعد طلباء کرام کو کچھ نہ کچھ لنگر شریف ضرور کھلاتے، کبھی ۵۰۰ کبھی ۱۰۰۰ اور کبھی ۱۱۰۰ کی چیز خرید کر طلباء میں ضرور بانٹتے تھے۔

۲۰۱۴ء میں جب ہم نے دورہ شریف مکمل کیا تو ہمارے ایک دوست مولانا فیاض احمد صاحب نے عرض کی کہ ہماری تمنا ہے کہ آپ اپنے دستِ شفقت سے ہماری دستار بندی فرمائیں تو آپ نے فرمایا یہ بات جامعہ کے نظام کے خلاف ہے، جب شیخوپورہ میں سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت ہوگا تو سب طلباء کی وہاں پر دستار بندی ہوگی، مگر جب مولانا نے اصرار کیا تو حضرت مان گئے، جامع مسجد شیخ شہاب الدین میں پروگرام طے ہوا ہم تقریباً ۱۵۰ کے قریب طلباء کرام جمع تھے، حضرت کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پروگرام میں تشریف لائے پہلے بیان فرمایا، اس کے بعد سب کی دستار بندی بھی کی، پھر فرمانے لگے یہ آپ کی محبت تھی میں یہاں آ گیا مگر کوئی لڑکا اسے سالانہ دستار بندی نہ سمجھے وہ شیخوپورہ میں ہی ہوگی، وہاں بھی سب نے حاضر ہونا ہے تاکہ جامعہ کا نظام خراب نہ ہو۔ جس رنگ میں خود عمامہ شریف باندھتے تھے ہمیں بھی اسی طرح کا باندھا پھر فرمایا اب زندگی بھر یہی رنگ استعمال کرنا ہے، بدلنا نہیں۔ اگر کوئی پوچھے کہ اس کی دلیل کیا ہے تو جواب دو دلیل کوئی بھی نہیں مگر ہمارے قائد امام شاہ احمد نورانی یہ رنگ استعمال فرماتے تھے، تو ہم ان کی سنت پر عمل کرتے ہیں اور دوسری بات ہم مسافر لوگ ہیں دھونے کا وقت نہیں ہوتا یہ رنگ زیادہ دیر چل جاتا ہے۔ قارئین کرام! غور فرمائیں الفاظ کتنے سادہ ہیں مگر مفہوم کتنا جامع و شاندار ہے، مختصر الفاظ میں اتباعِ اکابر، نسبت کی مضبوطی اور فانی دنیا کا طرزِ حیات کتنے خوب صورت پیرائے میں سمجھا دیا۔

مجھے پیار سے کبھی فقیر اور کبھی فقیرا فرماتے تھے، جب ہماری شیخوپورہ میں سالانہ دستار بندی ہوئی تو ہمیں سفید رنگ کا

عمامہ شریف باندھا گیا، چونکہ حضرت ہمیں اسی رنگ کی تلقین ارشاد فرما چکے تھے تو میں نے عید والے دن نماز عید سے پہلے کال کی اور عرض کی اگر آپ اجازت عنایت فرمائیں تو آج سفید رنگ کا عمامہ شریف باندھ لوں تو انتہائی پیار بھرے لہجے میں فرمانے لگے ''فقیرا تینوں چِٹے دی وی اجازت اے'' تو میں نے آج تک ان دو رنگوں کے علاوہ کوئی اور رنگ استعمال نہیں کیا۔

طلباء کو ادب کی تلقین:

اکابر کا ادب حضرت انوکھے ہی انداز میں کرتے تھے اور طلباء کرام کو بھی ہمیشہ اپنے بزرگوں کے ساتھ ادب سے پیش آنے کی تلقین فرماتے تھے، خود فرماتے تھے کہ میں جب بھی کبھی اپنے شیخ یا استاذ کے ساتھ کسی جگہ پروگرام میں گیا تو ان کے جوتے اپنے رومال میں باندھ کر اپنے سر پر رکھ لیتا تھا اور جب کبھی اکابر کے ساتھ چلنے کا موقع ملتا تو ان کے سائے کی طرف نہ چلتا کہ ان کے سائے پر میرا قدم نہ آجائے، یہ تو فقیر نے خود بھی بارہا مشاہدہ کیا کہ جب آپ استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول حافظ عبد الستار سعیدی زید علمہ کے کمرے کے سامنے سے گزرتے تو اپنا سر مبارک ادب سے جھکا لیا کرتے تھے۔ آج کے دور میں ادب کی ایسی مثال کا ملنا بہت مشکل ہے۔

طلباء میں جذبہ غیرت بیدار کرنا:

آپ خود بھی ایک باغیرت انسان تھے اور اپنے طلباء کو بھی ہمیشہ غیرت وحمیت کا ہی درس دیتے، اسلام کی خاطر کٹ مرنے کا جذبہ بیدار کرتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولیائے عظام اور اکابرین امت کے ایسے ایسے واقعات سناتے جو شجاعت و بہادری اور قربانیوں میں اپنی مثال آپ ہوتے، صرف بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی جھکنے کا سبق پڑھاتے، اہل اقتدار اور ان کی مراعات سے ہمیشہ بچنے کی تلقین فرماتے، غالباً ۲۰۱۲ کی بات ہے جب پنجاب حکومت نے دینی مدارس کے طلباء میں لیپ ٹاپ تقسیم کئے، آپ نے اس پر کڑی تنقید کی، ایک دن دورانِ کلاس اس موضوع پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا، کتنے لیپ ٹاپ ملے ہیں؟ میں نے عرض کی ۳۰۰۰، فرمانے لگے فقیرا تجھے بھی معلوم ہے ہمارے ایک حافظ آباد کے دوست مولانا عبد الرؤف صاحب نے خوش طبعی کے طور پر میری طرف اشارہ کر کے فرمایا فقیر صاحب کو بھی ان سے حصہ ملا ہے، اسی لئے تعداد بھی یاد ہے، بس ان کا یہ کہنا تھا کہ حضرت جلال میں آگئے، آہ! کیا انداز تھا تربیت کا بھی، آج وہ لمحہ یاد آتا ہے تو آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں، پورا پیریڈ میری طرف جلالی انداز میں متوجہ رہے، میں نے بھی ادب سے سر جھکا لیا، جب کلاس سے باہر نکلے تو حسبِ عادت ان کی چادر مبارک لینے کے لئے آگے بڑھا تو سختی سے منع فرما دیا، فرمانے لگے میں گندے بندے کو اپنی چادر نہیں دیتا، میں نے آگے بڑھ کر پاؤں پکڑ لئے اور عرض کی حضور میں اس لیپ ٹاپ کو کبھی بھی استعمال میں نہیں لاؤں گا آپ مجھے معاف فرما دیں۔ فرمایا: پکی بات ہے؟ میں نے عرض کی جی! پھر خوش ہو گئے اور اپنی چادر عنایت فرمائی پھر فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے خادم ہیں ہمیں ان کمینوں کے دروازے کی طرف دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

ایک دفعہ ماڈل ٹاؤن میں کسی کے ہاں میلاد شریف کے جلسے میں تقریر کرنے گئے وہاں نواز شریف کی اہلیہ بھی موجود تھی اس نے آپ کو پیغام بھیجا کہ میں اپنے گھر میں میلاد کروانا چاہتی ہوں، آپ بیان کے لئے تشریف لائیں، آپ دوسرے دن کلاس میں تشریف لائے، طلباء کو یہ بات سنا کر فرمایا کہ مجھے وہاں جانا چاہیئے یا نہیں؟ بعض طلباء نے عرض کی کہ نہیں جانا چاہیئے، بعض نے کہا دین کے پیغام کے لئے جانا ضروری ہے تو فرمانے لگے مجھے ان کے گھر جانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہمارے بڑے ہمیں درِ رسول ﷺ کا راستہ بتا گئے ہیں پھر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ شعر پڑھا۔

ؔ کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ نان نہیں

فرماتے تھے جب میں ملک شام میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا تو میں نے دعا مانگی کہ جناب آپ ساری زندگی کافروں کے سامنے سینہ تان کر لڑتے رہے مگر ہم تو پولیس والے کو دیکھ کر ڈر جاتے ہیں، تھوڑی سی بہادری ہمیں بھی عطا فرمادیں۔ یہ اسی دعا کا اثر ہے کہ میں اتنی دلیری سے بات کرتا ہوں، الغرض اپنے طلباء میں دینی غیرت وحمیت کا جذبہ بڑے خوبصورت انداز میں پیدا کرتے۔

حدیث شریف پڑھانے کا انداز:

آپ حدیث شریف شروع کرنے سے پہلے امام بوصیری کے قصیدہ بردہ کا ایک شعر ہر روز سبقاً پڑھاتے تھے، کبھی تو ایسے بھی ہوتا کہ پورا پیریڈ قصیدہ کے اس شعر کی تشریح میں گزر جاتا، اسی کی تشریح کرتے کرتے سب کچھ ہی پڑھا دیا کرتے، کبھی ایک حدیث شریف پڑھاتے، پھر سارا ٹائم اسی کی توضیح وتشریح فرماتے، عربی عبارت بڑی مضبوط گرفت کے ساتھ باقاعدگی سے سماعت فرماتے، کبھی کبھار دورانِ عبارت صیغہ، تعلیل، گردان اور صرف ونحو کے قوانین بھی سنتے، یہی وجہ تھی کہ آپ کے سامنے عبارت پڑھنے کو طلباء بڑا مشکل کام سمجھتے تھے۔ حدیث شریف کا ادب اتنا تھا کہ نہ تو دوران میں کبھی دنیاوی گفتگو کرتے، نہ کبھی مسکراتے، جب اپنا کوئی موقف پیش فرماتے تو امہات الکتب سے اس پر درجنوں دلائل بھی پیش فرماتے، حدیث کے راویوں میں جس صحابی کا تذکرہ آتا تو ان کی زندگی کا کوئی مشہور واقعہ ضرور سناتے، جن اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا تھا ان کے متعلق بھی وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ بتاتے رہتے، بالخصوص مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ اور شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر اکثر فرماتے، ان دنوں چونکہ تحریک رہائی غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عروج پر تھی اس لئے حکومت کی پالیسیوں پر حکومت کے ٹکڑوں پر پلنے والے مولویوں اور پیروں پر بڑی کڑی تنقید فرماتے، دورۂ حدیث کے طلباء کو ہر وقت ان کی ذمہ داریوں اور مستقبل میں پیش آنے والے مسائل اور ان کے حل سے آگاہ فرماتے رہتے۔ طلباء میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لئے بعض اوقات کسی معاملے میں ان سے مشورہ بھی فرماتے، مثلاً ان دنوں آپ نے اتحاد اہلسنت کی بڑی انتھک محنت کی، مگر

کامیابی کی کوئی کرن نظر نہ آئی، تو ایک دن فرمانے لگے، آپ کی نظر میں اس کا حل کیا ہے؟ طلباء نے مختلف آراء پیش کیں، ہمارے ایک دوست مولانا خلیل الرحمن نے یہ تجویز دی کہ جن جماعتوں میں پرانے لوگ صرف عہدوں پر براجمان ہیں اور کام نہیں کر رہے ان کو ہٹا دیا جائے اور نئے لوگوں کو آگے لایا جائے تو اس سے بڑے خوش ہوئے اور فرمایا مجھے بھی لگتا ہے اس کا حل یہی ہے، میں نے عرض کی جناب تنظیموں سے صاحبزادگی کلچر ختم کیا جائے تو اتحاد کی راہ ہموار ہو سکتی ہے تو مسکرا کر فرمانے لگے "فقیرا مینوں فیر ای صاحبزادے جین دین گے" (مجھے پھر یہ صاحبزادے جینے دیں گے؟)

حدیث شریف پڑھاتے ہوئے جس موضوع پر بھی لب کشائی فرماتے اس کا حق ادا کر دیتے، آپ کے ہر دن کی تقریر کا خلاصہ و نچوڑ محبت رسول ﷺ، ناموسِ رسالت کا دفاع، ختم نبوت کا تحفظ اور بارگاہ نبوی کا ادب ہی ہوتا تھا۔

باطنی کشف کے ذریعے طلباء کی رہنمائی فرمانا:

حدیث پاک میں آتا ہے امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا "فاتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ" (مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) اللہ تعالیٰ نے حضور امیر المجاہدین کو کمال درجے کی فراستِ مومنانہ عطا کی ہوئی تھی جس کی بدولت بعض اوقات طلباء کی مشکلات کا ادراک فرما کر انہیں حل فرماتے۔ ایک دن، رات کو مطالعہ کے دوران میری نظر سے علامہ اقبال کا یہ شعر گزرا:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر از نگاہِ مصطفی پنہاں بگیر

چونکہ حضرت اقبالیات کے ماہر تھے، گو کہ اس کتاب میں اس کا اردو مطلب بھی لکھا ہوا تھا مگر میں نے سوچا کہ آپ سے اس کا مطلب دریافت کروں گا تاکہ آپ اپنے مخصوص انداز میں اس کی تشریح فرمائیں اور دل کو کامل سکون حاصل ہو، لیکن دو تین دن ارادہ کرتا مگر پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی، آخر ایک دن خود ہی کلاس میں فرمانے لگے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شان بہت بلند ہے پھر اقبال کا یہ شعر پڑھ کر فرمایا، اقبال کا تو خیال ہے مگر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

کاش محشر میں ان کی آمد ہو اور بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

یہ اشعار پڑھے یا اس کے علاوہ مجھے کچھ خاص یاد نہیں رہا، پھر ہر دو اشعار پر اتنی خوبصورت تقریر فرمائی کہ میرا دل خوش ہو گیا۔

طالب علم کتنا ہی ذہین فطین اور لائق کیوں نہ ہو، زمانہ طالب علمی میں سستی و کاہلی سے جان چھڑانا اس کے لئے بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے، ہمارے ساتھ بھی ایک دن یوں ہی ہوا، ہم نے پروگرام بنایا کہ آج سبق نہیں پڑھیں گے، جب استاذِ محترم

تشریف لائیں گے تو دو تین لڑکے اقبال کا کوئی نہ کوئی شعر یاد کرلیں اور باری باری اس کی تشریح دریافت کریں تو پیریڈ کا دورانیہ ختم ہوجائے گا مگر ہمیں کیا معلوم تھا کہ رب تعالیٰ نے استاذ محترم کوکس کمال کی نگاہ سے نوازا ہے، چنانچہ آپ جوں ہی ہال میں پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو خلافِ معمول سلام کے بعد فوراً فرمانے لگے کیا فرماتے ہیں صاحب علم الصیغہ اس مسئلے کے بارے میں پھر آگے سبق کی تقریر شروع فرمادی، ہمارا منصوبہ وہیں کا وہیں رہ گیا، دوسرے دن جب تشریف لائے تو اقبال کے چند اشعار پر خود ہی گفتگو فرمائی، بعد میں فرمانے لگے، کبھی طالب علموں کا موڈ سبق پڑھنے کا نہیں ہوتا، اگر استاذ بھی ان کی منشاء کے مطابق چل پڑے تو استاذ اور شاگرد میں فرق کیا رہ جاتا ہے، چنانچہ ہم آپ کا اشارہ سمجھ گئے اور اپنی غلطی پر نادم ہوئے۔

جب ہم درجہ ثالثہ میں پڑھتے تھے تو اچانک میری طبیعت خراب ہوگئی، جسم میں کافی کمزوری واقع ہوئی، سبق یاد کرنا اور مطالعے میں بیٹھنا مشکل ہوگیا، ایک دن میں جا رہا تھا کہ آپ سے محدثِ اعظم ہال کے سامنے ملاقات ہوگئی، مجھے فرمانے لگے: ''فقیرا تیرا کی حال اے''، میں نے عرض کی حضور حال بہت خراب ہے، میں کافی بیمار ہوں، فرمانے لگے تو کسی ڈاکٹر کو چیک کراؤ، میں نے عرض کی حضور آپ کے ہوتے ہوئے ڈاکٹر کو کیوں چیک کراؤں، آپ مجھے دم فرمائیں، پہلے تو نہ مانے ڈاکٹر کا ہی کہتے رہے، مگر جب میں نے اصرار کیا تو فرمانے لگے، اچھا جاؤ پانی لے کے آؤ، میں پانی لینے کے لئے گیا، واپس آیا تو غالباً آپ نے مشکوۃ شریف پڑھانی شروع کردی تھی، مجھے اپنے پاس بلایا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پانی پر دم کرنا شروع کردیا، جوں ہی پہلی بار پھونک ماری تو مجھے فرمانے لگے ''فقیرا تینوں کسی دی نظر لگی اے''، میں خاموش رہا، پانی دم کرکے فرمانے لگے، یہ پانی پی لو ٹھیک ہوجاؤ گے، میں نے وہ پانی پیا تو شام تک ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔

ایک دن ہم ابوداؤد پڑھ کر باہر نکلے تو حضرت کے ایک حفظ کی کلاس کے نابینا دوست ملنے کے لئے حاضر تھے، آپ بڑی خوشدلی سے انہیں ملے، چند پرانی یادوں پر تبادلہ خیال ہوا، ان حافظ صاحب کو سیلاب کی آمد پر ایک مزاحیہ نظم یاد تھی، حضرت نے فرمایا حافظ جی وہ نظم سناؤ، اسے سن کر ہم بھی حضرت کے ساتھ بڑے محظوظ ہوئے، پھر حافظ صاحب کہنے لگے مجھے شاہنامہ اسلام بھی سارا زبانی یاد ہے، اگر کہتے ہیں تو وہ بھی سناتا ہوں، حضرت نے فرمایا طلباء کے پاس وقت کم ہے، آپ فقط چند اشعار سنادیں اس کے بعد آپ نے حافظ جی کو ہزار روپیہ دیا، حافظ صاحب نے ہاتھ میں لے کر اس کی پیمائش کی، آپ نے فرمایا حافظ جی نوٹ بڑا ہے، چھوٹا سمجھ کر کسی خلیفے کا نہ دے دینا، حافظ جی کہنے لگے، میں نے ناپ کرکے دیکھ لیا ہے، حضور یہ ہزار کا نوٹ ہے، اس بات پر آپ بڑے مسکرائے، چونکہ ہم چند طلباء ابوداؤد شریف کے بعد اکثر حضرت کو گاڑی میں بٹھانے کے لئے ساتھ آتے تھے، دو تین روز کے بعد حضرت کی مین گیٹ پر لالہ عبد الرحمن سے ملاقات ہوگئی، لالہ موصوف جامعہ نظامیہ سے ملحق خراسیاں مسجد میں اوقاف کی جانب سے مؤذن کے فرائض سرانجام دیتے تھے اور ان دنوں غالباً ریٹائرڈ ہوچکے تھے، استاذ محترم لالہ جی کو بڑے پرتپاک لہجے سے ملے اور جیب سے ۵۰۰ روپے نکال کر دیئے، ساتھ فرمانے لگے، لالہ جی ہیں تو تھوڑے سے مگر آپ

رکھ لیں آج ناشتہ میری طرف سے کر لینا، میں پاس ہی کھڑا دل میں سوچ رہا تھا کہ استاذ جی بادشاہ ہیں پرسوں حافظ جی کو ۱۰۰۰ روپے دے دیے، آج لالہ جی کو ۵۰۰، ان کی تو اوقاف کی جانب سے اچھی بھلی تنخواہ ہے، میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے آج تو لوگ مجھے استاذ العلماء، شیخ الحدیث اور پتہ نہیں کیا کیا کہتے ہیں مگر جب میں صرف حافظ خادم تھا، جامعہ میں پڑھنے کے لئے آیا تھا تو جامعہ میں رہنے کے لئے جگہ نہیں تھی، اس وقت لالہ جی مجھے رات کو مسجد میں سلاتے تھے، یہ ہمارے محسن ہیں، حضرت کی یہ بات سن کر مجھے اپنی سوچ پر بڑی شرمندگی ہوئی، ایسے سینکڑوں واقعات ہیں کہ جب کوئی مشکل پیش آتی، حضرت باطنی نگاہ سے ادراک کر کے اس کا ازالہ فرماتے تھے۔ وصال کے بعد بھی اسی طرح تسلسل کے ساتھ آپ کی توجہ جاری ہے، یہ آپ کا ہی فیضانِ نگاہ کہ مجھ جیسے نکمے کو قلم پکڑنا سکھا دیا۔

طلباء کو بارگاہِ نبوی کے آداب سکھانے کا انداز:

حضور امیر المجاہدین کی زندگی کا ہر سانس ہی عشقِ مصطفی ﷺ میں گزرا ہے، آپ اپنے طلباء کو بھی ہمیشہ گستاخی و بے ادبی سے بچنے کی تلقین فرماتے، اکثر یہ فرماتے تھے کہ جو ہمارے بزرگ نورانی تعلیمات چھوڑ کر دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں ان کا دامن مضبوطی سے پکڑ لو، زندوں کا کوئی پتہ نہیں کب لائن سے اتر جائیں، بالخصوص اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے عشق کی ترجمانی بڑے خوبصورت انداز میں فرماتے۔ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضری کے واقعات کو اس انداز میں بیان فرماتے کہ سننے والا اپنے آپ کو تصوراتی دنیا میں اس مجلس کا شریک سمجھنے لگتا۔ حدیث شریف پڑھاتے ہوئے الفاظ کا اتنا خوبصورت ترجمہ فرماتے کہ طلباء عش عش کر اُٹھتے، جب کبھی نبی کریم ﷺ کے اسفار کی حالت بیان ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرہ انور کا کبھی ذکر آتا تو فرماتے مٹی کے ذرے میرے آقا و مولیٰ ﷺ کے نورانی چہرے کا بوسہ لے رہے تھے۔ آپ ﷺ کی سواری کا ذکر خیر آتا تو اردو میں ترجمہ نہ کرتے، بلکہ فرماتے میرے آقا و مولیٰ حمار مبارک پر سوار تھے۔ جن قبائل کے خلاف امام الانبیاء ﷺ نے دعا فرمائی تو وہاں بد دعا کے لفظ سے اجتناب فرماتے کہ جس دعا کی نسبت میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی طرف ہوگئی وہ کسی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ہم اسے بد دعا نہیں کہہ سکتے کہ یہ بے ادبی بلکہ ترجمہ یوں کرتے سرکار نے ان کے بارے میں "دعائے جلال" یا "دعائے ضرر" فرمائی، نبی ﷺ کی عزت و عظمت کا دفاع کرتے یا آپ کی شان بیان کرتے تو یہ جملہ اکثر ارشاد فرماتے دنیا کی ساری مائیں اس خاک پر قربان جہاں میرے آقا و مولیٰ نے زندگی میں ایک بار قدم مبارک رکھا حتی کہ آپ کے رشتوں اور احباب کی بھی بڑی قدر کرتے، ایک مشہور واقعہ کتب احادیث میں درج ہے کہ ایک عورت نے چوری کی تو اس کی سفارش کی گئی تو جواب میں جو آپ نے الفاظ ارشاد فرمائے استاذ محترم ان کا ترجمہ بڑے خوبصورت انداز میں فرماتے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر خاندانِ رسالت کا بھی کوئی فرد ہوتا تو اسے سزا ملتی، جس ہستی کا ذکر تھا حدیث شریف میں اس کا نام نہ لیتے۔ جب حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے واقعہ والی حدیث آتی تو پہلے صحابہ کبار کی عظمت پر بڑی شاندار گفتگو فرماتے کہ وہ کتنے عظیم لوگ تھے

جن کو رب نے اپنے محبوب کی صحبت کے لئے پسند فرمایا جنہوں نے اسلام کی خاطر ہر قربانی دی اور ایسے واقعات بھی درحقیقت اسلام کی حقانیت اور صحابہ کی عظمت کی دلیل ہیں کہ انہوں نے شرعی حدود کے نفاذ کے لئے اپنے اجسام پیش کئے تاکہ کوئی مخالف یہ نہ کہے کہ سرکار نے سزائیں بیان تو فرمائیں مگر عملاً نافذ نہیں فرمائیں، اس تقریر کے بعد حدیث شریف کا متن پڑھاتے اور فرماتے یہ باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی نہیں ہیں، ورنہ کسی کے دل میں صحابہ کرام کے بارے میں بے ادبی کے خیالات آئیں گے، تو گمراہی پھیلے گی۔ آپ نے خود بھی آخری سانس تک سرکار کی ہر نسبت کا خیال بھی کیا اور ان کی عظمت کا دفاع بھی کیا، جب لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں زبانیں دراز کرنے لگے تو آپ نے مینار پاکستان کے سائے میں ان کو لگام دینے کے لئے تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے: "تھر تھر کنبو ماکاں نوں وی پے گئے او" الغرض آپ کی زندگی کا ہر لمحہ دین کی تبلیغ و اشاعت اور عظمت مصطفی ﷺ کے دفاع میں گزرا آپ سب کچھ محبت مصطفی ﷺ کو ہی سمجھتے تھے یہ بات اقبال نے بھی کی ہے۔

روحِ ایمان مغز قرآن جانِ دین
ہست حب رحمۃ للعالمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی ان کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام

حافظ مبشر سعید مرتضائی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ایم فل: جی سی یونیورسٹی لاہور

امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کے تفصیلی حالات جاننے سے قبل اجمالاً یہ جان لیں کہ آپ کا دینی تعلیمی سفر تین مراحل پر مشتمل ہے:

۱۔حفظ قرآن کریم　　　۲۔تجوید وقراءت　　　۳۔درس نظامی

۱۔حفظ قرآن کریم:

آپ نے حفظ قرآن کریم دو مدارس سے کیا:

(i) جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم، عید گاہ (جہلم): یہاں آپ نے قاری غلام یٰسین صاحب اور قاضی امانت علی صاحب سے بارہ سپارے حفظ کیے۔

(ii) دار العلوم، مشین محلہ نمبر 1: یہاں آپ نے باقی اٹھارہ پارے حفظ کیے۔اس دار العلوم کے اساتذہ کے اسماء معلوم نہیں ہو سکے۔

حفظ قرآن کریم کا دورانیہ چار سال (جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ تا ۱۳۹۸ھ/ جون ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۸ء) تھا۔

۲۔تجوید وقراءت:

تجوید وقراءت کورس جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ سے کیا۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں استاذ المجودین قاری محمد یوسف سیالوی اور علامہ قاری محمد عبد اللہ سیالوی تھے۔

تجوید وقراءت کورس کا دورانیہ ایک سال (شوال ۱۳۹۹ھ تا شعبان ۱۴۰۰ھ/ستمبر ۱۹۷۹ء تا جون ۱۹۸۰ء) تھا۔

۳۔درس نظامی:

درس نظامی کورس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے کیا۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث مفتی محمد عبد الطیف نقشبندی، مظہر المعقول والمنقول علامہ محمد رشید نقشبندی کشمیری، شیخ الحدیث مفتی محمد گل احمد خان عتیقی، استاذ العلماء علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی، محقق اہل سنت مفتی محمد صدیق ہزاروی اور علامہ سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل ایسی نابغۂ روزگار شخصیات شامل ہیں۔

درس نظامی کورس کا دورانیہ آٹھ سال (ذو القعدہ ۱۴۰۱ھ تا شعبان ۱۴۰۸ھ/ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۱ء تا مارچ ۱۹۸۸ء) تھا۔

اس کے علاوہ امیر المجاھدین نے دو شخصیات سے اکتساب فِیض کیا:

(i) رئیس المدرسین علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی

(ii) مفتی محمد عبد العلیم سیالوی (مدینہ شریف میں حدیث شریف کا درس لیا اور اجازت حدیث حاصل کی) (☆)

مندرجہ بالا اجمالی تفصیل کے بعد امیر المجاھدین کے درج ذیل اساتذہ کے اسماء سامنے آتے ہیں:

۱۔ قاری غلام یٰسین
۲۔ قاضی امانت علی
۳۔ استاذ المجودین قاری محمد یوسف سیالوی
۴۔ علامہ قاری محمد عبداللہ سیالوی
۵۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی
۶۔ شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری
۷۔ شیخ الحدیث مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی
۸۔ مظہر المعقول والمنقول علامہ محمد رشید نقشبندی کشمیری
۹۔ شیخ الحدیث مفتی محمد گل احمد خان عتیقی
۱۰۔ استاذ العلماء علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی
۱۱۔ محقق اہل سنت مفتی محمد صدیق ہزاروی
۱۲۔ علامہ سید غلام مصطفی بخاری عقیل
۱۳۔ رئیس المدرسین علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی
۱۴۔ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی

امیر المجاھدین کے حفظ کے اساتذہ کے حالات معلوم نہیں ہوسکے، دیگر اساتذہ کے تفصیلی حالات ذکر کیے جاتے ہیں۔ پہلے درس نظامی پھر تجوید وقراءت اور آخر میں جن اساتذہ سے اکتساب فِیض کیا ان کے حالات ذکر کیے جائیں گے۔

درس نظامی کے اساتذہ:

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہزارہ ڈویژن کے ایک روحانی علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے جدامجد مولانا گل احمد اور ان کے بھائی مولانا رحمت اللہ دونوں متقی پرہیزگار عالم دین تھے، مولانا رحمت اللہ کے صاحبزادے مولانا محبوب الرحمن (جن سے حضرت مفتی صاحب کو شرف تلمذ بھی حاصل ہوا) بھی مستند عالم تھے۔ اسی طرح مفتی صاحب کے والد مولانا حمید اللہ اور تایاجان مولانا عبدالغفور صاحب اور ان کے صاحبزادگان مولانا حافظ محمد ایوب اور مولانا محمد جمیل جید عالم تھے۔ مولانا محمد جمیل کے صاحبزادے مولانا محمد اعظم مفتی صاحب کے شاگرد اور جید عالم ہیں۔

مفتی صاحب کے چچا مولانا عزیز الرحمن اور ان کے دو صاحبزادے مولانا عبدالرحمن اور مولانا احمد الرحمن بھی عالم دین ہیں (یوں مفتی صاحب کے دادا، والد، تایا، چچا اور ان کی اولاد سب عالم ہیں)۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف یہ کہ علمی وروحانی خانوادہ میں آنکھ کھولی اور خود علم دین حاصل کیا بلکہ آپ کی تحریک اور سرپرستی میں آپ کے خاندان کے بے شمار افراد علوم دینیہ سے بہرہ ور ہوئے۔ (۱)

ولادت:

استاذ العلماء مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ/ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۳ کو بمقام میراں کلاں علاقہ اپر تناول ضلع مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔(۲)

نام ونسب:

آپ کا نام عبد القیوم بن حمید اللہ بن گل احمد خان تھا اور کنیت ابو سعید تھی جبکہ لقب مفتی اعظم پاکستان تھا۔ آپ قادری مشرب تھے اور مسلکاً حنفی تھے لیکن اپنے علاقہ ہزارہ کی نسبت سے ہزاروی مشہور ہوئے۔(۳)

حلیہ مبارک:

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ گورا تھا، اعضاء میں تناسب اور درمیانہ قد تھا۔ چونکہ کھانے پینے میں حد درجہ محتاط تھے اس لیے آپ کا جسم متوازن تھا، نہ تو بالکل دبلے پتلے تھے اور نہ ہی موٹاپے کا شکار تھے۔(۴) آپ کا چہرہ نورانی تھا۔ پروفیسر عطاء الرحمن قادری رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب کا نورانی چہرہ ایسا تھا جسے دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا غالباً ۱۹۹۷ء/ ۱۴۱۸ھ میں ختم بخاری شریف کے موقع پر رفقاء کے ہمراہ راقم ختم بخاری شریف میں حاضر ہوا۔ آخری حدیث شریف آپ (مفتی صاحب) نے پڑھائی، اس وقت مفتی صاحب کے چہرے پر ایسا نور تھا کہ نظر نہ ٹکتی تھی، راقم نے رفقاء سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی اس نور کی تصدیق کی۔ یونہی جامعہ الازہر کے استاد حازم محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ نے جب پہلی مرتبہ مفتی صاحب کو دیکھا تو اپنے تاثرات میں آپ کے چہرے کو ''نور علی نور'' قرار دیا۔''(۵)

لباس:

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سفید لباس کا اہتمام کرتے تھے، سفید کرتہ اور شلوار اور پاؤں میں بغیر تسمے کے بوٹ استعمال کرتے تھے۔ سر پر ٹوپی پہنتے لیکن جب درس حدیث دیتے یا جامعہ سے باہر تشریف لے جاتے تو سفید دستار استعمال کرتے تھے۔(۶)

تعلیم وتربیت/ دنیاوی تعلیم کا حصول:

حضرت مفتی صاحب کو تین چار سال کی عمر میں سکول میں داخل کروایا گیا، آپ نے چوتھی جماعت تک سکول میں تعلیم حاصل کی۔ مفتی صاحب نے خود بیان فرمایا کہ ''میں اور میرے بڑے بھائی محمد عبد اللہ اکٹھے پڑھتے تھے، چوتھی جماعت کا نتیجہ سن کر خوشی خوشی گھر آ رہے تھے کہ سر راہ والد صاحب (مولانا حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ) ملے رزلٹ سن کر باری باری پوچھنے لگے:

''اب تم کیا پڑھنا چاہتے ہو؟'' میرے بڑے بھائی صاحب نے انگلش پڑھنے کا اظہار کیا، جب مجھ سے پوچھا گیا تو بے ساختہ

میری زبان سے نکلا'' میں تو عربی فارسی پڑھوں گا''بس پھر ہم دونوں کو دینی تعلیم کے لیے وقف کر دیا گیا۔(۷)

دینی تعلیم کا حصول:

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے دینی تعلیم کا آغاز اپنے گھر سے ہی کر دیا تھا آپ نے ناظرہ قرآن مجید اپنے والد صاحب سے پڑھا اور پھر مختلف مدارس میں تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔

حضرت مفتی صاحب نے درج ذیل درس گاہوں سے علم حاصل کیا:

۱۔ مدرسہ سائیں گوہر علی صاحب، گجرات

۲۔ دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

۳۔ دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام، ہارون آباد (بہاول نگر)

۴۔ مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا (وہاڑی)

۵۔ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد

پہلی دینی درس گاہ......مدرسہ سائیں گوہر علی

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو آپ کے والد نے سات آٹھ سال کی عمر میں جیندھڑ شریف ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروادیا یہ مدرسہ سائیں گوہر علی صاحب نے قائم کر رکھا تھا۔آپ نے وہاں فارسی کی ابتدائی کتب اپنے چچا مولانا محبوب الرحمن سے پڑھیں (اس وقت حضرت مولانا محبوب الرحمن درس نظامی کی انتہائی کتب کے طالب علم تھے)۔مفتی صاحب اس مدرسہ میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ (بھوئی گاڑ) سے بھی فیض یاب ہوئے۔(۸)

دوسری دینی درسگاہ......دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

حضرت مفتی محمد عبدالقیوم صاحب علم دین کے حصول کے لیے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور تشریف لائے۔حزب الاحناف میں آپ نے علوم وفنون کی ابتدائی کتب کافیہ تک حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بہنوئی ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ) سے پڑھیں۔اس کے علاوہ آپ نے شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔(۹)

تیسری دینی درسگاہ......جامعہ رضویہ منظر اسلام، ہارون آباد

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی صاحب کو شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی کی خدمت میں دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام، ہارون آباد (بہاول نگر) بھیج دیا۔وہاں آپ علامہ رضوی صاحب سے اکتسابِ فیض کرتے رہے۔(۱۰)

چوتھی دینی درسگاہ......مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا

جب حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا (وہاڑی) تشریف لے گئے تو مفتی صاحب بھی ساتھ تھے، وہاں بھی حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں ایک سال تک علمی پیاس بجھاتے رہے۔ (۱۱)

دار العلوم حزب الاحناف، لاہور میں دوبارہ آمد

حضرت مفتی صاحب مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا سے پھر دوبارہ حزب الاحناف لاہور میں حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آ گئے (۱۲) اور وہ نصاب جو دوسرے طلباء آٹھ نو سال میں پڑھتے ہیں آپ نے پانچ سال میں پڑھ لیا۔ (۱۳)

آپ نے سب سے زیادہ استفادہ شیخ المدرسین علامہ جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول رضوی کی ذات والا صفات سے کیا، آپ خود فرماتے تھے کہ:

''جب سالانہ چھٹیاں ہوتی تھیں تو میں گھر جانے کے بجائے مدرسے میں ہی رہا کرتا تھا اس دوران حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بھی کرتا اور پڑھتا بھی تھا۔ میں ایک دن میں شیخ الحدیث صاحب سے پندرہ پندرہ اسباق پڑھا کرتا تھا۔'' (۱۴)

مندرجہ بالا اقتباس سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ حضرت مفتی عبد القیوم صاحب ہزاروی نے حضرت علامہ غلام رسول رضوی صاحب سے بہت زیادہ استفادہ کیا اور آپ پر استاذ صاحب کی بہت زیادہ شفقت بھی تھی، ساتھ ہی ساتھ مفتی صاحب کا شوق علم اور محنت بھی عیاں ہو رہی ہے جو دینی طالب علم کے لئے مشعل راہ ہے۔ مفتی صاحب کے ایک ہم جماعت مولانا محمد یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سبق کے تکرار کا نقشہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''مفتی صاحب ایک مسجد میں رہائش پذیر تھے، ہم چند ساتھی اس مسجد میں تکرار کرتے تھے، قبلہ مفتی صاحب مغرب کے بعد ہمیں بٹھا لیتے اور تکرار شروع ہو جاتا اور جب تک تمام اسباق کا تکرار مکمل نہ ہو جاتا کسی اور طرف متوجہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مفتی صاحب دورانِ تکرار کسی قسم کی گفتگو، عدم توجہ اور سستی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی ساتھی ایسا کرتا منع کرتے، مزاج زیادہ برہم ہوتا تو ایک آدھ لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ (۱۵)

ایک دفعہ خود مفتی صاحب نے طلبہ کے سامنے اپنے زمانہ طالب علمی کے متعلق کچھ باتیں بیان فرمائیں:

''شروع میں دو تین طلبہ میرے ساتھ شریک درس تھے، لیکن چھٹے سال اور اس کے بعد میں نے اکثر تعلیم اکیلے حاصل کی۔ پانچ اسباق کا مطالعہ کرتا، سید صاحب (ابو البرکات سید احمد قادری) علیہ الرحمۃ روزانہ ایک گھنٹہ وقت عنایت فرماتے۔ اپنے وقت پر کتابیں لے جاتا اور سارے اسباق خود بیان کرتا، اگر کہیں غلطی ہوتی تو اصلاح فرماتے۔

ایک بار رات کو دیر تک مطالعہ کیا تو صبح آنکھ دیر سے کھلی۔ میں نے جلدی سے وضو کیا، جماعت میں شریک ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ سید صاحب نے سلام پھیر دیا۔ سید صاحب دائیں طرف سلام پھرتے ہوئے دائیں طرف کے طلباء کو دیکھ لیتے اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بائیں طرف کے طلباء کو دیکھ لیتے۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ میں جماعت میں شریک نہیں ہوسکا۔ وہاں قانون تھا کہ جولڑ کا جماعت میں شریک نہ ہوتا، چھ ماہ تک اس کی روٹی بند ہو جاتی۔ قانون کے مطابق میری روٹی بند ہوگئی، پھر طریقہ یہ تھا کہ اگر طالب علم معافی مانگے تو روٹی جاری ہوتی ورنہ نہیں۔ میں نے اپنے طالبعلمانہ ذہن کے مطابق سوچا کہ میں پڑھنے والا لڑکا ہوں، پڑھتے پڑھتے دیر ہوگئی اور آنکھ دیر سے کھلی۔ مجھ سے معمولی کوتاہی ہوگئی ہے، لہٰذا درگزر کرنا چاہیئے تھا بس اس وجہ سے معافی نہیں مانگی اور چھ ماہ روٹی بند رہی۔ کبھی ساتھیوں سے مل کر کھالیتا یا اُن کے بچے ہوئے ٹکڑے کھا کر گزارا کرتا اور کبھی کچھ نہ بچتا تو بھوکا رہتا۔ آئندہ سال روٹی جاری ہوئی لیکن میں سید صاحب کے پاس اُسی طرح پڑھتا رہا اور پہلے کی طرح اُن کی محفل میں جاتا رہا۔" (۱۶)

دورۂ حدیث شریف

حضرت مفتی صاحب نے ۱۹۵۵ء میں حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دارالعلوم حزب الاحناف میں دورۂ حدیث کیا۔ آپ کی دستار بندی کے موقع پر محدث اعظم ہند حضرت محدث کچھوچھوی، غازی کشمیر علامہ ابو الحسنات محمد احمد قادری، شیخ القران علامہ عبدالغفور ہزاروی اور غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہم موجود تھے۔ (۱۷)

پانچویں دینی درسگاہ...... جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد

حضرت مفتی اعظم پاکستان نے دوسرا دورۂ حدیث حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ۱۹۵۶ء میں جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں کیا اور سندِ حدیث و دستار فضیلت حاصل کی۔ (۱۸)

رئیس التحریر علامہ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی حضرت محدث اعظم پاکستان کے دورۂ حدیث پڑھانے کے انداز اور مفتی صاحب کی قابلیت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فقیر نے اپنے عظیم المرتبت برادر طریقت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم علیہ الرحمۃ کا زمانہ طالب علمی بھی دیکھا اور زمانہ درس وتدریس بھی دیکھا، فقیر اگر چہ اُن سے جونیئر تھا، مفتی صاحب کی طبیعت اَخّاذ تھی، نہایت ذہین بیدار مغز اور وسیع النظر تھے۔ دورۂ حدیث شریف میں کتب احادیث کی عبارات اکثر آپ ہی پڑھتے تھے، فقیر کو یاد نہیں پڑتا کہ عبارت پڑھنے میں کبھی اِملا وتلفظ کی غلطی کی ہو یا اعراب میں اخفا ہوا ہو۔ جب زیر تدریس عبارت پر حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا نہایت محققانہ ومحدثانہ وقیع تبصرہ ہوتا، حضرت برادرِ طریقت علیہ الرحمۃ نہ صرف قلب ونظر کو مجتمع کر کے سنتے بلکہ اپنی نوٹ بک میں نوٹ فرماتے تھے۔ اکثر کتب احادیث کے مرتبین شافعی آئمہ ہیں مختلف مسالک کے بیان کے بعد جب حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ مذہب حنفی کی

برتری فرماتے اور تطبیق فرماتے تو درس کی شان ہی نرالی ہوتی، خاص بات یہ ہوتی کہ دیگر مسالک وفقہاء کے دامن پر بھی کوئی گرد نہ پڑتی۔'' (۱۹)

دوسرے مقام پر حضرت محدث اعظم کے تدریس کے انداز اور حضرت مفتی صاحب کی علمی قابلیت اور استعداد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت علامہ مفتی صاحب نے (حضرت محدث اعظم سے) استدعا کی! حضور میری دیرینہ خواہش ہے کہ آپ سے شرف تلمذ حاصل کروں اور دورۂ حدیث شریف پڑھوں۔ آپ نے اجازت دی اور دورۂ حدیث میں داخلہ ہوگیا۔ حضرت قبلہ محدث اعظم کے دورۂ حدیث شریف کی شان ہی نرالی تھی۔ سات سات گھنٹے مسلسل جم کر پڑھاتے، ظہر کے بعد اور بعض دفعہ عشاء کے بعد بھی کئی کئی گھنٹے پڑھاتے اور ایک ایک حدیث شریف پر کئی کئی دن گفتگو بھی ہو جاتی۔

(حدیث کی کتب کی) اکثر عبارت بھی حضرت مفتی عبدالقیوم علیہ الرحمۃ پڑھا کرتے...... دورۂ حدیث شریف کے اختتام پر دیگر فضلاء کے ساتھ آپ کی بھی دستار بندی وجبہ پوشی ہوئی اور سند فراغت عطا ہوئی۔ سیدی حضرت قبلہ محدث اعظم علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ ویسے تو ہر ماہ اور جلسہ دستار فضیلت کے بعد (خصوصاً) علماء کے ہمراہ مرکز تجلیات گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا کے دربار گوہر بار میں حاضر دیا کرتے تھے، فقیر سیدی حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ غازی فضل احمد رضا علیہ الرحمۃ کو گود میں لیے ہوئے تانگہ میں حضرت صاحب کے پیچھے بیٹھا تھا۔ علماء، طلباء و مریدین کا ایک لشکر ساتھ ساتھ پیدل چل رہا تھا، مفتی عبدالقیوم ہزاروی بھی اپنے رفقاء درس کے ساتھ پیدل اسٹیشن کو جارہے تھے۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے اُس وقت بہت سے علماء برادرم علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کر کے ایک دوسرے کو بتارہے تھے: ''وہ مولانا محمد عبدالقیوم جارہے ہیں، بہت قابل ہیں بڑے ذی استعداد ہیں''۔ (۲۰)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر اساتذہ

مدرسہ سائیں گوہر علی، گجرات:

۱۔ مولانا محبوب الرحمٰن (چچا)
۲۔ استاذ الاساتذہ مولانا محب النبی قریشی گولڑوی

دارالعلوم حزب الاحناف لاہور:

۱۔ علامہ سید محمد انور شاہ صاحب
۲۔ ابو البرکات سید احمد قادری
۳۔ شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی
۴۔ شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی

دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام ہارون آباد:

۱۔ شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی

مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا:

۱۔ شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد:

۱۔ محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قادری

عملی زندگی کا آغاز

حضرت مفتی صاحب نے اپنی عملی زندگی کا آغاز تدریس سے فرمایا۔ بعد ازاں امامت و خطابت، تنظیم المدراس کی نظامت و صدارت، جمعیت علماء پاکستان لاہور کی صدارت، جمعیت علماء پاکستان کے شعبہ نشر و اشاعت کی نظامت، پنجاب زکوۃ کونسل اور مرکزی زکوۃ کے رکن کونسل وغیرہ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

تدریس:

مفتی صاحب الرحمۃ کی تدریسی زندگی تین جامعات پر مشتمل ہے، جن میں سے دو جامعات میں باقاعدہ تدریس فرمائی جبکہ ایک جامعہ میں مدرس مقرر تو ہوئے مگر تدریس نہ فرمائی۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ جامعہ حنفیہ، قصور

۲۔ مدرسہ غوثیہ رضویہ، پیر محل (۱۹۵۶ء)

۳۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (۱۹۵۶ء تا ۲۰۰۳ء)

پہلی تدریس گاہ جامعہ حنفیہ، قصور:

حضرت مفتی اعظم پاکستان نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز دورِ طالب علمی میں ہی کر دیا تھا۔ ابھی آپ حضرت ابو البرکات سید احمد شاہ علیہ الرحمۃ سے درسِ حدیث لے رہے تھے کہ مفتی محمد عبد اللہ قصوری علیہ الرحمۃ نے سید صاحب سے کہا: ''مجھے اپنے ادارے کے لیے استاذ کی ضرورت ہے، ہمارے ادارے کے صدر مدرس چھوڑ گئے ہیں، کوئی ایسا استاذ دیں جو اُن کی کمی پوری کر سکے۔'' سید صاحب نے حضرت مفتی صاحب کو قصور جا کر پڑھانے کا حکم دیا۔ آپ کو پڑھانے کے لیے ''مطول'' اور ''سلم العلوم'' جیسے ۲۲ مشکل اسباق دیے گئے، لیکن آپ نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ اس اہم ذمہ داری کو پورا کیا۔ (۲۱)

آپ کے گرد طلبہ کا ہجوم رہتا تھا۔ مشقت کی وجہ سے چھ ماہ کے بعد ہی آپ بیمار ہو گئے اور علالت کے باعث چک ۱۲۶ گ ب تحصیل جڑانوالہ اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ سیدی حضور محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے مولانا انوار الاسلام رضوی اور اُن کے بھائی علامہ احسان الحق علیہما الرحمۃ کو آپ کی تیمارداری کے لیے بھیجا تو آپ اس وقت صحت یاب ہو گئے تھے۔

آپ کی صحت یابی کی خبر سن کر حضرت محدث اعظم پاکستان نے آپ کو جامعہ رضویہ اپنے پاس بلالیا اور فرمایا: ''مولانا! سمندری میں امامت وخطابت کی ایک جگہ ہے اور سمندری میں مدرسہ اہل سنت بھی نہیں ہے آپ وہاں مدرسہ بھی قائم کریں۔'' مرشد برحق کے حسب الحکم بے چون و چرا حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی سمندری چلے گئے، مگر سمندری پہنچ کر آپ نے محسوس کیا کہ وہاں کے احباب میں مدرسہ کے قیام سے کوئی دلچسپی نہیں، صرف امامت وخطابت سے رغبت ہے۔ ایک ہفتہ بعد امامت وخطابت کو خیر آباد کہہ کر سمندری سے واپس آ گئے اور سیدی حضرت صاحب کو رپورٹ پیش کر دی۔ حضرت قبلہ محدث اعظم ماہر نفسیات تھے، جودت ذِہن کو جانتے تھے، چنانچہ آپ خاموش رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ پھر حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم علیہ الرحمۃ نے استدعا کی کہ حضور میری دیرینہ خواہش ہے کہ: ''آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کروں اور دورۂ حدیث شریف پڑھوں''۔ آپ نے اجازت دی اور دورۂ حدیث شریف میں داخلہ ہوگیا۔ (۲۲)

دوسری تدریس گاہ مدرسہ غوثیہ رضویہ، پیر محل

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا عبد الغفور صاحب (فاضل جامعہ رضویہ، خطیب اعظم پیر محل) کی درخواست پر مولانا مفتی محمد عبد القیوم علیہ الرحمۃ کو محدث اعظم نے پیر محل کے مدرسۂ اہل سنت میں صدر مدرس مقرر کر کے بھیج دیا۔ یہ شعبان المعظم کا مہینہ تھا اور شعبان میں دینی مدارس میں تعلیمی سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، اس لئے آپ تدریسی چارج سنبھالنے کے بعد رمضان المبارک کی تعطیلات گزارنے اپنے گاؤں تشریف لے گئے۔ (۲۳)

تیسری تدریس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

رمضان المبارک کی تعطیلات میں ہی حضرت محدث اعظم نے مفتی صاحب کو گاؤں سے بلایا اور فرمایا: ''آپ کے استاذ مولانا غلام رسول جامع مسجد خراسیاں اندرون لوہاری دروازہ میں مدرسہ قائم کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آپ وہاں خدمت تدریس انجام دیں، آپ کا علمی تدریسی ذوق وہاں پورا ہوگا مگر تنخواہ اور آرام پیر محل میں زیادہ ہے آپ کا کیا خیال ہے؟'' مفتی محمد عبد القیوم علیہ الرحمۃ نے ہر بار یہی فرمایا: ''جیسا حضور کا حکم ہوگا''۔ الغرض حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم صاحب غربت اور افلاس کے زیر سایہ مسجد خراسیاں کے مدرسہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری گیٹ لاہور تشریف لے آئے۔ (۲۴)

حضرت مفتی صاحب نے اپنے انٹرویو میں لاہور تشریف لانے کی تفصیل خود بیان فرمائی ہے:

''فراغت کے بعد میری تقرری پیر محل ہوئی، میں ادھر جانے کو تیار ہو رہا تھا کہ میرے استاذِ محترم مولانا غلام رسول رضوی نے لاہور میں جامعہ نظامیہ رضویہ کی ابتداء کی اور حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو استاذ کے لیے خط لکھا۔ حضرت نے وہ خط مجھے دے دیا اور تین دن تک پوچھتے رہے کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ (اور یہی آپ کا انداز تھا) میرا جواب ہوتا کہ: ''جو آپ کا حکم ہو، میں حاضر ہوں''۔ اس پر حضرت فرماتے کہ: ''لاہور میں اسباق تو تمہارے ذوق کے مطابق ہوں گے لیکن ویسے تنگ دستی

ہوگی لیکن پیرمحل میں اسباق تقریباً پورے پورے ہوں گے''۔ بالآخر تیسرے دن مجھے لاہور آنے کا فیصلہ ملا۔ وہ بھی ایسے کہ حضرت صاحب نے آنکھیں بند کر کے ایک کیفیت کے ساتھ فرمایا......لاہور جاؤ......بس پھر میں یہاں آ گیا، تو استاذِ گرامی (مولانا غلام رسول رضوی) اس مسجد (خراسیاں) میں امام خطیب بھی تھے، مجھے ملے اور سیدھے اپنے گھر تشریف لے گئے اور میں بھوکا پیاسا مسجد میں پڑا رہا آخر میرے استاذ تھے مجھے ان کے معمولات کا پتہ تھا۔ میں نے یہاں ایک مسجد سنبھالی جو مجھے تیس روپے ماہانہ وظیفہ دیتے تھے۔ جب میں نے دو سال مکمل کر لئے تو تیسرے سال مجھے جامعہ کی طرف سے تیس (۳۰) روپے تنخواہ دی گئی۔''(۲۵)

جب حضرت مفتی صاحب لاہور تشریف لائے تو اس وقت جامعہ نظامیہ کیا تھا، باغیچی نہال چند کے ایک کونے میں ایک سائبان کے نیچے چند طلبہ جو حصول علوم دینیہ میں مصروف رہتے تھے، نہ کمرے نہ پنکھے، نہ خوراک نہ تنخواہ غرضیکہ کسمپرسی کے عالم میں اخلاص کی دولت سے مال مال استاذ شاگرد نے لہو ولعب کی اس آماجگاہ کو اس کی پہلی حالت پر لانے اور علوم اسلامیہ کی بہت بڑی درسگاہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب لاہور تشریف لائے تو تدریسی فرائض کی بجاآوری کے ساتھ ساتھ انتظامی معاملات میں بھی اپنے استاذِ گرامی کے دست و بازو بنے۔ یہاں تک کہ جب اس عظیم ادارے کا پہلا تدریسی سال مکمل ہوا تو اس کا باقاعدہ افتتاح اور سالانہ جلسہ ہوا۔ حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی فرماتے ہیں:

''مدرسہ کے پہلے اور افتتاحی سالانہ جلسہ میں سیدی حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے ہمراہ فقیر بھی حاضر ہوا تھا (شیخ القرآن) علامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ العزیز، سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی اور حضرت علامہ ابو داؤد محمد صادق صاحب بھی تشریف لائے تھے اور بہت سے علماء و مشائخ اہل سنت نے نزول اجلال فرمایا تھا۔''(۲۶)

حضرت مفتی اعظم کی تدریسی زندگی:

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے چھ ماہ جامعہ حنفیہ قصور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ پھر مدرسہ غوثیہ رضویہ پیرمحل مدرس متعین ہوئے لیکن تدریس نہ فرمائی بلکہ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تشریف لے آئے۔ اس کے بعد آپ تادم واپسی جامعہ نظامیہ رضویہ میں ہی تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ حتیٰ کہ زندگی کے آخری دن آخری سبق شرح معانی آثار (طحاوی شریف) کا بھی جامعہ نظامیہ میں پڑھایا۔

۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۴ء تک تمام علوم وفنون کے اسباق پڑھائے پھر ۱۹۷۵ء سے ۲۰۰۳ء تک تمام علوم فنون کے ساتھ ساتھ دورہ حدیث کے طلباء کو حدیث خصوصاً جامع ترمذی شریف کا درس دیا۔ اس طرح آپ کی کل تدریسی زندگی انچاس سال (۴۹) یعنی تقریباً نصف صدی پر محیط ہے جن میں سے ۲۹ سال آپ نے دورہ حدیث کے طلبہ کو درسِ حدیث دیا۔(۲۷)

حضرت مفتی اعظم کا اندازِ تدریس:

مفتی صاحب کا انداز تدریس بے شمار خوبیوں کا حامل تھا ذیل میں چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ خود ہر سبق کا مطالعہ کرنا اور طلبہ کو تکرار اور مطالعہ کی بار بار تاکید فرمانا

۲۔ عبارت سننا، صیغہ، ترکیب اور وجوہ اعراب کے بارے میں سوال کرنا

۳۔ نہایت آسان اور سادہ انداز میں عبارت کا مفہوم بیان کرنا

۴۔ طلبہ سے سبق بیان کروانا

۵۔ ہر طالب علم کو سوال کرنے کی اجازت بھی ہونا اور خود سوالات کرنے پر اُکسانا

۶۔ ہر فن کی ابتدائی کتاب کا متن زبانی یاد کروانا

۷۔ علمی بحث اور تکرار میں حصہ لینا

۸۔ دوستانہ ماحول میں گفتگو فرمانا

مفتی صاحب کے انداز تدریس کا تذکرہ کرتے ہوئے مفتی صاحب کے شاگرد رشید مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ کا اندازِ تدریس نہایت آسان اور مؤثر تھا، عبارت کسی بھی طالب علم سے پڑھواتے اور یوں ہر طالب علم کو عبارت پڑھنے کے لیے تیار رہنا پڑتا تھا، اس کے بعد اس عبارت کا مفہوم و مطلب نہایت آسان پیرائے میں بیان کرکے کسی طالب علم سے (دوبارہ) بیان کرواتے تھے اور کبھی کبھی خود بیان کرنے کی بجائے طلبہ سے بیان کروا کے ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش فرماتے، صرف ونحو کی طرف خصوصی توجہ دلاتے حتی کہ درجہ حدیث کے طلبہ سے بھی نحو میر زبانی سنتے'' (۲۸)

مفتی صاحب کے ایک اور شاگرد مفتی محمد ہدایت اللہ پسروری صاحب آپ کا انداز تدریس تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کے ہزاروں شاگرد اس بات کے گواہ ہیں کہ تدریسی اور تعلیمی معاملات میں بڑی محنت کرتے۔ خود بھی ہر سبق کا مطالعہ کرتے اور طلباء کو بھی مطالعہ کی تاکید فرماتے۔ پوری توجہ سے عبارت سنتے، صیغہ، ترکیب اور وجوہِ اعراب کے بارے میں طلبا سے پوچھتے اور ان کی اصلاح کرتے۔ تکرار و مطالعہ کی بار بار تاکید فراتے اور طلباء کرام کو فرماتے کہ ہر فن کی ایک ایک کتاب یاد ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں قانونچہ، نحو میر، کافیہ، تلخیص المفتاح، ہدایۃ الحکمۃ، سلم العلوم، کنز الدقائق اور سراجی وغیرہ کی تاکید فرماتے تھے۔ (ہدایۃ الحکمۃ کی شرح میبذی اور تلخیص المفتاح کی شرح مختصر المعانی اور مطول طلباء سے بیان کرواتے) آپ کا انداز تدریس آسان اور سادہ ہوتا تھا۔ ہر طالب علم کو اجازت ہوتی تھی کہ وہ جو چاہے سبق کے بارے میں سوال کرے اگر

چاہے تو بار بار سوال کرسکتا ہے اور جب چاہے سمجھ سکتا ہے، البتہ جو ساتھی سبق سناتے وقت کوتاہی کرتا یا نہ سنا سکتا تو اس کی مرمت ہوتی تھی، اس میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔(۲۹)

امامت وخطابت:

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ تدریس کے ساتھ ساتھ امامت وخطابت بھی فرماتے رہے۔آپ نے پانچ مساجد میں ۱۵سال امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیے، تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) جامع مسجد، سمندری (۱۹۵۵ء)

(۲) جامع مسجد، موچی دروازہ لاہور(۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۸)

(۳) جامع مسجد حنفیہ، آخری بس سٹاپ اسلام پورہ لاہور(۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۲ء)

(۴) جامع مسجد خراسیاں، اندرون لوہاری دروازہ لاہور(۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۹ء)

(۵) جامع مسجد دربار عالیہ حضرت پیر مکی صاحب (۱۹۶۹ء) (۳۰)

بیعت وخلافت:

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ۱۹۵۳ء میں حضرت محدث اعظم ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں رحمہ اللہ سے آپ کو سند خلافت بھی حاصل تھی۔(۳۱)

حضرت مفتی اعظم پاکستان کے مختلف مناصب:

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ جامعہ نظامیہ رضویہ کے مہتمم ہونے کے علاوہ درج ذیل مناصب پر فائز رہے:

۱۔ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (۱۹۷۴ء تا ۲۰۰۱ء)

۲۔صدر تنظیم المدارس (۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۳ء)

۳۔صدر جمعیت علما پاکستان لاہور

۴۔مرکزی ناظم نشر واشاعت جمعیت علما پاکستان لاہور

۵۔رکن پنجاب زکوٰۃ کونسل (۶سال)

۶۔رکن مرکزی زکوٰۃ کونسل (۶سال)

۷۔ممبر ایڈوائزری کونسل آف وزارتِ داخلہ

۸۔چیئرمین سپریم کونسل آف جماعت اہلسنت

حج وعمرہ اور تبلیغی دورے:

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک حج اور ایک عمرہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔آپ ۱۹۸۸ء میں برطانیہ تشریف لے گئے، وہاں سے حج کے لیے روانہ ہوئے اور حج کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۹۶ء میں آپ پھر برطانیہ تشریف لے گئے اور وہاں سے آگے عمرہ کی سعادت حاصل کرکے واپس پاکستان تشریف لائے۔

علاوہ ازیں ۱۹۹۸ء میں لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی کی دعوت پر محفل میلاد النبی ﷺ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے اور وہ بھی چند روزہ دورہ تھا جو طلبہ کے اسباق میں رکاوٹ نہ بنا۔(۳۲)

حیاتِ مستعار کا آخری دن اور وفات:

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ حسب معمول ۱۲۶ اگست ۲۰۰۳ء بروز منگل جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری دروازہ گئے اپنے حصے کے اسباق پڑھائے، نماز ظہر پڑھی اور اس کے بعد جامعہ کے ناظم مولانا غلام فرید صاحب کو فرمانے لگے: ''میں جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ جانا چاہتا ہوں'' انہوں نے کہا کہ: ''آپ کے صاحبزادے عبدالمجتبیٰ (المعروف صاحبزادہ حافظ نصیر احمد ہزاروی) موجود ہیں، میں انہیں کہتا ہوں کہ گھر سے گاڑی لے آئیں''۔

مفتی صاحب نے کہا: ''ایک آدمی کے لیے گاڑی لے کر جانا مناسب نہیں ہے، ہاں عبدالمجتبیٰ کو کہیں کہ وہ مجھے بتی چوک تک چھوڑ آئے''۔ اندازہ فرمائیں کہ انہیں ادارے کی کفایت شعاری کا کتنا خیال تھا؟ ستر سال کی عمر، ٹانگوں میں کسی کسی وقت کھینچاؤ کی کیفیت، ایسے حالات میں آدمی آرام کا طلب گار ہو ہی جاتا ہے لیکن مفتی صاحب آرام سے کوسوں دور تھے۔ آپ ویگن پر سوار ہو کر تنہا شیخوپورہ گئے، سرگودھا روڈ پر واقع جامعہ نظامیہ رضویہ میں تشریف لے گئے، اساتذہ سے ملے، کچھ ہدایات دیں پھر پورے مدرسے کا چکر لگایا اور عصر کے قریب وہاں سے واپس ہوئے تو اپنے صاحبزادے مولانا عبدالمصطفیٰ ہزاروی کو ساتھ لیتے آئے، جب راوی کے بتی چوک پر اترے تو عبدالمصطفیٰ صاحب کو کہا کہ: ''میرے سینے میں بائیں طرف درد ہو رہی ہے، میں گھر جاتا ہوں، تم راستے سے لیموں لیتے آنا''۔ گھر پہنچ کر مغرب کی نماز پڑھائی، اس کے بعد قہوہ منگوایا، قہوے میں لیموں کو نچوڑا، ان کا خیال تھا کہ گیس کا عارضہ ہے قہوہ پینے سے طبیعت ٹھیک ہو جائے گی، لیموں نچوڑتے ہی چارپائی پر لیٹ گئے، ان کی بہو نے کہا: لیموں اور نچوڑوں؟ مفتی صاحب نے فرمایا: ''بس جتنا نچوڑنا تھا نچوڑ لیا''۔ اس کے ساتھ ہی اللہ کا نام لیا اور دنیا سے رخصت ہو گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔(۳۳)

نماز جنازہ اور آخری آرامگاہ:

حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان مورخہ ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ/ ۱۲۶ اگست ۲۰۰۳ء بروز منگل بعد از نماز مغرب خالق حقیقی کو جا ملے۔ اگلے دن بروز بدھ ۲ بجے عتیق اسٹیڈیم نزد بادشاہی مسجد لاہور میں پچاس ہزار سے زائد علما و مشائخ پاکستان کے علاوہ ہزاروں لوگوں نے مولانا شاہ احمد نورانی کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب مفتی صاحب کا جنازہ لے کر روانہ ہوئے تو ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی اور یہ سلسلہ بڈھے دریا تک جاری رہا گویا کہ یہ ربّ کریم کی طرف سے اس شخصیت کے لیے ابتدائی انعام تھا جس نے تمام زندگی قال اللہ وقال الرسول کے لیے وقف کر رکھی تھی۔
(۳۴)

تھی جنازے پر ترے رحمت کی بارش ہر طرف
اس کے ہیں شاہد سبھی پیر و جواں عبدالقیوم

چھوڑ کر تابش قصوریؔ کو غم و آلام میں
خامشی سے چل دیئے سوئے جناں عبد القیوم (۳۵)

عتیق اسٹیڈیم میں نماز جنازہ کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ،شیخوپورہ جنازہ لے جایا گیااور پھر پانچ بجے جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں ہزار ہالوگوں نے استاذ العلما حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی اور بعد نماز عصر آپ کو جامع مسجد رضا کے جنوبی مینار کے زیرسایہ مزار اقدس میں اتار دیا گیا۔(۳۶)

کوئی تصور ہی نہ ابھرا تیری تصویر کے بعد
ذہن خالی ہی رہا کاسۂ سائل کی طرح

تصنیفات وتالیفات:

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے خود تو کثیر تعداد میں کتب تصنیف نہ فرمائیں۔البتہ آپ نے سینکڑوں مصنفین ضرور پیدا کیے۔جب مفتی صاحب سے ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے انٹرویو لیتے ہوئے سوال کیا:تصنیف وتالیف کے حوالے سے آپ کی خدمات؟ تو مفتی صاحب نے جواب دیا:''کیا خدمات ہیں میری؟ اللہ تعالیٰ اسی تدریس اور جامعہ کے کام میں برکت دے اور میرے لیے یہ کافی ہے۔میں تو بس شب وروز اسی میں مصروف رہتا ہوں،اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کام جو کر رہا ہوں یہ کس نے کیا؟ جامعہ نظامیہ ہے تنظیم المدارس ہے اور پھر فتاویٰ رضویہ کا کام ہے۔میری زندگی کے لیے تو فتاویٰ رضویہ کا کام ہی کافی ہے۔تصنیف وتالیف کے سلسلہ میں میرا شوق ہے کہ اپنے ساتھیوں کو آگے لاؤں۔میری کئی کتب میرے ساتھیوں کے نام پر چھپی ہیں''۔(۳۷)

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے درج ذیل کتب تصنیف فرمائی ہیں:

۱۔ التوسل(عربی)
۲۔ تاریخ نجد وحجاز
۳۔ مقالات مفتیٔ اعظم
۴۔ امام اعظم کے اجتہادی قواعد واصول
۵۔ العقائد والمسائل(عربی) (۳۸)

نسبی وروحانی اولاد:

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا۔صاحبزادوں کے نام بالترتیب درج ذیل ہیں:

۱۔ جناب صاحبزادہ محمد سعید احمد صاحب
۲۔ صاحبزادہ مولانا عبد المصطفیٰ ہزاروی صاحب،ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور

۳۔ صاجزادہ مولانا عبدالمجتبیٰ صاحب المعروف نصیر احمد، ناظم اعلیٰ مدرسہ نورشاہدرہ، لاہور

۴۔ صاجزادہ مولانا عبدالمرتضیٰ صاحب، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

آپ کی روحانی ومعنوی اولاد کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی ہے تاہم یہاں چند ارشد تلامذہ کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں جو اپنی دینی، علمی، تحقیقی، تصنیفی وتدریسی خدمات کے باعث بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں:

۱۔ ادیب شہیر حضرت مولانا علامہ عبدالحکیم شرف قادری، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۲۔ حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی صاحب، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار، لاہور

۳۔ حضرت علامہ مفتی فضل سبحان قادری، شیخ الحدیث و بانی وسرپرست ام المدارس جامعہ قادریہ، مردان

۴۔ حضرت مولانا مفتی محمد صدیق ہزاری، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار، لاہور

۵۔ حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۶۔ سید غلام مصطفی شاہ بخاری عقیل، مہتمم جامعہ مدینۃ العلم، لاہور وسابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۷۔ حضرت مولانا مفتی محمد منیب الرحمن، چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان

۸۔ حضرت علامہ غلام فرید ہزاروی صاحب، ناظم اعلی امور تعلقات عامہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۹۔ حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب، سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ، لاہور

۱۰۔ حضرت مولانا ظہور احمد جلالی صاحب، مہتمم جامعہ محمدیہ، مانگا منڈی

۱۱۔ حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی، شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

۱۲۔ حضرت علامہ شیخ فرید صاحب، سابق مفتی محکمہ اوقاف آزاد کشمیر

۱۳۔ حضرت مولانا ڈاکٹر پروفیسر ضیاء المصطفیٰ قصوری، سابق لیکچرار جی سی یونیورسٹی، لاہور

۱۴۔ حضرت علامہ مولانا ممتاز احمد سدیدی، پروفیسر منہاج یونیورسٹی، لاہور

۱۵۔ مناظر اسلام مولانا عبدالتواب صدیقی، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۶۔ امیر المجاھدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۷۔ حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۸۔ حضرت علامہ محمد ظہیر بٹ صاحب، شیخ الحدیث جامعہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۹۔ حضرت علامہ طاہر تبسم قادری صاحب، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور و چیئرمین نیشنل علماء کونسل پاکستان

۲۰۔ حضرت علامہ مولانا محبوب احمد چشتی صاحب، شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

۲۱۔ علامہ سید مزمل حسین شاہ
۲۲۔ علامہ مفتی محمد ہدایت اللہ پسروری
۲۳۔ حضرت علامہ سردار احمد حسن سعیدی، سابق ناظم تعلیمات جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی
۲۴۔ حضرت مولانا مفتی محمد تنویر القادری صاحب، مفتی دار الافتا جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۲۵۔ حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مرتضائی صاحب، سجادہ نشین آستانہ عالیہ مرتضائیہ قلعہ شریف و مہتمم جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف
۲۶۔ حضرت صاحبزادہ علامہ مولانا مفتی محمد انوار الرسول مرتضائی صاحب، صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان و ڈائریکٹر اقراء مدینۃ الاطفال الجدیدۃ الاسلامیہ، پاکستان
۲۷۔ صاحبزادہ علامہ عبد المصطفیٰ ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۲۸۔ مولانا محمد جنید صاحب، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ
۲۹۔ حضرت علامہ مفتی محمد اکمل قادری مدنی، کراچی
۳۰۔ حضرت مولانا خلیل احمد قادری، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار، لاہور
۳۱۔ مفتی محمد قاسم عطاری صاحب، شیخ الحدیث والتفسیر و رئیس دار الافتاء اہلسنت
۳۲۔ حضرت علامہ مولانا دل محمد چشتی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۳۳۔ حضرت علامہ مولانا قاری احمد رضا سیالوی صاحب، نائب ناظم تعلیمات جامعہ نظایہ رضویہ، لاہور
۳۴۔ حضرت علامہ مولانا واحد بخش سعیدی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۳۵۔ حضرت علامہ مولانا رمضان سیالوی صاحب، خطیب جامع مسجد داتا دربار، لاہور
۳۶۔ حضرت علامہ مولانا ریاض احمد اویسی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۳۷۔ حضرت علامہ مولانا عمران الحسن فاروقی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۳۸۔ حضرت علامہ مولانا فاروق شریف صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۳۹۔ حضرت علامہ مولانا اکرام اللہ بٹ، چیف لائبریرین جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۴۰۔ مولانا محمد طفیل، بانی شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی

شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری بن مولوی اللہ بن نور بخش ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ/ ۱۳ اگست

۱۹۴۴ء بروز اتوار کو مرزا پور ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔(۳۹) مولانا کے والد گرامی ایک سیدھے سادھے مذہب پسند، پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے آپ کی والدہ ماجدہ بھی صبر و شکر کا پیکر، نیک پارسا عبادت گزار خاتون تھیں یومیہ قرآن مجید کی تلاوت ان کا معمول تھا رمضان المبارک کے دنوں میں کثرت سے تلاوت کا یہ عالم ہوتا کہ ایک مہینے کے اندر کبھی بیس (۲۰) ختم قرآن کر لیتیں۔(۴۰)

تعلیم و تربیت:

شرف صاحب نے پرائمری تعلیم کا آغاز سات سال کی عمر میں ۱۹۵۱ء سے کیا۔تحصیل علم کے لیے ایم۔سی پرائمری سکول انجن شیڈ، لاہور میں داخل ہوئے، ۱۹۵۵ء تک یہاں زیر تعلیم رہے اور پرائمری کا امتحان پاس کیا۔(۴۱)

مولانا اکثر بچپن میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مولانا غلام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور وہ انہیں پیار سے ''علامہ'' اور ''فاضل لاہوری'' کہا کرتے تھے، ان کی زبان ہی کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں واقعی علامہ بنا دیا۔ پرائمری کے بعد شرف صاحب کو ان کے والد ماجد نے ۱۳ برس کی عمر میں جامعہ رضویہ لائلپور میں داخل کرا دیا، جہاں وہ حضرت شیخ الحدیث قبلہ مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہ کی زیر نگرانی پڑھتے رہے اور خود محدث اعظم سے بھی منطق کے ابتدائی رسالہ ''صغریٰ'' کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ جن اساتذہ سے شرف صاحب نے وہاں تعلیم حاصل کی ان میں مولانا حافظ احسان الحق، مولانا سید منصور شاہ، مولانا حاجی محمد حنیف، مولانا حاجی محمد امین اور مولانا محمد عبداللہ جھنگوی رحمۃ اللہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

حضرت شرف صاحب اسی دوران مولانا جھنگوی کے ساتھ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف گئے اور وہاں مولانا صوفی حامد صاحب علیہ الرحمۃ، مہتمم مدرسہ نعمانیہ رضویہ لیّہ (مظفر گڑھ) سے نحو میر پڑھی۔

ابتدائی کتب لائلپور میں پڑھنے کے بعد متوسط کتب کی تعلیم کے لیے شرف صاحب شوال ۱۳۷۶ھ/مئی ۱۹۵۷ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علمی استفادہ کیا۔ (۴۲)

یہاں مولانا شمس الزمان قادری، مولانا غلام مصطفی (سمندری)، مولانا نور محمد قادری (واربرٹن) اور مولانا حافظ محمد ایوب ہزاروی علیہم الرحمۃ سے درس نظامی کی ابتدائی اور متوسط کتب پڑھیں۔ حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب سے ''کافیہ'' اور ''شرح تہذیب'' پڑھی۔ مفتی صاحب بڑی محنت سے پڑھاتے تھے اور سنتے بھی تھے۔ اکثر و بیشتر کتابیں حضرت مولانا شاہ بخاری غلام رسول رضوی سے پڑھیں۔(۴۳)

جامعہ نظامیہ میں اکتوبر ۱۹۶۱ء تک پڑھتے رہے۔ بعد ازاں منتہی کتب پڑھنے کے لیے ۱۹۶۱ء میں علامہ شرف صاحب بندیال میں استاذ الاساتذہ حضرت علامہ حافظ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا نے تقریباً ہر فن

میں حضرت سے استفادہ کیا ہے۔نحو میں عبدالغفور وتکملہ، بلاغت میں مختصر المعانی ومطول، منطق میں ملا جلال، رسالہ قطبیہ، قاضی اور حمد اللہ، فلسفہ میں میبذی، صدرا اور شمس بازغہ، علم ہیئت میں تصریح، ہندسہ میں اقلیدس، فقہ میں ہدایہ مکمل، اصول فقہ میں حسامی، مسلم الثبوت، حدیث میں مشکوٰۃ و ترمذی اور تفسیر میں بیضاوی پڑھی۔ان کے علاوہ بعض کتابوں کا سماع بھی کیا ہے جن میں بدیع المیزان، مرقاۃ، قال اقول، شرح تہذیب، قطبی مع میر، ملاحسن اور رشیدیہ شامل ہیں۔(۴۴)

اسی دوران آپ ۱۹۶۳ء کو دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف میں تین ماہ تک علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب سے استفادہ کرتے رہے۔(۴۵) حضرت ملک المدرسین کی خدمت میں درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۹۶۴ء میں سندفراغت حاصل کی۔علاوہ ازیں آپ نے خطیب پاکستان مولانا غلام الدین علیہ الرحمۃ، امام جامع مسجد صدیقیہ، انجن شیڈ لاہور، سے ''بدائع منظوم'' پڑھی نیز ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ سے سند حدیث کے اجراء کے وقت تبرکاً زانوئے تلمذ طے کیا اور ترمذی شریف سے کچھ احادیث پڑھ کر سنائیں۔(۴۶)

اساتذہ:

شیخ الحدیث علامہ شرف قادری صاحب نے پاکستان کے نامور مدرسین ومتبحرین سے شرف تلمذ پایا:

۱۔محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رضوی ۲۔مولانا حاجی مفتی محمد امین نقشبندی ۳۔مولانا حافظ احسان الحق ۴۔سید منصور حسین شاہ ۵۔مولانا محمد عبداللہ جھنگوی ۶۔مولانا صوفی حامد علی ،مظفر گڑھ ۷۔علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی ۸۔علامہ مولانا غلام رسول رضوی ۹۔مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۱۰۔مولانا نور محمد قادری واربرٹن ۱۱۔مولانا حافظ محمد ایوب ہزاروی ۱۲۔مولانا شمس الزمان قادری ۱۳۔مولانا غلام مصطفی سمندری ۱۴۔ملک المدرسین علامہ حافظ عطا محمد چشتی ۱۵۔خطیب پاکستان مولانا غلام الدین (۴۷)

تدریس:

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''مولانا شرف صاحب نے جنوری ۱۹۶۵ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۶ء میں اُن کے مربی اور مشفق استاذ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم صاحب نے انہیں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں بلا لیا۔پھر ۱۹۶۷ء تک وہیں پڑھاتے رہے دسمبر ۱۹۶۶ء سے جنوری ۱۹۶۷ء تک آپ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف ڈیڑھ ماہ (نصف شعبان اور مکمل رمضان المبارک) تدریس کی۔ ۱۹۶۸ء میں جامعہ رحمانیہ، ہری پور کے ناظم اعلیٰ جناب صاحبزادہ طیب الرحمن صاحب بصد اصرار مولانا کو مفتی صاحب سے اجازت لے کر ہری پور لے گئے۔

شرف صاحب چار سال تک ہری پور پڑھاتے رہے وہاں پر مولانا صدر مدرس تھے علاوہ ازیں افتاء کا کام بھی مولانا

کے سپرد تھا...... چار سال بعد دسمبر ۱۹۷۱ء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال کے منتظمین کی ضرورت اور ان کے شدید اصرار پر چکوال چلے گئے اور وہاں تدریس اور تبلیغ کا کام شروع کر دیا......مولانا نے اگرچہ چکول میں تھوڑا عرصہ قیام کیا اور دو ہی سال بعد وہاں سے لاہور آ گئے لیکن اس عرصہ میں وہاں کے لوگوں میں سنیت اور رضویت کی روح پھونک دی...... تبلیغ واشاعت کو وسعت دینے کے ارادے سے مولانا ۱۹۷۳ء میں لاہور (جامعہ نظامیہ رضویہ) آ گئے۔''(۴۸)

سال ۲۰۰۲ء تک آپ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس فرماتے رہے۔ وصال سے چند سال پہلے جب آپ اندرون شہر سے لالہ زار کالونی ٹھوکر نیاز بیگ میں منتقل ہوئے تو کچھ عرصہ ستمبر ۲۰۰۴ء تک جامعہ اسلامیہ میں علمی فیضان جاری رکھا لیکن اس کے بعد علالت کی وجہ سے تدریسی سلسلہ منقطع ہوگیا۔(۴۹)

تلامذہ:

آپ کے چند تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث حافظ محمد عبد الستار سعیدی ۲۔ مفتی محمد صدیق ہزاروی ۳۔ مولانا حافظ عطا محمد، مہتمم مدرسہ خوشاب ۴۔ مولانا حافظ خان محمد قادری ۵۔ امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی ۶۔ قاری عبد الرسول، کوٹ اڈو ۷۔ مولانا عبد الرشید صاحب ۸۔ مولانا غلام نصیر الدین چشتی ۹۔ مولانا غلام نبی صاحب، صدر مدرس مدرسہ حنفیہ سراج العلوم گوجرانوالہ ۱۰۔ مولانا احمد دین صاحب، صدر مدرس تو گیرہ شریف ۱۱۔ مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۱۲۔ علامہ محمد ظہیر بٹ (۵۰)

بیعت:

۱۷ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ/ ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء بروز بدھ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔(۵۱)

شرف ملت کو ۵ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء کو حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خان بریلوی سے اجازت وخلافت ملی۔(۵۲)

اداروں کا قیام:

علامہ شرف نے ۱۹۶۰ء کو مکتبہ رضویہ، انجن شیڈ لاہور کا قیام کیا۔ ۱۹۶۸ء کو جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پوری میں مکتبہ قادریہ کا قیام عمل میں لائے اور پھر مکتبہ قادریہ، لاہور کا قیام ۱۹۷۴ء کے اوائل میں ہوا۔ ادیبِ شہیر شرف ملت تحریر فرماتے ہیں:

''۱۹۷۴ء میں راقم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریسی خدمات پر مامور ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ و تنظیم المدارس، مولانا محمد منشا تابش قصوری، مولانا محمد جعفر قادری اور راقم نے مل کر مکتبہ قادریہ کا آغاز کیا۔ ہم چاروں افراد ماہانہ پچاس (۵۰) روپے جمع کرتے اور جب کچھ رقم جمع ہو جاتی تو کوئی رسالہ یا کتاب شائع

کر دیتے۔ یہ اشتراک اور تعاون سالہا سال جاری رہا اور متعدد اہمیت کی حامل کتابیں مثلاً باغی ہندوستان، یاد اعلیٰ حضرت، اغثنی یارسول اللہ، تذکرہ اکابر اہل سنت، تعارف علماء اہل سنت، مرآۃ التصانیف، نغمۂ توحید اور تاریخ تناولیاں وغیرہ شائع ہوئیں۔ اس دور میں مولانا محمد منشا تابش قصوری ہفتے میں ایک دو مرتبہ مرید کے سے لاہور آتے اور بعض اوقات رات بھی مکتبہ قادریہ میں قیام کرتے کسی کتاب کی تصحیح کی جاتی کسی کی کاپیاں جوڑی جاتیں آئندہ شائع کی جانے والی کتابوں کے بارے میں صلاح مشورہ ہوتا، سرگرمی اور فعالیت کے اعتبار سے وہ دور مکتبہ قادریہ کا زرّیں دور تھا کاش کہ وہ دوبارہ لوٹ آئے۔ اور ۱۹۹۷ء کو الممتاز پبلی کیشنز، لاہور کا قیام کیا۔ (۵۳)

تنظیمات کا قیام:

حضرت علامہ شرف صاحب نے ۱۹٦۹ء کو ہری پور ہزارہ میں ''جمعیت علماءِ سرحد، پاکستان'' قائم فرمائی اور پھر ۱۹۷۲ء کو چکوال میں ''جماعت اہل سنت'' کا قیام کیا۔ (۵۴)

اداروں سے وابستگی:

شرف ملت کا ۱۱ شعبان ۱۴۰۰ھ کو سنی رائٹر گلڈ کے صدر کی حیثیت سے دو سال کے لیے چناؤ ہوا۔ دسمبر ۱۹۸٦ء کو رضا اکیڈمی، لاہور کے سرپرست مقرر ہوئے۔ ۱۹۹۷ء کو مرکز تحقیقات اسلامیہ، لاہور کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۹۹ء کو جماعت اہل سنت پاکستان میں بحیثیت ناظم شعبۂ تعلیم و تربیت تقرر ہوا۔ (۵۵)

زیارت حرمین شریفین:

علامہ شرف صاحب کو ۱۹۸۱ء میں پہلی بار حج و زیاراتِ مقدسہ کی سعادت ملی جبکہ ۱۹۹۴ء کو دوسری بار والد ماجد کی طرف سے حج بدل کیا، اس سال حج اکبر کی سعادت نصیب ہوئی اور آپ نے ستمبر ۲۰۰٦ء کو عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ (۵٦)

بیرون ملک دورے:

علامہ عبد الحکیم شرف قادری نے ۲۴ تا ۲۸ اپریل ۱۹۹۲ء کو جلال آباد، افغانستان کا دورہ کیا پھر ۲۵ تا ۳۰ اگست ۱۹۹۲ء کو عرس مبارک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، سرہند شریف میں شرکت کی۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ہندوستان کا دوسرا سفر کیا اور ممبئی، دہلی، بریلی شریف، مبارکپور اور اجمیر شریف حاضری دی۔ (۵۷)

آپ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ/ ٦ ستمبر ۱۹۹۹ء کو سترہ روز کے لیے جامعہ الازہر، مصر گئے۔ (۵۸) بعد ازاں ۲٦ اگست ۲۰۰۱ء کو امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس بریڈفورڈ میں شرکت کی اور مقالہ بھی پڑھا۔ اس کے بعد پونے چار ماہ پیر سید معروف حسین قادری کے پاس بریڈفورڈ میں قیام کیا۔ شرف ملت نے ہندوستان کا تیسرا سفر ۲۰۰۲ء کو کیا وہاں مارہرہ شریف، دہلی، بریلی، بنارس، مبارکپور اور کچھوچھہ شریف حاضری دی۔ پھر ۱۵ فروری ۲۰۰۴ء کو دوسری بار دورۂ مصر کیا، متعدد محدثین سے

سندِ اجازت کا حصول ہوا اور آپ نے خود ایک سو کے قریب مختلف ممالک کے فضلا کو سند حدیث دی یہ دورہ تقریباً ۱۴ روزہ تھا(۵۹)

گولڈ میڈلز اور ایوارڈز:

حضرت شرف ملت کو ۱۹۹۱ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے لاہور کانفرنس میں "امام احمد رضا گولڈ میڈل" پیش کیا۔ یکم مئی ۲۰۰۵ء کو برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی کی طرف سے مسلک اہل سنت کی علمی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل اور خصوصی ایوارڈ دیا گیا۔ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کو صفہ فاؤنڈیشن، لاہور کی جانب سے علمی وتدریسی خدمات کے اعتراف میں "سیدنا ابو ہریرہ ایوارڈ" اور ایک لاکھ روپے کا چیک جبکہ ۱۶ اگست ۲۰۰٦ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کی طرف سے "مفتیٔ اعظم گولڈ میڈل" سے نوازا گیا۔(٦۰)

ازدواجی زندگی اور اولاد:

علامہ شرف صاحب کی شادی ۱۳۸۳ھ/ مارچ ۱۹٦۳ء میں ہوئی۔ آپ کی اولاد میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔

۱۔مولانا ممتاز احمد سدیدی ۲۔مولانا مشتاق احمد قادری ۳۔حافظ نثار احمد قادری (٦۱)

وفات:

شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کا وصال ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ/ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ کو ہوا۔(٦۲)

تصانیف:

جس چیز نے آپ کو تصنیف وتالیف کی طرف تحریک دی وہ ضیاء القاسمی کی تقریر ہے یہ مکمل واقعہ مجلہ النظامیہ (شرف ملت نمبر) نومبر ۲۰۰۷ء میں حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ کی زبانی مذکور ہے۔ خود شرف صاحب نے بھی اس واقعہ کو ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے:

"اہل سنت و جماعت کے مخالف ایک واعظ (ضیاء القاسمی) کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا، جس کی آواز جامعہ امدادیہ (مظہریہ بندیال) میں صاف سنائی دے رہی تھی۔

اس نے اہل سنت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"علماء دیوبند نے تعلیمی، تبلیغی اور تصنیفی میدان میں فلاں فلاں خدمات انجام دی ہیں یہاں تک کہ تمہارے مدارس میں وہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن پر ہمارے علماء نے حواشی لکھے ہیں تمہارے علماء نے علماء دیوبند کی مخالفت کے علاوہ کیا کیا ہے؟"

سچی بات یہ ہے کہ اُس کے اِن کلمات نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا اس لیے نہیں کہ علماء اہل سنت نے کوئی کام نہیں کیا

علمائے اہل سنت کے کارنامے تو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں......اس صورتِ حال کے پیش نظر میرے اندر یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اللہ نے چاہا تو خود بھی لکھوں گا اور علماءِ اہل سنت کی قیمتی اور نایاب تصانیف بھی منظر عام پر لانے کی کوشش کروں گا۔" (۶۳)

محترم مولانا عبد الستار طاہر صاحب نے اپنی تصنیف "محسن اہل سنت" میں آپ کی کتب کی تفصیلات رقم کیں ہیں جن کے مطابق آپ کی عربی کتب و مقالات کی تعداد ۱۳، عربی کتب پر حواشی کی تعداد ۷، عربی کتب پر مقدمات کی تعداد ۲۲، اردو سے عربی تراجم کی تعداد ۳، عربی سے اردو تراجم کی تعداد ۱۹، عربی مقالات کے تراجمِ اردو کی تعداد ۲۲، فارسی کتب پر مقدمات کی تعداد ۵، فارسی کتب کے اردو تراجم کی تعداد ۷ اور فارسی کتب پر اردو حواشی کی تعداد ۵ ہے جبکہ آپ کی اردو زبان میں مطبوعہ کتب اور مقالات کی تعداد ۴۷، رسائل میں مطبوعہ اردو مقالات و مضامین کی تعداد ۹۰، مقدمات، تقریظات و پیش لفظ کی تعداد ۱۵۹ جبکہ مختلف تقاریب میں پڑھے گئے مقالات کی تعداد ۱۸ ہے۔ (۶۴)

یہاں صرف آپ کی اردو کتب اور مقالات کی تفصیل درج کی جاتی ہے:

۱۔ یادِ اعلیٰ حضرت ۲۔ احسن الکلام فی مسئلۃ القیام۔ ۳۔ مسائل اہل سنت ۴۔ غایۃ الاحتیاط فی جواز مسئلۃ الاسقاط ۵۔ سوانح سراج الفقہا ۶۔ تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان ۷۔ سنی کانفرنس ملتان کا پس منظر۔ ۸۔ دو اہم فتوے ۹۔ سنی کانفرنس ملتان کی روئیداد ۱۰۔ قطب مدینہ ۱۱۔ حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ۱۲۔ تعریفات نحو ۱۳۔ ندائے یا رسول اللہ ۱۴۔ امام احمد رضا اپنوں اور غیروں کی نظر میں ۱۵۔ شیشے کے گھر ۱۶۔ اندھیرے سے اجالے تک۔ ۱۷۔ امام احمد رضا اور ردِّ شیعہ ۱۹۔ نعرۂ رسالت ۲۰۔ ترجمان قرآن امام احمد رضا بریلوی ۲۱۔ امام ابوحنیفہ اور علم حدیث ۲۳۔ مطالب قرآن (فہرست مضامین) ۲۴۔ خزائن العرفان علی کنز الایمان ۲۵۔ غایۃ التحقیق فی فضائل سیدنا صدیق ۲۶۔ قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ ۲۸۔ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ۲۹۔ مقالات سیرتِ طیبہ ۳۰۔ امام احمد رضا پر ایک الزام کی حقیقت ۳۱۔ تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا ۳۲۔ پیکرِ نور ۳۳۔ فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات ۳۴۔ اصول ترجمہ قرآن کریم ۳۵۔ شہر یار علم ۳۶۔ کراماتِ اولیاءِ کرام اور ان کے وصال کے بعد استمداد۔ ۳۶۔ روح اعظم کی کائنات میں جلوہ گری ۳۷۔ کل پاکستان سنی کانفرنس، لاہور ۳۸۔ نور نور چہرے ۳۹۔ دو قومی نظریہ (حضرت مجدد الف ثانی اور علامہ اقبال کی نظر میں) ۴۰۔ مسلک شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ ۴۱۔ معارف امام ابوحنیفہ ۴۲۔ لمعاتِ امام ربانی ۴۳۔ آئینہ شرف (مقدمات کا بسیط مجموعہ) ۴۴۔ مقالات رضویہ ۴۵۔ مقدمات رضویہ ۴۶۔ عظمتوں کے پاسباں ۴۷۔ عقائد و نظریات ۴۸۔ ترجمہ قرآن کریم (۶۵)

مفتی محمد عبد الطیف نقشبندی:

مفتی محمد عبد الطیف نقشبندی بن محمد شریف رام پور ضلع انبالہ میں ۱۵ جون ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا نے جنگ

دوم لڑکی تھی اور ریٹائر فوجی تھے۔تقسیم ہند کے بعد مفتی صاحب کے والد صوئے آصل ضلع قصور آ کر آباد ہو گئے۔مفتی صاحب کے سسر حافظ عبدالمجید انڈیا سے مسلم اخبار نکالتے تھے۔

تعلیم وتربیت:

مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی نے مڈل تک تعلیم رام پور میں حاصل کی۔پھر رام پور کے ایک مدرسہ،جس کے ناظم مولانا عنایت اللہ نقشبندی تھے،میں داخلہ لیا۔ابتدائی کتب سے لیکر منتہی کتب تک اور دورۂ حدیث شریف بھی اسی مدرسہ میں کیا۔

درس وتدریس اور فتویٰ نویسی:

مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی نے اپنے مادر علمی میں ہی تدریس کا آغاز فرمایا۔آزادیٔ پاکستان کے بعد جب مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمۃ نے چوک دالگراں جامعہ نعیمیہ لاہور کی بنیاد رکھی تو آپ نے وہاں تدریس شروع کردی لیکن جلد ہی مفتی صاحب جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان چلے گئے۔کافی عرصہ وہاں تدریس کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی بھی فرماتے رہے۔

مفتی صاحب کے رامپور کے شاگرد مولانا ایوب الرحمن نے خانیوال میں ایک مدرسہ "جامعہ عنائیتیہ" کی بنیاد رکھی تو وہ مفتی صاحب کو اپنے مدرسہ میں لے آئے۔تقریباً پندرہ سال صدر مدرس کی حیثیت سے یہاں تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی بھی کرتے رہے۔ ۱۹۸۳ء کو مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور آگئے اور تادم وصال یہیں تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے۔یہاں بھی آپ فتویٰ نویسی کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

تلامذہ:

مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی کے چند ممتاز تلامذہ یہ ہیں:

۱۔علامہ مولانا ایوب الرحمن ۲۔مفتی شیخ فرید ۳۔علامہ خادم حسین رضوی ۴۔مولانا محمد یسین شطاری ۵۔علامہ پروفیسر میاں محمد سلیم اللہ اویسی ۶۔حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی ۷۔علامہ محمد عبدالقیوم ۸۔ڈاکٹر محمد فضل حنان سعیدی ۹۔علامہ اکرام اللہ بٹ ۱۰۔علامہ انوار الرسول مرتضائی

امامت وخطابت:

مفتی صاحب خانیوال میں جامعہ عنائیتیہ کے قریب مسجد میں امامت وخطابت فرماتے رہے۔لاہور آنے کے بعد جامع مسجد حنفیہ غوثیہ،کریم پارک میں خطیب مقرر ہوئے اور تادم وصال اسی مسجد میں رہے۔

تحریک ختم نبوت میں کردار:

مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔آپ مولانا عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمۃ کے ساتھ گرفتار ہوئے اور تقریباً ایک سال تک اسیر رہے۔

بیعت:

زمانہ طالب علمی میں ہی مفتی عبد الطیف نقشبندی نے مولانا عنایت اللہ نقشبندی کے دست اقدس پر بیعت کی۔ مولانا حامد علی خان، جن کا مزار ملتان شریف کے قلعہ قاسم باغ میں ہے، مفتی صاحب کے پیر بھائی ہیں۔

وصال:

مفتی محمد عبد الطیف نقشبندی جمادی الاخری ۱۹۹۴ء کو وصال فرماگئے۔ علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی نے نماز جنازہ پڑھائی اور میانی صاحب قبرستان (لاہور) میں سپرد خاک ہوئے۔

اولاد و احفاد:

مفتی محمد عبد الطیف نقشبندی کو اللہ تعالی نے ۳ بیٹیوں اور ۶ بیٹوں سے نوازا۔ جن کے نام بالترتیب محمد عبد العلیم، محمد سلیم، محمد نعیم، محمد کلیم، ،علامہ محمد عبد القیوم (فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، سن فراغت ۱۹۸۸ء) اور محمد قاسم ہیں۔

تصانیف:

مفتی محمد عبد الطیف نقشبندی کی تحریر کردہ کچھ کتب کے نام درج ذیل ہیں

۱۔ پارہ عمّ کی تفسیر ۲۔ ربٰو (رسالہ) ۳۔ پردہ کے مسائل ۴۔ سودی بینکاری (۶۶)

مظہر المعقول والمنقول علامہ محمد رشید نقشبندی:

علامہ محمد رشید نقشبندی بن خواجہ احمد علی بن حبیب اللہ بن خدا بخش ۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ڈبسی تحصیل فتح پور تھکیالہ (نکیال) ضلع کوٹلی آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ حد متارکہ پر واقع ہے آپ کا آدھا گھر آزاد کشمیر اور آدھا گھر مقبوضہ کشمیر میں ہے باؤنڈری لائن آپ کے گھر کے درمیان سے گزرتی ہے۔ ابھی ۳ سال کے تھے کہ والد داغ مفارقت دے گئے۔ اللہ نے ان کو چار بیٹوں اور تین بیٹوں سے نوازا تھا، جن میں سے محمد رشید نقشبندی سب سے زیادہ باصلاحیت تھے۔

تعلیم و تربیت:

اس صالح نوجوان نے ناظرۂ قرآن مجید اپنی والدہ ماجدہ، بڑے بھائی اور گاؤں کے امام صوفی محمد حسین صاحب سے پڑھا۔ اور پرائمری تک تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول ڈبسی سے ماسٹر لعل محمد اور ماسٹر خوشی محمد سے حاصل کی۔ ۱۹۵۵ء میں سکول داخل ہوئے اور ۱۹۵۹ء تک زیر تعلیم رہے۔ بعد ازیں جہلم اپنے پیر خانے کی درسگاہ مدرسہ مشین محلہ نمبر ۲ میں تشریف لے گئے اور چند ماہ وہاں رہ کر مولانا قاضی سلطان محمود اور قاضی محمود ہزاروی سے ابتدائی کتب فارسیہ پڑھیں۔ دوسرے سال عالم اسلام کی مرکزی دینی درسگاہ دار العلوم حزب الاحناف، لاہور میں داخلہ لیا۔ شرح جامی اور ابتدائی کتب حضرت علامہ عبد الغفور صاحب رحمہ اللہ اور سید احمد شاہ صاحب سے پڑھیں۔ ھدایہ، شرح وقایہ اور قطبی علامہ محمود احمد رضوی شارح بخاری سے پڑھیں۔

پھر علامہ رشید نقشبندی نے امام المدرسین الاستاذ المطلق علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی کا شہرہ سن کر ۱۰ شوال ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء کو عالم اسلام کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ بندیال میں داخلہ لیا اور امام المناطقہ سند المحققین حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی بندیالوی اور تاج العلما حضرت علامہ عبدالحق بندیالوی کی خدمت میں حاضر رہ کر ۱۹۷۲ء تک تمام علوم وفنون کی تکمیل کی جبکہ درمیان میں ایک سال بیمار بھی رہے۔ بیمار رہنے کی وجہ سے پڑھائی کا سلسلہ معطل رہا۔ ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ میں (بعد از سقوط ڈھاکہ) دارالعلوم امجدیہ کراچی جانے کا بھی اتفاق ہوا لیکن صرف ایک سال ہی وہاں رہے اور حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری سے درس حدیث لیا اور دورۂ حدیث مکمل کیا۔ بخاری شریف آپ نے سبقاً علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب سے پڑھ لی تھی۔

درجہ حدیث کا امتحان جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد اور جامعہ نعمانیہ، لاہور میں دیا اور علی الترتیب حضرت علامہ شیخ الحدیث غلام رسول رضوی صاحب اور حضرت علامہ شیخ الحدیث مہر دین جماعتی سے سند فراغت حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۳ برس تھی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ میں تدریس اور قیام کے دوران ۱۹۷۹ء میں عربی فاضل اور ۱۹۸۰ء میں میٹرک کیا نیز ۱۷ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ/ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۰ء کو تنظیم المدارس کے زیر اہتمام مدارس کے لیے کیے جانے والے انٹرویو میں شریک ہوئے اور درجہ اول میں کامیابی حاصل کر کے سند حاصل کی۔ انٹرویو لینے والے حضرت شیخ الحدیث عبدالحی چشتی اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحب تھے۔

اساتذہ:

علامہ محمد رشید نقشبندی کے قابل صد افتخار اساتذہ جن سے کسب فیض کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ مفتیٔ اعظم پاکستان ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب ۲۔ شارح بخاری علامہ سید محمود رضوی ۳۔ علامہ عطا محمد چشتی ۴۔ علامہ محمد عبدالحق بندیالوی ۵۔ شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی ۶۔ شیخ الحدیث علامہ مہر الدین جماعتی ۷۔ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری ۸۔ علامہ سعید احمد نقشبندی ۹۔ علامہ پیر سید جلال الدین شاہ صاحب ۱۰۔ علامہ عبدالغفور ۱۱۔ علامہ غلام نبی، گکھڑ منڈی لاہور ۱۲۔ مولانا قاضی سلطان محمود ۱۳۔ قاضی محمود ہزاروی

تدریس:

۲۹ شوال ۱۳۹۲ھ/ ۴ دسمبر ۱۹۷۲ء بروز بدھ جامعہ نعمانیہ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور میں تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور شعبان ۱۳۹۴ھ تک جامعہ نعمانیہ میں رہے۔ پھر حیدر آباد جانے کا ارادہ تھا کہ بذریعہ علامہ مفتی گل احمد عتیقی مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ میں تقرری فرمادی۔

یکم شوال ۱۳۹۴ھ/ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو حضرت علامہ محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ جامعہ نظامیہ لاہور تشریف لائے اور ۱۹۸۷ء

تک تدریس فرماتے رہے۔ اگست ۱۹۸۸ء میں آزاد کشمیر گورنمنٹ کے تحت اڑھائی سال تحصیل قاضی رہے۔ منصب قضاء سے معزول ہونے کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور دو اڑھائی سال ادارہ تعلیمات مجددیہ، شادمان کالونی لاہور میں پڑھاتے رہے۔

بالآخر مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر دوبارہ ۱۹۹۳ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مسند تدریس پر فائز ہوئے اور اس احسن انداز سے تدریس فرمائی کہ آپ کو میدانِ تدریس کا شہسوار کہا جانے لگا۔ آپ کا مشہور مقولہ ہے کہ: ''تدریس کتاب کے ترجمے کا نام نہیں، مصنف کی ترجمانی کا نام ہے''۔ قبل از وصال شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہو کر مسلم شریف بھی پڑھاتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے جامع مسجد داتا گنج بخش علی ہجویری، جامعہ نعمانیہ لاہور اور جامعہ اویسیہ گوہریہ، سیالکوٹ میں دورۂ تفسیر القرآن بھی پڑھایا۔

مسندِ تدریس کا شہسوار:

فاضل ذی شان تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور ہر علم میں اپنے رفقا اور اقران سے برتر و فائق تھے۔ جو فن بھی پڑھاتے ایسا لگتا تھا کہ آپ اس فن کے موجد و امام ہیں۔ آپ منطق اور فلسفہ کی گتھیاں سلجھاتے، متکلمین کی موشگافیاں بھی بیان کرتے، فقہی جزئیات پر عالمانہ نگاہ رکھتے اور احادیث کی تفسیر و توضیح اور تطبیق و ترجیح میں محققانہ اور فاضلانہ انداز اپناتے۔ علم تفسیر پڑھاتے ہوئے قرآن کو دستورِ حیات کے طور پر پڑھاتے۔ علوم وفنون کی جو کتاب بھی پڑھاتے تو ایسے معلوم ہوتا کہ شاید آپ ہی اس کتاب کے مصنف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملک التدریس حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی جن مخصوص تلامذہ کو اہمیت دیتے تھے ان میں علامہ مقصود سابق خطیب جامع مسجد داتا دربار کے علاوہ آپ بھی سرفہرست ہیں۔ جب ملک التدریس سے اپنے قابل فخر تلامذہ کے بارے ایک انٹرویو میں پوچھا گیا تو آپ نے قابل فخر تلامذہ میں فاضل موصوف کا تذکرہ ''پانچویں نمبر'' پر فرمایا۔

منطق وفلسفہ پر آپ کو بڑا عبور حاصل تھا اس لیے اگر آپ کو اپنے دور کا علوم خیر آباد کا وارث کہا جائے تو مبالغہ نہیں۔ آپ اپنے مشفق اور مربی محسن استاذ ملک التدریس کا مظہر اور عکس جمیل تھے اور استاذ محترم کی طرح معقول کو محسوس کر کے سمجھانا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

تلامذہ:

آپ کے چند معروف تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۲۔ امیر المجاھدین مولانا خادم حسین رضوی ۳۔ علامہ حافظ محمد خان قادری ۴۔ شیخ الحدیث علامہ ظہور احمد جلالی ۵۔ شیخ الحدیث علامہ غلام نصیر الدین چشتی ۶۔ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ۷۔ ڈاکٹر فضل حنان

سعیدی ۸۔علامہ محمد ظہیر بٹ ۹۔علامہ محمد طاہر تبسم قادری ۱۰۔مفتی محمد انوار الرسول مرتضائی ۱۱۔مفتی محمد خلیل احمد مرتضائی ۱۲۔علامہ عبد المصطفیٰ ہزاروی ۱۳۔مفتی اکمل عطاری مدنی ۱۴۔علامہ مفتی لیاقت ازہری ۱۵۔صاجزادہ زاہد سلطانی، سجادہ نشین گلہار شریف

منصب قضاء:

اگست ۱۹۸۸ءکو اسوقت کی آزاد کشمیر حکومت کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات اور صدر محمد عبد القیوم کی خواہش پر آپکی تحصیل قاضی کے طور پر اڈھاک تقرری عمل میں آئی۔ ۱۰اگست ۱۹۸۸ءکو آپ نے اپنے آبائی ضلع کوٹلی کی بار سے خطاب کیا اور اپنے فرائض انجام دینے شروع کیے، دسمبر ۱۹۹۰ءتک آپ اس منصب پر فائز رہے، اس طرح اڑھائی سال آپنے قاضی کے طور پر فرائض سرانجام دیئے۔ انصاف کی کرسی پر متمکن ہونے کے بعد آپ نے کئی تاریخ ساز فیصلے صادر فرمائے اور اس سلسلے میں کسی قسم کا دباؤ یا خوف ولالچ آپکے پائیہ استقلال میں لغزش پیدا نہ کرسکا۔ آپ سے سینیئر اور جونیئر ججوں اور وکلاء نے برملا اعتراف کیا کہ ''مولوی اور اتنا بڑا قانون دان'' یہ ہماری زندگی کا پہلا تجربہ ہے۔

میدان سیاست کے شہسوار:

جیسے میدان تدریس کے شہسوار تھے اسی طرح میدان سیاست کے بھی شہسوار تھے اور جیسے منطقی اور فلسفی گتھیاں سلجھاتے اسی طرح سیاسی گتھیاں بھی سلجھاتے۔ اسی لئے آپ عرصہ دراز تک جمعیت علماء جموں وکشمیر کے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ رہے اور ناظم اعلیٰ کی ذمہ داریاں بھی آپ کو ہی نبھانی پڑ تیں۔ بوقت وصال آپ جمعیت کے سینئر نائب صدر تھے اور جمعیت علمائے پاکستان صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کے رکن تھے نیز کشمیر سوشل ویلفیئر ایسوسی ایشن کے عہدیدار تھے۔

نیز آزاد کشمیر کی جس سنی تنظیم کو نئے دستور کی ضرورت پڑتی یا نیا دستور ومنشور بنانے کا مسئلہ ہوتا تو سب سے پہلے نظر انتخاب فاضل موصوف پر پڑتی اور آپ اس کی دستور کمیٹی کے چیئرمین ہوتے۔ آپ آل جموں وکشمیر سنی جہاد کونسل کے رکن، مرکزی رہنما اور دستور کمیٹی کے رکن رہے۔ ان کے بارے میں مجاہد تحریک آزادی کشمیر حضرت صاجزادہ محمد عتیق الرحمن، زیب آستانہ عالیہ ڈھانگری وصدر جمعیت علمائے جموں کشمیر اکثر فرمایا کرتے کہ ''مولانا ہمارے وزیر قانون ہیں۔''

امامت وخطابت:

فخر الفضلاء علامہ محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ نے محکمہ اوقاف کے سایہ میں مندرجہ ذیل مساجد میں خطابت کے فرائض سر انجام دیئے:

۱۔مسجد مزار شریف، لنڈا بازار لاہور ۲۔جامع مسجد حضرت ایاز، رنگ محل لاہور ۳۔دربار شاہ محمد غوث، لاہور ۴۔مسجد غلہ منڈی، شیخوپورہ۔ ۵۔جامعہ مسجد سعدیہ، مریدکے ۶۔جامع مسجد بلال، مصری شاہ لاہور (جہاں تادمِ آخر خطابت وامامت فرماتے

رہے)

کچھ عرصہ علامہ مقصود صاحب کی جگہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کی مسجد میں بھی خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

بیعت:

شیخ الحدیث علامہ محمد رشید نقشبندی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم روحانی شخصیت قاضی محمد صادق المعروف خواجہ عالم گلہار شریف کوٹلی والے کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے تھے۔آپ جب لاہور سے گھر اور گھر سے اپنے مرشد کے در پر حاضر ہوتے اور اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے اپنے مرشدِ کامل کی خدمت میں عریضہ لکھتے تو اسمیں پوری وضاحت سے لکھتے کہ ''حضور! لاہور سے میرا سفر گھر کی نیت تھا اور گھر سے یہاں تک قصداً آپ کے لیے ہے''۔مرشدِ کامل اپنے مرید کی اس حق گوئی اور سچائی پر بہت خوش ہوتے اور اکثر طور پر کوٹلی سے لاہور اپنے مرید صادق کے لئے تحائف بھی بھیجا کرتے تھے۔

ادب و احترام کا اعلیٰ نمونہ:

استاذ العلماء علامہ محمد طاہر تبسم قادری نے اپنے آئیڈیل استاذ گرامی شیخ الحدیث علامہ محمد رشید نقشبندی کا ایک واقعہ، جو طالبانِ علم و ادب کے لیے مشعل راہ ہے، تحریر فرمایا:

''ایک دفعہ تقریباً تیس طلباء کا وفد آپکی قیادت میں استاذ الکل علامہ بندیالوی کی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور تیمارداری کیلئے جامعہ نظامیہ سے کوٹ ڈھمن (علامہ بندیالوی کا آبائی گاؤں) پہنچا تو وہاں پہنچ کر اپنے استاذ گرامی کے ساتھ آپکی عقیدت و احترام کا جو اعلیٰ نمونہ ہم نے مشاہدہ کیا وہ ناقابل فراموش ہے، یہ یاد رہے کہ جتنے طلباء آپکے ساتھ تھے سب آپکے شاگرد تھے اور آپ جامعہ نظامیہ میں شیخ الحدیث تھے مسلم شریف پڑھایا کرتے تھے مگر علامہ بندیالوی کے آپ شاگرد تھے، جب ہم علامہ بندیالوی صاحب کے کاشانہ اقدس پر پہنچے اور آپ باہر تشریف لائے تو علامہ محمد رشید مرحوم نے سب سے پہلے اپنے استاذ گرامی کی دست بوسی کی پھر طلباء نے باری باری آپ سے مصافحہ کیا۔

مسجد سے متصل مہمان خانہ میں جب آپ (علامہ بندیالوی) تشریف لے جانے لگے آپ نے جوتے اتارے، ایک طالبِ علم انہیں پکڑنے لگا تو علامہ مرحوم نے اسے یہ کہتے ہوئے پیچھے کر دیا کہ ''یہ میرا حق ہے تمہیں میرا حق چھیننے کا اختیار کس نے دیا ہے'' اور پھر جوتے اٹھائے، جھاڑے اور اندر لے گئے۔کچھ دیر طلبا بڑے استاذ صاحب کے ارشادات سے مستفیض ہوتے رہے، اس دوران بخاری شریف کی آخری حدیث شریف کا آپ نے درس بھی دیا۔جب ملاقات کے اختتام پر بڑے استاذ علامہ بندیالوی صاحب اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو ہماری آنکھوں نے جو منظر دیکھا اسے زندگی بھر فراموش نہیں کیا جا سکتا اور وہ منظر یہ تھا کہ علامہ محمد رشید مرحوم نے اپنے سر پر پہنی ہوئی سفید ٹوپی اتاری اور اس سے اپنے استاذ گرامی کے جوتوں پر پڑی ہوئی گرد کو صاف کیا اور بغیر جھاڑنے کے دوبارہ سر پر پہن لیا۔اسطرح اپنے شاگردوں کے سامنے ادب و احترام کا وہ

اعلیٰ عملی نمونہ پیش فرمایا جسے وہ رہتی دنیا تک یاد رکھیں گے۔ وہاں موجود تمام طلباء اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں''۔

فریضۂ حج:

۲۳ اپریل ۱۹۹۳ء کو فریضۂ حج کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور تقریباً ۶۰ دن تک وہاں قیام فرمایا۔

وصال:

۱۵ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو پہلی مرتبہ بیمار ہوئے لیکن درس و تدریس سے لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ اگر تھوڑا سا بھی افاقہ ہوتا تو فوراً جامعہ پہنچ جاتے اور سبق پڑھانا شروع کر دیتے۔ پھر آخری دفعہ ۲۵ جولائی کو بیمار ہوئے اور اس بیماری میں شدید علالت کے بعد یکم ستمبر ۱۹۹۷ء بروز پیر صبح تقریباً پونے چھ بجے کے قریب اس دارِ فانی سے رخصت فرما گئے۔

اولاد:

۹ نومبر ۱۹۸۷ء کو آپ کی شادی ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ آپ کے تین صاحبزادے ہیں، جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ محمد سعید ۲۔ محمد ایاز۔ ۳۔ محمد ارشد (جامعہ ہجویریہ میں درس نظامی کی تحصیل میں مشغول ہے)

تصانیف:

فاضل موصوف کی مندرجہ ذیل تصانیف یادگار ہیں:

۱۔ اسلام میں ووٹ کی حقیقت اور ووٹرز کی شرعی ذمہ داری ۲۔ التوسل (ترجمہ) ۳۔ اثبات المولد والقیام (ترجمہ) ۴۔ امام شرعی کون؟ (مقالہ) ۵۔ مضامین قرآن اور منصب امامت ۶۔ مقدمہ علیٰ کشف المجوب ۷۔ اعلیٰ حضرت کے پیغامات علماء ومشائخ کے نام ۸۔ خلاصۂ تلخیص المفتاح

اس کے علاوہ آپ نے جواہر البحار کے اردو ترجمہ پر تعارف لکھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کے رسالہ ''مشعل ہدایت'' پر دیباچہ رقم فرمایا۔ احکام طہارت (مفتی علیم الدین نقشبندی) پر بسیط مقدمہ تحریر فرمایا۔ ''الکلمۃ الملہمہ'' (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ) پر مقدمہ لکھا۔ نشری تقریریں (مفتی گل احمد عتیقی) اور تاسیس النظر پر تعارف لکھا۔ مزید برآں رضائے مصطفی گوجرانوالہ، امروز لاہور اور جنگ لاہور میں مختلف مضامین شائع ہوئے۔ (۶۷)

شیخ الحدیث مفتی گل احمد عتیقی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی گل احمد خان عتیقی بن علی حیدر خان ۱۹۴۹ء کو آزاد کشمیر مظفر آباد تحصیل ہٹیاں کے گاؤں سر بن میں پیدا ہوئے۔ چھوٹے چچا راجہ محمد ایوب خان نے پہلے آپ کا نام بدر الزمان خان رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں اس نام کا ایک اور شخص بھی ہے اس لیے بدل کر گل احمد خان رکھا گیا اور ۱۹۶۵ء میں دورانِ تعلیم حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عقیدت کی بنا پر خود ہی مولانا نے ساتھ ''عتیقی'' بھی شامل کر لیا۔

آپ کے داداز بردست خاں متبع شریعت وتہجد کے پابند بزرگ تھے ۔گاہے ساری رات نوافل میں گزار دیتے ۔ مولانا عتیقی اکثران کے پاس بیٹھے رہتے ،وہ آپ کو کھانا بھی اپنے ساتھ کھلاتے اور کھانے پینے کے آداب بتاتے ۔پھران کے بعد دادی،والد،والدہ اورتایاابراہیم خان بھی خصوصی تربیت فرماتے رہے ۔

آپ کے گھر اکثر علماء ومشائخ کی آمدورفت رہتی ۔علمی بحث مباحثے ہوتے رہتے حتیٰ کہ پوری پوری رات مختلف مسائل پر بحث چلتی ۔مولانا عتیقی دوران تعلیم جب کبھی گھر جاتے تو آپ کی والدہ مرحومہ اورتایاراجہ محمد ابراہیم خان مرحوم امتحاناًان سے مسائل پوچھتے رہتے ۔ایک دفعہ آپ کی والدہ مرحومہ نے پندنامہ کے مصرعہ ''قول اورالحن نے آوازے نے'' کامطلب پوچھا تو آپ کماحقہ اس کی وضاحت نہ کرسکے اور پھر تایاصاحب نے بھی اتفاقاً اسی مصرعہ کامطلب پوچھا جوآپ کو نہ آیا تو علیحدہ لے جا کر فرمایا: ''بیٹے! یک من علم رادہ من عقل باید'' ۔(۶۸)

تعلیم وتربیت:

ناظرہ قرآن اپنی مسجد کے امام ملامحمد شریف اوراپنے گھر کے افراد سے پڑھا ۔پرائمری تک سکول کی تیاری اپنے چچاراجہ محمد ایوب خان سے کی اور پرائمری کاامتحان ''سکول باڈی سیداں'' میں دیا پھراسی سکول کے لوئر مڈل ہونے کی وجہ سے ساتویں جماعت تک اسی سکول میں تعلیم حاصل کی ۔جب چھٹی جماعت کاامتحان پاس کیا تو والد صاحب کاسایہ سر سے اُٹھ چکا تھا۔علامہ عتیقی باڈی سکول کے ماسٹر صدرالدین اورماسٹر علی حیدر صاحب سے بہت متاثر ہیں ۔

۱۹۵۸ء میں والدہ ماجدہ مرحومہ مغفورہ اوروالدمحترم کی وصیت کے مطابق سکول کی تعلیم چھوڑ کر جامعہ تعلیم الاسلام پہنچے چونکہ داخلے کاوقت نہیں تھااس لئے رختِ سفر باندھ کرلاہور آگئے اورجامعہ گنج بخش میں داخلہ لے کر قاری محمد طیب صاحب سے قرآن پاک کاتلفظ ٹھیک کیا،ان سے سورۃ یٰسین ،سورہ ملک اورتیسویں پارے کانصف آخر بھی یاد کیا۔

بعدازاں صوفی محمد بشیر صاحب کے مشورہ کے مطابق گوجرانوالہ جاکر حضرت مولاناابوداؤد محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ سراج العلوم میں داخلہ لے کر سکندرنامہ تک فارسی حضرت مولانامفتی محمد عبداللہ سے پڑھی اورصرف کی ابتدائی کتب مولاناعبدالطیف سے پڑھیں ۔پھر جامعہ غوثیہ،بھابڑا بازار میں داخلہ لے کرحضرت مولاناغلام محی الدین صاحب سے رسائل منطق وغیرہ اورمولاناسیدحسین الدین شاہ صاحب سے مراح الارواح وغیرہ کتب پڑھیں اوراسی سال جامعہ رحمانیہ،ہری پور ہزارہ میں شیخ الحدیث علامہ مولاناپیرسیدزبیر شاہ صاحب سے علم الصیغہ ،ہدایۃ النحو،نورالانوار اورمولاناعبدالعزیز صاحب سے کچھ قانونچہ اور اوسط وغیرہ کتب پڑھیں اوراسی سال کے آخر میں مدرسہ انوریہ، ڈھینڈا ں ہری پور میں مولانامحمد الیاس کاشمیری سے قدوری، قانونچہ اورنظم ماۃ کے چند اسباق پڑھے ۔چھٹیوں کے بعد گھر پہنچے پھر دوبارہ مولاناالیاس سے مزید پڑھناچاہا تو گھر والوں نے کہا یہ بدعقیدہ ہے اس سے نہ پڑھو ۔

اسی سال رمضان کی چھٹیوں میں بوسال سکھا گجرات پہنچ کرنظم مأۃ مع ترکیب، قانونچہ کامروی اور سات پارے ترجمہ مولانا فضل الرحمن ہزاروی سے پڑھے۔ پھر دوبارہ گوجرانوالہ میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبداللہ مردانوی سے ادیب عالم کی غرض سے شرح تہذیب وشرح عقائد وغیرہ کتب پڑھیں۔ ازاں بعد دوبارہ لاہور پہنچ کر جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخلہ لے کر شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول علامہ غلام رسول رضوی سے رسائل منطق تا مرقات، کافیہ وکنز الدقائق اور بقیہ نور الانوار وغیرہ کتب پڑھیں اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی سے جامی، میبذی اور شرح تہذیب کے چند اسباق پڑھے۔

علم کا رسیا یہ نوجوان جامعہ نظامیہ سے پھر جامعہ مظفریہ، واں بچھراں علم کے بحرِ بے کراں مولانا اللہ بخش کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور بقیہ جامی، قطبی، میر قطبی اور مقامات وغیرہ کتب پڑھیں اور مولانا محمد عبداللہ جھنگوی سے شرح وقایہ وغیرہ کتب پڑھیں۔ اسی سال سالانہ تعطیلات میں جامعہ قاسمیہ فیصل آباد میں سہ ماہی تبلیغی کورس کیا۔ ۶۴-۱۹۶۳ء میں چوکیرہ مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ میں مولانا عبدالرشید جھنگوی کے دس سالہ استاذ مولانا سید احمد شاہ چوکیروی سے حسامی، ہدایہ اولین، شرح عقائد، عبدالغفور، متن متین وغیرہ کتب پڑھیں، مولانا عبدالرشید جھنگوی کے دوسرے استاذ مولانا قطب الدین صاحب سے سلم، مسلم الثبوت، میبذی، ملاحسن، صدرا، حمداللہ اور شمس بازغہ وغیرہ کتب پڑھیں اور مولانا سید محمد حسین شاہ سے مختصر المعانی اور مطول وغیرہ کتب پڑھیں جبکہ مولانا سید احمد شاہ سے اہل تشیع سے مناظرہ وغیرہ کی تربیت حاصل کی۔

اس بلند ہمت وعلم شیدائی نوجوان نے پھر گوجرانوالہ جاکر قلعہ دیدار سنگھ میں مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب سے دورۂ قرآن پڑھا۔ پھر نصرت العلوم میں داخلہ لیا مگر مدرسہ عربیہ، جھوک وینس سے تمام اسباق شروع کرانے کی یقین دہانی پر وہاں چلے گئے اور مولانا محمد امیر صاحب سے توضیح، قاضی، امور عامہ، خیالی، ہدایہ آخریں اور بیضاوی وغیرہ اسباق پڑھے اور اسی دوران حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی سے جلالین کے چند اسباق پڑھے۔

جھوک وینس میں شدید ترین بیماری کی وجہ سے جب بظاہر بچنے کی امید نہ رہی تو اس صالح نوجوان نے نذر مانی کہ ''صحت یابی کی صورت میں آئندہ سال دورۂ حدیث شریف پڑھنا ہے'' ایک دن زندگی سے نا اُمید ہو کر دوائیاں باہر پھینکوا دیں تو اسی دن سے صحت یابی شروع ہوگئی۔ شفا بخشی پر جامعہ رضویہ، فیصل آباد دورۂ حدیث کے لئے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، بظاہر ان سے داخلہ ملنے کی امید معلوم نہ ہوئی تو لاہور آگئے اور جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لے کر مشہور منطقی استاذ مولانا رسول خاں سے ترمذی، مولانا ادریس صاحب سے بخاری، مولانا محمد عبداللہ صاحب سے طحاوی، مولانا عبدالرحمن صاحب سے مسلم اور مفتی محمد جمیل احمد سے ابوداؤد، قراء سے قرأت اور قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے مؤطا امام محمد کی چند احادیث پڑھیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس کے دوران رمضان المبارک ۱۹۷۲ء کی تعطیلات میں تشنگیٔ علم بجھانے کے لیے استاذ الاساتذہ ملک المدرسین علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی کے کاشانۂ اقدس میں پہنچ کر علوم وفنون میں استفادہ

کیا۔ ۷۳-۱۹۷۲ء میں جامعہ نظامیہ اور نعمانیہ میں تدریس کے دوران فاضل نوجوان علامہ عتیقی نے بعد نماز عصر و عشاء مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث سید ابوالبرکات کی خدمت میں حاضر ہو کر صحاح ستہ کا درس لے کر سند حدیث حاصل کی اور تنظیم المدارس کے عالمیہ کے امتحان میں ممتاز مع الشرف کے درجہ میں کامیاب ہو کر اعلیٰ پوزیشن حاصل کی۔(۶۹)

اساتذہ:

علامہ عتیقی نے جن شخصیات سے کسب فیض کیا ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ دادا راجہ زبردست خان۔ ۲۔ تایا راجہ محمد ابراہیم خان ۳۔ چچا راجہ محمد ایوب خان ۴۔ علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی ۵۔ علامہ غلام رسول رضوی ۶۔ علامہ سید محمد زبیر شاہ ۷۔ علامہ سید غلام محی الدین ۸۔ علامہ سید حسین الدین شاہ ۹۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۱۰۔ ماسٹر صدر دین ۱۱۔ ماسٹر علی حیدر ۱۱۔ مولوی محمد شریف ۱۲۔ علامہ مفتی محمد عبداللہ مردانوی ۱۳۔ علامہ اللہ بخش، واں بھچراں ۱۴۔ علامہ مفتی محمد عبداللہ مردانوی ۱۵۔ شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی ۱۶۔ مولانا غلام رسول خاں ۷۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۸۔ مفتی جمیل احمد تھانوی ۱۹۔ مولانا محمد عبید اللہ ۲۰۔ مولانا عبدالرحمن اشرفی ۲۱۔ مولانا سید احمد شاہ چوکیروی ۲۲۔ مولانا قطب الدین اُچھالوی ۲۳۔ مولانا محمد امیر ۲۴۔ مولانا عبدالقادر ملتان (۷۰)

تدریس:

اپنوں اور بیگانوں کی شدید مخالفت کے باوجود جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد سے بحیثیت صدر مدرس تدریس کا آغاز کیا۔ ڈیڑھ سال تک وہاں تدریس فرماتے رہے پھر ۱۹۶۹ء سے ساڑھے چار سال تک جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس فرمائی۔ اس کے بعد ڈیڑھ سال جامعہ نعمانیہ، لاہور میں اور پھر دوبارہ ایک سال ۱۹۷۵ء کو جامعہ نظامیہ لاہور میں مدرس رہے۔

بعد ازاں تقریباً دس سال تک دوبارہ جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں تدریسی جوہر دکھائے۔ علامہ عتیقی وہاں صدر مدرس اور نائب مفتی کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ نے جامع ترمذی پڑھانے میں حد درجہ محنت کی۔ کیونکہ نوجوان تھے اور دیگر شیوخ کو کتب احادیث پڑھاتے ہوئے ایک عمر گزر چکی تھی تاہم آپ نے محنت سے اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا۔

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد سے لاہور آئے تو تقریباً دو سال دوبارہ جامعہ نعمانیہ، لاہور تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر گوجرانوالہ تشریف لے گئے، دو سال جامعہ ریاض المدینہ، گوجرانوالہ میں تشنگانِ علم کو سیراب فرماتے رہے۔ تیسری بار ۱۹۸۹ء میں ایک سال جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں پڑھانے کے بعد جامعہ فاروقیہ رضویہ، فاروق آباد میں تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے۔(۷۱)

جامعہ فاروقیہ رضویہ، فاروق آباد میں چار سال تک تدریس فرماتے رہے۔ وہاں سے واپس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لے آئے اور ۱۹۹۷ء۔ ۲۰۰۰ء کے دوران تدریس فرمائی۔ پھر آپ آزاد کشمیر تشریف لے گئے وہاں چار سال تک رہے۔ لیکن تدریس کی لگن پھر آپ کو ۲۰۰۶ء میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ، لاہور کھینچ لائی، وہاں آپ تاحال تدریس فرما رہے ہیں اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ ساتھ ہی تقریباً ۲۰۰۶ء سے تاحال جامعہ ہجویریہ، داتا دربار لاہور میں تدریسی خدمات سر انجام دے رہے ہیں اور عرصہ ۱۳ سال سے بخاری شریف پڑھانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (۷۲)

تلامذہ:

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی گل احمد خان عتیقی سے اب تک سینکڑوں علما نے اکتساب علم کیا چند تلامذہ کے نام یہ ہیں:
۱۔ شیخ الحدیث حافظ عبد الستار سعیدی ۲۔ شیخ الحدیث مولانا صدیق ہزاروی ۳۔ مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل۔ ۴۔ مولانا محمد صادق علوی ۵۔ مولانا شیر محمد رضوی ۶۔ مولانا غلام یسین رضوی ۷۔ مولانا محمد سعید قمر ۸۔ مولانا خواجہ وحید احمد ۹۔ مولانا پیر سید فیض محی الدین شاہ ۱۰۔ مولانا کمال الدین ۱۱۔ مولانا محمد احسان اللہ ۱۲۔ مولانا محمد اظہار اللہ ۱۳۔ مولانا حبیب الرحمن ۱۴۔ مولانا قاضی وحید احمد ۱۵۔ مولانا محمد آصف ہزاروی ۱۶۔ مولانا الطاف حسین نیروی ۱۷۔ مولانا سید شاہد حسین شاہ ۱۸۔ مولانا نعمت اللہ خاں ضیائی ۱۹۔ مولانا عبد الوحید ۲۰۔ مولانا محمد صدیق زاہد عرفانی (۷۳)

فتویٰ نویسی:

جامعہ رضویہ فیصل آباد میں دس سالہ تدریس کے دوران مفتی گل احمد خان عتیقی نے نہایت محنت کے ساتھ نو (۹) سال فتوی نویسی کی خدمات بھی سرانجام دیں۔ سردیوں میں بھی رات دو بجے تک جاگتے رہتے نو سال میں آپ نے ہزاروں فتاویٰ لکھے اگر انہیں محفوظ کر لیا جاتا تو یہ ایک عظیم فتاوی کتابی صورت میں موجود ہوتا۔ (۷۴)

بیعت:

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی ۱۹۵۹ء کو گوجرانوالہ سراج العلوم میں تعلیم کے دوران شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قادری چشتی محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ (۷۵)

ازدواجی زندگی اور اولاد:

علامہ عتیقی کی شادی ۱۹۹۲ء کو ہوئی۔ آپکے دو بیٹے اور ایک بیٹی اللہ کو پیارے ہو گئے جبکہ دو بیٹے اور ایک بیٹی بقید حیات ہیں۔ بڑا بیٹا محمد عزیر احمد انجینیر نگ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا ہے جبکہ چھوٹا بیٹا محمد عمیر احمد سنٹرل ماڈل میں میٹرک کا طالب علم ہے۔ (۷۶)

دینی و ملی تحاریک میں حصہ:

مولانا عتیقی نے طالب علمی کے زمانہ سے ہی تحریکات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ شورش کاشمیری نے

کانگریسی علما کے کہنے پر علماء اہل سنت کے خلاف جو تحریک شروع کی تھی، آپ نے اپنے ساتھیوں مولانا سیف الرحمن چترالی اور مولانا غلام مرتضیٰ ہزاروی کے ساتھ مل کر اس تحریک کو کچلنے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ یہ تینوں ساتھی مل کر رات کو اپنے اشتہار لگاتے اور علماء اہل سنت کے جلسے کرواتے، اس طرح چند دنوں میں کانگریسی علماء کی تحریک دم توڑ گئی اور وہ دفاع پر مجبور ہو گئے۔ ۱۹۷۰ء میں بھٹو شاہی کے خلاف تحریک کا حصہ بھی بنے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت لاہور میں سب سے پہلے جلوس کی قیادت فاضل موصوف نے مولانا محمد رشید نقشبندی، مولوی محمد ابراہیم دیوبندی اور مولانا علی احمد سندیلوی کے ساتھ کی۔ اس کے علاوہ آپ نے علامہ سید محمود احمد رضوی اور نوابزادہ نصر اللہ خان کے ساتھ مل کر لاہور میں کئی جلسوں سے خطاب کیا اور راولپنڈی کے مدرسہ تعلیم میں بہت بڑے اجتماع میں شرکت کی۔ اسی طرح ایک مرتبہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے رات کے وقت دینی طلبہ کا جلوس نکال کر اس وقت کے لاہور کے ڈی سی او اور وزیر اعلیٰ پنجاب محمد حنیف رائے کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

علامہ عتیقی نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔ موصوف اس وقت جامعہ رضویہ فیصل آباد میں صدر مدرس اور مفتی تھے اور لاہور سمن آباد میں جمعہ پڑھاتے تھے۔ فیصل آباد میں زاہد سرفراز جیسے لیڈر کے جلوس نہ نکال سکنے کے بعد تحریک کی باگ دوڑ مکمل طور پر جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان حضرت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم صاحب کے ہاتھ تھی اور مولانا عتیقی صاحب آپ کے مشیر خاص تھے اور تحریک کی تمام کاروائیاں قومی اتحاد کے فیصلوں سے ہٹ کر مولانا عتیقی صاحب کے مشورہ پر ہی ہوتیں آپ اس تحریک میں چند گھنٹے گرفتار بھی رہے نیز لاہور مسلم مسجد کی ہنگامہ خیزی میں بھی آپ موجود تھے۔ (۷۷)

سیاست میں حصہ:

مفتی گل احمد عتیقی صاحب کے کشمیری خاندان کا شمار حکمران خاندانوں میں ہوتا ہے جو عرصہ دراز تک سیاسی اُفق پر چھایا رہا، اس لئے سیاست آپ کو وراثتاً ملی ہے۔ آزاد کشمیر کے معروف سیاستدان راجہ علی حیدر خان مرحوم بن راجہ فاروق حیدر خاں سابق صدر مسلم کانفرنس آپ کی برادری سے ہیں۔ آپ دو مرتبہ جمعیت علماء جموں و کشمیر کے سینئر نائب صدر، ایک مرتبہ نائب صدر دوم اور ایک مرتبہ ۱۹۷۰ء میں لاہور ڈویژن کے صدر رہ چکے ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں جمعیت علماء پاکستان وسطی لاہور کے صدر اور کنوینر رہ چکے ہیں۔ علامہ عتیقی مرکزی مجلس شوریٰ جمعیت علماء پاکستان کے رکن بھی رہے ہیں۔ رابطۃ المعلمین مدارس عربیہ پاکستان کے رکن اور اخوان المؤمنین پاکستان کے معاون اور سنی علماء کونسل، فاروق آباد کے سرپرست بھی رہ چکے ہیں۔ نیز آپ انجمن طلبہ مدارسِ عربیہ اور سنی جمعیت علماء جموں و کشمیر کے سرپرست رہ چکے ہیں۔ (۷۸)

اسفار:

مولانا عتیقی نے طالب علمی کے زمانہ میں تحصیل علم کے لیے کئی پیدل سفر بھی کئے مگر دو بڑے سفر یہ ہیں:

۱۔گجرات بسال سکھا سے گوجرانوالہ تک ۲۔گوجرانوالہ سے واں بچھراں تک

نیز آپ طالب علمی کے زمانے میں ہاتھ پھیلانے کی بجائے قرض لیکر پڑھتے رہے جو آپ نے تدریس کے دوران اتارا۔ (۷۹)

تصانیف:

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی گل احمد خان عتیقی کی تصانیف کے نام تفصیلاً درج کیے جاتے ہیں:

۱۔توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ ۲۔عتیقیہ ترجمہ شریفیہ ۳۔العتیقیہ مافی الرشیدیہ ۴۔توضیحات عتیقیہ برجامع ترمذی ۵۔خلاصۂ مضامین سور قرآن ۶۔شرح میبذی ۷۔شرح مسلم الثبوت ۸۔ الاسرا والمعراج (ترجمہ) ۹۔المولد الروی (ترجمہ) ۱۰۔نشری تقریریں ۱۱۔سیدنا امام حسین ۱۲۔سیدنا ابوبکر صدیق (مختصر) ۱۳۔محدث اعظم پاکستان ۱۴۔ازواج مطہرات ۱۵۔توضیح الکامل لحل المحصول والحاصل ۱۶۔شرح تفسیر بیضاوی ۱۷۔شرح مختصر المعانی ۱۸۔شرح مطول ۱۹۔شرح قطبی ۲۰۔شرح میر قطبی ۲۱۔شرح شرح عقائد ۲۲۔شرح شرح عقائد خیالی ۲۳۔شرح میبذی ۲۴۔شرح شرح جامی ۲۵۔شرح حسامی ۲۶۔غنیۃ الطالبین (ترجمہ) ۲۷۔شرح حمد اللہ (اردو) ۲۸۔شرح امورِ عامہ ۲۹۔حضرت داتا گنج بخش ۳۰۔سید الانام غوث اعظم ۳۱۔شرح حمد اللہ (فارسی) ۳۲۔حضرت سیدنا ابوبکر صدیق (مفصل) ۳۳۔مقدمہ مرقات شرح اردو مرقات ۳۴۔مقدمہ جامی شرح اردو جامی ۳۵۔عظمت شان صدیق ۳۶۔شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری ۳۷۔ اعلیٰ حضرت کا نظریہ تعلیم ۳۹۔امامت کبریٰ (۳ مقالے) (۸۰)

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی:

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی بن چوہدری شیر دل بن جعفر خان نمبر دار ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو بمقام گاؤں گنگا نوالہ ضلع وتحصیل راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی قرآن کریم ناظرہ اور پرائمری تک اپنے ہی گاؤں میں پڑھتے رہے۔پھر حفظ القرآن کے لیے ''مدرسہ اعجاز القرآن'' جامع مسجد ٹھیکیداراں، ڈھوک رتہ راولپنڈی میں داخلہ لیا اور صوفی کامل حضرت مولانا حافظ محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ سے ۱۹۶۵ء میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ بعد ازاں ۱۹۶۹ء میں ڈی سی ہائی سکول چکری ضلع راولپنڈی سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔

پھر آپ علوم دینیہ کی طرف راغب ہوئے اور جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لیا۔حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی گل احمد عتیقی صاحب سے فارسی اور صرف ونحو کی ابتدائی کتب شرح جامی تک پڑھیں۔ ۱۹۷۲ء میں دار العلوم احسن المدارس

راولپنڈی میں داخل ہو کر شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب چشتی رضوی سے موقوف علیہ تک کتب کی تحصیل کی اور ساتھ ہی ۱۹۷۴ء میں سرگودھا بورڈ سے پرائیویٹ طور پر میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۴ء میں دوبارہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخلہ لے کر منتہی کتب پڑھیں، دورۂ حدیث شریف کیا اور تنظیم المدارس کی سند حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے دورۂ تفسیر القرآن، مطالب القران کورس، تجوید وقرأت اور سہ ماہی تربیتی کورس برائے ائمہ خطبا از محکمہ اوقاف بھی کیا۔

اساتذہ:

قبلہ حافظ صاحب کے اساتذہ کرام کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث مولانا محمد مہر الدین جماعتی رحمہ اللہ ۲۔ استاذ العلما مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ ۳۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ۔ ۴۔ شیخ الفقہ حضرت مولانا حسن الدین ہاشمی ۵۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی ۶۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد گل احمد خان عتیقی ۷۔ حضرت علامہ محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ ۸۔ صوفی کامل حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ

تدریس:

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی شوال ۱۳۹۶ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۷۶ء سے تاحال جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور میں تدریسی امور سر انجام دے رہے ہیں۔ خصوصاً ۲۰۰۲ء سے تاحال صحیح بخاری شریف پڑھانے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ جامعہ کے ناظم تعلیمات بھی ہیں نیز ''بزم رضا'' کے صدر بھی ہیں۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے تاہم چند نامور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ امیر المجاھدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور و سابق امیر تحریک لبیک پاکستان ۲۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی، جامعہ نعیمیہ، لاہور ۳۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۴۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد ظہیر بٹ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہو ۵۔ حضرت علامہ مفتی محمد طاہر تبسم قادری، سابق سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۶۔ شیخ الحدیث قاضی ابو محمد خلیل احمد قادری، جامعہ ہجویریہ، داتا دربار لاہور ۷۔ حضرت علامہ دل محمد چشتی صاحب، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۸۔ حضرت علامہ قاری احمد رضا سیالوی صاحب، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۹۔ حضرت علامہ واحد بخش سعیدی صاحب، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۱۰۔ حضرت علامہ مفتی خلیل احمد مرتضائی صاحب، بانی و سرپرست جامعہ مرتضائیہ، قلعہ شریف ۱۱۔ حضرت علامہ مفتی محمد انوار الرسول مرتضائی، نائب صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان ۱۲۔ حضرت علامہ مفتی محمد تنویر القادری، مفتی دار الافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

خطابت:

۱۹۷۲ء میں جامع مسجد تازہ گل، ڈھوک رتہ راولپنڈی سے خطابت کا آغاز کیا، چھ ماہ وہاں گزارے۔ پھر دو سال تک جامع مسجد حوض اللہ دین، ڈھوک رتہ راولپنڈی، بعد ازاں ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء تک دس سال جامع مسجد غوثیہ، قلعہ گوجرسنگھ لاہور اور ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۷ء تک جامع مسجد شو مارکیٹ، لاہور میں خطابت کے جوہر دکھائے۔ ۳ مارچ ۱۹۸۷ء سے تاحال جامع مسجد مسلم، بیرون لوہاری گیٹ لاہور اور ۲۳ مارچ ۱۹۹۰ سے تاحال جامع مسجد یارسول اللہ، گلشن راوی میں خطابت کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

بیعت:

حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو غزالیٔ دوراں رازیٔ زمان حضرت علامہ مولانا الحاج سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

زیارت حرمین:

آپ کو ۱۹۸۳ء، ۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۹ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ حسن اتفاق کہ پہلی دو مرتبہ حج جمعۃ المبارک کو ہوا جبکہ تیسرا حج جمعرات کو ہوا۔ علاوہ ازیں ۱۹۹۶ء، ۲۰۰۱ء، ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۶ء، ۲۰۰۸ء، اور ۲۰۱۲ء میں بصورتِ عمرہ زیارت حرمین کی سعادت سے بہرور ہوئے۔ ۲۰۱۲ء سے تاحال ہر سال رمضان المبارک میں یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

اعزازات:

رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی طرف سے گولڈ میڈل، مجلس علماء نظامیہ کی طرف سے شاندار دینی خدمات پر گولڈ میڈل اور پاکستان سنی رائٹرز گلڈ کی جانب سے ۸۱۔۱۹۸۰ میں بہترین مصنفین میں پہلا انعام حاصل ہوا۔ برکاتی فاؤنڈیشن کی طرف سے فتاوی رضویہ پر تحقیقی کام کرنے پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی کو چاندی میں تولا گیا جس کا وزن اکیاسی (۸۱) کلو بنا آپ نے وہ تمام چاندی ''رضا فاؤنڈیشن'' کو بطور عطیہ دے دی۔ (۸۱)

تصانیف

شیخ الحدیث صاحب کی تصانیف کی مجموعی تعداد بیالیس (۴۲) تک ہے، چند کے اسماء یہ ہیں:

مطبوعہ کتب:

۱۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ (جلد نمبر ۱۱ تا ۱۳، ۱۶ تا ۲۰ اور ۲۵ تا ۳۰) ۲۔ فہارس فتاویٰ رضویہ ۳۔ ترجمہ سنن نسائی ۴۔ مرآۃ التصانیف (جلد اوّل) ۶۔ الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ (ترجمہ) ۷۔ مصنفین صحاح ستہ اور ان کی شرائط ۸۔ امام احمد رضا جامع العلوم عبقری شخصیت ۹۔ فوائد جلیلہ ۱۰۔ تعلیم الحکمۃ ۱۱۔ تعلیم الصرف ۱۲۔ تعلیم المنطق ۱۳۔ مفتاح المرقات ۱۴۔ تلخیص المنطق

۱۵۔فوائد تفسیریہ وعلوم قران فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں (۳ جلدیں) ۱۶۔اعلیحضرت فاضل بریلوی کا سوانحی خاکہ

غیر مطبوعہ کتب:

۱۷۔تعارف تصانیف علماء اہلسنت (ایک سو علماء اہلسنت کی پانچ سو کتابوں کا تعارف) ۱۸۔تعارف اراکین سنی رائٹر گلڈ ۱۹۔مرۃ التصانیف (جلد دوم)۔ ۲۰۔صرف بھتر ال (ترجمہ) ۲۱۔تقریرات برحمد اللہ ۲۲۔شرح کافیہ ۲۳۔شرح مقامات حریری ۲۴۔شرح ہدایۃ النحو ۲۵۔صغریٰ (ترجمہ) ۲۶۔اوسط (ترجمہ) ۲۷۔کبریٰ (ترجمہ) ۲۸۔میزان المنطق (ترجمہ) ۲۹۔ایساغوجی (ترجمہ) ۳۰۔سراجی (ترجمہ) (۸۲)

محقق اہل سنت مفتی محمد صدیق ہزاروی:

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی بن مولانا محمد عبداللہ موضع چھڑھ ڈاک خانہ چٹہ بٹہ ضلع مانسہرہ، ہزارہ ڈویژن صوبہ کے پی کے میں ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پیدا ہوئے۔ والد مولانا محمد عبداللہ آپ کے بچپن میں وفات پا گئے انہوں نے اپنے گاؤں میں مدرسہ قائم کیا تھا۔

تعلیم وتربیت:

علامہ ہزاروی نے مڈل گورنمنٹ مڈل سکول عطر شیشہ سے، نویں جماعت گورنمنٹ ہائی سکول مانسہرہ سے اور میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 2 ایبٹ آباد سے کیا۔ مڈل اور میٹرک کی اسناد پشاور بورڈ سے حاصل کیں۔ فاضل عربی اور ایف اے (FA) لاہور بورڈ سے جبکہ بی اے (BA) پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔

میٹرک کا امتحان دینے کے بعد درس نظامی کا آغاز جامعہ رحمانیہ ہری پور سے کیا اس کے بعد قلعہ دیدار سنگھ، گوجرانوالہ اور خانیوال کے مدارس میں زیر تعلیم رہے اور آخر میں تکمیل درسِ نظامی اور دورۂ حدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے کیا۔

۱۹۷۵ء میں تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے تحت الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ کا امتحان دیا اور ملک بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

روایتِ حدیث کی اسناد:

غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نے حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' پڑھا کر روایت حدیث کی سند عطا کی علاوہ ازیں مفتیٔ جمہوریہ مصر (۲۰۰۴ء) ڈاکٹر علی جمعہ اور ان کے بعد ڈاکٹر سعد اسعد جاویش (جامعہ ازھر) نے بھی آپ کو روایت حدیث کی سند عطا کی۔

اساتذہ کرام:

مفتی محمد صدیق ہزاروی کے معروف اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ یادگارِاسلاف علامہ مہرالدین جماعتی ،لاہور ۲۔علامہ سیدزبیر شاہ ۳۔مفتی ریاض الدین ،اٹک ۴۔مفتی محمدعبدالقیوم ہزاروی، لاہور ۵۔ ادیب شہیر علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ،لاہور ۶۔علامہ مولانا غلام فرید ہزاروی ،سابق ایم پی اے گوجرانوالہ ۷۔علامحمدشریف ہزاروی ،گوجرانوالہ ۸۔علامہ مولانا نوراحمدریاض ،ملتان ۹۔شیخ الحدیث مولانا گل احمد عتیقی ،لاہور

تدریس:

شیخ الحدیث مفتی محمدصدیق ہزاروی نے ۱۹۷۵ء تا ۲۰۰۷ء جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور میں تدریسی فرائض انجام دیئے ۲۰۰۰ءسے تاحال جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیادر بارحضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں اوران دنوں جامعہ تاجدارمدینہ،لاہور میں تدریس کے علاوہ بیدیاں روڈلاہور میں ائمہ مساجداورعوام الناس پر مشتمل ہفتہ وار حدیث کی کلاس بھی جاری ہے۔

تلامذہ:

مفتی صاحب کے چندمعروف تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۲۔حضرت مولانا ظہیر بٹ، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور ۳۔مولانا مفتی محمد اکمل قادری، QTV کراچی ۴۔مولانا محمد قاسم قادری، مفتیِ دعوت اسلامی، کراچی ۵۔مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ورک، پروفیسر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج،گوجرانوالہ ۶۔مولانا قاضی عبدالوحید ہزاروی، سابق خطیب مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ ۷۔مولانا عمرفاروق سعیدی، صوبائی ناظم تنظیم المدارس پاکستان (صوبہ کے پی کے) ۸۔مولانا دل محمد چشتی، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۹۔مولانا ڈاکٹر محمد سلیمان، مدرس جامعہ نعیمیہ،لاہور ۱۰۔مولانا عبداللطیف چشتی ،خطیب بلجیم ۱۱۔مولانا مفتی محمد رمضان سیالوی ،خطیب جامع مسجد داتادربار،لاہور ۱۲۔مولانا قاری احمدرضا سیالوی ،ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور

خطابت:

۱۹۷۰ءسے ۲۰۰۷ء تک (۳۷ سال) محکمہ اوقاف کے تحت جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہورسے متصل جامع مسجد خراسیاں میں خطابت کا فریضہ انجام دیا،اب بھی اس مسجد میں بطوراعزازی خطیب ذمہ داری نبھارہے ہیں۔علاوہ ازیں جامعہ مسجد آمنہ اندرون لوہاری دروازہ ،لاہوراورجامعہ مسجد قادریہ،شاہ عالمی لاہور میں بھی خطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔آپ کو بیک وقت تینوں مساجد میں جمعہ کے دن خطاب کی سعادت حاصل ہے۔

سیمینارزوکانفرنسز میں شرکت:

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے تحت کئی پروگراموں میں علمی مقالات پیش کر چکے ہیں۔بین الاقوامی یونیورسٹی

اسلام آباد، محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیاریاں شریف آزاد کشمیر، ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا، کراچی یونیورسٹی کے شیخ زید اسلامی سنٹر اور ادارہ مرکز التحقیق فیصل آباد کے تحت متعدد منعقدہ سیمینار میں علمی وفکری موضوعات پر مقالہ جات پیش کر چکے ہیں۔

بیرونی دورے:

آپ نے ۲۰۰۴ء میں جامعہ ازھر شریف قاہرہ مصر میں تین ماہ پر مشتمل تدریب الائمہ کورس میں شرکت کی، ۲۰۰۹ء میں لیبیا انٹرنیشنل کانفرنس میں اور ۲۰۱۲ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے ترکی کا دورہ کرنے والے افراد میں شامل تھے۔

تنظیم المدارس کی ذمہ داریاں:

علامہ ہزاروی نے تقریباً پچیس سال تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے مرکزی دفتر میں بطور ناظم کام کیا اور اب تنظیم کے مرکزی عہدیداروں میں بطورِ ناظم مالیات شامل ہیں۔ تنظیم المدارس کی دفتری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ نے تنظیم المدارس کے لئے نصابی کتب تیار کیں جن میں سرفہرست ''مطالعہ پاکستان'' ہے۔

جامعات کا قیام:

مفتی صاحب نے اپنے علاقہ مانسہرہ میں بچوں کے لیے ''جامعہ اسلامیہ حنفیہ'' کے نام سے اور بچیوں کے لیے ''جامعہ عائشہ الصدیقہ'' کے نام سے دو ادارے قائم کئے۔

سرکاری مناصب:

آپ تین سال وفاقی شرعی عدالت کے مشیر رہے ہیں اور زونل رویت ہلال کمیٹی کے ممبر، اتحاد بین المسلمین کمیٹی پنجاب کے رکن اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔

بیعت:

علامہ ہزاروی کو حضرت غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہے۔

تصانیف وتراجم:

آپ کی علمی کاوشوں میں عربی کتب کے اردو تراجم اور تالیفات وتصنیفات شامل ہیں جن کی تعداد تقریباً اسی (۸۰) کے قریب ہے، کتب کے اسماء درج ذیل ہیں:

حدیث (تراجم):

۱۔صحیح مسلم ۲۔جامع ترمذی ۳۔سنن ابی داوٗد ۴۔شرح معانی الاثار (ترجمہ وتلخیص ابواب) ۵۔کتاب الاثار ۶۔مسند اسحاق بن راھویہ ۷۔ریاض الصالحین ۸۔اربعین نووی (ترجمہ وتشریح) ۹۔مطالعہ مسلم (دوسری جلد کا خلاصہ) ۱۰۔سنن

دارمی ۱۱۔حصن حصین ۱۲۔شمائل ترمذی

تصوف (تراجم):

۱۳۔احیاء العلوم ۱۴۔رسالہ قشیریہ ۱۵۔تنبیہ المغترین ۱۶۔غنیۃ الطالبین ۱۷۔کتاب الکبائر ۱۸۔جلاء الافہام ۱۹۔آداب مرید کامل

فقہ:

۲۰۔نور الایضاح (ترجمہ و حاشیہ) ۲۱۔خلاصہ الہدایہ (چند ابواب کا خلاصہ) ۲۲۔تحقیق طلاق ۲۳۔تین طلاقیں ۲۴۔تحقیق حلالہ ۲۵۔تجہیز و تکفین ۲۶۔تقسیم وراثت ۲۷۔مقدمۃ المیراث (عربی) ۲۸۔تجلیات اعتکاف ۲۹۔تعلیم نماز ۳۰۔اعضاء کی پیوندکاری ۳۱۔قربانی صرف تین دن ۳۲۔فرض نماز کے بعد دعا ۳۳۔قواعد فقہیہ ۳۴۔قربانی (فضائل و مسائل)، ترجمہ فتاویٰ قاضی خان

طلباء وطالبات کی نصابی کتب:

۳۵۔تفہیم النحو (ترجمہ ہدایۃ النحو) ۳۶۔تفہیم البلاغہ ۳۷۔صرف بھترال (ترجمہ و ترتیب) ۳۸۔شرح ماۃ عامل (ترجمہ) ۳۹۔انتخاب جلالین ومشکوۃ (منتخب سورتیں وابواب) ۴۰۔مطالعہ پاکستان ۴۱۔اصول الشاشی (سوالاً جواباً) ۴۲۔مراح الارواح (سوالاً جواباً) ۴۳۔تفہیم البیضاوی (سوالاً جواباً) ۴۴۔حسامی (سوالا جواباً) ۴۵۔تلخیص مطول ۴۶۔عقائد نسفی (خلاصہ) ۴۷۔شرح عقود رسم المفتی (سوالاً جواباً) ۴۸۔التبیان فی علوم القرآن (ترجمہ) ۴۹۔تلخیص اصول الشاشی

دیگر کتب:

۵۰۔سنتوں کی بہار ۵۱۔دعا اور قرآن وسنت سے علاج ۵۲۔رسول اکرم کی وصیتیں ۵۳۔مضامین رمضان ۵۴۔خطبات ومقالات ۵۵۔سجدۂ تعظیمی (تحقیق رسالہ اعلیٰ حضرت) ۵۶۔قرآن سے علاج۔ ۵۷۔سیرت کوئز ۵۸۔تعارف علماء اہل سنت ۵۹۔سیدی مفتی اعظم ۶۰۔میلاد النبی اور علماء عرب ۶۱۔سنت و بدعت ۶۲۔علمی نشری تقریریں ۶۳۔عقائد و عبادات ۶۴۔توسل کی شرعی حیثیت ۶۵۔بابرکت راتیں ۶۶۔دو نامور مجاہد (نورانی ونیازی) ۶۷۔دلوں کو موم کرنے والی باتیں ۶۸۔مقالات تعارف (جامعہ نظامیہ رضویہ) ۶۹۔کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں ۷۰۔حضرت پیر مہر علی شاہ اور رد قادیانیت ۷۲۔قرآن پر اجتماعی قرآن خوانی ۷۳۔مجموعہ رسائل ۷۴۔مقدمۃ المناظرہ ۷۵۔عرفان القرآن ۷۶، حضرت امام ابو یوسف (۸۳)

علامہ سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل:

سید غلام مصطفی بخاری عقیل ۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو آزاد کشمیر سابقہ ضلع پونچھ حال ضلع حویلی کے مرکز رشد و ہدایت جبی

سیداں المعروف چھوٹا مکہ میں سید بہادر شاہ صاحب مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کا سلسلہ نسب ماں باپ دونوں کی طرف سے تقریباً ۲۸ واسطوں سے برصغیر کے عالمی شہرت یافتہ ولی اللہ سات سلاطین ہندوستان کے مرشد جلال الدین حسین مخدوم جہانیاں جہاں گشت (اوچ شریف) اوران کے توسط سے اہل بیت کے آٹھویں امام، امام علی النقی اور پھر امام حسین تک پہنچتا ہے۔ یوں مولانا نجیب الطرفین سادات میں سے ہیں۔

تعلیم وتربیت:

علامہ بخاری نے قرآن پاک اور ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی۔سکول کی تعلیم کے لیے مقامی گورنمنٹ پرائمری سکول میں داخلہ لیا،کلاس چہارم تک تمام علاقائی سکولوں میں (جن میں مقامی ہائی سکول بھی شامل تھا) اول آتے رہے۔

جنگ ۱۹۶۵ء میں انڈیا نے درہ حاجی پیر کے علاقہ پر قبضہ کرلیا،جس کی وجہ سے اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے پلندری تحصیل سدھنوتی چلے آئے۔یہاں مقامی ہائی سکول میں پانچویں کلاس میں داخلہ لیا لیکن مقامی طلبہ کے متعصبانہ سلوک سے دلبر داشتہ ہو کر سکول چھوڑ دیا اور ایک مقامی مدرسہ میں داخلہ لے کر قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا اور ایک ماہ میں ڈھائی پارے حفظ کر لیے۔

نوجوان سید غلام مصطفیٰ کا ذاتی رجحان درسِ نظامی کی طرف تھا لہٰذا نیا سال شروع ہونے پر ۱۹۶۶ء میں درس نظامی میں داخلہ لے لیا،۱۹۶۸ء تک تین سال اول پوزیشن میں امتحان پاس کرتے رہے اور صدر آزاد کشمیر خان عبدالحمید خان صاحب،جو ہر سال جامعہ کے سالانہ جلسہ کے آخری اجلاس کے مہمان خصوصی ہوتے تھے اور جامعہ کو بھاری امداد دیا کرتے تھے، سے انعام حاصل کرتے رہے۔جامعہ کے سالانہ امتحان میں ہر سال اور جامعہ کے اندرونی امتحان میں مسلسل بے مثال کامیابی حاصل کرنے کی بناء پر مقامی سدھن برادری کے طلبہ شدید حسد کا شکار ہوگئے (کہ یہ غیر مقامی کسی کو آگے نکلنے نہیں دیتا) اور آپکو جان سے مارنے کی دھمکیاں دینے لگے جس کی وجہ سے آپ کو یہ مدرسہ چھوڑنا پڑا۔

مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل نے ۱۹۶۹ء میں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام،عباس پور میں داخلہ لے لیا اور دو سال تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۰ء میں آپکو آپ کے والد لاہور لے آئے اور جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج میں داخلہ دلوایا۔آپ نے یہاں دسمبر ۱۹۷۱ء تک تعلیم حاصل کی۔دسمبر ۱۹۷۱ء میں جب سقوط ڈھاکہ کی جنگ پورے شباب پر تھی،آپ جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ کے مہتمم جناب مولانا محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ کی اجازت سے داخل ہوگئے۔جہاں پر مولانا نے ایک نمایاں کارکردگی کے حامل طالب علم کے ساتھ ساتھ ایک طالب علم لیڈر کا کردار بھی بخوبی ادا کیا۔ ۱۹۷۵ء میں دستارِ فضیلت آپ کے سر سجائی گئی۔فاضل موصوف جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور کے دورۂ حدیث کی پہلی کلاس میں شیخ الحدیث

حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی اور شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب کے ہم جماعت ہیں۔

اساتذہ:

مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل کے چند مشہور اساتذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔شرف ملت مولانا عبدالحکیم شرف قادری ۳۔مولانا مفتی گل احمد عتیقی ۴۔مولانا حسن الدین ہاشمی ۵۔مولانا مہرالدین جماعتی علیہ الرحمۃ ۶۔مولانا عطا محمد متین ۷۔مولانا محمد علی نقشبندی ۸۔مولانا صدیق نقشبندی

تدریس:

علامہ سید غلام مصطفی بخاری عقیل نے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تقریباً پندرہ سال (۱۹۷۵ء تا ۱۹۸۹ء) تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے اس دوران آپ ڈیڑھ سال ناظم تعلیمات بھی رہے۔ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں ایک سال، جامعہ حیات القرآن میں ایک سال اور جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ۴ سال درس نظامی واستاذ الحدیث کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور ہزار ہا طلبہ کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ ۱۹۹۵ء میں منہاج القرآن چھوڑنے کے بعد آپ تاحال اپنے قائم کردہ مدرسہ جامعہ مدینۃ العلم، راناٹاؤن میں درس نظامی کی باقاعدہ تعلیم دے رہے ہیں۔

تعلیمی ادارہ جات کا قیام:

فاضل موصوف نے ۱۹۹۰ء میں تحصیل فیروز والہ کے علاقہ رانا ٹاؤن میں"جامعہ مدینۃ العلم"کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اس جامعہ کے من جملہ اعزازات میں ملکی سطح پر خواتین قاریات کے مقابلہ حسن قرأت میں ملک بھر میں تیسری پوزیشن حاصل کرنا بھی ہے۔ علاوہ ازیں عصری ضروریات کو دیکھتے ہوئے جامعہ کے ساتھ ایک ہائی سکول کا بھی ۱۹۹۴ء میں آغاز کیا گیا جو"ازہر ماڈل ہائی سکول"کے نام سے شاندار تعلیمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

آپ کی تعلیمی وتدریسی سرگرمیوں میں ڈنمارک کے قیام (۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۹ء) کے دوران درس نظامی کی کلاس کا باقاعدہ آغاز بھی ایک اعزاز ہے۔ ان طلبہ میں سے جنہوں نے آپ سے پڑھنا شروع کیا اس وقت دو طلبہ مکمل عالم دین بن چکے ہیں اور یہ سیکینڈے نیویا کی تاریخ کے اہل سنت کے طبقہ سے پہلے یورپی نیشنلٹی ہولڈر دو علما ہوں گے۔ علاوہ ازیں آپ نے وہاں پر طالبات کی ایک بڑی کلاس کو دو سال کا ایک مخصوص نصاب پڑھایا اور دو درجن کے قریب طالبات نے عالمہ فاضلہ کورس شروع کیا ہوا تھا جب آپ ڈنمارک چھوڑ کر واپس پاکستان آ گئے۔

تلامذہ:

علامہ بخاری کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ڈاکٹر مولانا ممتاز احمد سدیدی ۲۔ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۳۔امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی ۴۔علامہ محمد ظہیر

بٹ ۴۔مولانا سردار احمد احسن قادری ۵۔مولانا محمد صادق قریشی، لندن ۶۔مولانا محمد رمضان قادری، لندن ۷۔مفتی محمد اقبال چشتی ۸۔مولانا شیخ فرید، سابق ضلع قاضی آزاد کشمیر ۹۔مولانا محمد عارف نقشبندی، ضلع مفتی آزاد کشمیر ۱۰۔مولانا مفتی یار محمد، انگلینڈ ۱۱۔مولانا محمد جمشید، انگلینڈ ۱۲۔مولانا محمد انور، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ ۱۳۔مولانا علی رضا بخاری، آستانہ عالیہ بساہاں شریف آزاد کشمیر ۱۴۔مولانا اسداللہ شاہ صاحب، چورہ شریف ۱۵۔صاحبزادہ معظم سلطان قادری، دربار شریف حضرت سلطان باہو

سیاسی وسماجی سرگرمیاں:

حضرت علامہ مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل چار سال تک طلبہ کی تنظیم بزم رضا کے صدر اور ایک سال ناظم اعلیٰ رہے۔ جب پاکستان میں طلبا کے لیے رعایتی کرایہ کارڈ سکیم کا اجرا ہوا تو تمام مکاتب فکر کے دینی طلبہ نے مل کر ایک تنظیم اس غرض کے لئے بنائی کہ دینی مدارس کو بھی یہ سہولت حاصل ہونی چاہیے۔آپ اس تنظیم کے سیکرٹری جنرل تھے، چنانچہ اس تنظیم کے مطالبہ پر دینی مدارس کو بھی جناب محمد حنیف رامے (سابق وزیر اعلیٰ پنجاب) نے رعایتی کرایہ کارڈ کی سہولت عطا فرمادی۔ ۱۹۷۴ء میں جب تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو آپ نے انجمن طلبہ اسلام کے سٹیج سے بطور طالب علم لیڈر اس تحریک میں جاندار کردار ادا کیا اور اس متحرک کردار کی بدولت انہیں تین ماہ تک قید و بند کی صعوبتوں کے ساتھ ایک سال تک عدالت میں مقدمات میں پیشی کی سزا بھی بھگتنا پڑی۔اس تحریک کے دوران تمام مکاتب فکر کے سکول، کالج اور دینی مدارس کے طلبہ نے "تحفظ ختم نبوت طلبہ محاذ" کی تشکیل کی، جس کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔

فاضل نوجوان سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل کو سیاست اور مسئلہ کشمیر سے شروع سے ہی دلچسپی تھی۔ چنانچہ ۱۹۷۲ء میں آپ نے جمعیت علماء جموں وکشمیر میں شمولیت اختیار کی، طویل عرصہ لاہور کے صدر رہے اور اس حیثیت میں لاہور میں مسئلہ کشمیر کے معاملات پر متحرک کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۷ء میں آپ کو جمعیت علماء جموں وکشمیر کا مرکزی سیکرٹری اطلاعات بنا دیا گیا اور اس حیثیت میں جب ۱۹۸۹ء میں کشمیر میں مسلح جدوجہد شروع ہوئی تو آپ نے لاہور میں نہ صرف پے در پے کشمیر کانفرنس اور مظاہروں کا لاہور کی جمعیت شاخ سے مل کر انعقاد کرایا بلکہ لاہور میں آپ کی تجویز پر افغان مجاہدین کی طرح "کُل جماعتی تنظیم" قائم ہوئی، جس میں ہر جماعت کو باری باری صدارت اور نظامت ملتی تھی، اس کا فورم تشکیل تو پا گیا اور آپ اس کے ناظم اعلیٰ بھی بنے مگر کچھ عرصہ کی بھرپور سرگرمیاں بڑے بڑے لیڈروں کی نیندیں اڑانے کے لئے کافی تھیں جس کی وجہ سے یہ فورم ان لوگوں نے آہستہ آہستہ غیر متحرک کروا دیا۔

آپ نے یہ کُل جماعتی تنظیم کی تجویز مرکزی سطح پر بھی تنظیم کے قیام کے لئے پیش کی جس کی تحسین سردار محمد ابراہیم خان صاحب نے ایک مکتوب (بنام مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل) میں کی اور اپنی جماعت کی اس تنظیم میں شمولیت پر آمادگی کا اظہار بھی کیا مگر یہ تجویز سردار عبدالقیوم خان نے مرکز میں اپنی ذاتی حیثیت کم ہو جانے کے خدشہ کی بدولت پروان نہ چڑھنے دی

اور یہ طریقہ ناکام ہوگیا۔

علاوہ ازیں جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ بھی بھرپور تعلق رہا۔ پی پی نمبر ۱۲۳ لاہور کے صدر اور لاہور ڈویژن کی تنظیم کے چیف آرگنائزر اور مرکزی شوریٰ کے ممبر رہے۔ تین سال تک جمعیت علماء جموں کشمیر کے ایڈیشنل سیکرٹری بھی رہے اور جمعیت علماء پاکستان کے ریسرچ سیل کے انچارج کی حیثیت سے جمعیت کا ۱۹۸۸ء کا انتخابی منشور آپ نے اپنے قلم سے مولانا شاہ احمد نورانی کی خواہش پر تحریر کیا۔ جب آپ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے شعبہ تدریس سے منسلک ہوئے تو مولانا ڈاکٹر طاہر القادری کے ذاتی کوٹہ سے منہاج القرآن کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔

۱۹۹۹ء میں جماعت اہلسنت جموں وکشمیر کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور بلحاظ عہدہ جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی عاملہ کے ممبر بھی رہے۔ ایک موقع پر جماعت اہلسنت جموں وکشمیر کے وفد کے کارکن کی حیثیت میں آپ نے صدر پاکستان جناب رفیق تارڑ کے ساتھ ملاقات بھی کی اور کشمیر کے علاوہ بہت سے قومی اور بین الاقوامی معاملات پر جماعت کا موقف ان کے سامنے رکھا۔

تحریک آزادیٔ کشمیر میں حصہ:

کشمیر کی آزادی کے لیے بہت سی تنظیموں کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے۔ سب سے شاندار کام یہ تھا کہ آپ نے ایک خط میں، جو مولانا مفتی گل احمد عتیقی (سینئر نائب صدر جمعیت علماء جموں وکشمیر) اور مولانا محمد رشید نقشبندی (مرکزی نائب ناظم اعلیٰ جمعیت علماء جموں وکشمیر) کے سامنے لکھا گیا، مولانا سعید احمد مجددی کو سنی جہاد کونسل کی تشکیل کی تجویز دی جس پر مولانا مجددی صاحب نے یہ کونسل تشکیل دی۔ آپ اس کونسل کی اعلیٰ اختیارات کی کونسل کے رکن، مرکزی نائب ناظم اعلی اور قائم مقام ناظم اعلیٰ رہے اور مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کو سپورٹ دینے کے ساتھ ساتھ مخیرین کے تعاون سے مہاجرین میں لاکھوں روپے نقد اور ہزاروں من جنس وغیرہ تقسیم کی۔ علاوہ ازیں جہاد کانفرنسوں کے ذریعہ ہزار ہا اجلاس منعقد کر کے ذہن سازی کا فریضہ انجام دیا اور فارورڈ کہوٹہ تحصیل حویلی کے"جمعیت علماء جموں وکشمیر" کے دفتر کو مقبوضہ کشمیر سے آنے والے مجاہدین کے آرام وعلاج کے مرکز میں طویل عرصہ تبدیل کیئے رکھا جہاں مشہور کشمیری مجاہد اشفاق وانی کئی مرتبہ مقیم رہے۔

ملازمت:

علامہ مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل ۱۹۸۰ء میں بحیثیت خطیب محکمہ اوقاف میں بھرتی ہوئے۔ ۱۹۹۳ء میں ڈسٹرکٹ خطیب اور ۲۰۰۰ء میں ڈویژنل خطیب ترقی یاب ہوئے۔ ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۶ء تک مسجد وزیر خاں رہے (۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۹ء یورپ میں مقیم رہے)۔ پھر ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۱ء تک ڈیرہ غازی خاں، ۱۲-۲۰۱۱ء گوجرانوالہ، ۲۰۱۲ء تا ۲۰۱۸ء مسجد وزیر خاں خطبۂ جمعہ دیتے رہے۔ آپ ۲۰۱۸ء میں بحیثیت صوبائی خطیب ریٹائر ہوئے۔

خطابت:

آپ نے محکمہ اوقاف کی ملازمت کے علاوہ دو سال کا چھوپورہ میں خطابت فرماتے رہے بعد ازاں ۱۲ سال دربار شاہ ابوالمعالی میں خطیب رہے۔

زیارت حرمین شریفین:

۲۰۰۷ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حرمین شریفین کی حاضری بصورت حج وعمرہ عطا کی۔

اولاد امجاد:

علامہ بخاری عقیل کی ۱۹۸۲ء میں اپنی چچا زاد سے شادی ہوئی۔ان سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار فرزند اور تین دختریں عطافرمائیں۔

تصانیف:

علامہ مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل نے میدان تصنیف میں بھی قدم رکھا،آپ کے علمی شہ پارے درج ذیل ہیں:

۱۔غوث پاک بے مثال مبلغ اسلام ۲۔ارشاد الساری شرح بخاری (از مولانا احمد رضا خان بریلوی) کی تحقیق اور ترجمہ ۳۔مسلمان خواتین کی علمی خدمات ۴۔اسلام کا نظام عدل و احسان ۴۔حضرت شاہ ابوالمعالی ۵۔شرح اصول الشاشی ۶۔تاریخ اسلام (ترجمہ) ۷۔شرح تیسیر مصطلح الحدیث ۸۔شرح شرح عقائد ۹۔شرح نورالایضاح ۱۰۔شرح فقہ اکبر ۱۱۔شرح قدوری (عربی) ۱۲۔شرح مسند امام اعظم ۱۳۔نزولِ حجاب کے بعد دور رسالت میں مدینہ منورہ کی معاشرتی سرگرمیاں ۱۴۔ یورپ کا سفرنامہ (۸۴)

شعروشاعری:

آپ شعروشاعری کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔۱۹۸۹ء کو کشمیر میں الیکشن کے لیے گئے تو تحریک چل رہی تھی۔ڈگری کالج میں ایک مشاعرہ کا انعقاد تھا،آپ وہاں پہنچے تو آپ کو بھی شمولیت کا کہا گیا۔شعراء کلام پیش کر رہے تھے،طرح مصرع تھا:''جسے جینا ہو مرنے کے لیے تیار ہو جائے''۔جب آپ کی باری آئی تو آپ نے گرہ لگائی:

شہادت کی جواں مردوں فقط اتنی حقیقت ہے
جسے جینا ہو مرنے کے لیے تیار ہو جائے
بلا خیبر بھی ٹوٹا ہے کبھی نعروں سے جلسوں سے
یہ توڑے گا وہی جو حیدر کرار ہو جائے
عدو کی ہوشیاری اور طاقت کا علاج فقط اتنا
کہ کربل گرم پھر کشمیر میں اک بار ہو جائے (۸۵)

تجویدوقراءت کے اساتذہ:

استاذ القراء امام المجودین قاری محمد یوسف سیالوی

استاذ القراء قاری محمد یوسف سیالوی بن میاں رحیم اللہ ۲۰ اپریل ۱۹۴۷ء کو اپنے ننہالی گاؤں لاہوریاوالا ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میاں رحیم اللہ کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور سننے کے عادی تھے اور نقشبندی سلسلے کی خانقاہ روپڑ شریف (چک بیلی خان، ضلع راول پنڈی) کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد عبدالرب عثمانی نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ سال میں کئی دفعہ پیدل چل کر وہاں حاضر ہوتے اور مرشد گرامی سے سلسلۂ عالیہ کے اوراد وظائف کی جگہ پر بھی تلاوت قرآن مجید کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ استاذ القراء کی والدہ محترمہ کو بھی دین سے گہری محبت تھی گھروں میں جا کر خواتین کو قرآن مجید کی تعلیم دیتی رہیں۔

تعلیم وتربیت:

ششم تک سکول کی تعلیم اپنے آبائی گاؤں کھوکھاں شریف میں حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء میں چھٹی پاس کرنے پر والدین نے دینی تعلیم کے آغاز کا فیصلہ کیا۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں آپ کے بڑے بھائی علامہ بشیر احمد سیالوی علیہ الرحمۃ درس نظامی پڑھ رہے تھے آپ کو بھی حفظ قرآن کے لیے وہیں بھیج دیا گیا۔ اس وقت جامعہ نظامیہ کے مہتمم استاذ الاساتذہ علامہ غلام رسول رضوی علیہ الرحمہ تھے ابھی وہاں گئے چند دن ہی ہوئے تھے کہ مولانا بشیر احمد سیالوی کے استاذ محترم استاذ العلماء علامہ مولانا اللہ بخش چشتی علیہ الرحمۃ جامعہ نظامیہ سے جامعہ مظفریہ، واں بھچراں (ضلع میانوالی) تشریف لے گئے، بہت سے طلبہ بھی ان کی معیت میں تھے مولانا بشیر احمد سیالوی کے ہمراہ آپ بھی واں بھچراں پہنچ گئے۔

وہاں آپ نے حافظ غلام حسین سے ایک سال میں سات پارے حفظ کیے۔ سال ختم ہوا تو شوال میں واپس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں آئے اور یہاں استاذ الحفاظ قاری محمد حنیف نوراللہ مرقدہ (لڈن، ضلع وہاڑی) کے پاس ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء میں حفظ قرآن کی تکمیل فرمائی۔

حفظ قرآن مجید کی تکمیل کے فوراً بعد درس نظامی پڑھنے کے لیے ۱۹۶۲ء کو دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، آستانہ عالیہ سیال شریف میں اشرف العلما شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ آپ کی دینی تعلیم کا اور شرف العلماء کی باقاعدہ تدریس کا پہلا سال تھا، سال کے دوران جامعہ مظفریہ، واں بھچراں چلے گئے اور وہاں مولانا عبداللہ رحمہ اللہ سے صرف اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ اگلے سال مولانا عبداللہ سیال شریف آئے تو استاذ القراء قاری محمد یوسف سیالوی بھی سیال شریف آ گئے۔ جب اشرف العلماء سیال شریف سے جامعہ نعیمیہ لاہور میں آئے تو قاری صاحب بھی ان کے ساتھ جامعہ نعیمیہ میں آ گئے۔

اسی سال (۱۹۶۵ء) میں شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری نے جامعہ نعیمیہ میں تدریس کا آغاز فرمایا تھا ان سے بھی پڑھتے رہے۔ اشرف العلماء دو سال کے بعد اپنے آبائی قصبہ سلانوالی میں آ گئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ سلانوالی کے مدرسہ میں چلے آئے۔ نحو میں شرح جامی تک، منطق میں ملاحسن تک، ادب میں مقامات حریری تک اور صرف میں فضول اکبری کا درس اشرف العلماء سے لیا۔ شرف ملت سے کنز الدقائق پڑھی، استاذ العلماء مولانا اللہ بخش چشتی سے فارسی ادب کی کتاب ''یوسف زلیخا'' کا درس لیا۔ آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں مفسر قرآن علامہ عبد الرزاق بھترالوی، استاذ العلماء مولانا اللہ دتہ سیالوی (بھابڑہ، ضلع سرگودھا) اور مشہور کاتب حضرت مولانا شاہ محمد چشتی کے نام نمایاں ہیں۔

فن تجوید وقراءت کی تحصیل:

درس نظامی کی تعلیم کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ آپ کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا اور تایا محترم شدید علیل ہو گئے۔ چار ماہ تک سلسلہ تعلیم روک کر ان کی خدمت کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ اسی دوران آپ کی توجہ تجوید وقراءت کی طرف مبذول ہو گئی، آپ نے قاری اظہار احمد تھانوی سے ۶۹۔۱۹۶۸ء میں جامعہ تجوید القرآن، موتی بازار لاہور سے اس فن کی تحصیل کی۔ قرأت کی سند پر تاریخ اجراء ۱۰ صفر ۱۳۸۹ھ درج ہے۔ تعلیم کے ساتھ لگن اور محنت کا یہ حال تھا کہ تجوید وقرأت سبعہ کا چار سالہ نصاب آپ نے دو سالوں میں انتہائی شاندار نمبروں میں پاس کیا۔

اساتذہ:

استاذ القراء قاری محمد یوسف سیالوی کے چند معروف اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ اللہ بخش چشتی (واں بچھراں) ۲۔ اشرف العلماء علامہ محمد اشرف سیالوی ۳۔ شیخ الحدیث علامہ عبد الحکیم شرف قادری ۴۔ علامہ مولانا عبد اللہ ۵۔ قاری محمد حنیف ۶۔ حافظ غلام حسین ۷۔ قاری اظہار احمد تھانوی

تدریس:

فن تجوید وقرأت کی تکمیل کے بعد استاذ القراء قاری یوسف سیالوی صاحب اپنے استاذ محترم قاری محمد حنیف علیہ الرحمۃ کے حکم پر ۱۹۶۹ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تشریف لے آئے اور ۱۹۷۲ء کے شروع تک تجوید وقرأت پڑھاتے رہے۔ ایک سال مدرسہ شاہ محمد غوث، بیرون اکبری دروازہ لاہور اور دو سال جامعہ خالقیہ رزاقیہ، لالہ موسیٰ میں تدریس فرمائی۔ اسی دوران آپ کے عم محترم میاں ہدایت اللہ علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو ۱۹۷۴ء میں اہلیان کھوکھا شریف کی درخواست پر کھوکھا شریف تشریف لے آئے۔ اس وقت سے تا حال جامعہ شمسیہ ضیاء القرآن، کوکھوکھا شریف اور جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ میں محو تدریس ہیں۔

حضرت امام شاطبی ایوارڈ:

فن تجوید وقرأت میں استاذ القراء کی لازوال خدمات پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ۲۹ اگست ۱۹۹۸ / ۱۴۱۹ھ کو

سنی جماعت القراء پاکستان کی طرف سے منعقدہ تقریب میں آپ کو ''حضرت امام شاطبی ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔

نکاح واولاد:

آپ کا نکاح اپنے ماموں صوفی فضل حسین قادری سلطانی زیدمجدہ (خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ قادریہ سلطان باہو شریف جھنگ) کی صاجزادی سے ہوا، جن سے اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور چار بیٹیاں عطافرمائیں۔آپ کے بیٹوں کے اسماء یہ ہیں:

۱۔حافظ محمد فضیل احمد سیالوی ۲۔حافظ محمد سہیل احمد سیالوی ۳۔حافظ محمد شعیب حسن سیالوی

تصانیف:

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس کے دوران فن تجوید کی کتاب فوائد مکیہ پر ''لمعات شمسیہ'' کے نام سے حاشیہ لکھا۔(۸۶)

علامہ قاری محمد عبداللہ سیالوی

علامہ قاری محمد عبداللہ سیالوی بن حاجی غلام رسول سرگودھا کے گاؤں چک نمبر ۱۳۶ شمالی ھریانوالا تحصیل سلانوالی میں ۱۹۶۰ء کو پیدا ہوئے۔والد کھیتی باڑی کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت:

علامہ قاری محمد عبداللہ سیالوی نے پرائمری تک تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔پھر آپ کے والد نے کوٹ اللہ یار کے ایک مدرسہ، جو حفظ کے لیے مشہور تھا، میں داخل کرادیا۔اس ہونہار طالب علم نے بہت جلد حفظ قرآن کی سعادت حاصل کر لی۔پھر حاجی غلام رسول اپنے سعادت مند فرزند کو درس نظامی کے لیے دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف چھوڑ آئے۔

یہاں آپ کو شیخ الحدیث علامہ عزیز احمد اور شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی جیسے اساتذہ میسر آئے۔اشرف العلماء علامہ اشرف سیالوی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے، علامہ سیالوی اپنے استاذ کے گھر کے کام بھی کرتے تھے، سیلاب کے دنوں میں جانوروں کو چارہ ڈالنا اور دودھ دوہنے کی ذمہ داری آپ کے ہی ذمہ تھی۔یہی وجہ ہے کہ اشرف العلماء بھی اپنے مؤدب شاگرد کو اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے، جب وہ جامعہ رکن الاسلام، حیدرآباد ایک سال کے لیے گئے تو آپ بھی ساتھ تھے۔آپ نے ۱۹۷۷ء میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

تدریس:

جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ میں استاذ المجودین قاری محمد یوسف سیالوی کے پاس اشرف العلماء کے حکم پر ۸۹۔۱۹۸۸ء میں تشریف لے آئے اور ۱۹۸۱ء تک حفظ و درس نظامی کی تدریس فرماتے رہے۔۱۹۸۱ء میں سوہاوہ (دینہ کے قریب شہر) کے لوگوں کی درخواست پر استاذ المجودین نے علامہ قاری محمد عبداللہ سیالوی کو سوہاوہ بھیج دیا۔یہاں ابتدائی طور پر ناظرہ کا مدرسہ تھا، آپ نے ناظرہ قرآن سے شروع کیا پھر حفظ قرآن مجید کی کلاس کا آغاز فرمایا۔

دارالعلوم رحمانیہ رضویہ کی بنیاد:

علامہ قاری محمد عبداللہ سیالوی نے سوہاوہ میں دارالعلوم رحمانیہ رضویہ کی بنیاد رکھی، یہاں مسلسل پندرہ سال (۱۹۸۱ء۔ ۱۹۹۵ء) حفظ قرآن اور جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ جا کر درس نظامی کی تدریسی خدمات سرانجام دیں، جس کے نتیجے میں آپ نے سینکڑوں حفاظ وعلماء پیدا کیے۔ آپ رمضان المبارک میں پورے سوہاوہ شہر کی ۷۰۔ ۸۰ مساجد میں نماز تراویح کے لیے حفاظ کرام بھیجتے تھے۔ عید میلاد النبی ﷺ پر مختلف اجتماعات کے انعقاد کے ساتھ ساتھ تبلیغی سرگرمیوں کے لیے دور دراز مقامات پر موٹر سائیکل پر تشریف لے جاتے تھے۔

قاری صاحب کے وصال (۱۹۹۶ء) کے بعد ان کے برادر نِسبتی علامہ محمد دین سیالوی (فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف) نے ادارہ کا نظام سنبھالا اور ۲۰۰۱ء تک بحسن وخوبی چلاتے رہے۔ ۲۰۰۱ء میں علامہ محمد دین سیالوی کے انگلینڈ جانے کے بعد قاری محمد عبداللہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے علامہ حافظ محمد عصمت اللہ نے ادارہ کو دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف کے ساتھ الحاق کروایا اور باقاعدہ درس نظامی کی کلاسز کا آغاز کیا۔ اس وقت تک اس ادارے سے ۸۰ علماء فارغ التحصیل ہو چکے ہیں، راولپنڈی بورڈ کے میٹرک، ایف۔اے۔ اور بی۔اے۔ کے امتحانات میں نمایاں پوزیشنز لے چکے ہیں اور ایک دفعہ ایف۔اے۔ کی تینوں پوزیشنز لینا اس مدرسہ کے اعزازات میں سے ہے۔

جامع مسجد گلزار رحمت کی بنیاد:

علامہ قاری محمد عبداللہ سیالوی نے سوہاوہ جی روڈ پر جامع مسجد گلزار رحمت کی بنیاد رکھی، جو شہر کی سب سے بڑی مسجد ہونے کے ساتھ تبلیغی و دینی سرگرمیوں کا بھی سب سے بڑا مرکز ہے۔

امامت وخطابت:

علامہ سیالوی نے مختلف مساجد میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیے۔ حفظ قرآن کے بعد تاحیات ہر سال تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے۔ سوہاوہ آنے کے بعد جامع مسجد مدینہ میں خطابت فرماتے رہے، آپ بلا خوف لومۃ لائم حق بات بیان کرتے اور خلاف شریعت کام پر فوراً سرزنش فرماتے تھے۔ سوہاوہ میں تمام سنی جماعتوں کی بنیاد آپ نے رکھی، فرماتے تھے: ''جو ایک سنی جماعت میں نہیں رہ سکتا تو دوسری کو اختیار کرلے گا اور کم از کم سنی تو رہے گا''۔

بیعت:

آپ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے ہیں۔

زیارت حرمین شریفین:

قاری صاحب کو ۱۹۸۹ء میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

وصال:

علامہ قاری محمد عبداللہ سیالوی ۵ جون ۱۹۹۶ء کو دار الفناء سے دار البقاء کی طرف کوچ فرما گئے۔

اولادواحفاد:

اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو دو بیٹیوں اور چار بیٹوں کی نعمت سے نوازا، بیٹوں کے اسماء بالترتیب یہ ہیں:

۱۔علامہ حافظ محمد عصمت اللہ سیالوی ۲۔علامہ محمد ضیاء اللہ سیالوی (پی ایچ ڈی اسلامک اسٹڈیز)

۳۔حافظ محمد شفقت اللہ (بی ایس آئی ٹی) ۴۔علامہ محمد عثمان مدثر (تخصص فی الفقہ جاری) (۸۷)

دیگر اساتذہ:

ملک العلماءعلامہ عطامحمد چشتی گولڑوی بندیالوی

ملک العلماءعلامہ عطامحمد چشتی گولڑوی بندیالوی بن ملک اللہ بخش اعوان ۱۳۳۴ھ بمطابق ۱۹۱۶ءکوموضع پدھراڑ ضلع خوشاب میں ہوئی۔آپ کے چار بھائی تھے جن میں سے مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ عالم جوانی میں انتقال کر گئے انہوں نے تمام کتب درسیہ آپ سے پڑھیں اور دورۂ حدیث بریلی شریف میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔(۸۸)

تحصیلِ علم:

علامہ عطامحمد چشتی گولڑوی نے موضع وسنال (نزدمنارہ) ضلع چکوال میں حافظ الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ سے تین سال میں قرآن حفظ کیا۔بعدازاں آپ نے فارسی کی ابتدائی کتب بھی اسی مدرسہ میں مولانا قاضی محمد بشیر وسنالوی صاحب سے پڑھیں۔پھر آپ فقیہ العصر مولانا یارمحمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء) کی خدمت میں بندیال شریف ضلع خوشاب میں حاضر ہوئے۔

سات سال فقیہ العصر کی خدمت میں رہ کر فارسی میں گلستان، بوستان، یوسف زلیخا، سکندر نامہ بری و بحری، تحفۃ الابرار جامی، صرف میں صرف بہائی، اور قانونچہ سے لیکر شافیہ تک، نحو میں نحومیر، عبدالرسول، کافیہ، ہدایۃ النحو، الفیہ ابن مالک اور شرح جامی تک، اصول فقہ میں اصول الشاشی، نورالانوار، حسامی تک، فقہ میں نورالایضاح، قدوری، کنزالدقائق، شرح وقایہ تک اور منطق میں مجموعہ منطق سے لیکر میرایساغوجی، ایساغوجی، قال اقول، مرقاۃ، شرح التہذیب، قطبی تک کتب پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

علامہ عطامحمد چشتی گولڑوی ۴۰۔۱۹۳۹ میں فقیہ العصر مولانا یارمحمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے پر جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں فاضل اجل مولانا مہر محمد صاحب چشتی گولڑوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان سے دو سال کے عرصہ میں مختصر المعانی، مطول، ملاحسن، حمداللہ، قاضی مبارک، شرح عقائد خیالی، امورعامہ وغیرہ کتابیں پڑھیں اور حدیث میں مشکوٰۃ شریف، بخاری شریف ومسلم شریف کا درس لیا۔

اسی دوران چھ ماہ موضع (انہی) ضلع گجرات میں مولانا ولی اللہ صاحب سے منطق اور فلسفہ کی بعض کتب پڑھیں۔علامہ

گولڑوی گجرات سے پھر دوبارہ لاہور تشریف لے آئے اور جامعہ نعمانیہ میں مولانا محب النبی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے شمس بازغہ اور شرح عقائد خیالی پڑھیں۔ بعد ازاں بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں فاضل اجل مولانا غلام محمود صاحب پپلا نوی چشتی گولڑوی سے تصریح وشرح چغمینی اور علم ریاضی کی کتب پڑھیں۔ یوں آپ نے صرف ۱۰ سال کے مختصر عرصہ میں علوم وفنون کی تمام کتب کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔(۸۹)

اساتذہ کرام:

علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی کے قابل فخر اساتذہ جن سے انہوں نے اکتساب فیض کیا یہ ہیں:

۱۔حافظ الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ مولانا قاضی محمد بشیر وسناوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۔فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۔مولانا مہر محمد صاحب چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۵۔مولانا غلام محمود صاحب پپلا نوی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۶۔ر مولانا محب النبی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۷۔حضرت مولانا محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ ۸۔ مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ(۹۰)

تدریس:

وہ مدارس جہاں آپ نے مسند تدریس کو زینت بخشی، ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔جامعہ فتحیہ لاہور	۲سال
۲۔دارالعلوم حزب الاحناف لاہور	۱سال
۳۔مدرسہ رحمانیہ رانیاں ضلع حصار	۱سال
۴۔دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف	۱سال
۵۔دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف	۸سال
۶۔وڑچھہ شریف	۲سال
۷۔جامعہ حامدیہ رضویہ گلشن رضا کراچی	۳سال
۸۔مکھڈ شریف	۳سال
۹۔بھکھی شریف	۳سال
۱۰۔جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف	۱سال
۱۱۔جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف	۲۵سال
کل عرصہ تدریس	(تقریباً) نصف صدی (۹۱)

نامور تلامذہ:

ملک العلماء علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی بندیالوی سے اکتساب فیض کرنے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے بلاشبہ آپ

ہزاروں تشنگانِ علم کی سیرابی کا باعث بنے۔ یہاں چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ نائب شیخ الاسلام خواجہ محمد حمید الدین سیالوی (سیال شریف)

۲۔ جانشین فقیہ العصر صاحبزادہ محمد عبد الحق بندیالوی (گولڑہ شریف)

۳۔ شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی (لاہور)

۴۔ شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی (فیصل آباد)

۵۔ شارح بخاری و مسلم علامہ غلام رسول سعیدی (کراچی)

۶۔ شیخ الحدیث ابو الحسنات مولانا محمد اشرف سیالوی (سرگودھا)

۷۔ یادگار اسلاف مصنف کتب کثیرہ علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری (لاہور)

۸۔ شیخ القرآن والحدیث علامہ علی احمد سندیلوی (لاہور)

۹۔ مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی (لاہور)

۱۰۔ ابو الفتح علامہ محمد اللہ بخش سیالوی (واں بچھراں)

۱۱۔ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری (بصیر پور اوکاڑہ)

۱۲۔ ابو الخیر صاحبزادہ محمد زبیر (حیدرآباد سندھ)

۱۳۔ علامہ مقصود احمد قادری (سابق خطیب داتا دربار لاہور)

۱۴۔ علامہ فضل سبحان قادری (مردان)

۱۵۔ علامہ پیر محمد چشتی (پشاور)

۱۶۔ علامہ محمد رشید نقشبندی (لاہور)

۱۷۔ علامہ مفتی گل احمد عتیقی (لاہور)

۱۸۔ صاحبزادہ نور سلطان قادری (اولاد سلطان العارفین حضرت سلطان باہو)

۱۹۔ صاحبزادہ سردار احمد عالم قادری

۲۰۔ علامہ نذر حسین چشتی گولڑوی (۹۲)

سلسلۂ ارادت وطریقت:

زمانہ طالب علمی میں آفتاب گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑی قدس سرہ کے دست اِقدس پر سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ گولڑہ کے آفتابِ عالم تاب کے رحلت فرما جانے کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت پیر سید غلام محی الدین گولڑوی کے ہاتھ پر

بیعت ہوئے۔(۹۳)

زیارتِ حرمین شریفین:

۱۹۶۳ء میں آپ نے حرمین شریفین کی حاضری دی اور حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔(۹۴)

وصال پر ملال:

ملک العلماء علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی ۴ ذو القعدہ ۱۴۱۹ھ/ ۲۱ فروری ۱۹۹۹ء بروز اتوار بوقت ۹ بجے صبح وصال فرما گئے۔نماز جنازہ بروز سوموار کو ڈھوک دھمن ضلع خوشاب میں ادا کی گئی۔نمازِ جنازہ کی امامت نائب شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔(۹۵)

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ فدا محمد عطا فرمایا۔جن دنوں آپ گولڑہ شریف میں پڑھاتے تھے ،وہ صاحبزادہ صغرسنی میں داغِ مفارقت دے گیا۔تمام نیازمندوں کی دلی آرزو تھی کہ مولائے کریم جل شانہ آپ کو نرینہ اولاد عطا فرمائے۔آخر دربارِ ایزدی میں دعائیں قبول ہوئیں اور یکم رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء کو اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ عطا فرمایا،جس کا نام فداء الحسن ہے۔(۹۶)

صاحبزادہ صاحب کی شادی ۱۹۹۵ء کو ہوئی،اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صاحبزادہ عطا فرمایا جس کا نام ملک العلماء علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی نے محمد اجمل عطاء تجویز فرمایا۔صاحبزادہ فداء الحسن ۱۰ ستمبر ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ رات تقریباً ۱۲ بجے کینسر کے عارضہ کی وجہ سے انتقال فرما گئے،صاحبزادہ سلطان معظم علی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔(۹۷)

تصانیف:

درج ذیل تصانیف آپ کے رشحاتِ قلم سے تیار ہوئی ہیں:

۱۔سیف العطاء (نکاح سیدہ با غیر سیدہ) ۲۔رویئت حلال کی شرعی تحقیق (دو سو سے زائد صفحات) ۳۔سفر نامۂ بغداد (۱۹۴۸ء) ۴۔التحقیق الفرید فی تراکیب کلمۃ التوحید ۵۔تحقیق ایمانِ ابو طالب ۶۔قوالی کی شرعی حیثیت ۷۔عقیدۂ اہلسنت (سنی کے جنازہ میں شیعہ شریک نہیں ہوسکتا) ۸۔مسئلہ حاضر و ناظر ۹۔اذان سے قبل اور بعد درود شریف کا بیان ۱۰۔دیۃ المرآۃ ۱۱۔تحقیق وقت افطار ۱۲۔صرف عطائی (فارسی منظوم) ۱۳۔مسئلہ امامت کبریٰ اور اس کی شرائط ۱۴۔مسئلہ سود ۱۵۔ماہ صیام اور باجماعت نماز وتر ۱۶۔درس نظامی کی ضرورت و اہمیت (مقالہ) ۱۷۔نظام عدل اور فقہ حنفی ۱۸۔اسلام میں عورت کی حکمرانی ۱۹۔شان اولیاء ۲۰۔جہاد کی اہمیت ۲۱۔مسئلہ سیاہ خضاب ۲۲۔اسلامی نظریاتی کونسل میں لکھے گئے مقالہ جات ۲۳۔تصویر کی شرعی حیثیت ۲۴۔قدم غوث اعظم اور فضائل اہلبیت ۲۵۔انبیائے کرام،اولیائے کرام اور الہامی کتابوں کے پیروکاروں

میں سے کسی ایک کی توہین اور اس کی سزا کا حکم ۲۶۔حدود کی سزاؤں کے نفاذ کے لیے عورتوں کی شہادت کا حکم ۲۷۔ایکٹ اشٹام کی شرعی حیثیت ۲۸۔سیاہ خضاب ۲۹۔مسئلہ علم غیب نبی ﷺ ۳۰۔مسئلہ نور و بشر ۳۱۔مسئلہ کذب (۹۸)

مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی

مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی بن محمد عبدالکریم مارچ ۱۹۳۸ء کو بابو پور افغاناں تحصیل وضلع گورداسپور صوبہ مشرقی پنجاب (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی نے پرائمری تک تعلیم گورداسپور کے مشہور قصبہ ہر دو چھنی سے حاصل کی (اس وقت پرائمری تعلیم چوتھی جماعت تک تھی)۔تعلیم سے فارغ اوقات اپنے تایا جان حکیم محمد ابراہیم کے ساتھ ان کی حکمت کی دوکان پر گزارتے تھے اور اپنے تایا جان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔قیام پاکستان کے وقت آپ کا خاندان ہجرت کر کے ضلع سیالکوٹ تحصیل شکر گڑھ موضع بارہ منگا آگیا۔مفتی صاحب نے پرائمری سے ہائی سکول تک تعلیم موضع بارہ منگا میں مکمل کی اور دسویں کا امتحان محکمہ تعلیم حکومت پاکستان کے زیراہتمام دیا۔اسی طرح فاضل عربی اور فاضل فارسی کے امتحانات لاہور بورڈ سے نمایاں پوزیشن میں پاس کیے۔

میٹرک کے بعد علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔علوم دینیہ کی تحصیل میں بنیادی کردار آپ کے چچا حکیم حافظ عبدالمجید قادری نے ادا کیا۔مفتی صاحب نے ۱۹۵۲ء میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، اندرون دہلی گیٹ لاہور سے درس نظامی کی ابتدا کی۔بعد ازاں جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور، جامعہ لاثانیہ نیویں مسجد شاہ عالمی گیٹ لاہور اور مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور میں پڑھتے رہے۔آپ نے مفتی اعظم ابوالبرکات سید احمد قادری سے ۱۹۶۱ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۹۶۲ء میں حضرت پیر سید محمد احمد محدث کچھوچھوی، مولانا عبدالغفور ہزاروی اور مفتی اعظم ابو البرکات سید احمد قادری کے مقدس ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

فتوی نویسی کی تربیت:

مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی نے فتوی نویسی کی تربیت مفتی اعظم ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے مسلسل چھ سال (۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۶ء) حاصل کی۔

اساتذہ کرام:

علامہ سیالوی کے ذی وقار اساتذہ یہ ہیں:

۱۔مولانا سید منور علی شاہ ۲۔علامہ غلام رسول رضوی ۳۔مولانا اللہ بخش واں بچھروی ۴۔مولانا محمد علی شرقپوری ۵۔مولانا مہر دین جماعتی ۶۔مفتی اعظم ابوالبرکات سید احمد قادری ۷۔مولانا عبدالغفور ہزاروی (دورۂ تفسیر القرآن) ۸۔علامہ سید احمد

سعید کاظمی شاہ (اسباق حدیث پڑھے اور سماع حدیث کیا) ۹۔رئیس المدرسین علامہ عطا محمد بندیالوی (اکتساب فیض) ۱۰۔محدث اعظم مولانا سردار احمد قادری (اکتساب فیض)

تدریس:

مفتی محمد عبد العلیم سیالوی نے علامہ سید طالب حسین شاہ گردیزی کی درخواست پر جامعہ برکات العلوم، مغلپورہ لاہور سے ۱۹۶۵ء میں باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا۔ایک سال بعد ۱۹۶۶ء کو مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاھو لاہور تشریف لے آئے، تاحال اسی جامعہ میں رئیس دار الافتاء اور شیخ الحدیث و شیخ الفقہ کی حیثیت سے تدریسی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔علاوہ ازیں آپ جامعہ غوثیہ، گلبرگ لاہور میں بھی مختلف ادوار میں تدریس فرماتے رہے ہیں، تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ۱۹۸۶ء۔۱۹۸۷ء (ایک سال)

(۲) ۱۹۹۲ء۔۱۹۹۳ء (ایک سال)

(۳) ۲۰۰۱ء تاحال (آج کل جزوقتی تدریس فرمارہے ہیں)

تلامذہ:

چند مشہور تلامذہ کے اسماء ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، سابق ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ، لاہور ۲۔مفتی انور القادری، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، لاہور ۳۔علامہ غلام نصیر الدین چشتی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، لاہور ۴۔ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان ۵۔ڈاکٹر محمد عارف نعیمی، ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ للبنات، چائنہ سکیم لاہور ۶۔مولانا محمد اصغر شاکر، ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ رضویہ، گلبرگ لاہور ۷۔علامہ فضل دین، سابق شیخ الحدیث جامعہ ضیاء العلوم، راولپنڈی ۸۔مفتی بشیر احمد نقشبندی، مہتمم ادارہ تعلیمات قرآن گھوڑے شاہ لاہور ۹۔مولانا محمد راغب نعیمی، ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ، لاہور ۱۰۔ڈاکٹر مفتی محمد عمران انور نظامی ۱۱۔مولانا محبوب احمد چشتی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، لاہور ۱۲۔مفتی ڈاکٹر محمد سلیمان قادری ۱۳۔مولانا محمد نواز خان نظامی ۱۴۔مولانا مفتی ہاشم ۱۵۔مولانا حاجی امداد اللہ نعیمی، ناظم اعلیٰ منہاج القرآن علماء کونسل پنجاب

امامت وخطابت:

مفتی محمد عبد العلیم سیالوی نے جن مساجد میں امامت وخطابت کی خدمات سرانجام دیں ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔جامع مسجد ارائیاں والی المعروف مناظر اعظم پاکستان مولانا محمد عمر اچھروی والی مسجد میں ساٹھ کی دہائی میں عرصہ دو سال خطابت کے فرائض سرانجام دیے۔

۲۔عرصہ دو سال پرانا حزب الاحناف میں سید ابو البرکات شاہ صاحب کی موجودگی میں خطابت فرماتے رہے۔

۳۔مسجد نور ایمان والی،کشمیری بازار ۱۹۵۶ء۔۱۹۶۶ء

اس مسجد کو محکمہ اوقاف نے محکمہ اوقاف نے ۱۹۶۱ء میں اپنی تحویل میں لے لیا اور آپ کو محکمہ اوقاف کی طرف سے بطور امام وخطیب مقرر کیا گیا،۱۹۶۵ء تک آپ نے بطور امام وخطیب فرائض سر انجام دیے۔۱۹۶۵ء میں آپ کو ڈسٹرکٹ خطیب لاہور تعینات کر دیا گیا تو ایک سال بعد آپ نے محکمہ اوقاف کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

۴۔مسجد ریلوے کالونی ۱۹۶۶ء۔۱۹۷۶ء

۵۔۱۹۷۶ء سے جامع مسجد نصرت الاسلام،لاہور کینٹ میں خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

دارالافتاء سے وابستگی:

مفتی محمد عبد العلیم سیالوی جامعہ نعیمیہ،لاہور میں ۱۹۶۶ء سے تدریس کے ساتھ ساتھ فتوی نویسی کے فرائض بھی سر انجام دے رہے ہیں۔بہت سے مسائل میں علماء متقدمین ومتاخرین سے دلائل کے ساتھ علمی اختلاف بھی رکھتے ہیں مثلا:لاؤڈ سپیکر پر اذان،مغفرت ذنب،طلاق ثلاثہ کا وقوع،اوجڑی کا مکروہ تنزیہی ہونا،داڑھی مبارک کی حد شرعی،سماع وغیرہ۔مفتی صاحب نے ہی ۲۰۰۱ء میں جامعہ نعیمیہ،لاہور میں باقاعدہ تخصص فی الفقہ کی کلاسز کا آغاز اپنی زیر نگرانی کیا۔

بیعت:

آپ سلسلۂ چشتیہ میں شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے ہیں۔

زیارتِ حرمین شریفین:

علامہ سیالوی کو ۱۹۸۷ء،۱۹۹۲ء اور ۲۰۰۷ء میں حج کی صورت میں زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی اور متعدد بار عمرہ کی سعادت میسر آئی ہے۔

تصانیف:

مفتی صاحب کی زیادہ توجہ تدریس وفتوی نویسی پر مرکوز رہی ہے،اس کے باوجود چند کتب تحریر فرمائی ہیں:

۱۔نماز کے مسائل ۲۔طلاق ثلاثہ ۳۔غصہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے ۴۔شرح الھدایہ ۵۔فتاوی دار العلوم نعیمیہ لاہور (۹۹)

ماخذ ومراجع

(☆) امیر المجاھدین کے اساتذہ کے اسماء کے بارے میں معلومات چار ذرائع سے حاصل کی گئیں:

۱۔اساتذۂ حفظ بذریعہ:مجلہ النظامیہ،دسمبر ۲۰۲۰ء(امیر المجاھدین نمبر)

۲۔اساتذۂ تجوید وقراءت بذریعہ:علامہ سہیل احمد سیالوی بن قاری محمد یوسف سیالوی،بذریعہ موبائل کال،بتاریخ:۴ جنوری

۲۰۲۰ء

۳۔علامہ عبدالعلیم سیالوی واساتذہ درس نظامی بذریعہ: ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، بذریعہ موبائل کال، بتاریخ: ۴ جنوری ۲۰۲۰ء

۴۔علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی بذریعہ: کتاب: قائد ملت اسلامیہ علامہ خادم حسین رضوی، مصنف: مفتی عبدالرشید ہمایوں المدنی، ناشر: ادارہ اہل سنت کراچی، جنوری ۲۰۲۱ء

(۱) ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، سیدی مفتی اعظم، لاہور: مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۰۳ء، ص: ۶۔۷ ملخصاً

(۲) ایضاً، ص: ۸ (۳) ایضاً (۴) ایضاً، ص: ۹

(۵) رضوی، عطاء الرحمن، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان...... یادوں کے نقوش، مشمولہ: مجلہ النظامیہ (مفتی اعظم نمبر)، (مدیر: ڈاکٹر فضل حنان سعیدی)، لاہور: مجلس علماء نظامیہ، جلد ۱۹، شمارہ: ۸، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۱۱۷۔۱۱۸

(۶) سیدی مفتی اعظم، ص: ۹

(۷) تابش قصوری، محمد منشا، علامہ، جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، لاہور: بزم رضا جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۲

(۸) (i) سیدی مفتی اعظم، ص ۹ (ii) جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۲

(۹) سیدی مفتی اعظم، ص: ۱۰

(۱۰) قادری، ملک محبوب الرسول، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ (مفتی اعظم نمبر)، جلد ۴، شمارہ: ۴۔۵، ستمبر۔اکتوبر، ۲۰۰۳ء، ص: ۲۴۲

(۱۱) ایضاً (۱۲) ایضا

(۱۳) ہزاروی، محمد عبدالقیوم، مفتی، مقالات مفتی اعظم پاکستان، لاہور: بزم رضا جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۰۷ء، ص: ۱۷

(۱۴) سعیدی، احمد حسن، سردار، مفتی اعظم پاکستان اور جہد مسلسل، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۱۴۶

(۱۵) ایضاً، ص: ۱۴۷

(۱۶) قادری، رسول بخش، مولانا، مفتی اعظم پاکستان..... چند یادگار لمحات، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۱۹۳۔۱۹۴

(۱۷) جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۳ (۱۸) ایضاً، ص: ۱۲۔۱۳

(۱۹) رضوی، محمد حسن علی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی...... چند یادگار لمحات، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص: ۵۶۔۵۷

(۲۰) ایضاً

(۲۱) سعیدی، فضل حنان، ڈاکٹر، مفتی اعظم پاکستان...... ایک ہمہ جہت شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص: ۴۱

(۲۲) رضوی، محمد حسن علی، حدیث وفقہ اور تدریس کا امام، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص: ۶۳

(۲۳) ایضاً، ص: ۶۴ (۲۴) ایضاً

(۲۵) قادری، ملک محبوب الرسول، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ستمبر۔اکتوبر، ص: ۲۴۳

(۲۶) سیدی مفتی اعظم، ص: ۱۹ (۲۷) ایضاً، ص: ۲۰ (۲۸) ایضاً، ص ۲۰۔۲۱

(۲۹) پسروری، محمد ہدایت اللہ، مفتی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی...... شخصیت و کردار، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۸۲۔۸۳

(۳۰) (i)رضوی محمد حسن علی، علامہ، حدیث وفقہ اور تدریس کا امام، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۶۳
(ii)سیدی مفتی اعظم، ص: ۲۲تا ۲۴ ملخصاً
(۳۱) مقالات مفتی اعظم، ص: ۱۸ (۳۲) سیدی مفتی اعظم، ص: ۵۱
(۳۳) مقالات مفتی اعظم، ص: ۱۳ (۳۴) ایضاً، ص: ۱۴
(۳۵) تابش قصوری محمد منشا، علامہ، منقبت در شان مفتیٔ اعظم پاکستان، مشمولہ: مجلہ: النظامیہ، ستمبر اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص: ۲۶۰
(۳۶) جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۲۴
(۳۷) قادری، ملک محبوب الرسول، مفتی اعظم پاکستان کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۲۴۶
(۳۸) سعیدی، محمد عبدالستار، حافظ، مرآۃ التصانیف، لاہور: مکتبہ قادریہ، مطبوعہ ثانی: ۱۹۹۸ء، ص: ۳۰۹
(۳۹) محمد عبدالستار طاہر، محسن اہل سنت لاہور: رضادار الاشاعت، ۱۹۹۹ء، ص: ۳۱
(۴۰) محمد ہارون، علامہ، حالاتِ مصنفین درسِ نظامی لاہور: مکتبہ نعیمیہ جامعہ نعیمیہ، ۲۰۱۹ء، ص: ۱۱۳
(۴۱) محسن اہل سنت، ص: ۳۸
(۴۲) شرف قادری، عبدالحکیم، علامہ، تذکرہ اکابر اہلسنت، لاہور: کتب خانہ امام احمد رضا، س۔ن، ص: ۲۰
(۴۳) محسن اہل سنت، ص: ۴۳ (۴۴) تذکرہ اکابر اہل سنت، ص: ۲۰
(۴۵) مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف (شرف ملت نمبر)، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۳۴
(۴۶) محسن اہل سنت، ص: ۵۳ (۴۷) ایضاً، ص: ۳۹۔۴۰
(۴۸) تذکرہ اکابر اہلسنت، ص: ۲۱۔۲۲
(۴۹) ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، تحقیق و تدقیق کی دنیا کے دُرّ یکتا، مشمولہ: مجلہ النظامیہ (شرف ملت نمبر) جلد: ۸ شمارہ: ۱۱۔۱۲، اکتوبر ۲۰۰۷، ص: ۱۱
(۵۰) محسن اہل سنت، ص: ۸۵۔۸۶ (۵۱) محسن اہل سنت، ص: ۷۱
(۵۲) مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۳۷
(۵۳) حالاتِ مصنفین درس نظامی، ص: ۱۱۶
(۵۴) مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۳۵۔۳۶
(۵۵) ایضاً، ص: ۳۷۔۳۹۔۴۰ (۵۶) ایضاً، ص: ۳۷۔۳۹۔۴۶
(۵۷) ایضاً، ص: ۳۹۔۴۰
(۵۸) شرف قادری، عبدالحکیم، علامہ، تین مصری دانشوروں کے اعزاز میں تقریب، لاہور: رضا اکیڈمی، ۲۰۰۵ء، ص: ۳
(۵۹) مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۴۲ تا ۴۴ ملخصاً
(۶۰) ایضاً، ص: ۳۸۔۴۵۔۴۶ (۶۱) محسن اہل سنت، ص: ۶۵۔۱۶۰
(۶۲) مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۴۶
(۶۳) نور نور چہرے، ص: ۵ تا ۷ (۶۴) محسن اہل سنت، ص: ۱۹۸ تا ۲۲۱ ملخصاً
(۶۵) ایضاً، ص: ۲۰۴ تا ۲۰۶

(۶۶) (i) انٹرویو: علامہ محمد عبد القیوم بن مفتی محمد عبد الطیف نقشبندی، بمقام: کریم پارک، بوقت: 4:00pm، بتاریخ: ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۹ء

(ii) واٹس ایپ وائس میسیجز: علامہ محمد عبد القیوم بن مفتی محمد عبد الطیف نقشبندی، بوقت: 12:00pm، بتاریخ: ۲ جنوری ۲۰۲۱ء

(۶۷) (i) تبسم قادری، محمد طاہر، علامہ، عہد ساز شخصیت (استاذ العلماء علامہ محمد رشید نقشبندی)، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، جلد ۱، شمارہ: ۴، ستمبر ۲۰۰۰ئ ء، ص: ۳۰ تا ۴۰ ملخصا

(ii) شرقپوری، غلام محمد، مفتی، قرۃ عیون الاقبال فی تذکرۃ فضلاء البندیال، بندیال شریف: جامعہ مظہریہ امدادیہ، ۲۰۱۰ء، ص: ۳۶۳ تا ۳۷۳

(iii) انٹرویو: خواجہ خالد محمود (برادر زادہ علامہ محمد رشید نقشبندی) وصاحبزادگان علامہ محمد رشید نقشبندی، بمقام: مغلپورہ، رہائش گاہ علامہ محمد رشید نقشبندی بوقت: 10:00pm، بتاریخ: ۱۹ ستمبر ۲۰۱۹ء

(۶۸) عتیقی، محمد گل احمد، توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، کراچی، مکتبہ غوثیہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۴ تا ۱۶ ملخصاً

(۶۹) ایضاً ص: ۱۶ تا ۲۰ ملخصاً (۷۰) ایضاً ص: ۲۱۔۲۲

(۷۱) ایضاً ص: ۲۰۔۲۱ ملخصاً

(۷۲) انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی، بمقام: بلال گنج لاہور، بوقت: 06:33PM، بتاریخ: ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۹ء

(۷۳) توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، ص: ۲۳۔۲۴

(۷۴) ایضاً ص: ۲۱ (۷۵) ایضاً ص: ۲۰

(۷۶) انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی، بمقام: بلال گنج لاہور، بوقت: 06:33PM، بتاریخ: ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۹ء

(۷۷) توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، ص: ۲۴۔۲۵

(۷۸) ایضاً ص: ۲۵ (۷۹) ایضاً ص: ۲۶

(۸۰) (i) مرآۃ التصانیف ص: ۳۰۹۔۳۱۰

(ii) توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، ص: ۲۵۔۲۶

(iii) انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی، بمقام: بلال گنج لاہور، بوقت: 06:33 PM، بتاریخ: ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۹ء

(۸۱) (i) سعیدی، محمد عبد الستار، حافظ، تعلیم المنطق، لاہور: مرکزی دفتر تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان، ۱۹۹۱ء، ص: ۸ تا ۱۲ ملخصاً

(ii) حالاتِ مصنفین درس نظامی ص: ۷۶ تا ۷۸ ملخصاً

(iii) شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیے: مرآۃ التصانیف ص: ۵ تا ۱۵

(۸۲) مرآۃ التصانیف ص: ۳۱۹۔۳۲۰ (۸۳) حالاتِ مصنفین درسِ نظامی ص: ۵۴ تا ۶۴ ملخصا

(۸۴) بخاری عقیل، سید غلام مصطفیٰ، مفتی، التعلیقات الفاطمیہ علی اصول الشاشی، رانا ٹاؤن: جامعہ مدینۃ العلم، ۲۰۱۲ء، ص: ۴ تا ۱۲

ملخصاً

(۸۵) انٹرویو: علامہ مفتی سید غلام مصطفی بخاری عقیل، بمقام: جامعہ مدینۃ العلم، راناٹاؤن، بوقت: 30AM:09 ، بتاریخ: ۱۶ستمبر۲۰۱۹ء

(۸۶) چوہدری محمد ایوب، تاریخ کھوکھا شریف، ورگو پبلشرز، ۲۰۱۰ء، ص۶۶ تا۷۱ ملخصاً

(۸۷) واٹس ایپ وائس میسجز: علامہ محمد ضیاء اللہ سیالوی بن علامہ قاری محمد عبد اللہ سیالوی، بوقت: 00pm:1، بتاریخ: ۹ جنوری ۲۰۲۰ء

(۸۸) شرف قادری، محمد عبد الحکیم، علامہ، نورنور چہرے، لاہور: مکتبہ قادریہ، ۱۹۹۷ء، ص: ۲۲۱

(۸۹) چشتی گولڑوی، نذر حسین، ذکر عطاء فی حیات اِستاذ العلماء، خوشاب: استاذ العلماء اکیڈمی، ۲۰۱۳ء، ص: ۶۳ تا۷۳ ملخصا

(۹۰) ایضاً ص: ۴۵_۴۶

(۹۱) ایضاً ص: ۴۹، ۵۰

(۹۲) نورنور چہرے ص: ۲۴۱ تا۲۴۵

(۹۳) ایضاً ص: ۲۲۵_۲۲۶

(۹۴) ایضاً ص: ۲۳۱

(۹۵) ذکر عطاء فی حیات اِستاذ العلماء، ص: ۵۰

(۹۶) نورنور چہرے ص: ۲۳۲

(۹۷) ذکر عطاء فی حیات اِستاذ العلماء، ص: ۶۳۴_۶۳۹

(۹۸) ایضاً ص: ۵۵۵ تا۵۶۳

(۹۹) سیالوی، محمد عبد العلیم، مفتی، فتاوی دار العلوم نعیمیہ لاہور، لاہور: ادارہ منشورات نعیمیہ، ۲۰۰۷ء، ص: ۲۱ تا۶۳ ملخصاً



علامہ رضوی علم صرف کے بحر بیکراں

خلیل احمد فیضانی (جودھپور، راجھستان)

جب ہم بنظر غائر تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت شمس وامس سے زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ عالم اسلام کی بے شمار شخصیات ایسی گزری ہیں کہ جن کی وجہ سے کسی فن یا بھلائی ہوئی روایت کو حیات نو نصیب ہوئی ۔ بریں بنا اس شخصیت کو اسی فن کے ساتھ مشہور کر دیا گیا، حالاں کہ وہ شخصیت ہر فن مولا کے منصب عظیم پر فائز ہوتی ہے ہر میدان اس کی جولان گاہ ہوتا ہے فرق صرف غالب مغلوب کا رہتا ہے یعنی بعض فنون میں بنسبت دوسرے فنون کے ایک گونہ دلچسپی زیادہ رہتی ہے تو اس شخصیت کو اسی فن کے اندر منحصر کر دیا جاتا ہے جب کہ حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو اس طرح سے کئی ایک فنون ابھی تک عدم توجہی کے شکار ہیں تو انہیں عدم توجہی کے شکار فنون قدیمہ میں سے ایک فن ''فن صرف'' ہے ۔جس کی تدوینی حیثیت کچھ یوں ہے یہ فن پہلی صدی ہجری میں علم نحو کے ساتھ مدون کیا گیا تھا بعد میں دوسری یا تیسری ہجری میں اسے ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل ہوئی اور اس کے مسائل واحکام کو الگ سے تدوین کیا گیا ۔

مشہور قول کے مطابق اس فن کے مدون اول ابوعثمان بکر المازنی رحمہ اللہ ہیں ان کی تاریخ وفات ۲۴۸ ہجری ہے نحو کے مشہور امام امام اخفش کے شاگرد تھے ان کی علوم میں پختگی کافی مشہور تھی امام مبرد کا قول ہے کہ سیبویہ کے بعد ابوعثمان سے زیادہ نحو کا کوئی بڑا عالم نہیں ۔ان کی مشہور تصنیفات کتاب القرآن علل النحو تفاسیر کتب سیبویہ وغیرہ ہیں یہ تو مشہور قول تھا جو کشف الظنون اور مفتاح السعادہ میں ذکر ہے لیکن بعض صرفیین کی تحقیق یہ ہے کہ اس فن کا مدون ابوعثمان المازنی نہیں بلکہ ان سے ایک صدی قبل امام اعظم ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ ہیں ۔اور ان کے بعد ان کے تلامذہ اس کو نقل کرتے رہے ۔اسی طرح سے یہ فن نشیب وفراز کی گھاٹیاں عبور کرتا رہا اور موج بحر کی طرح ہچکولے کھاتا رہا اور پروان چڑھتا رہا اب ہم لوگ جس دور میں جی رہے ہیں اس میں ہر آدمی شاٹ کٹ کا متلاشی رہتا ہے، یہاں تک کہ اس مرض کو اسلامی علوم کے اندر بھی مندرج کر دیا کہ بس ہر فن کے مبادیات کی معلومات ہی کافی ہے زیادہ توجہ اور بال کی کھال نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن اسی دور قحط الرجال کے اندر ایک ایسے مرد قلندر نے جنم لیا جو ہر میدان کا غازی معلوم ہوتا تھا ۔اس قلندر نے اپنی زیادہ تر زندگی خدمت دین کے لیے وقف کر دی تھی اور نظر انداز کیے ہوئے فنون کو ایک ایسی تازگی بخشی جو ان شاء اللہ تعالیٰ تاقیام قیامت باقی رہے گی ۔آپ یوں تو ہر فن مولی تھے لیکن آپ کی علم صرف کے حوالہ سے خدمات یقیناً آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے آپ کے ذریعے یہ فن یک لخت اٹھان میں آ گیا اور اس کو حیات جاویداں نصیب ہوگئی ۔میری مراد علامہ خادم حسین رضوی ہیں جو حافظ قرآن اور شیخ الحدیث ہونے کے ساتھ اتنے بڑے صرفی تھے کہ آج اگر ابوعثمان المازنی بھی ان کو سنتے تو داد تحسین دیے بغیر نہ رہتے علامہ رضوی کون

ہیں؟ ان کا کردار کیا رہا؟ ان کا دیگر علوم پر تبحر کا کیا عالم ہے؟ یہ چیزیں موضوع سخن نہیں ہیں بتانا صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ایک بھولے بسرے فن کو تازگی بخشی۔ آپ نے بھی خوب محنت و مشقت سے اس فن کو پڑھا اور پڑھایا، ان کے علم صرف میں تبحر کا عالم یہ تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں پانچ ہزار طلبہ کو ایک ہی نشست میں صرف پڑھا سکتا ہوں اور یہ بھی فرماتے کہ جس کو پڑھاوں گا اس کو امام بنا کر ہی چھوڑوں گا اور آپ کا یہ قول بھی ہے کہ قرآن مقدس کے الحمد سے لے کر قل اعوذ برب الناس تک ہر صیغے کی گردان اور اس کی تعلیل مجھ کو حفظ قرآن کی طرح از بر ہے۔ فن صرف کا ایک اہم موضوع بلکہ رکن اعظم ہے گردانیں ہیں، ان گردانوں میں باباجی کی مہارت کا عالم یہ تھا کہ وہ بروقت جس صیغہ کی صرف صغیر یا صرف کبیر بیان فرمانا چاہتے بلاجھجک بیان فرمادیتے اور انداز ایسا ہوتا کہ جاہل پر بھی وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی۔ ان کی فن صرف میں مہارت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگا سکتے ہیں جو فقیر کے ایک مخلص دوست حافظ سلمان عطاری کے ساتھ پیش آیا۔

ہوا یوں کہ انہوں نے فقیر سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں علم صرف اور نحو کے اکابر مصنفین جیسے سیبویہ اخفش المازنی وغیرہ کی فہرست دیکھ رہا تھا دیکھتے دیکھتے اچانک جھٹکا سا لگا کیا دیکھتا ہوں کہ اسی اکابر مصنفین کی فہرست میں ایک نام جلی حروف میں خادم حسین رضوی لکھا ہوا تھا اولاً تو میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ یہ وہی تو خادم حسین رضوی نہیں ہے جن کی گردانیں ہر طالب علم کی زبان پر جاری و ساری ہیں مجھ کو یقین نہیں ہوا کہ اتنے بڑے بڑے مصنفین کے درمیان ان کا نام کیسے شامل کیا جاسکتا ہے لیکن کسی اسلامی بھائی سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ وہی بابا ہے جن کی گردانوں کا تو دیوانہ ہے۔

اس واقعہ کے ذریعے جہاں اس فن میں باباجی کے مقام و مرتبہ کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ علماء کرام کے نزدیک بھی ان کی قابلیت مسلم تھی۔ آپ کو شروع سے ہی اس فن میں دلچسپی تھی اور جامعہ نظامیہ میں تقرری کے بعد بھی آپ نے اسی فن کی کتابیں پڑھائیں، بعد میں اپنے استاذ گرامی مولانا حافظ عبدالستار سعیدی کے حکم پر مطولات کا درس دینا شروع کیا۔ آپ نے جہاں اپنی ظاہری حیات میں اس علم کو عروج بخشا وہیں آج بھی ان کی تصنیفات آسمان علم پر اپنی نوری کرنیں بکھیر رہی رہیں ان کی اس فن میں دو کتابیں ہیں۔ الحمد للہ فقیر کو دونوں کے مطالعہ کا شرف حاصل ہے ایک کا نام ہے ''تیسیر ابواب الصرف'' اس کا انداز نہایت ہی سہل اور ترتیب نہایت مہذب یہ کتاب تقریباً سات سو صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب کا نام تعلیلا ت خادمیہ ہے یہ کتاب قواعد و تعلیلا ت پر مشتمل ہے کافی ضخیم ہے تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے ایک اور کتاب بھی جس کا نام ''انوار خادمیہ'' ہے جو آپ کے ارشاد پر لکھی گئی ہے۔ فقیر یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوگا اور قارئین اس بات کی تصدیق کریں گے کہ جو طالب علم ان تینوں کتابوں کو اچھی طرح سے سمجھ کر یاد کرلے گا عربی ادب کی باریکیوں میں کہیں ٹھوکر نہیں کھائے گا





پانچواں باب

سیاسیات

امیر المجاہدین اور جمعیت علماء پاکستان

حافظ نصیر احمد نورانی (صدر JUP پنجاب)
ناظم اعلیٰ المرکز الاسلامی والٹن لاہور

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے پیغمبر بھیجے۔ختمِ نبوت کا تاج پہن کر جب ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی ﷺ تشریف لائے تو آپ کی تشریف آوری سے بابِ نبوت ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا اب قیامت تک کسی قسم کا کوئی ظلی یا بروزی نبی بھی پیدا نہیں ہوگا۔لوگوں کی ہدایت کے لئے توحید و رسالت کی دعوت جو انبیاء دیا کرتے تھے آپ کے بعد امتِ مسلمہ کو تبلیغِ اسلام کا وہ فریضہ صحابہ اکرام،تابعین،تبع تابعین اور پھر سلف صالحین اور علماء کرام نہایت احسن انداز میں دیتے رہے ہیں۔عصرِ حاضر کے علماء حق میں ایک منفرد نام **ضیغمِ اسلام حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ** کا ہے۔آپ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں مسندِ تدریس پر فائز اور جمعیت علماء پاکستان ضلع لاہور کے سرگرم اور متحرک رہنما تھے۔دورانِ تدریس طلباء کو نفاذِ نظامِ مصطفیٰ کے لیے تیار کرنا قائدِ اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ اور مجاہدِ ملت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمتہ اللہ علیہ کی جرات و بہادری کے واقعات سے طلبہ کو آگاہی دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔راقم ان دنوں جمعیت علماء پاکستان ضلع لاہور کے نائب صدر کی حیثیت سے اپنے فرائضِ منصبی سر انجام دے رہا تھا۔جمعیت علماء پاکستان کے پروگرام کے لیے جب بھی ملاقات ہوتی تو علامہ حافظ خادم حسین رضوی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔نظامِ مصطفیٰ کانفرنسز میں نہ صرف خود تشریف لاتے بلکہ اپنے حصے کا چندہ بھی دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہا: **''حضرت نورانی صاحب جب بھی لاہور تشریف لایا کریں تو یار مجھے بھی بتلا دیا کرو تا کہ میں ان کی زیارت کرلوں''۔**

2009 میں اپنے گھر اٹک جاتے ہوئے ایک کار حادثے میں شدید زخمی ہوئے تو آپ کو لاہور کے'' گھر کی ہسپتال'' داخل کروایا گیا جہاں سب سے پہلے **جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی رہنما حضرت علامہ قاری محمد زوار بہادر کی قیادت میں جناب رشید احمد رضوی جناب مفتی تصدق حسین اور راقم حافظ نصیر احمد نورانی** ان کی عیادت کے لیے'' گھر کی ہسپتال'' پہنچے تو مولانا بہت خوش ہوئے اور ڈھیروں دعائیں دیں اور قاری محمد زوار بہادر کو مخاطب کر کے کہا **''سب سے پہلے عیادت کے لیے آپ آئے ہیں قیادت ہو تو ایسی ہو''۔**

پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کو ناموسِ رسالت کے حوالے سے ہرزہ سرائی کرنے پر ملک ممتاز حسین قادری نے جب اس کا کام تمام کیا تو وہ عاشقانِ رسول کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ملک ممتاز حسین قادری گرفتار ہوئے۔سرکاری سطح پر ممتاز حسین کو

قاتل اور مجرم گردانے جانے کا سلسلہ شروع ہوگیا اس وقت جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے کہا **ملک ممتاز حسین قادری نے گستاخ کو قتل کر کے امت کا فرض چکا دیا ہے اور پوری قوم مٹھائی بانٹ رہی ہے ہم ممتاز قادری کے ساتھ ہیں اور ممتاز قادری کی رہائی کا مطالبہ بھی کیا۔** مگر رہائی کس طرح ممکن تھی۔ایک کانسٹیبل کے ہاتھوں سٹنگ گورنر کا قتل طاغوتی قوتوں اور مغربی آقاؤں کو خوش کرنا حکومت کی مجبوری تھی۔ان ساری مجبوریوں کے باوجود پیپلز پارٹی کی حکومت نے اپنا وقت پورا کیا اور چلتی بنی۔اسلام کے نام نہاد ٹھیکیداروں کو اقتدار ملا۔

نواز لیگ حکومت سے قوم کو یہ امید تھی کہ حکمران غازی ملت کو رہا کر دیں گے مگر یہاں تو گنگا الٹی بہہ گئی۔ پتہ نہیں مسلم لیگی حکومت کو کس چیز کی جلدی تھی کہ جلدی میں ٹرائل شروع کروایا گیا اور راتوں رات غازی ملت کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا۔ سپریم کورٹ کا عجلت میں کیا گیا فیصلہ امت نے مسترد کر دیا۔جمعیت علماء پاکستان کے اعلیٰ سطحی اجلاس میں پیر اعجاز ہاشمی نے بتایا **کہ سپریم کورٹ کے سزائے موت کے فیصلہ کے بعد بیگم شمیم اختر (والدہ نواز شریف) آدھا گھنٹہ روتی رہیں اور نواز شریف کو فون کر کے کہا'' کہ اگر تمھاری حکومت میں ممتاز حسین قادری کو پھانسی ہوئی تو میں تمہیں اپنا دودھ معاف نہیں کروں گی''۔**

ان دنوں غازی ناموسِ رسالت کی رہائی کے لیے تحریک رہائی ممتاز حسین قادری کے نام سے مشترکہ جدو جہد کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔علامہ حافظ خادم حسین رضوی،علامہ قاری محمد زوار بہادر،ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اور شاہ محمد اویس نورانی کی زیر نگرانی جمعیت علماء پاکستان،فدایانِ ختمِ نبوت اور تحریک صراطِ مستقیم کے تین تین افراد پر مشتمل 9 رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے مفتی تصدق حسین رضوی ،ڈاکٹر جاوید اختر اور راقم حافظ نصیر احمد نورانی کو ان دنوں میں علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مشترکہ جدو جہد کا موقع ملا۔

واضح رہے کہ اس جدو جہد میں قانونی اور علمی طور پر ہمارے ساتھ حضرت مفتی محمد خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ خلیل الرحمٰن قادری بھی نمایاں طور پر شامل رہے۔ایک دن جامعہ المرکز الاسلامی والٹن لاہور کی لائبریری میں مفتی تصدق حسین اور راقم بیٹھے تھے کہ اچانک مین گیٹ کی طرف سے ایک سلور کلر کی گاڑی دکھائی دی قریب آنے پر معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی تشریف فرما ہوئے ہیں فرمانے لگے **''والٹن روڈ سے گزر رہا تھا میں نے سوچا کہ ملتا جاؤں اچھا ہوا ملاقات ہوگئی''۔** جلدی کی وجہ سے چائے پیے بغیر دعائیں دیتے ہوئے واپس روانہ ہو گئے۔

علامہ حافظ خادم حسین رضوی عمرانی حکومت کے ظلم و جبر کا شکار ہو کر تقریباً چھ ماہ تک پابندِ سلاسل رہے اہلسنت کے درجنوں علماء اور کارکنوں کے خلاف ایف آئی آرز درج کی گئیں۔ Detention Order کے ذریعے تیس اور چالیس دن کے لیے علماء کو بند کر دیا گیا۔حق کی آواز کو دبانے کی پوری کوشش کی گئی۔اس وقت پھر جمعیت علماء پاکستان میدان میں اتری ۔تحفظِ ناموسِ رسالت کانفرنس جامعہ المرکز الاسلامی والٹن لاہور میں منعقد کر کے عمرانی حکومت کو للکارا اور مطالبہ کیا کہ امیر

المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کو فوراً رہا کیا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ علامہ رضوی نے کیا جرم کیا۔۔۔! چنانچہ چند دنوں میں حکومت مولانا رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کرنے پر مجبور ہوگئی۔

تحفظِ ناموسِ رسالت کانفرنس میں علامہ قاری محمد زوار بہادر، ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری، علامہ منور حسین عثمانی، مفتی محمد تصدق حسین رضوی، رشید احمد رضوی، حافظ محمد سلیم اعوان، علامہ سعید احمد نعیم، قاری محمد اعظم قادری، مولانا عطاء الرحمن نقشبندی، مولانا محمد شبیر فریدی، علامہ حافظ مستنصر احمد نورانی، حافظ لیاقت علی رضوی، مولانا فیضان حسن اور راقم الحروف کے علاوہ سینکڑوں علماء و مشائخ اور عوامِ اہلسنت نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کے بعد جمعیت علماء پاکستان کا وفد ملتان سے **محمد ایوب مغل** لاہور سے **حافظ محمد سلیم اعوان، رشید احمد رضوی، مفتی تصدق حسین رضوی** شجاع آباد سے **حاجی عاشق علی خان اور راقم** جامع مسجد رحمتہ للعالمین میں رہائی کی مبارکباد دینے کے لیے حاضر ہوئے۔ علامہ رضوی نے رہائی کے سلسلہ میں جمعیت علماء پاکستان کے کردار کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ **''جمعیت علماء پاکستان سے یہی توقع تھی جو اس نے کر دکھائی''**۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا جس سے کوئی شاہ و گدا بچ نہیں سکتا۔ فیس بک پر مولانا کے اچانک سانحہ ارتحال کی خبر دل و دماغ پر برق بن کر گری۔ کچھ دیر سکتہ ساطاری رہا یقین نہیں آ رہا تھا کہ اہل سنت کا تابندہ آفتاب اچانک کیسے ڈوب گیا۔ ادھر اُدھر سے فون کر کے معلوم کیا تو خبر سچ ثابت ہوئی۔ جوں جوں خبر پھیلتی گئی علماء اہلسنت کثیر تعداد میں تصدیق کے لیے المرکز الاسلامی والٹن میں جمع ہو گئے رات گئے تک افسردگی اور غمگین حالت میں خاموشی طاری رہی۔

اگلے دن جمعیت علماء پاکستان کا دس رکنی وفد **قاری محمد زوار بہادر** کی قیادت میں ناموسِ رسالت کے پہریدار کی زیارت کے لیے جامع مسجد رحمتہ للعالمین میں حاضر ہوا۔ وہ مردِ حر اور ناموسِ رسالت کا محافظ جو معذوری کے عالم میں لاہور سے فیض آباد اور پشاور سے کراچی تک کی گلی کوچوں، چوکوں چوراہوں اور سڑکوں پر لبیک لبیک لبیک یا رسول اللہ کے مستانہ وار نعرے لگا کر عاشقانِ رسول کے دلوں کو گرماتا تھا۔ آج سر پر بڑی ڈارک براؤن پگڑی باندھے سفید داڑھی چہرے پہ سجائے گلاب کے پھولوں کی مہک میں خاموشی سے لیٹا بہت بھلا لگ رہا تھا اور چہرے کی طمانیت بتا رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا غلام کامیابی سے اپنے حصے کی خدمت سر انجام دے کر جا رہا ہے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

زیارت سے فراغت کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے وفد نے امیر المجاہدین کے بیٹے حافظ سعد حسین رضوی سے تعزیت کی اور سوشل میڈیا پر اعلان کیا کہ باہر سے آنے والوں کے لیے **جمعیت علماء پاکستان لاہور نے** رہائش اور کھانے کا انتظام کیا ہے باہر سے آنے والے احباب رابطہ کر سکتے ہیں۔ کافی تعداد میں علماء و مشائخ اور کارکنان **جامعہ المرکز الاسلامی والٹن**

میں تشریف لائے اور خدمت کا موقع فراہم کیا۔ ہفتہ کو حضرت کی نماز جنازہ کا اعلان تھا ہفتہ کے دن چشمِ فلک اور ساری دنیا نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ مینار پاکستان گراؤنڈ کے اطراف کی سڑکیں، بادشاہی مسجد کا صحن، شاہی قلعہ کا اندرونی حصہ کم پڑ گیا۔ جدھر دیکھیں انسانوں کے سر ہی سر نظر آتے تھے۔ جی سی یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی کے آس پاس پارکنگ تھی۔ ضلع کچہری چوک سے جلوسوں کی شکل میں لوگ لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ کے نعرے بلند کرتے داتا دربار کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔ اخباری رپورٹنگ کے مطابق لاکھوں لوگوں نے علامہ رضوی مرحوم کے جنازے میں شرکت کی یوں ناموسِ رسالت کا یہ محافظ دشمنانِ رسول کو للکارتا، گستاخانِ رسول اور قادیانیوں پر بجلی کی طرح گرتا، عاشقانِ رسول کے خون کو گرماتا، محبت رسول کی خوشبوئیں بکھیرتا، قرآن سنتا سناتا، حدیث پڑھتا پڑھاتا، عربی الفاظ کی گردانیں اور قرآن کے صیغے سمجھتا سمجھاتا، امام احمد رضا اور علامہ اقبال کا عشق رسول سے بھرا کلام سناتا سناتا ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا اور محوِ خواب ہوگیا۔ **ان کے مشن کی تکمیل اہل سنت پر قرض ہے** اللہ جل جلالہ اپنے حبیب مکرم کے صدقے وطن عزیز میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی جدو جہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



اب دین محمدی تخت پر کیسے آئے گا

مولانا محمد عمر قادری

دنیا کی تاریخ میں کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جو کہ معاشرے میں ایک چنگاری سلگا دیا کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات تاریخ بدل کر رکھ دیتے ہیں جیسے کہ عرب عورت سے ہندی راجا داہری قزاقوں کی زیادتی اور محمد بن قاسم کا آگ بن کر ہند پر چھا جانا اور جدید دور میں حکومتی اہلکاروں کا تیونس میں ایم۔ بی۔ اے پاس شخص کی ریڑھی کو الٹانا اور ملک کے نوجوانوں کا گھروں سے باہر نکل کر علی زین العابدین کی آمریت کو ختم کر دینا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ممتاز حسین قادری کی شہادت ہے۔ جن کی شہادت نے ملک کے ایک بڑے طبقے کو اضطراب میں مبتلاء کر دیا لیکن انکی شہادت نے جس شخص کے دل میں چنگاری سلگا کر رکھ دی دنیا انکو خادم حسین رضوی کے نام سے جانتی ہے اور یہ شخص مسند تدریس کو چھوڑ کر شعلہ جوالہ بن کر ابھرا اور طوفان بن کر قوم کو خرد سے عاری اقبال کا صاحب جنون بنانے لگا یہی وہ جنون تھا کہ بقول اور یا مقبول جان کہ انھوں نے اپنی زندگی میں خادم رضوی کے تیار کردہ لوگوں سے زیادہ چارج مجمع نہیں دیکھا۔

یہی وہ خادم حسین رضوی تھے کہ جنہوں نے تاثیر قتل کے بعد اپنے ماہنامہ میں ننکانہ کے عدالتی ریکارڈ سے ثابت کیا تھا کہ عاصیہ ملعونہ نے واقعی نبی کریم ﷺ کو گالی نکالنے کا اعتراف کیا تھا لیکن غازی کی شہادت کے بعد تو شاید انکو ایک دن بھی چین کا نصیب نہ ہوا کہ اور وہ سوچ جو گستاخان رسول کو ہیرو بنانے والی تھی اس کے خلاف جنون عشق سلگانے میں مصروف ہو گئے جس کا رزلٹ ان کے جنازے کی صورت میں سب نے دیکھ لیا لیکن جنازہ دیکھنے کے بعد جو چیز سب سے اہم دیکھنے والی ہوتی ہے وہ ہے وصال فرمانے والی کی آئیڈیالوجی کو مرنے نہ دینا اور اس کے لئے گہرے تدبر کی ضرورت ہوا کرتی ہے نہ کہ مرحوم کے مجدد ہونے کے دعوے شروع کر دئے جائیں اور نہ ہی جنازے کی گنتی میں پڑا جائے کیونکہ ہمارا لادینوں سے اصل مقابلہ ووٹوں کی گنتی کا ہے ووٹوں کے قارون ہمارے علماء کے بڑے بڑے جنازوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ان کو اس کا ادراک ہے کہ ووٹ اور حکمرانی کی طاقت تو ہمارے پاس ہی ہے گو بڑا جنازہ لبرل لوگوں کے منہ پر ایک بہت بڑا طمانچہ ضرور ہے اور قبلہ رضوی صاحب کو تا قیامت زندہ کر گیا ہے لیکن آج کل جنازے حق کو ثابت ضرور کرتے ہیں لیکن طاقت کو نہیں کیونکہ امام حنبل کے دور میں ووٹ نہیں تھے لہذا بڑا جنازہ ہی دلوں کے بادشاہ ہونے کا فیصلہ کر دیا کرتا تھا۔ لہذا عصر حاضر میں اب رضوی صاحب کے اقبال کے نظریہ

''جدا ہو سیاست دین سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

کو مرنے نہ دینے کے لئے کیا اقدامات کرنے چاہییں؟

۱۔میرے نزدیک سب سے پہلے ایک کروڑ سے زیادہ ممبر شپ مکمل کر جائے جس کے لئے پرائمری یونٹ بنا کر ذمہ داروں کو ممبر شپ فارم کی زمہ داری دی جائے

۲۔اگر ایسا کرنا مشکل نظر آئے تو دیگر مسالک کے لوگوں سے بھی سیاسی اتحاد کر لیا جائے ۔

۳۔دیگر مسالک سے اتحاد کرتے ہوئے احناف کا یہ اصول مدنظر رکھا جائے کہ دین پر حملہ ہو تو بدمذہب سے اتحاد کر کے مقابلہ جائز ہے ۔

۴۔علامہ نورانی مرحوم کی طرح تحریک میں ریٹائر جرنل، بیرسٹرز، سینئر وکلاء کو شامل کیا جائے تا کہ تحریک کے پاؤں مضبوط ہو سکیں ۔

۴۔کثیر مشائخ کو دین دشمنوں [لبرل ازم] کے مقابلے کے ایجنڈے پر متحد کیا جائے اور وہ اپنے مریدین سے بذریعہ ووٹ مقابلے کا عہد لیں

۵۔ملکی ایجنسیوں میں موجود دین دشمن عناصر اور غیر ملکی ایجنسیوں کے کردار کا شعور اجاگر کیا جائے ۔

دیگر مسالک سے اتحاد کے متعلق اتناعرض کرتا چلوں کہ سن ۲۰۰۰ عیسوی میں جامعہ نعیمیہ میں منعقدہ ایک اجلاس میں یہ معاملہ زیر غور تھا کہ آیا اب دین پر حملہ ہوا ہے بدمذہبوں سے اتحاد کر لیا جائے؟ آخر کار والدمحترم علامہ قاری کریم الدین سیالوی علیہ الرحمۃ اٹھے اور السیر الکبیر امام محمد کی کتاب سے حوالہ دیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر اغیار دین پر حملہ کر دیں تو خوارج کے ساتھ مل کر دین دشمنوں سے جہاد کرنا جائز ہے ۔

بس ان کے اس حوالے سے تمام علماء خاموش ہو گئے اور مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ڈاکٹر سرفراز نعیمی، علامہ عبدالحکیم شرف قادری تمام نے ان کے فتوی کی تائید کر دی جب یہ بات علامہ خادم رضوی تک پہنچی تو انھوں نے بھی مکمل تائید کی کیونکہ امام محمد کا فرمانا تھا کہ لادینوں کا حملہ کسی مسلک پر نہیں اسلام پر ہے لہذا ایسا کرنا واجب ہو گا لہذا اب جبکہ دین پر حملوں کی انتہاء ہو چکی وقت یہ ثابت کرنے کا نہیں کہ جنازہ ایک کروڑ سے زیادہ کا تھا بلکہ یہ ثابت کرنے کا ہے کہ علامہ رضوی کے مشن کے ماننے والے ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ ہیں، لہذا آج اگر میری معروضات پر عمل نہ کیا گیا اور غازی کی قربانی اور علامہ مرحوم کے بیانات سے جو عشق رسول اور دین کو تخت پر لانے کا جذبہ جاگا ہے فوت ہو گیا تو ہم نہ علامہ رضوی سے مخلص ہیں نہ ہی دین سے بلکہ ہم تو بس جنازے کو گن کر علامہ رضوی کی عظمت کو اجاگر کرنے میں لگے رہے تو وقت تو ووٹ کی طاقت کو ثابت کر کے نہ جانے کس کی جمہوری عظمت کو ثابت کر دے ۔ یاد رکھو باطل کی پھونکیں کڑوروں میں بڑھتی جا رہی ہیں ہم کب ثابت کریں گے کہ عشق نبی ﷺ کی آگ کے آگے یہ کچھ بھی نہیں، پہلے دین کو زندہ تو ہو لینے دو مجدد ہونے کا فیصلہ خود ہی ہو جائے گا۔

اٹھو کمر باندھ لو کمر سارا جہان تمہارا ہے

علاّمہ خادم حسین رضوی کی مذہبی و سیاسی جدو جہد

ڈی چوک (2016ء) سے فیض آباد (2020ء) تک

مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی

ادارہ اہل سنت کراچی

امیر المجاہدین شیخ الحدیث علاّمہ خادم حسین رضوی ایک کامیاب مدرس، بے مثال خطیب، بہترین مصنِّف، بلند پایہ عالم دین، پختہ حافظِ قرآن، ماہرِ اِقبالیات و رضویات، اور شفیق و مہربان باپ ہونے کے ساتھ ساتھ قیادت کی بھر پور صلاحیت رکھنے والے مذہبی رَہنما بھی تھے۔

وہ پاکستانی سیاست کے منظر نامے پر 2015ء کے بعد اُبھر کر سامنے آئے۔ انہوں نے پانچ 5 سال کے قلیل عرصہ میں کامیابی، کامرانی اور عوامی مقبولیت کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے۔ لاکھوں کی تعداد پر مشتمل عوامی جلسے جلوس اور لانگ مارچ کیے۔ 2016ء میں ڈی چوک اسلام آباد سے، 2020ء میں فیض آباد راولپنڈی تک پانچ کامیاب دھرنے دیے۔ ہر دھرنے کے بعد کامیاب مذاکرات کی صورت میں نواز شریف اور عمران خان کی حکومتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔

ان کے دھرنوں اور ریلیوں پر انتہائی پُر تشدّد آپریشن کیے گئے، لیکن کوئی بھی حکومت ان کے سامنے اپنے باطل مقصد میں کامیاب نہ ہوسکی۔ 2018ء میں پاکستان کے عام انتخابات ہوئے جس میں ''تحریک لبیک پاکستان'' نے علاّمہ رضوی کی قیادت میں ملک بھر سے پہلی بار الیکشن میں حصہ لیا اور تقریباً بائیس 22 لاکھ سے زائد ووٹ لے کر تمام سیاسی جماعتوں کو حیران و پریشان کر دیا۔ ''تحریک لبیک'' کو رجسٹریشن کے صرف ایک سال بعد ہی پاکستان کی چوتھی اور پنجاب کی تیسری بڑی جماعت بنا دینا علاّمہ خادم حسین رضوی کی سیاسی لیاقت اور دُور اندیشی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ درج ذیل سطور میں حضرت امیر المجاہدین کے مذہبی و سیاسی سفر اور آپ کی مسلسل جدو جہد کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے:

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے اسباب و محرّکات:

2010ء میں ''پاکستان پیپلز پارٹی'' سے تعلق رکھنے والے، گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے عدالت سے سزا یافتہ ایک گستاخِ رسول مسیحی عورت آسیہ مسیح کو بے قصور و مظلوم کہہ کر، قانون سے کھلواڑ کرنے کی کوشش کی اور عملی طور پر توہین رسالت کا مرتکب ہوا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس عورت کی بے جا حمایت کرتے ہوئے توہین رسالت سے متعلق قانون کو ''کالا قانون'' اور اپنی ''نَجاست'' قرار دیا۔

علمائے اسلام کی توہین کرتے ہوئے انہیں اپنے ''جوتے کی نوک'' پر رکھا اور ''قادیانیوں کو مسلمان جانا''۔ یہ وہ اُمور ہیں جو

سلمان تاثیر کی ہلاکت کا سبب بنے اور غازی ممتاز حسین قادری کو اس ناپاک کے قتل پر اُبھارا۔سلمان تاثیر کے قتل سے کچھ لمحے قبل غازی ممتاز حسین قادری نے اس ناپاک کے متنازع بیانات پر توجہ دلا کر اسے توبہ کرنے کا مشورہ دیا اور اس کی اصلاح کی کوشش بھی کی لیکن وہ چیختے چلاتے ہوئے کہنے لگا کہ"توہین رسالت کا قانون نہ صرف کالا قانون ہے بلکہ میری نَجاست ہے"۔ یہ جملے سن کر غازی ممتاز حسین قادری شہید غیرتِ ایمانی سے سرشار ہو کر اس ناپاک کو موقع ہی پر ستائیس 27 گولیاں مار کر قتل کر ڈالا۔

یہ واقعہ چار 4 جنوری 2011ء کو ایف 6 اسلام آباد کی معروف"کوہسار مارکیٹ" میں پیش آیا۔گستاخ رسول سلمان تاثیر کو قتل کرنے کے فوری بعد غازی ممتاز حسین قادری شہید نے خود ہی اپنی گرفتاری پیش کر دی اور عدالت میں یہ بیان دیا کہ" میں نے یہ کام"تحفظِ ناموسِ رسالت" کی خاطر کیا ہے اور مجھے اس پر کوئی پچھتاوا نہیں!"۔

غازی رہائی تحریک کا آغاز:

پروانۂ شمعِ رسالت، غازی ممتاز حسین قادری شہید شہادت سے قبل تقریباً پانچ 5 سال تک جیل میں قید رہے۔تمام تر قانونی کوششوں کے بعد 2015ء میں قائد ملّت اسلامیہ امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی اور"کنز العلماء علّامہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب دامت برکاتہ نے اپنے دیگر ساتھیوں اور علماء و مشائخ کے ساتھ مل کر غازی صاحب کی رہائی کے لیے" غازی رہائی تحریک" چلائی، اور وسائل کی کمی کے باوجود دن رات ایک کر کے پورے پاکستان میں احتجاجی جلسے جلوس منعقد کیے۔اس ساری جِدوجہد میں اہلِ سنّت و جماعت کی تمام تنظیمات سے تعلق رکھنے والے رَہنما، علماء، ائمہ و مؤذّنین اور عوام اہلِ سنّت اپنی مدد آپ کے تحت شریک ہوتے رہے۔اس کے علاوہ غازی ممتاز حسین قادری کے والد گرامی ملک بشیر اعوان اور بڑے بھائی ملک دلپذیر اعوان بھی شانہ بشانہ رہے۔

یہ وہ وقت تھا جب امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی کی زندگی میں ایک نیا موڑ آپہنچا اور اللہ نے انہیں اپنے حبیب ﷺ کی ناموس پر پہرے داری کے لیے منتخب فرما لیا۔اپنی زندگی میں آنے والی اس تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے علّامہ رضوی فرماتے ہیں کہ"میری زندگی پُرسکون ڈگر پر چل رہی تھی میں درس وتدریس کے علاوہ مکّی مسجد (لاہور) میں خطبہ دیتا تھا ممتاز قادری کی گرفتاری اور پھر پھانسی نے میری زندگی میں ہلچل پیدا کر دی۔ممتاز قادری نے ایک گستاخِ رسول (سلمان تاثیر) کو گولیاں مار کر مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا تھا۔ممتاز قادری نے جس محبوب کریم ﷺ سے وفا کی قیامت تک حضور اکرم ﷺ کی امّت ان پر ناز کرتی رہے گی،لیکن حکومت نے اس عاشق رسول ﷺ کو جیل میں ڈال دیا۔

کوٹ لکھپت جیل میں اسیری کے ایام:

علّامہ رضوی مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ"ممتاز قادری کی رہائی کے لیے ہم نے تحریک چلائی اور مظاہرے کیے اسی

حوالے سے کیے گئے ایک مظاہرے میں مجھے گرفتار کرلیا گیا۔ جب مجھے گرفتار کرکے لے جایا جارہا تھا تو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ایک پولیس افسر نے مجھے طعنہ دیا کہ ''تم کیا نبی کے ٹھیکیدار ہو! جب بھی تمہاری تقریر سنو ناموسِ رسالت پر بات کرتے ہو! تمہیں اَور کوئی موضوع نہیں ملتا؟۔ میں نے اس سے کہا کہ نبی ﷺ کے ٹھیکدار تو سیّدنا صدیق اکبر ﷺ بھی نہیں تھے انہوں نے فرمایا تھا کہ '' أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ '' لوگو! میرے پیچھے اس وقت تک چلنا جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اِطاعت کروں!'' ۔ لہٰذا میں نبی ﷺ کا ٹھیکدار تو نہیں ہوں، لیکن چوکیدار ضرور ہوں!۔

بعد ازاں مجھے کوٹ لکھپت جیل (لاہور) میں پہنچایا گیا تو جیل سپرنٹنڈنٹ (Jail Superintendent) نے دریافت کیا کہ کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ''مسجد میں جھاڑو دیتا ہوں''، جیل سپرنٹنڈنٹ نے اپنے نائب سے پوچھا کہ کیا لکھوں؟ وہ بولا: سر جی مؤذّن لکھ چھوڑو! جب جیل سے رہا ہوا تو اس سے اگلے روز غازی ممتاز قادری کا خط ملا جمعہ کا دن تھا۔ نماز سے قبل وہ خط ممتاز قادری کے والد اور بھائی لے کر آئے تھے، یہ خط آج بھی میرے پاس محفوظ ہے میں اس خط کو اپنی بخشش کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ یہ بڑا طویل خط ہے لیکن اس کا ایک جملہ قابل توجہ ہے۔ ممتاز قادری نے لکھا کہ ''مولانا جب آپ کوٹ لکھپت جیل میں قید تھے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا!'' اس وقت تو مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ ممتاز قادری تو اڈیالہ جیل میں ہیں اور میں کوٹ لکھپت جیل میں تھا تو وہ میرے ساتھ کیسے ہو گئے؟! لیکن بعد میں سمجھ آئی کہ ممتاز قادری جسمانی طور پر تو نہیں لیکن روحانی طور پر میرے ساتھ ضرور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرد ترین موسم میں بھی جب جیل انتظامیہ نے مجھے ٹھنڈ سے بچنے کے لیے کوئی خاطر خواہ چیزیں نہیں دی تھیں پھر بھی سلاخوں کے پار سے سرد ہوائیں مجھ تک نہیں آ رہی تھیں۔

غازی ممتاز حسین قادری کی شہادت:

غازی ممتاز قادری شہید کو راولپنڈی کی'' انسدادِ دہشتگردی عدالت'' نے ''تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ'' کے مقدّس جرم میں دو 2 بار سزائے موت سنائی۔ سزا کے خلاف اپیل پر'' اسلام آباد ہائی کورٹ'' نے فروری 2015ء میں اس مقدّمے سے دہشتگردی کی دفعات تو خارج کردیں لیکن سزائے موت کا فیصلہ برقرار رکھا۔ دسمبر 2015ء میں'' سپریم کورٹ آف پاکستان'' نے دہشتگردی کی دفعات کو دوبارہ بحال کرتے ہوئے سزائے موت کے فیصلے کو برقرار رکھا نیز صدرِ مملکت نے بھی غازی ممتاز قادری سے متعلق رحم کی اپیل مسترد کردی، واضح رہے کہ رحم کی یہ اپیل غازی ممتاز قادری کی جانب سے فائل (File) نہیں کی گئی تھی! کیونکہ انہوں نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا تھا، البتہ آپ سے عقیدت و محبت رکھنے والے بعض احباب نے اپنے طور پر یہ اپیل فائل (File) کی تھی۔

پھر 29 فروری 2016ء کو غازی ممتاز حسین قادری شہید کو سزائے موت دے دی گئی۔ شہادت کی رات غازی ممتاز حسین قادری شہید نے ساری رات ذکر و اذکار میں گزاری، سحری کے وقت روزہ رکھا اور چہرے پر کالا کپڑا پہنے بغیر با عمامہ ہو کر

بغیر کسی سہارے کے خود اپنے پیروں پر چل کر تختۂ دار تک تشریف لے گئے، پھانسی کا پھندہ اپنے ہاتھوں سے گلے میں ڈال کر شہادت کا جام پیا اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو گئے!۔

غازی ممتاز حسین قادری شہید کی پھانسی کے حوالے سے نون لیگی حکومت کی بدنیّتی کا ذکر کرتے ہوئے، امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی ارشاد فرماتے ہیں کہ'' جس وقت ممتاز قادری کی رہائی کے حوالے سے ہمارا احتجاج جاری تھا، اس وقت حکومت نے وفاقی وزیر برائے مذہبی اُمور، پیر امین الحسنات صاحب کے ذریعے پیغام بھیجا کہ'' ممتاز قادری کو پھانسی نہیں دی جائے گی۔ ہمیں سیکرٹریٹ بلایا گیا، وہاں ایک صوبائی وزیر اور آئی جی پنجاب کے علاوہ، اکتوبر 1999ء سے پہلے آئی جی سندھ رہنے والے رانا مقبول بھی تھے، ہماری طرف سے قاری (پیر) افضل قادری اور دیگر تھے، بالخصوص رانا مقبول یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ع

باخدا دیوانہ باش، با محمد ہوشیار!

اور کہہ رہے تھے کہ'' عشقِ رسول ﷺ بڑا حساس مسئلہ ہے، اس پر کیسے کمپرومائز (Compromise) کیا جا سکتا ہے...؟!'' ان سب کا کہنا تھا کہ'' وزارتیں اور عہدے بعد میں ہیں، پہلے ہم حضور ﷺ کے غلام ہیں''۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ'' ممتاز قادری کی پھانسی کے مُعاملے کو طوالت دی جائے گی، اور پھر کچھ عرصہ بعد رہا کر دیا جائے گا''۔ لیکن ان کے لہجے چغلی کھا رہے تھے! میں سمجھ رہا تھا کہ یہ دونمبری کر رہے ہیں، تاہم میں خاموش رہا کہ اگر بولا تو ان سب کی پریشانی بڑھ جائے گی، میں ان کی طرف دیکھتا تو وہ نظریں نیچی کر لیتے تھے۔

بعد ازاں وہی ہوا جس کا اندازہ مجھے کسی حد تک ہو چکا تھا، صدرِ مملکت کے پاس پھانسی کے مجرموں کی ہزاروں اپیلیں پہلے سے پڑی تھیں، لیکن ان اپیلوں کو پس پشت ڈال کر، ممتاز قادری کی اپیل کو مسترد کر دیا گیا، یہ سراسر بدنیّتی تھی! بالآخر ایک عاشق رسول کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا، ہم ہر طرح کی کوششوں اور قید و بند کی صُعوبتیں اٹھانے کے باوُجود، ممتاز قادری کو بچا نہیں سکے، دل پر بڑا بوجھ تھا، ممتاز قادری شہید کا جسدِ خاکی لایا گیا، تو میں نے جا کر اپنی پگڑی ممتاز قادری کے قدموں میں رکھ دی، چارپائی کو بھی کئی بار چوما، اور کہا کہ'' حضور ﷺ کی بارگاہ میں جا کر ہماری شکایت نہ لگانا! ہم سے جو ہو سکا وہ ہم نے کیا!''۔

ممتاز قادری اپنے اہلِ خانہ سے آخری ملاقات میں روئے نہیں، پھانسی گھاٹ کی طرف بھی جاتے ہوئے مسکرا رہے تھے، ان کے والد نے بھی ایک آنسو نہیں بہایا؛ تاکہ کہیں وہاں موجود مخالفین باہر جا کر یہ پروپیگنڈہ نہ کریں، کہ ممتاز قادری اور ان کے والد گرامی آخری وقت میں ہمّت ہار گئے تھے''۔

ڈی چوک، اسلام آباد کا دھرنا:

27 مارچ 2016ء کو لیاقت باغ راولپنڈی میں شہیدِ ناموسِ رسالت، غازی ممتاز حسین قادری شہید کے چہلم میں،

پاکستان بھر سے ہزاروں عاشقانِ رسول نے بھرپور شرکت کی چہلم کے اختتام پر شرکاء نے امیرالمجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی ،کنزالعلماء ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اور" پاکستان سنی تحریک" کے سربراہ ثروت اعجاز قادری کی قیادت میں، اسلام آباد کی طرف مارچ کرتے ہوئے ڈی چوک اسلام آباد میں دھرنا دے دیا، یہ دھرنا چار 4 روز تک جاری رہا، ابتداءً نون لیگی حکومت نے مذاکرات سے انکار کیا، اور بڑے پیمانے پر آپریشن کرتے ہوئے آنسو گیس شیلنگ کی انتہاء کردی، آس پاس کی آبادی بھی اس شیلنگ سے شدید متاثر ہوئی، یہاں تک کہ لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر اپنے اپنے رشتہ داروں کے ہاں منتقل ہونے پر مجبور ہوگئے۔ دھرنے کے شرکاء کے لیے کھانا یا پانی لے جانے پر بھی پابندی عائد کردی گئی، اور مظاہرین کو چاروں اطراف سے گھیر لیا گیا۔ اس کے باوجود علّامہ خادم حسین رضوی اور ان کے جانثار کارکنان کے عزم واستقلال اور ثابت قدمی میں کمی نہیں آئی، ان کے حوصلے بلند سے بلند تر رہے، بالآخر حکومت مذاکرات پر مجبور ہوئی، اس میں زعمائے اہلِ سنّت کی مدد لی گئی، حکومت اور شرکائے دھرنا کے مابین باہمی مشاورت سے ایک یادداشت پر دستخط ہوئے، جس کے بنیادی نکات درج ذیل تھے:

(1) تعزیراتِ پاکستان کی توہین مذہب سے متعلق دفعہ 295c میں نہ کوئی ترمیم زیرِ غور ہے، اور نہ ہی اس میں کوئی ترمین کی جائے گی۔

(2) حکومت پُرامن احتجاج کرنے والے گرفتار افراد کو رہا کرے گی۔

(3) توہین رسالت ﷺ کے مقدمات میں سزا یافتہ کسی شخص کو کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں دی جائے گی۔

(4) فورتھ شیڈول (Fourth Schedule) کی فہرست پر نظرِ ثانی کا عمل جاری ہے، اس میں سے بے گناہ افراد کے نام خارج کردیے جائیں گے۔

(5) علمائے کرام پر درج مقدمات کی واپسی کا جائزہ لیا جائے گا۔

(6) میڈیا پر فحش پروگراموں کی روک تھام کے لیے علمائے کرام ثبوتوں کے ہمراہ پیمرا (Pemra) سے رجوع کریں گے، جو قانونی کاروائی کرنے کا مجاز ہے۔

(7) ملک میں نظامِ مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لیے سفارشات مرتّب کر کے وزارت مذہبی اُمور کو پیش کی جائیں گی۔

تحریک لبیک یارسول اللہ کا آغاز:

غازی ممتاز حسین قادری کی شہادت کے بعد" غازی رہائی تحریک" کا نام تبدیل کرکے "تحریک لبیک یارسولَ اللہ" رکھ دیا گیا قائد ملّت اسلامیہ امیرالمجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی نے اپنی ولولہ انگیز قیادت، اور جوشِ خطابت سے تحریک میں رُوح پھُونک دی جس کے نتیجے میں ملک کے گوشے گوشے سے نوجوانانِ اہلِ سنّت اس تحریک کا حصہ بنتے چلے گئے۔

تحفظِ ختمِ نبوت کے سلسلہ میں فیض آباد دھرنا:

2017ء میں نواز شریف حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی طرف سے اراکین اسمبلی کے نامزدگی فارم

(Nomination Form) کی ایک شق میں حلف نامہ کے الفاظ بدل دیے، جس پر ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ علامہ خادم حسین رضوی نے بیانات کے بجائے عملی اِقدم کیا، اور پانچ 5 نومبر تا ستائیس 27 نومبر 2017ء تک فیض آباد انٹرچینج پر اکیس 21 دن تک مسلسل دھرنا دیا اور یہ مطالبہ کیا کہ" اراکین اسمبلی کے حلف نامہ میں ختمِ نبوت سے متعلق شق کو واپس اصل صورت میں بحال کیا جائے، نیز قادیانیت نوازی پر مبنی اس دانستہ غلطی کے مرتکب افراد کو سامنے لایا جائے"۔

لوگوں کو اس دھرنے میں شمولیت سے روکنے کے لیے، حکومت نے کنٹینرز (Containers) لگا کر ملک کی تمام شاہراہیں بند کر ڈالیں لیکن اس کے باوجود پاکستانی عوام کی ایک کثیر تعداد نے بڑھ چڑھ کر ان دھرنوں میں شرکت کی، اور نون لیگی حکومت کو یہ واضح پیغام دیا کہ" عقیدہ ختمِ نبوت" کے خلاف کسی قسم کی کوئی سازش قبول نہیں کی جائے گی!!۔

ابتداءً حکومت نے تشدّد کا راستہ اپنایا، اور پُر امن شرکائے دھرنا کے خلاف 25 نومبر کی صبح وفاقی پولیس اور رینجرز کے ذریعے، ایک ناکام آپریشن کیا، اس آپریشن سے قبل نون لیگی حکومت نے یہ دعوی کر رکھا تھا، کہ صرف تین 3 گھنٹے کے آپریشن میں ہم دھرنے کے شرکاء کو منتشر کر دیں گے، لیکن بڑے پیمانے پر پُرتشدّد آپریشن کے باوجود، حکومت اس دھرنے کو منتشر کرنے میں بالکل ناکام رہی۔ اس آپریشن میں "تحریک لبیک" کے سینکڑوں کارکنان زخمی ہوئے، پولیس نے بارہ ہزار (12000) آنسو گیس شیل پھینکے، ربڑ کی گولیوں کے ساتھ ساتھ براہِ راست اصلی گولیاں بھی چلائی گئیں، جس کے نتیجے میں" تحریک لبیک" کے کارکنان میں سے آٹھ 8 افراد کی شہادت ہوئی۔

جس وقت یہ آپریشن جاری تھا، اس وقت قبلہ امیر المجاہدین بنفس نفیس خود بھی دھرنے میں موجود تھے، اور بڑی تعداد میں ہونے والی آنسو گیس کی شیلنگ کا خود بھی سامنا کر رہے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ استقامت کا پہاڑ بن کر ڈٹے رہے، ایک ہی جگہ پر ڈٹ کر شیلنگ کا سامنا کرنے والے، اپنے اس معذور قائد قبلہ امیر المجاہدین کی قوتِ برداشت اور عزم و استقلال کو دیکھ کر، نہتے نوجوان اور کارکنان اپنی تکلیف بھول گئے، اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح آنسو گیس شیلنگ، اور ربڑ کی گولیوں کا سامنا کرتے رہے، لیکن ہزاروں کی تعداد میں موجود حکومتی اہلکار، اپنے تمام ترجبری ہتھکنڈوں اور آتشیں اسلحہ کے باوجود، انہیں دھرنے کے مقام سے ہٹانے میں بالکل ناکام رہے۔

نون لیگی حکومت کے اس ظلم وستم اور اسلام دشمن پالیسیوں کو دیکھتے ہوئے، احتجاج کا سلسلہ ملک بھر میں پھیل گیا، اس پر وزیرِ داخلہ نے پچیس 25 نومبر کو فوج سے مدد طلب کر لی، بعد ازاں پاکستان آرمی کی ثالثی اور ضمانت پر حکومت اور" تحریک لبیک" کے مابین مُعاہدہ ہوا، تب ستائیس 27 نومبر کو دھرنا ختم کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔

ختمِ نبوّت سے متعلقہ شق میں تبدیلی کی کوشش کرنے والے اصل ذمہ داران کو نون لیگی حکومت نے سامنے لانے کے بجائے اس کے بظاہر ذمہ دار وفاقی وزیرِ قانون زاہد حامد کو قربانی کا بکرا بنایا، جس کے نتیجے میں وہ اپنی پارٹی سے وفاداری کا

ثبوت دیتے ہوئے استعفیٰ دے کر خاموشی سے اپنے گھر چلا گیا، اور قومی سیاست سے ہمیشہ کے لیے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

فیض آباد دھرنے میں عشق و مستی سے سرشار ہو کر ہزاروں آنسو گیس شیل کا سامنا کرنے والے امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی اس دھرنے میں ہونے والی غیبی مدد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ" فیض آباد دھرنے میں کنٹینر کے ساتھ جو خیمہ لگا ہوا تھا میں اکثر اسی میں سویا کرتا تھا شروع کے چار پانچ دن ٹرالر کے نیچے بھی سویا ہر طرف سے سرد ہوا آتی تھی لیکن اس سخت سردی کے موسم میں بھی، ہم جن کے لیے سوئے تھے انہوں نے سرد ہواؤں کو محسوس نہیں ہونے دیا۔ جب ہر طرف شیلنگ ہو رہی تھی تو مجھے آنسو گیس کا دھواں بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اکثر پوچھا جاتا ہے کہ" دھرنے کے خلاف آپریشن کرنے والی پولیس کیسے پسپا ہوئی ؟" یہ تو میں نہیں بتا سکتا، لیکن لوگ کہتے ہیں کہ کچھ ہوا ضرور تھا پولیس والوں کو میں نے بھاگتے دیکھا تو میں نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ انہیں ہوا کیا ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ پتہ نہیں کیا ہوا ہے! میں تو" لبیک یا رسولَ اللہ ﷺ" کے نعروں کے ساتھ پولیس والوں کو تلقین کر رہا تھا کہ آپ نے ہمیں مار بھی دیا تو ٹرمپ خوش ہو جائے گا کفر خوش ہو جائے گا کہ لوگ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے آئے تھے اور خود مسلمانوں نے ان کو مار دیا تھا"۔

امیر المجاہدین کی زندگی میں انقلابی حدیث پاک:

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی ارشاد فرماتے ہیں کہ" حدیث قدسی میں ہے کہ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي ( ) " میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق، اس کے ساتھ مُعاملہ فرماتا ہوں" ۔ اس حدیثِ پاک نے میری زندگی بدل کر رکھ دی! میں نے ہمیشہ اس حدیث پاک کو پیشِ نظر رکھا، اپنی زندگی میں اچھے سے اچھا گمان رکھا، اور جیسا گمان رکھا اللہ تعالیٰ نے بھی وَیسا ہی مُعاملہ فرمایا"۔

فیض آباد دھرنے میں پولیس نے گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کیا، تو یوں لگتا تھا جیسے پانچ 5 منٹ میں سب کو گرفتار کر لیں گے! حالانکہ جب میں لاہور سے چلا تھا تو مجھے پختہ یقین تھا، کہ ہم حضور ﷺ کی ناموس کے لیے نکلے ہیں، لہٰذا ضرور کامیاب ہوں گے! اس وقت بھی مجھے یہی حدیثِ پاک یاد آئی، اور مجھے یقین ہو گیا کہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔

میں نے گنبدِ خضراء کی طرف توجہ کی، اور دل ہی دل میں بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ ﷺ! اگر ختمِ نبوّت کے مسئلہ میں ہمارے جسم کے ٹکڑے بھی ہو جائیں، تو یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ہوگی! لیکن اگر دشمنانِ اسلام کامیاب ہو گئے، تو مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے، بس میں یہ عرض کر ہی رہا تھا کہ" غیبی مدد" آئی اور پانسہ یکسر پلٹ گیا، پولیس پر خوف طاری ہوا، اور وہ بھاگ گئی"۔

داتا دربار دھرنا:

2017ء میں فیض آباد (راولپنڈی) میں دھرنا ختم کرانے کے لیے حکومت نے جو مُعاہدہ کیا، بعد میں حکومت نے

اس پر بدنیتی کا مُظاہرہ کیا، اور اس پر عمل درآمد کرنے میں پس وپیش سے کام لیتی رہی، امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی نے معاہدے پر عمل درآمد کے لیے چار 4 ماہ کے طویل انتظار کے بعد، یکم اپریل 2018ء کو داتا دربار کے سامنے دوبارہ دھرنا دے دیا، اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ "فیض آباد دھرنے میں ہونے والے معاہدے پر عمل کیا جائے!" حکومت نے یہاں بھی ابتداءً پکڑ دھکڑ اور مار پیٹ کے ذریعے دھرنا ختم کرانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ یہ دھرنا مسلسل بارہ 12 روز تک جاری رہا، بعدازاں گیارہ 11 گھنٹوں کے طویل مذاکرات کے بعد طے پایا کہ

(1) حکومت فیض آباد معاہدے پر عمل درآمد کو یقینی بنائے گی۔

(2) اراکین اسمبلی کے حلف نامہ میں تبدیلی سے متعلق راجہ ظفر الحق کی تحقیقاتی رپورٹ کو منظرِ عام پر لایا جائے گا۔

(3) فیض آباد دھرنے میں شہید ہونے والے کارکنان کی ایف آئی آر (FIR) درج کی جائے۔

(4) مساجد میں اذان کے لیے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر عائد پابندی ختم کی جائے گی۔

اسٹیبلشمنٹ (Establishment) سے تعلقات کی تردید:

امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی نے فوج کی پشت پناہی یا اسٹیبلشمنٹ (Establishment) سے اپنے تعلقات کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "دھرنے کے دوران اس طرح کی بہت سی افواہیں اڑائی گئیں، اور پروپیگنڈہ کیا گیا کہ "ہمارے پیچھے فوج یا اسٹیبلشمنٹ ہے"۔ واللہ! مجھ سے تو اس سلسلے میں کبھی کسی نے رابطہ نہیں کیا، دراصل یہ ساری باتیں ہماری تحریک کو متاثر کرنے کے لیے کی جارہی تھیں، جب معاہدے کے بعد دھرنا ختم کرنے کا اعلان ہوا، تب "جنرل فیض حمید" (موجودہ DG ISI) میرے خیمے میں ضرور آئے تھے، ان کا کہنا تھا کہ علّامہ خادم حسین رضوی سے ملواتو دو! وہ ہیں کون؟ جہاں تک دھرنے کی بات ہے، یہ ایک ایسا کام ہوگیا ہے کہ مؤرخ بھی لکھتے ہوئے ہزار بار کانپے گا کہ "نہتے عاشقانِ رسول ﷺ کے سامنے ہزاروں مسلح لوگ (پولیس اہلکار) کیسے پسپا ہوئے!"۔

اسٹیبلشمنٹ (Establishment) کی پشت پناہی سے متعلق لبرلز اور دیگر سیاسی جماعتوں کی جانب سے، کیے جانے والے اس پروپیگنڈہ کی تردید امیر المجاہدین نے اپنے ایک انٹرویو میں بھی فرمائی۔ ٹی وی چینل نیو نیوز (New News) کے اینکر پرسن، جناب نصر اللہ ملک نے علّامہ رضوی سے ایک انٹرویو کے دوران پوچھا کہ "مذہبی جماعتوں کے بارے میں ایک تاثر یہ بھی ہے، کہ یہ لوگ سیاست میں آتے نہیں، بلکہ (اسٹیبلشمنٹ کے ذریعے) لائے جاتے ہیں"، کیا آپ کو بھی کسی نے ایسا کرنے کو کہا ہے؟ امیر المجاہدین نے اس کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "جی نہیں، ہمیں کسی نے نہیں کہا، اور آئندہ بھی ایسا نہیں ہوگا، ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ سے بات کرتے وقت ہمارے لوگوں کا لہجہ معذرت خواہانہ کیوں ہوتا ہے؟! آج یورپ میں کسی ایک بندے سے زیادتی ہو جائے، تو پورا یورپ اس کے حق میں آواز بلند کرنے کے لیے کھڑا ہو

جاتا ہے، لیکن لاکھوں مسلمان عراق، افغانستان، شام اور برما (میانمار) میں ذبح ہو جائیں، تو یہ لوگ اسے عدل کا نام دیتے ہیں!! ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ دنیا عدل و انصاف کے تقاضوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اسلام کو سمجھے!!"۔

اسی طرح قبلہ مفتی منیب الرحمن صاحب-دامت برکاتہ العالیہ- سے حال ہی میں یوٹیوب چینل "اسٹوڈیو 5" کو دیے گئے ایک انٹرویو میں سوال ہوا کہ "علّامہ خادم حسین رضوی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ" یہ پلانٹڈ (planted) تھے"، اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ اس پر قبلہ مفتی صاحب نے کیا خوب جواب ارشاد فرمایا کہ" پلانٹڈ (Planted) کے معنی ہیں "کسی کا کاشت کیا ہوا پودا، یا کسی کی جانب سے اپنے ایجنڈے پر لانچ کیا ہوا فرد"۔ ہمارے ہاں چونکہ بدگمانی اور بدنیّتی کا شِعار عام ہے اس لیے میرا سوال یہ ہے کہ" اگر علّامہ خادم حسین رضوی جیسے شاہکار کسی ٹکسال (سکے ڈھالنے/ بنانے والے کارخانے) میں ڈھلتے ہیں، یا کسی ادارے کی جانب سے پلانٹ (Plant) کیے جاتے ہیں، تو آپ کی مشینیں اور ٹکسال بند تو نہیں ہو گئے! ایسا کوئی شاہکار دوسرا پیدا کر کے دکھایے! اور پھر اسے ملک کے اندر اور بیرونِ ملک کروڑوں انسانوں کے دلوں میں بٹھا کر دکھادیجیے! ہم بھی آپ کی کرامت یا کرشماتی کمال کو تسلیم کر لیں گے!"۔

ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ داری:

2018ء میں ہالینڈ کی "فریڈم پارٹی (Freedom Party)" کے رہنما گیرٹ ویلڈرز (Geert wilders) نے نبی کریم ﷺ کی توہین پر مبنی گستاخانہ کارٹونز (Blasphemy Cartoons) کی نمائش کا اعلان کیا، اس پر "تحریک لبیک" نے 29 اگست 2018ء کو داتا دربار لاہور سے اسلام آباد تک لانگ مارچ کا اعلان کرتے ہوئے، پی ٹی آئی (PTI) حکومت سے مطالبہ کیا کہ" ہالینڈ کی حکومت کے ساتھ دوطرفہ سفارتی تعلقات منقطع کیے جائیں، اور ڈچ سفیر کو ناپسندیدہ قرار دے کر پاکستان سے بے دخل کیا جائے"۔

اس لانگ مارچ کی قیادت امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی نے بذاتِ خود فرمائی۔ آپ کا جذبہ قابل دید تھا، دورانِ مارچ آپ" لبیک یا رسول اللہ" کے نعروں سے لانگ مارچ کے شرکاء کا لہو گرماتے رہے، درود شریف پڑھتے رہے۔"تحریک لبیک" کے اس زبردست اور کامیاب ترین احتجاجی لانگ مارچ کے باعث، حکومت نے مذاکرات کی دعوت دی، 30 اگست 2018ء کو ابھی یہ مذاکرات جاری ہی تھے، کہ ہالینڈ سے اچانک یہ خبر آگئی کہ گستاخِ رسول ملعون" گیرٹ ویلڈرز" نے توہین آمیز کارٹونز (Blasphemy Cartoons) بنانے کا مقابلہ منسوخ کر دیا ہے۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے فوری طور پر اس کا کریڈٹ (Credit) اپنی حکومت کو دینے کی کوشش کی، حالانکہ گستاخِ رسول گیرٹ ویلڈرز نے گستاخانہ کارٹونز کا مقابلہ منسوخ کرنے کی وجہ خود تحریر کرتے ہوئے لکھا:

"To avoid the risk of victims from Islamic violence, I have( )decided to

cancel the cartoon competition."

"کارٹونز بنانے کا یہ مقابلہ میں نے اسلامی شدّت کے خطرات سے بچنے کے لیے منسوخ کیا ہے"۔

"تحریک لبیک" کی اس عظیم فتح کا اعتراف عالمی میڈیا نے بھی مختلف الفاظ میں کیا، امریکی نیوز ایجنسی" ایسوسی ایٹڈ پریس (Associated Press)"، اخبار" سیاٹل ٹائمز (Seattle Times)" اور" واشنگٹن پوسٹ (Washington Post)" کے مطابق کارٹونز نمائش کی منسوخی کی وجہ، پاکستان میں ہونے والا احتجاج ہے۔ برطانوی اخبار" دی انڈیپنڈنٹ (The Indipendent)" نے بھی کارٹونز نمائش کی منسوخی کا وزن پاکستان کے پلڑے میں ڈالا، امریکی نشریاتی ادارے "اے بی سی نیوز (abc news)" جیسے اداروں نے بھی گستاخانہ کارٹونز رکوانے کا کریڈٹ پاکستان کو دیا۔

آسیہ مسیح کی رہائی کے فیصلے کے خلاف، ملک بھر میں احتجاجی دھرنے:

آسیہ نامی ایک مسیحی عورت 2009ء میں، ایک مسلم خاتون سے جھگڑے کے دوران، قرآن مجید اور حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی مرتکب ہوئی، سیّد محمد امین بخاری ایس پی انویسٹی گیشن آفیسر (Sp Investigation Officer)، شیخوپورہ (پنجاب) کے رُوبرو اس نے اپنے جرم کا اعتراف بھی کیا، اور اپنے اس ناقابل مُعافی جرم پر مُعافی بھی چاہی۔ نومبر 2010ء میں جرم ثابت ہونے پر "سیشن کورٹ" نے اسے سزائے موت سنادی، سزا کے خلاف 2014ء میں آسیہ مسیح نے "لاہور ہائی کورٹ" سے رجوع کیا، عدالتِ عالیہ نے بھی اس کی اپیل کو مسترد کرتے ہوئے، سیشن کورٹ (Session Court) کی سزا کو برقرار رکھا۔ بعد ازاں اس عورت نے" سپریم کورٹ آف پاکستان" میں اپیل دائر کی، جس کی سماعت مکمل ہونے پر 8/ اکتوبر 2018ء کو اس پر فیصلہ محفوظ کیا گیا، جبکہ 31/ اکتوبر 2018ء کو فیصلہ جاری کرتے ہوئے اسے باعزّت بری کر دیا گیا۔

آسیہ مسیح کی رہائی کے سلسلہ میں پاکستانی حکومت اور عدلیہ پر کس قدر دباؤ تھا، یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں! یورپی یونین کے نمائندۂ خصوصی جان فیگل (Jan Figel) نے اس سلسلے میں باقاعدہ پاکستان کا دورہ کیا، اور یورپی یونین کی طرف سے حکومتِ پاکستان کو یہ پیغام دیا، کہ مستقبل میں ہونے والی مالی امداد کو" توہین رسالت" کے مُعاملے میں سزائے موت کا سامنا کرنے والی، مسیحی خاتون آسیہ کے مثبت نتائج (یعنی رہائی) سے منسلک کیا جائے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کو مُعاشی نقصان پہنچانے کی دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ" یورپی یونین" پاکستان کی برآمدات کی اصل منزل ہے۔ پاکستان کی کُل برآمدات کے 6.53 فیصد حصے کی خریدار" یورپی یونین" ہے۔ یعنی آسیہ مسیح سے متعلق فیصلہ ہماری خواہشات کے مطابق نہ ہونے کی صورت میں، تجارت کا یہ سلسلہ منقطع بھی ہوسکتا ہے جس کا پاکستان متحمل نہیں ہو سکتا!۔

ہماری عدالتوں پر دباؤ بڑھاتے ہوئے یورپی یونین کے عہدیدار جان فیگل (Jan Figel) نے اس بات پر بھی زور دیا کہ آسیہ مسیح کا مُعاملہ یورپی یونین کے ممبر ممالک خاص طور پر اٹلی کے لیے بہت اہم ہے۔وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ پاکستانی عدالتِ عظمٰی ایک مخصوص حصے (مذہبی طبقے) کو خوش کرنے کے لیے جان بوجھ کر اس فیصلے میں تاخیر کر رہی ہے۔اس خبر سے متعلق مزید تفصیل کے لیے انگریزی اخبار" بزنس ریکارڈر" کراچی بائیس 22 جنوری 2018ء کی اشاعت ملاحظہ فرمائیے۔

مذکورہ بالا صورتحال اور انٹرنیشنل پریشر کے باعث، یہ فیصلہ بالکل بھی غیر متوقع نہیں تھا۔اس فیصلے سے پاکستانی مسلمانوں کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچی اور وہ بطور احتجاج سڑکوں پر نکل آئے،توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کے بعض ناخوشگوار واقعات بھی پیش آئے۔اس حساس مسئلے پر"تحریک لبیک پاکستان" نے بھی ملک گیر احتجاج کیا۔

"تحریک لبیک" کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور سیاسی قوت میں اضافے سے خائف عمران خان کی حکومت نے،اس احتجاج کو کمزور اور غیر مؤثر کرنے کے لیے ملک بھر میں ہونے والے نقصانات کا ملبہ"تحریک لبیک پاکستان" پر ڈال دیا اور اس کی قیادت سمیت متعدد کارکنان پر، بغیر کسی ثبوت کے جھوٹے مقدّمات قائم کر دیے۔اس ملک گیر احتجاج کا اختتام 2 نومبر 2018ء کو حکومتی وفد کے ساتھ،اڑتالیس 48 گھنٹوں کے کامیاب مذاکرات کے بعد ایک معاہدے کی صورت میں ہوا اس معاہدے کے نکات درج ذیل تھے:

(1) آسیہ مسیح کے مقدّمے میں نظر ثانی کی اپیل دائر کر دی گئی ہے جو کہ فریقین کا قانونی حق اور اختیار ہے جس پر حکومت معترض نہیں ہوگی۔

(2) آسیہ مسیح کا نام فوری طور پر ای سی ایل (Exit Control List) میں شامل کرنے کے لیے قانونی کاروائی کی جائے۔

(3) آسیہ مسیح کی بریّت کے خلاف چلائی گئی احتجاجی تحریک میں اگر کوئی شہادتیں ہوئی ہیں،تو ان کے بارے میں قانونی چارہ جُوئی کی جائے گی۔

(4) اس احتجاج کے دوران جس کسی کی بلا جواز دل آزاری ہوئی یا کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو"تحریک لبیک" اس پر معذرت خواہ ہے۔

اس معاہدے پر حکومتی وفد کی جانب سے وفاقی وزیر برائے مذہبی اُمور پیر نور الحق قادری اور صوبائی وزیر قانون جناب راجہ بشارت صاحب کے دستخط ہیں جبکہ"تحریک لبیک یارسول اللہ (پاکستان)" کی جانب سے تحریک کے سابق سرپرستِ اعلیٰ پیر محمد افضل قادری،اور مرکزی ناظمِ اعلیٰ تحریک لبیک جناب وحید نور صاحب نے دستخط کیے۔

25 نومبر... یومِ شہدائے تحریک:

آسیہ مسیح کی سپریم کورٹ سے رہائی کے فیصلے کو ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی نے"

فیض آباد دھرنا" میں شہید ہونے والے کارکنان کی یاد میں" یومِ شہدائے تحریک" منانے کا اعلان کیا اور اس کے لیے ان کے یومِ شہادت کی مناسبت سے 25 نومبر کی تاریخ مقرر کی، لیکن پچیس 25 نومبر 2018ء سے قبل ہی پی ٹی آئی (PTI) حکومت کی جانب سے بڑے پیمانے پر کریک ڈاؤن (Crack Down) کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی سمیت "تحریک لبیک پاکستان" کی تمام اعلیٰ قیادت، صوبائی رہنما، علماء ومشائخ، آئمہ وخطباء اور ہزاروں کارکنان کو ان کے گھروں سے گرفتار کر کے بغاوت اور دہشتگردی جیسے سنگین نوعیت کے، جھوٹے مقدّمات قائم کر دیے گئے۔

اس سلسلے میں حکومت نے اس قدر سنگ دلی کا مظاہرہ کیا، کہ ساٹھ ستّر سال کے بزرگوں، اور علمائے کرام کے مقام ومرتبے، اور پیرانہ سالی کا بھی ذرّہ برابر خیال نہ کیا! انہیں زبردستی مساجد، مدارس اور گھروں سے اٹھا اٹھا کر جیلوں میں بند کر دیا گیا، موسم سخت سرد ہونے کے باعث بعض علماء شدید بیمار ہو گئے، انہیں مناسب ادویات بھی فراہم نہ کی گئیں، جس کے نتیجے میں بعض تو جیلوں میں ہی وفات پا گئے۔

" جرمِ بے گناہی" کے سبب امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی اور ان کے قریبی ساتھیوں کو تقریباً چھ ماہ تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے رکھا گیا آپ کی جسمانی معذوری کا لحاظ کیے بغیر آپ کو ذہنی طور پر ٹارچر (Torture) کیا گیا، بیماری کے پیشِ نظر جو ادویات آپ روزانہ کی بنیاد پر لیا کرتے ان سے بھی محروم کر دیا گیا لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے عزم واستقلال میں کوئی تزلزل نہ آیا بلکہ آپ استقامت کا پہاڑ بن کر اپنے مشن اور ہدف پر مضبوطی سے ڈٹے رہے!۔

علاوہ ازیں امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی کے بڑے بھائی جناب محترم امیر حسین رضوی صاحب نے جب آسیہ مسیح کی رہائی اور قبلہ امیر المجاہدین سمیت "تحریک لبیک پاکستان" کے دیگر کارکنان کی غیر قانونی گرفتاری کے خلاف احتجاج کیا تو ان پر بھی جھوٹے مقدّمات قائم کر دیے گئے اور تیرہ 13 ماہ تک مقدّمات کی سماعت کے بعد قبلہ امیر المجاہدین کے بھائی اور بھتیجے سمیت چھیاسی 86 بے گناہ کارکنان کو انسدادِ دہشتگردی کی خصوصی عدالت کے ذریعے مجموعی طور پر چار ہزار سات سو اڑتیس (4738) سال قید کی سزا سنائی گئی صرف یہی نہیں بلکہ ایک کروڑ ستّر لاکھ روپے سے زائد جرمانہ اور ان کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد ضبط کرنے کا بھی حکم دیا گیا۔

اس کے باوجود بھی یہ سب ہتھکنڈے امامِ عزیمت علّامہ خادم حسین رضوی کو کمزور کرنے اور جھکانے میں ناکام رہے۔ بالآخر آپ ناموسِ رسالت ﷺ کی پہرے داری کے لیے پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو کر اُبھرے!۔

سیاسی آغاز اور اس کا سبب:

امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی نے غازی ممتاز حسین قادری شہید کے مُعاملے میں حکومتی طرزِ عمل اور ان کے

دو غلے پن سے بہت دلبرداشتہ ہوئے ناموسِ رسالت کے ایک مُحافظ کی سزائے موت نے علاّمہ خادم حسین رضوی کے دل پر گہرے اثرات چھوڑے تھے لہٰذا آپ نے حضور اکرم ﷺ کے دین کو تخت پر لانے کے لیے عملی طور پر سیاست میں آنے کا فیصلہ کرلیا۔

مذہبی حلقوں کی جانب سے اس فیصلے کا بھرپور خیر مقدم کیا گیا قائدِ ملّتِ اسلامیہ علاّمہ شاہ احمد نورانی کے بعد ایک عرصہ سے عوامِ اہلِ سنّت کسی حقیقی اور عوامی قیادت سے محروم تھے۔علاّمہ خادم حسین رضوی نے اس خلاء کو پُر کرتے ہوئے اہل سنّت و جماعت کی اکثریت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے ان کا سیاسی شُعور بیدار کیا اور انہیں ان کے" ووٹ بنک" کی طاقت کا احساس دلایا۔علماء و مشائخ اور دینی مدارس نے خاص طور پر ان کی آواز پر" لبیک" کہا اور اس جدو جہد میں ان کے شریکِ سفر بھی ہوئے۔

امیر المجاہدین علاّمہ خادم حسین رضوی کے اِخلاص اور انتھک محنت کی برکت سے دیکھتے ہی دیکھتے اس تحریک نے مقبولیت کے سارے ریکارڈ توڑ دیے لاکھوں شرکاء پر مشتمل بڑے بڑے جلسوں اور کامیاب دھرنوں نے عالَمی سطح پر بھرپور توجہ حاصل کرکے دیگر تمام سیاسی جماعتوں کے لیے خطرے کی گھنٹیاں بجادیں!۔

ابھی یہ جدو جہد جاری تھی کہ بعض وُجوہ اور اختلافِ رائے کے باعث علاّمہ خادم حسین رضوی اور کنز العلماء علاّمہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے عملی راستے جدا ہو گئے لیکن دونوں رَہنماؤں نے دانشمندی سے کام لیتے ہوئے الگ الگ پلیٹ فارم سے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے اس عظیم مشن کو جاری رکھا۔امیر المجاہدین علاّمہ خادم حسین رضوی نے"تحریک لبیک پاکستان" (TLP) کی بنیاد رکھی جبکہ کنز العلماء علاّمہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب نے"تحریک لبیک اسلام" کے نام سے اپنی سیاسی جماعت رجسٹر کروائی۔

قائدین کے اس باہمی اختلاف کے سبب علماء اور عوامِ اہل سنّت بہت دُکھی ہوئے الیکشن سے کچھ عرصہ قبل ہونے والے اس اختلاف کے سبب اہل سنّت کا ووٹ بنک بھی تقسیم ہو گیا اور خاطر خواہ نتائج حاصل نہ کیے جاسکے۔بہر حال فی الوقت ضرورت اس اَمر کی ہے کہ"تحریک لبیک پاکستان" کے نئے امیر مولانا سعد حسین رضوی صاحب اور کنز العلماء ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب دامت برکاتہ العالیہ رضائے الٰہی کی خاطر تمام باہمی اختلافات کو پَس پُشت ڈال کر متحد ہو جائیں اور اہل سنّت کے ممتاز علماء کی مشاورت اور مدد سے،تمام سنّی جماعتوں کا سیاسی بنیادوں پر ایک مضبوط اتحاد قائم کریں تاکہ دین کی بالادستی کے لیے کی جانے والی جدو جہد نتیجہ خیز ثابت ہو سکے۔گذشتہ الیکشن میں ناکامی کا ایک بڑا سبب اکابر علمائے اہلِ سنّت سے عدم مشاورت اور باہمی اتحاد کا فقدان تھا لہٰذا ماضی کی غلطیوں اور ناتجربہ کاری کے باعث ہونے والے تنظیمی نقصانات سے سبق سیکھتے ہوئے ابھی سے پیش بندی کی جائے تو زیادہ مناسب و مفید رہے گا!!۔

تحریک لبیک پاکستان کا قیام:

''تحریک لبیک پاکستان'' (TLP) ''تحریک لبیک یارسول اللہ'' کا سیاسی ونگ ہے، یہ ایک مذہبی سیاسی جماعت ہے، جو امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کی زیرِقیادت قائم ہوئی۔ 26 جولائی 2017ء کو الیکشن کمیشن آف پاکستان نے اسے رجسٹرڈ کیا اور ووٹنگ کے لیے ''کرین'' کا نشان الاٹ کیا۔

ضمنی انتخابات میں حیران کن کارکردگی:

اپنی رجسٹریشن کے صرف بیس 20 روز بعد ''تحریک لبیک'' نے سابق وزیر اعظم نواز شریف کی نااہلی کے سبب لاہور سے خالی ہونے والی نشست حلقہ این اے 120 کے ضمنی انتخاب 2017ء میں حصہ لیا اور بیگم کلثوم نواز کے مقابلے میں تیسری پوزیشن پر سات ہزار سے زائد ووٹ حاصل کر کے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

اسی طرح حلقہ این اے 4 پشاور کے ضمنی انتخاب میں تقریباً دس ہزار ووٹ لے کر پانچویں پوزیشن حاصل کی جبکہ ضمنی انتخاب 2018ء میں تحریک انصاف کے امیدوار جہانگیر ترین کی نااہلی کے سبب خالی ہونے والی نشست حلقہ این اے 154 لودھراں (پنجاب) سے ساڑھے گیارہ ہزار ووٹ لے کر مسلم لیگ نون اور پی ٹی آئی کے بعد تیسرے نمبر پر رہی۔

الیکشن 2018ء کے ذریعے سیاسی ایوانوں میں ہلچل:

''تحریک لبیک پاکستان'' کی بطور سیاسی جماعت رجسٹریشن کے ٹھیک ایک سال بعد، 25 جولائی 2018ء کو پاکستان کی پندرہویں قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے لیے عام انتخابات ہوئے۔ ''تحریک لبیک پاکستان'' نے قومی اور صوبائی نشستوں پر ملک بھر سے اپنے سینکڑوں امیدوار کھڑے کیے کسی مذہبی سیاسی جماعت کی جانب سے بغیر کسی اتحادی کے اتنے امیدوار کھڑے کرنا بھی اپنی جگہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ پاکستان کی متعدد سیاسی جماعتیں جو عرصہ دراز سے میدانِ سیاست میں ہیں سالہا سال گزر جانے کے باوجود وہ بھی ایسا کرنے میں ناکام رہیں۔ ''تحریک لبیک پاکستان'' نے امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کی قیادت میں صرف ایک سالہ سیاسی جدوجہد کے نتیجے میں، بائیس 22 لاکھ چونتیس 34 ہزار سے زائد ووٹ حاصل کر کے، ساری دنیا کو حیران کر دیا۔

یہ وہ اعداد و شمار ہیں جو الیکشن کمیشن آف پاکستان (Election Commission of Pakistan) کے سرکاری نتائج کے مطابق ہیں ورنہ ''تحریک لبیک پاکستان'' کے مقامی پولنگ ایجنٹس کے ذریعے جمع کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق ''تحریک لبیک'' کے ووٹوں کی تعداد، سرکاری نتائج سے کئی گنا زیادہ تھی۔

الیکشن کے روز سوشل میڈیا پر ''تحریک لبیک'' کے کارکنان کی جانب سے دی گئی اطلاعات کے مطابق پولنگ آفیسرز نے اکثر پولنگ بوتھ (Polling Booth) کے نتائج الیکشن قوانین کے مطابق فارم پینتالیس 45 پر دینے کے بجائے سادہ پرچے پر

ہاتھ سے لکھ کر بغیر مہر کے دیے جو الیکشن قوانین کی سراسر خلاف ورزی تھی۔

ملک کے کونے کونے سے اس نوعیت کی دھاندلی کی خبریں آتی رہیں لیکن امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی نے الیکشن میں دھاندلی کی وجہ سے احتجاج کرنا یا ووٹوں کی دوبارہ گنتی کا مطالبہ کرنا مناسب نہیں جانا!۔

سرکاری نتائج کے مطابق "تحریک لبیک پاکستان" اپنے ووٹوں کی انفرادی حیثیت کے اعتبار سے اس وقت وطن عزیز پاکستان کی چوتھی اور پنجاب کی تیسری بڑی سیاسی جماعت ہے۔ "تحریک لبیک" کے امیدواروں کو ملنے والے لاکھوں ووٹ دیگر سیاسی جماعتوں اور مبصرین کے لیے کسی دھچکے سے کم نہیں تھے!۔

سندھ کی صوبائی اسمبلی سے "تحریک لبیک پاکستان" کے دو 2 امیدواروں نے واضح طور پر برتری حاصل کی، جبکہ خواتین کے لیے مخصوص کوٹہ سے بھی ایک نشست "تحریک لبیک" کو حاصل ہوئی۔ یقیناً اس کامیابی کے پیچھے علامہ خادم حسین رضوی کی سحر انگیز شخصیت ان کی قیادت اور سیاسی سوجھ بوجھ کا بھی بڑا عمل دخل تھا۔

علامہ خادم حسین رضوی نے انتہائی قلیل مدت میں "تحریک لبیک پاکستان" کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ اتنے کم وقت میں اتنی بڑی کامیابی اور مقبولیت ملک کی کسی دوسری سیاسی یا مذہبی جماعت کو حاصل نہیں ہوئی۔ راولپنڈی اور اسلام آباد کے سنگم پر واقع "فیض آباد" جیسے اہم مقام پر دھرنا دے کر ہر بار اپنے مطالبات تسلیم کروا لینے کا خیال علامہ خادم حسین رضوی سے پہلے کسی مذہبی یا سیاسی جماعت کو نہیں آیا یہ ان کی سیاسی لیاقت کی ایک ہلکی سی جھلک ہے! لہٰذا کسی دوسری سیاسی جماعت کی جانب سے مستقبل میں اس مقام پر دھرنا دیا جانا علامہ خادم حسین رضوی کو سیاست میں یقیناً اپنا استاد ماننے کے مترادف ہوگا!۔

فرانس میں گستاخانہ کارٹونز کی نمائش کے خلاف دھرنا:

6/ اکتوبر 2020ء کو فرانس کے ایک بدبخت دہشتگرد اسکول ٹیچر "سیموئل پیٹی" نے، رسولِ اکرم ﷺ کے توہین آمیز کارٹونز، اپنے طلباء کو دکھانے کی ناپاک جسارت کی، اور کلاس میں موجود مسلمان طلباء کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا۔ رسول اکرم ﷺ سے اپنی لازوال محبت وعقیدت کے سبب، عبداللہ نامی ایک چیچن نوجوان سے یہ بات برداشت نہ ہوئی، لہٰذا اس نے گستاخی کی ناپاک جسارت کرنے والے ملعون کا سر قلم کر دیا۔

فرانس کے صدر "ایمانویل میکرون" (Emmanuel Macron) نے مذہبی مُنافرت پھیلانے، اور بین المذاہب ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے والے اس بدبخت اسکول ٹیچر کے اس فعل کی مذمّت کرنے کے بجائے انتہائی جانبدارانہ رویہ اختیار کیا اور فرانس میں بسنے والے پچاس 50 لاکھ سے زائد مسلمانوں کے جذبات کی پرواہ کیے بغیر اس ملعون مقتول کو فرانس کا قومی ہیرو قرار دیتے ہوئے "لیجن آف آنر" (Legion of Honor) کے اعلیٰ ترین سِول (Civil) اِعزاز سے نوازا۔

فرانس میں یہ اِعزاز اس شخص کو دیا جاتا ہے جس نے آرمی یا شہری سطح پر غیر معمولی خدمات انجام دی ہوں ۔فرانس کے صدر نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے حکم پر، مقتول کا سوگ سرکاری سطح پر منایا گیا اور اس کی یاد میں سرکاری عمارتوں پر کئی گھنٹوں تک توہین رسالت ﷺ پر مشتمل "گستاخانہ کارٹونز" آویزاں کیے گئے ۔

اس کے بعد دنیا بھر میں فرانس کے خلاف احتجاج کا سلسلہ شروع ہوگیا، فرانس کے مُعاشی بائیکاٹ سے متعلق بھی دنیا بھر سے خبریں آنے لگیں پاکستانی عوام نے بھی اپنے طور پر فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا لیکن ہمارے موجودہ وزیرِ اعظم عمران خان اور قومی اسمبلی نے صرف مذمّتی قرارداد پیش کرنے پر اِکتفاء کیا ساتھ ہی ساتھ فرانس کے ساتھ سرکاری سطح پر بائیکاٹ کرنے اور اپنا سفارتی عملہ واپس بلانے کے لیے باہم صلاح مشورہ کرنے کا تاثر بھی دیا لیکن عملی طور پر پی ٹی آئی حکومت نے کچھ بھی نہیں کیا!۔

علّامہ خادم حسین رضوی نے ایک مہینے تک حکومت کی جانب سے کسی ٹھوس اِقدام کا انتظار کیا لیکن کوئی خاص پیش رفت نہ ہونے کے بعد، 7 نومبر 2020ء کو "تحریک لبیک پاکستان کراچی" کے زیرِ اہتمام "تحفظِ ناموسِ رسالت" احتجاجی مارچ کا اہتمام فرمایا جس میں کراچی بھر سے ہزاروں عاشقانِ رسول ﷺ شریک ہوئے ۔مارچ کے اختتام پر خطاب کرتے ہوئے قبلہ امیر المجاہدین نے حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا کہ" سرکاری سطح پر فرانس کا مُعاشی بائیکاٹ کیا جائے اور فرانسیسی سفیر کو ناپسندیدہ قرار دے کر ملک بدر کیا جائے" ۔اپنے ان مطالبات پر عمل درآمد کے لیے حکومت کو ایک ہفتے کی مزید مہلت دی، اور ایک ہفتے کے بعد دوبارہ 15 نومبر 2020ء کو لیاقت باغ (راولپنڈی) سے فیض آباد تک، پرُامن ریلی اور دھرنے کا اعلان فرمایا۔

حکومت نے امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی کے جائز اور ملکی آئین کی رُو سے قابلِ عمل مطالبات پر غور وفکر کرنے کے بجائے ریاستی طاقت کا بے دریغ استعمال کر کے ریلی اور دھرنے کو ناکام بنانے کا فیصلہ کیا لہٰذا 300 کنٹینرز کے ذریعے اسلام آباد آنے والے تمام داخلی راستے بند کر دیے گئے دو 2 دن تک موبائل فون نیٹ ورک (MobilePhone Network) جام کر دیا گیا اور گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر کے سینکڑوں کارکنان کو ان کے علاقوں سے ہی اٹھا لیا گیا۔اس کے باوجود بھی لیاقت باغ سے وقتِ مقرّرہ پر "تحفظِ ناموسِ رسالت ریلی" کا آغاز ہوا۔

ریلی کے شروع ہوتے ہی پولیس اہلکاروں کی جانب سے مار پیٹ، پکڑ دھکڑ اور آنسو گیس کی شیلنگ کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا اس کے باوجود جوش و جذبے سے سرشار کارکنان، گلیوں سے نکل نکل کر ریلی میں شریک ہوتے رہے ۔فیض آباد پہنچنے تک یہ ریلی ایک بہت بڑے کارواں کی صورت اختیار کر چکی تھی، شام کو فیض آباد پہنچنے پر آنسو گیس شیلنگ (Shelling) کا سلسلہ چند گھنٹوں کے لیے موقوف ہوا۔راولپنڈی اور اسلام آباد کی سرد راتوں میں" لبیک یارسول اللہ ﷺ " کی صدائیں حدّتِ عشق سے

ماحول کو گرماتی رہیں سخت سردی اور مسلسل بارش کے باوجود دھرنے کے شرکاء کے حوصلے بالکل بھی پست نہیں ہوئے۔

حکومت نے ''تحریک لبیک'' کے کارکنان پر بے بنیاد اِلزام لگایا کہ'' یہ لوگ فرانسیسی ایمبیسی (Embassy) کو نذرِ آتش کرنے کی نیّت سے اسلام آباد میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں'' ۔اسی اِلزام کی بنیاد پر پُرامن شرکائے دھرنا کے خلاف رات گئے آپریشن کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا جو صبح تک جاری رہا لیکن حکومت ''تحریک لبیک'' کے کارکنان کو منتشر کرنے میں حسبِ سابق پھر سے ناکام رہی۔

پیر کی شام 16 نومبر 2020ء کو وزیرِاعظم پاکستان عمران خان نے، ذاتی طور پر وفاقی وزیر برائے مذہبی اُمور، جناب نورالحق قادری صاحب کو حکومتی وفد کے ہمراہ ''تحریک لبیک پاکستان'' کی قیادت سے مذاکرات کا ٹاسک (Task) سونپا، چار 4 نکاتی معاہدے کی بنیاد پر مذاکرات کامیاب رہے ۔اس معاہدے کے نکات درج ذیل تھے:

(1) حکومتِ پاکستان فرانس کے سفیر کو دو سے تین ماہ کے اندر پارلیمنٹ سے فیصلہ سازی کے ذریعے ملک بدر کرے گی۔

(2) حکومتِ پاکستان فرانس میں اپنا سفیر متعین نہیں کرے گی۔

(3) فرانس کی مصنوعات کا سرکاری سطح پر مکمل بائیکاٹ کیا جائے گا۔

(4) گرفتار شدہ اسیرانِ ناموسِ رسالت ﷺ کو فی الفور رہا کیا جائے گا، اور بعد میں بھی موجودہ مارچ کے حوالے سے کوئی مقدّمہ درج نہیں کیا جائے گا۔

اس معاہدے پر حکومتی وفد کی جانب سے وفاقی وزیرِ داخلہ'' بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) سیّد اعجاز شاہ'' ، وفاقی وزیر برائے مذہبی اُمور'' پیر نورالحق قادری'' کمشنر اسلام آباد'' جناب عامر احمد صاحب'' نے دستخط کیے ۔جبکہ ''تحریک لبیک پاکستان'' کی جانب سے'' ڈاکٹر محمد شفیق امینی صاحب'' (امیر تحریک لبیک KPK)،'' سیّد عنایت الحق شاہ صاحب'' (امیر تحریک لبیک شمالی پنجاب) اور'' علاّمہ غلام عباس فیضی صاحب'' (ناظم اعلیٰ تحریک لبیک شمالی پنجاب) نے دستخط فرمائے۔

معاہدے کے بعد امیر المجاہدین علاّمہ خادم حسین رضوی نے پاکستانی حکمرانوں کو مخاطَب کر کے اپنی زندگی کا انتہائی فکر انگیز آخری خطاب فرمایا اور اس کے بعد انتہائی پُرامن انداز سے دھرنا ختم کر دیا گیا۔

پاکستانی حکمرانوں سے علاّمہ خادم حسین رضوی کا آخری فکر انگیز خطاب:

علاّمہ رضوی کی ساری زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت ہے ۔آپ نے رخصت کی بجائے عزیمت کا وہ راستہ اختیار کیا جہاں ہر قدم پر کانٹوں کی سیج سے گزرنا پڑتا ہے ۔اس راستے میں آپ کو طرح طرح کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا ۔کبھی قید و بند کی صُعوبتیں برداشت کرنا پڑیں تو کبھی معذوری کے عالَم میں سنسناتی گولیوں اور آنسو گیس کی شیلنگ سے واسطہ پڑا ۔کبھی یہود و نصاریٰ نے دہشتگرد اور انتہا پسند کہا تو کبھی اپنوں نے بیگانوں سے بھی بدتر سُلوک کیا لیکن اس کے باوجود آپ عقیدۂ ختمِ نبوّت

اور تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے مقدس مشن سے دستبردار نہ ہوئے۔

حکمرانوں نے آپ کو کبھی مال و زر کا لالچ دے کر خریدنے کی کوشش کی تو کبھی اقتدار میں حصہ دار بننے کی پیش کش کی لیکن آپ نے کسی قسم کا کمپرومائز (Compromise) نہ کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومتِ وقت آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئی۔ آپ کے راستے میں مسلسل روڑے اٹکائے جانے لگے۔ آپ کو خوفزدہ کرنے کے لیے جھوٹے مقدمات کا سہارا بھی لیا گیا۔ آپ کے خاندان اور بھائیوں کو بھی پریشان کیا گیا۔ ہزاروں سال قید کی سزائیں سنائی گئیں لیکن آپ یہ کہتے ہوئے ڈٹے رہے، کھڑے رہے کہ ؏

یہ تو ہو گا حشر کو معلوم کہ جیتا کون اور ہارا کون

ہم سوئے حشر چلیں گے شہ ابرار کے ساتھ!

امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی نے کبھی ہمّت نہ ہاری بلکہ اپنے آخری وقت تک خوابِ غفلت میں پڑے مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی خوشنودی کے طلبگار پاکستانی حکمرانوں کو، صراطِ مستقیم پر لانے کی کوشش کرتے رہے انہیں فکرِ آخرت دِلا کر تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے پروانوں پر ظلم وستم سے باز رہنے کی تلقین کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا!۔

آپ اپنی زندگی کے آخری خطاب میں بھی یہی کوشش کرتے ہوئے نظر آئے، آپ نے اپنے آخری خطاب میں حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ" ہماری "تحریک لبیک" کے ساتھ جو تم کر رہے ہو یہ بات نامناسب ہے! میں بڑا محتاط لفظ بول رہا ہوں! سدا بادشاہی میرے رب کی ہے! اسلام آباد مسلمانوں کی جگہ ہے اس کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں دی ہیں! ہیرے جواہرات تم یہاں سے لُوٹتے ہو، اور نچھاور غیروں پر کرتے ہو! اس حد تک آگے نہ بڑھو کہ اللہ کے غضب سے بچنے کے لیے تمہیں کوئی جگہ بھی نہ ملے! ؏

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے!

تم حضورِ اکرم ﷺ کے غلاموں پر جس انداز میں (اندھادُھند) شیلنگ (Shelling) کرتے ہو جس بے دردی کے ساتھ انہیں گرفتار کرتے ہو لبیک کے نعرے پر تم انہیں مارتے ہو جس دن (بروزِ قیامت) عدالت لگے گی ہر چیز کا حساب دینا ہے! وہ ایسی عدالت ہے جہاں ایک بلّی کو باندھنے والی عورت بھی جہنم میں جاتی ہے! حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَرِیْ الْمَرْأَةَ مُعَلَّقَةً فِي النَّارِ وَالْهِرَّةُ تَخْدِشُهَا فِي وَجْهِهَا ()" میں نے دیکھا کہ عورت جہنم میں لٹکی ہوئی ہے، اور ایک بلّی اس عورت کا چہرہ نوچ رہی ہے!"۔

"تمہیں ایجنسیوں نے غلط رپورٹ دی کہ ہم فرانسیسی ایمبیسی (France Embassy) پر حملہ کرنے جارہے تھے! یہ بات ہمارے تصوّر میں بھی نہیں تھی، کیوں جھوٹ بولتے ہو؟ یہ چمکتے ہوئے چہروں والے علماء ومشائخ سادات اور حفّاظ وقاری حضرات آپ ان سے آکر پوچھ لیتے کہ ان کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟ ہم آپ کو بتا دیتے کہ ہم (فیض آباد) کیوں جارہے ہیں! ؏

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغِ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ!

"بہتر 72 سالوں تک تم لوگوں نے جھوٹ بول بول کر پاکستان کو تباہ کر دیا ہے! تم ہمیں لولی پاپ دیتے ہو! خالی باتوں سے کچھ نہیں ہوگا! حضور ﷺ کی عزت وناموس پر پہرہ دو! کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ بروزِ قیامت آپ بھی رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے مُحافظین کی لائن میں آجائیں! آپ اس لائن میں لگ جائیں جہاں نورالدین زنگی ہوگا! صلاح الدین ایوبی ہوگا! محمود غزنوی اور شہاب الدین محمد غوری ہوگا! کیوں اپنی آخرت خراب کررہے ہو؟! اور جو اس راہ میں نکلتے ہیں ان پر بھی ظلم کرتے ہو! (شرعاً) اس بات کی اجازت نہیں ہے! اپنی نالائقیاں "تحریک لبیک" کے اوپر مت ڈالو!"۔

پاکستان جس مقصد کے لیے بنا تھا اسی مقصد کی تکمیل کے لیے ہم یہاں (فیض آباد دھرنے) میں بیٹھے ہیں! اس جدوجہد میں" قائداعظم محمد علی جناح" "قلندرِ لاہوری علّامہ اقبال" "حضرت مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی" "سیّد ابوالحسنات قادری" "مولانا مصطفی رضا خاں قادری" "مولانا حامد رضا خان قادری" کا نظامِ مصطفی ﷺ کے نفاذ کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں تھا اس لیے حکمرانوں سے گزارش ہے کہ اس طرح نہ کریں! جو قومیں اپنی بنیادیں چھوڑ دیتی ہے، وہ ختم ہوجاتی ہیں! ہم اپنی بنیاد پر کھڑے ہیں!"

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ
دستورِ ریاست کیا ہوگا؟ محمد رسول اللہ!

معاہدے کے تیسرے روز 19 نومبر کو، امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی کا اچانک انتقال ہوگیا، جس کے بعد حکومت اپنے معاہدے سے رُوگردانی کرتی نظر آرہی ہے! اور ان کی طرف سے یہ بھی کہا جارہا ہے کہ قانونی اعتبار سے اس مُعاہدے کی کوئی حیثیت نہیں! کیونکہ یہ معاہدہ ایک سادہ پرچے پر لکھا ہوا ہے!۔

اس معاہدے کی قانونی حیثیت اگرچہ کچھ بھی نہ ہو، لیکن اس کی اَخلاقی اور شرعی حیثیت سے کوئی بھی باشُعور انسان انکار نہیں کرسکتا! حکومت نے اپنی نمائندگی کے لیے جن وزراء کو "تحریک لبیک" کی قیادت کے پاس بھیجا تھا، کیا ان کی بھی کوئی قانونی حیثیت ہے یا نہیں؟ کیا وہ لوگ ذاتی حیثیت میں آکر معاہدہ کر گئے تھے؟! یا پھر انہوں نے ریاست کی ترجمانی کی؟!

اور اگر حکومتیں ہی ایسا غیر اَخلاقی اور غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کریں گی، تو دنیا میں ہماری کیا عزت رہ جائے گی؟! کیا پھر اَقوامِ عالَم ہمارا اعتبار کریں گی؟ کیا وہ یہ نہیں کہیں گی کہ یہ وہ قوم ہے، جو اپنے معاہدوں کی پاسداری نہیں کیا کرتی؟ حکومت ایک بار تو سادہ پیپر پر کیے ہوئے معاہدے سے مکر سکتی ہے لیکن اگر ایسی ہی صورتحال کا دوبارہ سامنا کرنا پڑا تو کوئی بھی سیاسی یا مذہبی جماعت اس وقت تک حکومت کی کسی یقین دہانی پر اعتبار نہیں کرے گی جب تک وہ اس سے قانونی حیثیت کی حامل کوئی تحریر نہ حاصل کر لے! خدارا! ایسی غلط روایات کو فروغ مت دیجیے اور معاہدوں کی پاسداری کو یقینی بنائیے!۔

علاوہ ازیں حکومت اگر واقعتاً اپنے حالیہ معاہدے پر عمل کرنے میں سنجیدہ نہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ نومبر 2017ء کی طرح اسلام آباد کی فضائیں، بہت جلد ایک اَور'' تاریخی دھرنے'' کی میزبانی کرتی دکھائی دیں گی!''تحریک لبیک'' کے کارکنان، شاید اپنے نوجوان اور پُر جوش امیر مولانا سعد حسین رضوی صاحب کے، صرف ایک اشارۂ اَبرو کے منتظر دکھائی دے رہے ہیں! ؎

سبھی عاشق ذرا جلدی کفن باندھے ہوئے نکلو
یہودی نسل کو زیرِ قدم روندے ہوئے نکلو!
فرشتے بھی مدد کو آسماں سے آنے والے ہیں
زباں سے نعرۂ لبیک تم کہتے ہوئے نکلو!

تحریک لبیک کا مستقبل:

امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی کی اچانک وفات سے اہل سنّت و جماعت کے حلقوں میں جو خلاء پیدا ہوا ہے اسے آسانی سے پُر نہیں کیا جا سکتا! امیر المجاہدین کی سحر انگیز شخصیت اندازِ خطابت، علم و عمل و اِخلاص جرأت و بے باکی، حق گوئی، اور سب سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سے ان کی والہانہ محبت و وفاداری، یہ وہ اوصافِ حمیدہ ہیں، جو علّامہ رضوی کی شخصیت کو دیگر مُعاصرین میں ممتاز کرتی ہیں۔

ان کی شجاعت کا یہ عالَم تھا کہ وہیل چیئر (wheel chair) پر بیٹھ کر دی گئی ان کی ایک للکار سے پورا عالَمِ کفر کانپ اٹھتا تھا! یہود و نصاریٰ کا نمک کھانے والوں کی دَوڑیں لگ جایا کرتیں ان کی جوشیلی اور ولولہ انگیز تقریریں اس قدر مؤثر ہوا کرتیں کہ ان کی کہی ہر بات دل میں اترتی چلی جاتی! نوجوان ان کی ایک آواز پر'' لبیک'' کہتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ ہتھیلی پر رکھ کر قربان کرنے کے لیے دوڑتے چلے آتے! لہٰذا اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فی الحال بظاہر ایسی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی جسے ان کا نعم البدل قرار دیا جا سکے! یہی وجہ ہے کہ بعض سیاسی مبصرین اور تجزیہ نگار حضرات یہ بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ'' ماضی کی دیگر کئی جماعتوں کی طرح ''تحریک لبیک'' بھی اپنے قائد علّامہ خادم حسین رضوی کے گرد ہی گھومتی رہی

ہے! لہذا اچانک ابھرنے والی یہ جماعت، جلد ہی قصۂ پارینہ بن جائے گی۔

امیر المجاہدین کی جانشینی سے متعلق ایسے تمام تجزیہ نگاروں اور سیاسی مبصرین کے نقطۂ نظر سے بصد احترام ہم اختلاف رائے کی جسارت کرتے ہیں! اور اس اختلافِ رائے کی بنیادی وجہ قائدِ ملّتِ اسلامیہ علامہ خادم حسین رضوی کی مذہبی وسیاسی جدوجہد اور کارکنوں کی تربیت ہے۔ علّامہ رضوی نے اپنے کارکنان کو عزیمت کے خاردار راستے پر چلاتے ہوئے انہیں سخت جان اور نظریاتی بنا دیا ہے اور انہیں حضور اکرم ﷺ کی ناموس پر پہرے داری کا جو سبق گھول کر گویا گھٹی میں پلایا ہے اسے دیکھتے ہوئے پورے وُثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آنے والے دنوں میں ''تحریک لبیک پاکستان'' بطور سیاسی جماعت پہلے سے زیادہ مضبوط اور فعّال ہو کر ابھرے گی! اور دیگر سیاسی جماعتوں کو ٹف ٹائم دیتے ہوئے اپنی حیثیت مزید بھی منوائے گی۔ ان شاءاللہ!۔

جہاں تک علّامہ قائد ملّت اسلامیہ علامہ خادم حسین رضوی کے صاحبزادے مولانا سعد حسین رضوی کو امیر تحریک مقرّر کرنے کی بات ہے تو اس میں بھی کوئی حرج کی بات نہیں امیر المجاہدین نے اپنی زندگی میں کبھی اس خواہش کا اظہار نہیں فرمایا کہ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے کو امیر تحریک مقرّر کیا جائے بلکہ ان کی جانشینی کا فیصلہ خالصتاً ''تحریک لبیک'' کی مجلسِ شُوریٰ کا تنظیمی فیصلہ ہے اور اس فیصلے کے پیچھے جذبات کے بجائے تحریکی مفادات کا عمل دخل زیادہ ہے۔

مولانا سعد حسین رضوی روزِ اوّل سے ''تحریک لبیک'' کی تمام سرگرمیوں اور فیصلہ سازی کے عمل میں شریک رہے ہیں وہ نوجوان اور پر جوش ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ امیر المجاہدین کے تربیت یافتہ ہیں امیر المجاہدین کی بارگاہ میں سب سے زیادہ حاضر رہ کر فیضیاب ہونے کا شرف اُن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ ان کی سیرت و کردار اور شکل وصورت میں بھی امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس کے علاوہ تحریک کا مرکز پنجاب ہونے کے سبب بھی وہ مرکزی امیر بننے کے لیے سب سے زیادہ موزوں شخص تھے۔

انہوں نے اپنے ابتدائی بیانات میں اپنے والد امیر المجاہدین کے مشن کو جاری رکھنے کا عزم مصمم کیا ہے اور یہ عہد بھی کیا ہے کہ ''حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کسی صورت برداشت نہیں کی جائے گی!۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی صورت میں ہمیں ان کے والد امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین!۔

علاوہ ازیں جو احباب ماضی میں کی گئی غلطیوں کے سبب خفاء ہیں یا تحریک کے مستقبل کے حوالے سے مایوس ہیں اُن کی بارگاہ میں صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ ''تحریک لبیک'' ابھی اپنے ابتدائی مراحل سے گذر رہی ہے بتقاضائے بشریت اور کم تجربہ کاری کے باعث یقیناً کچھ غلط فیصلے بھی ہوئے ہوں گے! اور آئندہ بھی غیر ممکنات میں سے نہیں! لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ہم تحریکی سرگرمیوں میں حصہ لینا چھوڑ دیں ہمیں اللہ رب العالمین کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے کبھی مایوس

نہیں ہونا چاہیے! ہمارا رب ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ () ''اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو''۔

ہم سب کے سوچنے کا انداز باہم مختلف ہوسکتا ہے ہمارے طریقۂ کار اور ترجیحات میں بھی اختلاف ہوسکتا ہے لیکن ''عقیدۂ ختمِ نبوّت'' اور ''تحفظِ ناموسِ رسالت'' وہ مقدّس اور عظیم مقاصد ہیں، جس میں کسی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا! بس اس مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر جدو جہد جاری رکھیں اور اپنے قیمتی مشوروں اور تجربات کی رَوشنی میں تحریک کے تنظیمی اُمور میں بہتری کے لیے بھی کوشش کرتے رہیے!۔

وقت اور حالات کا تقاضا:

''تحریک لبیک پاکستان'' کو میدانِ سیاست میں باقاعدہ طور پر قدم رکھے ہوئے، ابھی صرف ساڑھے تین سال کا عرصہ ہوا ہے مگر اپنے پہلے الیکشن میں ہی بائیس 22 لاکھ سے زائد ووٹ حاصل کرنا اس تحریک کے درخشندہ مستقبل کا پیش خیمہ ہے ان شاء اللہ! میدانِ سیاست میں اپنے مختص تجربے کی بنیاد پر ''تحریک لبیک'' میں ابھی ایسے کئی امور پائے جاتے ہیں جن میں مزید بہتری کی گنجائش بھی ہے اور وقت اور حالات کے کچھ تقاضے بھی ہیں!۔

پے در پے ختمِ نبوّت اور ناموسِ رسالت پر ہونے والے حملوں کے سبب قبلہ امیر المجاہدین کو اپنی حیات میں اتنی فرصت نہ مل سکی کہ وہ ازسرِنَو تحریک کی تنظیم سازی کرتے یا اسے عالَمی معیار کے مطابق مزید ترتیب وتضبیط کے مراحل سے گزارتے! اس کے علاوہ قبلہ امیر المجاہدین کی چلنے پھرنے سے معذوری بھی شہر شہر ملک ملک جا کر باقاعدہ تنظیم سازی کے عمل میں حائل ہوا کرتی۔

اب ''تحریک لبیک'' کے نئے مرکزی امیر جناب مولانا حافظ سعد حسین رضوی صاحب دامت برکاتہ العالیہ کے پاس یہ سنہری موقع ہے کہ وہ اپنی اوّلین فرصت میں تنظیم سازی اور ضروری اصطلاحات کے ذریعے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوائیں اور خود کو اپنے والد امیر المجاہدین کا سب سے بہتر جانشین ثابت کریں!۔

تنظیم سازی اور اصطلاحات کے سلسلہ میں تحریک کے عہدے داران کے علاوہ اکابر علمائے اہل سنّت سے مشاورت بھی بہت مفید رہے گی! البتہ خالصۃً مسلکی مفادات کے پیشِ نظر ہماری طرف سے دی گئی چند تجاویز درج ذیل ہیں:

(1) ''مجلسِ شُوریٰ'' کے اراکین میں اضافہ کرتے ہوئے پاکستان بھر سے مخلص اور تجربہ کار علمائے اہلِ سنّت کو اس میں شامل کیا جائے! تاکہ باہمی مشاوَرت کے ذریعے تحریکی سرگرمیوں کو مزید بہتر اور مؤثر بنایا جاسکے۔

(2) ''تحریک لبیک'' کا ایک ایسا تھنک ٹینک (Think Tank) قائم کیا جائے، جو پاکستان بھر کے پڑھے لکھے، اور حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کو سمجھنے والے قابل علماء و مفتیانِ کرام اور وکلاء حضرات پر مشتمل ہو۔ اس تھنک ٹینک کے تمام اراکین قانون یا سیاست کے طالبِ علم رہے ہوں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ملکی آئین اور قوانین سے آگاہ ہوں نیز ملکی سیاست کے اَسرار و رُموز اور باریکیوں

سے بھی واقف ہوں!۔ یہ تھنک ٹینک (Think Tank) ''تحریک لبیک'' کی بہتری کے لیے سفارشات مرتب کرے اور پالیسی بنانے میں مدد دے!۔

(3) اختلافِ رائے کو انتہائی کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے برداشت اور قبول کیا جائے؛ کہ اس میں انتہائی ترقی اور سر بلندی کا راز پنہاں ہے!!۔

(4) اچھی شہرت کے حامل سیاسی بیک گراؤنڈ یا اثر ورسوخ رکھنے والی شخصیات کو بھی ''تحریک لبیک'' میں شمولیت پر آمادہ کیا جائے اور اس نوعیت کی خبروں کو میڈیا کے ذریعے مشتہر بھی کیا جائے۔

(5) ایک ایسی ''مجلسِ رابطہ'' قائم کی جائے جو تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں قانون ساز اداروں، بزنس کمیونٹی (Business Community)، وکلاء برادری، بار ایسوسی ایشنز (Bar Associations)، ٹرانسپورٹرز (Transporters)، اور الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) سے قریبی تعلقات استوار کرے اور انہیں اپنے مقصد سے آگاہ کر کے اپنا ہمنوا بنائے۔

(6) کراچی، لاہور، اسلام آباد، کوئٹہ، اور پشاور جیسے بڑے شہروں میں، پڑھے لکھے، حاضر جواب، اور نرم مزاج کے حامل ایسے افراد تیار کیے جائیں، جو ٹی وی چینلز (Tv Channels) پر جا کر ہمارے موقف کو احسن انداز سے بیان کر سکیں اور تحریکی پالیسیوں کا دفاع بھی کر سکیں اس سلسلے میں باقاعدہ میڈیا اکیڈمی (Media Academy) بنا کر نیز پروفیشنلز (Professionals) کی خدمات حاصل کر کے مزید اپنے تروتازہ دستے بھی تیار کیے جاسکتے ہیں۔

(7) تحریکی عہدے داران، پارٹی پالیسی اور اجازت کے بغیر، میڈیا (Media) پر ہرگز ایسا کوئی بیان جاری نہ کریں جس سے تحریک کے اَغراض ومقاصد یا اس کے وقار (image) کو نقصان پہنچے! بامرِ مجبوری اگر کوئی ایسا کرے تو وہ یہ واضح کرے کہ یہ پارٹی پالیسی نہیں بلکہ اس کی ذاتی رائے ہے۔ نیز اس عہدے دار کے خلاف شوکاز نوٹس (Show Cause Notice) اور تادیبی کاروائی کا حق بھی محفوظ رکھا جائے۔

(8) ہر شہر میں ''تحریک لبیک'' کے عہدے داران سے رابطہ کر کے پڑھے لکھے نوجوانوں پر مشتمل سوشل میڈیا ٹیمز (Social Media Teams) تیار کی جائیں اور انہیں اس بات کا پابند کیا جائے، کہ کسی بھی صورت میں ہرگز ہرگز غیر اَخلاقی رویہ اختیار نہ کریں اگر کسی کی پوسٹ (POST) یا کمنٹ (Comment) پسند نہ آئے، تو اسے منفی تنقید کا نشانہ ہرگز نہ بنائیں بلکہ مثبت تنقید اور اختلافِ رائے کے آداب ملحوظ رکھ کر اس کا مضبوط اور مدلّل جواب دیا جائے۔

(9) تحریک کے ماتحت جو سوشل میڈیا گروپس (Social Media Groups) اور پیجز (Pages) بنائے جائیں ان کے نام صرف تحریک کے نام پر نہ رکھیں بلکہ دیگر نام بھی استعمال فرمائیں تاکہ انہیں بلاک (Block) نہ کیا جاسکے۔

(10) تنظیم سازی کی مہم چلا کر لوگوں کو "تحریک لبیک پاکستان" کا باقاعدہ رکن بنایا جائے ان کا مکمل ریکارڈ مرتّب کر کے مرکز کے ساتھ علاقائی انتظامیہ کو بھی فراہم کیا جائے تاکہ مقامی سطح پر باہم مربوط اور متحد رہنے میں آسانی رہے۔

(11) اعلیٰ قیادت اور صوبائی رہنماؤں کے کم از کم تین تین نائب مقرّر کیے جائیں تاکہ کسی ناگہانی یا ہنگامی صورتِ حال میں قیادت کا فُقدان پیدا نہ ہونے پائے۔

(12) کالج اور یونیورسٹی سطح پر "تحریک لبیک" کے اسٹوڈنٹس ونگز (students wings) قائم کر کے انہیں "تحفظ ناموس رسالت" اور دین اسلام کو تختِ حکومت پر لانے کے اس عظیم مشن میں شریک کیا جائے۔

(13) ائمہ ومؤذّنین اور علماء وخطباء حضرات کے لیے بھی ایک خصوصی ونگ تشکیل دے کر ان کا بھی ریکارڈ مرتّب کیا جائے نیز انہیں تحریکی سرگرمیوں کے لیے متحرک بھی کیا جائے۔

(14) کارکنان کی اَخلاقی اور تنظیمی تربیت کے لیے" ماہانہ فکری اور تربیتی نشستوں" کا اہتمام کیا جائے تاکہ علم وعمل میں بہتری کے ساتھ ساتھ باہمی رابطہ بھی مضبوط تر ہو۔

(15) الیکشن کے سلسلہ میں اپنی ہم خیال مذہبی اور سیاسی جماعتوں سے اتحاد کی اَہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان سے قریبی تعلقات استوار کیے جائیں تاکہ وقتِ ضرورت ان کی اَخلاقی اور سیاسی حمایت حاصل کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے، آمین۔

قائدِ ملت اسلامیہ علامہ خادم حسین رضوی کی اپنے کارکنوں کو نصیحت:

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی اپنی جدوجہد کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"اللہ رب العالمین نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: ﴿وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ()

"اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا!"۔

حق کو لانے کے لیے پہلے محنت کرنا پڑے گی پورا زور لگے گا اور جب حق غالب آجائے گا تب باطل آگے لگ کر دوڑنا شروع ہو جائے گا! ہم میدانِ عمل میں اسی مقصد کے لیے آئے ہیں اگر ہمارے ساتھیوں نے اِخلاص کے ساتھ کام کیا سخت محنت کی ذاتی مفادات کی طرف مائل نہ ہوئے اپنی شخصیات بنانے کے چکر میں نہ پڑے اور مَناصب کی پرواہ کیے بغیر خالصۃً اللہ ورسول کی رضا کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور برکت دے گا اور اگر انہوں نے بھی وہی ڈگر اختیار کی جو دیگر کئی لوگوں نے اختیار کر رکھی ہے تو پھر وہی ہوتا رہے گا جو پہلے سے ہوتا چلا آرہا ہے۔



فیصلہ کُن سیاست کا علمبردار

محمد ضیاء الحق چوہان (گولڈ میڈلسٹ)

اربابِ فہم وفراست سن شعور کو پہنچتے ہی اپنی زندگی کے مقاصد کا تعین کر لیتے ہیں اور پھر اپنی حیاتِ مستعار کا لمحہ لمحہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے وقف کر دیتے ہیں ۔اس سفر میں کسی قسم کی تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں نہ اکتاہٹ ۔طاغوتی طاقتوں کے اوچھے ہتھکنڈے انہیں جادۂ مستقیم سے ہٹا سکتے ہیں نہ ہی ظالم و جابر حکمرانوں کے مظالم ان کی رفتار کو سست کر سکتے ہیں ۔انہوں نے گلستانِ قرآن اور بوستانِ حدیث کی مہک سے یہی درس لیا ہوتا ہے کہ استقامت علی الخیر ہی وہ زینہ ہے جو بامِ کامرانی تک پہنچاتا ہے ۔ایسے نفوسِ قدسیہ میں ایک بڑا نام امیر المجاہدین امام العاشقین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہٗ کا ہے ۔

دنیا کے ہر ملک میں جو طبقہ آبادی کے لحاظ سے اکثریت کا حامل ہوتا ہے جمہوری تقاضوں کے تحت کارو بارِ مملکت میں اتنا ہی دخیل اور بااثر ہوتا ہے ۔امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے المحجۃ المؤتمنۃ سمیت درجنوں کتب و رسائل اور فتاویٰ کے ذریعے دو قومی نظریے کو فروغ دیا۔ان کے وصال کے بعد ان کے خلفاء، تلامذہ اور پیروکاروں نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اسی نظریے کی بنیاد پر ایک نئی اسلامی مملکت کے قیام کے لیے مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔علماء ومشائخ اہلِ سنت کی انتھک جدو جہد ہماری تحریک آزادی کے ماتھے کا جھومر ہے ۔مگر حالات کی ستم ظریفی دیکھیے کہ پاکستان بن جانے کے بعد سیاست و معاشرت پر وہ لوگ قابض ہو گئے جن کی پرورش کانگریس کی گود میں ہوئی تھی ۔ ؎

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھیے　　　منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

ایک لمبے عرصے تک ملک کی غالب اکثریت (اہلِ سنت و جماعت) کے حقوق کو پامال کیا جاتا رہا۔تا آنکہ جمعیت علمائے پاکستان نے انتخابی سیاست میں قدم رکھا اور پارلیمنٹ میں پہنچ کر ۱۹۷۳ء کے آئین کی تشکیل اور اس میں زیادہ سے زیادہ اسلامی شقیں شامل کروانے میں کامیابی حاصل کی ۔آئین پاکستان میں شامل مسلمان کی تعریف بھی جمعیت ہی کے قائدین کی وضع کردہ ہے ۔قادیانیوں کو آئینی طور پر کافر قرار دلوانے کے لیے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کرنے اور عوامی سطح پر اس مقصد کے حصول کے لیے سب سے زیادہ قربانیاں دینے کا شرف بھی اسی جماعت کے حصے میں آیا۔ پاکستان کی آئینی تاریخ میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دینے والی یہ عظیم جماعت اپنے قائدین مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی اور مجاہدِ ملت علامہ محمد عبد الستار خان نیازی کے وصال کے ساتھ ہی قصہ ماضی بن گئی ۔اہلِ سنت کی کسمپرسی کا عالم یہ ہو گیا کہ قومی وصوبائی اسمبلیوں میں ان کی کوئی آواز اور کوئی نمائندگی نہ رہی ۔تعلیمی اداروں کی نصاب کمیٹیوں میں اہلِ سنت سے خدا واسطے کا بیر رکھنے والوں کی اکثریت در آئی جنہوں نے تاریخ اور مطالعہ پاکستان کا نصاب تیار کرتے ہوئے تاریخ نویسی کی بجائے تاریخ سازی کا کارنامہ سر انجام دیا اور کانگریس کی گود میں پلنے والوں اور قیام پاکستان کی راہ میں روڑے اٹکانے والوں کو قوم کا ہیرو بنا ڈالا۔ستم بالائے ستم

یہ کہ آزادی کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دینے والے اکابرین اہلِ سنت کے نام تک شامل نصاب کرنا گوارا نہ کیا۔ پرنٹ میڈیا پر مخالفین اہلِ سنت چھا گئے ۔ بدمذہبوں کا کوئی شخص سو بندے کہیں جمع کر لے تو اخبار کے صفحۂ اول پر خبر لگتی ہے مگر اہلِ سنت کے لاکھوں کے اجتماعات اندرونی صفحات پر بھی جگہ نہیں پا سکتے ۔ الیکٹرانک میڈیا پر بیٹھے "دانش گردوں" کا تو کام ہی اسلامی معاشرت کی نشانیوں کو چن چن کر ہدفِ تنقید بنانا ہے ۔ محکمہ اوقاف جس کی کمائی کا بڑا ذریعہ اہلِ سنت کی درگاہیں ہیں اس میں ائمہ وخطباء کی بھرتیوں میں ہمیشہ مخالفین اہلِ سنت کو ترجیح دی جاتی رہی اور اہلِ سنت کی کئی تاریخی مساجد پر بدعقیدہ ائمہ و خطباء کو مسلط کر دیا گیا۔ پارلیمنٹ میں خلافِ اسلام بلز پاس کر کے آئین پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جاتا رہا مگر کوئی آواز اٹھانے والا نظر نہیں آتا تھا۔

قارئین محترم! ایسے حالات میں اہلِ سنت کی مذہبی اور سیاسی قیادت کا ایک ہی کارنامہ دیکھنے کو ملتا رہا کہ ہر دو تین سال کے بعد ایک بڑی کانفرنس منعقد کر لی اور اس میں اہلِ سنت کے حقوق کے حوالے سے چند قرار دادیں منظور کر لیں یا حکومت سے چند مطالبات کر لیے کہ سنی اوقاف الگ کیا جائے، اکابرین اہلِ سنت کی قیامِ پاکستان کے لیے خدمات کو شامل نصاب کیا جائے، داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ کے نام پر یونیورسٹی قائم کی جائے وغیرہ وغیرہ ۔ یہ قرار دادیں پاس کر کے وہ یہ سمجھتے تھے کہ حق ادا ہو گیا۔ ان مطالبات کو منوانے کے لیے نہ تو کبھی کوئی منصوبہ بندی کی گئی اور نہ ہی کوئی عملی کوشش ۔ جب بھی ملک میں کوئی اسلام مخالف قانون بنایا گیا اس کے خلاف چند مظاہرے کر لیے اور بس ۔ سالہا سال تک ایک طرف ہمارے قائدین کی یہ سہل پسندی اور اپنے جائز حقوق کے حصول کے حوالے سے یہ تجاہلِ عارفانہ دیکھنے کو ملتا رہا اور دوسری جانب میرے دل و دماغ پر اپنے دورِ طالب علمی میں کیا گیا تحریک ِ پاکستان کا تجزیاتی مطالعہ چھایا رہا جس کے مطابق تحریک ِ پاکستان کے دوران مسلم قیادت نے جب بھی مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلوانے کے لیے کوئی قرار داد منظور کی تو پھر اس وقت تک جدو جہد کی جب تک اس پر عمل نہ کروا لیا۔ انہوں نے ۱۹۰۶ء میں وائسرے لارڈ منٹو سے شملہ میں ملاقات کی اور مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق دیا جائے، انہیں ہندو اکثریتی صوبوں میں ان کی تاریخی و سیاسی اہمیت کے پیش نظر ان کی آبادی کے تناسب سے زائد نشستیں دی جائیں، سرکاری ملازمتوں میں مناسب حصہ دیا جائے اور علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے ۔ انہوں نے مطالبات پیش کرنے پر ہی اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کو منوانے کے لیے مسلمانوں کو سیاسی طور پر منظم کرنے کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ قائم کی ۔ ہندوؤں کی شدید مخالفت کے باوجود فقط تین سال کی جدو جہد کے بعد وہ ۱۹۰۹ء میں جداگانہ طریقۂ انتخاب کا مطالبہ منوانے میں کامیاب ہو گئے ۔ پندرہ سالہ طویل جدو جہد کے بعد ۱۹۲۱ء میں علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ ملا۔ ۱۹۲۷ء میں دہلی مسلم تجاویز کے تحت سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے صوبہ بنانے، صوبہ سرحد و بلوچستان میں اصلاحات نافذ کرنے اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے کم از کم ایک تہائی نشستیں مخصوص کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ان مطالبات کو منوانے کے لیے جلسے ہوتے رہے، قرار دادیں منظور کی جاتی رہیں، حکمرانوں سے بار بار مذاکرات کیے جاتے رہے اور مختلف حربوں سے ان پر دباؤ بڑھایا جاتا رہا تا آنکہ ۱۹۳۲ء کے کمیونل ایواڈ کے ذریعے یہ سارے مطالبات مان لیے گئے ۔ ہندو اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی سے زیادہ نشستیں دینے اور سرکاری ملازمتوں میں ایک چوتھائی حصہ دینے کے مطالبات کی منظوری

کے پیچھے چھبیس سالوں کی محنت تھی جب کہ سندھ کو الگ صوبہ بنوانے، سرحد و بلوچستان میں اصلاحات نافذ کروانے اور مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نشستوں کے حصول کے مطالبات منوانے کے لیے مسلم لیگ کو پانچ سال تک جہد جہید کی راہ اختیار کرنا پڑی تھی۔ یہاں پر تحریک ِ پاکستان کے دوران پیش کیے اور منوائے جانے والے مطالبات کا احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان چند مثالوں کے ذریعے یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ قائدین تحریک ِ پاکستان جب کوئی مطالبہ کرتے تھے اور کوئی قرارداد پاس کرتے تھے تو پھر اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک ان کے مطالبات پورے نہیں کر دیئے جاتے تھے۔

ضرورت تھی کہ اہلِ سنت کو کوئی ایسا قائد مل جائے جو ان کی ڈوبتی ناؤ کو ساحل بکنار کر سکے، اہلِ سنت کو خوابِ غفلت سے بیدار کر کے ان کے اندر احساس زیاں پیدا کر سکے اور نہ صرف زیاں کے تدارک کی راہوں کا تعین کر سکے بلکہ ان کٹھن راہوں پر چلنے کا حوصلہ اور ہمت بھی پیدا کر سکے۔ اہلِ سنت کو ایک ایسے قائد کی ضرورت تھی جو ظالم کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی جرأت بھی رکھتا ہو اور حق بات منوانے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کا حوصلہ بھی رکھتا ہو، نہ تو کوئی مصلحت اس کے رستے کی رکاوٹ بن سکے اور نہ ہی کوئی لالچ اسے جادۂ حق سے بھٹکا سکے۔ اللہ کی قدرت دیکھیے کہ اس نے غفلت کی نیند میں ڈوبے ہوئے اسلامیانِ پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے اس شخص کو متعین کر دیا جو اپنے پاؤں پر چلنے سے بھی عاجز تھا۔ امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہٗ غازی ملک ممتاز حسین قادری علیہ الرحمہ کی رہائی تحریک کے دوران منظرِ عام پر آئے اور ان کی شہادت کے بعد تحریک لبیک یارسول اللہ اور اس کے سیاسی ونگ تحریک لبیک پاکستان کے پلیٹ فارم سے تحفظ ِختمِ نبوت و ناموسِ رسالت کا علم لے کر اٹھے اور چار سال کی قلیل ترین مدت میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دینے میں کامیاب ہوئے جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔ ان کی سیاست کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ جو مطالبہ کرتے تھے اس کو منوانے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتے تھے۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ کوئی مطالبہ لے کر گھر سے نکلے ہوں اور اسے منوائے بغیر گھر واپس لوٹے ہوں۔ دورِ حاضرہ میں ہماری سیاسی جماعتوں میں کوئی ایک بھی ایسی جماعت نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا سیاسی یا مذہبی قائد ہے جس نے مختصر ترین مدت میں اپنے مطالبات منوائے ہوں۔ بلاشبہ ''فیصلہ کُن سیاست'' امیر المجاہدین ہی کا طرۂ امتیاز نظر آئی ہے۔ ؎

اُس گل کی بوسمائی ہے میرے دماغ میں	پھولوں کی ہے چنگیر مرقع خیال میں
خوابِ عدم سے چونک پڑے خفتگانِ خاک	کیا شورِ صور میں ہے اثر تیری چال کا

امیر المجاہدین بیک وقت کئی محاذوں پر مصروفِ جنگ رہے۔ ظالم حکمران ہوں یا تہذیب سے عاری پولیس اہلکار، یہود وہنود کے پالتو صحافی ہوں یا نام نہاد پیرانِ طریقت، ہر کوئی ان کا رستہ روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا، ان کی آواز کو دبانے اور ان کے مشن کو بدنام کرنے کے لیے تجوریوں کے منہ کھلے رہے مگر ان کا معاملہ روزِ اول سے تادمِ مرگ یہی رہا ؎

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش	میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

پارلیمنٹ نے جب انتخابی اصلاحات بل ۲۰۱۷ء پاس کیا تو امیدواران کے کاغذاتِ نامزدگی میں موجود ختم نبوت کے حلف کے الفاظ تبدیل کر دیئے۔ ختم نبوت پر ڈالے گئے اس ڈاکے پر امیر المجاہدین تڑپ اٹھے اور ہزاروں فدایانِ ختم

نبوت کو ساتھ لے کر راولپنڈی اور اسلام آباد کے سنگم فیض آباد میں ایک تاریخی دھرنا دیا۔ شدید سردی اور بارش کی سختیاں ایک طرف اور حکومتی جبر وتشدد ایک طرف۔ سارے کا سارا پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا آپ کے خلاف زہر اگل رہا تھا، آپ کو دھرنا ختم کرنے کے لیے ہر طرح سے ڈرایا دھمکایا گیا مگر آپ کا ایک ہی جواب تھا کہ ختم نبوت کے ڈاکو کو بے نقاب کرو یا ہمیں مار دو۔ ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ بالآخر پولیس نے دھرنے پر حملہ کر دیا۔ چاروں جانب سے شیلنگ کی گئی، شرکاء کے خیمے جلا دیے گئے، سینکڑوں کارکن شدید زخمی ہو کر مستقلاً معذور ہو گئے۔ آٹھ نوجوانوں نے جامِ شہادت نوش کیا مگر چند ہزار عاشقانِ رسول کے مقابلے میں حکومت یہ جنگ ہار گئی اور دھرنا اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ ختم نبوت پر ڈاکہ مارنے والے وزیر زاہد حامد کو برطرف نہ کر دیا گیا۔ مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے پنجاب حکومت نے مساجد کے اوپر چاروں جانب لگے لاؤڈ سپیکر اتروائے اور صرف ایک جانب لاؤڈ سپیکر لگانے کی اجازت باقی رکھی۔ نیز لاؤڈ سپیکر پر صلاۃ وسلام پڑھنے پر پابندی لگا دی گئی اور اذان کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھنے کی پاداش میں ہزاروں مؤذن گرفتار کر لیے گئے تو اس ظلم کے خلاف اٹھنے والی سب سے توانا آواز امیر المجاہدین کی تھی۔ آپ نے بھرپور جدوجہد کے بعد بالآخر حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور اپریل ۲۰۱۸ء میں پنجاب ساؤنڈ سسٹم آرڈیننس میں ترمیم کروانے میں کامیاب ہو گئے۔ پنجاب میں تعلیمی نصاب کے ساتھ کی جانے والی چھیڑ چھاڑ کے معاملے پر امیر المجاہدین نے آواز اٹھائی تو نصاب کی اصلاح کے لیے تحریک لبیک پاکستان کے دو نمائندوں (پیر عثمان افضل قادری اور علامہ وحید نور) کو پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی نصاب کمیٹی میں شامل کروا کے دم لیا۔

ملعون گیرٹ ولڈرز نے جانِ کائنات ﷺ کے کارٹونوں کا مقابلہ منعقد کرنے کا اعلان کیا تو ساری دنیا میں احتجاج کیا گیا مگر جس دبنگ آواز نے اسے یہ مقابلہ منسوخ کرنے پر مجبور کیا وہ تھی امیر المجاہدین کی آواز۔ آپ نے ملعون کارٹونسٹ کے قتل کا فتویٰ جاری کرنے کے ساتھ ساتھ حکومتِ پاکستان سے یہ مقابلہ منسوخ کروانے کے لیے بار بار مطالبہ کیا مگر حکومتی بے حسی کو دیکھتے ہوئے لاہور سے اسلام آباد لانگ مارچ کا اعلان کر دیا۔ حکومت کی جانب سے کھڑی کی گئی تمام رکاوٹوں کو عبور کر کے ہزاروں عاشقانِ رسول کا یہ کاروان راولپنڈی پہنچا تو ملعون کو یہ مقابلہ منسوخ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ قتل کے فتوے کی وجہ سے اس کے دل و دماغ پر لمحہ لمحہ موت کا خوف سوار ہوتا گیا جس کا اظہار اس نے مقابلہ منسوخ کرتے ہوئے اپنی ٹویٹ میں بھی کیا۔

عمران خان نے اقتدار میں آنے کے بعد ملکی معیشت کو سدھارنے کے ارادے سے ایک اکنامک ایڈوائزری کونسل تشکیل دی جس میں امریکہ میں مقیم ایک قادیانی عاطف میاں کو بھی شامل کیا۔ اس موقع پر بھی جس ہستی کی للکار نے اقتدار کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کیا وہ امیر المجاہدین علیہ الرحمہ ہی کی ذاتِ بابرکات تھی۔ ایک ہفتہ کی ہٹ دھرمی و بے شرمی کے بعد بالآخر ۷ ستمبر ۲۰۱۸ء کو حکومت اپنی تمام تر طاقت اور گھمنڈ سمیت مردِ قلندر کے عزم کے سامنے ہار گئی اور اسے ختم نبوت کے غدار عاطف قادیانی کا نام کونسل سے نکالنا پڑا۔

نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والی ملعونہ آسیہ مسیح کو جب حکومت نے رہا کر کے بیرونِ ملک منتقل کرنا چاہا تب بھی اس کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ امیر المجاہدین علیہ الرحمہ ہی تھے۔ آپ نے بھرپور دھرنا دیا جو ایک

معاہدے پر ختم ہوا مگر حکومت نے بدعہدی کرتے ہوئے ۲۳ نومبر ۲۰۱۸ء کو ملک بھر میں تاریخ کا سب سے بڑا کریک ڈاؤن کرتے ہوئے امیر المجاہدین علیہ الرحمہ سمیت تحریک لبیک کے ایک لاکھ سے زائد کارکنان کو گرفتار کرلیا۔ چھ ماہ تک گرفتار شدگان کو شدید اذیتوں میں مبتلا رکھا گیا۔ جیلوں سے علماء کے جنازے بھی نکلے۔ حکومت کا خیال تھا کہ اس دھچکے کے بعد تحریک لبیک دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے گی مگر رہائی کے بعد امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کے پہلے خطابِ جمعہ ہی نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ بجائے اس کے کہ اتنی سختیاں برداشت کرنے کے بعد کارکنان کی ہمت جواب دے جاتی وہ نئے جذبوں کے ساتھ جیلوں سے باہر نکلے اور پہلے سے بھی زیادہ قوت کے ساتھ اپنے مشن پر گامزن ہو گئے۔ ۲۴ جنوری ۲۰۲۰ء کو ملک بھر کے سینما گھروں سے بیک وقت ایک فلم ریلیز کرنے کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ فلم کا نام تو "زندگی تماشا" تھا مگر اس میں اسلام کا تماشا بنایا جارہا تھا۔ امیر المجاہدین علیہ الرحمہ اس فلم کو رکوانے کے لیے میدانِ عمل میں نکلے، ۲۲ جنوری کو ملک بھر میں فلم کے خلاف احتجاجی ریلیاں نکالیں اور اس قوت کے ساتھ اسلام دشمنوں کو للکارا کہ اسلامی تعلیمات وشعائر کا تماشا بنانے کے شائقین خود تماشا بن گئے۔ ان کی کروڑوں کی سرمایہ کاری ضائع گئی اور حکومت نے پروڈیوسر کو حکم جاری کردیا کہ ۳ فروری کو کسی بھی سینما گھر میں جائزہ کمیٹی کے سامنے فلم پیش کی جائے۔ اس کمیٹی میں فلم سنسر بورڈ، اسلامی نظریاتی کونسل کے نمائندوں کے ساتھ ساتھ تحریک لبیک پاکستان کا نمائندہ بھی شامل ہوگا۔ اگر اس کمیٹی نے فلم پر اعتماد کا اظہار کیا تب ہی اس کو چلانے کی اجازت دی جائے گی۔ پروڈیوسر نے اس فیصلے کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر اس بار بھی فتح کا علم امیر المجاہدین ہی کے ہاتھ رہا۔

اکتوبر ۲۰۲۰ء میں فرانس میں سرکاری سرپرستی میں جانِ کائنات ﷺ کے کارٹون شائع ہوئے تو امیر المجاہدین علیہ الرحمہ تڑپ اٹھے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ فرانس کے سفیر کو ملک سے نکالا جائے اور فرانس کے ساتھ تمام تر تجارتی و سفارتی تعلقات فوراً ختم کر دیے جائیں۔ حکومت نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی دینی غیرت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے روایتی بے حسی دکھائی۔ بالآخر امیر المجاہدین نے لیاقت باغ سے فیض آباد تک احتجاجی مارچ کا اعلان کردیا۔ حکومت نے بڑے پیمانے پر تحریک لبیک سمیت دیگر سنی تنظیمات کے قائدین وکارکنان کو گرفتار کرلیا اور اس عمل کے دوران چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال کرنے کی قبیح روایت بھی برقرار رکھی مگر مارچ کی مقررہ تاریخ پر شمعِ رسالت کے پروانے پکڑ دھکڑ اور دیگر رکاوٹوں کو توڑتے ہوئے جوق در جوق لیاقت باغ پہنچے اور نہایت پرامن انداز میں فیض آباد کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں ان پر تاریخ کی بدترین شیلنگ کی گئی، سینکڑوں کارکنان شدید زخمی ہوئے، بڑی تعداد میں گرفتاریاں ہوئیں مگر یہ قافلہ فیض آباد پہنچ کر ہی رہا۔ اگلی رات کھلے آسمان تلے شدید سردی اور بارش میں بھیگتے ہوئے مجاہدین تحفظِ ناموسِ رسالت پر ایک بار پھر شدید ترین حملہ کیا گیا، ہزاروں شیل کھا کر بھی امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کے تربیت یافتہ عاشقانِ رسول ثابت قدم رہے۔ ایک بار پھر حکومت کو ہار ماننا پڑی اور تمام مطالبات تسلیم کرتے ہوئے سفیر کو نکالنے کے لیے دو سے تین ماہ کی مہلت طلب کی گئی۔ معاہدہ لکھا گیا اور امیر المجاہدین علیہ الرحمہ نے دھرنا ختم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے نہایت فکر انگیز گفتگو فرمائی۔ آپ نے غلط رپورٹیں دے کر تحریکِ لبیک کے خلاف حکومت کو اکسانے والے خفیہ ایجنسیوں کے اہلکاروں کو قیامت کا منظر یاد دلایا جب ہر بات کا حساب دینا ہوگا، حکومتی احکام پر علماء، حفاظ، سادات اور عاشقانِ رسول پر ظلم وتشدد کرنے والے پولیس اہلکاروں کو بھی اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کا یہ

ارشاد سنایا کہ مَنْ اٰذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِیْ (جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی)۔ جب کسی عام مسلمان کو تکلیف دینے سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے تو لبیک یارسول اللہ کا نعرہ لگانے پر جس مسلمان کو تم تشدد کا نشانہ بناتے ہو اس پر کریم آقا ﷺ کو کتنی اذیت پہنچتی ہو گی۔ حکومت کو بھی آپ نے متوجہ کیا کہ پاکستان جن مقاصد کے لیے بنا ہے ہماری تحریک انہی مقاصد کو لے کر اٹھی ہے یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے یہاں پر اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے ناموس کے منافی کوئی بات برداشت نہیں کی جا سکتی۔ اس موقع پر آپ نے اپنے کارکنان کو بھی یہ ارشاد فرما کر حوصلہ دیا کہ اَلْعَطَایَا عَلٰی مَتْنِ الْبَلَایَا اللہ کے انعامات تکلیفوں کی پشت پر سوار ہو کر آتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ خطاب حضرت امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کی زندگی کا آخری خطاب تھا۔ امیر المجاہدین دھرنا ختم کر کے لاہور واپس تشریف لے گئے اور دو دن بعد ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء بروز جمعرات مغرب کے وقت وصال فرمایا۔ آپ کے وصال کی خبر نے دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کو رنجیدہ کر دیا۔ پھر دنیا نے وہ منظر بھی دیکھا کہ جس شخص کے لاکھوں کے اجتماعات کی خبر بھی میڈیا نہ دکھاتا ہو کسی اخبار کو اس کی خبر لگانے کی اجازت نہ ہو، یوٹیوب، ٹویٹر اور فیس بک اس کا نام برداشت کرتی ہوں نہ تصویر، اس کے جنازے پر مخلوقِ خدا کا وہ عظیم اجتماع منعقد ہوا جس کی نظیر چشم فلک نے شاید پہلے نہ دیکھی ہو۔ پورا لاہور دو دن تک لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ کی صداؤں سے گونجتا رہا اور امیر المجاہدین کا جنازہ تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ قرار پایا۔ مرکزی خطیب گوجرخان مجاہد اہلِ سنت علامہ قاری محمود الحسن قادری مدظلہ نے ۲۰ نومبر کے خطابِ جمعہ میں بجا ارشاد فرمایا تھا کہ "بابا جی فوت نہیں ہوئے عشقِ رسول ﷺ میں شہید ہوئے ہیں۔ شہیدِ عشقِ رسول ہیں بابا جی، آپ نے دنیا کو یہ پیغام دیا ہے کہ جینا ہے تو عشقِ رسول میں جیو اور مرنا ہے تو محبتِ رسول میں مرو۔" ؎

آہ پہلو سے وہی جاتے ہیں جنہیں جاتا نہیں دیکھا جاتا

تحریک لبیک پاکستان کی امارت کانٹوں کی سیج ہے، اسلامی شعائر، ناموسِ رسالت، ختم نبوت اور نظریہ پاکستان کے تحفظ کا راستہ کربلا کا راستہ ہے۔ حضرت امیر المجاہدین علیہ الرحمہ حسینی کردار اپناتے ہوئے اس کٹھن راستے پر چلے اور صحیح معنوں میں خادمِ حسین ہونے کا حق ادا کیا۔ اب یہ بھاری ذمہ داری ان کے لختِ جگر علامہ حافظ سعد حسین رضوی حفظہ اللہ کے کندھوں پر آ گئی ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عظیم والد اور قائد کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی قیادت میں دین تخت پر آئے۔ آمین۔ دیگر سنی مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین کو بھی چاہیے کہ حضرت امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کی طرح مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اہلِ سنت کے حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کی راہ اپنائیں اور جب بھی کوئی مطالبہ لے کر اٹھیں تو اسے پورا کروائے بغیر چین سے نہ بیٹھیں۔ رستے میں آنے والی رکاوٹوں کا دیوانہ وار مقابلہ کریں اور اپنا تن من دھن اپنے مشن کی کامیابی کے لیے وقف کر دیں۔ کام کا یہی وہ انداز ہے جو پاکستان میں اہلِ سنت کو ان کا جائز مقام دلا سکتا ہے اور قیامِ پاکستان کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ؎

دیکھی جو ہسٹری میں نے تو یہ مجھ کو یقیں آیا جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا



ہماری سیاست کی ''رضوی ٹیکنالوجی''

مجیب الرحمان شامی

علامہ خادم حسین رضوی یوں اچانک اِس دُنیا سے رخصت ہو جائیں گے، یہ کسی کے سان گمان میں بھی نہ تھا۔ ایک حادثے میں لگنے والی چوٹ نے اُنہیں چلنے پھرنے سے معذور کر رکھا تھا، لیکن وہیل چیئر پر بیٹھ کر بھی وہ بڑے بڑے تیز قدموں کو مات دیتے تھے۔ ان کی توانائی اور جوش و جذبے میں کچھ کمی نہ آئی تھی۔ وہ پوری شدت سے اظہارِ خیال کرتے، اپنے حریفوں کو للکارتے اور پچھاڑتے تھے۔ ان کے سامنے بڑے بڑے خطیبوں کی گھگی بندھ جاتی تھی، بڑے بڑے علماء ان کے سامنے آنے سے کنی کتراتے تھے، پنجابی پر تو بے پناہ قدرت حاصل تھی ہی کہ یہ اُن کی مادری زبان تھی، اٹک کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ اُردو، فارسی اور عربی پر بھی ایسی دسترس تھی کہ کسی مولوی تو کیا بڑے بڑے پروفیسروں کے حصے میں بھی کم ہی آئی ہو گی۔

اقبال کا کلام تو گویا ازبر تھا' برمحل اشعار سناتے چلے جاتے اور سننے والے مبہوت ہو جاتے۔ قرآن کی آیات اور احادیث کا برموقع حوالہ بھی اُن پر ختم تھا۔ ایسے الفاظ بھی استعمال کر جاتے جو گلی محلوں میں تو بولے جاتے ہیں لیکن منبر و محراب پر ان کا استعمال مناسب سمجھا جاتا ہے نہ سنجیدہ محفلوں میں لیکن وہ ہر لفظ سے اپنا مطلب نکال لیتے تھے۔ بڑے بڑے کرسی نشینوں کو بھی اس طرح مخاطب کرتے کہ سننے والے دادِ شجاعت دینے پر مجبور ہو جاتے۔

ان کی زبان سے مولوی محفوظ تھے، نہ سیاست دان، حکمران نہ جج صاحبان، جرنیلوں کا تذکرہ اس طرح ہوتا کہ اپنی جرنیلی شان کا سکہ بٹھا لیتے۔ چند ہی روز پہلے وہ فیض آباد سے دوسرے کامیاب دھرنے کے بعد واپس آئے تھے۔ فرانسیسی صدر نے گستاخانہ خاکوں کی پشت پناہی کرنے کا اعلان کر کے ملت اسلامیہ کے دِل پر جو چرکہ لگایا تھا، وہ اس پر احتجاجی پرچم بن کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اپنے ہزاروں جان نثاروں کے ساتھ ٹھیک اسی مقام پر مورچہ زن تھے، جہاں تین سال پہلے پہنچ کر مسلم لیگ (ن) کی حکومت کو ناکوں چنے چبوائے تھے، اور وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی کو آئی ایس آئی کے سربراہ کو آواز دینا پڑی تھی کہ وہ انہیں اِس مشکل سے نکالیں، راولپنڈی اور اسلام آباد کے درمیان منقطع رشتے کو بحال کرائیں۔

اس رضوی دھرنے کے پاکستانی سیاست پر غیر معمولی اثرات مرتب ہوئے تھے کہ اس سے پہلے کسی کو اس حساس مقام پر قابض ہو کر مطالبات منوانے کی نہیں سوجھی تھی۔ حضرت علامہ کی اس غیر معمولی سوجھ بوجھ نے ان کی دھاک بٹھا دی تھی۔ وزیر قانون زاہد حامد کا استعفیٰ ان کی جیب میں تھا، اور جو کچھ زبان پر تھا، وہ آنے والے انتخابات پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ مسلم لیگ (ن) کے بہت سے رہنما دہائی دیتے رہ گئے لیکن نقار خانے میں یہ طوطی کی آواز تھی جسے کوئی سننے پر تیار نہیں تھا۔

منکرین ختم نبوت کو فائدہ پہنچانے کی تہمت سے بچتے بچاتے زاہد حامد وزارت سے تو نکلے ہی تھے، کوچۂ سیاست سے بھی نکل گئے۔ اور تو اور احسن اقبال جیسے راسخ العقیدہ پر بھی حملہ کر دیا گیا، اللہ نے اُنہیں بچالیا کہ زندگی اور موت اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی الفاظ کا جادو جگا سکتے تھے، اور اس کا توڑ بھی کر سکتے تھے۔ انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی جماعت کو الیکشن کمیشن میں رجسٹرڈ کرایا، اور تحریک لبیک کے نام سے میدان میں آ گئے۔ غیر رجسٹرڈ تنظیم کا نام لبیک یا رسول اللہ تھا، جب اس کے پرچم تلے پُر جوش پروانے نعرہ زن ہوتے تو سماں باندھ دیتے۔ دِلوں کو گرماتے، اور روح کو تڑپا دیتے۔ لبیک پاکستان نے لاکھوں ووٹ حاصل کر لیے، نشستیں تو ایک یا دو ہی ملیں، لیکن مسلم لیگ (ن) کے ووٹ بینک میں شگاف ڈال دیا۔

بڑی بڑی سکہ بند مذہبی جماعتیں جو اپنے نظم اور سلیقے کے حوالے سے معروف اور ممتاز تھیں، ووٹوں کی گنتی میں پیچھے رہ گئیں۔ علامہ رضوی کا پہلا دھرنا کامیاب رہا، اور دوسرا دھرنا بھی کہ وزیر اعظم عمران خان کی حکومت کو تحریری معاہدہ کر کے جان بچانا پڑی۔ قومی اسمبلی میں فرانسیسی سفیر کو دیس نکالا دینے کا معاملہ پیش کرنے کا وعدہ کر کے اسلام آباد کا محاصرہ ختم کرایا۔ یہ دھرنا البتہ یوں مہنگا پڑا کہ علامہ رضوی کی طبیعت سنبھل نہیں سکی۔ ان کے حلقہ بگوش اُنہیں بحفاظت واپس تو لے آئے لیکن انہوں نے بروقت ڈاکٹروں تک رسائی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ کہا جاتا ہے کہ بخار میں تو مبتلا تھے ہی، دِل بھی اس معرکے میں کام آ گیا۔ ان کے کئی معتقدین پولیس کی گولہ باری کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں کہ اس کی پیدا کردہ کثافت نے حضرت رضوی کا نظام تنفس متاثر کیا۔

ایک اندازہ یہ ہے کہ ان پر کورونا کا حملہ ہوا تھا، پشاور ہائی کورٹ کے اولوالعزم چیف جسٹس وقار سیٹھ کی طرح، وہ بھی اسی کی نذر ہو گئے۔ ان کے حلقہ بگوشوں نے جب بے بسی محسوس کی، اور بدھ کی شب پونے نو بجے انہیں شیخ زید ہسپتال لے کر پہنچے تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ یہ خبر عام ہوئی تو علامہ رضوی سے اختلاف کرنے والے بھی افسردہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ گورنر سلمان تاثیر کو ان کے محافظ ممتاز قادری نے اپنی دانست میں توہین رسالت کا مرتکب سمجھ کر گولی کا نشانہ بنایا تو قانون نے اِنہیں گرفت میں لے لیا تھا۔ پھانسی کی سزا کی توثیق جب سپریم کورٹ نے کر دی تو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ خادم حسین رضوی اس وقوعے سے ہیرو بن کر ابھرے اور ممتاز قادری کا بھرپور دفاع کیا۔ وہ انہیں تختہ دار سے بچانا چاہتے تھے، جبکہ دوسری جانب قانون نافذ کرنے والے اپنے دلائل رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک کوئی رورعایت کاروبارِ مملکت کی ابتری کا سبب بن سکتی تھی۔

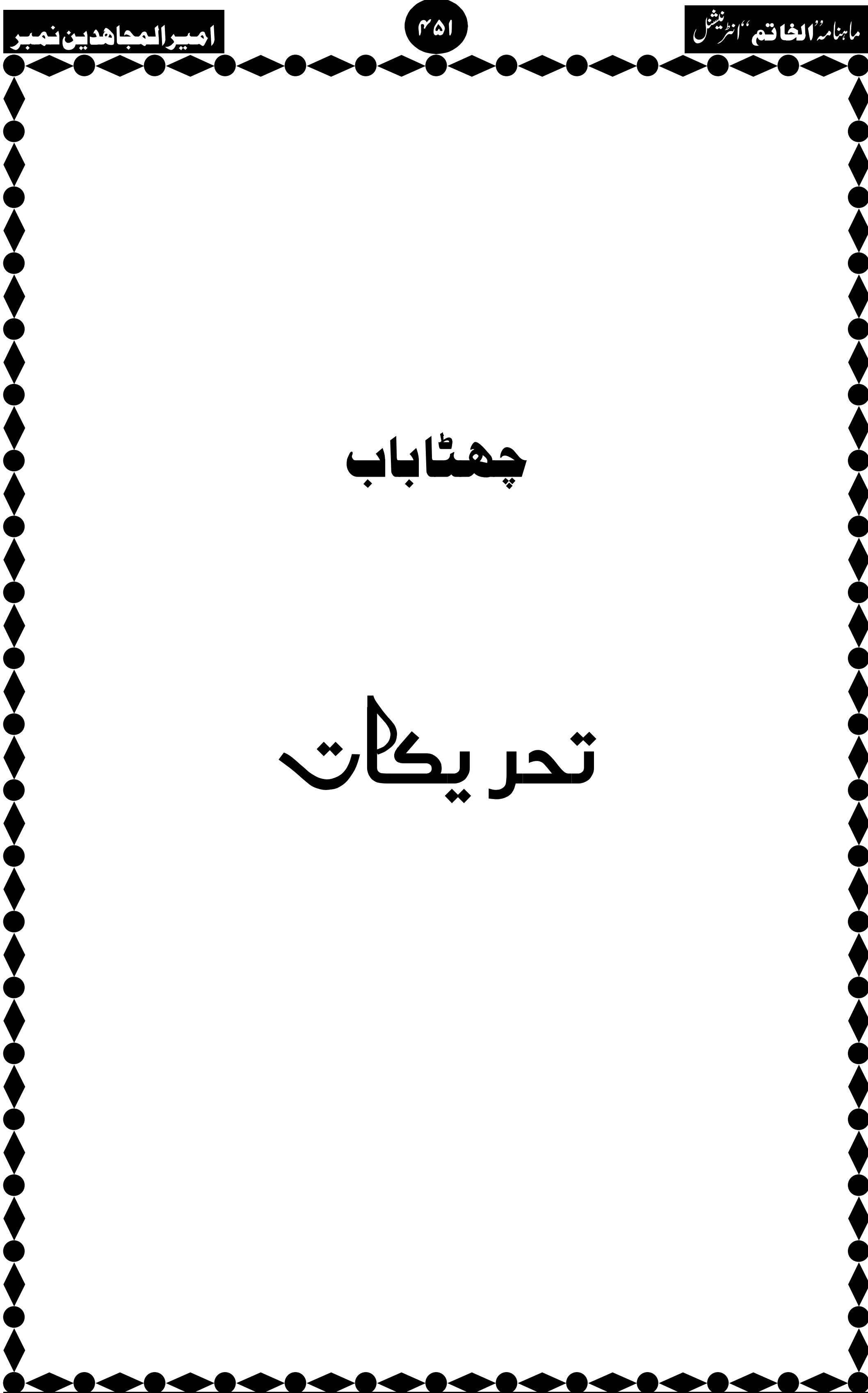
ممتاز قادری کو پھانسی تو دے دی گئی لیکن وزیر اعظم نواز شریف کے حامی مذہبی حلقے کا ایک بڑا حصہ ان سے ناراض ہو گیا۔ ممتاز قادری کے خون ہی سے علامہ خادم حسین رضوی کی شہرت کا چراغ جلا اور وہ قومی منظر پر چھاتے چلے گئے۔ علامہ خادم حسین رضوی کو جس جوش وخروش سے الوداع کیا گیا اور ان کی نمازِ جنازہ میں جس بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، اسے

بھلایا نہیں جاسکے گا۔ یہ لاہور کی تاریخ کے بہت بڑے جنازوں میں سے تھا۔ وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکے ہیں، لیکن ان کے اثرات تادیر قائم رہیں گے۔

ان کی وفات کے فوراً بعد ان کے مداحوں کے ایک حلقے نے یہ خبر اڑادی تھی کہ انہوں نے آنکھیں کھول لی ہیں، وہ محض بے ہوش ہوئے تھے، ان کے بارے میں ڈاکٹروں کی رائے غلط نکلی، ان کی سانس بحال ہوگئی ہے۔ کچھ دیر کے لیے یہ سنسنی خیز رپورٹ لوگوں کو حیران کرتی رہی، ان کی موت کی طرح ان کی نئی زندگی کی خبر بھی حیران کن تھی لیکن افسوس یہ سچی ثابت نہ ہوئی۔ ان کے ورثاء کی طرف سے باقاعدہ اعلان جاری ہوا کہ وہ اِس دُنیائے فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ موت سے کس کو رستگاری ہے، آج وہ کل ہماری باری ہے۔ گریٹر اقبال پارک میں دور دور سے آنے والے ان کے مداحوں اور پروانوں نے اُنہیں بھیگی آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں سے رخصت کیا۔ وہ منوں مٹی تلے جا سوئے ہیں، لیکن ان کا اسلوبِ سیاست زیر بحث رہے گا۔ پی ڈی ایم کا گیارہ جماعتی اتحاد اب اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ یہ تجویز بھی زیر بحث ہے کہ وہاں دھرنا دے کر اپنے مطالبات منوائے جائیں، خود کو منوانے کی ''رضوی ٹیکنالوجی'' ان کے من کو بھی بھا رہی ہے، گویا ع

قتل گاہوں سے چن کر ہمارے علم
اور نکلیں گے عشاق کے قافلے





چھٹاباب

تحریکات

امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک ختم نبوت

صاحبزادہ مقصود احمد صابری (راولپنڈی)

امیر المجاہدین شیخ الحدیث والتفسیر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم اور بلا کے خطیب و مدرس تھے ۔ زمانہ جانتا ہے کہ آپ نے حضرت ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کی گرفتاری کے بعد تحریک کا آغاز کیا اور اس کے بعد سے مسلسل تحریکات کا سلسلہ جاری رکھا۔ بالخصوص ختم نبوت کے حوالے سے انتہاء درجہ کا موقف اختیار کیا اور زندگی کے کسی موڑ پر لچک نہ دکھائی اور آخری سانس تک ڈٹے رہے ۔ حضرت امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب کے علم کے بارے میں علماء نے بہت کچھ لکھا کہا اور بتایا۔فقیر راقم الحروف صابری نے علامہ صاحب کی شخصیت میں جو چیزیں نمایاں طور پر محسوس کیں ان میں اوّل آپ کا حافظہ بہت قوی اور ارادہ بہت مضبوط تھا۔ جرات و بہادری کا باب آپ پر ختم ہو کے رہ جاتا ہے ۔ اپنے خطاب میں تسلسل اور روانی اور سب سے بڑی بات یہ کہ اجتماع کو بوریت کبھی محسوس نہیں ہونے دی ۔نومبر، دسمبر کی سردی ہو یا ہاڑ جیٹھ کی گرمی کڑکتی دھوپ ہو یا شدت کی بارش آپ نے اپنے سامعین کو کسی چیز کا احساس ہی نہ ہونے دیا اور وہ دلجمعی سے بیٹھے رہتے ۔

علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب کی ایک خصوصیت فقیر نے یہ بھی محسوس کی کہ آپ میں تکبر نام کی کوئی چیز بلکہ اس کا ذرہ بھی موجود نہ تھا۔ اجتماع ہزاروں کا ہو یا لاکھوں کا آپ جب تک اسٹیج پر علمائے کرام اور مشائخ عظام کے ساتھ بیٹھتے تو نگاہیں نیچی کئے رکھتے جب تک آپ کا خطاب شروع نہ ہو جاتا۔ اور جب خطاب شروع ہوتا تو پھر للکار فاروقی کا جلوہ نظر آتا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ایک جلسہ یا اجتماع ایک شخصیت کے نام پر انعقاد پذیر ہوتا ہے اور وہ شخصیت سٹیج پر آنے کے بعد اپنے چاہنے والے دیوانوں پروانوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور فخر سے اسٹیج پر نہ صرف متمکن رہتا ہے بلکہ اپنے ارد گرد بیٹھے لوگوں کو فخریہ انداز میں بتاتا ہے کہ دیکھو یہ لوگ میرے لئے کس طرح دیوانہ وار آئے ہیں اور کس طرح پر جوش انداز میں میرے نعرے بلند کر رہے ہیں مگر علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب کا انداز مختلف دیکھا کہ تمام تحریکات میں آپ نے اپنے نام کا نعرہ ہی نہیں لگنے دیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان اور کارکنوں کو سختی سے ہدایت تھی کہ وہ تاجدار ختم نبوت کے علاوہ کوئی نعرہ نہ لگائیں کیونکہ ہم حضور ختم المرسلین ﷺ کی ناموس کے لئے نکلے ہیں لہذا لبیک یارسول اللہ ﷺ کے بعد تاجدار ختم نبوت کا نعرہ لگایا جائے ۔ اور اکثر اوقات آپ اپنے خطاب ذیشان کے دوران تاجدار ختم نبوت کے نعرے بلند کرواتے تھے ۔

دوستانِ محترم یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ایک جماعت کا سربراہ ہو کے وہ اپنے نام کا نعرہ نہ لگوائے بلکہ جس مشن کو لے

کر نکلے اسی کا نعرہ بلند کرواتے تھے۔ یہ بہت بڑی بات ہے آج تو کسی چھوٹے موٹے خطیب یا سیاسی ورکر کی تقریر کے دوران اس کے نام کا نعرہ نہ لگے تو وہ اپنی ہتک محسوس کرتا ہے مگر شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب نے پوری تحریکی زندگی میں اپنے نام کا نعرہ نہیں لگنے دیا بلکہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی ذات پاک کے نعرے لگاتے رہے اور آپ بذات خود جلوہ حسن رسول ﷺ میں مست و مستغرق ہو کر مراقبہ کی حالت میں اسٹیج پر بیٹھے رہتے۔

فقیر کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب 2017 میں آپ نے فیض آباد راولپنڈی میں دھرنا دیا تھا تو حکومت کی وارننگ کی بنا پر راولپنڈی اسلام آباد کے علماء کا ایک ہنگامی اور نمائندہ اجلاس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں حضرت مصلح امت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب سلطانپوری نے طلب کیا اور فرمایا کہ علامہ خادم حسین رضوی پر حکومتی حملے کا اعلان ہو چکا ہے لہذا یہ حملہ شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی پر نہیں بلکہ ختم نبوت کے پروانوں اور پوری اہل سنت پر حملہ تصور کیا جائے گا۔ حضور مصلح امت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب اور شیخ الحدیث علامہ پیر سید ضیاء الحق شاہ صاحب سلطانپوری نے علماء کی تائید و حمایت سے حکومت کو وارننگ دی کہ کوئی ایسا غلط قدم اٹھانے کا خیال بھی دل سے نکال دے ورنہ ہماری تمام قوت علامہ خادم حسین رضوی کے ساتھ تصور کی جائے گی۔ اور پھر اسی وقت اعلان ہوا کہ آنے والے جمعہ کے بعد جلوس کی شکل میں عوام و علماء اہلسنت دھرنے کے مقام فیض آباد جائیں گے اور ہر روز تمام سنی دھرنا ختم ہونے تک تسلسل کے ساتھ جائیں گے۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ شیخ الحدیث والتفسیر مصلح امت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب اور شیخ الحدیث علامہ پیر سید ضیاء الحق شاہ صاحب سلطانپوری ہر دو حضرات اپنے اپنے جگر گوشوں اور شاگردوں اور ہزاروں کی تعداد میں عوام اہلسنت کے ہمراہ جمعہ کی نماز کے بعد نکلے اور مغرب کی نماز کے قریب فیض آباد پہنچے تو حکومت کی چولیں ہل چکی تھی۔ یہاں پر جو خاص بات عرض کرنا چاہوں گا کہ جب علامہ خادم حسین رضوی صاحب کو یہ پتہ چلا کہ ساداتِ سلطانپور شریف اجتماع میں تشریف لانے والے ہیں تو فوراً اپنے کارکنوں کی مدد سے کنٹینر سے نیچے اتر آئے اور عوام کے سامنے پہلی صفوں میں بیٹھ کر خود علماء کی تقاریر سنتے رہے اور حضور مصلح امت پیر سید حسین الدین شاہ صاحب اور شیخ الحدیث علامہ پیر سید ضیاء الحق شاہ صاحب اپنے جگر گوشوں کے ہمراہ اسٹیج یعنی کنٹینر پر بیٹھے رہے اور اپنے خطباتِ دلنواز سے عوام اہلسنت کے دلوں کو گرماتے رہے۔

دوستو! یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ایک شخص اپنی جماعت کے علماء و مشائخ کے ہمراہ ہزاروں لوگوں کو لے کر 22 دن صبح، دوپہر، شام، رات ختم نبوت کے لئے ڈیوٹی دیتا رہے اور جب ساداتِ کرام کی آمد کا پتہ چلے تو فوراً کنٹینر سے اتر کر عوام کے درمیان عام لوگوں کے ساتھ وہیل چیئر پر بیٹھ کر خطابات سے لطف اندوز ہوتا رہے۔ (حالتِ مراقبہ کی کیفیت میں علماء و سادات کے خطابات سنے) اس سے علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب علیہ الرحمہ کے اخلاص کا عملی طور پر مشاہدہ اس فقیر نے ہی نہیں بلکہ ہر سنی نے کیا۔ مگر محسوس کسی کو نہ ہوسکا۔

امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب جہاں علم و عرفان کا بحرِ بے کنار تھے وہاں عاجزی و مسکینی میں بھی امتیاز رکھتے تھے۔ آپ ہمہ وقت جلوہ رسول ﷺ میں گم سم نظر آتے۔ تمام عمر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کلام کے ایک شعر کو اپنی تقریر کا حصہ اور تحریک کا قانون بنائے رکھا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

لِلہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

مگر یہ بات بھی بہت کم لوگوں نے محسوس کی ہوگی کہ آپ نے وصال سے چند روز پہلے جو دھرنا دیا اور اپنی آخری تقریر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس شعر کو یوں پڑھا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

یعنی پہلے فرماتے کہ انہیں جانا یعنی وہ تاجدار ختم نبوت جو مدینہ طیبہ میں ہیں۔ مگر آخری تقریر میں آپ فرما رہے ہیں'' کہ انہیں جانا انہیں مانا'' اور بار بار اسی طرح تکرار فرمائی۔ اہل دل نے اسی وقت محسوس کر لیا تھا کہ آج علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب کے سامنے حضور ختم المرسلین ﷺ جلوہ افروز ہیں اور وہ حضور ﷺ ختمی مرتبت کی زیارت کر کے کہہ رہے ہیں۔

انہیں جانا انہیں مانا

اور پھر اس کا نتیجہ آسمان سے اوپر فرشتوں اور پوری دنیا کے لوگوں نے دیکھا کہ اس عاشق رسول ﷺ کے جنازے پر بی بی سی لندن کی خبر کے مطابق ایک کروڑ 70 لاکھ افراد موجود تھے۔ فقیر راقم الحروف نے علامہ قاضی سعید الرحمن قادری علامہ محمد شفیق ہزاروی کے ہمراہ جب آپ کی مرقد منور پر لاہور جا کر حاضری دی تو مرقد منور کو دیکھتے ہی دل بے ساختہ پکارنے لگا کہ واقعی یہ قبر ایک سچے پکے عشق رسول ﷺ کی قبر ہے۔ یہاں تو انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے۔ اور وہ کیفیت آج بھی تادم تحریر اسی طرح محسوس ہو رہی ہے۔ اور اللہ کی ذات مبارکہ سے امید ہے کہ آپ کی مرقد منورہ پر انوار و تجلیات کی بارش صبح قیامت تک ہوتی رہے گی۔

فقیر راقم الحروف نے علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے بارے میں جو خود محسوس کیا وہ اپنی نوکِ قلم سے تحریر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے آمین بصدقے سید المرسلین ﷺ۔

حضرت قبلہ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری مدظلہ العالی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جنھوں نے اپنی زیر سرپرستی میں شائع ہونے والے رسالہ ماہنامہ ''الخاتم انٹرنیشنل'' کے ایک شمارے کو ''امیر المجاہدین نمبر'' کا نام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت پیر سید صابر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کا سایہ قائم و دائم رکھے۔ اہل سنت و جماعت بالخصوص ختم نبوت کے لیے آپ کی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اللہ کریم آپ کو صحت و تندرستی والی زندگی عطاء فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی

دھرنے سے وصال تک

پروفیسر احمد رضا خان

(گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی لاہور)

غازی ممتاز حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کے زخم ابھی تازہ تھے کہ 2017ء میں مسلمانان پاکستان پھر ایک بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہو گئے۔ حکومتِ وقت نے الیکشن اصلاحات کی آڑ میں انتخابی قوانین میں ایسی تبدیلیاں کر دیں جن کا فائدہ پاکستان میں غیر مسلم قرار دیے گئے قادیانیوں کو پہنچتا تھا۔ امیدوار کے حلف نامہ میں تبدیلی کے علاوہ ان شقوں کو سرے سے حذف ہی کر دیا گیا جن کے ذریعے مسلم ووٹرز کی فہرستوں میں قادیانیوں کے بطور مسلم ووٹ اندراج کا رستہ روکا گیا تھا۔ یوں اس ناپاک حرکت سے قادیانیوں کے لیے بطور مسلم ووٹ اندراج کی راہ ہموار ہو گئی تھی جس کے نتیجے میں ان کے لیے بطور مسلم ایم پی اے، ایم این اے وغیرہ کے امیدوار بننے، انتخاب لڑنے اور کامیاب ہو کر کسی اعلیٰ و بالا عہدہ و منصب تک پہنچنے کا موقع پیدا ہو گیا تھا۔

بھلا کوئی مسلمان کیسے اس مذموم سازش کو ہضم و قبول کر سکتا تھا، امیر المجاہدین تو پھر امیر المجاہدین تھے۔ اس سازش کا پردہ چاک ہوتے ہی آپ دیگر تمام سرگرمیوں کو یکسر معطل کر کے عاشقانِ رسول کو ہمراہ لیے اسلام آباد جا پہنچے اور تمام تر رکاوٹوں کے باوجود راولپنڈی اسلام آباد کے مشترکہ مرکزی مقام فیض آباد پر دھرنا دے دیا۔ حکومت کی طرف سے دھمکیوں پر دھمکیاں، سردی کی شدت، یخ بستہ ہوائیں اور وقتاً فوقتاً ہونے والی بارش، بڑے بڑے بہادروں اور حوصلہ مندوں کو متزلزل کر دینے والی سب آزمائشیں یک جا حملہ آور تھیں مگر ان میں سے کوئی آزمائش بھی آپ کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کر سکی۔ حکومت تھی کہ کسی طور بھی ترامیم واپس لینے پر آمادہ نہ تھی اور آپ تھے کہ ناپاک جسارت کے ازالہ و تلافی کے بغیر کسی صورت بھی دھرنا ختم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

بالآخر ریاستی اداروں نے پہلے تو کھانے پینے کی اشیاء کی ترسیل روک دی اور پھر عاشقانِ رسول پر اندھا دھند فائرنگ اور شیلنگ شروع کر دی۔ آپ کسی بھی خصوصی حفاظتی انتظام کے بغیر عام کارکنوں کے ہمراہ کھلی سڑک پر موجود تھے اس لیے جہاں آپ بھی شدید متاثر ہوئے، وہاں ریاستی دہشت گردی کے نتیجے میں آٹھ عاشقانِ رسول نے جام شہادت نوش کیا۔ دوسری طرف جیسے ہی اس حکومتی ظلم و تشدد کی خبریں ملک میں عام ہوئیں، ہر سُو ہر جا غم و غصے کی وسیع لہر دوڑ گئی۔ مسلمانانِ پاکستان لبیک یارسول اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے سراپا احتجاج سڑکوں پر نکل آئے اور پورا ملک جام کر دیا۔ لاتعداد گرفتاریاں ہوئیں، جگہ جگہ

تشدد کیا گیا مگر عوام نے نہ پسپا ہونا تھا نہ ہوئے۔ بالآخر حکومتِ وقت کو گھٹنے ٹیک کر مذاکرات کی راہ اختیار کرنا پڑی۔ حکومت اور تحریک لبیک کے درمیان معاہدہ ہوا جس کے نتیجے میں حکومت کو ترمیم واپس لینی پڑی اور حذف شدہ شقوں کو بحال کرنا پڑا۔ یوں اس عظیم جدوجہد کے نتیجے میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کی ختمِ نبوت کے ساتھ کیا جانے والا کھلواڑ اپنے انجام کو پہنچا۔

بس پھر کیا تھا، حضور امیر المجاہدین کی اولوالعزم شخصیت اہلِ پاکستان کیا، مسلمانانِ عالم کی آنکھوں کا تارا بن گئی۔ تحریک لبیک کو وہ قبولیت ومقبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی کہ اپنے پرائے سب دیکھتے رہ گئے۔ 2018ء کے عام انتخابات میں تحریک نے حصہ لیا۔ امیر المجاہدین کے خلوص، شبانہ روز محنت اور مضبوط حکمتِ عملی کے نتیجے میں تحریک نے قومی وصوبائی نشستوں پر کثیر تعداد میں ووٹ لے کر پرانے ماہرین سیاست کو حیران کر دیا۔ اگرچہ منفی ہتھکنڈوں اور سازشوں کے ماہرین تحریک کو ایوانوں سے باہر رکھنے میں تو کامیاب ہو گئے تاہم تحریک لبیک کی مقبولیت نے اندرونی و بیرونی اسلام دشمنوں پر وہ ہیبت طاری کر دی کہ وہ آپ کے نام اور آپ کے نعرے سے لرزنے لگے۔

سال 2020ء میں فرانس میں ریاستی سرپرستی میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں شدید گستاخی کی گئی تو امیر المجاہدین تڑپ اٹھے۔ آپ دیگر تنظیموں، جماعتوں اور قیادتوں کا انتظار کیے بغیر شدید علالت کے باوجود بار دگر عاشقان رسول کو ہمراہ لیے تمام حکومتی رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اسلام آباد جا پہنچے اور راولپنڈی اسلام آباد کے مرکزی مقام فیض آباد دھرنا دے دیا۔ آپ کا انتہائی معقول مطالبہ تھا کہ حکومت پاکستان ایمانی غیرت اور اپنے پیارے نبی، اپنے آقا ومولا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے فرانس کے سفیر کو ملک بدر کرے، اس کے ساتھ سفارتی وتجارتی ہر قسم کے تعلقات منقطع کرے اور اس کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا اعلان کرے۔ بجائے اس کے کہ حکومت ان خالص ایمانی مطالبات کو تسلیم کرتی، حکومت نے نہایت سفاکی اور ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابتداء ہی میں پہلے تو کھانے پینے کی اشیاء کی ترسیل کے رستے بند کیے، پھر 2017ء والے پہلے دھرنے سے بھی زیادہ شدید فائرنگ اور گیس شیلنگ کر کے ریاستی ظلم و بربریت کی انتہا کر دی۔ مگر اس ظالمانہ تشدّد کے باوجود حکومت مردِ قلندر اور اس کے جان نثاروں کے عزم واستقامت کو متزلزل کرنے میں بالکل ناکام ہو گئی۔ تو چاروناچار مذاکرات کی میز پر آ گئی اور حکومت اور تحریک لبیک کے ساتھ تحریری معاہدہ طے پا گیا جس کے مطابق حکومت تین ماہ کے اندر اندر فرانسیسی سفیر نکالنے کے لیے عملی اقدامات کرنے کی پابند ہو گئی۔ اپنا مطالبہ تسلیم ہونے پر آپ واپس لاہور تشریف لے آئے۔

ذمہ دار واقفانِ حال اور عینی شاہدین کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ دھرنا کامیابی سے ہمکنار ہوا تھا تاہم اس مرتبہ اپنے آقا و مولا، حضور پرنور ﷺ کی شانِ اقدس میں حکومت فرانس کی طرف سے توہین وگستاخی کا صدمہ امیر المجاہدین کے لیے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ اس صدمہ نے آپ کو اندر ہی اندر ایسا زخم لگایا کہ آپ صحت یاب نہ ہو سکے اور پھر اچانک مسلمانانِ عالم کو وہ خبر

سننے کو ملی جسے سن کر ہر مسلمان پر سکتا طاری ہوگیا اور اسکے دل نے جیسے دھڑکنا ہی چھوڑ دیا ہو اور جیسے ہر مسلمان کے چار سو اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ہو۔ 19 نومبر 2020ء کو اللہ تعالیٰ نے امیر المجاہدین کو اپنے پاس بلا لیا اور عالم اسلام کا محبوب قائد اپنی تمام محبتیں اور قربانیاں سمیٹے اپنے خالق و مالک رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہو چکا تھا... اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہر دل سوگوار تھا اور ہر آنکھ اشک بار۔

21 نومبر 2020ء کو مینارِ پاکستان لاہور میں آپ کی نماز جنازہ ادا ہوئی۔ بڑے بڑے جلسے، جنازے کبھی بھی لاکھوں افراد کی گنجائش والے جس گراؤنڈ کو پورا نہ بھر سکے تھے، دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کے مطابق اس گراؤنڈ میں کوئی کونہ کھدرا بھی خالی نہ رہا تھا۔ یہی نہیں اس سے باہر نہ جانے کہاں سے کہاں تک انسان ہی انسان تھے۔ میلوں پر پھیلے ہوئے اس فقید المثال جنازے کی صورت میں اہلِ اسلام نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے، اس کی محبت کیسے مخلوق میں پھیلا دیتا ہے۔ یہ تو جنازے میں شرکت کرتے ہوئے نظر آنے والے انسان تھے، نہ معلوم کتنے فرشتے آپ کے لیے تشریف لائے ہوں گے اور کتنے فرشتوں نے اخروی منازل کے اس مسافر کا والہانہ استقبال کیا ہوگا۔

آج بھی لوگ یہی کہتے ہیں کہ جس محبوب ﷺ کے نام پر خادم حسین رضوی ساری زندگی جیے، جس محبوب ﷺ کی ناموس کی حفاظت اور پہرے داری کے لیے آپ دن رات، سردی گرمی، ہر آن، ہر لمحہ کمر بستہ رہے اور جس محبوب ﷺ کی محبت کا داغ و چراغ لیے وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے، اس محبوب ﷺ نے اپنے عاشق صادق کا نہ جانے کس آن، بان، شان کے ساتھ استقبال کیا ہوگا؟

ہم اس مردِ قلندر کو کیا خراج تحسین پیش کر سکتے ہیں۔ فقط اتنا کہنے پر اکتفا ہے کہ

اے جانے والے! اہل زمانہ تجھے صدیوں یاد بھی رکھے گا اور تیری محبت، تیری وارفتگی، تیری جرأت، تیری غیرت، تیرے جذبے، تیرے خلوص، تیرے لہجے، تیرے آہنگ، تیری للکار، تیری یلغار، تیری قربانی اور تیری فدا کاری کے خوب روشن چراغوں سے اکتساب نور کر کے اپنی راہیں بھی اُجالتے رہیں گے کہ تو نشانِ منزل بھی ہے، راہ نماءِ سفر بھی ہے اور وسیلۂ ظفر بھی۔ آخر خادم حسین یعنی حسین کا خادم ہے ناں۔

حسین زندہ باد۔۔خادم حسین زندہ باد



امیر المجاھدین، قائدین تحریک ختم نبوت کے خوشہ چین

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

مولانا محمد اعظم قادری (لاہور کینٹ)

آج مورخہ 05-01-2021 کو یادگارِ اسلاف درجنوں کتابوں کے مصنف عظیم قلمکار پیر سید صابر حسین بخاری شاہ صاحب سے لاہور کی عظیم مرکزی درس گاہ جامعہ المرکز اسلامی والٹن میں ملاقات وزیارت کا شرف حاصل ہوا۔آپ سے ملاقات میں علمی و روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ساری کمیاں کوتاہیاں دور کرنے کی رہنمائی ملی۔شاہ صاحب قبلہ نے الخاتم کے خاص نمبر کی اشاعت کے لیے قبلہ امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی ؒ کی بارگاہ میں تحریری حاضری کا حکم فرمایا۔سن 1921ء عیسوی سے آج سن 2021ء عیسوی اس سو سالہ تاریخ میں بے شمار جید علمائے کرام و مفتیانِ عظام نے اپنے فتویٰ جات سے واعظین نے اپنے وعظ سے،مفسرین نے اپنی تفاسیر سے،فقہاء کرام نے خدمت ِفقہ سے، محدثین نے خدمتِ احادیث سے،قلمکاروں نے اپنے قلم سے،مدرسین نے اپنی تدریس سے،شعراء نے اپنی شاعری سے، غازیانِ اسلام نے اپنے جذبہ محبت سے،شہداءِ ناموس رسالت وختم نبوت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اپنی حاضری پیش کی۔اللہ تعالیٰ سب کی حاضری اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔یہ تمام نفوسِ قدسیہ اُمتِ مسلمہ کے تابندہ ستارے ہیں۔میں حصولِ برکت کے لئے یہاں تین سے چار ان عظیم ہستیوں کا ذکر مبارک کروں گا جو حضور ﷺ کی امت کے وہ تابندہ ستارے ہیں جن کے نور کی روشنی کا ذکر صبح قیامت تک رہے گا۔ان شاءاللہ عزوجل۔

پہلی شخصیت:۔

مجدد دین وملت حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ملک پاکستان کے لئے دوقومی نظریہ کی بات ہو،قرآن وحدیث کی افہام وتفہیم کی بات ہو فقہ کی پیچیدگیاں درپیش ہوں، فتویٰ جات ہوں،نبی پاک ﷺ کے بارگاہ میں نعتیہ حاضری ہو،دورِ جدید میں اُٹھنے والے فتنوں کا قلع قمع ہو،زہدوتقویٰ کی صحیح رہنمائی درکار ہو یا سائنسی علوم کی الجھنیں ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفسیر وحدیث،فقہ،منطق،معانی اور کلام کے ساتھ ساتھ علم جفر،نجوم ریاضی،ہیئت،تاریخ میں بھی تجدیدی مقام ومرتبہ سے سرفراز فرمایا۔اس لئے جس موضوع کی وضاحت کے لئے آپ کا قلم اُٹھا ملکِ سخن میں کمال کرتا گیا(ملک ِسخن کی شاہی تم کو رضا مسلم،جس سمت آگئے ہوں سکے بٹھا دیئے ہیں۔حصول برکت کے لئے میں یہاں آپ کی ایک عبارت نقل کروں گا جس میں آپ نے شریعت وطریقت کے عنوان پر روشنی ڈالی۔

آپ فرماتے ہیں!

شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع،شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا،طریقت کی جدائی

شریعت سے محال و دشوار ہے، شریعت ہی پر طریقت کا دارومدار ہے، شریعت ہی اصل کار اور محک و معیار ہے، شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے، اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور پڑ یگا۔ طریقت اس راہ کا روشن ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے۔ شریعت مطہرہ کے اتباع کا صدقہ ہے جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔ اور زندقہ ہے۔ (مقال العرفاء فاضل بریلوی)

اللہ اکبر کیا کمال وضاحت ہے، حضرت فاضل بریلوی نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس میں کمال کر دیا۔ اس دور پرفتن میں کبھی محبت اہل بیت کے نام پر گستاخی صحابہ کا فتنہ، کبھی محبت صحابہ کے نام پر گستاخی اہل بیت کا فتنہ، میرے نزدیک اگر کوئی بندہ چاہتا ہے کہ نت نئے اُٹھنے والے فتنوں سے اپنے ایمان کو محفوظ بنالوں تو اُسے چاہیے کہ وہ تحقیقاتِ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر انحصار کر کے انہی کو اپنا مقتداء و پیشوا بنالے۔ ان شاء اللہ یہ اُس کے ایمان کی حفاظت کے لئے ضمانت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات سے مستفید فرمائے۔

دوسری شخصیت:۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دوسری شخصیت جس نے سن 1908ء سے 1930ء تک یہ جو 22 برس اسلام کے نظام فکر اور فلسفہ وحکمت کو بیان کیا اپنی شاعری کے ذریعے بھی اور اپنی نثر کے ذریعے بھی قرآن مجید کی ایک نہایت جدید عمدہ تفسیر اگرچہ تفسیر کے نام سے آپ کو کوئی تفسیر اقبال نہیں ملے گی۔ لیکن کلام اقبال خود بہترین تفسیر ہے۔ کلام اقبال دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پیغام میں سوائے قرآن کے کچھ نہیں ہے۔

جیسا کے علامہ اقبال کے ایک شعر کا ترجمہ ہے جو مناجات علامہ اقبال نے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کی۔

ترجمہ شعر:۔

اے اللہ کے رسول اگر میرے پیغام میں قرآن کے سوا کوئی شئی شامل ہوگئی ہے میری فکر میں، میری شاعری میں، تو آپ میری فکر کا پردہ چاک کر دیجئے اور قیامت کے دن مجھے ذلیل وخوار کیجئے گا اور مجھے اپنی قدم بوسی سے محروم کر دیجئے گا۔ اللہ اکبر

علامہ محمد اقبال نے مغربی فکر پر شدید تنقید کی، بہت بڑا ناقد اور خاص طور پر مغربی تہذیب کی نفی کی آپ کو اگر امام المستغر بین کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ وہ تجدید ملت اسلامی کا علمبر دار بن کر سامنے آیا۔ اس نے خوشخبری دی کہ دنیا میں اسلام کے غلبے کا دور آنے والا ہے۔ ملت اسلامیہ جو اس وقت دبی ہوئی ہے، پسی ہوئی ہے، پوری دنیا میں پامال ہے انہیں خوشخبری دی ہے کہ دوبارہ ان کا غلبہ آئے گا۔ علامہ محمد اقبالؒ گویا اسلام کے روشن مستقبل کے مبشر بن کر ظاہر ہوئے۔

تیسری شخصیت:۔

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

ولی ابن ولی عقیدہ ختم نبوت کے پہرے داروں کے سپہ سالار حافظ قرآن، قاری قرآن، عالم باعمل، مبلغ عالم اسلام، شمشیر بے نیام، امام المسلمین، قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جنکی زندگی کے تمام شب و روز تاجدار ختم نبوت کے دین کو تخت پر لانے میں گزرے۔

کارنامے:۔

مملکت خداداد ملک پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد بیرونی غیر مسلم طاقتیں ملک پاکستان بنانے والے اہل سنت و جماعت کے بزرگوں کے نام و کام کو ختم کرنے کے درپے ہوگئیں۔قادیانیوں کی پشت پناہی ہونے لگی۔قادیانیوں کو آگے کرکے پاکستان کو توڑنے کی کوشش کی جانے لگی۔عقیدہ ختم نبوت پر ہرزہ سرائی شروع ہوگئی، اس وقت، وقت کی نبض کو جانچنے والے قائد ملت اسلامیہ نے اسمبلی کے فلور پر اپنے بابا حضرت سیدنا ابو بکر عبداللہ عتیق وصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کی پہرہ داری کا علم بلند کیا اور قادیانیوں کو اسمبلی سے کافر قرار دلوا کر اپنے صدیقی ہونے پر مہر ثبت فرمادی۔ 70 کی دہائی میں لاکھوں روپے جوتے کی نوک پر رکھ کر جان کی پرواہ کئے بغیر قادیانیت کا قلع قمع کرنے والے کو مولانا نورانی کہتے ہیں۔

کردار یزید:۔

کردار یزید یحییٰ، ضیاء، مشرف کی صورت میں آتے رہے لیکن وہ مرد مجاہد کردار حسینی کا پیکر بن کر ڈٹا رہا۔حالات جیسے بھی آئے وہ مرد کامل شروع روز سے زندگی کے آخری سانس تک اپنے اس نظریے پر قائم دائم رہا صرف پاکستان ہی نہیں وہ مرد مجاہد دنیا کے کونے کونے میں گیا اور جہاں بھی گیا ایک ہی نعرہ بلند کیا۔

سارے دکھوں کی دوا
ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
غلامی رسول میں موت بھی حیات ہے

اللہ پاک آپ کے مزار پرانوار پر اپنی کروڑہا نعمتوں کا نزول فرمائے

چوتھی شخصیت

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ چاروں نفوس قدسیہ اُمت مسلمہ کے تابندہ ستارے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک دنیا ان کے فیض سے مستفیض ہوتی رہے گی۔ یہ چاروں بزرگ جرأت، استقامت و عظمت کا نشان ہیں، ان چاروں بزرگوں کے فیض کو اگر یکجا کیا جائے اور ایسا

مرکب ہو جس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علمی ذوق ،خلوص اور محبت رسول ﷺ خوشبو آئے ،جس میں فکر اقبال کی رونق بھی ہو مولنا نورانی رحمۃ اللہ کی طرح عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اپنی زندگی کا مشن بھی ہو اور مولنا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حریت پسندی بھی چمکے ۔جس میں یہ چاروں خوبیاں چمکتی دمکتی ہوں اس شخصیت کو امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی کہتے ہیں ۔کسی کو کیا خبر تھی کہ 22 جون 1966ء نکہ کلاں گاؤں میں پیدا ہونے والی یہ شخصیت مولانا نورانی کی وارث بن کر عقیدہ ختم نبوت پر ہرزہ سرائی کرنے والوں کو دھول چٹادے گی ۔قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ طالب علمی میں جب مولنا نورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرتا تھا تو دل سے دعا نکلتی تھی کہ یا اللہ زندگی ہو تو مولنا نورانی جیسی ۔آپ کا زمانہ طالب علمی بھی کمال تھا یہاں میں آپ کے زمانہ طالب علمی کی وہ بات جو آپ بیان فرمایا کرتے تھے ۔آپ فرماتے تھے زمانہ طالب علمی میں جب مشکلات آئیں میں نے اپنی والدہ ماجدہ کو خط لکھا کہ اماں جان میرا دل نہیں لگتا میں واپس گھر آنا چاہتا ہوں میں نے نہیں پڑھنا۔آپ فرماتے ہیں میرا یہ خط جب اماں جان کو ملا میری امی جان پڑھی لکھی نہیں تھی انہوں نے میرے بھائی سے اس خط کا جواب لکھوایا اور اس خط میں عبارت کیا لکھوائی ۔انہوں نے میرے بھائی سے کہا کہ اُسے لکھو بھلا ہو گیا ہے واپس آنا ایں ۔بیٹا گھوڑوں اور جوانوں کا کوئی وطن نہیں ہوتا وہ جدھر رُخ کرتے ہیں وہی اُن کا وطن ہوتا ہے ۔اور ساتھ انہوں نے ایک ماہیا بھی لکھوایا۔

کالے کاں ماہیا۔وڈا دل کر یے پردیس کٹیندے تاں ماہیا

میرا وجدان کہتا ہے یہاں علامہ اقبال کی روح بھی کہتی ہو گی کہ

تو شاہین ہے پرواز ہے کام تیرا،
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

امیر المجاہدین کا مقام اپنی جگہ جس ماں نے امیر المجاہدین جیسے بیٹے کو جنم دیا اور اس کی ایسی تربیت کی اُس ماں کی عظمت کو لاکھوں سلام ۔

1980ء میں جامعہ نظامیہ داخل ہونے والا یہ نوجوان ایک دن اس مقام پر فائز ہو گا کے جامعہ نظامیہ اس کو اپنا فاضل بتانے پر فخر کرے گا اور استاد العلماء شیخ الحدیث والتفسیر قبلہ حافظ عبدالستار صاحب سعیدی جسے ہزاروں علماء کے استاذ اس بات کو فخریہ طور پر بیان کریں گے لوگ فخر کرتے ہیں کہ میں فلاں کا شاگرد ہوں لیکن الحمداللہ میں فخر کرتا ہوں کے میں امیر المجاہدین کا استاد ہوں اور شاید یہی میری بخشش کا ذریعہ بن جائے ۔اللہ اکبر

قارئین!! جب جامعہ نظامیہ کے اساتذہ وفضلاء کا ذکر ہوتا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظمت ومقام کو نظر انداز کیا جاسکے ۔میں سوچتا ہوں کیسا وہ معمار تھا جس نے تعلیم وتربیت کا نظام دے کر اس

میں اپنے زہد وتقویٰ وخلوص کی چاشنی شامل کی ۔ جو جامعہ نظامیہ کے نام کا باغیچہ لگا یا اس کے مہکتے پھولوں کے نام قبلہ حافظ عبدالستار سعیدی مدظلہ العالی ،حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،مناظر اسلام اور مولانا عبدالتواب صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،حضرت مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی ،محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ،علامہ مفتی منیب الرحمن صاحب ،علامہ مفتی محمد اکمل صاحب کیو۔ٹی۔وی ،حضرت قبلہ امیر المجاہدین حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ وغیرھم جیسے بے شمار نام جو جامعہ نظامیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی تعلیم کے حصول کیلئے آئے ،کوئی کسی مزدور کا بیٹا ،کوئی کسی بکریاں چرانے والے کا ،کوئی یتیم ہے کسی کا باپ دہاڑی دار ہے ۔لیکن جب حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دامن سے وابستہ ہوئے آپ نے نہ صرف ان کے سروں پر دستارِفضلیت سجائی بلکہ جب وہ اپنی درسیات کو مکمل کر کے اپنے سروں پر فراغت کی دستار سجائے جا رہے تھے ۔اللہ نے اپنے فضل سے مقام ولایت کے منصب کی رونقیں بھی عطاء فرمائیں ۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

انہی جید علماء میں سے ایک علامہ خادم حسین رضوی بھی ہیں جو 1988ء کو اپنے سر پر دستارِفضلیت سجا کر" العلماء ورثۃ الانبیاء "کے منصب پر فیض ہو کر اللہ و رسول ﷺ کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے نکلے ۔اس پختہ ارادہ کے ساتھ کہ دستار کی صورت میں ان کے اساتذہ بزرگوں نے ان کے سر پر جو ذمہ داری رکھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نبی پاک ﷺ کی رحمت سے اس کو پورا کریں گے ۔پھر وہ اپنی زندگی میں جہاں اور جس پلیٹ فارم پر بھی گئے انہوں نے اپنے بزرگوں کی اس دستار کی لاج رکھی اور ایسا کردار پیش کیا کہ اُن کے اساتذہ ان پر فخر کرتے رہے ۔

اللہ تعالیٰ نے قبلہ امیر المجاہدین کو حضرت مولنا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حریت پسندی کے فیض کا بھی حصہ وافر عطاء فرمایا۔سن 1993ء عیسوی میں جب آپ محکمہ اوقاف کے خطیب منتخب ہوئے تو محکمہ اوقاف کی ملازمت کی زنجیریں بھی آپ کو حق گوہی سے نا ہٹا سکیں ۔آپ نے حکومت وِقت کی غلط پالیسیوں پر دل کھول کر تنقید کی بالآخر غازی ممتاز حسین قادری شہید کی سزا کے خلاف احتجاج پر آپ نے اس ملازمت کو خیر آباد کہہ دیا اور کھل کر غازی ممتاز حسین قادری شہید کی حمایت میں میدان عمل میں نکل پڑے ۔اور پھر ایسا نکلے نہ رات دیکھی نہ دن ،نہ صبح نہ شام ،نہ اولاد نہ مال نہ جان ہر چیز کی پرواہ کئے بغیر پورے پاکستان میں شہید ناموس رِسالت ،عاشق صادق ،محب مصطفی ،محبوب مصطفی غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ تعالی کے نام کے ڈنکے بجا دیئے ۔ہر محفل میں عاشقانِ مصطفی ﷺ کی زباں پر یہ نعرہ تھا۔جرأت و بہادری ممتاز حسین قادری ،غازی تیری جرأت کو سلام اس حمایت پر آپ کو بہت سی حکومتی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ۔لیکن حکومتی تکلیفیں تو درکنار ،ایکسیڈنٹ میں ہونے والی بہت بڑی معذوری بھی آپ کو اس مشن سے نہ ہٹا سکی ۔آپ نے اپنی ہمت اور استقامت کے مطابق جتنا ہو سکا اس میں کوئی کسر

باقی نہ چھوڑی ۔ظالم اور بدنصیب حکومت نے جب اپنے آقاؤں یہود ونصاریٰ کو خوش کرنے کے لئے شہید ناموسِ رسالت غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کو تختہ دار پر چڑھایا تو آپ کی شہادت نے قبلہ امیر المجاہدین کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔شہید ناموس رسالت غازی ممتاز حسین قادری کی شہادت کے بعد آپ نے یہود ونصاریٰ کے ان پالتو حکمرانوں کے خلاف مستقل سیاسی جہاد کا اعلان کرکے تحریک لبیک پاکستان کے نام سے جماعت بنائی اور پورے پاکستان میں یہ نعرہ بلند کیا لبیک لبیک لبیک یا رسول اللہ ﷺ یہ نعرہ اتنا مقبول ہوا کہ صرف پاکستان میں نہیں پوری دنیا میں اس نعرے کو پذیرائی ملی ۔نوجوان،بچہ،بوڑھا ہر ایک کی زباں پر لبیک لبیک لبیک یارسول ﷺ تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطاء فرمائی ۔اتنے کم عرصے میں کسی مذہبی جماعت کو اتنی پذیرائی شاید ہی ملی ہو اس کی وجہ حضرت امیر المجاہدین کا خلوص اور نبی پاک ﷺ سے والہانہ محبت تھی ۔2018ء کے انتخابات میں پہلی بار الیکشن میں حصہ لیا،اندرونی و بیرونی طاقتوں کی مخالفتوں کے باوجود لاکھوں میں ووٹ حاصل کرکے سیکولر جماعتوں کی کمر توڑ دی ۔جب بھی دین اسلام ناموس رسالت،عقیدہ ختم نبوت پر کسی نے ہرزہ سرائی کا سوچا بھی تو تحریک لبیک قبلہ امیر المجاہدین کی قیادت میں سر دھڑ کی بازی لگا کر میدان میں نکل آئی ۔اس میں فیض آباد کا دھرنا قابل ذکر ہے ۔قبلہ امیر المجاہدین نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے یہاں بہت سی قربانیاں دیں اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی صحیح تعلیمات سے بھی اُمت کو روشناس کیا۔دین اسلام کی جان جہاد فی سبیل اللہ اور نبی پاک ﷺ کی ناموس پر مر مٹنے کا جذبہ وشوق نوجوانوں میں زندہ کیا۔

یہاں میں محترم بھائی نجم الحسن باجوہ کی بات کو میں ضرور نقل کروں گیا جس میں انہوں نے قبلہ امیر المجاہدین کے پانچ بڑے کارناموں کا ذکر کیا وہ کہتے ہیں ۔

کارنامہ نمبر 1۔

علامہ خادم حسین رضوی عقیدہ ِختم نبوت کی حفاظت کرنے والی فورس کے لیڈر تھے ۔مثال دیتا ہوں کیسے جب کبھی پاکستان میں ختم نبوت کے لحاظ سے کوئی بھی ایسی شق یا کوئی بھی ایسا کام کرنے کی کوشش کی جاتی تھی یا کوئی ایسا بیرونی ایجنڈا فالو کرنے کی کوشش کی جاتی تھی ۔آپ سب کو معلوم ہے کہ پاکستان میں فنڈنگ ہوتی ہے اس چیز کی،میں کسی پر الزام نہیں لگا رہا کہ فلاں کرتا ہے یا فلاں جماعت نے پیسے لئے لیکن یہ بات کا سب کو معلوم ہے کہ فنڈنگ ہوتی ہے اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ان قوانین کو کسی طرح نرم کیا جائے،کسی طریقے سے مولڈ کر دیا جائے ۔الفاظ تبدیل کر دیئے جائیں،لیکن جب کبھی 2017ء کے بعد ایسا ہوا یا ایسا کرنے کی کوشش کی گئی تو ایک سب سے بڑا خطرہ ان کے لئے موجود رہتا تھا اور اس کا نام تھا خادم حسین رضوی،آپ اس بات سے اندازہ لگائیے کہ دنیا جہاں کا سب سے بڑا ملعون ویلڈر رہے ۔آپ سب نے شاید اس کا نام سنا ہوگا پوری دنیا میں خاکے بنانے کی تحریک ہو یا آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی تحریک ہو اس کے پیچھے سب سے بڑا

ملعون ویلڈر رہے۔اور اس ویلڈر نے علامہ خادم حسین رضوی کے انتقال کے بعد سب سے پہلا جو ٹوئٹ کیا ہے وہ مبارک باد کا ٹیوٹ کیا ہے یعنی اتنی بڑی تکلیف تھی علامہ خادم حسین رضوی کی موجودگی پاکستان میں۔میں اپنا پہلا پوائنٹ دوبارہ سے سمجھانے جارہا ہوں اگر پاکستان میں بیرون ممالک سے فنڈنگ کرنے والے لوگ بیٹھے تھے جو یہ چاہتے تھے کہ وہ یہاں پر ختم نبوت کے حوالے سے جو معاملات ہیں ان کو بدلا جائے تو ان کے لئے سب سے بڑا خطرہ 2017ء کے بعد پاکستان میں کوئی تھا تو وہ علامہ خادم حسین رضوی تھے آپ کو ان کی بعض پالیسیوں سے لاکھ اختلاف ہوگا لیکن یہ بات سچ ہے کہ پاکستان میں 2017ء کے بعد عقیدہ ختم نبوت کا دفاع ان سے بڑھ کر کسی نے نہیں کیا۔

کارنامہ نمبر 2۔

آپ کو یاد ہوگا (ن) لیگ کی گورنمنٹ میں حلف نامے میں ایک تبدیلی کی گئی تھی، یہ حلف نامہ وہ حلف نامہ ہے جو ممبرانِ اسمبلی حلف لیتے ہیں اس میں دو چار الفاظ کو تبدیل کر دیا گیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اب ایمان کی جگہ یہ کہا جاتا تھا کہ میں اقرار کرتا ہوں یہ آپ اس سے مناہی بھی کر سکتے ہیں۔آپ کو یاد ہوگا کہ ختم نبوت کے معاملے پر اسمبلی میں ایک شق لے کر آئے تھے تب وزیر قانونی زاہد حامد ہوا کرتے تھے نہ مولانا فضل الرحمن صاحب کو پتا چلا اور نہ بڑی بڑی دینی جماعتوں کو اور سارے لوگوں نے بیٹھ کر اس بل کے حق میں ووٹ دیا تھا۔اور ایک بندہ کھڑا ہوگیا تھا جو اسمبلی میں بھی نہ تھا تو اس کا نام تھا خادم حسین رضوی تو سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے ان کا کہ انہوں نے جو حلف نامہ ہے اس کو اپنی اصلی حالت میں لے کر آئے تھے تب انہوں نے پورے ملک میں اس کے لئے تحریک بھی چلائی تھی۔یہ دوسرا بڑا کارنامہ ہے اُن کا کہ ایک ایسا بندہ جو اسمبلی میں موجود نہیں ہے ایسا بندہ جو ابھی سیاست میں بھی نہیں آیا تھا ایسا آدمی جو ان طاقت ور لوگوں کے خلاف کھڑا ہوگیا تھا جو پورے پاکستان کے سب سے طاقت ور لوگ ہیں۔طاقتور اسمبلی میں بیٹھتے ہیں۔طاقت ان کے پاس ہے، قانون اُن کے پاس ہے، فورس ان کے پاس ہے، ایجنسیز ان کے پاس ہیں، پولیس ان کے پاس ہے لیکن ان کے خلاف ایک ایسا بندہ جس کے پاس تب نہ کوئی سیاسی طاقت تھی، نہ کوئی بڑی سٹریٹ پاور تھی لیکن وہ کھڑا ہوگیا۔یہ کارنامہ اور یہ سہرا انہی کے سر جاتا ہے انہوں نے سب کچھ نہ ہونے کے باوجود ان طاقتوں سے ٹکر لے کر نہ صرف اس حلف نامے کو اپنی اصلی حالت میں تبدیل کروایا بلکہ اس جرم میں شامل اس وقت کے وزیر قانون زاہد حامد کو بھی مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔

کارنامہ نمبر 3:۔

پاکستان میں ہر دوسرے، تیسرے گھر میں آپ کو مذہب سے جنون کی حد تک محبت کرنے والے لوگ ملیں گے۔ اور یہ ہمارے پاکستان کا اثاثہ ہیں کیونکہ پاکستان بنا ہی مذہب کے نام پر تھا لیکن ایک پرابلم ہے اور وہ پرابلم یہ ہے کہ دینی جماعتوں کو ووٹ نہیں دیئے جاتے آپ الیکشن کی ہسٹری اُٹھا کر دیکھ لیں جو دینی جماعتوں سے لوگ کھڑے ہوتے ہیں لوگ

ان کے کردار کی گواہی دیتے ہیں۔اُن کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں،اُن کے اوپر مرمٹتے ہیں،اُن کے لئے جان دے سکتے ہیں لیکن ووٹ نہیں دے سکتے۔پاکستان میں دینی جماعتوں کے لئے جان دی جاسکتی ہے ووٹ نہیں دیا جاسکتا۔اس بات کو اگر کسی نے توڑا ہے تو علامہ خادم حسین رضوی نے،پہلی بار الیکشن میں 22لاکھ ووٹ حاصل کیے۔2018 کے الیکشن میں دوسرے نمبر،تیسرے نمبر پر تحریک لبیک کا ہی بندہ تھا۔2،3 سال میں اتنی بڑی پیش رفت اگر پانچ،دس سال علامہ خادم حسین رضوی اس جماعت کو لیڈ کر جاتے تو صورتحال کیا ہوتی؟

یاد رکھیں عمران خان کو پچیس سال ہو گئے ہیں سیاست میں اور وہ بائیس سال کے بعد وزیر اعظم بنے اگر اتنا وقت علامہ خادم حسین رضوی کا ہوتا تو اس سے ہزار گناہ بڑی سٹریٹ پاور ہوتی۔علامہ خادم حسین رضوی نے بائیس لاکھ کے قریب ووٹ لے کر اس بات کو توڑا کے مذہبی جماعتوں کو ووٹ نہیں ملتا یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

کارنامہ نمبر 4:۔زیرو ٹو ہیرو

2017ء سے پہلے علامہ خادم حسین رضوی کو ایک مخصوص حلقہ جانتا تھا یہاں پر میں ایک بات کرتا جاؤں علامہ طاہر القادری صاحب کے پاس اگر اچھی سٹریٹ پاور ہے تو اس کے لئے کتنا وقت لگا آپ ابھی یوٹیوب کھولیں تو آپ کو ان کی سیاہ داڑھی نظر آئے گی جب سے وہ تحریک کو لے کر چلے ہیں لیکن علامہ خادم حسین رضوی کو 2017ء سے پہلے لاہور میں بھی ایک مخصوص حلقہ جانتا تھا لیکن 2017ء کے بعد کونسا محلہ،کونسی وہ گلی ہے جس میں اُن کی تصویر والے بینر نہ لگے ہوں۔کونسا ایسا بندہ ہے پاکستان میں جو علامہ خادم حسین رضوی کو نہیں جانتا۔بی بی سی رپورٹ کرتا ہے کہ 1966ء میں اٹک میں پیدا ہونے والا ملک پاکستان کا ہیرو تھا ہر تیسرے سے چوتھا بندہ آپ کو اُنکا چاہنے والا ملے گا۔پھر اقبالیات پر ان جیسا کسی کو بات کرتے نہیں دیکھا۔اُن کی تقریر میں ایک دم ہوتا تھا میں ایک میڈیا کے بندے کو جانتا ہوں وہ علامہ خادم حسین رضوی کا بہت بڑا ناقد تھا جو ان پر ہمیشہ تنقید کرتا تھا جب علامہ خادم حسین رضوی لاہور میں جلسے جلوس کیے،آپ کو یاد ہوگا جب داتا صاحب دربار کے سامنے دھرنے ہوا کرتے تھے تو وہ تنقید کرنے والا کہتا ہے کہ میں وہاں تنقید کی غرض سے کھڑا تھا لیکن جب علامہ خادم حسین رضوی نے تقریر شروع کی ایسے لگ رہا تھا جیسے پورے پنڈال میں وجد طاری ہو گیا ہو۔اس مجمع کی کیفیت ہی کچھ اور تھی اور میں تنقید کی غرض سے کھڑا ہونے والا اُس کیفیت میں کھو گیا تھا۔تقریر میں بھی علامہ خادم حسین رضوی کو کمال حاصل تھا۔

کارنامہ نمبر 5:۔

پانچواں اور آخری کارنامہ آپ کچھ بھی کہیں پاکستان میں ایک بندہ زیرو سے اُٹھ کر آتا ہے پھر وہ اپنے آپ کو اپنی سٹریٹ پاور کو ایسے منواتا ہے کہ آپ کے طاقت ور ترین حلقے اس کے ساتھ بیٹھ کر ایگریمنٹ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو یہ پانچ کارنامے ایسے ہیں جو علامہ خادم حسین رضوی کے علاوہ کوئی نہ کر سکا۔

قارئین کرام!! امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کی ذات بے شمار خوبیوں و کمالات کی حامل تھی جس کو صرف اپنوں نے نہیں غیروں اور دشمنوں نے بھی تسلیم کیا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ آپ کی جدو جہد دین اسلام وختم نبوت کی خاطر کوششیں، تکلیفیں وقربانیاں یہ اتنا بڑا موضوع ہے کہ اس پر پی ایچ ڈی کی جا سکتی ہے اور انشاء اللہ ہو گی۔ شہر لاہور میں موٹر سائیکلوں کے سلنسر اُتار کر 14 اگست کو آزادی منانے والے نوجوان اب اپنی موٹر سائیکلوں پر، اپنے گلی محلوں میں اور بڑی شاہراؤں پر لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ کے نعرے لگاتے نظر آتے ہیں۔ یہ دیکھ کر بندہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس تبدیلی کا تمام تر سہرا قبلہ امیر المجاہدین کے سر پر جاتا ہے۔

19 نومبر 2020 رات نو بجے کے قریب داتا صاحب سے واپسی پر رستے میں علامہ حافظ نصیر احمد نورانی صاحب صدر جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب نے فون پر قبلہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے وصال کی خبر دی جس کو سنتے ہی ایک سکتہ طاری ہو گیا۔ علامہ خادم حسین رضوی کے وصال نے پورے اہل سنت میں ایک یتیمی کی فضاء بنا دی۔ علماء، طلباء تو اپنی جگہ عام عوام الناس بھی آپ کے وصال پر رنجیدہ و غمگین تھے ہر طرف سوگوار ماحول تھا۔ آپ کے وصال نے جو ماحول بنا دیا تھا اس کو دیکھ کر بار بار یہ عبارت زبان پر آتی تھی (موت العالم موت العالَم) اللہ تعالیٰ آپ کے مزار پر انوار پر اپنی کروڑ ہا رحمتوں کا نزول فرمائے اور اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب کی اس خدمت جو آپ نے (الخاتم) کا خاص نمبر جو قبلہ امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ پر شائع کیا ہے قبول فرمائے۔ آمین



امیرالمجاھدین کی جرأت واستقامت

محمد شاکر فریدی چشتی (احمد پور شرقیہ بہاولپور)

نوٹ: یہ مضمون امیرالمجاھدین علیہ الرحمہ کی زندگی میں لکھا گیا تھا کیونکہ اس میں درج تمام تفصیل وصال سے پہلے کی ہیں لہٰذا اسے اسی تناظر میں پڑھا جائے۔احقر سید صابر حسین شاہ بخاری (سرپرست اعلیٰ''الخاتم''انٹرنیشنل)

استاد العلماء، مفکر اسلام، رئیس المدرسین، رئیس المتکلمین، محقق العصر، دانائے غیور، فخر عرب وعجم، شمشیر بے نیام، حامی حق و صداقت مرد قلندر، شیخ الاسلام، فکر اقبال کے حقیقی ترجمان، عالم باعمل، مجدد وقت، شیخ الحدیث عالم بنبیل، فاضل جلیل، شیر اسلام، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین اعلیٰ حضرت، جانشین مجدد الف ثانی، جانشین پیر مہر علی شاہ، جانشین پیر جماعت علی شاہ، پاسبان دین مصطفیٰ حق وصداقت کے علمبردار، یادگار اسلاف، قاطع، یہودیت ونصرانیت ونجدیت وقادیانیت امیر المجاہدین محافظ ختم نبوت ﷺ حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی قادری دامت برکاتھم العالیہ صاحب اپنے وقت کے مایہ ناز اور بے مثال عالم دین ہیں۔

آپ اپنی ساری زندگی ناموس رسالت ﷺ کی پاسداری میں گزارنا چاہتے ہیں۔آپ ہمیشہ حق بات کا پرچار کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے انشاءاللہ!

آپ اپنی تقاریر میں دلائل وبراہین وفصاحت وبلاغت کے دریا بہادیتے ہیں۔آپ کے اندر غیرت دینی وایمانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔آپ شہباز خطابت ہیں۔

آپ ولی کامل ہیں۔آپ کی تقاریر ختم نبوت ﷺ، عشق رسول ﷺ اور ناموس رسالت ﷺ پر مشتمل ہوتی ہیں۔

فقیر نے سوچا کہ آپ کی زندگی کے متعلق کچھ عرض کردوں تاکہ آج کے نوجوان بھی اپنے عظیم قائد کے بارے میں جان سکیں۔ اس لیے فقیر نے تقاضا وطلب کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت سے دوستوں سے معلومات اکٹھی کی ہیں۔دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ناموار شخصیت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

باباجان کاتعارف

باباجی کی پیدائش:

باباجان کی قوم اعوان ہے باباجان نے ضلع اٹک کے گاؤں نکہ کلاں کے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔باباجان کی ولادت 22 جون 1966ء میں ہوئی۔آپ کل دو بھائی اور چار بہنیں ہیں۔آپ کے والد محترم صاحب کا نام''لعل خان'' تھا۔آپ کے بھائی کا نام امیر حسین صاحب ہے۔

ابتدائی تعلیم :۔

باباجان نے اپنے گاؤں کے سکول سے چار جماعتیں پاس کی تھی۔ پانچویں کلاس کی کتابیں خرید یں تو تھیں لیکن اس سے پہلے ہی دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جہلم چلے گئے تھے۔آپ نے اٹک سے جہلم کا سفر جون 1974ء میں شروع کیا تھا۔

اس وقت آپ کی عمر تقریباً 8 سال تھی۔آپ جب جہلم گئے تو اس وقت ''تحریک ختم نبوت'' عروج پر تھی۔جہلم میں باباجا ن کے گاؤں کے استاد حافظ غلام محمد صاحب تھے۔جو باباجان کو مدرسہ جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم عیدگاہ لے گئے۔

یہ مدرسہ قاضی غلام محمد کا تھا جو تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مرید تھے۔وہ خطیب اور امام تھے۔جن حضرات سے باباجان نے قرآن پاک حفظ کیا تھا ان میں ایک قاری غلام یٰسین صاحب تھے۔بعد میں قاضی امانت علی صاحب سے حفظ کیا۔باباجان نے تقریباً 12 پارے جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم سے حفظ کیے تھے۔

آپ کے ساتھ جو ساتھی پڑھنے کے لیے آئے تھے ان میں ایک گل محمد نامی لڑکا بھی تھا جس کی باورچی سے کچھ لڑائی وغیرہ ہوگئی تھی۔اس لیے اس لڑکے کو مدرسہ سے نکال دیا تھا۔تو گاؤں کے استاد جنہوں نے آپ کو گاؤں سے لایا تھا انہوں نے آپ سب لوگوں کو اس مدرسہ سے نکال کر مشین محلہ کے ایک دارالعلوم میں داخلہ کروادیا تھا۔

اس مشین محلہ سے آپ نے باقی 18 پارے حفظ کیے تھے۔اس طرح آپ نے چار سال کے اندر قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔اس وقت باباجان کی عمر تقریباً 12 سال تھی۔

آپ بہت ذہین شخصیت ہیں۔اس لیے تھوڑے عرصے میں مکمل قرآن حفظ کرلیا۔

اعلیٰ تعلیم:۔

باباجان تقریباً 1978ء میں قرأت پڑھنے کے لیے ضلع گجرات چلے گئے تھے۔وہاں پر آپ نے دوسال تک قرآن پاک قرأت کے ساتھ پڑھا تھا۔

1980ء میں باباجان لاہور چلے گئے تھے۔وہاں آپ نے درس نظامی پڑھنا شروع کیا تھا۔آپ 1988ء میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔باباجان عربی اور فارسی زبانوں میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

باباجان کی علمی مہارت:

امیر المجاہدین علم کا سمندر ہیں۔باباجان شیخ الحدیث ہیں قرآن پاک کو گردان اور صیغوں کے ساتھ اچھی طرح جانتے ہیں۔ باباجان ''صرف ونحو'' میں بھی مہارت رکھتے ہیں آپ اپنے ہر بیان میں ایک دو قرآن پاک کی گردانیں ضرور پڑھتے ہیں۔ باباجان کلام اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ کے بھی غالباً حافظ ہیں۔باباجان کلام اقبال کے بھی حافظ ہیں۔علامہ اقبال کا جتنا کلام بھی ہے

چاہے اردو ہے یا فارسی تو باباجان مکمل کلام کے حافظ ہیں۔ باباجان مولانا روم کے کلام کے زیادہ تر حصے کے بھی حافظ ہیں۔ باباجان فرماتے ہیں کہ مجھے TV پر روزانہ ایک گھنٹہ بٹھا دو تو میں چند دنوں میں پورے پاکستان کے لوگوں کو صرف ونحو پڑھا دوں گا۔ باباجان عربی اور فارسی میں بھی اچھی خاصی مہارت رکھتے ہیں۔ باباجان کے علاوہ کسی کو بھی علامہ اقبال کا مکمل کلام یاد نہیں ہے۔ باباجان کو حافظ شیرازی کا کلام بھی یاد ہے۔ باباجان کے استادمحترم حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ صاحب نے باباجان سے کہا آپ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ پر مقالہ لکھو۔

مقالہ ''اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء'' باباجان کا یہ مقالہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے فتاویٰ رضویہ شریف کے شروع میں لگایا گیا ہے۔ باباجان نے عربی زبان وگرائمر کی ایسی کتب بھی لکھی ہیں جو دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہیں۔ باباجان کے پاس رضویت کی سندموجود ہے۔ باباجان مدارس اور مذہب حنفی کے دورحاضرہ کے جید علماءومشائخ میں سے ہیں۔ باباجان کا خطاب ہو یا آپکی کتاب ہو سن کر پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جنہیں حضور ﷺ اپنے علم کا وارث کہا تھا واقعی یہ علم وعرفان کا گوہر ان سے ہے۔

بچپن کے حالات:۔

باباجان بچپن سے کبھی کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں تھے۔آپ شرارتیں بھی نہیں کرتے تھے۔اکثر اوقات باباجان مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ باباجان بچپن سے ہر رات کو باوضو ہو کر سورت ''محمد شریف'' تلاوت کرتے ہیں۔

اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ باباجان ہر رات کو تسبیح فاطمہ پڑھ کر سوتے ہیں۔

باباجان فارغ وقت میں درود پاک پڑھتے رہتے ہیں۔

بچپن کے چند واقعات:۔

باباجان اپنی چھٹیاں اپنے گاؤں میں گزارتے تھے۔ باباجی کے چند واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں۔

واقعہ نمبر:1

باباجان جب اپنے گاؤں میں جاتے تو آپ اپنے والدین کا کام کاج میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ایک دفعہ باباجان رات کے وقت کنویں سے پانی بھرنے گئے تھے۔ پانی بھر لینے کے بعد آپ نے کنویں کے اوپر سے چھلانگ لگا دی لیکن دوسری طرف جانے کی بجائے کنویں میں گر گئے۔

باباجان نے گرنے کے دوران بلند آواز سے ''اللہ'' کہا۔ باباجان فرماتے ہیں مجھے پتہ بھی نہ چلا کے میں اچانک کنویں کی لکڑی پر آبیٹھا۔ یہ بھی ایک کرامت سمجھیں اگر باباجان سیدھا پانی میں گرتے تو شاید کہ اس دنیا فانی سے کوچ کر جاتے جب باباجان گھر آئے اور سارا واقع سنایا تو کوئی بھی ماننے کو تیار نہ تھا۔

واقعہ نمبر:2

ایک مرتبہ باباجان جانوروں کو نالے سے پانی پلانے گئے تو آپ کو نہانے کا شوق ہوا۔ تو باباجان نالے میں اتر کر نہانے لگے۔ نہاتے ہوئے آپ پانی میں ڈوبنے لگے تو آپ کے ماموں زاد محمد ممتاز نے چھلانگ لگا کر آپکو باہر نکالا۔ اس طرح آپ موت کے منہ سے دوسری بار بچ نکلے یہ اللہ کی کرم نوازی تھی۔

واقعہ نمبر:3

اس طرح جب 1982ء میں آپ تیسویں ختم شریف کر کے واپس تشریف لائے تو ان دنوں ماہ رمضان شروع ہو چکا تھا۔ تو آپ کے والد صاحب نے کہا کہ جوار اور باجرہ کاشت کرنا ہے لہذا صبح آپ نے بھی میرے ساتھ چلنا ہے۔ صبح باباجان اپنے والد صاحب اور اپنے چچا جان کے ساتھ کھیتوں میں چلے گئے۔ باباجان سارا دن ہل چلاتے رہے تھے۔ آپ حالت روزہ میں سارا دن ہل چلاتے رہے تو اس لیے تھکاوٹ کی وجہ سے نڈھال ہو گئے اور تھک کر گر پڑے تھے۔ تو آپ کے والد صاحب سارا دن کنویں پر لٹا کر آپ پر پانی ڈالتے رہے۔ جب باباجان کی والدہ کو خبر ہوئی تو وہ آپ کے والد صاحب سے خفا ہوئیں۔

لاہور میں معمولات زندگی:۔

باباجان کا لاہور آنے کے بعد بھی وہی معمول تھا۔ مدرسے سے تقریباً شام پانچ بجے چھٹی ہوتی تھی تو باباجان عصر کے بعد سیر کرنے کے لیے مینار پاکستان چلے جاتے تھے۔ وہاں پر ایک والی بال کی ٹیم والی بال کھیلا کرتی تھی۔ تو باباجان روزانہ دیکھنے جاتے تھے۔ باباجان نے خود کبھی بھی کوئی کھیل نہیں کھیلا تھا۔ کرکٹ سے تو ویسے بھی باباجان کو نفرت تھی۔

باباجان کا حلیہ:۔

باباجان کا مختصر حلیہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ باباجان ٹانگوں سے معزور ہیں۔ باباجان ریڑھ کی ہڈی کے مریض ہیں۔ باباجان کا چہرہ نورانی اور خوبصورت ہے۔ باباجان کے سر اور داڑھی کے بال سفید اور چمکدار ہیں۔ باباجان کی زیارت کرنے سے دل کو بہت سکون ملتا ہے جس سے اللہ پاک یاد آجاتے ہیں باباجان کے ہاتھ نرم ریشم کی طرح ہیں باباجان کا چہرہ اور پیشانی کشادہ اور خوب صورت ہیں۔ باباجان بہت خوب صورت ہیں۔ باباجان اتنے خوبصورت ہیں کے آج تک میں نے ان جیسا کوئی حسین نہیں دیکھا۔

شوق:۔

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

باباجان کو علامہ اقبال صاحب کا کلام پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ باباجان دیگر کتب کے مطالعہ کے علاوہ کلام اقبال بھی

پڑھتے ہیں۔ باباجان نے نوعمری سے ہی اقبال کی کتب پڑھنا شروع کر دی تھیں۔ اگرچہ باباجان نے مدرسہ میں فارسی پڑھی تھی لیکن علامہ اقبال کے کلام کو گہرائی سے جاننے کے لیے آپ نے بہت سی فارسی زبان کی لغت کی کتابیں خریدی تھیں۔ باباجان حضرت علامہ مولانا اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا کلام بھی پڑھتے ہیں۔ مولانا روم اور حافظ شیرازی کا کلام بھی پڑھتے ہیں باباجان کے گھر میں کیبل وغیرہ بالکل نہیں ہے باباجان TV وغیرہ بھی نہیں دیکھتے اگر وقت مل جائے تو اخبار وغیرہ پڑھ لیتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری:۔

اسلام کے سارے سپہ سالار اپنی مثال آپ ہیں لیکن باباجان کو سب سے زیادہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے متاثر کیا۔ باباجان کے دل میں حاضری کی بہت تڑپ تھی۔ باباجان اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت خالد بن ولید کے مزار پر پہنچے تو اس وقت مزار کا دروازہ بند کیا جا رہا تھا۔ جب باباجان دروازے پر گئے تو پوچھا گیا کہاں سے ہو تو باباجان نے کہا پاکستان سے تو دروازہ کھول کر اندر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ کیونکہ سرکاری طور پر دروازہ بند ہونے کا وقت ہو گیا تھا۔ یہ بھی ایک توجہ طلب بات ہے کہ باباجان کے لیے حضرت خالد بن ولید انتظار کر رہے تھے کہ میرا مہمان آ رہا ہے۔ باباجان نے اپنی قسمت پر ناز کیا کہ باباجان کو حاضری نصیب ہوئی۔ باباجان نے وہاں پر نوافل ادا کیے۔ اور زیارت کی۔

والدین کی باباجان سے محبت:۔

دنیا کی ماں کی طرح باباجان کی والدہ محترمہ بھی آپ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں، ساری عمر آپکی والدہ صاحبہ آپ کا خیال رکھتی تھیں۔ لیکن آپ زیادہ تر اپنے والد لعل خان صاحب کے قریب تھے۔ آپ کے والد صاحب بھی آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اور بے حد زیادہ خیال رکھتے تھے۔ محبت کا یہ عالم تھا کہ کسی کو باباجان کے سامنے اونچا نہیں بولنے دیتے تھے۔ آپ کے والد صاحب کے ایک بچپن کے دوست تھے انہوں نے ایک دن باباجان کو طنزاً صوفی بولا۔ تو آپ کے والد صاحب ان سے سخت ناراض ہوئے۔

آپ کے والد صاحب اٹک سے آپ کے لیے لاہور دیسی گھی وافر مقدار میں خرید کر لاتے تھے۔ کیونکہ باباجان نے کبھی بھی ڈالڈا گھی استعمال نہیں کیا تھا۔ آپ کے والد صاحب اس کی آپ سے قیمت نہیں لیتے تھے۔ یہ آپ کے والد صاحب کی محبت تھی۔

ملازمت:۔

1993ء میں باباجان نے محکمہ اوقاف پنجاب میں ملازمت اختیار کی تھی۔ باباجان داتا دربار لاہور کے ساتھ پیر مکی مسجد میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ اس وقت باباجان کی تنخواہ 20 ہزار تھی۔ اب آپ نے یہ ملازمت چھوڑ دی ہے۔ موجودہ دور

میں باباجان رحمت العالمین مسجد کے خطیب ہیں۔ یہاں سے باباجان کو پندرہ ہزار مشاہرہ ملتا ہے۔

شادی:۔

تقریباً1994ء میں مولانا خادم حسین رضوی قادری صاحب کی شادی چچا کی بیٹی سے ہوئی۔ یہ رشتہ آپ کے والد صاحب نے پسند کیا تھا۔

اولاد:۔

باباجان کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں بڑے بیٹے کا اسم گرامی حافظ محمد سعد رضوی ہے۔ چھوٹے صاحبزادے کا اسم گرامی حافظ محمد انس رضوی ہے۔آپ کے دونوں صاحبزادے حافظ بھی ہیں اور درس نظامی بھی کر رہے ہیں جو کہ اختتام ہونے والا ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کا سایہ ہم لبیک والوں اور اہل سنت پر ہمیشہ قائم و دائم فرمائے(آمین)

والد صاحب کا انتقال:۔

2008ء میں ایک مرتبہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب کشمیر خطاب کے لیے گئے ہوئے تھے۔واپسی پر جب راستے میں تھے تو آپ کے والد صاحب کا فون آیا کہ میری طبیعت خراب ہے جلدی گھر آ جائیں۔جب باباجی گھر پہنچے تو ان کے والد صاحب بیمار نہیں تھے۔لیکن ان کی طبیعت عجیب لگ رہی تھی باباجی فرماتے ہیں اس وقت یقین ہو گیا تھا کہ والد صاحب اس دنیا فانی سے رخصت ہونے والے ہیں۔مولانا صاحب اپنے والد صاحب سے گلے ملے تھے اور اس کے بعد مولانا صاحب آرام کرنے کے لیے سو گئے تھے۔جب بیدار ہوئے تو ان کو کھانا پیش کیا گیا۔باباجانے نے کھانا تناول فرمایا اور اپنے والد صاحب سے کئی گھنٹوں تک بات چیت کرتے رہے۔مولانا صاحب کے والد صاحب زیادہ تر ماضی کی باتیں کرتے رہے۔اس کے بعد مولانا صاحب نے کہا کہ اب میں لاہور جاتا ہوں تو آپ کے والد صاحب نے کہا ٹھیک ہے اب آپ جاؤ میری طبیعت ٹھیک ہے مولانا صاحب کو گردن پر بوسہ دیا اور جانے کی اجازت دی۔دوسرے روز ظہر کے وقت آپ کے والد صاحب چارپائی پر بیٹھے تھے کہ اچانک نیچے کی طرف گر پڑے اور ان کا انتقال ہو گیا۔

مولانا صاحب کا ایکسیڈنٹ:۔

مولانا صاحب کے والد صاحب کے انتقال کے ایک سال بعد مولانا صاحب کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔یہ حادثہ2009ء کو پیش آیا تھا۔مولانا صاحب کے بڑے بھائی گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کرا رہے تھے۔اس لیے مولانا صاحب گاؤں جا رہے تھے اس دن سفر کے دوران مولانا صاحب کا دل اضطراب میں تھا۔راستہ میں ایک CNG پمپ آیا وہاں پر گاڑی کو رکوایا اور باباجی واش بیسن پر جا کر وضو کرنے لگے۔یہ آخری ہی دفعہ کھڑے ہونے کا موقع۔مولانا صاحب نے مسجد کی طرف قدم اٹھایا تا کہ نفل پڑھ لیں پھر سوچا نوافل تو بیٹھ کر بھی ہو جاتے ہیں اس لیے گاڑی میں پڑھ لوں گا۔CNG پمپ سے تھوڑے فاصلہ پر گاڑی

کے ڈرائیور کو نیند آ گئی سامنے ایک خطرناک موڑ آ گیا۔ باباجی نے کہا! میں نے دیکھا کہ ڈرائیور گاڑی سیدھی لے کر جا رہا ہے باباجی نے جلدی سے ڈرائیور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کیا کر رہے ہو؟''بس یہ ایک ہی جملہ کہنے کی دیر تھی کہ مولانا صاحب کی گاڑی نیچے جا گری''۔ڈرائیور اور گاڑی سلامت رہے جب کہ باباجی کے سر پر بہت گہری چوٹ آئی۔ باباجی کا نچلا حصہ مفلوج ہو گیا۔اور بہت بری طرح سے متاثر ہو گئے۔اور ٹانگوں پر بھی بہت اثر پڑا جس کی وجہ سے باباجان معذور ہو گئے تھے۔

والدہ صاحبہ کا انتقال:۔

والد صاحب کے انتقال کے دو سال بعد تقریباً 2010ء میں آپکی والدہ محترمہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔غالباً باباجان کے مفلوج ہونے کا دکھ باباجان کی والدہ کے انتقال کا سبب بنا۔آپکی والدہ صاحبہ نیک بہادر اور عاشق رسول ﷺ تھیں۔آپ کی والدہ ہر وقت آپ کی حوصلہ افزائی کرتی رہتی تھیں۔آپ کی والدہ ہر وقت یہ فرماتی تھیں''صدقے یا رسول ﷺ'' آپکی والدہ صاحبہ صابرہ خاتون تھیں۔ باباجان کی والدہ صاحبہ باباجان سے بہت پیار کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے والدین کو جنت میں بلند مرتبہ و مقام نصیب فرمائے۔(آمین)

آپ کے بھائی صاحب کا کردار:۔

باباجان کی زندگی میں والدین کے بعد آپ کے بھائی امیر حسین کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔انہوں نے ایک باپ کی طرح مولانا صاحب کا خیال رکھا ہے۔ان کی شفقت اور مہربانی کا سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔مولانا صاحب کے سارے اخراجات آپ کے بھائی نے اٹھائے ہیں۔آپ کے بھائی امیر حسین صاحب پہلے پاکستان میں ایک آئل کمپنی میں ملازمت کرتے تھے۔اب دبئی میں ابوظہبی میں کام کرتے ہیں۔فیض آباد والے دھرنے کے آخر پر انہوں نے اٹک میں تاریخ کا یادگار جلسہ کیا تھا۔اس میں تمام شرکاء کے لیے اپنی جیب سے کھانے کا انتظام کیا تھا۔اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کے بھائی کا سایہ آپ پر قائم و دائم رکھے۔(آمین)

امیر المجاہدین اور مسئلہ کشمیر:۔

باباجان نے کشمیر کے حق میں بہت کچھ بیان فرمایا ہے اور تحریک لبیک نے کشمیر کے حق میں جتنے جلسے جلوس اور احتجاج کیے ہیں اتنا کسی بھی سیاسی یا غیر سیاسی جماعت نے نہیں کیے۔مولانا صاحب فرماتے ہیں کشمیر کے لیے ہم آخری وقت تک لڑیں گے۔مودی کو بھی مولانا صاحب نے مسئلہ کشمیر پر منہ توڑ جواب دیا ہے۔علامہ صاحب فرماتے ہیں! کشمیر میں جہاد کرنا فرض ہو چکا ہے۔آپ فرماتے ہیں مجھے ایک تقریر پاک آرمی میں جا کر کرنے دیں تو دوسرے دن پاک فوج کشمیر داخل ہو کر فتح نہ کرلے تو پھر کہنا۔آپ فرماتے ہیں کشمیر میں فوج داخل کی جائے یا پھر لبیک والوں کو اجازت دی جائے۔آپ فرماتے ہیں تحریک لبیک والوں کو اختیار اور اسلحہ دے دیا جائے تو پانچویں دن کشمیر آزاد نہ ہو جائے تو پھر کہنا۔آپ فرماتے ہیں کشمیر ہماری

شہ رگ ہے۔اور ہم کشمیر والوں کے ساتھ ہیں۔مولانا صاحب فرماتے ہیں!اسلام صرف امن کا درس نہیں دیتا بلکہ غیرت اور جہاد کا بھی دیتا ہے۔

"کشمیر چھین لیں گے لبیک کہنے والے"

مودی کو جنگ کی دھمکی پر جواب:۔

مودی کہتا ہے میں پاکستان پر حملہ کروں گا جنگ کروں گا۔مولانا صاحب فرماتے ہیں! پتر یہ پاکستان ہے تم برما اور شام پہ ظلم کرتے رہے ہو پاکستان وارثوں والا ہے،پاکستان محمد عربی ﷺ کے غلاموں کا ہے۔

آپ فرماتے ہیں تیرے فوجی گائے کا پیشاب پیتے ہیں ہمارے فوجی دودھ پیتے ہیں۔تیرے فوجی موت سے ڈرتے ہیں ہمارے فوجی موت کے گلے پڑتے ہیں۔

مولانا خادم حسین رضوی صاحب فرماتے ہیں:۔

تو پاکستان میں آ تو سہی تجھے پتہ چلے،ہمارے پاس خالد ٹینک بھی ہے

ہمارے پاس میزائل بھی ہیں۔ہمارے پاس شاہین میزائل بھی ہیں

ہمارے پاس ابدالی میزائل بھی ہیں۔ہمارے پاس دنیا کی سپر پاور فوج بھی ہے اور فوج کے ساتھ لبیک کہنے والے بھی ہیں۔

مولانا صاحب کا امریکہ کے ٹرمپ کو جواب:۔

میرے عظیم اور سوہنے قائد حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب نے مودی کے ساتھ امریکہ کے ٹرمپ (ڈرم) کو بھی للکارا ہے۔مولانا صاحب نے ٹرمپ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ٹرمپ نے مولانا خادم حسین کے بیان کو ٹرانسلیٹ کروا کر سنا تو کانپنے لگ گیا ہے۔کیونکہ باباجی فرماتے ہیں محمد بن قاسم پھر آئے گا خالد بن ولید پھر آئے گا محمود غزنوی پھر آئے گا۔طارق بن زیاد پھر آئے گا،تو ٹرمپ کہتا ہے یہ پھر آئے تو ہماری تو پھر خیر نہیں ہوگی۔اس لیے وہ پاکستان کے حکمرانوں سے کہتا ہے کہ خادم حسین رضوی کو قابو کرو۔مولانا خادم حسین رضوی صاحب کو بیرونی طاقتوں کے پریشر میں آ کر جیل میں ڈالا گیا تھا۔کیونکہ جب مولانا صاحب جیل میں گئے تھے تو ٹرمپ خوش ہوا تھا۔

ہالینڈ کے گستاخ کو جواب:

ہالینڈ کے گستاخ نے حضور ﷺ کی فلمیں بنانے کے لیے اعلان کیا تھا۔تو مولانا صاحب نے اس گستاخ کو للکارا تھا کہ تو ہے فلمیں بنانے والا۔ خاکے بنا تو سہی پتہ چلے گا۔ باباجان نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ بس چل سکتا ہو تو اس گستاخ کو HOLLAND میں جا کر اس کو قتل کر دے علامہ صاحب نے اس پر واجب القتل کا فتویٰ دے دیا تھا۔فتویٰ لگنے پر وہ گستاخ خاموش ہوگیا۔کیونکہ باباجی کے کچھ چاہنے والے ہالینڈ پہنچ گئے تھے۔

مولانا صاحب نے حکومت سے بھی مطالبہ کیا تھا کہ اس خنزیر کو خاکے بنانے سے روکا جائے ورنہ پھر ہم کچھ بھی نہیں دیکھیں گے۔ تو باباجان کی للکار کی وجہ سے وہ لعنتی خاکے بنانے سے رک گیا۔ باباخادم رضوی وہ عاشق رسول ہے جس سے مودی ٹرمپ وغیرہ سب ڈرتے ہیں۔ جب HOLLAND کے گریٹ وائلڈر نے گستاخانہ خاکوں کے مقابلے کروانے کا اعلان کیا تھا تو اس کا منہ بند کرنے کے لیے مولانا خادم رضوی صاحب میدان میں آئے تھے۔ یہ واقعہ 2018 میں پیش آیا تھا۔ اس وقت عمران خان کی حکومت نئی نئی تھی۔ اس گستاخ کا منہ بند کرنے کے لیے مولانا کادم حسین رضوی صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قافلہ کی صورت میں لاہور سے نکلے تھے۔ اور گستاخ کا منہ بند کرنے کے لیے مولانا خادم حسین رضوی صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قافلہ کی صورت میں لاہور سے روانہ ہوئے تھے۔ اور اس گستاخ کے خلاف نعرے بازی کرتے ہوئے قافلہ رواں دواں تھا جوش میں آتا گیا اس سے پہلے کہ وہ دھرنا کی شکل اختیار کر لیتا جب یہ بات اس گستاخ تک پہنچی تو اس گستاخ نے مقابلہ منسوخ کر دیا تھا۔ اور باقاعدہ اس نے ٹویٹ کیا تھا کہ وہ خاکوں کا مقابلہ نہیں کرواتا۔ ابھی قافلہ راستے میں ہی تھا کہ پہلے ہی وہ گستاخ ڈر گیا اور مقابلہ منسوخ کر دیا۔ یہ کوئی دھرنا نہیں تھا بلکہ احتجاج تھا اور ریلی نکالی جا رہی تھی۔

گستاخِ رسول کی ایک سزا

سر تن سے جدا سر تن سے جدا

سیاست میں قدم:

غازی ممتاز حسین قادری اور مولانا خادم حسین رضوی:

غازی ممتاز حسین قادری صاحب نے ایک گستاخ گورنر کو واصل جہنم کیا تھا۔ غازی صاحب نے اس گستاخ گورنر کو 27 گولیاں ماری تھیں۔ اس کے بعد غازی صاحب کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ غازی صاحب کی گرفتاری پر باباجان کو بہت بڑا صدمہ ہوا۔ غازی صاحب کے اس کارنامے پر امت قیامت تک ناز کرتی رہے گی۔ لیکن حکومت نے غازی صاحب کو جیل میں ڈال دیا تھا۔ غازی صاحب کی رہائی کے لیے باباجان نے ایک تحریک چلائی۔ اور مظاہرے کیے اس دوران پولیس نے باباجان کو گرفتار کر لیا تھا۔ جب باباجان کو گرفتار کر کے لے جایا گیا تو ایک پولیس افسر نے کہا کہ کیا تم نبی پاک ﷺ کے ٹھیکیدار ہو؟ کیونکہ صرف آپ ناموس رسالت پر زیادہ تقریر کرتے ہیں۔ تو باباجان فرمایا کہ میں ٹھیکیدار تو نہیں ہوں مگر چوکیدار ضرور ہوں۔ بعد میں باباجان کو کوٹ لکھ پت جیل بھیجا گیا۔ جیل سپرڈنٹ نے اپنے نائب سے پوچھا! کیا جرم لکھوں؟'' نائب نے کہا کہ مؤذن لکھ دو'' اگلے دن جب باباجان رہا ہو کر آئے تو غازی ممتاز حسین قادری صاحب کا خط باباجان کو ملا۔ جمعہ والے دن نماز سے پہلے غازی صاحب کے والد صاحب اور بھائی صاحب یہ خط لے کر آئے تھے۔ باباجان فرماتے ہیں یہ خط میری مغفرت کا ذریعہ ہے۔ اس لیے خط کو محفوظ کر کے رکھا ہوا ہے۔ خط تو بہت طویل تھا لیکن اس کا ایک جملہ توجہ طلب ہے۔ غازی صاحب نے لکھا مولانا صاحب

جب آپ کوٹ لکھپت جیل میں تھے تو میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ باباجان فرماتے ہیں میں خط پڑھ کر حیران ہوگیا کہ میں کوٹ لکھپت جیل میں تھا جبکہ غازی صاحب تو اڈیالہ جیل راولپنڈی تھے وہ کیسے میرے ساتھ تھے۔ پھر باباجان نے سوچا کہ غازی صاحب روحانی طور پر باباجان کے ساتھ تھے۔

غازی صاحب کی شہادت:۔

2015ء میں حکومت نے وزیر مملکت برائے مذہبی امور پیر امین الحسنات شاہ کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ممتاز قادری صاحب کو پھانسی نہیں دی جائے گی۔ وہاں پر آئی جی پنجاب کے علاوہ آئی جی سندھ رانا مقبول بھی تھے۔ باباجان کی تحریک کی طرف سے قاری افضل قادری صاحب اور دیگر حضرات موجود تھے۔ رانا مقبول نے کہا کہ عشق رسول ﷺ ایک بڑا احساس مسئلہ ہے اس پر کبھی بھی سمجھوتا نہیں ہوگا۔ پیر امین الحسنات اور ان کے ساتھ جتنے بھی لوگ تھے ان سب کا کہنا تھا کہ وزارتیں اور عہدے بعد میں ہیں پہلے ہم حضور ﷺ کے غلام ہیں۔ انہوں نے کہا غازی صاحب کی سزا میں طوالت کی جائے گی اس کے بعد رہا کر دیا جائے گا۔ جبکہ باباخادم حسین رضوی ان کی دو نمبری سمجھ گئے تھے۔ صدر مملکت کے پاس پہلے سے ہزاروں پھانسیوں کی اپیل موجود تھی۔ لیکن اس نے سب کو چھوڑ کر غازی صاحب کی اپیل کو مسترد کر دیا۔ غازی صاحب اپنے اہل خانہ سے آخری ملاقات کے وقت مسکرا رہے تھے۔ ان کے والد صاحب بھی نہیں روئے تھے۔ تاکہ مخالفین باہر جا کر شور نہ مچانا شروع کر دیں کہ غازی صاحب اور اس کے والد صاحب ہمت ہار گئے۔ غازی صاحب کو جب پہلی بار جیل میں ڈالا گیا تھا تو آپ کے صاحبزادے کی عمر ۴۰ دن تھی۔ جب غازی صاحب کو پھانسی دی گئی تھی اس وقت آپ کے بیٹے کی عمر 5 سال تھی۔

غازی صاحب فرماتے ہیں مجھے جیل میں حضور ﷺ کی تقریباً ۸ مرتبہ زیارت ہوئی۔ یہ بات یاد رہے غازی صاحب کو پھانسی نواز شریف مودی کے یار کے دور حکومت میں دی گئی تھی۔ غازی صاحب کی شہادت پر مولانا ثاقب رضا مصطفائی صاحب نے فرمایا تھا غازی کو پھانسی دینے والے یاد رکھو تمہاری نسلیں بھی تباہ و برباد ہو جائیں گی۔ آج دیکھ لو غازی صاحب کے قاتل کس طرح ذلیل ہو رہے ہیں۔

ان شاء اللہ غازی صاحب کے قاتل دنیا اور آخرت میں ذلیل ہوں گے۔

دنیا میں عبرت کا نشانہ

آخرت میں جہنم کا ٹھکانا

غازی صاحب نے پھانسی کے وقت بھی عمامہ شریف باندھا ہوا تھا۔ غازی صاحب پھانسی کے پھندے کی طرف سینہ تان کر چل رہے تھے۔ غازی صاحب نے فرمایا تم کون ہوتے ہو میری گردن میں پھندا ڈالنے والے۔ غازی صاحب نے خود پھندے کو چوم کر اپنی گردن میں ڈالا تھا۔ تاکہ کوئی یہ نا سمجھے کہ غازی صاحب ڈر گئے تھے۔

غازی صاحب کو صبح صادق کے وقت پھانسی دی گئی تھی۔تقریباً ۲۰۱۶ء میں غازی ملک ممتاز حسین قادری عطاری رضوی صاحب کی روح پرواز کر گئی تھی۔

اک یوں بھی عبادت ہوتی ہے اک یوں بھی ہم عبادت کرتے ہیں
رسول اکرم ﷺ کی ناموس پر جان دے کر حفاظت کرتے ہیں

غازی صاحب کا جب جسد خاکی لایا گیا تو بابا خادم حسین رضوی صاحب نے اپنی دستار اتار کر غازی صاحب کو قدموں پر رکھ کر غازی صاحب کے قدم چوم کر رو رو کر عرض کرنے لگے غازی صاحب حضور ﷺ سے ہماری شکایت نہ کرنا۔

غازی ممتاز حسین قادری کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے:

غازی ملک ممتاز حسین قادری رحمتہ اللہ علیہ نے کام ایسا کیا تھا جس سے خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ راضی اور خوش تھے۔غازی صاحب عاشق رسول ﷺ تھے۔غازی صاحب کی نماز جنازہ لیاقت باغ راولپنڈی میں پڑھائی گئی تھی۔غازی صاحب کے جنازہ میں پاکستان کے تمام جید علماء کرام نے شرکت کی تھی۔غازی صاحب کے جنازے میں مایہ ناز علماء کرام میں سے مولانا خادم حسین رضوی صاحب بھی تھے۔مولانا رضا ثاقب مصطفائی صاحب،مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب اور بھی جید علماء کرام نے شرکت کی تھی۔غازی ممتاز حسین شہید کے جنازے میں لوگوں کا ٹھاٹھاں مارتا ہوا سمندر تھا۔لیاقت باغ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے کم پڑ گیا تھا۔جہاں تک نگاہ جاتی تھی ہر طرف غلاموں کا سمندر تھا۔پورے پاکستان سے بہت سے چاہنے والے اور عاشق وہاں پر پہنچے ہوئے تھے۔غازی صاحب کے جنازے میں تقریباً 10 کلو میٹر دور تک لوگوں کا ہجوم تھا۔غازی صاحب کا تاریخی جنازہ تھا جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی تھی۔اس جنازے میں تقریباً 60لاکھ کے قریب لوگوں نے شرکت کی تھی۔لوگوں کو جنازے کے لیے جگہ نہیں مل رہی تھی جس پر لوگوں نے بسوں کی چھتوں کے اوپر بھی جنازہ پڑھا تھا۔ہر گلی شہر میں رش ہی رش تھا۔غازی صاحب کا جس جس نے جنازہ پڑھا وہ بہت ہی خوش قسمت ہوگا۔غازی صاحب ایک سپاہی بھی تھے لیکن ان کو یہ مرتبہ صرف نبی کریم ﷺ کی عزت پر پہرہ دینے کی وجہ سے ملا۔اور آج بھی غازی صاحب کی زیارت کے لیے لوگ دور دور سے مزار پر جاتے ہیں۔جبکہ دوسری طرف سلمان تاثیر حرامی کا جنازہ پڑھانے والا کوئی نہیں تھا۔آخر کار انہوں نے ایک ریڑھی والے کو پکڑ کر اسے پیسے دے کر اس کا جنازہ پڑھایا تھا۔

تحریک لبیک پاکستان اور بابا جان:-

ملک ممتاز حسین قادری شہید کے چہلم کے موقع پر 2016 میں تحریک چلی تھی۔اس تحریک کا نام "لبیک یا رسول اللہ" ﷺ رکھا گیا۔اس تحریک کا مقصد دین اسلام کو تخت پر لانا تھا۔یہ ایک مذہبی اور سیاسی جماعت بن گئی تھی اس کا مقصد صرف اور صرف دین کی بلندی کے لیے کام کرنا تھا۔جب اس تحریک کو رجسٹر کروانا چاہا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کانام ہٹا کر پاکستان لکھنا ہوگا۔یعنی"تحریک لبیک یارسول اللہ" کی بجائے"تحریک لبیک پاکستان" ہوگا۔بہت ساری کوشش کے باوجود انہوں نے نام تبدیل کر دیا تھا بالآخر تحریک رجسٹر ہوگئی اس کے بعد جلسے ہوتے رہے کانفرنسیں بھی ہوتی رہیں۔جس میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ شرکت کرتے تھے۔باباجان نے پاکستان کے ہر ضلع میں جا کر دین اسلام کو تخت پر لانے کی دعوت دی تھی کہ TLP کا ساتھ دین اور دین کو تخت پر لانا ہے۔یہ تحریک آہستہ آہستہ زور پکڑ گئی حتی کہ یہ ایک مضبوط تحریک بن گئی تھی۔اس تحریک کا جوش و جذبہ دیکھ کر دوسری سیاسی جماعتیں پریشان ہوگئیں کہ یہ کیا ہوگیا ہے کہ ایک مختصر عرصہ میں اٹھنے والی تحریک اس قدر مضبوط کیسے بن گئی۔باباجان اپنے ہر بیان میں یہ بھی فرماتے تھے کہ"گل وچ ہورائے" یہ تحریک اس قدر مضبوط ہوئی کہ یہ پاکستان کی تقریباً تیسری بڑی مذہبی اور سیاسی جماعت بن گئی تھی۔اس تحریک کے بانی اور چئیرمین حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب ہیں۔پاکستان کی ہر یونین کونسل میں ایک تحریک لبیک کا امیدوار ضرور تھا باباجان کا مشن دین کو بلند کرنا ہے۔باباجی فرماتے ہیں۔

میں کتا پاک رسول اللہ دا بھونکے تے شور مچاوے
رسالت کے گلشن اندر کوئی سور نا پھیرا پاوے

الیکشن:۔

اس کے بعد 25-7-2018 کو الیکشن ہوئے تھے۔الیکشن میں"تحریک لبیک پاکستان" والوں کو بہت ووٹ ملے تھے۔لوگ قافلوں کی صورت میں جاتے اور کرین پر مہر لگا رہے تھے۔ہر پولنگ پر TLP کے ووٹ زیادہ ہو رہے تھے خبر آئی ہے کہ"خیبر پختون خواہ" میں ڈاکٹر شفیق امینی صاحب 10 ہزار ووٹوں سے جیت رہے ہیں۔جب غداروں نے دیکھا کہ اب تو دین تخت پر آجائے گا پھر تو ہماری خیر نہیں ہوگی۔تو انہوں نے کیا کیا۔انہوں نے دو نمبری کر کے تحریک لبیک کے ووٹ ضبط کر لیے اور یہاں تک کہ لبیک کے ووٹروں کو دھکے دیے گئے۔کچھ دیر بعد دھاندلی کرنے کے بعد خبر آئی کہ اب ڈاکٹر شفیق امینی صاحب ہار گئے ہیں۔دھاندلی کر کے"ٹی ایل پی" کو صرف 2 سیٹیں وہ بھی MPA کی ملی تھیں۔ایک مفتی قاسم فخری اور ایک خاتون تھی،یہ الیکشن دھاندلی کے ساتھ ہوا تھا۔اگر حق پر ہوتو آج پاکستان پر دین اسلام کے احکام جاری ہوتے۔آج کچھ لوٹے اور عقل کے اندھے کہتے ہیں مولوی کا کیا کام سیاست سے؟ یہ تو ہمارا کام ہے مولوی صرف مسجد میں نماز پڑھاتے جنازے پڑھاتے اور قرآن پڑھاتے،سیاست ایک گندی چیز ہے اس لیے مولوی اس سے دور رہے۔ارے عقل کے پجاری مولوی ہی تو سیاست کو گند سے پاک کرے گا۔

جب ایک عالم دین حاکم بن جائے گا تو سارا نظام دین کے مطابق چلے گا جب سارا نظام اسلام کے مطابق چلے گا تو سیاست خود بخود پاک ہوجائے گی۔کس جاہل نے کہا ہے کہ حکومت کرنا مولوی کا کام نہیں ہے ارے کم عقلو حکومت صرف عالم دین

ہی کر سکتا ہے یہ جاہل نہیں کر سکتے جن کو لفظ ''خاتم النبیین'' دیکھ کر پڑھنا نہ آتا ہو۔ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔جس طرح نمرود کے مقابلے حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تھے مشرکین مکہ کے مقابلے میں حضرت جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے۔یزید کے مقابلے میں جس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تھے۔جس طرح اکبر کا سر کچلنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ آئے تھے۔اسی طرح نواز شریف،عمران اور زرداری کے مقابلے میں مرد قلندر مرد حق مرد مجاہد حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی صاحب آئے تھے۔اس طرح ہر دور میں جہاں یزیدی ہوگا وہاں امام حسین کا غلام حسینی ضرور ہوگا اس کا سر کچلنے کے لیے۔دین اسلام انشاء اللہ تخت پر آ کر رہے گا مگر کچھ عرصہ لگے گا کیونکہ دین کو تخت پر لانے کے لیے بہت ساری قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔بہت مشکلات کا سامنا کرنا ہوتا ہے تب جا کر دین تخت پر آتا ہے۔جب دین تخت پر ہوگا تو پھر کوئی بھی بددیانتی (کرپشن) نہیں کرے گا۔شام،برما،فلسطین پر ظلم بھی ختم ہو جائے گا،تب ڈاکٹر عافیہ صدیقی بھی پاکستان واپس آجائے گی۔ہر طرف امن ہی ہوگا۔

فیض آباد دھرنا۔

مولانا صاحب نے فیض آباد میں نواز شریف کے دور میں 2017 میں دھرنا دیا تھا جب نواز حکومت نے ختم نبوت کے بل میں ترمیم کی تھی تو ان کے خلاف باباجان نے فیض آباد میں دھرنا دیا تھا اس دھرنے میں نواز کے ایک وزیر کو وزارت سے برطرف کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا آخر کار اس وزیر نے استعفیٰ دے دیا اور قانون دوبارہ نافذ کیا گیا تھا۔

دھرنے کا پس منظر۔

فیض آباد والا دھرنا نوجوانوں کے گرم خون کی وجہ سے جوش میں تھا اور باباجان کے جذبات کی وجہ سے عوام کے جذبات بلند تھے اور لوگ لبیک کے نعرے جوش وخروش سے لگا رہے تھے۔سردیوں کا موسم تھا لیکن پھر بھی دھرنے والے مجاہدین کے حوصلے بلند تھے۔لبیک کے نعرے کی ضرب سے انہوں نے اپنے سینے گرمائے ہوئے تھے۔پھر دوسری بار یہ چاروں طرف سے آئے اور کنٹینر کے عقب سے گھیراؤ کیا لیکن اس کے باوجود دھرنے کے ساتھیوں نے انہیں دوبارہ پیچھے دھکیل دیا جس کے 15 منٹ بعد پولیس والوں نے تیسری بار حملہ کیا یہ ان کی پوری طاقت کے ساتھ حتمی کاروائی تھی اس دوران انہوں نے بے حد شیل گرائے تھے اور دھواں چھوڑا تھا اور فائرنگ بھی کی تھی۔اس شیلنگ کی وجہ سے لوگ نڈھال ہو گئے تھے ان کے سانس رک گئے تھے۔تقریباً 12 ہزار شیل گرائے،اس کے علاوہ ربڑ کی گولیاں قریب سے براست چلائی گئیں۔اس بار کنٹینر کے قریب آ گئے تھے۔باباجان کے قریب پہنچ گئے تھے اس دوران وہ زخمیوں کی تلاشی لینے کے بعد ان خیموں کو نذر آتش کر کے آگے چلے آرہے تھے۔اس کے باوجود بھی مولانا صاحب نے اپنے کارکنان سے کہا تھا کہ پولیس والوں کو کچھ نہیں کہنا۔مسلسل پانچ گھنٹوں کی شیلنگ سے کارکنان اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے تھے اور نڈھال ہو گئے تھے۔سب کارکنان پریشان ہو گئے

تھے کہ ہمارے قائد کو کچھ ہو نہ جائے۔

جب پولیس والے بالکل قریب آ گئے تھے تو باباجانی نے گرج دار لہجے میں حکم دیا کہ بس اب ان کو پکڑلو۔ باباجانی کا یہ کہنا تھا کہ ہر کارکنان پھر اپنے حوصلے بلند کرتے ہوئے یہ نہ دیکھا کہ آگے کون ہے کون نہیں اور پولیس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ بس پھر کیا ہوا پولیس آگے اور کارکنان ان کے پیچھے پیچھے تھے اس دوران کافی کارکنان گرفتار بھی ہو چکے تھے۔ پھر کیا ہوا ایک دم عوام گھروں سے نکلی اور پولیس والوں کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ پولیس والوں نے گرفتار کارکنان کو چھوڑ دیا اور اپنی گاڑیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ایک لڑکا ایسا بھی تھا جو اپنے گھر ناشتہ کر رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ آپریشن شروع ہو چکا ہے تو اس نے ناشتہ چھوڑا اور اپنی والدہ سے اجازت لے کر نکلا اور کہا کہ امی جان اب زندگی باقی تو ملاقات ہوگی۔ اس کا نام راجہ ذہیب تھا وہ آیا تو اس نے تقریباً 30 منٹ میں شہادت حاصل کی اس کے علاوہ بھی کافی شہادتیں ہوئی۔ بہت سے کارکنان زخمی بھی ہو گئے تھے انکے جذبہ کو میں دونوں ہاتھوں سے سلام کرتا ہوں کہ جو سخت سردی میں بھوکے دھرنے میں اپنے جذبات سے اپنے سینے گرمائے تھے اور میرے قائدرات کے وقت ان کارکنان کے ساتھ زمین پر سوتے تھے۔ حالانکہ ساتھ ایک ہوٹل بھی تھا جہاں پر باباجان کچھ دیر آرام کر سکتے تھے۔ لیکن میرے عظیم قائد اپنے کارکنان کے ساتھ ہی زمین پر سخت سردی میں سوئے تھے حالانکہ میرے قائد معذور ہونے کے باوجود اور ریڑھ کی ہڈی کا آپریشن ہونے کے باوجود بھی اپنے کارکنان کے ساتھ تھے۔ جب قائد اس طرح بہادر ہو تو پھر کارکنان بھی بہادر ہوتے ہیں اگر لیڈر نا چنے والا ہو تو کارکنان بھی زنانی پیدوار ہوتے ہیں۔

رضوی صاحب کی آمد:۔

مولانا صاحب تقریباً 2018ء میں پہلی بار ہمارے ہاں تشریف لائے تھے۔ مولانا صاحب کی آمد کی خبر ہمیں صبح مل گئی تھی۔ مولانا صاحب عشاء کے بعد آنا تھا۔ لیکن ہم لوگ عصر سے باباجان کے انتظار میں استقبال میں راستوں پر پاؤں پر کھڑے رہے تھے۔ پھاٹک سے قبرستان تک لوگوں کا ہجوم ہی ہجوم تھا۔ جوں جوں وقت قریب آتا گیا ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں۔ جب عشاء کے وقت مولانا صاحب پہنچے تو اس وقت لوگوں کا سمندر آ گیا تھا۔ مولانا صاحب مرکزی چوک پر رک گئے تھے۔ مرکزی چوک پر مولانا صاحب نے گاڑی کے اندر سے مائک منگوا اور اندر ہی بیٹھ کر دس پندرہ منٹ خطاب فرمایا تھا۔ اس کے بعد دعا فرمائی تھی تمام عاشقوں کے لیے۔ اس کے بعد باباجان وہاں سے احمد پور شرقیہ کی طرف چل پڑے تقریباً رات کے دس بجنے والے تھے۔ ہم لوگ باباجان کے ساتھ اپنی اپنی سواریوں پر ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ باباجان جب احمد پور شرقیہ میں اسٹیڈیم میں پہنچے تو پورا اسٹیڈیم لبیک کے نعروں سے گونج اٹھا۔ لوگوں کا بے تحاشہ سمندر تھا۔

مولانا عاشق فرید مہروی صاحب نے استقبالیہ نعرہ لگوایا تھا۔ اس کے بعد باباجان نے خطاب فرمایا تھا۔ اس دن میں

نے پہلی بار باباجان کا لائیو بیان سنا تھا۔ باباجان کا بیان سن کر دل کو بہت سکون ملا تھا۔ آپ کا بیان کرنے کا انداز یہ بہت خوبصورت ہے۔

یہ تو غلاموں کی شان ہے
خود حضور کا عالم کیا ہوگا

آپ الیکشن سے پہلے تشریف لائے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اب دین کو تخت پر لانا ہوگا۔ تم ہمارا ساتھ دو انشاء اللہ دین اسلام تخت پر آ کر رہے گا۔ بیان کے بعد باباجی منڈی یزمان کی طرف چلے گئے وہاں پہ باباجان کا خطاب تھا۔ میرے دلی دعا ہے کہ اللہ پاک باباجان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے۔ (آمین)

میری باباجان سے محبت:۔

مجھے باباجان سے بے حد محبت اور پیار ہے۔ میں دنیا کے تمام علماء میں سے زیادہ محبت باباجان سے کرتا ہوں۔ باباجان ہمارے دلوں کی دھڑکن ہیں۔

ہمارے دلوں کی دھڑکن ہمارے دلوں کا چین
باباخادم حسین بابا خادم حسین بابا خادم حسین

میں جتنے زیادہ بیانات باباجی کے سنتا ہوں اتنے اور کسی عالم کے نہیں سنتا۔ باباجان کا ہر بیان ناموس رسالت ﷺ اور عشق رسول ﷺ پر ہوتا ہے۔ باباجان منافقوں کے لیے یہ جملہ استعمال کرتے ہیں۔

"پیڑاں ہور تے پھکیاں ہور"
باباجان ہماری پہچان ہیں
باباجان ہماری جان ہیں

عاصیہ کی رہائی پر دھرنا:۔

عاصیہ ملعونہ جو کہ سزا یافتہ خاتون تھی۔ اس نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی اور امہات المومنین کی گستاخی کی تھی۔ اس کتیا کو سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ نے ملزم قرار دے کر پھانسی کا حکم دے دیا تھا۔ اس کے بعد ملعونہ کا کیس چلتا رہا۔ اس گستاخہ نے سپریم کورٹ میں رٹ کی تھی اس کے بعد اس کی دوبارہ سے سماعت کی گئی۔ اس وقت عمران نیازی کی حکومت تھی۔ عمران خان پر بیرونی پریشر ڈالا گیا تھا۔ یہ بیرونی پریشانی کی وجہ سے دباؤ میں آ گیا تھا اس کے علاوہ اس کو امریکہ سے پونڈ ملے تھے اس لیے اس نے گستاخہ کے حق میں فیصلہ دلوایا تھا۔ سپریم کورٹ کے ججوں نے اس ملزمہ کو بے گناہ قرار دے کر بری کر دیا تھا۔ ججوں نے بھی بیرونی پریشر میں آ کر فیصلہ دیا تھا اس وقت چیف جسٹس ثاقب نثار تھا، اس لعین نے اس گستاخ

کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔اس فیصلہ کے آتے ہی مولانا خادم حسین رضوی صاحب نے احتجاج کیا اور دھرنے دیے تھے۔آپ نے کہا کہ ہم گستاخہ کو باہر نہیں جانے دیں گے ہم صرف گستاخہ کا سر چاہتے ہیں ۔اس گستاخہ کو پھانسی دی جائے اور ادھر عمران خان پر امریکہ کا دباؤ تھا غلام ہے اس نے اپنے یہودیوں کی بات مان کر گستاخہ کو رہا کروادیا تھا۔اس کے بعد اس نیازی نے تحریک لبیک کے قائدین کو گرفتار کروایا تھا اور جیلوں میں بند کر دیا تھا تا کہ نہ کوئی ہوگا اور نہ ہی احتجاج کرے گا۔اس طرح اس نے تمام قائدین کو گرفتار کروادیا تھا اور اس کے بعد اپنی بہن عاصیہ کو رہا کروادیا تھا۔کم از کم اس نے علماء کو 6 ماہ تک جیلوں میں رکھا تھا کیونکہ اپنی بہن کو باہر بھیجنا چاہتا تھا،یہ دھرنا 2019 میں غالباََ ہوا تھا اس کا مقصد گستاخہ کو پھانسی دلوانا تھا اس دھرنے میں بندہ نا چیز بہاولپور میں ڈاکٹر محمود الحسن کی قیادت میں دھرنے میں موجود تھا۔

پس دیوار زنداں:۔

مولانا خادم حسین نے عاصیہ ملعونہ کی رہائی پر دھرنا دیا تھا اس دھرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس گستاخہ ملعونہ کو فوراََ پھانسی دی جائے ۔کیونکہ حکومت وقت نے اس گستاخہ کو بے گناہ قرار دے کر رہا کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔باباجان نے پورے پاکستان میں دھرنا دیا تھا دھرنا پر امن تھا لیکن ان میں کچھ شریر لوگ دوسری پارٹیوں کے لوگ PMNL اور PPP والے شامل ہو کر انہوں نے اعوام کو نقصان پہنچایا تھا اس دھرنے کا مقصد صرف عاصیہ کو پھانسی دلوانا تھا باقی حکومت سے ٹکر لینا نہیں تھی تو اس دھرنے کی وجہ سے عمرانی حکومت نے 3 کڑور کا نقصان بنا کر مولانا صاحب کو دہشت گرد اور باغی قرار دے کر جیل میں ڈلوا دیا۔اس کے علاوہ اس نے تحریک لبیک کے قائدین کو گرفتار کروالیا۔قائد کے علاوہ کارکنان بھی کافی تعداد میں تھے۔سب کا تعلق تحریک لبیک سے تھا تو اس نے ان کو گرفتار کروالیا تھا۔

باباجان کی گرفتاری:۔

باباجان کو گھر سے گرفتار کیا گیا تھا۔ پولیس نے باباجان کی مسجد کے دروازے،کھڑکیاں اور الماریاں توڑ دی تھیں۔ اس کے علاوہ جوتوں سمیت مسجد میں داخل ہو گئے تھے۔باباجان کی لائبریری کی توڑ پھوڑ کی تھی۔باباجان کے گھر کے دروازے بھی توڑے گئے تھے۔ باباجان نے کہا تھا،رکو میں نیچے آرہا ہوں کیونکہ باباجان اوپر والی منزل میں تھے،پولیس والے دروازے توڑ کر اندر داخل ہو گئے تھے،آپ کے صاحبزادگان پر ظلم وتشدد کیا تھا ان کو بھی مارا پیٹا۔اس کے علاوہ آپ کو اوپر سے گھسیٹ کر لے آئے،باباجان نے کہا میں نہیں چل سکتا انہوں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔باباجان کو گھسیٹ کر نیچے لائے تھے باباجان کے علاوہ آپ کے دوسرے ساتھیوں کو بھی گرفتار کیا گیا تھا۔جن میں پیر افضل قادری،مولانا شفیق امینی،مولانا فاروق الحسن قادری صاحب جیسے علماء کو بھی گرفتار کیا گیا تھا اور ہزاروں کی تعداد میں کارکنان کو گرفتار کیا گیا تھا۔

جیل کا پس منظر:۔

باباجان کو جیل میں ڈالا گیا تھا باباجان پر جیل میں جو ظلم وتشدد کیا گیا تھا وہ ناقابل برداشت ہے یہ میرے قائد کی ہی

بہادری ہے جس نے ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا تھا۔جیل میں باباجان کو نہ ادویات دی گئی تھیں نہ سہولیات۔باباجان کو جیل میں ہر طرح کے ظلم سے دو چار کیا گیا تھا۔جیل میں باباجان کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔جیل میں باباجان کو نہ خوراک دی جاتی تھی نہ کچھ احساس کیا جاتا تھا۔جیل میں باباجان کے ساتھ عام قیدی سے بھی زیادہ ظلم کیا جاتا تھا۔باباجان سردیوں میں جیل میں بغیر کسی ہیٹر کے رہتے تھے۔باباجان کو جو بستر دیا گیا تھا وہ بھی بدبودار تھا اس کے اوپر رات کے وقت پانی ڈال دیا جاتا تھا۔باباجان سے کہا گیا تھا آپ لکھ کر دے دو کہ میں آئندہ کبھی کسی مسئلے پر نہیں بولوں گا آپ کو ہم آج چھوڑ دیں گے،باباجان نے کہا کہ میں مر تو سکتا ہوں مگر حضور ﷺ سے غداری نہیں کر سکتا،باباجان تقریباً ہر طرح سے جھکنے والے تھے نہ بکنے والے تھے اس طرح گرفتاریاں جاری رہیں اور تقریباً تحریک لبیک پاکستان یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام قائدین کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔اور ہر پیشی پر جو کارکنان باباجان کے استقبال کے لیے جاتے انہیں بھی گرفتار کر لیا جاتا تھا۔باباجان کے علاوہ ایک بزرگ "مفتی محمد یوسف سلطانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ" کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا اس بزرگ کی عمر تقریباً 90 سال تھی وہ بزرگ ظلم وتشدد کی تاب نہ لاتے ہوئے جیل میں ہی جام شہادت نوش کر گئے۔اس بزرگ کو مناسب ادویات نہیں فراہم کی گئی تھیں اس لیے وہ بزرگ جیل میں شہید ہو گئے۔اس طرح علماء کرام کو جیلوں میں ڈالا گیا۔

عاصیہ ملعونہ کی رہائی:۔

جب علماء کرام کو یہ سمجھ کر جیلوں میں ڈالا گیا کہ نہ یہ علماء ہوں گے نہ ہی کوئی احتجاج کرے گا۔علماء کو مکمل طور پر قید کر لینے کے بعد جب عمرانی حکومت کو یقین ہو گیا کہ اب ایسا کوئی نہیں ہے جو احتجاج کرے گا تو اس نے اپنی بہن عاصیہ ملعونہ گستاخہ کو رہا کر دیا۔صرف رہا نہیں کیا بلکہ باہر کے ممالک میں سیکیورٹی کے ساتھ بھجوایا۔جب یہ گستاخہ امریکہ گئی تو عمران کا شکریہ ادا کیا گیا۔امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایک نیوز میں کہا کہ عاصیہ کو رہا کروانے میں ہم نے پاکستانی حکومت کو ہزاروں ڈالرز دیے ہیں۔جب مولانا خادم حسین کو جیل میں ڈالا گیا تھا تو HOLLAND کے گستاخ اور ٹرمپ نے عمران خان کا شکریہ ادا کیا۔

مینار پاکستان کانفرنس 2 نومبر 2019:۔

یہ کانفرس 2 نومبر بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب منعقد کی گئی تھی۔یہ کانفرس عظیم الشان کانفرنس تھی۔اس عظیم کانفرنس کی مثال نہیں ملتی ہے۔اس کانفرس کا نام کل پاکستان لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس تھا۔اس کانفرس میں دنیا بھر سے علماء عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے۔یہ کانفرس مینار پاکستان لاہور میں ہوئی تھی۔اس کا خاص مقصد مسئلہ کشمیر تھا اور دین اسلام کو تخت پر لانے کے لیے کوشش کرنی تھی۔اس کانفرس میں عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔اس کانفرنس میں لاکھوں کی تعداد میں عوام نے شرکت کی تھی۔عوام کی کثیر تعداد کی وجہ سے مینار پاکستان کی جگہ کم پڑ گئی تھی۔لوگ کھڑے ہو کر بیان سنتے رہے۔کانفرنس مغرب کے بعد شروع ہوئی تھی۔لیکن عوام کا سمندر عصر سے پہلے آ گیا تھا۔اس کانفرس

میں مینار پاکستان کو لائٹس سے مزین کیا گیا تھا۔

اس کانفرس میں دو لاکھ سے زیادہ کرسیاں موجود تھیں لیکن وہ کرسیاں عصر کے وقت بھی کم تھیں جبکہ ابھی کانفرنس مغرب کے بعد شروع ہونی تھی۔ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے لوگوں نے بہت امداد کی ہے لوگوں نے اپنی تنخواہیں دی ہیں عورتوں نے اپنے زیورات پیش کیے ہیں کانفرنس کے لیے کچھ لوگوں نے اپنے گھروں کی رجسٹری والے کاغذات دے دیے تھے لیکن خادم حسین رضوی صاحب نے فرمایا کہ ہم گھروں کے کاغذات وغیرہ نہیں لیتے۔ اللہ پاک آپ کی یہ محبت قبول فرمائے اس کانفرنس میں لوگوں نے اپنے خرچے پر شرکت کی۔ کچھ لوگوں نے کھانے کا انتظام بھی کیا تھا۔ عوام نے بڑے بڑے قافلوں کی صورت میں شرکت کی تھی۔ عوام کا سمندر تھا جس کی مثال نہیں ملتی اس کانفرنس میں پاکستان کے عظیم علماء نے شرکت کی تھی۔ چند ایک کا نام لینا چاہتا ہوں۔

ہمارے باباجان مولانا خادم حسین رضوی حفظ اللہ صاحب۔ مولانا ڈاکٹر شفیق امینی صاحب۔
مولانا فاروق الحسن قادری صاحب۔ مولانا جعفر قریشی صاحب۔
مولانا خرم ریاض شاہ صاحب۔ یوتھ پارلیمنٹ کے صدر جناب محترم شہیر سیالوی صاحب۔
سینیئر تجزیہ کار اور کالم نگار جناب اوریا مقبول جان صاحب

اس کانفرنس میں سب مقررین نے بہت اچھے انداز سے خطاب کیا۔ خطابات سن کر لبیک والوں کے حوصلے اور زیادہ بلند ہو گئے تھے۔ اب میں چند حضرات کے بیانات میں سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا سید خرم ریاض شاہ صاحب حفظ اللہ

حضرت مولانا سید خرم ریاض شاہ صاحب حفظ اللہ نے بہت خوبصورت بیان فرمایا۔ بہت مزہ آیا فرماتے ہیں داتا صاحب کے سائے میں عاشقوں کا سمندر اس حقیقت کو آشکار کر رہا ہے کہ اس پاک سرزمین پر اسلام تخت پر آنے والا ہے۔ اس کانفرنس کا مقصد کشمیر کے لیے آواز بلند کرنا ہے۔ جب تک اس زمین پر لبیک کی صدا بلند ہوتی رہے گی اس وقت تک یہ وطن بھی سرسبز و شاداب رہے گا اور امن اور سلامتی کا گہوارہ بن کر رہے گا۔ کشمیر کی بیٹی کے تحفظ کو بھی یقینی بنایا جائے گا۔ بیت المقدس کو بھی آزاد کرایا جائے گا۔ عراق اور افغانستان پر امن کا جھنڈا لگایا جائے گا۔ پاکستان کا مقصد لبیک کی صدا بلند کرنا ہے اس کا مقصد ناچ گانا نہیں ہے بلکہ لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدا بلند کرنی ہے۔

عبداللہ حمید گل

عبداللہ حمید گل صاحب آپ نے فرمایا کہ اس محفل میں کوئی آتا نہیں بلکہ بلایا جاتا ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے باپ سے دو باتیں سیکھیں ہیں۔

1۔جہاد 2۔عشق رسول

جہاد افغانستان میں ،میں خود شریک تھا۔روسی فوج کے خلاف اس کے بعد 2012 میں اپنے والد صاحب کے ساتھ عمرے پر گیا تھا تو مکہ کے گورنروں نے میرے والد سے کہا تھا نیچے اتر کر مدینہ پاک کی زیارت کر لیں ۔لیکن میرے والد صاحب نیچے اتر کر دروازے سے اندر بھی داخل بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ زورزور سے رونے لگے اور کہا کہ ہم تو اس قابل نہیں ہم تو آپ کے غلاموں کے بھی غلام ہیں ۔حمید گل وہ تھے جنہوں نے روس کی ریاست کے ٹکڑے کر کے 6 اسلامی ریاستیں بنائی تھیں ۔

اوریا مقبول جان صاحب :۔

تقریباً 199 ملک ہیں وہ سب کے سب گھر ہیں مگر پاکستان مسجد ہے ۔ یاد رکھو اگر گھر میں گند ڈالو گے تو کچھ نہیں ہوگا اور اگر مسجد میں ڈالو گے تو عذاب کے حقدار ہو جاؤ گے یہ وہ سرزمین ہے جس سے ہم نے عہد کیا تھا کہ اسلامی قانون قائم کریں گے اللہ پاک فرماتا ہے ترجمہ جو چیز ہم نے نازل کی تو لوگ اس کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں ظالم ہیں فاسق ہیں پرویز مشرف سے لے کر آج تک ہمارہ نظام تعلیم چل رہا ہے لاہور میں 15 کالج ہیں ہر کالج میں میری انٹری بند ہے کیوں کیا میں کیا بندوق لے کے جاتا ہوں تلوار لے کر جاتا ہوں؟ اس ملک میں گند ڈالنے والے کو کون روکے گا؟

خطیب الاسلام مولانا فاروق الحسن قادری صاحب :۔

مولانا صاحب نے کشمیر کے مسئلے پر حکومت کو دوٹوک پیغام دیا ہے آپ فرماتے ہیں اے حکمرانو! تم تین ماہ سے کشمیر کے بہتے ہوئے خون کو کیوں نہیں دیکھ رہے ۔اے حکمرانوں! روتی ہوئی بیٹیوں کو چھوڑ کر جہاد کو ملت اسلامیہ کے خلاف کہنے والوں، جہاد سے انکار کرنے والوں، معیشت کا بہانہ بنا کر جنگ سے بھاگنے والوں، یاد رکھو جنگ تم کو کرنی ہوگی آج نہیں تو کل ضرور لیکن آج موقع ہے ۔اگر کشمیر کے لیے اٹھو گے تو پھر لاہور، کراچی اور پشاور محفوظ رہے گا، اگر امیدیں ٹوٹ گئیں تو پھر بازوں اور ٹانگیں کاٹنی آسان ہو جاتی ہیں ۔اگر تم چاہتے ہو کہ پاکستان محفوظ رہے تو آؤ کشمیر کے لیے جہاد کا اعلان کریں ۔

حکومت وقت کو پیغام :۔

اے حکمرانو جنگ سے کیوں بھاگتے ہو معیشت کے بہانے بنا کر؟ کیونکہ کشمیر کا حل تو صرف جنگ ہی ہے لیکن تم جنگ سے دور بھاگتے ہو جب کسی کی بیٹی پر حملہ ہوتا ہے تو پھر حملے کے بدلے حملہ ہی کیا جاتا حلوے کی دیگیں نہیں بانٹیں جاتیں، پاکستان کرتار پور میں بھنگڑے ڈالنے کے لیے نہیں بنا تھا ۔اے حکمرانو اگر سکھ بغیر ویزے کے آسکتے ہیں تو پھر افغانستان کے مسلمانوں کو بھی آزادی دی جائے تا کہ وہ بھی اپنے رشتہ داروں سے آزادانہ مل سکیں تم یورپ کی چمچا گیری سے باز آجاؤ اور دنیا کو بتا دو کہ ہم غدار نہیں ہم اس مشن پر کھڑے ہیں جس پر پاکستان بنا تھا ۔اے حکمرانو اگر تم جہاد کا اعلان کرو گے تو یہ لاکھوں کا لبیک کا مجمع بتا رہا

ہے کہ ہم اپنی خامیاں اور پریشانیاں بھول کر آپ کے ساتھ مل کر بارڈر پر جنگ لڑیں گے اور بتائیں گے کہ کشمیر بنے گا پاکستان ۔تم ہم پر ایک سال سے زیادہ عرصے سے ظلم کر رہے ہو ۔لیکن تم الٹے لٹک کر بھی ہم پر الزامات ثابت نہیں کر سکتے ۔

امیر المجاہدین مولانا خادم حسین رضوی صاحب کا پیغام:۔

باباجان کا بیان رات کے تین بجے کے بعد شروع ہوا تھا لیکن لوگوں کا سمندر پھر بھی تازہ دم نظر آرہا تھا لوگوں نے کھڑے ہو کر باباجان کا بیان سنا کیونکہ مینار پاکستان پر جگہ کم پڑ گئی تھی اس لیے لوگ کھڑے ہو کر سنتے رہے ۔ باباجان نے فرمایا اے لبیک والو تم نے کسی سے بھی مرعوب نہیں ہونا ۔

نہ منہ چھپا کے جئے ہم نہ سر جھکا کے جئے
ستم گروں کی نظر سے نظر ملا کے جئے
اب ایک رات اگر کم جئے تو کم ہی سہی
یہی بہت ہے کہ ہم مشعلیں جلا کے جئے (ساحر لدھیانوی)

آپ نے پریشان نہیں ہونا پریشان تو وہ ہوں جو عاصیہ ملعونہ کے حامی ہیں پریشان تو عمران ،نواز شریف اور بلاول ہوں جو کہتے ہیں جنگ مسئلے کا حل نہیں ہے جہاد سے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے مسئلے حل کیے تھے پریشان وہ ہوں جو کہتے ہیں جہاد کا کہنے والے کشمیر پر ظلم کر رہے ہیں باباجی فرماتے ہیں کہ تجھے کیا پتا محمود غزنوی ،محمد بن قاسم ،خالد بن ولید نے جنگ سے ہی مسئلے حل کیے تھے ۔ باباجی نے عمران خان کو پیغام دیا ہے کہ تم سکھوں کو خوش کرنا چاہتے ہو ۔سکھوں سے پہلے قائد اعظم اور علامہ اقبال اور 20 ہزار عورتوں سے پوچھو تمہیں یہ سکھ زیادہ عزیز ہیں؟ اگر عزیز ہیں تو پھر امرتسر چلا جا ۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الااللہ ۔

باباجی فرماتے ہیں کہ 1940ء قائد اعظم سارے لوگوں کو کیوں لائے تھے کیا 20 ہزار عورتوں کی عزت اس لیے لوٹی گئی تھی ،یہ سارا ماجرہ کیوں ہوا تھا ،کیا کرتار پور بارڈر کھول کر سکھوں کے ویزے ختم کرنے کے لیے ہوا تھا؟ بارڈر کھول کر پاکستانیوں اور سکھوں نے ڈانس کیا کس وجہ سے ،کیا تم نے کشمیر آزاد کروالیا ہے؟ یہ ذلیل حکمران کہتے ہیں ۔جہاں مسلمان عورتوں کی عزتیں لوٹی جارہی ہوں وہاں تو جہاد کی بات کرے گا ،وہ کشمیر کے ساتھ ظلم کرے گا ۔ باباجی نے کارکنان سے مخاطب ہو کر فرمایا تم ایسے اپنے جذبات دیکھاؤ کہ ٹرمپ مودی بھی کانپ اٹھے اور کہے کہ اب تو محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شیر آگئے ہیں ۔غزنوی کے وارث ،نورالدین زنگی کے وارث صلاح الدین ایوبی کے وارث آگئے ہیں باباجان کا ظالموں کے لیے بددعا کرنا اور عوام کا سمندر آمین کہنا ۔

باباجی فرماتے ہیں جن لوگوں نے ہمارے ووٹ ظاہر نہیں کیے جن لوگوں نے ووٹوں کو چھپایا وہ میرا یہ اعلان سن لیں

اب یہ غنڈا گردی نہیں ہو گی تم نے ہمارے علماء کو جیلوں میں ڈالا تم نے ہمارے دو عالم شہید کیے اور دو بچے بھی شہید کیے تم نے ہر طرح کی تکلیف دی میں دعا کرتا ہوں یا اللہ جنہوں نے کریک ڈاؤن کا آرڈر دیا جنہوں نے آرڈر پر چل کر ظلم کیا اور ان کو دنیا اور آخرت میں اس طرح برباد کر کہ ان کی نسلیں یاد رکھیں کہ دین اسلام کے خلاف حرکت کرنے کی کیا سزا ملی ہے۔

باباجان کا دو نمبر مولویوں اور پیروں کو جواب:۔

باباجی فرماتے ہیں جن کو بڑا دعویٰ تھا اپنے باپ دادا کا کہ ان کے اجداد نے بڑا کام کیا باباجان فرماتے ہیں یہ بتاؤ تم اس وقت کہاں تھے جب ناموس رسالت پہ حملہ ہوا تھا اور چند میلوں کے فاصلے پر تم روٹی بھی دینے نہ آئے تھے آج کس منہ سے کہتے ہو ہمارے بڑوں نے بڑا کام کیا؟ بڑوں نے تو کیا مگر تم کیا کرتے رہے تم تو تماشے دیکھتے رہے کنجروں کے ساتھ ویڈیو بنواتے رہے ختم نبوت کے غداروں کو اپنے جلسوں میں بلاتے رہے ان کو ووٹ دیتے رہے اور تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریک لبیک پاکستان کے ساتھ جو کر سکتے تھے کیا تم کیا سمجھتے ہو ہمیں پتہ نہیں ہے؟

پردوں میں چھپا ہو تو چشم بینا دیکھ لیتی ہے
اور زمانے کی طبیعت کا تقاضہ منہ دیکھ لیتی ہے

چالیس ہزار پچاس ہزار مرید ہیں مگر ناموس رسالت کا کام کس نے کرنا ہے تم تو اپنے مدرسے اور خانقاہیں بچاتے رہے اپنی جان بچاتے رہے کہ کہیں میرا نام نہ آجائے کہ یہ بھی لبیک والوں کے ساتھ تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو بھونکنے والوں کو جواب:۔

باباجی فرماتے ہیں پہلے تم ہمارے خلاف بک بک کرتے تھے اب صحابہ کرام کو بھونکنے لگ پڑے ہو۔ درد رکتیو!

باباجی فرماتے ہیں میرا اس ہر بندے کو پیغام ہے جو صحابہ کرام کے بارے میں بکواس کرتا ہے تم سے وہ مٹی افضل اور اعلیٰ ہے جہاں پر صحابہ کرام کے گھوڑوں نے پیشاب کیا ہے جب اللہ اور اس کا رسول صحابہ سے راضی ہے تو تم کون ہوتے ہو بھونکنے والے سیاہ دل والے، تم صحابہ کو پڑ گئے ہو۔

کشمیر کا حل:۔

کشیر کا حل صرف اور صرف جہاد ہے ہم کشمیر کے ساتھ تھے اور ہیں جو کشمیر کے لیے جہاد کرے گا ہم اس کے ساتھ ہیں کشمیر کا حل صرف جہاد ہے مذاکرات نہیں ہیں۔کارکنان اور ذمہ داران سے لیا گیا حلف۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اللہ رب العزت کو سمیع وبصیر جان کر اور ختم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنا کر حلفیہ عہد کرتا ہوں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری جان، میرے ماں باپ، میری اولاد میرا تمام مال، جو کچھ اللہ رب العزت نے مجھے

عطا کیا وہ سب اور اپنے خون کے آخری قطرے تک کو نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے ہمہ وقت پیش کرنا اپنا اعزاز سمجھتا ہوں میں اللہ تعالیٰ اور نبی پاک ﷺ کی اطاعت و وفاداری کو ہر چیز پر مقدم رکھتا ہوں۔اور دین اسلام کی تمام اقدار پر مکمل ایمان رکھتا ہوں میں ''تحریک لبیک پاکستان'' کے آئین منشور اور پالیسی جو اسلام کے مطابق ہے دل و جان سے مانتا ہوں اور اس حوالہ سے دی گئی رہنمائی پر مکمل طور پر عمل پیرا رہتے ہوئے اپنے فرائض منصبی پوری ایمانداری سے اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری سے تنظیمی دستور اور پالیسی کے مطابق سرانجام دوں گا اور پارٹی کے نظم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا میں حسب ضابطہ تحریک لبیک پاکستان کے مرکزی عہدیداران اور ان کے مقررہ تنظیمی ذمہ داران کے فیصلوں پر عمل درآمد کا پابند رہوں گا نیز شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے درجہ بدرجہ اطاعت کروں گا میں اپنے ذاتی مفادات کو تحریکی امور اور فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا میں عہد کرتا ہوں کہ ہرگز کسی ایسی سرگرمی یا سازش میں اعلانیہ غیر اعلانیہ ظاہری و پوشیدگی میں حصہ نہیں لوں گا جس سے تحریک لبیک پاکستان میں گروہ بندی یا دھڑے بازی کا اندیشہ ہو میں مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت و استحکام میں اپنا بھرپور کردار ادا کروں گا اے اللہ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے ہم سب کو اس پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرما اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔



امیر المجاہدین علامہ مولانا مفتی خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت و استقامت

محمد فرحان رضا قادری (حیدرآباد سندھ)

الحمدللہ! رضوی صاحب اسلامی سوچ وفکر اور صحابہ کرام کے انداز کو لے کر اُبھرے۔ دینی کاموں کے طرزِ انداز پر جو گرد و غبار چھا گیا تھا آپ نے اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے احکام پر ہر صورتحال میں اس انداز سے کام کر کے دکھایا کہ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ناموسِ رسالت یا دین اسلام کے دفاع کے لیے ہم آواز بلند کریں گے تو ہمارے ادارے بند ہو جائیں گے، باباجی نے یہ عمل کر کے دکھایا کہ دینی ادارے نہ کل بند ہوئے تھے نہ آئندہ بند ہوں گے ان شاء اللہ۔

رضوی صاحب ایک ایسی شخصیت کا نام ہے کہ جنھوں نے بہادری و استقامت کے وہ جوہر دکھائے کہ جن کو دیکھ کر آنکھیں حیران رہ جاتی ہیں۔

رضوی صاحب اوروں کی طرح صرف حدیثِ پاک بیان نہیں کرتے تھے بلکہ حدیثِ پاک کہ اُن نکات کو بھی سامنے لاتے تھے جو عوام الناس کے علم میں بھی نہ ہوتے تھے۔ ابن خطل کے قتل کا بیان تو سب نے کیا لیکن رضوی صاحب نے یہاں تک بتا دیا کہ جس وقت حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ابن خطل کعبے کے غلاف سے لپٹا ہوا ہے تو اُس وقت حضور ﷺ اپنے سرِ مبارک سے جنگی آلات کو اُتار رہے تھے اور کس حد تک آپ ﷺ اُتار چکے تھے۔ اُسی حالت میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ گستاخ کو قتل کر دو۔ رضوی صاحب اُس شخصیت کا نام ہے جس نے اس دور میں جب ہر کوئی اپنے مریدین کی تعداد بڑھانے کے شوق میں تھا اور شخصیت پرستی عروج پہ تھی، علامہ خادم حسین رضوی نے لوگوں کو شخصیت پرستی کی بجائے عشقِ رسول ﷺ سکھایا۔ اگر آپ چاہتے تو آپ کے لاکھوں مریدین ہوتے لیکن لوگوں کو مرید نہ بنانے کے باوجود بھی آج پوری دنیا میں کروڑوں آپ کے چاہنے والے موجود ہیں، اسی کو ارادت کہتے ہیں یعنی کسی کا مرید ہونا۔ کیونکہ موجودہ دور میں جو بیعت ہے وہ فی البرکت ہے نہ کہ اصل پیری مریدی۔ اس بارے میں تاج الشریعہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔ اس کو کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ عزوجل اور اُس کے حبیب ﷺ کے لیے اپنے آپ کو فنا کرتا ہے تو پھر دُنیا اُس کے قدموں میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اب بھی کوئی باباجی کے طرزِ انداز کو دیکھ کر دین کا کام کرنا چاہے تو دین کے دروازے کھلے ہیں۔

رضوی صاحب اُس شخصیت کا نام ہے کہ جنھوں نے اپنے بیان کا موضوع صرف اور صرف عشقِ رسول ﷺ کو بنایا۔

رضوی صاحب اُس شخصیت کا نام ہے کہ جنھوں نے اکثر طور پہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے واقعات کو مسلم قوم کے سامنے اسلامی انداز میں پیش کیا کہ مسلم قوم میں بہ یک وقت بہادری اور عمل کا جذبہ پیدا ہونا شروع ہو گیا اور لوگ اپنی جانوں کو قربان کرنے تک کے لیے تیار ہو گئے۔ ماضی میں ایک وقت ایسا بھی تھا کہ بدمذہب پروان چڑھ رہے تھے، سینوں میں بزدلی کی فضا آب و تاب پہ تھی۔ ہر ایک نے اپنے نظریے کو اسلام سمجھ رکھا تھا اور لوگ اُسی کو اسلام سمجھ رہے تھے۔ لیکن جب

باباجی نے حقیقت سے پردہ ہٹایا تو پوری دنیا میں ایک روشنی پھیلی اور اُس روشنی نے لاکھوں لوگوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا اور وقت نے یہ ثابت کردیا کہ اصل دین کی تعلیم یہی ہے کہ جب حضور ﷺ کی ناموس کے دفاع کا وقت آئے تو قرآن کی صدا یہی کہتی ہے کہ گستاخِ رسول کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔حدیثِ پاک کی یہی ندا ہے،صحابہ کرام کا یہی طرزِ عمل،اولیاء کرام کا یہی انداز ہے۔اور پھر جب باباجی نے یہ حدیثِ پاک سنائی ''مَنْ سَبَّ نَبِیاً فَاقْتُلُوْہُ'' تو پوری دنیا کہ بچوں کی بھی یہی آواز سنائی دینے لگی کہ گستاخِ رسول کو قتل کیا جائے۔

رضوی صاحب ایک جامع شخصیت کا نام ہے،رضوی صاحب علم وعمل کا نام ہے،رضوی صاحب غیرت مندی کا نام ہے،رضوی صاحب لوگوں کی اصلاح کرنے کا نام ہے،رضوی صاحب قربانی دینے کا نام ہے،رضوی صاحب اپنا سب کچھ دین کے لیے قربان کرنے کا نام ہے،رضوی صاحب مجددِ وقت کا نام ہے،رضوی صاحب اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کے سچے عاشق کا نام ہے۔

رضوی صاحب اُس شخصیت کا نام ہے کہ جب وہ عربی پڑھتے تو کمال کی پڑھتے،فارسی پڑھنے میں اُن کا کوئی مثل نہیں ،اردو زبان میں اُن کا کوئی ثانی نہیں۔المختصر!رضوی صاحب ہماری دھڑکن کا نام ہے۔

رضوی صاحب کے اگر ہر گوشہ ءزندگی پر غور وفکر کرکے لکھا جائے تو بہت ساری قرآن کی آیات اور حدیثِ مبارکہ اُس پہ شاہد ہوں گی۔حرفِ آخر!لفظ مفتی پہ غور کیا جائے تو پاکستان میں بے شمار مفتی صاحبان مل جائیں گے،اُن سب سے میرا ایک سوال ہے،آپ بھی تو صاحبِ علم ہیں،جو کچھ باباجی نے بیان کیا ہے اور جس انداز سے کیا ہے وہ سب قرآن وحدیث اور تاریخ میں درج ہے۔تو پھر آپ اس طرح سے کیوں نہیں عمل کرسکتے؟باباجی فرماتے تھے،پہلے تم میدانوں میں نکلو،پھر ملائکہ خود مدد کے لیے آجائیں گے۔مزید آپ نے فرمایا:کہ بہت ہوگیا،فلاں کا بیٹا،،فلاں پیر صاحب کا یہ کمال وغیرہ ،ارے یہ بتاؤ تم نے ناموسِ رسالت کے لیے کیا کیا؟

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک پہ آپ نے کمال کا عمل کرکے دکھایا۔مسلکِ رضا کے تشخص پر عمل کرکے تحریک لبیک کی بنیاد ڈالی اور بغیر بد مذہبوں کی مدد کے یہ ثابت کرکے دکھایا کہ بندہ سچا ہو تو انقلاب بھی آتا ہے اور اُس کی مدد بھی ہوتی ہے۔لہٰذا اسی طرزِ انداز کی ضرورت ہے،آج ہم باباجی کے اسی طرزِ انداز پر،اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کی مدد اور کرم دیکھ رہے ہیں۔اسی طرزِ انداز کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات اے رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

کچھ لوگ اس بات پہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کہا جائے:تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں۔تجھ سے عاشق ہزار پھرتے ہیں۔میں

نے کہا او جھلیا! امام احمد رضا نے یہ بات نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کی تھی۔ تم ایسے اعتراض کیوں کر رہے ہو؟ ایسے الفاظ کی تو اُن کی بارگاہ میں قیمت ہے، جب امام احمد رضا خان نے یہ شعر کہا تو نبی کریم ﷺ سامنے آ گئے۔ اُس وقت جو الفاظ امام احمد رضا نے نبی کریم ﷺ کی شان میں کہے وہ بن دیکھے کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ حدیث تو سبھی بیان کرتے ہیں

جب نبی کریم ﷺ کی جھلک دیکھی تو عرض کیا:

وہ گُل ہیں لبہائے نازک اُن کے
ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بُلبل
یہ دیکھ گلشن، گلاب میں ہیں

یعنی فرمایا ساری دنیا کے پھول اس گلاب میں ہیں۔

ایسے ہی یہ بات نہیں ہو سکتی، حدیثِ مبارکہ میں لب مبارک کا ذکر ضرور ہے لیکن اعلیٰ حضرت نے جس انداز سے کیا وہ اوپر آپ پڑھ چکے ہیں مزید باباجی کے انداز میں پڑھئے:

کس ہاتھ کا خمِ تاب و تواں ٹوٹ گیا
کانپا یدِ بیضا کہ عصا چھوٹ گیا

جب حضور ﷺ مسکرائے تو امام احمد رضا نے عرض کیا:

آب دُرِ دنداں سے عدن ڈوب گیا
رشک لبِ لعلیں سے یمن ڈوب گیا

فرمایا تم دُرِ عدن کے موتیوں کی بات کرتے ہو اور یمن کے لعلوں کی بات کرتے ہو، میں نے جو لب ہائے مبارک اور حضور ﷺ کے گال مبارک دیکھے تو موتی اور یمن کے لعل بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔

نوٹ: یہ ہے باباجی کا طرزِ عشقِ رسول ﷺ جس کی ایک جھلک آپ کے سامنے پیش کی ہے۔

اہم نکتہ: جس وقت مکہ شریف میں حضور ﷺ کے علمِ غیب کے متعلق اعلیٰ حضرت سے کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب کے متعلق دلائل لکھیں۔ تو اُس وقت اعلیٰ حضرت نے نبی کریم ﷺ کی عظمت و شان کو بیان کیا اور علمِ غیب پر ایک کتاب ساڑھے سات گھنٹے میں تحریر کر دی، اُس وقت آپ کو بہت تیز بخار تھا۔ باباجی کی اعلیٰ حضرت سے نسبت دیکھیں کہ 15 نومبر کو جب حضور ﷺ کی ناموس کا دفاع کرتے ہوئے باباجی نے دھرنا دیا اُس وقت باباجی کو 104 بخار تھا۔ رب جانے، رب کی حکمت۔



امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت اور فیض آباد کا تاریخی دھرنا

مفتی سید محمد مبشر رضا قادری
مدیر اعلیٰ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل

7 ستمبر 1974ء کو مملکت خداداد پاکستان میں قادیانیوں کو سرکاری طور پر غیر مسلم قرار دینے کا تاریخی فیصلہ کیا گیا۔ علماء و مشائخ نے ذوالفقار علی بھٹو کو مشورہ دیا کہ وہ نتائج کی پرواہ کیے بغیر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر اپنی عاقبت سنوار لیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے کے بعد زندگی کے ہر شعبہ میں ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کو شامل کر دیا گیا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد ان کو امت مسلمہ سے باضابطہ سرکاری طور پر بھی الگ کر دیا گیا۔ پچھلے 34 سال کے دوران قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے والے فیصلہ کو آئین سے نکلوانے کے کوششیں ہوتی رہیں لیکن امت مسلمہ نے کسی جمہوری اور غیر جمہوری حکومت کو آئین میں شامل قادیانیوں سے متعلق کسی شق کو بھی نکالنے نہیں دیا اور دینی جماعتوں نے اس پر باضابطہ پہرہ دیا۔ لیکن جب انتخابی اصلاحات بل 2017ء قومی اسمبلی سے متفقہ تور پر منظور ہو کر آیا تو جماعت اسلامی کے نائب امیر اسد اللہ بھٹو نے اپنی قیادت کے سامنے اس بات کی نشاندھی کی کہ انتخابی اصلاحات بل 2017ء میں کاغذات نامزدگی کے فارم امیدوار کے لئے ختم نبوت پر ایمان کے "حلف" کے الفاظ کو "اقرار" میں تبدیل کر دیا گیا۔

اس تبدیلی سے ملک کی مذہبی جماعتوں کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا۔ ان تمام جماعتوں میں امیر المجاھدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ترمیم کے خلاف عملی طور پر میدان عمل میں آ گئی۔ ختم نبوت کے عظیم محافظ علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت کے اس اقدام کی شدید مذمت فرمائی، حکومت کو آڑے ہاتھوں لیا، للکارا اور ڈیڈ لائن دی کہ یہ ترمیم فوراً واپس لی جائے ورنہ ہم بڑے پیمانے پر احتجاج کریں گے۔ ہم اس مملکت خداداد میں ہرگز ہرگز کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے پیارے نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالیں۔ حکومت نے اس کے جواب میں لیت ولعل سے کام لیا، کبھی کہا ایسی کوئی ترمیم ہوئی ہی نہیں اور کبھی کہا غلطی سے ہوگئی ہے جب حکومتی ذرائع سے اس کی تصدیق ہوگئی کہ واقعی حلف نامے میں یہ مذموم تبدیلی کی گئی ہے اور پھر حکومت اس ترمیم کو واپس لینے کا کوئی اقدام کرتی ہوئی نظر نہیں آ رہی تو حکومت کے اس مایوس کن رویے سے امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آ گئے اور آپ سخت موقف اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے چنانچہ آپ نے 2/ اکتوبر 2017ء کو احتجاجی قافلے کی قیادت کرتے ہوئے اسلام آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کی قیادت میں۔ عشاق کا ایک سمندر تھا جو آپ کی ایک پکار پر جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر عقیدہ ختم نبوت کی پہرہ داری کا عزم لیے ہوئے اسلام آباد کی جانب روانہ ہوا سب کا ایک

ہی جذبہ تھا کہ عقیدہ ختم نبوت پر ہر حال میں پہرہ دینا ہے۔ پورے ملک میں کونے کونے میں اعلانات کروائے گئے۔ چاروں صوبوں سے محافظین ختم نبوت قافلوں کی شکل میں اسلام آباد روانہ ہوئے۔ابتدائی طور پر یہ ایک احتجاجی مارچ تھا۔جس کا مقصد ڈی چوک پر دھرنا دے کر احتجاج ریکارڈ کروانا تھا۔جب حکومت نے لوگوں کا ایک جم غفیر نکلتے دیکھا تو حکومت کو شدید تشویش لاحق ہوئی۔

امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا قافلہ جب فیض آباد کے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حکومت نے ڈی چوک کی طرف جانے والے تمام راستے بند کر دیے ہیں تمام راستوں پر بڑے بڑے کنٹینر لگا دیے گئے اور پولیس کی بھاری نفری تعینات کر دی گئی چنانچہ امیر المجاھدین کے قافلے کو فیض آباد کے مقام پر روک دیا گیا۔امید کی جا رہی تھی کہ حکومت حلف نامہ میں تبدیلی کے فیصلے پر نظر ثانی کرے گی اور اس ترمیم کو واپس لے گی لیکن حکومت میں بیٹھے ہوئے مغربی دلالوں نے احتجاج کرنے والوں پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ کسی طرح لوگوں کو ڈرا دھمکا کر منتشر کر دیا جائے اور ترمیم کو بحال رکھا جائے لیکن ان کو علم نہ تھا کہ تاریخ میں پہلی بار ان کا سامنا ایک ایسے مرد مجاھد سے پڑا ہے جس کی لغت میں ڈر اور خوف کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اور وہ ختم نبوت کی پہرہ داری اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بھی کرے گا۔

حکومت نے عشاق کے اس احتجاج کو بھی سیاسی احتجاج جیسا سمجھتے ہوئے سنجیدہ نہ لیا تو امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ نے فیض آباد کے مقام پر ایک تاریخی دھرنے کا اعلان فرما دیا جس نے پاکستان کی تاریخ میں ناموسِ رسالت مآب ﷺ کی خاطر قربانیوں کی ایک لازوال اور بے مثال داستان رقم کی جس کو ہمیشہ سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ہم بھی صورت حال سے برابر آگاہ رہے اور دھرنے میں شمولیت کے لیے چل نکلے۔تمام راستوں پر پولیس کی بھاری نفری تعینات تھی اور دھرنے میں شمولیت کی غرض سے جانے والوں کو راستوں میں ہی روک کر بنا کسی جرم کے پابند سلاسل کیا جا رہا تھا اس لیے ہم نے دھرنے تک پہنچنے کے لیے غیر معروف اور عام راستوں کو چنا اور اسلام آباد کی چھوٹی بڑی گلیوں، کالونیوں سے ہوتے ہوئے فیض آباد پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔کپڑوں کا ایک سوٹ موبائل فون لیپ ٹاپ اور چارجر کل سامان تھا۔ہمارا ارادہ تو یہ تھا کہ وہاں رہتے ہوئے دھرنے کی لائیو کوریج کریں گے اور دھرنے کی اصل صورت سے عوام الناس کو بروقت آگاہ رکھیں گے لیکن وہاں جب پہنچے تو صورت حال ہی کچھ اور تھی حکومت اوچھے ہتھکنڈوں پر اتری ہوئی تھی، موبائل سروس انٹرنیٹ سروس بجلی سب بند کر رکھی تھی دھرنے کی طرف جانے والے تمام راستے بلاک کر دیے گئے تا کہ دھرنے کی جگہ کوئی چیز حتی کہ کھانے پینے کا سامان بھی نہ پہنچ سکے۔یہاں ہم نے اس شعر کا عملی نمونہ دیکھا

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

امیر المجاھدین فرمایا کرتے تھے:

جھلیو! مالکاں نال وفاتے کر و فیر مالک کدھرے کنڈ نہیں لگن دیندے

پھر کچھ ایسا ہوا کہ اطراف کی آبادی کے لوگوں نے ڈیوٹی لگا دی کہ دھرنے کے لوگ اب ہمارے مہمان ہیں ان لوگوں نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی اور اپنے گھروں سے کھانے پینے اوڑھنے بچھونے پہننے کا سامان دھرنے میں بھیجنے لگے یہ آبادی کا وہ حصہ تھا جو دھرنے کے اندر آتا تھا اور پولیس فورس ان گھروں سے کچھ دور رستے بلاک کیے ہوئے تھی۔ راولپنڈی، اسلام آباد کے رہائشی جن کا اثر ورشوخ تھا وہ اپنے ذاتی تعلقات استعمال کرتے ہوئے گاڑیوں پہ راشن بھر بھر کے دھرنے کے اندر پہنچانے لگے۔ حکومت نے بھاری آتشیں اسلحہ، کئی ٹرک آنسو گیس کے شیل، ڈنڈوں سے بھرے ٹرالے، واٹر کینن، پولیس والوں کے حوالے کیے اور دھرنے پہ دھاوا بولنے کا حکم دے دیا۔ ہم چھے بجے سے کچھ لمحہ قبل دھرنے کے اطراف میں پہنچ چکے تھے مگر معلوم ہوا کہ دھرنے کا پورا علاقہ پولیس نے سیل کر دیا ہے۔ میں اور ضیاء رسول اس اچانک بدلی ہوئی صورت حال سے کافی حیران ہوئے لیکن اندازہ پہلے سے تھا کہ حکومت کوئی ظالمانہ اقدام اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے مگر اتنا بدترین ظلم کیا جانا تھا اس کا خواب وخیال بھی نہ تھا اس سے قبل پولیس صرف بڑی شاہراہوں اور بڑی سڑکوں پر ناکہ لگائے ہوئے تھی مگر اس روز پولیس رہائشی علاقوں کی گلیوں میں بھی آتشیں اسلحہ لیے دندناتی پھر رہی تھی۔

ہم نے اللہ اور اس کے پیارے نبی آخر الزمان ﷺ کا نام لیا اور رہائشی کالونی جو کہ فیض آباد کے اطراف میں ہے اس میں داخل ہو گئے کئی بار پولیس کا سامنا ہوا لیکن ہم کسی بھی قریبی گھر کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہو جاتے تا کہ پولیس کو نظر نہ آئیں ایک ہی کوشش تھی کہ کسی طرح دھرنے والی جگہ پر پہنچا جائے بالآخر اللہ پاک کی مدد و نصرت اور نبی آخر الزمان ﷺ کی نظر التفات سے اس وقت تک جب پولیس نے پہلا شیل فائر کیا میں دھرنے کے اندر پہنچ چکا تھا مگر ضیاء رسول پیچھے رہ گیا اور اسے کوئی خبر نہ تھی موبائل سروس بھی بند کر دی گئی ہے اللہ اللہ کر کے بالآخر وہ بھی دھرنے کے اندر پہنچ آیا۔ پہلا شیل فائر ہونے کے بعد پولیس نے دھرنے کی چاروں اطراف سے دھاوا بول دیا اور اس روز پاکستان کی تاریخ کی سب سے بدترین شیلنگ کی گئی ہر طرف آنسو گیس کے گولے تھے فیض آباد کے اوپر آنسو گیس کے دھویں کے سیاہ بادل بن چکے تھے سینکڑوں لوگ بے ہوش ہو چکے تھے سانس لینا دشوار ہو گیا تھا جو ابھی تک ہوش میں تھے وہ کسی نہ کسی طرح آنسو گیس کے دھوئیں سے بچنے کی تدابیر کر رہے تھے لوگوں نے آگ جلانے کے لیے اپنے بستر اور کپڑوں تک کو آگ لگا دی کیونکہ آنسو گیس کے دھوئیں سے بچنے کا آگ ہی واحد طریقہ تھا تقریباً پانچ گھنٹے کی بدترین شیلنگ کے بعد پولیس نے اپنے دوسرے منصوبے پر عمل شروع کیا اور دھرنے کے سٹیج کی طرف بڑھنا شروع ہوئی۔ فیض آباد میں قیامت کا سماں تھا لیکن اس تمام صورت حال میں جو تاریخی اور ناقابل فراموش کردار دیکھنے کو ملا وہ تحریک کی قیادت کا تھا خصوصی طور پر امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ

اور علامہ محمد شفیق امینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی جرأت وبہادری ہمارے لیے انتہائی حیران کن تھی اس روز حکومت نے جوسب سے بھیانک چال چلی وہ تھی غیرمسلم پولیس اہلکاروں کی تعیناتی ۔حکومتی کارندوں نے پورے ملک سے چن چن کرقادیانی اور دیگر غیرمسلم اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے پولیس اہلکاروں کو فیض آباد جمع کرلیا اسکی وجہ آپ سمجھ سکتے ہیں یہ تھی کہ یہ دھرنا خالصتاً ختم نبوت اور ناموس رسالت کے لیے ہے کہیں ایسا نہ ہو مسلمان پولیس اہلکار ان نہتے اور بے ضرر لوگوں پر شب خون مارنے سے انکار کردیں اس لیے قادیانی اور دیگر غیرمسلم اہلکاروں کی بھاری نفری وہاں پہنچ گئی جن پر کسی وعظ اور نصیحت کا اثر نہیں ہورہا تھا۔

دھرنے کے شرکاء اس قدر ظلم سے دلبرداشتہ ہوکر پولیس کے ساتھ بھڑنے کو تیار ہوگئے شاید ہزاروں جانیں ضائع ہوجاتیں اگر امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ بار بار لاؤڈ سپیکر سے بپھرے ہوئے جوانوں کو پولیس سے نہ بھڑنے کی تلقین فرماتے، مسلسل یہی اعلان فرمارہے تھے کہ پولیس والے بھی ہمارے بچے ہیں ان کو کچھ نہ کہا جائے ۔ پولیس کے ہاتھ جو بھی جوان لگتا اس کو یا تو شہید کردیا جاتا یا ڈنڈوں سے اتنا مارا جاتا کہ نیم مردہ حالت میں اسے ہسپتال پہنچا دیا جاتا۔لیکن جتنے پولیس والے عوام کے ہاتھ لگے سب کو سٹیج پر امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی حفاظت میں دے دیا جاتا تاکہ کوئی ان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

گیارہ بجے کے قریب پولیس فیض آباد کے اس پل پر چڑھنے میں کامیاب ہوگئی جس پر دھرنے کا سٹیج تھا اور تمام علمائے کرام اور قیادت اسی جگہ موجود تھی واٹر کینن پل پر چڑھادیئے گئے اطراف میں جتنے خیمے اور گاڑیاں تھیں سب کو آگ لگا دی گئی خیموں کے اندر بڑی تعداد میں اسلامی کتب احادیث کی کتب اور قرآن پاک موجود تھے،انتہائی بے دردی سے خیموں کو آگ لگائی جاتی رہی اور سٹیج سے چیخ چیخ کر متنبہ کیا جاتا رہا کہ خدا کا خوف کرو خیموں میں قرآن پاک کے نسخے موجود ہیں احادیث کی کتب ہیں مگر کس پر ان نصیحتوں کا اثر ہوتا۔

آخرکار سٹیج کے قریب پہنچ کر جلے ہوئے خیموں کے اوپر سے پولیس کی گاڑیاں اور واٹر ٹینک گزار کر سٹیج تک پانی کا پریشر مارا جانے لگا یہ پریشر اتنا شدید تھا کہ اس کے آگے کھڑا ہونے والا پانی کے پریشر سے اڑ کر دور جاگرتا۔جب امیر المجاھدین تک قرآن پاک کے نسخوں اور کتب احادیث کے جلائے جانے کی اطلاع پہنچی تو یہ وہ پہلا لمحہ تھا جب پورے پچیس دن بعد انہوں نے پہلی بار یہ اعلان کیا کہ اب ظلم ہر حد عبور کرچکا ہے نوجوانوں اٹھو اور نبی کریم ﷺ کی ناموس پر قربان ہوجاؤ اب یہ پولیس والے آگے نہ بڑھنے پائیں ۔ پولیس کلاشن کوفیں تانے آنسو گیس کے شیل لیے سامنے کھڑی تھی اس وقت تک کئی شہادتیں ہوچکی تھیں ہر کسی کو معلوم ہوچکا تھا کہ پولیس یہاں صرف لاشیں گرانے آئی ہے اس خونی منظر میں ایک شیر سٹیج سے اترا ڈنڈا ہاتھ میں لیا اور دھاڑتا ہوا پولیس کی طرف بڑھا یہ شیر تھا حضرت محمد شفیق امینی دامت برکاتہم العالیہ،ان کا پولیس کی طرف

بڑھنا تھا کہ آنسو گیس سے نیم بے ہوش جوانوں میں جیسے معجزاتی طاقت آ گئی اور سینکڑوں جوان پولیس کی طرف نتائج سے بے پرواہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ سٹیج سے مسلسل'' تاجدار ختم نبوت زندہ باد'' اور'' لبیک لبیک یارسول اللہ'' کے فلک شگاف نعروں کی صدائیں بلند ہوئیں اور پھر ان آنکھوں نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کا معجزانہ عملی نمونہ بھی دیکھا کہ:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْن۔

کہ ایک مکر یہ لوگ کرتے ہیں اور ایک تدبیر اللہ فرماتا ہے بے شک اللہ ہی بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔

حکومت نے کافر اہلکاروں کو بھیج کر دھرنے پر ظلم ڈھانے کا اپنی طرف سے بہترین منصوبہ بنایا، قرآن پاک جلائے گئے کتب احادیث جلائی گئیں اور امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی بار پولیس کو ہر حال میں روکنے کا حکم دیا تو بے تیغ مسلمانوں نے جب'' اللہ اکبر'' کے نعرے لگا کر پولیس کی طرف رخ کیا تو ان کے پاوں اکھڑ گئے۔ ہوسکتا ہے یہاں مسلمان پولیس اہلکار ہوتے تو وہ ڈٹ کر عوام کا سامنا کرتے ممکن تھا مزید شہادتیں ہوتیں مزید حالات خراب ہوتے مگر حکومت میں بیٹھے مغربی غلاموں کی یہ چال ان پہ الٹی پڑ گئی اور جن کافروں کو نہتے مجاہدوں کے قتل عام کے لیے بھیجا گیا اور'اللہ اکبر'' کے ایک نعرے کی مار ثابت ہوئے اور پولیس کی ساری نفری اپنی بندوقوں سمیت سر پٹ پیچھے کو دوڑ کھڑی ہوئی اطراف میں ہر سمت یہی منظر تھا پولیس آگے آگے تھی اور اللہ کے یہ بے تیغ مجاہد پولیس کے پیچھے تھے۔

اس روز بیس کے قریب شہادتیں ہوئیں ہزاروں کارکنان زخمی ہوئے ہزاروں بے ہوش ہوئے لیکن نہ قیادت کو اپنی جگہ سے ایک انچ ہلایا جاسکا نہ دھرنا منتشر کیا جاسکا۔ حکومت اتنے ظلم کے باوجود اپنے گھناونے منصوبے میں بری طرح ناکام ہوئی۔ اور ختم نبوت کے پہرے داروں کو اللہ پاک نے سرخرو فرمایا مگر یہ بہت سی قربانیوں کے بعد ممکن ہوا ہمارے کئی ساتھی شہید ہو چکے تھے جو ہمارے ساتھ خیموں میں رہے ساتھ کھاتے پیتے رہے ہنسی مذاق کرتے رہے نمازیں ساتھ ادا کرتے رہے اکٹھے پہرہ دیتے رہے کیونکہ ہم سب دھرنے کی سیکیورٹی کے شعبے میں تھے وقفے وقفے سے جب جب معلوم ہوتا کہ فلاں ساتھی بھی شہید ہو گیا فلاں بھی شہید ہو گیا تو جہاں ان کی شہادت پر فخر محسوس ہوتا وہیں انکی اچانک جدائی کا صدمہ بھی آنسو بن کر ابل پڑتا۔ ہم نے بہت سے خونی مناظر دیکھے بہادری کے ناقابل فراموش مناظر دیکھے۔ صبر و استقلال کی اعلیٰ مثالیں دیکھنے کو ملیں۔ حکومت بری طرح ناکام ہوئی، اس کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ وزیر زاہد حامد کو مستعفی ہونا پڑا۔ ختم نبوت کے حلف نامے کی ترمیم بھی واپس لے لی گئی۔ گرفتار کارکنان کو رہا کر دیا گیا اس طرح پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا کامیاب دھرنا ثابت ہوا جن نے قربانیاں

پیش کر کے بھی اپنے جائز مطالبات تسلیم کروائے اور ختم نبوت پر ایسے پہرہ دیا کہ قرون اولی کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دی۔ اس روز پورا ملک بلاک ہو چکا تھا ہر چھوٹے بڑے شہر پر روڈ بلاک کر دیئے گئے تھے پورا ملک جام تھا عوام سڑکوں پر تھی۔ شام کو مذاکرات کی کامیابی کے بعد پورے ملک میں اعلانات کروا کر لوگوں کو واپس جانے کی تلقین کر دی گئی۔ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کامیاب و کامران لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اس تاریخی دھرنے کی کامیابی و کامرانی پر عشاق رسول ﷺ کا مورال بلند ہوا اور نہ صرف ملک بھر میں بلکہ دنیا بھر میں محافظین ختم نبوت خوشی سے جھوم اٹھے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمارے امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین ثم آمین



امیر المجاہدین! نمونہ اسلاف

از ہر القادری

جامعہ اہل سنت امداد العلوم

مٹہنا، کھنڈسری، سدھارتھ نگر (یو۔ پی۔) انڈیا

اللہ جل مجدہ الکریم نے مخلوق کی ہدایت و رہ نمائی کے لیے ایک یا کم وبیش دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاے کرام کو اس خاک دان گیتی پر مبعوث فرمایا یعنی آدم تا عیسیٰ علیہم السلام اور ان کے بعد آخری نبی کی شکل وصورت میں پیغمبر آخر الزماں محمد عربی ﷺ کو'' خاتم النبیین'' بنا کر پیدا فرمایا یعنی نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ آقا ﷺ کا ارشاد گرامی ہے''لا نبی بعدی'' گویا اب کوئی نبی نہیں آنے والا، پھر ہدایت و رہ نمائی کا کام صحابہ وتابعین، تبع تابعین، صدیقین صالحین، اولیاے کاملین، مجتہدین، فقہاء ومحدثین اور علمائے ربانیین کے حصے میں آیا۔ اب نہ کوئی صحابی ہوسکتا ہے اور نہ ہی تابعی اور تبع تابعی، پھر ان کے بعد والے چار طبقات کے تحت آنے والے اللہ کے برگزیدہ بندے روحانی، عرفانی، ایقانی اور حقانی پیشوائی فرماتے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر گامزن کرتے ہیں اور مؤخر الذکر طبقہ خصوصاً عنایات الٰہی اور عطائے رسالت پناہی سے شبانہ روز تعلیم وتعلم ، درس وتدریس اور تبلیغ واشاعت کے ذریعہ قرآن وحدیث اور اقوال صلحا کے پیش نظر دین متین کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچانے کا پاکیزہ فریضہ انجام دیتے ہوئے نہایت ہی نیک نامی کے ساتھ دنیا میں جیتے ہیں اور قضاے الٰہی کے مطابق ان کا سفر آخرت بھی مثالی ہوتا ہے، وہ بظاہر دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن خداداد صلاحیتوں اور اپنی محنت شاقہ کے ذریعہ بیش بہا دینی خدمات، قابل ذکر ملی کارنامے اور مذہب ومسلک کے تئیں اپنی انتھک جدو جہد اور بے پناہ محنتوں کی وجہ سے اہل دنیا کے لیے نا قابل فراموش ہوتے ہیں۔

انھیں ہستیوں میں مملکت خداداد سے تعلق رکھنے والی عالم اسلام کی عبقری شخصیت، جامع علوم وفنون، سر خیل اہل سنت، امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی قدس سرہ کی ذات بابرکات بھی ہے جن کی بے پایاں دینی خدمات سے چمن اسلام کی آبیاری اور مسلک وملت کی تعمیر وترقی جگ ظاہر۔

ماضی کے جھروکوں میں جھانکنے کے بعد یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے عہد میں گزشتہ اُن کاملان ملت کے نقوش قدم پر چل کر عقائد ومعمولات حقہ کی ترویج واشاعت پھر ان کی حفاظت وصیانت کی ہے جنھوں نے ہزار ہا ہزار قربانیاں دے کر، بے شمار آلام ومصائب کا سامنا کر کے اور بسا اوقات دار ورسن کو چومتے ہوئے بھی مکمل حق گوئی اور پوری بے باکی کے ساتھ ڈنکے کی چوٹ پر بہ بانگ دہل ''اعلاے کلمۃ الحق'' کا آوازہ بلند کرتے ہوئے اسلام کی صاف وشفاف تصویر ہم تک

پہچائی ہے۔

اس تناظر میں جب ہم آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا تجزیہ کرتے ہیں تو احساس ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہوتا ہے کہ عقائد و معمولات حقہ کی ترویج واشاعت میں آپ نے بھی بلاشبہ باپنی حیات مستعار کی عظیم قربانی پیش کی ہے، بے شمار آلام ومصائب کا سامنا کیا ہے اور حق گوئی و بے باکی کا ایسا جوہر دکھایا ہے کہ زمانہ اس کی مثال لانے سے عاجز و قاصر ہے۔

آپ علم وعمل اور فضل وکمال میں یکتائے روزگار اور فقید المثال تھے۔علی الاعلان کلمۂ حق کا آواز ہ بلند کرنے والے تھے۔لبیک یارسول اللہ کا نعرہ آپ کے لیے حرز جان تھا۔ ذکر رسول ﷺ شبانہ روز کا مشغلہ تھا۔ ناموس رسالت کی حفاظت وصیانت آپ کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔عظمت ختم نبوت کے لیے تن من دھن قربان کردینا معراج زندگانی یقین کرتے تھے۔ کردار حسینی کے مظہر اتم تھے۔حق گوئی کی زبان اور ملک وملت کی آن بان شان تھے۔صبر و رضا کا پیکر جمیل اور ایثار وخلوص کا مجسمہ تھے۔مملکت خداداد میں رضوی مشن کا روح رواں تھے۔عالم اسلام خصوصاً مملکت خداداد میں افکار رضا کی ترویج واشاعت کے سچے پکے امین ومحافظ تھے۔بہ ہر حال قوانین اسلام کی بالادستی کے لیے حتی الامکان سعی بلیغ فرماتے۔خواہ اس کے لیے دار ورسن کا بھیانک منظر بھی دیکھنا پڑتا! کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ایسا ہوا بھی کہ اسلام اور قوانین اسلام کے نفاذ کو لے کر آپ کو جیل کی سلاخوں کا بھی سامنا کرنا پڑا! مگر "امیر المجاہدین" نے "نمونۂ اسلاف" بن کر دنیا والوں کو دکھا دیا کہ دنیاداری کو پس پشت ڈال کر۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

ماضی قریب کی جن شخصیات کو آپ نے اچھے سے پڑھا ان میں دو نام نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

اول: شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال سیالکوٹی جنھوں نے بہت پہلے کہا تھا۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

تو یقیناً آپ نے صدیقی صداقت، فاروقی عدالت، عثمانی سخاوت، علوی شجاعت اور حسینی امامت کی شان کو دنیا اور اہل دنیا پر ظاہر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بتادیا کہ آلام ومصائب برداشت کرلوں گا پر صدیق کی صداقت پر دھبہ نہیں آنے دوں گا۔ مصیبتوں کا پہاڑ بھی ٹوٹے لیکن فاروقی عدالت کی عظمت نیلام نہیں ہونے دوں گا۔ خود فاقے پر فاقہ کرلوں گا مگر عثمانی سخاوت کو ڈائنامیٹ ہونے سے بچالوں گا۔ زخموں سے دو چار ہو جاؤں گا، کیا مجال کی علوی شجاعت کا علم سرنگوں ہو۔ سر تن سے جدا ہو جائے کوئی غم نہیں، کوئی پرواہ نہیں، ہر حال میں حسینی امات کی شان گھٹنے نہیں دوں گا۔ اور ہوا بھی یہی کہ بے

شمار آلام ومصائب کا سامنا ہوا۔مصیبتوں کے پہاڑ بھی ٹوٹے اور وقت کے نمرود وفرعون نے آنکھیں بھی دکھائیں، پر ہوا یہ کہ بے شمار آلام ومصائب دم بہ خود ہو کر رہ گئے،مصیبتوں کے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو گئے،نمرودی آنکھیں بھی پھوڑ ڈالیں،فرعونی قوتوں کو بھی تہس نہس ہونا پڑا۔اقبال ہی کی زبان میں۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

دوم: امام احمد رضا خان،جنھوں نے عشق رسول کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر کہا تھا۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

بلا مبالغہ! امام عشق ومحبت سے قلبی لگاؤ کا نتیجہ تھا کہ آپ دنیا کی آگ سے بھی محفوظ ومامون رہے اور امام کے واسطے سے عشق رسول کی لگی آخرت کی آگ کو بجھانے کے لیے کافی ہے۔

میرے اپنے خیال کے مطابق آپ نے اپنی حیات مستعار میں سب سے زیادہ بریلی شریف کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کو پڑھا، اور پڑھا بھی تو ہر زاویے سے مگر ان کے عشق رسول کا رنگ انھیں اتنا نمایاں نظر آیا کہ عشق رضا کی سرفرازیوں سے سرفراز ہو کر اپنے سینہ کو محبت رسول کا مدینہ بنا لیا۔ پھر کیا تھا؟ شان رسالت میں ادنیٰ سی بھی بے ادبی اور گستاخی برداشت نہیں ہوتی (جس کا ایک عالم گواہ ہے)،وہ چاہے عام آدمی کے ذریعہ ہو یا حکومتی عملہ کی جانب سے،بہ بانگ دہل اعلان کرتے۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار، برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں،نہ شر کریں



ایک عظیم سپوت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حافظ محمد اسحاق ظفر

پوت و سپوت میں فرق کی کہانیاں سنی تھیں مگر اپنی حیات میں اس کی عملی تصویریں کم ہی دیکھیں۔" سپوت" بہت ہوئے اور ہوں گے مگر علامہ خادم حسین رضوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسا صاف گو اور حقیقت پسند، صاحب گفتار و کردار، علم و عمل کا مرقع، عزم بالجزم رکھنے والا صاحب عزیمت معلّم و مدرس اور مذہبی و سیاسی مربی ڈھونڈنے سے نہ ملے گا۔ آپؒ نے راہِ عزیمت کو اختیار کر کے اپنے خاندان و علاقہ کا نام روشن و متعارف کروایا، اپنے تعلیمی ادارے، اس کے اساتذہ کرام و مربیان بلکہ ملت اسلامیہ پاکستان کا سر فخر سے بلند کر دیا۔

میرا تعلق و تعارف:

علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے میری شناسائی تین عشروں پر محیط ہے، 1980 تا 1990 کی دہائی میں جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کی طرف سے ادارتی تحریری و تصنیفی خدمات کے طباعتی مراحل کی تکمیل اور دینی مدارس کے طلبہ کی تنظیم انجمن طلبہ مدارس عربیہ پاکستان کی تنظیمی سرگرمیوں کے حوالے سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں گاہے بگاہے جانے اور کئی کئی روز تک قیام کرنے کا اتفاق ہوتا رہا۔

اس عرصے میں ایک جواں سال محنتی طالبِ علم اور بعد ازاں "استاد الصرف" علامہ خادم حسین صاحبؒ سے کئی بار ملاقات ہوئی، مگر اپنے کام میں مگن اس پُر عزم نوجواں سے کبھی طویل نشست اور گپ شپ کا موقع نہ ملا۔

حالانکہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے دیگر بڑے چھوٹے اساتذہ کرام و منتظمین (حضرت مفتی اعظم مفتی عبد القیوم ہزارویؒ، شرفِ ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادریؒ، حضرت علامہ محمد رشید نقشبندیؒ، حافظ ملت حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی، علامہ محمد صدیق ہزاروی، زید مجدہم) سے راقم کا نہ صرف قریبی تعلق تھا بلکہ تنظیمی و تدریسی سرگرمیوں میں مشاورت اور تبادلہ خیال کے مواقع میسر رہے۔

مولانا رضویؒ کے قریبی دوستوں مولانا محمد اعظم نورانیؒ، مولانا محمد اسلام سعیدی، علامہ ڈاکٹر فضل حنان، مولانا سردار احمد حسن سعیدی، مولانا عمر فاروق ہزاروی اور مولانا محمد جمشید سعیدی زید مجدہم سے تنظیمی وابستگی کے اعتبار سے بڑا قرب رہا۔

بایں ہمہ حضرت علامہ رضویؒ سے اس طرح کی مجالست کا موقع بہت کم میسر آیا۔ اس کا باعث شاید مولانا خادم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طرز زندگی اور طریق عمل تھا جسے ترک مالایعنیہ کے ساتھ تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور آفاقی سوچ کا مظہر گردانا جا سکتا ہے کہ میں اُن کے آبائی وطن سے تعلق رکھتا تھا مگر وہ اس طرح کی محدودیت سے ماوراء تھے۔

میری رائے ووجدان:

حضرت کے معمولات کو جو میں نے دیکھا اور پرکھا وہ یہ تھا کہ صبح سویرے اسمبلی کے وقت جامعہ میں آنا اور دائیں بائیں کسی طرف دھیان دیئے بغیر سیدھا اپنے کلاس روم میں چلے جانا۔تعلیم وتدریس میں ایسا شغف کہ حفظ القرآن کے منجھے ہوئے اساتذہ کا روپ نظر آتا تھا۔

خدادادصلاحیتوں کا پیکر:

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تعلیم وتعلّم کے ساتھ ساتھ سماجی وانتظامی تربیت کے لئے طلبہ تنظیموں اور بزموں میں عملی شرکت ضروری ہے،مگر! مولانا خادم حسین رضوی صاحب جیسے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ صلاحیتوں اور اساتذۂ کرام کی نگاہ فیض بار کی بدولت اس کے محتاج نہیں ہوتے۔

حضرت علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ ان موھوبہ صلاحیتوں کے پیکر تھے،یہی وجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی میں ایسی سرگرمیوں میں مصروف ہونے کی بجائے حصول علم پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔اور عملی زندگی میں جب قدم رکھا تو کہیں بھی جھول نہ پڑنے دی۔

اپنے فن میں یکتائے روزگار:

زمانہ طالب علمی میں اساتذہ کرام سے سنا تھا کہ بعض اکابرین نے صرف ایک "فن صرف" میں مہارت حاصل کی اور بعد میں اسی کے فروغ میں مگن رہے،دیگر علوم وفنون اسلامی سے شغف کم رکھا،تو جب کبھی کوئی فقہی یا دیگر علم کا مسئلہ درپیش ہوا تو اپنے خاص شغف کی بدولت صرف ونحو سے ہی اُس کا حل بتا دیا۔یہ بات بڑی حد تک علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ پر صادق آتی ہے کہ آپ نے سالہا سال صرف ونحو (ام العلوم وابوھا) کی خدمت میں گزارے،کسی دوسرے فن میں دسترس کا اشتیاق نہ دکھایا مگر اس "صرف" سے ہی کمال کا رسوخ پایا۔

عام طور پر درس نظامی کے اساتذۂ کرام میں اسباق کی تقسیم کے موقع پر تنافس دیکھنے میں آتا ہے اور جب کوئی استاد صرف ونحو کی ابتدائی کتب پڑھالے تو اس کی کوشش وخواہش ہوتی ہے کہ علمی ترقی کے لئے دیگر علوم وفنون کی تدریس کروائے۔صرف کا فن ابتدائی درجات میں ہونے کی وجہ سے اساتذۂ کرام کی کوشش ہوتی ہے کہ دو چار سال بعد اس سے اوپر والے درجات وفنون پڑھانے کا موقع ملے،مگر علامہ رضوی صاحب نے ام العلوم فن صرف کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دیا۔

اور آخر ایک وقت آیا جب اکابرین ملت (حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی،شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمہم اللہ تعالی) نے اس دارِفانی سے دارِبقا کی طرف رحلت فرمائی تو شیخ الصرف (علامہ خادم رضوی) کو مسند حدیث پہ خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو طلبہ نے دیکھا کہ شیخ الحدیث کے روپ میں اس بحرِ علم نے تشنگانِ علم کو ایسی سیرابی بخشی کہ

معاصرین انگشت بدنداں رہ گئے کہ ہم تو انہیں محض استاد الصرف سمجھ رہے تھے یہ تو علوم وفنون کا ایسا منبع ہیں کہ جس کے سوتے امڈ امڈ کر علم کے پیاسوں کی سیرابی کا باعث بن رہے ہیں۔آپ نے تلامذہ کو اپنے بحر علم سے ایسے موتی لٹائے کہ وہ انہیں بھلا نہ پائے۔آپ کا حافظہ کمال درجے کا تھا کہ جو چیز ایک دفعہ پڑھ لیتے تھے از بر ہو جاتی تھی۔

ے این سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مقصدیت اور سادگی:

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ "اپنے من ڈوب کر پا جا سراغ زندگی" کا عملی نمونہ تھے۔جس چیز کو مطمح نظر بناتے،اس کے حصول میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رہنے دیتے۔زمانہ طالب علمی میں ہی سیاست دوراں سے ایک حد تک وابستگی تھی،علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت و دانائی اور سیاسی بصیرت کے دلدادہ تھے۔

طبیعت کی سادگی اور "بے تکلف زیستن خوش زیستن" میں اسلاف کرام کا نمونہ تھے،سر پہ سادہ ٹوپی یا دستار اور کندھے پر چادر رکھے جب چلتے تھے تو نہ جاننے والے کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ علم و ہنر کا دھنی جا رہا ہے۔پروٹوکول نام کی کوئی چیز ان کے قریب بھی نہیں آئی تھی۔

فن خطابت و بیان:

آپ کے فن خطابت کے جوہر عوام الناس پر آخری چند سالوں میں آشکارا ہوئے،تاہم علامہ رضوی شروع سے ہی اظہارِ مافی الضمیر میں کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے۔بالخصوص موقع ومحل کی مناسبت سے مختصر اور جامع گفتگو پر آپ کو کامل دسترس حاصل تھی۔مجلس علماء نظامیہ کے زیر اہتمام حضرت شرف ملت کے حوالے سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں سیمینار ہو رہا تھا۔آپ میزبان وصدر مجلس تھے،علماء کے خطابات کے دوران وقت کافی بیت چکا تھا۔جب آخر میں صدارتی خطبہ کے لیے آپ کو دعوت دی گئی تو آپ نے اپنی گفتگو کا آغاز اس جملے سے کیا کہ:

> "مجھے دو تقریریں کرنی ہیں ایک لمبی اور ایک چھوٹی ومختصر،چھوٹی تقریر کا تعلق خطابات پر تبصرے سے ہے،میری رائے میں اکابرین کے "تفردات" کو عام مجالس میں ذکر نہ کیا جائے،سب مہمانوں کا تہہ دل سے شکریہ اور لمبی تقریر یہ ہے کہ تمام مہمانوں کے لیے لنگر تیار ہے دعا کے بعد تبرک حاصل کیجئے گا۔" (تقریر ختم)

چھوٹی تقریر کا پس منظر:

بعض علماء کرام نے اپنی گفتگو میں اہل سنت کی بعض کمزوریاں بیان کرتے ہوئے حضرت شرفِ ملت و دیگر اکابرین کے کچھ اقوال ذکر کیے،جو درسگاہوں میں تو ذکر کیے جا سکتے ہیں مگر اس طرح کے مجمع عام میں ان کا تذکرہ مناسب و

موزوں نہیں تھا، ایسے بیانات پر بھی دو حرفی بات کر کے "خیر الکلام ماقل و دل" کا عملی مظاہرہ فرمایا۔

سچی بات ہے کہ اس مجلس میں بیٹھے ہوئے میں نے جب لمبی تقریر اور چھوٹی تقریر کے عنوان و معنون اور مندرجات کو اس اچھوتے انداز سے بیان ہوتا دیکھا اور سنا، تو ستائش کئے بغیر نہ رہ سکا۔ حضرت مولانا کے اس اندازِ گفتار کا تذکرہ میں کئی دفعہ اپنی درسگاہ میں طلبہ کے سامنے بھی کر چکا ہوں۔

وجہ شہرت و قبولیت عامہ:

علامہ حافظ خادم حسین رضوی ؒ کی عوامی مقبولیت و شہرت ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے چلنے والی تحریک میں کسی لگی لپٹی رکھے بغیر دوٹوک موقف اپنانے کی وجہ سے ہوئی۔ آپؒ اسلام کے پیغام حق کے سلسلہ میں کسی مداہنت کے قائل نہ تھے۔ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا درس و تدریس رہا۔ درس گاہ میں طلبہ کو سرزنش کرتے ہوئے سخت گفتاری اور غصے میں سب وشتم پر مشتمل کلمات کی ادائیگی تکیہ کلام کے روپ میں ایک عام معمول ہے، تحریک کے ابتدائی ادوار میں عوامی مجالس کے دوران بعض سخت جملے آپ نے دین بیزار طبقے کے لیے بولے، جسے لبرلز نے سوشل میڈیا پہ خوب اچھالا گیا مگر!

"بھرم جس کا نبی رکھے وہ رسوا ہو نہیں سکتا"

کے مصداق اس طبقے کو منہ کی کھانی پڑی۔

تحریک تحفظ ختم نبوت اور ضیاء العلوم:

تحفظ ناموس رسالت اور تحریک رہائی غازی ممتاز حسین قادری کے موقع پر استاذنا الکریم حضرت شیخ الجامعہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب بانی و مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم نے نہ صرف بذات خود بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ اپنے علماء و متعلقین کو بھی بھرپور کردار ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، بایں ہمہ اپنی طبیعت و مزاج کے مطابق عوامی سطح پر ان خدمات کے تذکرے اور تشہیر سے منع فرمایا۔

بعد ازاں لاہور کے احباب نے باضابطہ تحریک و تنظیم تشکیل دی اور پُرجوش انداز میں اس معاملے کو لیڈ کیا، تو اس دوران بعض ناعاقبت اندیش اور حکمت سے عاری لوگوں کی طرف سے سوشل میڈیا پر اخلاق باختہ پوسٹیں شیئر کی گئیں، جس سے بہت سارے احباب نے تحریک لبیک سے دامن کشائی کر لی۔ مگر تحفظ ختم نبوت کی تحریک اور فیض آباد دھرنے کے دوران تحریک لبیک کا ساتھ دینے اور سامنے آئے بغیر ہر طرح کا عملی تعاون کرنے میں "ضیاء العلوم" اور اس کے وابستگان نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ تقبل اللہ من جمیع مَن سعی فیہ

فیض آباد دھرنے کے ابتدائی ایام میں ایک مجلس کے دوران بعض احباب نے ماضی میں تحریک لبیک کے بعض

منتسبین کی طرف سے اخلاق باختہ اقدامات کی وجہ سے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھنے کی رائے دی جس پر قبلہ استاد جی زید مجدہ کا فرمان تھا کہ:

"اگر آج مولانا حافظ خادم حسین رضوی اور اُن کے ساتھیوں کو مطالبات تسلیم کئے بغیر اٹھوا دیا گیا تو پھر نہ ختم نبوت و قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی آئینی شق باقی رہے گی اور نہ کوئی رولز ریگولیشن، لہٰذا اس نازک موڑ پر ہر طرح تعاون کرنا لازم ہے؛ تاکہ دین دشمن قوتوں کی دسیسہ کاریوں کا سد باب اور توڑ ہو سکے"۔

یادگارِ اسلاف حضرت استاذنا الکریم مدظلہ کے اس حکیمانہ اور دوٹوک مؤقف کے بعد تنظیم علماء ضیاء العلوم اور جامعہ کے جملہ وابستگان نے دن رات ایک کر کے دھرنا میں شریک مہمانوں کی خدمت کو شعار بنالیا، وابستگان جامعہ میں سے متمول و مخیر حضرات باقاعدہ دیگیں پکوا کر لنگر کا انتظام کرنے لگے اور گھروں سے مائیں بہنیں کھانے کی اشیاء بنا کر اپنے بچوں کے ہاتھوں شرکاء دھرنا میں تقسیم کے لیے بھجوانے لگ گئیں۔

گمنام سپاہی کا کردار:

آج کی اس تحریر میں یہ انکشاف کر رہا ہوں کہ:

الحمد للہ العظیم فیض آباد دھرنے کے دوران گمنام سپاہیوں اور مجاہدین میں اس ناچیز کا بھی کردار رہا ہے، تحفظ ختم نبوت دھرنا فیض آباد کے دوران جب تمام موبائل سروسز معطل کر دی گئیں تو اس نازک موقع پر پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں فیض آباد دھرنا میں بیٹھے عاشقان رسول کے عزم و ہمت اور دجالی میڈیا کا توڑ کرتے ہوئے اصل صورت حال سے فوری آگاہی کا فریضہ اس خادم نے انجام دیا۔ اس موقع پر حکومتی اوچھے ہتھکنڈوں کا توڑ کیسے نکالا گیا؟ یہ الگ داستان ہے، اس میں بھی بہت سارے گمنام سپاہی ہیں جو فیض آباد سے فوری اطلاعات اور صورت حال سے آگاہی دلاتے اور ہم اپنے سورسز سے اُس اپڈیٹس کو میسجز اور سوشل میڈیا کے ذریعے تمام احباب کو آگاہ کرتے۔

اس دوران مجھے صرف دو دفعہ فیض آباد جانے کا موقع ملا، باقی تمام اوقات میں نے اپنی خلوت گاہ میں ہی گزارے اور کئی روز تو مسلسل شب بیداری بھی کی۔ تقبل اللہ منا و منھم صالح الاعمال۔

اختلاف و اتفاق کا حسین امتزاج:

مجھے یہ بات کہتے اور لکھتے ہوئے کوئی باک نہیں کہ حضرت مولانا خادم حسین رضوی صاحبؒ کے طریقہ و طرز عمل سے اختلاف ہوسکتا ہے مگر اُن کے مقصدِ عالی اور اعلاء کلمۃ اللہ کی صدائے حق سے کسی کلمہ گو مسلمان کو اختلاف نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ

اُن کے اچانک وصال کی خبر جہاں بھی پہنچی، صدمے اور دکھ سے پڑھی، سنی گئی، اور جنازہ میں شریک لاکھوں افراد اس قول کی صداقت پر شاہد عدل ہیں۔

تاریخی جنازہ میں علماءضیاءالعلوم کی اجتماعی شرکت:

علامہ رضوی ؒ کی اچانک وفات حسرت آیات نے ہر کلمہ گو شخص کو رنجیدہ کر دیا، بالخصوص نوجوانان اہل سنت کے لیے یہ خبر جانکاہ ناقابل یقین تھی، ضیاء العلوم میں جونہی یہ خبر پہنچی تو استاذ نا الکریم زید مجدہ نے کلمہ ترجیع کے ساتھ دعاء مغفرت و بلندئ درجات فرمائی اور علماءضیاء العلوم و جامعہ کے نیٹ ورک پر تعزیتی بیان و اطلاع جنازہ کی خبر نشر کرنے کا حکم فرمایا۔ ساتھ ہی صاحبزادہ والاشان وکیل غازی ممتاز حسین قادری ؒ علامہ پیر سید حبیب الحق شاہ صاحب زید مجدہ کی قیادت میں علماءضیاء العلوم کی اجتماعی شرکت کا اہتمام کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اسی موقع پر بعض عزیزوں کو جنازہ میں شرکت کے لیے ترغیباً فرمایا کہ ایسے تاریخی مواقع زندگی میں بار بار نہیں ملتے، لہٰذا اس سعادت سے بہرہ مند ہونے کی کوشش کریں۔ حضرت قبلہ استاذ نا الکریم نے کمال شفقت فرماتے ہوئے بعض نادار ساتھیوں کے سفر وخرچ اور تمام شرکاء کے لیے صبح ناشتے اور دوپہر کے لنگر کا اہتمام کرنے کی ذمے داری اس خادم کو سونپی اور اس سلسلہ میں خصوصی فنڈ عطاء فرمایا۔

حضرت استاذ نا الکریم کے ترغیبی ارشاد کے بعد جامعہ میں زیر تعلیم طلبہ کے لیے شمولیت جنازہ کی عام رخصت ہو جانے کی وجہ سے بہت سارے طلبہ وعلماء پہلی رات کو ہی لاہور کی طرف عازم سفر ہو گئے۔ تاہم اجتماعی قافلہ اگلے دن بوقت سحر روانہ ہوا جس میں اڑھائی سو سے زائد علماءضیاء العلوم شامل تھے۔ الحمدللہ العظیم اس تاریخی جنازہ میں شمولیت سے روحانی تسکین اور بالیدگی نصیب ہوئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

یہ سطور پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری زید شرفہ مؤسس و مدیر مجلہ "الخاتم انٹرنیشنل" برہان شریف تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک کے مخلصانہ پیہم اصرار پر نوک قلم کرنے کی سعادت پائی۔ تقبل اللہ مناو منہم وجعل ذریعۃ للفوز والسعادۃ



ایک بے بدل مجاہد

محمد منور نورانی (ساہیوال)

قوموں پر ابتلا اور آزمائش کے مراحل آتے رہتے ہیں اور زندہ قومیں ان سے نبرد آزما ہو کر ان سے نکلتی بھی رہتی ہیں لیکن امت مسلمہ کے لئے اس سے کٹھن مرحلہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اس کے پیغمبر برحق کی ناموس کو چیلنج کیا جائے اور ملت گراں خواب رہے۔

جی ہاں کچھ ایسا ہی تھا خاکے بن رہے تھے لیکن ملت کا اجتماعی شعور سویا ہوا تھا۔ دنیا کے ستاون اسلامی مما لک میں سے کتنے اس فکر ناسور کے خلاف اٹھے تھے؟ اطراف واکناف عالم سے احتجاجی لہر اٹھی لیکن دیر پا نہ تھی وہ مما لک جو خود کو امت کے ٹھیکیدار اور اسلام کے اصل وارث سمجھتے ہیں اس پر کس قدر مزاحم ہوئے؟ بالکل بھی نہیں۔ گویا یہ کسی اور سیارے پر بسنے والی مخلوق کا معاملہ تھا، جس سے امت کے ان مدار المہاموں کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ عامیان امت کا اضطراب جو بن پر تھا لیکن کوئی راہ رو نظر نہ پڑ تا تھا۔ پھر اللہ رب العزت کا اپنا دستور حرکت میں آیا اور بظاہر ایک معذور لیکن عزم کے پختہ اور ہمت کے عالی، چٹائی پر بیٹھ کر قال اللہ وقال الرسول کا درس دینے والے اُمت محمدیہ کے ایک درویش معلم کو میدان عمل میں اتارا، جس نے شرق سے غرب تک امت میں ناموس مصطفی ﷺ کے لیے بیداری کی روح پھونک دی۔ سنگ دلوں کے ایوان لرز اٹھے۔ امت محمدیہ کو مردہ سمجھنے والوں پر لرزہ طاری ہو گیا۔

عرب وعجم سے ایک ہی نعرے کی آواز آتی "لبیک یارسول اللہ، لبیک یارسول اللہ، لبیک یارسول اللہ اور" من سبا نبیا فاقتلوہ" سبحان اللہ! کیا نعرہ تھا کہ عالم کفر لرزہ براندام ہو گیا۔ جی ہاں! اپنے علم وعمل، تقوی، اخلاص، بے باکی، حاضر دماغی اور بے لوثی، جرأت واستقامت، عزم وہمت اور کمال جان نثاری سے اُمت کا مقدمہ لڑا اور اس اعصاب شکن جنگ کے فاتح قرار پائے۔

امیر المجاہدین شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ جو اہل محبت کی آنکھوں کا تارا اور اہل عزم کے عزم کا استعارہ قرار پائے۔ نشان منزل کو متعین اور افراد اُمت کو بھولا ہوا سبق از بر کرا گئے۔ اب آپ صدیوں تک اہل حق کا ایک حوالہ شمار ہوتے رہیں گے۔

حضرت کی عملی زندگی کو چار مراحل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ تدریس جامعہ نظامیہ اور خطابت محکمہ اوقاف:

تدریسی زندگی شاندار اور مہارت تربیتی کی شاہکار جب کہ اوقاف کی سرکاری ملازمت کے لئے بے روح قیدی بن کر

زندگی گزارنے کی بجائے ضمیر کے قیدی بن کر منبر مصطفوی ﷺ کے حقیقی امین بن کر دکھایا، اور جب اصل فرض منصبی یعنی اعلائے کلمۃ الحق میں اس ملازمت کو رکاوٹ پایا تو یہ قلادہ غلامی اتار پھینکا حالانکہ دو چار سال بعد آپ باقاعدہ ریٹائرمنٹ لے کر پنشن کا استحقاق حاصل کر سکتے تھے۔ یہ مقصد عظمیٰ سے آپ کی کمٹمنٹ کی اعلیٰ مثال ہے۔

۲۔تحریک فدایان ختم نبوت:

دراصل یہ آپ کی تنظیمی زندگی میں پہلی باقاعدہ انٹری تھی اور حسن اتفاق سے یہ اس راقم کے حضرت سے تعلق کی بنیاد بنی کہ آپ اس تحریک کے امیر اور بندہ اس کا جنرل سیکرٹری متعین ہوا۔ اور جامعہ نعمانیہ میں کثیر علماء کی موجودگی میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید نے ہماری پوری تنظیمی باڈی سے حلف لیا۔ آپ کی سرپرستی اور مولانا محمد خان لغاری ڈپٹی سیکرٹری جنرل جمیعت علماء پاکستان کی زیر ادارت چھپنے والے ختم نبوت پر اہل سنت کے اولین ماہنامے "لا نبی بعدی" میں آپ کے حکم پر مضامین لکھنے کی سعادت بھی حاصل رہی۔

۳۔تحریک رہائی غازی ممتاز حسین قادری شہید:

اس تحریک سے حضرت کے جوہر خطابت نکھر کر سامنے آئے، جس سے عوام الناس روشناس ہوئے۔ آپ کی قیادت کی اصل اٹھان یہیں سے ہوئی۔ غازی صاحب رہا تو نہ ہو سکے تاہم تحریک لبیک یا رسول اللہ کے قیام کے حوالے سے اس تحریک کے اندر ایندھن ضرور فراہم کیا اور حضور ﷺ کی ناموس کے لئے آپ کی لازوال قربانیوں کی خیرہ کن داستان شروع ہوئی۔

۴۔تحریک لبیک یارسول اللہ:

یہی وہ تحریک ہے جو دنیا بھر میں آپ کی پہچان بنی۔ آپ حوصلے اور ہمت کا ایک روشن باب، تقویٰ و پرہیزگاری کا نورانی ستارہ بن کر آسمان دنیا پر چمکے اور قبولیت عامہ کی سند پا کر اللہ رب العزت کے قرب میں جا پہنچے۔ پاکستان کی ملی سیاسی تحریک کے یہ دوسرے فرد ہیں جو قریہ قریہ کوچے کوچے اہلسنت کا پیغام حق لے کر پہنچے اور عوام الناس کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔ بچے بچے کی زبان پر لبیک یارسول اللہ کا نعرہ عرب وعجم میں ان کی پہچان ٹھہرا۔

کاش قضا وقدر کچھ مہلت ارزاں کر دیتے۔ ریاستی سطح پر ہونے والے تشدد میں بھی نہیں ڈگمگائے۔ اور سلف صالحین کی سنت پر عمل پیرا ہو کر اس گروہ قدسیاں کا حصہ بن گئے۔ مجھے حضرت کے تلامذہ بتایا کرتے تھے کہ آپ دوران تدریس بچوں کی کردار سازی کے لیے کوشش جاری رکھتے، اور عصر حاضر کی اہل سنت کی تاریخ میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کثرت سے کرتے اور ان کی استقامت و جرات اور ہمت و تقوی کی مثالیں دیتے۔ آج قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ کے بعد اسلامیان پاکستان دوسری مرتبہ یتیم ہو گئے۔

مقصد پہ یوں ڈٹے رہے کہ اہل حق کا استعارہ قرار پائے۔

کردار کی وہ جھلک پیش کی کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا عکس جمیل نظر آئے ۔
ابلاغ کی اس صلاحیت کے حامل تھے جو دلوں کا زنگ اتارنے کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے ۔
حق پہ ڈٹ جانا کوئی ان سے سیکھے ۔
مقصد پر اڑ جانا کوئی ان سے سمجھے، واہ کیا کمال شخصیت تھے ۔

آخری چند سال کی جدوجہد سے قبل ایک ایکسیڈنٹ کی وجہ سے معذور ہو گئے تھے لیکن اس معذوری کو اپنے مقصد کی راہ میں حائل نہیں ہونے دیا ۔ مجھے یاد ہے تحریک فدایان ختم نبوت میں ان کی قیادت کے دن تھے، جامعہ نعیمیہ میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کی تقریب سے فارغ ہو کر علامہ سید محمد محفوظ مشہدی صاحب کی قیادت میں سید محمد اجمل شاہ گیلانی شہید، ماہنامہ لا نبی بعدی کے روح رواں برادرم افضل رشید نقشبندی اور جناب شیخ مشتاق احمد نورانی صاحب کے ہمراہ ہم حضرت کی عیادت کے لئے گھر کی ٹرسٹ ہسپتال پہنچے ۔ آپ اپنے پرائیویٹ کمرے میں مہروں کی تکلیف کی وجہ سے بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے ۔ پلاسٹک کے جوتی نما تلوے سپورٹ کے لئے پیروں کے تلووں سے کندھوں کی جانب کس کر بندھے ہوئے تھے ۔ میں نے عرض کی حضرت ابھی تو ہم نے بڑا کام کرنا ہے آپ ابھی سے لیٹ گئے؟ فرمانے لگے! انشاءاللہ کام تو ہم نے کرنا ہے دعا فرمائیں اللہ پاک جلد صحت یاب فرمائے ۔

آج آپ ہم میں ظاہری طور پر نہیں ہیں لیکن سب یاد رکھیں وہ روحانی طور پر ملاحظہ فرما رہے ہیں پس و پیش کی کوئی گنجائش نہیں ۔ مشن سے ہٹنے کے سب راستے مسدود ہیں ۔ اس بات کو آپ کے جانشین صالح جوان حافظ سعد رضوی اور محبین و معتقدین سب نوٹ کر لیں ۔

اب آخر میں مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ لوگ جعلی کرامتوں اور من گھڑت خوابوں کے جھرمٹ میں عقیدتوں کے سومنات کھڑے کر دیتے ہیں اور ہمارے احباب مسلک محبت اور منہج مروت کی چھتری تلے اسے آفاقی جلوہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں ۔ جبکہ عملاً صورتحال بہت مخدوش اور ناگفتہ بہ ہوتی ہے ۔

علامہ خادم حسین رضوی صاحب اس بات سے اچھی طرح واقف تھے ۔ اپنے نام کے نعروں کے حقدار ہوتے ہوئے بھی اس وبا سے بچے رہے ۔ اسی لیے اپنے نام کا نعرہ نہیں لگانے دیتے تھے ۔ بلکہ کتنی خوبصورت بات کہتے کہ نعرے نوکروں کے نہیں مالکوں کے ہوتے ہیں ۔ ہم تو مالک کی نوکری کر رہے ہیں، صرف مدنی تاجدار کے نعرے لگاؤ ۔

علامہ رضوی کا یہ مقصد اور عمل کبھی پس پشت نہ ڈالا جائے ۔ ان کی شخصیت آج کے نعرہ زدگان کے ظلم کا شکار نہ ہو جائے اور دیگر عام پیران عظام، مشائخ وسجادگان کے رنگ سے بچی ہی رہے تو اس میں ہم سب کی بھلائی ہے ۔ ان کی محتاط زندگی ہمارے لئے رہنمائی کی بے شمار قندیلیں روشن کئے ہوئے ہے ۔

پاسبان ناموسِ رسالت وختم نبوت

مفتی آفتاب احمد رضوی

امام خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک شخصیت تھی یا کہ تحریک ،انقلاب تھا یا کہ عشق و مستی کا سیلاب ۔ پورے جوش وجذبے سے اٹھا۔ چہار دانگ عالم پر چھا گیا۔غیرت وحمیت کا پرچم لہرایا۔اٹھان ۔عروج ۔بلندی اور سرخروئی کا پیغام عام فرمایا ۔ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کے پہرے دار بن کر ابھرے ۔شیر کی طرح گرجے ۔ایوانوں میں کھلبلی مچی ۔وزیر مشیر قدموں میں ڈھیر ہو گئے ۔جذب دروں کو آتش فشاں بنایا۔ذوق اور شوق کو آراستہ و پیراستہ کیا۔منزل مراد کی چمک اور سج دھج سے گم گشتگان راہ کو آشنا کیا اور خودی کو ہمدوش ثریا کر دیا۔

گرماؤ غلاموں کا لہو سوز یقیں سے
کنجشک فرومایہ کو شاہین سے لڑا دو
اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے

بظاہر معذور۔ چلنے سے لاچار۔محض مسجد کا امام یا چٹائی پہ بیٹھ کے مدرسے میں پڑھانے والا مدرس ۔قال اللہ اور قال الرسول کا خوگر ۔خالی ہاتھ میدان میں اترے ۔نعرہ مستانہ بلند کیا۔ایک فوج مستان حق کی لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھی ۔دنیا دنگ رہ گئی ۔کیا ولولہ کیا دبدبہ اور کیا جذبہ تھا۔مادیت ۔لبرل ازم ۔اور سیکولر ازم ماتم کناں ہوگئی ۔دین کے نام پلنے والے چیخ اٹھے ۔جبہ ودستار کو دربار شاہی میں گروی رکھنے والوں کو دن میں تارے دکھائے ۔گرانے کی کوشش کی گئی ۔گھسیٹے بھی گئے ۔پابند سلاسل بھی کیا گیا۔امام ابوحنیفہ ۔امام احمد بن حنبل ۔شیخ مجدد اور مجاہد ملت عبد الستار خان نیازی کی تاریخ عملاً دہرائی ۔ان کی یادوں کے چراغ جگمگائے ۔ہزاروں شیل مارے گئے ۔ربڑ کی گولیوں سے نشانہ بنایا گیا۔آگ اور بارود کی بارش برسائی گئی ۔ڈنڈے کے زور پر یزیدان وقت نے دبانے کی ناکام کوشش کی ۔لیکن فرعونیت عشق رسول ﷺ کے سامنے بے بس ہوگئی ۔ابلیس کی ذریت نے ہر حربہ آزمایا۔لیکن حق آگے بڑھتا ہے ۔قلندرانہ ادائیں سکندرانہ جلال یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں کفر سے مرعوب کھوپڑیاں اور فکر ونظر سے تہی اذہان کیا سمجھیں؟ کہ مرد قلندر کی للکار کیا ہے؟ غیرت حق کی پکار کیا ہے؟

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اَولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بُوئے اسد اللّٰہی
آئین جوانمرداں ، حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

لوگ سمجھتے ہیں کہ ڈالر وریال ۔کرسی ۔کرنسی ۔اور ووٹ نوٹ طاقت اور ترقی کا سرچشمہ ہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ غلامی رسول ﷺ ہی دونوں جہانوں میں کامیابی کا زینہ ہے عقل کے پجاری ۔یورپ کے بھکاری ۔دین سے عاری لوگوں پر اخلاص اور للہیت کی ضرب کاری پڑی تو ان غلامانِ حوس کے اوسان خطا ہو گئے ۔اور عشق پوری طرح بےنقاب ہو گیا۔

اٹھا کر پھینک دو باھر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اور اقبال نے مزید فرمایا

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

پیکرِ عشق و مستی حضرت امام خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالی کو ریاست نے ظلم کی چکی میں ڈالا۔ ہر بربریت روا رکھی۔ چنگیزیت کی داستانیں رقم کیں۔عاشقانِ رسول ﷺ کے ساتھ خون کی ہولی کھیلی گئی پوری قوت سے دندناتے ہوئے مظالم توڑے گئے ۔شیطان کھل کر اپنے چیلوں کی شکل میں ظاہر ہوا اور بڑی ڈھٹائی سے حق پرستوں کا مقابلہ کیا۔لیکن غیرت حق اور ناموس رسالت کا جھنڈا بلند رکھا۔اپنی گردنیں کٹا کر پھر بدر واحد کی تاریخ دہرا دی ۔اس وقت فیض آباد کربلائے وقت بن چکا تھا جنگ کے انگارے دہک رہے تھے اور شعلے ھمالیہ کی بلندی کو شرمارہے تھے۔لیکن دین حق کا داعی سر میدان استقامت کا پہاڑ بن کر ڈٹا ہوا تھا۔اور برابر للکار تا رہا

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

یہ منظر بھی آسمان نے دیکھنا تھا اور دن قیامت تک کے عشاقان مصطفیٰ ﷺ کی جذبہ جاں فروشی پر گواہ بننا تھا۔لبیک یارسول اللہ ﷺ کی صداوں کے مقابلے میں کرائے کے غنڈوں کا بہیمانہ استعمال کیا گیا۔عشق کے زمزموں کا مقابلہ گالی اور گولی سے کیا گیا۔اللہ تعالی ان ظالموں کو نشان عبرت بنائے۔

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں بے عیب را جز بے گناہی نیست تقصیرے

لیکن یاد رہے کہ یہ قافلہ تھما نہیں ۔یہ کارواں رکا نہیں یہ سیلاب ختم نہیں ہوا۔وقت آیا موقع پا گیا پھر وہی جوش و جذبہ ہوگا اور وہی سرفروشانہ شان ہوگی۔تازہ مرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا عشق تمام مصطفیٰ ﷺ عقل تمام بولہب باطل کے تمام گماشتوں

سے پنجہ آزمائی کی ۔دین کی خاطر چومکھی لڑائی لڑی ۔لبرلز ۔سیکولرازم ۔قادیانیت اور رفض وخروج اور عالم کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ صرف حق بات کہی بلکہ آگے بڑھ کر ان کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر گھسیٹا ۔لیکن آہ تقدیر نے پہل کی اور پیامبر عشق ومستی نقاب کر کے گوشہ نشین اور خلوت گزیں ہو گئے ۔راقم نے کہا

آہ کہ رخصت ہوئے دنیا سے وہ بطل جلیل
جن کی نگاہ مست میں دنیا ومافیہا قلیل
فیض عشقِ مصطفیٰ ﷺ جاری وساری آج بھی
دیکھ لے ان کا جنازہ بے نظیر وبے مثیل
حضرت خادم حسین پر رحمتیں ہوں بے شمار
آفتاب بے نوا ان کی نگاہوں کا قتیل



تحریک تحفظ ناموس رسالت کے قافلہ سالار

الحاج محمد سعید نوری (رضا اکیڈمی ممبئی)

امیر المجاہدین حضرت علامہ ومولانا حافظ خادم حسین رضوی صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ تحفظ ناموس رسالت، تحریک ختم نبوت اور عشق رسالت کے قافلہ سالار تھے آپ نے اپنی زندگی کا محور مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے ایک شعر ؎

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

کو بنا کر تحفظ ناموس رسالت کی تحریک کا آغاز فرمایا اور دیکھتے ہی دیکھتے عشق رسالت کے حوالے سے پوری دنیا میں پہچانے جانے لگے اور عالم یہ ہوگیا کہ اب جب بھی عاشق رسول ﷺ 'لبیک یا رسول اللہ' کی صدا بلند کرے گا اس کی چھاؤں میں علامہ خادم حسین رضوی کا چہرہ نمایاں نظر آئیگا۔ یہی وجہ ہے کہ آج یہ نعرہ عاشق رسول کی محفلوں کی زینت اور عشق رسالت کی لو تیز کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ بن گیا۔ مولانا خادم حسین رضوی صاحب کی زندگی کا سرسری جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ صرف ایک قلیل مدت میں افق عشق رسالت پر طلوع ہو کر تحفظ ناموس رسالت کے امیر کارواں بن گئے ان کے انداز پہریدارۂ ناموس رسالت کی نظیر دور دور تک نظر نہیں آتی اور میں یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ سچے عاشق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تھے۔

میخانۂ بریلی سے وہ عشق رسالت کا جام پی کر تادم حیات ناموس رسالت کی پہریداری کرتے رہے۔ حضرت مولانا خادم حسین رضوی ایک سچے پکے عاشق رسول ﷺ اور پہریدارِ تحفظ ناموس رسالت، تحریک تحفظ ختم نبوت کی علامت بن گئے جب ان کا چہرہ نظر آتا دیکھنے والا بے ساختہ کہہ اٹھتا کہ یہ شخص تحفظ ناموس رسالت کا بہت بڑا پہریدار ہے گویا امیر المجاہدین کی زندگی تحفظ ختم نبوت، اور تحفظ ناموس رسالت سے عبارت ہو کر رہ گئی یہ بڑے نصیبے کی بات ہے سرکار دو عالم ﷺ جس سے چاہیں جب چاہیں جہاں چاہیں اپنے ناموس کی پہریداری عطا فرمادیں۔ ہند و پاک میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت میں ایک سے ایک عاشق رسول ﷺ کی جلوہ گری ہوئی مگر چند دنوں میں تحفظ ناموس رسالت کی لہر جو علامہ خادم حسین رضوی صاحب پیدا کی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

آپ نے عشق رسالت کی جوت ہند و پاک ہی نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں ایسی جگائی کہ بچہ ہو یا جوان عورت ہو یا مرد ہر کوئی اس سے شرسار ہوگیا آپ کا یہ روشن کیا ہوا شمع عشق رسالت بہت دیر تک عشاقان مصطفیٰ ﷺ کے

دلوں میں جلتا رہے گا۔ ایسے میں آپ کی ابھی دنیا کو بہت سخت ضرورت تھی کہ چاروں جانب دشمنان اسلام، گستاخان رسالت نت نئے طریقوں سے حملہ آور ہیں اور اسلام اور بانیٔ اسلام کی اہانت کر کے مسلمانان عالم کی مسلسل دل آزاری کرتے رہتے ہیں مگر مرضیٔ مولا امیر المجاہدین سالار عشق رسالت، پہریدار ناموس مصطفیٰ، ہم غرباء اہلسنت کو داغ مفارقت دے کر اس فانی دنیا سے دار بقاء کی طرف چلے گئے اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے صدقے ان کے مرقد انور پر ہمیشہ رحمت وانوار کے ساون بھادو برسائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے جماعت اہلسنت میں ان کا ثانی فرما کر مسلمانان عالم کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے مشن تحفظ ناموس رسالت' کو ان کے ورثاء مریدین، محبین کو آگے بڑھانے کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب رحمت عالم ﷺ کے صدقے توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



تحریک لبیک کا مجاہدانہ رول اور فیس بک

مشتاق نوری

سبق در سبق ایک عاشق رسول جس کی زبان و بیان سے یہودیت وعیسائیت بشمول ہنودیت اس قدر صدمے میں تھی یہ بھی پہلی بار پتا چلا۔عالمی میڈیا کا ایسا ردعمل سامنے آئے گا یہ بھی علامہ کی موت سے ہی سمجھ میں آیا۔ہندوستان کے سارے سنگھی ذہنیت کے حامل لوگ اس طرح ناچیں گے یہ بھی کل ہی سمجھ میں آیا۔بھارتی میڈیا کی بوکھلاہٹ میں اول فول رپورٹ نشر کرنا بتاتا ہے کہ یہ سنگھ کے سپاہی بھی کتنے چھٹے ہوئے تھے رضوی صاحب کے گفتار و کردار سے۔ایک مومن جب بھی مجاہد بن کے نکلے گا زمانے کی آنکھ میں کھٹکے گا۔مومن اپنی ایمانی طرز پہ آجائے تو دنیا کو ہیبت ہونے لگتی ہے۔ایمان والے جان بازوں سے باطل ہمیشہ خائف رہا ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی (نور اللہ مرقدہ) پر پوسٹ کرنے کے سبب فیس بک نے ۲۴ گھنٹے کے لیے میرا بھی اکاؤنٹ لاک کر دیا تھا۔بہت سے لوگوں کے اکاؤنٹ بند کیے گئے ہوں گے۔ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کے پیچھے مارک زوکر برگ کا ہاتھ ہے۔کچھ لوگ اسے یہودی مائنڈ سیٹ کا کرتوت مانتے ہیں۔مگر یہ حقیقت نہیں ہے۔پھر حقیقت کیا ہے؟ بھارت میں فیس بک کا انچارج و مینیجنگ ڈائریکٹر اجیت موہن ہے جو آر ایس ایس کا آدمی ہے۔انڈیا کے ۵ بڑے شہروں حیدرآباد، ممبئی، دہلی، بنگلور اور گڑگاؤں میں فیس بک کے ۵ دفاتر ہیں جن میں تقریباً ۴۵ ہزار employees کام کر رہے ہیں۔ان میں مسلم امپلائی انگلیوں پر گننے جانے کے برابر بھی نہیں۔ایسے میں فیس بک پورے طور پر سنگھی رنگ سے رنگا ہے۔اس میں کام کرنے والے سارے ہندوتوا ایجنڈے کے حامل لوگ ہیں۔اور یہ لوگ خادم حسین رضوی جیسے دین پسند مذہبی رہنما کو کیسے گوارا کر سکتے ہیں۔

کچھ اہم سوال یہ بھی ہیں کہ خادم صاحب جیسے لوگ ہمیں بہت ہی محترم ہیں ہمارے دل میں ان کے لیے کافی عزت ہے مگر کیا سوشل میڈیا پر بھی ایسا ہی ہے یا پھر سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارمز Discrimination کی پالیسی اپناتے ہیں؟ اگر فیس بک خادم رضوی جیسے حق پسند لوگوں کو خطرناک سمجھتا ہے یا انہیں اپنی community standards کے خلاف قرار دیتا ہے تو کیا صرف فیس بک ہی اس کا ذمہ دار ہے؟ ہم دودھ کے دھلے ہیں؟ مسلم تھنک ٹینک کو آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ دنیا میں سورسیز نام کی جتنی چیزیں ہماری دسترس میں ہیں وہ اغیار کی دین ہیں۔ابھی جس موبائل فون پر ٹائپ کر رہا ہوں یہ بھی اسی قوم کے دماغی لوگوں کا تحفہ ہے جنہیں ہم شوق سے جہنمی کہتے ہیں۔ہزار لعنت بھیجتے ہیں۔یہودیت وعیسائیت کو دین کے لیے سب سے بڑا خطرہ جانتے ہیں۔اب ہمیں ان چیزوں کا استعمال انہی کے موڈ اور مزاج کے حساب سے کرنا ہوگا۔کیونکہ ہمارے پاس ایسا دوسرا کوئی آپشن بھی تو موجود نہیں ہے۔اگر فیس بک کا کوئی متبادل ہوتا تو لاکھوں لوگ کل ہی اسے چھوڑ کر ایگزٹ کر جاتے۔

فیس بک اپنی مرضی کے مطابق آپ کے اکاؤنٹ جب چاہے لاک کر دے جب چاہے اوپن کر دے اس کا راج

ہے کوئی کچھ کر بھی نہیں سکتا اور کہہ بھی نہیں سکتا۔ آپ کو رہنا ہے رہو نہیں تو ڈلیٹ مار کے سو جاؤ۔ فطرت کا یہ قانون ہے کہ جو بھی انسانیت اور کائنات کے سود مند رہے گا وہی سرخ رو کہلائے گا۔ اسی کو عزت بخشی جائے گی۔ جو انسانیت کی بھلائی کے اسباب جس قدر دریافت کرے گا اسے آمدنی کے ذرائع بھی اسی قدر دیئے جائیں گے۔ جو لوگ بڑے دماغ والے ہوتے ان کی سوچ بھی بڑی ہوتی ہے دل بھی بڑا ہوتا ہے۔ اسے دھرم یا مذہب سے باندھنے کی ضرورت نہیں۔ فیس بک کے CEO مارک زوکر برگ کے گھر ۲۰۱۵ میں بیٹی پیدا ہوئی۔ اس خوشی میں زوکر برگ نے اپنے فیس بک شیئر کا ٪99 دان کر دیا جو تقریباً ۴۵ بلین یو ایس ڈالر کے برابر ہے۔ آپ ملین بلین اور پھر یو ایس ڈالر کا انڈین کرنسی میں حساب کرتے تھک جائیں گے۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ آج کی ڈیٹ میں مسلم سماج میں ایسا کوئی دانی نظر نہیں آتا۔ اتنے بڑے دان یا خیرات کر دینے کے لیے جگر چاہیے۔ پوری دنیا میں ہم تقریباً دو ارب کے قریب ہیں۔ اور یہودیوں کی کل آبادی ۲ کروڑ بھی نہیں ہے۔ اسرائیل جو واحد یہودی ریاست ہے اس کی آبادی صرف ۸۶ لاکھ کے قریب ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ ہم تعداد میں بہت بڑے ہیں۔ اوقات بہت چھوٹی ہے۔ یہودی تعداد میں تھوڑے ہیں مگر دماغی صلاحیت کے صحیح و بروقت استعمال نے پوری دنیا کے دماغ پر قبضہ دے دیا ہے۔

آج امریکہ کے بڑے اداروں میں بھی یہودی دماغ ہی کام کرتا ہے۔ جنگی ماہرین کا کہنا ہے کہ تیسری عالمی جنگ زمین کے بجائے اسپیس یعنی خلا میں لڑی جائے گی۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر ایسا ہوا تو مسلم ممالک کس لائق بچیں گے؟ کیوں کہ ان کے پاس ٹیکنالوجی کے نام پر ایسا کچھ تو ہے نہیں کہ خلا میں محاذ کھولے، مورچہ بندی کرے اور دشمن کو چاروں خانے چت کر کے زمین پر لوٹ آئے۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم چھوٹے سے چھوٹے کارتوس کے لیے بھی یورپ و مغرب کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہمارے پاس ٹیکنالوجی کچھ ہے بھی تو وہ اتنی ایڈوانس بھی نہیں کہ عالمی طاقتوں کا مقابلہ کر سکے۔ بہت پہلے میں نے کہیں پڑھا تھا کہ کھوپڑیوں کی منڈی میں یہودی سائنسدان، عیسائی ڈاکٹر اور مسلم جینٹل مین کی تین کھوپڑیاں بکنے کے لیے رکھی تھیں۔ سب سے کم دام یہودی کا تھا اور زیادہ دام مسلم کھوپڑی کا تھا۔ خریدار نے حیرت سے وجہ پوچھی تو بیچنے والے نے کہا کہ مسلم کی کھوپڑی کا دام اس لیے زیادہ ہے کہ اس نے دماغ کا استعمال کبھی کیا ہی نہیں ہے۔ اس میں سارا مغز بچا ہوا ہے، سارا ڈیٹا محفوظ ہے۔ اور یہودی کا دام اسی لیے کم ہے کہ اس نے سارا دماغ یوز کر لیا ہے۔ اب اس میں کچھ بچا نہیں ہے۔ یہ اگر چہ کہانی ہے مگر صد فیصد سچائی ہے جو مسلم امہ کی اوقات بیان کر رہی ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ جس دین کا ٹکسٹ ہی تفکیر و تدبیر اور عقل و شعور کا داعی ہے اس کے ماننے والے آج قرآنی فلسفوں کو چھوڑ کر صرف تعویذ گنڈے میں ترقی تلاش کر رہے ہیں۔ جدید ایجادات و اختراعات پر ہم سوچتے ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دیگر اقوام کے لوگ طعنے مارتے ہیں پھبتیاں کستے ہیں۔ آپ یہ نوٹ کر لیں! کہ جس قوم کا دل و دماغ، تن آسان عیش پسند جاہ طلب ہوس آمادہ درگاہوں خانقاہوں کے پاس گروی ہو وہ خود کو وقت کے مزاج و منہج کے مطابق اپڈیٹ رکھنے، نسلوں کو حالات کے حساب سے اپ گریڈ کرنے کی سوچ بھی کیسے سکتی ہے۔

جدید دور کا حقیقی قائد علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا پٹیل عبد الرحمٰن مصباحی

شعبہ تحقیق، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، یوپی (انڈیا)

قیادت کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسان کی اجتماعی زندگی کی داستان پرانی ہے۔ انسانوں نے جس دن سے فطری تقاضے کے مطابق ایک ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا اسی دن قیادت کے نظریہ نے نہ صرف یہ کہ جنم لیا بلکہ عملی طور اپنا کردار ادا کرنا بھی شروع کر دیا۔ دنیا کی ہر تہذیب نے ہر دور میں انسانی معاشرے کے لیے قیادت کو مختلف شکلوں میں تسلیم بھی کیا ہے اور اسے اپنے منہج کے مطابق رواج بھی دیا ہے۔ قدیم یونانی تہذیب ہو یا زمانہ جاہلیت کی عرب تہذیب، ایران کی آتش پرست تہذیب ہو یا روم کی صلیب بردار تہذیب، مصر کے فراعنہ کی تہذیب ہو یا بھارت کی برہمن تہذیب؛ ہر تہذیبی معاشرے میں قیادت کے باوقار منصب کو اہمیت کی نظر سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ پھر ہر تہذیب میں اس منصب کی اہلیت کے لیے اعلیٰ معیار کی مختلف اخلاقیات کو مطلوب بھی رکھا گیا ہے اور اس کے برعکس اخلاقی، ذہنی یا معاشرتی طور پر کمزور قیادت کو معیوب اور نا قابل تسلیم قرار دیا گیا ہے۔ رہی اسلامی تہذیب کی بات تو تاریخ کے مطابق اسلام نے حضرت عمر فاروق، خالد بن ولید، حضرت عمر بن عبد العزیز، سلطان نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی اور حضرت اورنگزیب عالمگیر جیسے ہونہار قائدین پیدا کر کے قیادت کے تمام سابقہ معیاروں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ماضی قریب تک قیادت کے سلسلے میں دنیا کی تمام قوموں کا Imagination بہت ہی اونچے درجے کا تھا، یہ الگ بات ہے کہ اسلامی تہذیب میں پروان چڑھنے والی قیادتوں کے مقابلے میں ان کے اونچے اونچے معیاروں کا قد بھی بہت چھوٹا نظر آتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ماضی قریب کے مادی و سیاسی انقلابات نے قیادت کے اِس تاریخی تصور کو کافی حد تک متاثر ہی نہیں بلکہ مجروح بھی کیا ہے۔ جدید دور کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ یہ دور رواہموں کا دور ہے۔ یہاں ہر چیز فارمیلیٹی کے طور پر کی جاتی ہے۔ اس دور میں جتنا تصنّع ایجادات میں ہے اتنا ہی نفسیات و اخلاقیات میں بھی ہے۔ اور اب تو مابعد جدیدیت کا مرحلہ ہے۔ یہاں تو جدیدیت کے بھی تار و پود بکھرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ مابعد جدید دور کی دنیا میں سیاسی تجارت اور تجارتی سیاست کا فلسفہ جتنا عام ہے اتنا ہی غلامانہ قیادت کا نظریہ بھی شائع ذائع ہے۔ مغربی نشاۃ ثانیہ کی بے راہ روی کے نتیجے میں سامنے آنے والی جدید تہذیب اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والی جمہوریت نے قیادت کے فلک شگاف تصور کو زمین بوس ہی نہیں بلکہ زندہ درگور کر دیا۔ جدید دور کی مغربی تہذیب نے جہاں معیشت کی بنیاد سود پر، سیاست کی بنا خیانت پر، جنسیات کی ساکھ زنا پر اور معاشرت کی نیو خود غرضی پر لا کر رکھ دی ہے وہیں منصبِ قیادت کو بھی غلامی کے مرہون منت کر دیا ہے۔ یعنی اب جو لیڈر مغرب

کے تاجرانہ ضمیر کا جتنا بڑا غلام ہوتا ہے اسے اتنا ہی بڑا قائد، نیتا یا سیاست دان باور کرایا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیلات کے مطابق قیادت کی اعلیٰ و ادنیٰ سطحوں کو سمجھنا اور علامہ رضوی جیسے ہونہار قائد کی قائدانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ہمارے ذمے قرض ہے۔ اگر ہماری نسل یہ قرض ادا کردے تو مشرقی دنیا قیادت کے عظیم معیار کو بہتر طریقے پر سمجھ کر اسلامی قیادت کو دوبارہ اپنے سروں پر دیکھنے کی متمنّی ہوگی اور مغربی دنیا جدید طرز کی ایمان دار قیادت سے آگاہ ہو کر اپنے یہاں غیرت مند و امانت دار قیادت پروان چڑھانے کے لیے اسلامی تہذیب کو زیادہ قریب سے سمجھنے و اپنانے پر آمادہ ہوگی۔ علامہ رضوی کے قائدانہ اوصاف کو ذکر کرنا در اصل دنیا کو قرآن کے تصورِ قیادت کی طرف دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ذیل میں ہم علامہ رضوی کی قیادت اور جمہوری قیادتوں کا تقابل کرتے چلیں گے تاکہ قاری آسانی سے اندازہ لگا سکے کہ جس اسلامی تہذیب کو نام نہاد روشن خیال زوال پذیر بتا رہے ہیں؛ اِس کس مپرسی کے عالم میں اُس کی زرخیزی اور جس مغربی تہذیب کے عروج کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے؛ ترقی کے تمام تر دعووں کے باوجود اُس کے بانجھ پن کا اندازہ لگا کر اپنے لیے آگے کی راہ کا تعین کر سکے۔

جدید سرمایہ داری (Neo-capitalism) کی اس نئی دنیا میں جمہوریت سے متعلق اقبال کی تنقید اور بھی واضح شکل میں سامنے آتی ہے کہ" وہ طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے" یعنی جدید دور کی سیاست نے یہ ثابت کر دیا کہ اب کی قیادت میں امانت داری، جرأت و بہادری، علم دوستی، حق پرستی، انصاف پسندی، رَعیّت نوازی اور مظلوم پروری کا وزن تلاش کرنا لایعنی چیز ہے۔ اکیسویں صدی کی اس نئی دنیا میں کامیاب قیادت وہی ہے جسے جھوٹے وعدوں سے عوام کا اعتماد چرانے اور اوچھے ہتھکنڈوں سے اپنے خیانت آلود کردار کو چمکانے پر عبور حاصل ہو۔ مابعد جدید دور کی ایسی زہر آلود سیاسی فضا میں اعلیٰ اخلاقیات کی حامل حقیقی قیادت کا سانس لینا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے مگر اسلامی تہذیب کی اثر انگیزی کہیے یا مدارس کے نظامِ تعلیم کی زرخیزی کہ ایسے پر آشوب ماحول میں بھی مسلمانوں کو اپنے معاشرے میں سے علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ جیسی حقیقی قیادت نصیب ہوئی۔ یہ قیادت خصوصی طور پر اہل سنت و جماعت کے لیے باعث افتخار، عمومی طور پر اہل اسلام کے لیے لائق اتباع اور مجموعی حیثیت سے اقوام عالم کے لیے نمونۂ عمل ہے۔ آج جب کہ لیڈرشپ کے سارے فلسفے ناقابل یقین حد تک ناکام ہو چکے ہیں اور مجموعی طور پر پوری دنیا اپنے چہیتے لیڈر کی شکل میں کرپشن کے خنّاس کو منہ کھولے دیکھ رہی ہے ایسے عالم میں وہیل چیئر پہ بیٹھے کسی قائد کا یہ چیلنج دنیا بھر کی جمہوریت کے منہ پر طمانچہ ہے کہ" اگر ایک روپیہ بھی مجھ پر بدعنوانی کا ثابت ہو جائے تو میری قبر کھود کر پھانسی لگا دینا" یقیناً مابعد جدید دور کے کھوکھلے معاشروں میں علامہ رضوی جیسی انتہائی اعلیٰ معیار کی قیادت کا وجود اسلام کی تہذیبی و تعلیمی قوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ کے مشہور زمانہ الفاظ کی حقانیت کو خود آپ کی قائدانہ زندگی میں دیکھا جا سکتا ہے کہ" اسلام جَنّے پیدا کرتا ہے" یعنی کہ اسلام اپنی بے مثال تعلیمات کی قوت سے قیادتوں کے کردار تعمیر کرتا ہے، جس کے نتیجے میں صرف ایک حضرت عمر کی قیادت قیصر و کسریٰ کی کایا پلٹنے کے لیے کافی ہوتی ہے اور ایک وہیل چیر پر بیٹھا بابا امریکہ سے لے کر اسرائیل تک کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیتا ہے۔ آج

جب کہ مغربیت نے نئی نسل کو خود پسندی و اداکاری میں مبتلا کر کے حقیقی با کردار قیادت کے تصور سے محروم کر دیا ہے ایسے عالم میں علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ کی زندگی ان کے لیے صرف مشعل راہ نہیں مینارۂ نور بھی ہے۔

موجودہ مغربی جمہوریت کا ایک بڑا عیب یہ بھی ہے کہ اس کے اصول بنیادی طور پر بدعنوانی، بدکرداری، بداخلاقی اور بداندیشی کے لیے موزوں ہیں۔ جمہوریت جس قسم کی آزادی کو اپنی روح قرار دیتی ہے اس کا سیدھا سیدھا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ اچھے آدمی ہیں اور نیکی کے کاموں کو پسند کرتے ہیں تو کرتے رہیں مگر آپ کے نیک یا اچھا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ دوسروں کو برائی سے روک سکتے ہیں یا آپ کو برائی روکنے کا حق حاصل ہے بلکہ جیسے نیکی کرنا آپ کا حق ہے ویسے ہی برائی کرنے کو دوسرے کا حق مان لینا ہی جمہوری آزادی ہے۔ جمہوریت کی اسی اصولی کمزوری کی وجہ سے اس میں قیادت کے لیے سامنے آنے والے اکثر چہرے بدترین فاسق فاجر خیانت دار بدکردار جاہلوں کے ہوتے ہیں۔ پیسے کے زور پر ٹکٹ حاصل کرتے ہیں پیسے ہی کے زور پر الیکشن جیتتے ہیں اور اسی کے بل بوتے پر 51 فیصد کا ووٹ خرید کر باقی 49 فیصد عوام کے سر پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ اس سارے عمل کے نتیجے میں عوام کو صرف ظلم، جبر، غربت، مہنگائی اور بھوک ہاتھ آتی ہے باقی ساری سہولتیں قائد کہلانے والا یہ طبقہ یہ کہتے ہوئے اپنے گھر لے جاتا ہے کہ جیتنے کے لیے جتنا خرچ کیا اس سے دسیوں گنا پیسے اپنی قیادت کے پاور سے وصول نہ کرنا صرف حماقت ہی نہیں کم ظرفی بھی ہے۔ مغربی تہذیب میں پروان چڑھنے والی ایسی کھوکھلی اور بے وزن قیادتوں کے مقابلے میں علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ صاحب کی قیادت کا کمال یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ نے بدعنوانی اور کرپشن کا عملی طور پر خاتمہ کر کے سیاسی چندوں کے نام پر ہونے والی دھاندلی کو ختم کیا اور اپنی پارٹی کو خیانت دار لوگوں کی گھس پیٹھ سے پاک کر کے دنیا بھر کی سیاسی پارٹیوں کے لیے امانت داری کی نئی مثال قائم کر دی، تو دوسری طرف جھوٹے وعدوں اور U-turn کی پرفریب سیاست - جو آج کل تقریباً ہر ملک میں رائج ہے - کے برخلاف صاف گوئی اور سچے وعدوں کی ایمانداری پر مبنی سیاست کا آغاز کر کے آنے والی نسل کے اچھے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی اور ان کے لیے جمہوریت کے بے ہنگام سسٹم میں داخل ہونے کی وسیع راہ بھی ہموار کی۔ جہاں یہ تصور دن بدن جڑ پکڑتا جا رہا تھا کہ جمہوریت میں سیاست کرنا اچھے لوگوں کے بس کی بات نہیں، اس تصور کو علامہ رضوی کی قیادت میں چلنے والی تحریک لبیک نے کافی حد تک ختم کر دیا ہے اور عملی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ قیادت اگر علامہ رضوی جیسی باشعور، حق گو، جرأت مند، امانت دار اور ظلم و جبر کے خلاف بے باک ہو تو آج بھی اچھے لوگوں کا سیاسی وجود کسی نعمت سے کم نہیں۔ منشوری نقطہ نظر سے ان کا یہ قول بھی جمہوری استعماریت کے لیے کسی گہرے زخم سے کم نہیں کہ" ہم وطن پرستی پر مبنی موجودہ جمہوریت کو نہیں مانتے البتہ خلافت راشدہ کے نظام کی راہ ہموار کرنے کے لیے اس سسٹم کو آلہ کار بنانے میں ہمیں کوئی حرج نہیں۔"

علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ کی قیادت کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ قائد ہونے کے باوجود آپ ایک مضبوط علمی بیک گراؤنڈ کے مالک بھی تھے۔ عموماً دیکھا یہ جاتا ہے کہ موجودہ دنیا میں جو شخص قیادت کے لیے آگے بڑھتا ہے اس کا علمی پس منظر بہت کمزور ہوتا ہے۔ اور جو علمی اعتبار سے محققین کے زمرے میں آتے ہیں ان کے لیے باقاعدہ لیڈرشپ سنبھالنا بہت بڑے

طبقے کو علمی فوائد سے محروم کر دینے کے مترادف ہوتا ہے۔اس کے علاوہ جاہل ترین لوگوں کا سر پر سوار ہو جانا یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جو انسانی معاشرے کے لیے ناسور سے کم نہیں۔جس سیاسی نظام میں برسر اقتدار افراد اپنے دین کی پرائمری تعلیم سے بھی کورے ہوں،جہاں چائے بیچنے والے اور گیند پھینکنے والے کم علم بد دماغ افراد کی شہرت نے کروڑوں عوام کی نظر میں علم و ہنر کو لایعنی چیز باور کرا دیا ہو،جہاں ایک کامیڈین متحدہ ممالک کا صدر بن کر گویا تعلیم یافتہ طبقے کا منہ چڑھا رہا ہو؛وہاں دینی و دنیوی فلاحی منصوبوں کی آس لگانا ابرِ تصویر سے بہار مانگنے یا آئی ایم ایف سے غیر سودی قرضہ طلب کرنے جیسا ہے۔جہالت اور خصوصی طور پر ملّی امور و عوامی مسائل سے جہالت؛ یہ بالعموم موجودہ دنیا کی تمام قیادتوں کا اور بالخصوص مسلم دنیا کے قائدین کا مشترکہ المیہ ہے۔جب عالم عرب کی قیادت فلسطین کا سودا کرنے پر تلی ہو اور ایشیائی مسلم قیادت برما کے مظالم پر خاموش تماشائی بنی ہو ایسے دور میں علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ کا دینی تعلیم کے ماہرین میں سے ہونے باوجود ان تمام دنیوی حادثات سے واقف ہو کر ان کے خلاف مسلسل،مدلّل گفتگو فرمانا ان کے جرأت مند کردار کے ساتھ ساتھ ان کی معلومات کی وسعت اور علمی گہرائی کا واضح ثبوت بھی ہے۔علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ ایک مضبوط نفسیاتی ذہن،قوی حافظہ،وسیع مطالعہ اور کثیر تعلیمی امور سے وابستگی رکھنے والے ہمہ جہت قائد تھے۔علمی پختگی ہی کا نتیجہ تھا کہ صرف زورِ بیان ہی نہیں قوت استدلال بھی کمال کی رکھتے تھے۔سیاسی جلسوں میں فتاویٰ رضویہ شریف کے خطبہ سے شروعات کرنا صرف آپ کے حیرت انگیز حافظہ کی دلیل نہیں،بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سیاست کو دین کے تابع لا کر نظام مصطفی ﷺ کی رحمتوں سے لوگوں کو فیض یاب کرنے کی فکری جدوجہد کا بھی ثبوت ہے۔آیات و احادیث سے برجستہ استناد،پھر مزید روشنی کے لیے قلندر لاہوری علامہ اقبال کے اشعار کا استعمال اور موجودہ حالات کی سنگینی پر بات کا اختتام؛ یہ وہ اندازِ بیان ہے جو بیک وقت آپ کی شانِ خطابت اور علمی مہارت و وسعت کی عکاسی کرتا ہے۔حفظ قرآن، ترجمہ و تفسیر قرآن،علم حدیث و حفظ حدیث،فقہ و نعت اور ردِ بدعات سے لے کر فلسفہ،اقبالیات،رضویات، تاریخ و فلسفہ تاریخ اور تنقید مغرب تک کثیر علوم فنون میں آپ کی مہارت ہی کا اثر تھا کہ آپ ہر موقع پر قوم کی ہمہ جہت رہنمائی کے لیے نہ صرف یہ کہ تیار رہتے تھے بلکہ ہمیشہ ہر موڑ پر بروقت درست راستہ متعین کرنے کا فریضہ بھی ادا کرتے تھے۔آج جب کہ قائدین کے کردار اور قیادت کا تصور دونوں ایک ساتھ مائل بزوال ہیں،ایسے میں علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ جیسی جامع معقول و منقول اور باعلم و باعمل قیادت کا ہم سے رخصت ہو جانا یقیناً محرومی کا احساس دلاتا ہے۔

درج بالا تفصیلی اوصاف کے علاوہ امانت داری سے لے کر جرات مندی تک علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ کی قائدانہ زندگی کے ہر جز پر جو اجمالاً مضمون میں درج ہیں؛ روشنی ڈال کر اسے منظر عام پر لانا حضرت امیر المجاہدین سے وابستہ افراد کے ذمہ وفا پر ہے۔سر دست ہم نے حصول برکت کے لیے چند گوشوں پر روشنی ڈال کر اسلامی قیادت کے حقیقی حسن اور مغربی جمہوریت کے بدنما چہرے کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت امیر المجاہدین کے امثال ہم میں پیدا فرمائے۔آمین۔



جرأت واستقامت کی لازوال داستان

ابو یاسر اظہر حسین فاروقی

دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے کوئی اچھا اہم اور تاریخ ساز کام قدرت بہت لینا چاہتی ہے، ایسے لوگوں کا انتخاب اللہ رب العزت کی جانب سے ہوتا ہے اور وہ تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے آپ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے مشن کے امین تھے۔علامہ خادم حسین رضوی میدان عمل میں چنگاری کی طرح آئے اور آندھی کی طرح چھا گئے۔علامہ رضوی قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے کا جذبہ صادق لے کر میدان میں آئے۔

اگرچہ آپ جسمانی طور پر معذور تھے لیکن انکی آواز بڑے بڑے ایوانوں تک پہنچی اور انھیں ایک بار ہلا کر رکھ دیا۔آپ کو پابند سلاسل کیا گیا،مقدمات قائم کر کے مختلف ذرائع سے دباؤ ڈالا گیا لیکن نامساعد حالات میں بھی وہ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔

علامہ خادم حسین رضوی جرأت وشجاعت کا وہ دریا تھا جس نے جس طرف رخ کیا سب کو بہا کر لے گیا،انہوں نے ملت کے نوجوانوں میں عشق رسول ﷺ کی ایک نئی روح پھونکی۔محبت رسول ﷺ میں سرفروشی کا راستہ دکھایا،لبیک یارسول اللہ کا نعرہ مستانہ دیا،ہر سو لبیک لبیک یارسول اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔یہ ایک ایسا شعور ہے جو آنے والی نسلوں میں بھی علامہ خادم حسین رضوی کی فکر کو جلا بخشے گا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کو جن سیاسی و مذہبی بنیادوں پر حضرت پیر سید ابوالحسنات احمد قادری مرکزی صدر جمعیت علمائے پاکستان اور دیگر لے کر چلے تھے،مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی،صاحبزادہ سید خلیل احمد قادری اور صوفی نذیر احمد انصاری نے تختہ دار تک اس کی پاسداری کی اور دیگر مجاہدین تحریک ختم نبوت نے اپنے خون سے اس کی آبیاری کی۔تحفظ عقیدہ ختم نبوت کا تسلسل آگے بڑھتا رہا اور بالآخر قائد ملت اسلامیہ علامہ الشاہ احمد نورانی کی طرف سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔یہ شرعی،آئینی وقانونی طور پر قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل تھی۔اس کے بعد ضرورت اس بات کی تھی کہ علماء ومشائخ اس تاریخ ساز فیصلے پر پہرا دیں۔اس سلسلہ میں علماء ومشائخ نے اپنا اپنا کردار ادا کیا۔

۲۰۱۷ میں نیشنل اسمبلی میں دو تہائی اکثریت رکھنے والی میاں نواز شریف کی حکومت نے عالمی دباؤ اور اپنے اقتدار کو طوالت دینے کے لیے جب صدر اور وزیر اعظم وغیرہ کے حلف نامہ میں خیانت کی اور خاتم النبیین ﷺ کے لفظ کو حذف کر کے

"میں مسلمان ہوں" کا اندراج کر کے عقیدہ ختم نبوت پر شب خون مارا تو اس وقت نواز شریف حکومت کی بد دیانتی اور مذموم سازش کے خلاف جو سب سے زیادہ اور مؤثر آواز ملک میں اُبھری وہ علامہ خادم حسین رضوی کی تھی۔فیض آباد میں دھرنا دے کر انہوں نے ترمیم واپس لینے پر نواز شریف حکومت کو مجبور کر دیا۔شہید عشق نبی ﷺ غازی ممتاز حسین قادری کی شہادت اور ظلم کے خلاف آواز اٹھائی اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے تاریخی کردار ادا کیا۔

علامہ خادم حسین رضوی نے قادیانیت، صیہونیت، یہودیت، لادینیت اور غیر ملکی ایجنٹ حکمرانوں کو للکارا اور ان کے خلاف آہنی دیوار بن گئے، ان کے یقین محکم تحفظ ناموس رسالت کے لئے جان نثاری کے اس جذبہ صادق کو کوئی جاہ وحشم نہ جھکا سکا۔ان کا کہنا تھا کہ

جب تک نہ کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عظمت پر
خدا گواہ ہے کہ کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

لاہور میں علامہ خادم حسین رضوی کے جنازہ نے اس بات کو سچ ثابت کر دیا کہ وہ سچے عاشق رسول تھے۔علامہ خادم حسین رضوی کے سیاسی عمل اور طریقہ کار سے بعض لوگوں کو اختلاف رہا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ

ہر ایک کے ہونٹوں پہ تبسم تھا میرے قتل کے بعد
نہ جانے کیا سوچ کے روتا رہا قاتل تنہا

علامہ خادم حسین رضوی کی وفات کے بعد اب ان کے جانشین حافظ سعد حسین رضوی تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ ہیں، سب کی نظریں اس وقت اس نوجوان کی طرف ہیں کہ وہ اس تحریک کو کیسے لے کر آگے بڑھتے ہیں۔راقم امید کرتا ہے عزیزم حافظ سعد حسین رضوی جوش کے ساتھ ہوش سے آگے بڑھتے ہوئے اتحاد اہلسنت کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے۔ان شاء اللہ العزیز۔



حسینی طریق کا عظیم رہنما خادم حسین رضوی

مفتی محمد تصدق حسین (لاہور)

جگر پارہ بتول، نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز تھے جب یزید نے زمام حکومت سنبھالی اور کچھ ہی عرصے میں اسلامی اقدار وتعلیمات کے برعکس اپنی خواہش نفس کے مطابق نظم حکومت استوار کرنا چاہا تو امام عالی مقام نے راہ عزیمت اختیار کرتے ہوئے نہ صرف یزید کی بیعت سے انکار کیا بلکہ عملی جدوجہد کا راستہ اپنایا۔ آپ نے اہل بصرہ کو خط لکھا اس میں آپ کی جدوجہد کا مقصد واضح اور عیاں ہے۔ قد بعثت الیکم رسولی بھذا الکتاب، وانا ادعو کم الی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ فان السنۃ قد امیتت وان البدعۃ قد احییت وان تسمعوا قولی و تطیعوا امری اھد کم سبیل الرشاد والسلام علیکم۔ (تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 303)

میں تمہاری طرف خط دے کر اپنا نمائندہ بھیج رہا ہوں اور تمہیں کتاب اللہ اور اللہ کے رسول کی سنت کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ اب سنت کو ختم کر کے بدعت کو زندہ کیا جا رہا ہے اگر تم میری بات مان کر میرا حکم تسلیم کرو گے تو میں تمہیں رشد وہدایت کی طرف لے چلوں گا اور اسی جدوجہد میں امام عالی مقام نے کربلا کی سرزمین پر جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت امام عالی مقام نے راہ عزیمت کا جو سرخ نشان متعین فرمایا امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام عالی مقام کے روشن طریق کو زندہ رکھتے ہوئے ابوجعفر منصور کے پیش کردہ عہدہ قضاء کو ٹھکرا دیا جس کے نتیجہ میں آپ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ خلیفہ منصور نے آپ کی ہمت وجرأت سے خوفزدہ ہو کر جیل میں ہی زہر دلوا کر آپ کو شہید کروا دیا۔

گزرتے لمحات کے ساتھ جب بادشاہوں کے جبر میں تیزی آئی اور ہوس نفس بڑھ گئی تو اسلامی اقدار کی تازگی کیلئے محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ میدان کارزار میں تشریف لائے اور طریق حسینی پر عمل کرتے ہوئے امراء حکومت سے ٹکر لی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے عملی جدوجہد فرمائی۔ برصغیر میں انگریزی تسلط کے بعد انگریز نے مسلم امہ کی قوت کو پارہ پارہ کرنے کیلئے اسلامی اقدار وتعلیمات کو مسخ کرنا شروع کیا اور فتنوں کے دروازے کھولنا شروع کر دیئے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، سید کفایت علی کافی ایسے نامور علماء کی شہادت کے بعد جس شخصیت نے ہندوستان کے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ انگریزی طوفان کے سامنے بند باندھا اور عشق رسالت مآب ﷺ کی خوشبو سے چمنستان برصغیر کو معطر ومنور فرما دیا دنیا انہیں امام اہلسنّت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان کے نام سے جانتی ہے۔

پاکستان بننے کے پچیس سال بعد جب قادیانی فتنہ زور پکڑنے لگا اور پاکستان کی بنیادوں پر کاری ضرب لگانے کی کوشش ہوئی تو قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے امام عالی مقام کے روشن طریق پر چلتے ہوئے مشکلات و

تکالیف کو سینے سے لگاتے ہوئے، رعونت وتکبر کے پہاڑوں سے ٹکرا کر تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دیا۔

یہ کشتہ عشق رسالت، امیر المجاہدین، شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے بچپن کا دور تھا اور ابھی جہلم میں حفظ القرآن سے اپنے سینے کو منور کر رہے تھے۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ بھی آپ نے جہلم اور دینہ میں دوران تعلیم مشاہدہ فرمائی، اس تحریک کے جوش و جذبہ نے علامہ خادم حسین رضوی کے قلب منور کو ولولہ تازہ عطا فرمایا۔

1980ء کے قریب جب آپ حصول علم کے لئے جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ تشریف لائے تو آپ کو مفتی اعظم پاکستان سید العلماء مفتی عبدالقیوم ہزاروی، شرف ملت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، زبدۃ العلماء حضرت علامہ رشید احمد نقشبندی اور جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی ایسے دردمند علماء کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا اور حضرت امیر المجاہدین کی رگوں میں خدمت اسلام اور نظام مصطفیٰ کی جدوجہد خون بن کر دوڑنے لگی۔

حضرت امیر المجاہدین کا یہ وصف ہر دور میں آپ کی شخصیت کا نمایاں پہلو رہا کہ آپ تاجدار کائنات، امام الانبیاء، حضور خاتم النبیین ﷺ سے بے پناہ محبت فرماتے، دور طالب علمی سے لیکر آپ کے وصال تک جس شخص کی آپ سے ملاقات ہوئی وہ یہ گواہی دے گا کہ حضرت امیر المجاہدین حضور اقدس ﷺ کی عزت و ناموس کے پہرہ دار تھے اور اس معاملہ میں وہ بھی گوں مگوں، چونکہ چنانچہ والی کیفیت سے بالکل مبرا تھے اور اپنا سب کچھ ناموس رسالت پر قربان کر دینے کا جذبہ رکھتے تھے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ سے دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد حضرت امیر المجاہدین نے یہیں تدریس کا آغاز فرمایا اور طلباء کو صرف ونحو پڑھاتے رہے صرف میں آپ کی مہارت کا عالم یہ تھا کہ طلباء کو الحمد سے والناس تک تمام صیغے اور ان کی تعلیلا ت یاد کرواتے، آپ کی تدریس کی نمایاں خصوصیات میں یہ باتیں تھیں کہ آپ طلباء کے قلوب واذہان میں جذبہ محبت رسول ﷺ پروان چڑھاتے، طلباء میں محنت اور تحریک کا جذبہ پیدا کرتے اور اپنے اکابرین کے ادب کا خوب درس دیتے، اپنے اسلاف کے نقش پا کو ہی فتنوں سے حفاظت کا ضامن قرار دیتے بالخصوص امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور روزانہ کلاس میں اعلیٰ حضرت کے تذکار خیر میں سے کوئی تذکرہ ضرور سناتے۔ آپ کو حدائق بخشش، فتاویٰ رضویہ کا خطبہ، کلام اقبال، قصیدہ بردہ شریف زبانی یاد تھے اور اکثر انہی اشعار کے ذریعے ہی طلباء کو محبت رسول ﷺ کا سبق پڑھاتے۔

2003ء اہلسنّت کیلئے غم کی خبر لیکر آیا 26 اگست 2003ء سید العلماء مفتی اعظم پاکستان مفتی عبدالقیوم ہزاروی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور 11 دسمبر 2003ء قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی دارالبقا کی طرف رخصت ہو گئے اس عظیم سانحہ سے حضرت امیر المجاہدین شدید کرب اور دکھ میں مبتلا ہوئے اور اہلسنّت کی زبوں حالی سے رنجیدہ خاطر ہوئے۔

قائد ملت اسلامیہ نے تحفظ ختم نبوت کیلئے جو تنظیم "فدایان ختم نبوت" کے نام سے بنائی حضرت امیر المجاہدین اس

کے مرکزی امیر منتخب ہوئے اور اسے ولولہ تازہ عطا کر کے تحفظ ختم نبوت کیلئے خدمات سرانجام دیں فدایان ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے آپ نے ملک کے طول وعرض میں تاجدار ختم نبوت کانفرنسز کا اہتمام کیا لیکن 7 ستمبر 1974ء کی نسبت سے ستمبر کے مہینے میں آپ ایوان اقبال میں بہت بڑی تاجدار ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کرتے جہاں اہلسنّت کی ساری قیادت جمع ہوتی اور اسکا ریکارڈ سی ڈیز میں محفوظ ہے۔

تاجدار ختم نبوت کانفرنس کیلئے ایوان اقبال چھوٹا پڑ گیا اور بعد میں یہی کانفرنس مینار پاکستان میں منعقد ہوئی تحفظ ختم نبوت کیلئے آپ نے ماہنامہ ''العاقب'' کا اجراء فرمایا اور العاقب کی صورت میں تحفظ ختم نبوت پر اہلسنّت کا بڑا علمی ذخیرہ محفوظ ہوا، العاقب کے کئی خصوصی شمارے بھی شائع کیے گئے ان میں علامہ فضل خیر آبادی اور تحفظ ناموس رسالت نمبر دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

2006ء میں آپ نے راقم آثم اور ڈاکٹر عبدالرزاق مرحوم کی خواہش وکوشش پر شفقت فرماتے ہوئے اہلسنّت کی قدیم عظیم دینی درسگاہ جامعہ نعمانیہ کی نظامت تعلیم کی ذمہ داری سنبھالی اور پھر جامعہ نعمانیہ میں نئے دور کا آغاز ہوا اسوقت آپ کی محنت، اور برکت سے جامعہ نعمانیہ لاہور میں خوب رونقیں ہیں۔

ننکانہ کے ایک گاؤں ''اٹاں والی'' میں عاصیہ نامی ایک عورت امام الانبیاء ﷺ کی شان میں اہانت کی مرتکب ہوئی تو ملکی قانون کے مطابق تو عدلیہ کے معزز جج جناب نوید اقبال نے اس عورت کو سزائے موت سنائی تو سیکولر طبقہ حواس باختہ ہو گیا یہاں تک کہ سلمان تاثیر نے اپنے حلف کی خلاف ورزی کرتے اور قانون کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے عاصیہ کو لاک اپ سے نکال کر اپنے پہلو میں بٹھا کر پریس کانفرنس کی اس کی سزا معاف کروانے کا اعلان کرتے ہوئے خود بھی اہانت رسول ﷺ کا مرتکب ہوا جس کے نتیجہ میں محافظ ناموس رسالت، بطل حریت غازی اسلام محمد ممتاز حسین قادری نے سلمان تاثیر کو قتل کر دیا۔ غازی صاحب کی گرفتاری پر امت مسلمہ میں تشویش کی لہر دوڑ گئی امیر المجاہدین بھی بہت دلبرداشتہ ہوئے اور ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے میدان عمل میں آ گئے ہر گزرتے دن کے ساتھ آپ کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا آپ بغیر کسی تصنع و بناوٹ کے بھرپور خلوص اور جذبات کے ساتھ مافی الضمیر بیان کرتے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کے تذکار کے ذریعے مسلم امہ کو درس خودی بھی دیتے اور ناموس رسالت کے حوالے سے پوری امت کو آپ نے نیا جوش اور ولولہ عطا کیا۔

حادثہ میں معذور ہو جانے کے باوجود آپ ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے ہر جگہ گئے اور لوگوں کو بیداری کیلئے آواز دی، بیماری کے باوجود امام عالی مقام کے روشن طریق راہ عزیمت کو اختیار کیا حضور اقدس ﷺ کی عزت و ناموس اور ختم نبوت کے تحفظ کیلئے ارباب اقتدار سے ٹکرائے قید و بند کے ساتھ ساتھ ہر مصیبت و تکلیف کو ماتھے کا جھومر سمجھا کہ نظام مصطفیٰ کے راستے میں یہ تکالیف بھی مزا دیتی ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جسے درد میں ہو مزا وہ ناز دوا اٹھائے کیوں

امیرالمجاہدین نے ہر لمحہ اپنی نظر مکین گنبد خضریٰ کی طرف رکھی اور یہی آپ کا سب سے بڑا امتیاز ہے۔ وہ امت کو بھی تا حیات یہی درس دیتے رہے کہ نظام مصطفی ہی ہر دکھ کی دوا ہے دنیا کے کسی نظام میں فلاح و کامیابی نہیں بس امت مسلمہ دین مصطفی کو تخت پر لے آئے تو اس کے سارے دکھوں کا مداوا ہو جائے گا۔

امیرالمجاہدین نے ساری زندگی امت مسلمہ کو یہی درس دیا کہ حضور اقدس ﷺ کے دامن رحمت میں ہی پناہ ہے ہمارے آقا و مولیٰ بڑے کریم اور لجپال ہیں وہ ہر جگہ یہی پیغام دیتے۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

امیرالمجاہدین کو امام الانبیاء سے محبت کا صلہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی اس محبت کے مظاہر آپ کے جنازہ میں بھی نظر آئے لاکھوں لوگوں نے جنازے میں شرکت کر کے حضور سید عالم ﷺ کے اس عاشق کو الوداع کہا اور سیکولر و لادین طبقے کو یہ پیغام دیا کہ نظام مصطفی ہی ملک پاکستان کا مقدر ہے اور اہل پاکستان حضور سید عالم ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور آپ کی غلامی پر امت مسلمہ کو فخر ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کے دامن رحمت سے ہی امت مسلمہ کی بقا وابستہ ہے۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی



ختم نبوت کے تحفظ میں علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

(سرپرست اعلیٰ ماہ نامہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (پ: ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔۔۔۔م: ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۰ء) عالم اسلام کی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ نے ایک عالم، خطیب، مدرس اور مصنف کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل کی لیکن جس وصف سے آپ کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا وہ آپ کا ''عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے۔

عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت آپ کو ماں کی گود سے ملی۔ آپ کی والدہ ماجدہ اُٹھتے بیٹھتے ہر بات میں ''صدقے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کہا کرتی تھیں۔۔۔گویا آپ کو ''یارسول اللہ'' کا نعرہ والدہ ماجدہ سے ورثے میں ملا ہے۔ جب آپ نے قرآن کریم حفظ کرنے کے لئے رخت سفر باندھا اور جہلم میں پہنچے تو اس دوران ملک میں ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے رد میں چلنے والی تحریک ختم نبوت 1974ء عروج پر تھی۔ احتجاجی جلسے جلوس جاری تھے، حکومت کی جانب سے گرفتاریوں کا عمل بھی زوروں پر تھا، آپ کی جہلم آمد کے چند روز بعد یہاں ''ختم نبوت کانفرنس'' کا اعلان ہوا جس میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء) بھی آرہے ہیں۔

اگرچہ آپ حفظ کے طالب علم تھے لیکن جذبہ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار تھے۔ اسی لئے ایسی کانفرنسوں میں شرکت کے لیے ہمہ وقت تیار تھے۔ کانفرنس کے دن جب ایک گاڑی مقررہ جگہ پر رکی اور اس میں سے ایک وجیہہ شخصیت دل آویز مسکراہٹ کے ساتھ باہر تشریف لائی تو یکا یک ساری فضا ''حق وصداقت کی نشانی۔۔۔۔شاہ احمد نورانی، شاہ احمد نورانی'' کے نعروں سے گونج اٹھی۔

یہ سارا منظر آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس دن سے ہی قائد ملت اسلامیہ علامہ مولانا حافظ قاری شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اسیر ہوئے کہ پھر آپ نے ان کے عظیم مشن ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہرہ دیتے ہوئے اپنی ساری زندگی گزار دی۔ یہاں ہی آپ نے علامہ عبد المصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء) شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء) اور پروفیسر سید شاہ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۱ء) کی زیارت فرمائی۔ زمانہ طالب علمی ہی میں آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا۔ ختم نبوت

کے حوالے سے جلسے جلوسوں میں شرکت کی اور نعرے لگائے۔ایک دن جامع مسجد عید گاہ جہلم میں عشاء کی نماز باجماعت میں شریک ہوئے اور جب سب سجدے میں گئے تو آپ نے دن بھر تحریک کے دوران جو نعرہ سنا اور لگایا تھا آپ نے وہی نعرہ سجدہ کی حالت میں با آواز بلند لگا دیا: "مرزا کانا کافر ہے، مرزا کانا کافر ہے"....

آپ نے درس وتدریس اور امامت وخطابت کے دوران ختم نبوت اور ناموس رسالت کے دروس دیئے۔آپ کی شاید ہی کوئی تقریر ایسی ہو جس میں ختم نبوت اور ناموس رسالت کے حوالے سے بات نہ ہو،۔۔۔آپ نے ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کے لئے ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں "فدایان ختم نبوت" کا قیام عمل میں لایا، اور اس کے تحت ایک مجلہ "العاقب" لاہور جاری فرمایا۔شروع میں یہ سہ ماہی تھا بعد میں یہ ماہ نامہ کی صورت میں مطلع صحافت پر طلوع ہوتا رہا۔ "العاقب" کی پیشانی پر حدیث خاتم النبیین "انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی" درج ہوتی تھی۔سرورق پر کبھی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر:

لانبی بعدی ز احسان خدا است
پردہ ناموسِ دین مصطفیٰ است

اور کبھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر:

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

درج ہوتا تھا۔یہ مجلہ ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع کے لئے وقف تھا۔اس میں ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے مشاہیر اہل علم وقلم کے رشحات شامل ہوتے تھے۔اکابرین ختم نبوت کے احوال اور ان کے قلمی جہاد کی تفصیل ہوتی تھی۔آپ کے اپنے درجنوں مضامین ومقالات بھی اس مجلہ کی زینت بنے ہیں۔ ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے "العاقب" کی کئی خصوصی اشاعتیں بھی ہوئی ہیں۔

اکابرین ختم نبوت سے آپ کی محبت وعقیدت دیدنی تھی۔محافظ ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ والہ وشیداء تو تھے ہی، مجاہد ختم نبوت علامہ محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء) سے بھی آپ کی محبت وعقیدت کچھ کم نہ تھی، حتیٰ کہ ان کے جوتے بھی اپنے سر پر رکھ لیتے تھے، ایک بار مجاہد ملت علامہ محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے، انہوں نے اپنے جوتے اتار کر رکھے تو آپ نے ادبا اٹھا کر انہیں اپنی رکھ لیا، جب مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ سلام کر کے واپس آئے آپ نے اپنی پگڑی سے جوتے نکال کر انہیں پیش کر دیئے۔۔اللہ اللہ، مجاہدین ختم اور اکابر سے محبت وعقیدت کی ایسی مثالیں بہت کم ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔

علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ ان دونوں (علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد ملت علامہ محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ) کی ختم نبوت اور ناموس رسالت پر گراں قدر خدمات پر انہیں اپنا قائد اور ہیرو گردانتے تھے۔ سات ستمبر 1974ء کو مملکت خداداد پاکستان نے ختم نبوت کے منکرین قادیانیوں مرزائیوں کو کافر قرار دیا تھا۔ آپ ستمبر کے مہینے میں اظہار تشکر کے طور پر ایوان اقبال لاہور میں یوم ختم نبوت کی مناسبت سے نہایت شان وشوکت سے" تاجدار ختم نبوت کانفرنس" کا انعقاد فرمایا کرتے تھے جس میں آپ ملک بھر سے علماء ومشائخ کو مدعو فرمایا کرتے تھے۔۔۔

آپ ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:

"سات ستمبر کا فیصلہ عمارت کی تعمیر میں پہلی اینٹ کی مانند تھا اور ابھی اس پر باقی عمارت تعمیر ہونا تھی لیکن ہم ابتدائی اینٹ رکھ کر ہی بھول گئے، سات ستمبر کے فیصلے کے بعد اب تک قادیانی اتنے چوکنا ہو گئے ہیں کہ انہوں نے پچھلی ساری کسریں نکال دی ہیں، مجھے ملک عزیز کے کلیدی عہدوں پر فائز کئی افسران نے خود بتایا ہے کہ قادیانیوں نے ہمیں دعوت دی ہے کہ تم مرزائی بن جاؤ، آج بھی قادیانی اہل ایمان کو لوٹنے کے لئے بڑے پیمانے پر منصوبہ بندی کر رہے ہیں جب کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہیں۔۔۔ آج بھی اس معاشرے میں کئی ناسمجھ مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے قادیانیوں میں شادیاں کی ہیں، ان سے کاروباری شراکت کی ہے، ان کے حمایتی ہیں اور وہ لوگ ان تمام امور کو برائی بھی تصور نہیں کرتے، مسلم معاشرے میں قادیانیوں کی اثر پذیری کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مرزائیت کے خلاف جو نفرت ہونی چاہیے تھی وہ علماء کرام میں میں نہیں رہی، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کہ خطباء حضرات مسئلہ ختم نبوت پر تقریر ہی نہیں کرتے بلکہ ختم نبوت کے موضوع پر انہیں تقریر کا کہا جائے تو وہ کوئی اور عنوان بیان کرنے لگتے ہیں"۔

مزید فرماتے ہیں:

"مرزائیت، یہودیت اور نصرانیت کا پاکستان کے خلاف اتحاد ہے اور اس اتحاد کو اسرائیل اور ہندوؤں کے ذریعے بروئے کار لایا جا رہا ہے، اس کی تازہ ترین مثال اسرائیل کی فوج میں بھرتی ہونے والے 600 قادیانیوں کی ہے، ہمارے عسکری وحساس اداروں کو اس جانب ضرور غور کرنا چاہیے کہ اسرائیلی فوج میں قادیانیوں کی بھرتی کس نظریئے اور سازش کے تحت ہوئی ہے؟. ان کی بھرتی کے پیچھے کون سی قوتیں کارفرما ہیں اور ان کے مقاصد کیا ہیں؟... عقیدہ ختم نبوت دین کی بنیاد ہے، جس طرح عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنا ایک عام آدمی کی ذمہ داری ہے اسی طرح ایک فوجی جرنیل کی بھی ذمہ داری ہے، افواج پاکستان کے ذمہ داران کو سوچنا چاہیے کہ ان کے تمام عہدے اس ملک کی وجہ سے ہیں اور ملک کی بنیاد" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پر رکھی گئی ہے، اگر اس بنیاد کو کھوکھلا کر دیا گیا تو اس ملک کا کیا بنے گا اور تمہارا کیا بنے گا؟ مرزائی، قادیانی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے غدار اور باغی ہیں جو اسلام کی بنیاد ڈھانے کی ناپاک سعی کر رہے ہیں، افواج پاکستان کے غیور مجاہدین

سے میرا سوال ہے کہ کیا اسلام اور پاکستان کی بنیاد کو کمزور کرنے اور ڈھانے والا شخص کسی رعایت کا مستحق ہے؟.. میں میجر (ر) امیر افضل کی اس رائے سے بالکل متفق ہوں کہ جس طرح 10 نمبری بدمعاش کے دروازے پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ 10 نمبری بدمعاش ہے اسی طرح ہر قادیانی مرزائی کے دروازے پر لکھا ہونا چاہیے کہ یہ قادیانی مرزائی ہے، جس طرح 10 نمبری بدمعاش کے دروازے سے بھی لوگ ہٹ کر گزریں کہ یہ دین اسلام اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باغی وغدار ہے''۔ (سہ ماہی ''العاقب'' لاہور شوال تا ذوالحجہ 1429ھ/2008ء، ص115 تا 116)

علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے روح رواں تھے۔ آپ خود بھی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں رہے اور جب بھی کسی کے قلم سے ختم نبوت کے حوالے سے تحریری کام دیکھا تو آپ فرط جذبات سے جھوم جایا کرتے تھے۔ 2013ء میں ناموسِ رسالت کے حوالے سے شہر حسن ابدال میں جب آپ تشریف لائے تو فقیر نے اپنے مرتبہ ماہ نامہ ''الحقیقہ'' کے تحفظ ختم نبوت نمبر کی پہلی جلد آپ کی خدمت میں پیش کی تو آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی ہاتھ میں لیتے ہی آپ نے فرمایا: شاہ جی! ماشاء اللہ، تساں نے ختم نبوت دے موضوع تے بہوں وڈا کم کیتا اے''۔

کئی لوگ مصلحتوں کا شکار ہو کر حالات کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں لیکن علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے ختم نبوت اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے عزیمت کا راستہ اختیار کیا، ختم نبوت کی حفاظت کا پرچم بلندیوں تک پہنچایا، لبیک یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تاجدار ختم نبوت زندہ باد اور ''من سبا نبیا فاقتلوہ'' کا نعرہ لگایا، آپ نے آنے والی نسلوں کے لیے ایک صحیح سمت کا تعین فرمایا۔ جب بھی ختم نبوت اور ناموس رسالت پر کوئی آنچ آئی تو آپ نے تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر اہتمام ایسی صدائے احتجاج بلند کی کہ کفار، یہود ونصاریٰ اور قادیانی گماشتوں کے ایوانوں میں ایک زلزلہ برپا ہو جاتا تھا۔

2017ء میں مملکت خداداد پاکستان کے اراکین اسمبلی کے حلف نامہ میں ختم نبوت کی شق کو چھیڑا گیا تو آپ نے فقید المثال احتجاج کیا، اکیس روز مسلسل دھرنا دیا، بالآخر حکومت کو ختم نبوت کی شق کو بحال کرنا پڑا اور وزیر قانون کو بھی مستعفی ہونا پڑا۔

2018ء میں ہالینڈ کے گیرٹ وائلڈرز نے توہین رسالت پر مبنی کارٹونوں کی نمائش کا اعلان کیا تو آپ داتا دربار لاہور تا اسلام آباد لانگ مارچ کیا بالآخر گیرٹ وائلڈرز کو یہ گھناؤنی نمائش منسوخ کرنی پڑی۔

عمران حکومت نے جب اقتصادی کونسل میں عاطف قادیانی کو لگایا تو امیر المجاھدین نے ایک بار پھر اپنی گھن گرج سے حکومت کے درمیان و بام کو ہلا یا تب عاطف قادیانی کو ہٹایا۔

فرانسیسی صدر میکرون ملعون نے گستاخانہ خاکوں کو سرکاری عمارتوں پر آویزاں کرنے کا اعلان کیا تو امیر المجاھدین رحمۃ

اللہ علیہ کی دینی غیرت وحمیت نے ایک بار پھر جوش مارا، آپ نے فرمایا: "گستاخانہ خاکوں کی اشاعت امت مسلمہ پر حملہ اور اعلان جنگ ہے، ہم خون کے آخری قطرے تک عزت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہرہ دیں گے"۔

آپ نے بھرپور احتجاج کیا، تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر کارکن میدان عمل میں آیا، بالا حکومت نے آپ سے تحریری معاہدہ کیا کہ تین ماہ کے اندر اندر قانون سازی کے ذریعے فرانسیسی سفیر کو ملک بدر کیا جائے گا، پاکستان فرانس میں اپنا سفیر تعینات نہیں کرے گا، فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔۔۔اس تحریری معاہدے کے بعد دھرنا اور احتجاج ختم کر دیا گیا لیکن آہ افسوس فرانس نے تو اپنا سفیر واپس نہ بلایا لیکن میرے اللہ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفیر واپس بلا لیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔۔۔حکومت اپنے وعدے سے مکر گئی، آپ کے جانشین اور تحریک لبیک کے امیر علامہ حافظ محمد سعد حسین رضوی زید مجدہ کو گرفتار کر لیا، احتجاج پر تحریک کے کارکنوں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی۔

امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کلمات ہم سب کو جھنجھوڑ رہے ہیں: "قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ کیا کہو گے کہ ہم ختم نبوت کے غداروں کے ساتھ کھڑے رہے ہیں۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

آج لوگوں نے ختم نبوت کے مسئلے کو بچوں کا کھیل سمجھ رکھا ہے جہاں ختم نبوت کا انکار ہو وہاں عبادت خانہ نہیں ہوتا"۔۔۔ ماشاءاللہ آپ کے جانشین اور تحریک لبیک کے موجودہ امیر علامہ حافظ سعد حسین رضوی زید مجدہ بھی صبر واستقامت کا پہاڑ ثابت ہوئے ہیں۔آپ نے بھی جامع مسجد داتا دربار لاہور میں امیر المجاھدین کے ختم قل کے موقع پر واشگاف الفاظ میں فرمایا: میں وعدہ کرتا ہوں، ناموسِ رسالت کا تحفظ، ختم نبوت کی پاسبانی اور دین کو غالب کریں گے، ظالم کا ہاتھ روکیں گے، مظلوم کو حق دلوائیں گے، زبان اور دھڑکنوا سکتے ہیں لیکن ختم نبوت پر کوئی سمجھوتا نہیں کر سکتے"۔۔۔اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب اور ان کے درجات بلند فرمائے، علامہ حافظ سعد حسین رضوی کے علم وعمل اور استقامت میں مزید برکتیں عطا فرمائے، ہمارے علماء ومشائخ کو خواب میں سے بیداری عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔تاجدار ختم نبوت زندہ باد



شمشیر بے نیام امام خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

محمد عثمان فاروقی

سینئر سوشل میڈیا ایکٹوسٹ تحریک لبیک پاکستان

محافظ ختم نبوت محافظ ناموس رسالت ﷺ امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ سن 1966 میں صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک تحصیل پنڈی گھیب کے گاؤں نکہ کلاں میں زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد کا نام لعل خان اعوان ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دو بھائی 4 ہمشیرہ ہیں

ابتدائی تعلیم

امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ جماعتیں گاؤں کے سکول سے پڑھیں پھر دینی تعلیم حاصل کرنے جہلم چلے گئے اٹک سے جہلم کا تعلیم کا یہ سفر 1974 کی بات ہے اس وقت آپ کی عمر تقریباً 8 برس تھی یوں آپ نے اپنے بچپن لڑکپن کا ایک حصہ جہلم میں گزارا جب آپ رحمتہ اللہ علیہ جہلم پہنچے اس وقت تحریک ختم نبوت ﷺ عروج پر تھی عشاقان رسول ﷺ کو گرفتار کیا جا رہا تھا وہاں کے مدرسہ میں آپ نے حفظ قرآن پاک کا آغاز کیا قرآن پاک حفظ کروانے والے استاد کا نام قاری غلام یسین تھا جو نابینا تھے ان کا گجرات سے تعلق تھا بعد میں آپ نے قاری محمد امانت علی صاحب سے بھی قرآن حفظ کیا 12 سپارے آپ نے جامع غوثیہ اشاعت العلوم سے حفظ کیے باقی مشین محلہ نمبر 1 پر واقعہ دار العلوم سے حفظ کیے 4 برس کے عرصے میں آپ نے قرآن حفظ کر لیا اس وقت آپ کی عمر تقریباً 12 برس تھی پھر آپ گجرات چلے گئے وہاں آپ نے قرآت پڑھی اور 1980 میں لاہور چلے گئے۔

اعلیٰ تعلیم

مزید تعلیم آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لاہور میں حاصل کی 1988 میں مدرسے سے فارغ التحصیل ہو گئے قرآن پاک حفظ کرنے کے علاوہ آپ نے حدیث شریف پڑھی، درس نظامی کورس کیا اور فارسی، عربی زبان پر عبور حاصل کیا۔ مدرسے میں پڑھائی کے دوران آپ علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو پسند کرنے لگے 1983 میں ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کلیاتِ اقبال پڑھ لی یوں اس نوعمری میں آپ نے اقبال کے افکار کا مطالعہ شروع کر دیا بعد ازاں آپ نے علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کو بھی پڑھا امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی پڑھا۔

کھیل تماشے سے نفرت

قائد ملت اسلامیہ علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ بچپن میں نہ شرارتی تھے نہ کسی سے لڑتے جھگڑتے تھے بلکہ آپ زیادہ وقت پڑھائی میں لگاتے تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بھائی محترم کا کہنا تھا" آپ بچپن سے ہی ذہین تھے" آپ رحمتہ اللہ علیہ کو

کھیلوں سے دلچسپی نہیں تھی سیر کے لیے مینار پاکستان جاتے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بچپن سے آخر تک کا معمول

قائدملت اسلامیہ علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ ہر رات وضو کر کے سورہ محمد شریف ﷺ اور تسبیح فاطمہ پڑھ کر سوتے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا تھا یہ مجھے کسی پیر نے نہیں بتایا بس بچپن سے دل کیا پڑنے کا اور ساری زندگی آپ کا معمول رہا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدین

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدین آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے آپ کے والد صاحب کا انتقال 2008 میں ہوا امیرالمجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا تھا ایک دن لاہور جانے کی اجازت طلب کی انہوں نے کہا چلے جاؤ ہمیشہ کی طرح گردن پر بوسہ دیا لیکن اس دفعہ ایک کرنٹ محسوس ہوا وہ پہلے بھی بوسہ دیا کرتے لیکن کبھی ایسا محسوس نہیں ہوا میری چھٹی حس نے کہا شاید یہ آخری ملاقات ہے پھر وہی ہوا رات گزری صبح ظہر کے بعد ان کا انتقال ہوگیا یہ میری زندگی کا مشکل ترین مرحلہ تھا۔ امیرالمجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا تھا اگر چہ میں اپنے والد کے زیادہ قریب تھا لیکن سچ پوچھو تو عشق رسول ﷺ مجھے ماں کی گود سے ملا ہے میری والدہ اٹھتے بیٹھتے صدقے یا رسول اللہ ﷺ کہا کرتی تھیں یہ جملہ میرے لاشعور میں بس گیا۔

ایک حادثہ

2009 کا سال تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بھائی امیر حسین گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کروا رہے تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سلسلے میں گاؤں جا رہے تھے آپ نے فجر کی نماز کلر کہار کے نزدیک بھیرہ کے مقام پر ادا کی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا تھا اس دن میرا دل نجانے کیوں اضطراب میں تھا شاہ صاحب کا ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا راستے میں سی این جی پمپ آیا وہاں اتر کر آپ نے وضو کیا یہ آخری وقت تھا جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر وضو کیا پھر گاڑی سی این جی سٹیشن سے روانہ ہوئی راستے میں ڈرائیور کی آنکھ لگ گئی گاڑی سیدھی جا رہی تھی ڈرائیور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کیا کر رہے ہو؟ بس اتنی مہلت مل سکی گاڑی نیچے جا گری دونوں سلامت رہے لیکن میرے سر میں شدید چوٹ آئی اور اس کے نتیجے میں میرا نچلا حصہ مفلوج ہوگیا بعد میں آپ کی ٹانگوں میں کافی حرکت ہونا شروع ہوگئی تھی لیکن پہلے ٹانگیں بالکل سن ہوتی تھیں اس حادثے کے بعد آپ کا پہلا برس مشکل گزرا حادثے کے دوران امیرالمجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ درود شریف پڑھ رہے تھے، آپ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں شاید اس لیے اللہ نے میری جان بچائی۔

اللہ کی مدد

گاؤں میں پانی کے کنویں ہوتے ہیں چونکہ کنویں پر پمپ نہیں لگا ہوتا تھا لہذا کبھی بیل جوت کر اور کبھی ہاتھ کی مدد

سے پانی نکالا جاتا رات کا وقت تھا اندھیرا تھا میں پانی بھرنے کے لیے کنویں کی ڈور کھینچی اور کنویں کے اوپر سے چھلانگ لگادی لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ پارنہ کرسکے کنویں کے اندر جا گرے گرنے کے دوران میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا" کنویں میں ایک سوتر لڑ ہوتی ہے جس کے نل کے ذریعے اوپر پانی چڑھتا ہے اس کے درمیان دولکڑیاں ہوتی ہیں اس طرح ایک لکڑی کنویں کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہوتی ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا تھا گرتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے اٹھا کر کنویں کے اندر والی لکڑی پر بیٹھا دیا ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کنویں کے ساتھ ساتھ ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ باہر نکل آئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت

اسلام کے تمام سپہ سالار اپنی مثال آپ ہیں لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ان کے مزار پر حاضری دیرینہ خواہش تھی ،تقریباً دس برس پہلے آپ کی خواہش پوری ہوگئی۔جب آپ رحمتہ اللہ علیہ مزار پہنچے تو مزار کا دروزاہ بند کیا جارہا تھا اور آپ کا وہاں قیام کا آخری روز تھا یعنی اس روز اگر آپ مزار میں داخل ہونے سے رہ جاتے تو بغیر دیدار کیے واپس جانا پڑتا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ دروازے پر پہنچے تو دریافت کیا گیا کہاں سے آئے ہیں آپ نے بتایا ہم پاکستان سے آئے ہیں دروازے پر کھڑے شخص نے فوری دروازہ کھول دیا اور بولا سرکاری وقت ختم ہوگیا ہے لیکن آپ جلدی سے اندر آجائیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا تھا آج میں سوچتا ہوں شاید حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہمارا انتظار کر رہے تھے میرے مہمان آرہے ہیں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزار کے ساتھ کندھا لگا کر دو سنتیں تین وتر پڑھے۔

زندگی کا اہم موڑ

زندگی پرسکون تھی آپ رحمتہ اللہ علیہ درس وتدریس کے علاوہ مکی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتے جب ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کو گرفتار کیا گیا پھانسی دی گئی آپ کی زندگی میں ہلچل پیدا ہوگئی ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ نے گستاخ کو گولیاں مار کر مسلمانوں کو سر بلند کیا تھا لیکن حکومت نے اس عاشق رسول ﷺ کو جیل میں ڈالا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کے لیے تحریک چلائی مظاہرے کیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو گرفتار کرلیا گیا دوران گرفتاری ایک پولیس والے نے امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کو طعنہ دیا تم دین کے ٹھیکیدار ہو، جب بھی تیری تقریر سنو ناموس رسالت ﷺ پر بات کرتے ہوں تمہیں اور کوئی موضوع نہیں ملتا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تاریخی جواب دیا آپ نے کہا نبی ﷺ کے ٹھیکیدار تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی نہیں تھے انہوں نے بھی فرمایا تھا میرے پیچھے اس وقت تک چلنا جب تک رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلوں ،لہذا نبی ﷺ کا ٹھیکیدار نہیں چوکیدار ضرور رہوں۔

بعد ازاں آپ کو کوٹ لکھپت جیل رکھا گیا سپرنٹینڈنٹ نے پوچھا کیا کرتے ہوں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا مسجد میں

جھاڑو دیتا ہوں جیل سپرنٹینڈنٹ نے کہا کیا لکھوں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا مؤذن لکھ چھوڑو۔اگلے روز آپ جیل سے رہا ہوئے تو ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کا آپ کو خط ملا یہ خط آج بھی محفوظ پڑا ہے خط بڑا طویل ہے لیکن ایک جملہ قابل توجہ ہے ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا مولانا آپ کوٹ لکھپت جیل میں قید تھے تو میں آپ کے ساتھ تھا۔اسوقت آپ کو بات سمجھ نہیں آئی ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ اڈیالہ جیل میں تھے لیکن آپ کو بعد میں سمجھ آگئی ،ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ روحانی طور آپ کے ساتھ تھے ،جیل انتظامیہ نے آپ کو ٹھنڈ سے بچنے کے لیے کوئی چیز نہیں دی لیکن جیل کے سلاخوں کے پار سے سرد ہوائیں نہیں آرہی تھیں ایک رات آپ کو نیند نہیں آرہی تھی پریشانی بڑھتی جارہی تھی اچانک آپ کے دل میں خیال آیا میری ٹانگیں بغداد شریف کی طرف ہیں ان کو دوسری سمت کرلوں ،ٹانگیں دوسری سمت کرتے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو گہری نیند آگئی ،بعد میں آپ کو خیال آیا یہ ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ تھے جنھوں نے میری ٹانگوں کو درست سمت میں کرایا۔

ناموس رسالت ﷺ کی تحفظ کی تحریک چلانے پر محکمہ اوقات نے مجھے کہا تحریک روک دو ورنہ ملازمت چھوڑنا پڑے گی۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تحریک جاری رکھی آپ کو ملازمت سے برطرف کردیا گیا،اس کے بعد صوبائی خطیب آئے کہا حکومت پینشن دینے کو تیار ہے اور آپ کے ایک بیٹے کو محکمہ اوقاف میں ملازمت دی جائے گی ،آپ معذور ہیں آپ کو پینشن دیتے ہیں ،امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے انکار کردیا۔ناموس رسالت ﷺ تحفظ کی تحریک کے ساتھ ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کی رہائی کی تحریک شروع کردی آپ نے ریلیاں جلوس نکالے تاہم ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کو پھانسی کی سزا سنادی گئی۔اس وقت صدر مملکت کے پاس پھانسی کی مجرموں کی ہزاروں اپیلیں پڑی تھیں لیکن صدر مملکت نے سب کو پس پشت ڈال کر ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کی پھانسی کے خلاف اپیل مسترد کردی۔ یہ سراسر بدنیتی تھی بالآخر عاشق رسول ﷺ کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ہر طرح کی قید کی صعوبتیں اٹھائیں ۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دل پر بڑا بوجھ تھا۔ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کے جسد خاکی کو لایا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں رکھ دی چارپائی کو بار بار چوما اور کہا حضور ﷺ کی بارگاہ میں جاکر شکایت نہ لگانا۔ہم سے جو ہوسکا ہم نے کیا۔ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کے اہل خانہ آخری ملاقات پر نہ روئے،ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ پھانسی گھاٹ پر جاتے وقت مسکرارہے تھے۔

فیض آباد 2017

حکومت نے نہ صرف ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کو پھانسی دینے میں جلدی کی بلکہ انتخابی بل میں ترمیم کی آڑ میں ناموس رسالت ﷺ کے قانون پر وار کیا اس وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فیض آباد دھرنا دیا یزیدی حکومت کی جانب سے گولیاں چلائی گئی شیلنگ کی گئی سردترین موسم کی راتیں تھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ موجود تھے جو سامنے لڑتے

رہے اس جنگ کے دوران شہادتیں بھی ہوئیں، تعداد کم تھی پولیس والے ہزاروں کی تعداد میں تھے مجاہدین ظلم کے بعد بھی سب ڈٹے رہے، بالآخر حکومت ہار گئی وزیر قانون کو عہدے سے ہٹا دیا گیا کامیاب معاہدہ ہوا اس طرح تکلیفیں برداشت کرنے شہادتیں ہونے کے بعد قانون ختم نبوت ﷺ پر پہرہ دیا گیا اس دھرنے کے دوران بہت سے معجزے بھی دیکھنے کو ملے۔

ہالینڈ کا گستاخ

ہالینڈ میں گستاخ گریٹ ولڈز نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی، خاکے شائع کرنے کا اعلان کیا، امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ میدان میں آئے اور اس پر فتویٰ دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے، پھر گھروں سے نکلنے کی کال دی گئی اس دفعہ گریٹ ولڈز امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ سے خوفزدہ ہو گیا اور خاکے شائع کرنے سے رک گیا۔

گستاخ عاصیہ ملعونہ

2017 میں تحریک لبیک پاکستان ایک مذہبی سیاسی جماعت بن کر ابھری جس کے بانی امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور بہت کم وقت میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس جماعت میں شامل ہوئے اور پھر کچھ سال بعد الیکشن ہوا اور اس الیکشن میں تاریخ کی بدترین دھاندلی کی گئی اور خبیث ذلیل اعظم پاکستان عمران خان کو پاکستان پر مسلط کیا گیا تحریک لبیک پاکستان کے ووٹ بینک پر ڈاکہ ڈالا گیا پھر بھی تحریک لبیک پاکستان پاکستان کی تیسری بڑی جماعت بن چکی تھی ذلیل اعظم پاکستان عمران خان کے اقتدار میں آتے ہی اسلام دشمن کھل کر کام کرنے لگے، مرزائیوں کو نوازا گیا اس دوران ایک عورت آسیہ گستاخ جس نے ہمارے پیارے آقا سرکار دو عالم خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو پھانسی دینے کو کہا، ملک بھر میں احتجاج کی کال ہوئی حکومت کو معلوم تھا ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ایک معاہدہ کر لیا گیا، بعد میں منافقت دکھاتے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور ایک رات امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد رحمت اللعالمین پر پولیس کی بھاری نفری آئی اور آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ پورے پاکستان میں بدترین کریک ڈاؤن کیا گیا۔ تحریک لبیک پاکستان کے کارکنان پر ظلم کیا گیا امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کو 6 ماہ یا اس سے زائد عرصہ جیل رکھا گیا وہ ظلم کیا گیا جو بتایا نہیں جا سکتا۔ بالآخر حکومت پاکستان اور وزیر اعظم عمران خان نے گستاخ رسول کو پاکستان سے فرار کروا دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں کارکنان ذمہ داران کو گرفتار کر کے گستاخ کو فرار کروایا گیا ظلم کیا گیا، بعد میں لبرل طبقے کی طرف سے مذاق بنایا گیا کہ اب تحریک لبیک پاکستان والے اُٹھ نہیں سکیں گے لیکن پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ لبیک والے میدان میں آئے۔ امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کافی ماہ بعد رہا ہوئے، پہلے خطبہ جمعہ میں گستاخ حکومت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

فیض آباد 2020

فرانس میں ایک سکول ٹیچر بچوں کو گستاخانہ خاکے دکھاتا تھا جس کو عبداللہ غازی نے واصل جہنم کر دیا، اس کا سرتن سے

جدا کر دیا، پھر فرانسیسی صدر کا اسلام مخالف کام زیادہ تیز ہوگیا، مسلمانوں پر ظلم شروع ہوگیا، اس سے کچھ دن پہلے ہی چارلی ہیبڈو نامی میگزین نے گستاخانہ خاکے شائع کرنے کا اعلان کر دیا اعلان ہوتے ہیں تحریک لبیک پاکستان کی قیادت حرکت میں آ گئی امیر المجاہدین امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے ملک بھر میں ریلیاں نکالیں، لاکھوں کی تعداد میں لوگ نکلے دشمنان اسلام پر لرزہ طاری ہوگیا انٹرنیشنل میڈیا بھی حرکت میں آ گیا پھر چند دن بعد رات کے وقت پاکستان پولیس کی بھاری نے نفری امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد رحمت اللعالمین کو چاروں اطراف سے گھیرے میں لے لیا۔

آپ کا گھر بھی مسجد رحمت اللعالمین کے اوپر ہی ہے تمام کارکنان تحریک لبیک پاکستان کو جلد از جلد مسجد پہنچنے کی ہدایت کی ہدایت اس وقت جاری کی گئی جب پولیس نے چاروں اطراف سے گھیرے میں نہیں لیا تھا مسجد کو بہر حال قائد ملت اسلامیہ علامہ خادم حسین رضوی محفوظ رہے حکومت اور پولیس ناکام ہوگئی لیکن کچھ دن گزرے تھے فرانس میں سرکاری عمارت پر گستاخانہ خاکہ شائع ہوگیا جس سے کڑوروں مسلمانوں کے دل مجروح ہوئے کچھ دن باباجان امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ خاموش رہے وہ دیکھنا چاہتے تھے کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی تحفظ کے لیے نکلتا ہے اس بات کا اظہار باباجی نے پشاور کانفرنس میں بھی کیا آخر کار 15 نومبر 2020 گیارہویں شریف کی نسبت سے لیاقت باغ راولپنڈی سے فیض آباد کی طرف مارچ کا اعلان ہوا جو بعد میں دھرنے کی صورت اختیار کر گیا 11 نومبر کو پہلے باباجان امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ پر شدید پروپیگنڈہ کیا گیا پھر ایک دفعہ پھر 12 نومبر کی رات کو ملکی کریک ڈاؤن شروع ہوگیا لیکن پھر اسلام دشمن منافق ناکام رہے قائدین کی گرفتاری میں ناکام رہے لیکن اس کریک ڈاؤن میں مختلف اضلاع کے امیروں کو گرفتار کیا گیا۔ کارکنان تحریک لبیک پاکستان کو بڑی تعداد میں گرفتار کیا گیا ابھی 3 دن باقی تھی ایسے میں سب کا محفوظ مقام پر رہنا لازم تھا کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے نکلنا لازم تھا۔

حکومت 3 دن کوشش کرتی رہی لیکن ناکام رہی بہر حال 15 نومبر کا دن آ گیا 15۔ نومبر کی رات کو حکومت نے راولپنڈی اسلام آباد میں انٹرنیٹ موبائل سروس معطل کر دی۔ شہر کے داخلی راستوں پر ناکہ بندی کر دی، ریلوے اسٹیشن پر راولپنڈی جانے پر پابندی لگا دی۔ راولپنڈی داخل ہونے والی ہر گاڑی کو چیک کیا جاتا۔ لوگوں کے موبائل چیک کیے جاتے کہیں یہ لبیک والا تو نہیں، لیکن میرا رب عظیم ہے بہتر حکمت عملی والا ہے، اللہ کے فضل سے سب پہلے سے ہی راولپنڈی پہنچ چکے تھے۔

آخر کار 15 نومبر کا سورج طلوع ہوا یہ وہ دن تھا جب پاکستانی میڈیا، انٹرنیشنل میڈیا پاکستانی عوام کو دیکھ رہا تھا کہ کیا ہونے جا رہا ہے۔ مائیں بہنیں سجدوں میں دعائیں کر رہی تھیں۔ دعا یہ نہیں کر رہی تھیں کہ یا اللہ ہمارے بھائی خیریت سے واپس آ جائیں بلکہ دعائیں ہو رہی تھیں یا اللہ کامیابی عطا کرنا جس مقصد کے لیے یہ نکلے ہیں پھر صبح جو منظر دنیا نے دیکھا تاریخ میں یاد رکھا

جائے گا کہ ایکدم لاکھوں کی تعداد میں عشاقان رسول ﷺ سڑکوں پر نکل آئے۔ عالم کفر حکومت پر لرزہ طاری ہوگیا اور فیض آباد کی طرف مارچ شروع ہوگیا۔ کوئی وقت ایسا نہیں گزرا جب عشاقان رسول ﷺ پر شیلنگ نہ ہوئی ہو، گولیاں نہ برسائی ہوں، لیکن اللہ جل جلالہ کی مدد آ گئی۔ بارش کی وجہ سے شیلنگ اثر نہیں کر رہی تھی اگرچہ سردترین موسم تھا بارش ہورہی تھی لیکن عشاقان رسول ﷺ کو ذرہ برابر فرق نہیں پڑا۔ کارکنان زخمی ہوتے پولیس کو بھگاتے رہے۔ بہرحال فیض آباد پہنچ کر بیٹھ گئے دھرنا شروع ہوگیا دھرنے میں سب سے پہلے امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے حافظ سعد حسین رضوی صاحب میدان میں آئے تمام قائدین موجود تھے کارکنان نے پولیس کا مقابلہ کرکے فیض آباد کا کنڑول حاصل کرلیا لیکن سردترین رات تھی بارش اور اندھیرا اوپر سے شیلنگ کپڑوں کا ایک جوڑا اور ٹینٹ خیمے بھی موجود نہیں تھے۔ پوری رات رسول اللہ ﷺ کی نعت شریف پڑھتے رہے۔ فجر کی نماز کا وقت ہوگیا یزیدی حکومت نے دورانِ نماز نمازیوں پر شیلنگ کی لیکن رضوی مجاہد ڈٹے رہے۔ باباجان امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ فیض آباد دھرنے سے 2 دن قبل بیمار تھے، اس لیے فیض آباد دیر سے پہنچے۔ 15 نومبر کی رات آخر حکومت نے ہار مان لی اور تحریک لبیک پاکستان کے مطالبات تسلیم کر لیے۔ قبلہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے رات 2 بجے تقریباً خطاب فرمایا۔ دھرنا ختم ہو چکا تھا کامیاب دھرنے کے بعد صبح سب واپس گھروں میں آگئے۔

آزمائش کا دن

کامیاب دھرنے پر سب نے اللہ کا شکر ادا کیا سب بہت خوش تھے لیکن فکرمند تھے کہ امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ بیمار تھے کچھ دن ہی گزرے تھے آخر کار وہ دن آ گیا جس دن امت مسلمہ یتیم ہوگئی 19 نومبر 2020 جمعرات (میں محمد عثمان فاروقی کو) اس دن دل میں گھبراہٹ و بے چینی محسوس ہورہی تھی۔ جاب سے فری ہو کر گھر آیا اور نیند نے گھیر لیا۔ یہ معمول کے مطابق نہیں تھا، میں ہمیشہ دیر سے سوتا ہوں لیکن نماز مغرب کے بعد فوراً گہری نیند آگئی پھر کچھ ہی دیر میں میری آنکھ اچانک کھل جاتی ہے اور موبائل پکڑنے کا خیال آتا ہے۔ پھر کہتا ہوں رہنے دو لیکن اٹھ کر پکڑنے لگتا ہوں کال آجاتی ہے کاش وہ کال سننے سے پہلے میں مرجاتا خبر آتی ہے باباجان امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔

شاید ہی میں اپنی زندگی میں اتنا رویا ہونگا۔ قیامت جیسا منظر تھا اصل میں باباجان امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کو معلوم تھا ان کا رخصت ہونے کا وقت آگیا ہے انکے اچانک چلے جانے سے عشاقان رسول ﷺ کے دماغوں پر گہرا اثر ہوا۔ صرف میرا دل و دماغ ہی اس کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر رہا تھا بلکہ تمام عشاقان رسول ﷺ کی یہی کیفیت تھی۔ ہر طرف ایک غم کی لہر دوڑ پڑی ہر گھر سے رونے کی آواز آنے لگی یہ میں آپ سے بات کرونگا باباجان امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ غم کرتے تھے فرانس میں جو گستاخیاں ہورہی ہیں کاش ہم سب مسلمان اکھٹے ہوتے اور دین تخت پر آتا اور فرانس کو تباہ برباد کردیتے جینے کو اب ویسے دل نہیں کرتا حضور ﷺ کی گستاخیاں ہورہی ہیں ہم گھروں میں بیٹھے ہیں نہ جانے کس منہ سے پیش

ہونگے حضور ﷺ کے سامنے یہ بات ہر دن ہر لمحہ پریشان کرتی ہے کاش ہم فرانس کے خلاف جہاد کرتے لیکن ہم پر یزیدی حکومت مسلط ہوگئی ہے بس اتنی بات ہے باباجان امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کا امت مسلمہ کو جو نقصان ہوا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہوگا کبھی نہیں۔

تاریخی نماز جنازہ

امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 19 تاریخ کو ہوا لیکن نماز جنازہ کا اعلان 21 نومبر بروز ہفتہ کا اعلان ہوا تاکہ سب حاضر ہوسکیں 19 تاریخ کی رات کو ہی ہزاروں کارکنان عشقان رسول ﷺ باباجی کی زیارت کرنے پہنچ چکے تھے زیارت کا سلسلہ 21 تاریخ کی صبح تک جاری رہا کوئی وقت ایسا نہیں گزرا جب زیارتِ کرنے والوں کا ہجوم ختم ہوا ہو، مسلسل لوگ زیارت کرتے رہے۔ امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کو 19 تاریخ سے 21 تاریخ تدفین تک سردخانے نہیں رکھا آپ بالکل تروتازے تھے چہرے پر پہلے سے زیادہ نور تھا، جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کو لحد میں اتارا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں تھی پھر اچانک مسکراہٹ آگئی، حکومت اور سب کو معلوم تھا نماز جنازہ بڑا ہوگا حکومت نے بذریعہ ہیلی کاپٹر امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے جسد خاکی کو لانے کی پیشکش کی جو حافظ سعد حسین رضوی صاحب نے مسترد کردی بذریعہ ایمبولینس لایا گیا۔

کروڑوں عشاقان رسول ﷺ کی شرکت

امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی نماز جنازہ مینار پاکستان پڑھائی گئی صبح صبح لوگوں نے پہنچنا شروع کردیا چند گھنٹوں میں کروڑوں کی تعداد میں عشاقان رسول ﷺ جمع ہوگئے پاکستانی میڈیا یا انٹرنیشنل میڈیا کہتا ہے 1 کروڑ 70 لاکھ لوگ تھے جبکہ یہ کم از کم اندازہ ہے تعداد کا کیونکہ پاکستانی صحافی نمائندوں نے کہہ دیا تھا جتنی بڑی تعداد ہیں ہمارے پاس سہولیات موجود نہیں کہ پتہ چل سکے کتنی تعداد ہے تاہم ڈرون کیمروں کے ذریعہ اندازہ لگایا گیا 1 کروڑ 70 لاکھ لوگ ہیں جبکہ تقریباً 2 کروڑ سے زائد عوام تھی اس نماز جنازہ سے عالم کفر کو پتہ چل گیا لبرل ازم کو پتہ چل گیا امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنا مشن پورا کر گئے کامیاب ہوکر گئے جنازہ کی تعداد دیکھ کر عالم کفر ماتم کرنے لگا سب کو معلوم ہوگیا پاکستان رسول اللہ ﷺ کی غلامی کی طرف جا رہا ہے کروڑوں کا جنازہ دنیا کی تاریخ میں کسی نے نہیں دیکھا۔

عالم اسلام میں دکھ کی لہر

میں قبلہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کو امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کیوں لکھتا ہوں اور لکھنے کی تلقین کرتا ہوں باباجان امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی خبر صرف چند گھنٹوں میں پوری دنیا میں پھیل گئی ہندوستان، مصر، عمان، قطر، بغداد، ترکی، کشمیر، فلسطین ہر جگہ عشاقان رسول ﷺ علماء کرام غم سے نڈھال ہوگئے کیونکہ سب کو معلوم تھا امت مسلمہ کو کتنا بڑا نقصان ہوا ہے۔ آج صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ کا جانشین چلا گیا وہ امام چلا گیا جو کفر کو للکارتا تھا کفر پر

لرزہ طاری ہو جاتا تھا کفر کانپ جاتا تھا۔کشمیری مائیں بہنیں دکھی ہو گئیں ،کوئی کشمیر کا ترجمان کوئی کشمیر کا سفیر کہیں چلا گیا ہر طرف غم ہی غم ایک کشمیری بہن نے ٹویٹ کرتے ہوئے کہا:

الوداع امیر المجاہدین الوداع ،کشمیر کے سفیر۔

جب سارا عالم اسلام روئے کروڑوں چاہنے والے ہوں تو وہ امام ہوتا ہے وقت کا۔یہی وجہ ہے میں محمد عثمان فاروقی امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتا ہوں۔

نیا چیلنج

امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے پردہ فرمانے کے بعد عالم کفر جشن منانے لگا۔سب کا خیال تھا بلکہ تاریخ میں ایسا ہوا جب رہنما چلا جاتا ہے تو بات ختم ہو جاتی ہے۔نئے امیر تحریک لبیک پاکستان کا انتخاب ایک بڑا چیلنج تھا۔کس طرح تحریک کو نقصان سے بچایا جائے بالآخر ہماری تحریک لبیک پاکستان کی مجلس شوری نے تاریخی فیصلہ کیا۔حافظ محمد سعد حسین رضوی صاحب کو امیر بنا کر تحریک کو نقصان سے بچالیا۔حافظ سعد حسین رضوی کے امیر مقرر ہوتے ہی جو حلف آپ نے اٹھایا اور بیان دیا اُس سے عالم کفر کا جشن ماتم میں بدل گیا۔ہندوستان کا میڈیا چیخیں مارنے لگا۔لبرل ازم والے پروپیگنڈہ شروع کرنے لگے لیکن حافظ سعد حسین رضوی نے بہتر انداز میں تحریک کو چلانا شروع کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو حفظ و امان میں رکھے اور کامیابیاں عطا کرے۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ناموس ،ختم نبوت ﷺ پر قربان ہونے کا موقع عطا کرے۔ولی کامل امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے اور باباجان امام خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے فرامین پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ حق کے ساتھ کھڑا رکھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلائے۔اللہ تعالیٰ تمام عشقان رسول ﷺ پر آسانیاں پیدا کرے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔



علامہ خادم حسین رضوی ایک عظیم قائد

ابوحمزہ محمد عمران مدنی
الھادی فاؤنڈیشن، گارڈن ویسٹ، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی و نسلّم علی رسولہ الکریم

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (المائدۃ:5/54)

اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔

آیت مبارکہ کے اس جزء میں اہل ایمان کی ایک عظیم صفت کا بیان ہے کہ اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری میں انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ملحوظ رہے کہ یہ بڑی اہم صفت ہے۔ معاشرے میں جن برائیوں کا چلن عام ہو جائے ان کے خلاف نیکی پر استقامت اور اللہ کے حکموں کی اطاعت اس صفت کے بغیر ممکن نہیں۔ ورنہ کتنے ہی لوگ ہیں جو برائی، معصیت الٰہی اور معاشرتی خرابیوں سے اپنا دامن بچانا چاہتے ہیں لیکن ملامت کرنے والوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں پاتے۔ خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ مردِ مجاہد ہے جس کی وضع قطع، چال ڈھال اور انداز و اطوار، قول و اقرار سے کردارِ فاروقی کی مہک آتی تھی۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ خطیب اعظم جس کا کلام مردہ تنوں میں روح پھونک دیا کرتا تھا، جس کے خطاب کا جوش و ولولہ، جس کی تقریر کی گھن گرج ایسی تھی کہ کفر کے ایوانوں میں زلزلہ کا سماں بن جایا کرتا تھا۔ جس کا مشرب یہ حدیث پاک تھی:

أَحَبُّ الْجِهَادِ إِلَى اللهِ كَلِمَةُ حَقٍّ تُقَالُ لِإِمَامٍ جَائِرٍ ۔(معجم الکبیر للطبرانی، رقم:(8080,8/281)

یعنی: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جہاد ظالم بادشاہ کو حق بات کہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جہاد ظالم بادشاہ کو کسی نیکی کا حکم دینا یا کسی برائی سے روکنا ہے یہ کام خواہ الفاظ سے کرے یا لکھ کر یا اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کام کے پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں جہاد کرنے والا خوف بھی رکھتا ہے اور امید بھی۔ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ غالب آئے گا یا مغلوب ہوگا مگر ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کی وجہ سے وہ اپنی جان کو یقینی خطرے میں ڈالتا ہے، اسے اپنی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے پس جہاد کی اس قسم میں چونکہ خوف کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے اس لیے اسے افضل الجہاد قرار دیا گیا۔ جو بجا طور پر شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کا مصداق تھا

آئین جوانمرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روبائی

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ قائد جو متحرک تھا، جو ایسے فیصلے کرتا تھا جو اس کی جماعت پر مثبت اثرات ڈالتے تھے، جس نے مختلف النوع افراد کی ایک عظیم جماعت کو بطورِ ٹیم کو ایک مشترکہ مقصد (حضور ﷺ کے دین کو تخت پر لانا تحفظِ ناموس رسالت اور تحفظِ ختمِ نبوت پر پہرہ دینا) کے لئے کام پر لگا دیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) ایک عظیم قائد جس کے عمل میں مثبت سوچ اور مثبت بات کو بنیادی حیثیت حاصل تھی جس کی شخصیت کا جوہر، اہم وصف اس کی بصیرت اس کا ویژن تھی کہ بے بصیرت شخص تو آپ رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے وہ کسی کا رہبر کیسے بن سکتا ہے؟ بصیرت جس کا تعلق براہِ راست مثبت سوچ اور مثبت بات کے ساتھ ہوتا ہے۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ امیر المجاہدین جس نے اپنی تنظیم، تحریک بلکہ امت مسلمہ میں ایک نئی روح پھونک دی۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ مشفق ومہربان قائد جو اپنے کارکنان کے لیے گھنے سایہ دار درخت کی حیثیت رکھتا تھا۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ عظیم رہنما جسے حضور ﷺ کی صفت لِنْتَ لَهُمْ سے اللہ تعالی نے حصّہ عطا فرمایا تھا، جو اپنے ویژن کو اپنے ساتھیوں اور کارکنوں کے ساتھ شیئر کرنے کا طریقہ جانتا تھا ہے۔ جس نے بالخصوص اپنی تحریک اور بالعموم امت مسلمہ کو اپنے عمل سے، اپنے کردار سے یہ یقین دلا دیا کہ ان کے درمیان ایک ایسا قائد ہے جو جماعت کے مستقبل (پاکستان میں نظامِ مصطفی کا نفاذ) کے عظیم مشن کو لے کر ہر محاذ پر ہراوّل دستہ کا کردار ادا کر رہا ہے۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ انقلابی قائد جو اپنی جماعت میں عظیم، مثبت تبدیلی لے کر آیا، دین سے دور رہنے والوں کو بالخصوص نوجوانوں کو حضور ﷺ کی محبت کا اسیر بنا دیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ انقلابی قائد جس کے پاس اپنی پارٹی کے بالکل واضح اور روشن ویژن تھا اور اس نے وہ ویژن نہایت کامیابی سے اپنے کارکنان کے رگ و پے میں بسا دیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ عظیم دانشور جس کا شعور نہایت قوی تھا جسے معلوم تھا کہ فیصلہ کیسے کرنا ہے، پھر اس کیے گئے فیصلے پر کیسے ڈٹ جانا ہے جسے خود بھی اللہ پاک کے فضل سے اپنے کیے گئے فیصلوں پر اعتماد تھا جس کے فیصلوں پر اس کے تمام کارکنان کو بھی اعتماد تھا۔ خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ وفا شعار عظیم قائد جس نے اپنی تحریک کے ہر کارکن کو انفرادی سطح پر اس کی اہمیت کا احساس دلایا ہے اور ہر ہر کارکن کو دین سے، رسول اللہ ﷺ سے، تحریک کے مقدس منشور سے وفاداری کا سبق پڑھایا۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ کامیاب ترین قائد جس نے اپنی کامیابیوں کا کریڈٹ بھی اپنے کارکنوں کو دیا، جس نے اپنی

تحریک کے کارکنوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ اللہ پاک دین کی سربلندی کے لیے کی گئی ان کی سعی کو ضائع نہیں کرے گا، دارین میں اللہ پاک ان کو اس کا صلہ عطا فرمائے گا اس تربیت و کردار سازی کے نتیجے میں تحریک کے کارکنان کٹھن سے کٹھن چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے زیادہ عزم کے ساتھ تیار رہا کرتے (اور ان شاء اللہ رہیں گے)۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ ذمہ دار قائد و رہنما جسے خود اپنی ذمہ داریوں کا بھی احساس و ادراک تھا جسے اپنے کارکنان کی ذمہ داریوں کا بھی علم تھا، جسے یہ ہنر آتا کہ وہ اپنے کام کے ذریعے ماتحتوں کو کام کس طرح سکھایا جاتا ہے۔ وہ عظیم رہنما جس کے فیصلے سفلی احساسات، جذبات اور تعصبات کی عکاسی نہیں کرتے تھے بلکہ جس کے فیصلوں کی بنیاد قرآن وحدیث پر تھی۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) جس کی ذات مکمل دیانتداری، بھروسہ مندی، منصف مزاجی، مضبوط کردار اور اعلیٰ اخلاقی کردار سے عبارت تھی، اللہ کے فضل سے جو لاکھوں دلوں پر راج کرتا تھا (اور کرتا رہے گا)

خادم حسین (علیہ الرحمہ) جو بے غرض تھا، حرص ولالچ کی آلودگی سے پاک وصاف تھا، جس نے کبھی اپنی جماعت اپنی تحریک کو اپنے ذاتی مقاصد کے حصول یا اپنے خاندان کی بہبود کے لئے استعمال نہیں کیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) جس نے اپنی زندگی اللہ و رسول کے ساتھ وفاداری کرتے ہوئے گزاردی، جس نے اپنے ملک سے، اس کے آئین سے، اپنی جماعت کے لوگوں کے ساتھ وفاداری نبھائی۔ جب قائد خود اپنے منشور کے ساتھ، اپنے ملک وقوم کے ساتھ وفادار ہو تو اس وفاداری کا فیضان نیچے کارکنوں میں اترتا ہے۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) کے کارکنان کی وفاداری ومحبت ان کے ساتھ کیسی تھی فیض آباد کے دھرنے اس امر کے شاہد ہیں کہ ریاستی دہشت گردی غنڈہ گردی کے باوجود ان کے کسی کارکن نے انہیں پیٹھ نہیں دکھائی۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ عظیم قائد جس میں پہاڑوں کا سا حوصلہ تھا، وقت کے طاغوتی طاقتیں جس کے ہمت وحوصلہ کے آگے گھٹنوں کے بل گرگئیں، جن کی ذات میں ایسا عظیم حوصلہ ودیعت تھا کہ فیض آباد میں خوف و دہشت کی فضا میں بھی اطمینان اور استحکام کے ساتھ انہوں نے تحریک کی قیادت کی، اور مردِ میدان کے طور پر ریاستی تشدد کا سامنا کیا۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ عظیم مخلص قائد جس نے کبھی ذاتی نفع ونقصان کی پرواہ نہیں کی بلکہ اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حق کی سربلندی کے لئے میدان میں آیا، ایسی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کیا کہ راہِ عزیمت کے مسافروں کی یاد تازہ کردی۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ عظیم مردِ میدان جس کا گویا فلسفہ یہی تھا کہ اس عارضی زندگی کو حیات جاودانی میں تبدیل کرنے کا واحد طریقہ یہی کہ حضور ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے لیے باطل، بے دین طاغوتی قوتوں کا بے خوفی سے مقابلہ کیا جائے، اور اس عظیم مقصد کے لیے دنیا میں (بظاہر) برباد و ہلاک ہوجانے کی پرواہ نہ کی جائے۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ عظیم مدبِّر قائد جسے اللہ پاک نے معاملہ فہمی کی صلاحیت عطا فرمائی، درست موقعے پر درست بات کہنے کا ہنر عطا فرمایا، جس کی سیاست کے اصول قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی تھے، جس کے نزدیک سیاست کسی کو دھوکا دینے، کسی کی عزت اچھالنے منافقت سے کام لینے یا جھوٹ بولنے کا نام نہیں تھا، بلکہ ان کے نزدیک جو سیاست تھی وہ سیاست عبادت تھی، انبیاء کی سنت تھی۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ عظیم قائد جسے اللہ پاک نے کمال قوتِ فیصلہ عطا فرمائی، جسے اللہ تعالی نے زمینی حقائق کی جانچ پڑتال کرکے بروقت فیصلے کرنے کی اہلیت عطا کی تھی۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) کی ذات وہ تھی جو ظاہری معذوری و پیرانہ سالی کے باوجود مشکل اور صبر آزما حالات میں اپنی جسمانی اور ذہنی قوتوں کو مفلوج نہیں ہونے دیا اور سخت ترین حالات میں بھی اپنے فرائض انجام دینے سے غافل نہیں ہوئے

خادم حسین (علیہ الرحمہ) وہ امیر المجاہدین جس کا مقصد اتنا عظیم تھا کہ اس کے حصول کے لیے جتنی بھی رکاوٹیں راہ میں حائل تھیں، وہ ان سب سے ٹکرانے کی قوت رکھتا تھا۔

خادم حسین (علیہ الرحمہ) جو اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے پہلے دم لینے والا نہیں تھا۔

المختصر خادم حسین (علیہ الرحمہ) کی زندگی کا خلاصہ اور نچوڑ امام اہل سنت کا یہ ایک شعر تھا:

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا



علامہ خادم حسین رضوی صاحب کا وصال اور تحریک لبیک پاکستان کا مستقبل

پیشکش: صدائے قلب

امیر المجاہدین حضور قبلہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا یوں اچانک دنیا سے رخصت ہو جانا ایک بہت بڑا سانحہ اور اہل سنت کا نقصان ہے۔ یقیناً آپ کئی محاذ پر فرض کفایہ کا کردار ادا کر رہے تھے اور آپ کے وصال کے بعد جو کمی واقع ہو گی وہ کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ حضرت سیدنا ابو دَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ!

جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے علم کی جستجو میں نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دیتا ہے اور فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور آسمانوں کے فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں اس کے لیے استغفار کرتی ہیں اور عالم کو عابد پر اتنی فضیلت حاصل ہے جتنی چودھویں رات کے چاند کو آسمان کے سب سے چھوٹے ستارے پر اور علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، بیشک انبیاء کرام علیہم السلام درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ نفوسِ قدسیہ علیہم السلام تو علم کا وارث بناتے ہیں، لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے اپنا حصہ لے لیا اور عالم کی موت ایک ایسی آفت ہے جس کا ازالہ نہیں ہو سکتا اور ایک ایسا خلا ہے جسے پُر نہیں کیا جا سکتا (گویا کہ) وہ ایک ستارہ تھا جو ماند پڑ گیا، ایک قبیلے کی موت ایک عالم کی موت سے زیادہ آسان ہے۔ (کنز العمال، کتاب العلم، الباب الأول فی الترغیب فیہ، جلد 10، صفحہ 284، حدیث 28823، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ایک عالم کا مقام و مرتبہ ہزار عبادت گزاروں سے اعلیٰ ہوتا ہے کہ عالم لوگوں کی عقائد میں اصلاح کرتا، حلال و حرام کی تعلیم دیتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سِیّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا

"مَوْتُ أَلْفِ عَابِدٍ قَائِمِ اللَّيْلِ صَائِمِ النَّهَارِ أَهْوَنُ مِنْ مَوْتِ الْعَاقِلِ الْبَصِيرِ بِحَلَالِ اللّٰهِ وَحَرَامِهِ"

ترجمہ: راتوں کو عبادت کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے ایک ہزار عبادت گزاروں کی موت ایک عالم کی موت سے آسان ہے، جو اللہ عزوجل کے حلال اور حرام کردہ امور کا علم رکھتا ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، باب تفضیل العلم علی العبادۃ، جلد 1، صفحہ 127، حدیث 126، دار ابن الجوزي، السعودیہ)

بلاشک وشبہ امیر المجاہدین نے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول کی شمع کو روشن کیا، ناموس رسالت اور ختم نبوت کا دفاع کرنا سکھایا، وقت کے سیکولر، لبرل دین فروش لیڈروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، تکالیف برداشت کیں، چاپلوسی مولویوں کے طرح لیڈروں کی جی حضوری نہیں کی۔ آپ کا نام ہمیشہ باقی رہے گا اور مسلمانوں کے دلوں پر آپ کی حکومت ہو گی۔ احادیث و آثار میں جو عالم حق کے اوصاف وشان بیان کی گئی ہیں وہ آپ میں پائی جاتی ہیں۔

احیاء العلوم میں ہے:

"حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کچھ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

فخر علماء ہی کو لائق ہے کیونکہ وہ خود ہدایت پر ہیں اور ہدایت کے طلبگاروں کے لئے راہنما ہیں۔ ہر شخص اُسی چیز کی قدر کرتا ہے جو اُسے اچھی لگتی ہے اور جاہل علماء کے دشمن ہیں۔ علم کے ذریعے کامیابی حاصل کرو ہمیشہ کی زندگی پاؤ گے۔ لوگ مرجاتے ہیں جبکہ علماء زندہ رہتے ہیں۔

☆ حضرت سیّدُ نا ابو اسود رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا:

علم سے بڑھ کر عزت والی شے کوئی نہیں۔ بادشاہ لوگوں پر حکومت کرتے ہیں جبکہ علماء بادشاہوں پر حکومت کرتے ہیں۔

☆ حضرتِ سیّدُ نا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: حضرتِ سیّدُ نا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علم، مال اور بادشاہت میں اختیار دیا گیا تو انہوں نے علم کو اختیار کیا لہٰذا علم کے ساتھ انہیں مال اور حکومت بھی عطا کر دی گئی۔

☆ حضرتِ سیّدُ نا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا کہ انسان کون ہیں؟ فرمایا:

علماء۔ پھر پوچھا گیا: بادشاہ کون ہیں؟ فرمایا: پرہیز گار۔ پھر پوچھا گیا: گھٹیا لوگ کون ہیں؟ فرمایا: جو دین کے بدلے دنیا حاصل کرتے ہیں۔" (احیاء العلوم، جلد 1، صفحہ 50، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے نے سیکولر لبرل لیڈروں اور کفرستان کو ہلا کر رکھ دیا اور سب کی آنکھیں کھول دیں کہ آج بھی مسلمان کے اندر عشق رسول موجود ہے اور وہ علمائے کرام کے پیچھے ہیں۔ بلاشک وشبہ تحریک لبیک ایک بہت بڑی مذہبی اور سیاسی جماعت ہے جس کا بہت ووٹ بینک تھا اور اب پہلے سے بھی بڑھ چکا ہے کہ جو لوگ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات سنتے نہیں تھے، میڈیا کے پروپیگنڈہ میں آکر ان کو شدت پسند سمجھتے تھے، آج وہ ویڈیو کلپس سن کر متاثر ہورہے ہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریک لبیک کا مستقبل ان شاء اللہ عزوجل روشن ہے۔ اہل سنت کے پاس کوئی بھی سیاسی جماعت نہیں تھی اور تحریک لبیک پاکستان کے وجود میں آنے ان سب خطباء وائمہ حضرات نے اس کا ساتھ دیا جو شدت کے ساتھ اس انتظار میں تھے کہ اہل سنت و جماعت کا بھی مضبوط سیاسی پلیٹ فارم ہونا چاہئے جس سے دین وسنیت کو فائدہ ہو۔ پچھلے الیکشن میں ہزار ہا ایسے لوگوں نے تحریک لبیک کو ووٹ دیا جنہوں نے اس سے پہلے کبھی کسی پارٹی کو ووٹ نہیں دیا تھا۔ ان ووٹ دینے والوں میں دین کا شغف رکھنے والے افراد کے ساتھ ساتھ اہل سنت و جماعت کی مذہبی تحریکیں بھی شامل تھیں۔ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی اس تحریک کا ووٹ بینک کم نہیں ہوگا بلکہ بڑھے گا جبکہ یہ تحریک درج ذیل نکات کو ہمیشہ مدنظر رکھے:

☆ تحریک لبیک پاکستان کا جو مشن تھا اسے آگے لے کر چلا جائے، ناموس رسالت، ختم نبوت کا دفاع اور دین کو تخت پر لانے کی وہی کوشش جاری رکھی جائے جس کی کوشش علامہ صاحب نے ہمیشہ کی تھی۔

☆ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادے مولانا سعد صاحب ایک سمجھدار شخصیت ہیں، جن کے حوالے سے

یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس تحریک کے اچھے لیڈر ثابت ہوں گے ان شاء اللہ عزوجل ۔لیکن ان کو یہ احتیاط کرنا ہوگی کہ والد محترم جو اپنے بیانات میں بعض اوقات اہل سنت کی تحریکوں ،نعت خوانوں اور دیگر افراد کو جھاڑ دیتے تھے،ان سے اجتناب کریں کیونکہ وہ ایک استاد بزرگ ہستی تھی ،جن کا ڈانٹنا برداشت کرلیا جاتا تھا،اس کے برعکس اگر ان کا بیٹا یا تحریک کا کوئی اور رکن وہی انداز اپنائے گا تو تحریک کو نقصان ہوگا اور لوگ بدظن ہوں گے ۔

☆تحریک لبیک اپنی شورائی نظام کو مضبوط کرے اور اچھے سلجھے ہوئے افراد کو اس کا حصہ بنائے اور کچھ اصول مرتب کرے کہ جو کوئی ان اصولوں کی خلاف ورزی کرے گا اس کے خلاف کاروائی ہوگی ۔تحریکیں اپنے اصولوں پر کاربند رہیں تو کامیاب ہوتی ہیں اور ان اصولوں کے خلاف جو بھی شخص ہو اسے قربان کردینا چاہیے،اصولوں کو کسی شخصیت کے لیے قربان کرنا خطرناک ہوتا ہے ۔

☆تحریک لبیک کا کوئی بھی بڑا رکن اگر اپنے کسی بیان میں بلا وجہ شرعی کسی اہل سنت کے معتبر عالم دین یا کسی تحریک پر تنقید کرے تو مجلس شوریٰ کو اس کے خلاف کاروائی کرنی چاہیے جیسے کراچی کے مولوی بلال نے کچھ عرصہ پہلے ایک بہت بڑی اہل سنت کی مذہبی تحریک کے خلاف زبان استعمال کی اور فضول میں ایک عاشق رسول تحریک کو گستاخ قرار دینے کی مذموم کوشش کی ۔یونہی افضل قادری جیسے ناسور افراد کی روک ٹوک اب نہ کی گئی تو ان کی بے باکی بڑھے گی اور تحریک لبیک کو نقصان ہوگا۔

☆تحریک لبیک ہو یا کوئی بھی تحریک اسے یہ شرعی حکم ہمیشہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ مروجہ ریلیاں اور دھرنے (اگرچہ وہ دینی لحاظ سے ضروری ہوں)اس میں شرکت نہ کرنے والے مسلمانوں پر طعن کرنا،ان کو گستاخ رسول کے القابات سے پکارنا جائز نہیں ہے ۔

☆کنزالعلماء قبلہ اشرف آصف جلالی صاحب بلا مبالغہ ایک مستند سنی عالم دین ہیں ،تحریک لبیک پاکستان کو ان کے ساتھ بھی اچھے تعلقات استوار کرنا چاہیں ۔جس طرح خطا اجتہادی والے مسئلہ میں قبلہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلالی صاحب کے خلاف کچھ نہیں بولا یونہی آئندہ بھی معمولی اختلافات پر دوسری تحریکوں اور علماء پر تنقید کرنے سے گریز کیا جائے ۔

☆تحریک لبیک پاکستان مستند علمائے کرام کا ایک شعبہ تیار کرے جن کا کام علمائے اہل سنت ،اہل سنت کی مذہبی تحریکوں اور سنی گدی نشینوں سے ملاقات کرنا ہو ۔اس سے ایک پیار ومحبت کی فضا قائم ہوگی ۔

☆تحریک لبیک پاکستان ایک مذہبی تحریک کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی تحریک بھی ہے ،اس لیے اس کو دونوں چیزوں کو سامنے رکھ کر گفتگو کرنا ہوگی ،گمراہ فرقوں کے عقائد ونظریات کا رد ہونا چاہیے لیکن ایک حکمت کے ساتھ ،یونہی سیاسی رکھ رکھاؤ میں بھی عقائد اہل سنت کو مدنظر رکھا جائے ،صلح کلیت (گمراہ لوگوں اور باطل فرقوں سے اتحاد)سے نہ صرف خود بچا جائے بلکہ پوری تحریک اور عوام کو اس فتنے سے دور رہنے کی ترغیب دی جائے ۔

علامہ رضوی کی رحلت اور تحریک لبیک

سیدزاہدحسین نعیمیؔ (راولاکوٹ)

علامہ خادم حسین رضوی ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء کو انتقال فرما گئے ہیں۔اس خبر نے پاکستان اور دنیا بھر میں اُن چاہنے والوں کو غمزدہ کر دیا، ان کی اچانک موت نے ان کے ناقدین، اور عام سول سوسائٹی کے لوگوں کو چونکا دیا۔علامہ رضوی کی موت نے سوالیہ نشان بھی چھوڑے ہیں۔وقت کے ساتھ ساتھ وہ راز بھی افشاں ہوں گے جو ان کی اچانک موت پر پس پردہ ہیں۔

علامہ خادم حسین رضوی ۲۲ جون ۱۹۶۶ء کو اٹک میں پیدا ہوئے۔جہلم اور دینیہ کے مدارس سے حفظ کیا، تجوید دینہ میں قاری محمد یوسف سیالوی سے پڑھی اور درس نظامی کے لئے لاہور جامعہ نظامیہ میں داخل ہوئے۔درسِ نظامی مکمل کر کے سند حدیث حاصل کی۔تنظیم المدارس اہلسنّت کے دورۂ حدیث کا مقالہ بعنوان ''اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء'' لکھا جسے مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے بہت پسند کیا اور فتاویٰ رضویہ جدید ایڈیشن کی پہلی جلد میں اسے شامل فرمایا۔

آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ محمد عبدالواحد نقشبندی المعروف حاجی پیر خانقاہ کالا دیو جہلم سے بیعت تھے۔علم کی تکمیل کے بعد جامعہ نظامیہ لاہور ہی میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے۔آپ کو صرف ونحو، تفسیر، اُصول تفسیر، حدیث اور اُصول حدیث کے علاوہ عربی ادب اور فارسی زبان پر دسترس حاصل تھی، کمال کا حافظہ تھا، حافظ الحدیث تھے، درس وتدریس کے ساتھ ساتھ علم الصرف پر کتب بھی لکھی ہیں۔علامہ عبدالرحمن جامی، شیخ سعدی شیرازی، مولانا روم، امام احمد رضا محدث بریلی اور مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا کلام خوب یاد تھا، خصوصاً علامہ اقبال کے کلام پر کمال دسترس حاصل تھی۔ماہر اقبالیات ہونا آپ کا ایک خاص اعزاز ہے، جس کا اعتراف مخالفین کو بھی ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی کو مولانا اختر رضا خان بریلوی سجادہ نشین درگاہ اعلیحضرت بریلی شریف سے سلسلہ قادریہ رضویہ میں خلافت حاصل تھی۔اسی نسبت سے آپ رضوی لکھتے تھے، خطیب بے مثال تھے۔پنجابی، پوٹھوہاری اور اُردو میں کمال کی خطابت کرتے تھے۔آپ کی خطابت نے لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔آپ بیباک، نڈر شخصیت کے حامل تھے، بڑے سے بڑے حکمرانوں، کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔آپ منفرد انداز تدریس وخطابت کے لحاظ سے طلباء اور عوام میں یکساں مقبول تھے۔اہلسنّت بریلوی مکتبہ فکر میں علامہ شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی کے بعد

آپ واحد عالم دین تھے جنہوں نے وقت کے حکمرانوں، امریکا، یورپ اور بھارتی ظالم حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارا۔علامہ خادم حسین رضوی نے غازی ممتاز حسین قادری شہید کی عدالتی سزا کے بعد میدان میں قدم رکھا۔ناموس رسالت کا نعرہ لے کر عاشقانِ رسول کی بروقت قیادت کا بیڑا اٹھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان کی سیاست پر چھا گئے۔

آپ نے ''تحریک لبیک یارسول اللہ'' کی بنیاد رکھی۔ یہ ڈاکٹر آصف اشرف جلالی، پیر افضل قادری اور علامہ خادم حسین رضوی کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ تحریک لبیک یارسول اللہ پورے پاکستان میں منظم ہوئی۔علامہ خادم حسین رضوی نے تحریک لبیک یارسول اللہ کا نام تبدیل کر کے تحریک لبیک پاکستان رکھ دیا، جبکہ نعرہ لبیک یارسول اللہ برقرار رہا۔اسی نعرہ کی وجہ سے ملک بھر میں ان کو پذیرائی حاصل ہوئی۔علامہ خادم حسین رضوی داتا دربار کے قریب پیر مکی مسجد میں خطابت کیا کرتے تھے،لیکن آپ کی خطابت کو شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب آپ نے نواز شریف حکومت کے خلاف مسئلہ ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت پر ۲۰۱۷ء میں فیض آباد میں دھرنا دیا اور اپنی خطابت کا لوہا منوایا۔اس دھرنے نے حکومت کی بنیادیں ہلا دیں۔

آپ کو ممتاز قادری کی پھانسی کے لئے آواز اٹھانے پر پیر مکی مسجد جو محکمہ اوقاف کے زیر انتظام تھی، فارغ کر دیا گیا۔علامہ خادم حسین رضوی نے اپنی جماعت تحریک لبیک پاکستان کو بطور سیاسی متعارف کروایا اور ۲۰۱۸ء کے عام انتخابات میں ملک بھر میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں امیدوار کھڑے کیے۔ان کی جماعت نے سیاست میں ایسی کایا پلٹی کہ سندھ میں دو نشستیں حاصل کیں اور ملک میں سب سے بڑی مذہبی جماعت کے طور پر سامنے آئی۔مجموعی طور پر ۲۲ لاکھ ووٹ حاصل کر کے میدان سیاست میں بھونچال کر دیا۔

ختم نبوت، تحفظ ناموسِ رسالت، پر شب و روز جلسے کر کے اہلسنّت میں بیداری پیدا کی۔تاہم ان کی بیباکی اور جرأت مندانہ قوت گویائی سے اپنے اور بیگانے ناراض رہتے تھے۔مگر اپنی شعلہ بیانی سے سب کے دلوں میں گھر کر گئے۔ وہ خود کو رسول اللہ کا چوکیدار کہتے تھے۔فرانس کے صدر نے جب گستاخ خاکوں کی حمایت کی تو وہ ایک بار پھر میدان میں اترے۔اس بار حکومت تحریک انصاف کی تھی۔کراچی میں بہت بڑا جلسہ کیا اور مطالبہ کیا کہ فرانسیسی سفیر کو ملک بدر کر دیا جائے،ان کے اس مطالبہ کی حمایت دیگر مسالک کے علماء نے بھی۔اُنہوں نے اسلام آباد میں دھرنے کا اعلان کیا اور اچانک قافلوں کی صورت میں تحریک لبیک پاکستان کے کارکنان راولپنڈی لیاقت باغ پہنچ گئے۔یہاں سے جلوس کی شکل میں اسلام آباد کا رخ کیا، جسے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے شل کے ذریعے روکنے کی کوشش کی گئی۔جلوس فیض آباد پہنچ گیا، جلوس کو وہیں روک دیا گیا۔فیض آباد میں ایک بار پھر دھرنا دیا گیا۔

علامہ خادم حسین رضوی طبیعت کے ناساز ہونے کے باوجود وہاں پہنچ گئے۔ ایک ہی مطالبہ تھا، فرانسیسی سفیر کو ملک بدر کیا جائے اور فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ سرکاری سطح پر کیا جائے۔ ۱۵ نومبر ۲۰۲۰ء کو احتجاج جاری رہا۔ حکومت نے شدید شیلنگ کے باوجود پسپائی اختیار کی اور مذاکرات میں ہی عافیت سمجھی۔ وزیر مذہبی امور پیر نور الحق قادری، شہزاد اکبر، افضل شاہ کے ساتھ کامیاب مذاکرات کے بعد دھرنا ختم ہوا۔ بتایا جاتا ہے کہ وہ جمعتہ المبارک ۲۰ نومبر ۲۰۲۰ء کو کوئی اہم اعلان کرنے والے تھے، لیکن ان کی اچانک موت ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء کو ہوگئی۔ ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ء کو ان کا نمازِ جنازہ مینار پاکستان ادا کیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک کروڑ سے زائد لوگ نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا نمازِ جنازہ تھا۔ دیوبندی مکتبہء فکر، اہلحدیث مکتبہء فکر، جماعت اسلامی کے سمیت ان سے اختلاف رکھنے والوں اور میڈیا نے بھی ان کی ناموس رسالت کے لئے جدوجہد پر زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا، جبکہ زندگی میں ان کو کوریج نہیں دی۔ تحریک لبیک پاکستان کا مستقبل کیا ہوگا یہ قبل از وقت ہے۔



فکر ایوبی کا وارث

ڈاکٹر محمد اویس معصومی

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ (۲۲ جون ۱۹۶۶ / ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ نکہ توت پنڈی گھیب) آپ حافظ قرآن اور جامعہ نظامیہ لاہور کے فاضل تھے۔آپ بلند پایہ خطیب کہنہ مشق مدرس متبحر عالم اور شیخ الحدیث تھے۔آپ ایک مدبر سیاستدان،اقبال کا شاہین اور مردِ میدان تھے۔پنجابی،اردو،عربی اور فارسی زبانوں پر انہیں پیشہ ورانہ عبور حاصل تھا۔وہ ممتاز قادری رہائی تحریک کے محرک اور سرپرست اعلیٰ تحریک فدایان ختم نبوت کے امیر،تحریک لبیک یارسول اللہ کے سرپرست اعلیٰ اور تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ رہے تھے۔

آپ نے بہت کم وقت میں بہت بڑا کام کیا تھا۔وہ ۲۰۱۷ میں سیاسی میدان میں اترے اور ہر طرف ہلچل مچادی اور ماحول گرمادیا۔الیکشن ۲۰۱۸ میں حصہ لے کر دیدہ و نادیدہ قوتوں کو حیرت زدہ کردیا۔وہ تحفظ ناموس رسالت کے لیے دین کو تخت پر لانا چاہتے تھے۔وہ دین کو ہی امت کے درد کا درماں سمجھتے تھے۔وہ اسلامی اقدار کے تحفظ کے لئے کسی نرمی یا مصلحت کا شکار نہیں ہوئے تھے۔انہوں نے اپنے نظریے پر استقامت سے خود کو منوایا تھا۔انہوں نے محفل نعت ومجالس وعظ میں گلا پھاڑنے والوں اور خانقاہوں میں حلوے مانڈے کھانے والوں کو گریبانوں سے پکڑ کر محافظ ختم نبوت بنادیا تھا۔

وہ لہجوں پر ایسا اثر انداز ہوئے کہ دینی ومذہبی قوتوں کے ذہن کھل گئے،لہجے بدل گئے،زبانوں کے تالے ٹوٹ گئے،اوران کے کردار میں گرمیٔ شبیر پیدا ہوگئی تھی۔اپنے پرائے سبھی انہیں عاشق رسول ماننے پر مجبور تھے۔دنیا انہیں اسلام کا عظیم سپوت،مجاہد،رہبر اور قائد ماننے لگی تھی۔وہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی فکر کے وارث تھے۔انہوں نے معذور ہوتے ہوئے بھی برما،کشمیر اور شام ولبنان کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے امدادی ٹیمیں سامان خورد ونوش اور دوائیں روانہ کیں اور مسلمان مہاجرین کی آبادکاری کے لیے شب و روز کام کیا۔

ترکی کے صدر جناب طیب اردگان نے ان کی فلاحی سرگرمیوں کو سراہا تھا۔آپ نے دین کے لیے اپنی جذباتی تقریروں اورانوکھے انداز بیان سے نہ صرف شہرت حاصل کی بلکہ کروڑوں لوگوں کو متاثر کیا تھا،جس کا عملی مظاہرہ ان کے جنازے میں دیکھا گیا،جہاں ایک غیر جانبدار ذرائع کے مطابق تقریباً پونے دو کروڑ لوگ شریک ہوئے تھے۔ان کے جنازے نے سیاسی گروہوں،صحافتی بزرجمہروں اور میڈیا کے کرتا دھرتاؤں کو خوفزدہ کر کے ان کی ہوا نکال دی تھی۔

باذان احمد نے تو انہیں شارع فیصل کراچی میں ریلی کی قیادت کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا لیکن راقم کی ملاقات کا پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا۔

انجمن اساتذہ پاکستان کے سابق صدر جناب سید ارشد گیلانی صاحب سے لاہور میں ملاقات ہوئی اور انجمن نعمانیہ لاہور میں موجود اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ طالب علمی کے ریکارڈ کے لئے وہاں جانا طے پایا لیکن شاہ صاحب نے فرمایا اب تو انجمن نعمانیہ لاہور علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہے۔آپ اگلی دفعہ آئیں گے تو چلیں گے،جب تک ہم وقت لے لیتے ہیں،لیکن قدرت نے انہیں مہلت نہ دی اور وہ ایک نومبر ۲۰۲۰ بروز جمعرات دل کا دورہ پڑنے سے لاہور میں انتقال فرما گئے۔

ان کی نماز جنازہ مینار پاکستان گراؤنڈ میں ان کے صاحبزادے حافظ سعد حسین رضوی نے پڑھائی اور پھر چھ دسمبر ۲۰۲۰ بروز اتوار ہم جناب ڈاکٹر افضل رضا،عاصم نعیم،عمار چوہدری،باذان احمد بانی اور سید راشد گیلانی کی معیت میں آپ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے،فاتحہ پڑھی اور شرمندہ وشرمسار ہوتے ہوئے واپس ہو گئے کہ جیتے جی ہم ان کی قدر اور زیارت نہ کر سکے۔

گفتار صدق مایۂ آزار می شود
چون حرفِ حق بلند شود دار می شود



لبیک ایپ ڈیجیٹل دنیا میں قابل تقلید اسلامی اقدام

خالد ایوب مصباحی شیرانی

چیرمین تحریک علمائے ہند (جے پور)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔مشکلوں کے بعد آسانیاں فراہم ہوتی ہیں ۔

بے شک یہی زمینی حقیقت ہے اور یہی نظام قدرت بھی کہ مایوسیوں کی خاکستر سے امیدوں کی چنگاریاں نمودار ہوتی ہیں اور مشکلوں کی کوکھ سے آسانیوں کی نمود ہوتی ہے ۔ایسا لگتا ہے فی الوقت دنیا میں اسلاموفوبیا کو جتنے عروج پر پہنچنا تھا، پہنچ چکا ہے اور اب وہیں سے اس کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے ۔آج جب سے یہ خوش خبری پڑھنے کو ملی دل فرط مسرت سے جھوما جا رہا ہے ۔

خوش خبری یہ ہے کہ مجاہد اسلام علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے وصال پر معروف سوشل سائٹ فیس بک نے علامہ موصوف کے وصال کی خبریں، نیاز مندیاں یا تعزیتیں پوسٹ کرنے والوں میں سے بہتوں کے اکاؤنٹس اس بہانے سسپینڈ کر دیے تھے کہ یہ پوسٹس فیس بک کی گائیڈ لائن کے خلاف ہیں ۔

شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ عام لبرل دنیا کی طرح فیس بک بھی علامہ موصوف کو متشدد مانتا ہو اور یہ معلوم حقیقت ہے کہ اسلاموفوبیا کے چلتے ایسے مجاہدین کی دنیا جتنی حوصلہ شکنی کر سکتی ہے، کرتی ہے ۔

لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ علامہ موصوف کے ایک نیاز کیش برطانوی نژاد پاکستانی تنویر خان نے حمیت اسلامی کو ابھارنے والی اس مخالفت کو عام روش کے مطابق نظر انداز کرنے کی بجائے بہت سنجیدگی سے لیا اور عالم اسلام کے سامنے دنیا کی سب سے بڑی سوشل سائٹ فیس بک کا متبادل پیش کرتے ہوئے اسی نہج پر کام کرنے والی بلکہ اس سے کچھ اڈوانس فیچر لیے ایک سوشل ایپلیکیشن لانچ کی جس کا نام رکھا "**لبیک**" اور اس کا **آئیکن** بنایا **خانہ کعبہ**۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ فیس بک جو دنیا کے تمام خطوں میں اپنی پہچان بنا چکا ہے الفضل للمتقدم کے مطابق پیش رو ہی رہے گا اور اس کو ٹکر دینا آسان نہیں ہوگا لیکن نہایت خوش آئند بات یہ ہے کہ محض چند دنوں کی محنت سے اتنے بڑے انٹرنیشنل پلیٹ فارم کو عملی طور پر چیلنج دینے کی صلاحیت رکھنے والے ماہرین کو کبھی بھی ہلکے میں نہیں لیا جا سکتا بلکہ اس عمل کو نسل نو کے اندر اسلام پسند انقلاب کی آہٹ کے طور پر لینا چاہیے ۔بہت ممکن ہے علامہ موصوف کی معاصرت جو ڈیجیٹل دنیا کے جدید پلیٹ فارمز کی اہمیت سے عملاً واقف نہ ہو، اس انقلابی اقدام کی واقعی عظمتوں کا اندازہ نہ کر سکے لیکن گلوبل ولیج بن چکی دنیا پر گہری

نظر رکھنے والا اور دنیا کو اپنی نوک انگشت پر نچانے والا جدید طبقہ خوب جانتا ہے کہ یہ عمل بجائے خود عالم اسلام کے لیے کتنا حوصلہ افزا اور غیر مسلم دنیا کے لیے کس قدر چیلینجنگ اور حوصلہ شکن ہے۔

تحریک لبیک اس جدید دنیا میں قدم رنجہ فرمانے اور ایسی صلاحیتوں کے لیے مقناطیسی تنظیم بننے کے لیے مبارک باد کی مستحق ہے اور بالخصوص تنویر خان اور ان کی ٹیم اسلامی دنیا کی طرف سے تہنیت کی حق دار ہے، جس نے ایک عالم ربانی کی محبت میں ڈیجیٹل دنیا کے درمیان اسلامی دنیا کا سر افتخار بلند کیا ہے۔اس طرح کی صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور دراصل جدید علوم اور نت نئی تکنیکی صلاحیتوں سے لیس ہمارے نوجوانوں کا ایسا ہی بھلا استعمال ہونا چاہیے۔

لبیک ایپ کا پہلا اور بنیادی دعویٰ یہ ہے کہ یہ اسلامی اقدار کی محافظ سوشل سائٹ ہے۔اللہ کرے یہ دعوی آگے بھی اپنی اس حیثیت کے ساتھ برقرار رہے اور اسے قبول عام حاصل ہو لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب ماہرین کی ایک ٹیم اس کام کے لیے وقف ہو۔اس کو مسلسل اپڈیٹ رکھے۔اس کی سبک رفتاری کم نہ ہونے دے۔صارفین کو شکایت کا بالکل موقع نہ ملے۔

تحریک لبیک کے ذمہ داروں کو چاہیے کہ اس اپلی کیشن کو عالم اسلام کا آئیکن بنا کر پیش کریں اور ان تمام سیاسی/غیر سیاسی قد آور شخصیات سے اس کا ایڈورٹائزمنٹ کروائیں، جن کی اپنی مستقل فولوونگ ہے۔اس ایپ کے ایڈورٹائزمنٹ میں یہ بات مینشن کی جانی چاہیے کہ ہر زمانے کے ہتھیار بدلتے رہتے ہیں، آج ہمارے زمانے کے اہم ترین ہتھیاروں میں میڈیا اور سوشل میڈیا سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، جو ذہنوں کی دنیا بدلنے میں سب سے بڑا رول ادا کرتے ہیں اور ایسے میں کوئی بھی قوم اس وقت تک باوقار زندگی نہیں گزار سکتی، جب تک وہ ان پلیٹ فارمز کے تئیں خود پر منحصر نہ ہو۔

یعنی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس دور میں یہ بے کار سمجھے جانے والے کام کبھی کبھار پوری ملت کی آبرو بن جاتے ہیں بالکل ویسے ہی جیسے ضیاع وقت کے زمرے میں جگہ پانے والا بالی وڈ ورلڈ دنیا کی ذہن سازی کرنے اور اسلاموفوبیا کو عروج تک پہنچانے میں سب سے زیادہ کردار ادا کر رہا ہے اور بالکل ویسے ہی جیسے حالیہ دنوں لاک ڈاؤن کے دوران ترکی ڈرامے ارطغرل غازی نے مسلم یوتھ کو از سر نو اسلامی اقدار سے آشنا کیا۔

اس موقع پر تحریک لبیک کے ذمہ داروں سے یہ ایڈوانس گزارش کرنا بھی بجا ہے کہ وہ یوٹیوب، ٹیوٹر اور وہاٹس ایپ جیسی دیگر مقبول سوشل سائٹس کا متبادل بھی تلاش کر سکتے ہیں کیوں کہ اسلام فوبیا اپنی جیسی شکلوں کے ساتھ تقریباً ہر جگہ موجود ہے اور ہمیں ایسے ہر پلیٹ فارم پر بہر حال احساس مغلوبیت کے ساتھ اپنی بات رکھنی ہوتی ہے، سو غیرت مندی یہ ہے کہ ہم ایسے ہر پلیٹ فارم سے مستغنی ہوں، تاکہ جدید تکنیکی جنگ جیتی جاسکے۔یہ گزارش جتنی تحریک لبیک سے ہے، اتنی ہی ان تمام تنظیموں/ افراد سے بھی ہے جن کے پاس افراد وسائل کی فراوانی ہے یا انھیں حکومتوں کی پشت پناہی حاصل ہے اور جیسے یہ بات ان سوشل سائٹس پر منطبق ہوتی ہے، اسی طرح ان تمام تکنیکی وسائل پر بھی فٹ ہوتی ہے جو ملت اسلامیہ کی خود انحصاری کا سبب بن سکتے

ہیں۔ اگر آج بھی کوئی امیزن/فلپ کارٹ/ ابیر/ اویو/ ان اکیڈمی کا متبادل پیش کرے بلکہ ان کی نقالی کرے تب بھی انھیں مقبولیت سے کوئی نہیں روک سکتا کیوں کہ مقابلہ جاتی دنیا میں اب بھی بے پناہ گنجائش ہے۔

تنویر خان کی ٹیم کو چاہیے کہ وہ اس ایپ کو ان تمام عالمی زبانوں سے بالعموم مربوط کریں، جو دنیا بھر کے اہل اسلام کے بیچ بولی جاتی ہیں اور عربی زبان سے بالخصوص جوڑیں تا کہ جہاں حریف فیس بک کو خاطر خواہ معاشی بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑے، وہیں ممکن ہے عرب دنیا کی خوابیدہ غیرتیں بھی بیدار ہوں۔ اسی طرح تحریک لبیک کو چاہیے کہ اس ایپلیکیشن کی اسلامی امیج کو جتنا برقرار رکھ سکے، ضرور رکھے اور ہمیشہ اس کا تعارف فیس بک کی متبادل اسلامی ایپ کے طور پر کروائے، بہت ممکن ہے یہ اکیلی ایپ تحریک کے تمام اخراجات کے لیے کافی ہو۔ اس امید کے ساتھ کہ ہمارے عوام بھائی محض اسلامی غیرت کے تحت اس ایپ کو قبول کریں گے، ہمارے علما اپنے حلقہ یاراں میں ایسی صلاحیتوں کا مثبت اور بڑا استعمال کریں گے اور ہمارے دانش ور اپنی تکنیکی اور علمی لیاقتوں کو دوسروں کی نوکریوں تک محدود رکھنے کی بجائے اسلامی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی افکار ونظریات کی تعمیم اور ملی مسائل کے حل کے لیے وقف کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ اسلامی فیس بک لبیک ایپ کا انڈرویٹڈ لنک

https//:play.google.com/store/apps/details?id=com.thelabayk.app



لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد اکرم چوہدری

علامہ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ ادا کر دی گئی۔نماز جنازہ میں عقیدت مندوں کی لاکھوں کی تعداد میں شرکت نے اندرون و بیرون ملک تمام قوتوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ پردے کے پیچھے وہ تمام طاقتیں جوختم نبوت کے قانون میں تبدیلی کی خواہاں ہیں ان سب کو مسلمانانِ پاکستان نے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ پر فیصلہ سنا دیا ہے۔ یہ جنازہ ختم نبوت کے قانون میں تبدیلی کے خواہاں افراد کے لیے ریفرنڈم ثابت ہوا ہے۔لاکھوں افراد کی علامہ خادم رضوی سے تعلق صرف اور صرف ختم نبوت کے قانون سے محبت ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی کی وجہ شہرت ختم نبوت کے قانون پر واضح اور دوٹوک موقف تھا انہوں نے گذشتہ چند برسوں میں اس قانون کے حوالے سے واضح موقف اختیار کیا اور زندگی کے آخری سانس تک اپنے موقف پر سختی سے قائم رہے۔علامہ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ میں شریک افراد لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ کے فلک شگاف نعرے گونجتے رہے۔یہی نعرہ علامہ خادم حسین رضوی کی پہچان تھا یہی نعرہ پاکستان بھر سے عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مینار پاکستان کھینچ لایا۔ان کی نماز جنازہ مینار پاکستان میں ادا کی گئی لیکن پورا لاہور جنازہ گاہ کا منظر پیش کر رہا تھا اس نسل نے اس سے پہلے کبھی یہ نظارہ نہیں دیکھا ہوگا کہ کسی کے جنازے میں اتنی عقیدت کا مظاہرہ کیا گیا ہو۔

درحقیقت یہ محبت لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ کے نعرے سے ہے اور علامہ خادم رضوی نے اس نعرے کے مقصد کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور بلاخوف وخطر اس نعرے کے مقصد کے ساتھ جڑے رہے۔

علامہ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد کی شرکت نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمانانِ پاکستان کسی بھی صورت ختم نبوت کے قانون میں معمولی سی تبدیلی بھی برداشت نہیں کریں گے۔وہ ہر ایسی حرکت کی مخالفت کریں گے۔جو کوئی بھی اس قانون کو بدلنا چاہتا ہے وہ ان لاکھوں افراد کی مخالفت کے لیے تیار رہے،وہ جو مینار پاکستان پہنچے یا انہوں نے جو اپنے گھروں سے عقیدت کا اظہار کرتے رہے۔

علامہ خادم حسین رضوی اور ان کے ساتھیوں نے ختم نبوت کے قانون کی حفاظت کے لیے جو راستہ اختیار کیا ہے اس نے آنے والی نسلوں کے لیے ایک نئی سمت کا تعین کیا ہے۔تحریک لبیک پاکستان کے اکابرین نے اس ملک میں بسنے والے مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت سے محبت کا درس دیا ہے۔ہمیں یہ سبق اپنے بچوں کو پڑھانا ہے۔ہمیں اس قانون کا پہریدار بننا ہے۔لاکھوں کی تعداد میں آنے والے لوگوں کو نہ تو کرونا کا خوف تھا نہ انہیں دہشت گردی کے کسی واقعے کا

خوف تھا نا انہیں موسم روک سکا نہ کوئی اور خوف ان کے راستے کی رکاوٹ بنا۔اس جنازے نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ کائنات اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کی ہے۔

ان لاکھوں عقیدت مندوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت کے سامنے تمام دنیاوی عہدے ایک ذرے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔مسلمانانِ پاکستان نے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت کا جذبہ مسلمانوں کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔اس خطے کے لوگ گناہوں سے لتھڑے ہوئے ہیں،ان گنت برائیوں اور خامیوں کا شکار ہیں لیکن خالق کائنات اور حضرت محمد ﷺ سے والہانہ محبت کرتے ہیں۔محبت کا یہی جذبہ ان کی تمام خامیوں پر حاوی ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی اور تحریکِ لبیک پاکستان کے اکابرین نے ثابت کر دیا ہے کہ اگر مقصد عظیم ہو اور مقصد کے ساتھ محبت ہو اور مقصد نبی کریم سے محبت کا ہو تو پھر وہاں وہاں سے مدد آئے گی،وہاں وہاں سے شرکاء آئیں گے کہ کسی کے گمان میں بھی نہیں ہو گا۔اس جنازے میں شریک افراد صرف ٹی ایل پی کے کارکنان نہیں تھے بلکہ یہ تمام مسالک،تمام مکاتب فکر اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد شریک تھے یہ تمام افراد اس شرکت سے یہ ثابت کر رہے تھے کہ وہ نبی کریم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف متحد ہیں۔

یہ تمام افراد ختم نبوت اور حرمت رسول ﷺ پر جان نچھاور کرنے کے جذبے کا اظہار کرنے کے جمع ہوئے تھے۔ان لاکھوں پاکستانیوں نے ہمارے سیاسی رہنماؤں اور عالم اسلام کو بھی یہ پیغام دیا ہے کہ اگر آپ ختم نبوت اور حرمت رسول کے لیے کام نہیں کر سکتے،اس حوالے سے بولنے کی جرات نہیں کر سکتے تو زندگی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔یہ ظاہری شان وشوکت وعہدے اور جھنڈے والی گاڑیوں کی کوئی اہمیت نہیں اگر آپ نبی کے جھنڈے تلے جمع نہیں ہو سکتے اگر آپ نبی آخر الزماں ﷺ کی ختم نبوت کے ساتھ مخلص نہیں ہیں تو دنیا و آخرت میں اپنے انجام سے باخبر رہیں۔

پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کو بھی یہ سبق ملا ہے کہ اگر وہ ساری جماعتیں اکٹھی ہو کر کروڑوں اربوں روپے خرچ کر کے،لوگوں کو ترقیاتی منصوبوں،ملازمتوں اور دیگر فوائد کا لالچ دے کر بھی اتنے کم وقت میں لوگوں کو اتنی بڑی تعداد میں جمع نہیں کر سکتیں تو پھر انہیں اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنا ہو گی۔انہیں حقیقی کامیابی تب ہی مل سکتی ہے جب وہ اللہ کے نبی ﷺ سے محبت کے سبق کو عام کریں گی۔

مسلمانانِ پاکستان نے ایک مرتبہ پھر ثابت کیا ہے کہ یہ ملک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نام پر قائم ہوا تھا یہ ملک اسی نام کے صدقے قائم ہے اور یہ ملک اسی نام کے ساتھ قائم رہے گا۔ہمارے آباؤ اجداد نے قیام پاکستان سے قبل جو نعرہ لگایا تھا ہم آج بھی اس نعرے پر قائم ہیں۔ختم نبوت قانون کے دشمن یہ جان لیں کہ انہیں کہیں چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی۔کامیابی صرف اللہ کے نبی ﷺ سے محبت میں ہے۔کامیابی صرف اللہ کے نبی ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہونے میں ہے۔فرانس کے

شیطان کو اور اس کے حواریوں کو یہ خبر ہو کہ تمہیں بھی کہیں چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی لاکھوں کا یہ مجمع جانیں ہتھیلی پر رکھے میدان عمل میں ان شاء اللہ وہ دن ضرور آئے گا جب دنیا کے کونے کونے سے لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ کے نعرے گونجیں گے۔ یہ پیغام دنیا میں پھیلے گا۔ اب علماء کی تحریک لبیک پاکستان کے اکابرین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس تحریک کو خالصتاً اس کی روح کے مطابق چلائیں اور جس انداز میں علامہ خادم حسین رضوی کے جنازے کے موقع پر اتحاد کا مظاہرہ کیا گیا ہے آنے والے دنوں میں بھی اسی اتحاد کا مظاہرہ کیا جائے۔ مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس عظیم مقصد کو ذاتی اختلافات سے بچایا جائے۔

علامہ سعد رضوی کے کندھوں پر بھاری ذمہ داری ہے اللہ انہیں اس پیغام کو دنیا بھر میں پھیلانے اور اس موقف پر سختی سے قائم رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ ان پر دباؤ آئے گا لیکن انہیں ثابت قدم رہنا ہے۔ وہ اس دباؤ اور مشکلات کا سامنا صرف اس وقت کر سکتے ہیں جب وہ اس مقصد سے جڑے رہیں اس عظیم مقصد سے وفاداری ہی ان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اللہ انہیں اپنی رحمتوں میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ علامہ خادم حسین رضوی کے درجات کو بلند فرمائے اور ہمیں ختم نبوت اور حرمت رسول ﷺ کے پہرے داروں میں شریک ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین



علم کا سمندر محافظ ناموسِ رسالت و ختم نبوت

قاری سعید عبد الباسط (تلہ گنگ)

اسلام ایک جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔اسلام میں زندگی کے ہر پہلو کی مکمل رہنمائی موجود ہے۔قرآن مجید فرقان حمید میں دنیا و آخرت کی بھلائی اور آرام و سکون کے حصول کے طریقے درج ہیں۔میرے کریم آقا ﷺ کے حسن و جمال کے پیکر نے اس کی عملی تفسیر فرمائی۔آپ ﷺ کا مکمل اسوۂ حسنہ احادیث مبارکہ میں محفوظ ہے۔بزرگان دین،مفسرین کرام نے اپنی زندگیاں امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت کے لیے وقف کر رکھی تھیں،انہوں نے تفسیر قرآن اور احادیث مبارکہ کے خزانوں کو جمع کر کے امت مسلمہ کے لیے آسان اور عام کر دیا۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان انمول خزانوں سے تعلیم و تدریس کی صورت میں اپنا حصہ وصول کریں تاکہ بوقت ضرورت ہم اللہ تبارک و تعالی اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے باغیوں، کافروں،مرزائیوں،مشرکوں سے علمی اور عملی میدان میں مقابلہ کر سکیں۔کیونکہ ان کے عقائد و نظریات خود ساختہ ہیں۔جب کہ ہم مسلمانوں کے عقائد و نظریات قرآن مجید اور اسوۂ حسنہ کے تابع ہیں۔اسی لئے اللہ رب العالمین کا ارشاد ذی وقار ہے:

"اللہ تعالی کی بھی اطاعت کرو اور اس کے پیارے رسول کی بھی اطاعت کرو"

اسی طرح کی کئی قرآنی آیات بڑی وضاحت سے قرآن مجید میں ملتی ہیں۔اس فانی دنیا میں آج تک کتنے ہی مشہور و معروف لوگ پیدا ہوئے ہر کوئی اپنے ہنر فن کے بل بوتے پر مشہور ہوا مگر اس فانی دنیا سے چلے جانے کے بعد آج ان کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔مگر کچھ ایسی ہستیوں کی اس فانی دنیا میں تشریف آوری ہوئی کہ انہوں نے اپنے اخلاق و کردار اور گفتار کے ذریعے انقلاب برپا کر دیا۔آج اس ملحدانہ دور میں روشن خیالی کی تحریکوں اور غیر ملکی ڈالرز سے چلنے والی این جی اوز کو امت مسلمہ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے وقت سوچنا چاہیے کہ اس ملک پاکستان میں بسنے والے لوگ اسلام سے نسبت اور عقیدہ ختم نبوت کو ہی اپنے لیے باعث عزت و فخر سمجھتے ہیں۔

الحمد للہ اہل سنت و جماعت پکے سچے مسلمان ہیں۔ختم نبوت پر ہمارا مکمل ایمان ہے۔اور عقیدہ ختم نبوت ہر مسلمان کی پہچان ہے۔میرے نبی مکرم ﷺ اللہ کے آخری اور سچے نبی ہیں اور اسی عقیدہ پر تمام امت مسلمہ کے عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ متفق ہیں۔آپ کے بعد جو بھی دعوٰی نبوت کرے وہ دجال،کذاب،لعنتی ہے اور اس عقیدہ پر قرآن پاک کی سینکڑوں قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ موجود ہیں۔میرے نبی مکرم خاتم النبیین ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔جناب رسالت مآب سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"میں کاشانہ نبوت کی آخری اینٹ ہوں میرے آنے کے بعد کاشانہ نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گیا ہے اور میں ہی آخری نبی ہوں"۔(بخاری شریف جلد اول صفحہ 501)

میرے کریم آقا سید المرسلین ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ سے لے کر آج تک سینکڑوں بے عقل،بدحواس اور دولت

کے پجاری لوگوں نے نبوت کے دعوے کیے لیکن تاریخ اسلام کے اوراق بھرے پڑے ہیں کہ جب بھی کسی گندی ذہنیت رکھنے والے نے تخت وتاج ختم نبوت کی طرف میلی اور گندی نظروں سے دیکھا تو یہ بات امت مسلمہ کے غیور مسلمانوں کو کبھی گوارا نہ ہوئی۔کبھی غازی علم الدین شہید ناموس رسالت کی خاطر قربان ہوئے تو کبھی مرید حسین،کبھی غازی میاں محمد شہید ہوئے تو کبھی غازی ممتاز حسین قادری نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔غرض جب بھی کسی مرتد نے ایسی ناپاک جسارت کی تو اللہ تعالی نے اس کی بیخ کنی کے لیے کوئی نہ کوئی مردِ مجاہد میدان میں اتار دیا۔کسی نے قلم سے جہاد کیا اور عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کیا تو کسی نے محراب ومنبر کے ذریعے جہاد کرکے ختم نبوت کا تحفظ کیا۔

ایک ایسا وقت بھی آیا کہ پاکستان کے مرکزی صوبہ پنجاب کے گورنر نے سرعام گستاخان مصطفیٰ ﷺ کو تحفظ دینا شروع کردیا اور اسلام کے خلاف نازیبا زبان استعمال کرنے لگا جس سے امت مسلمہ کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچی۔پاکستان کے غیور عوام نے جلسے،جلوسوں کے ذریعے حکمرانوں کو احتجاج ریکارڈ کروائے،ہڑتالیں کیں مگر غدار وطن جماعت (مرزائی) کے پروردہ حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔تو غازی ممتاز حسین قادری نے اپنا خون جگر پیش کرکے ختم نبوت پر پہرہ دینے کا حق ادا کردیا۔یہ شہادت ایسی شہادت تھی کہ اس نے امت مسلمہ کے رونگھٹے کھڑے کردیے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت مسلمہ کے اس انمٹ زخم پر مرہم رکھنے کے لئے جس مرد مجاہد کو میدان میں اتارا اس کا نام حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی تھا۔

یہ علم کا ایک ایسا سمندر تھا جو اپنی موجوں میں پہلے بھی بہہ رہا تھا،مگر غازی ممتاز قادری کے اس دلیرانہ اقدام نے اس رضوی سمندر میں طغیانی برپا کردی۔آپ شیخ الحدیث و الفقہ تھے،حافظ قرآن تھے،کلام اقبال کے بھی حافظ تھے،آپ کو اقبالیات پر مکمل عبور حاصل تھا۔اس رضوی سمندر میں طغیانی کی ابتداء غازی ممتاز حسین قادری شہید کے جنازے سے شروع ہوئی،جب ممتاز قادری شہید کے جنازے پر لیاقت باغ راولپنڈی کے گلی کوچوں اور سڑکوں پارکوں کو شہید کے دیدار اور ان کے وسیلہ سے اپنی مغفرت کے طلبگاروں کا سیلاب امڈ آیا۔ایک اندازے کے مطابق ساٹھ لاکھ یا کم وبیش لوگوں کا اجتماع تھا اس اجتماع جنازہ کے بعد عشاقانِ مصطفی ﷺ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے مولانا خادم حسین رضوی کو اپنا رہبرو رہنما تسلیم کر لیا،جبکہ بہت سے اہل علم و دانش اس بات پر بحث کررہے تھے کہ ممتاز قادری کا یہ اقدام درست ہے یا غلط اور حکومتی نمائندے حکومتی رٹ چیلنج کرنے کا رونا رو رہے تھے،اور بہت سے علماء نے تو ممتاز حسین قادری شہید کو دہشت گرد قرار دیا بلکہ کتابیں شائع کردیں،مگر اس مرد قلندر مولانا خادم حسین رضوی نے غازی ممتاز حسین قادری شہید کے اس اقدام کو درست ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے دلائل کے ڈھیر لگا دیے۔جبکہ اخبارات میں طرح طرح کے تجزیے اور کالم لکھے جارہے تھے۔

ایک دن درویش کامل،متجاب الدعاء،عالم مجذوبیت میں رہنے والے ولیٔ کامل صاحبزادہ میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ حلقۂ مریدین میں تشریف فرما تھے نماز عشاء کا وقت ہو چکا تھا کسی مرید نے کہہ دیا کہ حضور بعض لوگوں،مذہبی جماعتوں کا کہنا ہے کہ اس (ممتاز قادری) سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔یہ بات سن کر آپ جلال میں آگئے اور فرمانے لگے میں اعلان کرتا ہوں

ممتاز قادری نے درست اقدام کیا ہے۔وہ میرا بیٹا ہے اور جس حکمران نے ممتاز قادری کو پھانسی دی اس کی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔بہر حال جس مرد قلندر کو عشاقان مصطفی ﷺ نے تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنا رہنما بنایا انھوں نے اپنے عمل، کردار وگفتار سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ بات سمجھا دی کہ

محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
اگر اس میں ہو کوئی خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ 2013 کے بعد سیاسی قد کاٹھ والے علماء کرام بھی اپنے عقیدت مندوں کو تنہا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور یہ عوام اہلسنت جو کہ مسلکی اور دینی طور پر غالب اکثریت کی حامل جماعت سیاسی اور مؤثر مذہبی لیڈر شپ سے محروم ہوگئی تو اس وقت لبیک یا رسول اللہ تحریک نے علامہ خادم حسین رضوی کی قیادت میں ملکی سیاست اور مذہبی قیادت کو ہلا کر رکھ دیا۔انہوں نے لوگوں کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے عشق مصطفیٰ سے لبریز اشعار کے ذریعے اور صحابہ کرام نے جو گستاخانِ مصطفی ﷺ کے ساتھ سلوک کیے ان واقعات کو سنا کر عشق مصطفیٰ ﷺ کے جذبات کو ابھارا اور مرزائیت نواز حکومتی کارندوں کو للکارا۔

2017 میں ایک پارلیمانی بل سے جب ختم نبوت کا حلف نامہ تبدیل کیا گیا تو اس حکومتی اقدام پر سب سے زیادہ سخت ردعمل مولانا خادم حسین رضوی کا تھا۔علامہ خادم حسین رضوی نے فیض آباد راولپنڈی انٹرچینج پر دھرنا دیا تو حکومت وقت نے رینجرز کے ذریعے دھرنا ختم کروانے کے لیے طاقت کا حربہ آزمایا۔بارہ ہزار آنسو گیس شیل پھینکے فائرنگ سے بھی اجتناب نہ کیا جس کی زد میں آ کر کئی عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ نے جامِ شہادت نوش کیا۔مولانا خادم حسین رضوی کی سچائی اخلاص اور جذبہ عشق مصطفیٰ ﷺ اور معذوری کے باوجود دلیرانہ اور جرأتمندانہ لب ولہجہ اور اقدام کو دیکھ کر سرزمین پاکستان میں بسنے والے تمام مسالک کے لوگ ان کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے اور ان کی جرأت وہمت کو سلام پیش کرتے رہے۔

2018 میں ہالینڈ نے گستاخانہ خاکوں کی نمائش کی تب بھی مولانا خادم حسین رضوی نے ہی حکومتی ایوانوں کو للکارا اور لاہور سے اسلام آباد تک مارچ کیا۔جس میں ہزاروں لوگ شریک ہوئے اور اسلام آباد میں جلوس لاکھوں تک پہنچ چکا تھا۔مولانا خادم حسین رضوی کا اکثر اپنے خطابات میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان لوگوں کو یاد کروایا کرتے تھے! لوگو اگر رسول اللہ ﷺ کی گستاخیاں ہوں اور تم بدلہ نہ لے سکو تو پھر پوری قوم کو غیرت کی گولی لے کر مر جانا چاہیے''۔

مولانا خادم حسین رضوی نے 2011 سے 2020 تک مسلسل دن رات عقیدہ ختم نبوت پر کانفرنسیں، جلسے، میٹنگز، کیس، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔سردی کی یخ بستہ سرد راتوں میں برستی برساتوں میں ناموس رسالت کی خاطر دھرنے دے کر مرزائیت نواز حکمرانوں کو دعوت حق دیتے رہے۔ان کے خلوص بھرے خطابات میں اتنا اثر تھا کہ پاکستان تو کیا پورے عالم اسلام میں لبیک یارسول اللہ اور من سب نبیا فاقتلوہ کے پر جوش نعرے گونجنے لگے۔آپ کی اس کاوش وکوشش سے پورا عالم کفر لرز اٹھا۔نوجوان تو کیا معصوم بچے بھی اپنی توتلی زبان میں جذبات کے ساتھ یہ دونوں نعرے دوہراتے نظر آتے۔حالات کو

مدنظر رکھتے ہوئے علامہ خادم حسین رضوی نے 2017 میں تحریک لبیک پاکستان کے نام سے باقاعدہ سیاسی جماعت رجسٹر کروائی اور 2018 میں "کرین" کے انتخابی نشان کے ساتھ الیکشن لڑا اور بڑے بڑے تجزیہ نگاروں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ کہتے ہیں جہاں پھول ہو وہاں کانٹے بھی ہوا کرتے ہیں۔ بیگانے تو ہمیشہ مخالفت کیا کرتے یہاں اپنوں نے بھی علامہ صاحب کی مخالفت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، کیونکہ ہمارے ہاں مخالفت کو ہی سیاست کہا جاتا ہے۔ مگر علامہ رضوی صاحب کا مقصد تو عقیدہ ختم نبوت کو اجاگر کرنا تھا جس کی زندہ مثال حضرت علامہ مفتی قاسم فخری صاحب کی ہے جو کہ سندھ اسمبلی کے ممبر ہیں۔

آپ (امیر المجاہدین) نے کبھی بھی کسی مخالفت کی پرواہ نہ کی بلکہ اپنے مشن کو جاری رکھا کیوں کہ آپ کے اندر عشق مصطفی ﷺ کی آگ بھڑک رہی تھی انہیں اپنی پرواہ تھی نہ اپنے بیوی بچوں کی بلکہ وہ ہمیشہ

انہیں مانا نہ انہیں جانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اس شعر پر ہی کاربند نظر آئے۔ وہ ہمیشہ ناموس رسالت کی خاطر پیرانِ عظام کو محبت بھرے انداز، تلخ انداز، سخت لب ولہجہ میں بھی دعوت حق دیتے رہتے۔ وارثان محراب ومنبر کی حوصلہ افزائی فرما کر ان کے اندر بھی عشق مصطفی ﷺ کی شمع جلاتے رہے ہیں۔ آپ زور دیتے کہ معاشرے سے محبت کرو، پیارے آقا خاتم النبیین ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناو، نماز باجماعت کی پابندی کرو، اس فن نعت خوانی کو دنیا سمیٹنے کے لیے استعمال نہ کرو۔ آپ برملا فرمایا کرتے تھے یہ رنگ برنگے کپڑے پہن کر جہازوں میں بیٹھ کر محفل سجانے سے بخشش نہیں ہوگی۔ ایک مرتبہ کسی نعت خواں نے آپ کی موجودگی میں کہہ دیا میں "مدینے جاواں مڑ نہ آواں یارسول اللہ" آپ جلال میں آگئے اور فرمانے لگے واپس کیوں نہ آواں یہاں دین کا کام کون کرے گا؟۔ ہم اہل سنت نعت رسول مقبول عشق ومحبت بھرے انداز میں پڑھتے اور سنتے ہیں مگر تم لوگ صرف لوگوں کی جیب خالی کرنے کے لئے زور لگاتے ہو۔ صحابہ کرام نے دین خاطر جانیں قربان کیں پتھر کھائے، آؤ میں تمہیں دعوت فکر دیتا ہوں ناموس رسالت کی خاطر مشقتیں برداشت کرو، برستی گولیوں کا سامنا کرو۔

منزلیں انکا مقدر کہ طلب ہو جن کو

یہی تلخ اور کھری کھری باتیں جب آپ اجتماعات میں کرتے اور ہر شعبہ زندگی سے وابستہ لوگوں کو جھنجھوڑتے تو یہ باتیں یارلوگوں پر ناگوار گزرتیں کوئی کہتا آستانوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ پیرانِ عظام کی توہین کرتے ہیں۔ جب آپ تقریر کر رہے ہوتے تو آپ کا جذبہ اور جوش قابل رشک ہوتا۔ فرانس کے صدر نے جب خاکے شائع کروائے تو آپ کراچی میں تقریر کر رہے تھے۔ نعرے بھی لگا رہے تھے۔ اتنا زور لگایا کہ آپ کہنے لگے لبیک یارسول اللہ کہتے میرے دماغ کی رگ پھٹ جائے، دل پھٹ جائے تاکہ یارسول اللہ ﷺ کی ان صداؤں میں مجھے موت آجائے۔ مختلف مقامات پر اجتماعات کی وساطت سے حکمرانوں کو باور کرایا گیا کہ فرانس کے خلاف کوئی مثبت قدم اٹھائیں، احتجاج کریں مگر کہیں سے کوئی مثبت جواب نہ آیا تو آپ نے پھر دھرنے کا اعلان فرمایا کہ اگر ان فرانسیسی ملعونوں سے متعلق ہمارے مطالبات نہ مانے تو 15 نومبر کو پھر پرامن

احتجاجی دھرنا ہوگا۔ جب تک ہمارے مطالبات تسلیم نہ کیے گئے دھرنا احتجاج جاری رہے گا۔ تو فرانسیسی صدر ملعون نے کمال ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ بے بسی کا اظہار کیا اور امت مسلمہ کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔

15 نومبر کی تاریخ آن پہنچی سخت سردی ہلکی ہلکی بوندا باندی مگر عشاقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علامہ خادم حسین رضوی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے فیض آباد چوک پہنچ گئے۔ رضوی صاحب بھی وقت سے دو دن پہلے راولپنڈی پہنچ کر گوشہ نشین ہو گئے کیونکہ آپ کو سخت بخار تھا سانس لینے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی وہ یہ جانتے تھے کہ مری کی طرف سے آتی یہ سرد ہوائیں اسلام آباد کی ٹھٹھرتی سرد راتیں اس بخار میں جان لیوا ہو سکتی ہیں کیونکہ آپ کا بخار 103 درجہ پر تھا لیکن آپ 15 نومبر کو تمام حکومتی مشینری کی آنکھوں میں دھول جھونک کر فیض آباد چوک پر پہنچ گئے اور شدید بخار کی حالت میں وہاں دھرنا دے کر بیٹھے رہے کیونکہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ناموس رسالت کا معاملہ تھا، وہ تو آقا سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی جان کا سودا کر چکے تھے، وہ چاہتے تھے کہ زندگی کی آخری چند سانسیں بھی مدنی تاجدار کے عشق میں ان کی ناموس کی خاطر گزر جائیں۔ یہ دھرنا علامہ صاحب کی زندگی کا آخری دھرنا ثابت ہوا، جب آپ مطالبات منوا کر واپس لاہور پہنچے تو اسی بخار کی شدت میں 19 نومبر کو اپنے رب کے حضور جا پہنچے۔

کراچی کے ایک نوے سالہ بزرگ بقول ان کے کہ میری کبھی نماز تہجد بھی قضا نہیں ہوئی وہ فرماتے ہیں 18 نومبر بروز بدھ میں نے خواب میں شافع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، آپ صحابہ کرام اور بزرگان دین کے مجمع میں تشریف فرما ہیں اور مولانا خادم حسین رضوی بھی اپنے پیارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت میں تشریف فرما ہیں اور کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں خادم حسین تو نے ہماری عظمت و ناموس کی خاطر بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں کل ہم تمہیں اپنے پاس بلا لیں گے۔

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ہماری صداقت کا ثبوت ہمارے جنازے دیں گے۔ غیر ملکی میڈیا کے مطابق مولانا خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے جنازے پر ایک کروڑ 70 لاکھ لوگ شریک ہوئے جو کہ میرے علم کے مطابق پاک و ہند کی تاریخ میں ریکارڈ ہے۔ علامہ خادم حسین رضوی کے اس دار فانی سے پردہ فرمانے پر اپنے تو افسردہ ہی ہیں مگر اس مرد قلندر کی رحلت پر غیروں کی آنکھیں بھی اشکبار ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے درجات کو مزید بہتری عطا فرما کے ملک وملت کے نوجوانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



میر کارواں

امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی سجاد علی فیضی (جڑانوالہ)

کسی بھی زمانے کی کسی بھی تحریک، تنظیم اور ادارے کی تعمیر و ترقی اور استحکام کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سربراہ کے پاس مطلوبہ وسائل موجود ہوں تا کہ وہ انکو بروئے کار لاتے ہوئے اہداف حاصل کر سکے۔ جیسا کہ ہمارے اس زمانے میں ان وسائل کو از حد ضروری سمجھا جاتا ہے۔

پیسے کی بہتات، کارکنان کی کثرت ملک بھر میں تحریکی دفتر، الیکٹرونک، پرنٹ اور ہر قسم کے سوشل میڈیا پر سر گرم کارکنان کا ورک، صحافت، وکالت وغیرہ میں متحرک ونگ، لیڈر یا اس کے ترجمان کا انگلش بولنے کا ماہر ہونا تا کہ اس کا پیغام دنیا میں سنا سمجھا جا سکے، سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے کسی حکومتی فرد یا ادارے کی حمایت حاصل ہو وغیرہ۔۔۔۔

مگر یہ سب ذرائع ظاہر بین نظروں کے تقاضے ہیں کیونکہ یہ سب ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک مسلم لیڈر کے لیے اصل چیز کیا درکار ہے؟ اسکی وضاحت میں حضرت علامہ کہتے ہیں

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

نگاہ بلند:

اس معیار کی روشنی میں اگر مجدد عشق رسالت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی شخصیت کو دیکھا جائے تو آپ ان اوصاف سے بدرجہ اتم متصف نظر آتے ہیں، چونکہ آپ کی منزل پاکستان میں استحکام و نظام مصطفیٰ ﷺ اور دنیا بھر میں غلبۂ اسلام تھی اس لیے آپ کی نگاہ ذاتی، آسائشی، تن آسانی وغیرہ مفادات سے بالاتر ہو کر دینی، قومی اور ملی مفادات کو دیکھتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ کشمیر۔ شام، برما، اور عراق وغیرھا دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کا معاملہ ہو یا عافیہ صدیقی کی رہائی کا غازی ممتاز قادری علیہ الرحمہ معاملہ ہو یا غازی تنویر کا معاملہ ہو یا غازی فیصل کا، ملک میں پھیلتی فحاشی و بے دینی کا معاملہ ہو یا وزیر خاں جیسی مساجد کے تقدس کا، عظمت اولیاء و عظمت قرآن کا معاملہ ہو یا عظمت صحابہ و اہل بیت کا، ناموس رسالت کا معاملہ ہو یا ختم نبوت کا، آپ نے طاقتور آواز کے ساتھ نہ صرف یہ کہ جابر حکمرانوں کو للکارا ہے بلکہ دنیا بھر کے کفر کے دانت بھی کھٹے کیے ہیں۔

سخن دلنواز

آپ کی شان امارت سامان الفقر فخری سے لبریز تھی، مزاج غیرت ایمانی سے پُر تھا۔ آپ جب قرآن و حدیث کے

پیغام اور شعور بیداری کو صحابہ و اسلاف امت کے عمل پیہم اور ان کی دل سوز قربانیوں اور اقبال کے اشعار حقیقت و خودی بلند کے رنگ میں ملّون کر کے بیان کرتے تو بڑے بڑے پتھر دل پگھل جاتے، آنسوؤں کی لڑی بندھ جاتی، آپ کے مسحور کن لہجے میں اور جلال و جمال سے پیراستہ حکمت نے نہ صرف یہ کہ قوم رسول ہاشمی کو بیدار کیا ہے بلکہ اقوام عالم کے سامنے اسلام کا حقیقی تشخص بھی بحال فرمایا ہے۔

آپ کی پُر اثر گفتگو نے نسل نو کو موت کے آئینے میں رُخِ یار دکھا کر ان میں نام محبوب پر مر مٹنے کا جذبہ بے قرار بھی جگا یا ہے۔احساس زیاں دے کر اس کے خون منجمد کو شعلہ بار اور فقر کی سان چڑھا کر اسے سیف مسلول بھی کر دیا ہے۔

یقیناً اقبال نے انہی رجالِ حق کے لیے کہا ہے:

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئنے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دُشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہُو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

مزید یہ کہ

سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں
باب و رنگ و خال وخط چہ حاجت روئے زیبا را

جاں پُرسوز:

العشق یحرق ماسوا المحبوب (عشق محبوب کے سوا ہر چیز جلا دیتا ہے)

آپ اس مقولے کی زندہ تصویر تھے۔عشق محبوب ﷺ کی آتش نے آپ کو جلا کر مقام فنا پہ پہنچا رکھا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے نزدیک سب کچھ گوارا تھا مگر اپنے محبوب علیہ السلام کی ادنیٰ سی بھی تنقیص گوارہ نہ تھی۔جس پہ آپ بے ساختہ آگ بگولہ ہو جاتے۔ تحفظ ناموس رسالت و ختم نبوت کی پاداش میں آپ کو بارہا قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں، وقت کے یزیدوں نے آپ پر ہر ظلم روا رکھا مگر لمحہ بھر کے لیے بھی آپ کی جاں پرسوز کے جذبات ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ آپ یہ ترانہ ہمیشہ گنگناتے رہے۔

جاں ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو مزا ہو درد کا وہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

شاہسوارِ میدان کے ہتھیار:

اغیار کی دیکھا دیکھی آج کا مسلمان بھی یہی سمجھنے لگا ہے کہ ترقی اور انقلاب کے لیے سائنس، ٹیکنالوجی اور یورپ کی نقل کرنا ضروری ہے مگر آپ علیہ الرحمہ کے نزدیک اک مردِ مجاھد کے لیے ہتھیار اور ذریعہ فتح صرف یہ چیزیں نہیں اس کے پاس پختہ یقین، جہد مسلسل، اور عشق رسول ﷺ کی دولت ہو۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم

جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

آپ علیہ الرحمہ نے ہمیشہ ان ارکان انقلاب کے حصول پہ زور دیا ہے۔ اسی واسطے آپ کے بپا کیے ہوئے اس روحانی ہنگامے کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان نام محبوب پہ ہمہ وقت کٹ مرنے کے لیے تیار ہیں گویا آپ کی پوری زندگی اقبال کے اس پیغام کی عملی ترجمان ہے

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

یہ کہنا مبالغہ ہرگز نہیں کہ آپ اک عظیم مفکر، بلند حوصلہ، جہد مسلسل، یقین محکم، سراپائے سوز، عاشق صادق، جذبہ بیکراں، پیکر اخلاص، ہمالہ استقلال، ترجمان مجدد الف ثانی، کردار فضل حق خیر آبادی، سوز کفایت اللہ کافی، مبلغ فکر امام احمد رضا، شاہین اقبال، نائب مولانا امام نورانی، غیرت مولانا نیازی تھے۔

یوں محسوس ہوتا ہے آپ قرون اولیٰ کے رنگ میں رنگی پاکیزہ روح تھی جو آئی اور قوم رسول ہاشمی کو جگا کر چلی گئی۔

اب ڈھونڈ انھیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر



میر کارواں امیر المجاہدین

مفتی محمد عبد السلام قادری رضوی

خانقاہ مسکینیہ دار العلوم غوثیہ منظر اسلام واہ کینٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر گز نمیر و آنکہ دلش زندہ شُد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

امیر المجاہدین استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر بطل حریت پیکر عزیمت واستقامت محافظ عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالت ،حامیٔ سنت، ماحیٔ کفر و بدعت، حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات کا شمار یقیناً امت کے ان عظیم المرتبت نفوس میں ہوتا ہے اور ہوتا رہیگا جن کے ذکر اور عالم اسلام کے لیئے کارہائے نمایاں نہ تو گردش لیل ونہار مٹا سکے گی اور نہ ہی حربہ اغیار، بمصداق حدیث صحیح ''ثم یوضع له القبول فی الأرض''یعنی یہی وہ مردان حق آگاہ اور توحید و رسالت کے پروانے ہیں جنہوں نے اپنے تن من دھن سب کچھ اللہ تعالی اور اسکے پیارے محبوب ﷺ پر قربان کر دیا۔

جسکی برکت سے مولائے کریم نے نہ صرف آسمانوں بلکہ روئے زمین پر بھی انکی یاد کو جاری وساری کر دیا ہے جنکے علم وفضل جرات واستقامت کا ڈنکا آج بھی چار دانگ عالم میں بج رہا ہے اور قیامت تک بجتا رہیگا۔ اللہ تعالی نے امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی نور اللہ مرقدہ کو ایک ایسے وقت میں غلبہ اسلام و ناموس رسالت کے تحفظ اور بالخصوص عقیدہ ختم نبوت کے دفاع کیلئے منتخب فرمایا جب پوری دنیا بالخصوص وطن عزیز پاکستان میں عالم کفر کے منظم منصوبوں کے تحت کفر ولادینیت کو پھیلانے اور عقیدہ ختم نبوت کو نہ صرف یہ کہ عوام بلکہ آئین پاکستان سے بھی نکالنے کی مذموم سازش ہو چکی تھی جسکے سامنے امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت فاروقی اور للکار حیدری نے ہمیشہ کے لیے بند باندھا کہ آئندہ غداران دین وملت کو دوبارہ ایسا کرنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچنا پڑے گا۔

مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے عالم ربانی تھے جن سے ہزاروں علماء نے اکتساب فیض کیا، آپ ایک عظیم المرتبت شیخ طریقت اور شیخ الحدیث تھے جن سے علم حدیث حاصل کرنے والوں نے عشق رسول ﷺ کا جذبہ حاصل کیا جس نے انہیں بارگاہ رسالت کا دائمی امیر بنا دیا، آپ سے ادب واحترام سوز ومحبت اور والہانہ انداز میں اپنے آقا ومولی ﷺ کی احادیث مبارکہ کی قرأت سن کر نہ صرف عجم بلکہ عرب کے علماء ومحدثین بھی آپ کو اس حفظ حدیث کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے اور آپ کو شیخ الحدیث قرار دیا۔ دنیا بھر کے دشمنان مصطفے کے خلاف علم جہاد بلند کرنے اور ناموس رسالت وعقیدہ ختم نبوت سے غداری کرنے والوں کے مقابلہ میں عملاً ع

''نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری''

کا مجاہدانہ کردار ادا کرنے کی بنا پر جنہیں امیر المجاہدین اعزاز سے نواز اگیا عشق رسول ﷺ جنکے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا کہ اپنا سب کچھ قربان کر دیا معذوری کی حالت میں مرد میداں بن کر وقت کے فراعین کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں رعب اسلام سے مرغوب کرنا میڈیا کے اس دور میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف پھیلائی گئی سازشوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے بچے بچے کے دل میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کرنے کے ساتھ ساتھ کروڑوں جوانوں اور بوڑھوں کی زبانوں پر لبیک لبیک یا رسول اللہ کے اور منکرین ختم نبوت اور گستاخان رسول کے منصوبوں کو تاجدار ختم نبوت زندہ باد اور من سب نبیا فاقتلوہ کے نعرہائے عاشقانہ سے خاک میں ملا دینا یقیناً ایسی استقامت ہے جو کئی کرامات سے بڑھ کر ہے۔

جہاں منکرین ناموس صحابہ واہلبیت کو سر عام دھتکارا وہاں مسلک رضا کی حقانیت کو چاردانگ عالم میں آشکار کر دیا یقینا جہاں انکے کردار وگفتار میں حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی ،غازی اسلام نورالدین زنگی اور دیگر غازیان اسلام کی جھلک نظر آتی تھی وہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کے افکار و امانات اور عقائد و تعلیمات کے بھی امین تھے جہاں قائد اہلسنت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے سمندر کے آپ وارث تھے تو ساتھ ہی ابوالفضل محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد رحمہ اللہ کے فیضانِ عشق مصطفیٰ سے بھی مالامال تھے گویا مجددی فیضان و رضوی نسبت سے انہیں بیک وقت ایسا فیضان حاصل ہو رہا تھا کہ بلا لومۃ لائم و بدوں خوف وخطر ہر باطل کے خلاف کلمہ حق بلند کر دیا جسے اپنوں اور بیگانوں نے سنا ،جہاں اہل محبت اہل محبت کی مایوس محبتوں میں امید کی لہر دوڑ گئی وہیں کفر کے ایوانوں میں ایسا لرزا برپا ہوا کے انکی چیخیں نکل گئیں سٹپٹانے لگے حیران و سرگرداں اس غیور آواز کو دبانے کی کوششیں کی جانے لگیں مگر قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود عالم اسلام کے مجاہد اکبر کی ہمت و حوصلے کو کم نہ کیا جا سکا۔

فرانس کے گستاخانہ خاکوں کے خلاف حکومت پاکستان سے اسکے سفیر کو ملک بدر کرنے اور عملا بائیکاٹ کرنے کے مطالبہ کو لے کر فیض آباد اسلام آباد دھرنے کے بعد اچانک امیر المجاہدین کی وفات پوری ملت اسلامیہ کیلئے ایک عظیم صدمہ ہے بمصداق موت العالم موت العالم،یہ عالم اسلام بالخصوص اہلسنت کا ایک ایسا نقصان عظیم ہے جس کی تلافی دشوار نظر آتی ہے ۔حضرت کے وصال سے دنیا بھر کے اہل ایمان کے دل اداس اور آنکھیں اشکبار ہیں ،مدارس و مساجد منبر ومحراب بلکہ در و دیوار سے سسکیوں کی صدائیں سنائی دی جا رہی ہیں ۔بقول حتى المحاريب تبكي وهي جامدة حتى المنابر تربي وهي عيدان محراب تک رو رہے ہیں حالانکہ وہ جمادات میں سے ہیں منبر مرثیہ خواں ہیں حالانکہ وہ خشک ہیں مینار پاکستان کے وسیع وعریض میدان اور میلوں تک گرد و نواح کی شاہراؤں جنازہ کیلئے آنے والوں سے بھر جانا اور تاریخ پاکستان کا سب سے بڑا جنازہ قرار دیا جانا امیر المجاہدین کے مشن کی مقبولیت کی ایک بڑی دلیل ہے ۔اللہ تعالیٰ انکی آخرت کی منازل بلند فرمائے ۔آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر کہ گمراہوں کو منزل کا بتایا ہے نشاں تو نے ۔



ناموس رسالت اور ختم نبوت کا پہرے دار

سرور حسین نقشبندی

ناموس رسالت وختم نبوت کا پہرے دار ۱۵ نومبر اسلام آباد کی یخ بستہ رات میں بالوں میں چاندی اتری ریش والا مرد درویش بخار کی حالت میں عشق رسول ﷺ کی گرمی سے دلوں کو ولولے دے رہا تھا، اور وہ اپنی زندگی کی اس آخری مہم میں بھی کامیابی سمیٹ کر لوٹا۔ کسی کو انتہا پسند اور متعصب کہنا بہت آسان ہے لیکن آج ہم اپنا جائز حق لینے کی بات کرنے سے بھی خوف کھاتے ہیں، اور وہ پورے عالم کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکارتا رہا۔

مولانا کی سیاسی جدوجہد کا دائرہ گنتی کے چند برسوں پر محیط ہے لیکن انہوں نے دہائیوں سے موجود سیاسی اور مذہبی جماعتوں کی نیندیں اڑا کے رکھ دیں تھیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اسلام اپنی ایک طاقت رکھتا ہے اور انہوں نے اس طاقت کی عملی شکل زمانے کو دکھا دی۔ ان کے ووٹ پر ڈاکہ ڈالا گیا لیکن وہ اس وجہ سے سڑکوں پر نہیں آئے۔ دھرنا دیا تو ختم نبوت اور ناموس رسالت کے نام پر، جلسے جلوسوں میں اپنا نعرہ نہیں لگوایا بلکہ بچے بچے کی زبان پر لبیک یارسول اللہ، تاجدار ختم نبوت زندہ باد، دیکھو دیکھو کون آیا رسول اللہ کا دین آیا، جیسے نعروں کو عام کیا۔ سیاسی لیڈر آج تک عوام کی حکمرانی کا جھوٹا فریب دے کر اقتدار کی راہداریوں میں گھستے آئے ہیں، لیکن انہوں نے وژن دیا کہ دین کو تخت حکمرانی پر لانا ہے۔

وطن عزیز کی بنیادوں میں بہنے والے خون کی صداؤں سے آباد نعرہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، بچوں کے ذہنوں سے محو کر کے لکھنے پڑھنے کے سوا پاکستان کا مطلب کیا، جیسا فریب خوردہ نعرہ میڈیا کے ذریعے گھر پہنچا دیا گیا۔ یہاں آئین کے تقدس کا فریب دیا جاتا رہا، جسے طاقتوروں نے موم کی ناک بنا کر جب اور جسے چاہا اپنے مفادات کے لئے استعمال کیا، لیکن وہ دستور ریاست کیا ہو گا محمد رسول اللہ کا سبق یاد دلاتے رہے۔ اس مرد قلندر نے جو کہا وہ کر کے دکھایا، جس مقصد کے حصول کے لیے نکلے اس کو حاصل کر کے لوٹے، وضع قطع بدلی نہ بولی اور انداز میں فرق آیا، ختم نبوت کے دھرنے کی کامیابی کے بعد اسی ٹرالے پر بیٹھ کر یہ معذور شخص آنسو بہاتا لاہور تک یہ کہتے ہوئے واپس لوٹا کہ ہم نے اپنا مقصد تو حاصل کر لیا لیکن جو جانیں چلی گئیں ان کا دکھ نہیں جا رہا۔ گولیوں کی بوچھاڑ آنسو گیس کی بھرمار اور سکیورٹی اداروں کی مار دھاڑ کچھ بھی تو اسے ڈگمگا نہ سکیں۔ چشم فلک نے ایک مدت بعد کسی مرد خدا میں قوت و زور ایمانی اور جذبہ حب الوطنی کے حسین امتزاج کو دیکھا، بزدلی، تساہل پسندی، آرام طلبی، مصلحت کوشی، مفاد پرستی اور مکر و فریب سے بھری سیاسی و مذہبی قیادتوں کے ماحول میں مولانا بے مثال جرأت و بہادری، غیرت و جوش ایمانی اور حق گوئی و بے باکی کا مظہر تھے، جس سے وہ آج کے دور کے نہیں بلکہ کسی اور ہی زمانے کے فرد معلوم ہوتے تھے۔ قرارداد پاکستان کی نشانی یادگار کا سر آج آسمان تک بلند ہو گیا تھا کہ اس کی قدر کو جاننے اور پہچاننے والا

کوئی سچا محب وطن رسول اللہ ﷺ کا عاشق اور دین متین کا سپاہی اس قوم کے بچے بچے کے دینی احساس کو جگانے کے بعد اپنے مالک کے حضور حاضر ہو گیا۔ حضرت اقبال نے اپنے کلام کی تخلیق پر آج رشک کناں ہوں گے کہ میرے وارثوں میں سے نہ سہی لیکن کوئی ایسا مرد درویش بھی آیا جس نے میرے کلام کی معنویت کو اجاگر کر کے اس میں نئی روح پھونک دی۔

مولانا نے یہ باور کرا دیا کہ آج بھی جو صدق دل سے حضور ﷺ کی عزت کی بات کرے گا کائنات کی عزتیں اس پر نچھاور ہونے کو اُمڈ پڑیں گی۔ آج بھی جو نبی کے دین کا علم لے کے نکلے گا زمانہ اس کا ہمرکاب ہونے میں شرف محسوس کرے گا، اور آج بھی جو ان کی ناموس کی خاطر مر مٹنے کو تیار ہو کر میدان میں نکل آئے دنیا اس کے پیچھے جان ہتھیلی پر رکھ کر دوڑ پڑے گی۔

مولانا کے تاریخی جنازہ نے مٹھی بھر نام نہاد ملحدین، لبرلز، مغرب نواز میڈیا اور تمام عالم کفر کو واضح پیغام دے دیا ہے کہ یہ وطن توحید کے علمبرداروں، جمال محمدی ﷺ کے پرستاروں اور ختم نبوت و ناموس رسالت کے پہرے داروں کی سرزمین ہے، یہ وطن کل بھی لا الہ الا اللہ کے سائے تلے حاصل کیا گیا تھا اور یہاں آج بھی محمد رسول اللہ کے دستور کا ہی غلبہ ہو کر رہے گا۔



ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کا غیور پہرے دار چلا گیا

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی (لاہور)

ایمان اللہ کی عظیم ترین نعمت ہے جو ہمیں براہِ راست نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے ہی ملی، آپ کے دامن سے وابستہ رہنے میں ہی کائنات کی اِس عظیم نعمت کی حفاظت ہے، اللہ تعالی کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ معلم کائنات ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا جائے تو ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے، عصر حاضر ایمان کی نعمت پر ڈاکہ ڈالنے والے ایسے فتنوں کا دور ہے جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالی کے عطا کیئے ہوئے علم کی بدولت آج سے چودہ سو سال پہلے ہی جو خبریں دی تھیں، آج ہم ان کی سچائی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، خیر القرون سے اب تک علماء ومشائخ نے ہر دور میں آقا کریم ﷺ کی امت کو مادی، اخلاقی اور اعتقادی فتنوں سے آگاہ فرمایا تاکہ اہل ایمان دنیا میں جتنا عرصہ زندگی گذاریں ایمان کی قدر و قیمت جانتے ہوئے اس نعمت کی حفاظت کرتے رہیں۔ اور جب اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو نہایت سرشاری کے ساتھ توحید کے نغمے گاتے اور لبوں پر ''صلِّ علٰی'' کے ترانے سجائے دولتِ ایمان کو چراغ راہ بنا کر اپنے ساتھ لے کر حاضر ہوں۔

عصر حاضر میں یوں تو بہت سے علماء اور مشائخ امت مسلمہ کو عصر حاضر کے فتنوں پر مطلع کرتے رہے اور کر رہے ہیں مگر سفیر عشق رسول (ﷺ) اور محافظ ختم نبوت و ناموس رسالت حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منفرد لب و لہجے میں ختم نبوت اور ناموس رسالت کے حوالے سے امت کا اجتماعی شعور بیدار کیا، وہ خود تو اِس فانی دنیا سے ''جاگو اور جگاؤ'' کا پرچم لہراتے چلے گئے مگر اپنا جذبہ اور اپنی تڑپ لاکھوں دلوں میں منتقل کر گئے۔ اور ان شاء اللہ یہ ولولے بہت عرصے تک باقی رہیں گے۔

وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں صدیقی نسب اور نقشبندی فیوض و برکات کے حامل حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم فرزند حضرت خواجہ عبد الواحد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ ہو کر رب کریم کی بارگاہ تک پہنچانے والے راستوں کے راہی ہوئے، وہ اپنے گرامی قدر مرشد کے بہت چہیتے مرید تھے، جامعہ نظامیہ رضویہ میں حصول تعلیم کے دوران زمانہء طالبعلمی میں اُن کو بہت قریب سے دیکھا وہ ہمیشہ سعادت مندی کے پیکر دکھائی دیئے، متانت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے نظر آئے۔ راقم الحروف جب بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد سے عربی ایم اے کرنے کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ میں تدریس کی سعادت سے ہمکنار ہوا تو اس دوران مجھے دو سال ۱۹۹۵ء۔ ۱۹۹۶ء) حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قریبی تعلق نصیب رہا، اس دوران انہوں نے مجھے چند مرتبہ اپنے مرشد گرامی سے بھی ملوایا، مجھے اُن کی یہ نیکی ہمیشہ یاد رہے گی، ایک مرتبہ انہوں نے مجھے بتایا کہ حضرت حاجی پیر صاحب تمہارے پیر خانہ ''معظم آباد شریف'' سے بھی اپنا تعارف

کروائے بغیر ہوآئے ہیں۔آج سے تقریباً دو سال پہلے کالا دیو شریف حاضر تھا کہ اچانک میری نظر حضرت علامہ خادم حسین رضوی پر پڑی، وہ وہیل چیئر پر بیٹھے حضرات خواجہ عبدالواحد نقشبندی کے مزار پر حاضری دے کر آرہے تھے، میں نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا اوران سے یوں ایک درخواست کی: ''پیرومرشد کی بارگاہ میں ہمارے لئے بھی سفارش فرمادیں۔'' تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''ہم نے تو آپ سے دعا لینی ہے۔'' اس موقع پر ہمارے فاضل دوست علامہ مفتی فیاض سعیدی صاحب بھی وہاں موجود تھے۔

بات طویل ہوگئی مجھے فقط کہنا یہ تھا کہ حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے انگ انگ میں چودہویں صدی کے مجدد۔ برصغیر کی عظیم علمی، روحانی اور اصلاحی شخصیت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی والہانہ محبت رچی بسی تھی، انہیں تاجدار گولڑہ شریف حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی گہری محبت تھی، وہ اپنی تقریروں میں حضرت تاجدار گولڑہ کے ارشادات اور اشعار سناتے چلے جاتے تھے، ان دو ہستیوں کے بعد شاعر اسلام حضرت علامہ محمد اقبال کی شاعری نے بھی حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات اور احساسات کو اپنی نہایت لطیف آغوش میں لے لیا تھا۔اس طرح ہمارے ممدوح نے اپنے دامن میں تین مختلف سلاسل کے فیوض و برکات کو سمیٹا اور پھر وہ اپنے خطابات کے ذریعے اس نور بصیرت کو اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک بانٹتے رہے۔

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرزندانِ جامعہ نظامیہ رضویہ میں سے ایک تھے، پھر وہ ایک طویل عرصہ اپنی مادرِ علمی میں اس شان سے تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے کہ جامعہ نظامیہ رضویہ کی تاریخ بھی اپنے اس معنوی فرزند پر فخر کرتی رہے گی، مسند تدریس پر قال؛ اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علی وسلم کی صدائیں بلند کرتے ہوئے آپ کے غیرت مند کانوں میں بارگاہِ رسالت کے حوالے سے کچھ نازیبا کلمات پڑے، پھر عشق رسول ﷺ سے معمور ایک ایمانی ردِ عمل سامنے آیا تو حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جانا کہ تدریسی عمل کی اہمیت اپنی جگہ مگر معروضی حالات کے پیش نظر امت میں ہنگامی بنیادوں پر غیرتِ عشق رسول ﷺ کا جذبہ اور شعور بیدار کرنا ایک قومی اور ملی ذمہ داری ہے، انہوں نے وسائل اور افرادی قوت کا انتظار نہیں کیا بلکہ وہ ایک تڑپ لے کر میدان عمل میں اتر گئے، انہوں نے پوری قوت اور اپنے ولولہ انگیز خطابات کے ذریعے امت کے دلوں میں ناموسِ رسالت کے حوالے سے ایسا ذوق وشوق اور جذبہ بھر دیا کہ باطل کے ایوانوں پر لرزہ طاری کر دیا۔

اس کے بعد جب ختم نبوت کے حوالے سے منظور شدہ قانون کو چھیڑنے کی کوشش کی گئی تو حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار پھر بظاہر معذوری کے باوجود چٹانوں سے بڑھ کر مضبوط حوصلوں کے ساتھ میدان عمل میں اترے، تب اللہ تعالی نے آپ کے لئے دلوں کو یوں مسخر کیا کہ عاشقان رسول ﷺ نے اپنے اپنے صوبوں میں پرامن رہتے ہوئے قوت کا وہ عظیم مظاہرہ کیا جس کی پاکستان کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی، حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے جذبوں

میں رچابسا اخلاص بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگیا، آپ کا کھرا کھرا لہجہ قلوب واذہان میں اترنے لگا۔

وہ سرفروشی کی تمنا لئے کانٹوں بھرے میدان عمل میں اس شان سے اترے کہ اوقاف کی ملازمت کا چھن جانا یا کسی اور مصیبت کا سر اٹھا لینا ان کے لئے راستے کی رکاٹ نہ رہا تھا، ان کے ایمان کی قوت کا عالم یہ تھا کہ ان کے دل سے موت کا خوف بھی اٹھ گیا تھا، بلکہ ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے موت کا جام نوشِ جان کرلینا ان کی منزل قرار پایا تھا۔ وہ جب اپنی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے خاص لہجے میں کہتے تھے: ''یہ گردن تو بنی ہی ناموسِ رسالت پر قربان ہونے کے لئے ہے۔'' تو حاضرین کے حوصلوں کو بھی پہاڑوں کی چوٹیوں سے آشنا کردیا کرتے تھے۔ ان کے پیروکار بسمل عظیم آبادی کے اس شعر کا مصداق بن گئے تھے:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

ناموس رسالت اور ختم نبوت کے حوالے سے جتنے بھی طوفان اٹھے حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے ہی مضبوط ہو کر سامنے آئے، بقولِ جگر مراد آبادی:

جو طوفانوں میں پلتے جارہے ہیں
وہی دنیا بدلتے جارہے ہیں

وہ ایسے غیور لوگوں میں سے تھے کہ وہ نہ تو کبھی ''ایام کے مرکب'' رہے اور ابن الوقتی کبھی ان کے قریب سے بھی نہ گذری تھی، اس تناظر میں وہ ''راکب ایام'' اور ''ابوالوقت'' کہلانے کے حقدار ٹھہرے، اس بات کا اپنوں اور بیگانوں نے برملا اعتراف بھی کیا، ان کی روح تحدیث نعمت کے طور پر زبانِ حال سے یہ کہتی ہوئی دکھائی دیتی ہے:

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا



وہ ایک شخص جو دنیا کو ناموسِ رسالت کا درس دے گیا

محمد زبیر قادری

(سابق مدیر اعلیٰ افکارِ رضا ممبئی)

داتا کے دیس لاہور میں احقر کا آخری سفر اگست ۲۰۰۹ء میں ہوا تھا۔ اُس وقت علامہ خادم حسین رضوی صاحب کا نام بھی نہیں سننے میں آیا تھا۔ البتہ ایک معتقد کے گھر ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کے ساتھ عشائیہ کا موقع ملا تھا۔ لیکن ۔علامہ خادم حسین رضوی صاحب کا معاملہ تو یوں ہوا، گویا۔ وہ آئے اور آتے ہی چھا گئے جب کسی دل میں عشقِ رسول کی جوت جگی ہو تو بندہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سے گستاخی و توہین برداشت نہیں کرسکتا۔ اور جب دنیا میں شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے بڑھ جائیں تو بندے کی ایک ہی منزل ہوا کرتی ہے۔

تحفظِ ناموسِ رسول اور قبلہ خادم حسین رضوی صاحب نے تحفظ ناموسِ رسالت بیداری کی مہم شروع کی۔ جب عشق اپنے مرکزِ اصلی پہ آگیا خود بن گیا حسین دو عالم پہ چھا گیا جس طرح مجددِ ماءَۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ساری زندگی عشقِ رسول سے عبارت تھی، یہاں تک کہ مخالفین بھی اعلیٰ حضرت کو سچا عاشق رسول تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اسی طرح آج خادم حسین رضوی صاحب بھی سچے عاشق رسول تسلیم کیے جارہے ہیں۔ اغیار بھی عاشق رسول کہنے پر مجبور ہیں۔ اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہلِ دل وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کو کون نہیں جانتا؟ اس وقت ناموسِ رسالت کے تحفظ کا بیڑہ اُٹھانے والے، بلکہ بیداری پیدا کرنے والوں میں نمایاں نام ہے خادم حسین رضوی صاحب کا۔ آپ ''باباجی'' کے نام سے مشہور ہیں۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پُرسوز بیانات کے ذریعے پوری دنیا میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تحریک پیدا کی اور مسلمانوں میں دینی غیرت بیدار کی، یہ ایک قابلِ تحسین عمل ہے۔ آپ نے سوشل میڈیا کا درست استعمال کرتے ہوئے لاکھوں دلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُجالے پیدا کر دیے ہیں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے ''یارسول اللہ'' کی صداؤں کو نیا آہنگ دیا۔ اب دنیا کے گوشے گوشے میں ''لبیک لبیک، یارسول اللہ'' کی صدائیں گونجنے لگی ہیں۔ حقیقت میں باباجی کی باتوں میں اتنی تاثیر اور اثر ہے کہ جو سنتا ہے گھائل ہو جاتا ہے اور نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس میں بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ان کی للٰہیت، اخلاص اور تقویٰ کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ بھارت کے مسلمان بھی باباجی کے بڑے گرویدہ ہیں اور ان کی تقریریں بڑے شوق و ذوق سے سنتے تھے۔ اسی کا اثر ہے کہ یہاں کے جلسوں، جلوسوں میں بھی ''لبیک یارسول اللہ'' کی صدائیں گونجنے لگی ہیں۔ باباجی کی للکار سے کفّار کے ایوان بھی کانپتے تھے۔ اس معذور شخص کے ایک ایک بیان سے کفّار ڈرتے تھے اور اپنے تحفظ کی فکر

کرنے لگ جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کے زرخرید اقتدار پر قابض حکمرانوں نے باباجی پر بہت ظلم وستم ڈھایا۔کئی مہینوں تک بلا کسی جرم کے جیل میں بند رکھا اور آپ کے تحریکی ساتھیوں کو زدوکوب کیا، بلکہ کئی بندے شہید بھی ہو گئے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ وہ بندہ بڑا خوش نصیب ہے جو دنیا سے چلا جائے اُس کی نیکی اس کو زندہ رکھے۔ اور وہ بندہ بڑا بدنصیب ہے جو دنیا سے چلا جائے اور اس کا گناہ اس کو باقی رکھے۔ اب باباجی ہم میں نہیں رہے، لیکن باباجی جو درس دے گئے، اس پر عمل کی سخت ضرورت ہے۔ ان کی جلائی ہوئی عشقِ رسول کی شمع کو ہمیں تیز تر کرنا ہوگا۔

اس صدی میں توہین رسالت کے واقعات تیزی سے بڑھتے جارہے ہیں۔ مسلمانوں کو چھیڑنے اور ان کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے خبیث یہود ونصاریٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے من گھڑت خاکے بنارہے ہیں، تاکہ مسلمان اشتعال میں آکر انھیں جواب دیں، تو یہ میڈیا میں دہشت گرد ثابت کرسکیں۔ اور اسی بنیاد پر مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے کا موقع بار بار ملتا رہے۔ بس ہم سنیوں کو آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے تن من دھن سے لگنا ہوگا، تبھی ہم دنیا و آخرت میں سرخ رو ہوسکیں گے۔ اللہ کریم ہمیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناموس کے لیے لڑ مرنے کا جذبہ عطا فرمائے اور اسی پر خاتمہ عطا فرمائے۔



وہ مرد حق پہرے دار ختم نبوت
کہ جس کی زیست ہے اک شمع نو نسل

اقصیٰ سمند خان (کراچی)

پہرے دار ختم نبوت کتنا عظیم لقب کتنا ہی عظیم خطاب۔موجودہ دور میں شاید ہی کوئی ہو جس نے اتنی شجاعت سے باطل کے ٹھکانوں تک اپنی آواز پہنچائی۔اللہ کریم کو عاجزی سے بڑی محبت ہے اور جو صرف اس کے لئے خود کو مٹی کردے وہ بھی اسکا محبوب بن جاتا ہے خالق حقیقی کو اپنے بندے کی عاجزی سے جتنی محبت ہے اسے اتنا ہی بڑا انعام دینا بھی بندے کو پسند ہے اور انکساری کی سب سے بہترین صورت خود کو علم الٰہی وراثت انبیاء علیہم السلام کے حصول کی راہ میں اتنا مستغرق کرنا ہے کہ نا کائنات کی فکر ہونا ہی اس کرہ ارض میں رہنے والوں کی بس ایک لگن ہو اک فکر ہو تو صرف صرف اور صرف اس خالق کی معرفت کی اپنی وجہ زیست کی تلاش کی رب کائنات کے محبوب کی امت کی فکر اور یہیں سے عاجزی کی راہ شروع ہوتی ہے آج کل جس دور میں ہم رہ رہے ہیں وہاں سنت محمدیہ کی پیروی ایسی ہی مشکل ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے دین پر قائم رہنا اتنا مشکل کہ جیسے ہاتھ یا مٹھی میں انگارہ اور اسکی وجہ صرف یہی کہ ہمارے دلوں میں ہماری روحوں میں ہمارے ظاہر میں ہمارے باطن میں دنیا اور اسکی محبت رچ بس گئی ہے وہ دنیا جس کی طرف خالق حقیقی نظر رحمت بھی نا فرمائے اسکا بسیرا ہو گیا ہے ہم مسلمان تو جیسے کہیں اپنی اصل کسی راہ میں بھول آئے اور وہ طرز زندگانی جو کبھی ہماری معراج ہوا کرتا تھا آج اسے اپناتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے کیونکہ ماڈرن زمانہ ہے لیکن اسی دور میں جہاں جب ہمارے اندر ہمارے باہر ہماری زیست اور ہماری نسلیں انکے حسین حملوں کا شکار ہیں وہیں ہمارا ایمان بھی شیطان کے حملوں سے محفوظ نہ رہا۔

ایمان تو ایمان ہے مومنین کے سب سے بڑے محسن بلکہ محسن کائنات ﷺ کی ناموس پر ان ظالموں نے حملہ کر ڈالا اور بے شک اللہ خود ہی آپ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کرنے والا ہے لیکن وہ اپنی مخلوق کو بھی آزماتا ہے کہ اسکی تخلیق میں کون ہے جو واقعی اس عظیم رحمت اللعالمین کی بارگاہ میں ہدیہ جاں پیش کرے۔اور میں کہتی ہوں جہاں ہم سب کو اپنی جانوں کی اپنی زیست کی اپنی آسائشوں و آرائشوں کی فکر تھی وہاں اس دور میں وہ مرد قلندر پھر سے پیدا ہوا جیسا کہ ایک بار پہلے تاریخ میں سید عثمان کے نام سے سندھ کی غلاظتوں اور بدکاریوں سے بھری گلیوں میں کسی درویش نما صفت میں آیا تھا اور صرف رب کریم کا کلمہ اسکی ذات کی معرفت اور اپنے محبوب ﷺ کی زمین کو اس غلاظتوں کے اڈوں سے پاک کرنے اور ہمیں بھی اس وقت کے اس مرد قلندر کو دیکھنے کا سننے کا شرف نصیب ہوا آپ کی حیات میں تو کئی آپکے نام سے بھی چڑ جایا کرتے تھے کئی آپکے خطابات کا مذاق اڑایا کرتے تھے کئی لوگ آپ کے مخالف تھے لیکن وہ ذات آپ کی ہی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نہ اسلام آباد کی سردی دیکھی نہ سندھ

کی گرمی آپ کو بس فکر تھی تو صرف ناموسِ رسالت ﷺ کی آپ کا مقصد تو صرف دین محمدی ﷺ کی ترویج تھا۔آپ وہ ذات قلندری تھے کہ جو ایک رات میں پورا ایک قرآن پاک پڑھ سکتا ہو جس کو پورا قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ آتا ہو۔جس کو قرآن پاک میں تمام صیغوں کی صرف صغیر اور کبیر آتی ہو۔جسے حجۃ الوداع کا خطبہ یاد ہو۔جسے غزوہ تبوک کا خطبہ یاد ہو۔جسے غزوہ احد شریف کا خطبہ بھی یاد ہو۔جو حدائق بخشش کا حافظ ہو۔جو اقبال کے فارسی اردو کلام کا حافظ ہو۔جو قصیدہ بردہ شریف کا حافظ ہو۔جس کو دیوان حسان بن ثابت بھی اکثر مقام سے یاد ہو۔جس کو شمائل ترمذی کی اکثر حدیثیں یاد ہوں۔جو نحو میر ابتداء سے آخر تک شبینہ کی طرح پڑھتا ہو۔جس کو فتاویٰ رضویہ کا خطبہ زبانی یاد ہو اور اس کا ترجمہ بھی آتا ہو اور صیغے بھی معلوم ہوں اور اس میں کتابوں کے نام اور صیغے بھی معلوم ہوں۔جس کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ خلافت بھی یاد ہو۔اور یہ شخصیت کوئی پہلی صدی ہجری یا دوسری یا تیسرے کے نہیں بلکہ ہمارے موجودہ دور کے حضرت علامہ مولانا فخر المشائخ،مرد قلندر،محافظ ختم نبوت،خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی شان تھی تب ہی تو خدائے بزرگوار نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو چنا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ خود ہی ایک روحانی شخصیت کے حامل تھے ہم نے انکی قدر نہیں کی تو خود مینار پاکستان میں رب قدیر نے انکی شان وعظمت کے جلوے دکھائے کہ

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے



ساتواں باب

رضویات

علامہ رضوی اور امام احمد رضا

خلیل احمد قادری

جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو بادی النظر میں ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تاریخ سینکڑوں علمائے کرام صوفیائے کرام، مجتہدین عظام، وفقہائے اعلام اور عشاقان خیر الانام کو اپنے دامن وسیع میں لیے ہوے ہیں یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں کہ جن کی بدولت آج اسلامی پرچم ہر سو لہرا رہا ہے اور ان شاء اللہ تا قیام قیامت لہراتا رہے گا مگر خبث باطنی اور اسلام دشمنی کی وجہ سے اس پرچم کو سرنگوں کرنے اور اس منارہ نور کو بے نور کرنے کے لیے کثیر فرق باطلہ نے ہر ٹیکنک استعمال کی لیکن ان نفوس قدسیہ نے ان فتنوں کا ایسا تعاقب فرمایا کہ ان فتنوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی لیکن پھر کچھ عرصہ بعد ان گمنام فرقوں نے از سر نو سر اٹھانا شروع کر دیا اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے طرح طرح کے جادو چلانے لگے۔ حالات جب بالکل سنگین ہو گئے تو انہیں آسمان عزم وہمت کے ستاروں میں سے ایک کوکب نیرایسا طلوع ہوا کہ جس نے ظلم وجبر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کافور کر دیے فضل الٰہی سے جس نے ہفوات وخرافات کا قلع قمع کر کے رکھ دیا جس کی بدولت لوگوں میں عشق رسالت ﷺ کی لہر دوڑ گئی۔

یہ کارنامے انجام دینے والی کوئی گمنام شخصیت نہیں بلکہ آج ساری دنیا جس کو مجدد اعظم فقیہ افخم مجتہد فی المسائل امام عاشقاں امام احمد رضا کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا اس لیے آپ نے بھی ان خداد صلاحیتوں کو بروے کار لا کر دین متین کی اس طرح خدمت انجام دی کہ آج کتنے ہی لوگ آپ کی کتابوں کو پڑھ کر اپنے دین وعقیدہ کی اصلاح کرتے ہیں اور کتنے ہی بدعقیدہ افراد بدعقیدگی سے توبہ کر کے عشق مصطفیٰ ﷺ کا جام شیریں نوش فرماتے ہیں آپ کا ایک نمایاں وصف جو ہر عالم بلکہ ہر مومن کے اندر خطیر مقدار میں پایا جانا چاہیے وہ تھا تصلب فی الدین اور دینی غیرت وحمیت، آپ کی کتب وفتاوی جات سے آشنائی رکھنے والے پر یہ بات آسمان بے سحاب کی طرح ظاہر ہو جاے گی کہ آپ نے بروقت گستاخان رسول ﷺ کا کس طرح تعاقب فرمایا اور انہیں سارے عالم اسلام کے سامنے ذلیل ورسوا فرمایا آپ گستاخ کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کے نام سے ہی تنفر کا اظہار فرماتے آپ ہی کا شعر ہے

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں سے کیا مروت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے

اسی طرح سے یہ عشق مستی اور علم وعمل کا سلسلہ جاری رہا آپ نے اور آپ کے شہزادگان، تلامذہ، محبین، معتقدین و متوسلین نے اسلامی تعلیمات کو عالم کے گوشہ گوشہ میں پھیلانے کی اور ہر آے دن رونما ہونے والے فتنوں کا سد باب کرنے کی ہر سعی بلیغ کی اور اپنی علمی فکری تحقیقی اقتصادی وتجدیدی خدمات کا اس قدر لوہا منوایا کہ آج ہر سو اس نعرہ کی گونج ہے

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

لیکن جب حالات نے کروٹ لی مادی کلچر معاشرے کی رگ و پے میں سرایت کر گیا عوام الناس خصوصاً نوجوان طبقہ اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر مغرب کی تخریب کاری پر شیفتہ ہو گیا تو رب قدیر کی جانب سے اس نازک حالات میں اسلامی معاشرہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے ایک ایسے باہمت مرد جری کا انتخاب فرمایا گیا۔ جو اپنی خدمت دین کی بنیاد پر اسم با مسمی بن گیا کہ جس کی بدولت عالم اسلام مسرور وشادمان تھا اور عالم کفر جس کی للکار سے حواس باختہ تھا وہ کوئی آسمانی مخلوق کا ملکوتی جسم نہیں تھا بلکہ آج دنیا جس کو خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کے نام سے جانتی و پہچانتی ہے وہی وہیل چیر پر بیٹھی ہوئی شخصیت تھی جو غیرت وحمیت کا مجسمہ تھا جس کی رگ رگ میں ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کا جذبہ ٹھاٹھیں مار رہا تھا آپ کے اندر یہ جذبہ عشق کیسے آیا تو اس کی وجہ کچھ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ہر شخص اپنی زندگی میں کسی انسان سے اس کے کارناموں کی وجہ سے ضرور متاثر ہوتا ہے اور پھر اس کو آئیڈیل بناتا ہے اس طرح آپ نے اپنی زندگی کا آئیڈیل اس مرد قلندر کو بنایا جس نے اپنی ساری طاقت وقوت اسلامی فصیل کی حفاظت کے لیے صرف کر رکھی تھی اور اسلامی سرحد پر ہونے والے ہر حملہ کا دفاع کرنے میں ساری زندگی بسر کر دی تھی یہ کوئی محتاج تعارف شخصیت نہیں بلکہ آج دنیا جس کو مجدد اعظم امام عاشقاں زبدہ الاولیاء سند الاصفیاء اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے نام سے جانتی اور مانتی ہے آپ کا امام احمد رضا سے رشتہ عشق ومحبت کمال کا تھا جس نے آپ کو عشق مصطفیٰ ﷺ کا مرقع بنا دیا اسی والہانہ عقیدت کی وجہ سے تعلیمات رضا پر آپ دل وجان سے وارفتہ تھے اور آپ کی رگ رگ میں عشق رضا کا ایک بحر ناپید کنار موجزن تھا جس طرح اعلی حضرت علیہ الرحمۃ نے ان شیطانی لشکروں کا قلع قمع کیا اسی طرح آپ بھی فکر رضا کے علمبردار بن کر میدان عمل میں تشریف لاے اور ان گمراہ فرقوں کو ایسی دھول چٹائی کہ خاویہ علی عروشھا کی منظر کشی ہونے لگی آپ کی فکر ثاقب کو امام احمد رضا سے مناسبت یہ تھی کہ جس طرح امام احمد رضا اسلامی حمیت وغیرت اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے پہرے دار تھے اسی طرح آپ کی عملی زندگی بھی اسی کی عکاسی کرتی ہوئی نظر آتی ہے گویا آپ کو فکر رضا کی ضیا پاش کرنیں وراثت میں نصیب ہوئی تھی آپ کی تعلیمات رضا سے محبت وتعلق کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آج فتاوی رضویہ جو آپ ہی کے مادر علمی جامعہ نظامیہ لاہور سے علامہ عبد القیوم ہزاروی کی کے حکم پر ۳۳ جلدوں میں چھپی ہے کو پڑھنے والا مفتی بقول خود علامہ رضوی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو بعد میں پڑھتا ہے پہلے آپ کے مقالے ''اعلی حضرت بحیثیت مرجع العلماء'' کا مطالعہ کر کے قلب و

ذہن کو تازگی و تابندگی بخشتا ہے اور یہ آپ پر رب قدیر کی بہت بڑی دین ہے کہ تاقیام قیامت قاری جب جب فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرے گا آپ کی تحقیق انیق سے بھی لطف اندوز ہوتا رہے گا اسی طرح آپ کو کلام رضا سے بھی والہانہ عقیدت تھی آپ فرماتے تھے کہ میں کلام اعلی حضرت کا حافظ ہوں اور اکثر محافل میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھتے تھے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اور اعلی حضرت کے شعر کا یہ پہلا مصرعہ

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

تو اس وجدانی کیفیت کے ساتھ پڑھتے کہ سامعین پر وجدی کیفیت طاری ہو جاتی اسی وجہ سے آپ کا بارگاہ امام اہلسنت کے ادب کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ بریلی شریف سے کسی طالب علم نے آپ سے فون پر بات کی اور کہنے لگے باباصاحب میں آپ سے بڑی محبت کرتا ہوں تو آپ فرمانے لگے کہ امام احمد رضا جس سڑک پر چل کر نماز پڑھنے کے لیے گھر سے مسجد جاتے اس سڑک کو بوسہ دو یعنی اپنا چہرہ اس گرد سے مس کرو وہ طالب علم عرض کرنے لگے کہ ابھی ٹریفک زیادہ ہے تو اس حکم کی تعمیل سے معذور سمجھیں تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ کہ تیری محبت سچی نہیں ہے تو وہ طالب علم بے قرار ہو گیا اور اس نے تعمیل حکم پر اسی رش کے دوران سڑک کو بوسہ دیا جب امام احمد رضا کے قدموں تلے لگنے والی مٹی سے اتنی محبت تو خود امام سے ان کی محبت کا اندازہ کیا ہو گا پس ہمیں چاہیے کہ اپنے اندر غیرت و حمیت کا مادہ پیدا کریں اور خدمت دین کر کے دارین کی سرخ روئی سے ہمکنار ہوں۔



امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر

سید بلال رضا صادق عطاری

متعلم درجہ دورہ حدیث شریف جامعۃ المدینہ ناگپور ہند

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو امن وسلامتی کا درس دیتا ہے اور دہشت گردی سے روکتا ہے۔ جہاں اسلام ہوتا ہے وہاں پُرسکون اور پاکیزہ ماحول قائم ہو جاتا ہے۔ وہاں امن وسلامتی کی فضا قائم ہو جاتی ہے اور جب اسلامی قوانین کو پامال کرنے کی بات ہو، ختم نبوت پر انگشت نمائی ہو، ناموس رسالت پر حملہ ہو تو ہمیں اسلام ان کا مقابلہ کرنے کا درس دیتا ہے باطل کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے پرچم حق کو بلند کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں نے کبھی بھی دین کا سودا نہیں کیا بلکہ سر کٹے تو کٹ جائے مگر نبی سے بے وفائی کسی طرح نہ ہو پائے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اس کے مقابلے میں ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ جنگ لڑی۔

نواسہ رسول جگر پارہ بتول امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سارے کنبے کے ساتھ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے شہادت قبول کر لی لیکن باطل کے آگے سر نہ جھکایا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کو غیر مخلوق بتا کر حق واضح کر دیا اور نتیجۃً ظالم حاکم کی طرف سے کوڑے کھاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی اور حضرت سلطان نور الدین زنگی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تو یہود ونصاریٰ کی اینٹ سے اینٹ بجادی لیکن کبھی ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہونے کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔

اسی طرح جب اکبر بادشاہ نے دین اکبری کو عام کرنے کی کوشش کی تو عالم ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو نیست ونابود کر دیا اور باطل طاقتوں سے کبھی نہ گھبرائے۔

اسی طرح ایک دور آیا جب گستاخیوں کی آندھیاں چلیں بدتمیزی کا طوفان آیا اور بے ادبی کی بجلیاں گریں تو ختم نبوت کے محافظ وعلمدار اور ناموس رسالت کے پہرے دار یعنی مجدد ملت حاضرہ مؤید ملت طاہرہ الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے امت مسلمہ کے ایمان وعقیدہ کی کچھ اس طرح حفاظت فرمائی کہ ان کی گستاخانہ آندھیوں اور طوفانِ بدتمیزی کے مقابلے میں سخت چٹان بن کر مقابلہ کیا اور اپنے علم اور زورِ قلم کی بجلی سے بے ادبی کی بجلیوں کو

نیست ونابود کر کے باطل کو دندان شکن جواب دیا۔

اسی طرح اس امت پر ایک دور آیا جس میں ختم نبوت پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک کوششیں کی جانے لگیں ناموسِ رسالت پر انگلیاں اٹھائی جانے لگیں اور نبی کی شان میں گستاخانہ خاکے بنائے جانے لگے تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے سچے غلام میری مراد شیخ الحدیث امام الصرف امیر المجاہدین حضرت علامہ ومولانا الحافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنے اندر جلالِ فاروقی ،شجاعتِ حیدری عشق بلالی کیف رومی جذبہ سعدی اور فکر اقبالی لئے ہوئے شمشیر رضا بن کر ہر محاذ پر اپنے نبی کے سچے وفادار بن کر باطل کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر یہ کہتے ہوئے سچی وفاداری پوری کرتے رہے کہ ۔

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اور زندگی کی آخری سانس تک اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے ان اشعار کے مصداق بنے رہے۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

اعلی حضرت سے عقیدت:

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بڑی عقیدت و محبت تھی ۔آپ نے اعلیٰ حضرت کی راہ کو اپنی زندگی کی مشعل راہ بنالیا تھا۔آپ زندگی بھر مسلک اعلی حضرت پر گامزن رہے اور دنیا میں اسی کا پرچار کرتے رہے ۔اور آپ کو شہرت بھی اعلی حضرت کے نام کی نسبت سے ہوئی یعنی خادم حسین رضوی ۔دنیا میں اعلی حضرت کے گن گانے والے تو لاکھوں کروڑوں ہیں لیکن اعلی حضرت کو پڑھنے والا ہر ایک نہیں ہوتا ،چنانچہ حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے نہ صرف اعلی حضرت کو پڑھا بلکہ لوگوں کو اعلیٰ حضرت پڑھایا اور ان کی تعلیمات کو پھیلایا۔آپ کو اعلی حضرت رضی اللہ تعالی علیہ سے اتنی عقیدت ومحبت تھی کہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کو حضور ﷺ کا سچا عاشق دیکھنا ہے تو میرے رضا کو دیکھ لے،اور ہے کوئی رضا جیسا تو سامنے لاؤ! اور نیز آپ اپنے آپ کو اعلیٰ حضرت والا کہلوانے پر بہت زیادہ فخر کیا کرتے تھے اور جگہ جگہ اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں ان کی ناموس رسالت پر پہرہ داری اور ختم نبوت کے محافظ ہونے پر کیوں نہ فخر ہو جب کہ وہ اپنے آپ پر خود ہی فخر کرتے ہوئے اپنا تعارف یوں پیش

کرتے ہیں کہ:

نحلمد ر نیش و نوش جا میم مسلم نے کا فر ز نبور کہ نیش بنوش

احمد رضا شہد کی وہ مکھی ہے کہ قیامت تک جس کے شہد کا جواب بھی نہیں اور جس کے ڈنک کا جواب بھی نہیں۔

اسی طرح فرماتے ہیں کہ:

جنت کی بلبلوں کے زبانوں پر بھی رضا کے نغمے ہیں کہ ہند میں جس طرح احمد رضا نے ناموس رسالت اور ختم نبوت پر پہرہ دیا ہے کسی نے نہیں دیا۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

کلام رضا پڑھنے کا انداز:

امیر المجاہدین رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے کلام اعلی حضرت پڑھنے کا ایک ایسا انوکھا انداز تھا کہ عشق مصطفی ﷺ میں ڈوب کر خوب جھوم جھوم کر ان اشعار کو پڑھتے اور لوگوں کو ان کے معانی سمجھا کر خوب محظوظ ہوتے اور ساری مجلس کو بھی محظوظ کرتے بلکہ آج بھی اگر کوئی اشعار اعلی حضرت بزبان امیر المجاہدین سنے تو ان شاء اللہ وہ بھی محظوظ ہوگا اور عشق مصطفیٰ سے اپنے سینے کو سجانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

امیر المجاہدین کی گراں قدر قربانیاں اور عوام سے خطاب:

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ناموس رسالت کے خاطر بہت قربانیاں دیں بہت ظلم وستم برداشت کیے، کئی مرتبہ آپ کو قید کیا گیا اور آپ کئی بار نظر بند بھی کیے گئے اور آپ کو کئی بار مارا بھی گیا اور وہیل چیئر سے گرایا بھی گیا۔ ناموس رسالت پر کلام کرنے اور حکومت کے خلاف بولنے پر محکمہ اوقاف پنجاب کی ملازمت ان سے سلب کر لی گئی اور حکومت نے جب ختم نبوت کی مسئلے میں ترمیم کی تو آپ نے ہزاروں عاشقان رسول کے ساتھ دھرنا دیا اور جب فرانس میں گستاخانہ خاکے بنائے گئے اس وقت بھی آپ نے دھرنا دیا اور یوں حضور ﷺ کی خاطر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سب مصیبتوں کو برداشت کیا۔ اور زبان حال سے کہا کہ

کچھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں موج دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

اور دھرنے میں اپنے ساتھ ہزاروں لوگوں کو میدانِ عمل میں لے آتے اور ہر جگہ عاشقان رسول کے اندر عشق مصطفی کی آگ کو کلام رضا سے اور تیز کرتے جاتے کہ

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالاہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالی تیرا
حکم نافذ ہے ترا خامہ ترا سیف تری دم میں
جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا

اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے کہ! اگر حضور سے وفا کرو گے تو ساری دنیا تمہاری وفادار ہو جائے گی جہاں بیٹھو حضور کی بات کرو جیسا کہ اعلی حضرت نے فرمایا۔ ع

ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں

اور سارے عاشقان رسول کو حضور ﷺ کے سچے غلام بنے رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے کہ!

سنو اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ بات طے کر دی کہ اگر تمہیں قبر وحشر میں نہ شرمندہ ہونا ہے اور نہ ہی ذلیل ہونا ہے تو پوری دنیا کے سامنے پھر

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر تو یقینِ کامل تھا اسی لئے خاص طور پر اپنی مجالس میں ساری عوام کے ساتھ اس شعر کی تکرار فرمایا کرتے

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اور انہوں نے اپنی تحریک کے قیام کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ!

اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ کائنات میں جب تک زندہ ہیں حضور کی عزت وآبرو، ختم نبوت اور دین کی پہرے دار رہیں گے۔

اور فرمایا کہ!

مسلمانوں یاد رکھو حضور ﷺ کے در سے پھرنے والا در در کی ٹھوکریں کھائے گا۔اسی لئے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

اور حلف اٹھا کر حتمی فیصلہ فرمادیا کہ

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

امیر المجاہدین پر فیضان اعلی حضرت دیکھیے کہ جس طرح اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو کوئی خرید نہیں سکا اور اعلی حضرت نے کبھی کسی دنیاوی منصب کو طلب نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کسی دنیادار کی خوشامد کی اسی طرح قبلہ امیر المجاہدین نے بھی اپنے امام کی پیروی کی اور خود ہی فرمایا کہ مجھے خریدنے کی بہت کوشش کی گئی لیکن میں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ

کروں مدح اہل دول رضا
پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا
میرا دیں پارہ ناں نہیں

امیر المجاہدین پر فیضان اعلی حضرت:

امیر المجاہدین نے امام عشق ومحبت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے دربار گہر بار سے عشق مصطفی ﷺ کے جام بھر بھر کر پیے ہیں۔اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرا موقف پہلے یہ تھا کہ ساری دنیا کی عزتیں اس خاک پر قربان جہاں میرے آقا نے ایک بار بھی پاؤں مبارک رکھا ہو۔پھر میرا موقف یہ ہوا کہ ساری دنیا کی عزتیں اس خاک پر قربان جہاں میرے آقا و مولا ﷺ نے ایک بار پیشاب فرمایا لیکن اب میرا موقف یہ ہے کہ ساری دنیا کے عزتیں اس خاک پر قربان جہاں اس اونٹنی نے پیشاب کیا جس پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی۔واہ! دیکھا آپ نے یہ ہے فیضان اعلی حضرت۔

امیر المجاھدین کی زندگی ایک شعر میں:

اس طرح آپ نے اپنی ساری زندگی ناموس رسالت کی حفاظت میں لگا دی اور آخر کار 19 نومبر 2020ء بروز

جمعرات کو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور جاتے جاتے اپنی ساری زندگی کو اعلی حضرت کے اس شعر میں بیان کر دیا کہ

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

انتقال پر ملال:

اور بروز ہفتہ بتاریخ 21 نومبر 2020ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھایا گیا جس میں ایک کروڑ 70 لاکھ سے زائد افراد تھے۔

وفات کے بعد کی حالت:

اور بعد وفات جب ان سے عالم تخیل میں پوچھا گیا کہ اے امیر المجاہدین آپ نے تو ساری زندگی عشق مصطفیٰ میں ڈوب کر ناموس رسالت کی پہرے داری میں لگا دی، نہ دن دیکھا نہ رات دیکھی نہ آندھی دیکھی نہ طوفان دیکھا اب فرمائیں کہ اب آپ کا حال کیا ہے؟ تو فرمایا کہ بیٹا! میں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں یہ عرضی پیش کر دی تھی اور وہ عرضی قبول بھی ہوگئی کہ

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

اور اب اگر میرا حال پوچھتے ہو تو سنو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی زبان سے میرا حال۔

خاک ہو عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی



امیر المجاہدین کی رضوی للکار

ابو البیان محمد جمیل الرحمن سعیدی رضوی

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

دنیا اسلام میں عشق ومحبت رسول کی آبیاری کرنے والی عظیم المرتبت شخصیات میں تابندہ نام حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔وہ اسم با مسمی تھے،سلف صالحین اور علماء حق کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عظمت رسول پر خوب اور قابل تقلید پہرہ دیا۔قادیانیت نواز ارباب حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق ادا کرتے رہے،قید و بند کی صعوبتیں بڑی خندہ پیشانی سے سعادت سمجھ کر برداشت کیں،اُف تک نہ کی،صبر و تحمل کی مثال قائم کر دی۔الاستقامہ فوق الکرامہ کا مصداق اتم تھے۔

آج عقل سلیم رکھنے والا ہر انسان اُن کی اچانک رحلت پر افسردہ،غمگین اور اشکبار ہے۔مسلک سے اختلاف اپنی جگہ لیکن یہ شخص جو کچھ کہتا اور کرتا تھا عشق رسول میں ڈوب کر کہتا تھا۔مخالفین بھی آفرین کہتے نہیں تھکتے۔ایسے میں ہر عاشق رسول دردناک کرب سے دوچار ہے،تعزیت کس سے کی جائے ہر فرد خود مستحق تعزیت ہے۔

وہ اپنے جانے کی خبریں دیتے رہے،قوم کو خبردار کرتے رہے،عشق رسول کی چنگاری کو سلگاتے رہے،سگان فرانس کو دھتکارنے کا سبق بھی دیتے رہے۔آج دشمنان اسلام کے لیے آپ کا نام پیغام موت بن گیا۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے یہ وار وار سے پار ہے

کلام اقبال و رضا کو نوک زبان پر رکھتے۔قوت حافظہ بڑا قوی تھا۔برمحل اشعار کی آمد ہوتی،دلوں کے تار چھیڑ کر عشق رسول کا طوفان برپا کر دیتے۔امام احمد رضا کی زبان فیض ترجمان میں دنیا اسلام کو بار بار یہ کہتے ہوئے اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

****

اُنھیں جانا اُنھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

رضوی صاحب جب یہ شعر پڑھتے تو اس میں'' اُنھیں'' کی بجائے ''اِنھیں'' کا لفظ بار بار پڑھ کر مقام مصطفیٰ ﷺ کو سامعین کے دلوں میں اتارتے تو عشق ومحبت کی دنیا میں بہار آجاتی۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی اور غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کے بالواسطہ فیض یافتہ تھے۔کلک رضا کے حامل تھے۔ماضی میں جب بھی لاہور جانا ہوا کئی اہم شخصیات کی زیارت سے شادکام ہوا۔حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مطب پر جاتے تو مسلک اہل سنت اور تعارف رضا کی بابت علمی رسائل کی سوغات کے ساتھ ساتھ خمیرہ گاؤ زبان کا تبرک بھی ملتا۔مکتبہ نبویہ پر علامہ پیرزادہ محمد اقبال فاروقی کے ہاں گئے تو نایاب کتب اور اکابر علماء ومشائخ کے دیدار کے ساتھ ساتھ چائے کا لنگر بھی حاصل ہوتا۔علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے مکتبہ قادریہ میں شرف ملت کی کچہری میں پہنچتے تو علمی سوانحی کتب اور اہل علم وقلم کی زیارت کے ساتھ ساتھ علمی واقعات اور اکابر کے تذکرے بھی سننے کو ملتے۔

۱۹۸۶ء کے بعد کا دور ہے شرف ملت سے حصول برکت اور غزالی زماں علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کی یادوں کے حوالے سے کئی ملاقاتیں ہوئیں،انہی دنوں ان کے کتب خانہ پر مولانا محمد طاہر تبسم حال مدرس جامعہ نظامیہ شیخوپورہ،مولانا محمد شہزاد مجددی مدظلہم اور مولانا حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ سے بھی ملاقات اور تعارف ہوا تھا۔اس ملاقات میں جہاں دیگر امور موضوع سخن رہے وہاں رضوی صاحب نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ اس دور میں تین شخصیات میری آئیڈیل ہیں۔ان کے مشن کو زندہ رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی جنھوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کی سرزمین پر سب سے پہلے حضور ﷺ کے منصب ختم نبوت کی حفاظت کے لیے قانونی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کر کے تحریک تحفظ ختم نبوت کا آغاز کیا تھا۔

۱۹۵۳ء میں علماء ومشائخ کرام نے اس تحریک میں روح پھونکی،مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے بڑھ چڑھ کر بڑی بے جگری سے کام لیا اور انھیں سزائے موت سنائی گئی،انھوں نے مسکرا کر اس سزا کا خیر مقدم کیا تو دنیا حیرت میں آگئی،اور ۷۴ میں جس استقامت سے پاکستان میں ہمارے علماء ومشائخ نے تحریک کا کام کیا بالخصوص مبلغ اسلام علامہ حافظ شاہ احمد نورانی صدیقی نے اس تحریک کو اندرون و بیرون ممالک کی عدالتوں میں قانونی طور پر منطقی انجام تک پہنچایا آفرین ہے صدیقی ہونے کا حق ادا کر دیا۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے عملی طور پر قوم کے ہر فرد کے دل و دماغ اور شعور میں اجاگر رکھا جائے تاکہ بیداری عمل میں آئے۔

نصف گھنٹہ کی نشست میں بھرپور گفتگو کے بعد جب رضوی صاحب چلے گئے تو شرف ملت نے بتایا کہ یہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی تھے ایک مسجد میں خطیب اور جامعہ نظامیہ کے فاضل ہیں۔۔جمعیت علماء پاکستان میں ہیں اور قائدین اہل سنت

کے زبردست عقیدت مند ہیں۔آپ اس وقت صحت مند تھے کھلے مزاج کے تھے۔لب و لہجہ میں گھن گرج اس وقت بھی تھی۔بات آئی گئی ہوگئی، جب آپ غازی ممتاز حسین قادری علیہ الرحمہ کے عظیم انمٹ کارنامہ کے بعد منظر عام پر آئے تو ماضی کے دھندلکوں سے آپ کا ذکر دل و دماغ میں ابھر آیا تھا یاد تازہ ہوگئی۔

دو سال قبل میں نے آپ کو موبائل فون سے کال کی تو آپ نے ابتدائی تعارف کے بعد کہا کہ آج کل تو مصروفیت زیادہ ہے،تحریک لبیک کا کام زوروں پر ہے،علامہ کاظمی کے تجرعلم حدیث پر لکھنا چاہتا تھا۔جامعہ فاروقیہ کے مولانا عبد الغفور صاحب کے پاس آپ کے دورہ حدیث کی تصریحات قلمی کا مطالعہ کیا(جو غالباً حافظ محمد امین سعیدی کی رقم کردہ تھی)کیا کمال کا مواد تھا،علامہ کاظمی علمی دنیا میں بڑے عظیم پائے کی شخصیت تھے اپنے دور میں اپنی مثال آپ تھے،انکا ثانی نہیں تھا۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

تحریک تحفظ ناموس رسالت کے عظیم ترین مجاہد تھے انہوں نے چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت کے استفسار پر جو بیان لکھا تھا جس میں اہانت رسول کی سزا کے بارے میں کتاب وسنت،اجماع اُمت اور تصریحات علماء اسلام سے واضح کیا کہ ہر شاتم رسول کی سزا قتل ہے۔اس میں کبھی کسی کا اختلاف نہیں۔اگر پاکستان میں امارت شرعیہ نافذ ہوتی تو آپ کے اس تاریخی بیان کو اہل اسلام کے چیف جسٹس کا فیصلہ قرار دیا جاتا۔یہ ہمارے لیے حجت ہے۔"من سب نبیا فاقتلوہ"جب عدالتیں فیصلہ سے عاری ہو جائیں اور ارباب عدل وانصاف بکنے لگ جائیں تو پھر مسلمان فیصلے کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

آپ کی اچانک وفات پر تمام تفصیلات یادوں کی کہکشاں کے طور پر دل و دماغ میں گھومنے لگ گئیں۔اہل قلم حضرات نے کافی کچھ تحریر فرمایا جو ابھی بھی اس سے کم ہے جو مستقبل میں لکھا جاتا رہے گا۔آپ کا یہ پیغام آج ہر ایک کے مشام جاں کو معطر کیے ہوئے ہے کہ

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے ۔۔۔ دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے

ان دو مواقع کو احاطہ تحریر میں لانے کی سعادت حضرت علامہ سید صابر حسین شاہ صاحب مدظلہ کے فرمان کی تعمیل ہے جو دو دن قبل آپ کی خدمت مین غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہ کے مقالات کاظمی پر کچھ لکھنے کی استدعا کی تو آپ نے پوچھا کہ رضوی صاحب سے کبھی ملاقات ہوئی ہے تو ضرور قلم بند کرکے جلدی روانہ کریں حالات زندگی اور کردار وسوانح پر کافی مواد جمع ہو چکا ہے"الخاتم" کا عظیم امیر المجاھدین نمبر زیر ترتیب ہے،اللہ تعالیٰ سید السادات حضرت علامہ سید صابر حسین شاہ صاحب اور ان کے تمام رفقاء کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے امیر المجاھدین اور ختم نبوت کے زریں پیغام کو عام کرنے کے لیے پوری دنیا کو علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی حیات مستعار کے آئینہ میں کردار سازی کی دعوت دے دی ہے۔ہر عاشق رسول کے گھر ایک خادم حسین رضوی جنم لے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ اللھم تقبل بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آٹھواں باب

اقبالیات

علامہ اقبال کا عقیدہ ومسلک امیر المجاہدین کے ارشادات کی روشنی میں

مولانا حافظ فرمان علی (کامرہ کینٹ، فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ)

اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں ﷺ کو معبوث فرما کر پیغام توحید اکمل والم فرما دیا اب قیامت تک آپ ﷺ کی تعلیمات ہی راہ ہدایت اور نجات ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے ذریعے اسلام کی کرنوں کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلایا ایسے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت کو ڈالا جنھوں نے ہر قسم کی سختیاں برداشت کرنے کے باوجود زندگی کے ہر موڑ پر خدمت اسلام کی شمع کو روشن رکھا۔ باطل وطاغوتی قوتوں نے جب اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی شازشیں کیں تو اہل حق نے ہر محاذ پر اس کا دفاع کیا اور اسلام کی اصلی وروشن تصویر کے نقوش کو مٹنے نہیں دیا۔

برصغیر پاک وہند میں بھی مختلف ادوار میں متعدد طریقوں سے اسلام کی عمارت میں نقب زنی کرنے کی کوششیں ہوئیں مگر شمع رسالت کے پروانوں نے ہر آن دین حق کے پرچم کو بلند رکھا۔ اکبری فتنہ اٹھا تو شیخ سرہندی مجدد الف ثانی نے اس کا توڑ کیا۔ نجریت ونجدیت کا آغاز ہوا تو امام اہلسنت فاضل بریلوی برہنہ تلوار بن کر میدان عمل میں اترے۔ قادیانیت کے جراثیم نے اسلام کی تصویر کو دھندلا کرنے کی ناکام کوشش کی تو تاجدار گولڑہ حضرت مہر علی شاہ عظیم مجاہد بن کر اس فتنے کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔

1857ء میں انگریز کے تسلط کے بعد اس خطہ میں مسلمانوں کے لیے جہاں دیگر کئی مسائل پیدا ہوئے وہاں مذہبی طور پر بھی مسلمانوں کے عقائد کو برباد کرنے کے لیے کئی حربے آزمائے گئے لیکن باطل کو ہر میدان میں شکست فاش ہوئی اور مجاہدین نے ہر انداز میں اسلام کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا انہی مجاہدوں میں ایک نمایاں نام ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم کا ہے جنھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اپنی نسل کے نوجوانوں تک اسلام کا صحیح پیغام پہنچایا اور انہیں دامن مصطفی سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے ہوئے حرمت نبی پر کٹ مرنے کے جذبہ سے آشنا کیا اور عقائد اہلسنت جو کہ درحقیقت صحابہ کے مقدس درسے امت میں تواتر سے چلے آرہے ہیں کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا مگر افسوس ہے کہ ہم اقبال کے اس پیغام سے ناآشنا رہے لیکن قدرت نے امیر مجاہدین کی صورت میں ہمیں کلام اقبال کا شارح اور فکر اقبال کا ترجمان عطا فرمایا، جنھوں نے اپنے خطبات کے ذریعے اقبال کے پیغام محبت مصطفی ﷺ کو خوب عام کیا اور اقبال کے عقائد کی بھی وضاحت فرمائی۔

تعظیم نبی شرک نہیں ہے

کچھ لوگوں نے نبی علیہ السلام کے دامن سے امت کے رشتے کو کمزور کرنے کے لیے توحید کی آڑ لے کر نبی علیہ السلام کی تعظیم کو شرک قرار دیا تو قلندر لاہوری نے ان کا رد فرمایا حضور امیر مجاہدین فرماتے ہیں

اقبال تصوراتی دنیا میں مدینہ گیا۔ جاکر در رسول ﷺ پر سر رکھ دیا اس وقت کا حکمران عبد العزیز آیا کہنے لگا اقبال

توں تو مشرک ہو گیا ہے حضور ﷺ کو تم نے سجدہ کر دیا ہے اقبال بولا

سجودے نسبت اے عبدالعزیر ایں

بروہم از مشرہ خاک در دوست

کہا عبدالعزیز تیرا دماغ خراب ہے اب کیسے شرک کرنا ہے،عبدالعزیز کہنے لگا سر توں نے جھکایا ہوا ہے اور پھر سجدہ کیا ہوتا ہے؟ اقبال نے کہا کہ میں در رسول ﷺ پر سر اس لیے جھکایا ہے کہ جو حضور ﷺ کے در پر خاک پڑی ہے میں اپنی پلکوں سے اس کی صفائی کروں۔

نبی ﷺ سے نسبت والی خاک بھی افضل ہے

اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ روضہ انور میں جو خاک مقدس نبی علیہ السلام کے جسم انور سے مس ہو رہی ہے وہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔اسی کو قلندر لاہوری نے بیان فرمایا

دل زعشق اوتوانا می شود

خاک معمد وش ثریانی شود

اقبال کہتا ہے مٹی میں بھی اگر حضور ﷺ کی محبت آجائے تو عرش بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ علیہ السلام کی غلامی عظمت کا سبب ہے

نبی علیہ السلام کی غلامی انسان کے لیے سب سے بڑی عظمت ہے اس درجے میں سب سے اول مقام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ہے کیونکہ صحابیت ایک ایسا وصف جو سب اوصاف سے افضل ہے نمازی، حاجی تو آج بھی معاشرے میں ہیں مگر صحابی کوئی بھی نہیں۔اس لیے کہ یہ ایک ایسی فضیلت ہے۔کہ اب قیامت تک یہ اعزاز کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔اور اسلام کی خدمت میں جو کارنامے ان نفوس قدسیہ نے سرانجام دیئے ان کی مثال پیش کرنا بڑا مشکل ہے اس کو قلندر لاہوری نے یوں بیان فرمایا۔

ہر کجا ہنگامہ عالم بود

رحمت العالمین ہم بود

حضور امیر مجاہدین اس کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ اقبال کہتا ہے، جہاں بھی بڑی بات ہو گی وہاں حضور علیہ السلام کا غلام ہو گا۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر ایک حبشی کی نعت کا شعر لکھا ہوا ہے جس کا حضرت حسان نے عربی میں یوں ترجمہ کیا ہے:

حضور قیامت تک جتنی بھی بڑی باتیں ہوں گی کسی کو پیش نہیں کیا جائے گا آپ کی برکت سے آپ کے غلاموں کو

پیش کیا جائے گا۔

اقبال اور ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امت کا کوئی بھی فرد جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو اپنے دکھوں کے مداوا کے لیے اپنے پیارے نبی علیہ السلام کو پکارتا ہے ان کی خدمت میں اپنی عرض پیش کرتا ہے کیونکہ رب کی بارگاہ میں جو مقام اما الانبیاء علیہ السلام کا ہے وہ کسی کا نہیں۔صحابہ کرام کا نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں بارش کا سوال کرنا بخاری شریف سے ثابت ہے لیکن کچھ لوگ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اسے توحید کے منافی گردانتے ہیں حالانکہ امت کے اکابرین اس کے جواز کے قائل ہیں علامہ اقبال نے اپنی لے کی پیروی کرتے ہوئے کہا۔

باخدا در پردہ گویم باتو گویم آشکار

یارسول اللہ او پنہاو تو پیدائے من

حضور امیر المجاہدین نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ کے سامنے یارسول اللہ، اللہ تو پردے میں بات کرتا ہوں آپ سے آمنے سامنے بات کرتا ہوں کیوں جی اقبال مولوی ہے اقبال تو یورپ سے پڑھ کر آیا ہے ہمارے ساتھ تو تم اختلاف کر سکتے ہو، یارسول تو اقبال نے بھی کہا ہے۔اقبال کہتا ہے:

مسلمان آں فقیر کج کلاہے

رمید از بستہ او شور آہے

دلش نلد چرا نلد ؟ نداند

نگاہے یارسول اللہ نگاہے

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں

اہلسنت و جماعت کے علماء کرام کا اس بات پر جماع ہے کہ نبی علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام کے پہلے جانشین وخلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ اول تسلیم کرتے ہیں جبکہ اہلسنت کے نزدیک وہ خلیفہ رابع ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں جو بعض لوگوں نے نکالا کہ ہم سیدنا صدیق اکبر کو خلیفہ مان کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائل کے منکر ہو گئے ہیں نعوذ باللہ اسی ذہنیت کے لوگوں کا رد کرتے ہوئے اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

از سہ نسبت حضرت ذہرہ عزیز

نور چشم رحمۃ المعالمین

آں امام اولین و آخرین
بانوئے آن تاجدار چل آتی
مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا

اس کی تشریح کرتے ہوئے حضور امیر المجاہدین فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر شراب کا قطرہ کسی کنوئیں میں گر جائے پھر کنوئیں کا پانی کسی فصل کو لگے پھر بکری اس فصل کو کھا کر دودھ دے تو علی اس بکری کا دودھ پینے کو تیار نہیں ۔ یہ ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بھنگ پینے والوں کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ نے یہ شان عطا فرمائی ہے کہ آپ ایک رکاب پاؤں میں رکھتے تھے تو دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے پورا قرآن پاک ختم کر لیتے تھے ہم اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازیں پڑھیں ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں ہیں تو بتا تینوں کو نکال کر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو نے کیا مانا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اس وقت موجود تھا جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے کون نماز پڑھائے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے میں اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھا حضور ﷺ کے گھر میں موجود تھا تو حضور علیہ السلام نے اس وقت فرمایا تھا مروا ابابکر فلیصل بالناس فرمایا ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو مولائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس صدیق کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لیے منتخب کیا اس صدیق کو علی اپنی دنیا کے لیے پسند کرتا ہے

اہل سنت کا بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ عطرت رسول اللہ کی

کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطنت کے لیے گئے

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام عالی مقام کا کربلا میں جانا سلطنت کے لیے تھا اور یہ دو شہزادوں کی جنگ تھی (نعوذ باللہ) اگر ان کی یہ بات درست مان لی جائے تو اس عظیم قربانی کی حیثیت نہیں رہتی جبکہ اہلسنت کے نزدیک شہزادہ رسول اپنے نانا کے دین کے تحفظ اور حدود اللہ کے قیام کے لیے کربلا میں تشریف لے گئے۔ ورنہ دنیاوی سلطنت کی ان کی نظر میں کوئی وقعت نہیں اس کو قلندر لاہوری نے یوں بیان فرمایا

مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نکردے باچنیں سامان سفر

دشمنان جو ریگ صحرا لاتعد

دوستان او بیزداں ہم عدد

حضور امیر المجاہدین اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یزیدی ٹولہ کہتا ہے کہ وہ سلطنت کے لیے گئے تھے اقبال کہتا اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطنت کے لیے گئے ہوتے تو شیر خوار بیٹے لے کر جنگ کے لیے کوئی نہیں جاتا وہ اس طرح بے سروسامانی میں نہ نکلتے بلکہ دیگر سامان واسباب سے قطع ساتھیوں کی تعداد کے اعتبار سے دیکھے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مخالفین کا لشکر لاتعداد تھا مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف بہتر (72) نفوس تھے

تا قیامت قطع استبداد کرد

موج خون او رچمن ایجاد کرد

اقبال کہتا ہے کہ یہ تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام تھا کہ تا قیامت ظالموں کا پنجہ توڑ گئے پوری سلطنت ایک طرف کھڑی ہو حسین اکیلے ہی ان کا پنجہ توڑ دیتے ہیں۔

شان وعظمت اہل بیت اطہار

نبی علیہ السلام سے نسبت وتعلق کی وجہ سے ہر شے کا مقام دیگر اشیاء سے جداگانہ ہوتا ہے نبی علیہ السلام کے متعلق وہ صحابہ کبار ہوں یا اہل بیت اطہار سب کے سب ہی قابل تعظیم وتکریم ہیں کچھ لوگ صحابہ کی عظمت کے تو گن گاتے ہیں مگر اہل بیت کا اکرام ان کے دل میں قطعاً نہیں ہے اس کے برعکس کچھ وہ ہیں جو محبت اہل بیت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر صحابہ کے متعلق ان کے دل میں بغض بھرا ہوا ہے یہ دونوں گروہ افراط وتفریط کا شکار ہیں جبکہ اہل سنت و جماعت جس طرح صحابہ کرام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس طرح ان کے دل محبت اہل بیت سے بھی مزین ومنور ہیں۔قلندر لاہوری فرماتے ہیں:

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز

از سر نسبت حضرت زہرا عزیز

نور چشم رحمۃ العالمین

آں امام اولین و آخرین

بانوئے آں تاجدار ھل اتی

مرتضی مشکل کشا شیر خدا

مادر آں مرکز ہر کار عشق

ماد ر آں کا روان سالا ر عشق

آں یکے شمع شبستان حرم
حافظ جمعیت خیر الامم

حضور امیر المجاہدین فرماتے ہیں:

اقبال کہتا ہے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تو ہم نے ایک وجہ سے محبت کی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہیں۔حضرت سیدہ فاطمۃ الزھرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہم نے تین وجہ سے محبت کی ایک تو رسول اللہ کی لخت جگر ہیں دوسرا مولائے کائنات کے نکاح میں ہیں اور تیسرا امام حسن وحسین کی امی جان ہیں

کیا بات رضا اس چنستان کرم کی
زھرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول
بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دو اے حسن
یوں کیا کرتے ہیں سنی داستان اہلبیت
زخم کھانے کو تو آب تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنان اہل بیت

داتا علی ہجویری اقبال کی نظر میں

سید ہجویر مخدوم اُمم
مرقد او پیر سنجر را حرم

اقبال کہتا ہے کہ داتا صاحب کی قبر سلطان الہند کے لیے حرم کا درجہ رکھتی ہے فرمایا جب آپ داتا صاحب جائیں گے چالیس دن پاؤں میں بیٹھیں گے۔میں نے کہا سلطان الہند شرک سیکھنے آئے ہیں یا توحید سیکھنے آئے؟ آج کہا جائے کہ داتا صاحب جارہے ہیں تو کہتے ہیں وہاں تو شرک ہوتا ہے میں نے کہا سلطان الہند کہاں سے چلے چالیس دن پاؤں میں بیٹھے رہے کیا داتا صاحب شرک کا فیض دیتے رہے ہیں اس نے کہا نہیں۔ایسی توحید کا فیض دیا کہ پرتھوی راج کے تالاب کے اردگرد بت کو کھڑا تھا۔آگے دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق خواجہ صاحب نے اس بت کو فرمایا میں نے وضو کرنا ہے جالوٹا بھر کر لے آ۔ داتا صاحب کے اردگرد آج لوگ دعوت توحید کے اشتہار لگاتے ہیں میں نے کہا تجھے آج توحید سمجھ آئی چودہ سو سال کے بعد باکان امت کو توحید سمجھ نہیں آئی

بندپائے کوسہار آں گیسخت
درزمین ہند تخم سجدہ ریخت

اقبال کہتا ہے داتا علی ہوہجویری رحمۃ اللہ پہاڑ اور دریا عبور کر کے غزنی سے چل کر لاہور آئے ،شرک پھیلانے نہیں آئے یہاں لاالاالااللہ محمد رسول اللہ کا بیج بونے آئے

عہد فاروق از جمالش تازہ شد
حق زحرف او بلند آوزہ شد

اقبال کہتا ہے داتا علی ہجویری نے اسلام کی اتنی خدمت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کی یاد تازہ کر کے رکھ دی۔

ماشق وہم قامہر طیار عشق
از جنبش آشکا دا سرار عشق

اقبال کہتا ہے کہ خود بھی حضور علیہ السلام کے عاشق تھے اور یہاں آ کر عشق رسول ﷺ کی دعوت دی داتا صاحب کی پیشانی دیکھ کر لوگ حضور علیہ السلام کا کلمہ پڑھ جاتے تھے لوگوں کو آج توحید سمجھ آئی اقبال کو بھی سمجھ نہیں آئی وہ داتا صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ماز مہر او ناہندہ گشت

خاک پنجاب داتا علی ہجویری کے دم قدم سے زندہ ہے اور قیامت تک پنجاب کی سرزمین داتا علی ہجویری کے سورج سے زندہ رہے گی۔

امت کی ترقی کا راز محبت رسول میں ہے

آج امت رسول ﷺ تنزلی وپستی کا شکار ہے ہر طرف مسلمانوں کی چیخ وپکار سنائی دے رہی ہے۔ان کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے مگر افسوس کہ کہ امت ان مسائل سے نکلنے کے لیے سنجیدہ نہیں ہے وہ مغرب کی پیروی کو اپنی ترقی سمجھتی ہے اور کہیں مادی وسائل کو مگر قلندر لاہور نے اس کا حل یوں پیش فرمایا۔

زاں کہ ملت لا حیات از عشق اوست
برگ وساز کائنات از عشق اوست

اقبال کہتا ہے اگر امت دوبارہ زندہ ہونا چاہتی ہے پورے کفر کو لتاڑنا چاہتی ہے پوری دنیا پر دین کو غالب کرنا چاہتی ہے تو پھر ایک ہی طریقہ ہے اپنے دلوں کے اندر حضور ﷺ کی محبت پیدا کرو

روح ایمان مغز قرآن جان دین
ہست حب رحمۃ العالمین

درس نظامی کا اقبال شناس نقشبندی قلندر

محمد ظفر الدین برکاتی
مدیر اعلیٰ ماہ نامہ کنز الایمان دہلی

حضرت مولانا خادم حسین رضوی لاہوری کو ہم ان کی دونوں درسی کتابوں'' تیسیر ابواب الصرف اور تعلیلا ت خادمیہ'' سے ہی جانتے تھے لیکن نومبر 2017ء کے بعد تحریک ختم نبوت کے عالمی شہرت یافتہ خادم حسین کی حیثیت سے بھی جاننے لگے، ہمیں ان کی اقبالی تقریریں پہلے بھی پسند تھیں اور آج بھی پسند ہیں، آن کی تقریریں سن کر ہی ہم انھیں درس نظامی کا اقبال شناس نقشبندی قلندر کہتے ہیں اور لکھتے بھی ہیں کیونکہ درس نظامی کے ایک باقاعدہ معلم و مدرس اور کسی مسجد کے ایک باضابطہ خطیب کی ہم نے اقبالیات پر اتنی اچھی اور چشم کشا پکڑ نہیں دیکھی ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق آپ کے علاوہ کوئی دوسرا مدرس اور خطیب نہیں جسے قلندر لاہوری علامہ اقبال کے اتنے سارے اشعار یاد ہوں اور کمال کی بات یہ ہے کہ روانی سے اقبالی طمطراق کے ساتھ پڑھے جارہے ہیں اور مجمع کے سکوت کے سمندر میں اقبالی جاہ و جلال کے بھاری پتھر پھینکتے جارہے ہیں، انھیں سن کر دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ، جماعت اہل سنت کو ان کا اقبالی نعم البدل عطا فرمائے (آمین)

مولانا خادم حسین رضوی صاحب (22 جون 1966-19 نومبر 2020) کی تدریسی تقریر ہم نے کبھی نہیں سنی اور تعلیمی خطاب نہیں سنا ہے لیکن تحریک ختم نبوت کے شہ نشینوں پر جس شان سے خطاب کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کے تناظر میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ مولانا خادم حسین رضوی کی شکل میں علامہ عبد الستار خان نیازی اور علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی بول رہے ہیں اور مفتی عبد القیوم ہزاروی، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، علامہ محمد رشید نقشبندی، علامہ محمد صدیق ہزاروی اور علامہ عبد الستار سعیدی کی روحانی سرپرستی و پشت پناہی بھی حاصل ہے جو کہ آپ کے اساتذہ ہیں، جب حدیث رسول کو خادمانہ انداز میں پڑھنے لگتے ہیں تو ہمیں اپنے استادِ محترم حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی گیاوی صاحب کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو اپنے مادر علمی جامعہ اشرفیہ مبارک پور (بھارت) کے شیخ الحدیث تھے، ابھی طبیعت کی خرابی کے باعث گھر پر آرام کر رہے ہیں۔

مولانا خادم حسین رضوی بھی اپنی مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے قابل قدر استاد تھے، حدیث خوانی کے حوالے سے یہ پہلو بھی ہمارے لئے علمی کرامت اور عقیدت مندانہ کردار سے کم نہیں کہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب فتاوی رضویہ جلد اول کے عربی خطبے کو جس انداز سے اور جس لب و لہجے میں لہرا کر پڑھتے ہیں، وہ اپنے آپ میں منفرد ہے اور تدریسی فہم و فراست کا آئینہ دار بھی ہے۔ اب ہم دو باتیں اپنے قارئین سے مزید عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں پہلی یہ کہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب تحریک ختم

نبوت کے رہنما تسلیم کیے جانے سے پہلے بیس سالوں تک جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کے زبردست معلم رہے، مجلس علمائے نظامیہ اور فدایان ختم نبوت کے برسوں مرکزی امیر رہے اور سالوں دار العلوم انجمن نعمانیہ کے سرپرست ونگراں رہے لیکن انھیں اپنے عملی حلقے کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا حالانکہ یہ بھی بالواسطہ تحفظ ختم نبوت کا عملی حصہ ہے لیکن جیسے ہی نومبر 2017 میں تحریک ختم نبوت کے براہ راست عملی تحریکی خادم بنے تو پھر پوری دنیا نے دیکھ لیا، سن لیا، سمجھ لیا، اور پھر مینار پاکستان کو گواہ بنا کر عقیدہ اسلامی کا یہ سبق بھی پڑھا دیا کہ

''کچھ جنازے بھی سواد اعظم کی عملی تصویر پیش کرتے اور تصویری تفسیر بیان کرتے ہیں''

اور اپنی منصبی ذمے داریوں سے غافل علمائے دین کو بھی یہ پیغام دے دیا کہ

''رضوی ہو کہ اشرفی، قادری ہو کہ چشتی، مخدوم ہونے کے لئے خادم تحریک ناموس رسالت ہونا لازمی ہے''

واوین کے یہ تاریخی جملے ہم نے بطور خراج عقیدت، عوامی ذرائع ابلاغ پر اسی وقت لکھے جب مینار پاکستان کی وسعتوں کو مات دینے والے مجمع کو دیکھ کر دنیا حیرت میں تھی اور عاشقان رسول مختلف انداز میں رشک اسلامی کے گلدستے پیش کر رہے تھے، دوسری بات یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دربار سائیں کی مسجد، مسجد رحمت للعالمین، مسجد شاہ ابو المعالی اور پیر مکی مسجد داتا دربار لاہور میں بھی مولانا خادم حسین رضوی نے برسوں اپنے ایمان افروز اقبال انگیز عالمانہ خطاب کا جلوہ دکھایا لیکن جس خطاب نے انھیں دین و دنیا کی باعزت شہرت اور مشرق ومغرب میں مقبولیت عطا کی، وہ تحفظ ختم نبوت کی اعانت وحمایت میں ہونے والا مومنانہ اقبالی خطاب تھا جس کی اردو پنجابی بازگشت ایک ساتھ عرب وعجم اور مشرق ومغرب میں سنائی دیتی رہی اور برسوں بعد بھی جسے اہل ایمان محسوس کرتے رہیں گے۔



علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ اقبال کے مردمؤمن کا مجسم پیکر حسین

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق ☆ یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

محمد نظام الدین رضوی

مدیر: الامین باریہ درس نظامی مدرسہ، چاٹگام، بنگلادیش

نائب صدر: اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن، بنگلادیش

حکیم الامت علامہ اقبال نے اپنے کلام میں جا بجا جس مردِ مومن کی تصویر کھینچی ہے وہ اس طرح کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ وہ مردِ مومن قرآن وحدیث کا پابند ہے، اس پر قرآن کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ وہ جلال و جمال کا مجموعہ ہے۔ وہ پیکرِ صبر ورضا ہے، حلیم الطبع اور منکسر المزاج ہے۔ وہ حق کے لیے موم اور باطل کے لیے شعلہ جوالہ بن جاتا ہے۔ وہ جرات مند، بے خوف اور حق گو ہوتا ہے۔ اسے نہ جابر وقاہر انسان خوفزدہ کر سکتے ہیں اور نہ موت اسے ڈرا سکتی ہے۔ وہ ایمان کی قوت سے حق وصداقت کا پرچم بلند کرتا ہے اور شر کی قوتوں کے مقابلہ میں پوری قوت کے ساتھ اس طرح ڈٹ جاتا ہے کہ انہیں پسپا ہونا پڑتا ہے۔ اور پھر معاشرہ اسی نصب العین کی جانب رجوع کرتا ہے۔ جو مردمومن کا مقصودِ زندگی ہے۔ وہ عشق کو عقل پر ترجیح دیتا ہے اور جو عشق تابع عقل ہو اسے خام خیال کرتا ہے، وہ مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر عشق کی خاطر ظلم وستم سہتا ہے۔ وہ حیات وکائنات کے قوانین کا اسیر نہیں بلکہ حیات وکائنات کو اسیر کرنے والا ہے۔

ان بڑی بڑی اور اہم صفات کے علاوہ اقبال کے مردمؤمن میں عدل، حیا، خوفِ خدا، قلب سلیم، قوت، صدق، قدوسی، جبروت، بلند پروازی، پاک ضمیری، نیکی، پاکبازی وغیرہ شامل ہیں۔ اس دورِ اخیر میں مذکورہ بالا تمام اوصاف جس مرد قلندر میں نظر آتی ہے وہ صرف اور صرف علامہ خادم حسین رضوی ہے۔ یقیناً وہ ایک سچے پکے عاشق رسول تھے، جنہیں مخالفین بھی ماننے پر مجبور ہو گئے، ناموس رسالت کے تحفظ اور دفاع صحابہ کرام کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بھی غلط نہ ہوگا کہ آپ نے تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنی زندگی گزار دی۔ جب لوگ حرمت رسول کا سودا کر رہے تھے اس وقت آپ حرمت رسول کے تحفظ کے لئے کھڑے رہے۔ یقیناً آپ اہل سنت وجماعت کے ایک عظیم لیڈر وقائد تھے۔ نڈر وبے خوف ہو کر مسلک اعلیٰ حضرت کو اجاگر فرماتے رہے۔ زندگی کے آخری دم تک مسلک حق کے لئے جہاد کرتے رہے۔ اس معاملے میں کبھی بھی باطل کا ساتھ نہیں دیا۔ آپ کا بیان وتقاریر آج بھی عاشق مصطفی ﷺ کے سینوں میں جلوہ گر ہے۔ ان کا انداز بڑا سخت تھا کیوں کہ گستاخان رسول کے لئے جو رویہ وانداز اپنانا چاہئے وہی ان کا انداز تھا۔

دراصل آپ کے انتقال کے بعد جو خلا پیدا ہوا اسکو پورا کرنا محال ہے، کیونکہ ایسا امام اور مجاہد صدیوں بعد جنم لیتا

ہے۔علماء تو منبر ومحراب میں کھڑے ہو کر حقانیت کو بیان کرتے ہیں۔اور آپ وہ ہستی ہیں جو مینار پاکستان میں حقانیت کو بیان فرمائیں،جس سے ایوان مملکت بھی لرز رہا تھا۔یوں تو ہر بندے کو دنیا سے جانا ہے لیکن آپ وہ کردار ادا کر کے گئے ہیں کہ مورّخ جب بھی تاریخ دہرائے گا آپ کی خدمت کا ذکر ضرور کرے گا۔خاص کر کے زندگی کے آخری مرحلہ میں جو خدمات آپ نے انجام دیئے وہ قابل فراموش نہیں۔جنازے کی اتنی بڑی تعداد آپ کی مقبولیت کی دلیل ہے۔کیوں کہ جو مصطفی کا غلام بن جاتا ہے،آنے والی نسلوں کا امام بن جاتا ہے۔

دعا ہے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں باری تعالی آپ کی خدمات عالیہ کو قبول ومنظور فرمائے۔آمین۔



فکر اقبال کا حقیقی ترجمان

مولانا محمد سلیم نظامی
ناظم اعلیٰ مجلس علماء نظامیہ ضلع لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مت سہل اسے جانو پھرتا ہے فلک برسوں
پھر خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

برِصغیر پر فرنگی قابض ہوئے تو ان کی اولیں ترجیح برِصغیر سے مسلمانوں سیہزار سالہ تاریخ کو مسخ کرنا، امتِ مسلمہ کی تہذیب، ثقافت کو تہہ بالا کرنا، اور امتِ مسلمہ کی نسلِ نو کے قلوب اذہان سے اسلام کی روشن تعلیمات سلاطین اسلام اور سپہ سالارانِ اسلام کے روشن کردار کو مٹا کر شکوک وشبہات کو پیدا کرنا تھا۔

ظلم کا ہر حربہ آزما لینے کے بعد بالآخر فرنگی تھنک ٹینک اس نتیجہ پر پہنچا کہ مسلمانان برِصغیر کی جسمانی شکست وبخت سے زیادہ ضروری ان کی فکری تباہ کاری ہے اس کی ہی ذہنیت کی عکاسی کرتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز ویمن سے نکال دو

گویا برِصغیر پر قابض ہو جانے کے بعد انگریز کے سامنے دو ہدف تھے ایک تو مسلمانانِ برِصغیر کے اجسام سے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکالنا اور دوسرا فکرِ عرب کو فرنگی تخیلات میں تبدیل کرنا۔

اپنے ان مکروہ اور مذموم مقاصد کے حصول کے لیے اس کا پہلا حملہ مسلمانوں کے سیاسی نظام پر جبکہ دوسرا وار مسلمانوں کے نظامِ تعلیم پر تھا۔ دفتری زبان کو یکسر بدل کے رکھ دیا جس کی وجہ سے مسلمانان ہند کی ہزار سالہ تاریخ چھپ کر رہ گئی اور نظامِ تعلیم کے بدلنے سے مسلمانانِ ہند کی فکر کو فرنگی تخیلات کے غلاف میں لپیٹنا اور روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بدن سے نکالنا آسان ہو گیا۔ بقول اقبال:

اک لرد فرنگی نے کہا اپنے پسر سے
منظر وہ طلب کر کہ تیری آنکھ نہ ہوسیر

سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہوجائے ملائم تو جدھر چاہ اسے پھیر
سونے کا ہمالہ ہوتو مٹی کا ہے اک ڈھیر
مرد فرنگی نے جو نصیحت اپنے بیٹے کو کی

تابع فرماں بیٹے نے حرف حرف قبول کیااور اس پر محل کرتے ہوئے امتِ مسلمانان برِصغیر کی تاریخ مسخ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا۔

ان ایامِ شکست وبخت میں امتِ مسلمہ کو بالعموم اور مسلمانانِ برِصغیر کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لیے بالخصوص علامہ اقبال جیسا مردِ درویش ومردِ قلندر عطا کیا۔ بقولِ اقبال:

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر اٹھتے ہیں جواب آخر
میخانہ یورپ کے دستور نرالے ہیں
لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر
تھا ضبط بہت مشکل اس سیل ھالی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر

بس اس مردقلندر کا اسرار کتاب سے پردہ اٹھانے کی دیر تھی کہ مسلمانان برِصغیر اپنے حق کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور بالآخر مملکتِ خداداد پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ مدینۃ الرسول ﷺ کے بعد یہ دوسری نظریاتی ریاست تھی جو کلمہ کے نام پر معرضِ وجود میں آئی۔ پاکستان تو بن گیالیکن پسرِلرد فرنگی اپنے مشن سے پیچھے نہیں ہٹا بلکہ مختلف حیلوں، بہانوں سے اس ملک کے سیاسی، عدالتی، تعلیمی اور معاشی نظام میں محل رہااور ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان تو بن گیالیکن پاکستان کا جوخواب علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح نے دیکھا تھا وہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا۔ ان اکابرین کا خواب تو یہ تھا کہ پاکستان اسلام کا قلعہ اور عملی تجربہ گاہ ہوگی، یہ ایسا ملک ہوگا جہاں اسلام مکمل طور پر نافذ ہوگا اور یہ ملک عالمِ اسلام کی ترجمانی کرے گا لیکن افسوس کہ

منزل انہیں ملی جوشریکِ سفر نہ تھے

نتیجتاً جس ملک کو اسلام کی عملی تجربہ گاہ بننا تھا اس ملک میں اسلام کو دیس نکالا ملنے لگا، شعائرِ اسلام مسخ ہونے لگے، نظامِ تعلیم سے قرآنی آیات کو نکالا جانے لگا، مسجد کے لاؤڈ اسپیکر اتر گئے، علماء کی آواز کو دبا دیا گیا، ناموسِ رسالت، ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے مقدس اور عظیم عقیدے پر نقب زنی ہونے لگی، بے حیائی کو فروغ ملنے لگا، ستم بالائے ستم یہ کہ علامہ اقبال قلندرِ لاہوری جیسے عظیم شاعر اور مفکر و مصورِ پاکستان، جنھوں نے اپنی ساری زندگی اس عظیم ملک کے حصول کے لیے کوششوں میں گزار دی اپنے کلام کے ذریعے مسلمانانِ برصغیر کے دلوں کو تازہ ولولہ دیا۔ جوامتِ مسلمہ کی ذہنی وجسمانی آزادی کے لیے ہر وقت اضطراب و پریشان رہتا اور شب وروز انہی کوششوں میں رہتا کہ کیسے مسلمانانِ ہند کو فرنگی تسلط سے آزادی دلوائی جائے۔ بقولِ اقبال:

اضطراب ہر دم میری تقدیر رکھتی ہے مجھے
گفتگو میں لذت تنویر رکھتی ہے مجھے
سرمہ بن کے چشمِ انساں میں سجا جاؤں گی میں
رات نے جس کو چھپا رکھا ہے دکھلاؤں گا میں

افسوس کے انہی کی تعلیمات کو چھپا دیا گیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستانی قوم کو قرآن وحدیث کے ساتھ کلامِ اقبال بھی حفظ کروایا جاتا اور جوخودی وغیرت کا درس اقبال نے دیا تھا نونہالانِ چمن کو وہ سبق ازبر کروایا جاتا اقبال نے یورپ کے جس مکر وفریب سے پردہ اٹھایا تھا وہ قوم کو بتائے جاتے۔ بقولِ اقبال:

جہاں بانی سے پہلے دشوار تر کار جہاں بینی
مگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا
نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہین کا جگر پیدا
تیرے سینے میں ہے پوشیدہ لازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز وساز زندگی کہہ دے

صد حیف کہ جس نوائے برق بار نے مسلمانوں کے سینوں میں شاہین کا جگر پیدا کرنا تھا اس کو چھپا دیا گیا، اور بات صرف مکڑا اور مکھی، پہاڑ اور گلہری اور لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری'' تک محدود ہوگئی، اقبال کے فلسفہ خودی اور نظریہ اسلام و پاکستان کو توڑ مروڑ کے پیش کیا جانے لگا، یوم اقبال کی چھٹی منسوخ کردی گئی، یوم اقبال کے موقع پر سرکاری، پرائیویٹ ٹی وی چینلز پر بیٹھ کے فکر اقبال کی ترجمانی وتشریح وہ لوگ کرنے لگے جنہیں کلام اقبال کا ایک شعر بھی ڈھنگ سے یاد ہے نہ

ڈھب سے پڑھنا آتا ہے، ایسے میں کسی مرد قلندر اور مرد درویش کی ضرورت تھی جو فکر اقبال کا حقیقی ترجمان ہو، کلامِ اقبال کی روح کو لوگوں کے دل و دماغ میں اتار سکے، اور فکر اقبال کے وہ پہلو جو اغیار کی مکاریوں اور اپنوں کے بے جا مصلحتوں میں چھپ چکے تھے انہیں دوبارہ آشکار کرنے اور نسل نو کو بتائے، فکر اقبال کی حقیقت کیا ہے، قانونِ فطرت ہے کہ وقت کے ہر فرعون کے مقابلہ میں اللہ رب العزت مردانِ حق کو ضرور بھیجتا ہے، عصر حاضر میں یہ سعادت امیر المجاہدین، سند المحدثین، استاذ العلماء، بطلِ حریت، قاطع بدعت و قادیانیت، محافظِ ناموسِ رسالت، فکرِ اقبال کے حقیقی ترجمان، وارثِ علوم اعلحضرت، حافظِ اقبال، امام احمد رضا سیدی، مرشدی استاذی حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ آئی۔ وقت کے چار بادشاہوں سے ٹکر لی اور ہمیشہ حق کا بول بالا کیا، اسلام و شعائرِ اسلام کے تحفظ کے ساتھ ساتھ کلام اقبال کو جس جرأت، دلیری، غیرت، اور آسان عام فہم انداز میں عام آدمی کے ذہن تک پہنچایا یہ آپ ہی کی خاصیت ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ کلام اقبال کی تھیوری پڑھنی ہو تو کلیات اقبال پڑھ لیں اور اگر اس کا عملی نمونہ دیکھنا ہو تو علامہ خادم حسین رضوی کو دیکھ لیجئے تو بے جا نہ ہوگا، میں علامہ اقبال کے چند اشعار اور ان کی تشریح قبلہ امیر المجاہدین کی زبانی ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، اپنے ایک بیان میں آپ کلام اقبال پڑھتے ہوئے جس انداز سے روحِ اقبال سے مکالمہ کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اقبال علیہ الرحمہ کے روبرو مجلسِ اقبال میں بیٹھ کر امت مسلمہ کا درد بیان کر رہے ہیں اور اقبال سے اس کا جواب لے رہے ہوں۔

آپ فرماتے ہیں: ''اقبال کہندا اے

تنگ بر ما راہ گزارِ دین شدہ امت
ہر لئیم راز دارِ دین شدہ است

اقبال کہتا ہے کہ اب تو مسئلہ یہ ہے کہ دین پر چلنا بڑا مشکل ہو گیا ہے۔ میں آکھیا اقبال کیوں؟ اقبال کہتا ہے کہ ہر نتھو پتھو دین کا راز دار بن گیا ہے۔ آگے اقبال کہتا ہے:

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد
می شناس عصرِ مابا ماچہ کرد
عصر ما مارا از ما بے گانہ کرد
از جمالِ مصطفی بے گانہ کرد

اقبال کہندا: او مسلماناں ذوق تو وی خالی شوق تو وی خالی، درد تو وی خالی، سوز تو وی خالی، تینوں پتہ اے زمانہ تیرے نال کی ہتھ کر گیا؟ میں آکھیا اقبال توں تے دس اے تے کہندے نیں مولویاں دے مسئلے نے سارے، توں تے دس توں تے داڑھی منڈا ایں۔ توں یورپ وچوں پڑھ کے آیا۔۔۔۔ ذرا اے گل کیتی اے تو ی وی اے ای کہندا ایں؟ اقبال

کہندا اے ہاں

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
اور چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مئے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
اور بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

میں آکھیا اقبال توں دس اے کسی دی محنت نال کھڑیا، اے کسی مولوی پیر، کسے دنیا دار حکمران کسے جناب جاگیردار، سرمایہ دار، کسے دی وجہ توں اے خیمہ کھڑیا، اے ساری کائنات، اللہ رب العالمین فرمایا جیڑیاں قوماں نافرمانی کیتی، اساں اوناں تے خون نازل کیتا، کدے ڈڈو نازل کیتے، کدے جناب اسیں جوواں دا عذاب نازل کیا، کیہڑا جرم اے جیڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دی امت نہیں کر رہی، سویرے فیر منہ دھو کے کاٹن والے کپڑے پا کے فیر ٹریا جا رہا ہوندا۔ نہ بندر بنڈیا، نہ خنزیر بنڈیا، نہ آسمان توں پتھر برسے، میں آکھیا اقبال دس اوئے اے آسمان کیویں کھڑیا؟ اقبال آکھیا:

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
اور نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

محترم قارئین غور کیجئے، اقبال کے فارسی و اردو کلام کی ایسی سادہ عام، عام فہم جرات مندانہ اور غیرت وحمیت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز تشریح آپ نے کہیں اور سے سنی یا پڑھی؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ آپ کے جملہ اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہر بات کا انجام ہر تشریح کا خلاصہ ذاتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کرتے ہیں۔

مست رکھو انہیں ذکر و فکر وصبحگاہی میں
پختہ تر کردو انہیں مزاج خانقاہی میں
بہتر ہے کہ ان شیروں کو سکھا دو رم آہو
کہ باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

اقبال کہندا: ایناں نوں ہرناں دیاں چالاں سکھاؤ، ایناں نوں اے نئیں دسناں کہ خالد بن ولید دے ہتھ وچ تلواراں کنیاں ٹٹیاں سن، ای گل نہیں دسنٹی، اقبال کہندا اوئے

اے شیخ بہت اچھی ہے مکتب کی فضا، لیکن بنتی ہے بیاباں میں سلیمانی وفاروقی

اقبال کہندا اے:

در مسلمان شانِ محبوبی نہ ماند
خالد وفاروقی وایوبی نہ ماند

اقبال کہندا اے: مسلماناں اچ شانِ محبوبی کوئی نہیں رہی، میں آکھیا اقبال شانِ محبوبی کہ ہوئی؟ اقبال کہندا: جیوں مسلمان کہندے سن رب اوویں کر کے وکھا دیندا سی، میں آکھیا شانِ محبوبی کیوں نہیں رہی اقبال کہندا ناں ایناں وچ کوئی خالد اے تے نہ ایوبی اے تے نہ کوئی فاروق اعظم اے

اقبال کہندا اے

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کون کہتا ہے اسے مسلمان کی موت مر

اقبال کہندا اورجدیاں گھر بیہ کے ٹنگاں کمبد یاں ہوون او حضور صلی اللہ علیہ وسلم دی عزت واسطے باہر نکلے گا؟ او گھر ای بیہ کے کہندا ناں حالات بڑے خراب نیں مولانا صاحب۔ جے صحابہ اے ہی سوچدے تے بدر توں بعد احد وچ کدی نہ آندے، احد وچ جو کجھ ہویا تے فیر تبوک وچ کدی نہ جاندے

اقبال کہندا

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اور

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

جدوں صحابہ اتنیاں وڈیاں شاناں والے کدی بدر وچ گئے، کدی احد وچ گئے، کدی خندق وچ گئے، کدی ۔۔۔وچ گئے کدی تبوک وچ گئے تے دس توں تے میں نہ کجھ۔۔۔۔۔۔ تے گھر ستیاں ستیاں دین بچ جائے گا۔ یہ باتیں آپ کو سنانا فرض ہیں۔ مولوی کا یہ مطلب نہیں کہ دو چار پرانی باتیں سنائیں اور وہ گیا، اقبال کہندا

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق

جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں دکھا کے رُخ دوست
زندگی اور بھی تیرے لئے دشوار کرے
فتنہ ملتِ بیضاء ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

اوراک جگہ اقبال کہندا

گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہومنبر ومحراب

اقبال کہندا: اگر منبر ومحراب توں حق گل نہیں ہوتی، حضورﷺ دی ناموس دی گل نہیں ہونی، تے رسول اللہﷺ دے دین دے بچاؤ دی گل نہیں ہونی، تے حضورﷺ دی سیرت دی گل نہیں ہونی صورت دی گل نہیں ہونی، حضورﷺ بدر وچ کنج تلوار پکڑ کے گئے، اے وی تے دس نہ احد وچ کنج حضورﷺ نے حضرت ابودجانہ نوں کنج تلوار دتی اے وی تے دس نہ

اقبال کہندا اے: اک انگریزا اپنے پتر نوں نصیحت کرر ہیا سی کہ ایناں مسلماناں نوں کیویں سدا غلام رکھنا ایں

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
جب ہو جائے ملائم جدھر چاہے اسے پھیر

انگریز نے کہا ان مسلمانوں کو تعلیم ایسی دو کہ جو بات ہم نے کرنی ہے وہ مسلمانوں کے بیٹے خود اپنی محفلوں میں بیٹھ کے کریں گے۔

محترم قارئین یہ فکر اقبال کی ترجمان کا ایک چھوٹا سا عکس آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ پڑھئے اور سر دھنیئے میں صرف اتنا کہوں گا بقول اقبال

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے
دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے
آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ اٹھائے بھی گئے
آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب ڈھونڈ انہیں چراغ رخ زیبا لے کر

کلام اقبال کا عظیم شارح

مولانا حافظ فرمان علی (کامرہ کینٹ، فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ)

امت مسلمہ میں ہزاروں لوگ ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی زندگی کا مشن تبلیغِ اسلام کو بنایا اور تن، من، دھن کی بازی لگا کر اسلام کی شمع کو روشن رکھا، جہاں کہیں بھی اسلام کی تعلیمات صحیح معنوں میں پہنچیں وہاں اس قسم کے بے شمار غازی پیدا ہوئے، بعض لوگوں نے زبان کے ذریعے، بعض نے قلم کے ذریعے اور بعض نے اپنے خون کے ذریعے شجرِ اسلام کی آبیاری کی۔ جب بھی اس دین حق کو مٹانے کی یا اسکی تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی، مجاہدین اسلام میدانِ عمل میں اترے اور سینہ تان کر اغیار کی ہر سازش کو ناکام بنایا۔

برصغیر پاک و ہند کا خطہ بھی اس حوالے سے بڑا خوش نصیب ثابت ہوا ہے کہ اسے مجدد الف ثانی، داتا علی ہجویری، خواجہ اجمیری، بابا فرید الدین گنج شکر، سلطان العارفین سلطان باہو، تاجدار گولڑہ اور فاضل بریلوی جیسے عظیم لوگوں کا فیضان نصیب ہوا ہے اور بہت سے لوگوں نے ان بزرگوں کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی دنیا و آخرت کو سنوارا ہے انہی بزرگوں کے فیض یافتہ افراد میں ماضی قریب میں ایک نمایاں نام حضرت حکیم الامت، شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ کا بھی ہے جنہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اسلام کے پیغام کو عام کیا اور امت مسلمہ کے نوجوانوں کو جذبۂ عشق رسول ﷺ وافر مقدار میں عطا کیا اور اغیار کی ہر سازش کو مسلمانوں کے سامنے بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا کہ غیر مسلم طاقتیں مسلمان سے حب رسول ﷺ اور روحِ محمدی کو نکالنا چاہتی ہیں:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
دے کر فکر عرب کو فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

اقبال کی اسی شاعری نے نوجوان نسل میں نئی روح پھونکی اور انہیں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی عزت وحرمت پر کٹ مرنے کے جذبے سے آشنا کیا اور تمام تر کامیابیوں اور کامرانیوں کا مرکز ومحور نبی ﷺ کی محبت کو قرار دیتے ہوئے فرمایا:

روحِ ایمان ، مغز قرآن ، جان دین
ہست حب رحمۃ للعالمین

اقبال کی شاعری اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں تھی جس میں بے شمار ادبی نکات اور نبی ﷺ کے عشق ومحبت کے اسرار پوشیدہ تھے لیکن اس کو سمجھنا عوام تو عوام علماء کے بس کی بات بھی نہ تھی، ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی مردِ میدان اٹھے اور اقبال کی شاعری کی صحیح طرز پر تشریح کرکے اقبال کے تصورات وتخیلات کی ترجمانی کا حق ادا کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کام

اقبال ہی کی طرح کے ایک عاشق رسول ﷺ استاذی واستاذ العلماء امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدر میں لکھا۔ جنہوں نے اقبال کے کلام کو صحیح انداز میں پڑھا، سمجھا اور پھر عوام الناس کو اس طرح سمجھایا کہ اقبال کی روح بھی خوش ہوگئی، آپ جب اپنی تقاریر میں قلندرِ لاہوری کے اشعار پڑھتے پھر اپنے مخصوص انداز میں فرماتے "اقبال کہتا ہے" آگے شعر کی تشریح سادہ انداز میں فرماتے اور اس طرح موقع ومحل کی مناسبت سے شعر پڑھتے کہ یوں لگتا شاید علامہ مرحوم نے یہ شعر اسی موقع کے لئے رقم فرمایا تھا۔ جس انداز میں حضور امیر المجاہدین نے کلامِ اقبال کی شرح فرمائی شاید اب تک کسی نے اس انداز میں اقبال کو نہ سمجھا ہو اور نہ ہی آئندہ کسی سے امید ہے بڑے بڑے اپنے زعم میں ماہر اقبالیات کا دم بھرنے والے حضور امیر المجاہدین کے سامنے طفل مکتب نظر آتے۔ آپ نے قلندر لاہوری کی شاعری کی اصل روح "عشق نبی" ﷺ کو صحیح معنوں میں اجاگر فرمایا اور تعلیماتِ اقبال کو عام کیا۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

ذرۂ عشقِ نبی از حق طلب
سوزِ صدیق و علی از حق طلب

اقبال کہتا ہے اگر محبت نہیں ہے تو رب سے مانگ ہمارے پاس تو ایسا کوئی علاج نہیں، تجھے گولی دیں اور تیرا دل حضور ﷺ کی محبت میں مچل اٹھے۔

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے صرف بچھڑے کو بولتے ہوئے دیکھا تو اس کو خدا مان لیا حضور علیہ السلام کی امت میں کون کونسی چیزیں بول رہی ہیں پلاسٹک بھی بول رہا ہے ہم نے کسی کو خدا مانا؟

اقبال کہتا ہے:

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے

حضور! آپ نے اپنی امت کو اتنا شعور دے دیا اگر ہم نے رب ماننا ہوتا تو حضور کو مانتے ہم رب تو حضور علیہ السلام کو بھی نہیں مانتے۔

دل زعشق او توانا می شود
خاک ہمدوش ثریا می شود

اقبال کہتا ہے مٹی بھی ہو حضور ﷺ کی محبت آجائے تو عرش بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کون کہتا ہے اسے مسلمان کی موت مر

جس کی گھر بیٹھے ٹانگیں کانپ رہی ہوں اس نے بدر میں کیا جانا ہے۔ منافق بندے کا کام ہی نہیں حضور ﷺ سے پیار

کرنا۔ میں کہتا ہوں منافق تو حضور ﷺ کے ساتھ ڈیڑھ میل بھی نہ چلے حضور ﷺ جب میدان احد کی طرف تشریف لے جارہے تھے تین سو منافق مقام شوق سے واپس آگئے، جو منافق ہو وہ تو حضور ﷺ کے ساتھ ڈیڑھ میل بھی نہیں چلتا، جو غلام ہو ان کی سنیں، حضور ﷺ نے بدر کی طرف جاتے ہوئے فرمایا، جانا چاہیے کہ نہیں؟ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی:

وَصِلْ حَبْلَ مَنْ شِئْتَ، وَاقْطَعْ حَبْلَ مَنْ شِئْتَ وَخُذْ مِنْ اَمْوَالِنَا مَا شِئْتَ وَاَعْطِنَا مَا شِئْتَ۔

حضور ﷺ کی مدد حاصل ہو تو بات بن جاتی ہے، ہمارے نعت خوانوں کو بیماری ہے وہ کہتے ہیں کھوٹے سکے یہاں پہ چلتے ہیں، میں نے کہا حضور ﷺ کے غلاموں میں کون سا کھوٹا سکہ ہے، جو حضور ﷺ سے پیار کرتا ہے وہ کھوٹا نہیں ہوسکتا۔ ہم نے کیا دیا، ہمارے بیٹے تو گھر ہیں، اچھے کپڑے پہنتے ہیں، ہمارے بیٹے کو بخار ہو تو ہم کہتے ہیں کسی اچھے ہسپتال میں لے جائیں، رات کو اٹھ اٹھ کر دیکھتے ہیں کہ میرے بیٹے کا بخار اترا کہ نہیں۔ یار دو ماہ کا بچہ چھوڑ کر بندہ اڈیالہ جیل میں جا کر بیٹھ جائے، اقبال کہتا ہے:

جبر وقہر نہیں یہ عشق و مستی ہے
کہ جبر و قہر سے ممکن نہیں کارِ جہاں بانی

یہ کوئی زبردستی ہے غازی ممتاز قادری سے پینسٹھ (۶۵) ایجنسیوں نے تحقیق کی، یہ تو ہمارا ان پر ادھار ہے، امریکہ کے حوالے بھی کیا کہ اس سے پوچھو کہ اس کے پیچھے کون ہے؟ غازی صاحب کہتے ہیں انہوں نے مجھے کرنٹ لگائے مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میری آنتیں باہر آگئی ہیں، میں نے پھر بھی (۶۵) ایجنسیوں کو ایک ہی جواب دیا، پاگلو! میرے پیچھے کوئی بھی نہیں، میں نے اسے محبت رسول ﷺ میں مارا ہے۔

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ما ممکن است

اقبال کہتا ہے جہاں عشق وہاں مومن، جہاں مومن وہاں عشق، دنیا جسے ناممکن سمجھتی ہے یہ بات نہیں ہوسکتی، عاشق کر کے دکھاتا ہے کہ ہوسکتی ہے کیوں نہیں ہوسکتی! آٹھ تلواریں لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدر کی طرف کیسے چل پڑے؟

میں نے کہا اقبال حضور ﷺ کی امت کون سا جرم نہیں کر رہی بتاؤ ذرا، جو کچھ بڑے بن جاتے ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں ذکر کی ضرورت نہیں، پانچ وقت کی نماز پڑھ لیتا ہوں، میں نے کہا پانچ وقت نمازوں سے عذاب نہیں ٹلتا، حج کیا ہے تو اپنی ذات کے لئے کیا ہے، زکوٰۃ و روزہ تو تجھ پر فرض ہے تو نے رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے لئے کیا کیا ہے؟ کون سا جرم ہے جو حضور ﷺ کی امت نہیں کر رہی؟ مقدس اور محرمات رشتے بھی کیبل اور ٹی۔وی کی وجہ سے پامال ہو گئے، پھر بھی حضور ﷺ کی امت میں نہ کوئی بندر بنا نہ خنزیر بنا، نہ زمین پھٹی، نہ آسمان سے پتھر برسے، نہ خون برسا، یہ کس کی وجہ سے ہے؟ کیا مولویوں کی وجہ سے ہے؟ پیروں کی وجہ سے ہے؟ کسی کی نیکی کی وجہ سے ہے؟ کسی کی تبلیغ کی وجہ سے ہے؟ اقبال کہتا ہے نہیں

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

یہ سب کچھ حضور ﷺ کی وجہ سے ہے، پہلی امتیں ایک جرم کرتیں تو رات کو دروازے پہ لکھ دیا جاتا کہ اس بدبخت نے رات کو یہ کرتوت کیا ہے۔حضور ﷺ کی امت لاکھوں جرم کر کے صبح منہ دھو کر پھر باہر نکلے پھر باہر دروازے پر لکھا ہوا بھی نہ ہو، ہم یہ بھی حق ادا نہیں کر سکتے۔آج امتی ہو کر حضور ﷺ کے میلاد پہ جھگڑے جلوس پہ فائرنگ،اس پہ جھگڑے۔

موسیٰ وفرعون وشبیر و یزید

ایں دو قوت از حیات آید پدید

اقبال کہتا ہے: یہ تو زندگی کا اظہار ہے کہ دنیا چل رہی ہے اور لوگ موجود ہیں،لوگ زندہ ہیں،حق اور باطل کی ٹکر تو ازل سے ابد تک رہے گی،،بہت سے لوگ گھبرا جاتے ہیں،ان کو گھبرانا نہیں چاہیے۔

خطر تاب وتواں راامتحان است

عیار ممکنات جسم و جان است

اقبال کہتا ہے خطرے کے وقت تو پتہ چلتا ہے مرد کون ہے اور لیٹ کون گیا۔بہت سارے لوگ یہ بھی کہتے ہیں یہ لبیک والے تو ہر وقت ایسے ہی کام کرتے رہتے ہیں یہ اعتراض ہم پر نہیں ہے بلکہ اسلام پر ہے حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں چوہتر (۷۴) جنگیں لڑی گئی ہیں، اگر اندازہ لگائیں تو معلوم ہو گا کہ ہر ڈیڑھ ماہ بعد جنگ لڑی گئی، یہ تو کسی صحابی نے بھی نہیں کہا کہ حضور! بیٹے ہیں، بیٹیاں ہیں، جائیدادیں ہیں،کوٹھیاں بنانی ہیں،مدینہ پاک میں ایک بھی نیا مکان نہیں بنا۔

زسجائے کہ دوم بر در غیر

سجودے بوذر وسلمان نباید

اقبال کہتا ہے جو پیشانیاں غیروں کے در پر گھس گئی ہیں اب ان پیشانیوں سے ابوذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کا سجدہ نہیں ہو سکتا۔

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم

حدیثِ عشق بیبا کانہ گفتم

اقبال کہتا ہے: میرے کلام میں نہ شراب کی بات ہوتی ہے نہ شراب کے پیالوں کی بات ہوتی ہے، میں نے کہا اقبال پھر تو کیا کرتا ہے؟ کہتا ہے میں محبت رسول ﷺ اور عشق رسول ﷺ کی بات بڑی بے باک ہو کر کرتا ہوں، میں نے کہا تو یورپ سے بے باک ہو کر آیا ہے؟ یہاں تو لوگ کہتے ہیں مولانا ہلکی بات کرو پچاس پچاس سال مولوی صاحب کو استنجے اور نماز کے مسائل سے ہٹنے نہیں دیتے، یہی تو وجہ ہے کہ پچاس ہزار برما کے مسلمان مر گئے، یہاں کسی نے رسمی احتجاج بھی نہیں کیا۔اقبال کہتا ہے

شنیدم آنچہ از پاکان امت

ترا با شوخی رندانہ گفتم

میں یورپ سے بیباک ہو کر نہیں آیا، میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر غازی علم دین شہید تک سب سے عشق رسول ﷺ کی بات اس طرح سنی جو میں بیان کر رہا ہوں، اس نے کہا پاکانِ امت نے یہی بات کی۔ پچاس ہزار مسلمان برما میں شہید ہو گئے یہاں چوہڑوں کی بستی کو آگ لگی جن مسلمانوں نے کلمہ پڑھا تھا وہ بھی ان چوہڑوں کی حفاظت کے لئے پہنچ گئے ان کی بستی کی بنیادیں رکھیں۔ یعنی جی امریکہ چوہڑوں کے پیچھے کھڑا ہے۔ میں نے کہا برما کے مسلمانوں کے پیچھے کوئی نہیں کھڑا، وہ عورتیں بچے چیختے ہیں، ان کی کوئی آواز نہیں، اوباما ان کو ایوارڈ دے رہا ہے، کہتا ہے تو دنیا کا بہترین صدر ہے تو مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو ذبح کر رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ بات ہی نہیں کرنی پچاس پچاس سال سے مسلمانوں کو سوائے استنجے اور نماز کے تقریر کرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ کوئی یہ تقریر کرے گا تو ظاہر ہے حضور ﷺ کی امت بیدار ہو جائے گی۔

بہتر ہے ان شیروں کو سکھا دے رم آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

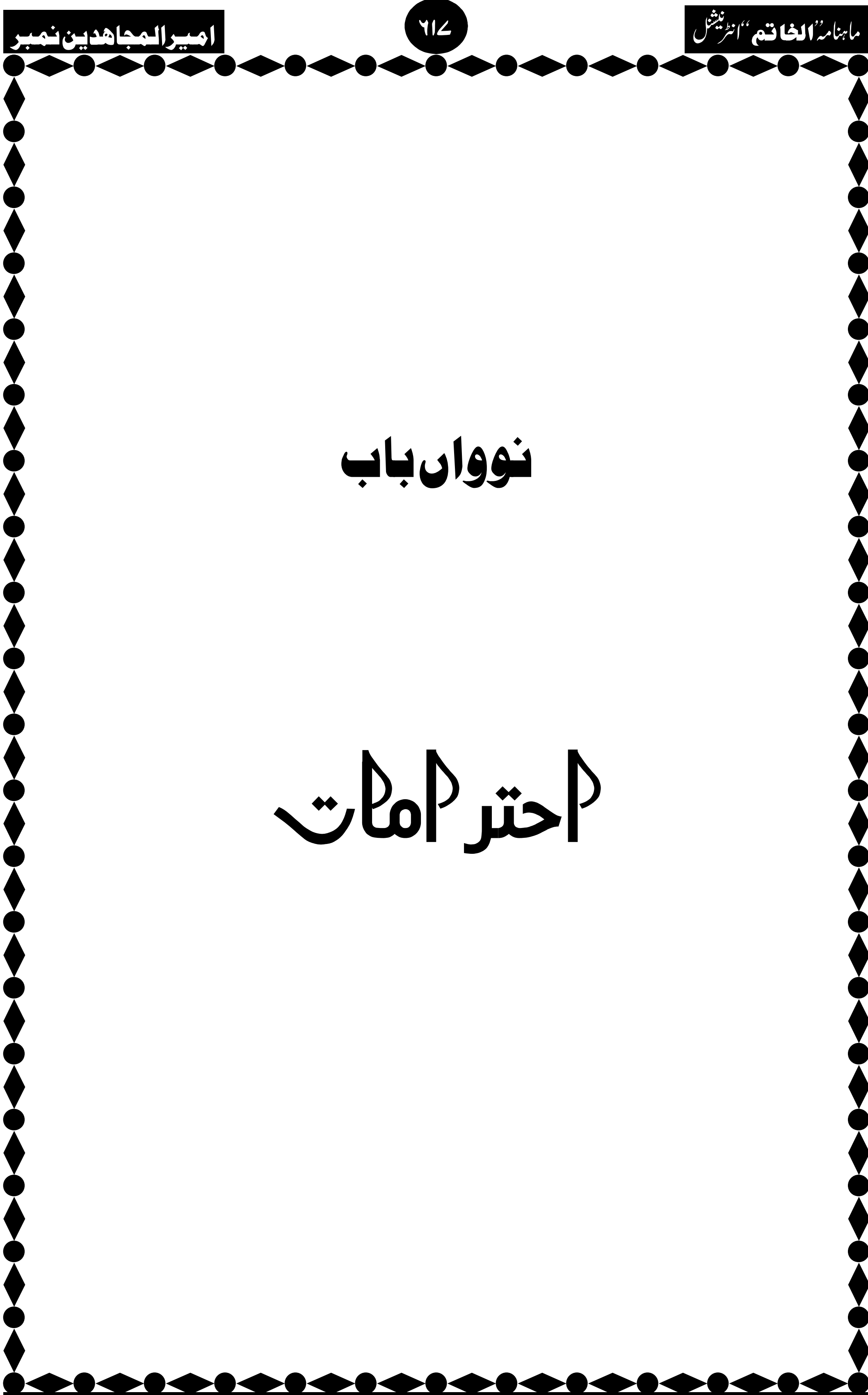
ان کو یہ تو نہیں بتانا کہ خالد بن ولید کے ہاتھ سے کتنی تلواریں ٹوٹی ہیں۔ ان کو یہ نہیں بتانا کہ جنگ یمامہ میں حضرت عبد اللہ بن مخزمہ رضی اللہ عنہ روزہ رکھ کر لڑے، جب افطار کا وقت آیا تو صحابہ کرام کو کہا افطار کے لئے پانی تو لے آؤ، آج لوگ ویسے ہی روزے نہیں رکھتے، صحابہ کرام کہتے ہیں اس طرح کی جنگ ہم نے پہلے کبھی لڑی نہ بعد میں۔ اس جنگ میں کئی صحابہ کرام نے روزے رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے عبد اللہ بن مخزمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، صحابی کہتے ہیں میں دوڑ کر گیا، واپس آیا تو ان کی روح پرواز کر گئی، جو کھانے اپنے فریج میں رکھ کر کھائیں ان کو کیا پتہ ہے کہ عبد اللہ بن مخزمہ رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں کس طرح دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہ باتیں بڑی دردوالی ہیں۔

اقبال کہتا ہے:

چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقام بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار

حضور امیر المجاہدین نے تقریباً اقبال کے تمام کلام کی تشریح اپنے خطبات میں بیان فرمائی۔ مگر اس مختصر مضمون میں اس کو مکمل بیان کرنا ناممکن ہے۔ اہلسنت کے معروف قلمکار سید صابر حسین شاہ بخاری زید علمہ کے حکم پر ماہنامہ ''الخاتم انٹرنیشنل'' کے امیر المجاہدین نمبر کے لئے فقیر نے یہ چند سطور تحریر کی ہیں۔ اگر زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ العزیز راقم کا ارادہ ہے کہ ان تمام تشریحات کو علیحدہ کتابی شکل میں یکجا کر دیا جائے۔ قارئین سے دعا کی التماس ہے۔





نواں باب

احترامات

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی

(علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی یاد میں)

مجلس علماء نظامیہ (لاہور)

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
نومید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی
اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی
آئین جوان مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آغاز سخن

اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو اچھے اخلاق واعمال کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنّما بُعثتُ لأُتمِّمَ صالحَ الأخلاقِ (مسند احمد، حدیث: ۸۹۵۲)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں اچھے اخلاق (وافعال) کو مکمل کروں۔

رسول اللہ ﷺ نے جو اچھے اخلاق تعلیم فرمائے ان میں سے ایک دینی غیرت ہے۔ غیرت کا مفہوم ہے"انسان حساس امور میں حمیت وجرأت کا مظاہرہ کرے اسی طرح اپنے گھر والوں سے متعلق بے حیائی کی باتوں پر جذباتی ہو"۔

یہ وصف اللہ تعالی کو اس قدر محبوب ہے کہ وہ بھی اپنی شان کے مطابق غیرت فرماتا ہے۔ بلکہ سب سے زیادہ غیرت

وہی فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ غیرت مند شخصیت رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی غیرت

اللہ تعالیٰ کی غیرت:

کوئی بھی ایسا وصف جو اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہو اور بندوں میں بھی پایا جائے بندوں کے حق میں اس کا معنی وہی ہوتا ہے جو بندوں کے لائق ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں وہ معنی ہوتا ہے جو اس کے شایان شان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ بندہ صرف اسی کی اطاعت کرے نیز اس کے حکم کے مطابق اس کا پیغام پہنچانے والوں کا اتباع کرے۔ جب بندہ شیطان کا اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے برعکس بے حیائی کا کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق غیرت فرماتا ہے اور بندے کی اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ وَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ، وَلاَ شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ لِذَلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۴۶۳۴)

اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت فرمانے والا کوئی نہیں اس لیے اس نے ظاہری و باطنی بے حیائیوں کو حرام فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں (کیونکہ صرف وہی ہے جو ذاتی طور پر حمد کا مستحق ہے) اسی لیے اس نے خود بھی اپنی مدح فرمائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی غیرت:

ایک موقع پر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے پاس دیکھوں تو تلوار سے اس کا سر اتار دوں گا آپ ﷺ نے فرمایا

أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۸۴۶)

کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟ ضرور میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) مجھ سے بھی زیادہ غیرت فرمانے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی غیرت کی ایک جھلک اُس موقع پر بھی سامنے آئی جب آپ نے کچھ لوگوں کو دین کے بنیادی اصول کے بارے میں بحث کرتے دیکھا۔ راوی فرماتے ہیں:

فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ، حَتَّى كَأَنَّمَا فُقِئَ فِي وَجْنَتَيْهِ الرُّمَّانُ ۔ (جامع ترمذی، حدیث: ۲۱۳۳)

(دینی امور میں بے جا بحث پر) غصے سے آپ ﷺ کا چہرہ اقدس یوں سرخ ہو گیا جیسے رخساروں پر انار نچوڑ اگیا ہو۔

مومن کی غیرت:

اللہ عزوجل بندوں سے محبت بھی فرماتا ہے اور جبار وقہار ہونا بھی اس کی صفات سے ہے۔اپنی فرمانبرداری پر اتنی رحمت کہ جس کی انتہا نہیں اور نہ فرمانی پر اس قدر غضب وغیرت کہ اس کی بھی انتہاء نہیں۔اللہ عزوجل پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندوں میں بھی اس کی پسندیدہ صفات پائی جائیں،اپنی ذات اور دنیا کا معاملہ ہو تو بندہ نرمی اور معافی اختیار کرے اور دینی غیرت کی بات ہو تو شدت وحمیت اور جرأت و استقامت سے کام لے، دین کے معاملے میں سستی اور مداخلت نہ کرے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں:

الْمُؤْمِنُ يَغَارُ وَاللهُ أَشَدُّ غَيْرًا۔(صحیح مسلم: حدیث:۷۱۷۵)

مومن غیرت مند ہوتا ہے اور اللہ تعالی سب سے بڑھ کر غیرت فرمانے والا ہے۔

اقبال علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
جباری و قہاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

غیرت دینی سے متعلق بے مثال شانِ فاروقی:

دین کی خاطر استقامت، پختہ رائے، پھر جرأت وغیرت اور دلیری سے متعلق جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو پوری امت میں امتیازی شان حاصل ہے، یہ کہ ان کی اس خوبی کا ذکر خود رحمت عالم ﷺ نے تعریف کے انداز میں فرمایا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ ، وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللهِ عُمَرُ ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَقْرَؤُهُمْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔(جامع ترمذی: حدیث:۳۷۹۰،سنن ابن ماجہ، حدیث:۱۵۴واللفظ لہ)

یعنی میرا ابوبکر میری پوری امت میں امت کے لیے سب سے زیادہ رحمت (وشفقت) والا ہے، عمر فاروق میری امت میں دین کی خاطر سب سے زیادہ قوت (وجرأت) والا ہے، پیارے عثمان کی شانِ حیا سب سے بے مثال ہے، حیدر کرار امت کا سب سے بڑا قاضی ہے، ابی بن کعب سب سے بڑا قاری ہے، معاذ بن جبل حلال وحرام کا سب سے بڑا عالم ہے، زید بن ثابت کو وراثت کے علم میں نرالی شان حاصل ہے، سنو ہر امت میں ایک امین (اعلی شان والا دیانتدار) ہوتا ہے اس امت کا امین ابوعبیدہ بن

جراح ہے۔رضی اللہ تعالیٰ عنھم

قلب فاروقی کی کیفیت:

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دل کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَقَدْ لَانَ قَلْبِي فِي اللهِ حَتَّى لَهُوَ أَلْيَنُ مِنَ الزُّبْدِ، وَلَقَدِ اشْتَدَّ قَلْبِي فِي اللهِ حَتَّى لَهُوَ أَشَدُّ مِنَ الْحَجَرِ ۔(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء لابی نعیم)

قسم بخدا یقیناً اللہ کی خاطر میرا دل اس قدر نرم ہوا کہ وہ جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہوگیا اور یقیناً اللہ کی خاطر میرے دل میں ایسی شدت آئی کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوگیا (یعنی نرمی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور سختی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے)۔

اسلام قبول کرتے ہی قوتِ دینی کا اظہار:

رسول اللہ ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو ابتدائی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد اور کفار کو ترکی بترکی جواب دینے کا حکم نہیں تھا اس لئے آپ ﷺ سر عام اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بجائے غاروں اور گھروں میں ہی عبادت کے اندر مشغول رہتے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دین کے مسئلہ میں ایسی جرأت وقوت سے نوازا تھا کہ اسلام لاتے ہی عرض کرنے لگے"أيعبد اللات جهرا ونعبد الله سرا"یارسول اللہ جب جھوٹے خداؤں کی عبادت سارے عام ہو رہی ہے تو ہم سچے رب کی عبادت چھپ کر کیوں کریں؟ آپ حرم میں تشریف لائیں اور سب کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔آپ ﷺ نے فرمایا! ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم نہیں، جب مسلمانوں کی خاطر خواہ تعداد ہو جائے گی تو اللہ کے حکم سے ایسا ہی ہوگا۔وہ عرض کرنے لگے کہ"حسبك الله وأنا"آپ تشریف لائیے اللہ تعالیٰ اور میں آپ کے لیے کافی ہیں۔(ویسے تو اللہ تعالیٰ"مَیں"(انانیت) کو سخت ناپسند فرماتا ہے مگر جناب عمر کی یہ"مَیں"بھی اللہ کے دین کے لیے تھی چنانچہ باری تعالیٰ نے اسے اتنا پسند فرمایا کہ تائید میں آیت مبارکہ نازل فرمائی اور حرم میں نماز کی اجازت دی۔

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ"۔(انفال ٨:٦٤)

اے غیب کی خبریں دینے والے اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے اور آپ کی پیروی کرنے والے مسلمان اللہ کی توفیق سے کافی ہیں۔(مفاتیح الغیب، المعروف تفسیر کبیر)

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

> ہم دوصفوں کی صورت میں حرم شریف کی طرف روانہ ہوئے، ایک صف میں سید الشھداء جناب امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے دوسری صف میں مَیں تھا۔جب ہم مسجد میں داخل ہوئے تو قریش مجھے اور جناب امیر حمزہ کو دیکھ کر نہایت پریشان ہوئے"فَسَمَّانِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ

الْفَارُوقَ، وَفَرَّقَ اللهُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ''رسول اللہ ﷺ نے اسی دن مجھے ''فاروق'' کے لقب سے نوازا اور اللہ تعالی نے حق و باطل کے درمیان فرق واضح کر دیا۔ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء)

غیرت فاروقی بزبان نبوی:

سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ جان رحمت ﷺ نے فرمایا:

(مفہوم) میں نے خواب میں جنت کا نظارہ کیا وہاں ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ بتایا گیا کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ''فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ'' میں نے چاہا کہ اندر داخل ہو کر نظارہ کروں مگر اے عمر مجھے تیری غیرت یاد آ گئی (جس کی وجہ سے میں اندر نہیں گیا) راوی کہتے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ رونے لگے اور کہا: ''بِأُمِّي وَأَبِي يَا رَسُولَ اللهِ أَعَلَيْكَ أَغَارُ ''یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ کے تشریف لے جانے سے مجھے غیرت ہوتی؟ (ہر گز نہیں یہ سب انعامات آپ کے قدموں کی برکت سے ہی ہیں)

دینی غیرت اور مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

گزشتہ سطور میں مذکور ہوا کہ دین کی خاطر غیرت کو اللہ تعالی اور اس کے حبیب ﷺ پسند فرماتے ہیں۔ گزشتہ عرصے میں جن شخصیات نے امت مسلمہ کی دینی غیرت کو بیدار کیا ہے ان میں سر فہرست نام امیر المجاہدین شیخ الحدیث مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کے لہجے میں بھی ایسی غیرت رکھی تھی کہ دنیا بھر کے عاشقان رسول حتی کہ جو لوگ پنجابی یا اردو نہیں سمجھتے وہ بھی ان کی گفتگو سن کر جھوم اٹھتے۔

سوانحی خاکہ:

شیخ الحدیث مولانا حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ ۳ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ/ ۲۲ جون ۱۹۶۶ کو نکہ توت ضلع اٹک میں حاجی لعل خان صاحب علیہ الرحمہ کے گھر پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں کے سکول میں حاصل کی بعد ازاں جہلم میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد دینی علوم کی عظیم درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخل ہوئے اس جامعہ سے دینی علوم کی تکمیل کے بعد ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں اکابر کے ہاتھوں دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے دو سال بعد سے ۲۰۱۵ تک اپنے مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ میں ہی دینی علوم کی تدریس فرماتے رہے اور شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر بھی فائز رہے۔ اس دوران ۲۰۰۷ میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے فضلاء کی تنظیم مجلس علماء

نظامیہ پاکستان کے مرکزی صدر بھی منتخب ہوئے۔

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ شروع سے ہی اپنے خطابات، تدریس اور تحریر میں محبت رسول اور تحفظ ناموس رسالت کا درس دیتے۔ یہ ان کی تربیت کا اثر تھا کہ ان کے شاگرد، مقتدی اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھنے والے بھی دینی امور بالخصوص ناموس رسالت کے حوالے سے غیرت مند نظر آتے ہیں۔

ان کی شہرت اس وقت عروج پر پہنچی جب ۲۰۱۱ میں شہید ناموس رسالت ملک ممتاز حسین قادری رحمتہ اللہ علیہ نے اس وقت کے گورنر سلمان تاثیر کو ایک گستاخ عورت کی حمایت اور قانون تحفظ ناموس رسالت پر تنقید کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا، اس وقت غازی ممتاز حسین قادری شہید علیہ الرحمہ کی اس کاوش کو خراج تحسین پیش کرنے اور امت مسلمہ میں تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے بیداری مہم چلانے میں علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔

۲۰۱۶ میں ممتاز حسین قادری علیہ الرحمہ کے عدالتی قتل کے بعد بھی علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے امت میں غیرتِ دینی بیدار کرنے کی مہم کو جاری رکھا اور نفاذ نظام مصطفیٰ اور تحفظ مقام مصطفیٰ کے لیے ''تحریک لبیک پاکستان'' کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی اور تادم آخر اس کے امیر رہے۔

محبت و تعظیم رسول:

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی شخصیت میں یہ وصف بہت نمایاں تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے غیر مشروط اور بے پناہ محبت کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کا درس دیتے، یہی وجہ ہے کہ تدریس کے دوران کسی بھی فن کی کتاب ہوتی، کوئی بھی کلاس پڑھنے کے لیے موجود ہوتی اور کوئی بھی مسئلہ زیر بحث ہوتا وہ بہر صورت محبت رسول اور تعظیم رسول کا کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کر لیتے۔

ان سے درس حدیث لینے والے جانتے ہیں کہ ایکسیڈنٹ سے پہلے انہوں نے کبھی بھی چارزانو درس حدیث نہیں دیا۔ حدیث پاک کے ادب کے پیش نظر ہمیشہ دوزانو یا حفاظ کی طرح بیٹھ کر درس حدیث دیتے۔ دوران تدریس کئی بار آبدیدہ ہو جاتے۔

غیرت دینی:

امت میں سب سے زیادہ دینی غیرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوئی ان کے قدموں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کو اس وصف میں کمال عطا کیا تھا وہ یہ شعر کثرت سے پڑھا کرتے تھے

نہ سر جھکا کے جئے نہ منہ چھپا کے جئے
ستم گر کی نظروں سے نظریں ملا کے جئے

ہم ایک دن کم جئے تو حیرت کیا
ہم ان کے ساتھ تھے جو مشعلیں جلا کے جئے

کروں تیرے نام پہ جاں فدا:

شیخ الحدیث مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں بڑھاپے اور معذوری کے باوجود جس طرح تحفظ ناموس رسالت کے لیے خدمات سرانجام دیں ان کے کردار سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے ارشاد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔حدیبیہ کے مقام پر عروہ نے مسلمانوں کی ظاہری حالت دیکھ کر کہا تھا اے محمد ﷺ آپ ان کمزور حال مسلمانوں پر اعتماد نہ کیجئے یہ مشکل حالات میں آپ کو چھوڑ جائیں گے۔

اس کا یہ جملہ سن کر پیکر صدق و وفا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نہایت غصے اور جلال کی کیفیت میں سخت الفاظ سے مخاطب کر کے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا: ''أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ'' (صحیح بخاری،حدیث:۲۷۳۱)

کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم آپ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے (جب ہمارے ساتھ واسطہ پڑے گا تو دیکھو گے کہ ہم ان کے قدموں پر کیسے جانیں نچھاور کرتے ہیں)!!!

گزشتہ رات جب شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر پہنچی تو پوری دنیا کے عشاقان رسول کی آنکھیں نم تھیں ایسا لگتا ہے کہ انہیں کے بارے میں شاعر نے کہا تھا

اہل چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پے انگلیوں کے نشاں چھوڑ آیا ہوں

یقیناً وہ سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے ان اشعار کے مصداق تھے

اُنھیں جانا اُنھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پر یہ عزت ملی ہے
قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو اُن کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے



اُڑتے اُڑتے 'عشق' کا پنچھی دور اُفق میں ڈوب گیا

محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ

صفوۃ الأنبیاء و المرسلین و علیٰ آلہ و صحبہٖ أجمعین، و بعد!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سنت کریمہ گزشتہ اُمتوں میں یہ رہی ہے کہ دین وشریعت کی نشر و اِشاعت کے لیے وہ پے در پے اَنبیائے کرام بھیجتا رہا، جو مرسلین عظام کے ذریعہ لائے ہوئے قوانین الٰہیہ کا زمین کے اوپر نفاذ فرماتے، نیز گم گشتگانِ راہ کو ہدایت ومعرفت کی دولت سے بہرہ ور کرتے رہے؛ لیکن جب پیغمبر آخر الزماں، رسولِ انس وجاں علیہ الصلوٰۃ والسلام قصر نبوت اور اَیوانِ رسالت کی خشت آخریں بن کر اِس عالم رنگ و بو میں جلوہ فرما ہوئے تو دین وشریعت کی نشر و اشاعت والا پیغمبرانہ کام اُمتِ ختمی المرتبت کے علمائے ربانیین کے سپرد کر دیا گیا، جنھوں نے اپنے فرائض منصبی کی اَدائیگی میں نہ کبھی کسی لومۃ لائم کی پرواہ کی، اور نہ کبھی کسی طرح کی کوتاہی کو اس سلسلے میں روا رکھا، بلکہ اُن کے سرفروشانہ جذبۂ دعوت وتعلیم کو سلام وخراج کہ انھوں نے قرآن وسنت کی دودھیا چاندنی اور سنت وشریعت کی ضوفشانی سے بقعۂ اَرض کو منور و تاباں بنا دینے میں اپنے تن، من، دھن، ہر طرح کی قربانی بطیبِ خاطر پیش فرما دی۔

تاریخ گواہ ہے کہ وہ علمائے ربانیین ہی ہیں جو قریباً چودہ صدیوں سے مختلف اَنداز میں دین اِسلام کے اَقدار و اَحکام کو سنبھالا دیتے اور اس کی تعلیمات و ہدایات کو جگ جگ روشن کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہر دور میں ہزار ہا ہزار کی تعداد میں وارثین علم نبوت' علمائے ربانیین کی شکل میں آتے رہے اور تبلیغ ودعوتِ دین کے پیغمبرانہ مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔ چراغ سے چراغ جلتے گئے اور آج -بحمد اللہ یہ علما و دعاۃ کی بے لوث خدماتِ جلیلہ ہی کا ثمرہ ونتیجہ ہے کہ ریکارڈ یڈ دستاویز کے مطابق دنیا کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہے، بلکہ اس کا گراف اِس سے بھی کچھ آگے بڑھ چکا ہے!۔

دیگر اَدیان ومذاہب کا جائزہ لیں تو پتا چلے گا کہ ہزار ہا ہزار سال عمر پانے کے باوجود اُن کا دائرہ اِتنا وسعت پذیر اور آفاق گیر نہ ہو سکا جتنا مذہب اِسلام کو میسر آیا۔ ذرا غور فرمائیں کہ مذہب اِسلام' دین محمدی کی عمر ہی کتنی ہے؟؛ مگر اسے زندہ معجزہ کے علاوہ اور کیا نام دیا جائے کہ آج اس کی کرنیں دنیا کے ذرّے ذرّے میں اُتر چکی ہیں، آئے دن وہ نئے علاقے فتح کر رہا ہے اور اس پر جاں سپاری کرنے والوں کی تعداد میں -ہزار مخالفتوں کے باوجود- خوشگوار اِضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ دنیا کے اندر بپا کیسے ہوئے اتنے بڑے اِنقلاب کے پیچھے اگر مڑ کر دیکھیں تو آپ کو علمائے ربانیین کا سوزِ دروں، اُن کا جذبۂ صادق، اُن کی

آہ سحر گاہی، اور اُن کی مخلصانہ مساعی کارفرما نظر آئیں گی۔

بلاشبہ علما (اگر تو وہ صحیح معنوں میں علماے ربانیین ہیں تو وہ) دھرتی کے ماتھے کا جھومر ہیں اور ان کی صحت وسلامتی اور درازیِ عمر کے لیے اِنسان تو دعائیں کرتا ہی ہے، چرند پرند بھی اس کے لیے ہمہ وقت دعا گو رہتے ہیں بلکہ زبانِ رسالت تو اس حد تک بیان کرتی ہے کہ حتی الحیتان فی البحر یعنی سمندر میں تیرنے والی مچھلیاں بھی علمائے ربانیین کے لیے دعاے خیر کرتی رہتی ہیں۔گویا علمائے ربانیین کے لیے یہ بڑا اعزاز اور تمغۂ شرف ہے۔تو یقیناً خوش نصیب ہے وہ جو اس دولت بے بہا سے بہرہ یاب ہوا، اور جس نے اس میراثِ نبوت سے حصہ وافر پایا۔ایسے ہی طالع بخت علما اور وارثین انبیا میں ایک نمایاں نام بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، امیر المجاہدین، حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

ایک سینے میں ہزاروں ولولوں کی کائنات
ایک انساں میں ہزاروں اہل ہمت کا ثبات

علامہ موصوف ایک سچے عاشق رسول بلکہ کاروانِ عشق رسالت کے ایسے قافلہ سالار تھے کہ عشق رسالت کے موقف پر سمجھوتا یا لچک داریت آپ کے مذہب میں تھی ہی نہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ ناموس رسالت کی پاسداری میں گزرا۔دفاعِ ختم نبوت و دفاع صحابہ آپ کا خاص مشن تھا، جس کی پاداش میں متعدد مرتبہ آپ کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی ڈالا گیا لیکن آپ اپنے موقف پر شیر ببر کی طرح ڈٹے رہے۔بالآخر آپ کی قابل رشک موت نے یہ معمہ ہمیشہ کے لیے حل کر دیا کہ جو حقیقی معنوں عاشق رسول اور فداے دین متین ہوتا ہے، اللہ تعالی دنیا و آخرت کی عزت و سرفرازی اس کا نصیب فرما دیتا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ آپ کی زندگی معمول کے مطابق رواں دواں تھی کہ اچانک عاشق رسول غازی ممتاز حسین قادری کا دلدوز سانحہ پیش آیا، جس نے آپ کو تڑپا کے رکھ دیا اور معذور ہونے کے باوجود آپ میدانِ عمل میں نکل پڑے اور اس وقت تک گستاخانِ رسول وصحابہ کی سرکوبی کرتے رہے اور عاشقانِ رسول وصحابہ کو شاباشی دیتے رہے جب تک کہ جان جان آفریں کے حوالے نہ ہوگئی۔

آپ کے جملہ محاسن وکمالات اپنی جگہ؛ لیکن جو چیز مجھے بھائی اور آج بھی میرے دل ودماغ پر قبضے جمائے ہوئے ہے وہ آپ کا عشق افروز نعرۂ 'لبیک یارسول اللہ' ہے۔صحیح معنوں میں آپ نے لبیک یارسول اللہ کا تار کچھ اس انداز سے چھیڑا کہ جسے سن کر زمین وفلک جھوم اٹھتے ہیں، سننے والوں پر وجد وسرشاری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور پھر وہ بہت دیر تک مسحور لذتِ عشق رسالت رہتے ہیں۔

ممکن نہیں بھلا دے زمانہ کبھی اسے

جو دے گیا ہے ُنعرۂ لبیک یا رسول ُ

یوں ہی آپ فرمایا کرتے تھے میں مکین گنبد خضرا کو کیا منہ دیکھاؤں گا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و ناموس پہ حملے ہوتے رہے، اور میں سب کچھ چھوڑ کر ادھر آ گیا''۔

الغرض! آپ کی ہمہ جہت شخصیت جماعت اہل سنت کے لیے کسی نعمت کبریٰ یا کبریت احمر سے کم نہ تھی، ایسی باعمل اور باکردار ہستیاں۔ جن پر دھرتی ناز کرے۔ صدیوں بعد جنم لیتی ہیں اور اپنی شفاف سرگرمیوں اور بے غبار کارناموں سے جنم جنم کے اندھیروں کو کافور کر دیتی ہیں۔ پھر ہر طرف سنت وشریعت کے اُجالے ہوتے ہیں اور قدم قدم عشق رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دمکتی پنکھڑیاں بکھری ہوتی ہیں۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

درس وتدریس، دعوت و بیان اور تصنیف وتالیف کی دنیا میں آپ نے جو گراں قدر، بیش بہا اور عظیم الشان خدمات انجام دیں وہ آب زریں سے رقم کرنے کے لائق ہیں۔ آپ کے تیار کردہ تلامذہ ومسترشدین اور مس خام سے کندن تک کا سفر کرائے جانے والے روحانی سپوت آپ کے نام وکام ومقام کو ہمیشہ زندہ و پائندہ رکھیں گے۔ اور پھر آپ کی مختلف موضوعات پر وقیع ورفیع کتابیں خود آپ کو جگ جگ زندہ وتابندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

ورق ورق سوزنِ قلم سے قبائے جاں اپنی سی رہے ہیں
نہ مار پائے گی موت ہم کو کہ ہم کتابوں میں جی رہے ہیں

ایسے لوگ بلا شبہ اپنی ذات میں ایک کائنات ہوتے ہیں۔ یہ عہد بھی ہوتے ہیں، عہد شناس اور عہد ساز بھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ فرد ایک فرد ہی ہے؛ لیکن جب وہ فرد ُفردِ فرید بن جائے تو پھر اس سے ملتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی لیے عالم کی موت کو عالَم کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لوگوں کو پتا نہیں کہ تعمیر شخصیت اور افراد سازی کا فن کتنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ دراصل بھٹکے ہوئے آہو کو سوے حرم لے جانے کا عمل ہے۔ یہ ہر آدمی کے بس کا نہیں۔ یہ جوئے شیر نکالنے سے زیادہ مشکل اور چاول پر قل ھو اللہ لکھنے کے آرٹ سے زیادہ گنجلک ہے۔ شاید اسی لیے نرگس کے ہزاروں سال اپنی بے نوری پر رونے کے بعد بڑی مشکل سے چمن میں ایک دیدہ ور پیدا ہوتا ہے۔ ایک ایسے دیدہ ور کا اُٹھ جانا جماعت کے لیے کتنا بڑا خسارہ اور نقصان ہے اس کا تو اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ موصوف کی موت دراصل ایک تحریک کی موت ہے۔ دعا گو ہوں کہ پروردگار عالم جماعت اہل سنت کو قبلہ امیر المجاہدین کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کے علمی وفکری وارثین کو ان کی تحریک ومشن کو بحسن وخوبی کامیابیوں کے منازل سے ہمکنار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الحلیم الکریم علیہ وعلیٰ آلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا (مریم:۹۶)

امیر المجاہدین کا جذبہ عشق رسول ﷺ

مولانا محمد جہانگیر قادری (حسن ابدال)

تحریک لبیک پاکستان کے امیر استاذ العلماء حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ اقبال کے حقیقی جانشین، فکرِ رضا کے امین اور علامہ عبدالستار خان نیازی مجاہد ملت کی یادگار اور عالم طاغوت کے لیے برہنہ تلوار تھے، آپ نے ضرب یضرب کی صرف صغیر اور علم صرف کو فقط مدارس میں طلباء کے درمیان ہی نہیں پڑھایا بلکہ اسے لاکھوں کے مجمعوں میں اور ہزاروں اہل علم کے ہجوم میں بھی عام فرمایا، جو میرے علم میں یہ فقط آپکا ہی خاصہ منفردہ ہے اور کمالِ عظیم ہے۔ اس عظیم فکر کی وجہ سے اہل علم آپ کی تقاریر وخطابات سننے کے لیے کھچے چلے آتے تھے، میرے نزدیک انکا ظاہر، باطن سے اور انکا باطن ظاہر سے زیادہ اُجلا تھا۔ انکی ہر بات دل سے نکلتی تھی اور پھر لاکھوں دلوں تک پہنچ کر عشقِ رسول ﷺ کا لمحہ بھر میں کثیر سامان مہیا کر دیتی ہے۔ سیرت اور تاریخ پر ایسا تام عبور اور علوم وفنون پر کامل مہارت انکی ذات میں یگانگت پیدا کرتی چلی جاتی ہے۔ آپ کو سننے والے اور آپ کے متعلق جو کچھ تحریر ہو چکا، اس کو لکھنے پڑھنے والے سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کو جو چیز امتیازی حیثیت دے گئی وہ آپ کا کامل عشق رسول ﷺ ہے۔

آپ فنافی الرسول تھے۔ اس بات میں کچھ شک نہیں کہ ہم سب کا آپس میں جو رشتہ اسلام ہے اس کی مضبوطی کا سبب عشقِ رسول ﷺ ہے۔ جوں جوں عشق رسول ﷺ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ عشاق سے رشتہ گہرا ہوتا جاتا ہے۔

دل بمحبوب حجازی بستہ ایم
زیں سبب با یک دیگر پیوستہ ایم

جس دن قبلہ امیر المجاہدین کا وصال ہوا اس دن بندہ ناچیز کی مسجد میں محفل میلاد تھی اور علامہ قاری عزیز الدین کوکب صاحب کا خطاب تھا جو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوا اور دس سے پندرہ منٹ بعد ایک نوجوان طالب علم نے تاجدارِ ختم نبوت کا نعرہ محبت بلند کیا جس سے پورے مجمع میں بڑا جوش و جذبہ پیدا ہوا اور بھرپور طریقے سے جواب دیا گیا۔ زندہ باد۔ زندہ باد۔ یہ منظر دیکھ کر علامہ قاری عزیز الدین کوکب صاحب فرمانے لگے۔ لوگو! میری عمر بھی امیر المجاہدین سے زیادہ ہے اور میری تقریریں بھی ان کی تقریروں سے بہت زیادہ ہیں لیکن میں اقرار کرتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں کہ عشقِ رسول ﷺ کی جو آگ تھوڑے وقت میں کم تقریروں میں ان عاشقوں کے دلوں میں امیر المجاہدین نے بھڑکائی ہے وہ آگ میں نہیں لگا سکا اور غالباً یہی وہ وقت تھا جب امیر المجاہدین کی وفات ہسپتال والوں نے کنفرم کی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امیر المجاہدین کی

پہچان عشقِ رسول ﷺ بن چکا تھا اور خطباء علماء اور بڑے بڑے مفکرین اس بات پر حیران ہیں کہ سیدھی سادھی باتوں میں اتنی تاثیر اور قبولیت آتی کیسے تھی، میرے خیال میں اس بات کا جواب قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں موجود ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم:۹۶)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے رحمٰن ان کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے۔

اس محبت الٰہی کا مظہر انکی زندگی میں بھی جا بجا مختلف اوقات اور لمحات میں دیکھنے کو ملا۔ کبھی راولپنڈی میں کبھی لاہور میں کبھی کراچی میں کبھی کس جگہ اور کبھی کس جگہ، جہاں بھی گئے لاکھوں عاشقان رسول ﷺ ان کے لیے چشم سر سرِ راہ بچھائے ہوئے تھے لیکن اس محبت الٰہی کا کامل مظہر چشم فلک نے اس وقت دیکھا جب اُن کا جنازہ اٹھا۔ چشم فلک نے ایسا منظر پہلے کبھی نہ دیکھا۔ پونے دو کروڑ کے قریب توحید و رسالت کے متوالے شمع نبوت کے پروانے لاہور میں پاکستان کی کوہان مینار پاکستان گراؤنڈ اور اس کے اطراف و اکناف میں جم غفیر ہی نہیں بلکہ جمِ اغفر تھا۔ اللہ کریم قبلہ امیر المجاہدین کا فیضان تادیر قائم و دائم فرمائے اور رہتی دنیا کا ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدایا رحم کن ایں عاشقانِ پاک طینت را



پیکرِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جسٹس (ر) میاں نذیر اختر
سابق جج لاہور ہائیکورٹ، لاہور

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ عظیم اثاثہ ہے ہے جو صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، تابعین، تبع تابعین، مومنین، اولیائے کرام، مشائخ عظام اور علمائے اُمت کو حاصل رہا۔ ماضی قریب میں امیر المجاہدین علاّمہ خادم حسین رضویؒ عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیکر بن کر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر نمودار ہوئے اور قلیل مدّت میں معاشرے پر عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سچے جذبات کے گہرے نقوش چھوڑ کر اچانک 19 نومبر 2020ء بروز جمعرات دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے چاہنے والے ان کے وصال کے حادثۂ جانکاہ پر صدمے سے نڈھال ہو گئے۔ انہوں نے لاکھوں کی تعداد میں ان کے جنازہ میں شریک ہو کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ غیر ملکی میڈیا نے بھی تسلیم کیا کہ ان شرکاء کی تعداد تقریباً ایک کروڑ چالیس لاکھ تھی۔

علاّمہ خادم حسین رضویؒ ضلع اٹک کے ایک گاؤں ''نکہ کلاں'' میں 22 جون 1966ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے سکول سے حاصل کی اور صرف 8 سال کی عمر میں دینی تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم عیدگاہ جہلم چلے گئے۔ وہاں انہوں نے قرآنِ پاک کے 12 پارے حفظ کیے اور بقایا 18 پارے مشین محلہ نمبر 1 کے دارالعلوم میں حفظ کیے۔ آپ نے 4 سال کے عرصے میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا۔ پھر 2 برس میں قرأت کی باقاعدہ تعلیم دینہ ضلع گجرات کی درسگاہ سے حاصل کی۔

1988ء میں آپ نے درسِ نظامی کی سند لاہور کی معروف دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ سے حاصل کی۔ 1988ء میں ہی آپ کا دورہ حدیث مکمل ہوا اور آپ کو دستارِ فضیلت عطا کی گئی۔ دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد 1990ء میں آپ بطور مدرس جامعہ نظامیہ میں ''علم صرف'' کا درس دیتے رہے۔ 1993ء میں محکمہ اوقاف پنجاب میں ملازمت مل گئی۔ کچھ عرصہ دربار سائیں کانواں والا گجرات میں بطور امام و خطیب کام کرتے رہے۔ پھر آپ کا تبادلہ مسجد شاہ ابوالمعالی لاہور میں ہو گیا۔ آپ ہمیشہ حق سچ کی آواز بلند کرتے اور بے باکانہ انداز میں حکومتی پالیسیوں کو بھی ہدفِ تنقید بناتے۔ اسی وجہ سے آپ کو 4 ماہ کے لیے حکومت پنجاب نے معطل کر دیا۔

بحال ہونے کے بعد آپ کا تقرر بطورِ خطیب مسجد پیر مکی لاہور میں ہوا۔ راقم کی علامہ خادم حسین صاحب سے پہلی ملاقات اسی مسجد میں ہوئی۔ میں نے متعدد بار اس مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کی اور ان کا ولولہ انگیز خطاب سنا۔ وہ حاکمانِ وقت پر بڑی جرأت سے تنقید کرتے اور انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی تاکید کرتے۔ حاکموں نے ان سے راہنمائی حاصل کرنے

کی بجائے انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا۔ جس کے بعد وہ جامع مسجد رحمۃ اللعالمین چوک یتیم خانہ ملتان روڈ لاہور میں خطیب رہے۔ میں وہاں بھی ان کا خطاب سننے اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جاتا رہا۔ وہ عشقِ رسول ﷺ میں ڈوب کر خطاب کرتے قرآن وحدیث کے حوالہ جات کے ساتھ وہ اردو، پنجابی اور فارسی کے خوبصورت اشعار کے حوالے بھی دیتے جاتے۔ وہ حضرت علامہ اقبالؒ کے کلام کے شیدائی تھے اور موقع محل کی مناسبت سے ان کے اُردو اور فارسی اشعار بھی پڑھتے تھے۔ ان کا خطاب بہت بے ساختہ، رواں دواں اور مؤثر ہوتا تھا۔ سننے والوں کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ علم اور عشقِ رسول کا بحرِ بے کراں ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ انہیں عشقِ رسول ﷺ کی دولت تو ماں کی گود سے ہی مل گئی تھی جو گھر میں اُٹھتے بیٹھتے ہر آن ''صدقے یا رسول اللہ'' کہتی رہتی تھیں۔ یہ کلمہ اپنی باطنی نورانیت کے ساتھ علامہ خادم حسین کی روح میں رچ بس گیا تھا جس کا اظہار ان کی زندگی میں ہر اہم مرحلے پر ہوتا رہا۔

حضرت علامہ اقبالؒ کو بھی عشقِ رسول ﷺ کی دولت اپنی والدہ محترمہ کے ذریعے عطا ہوئی۔ اس بات کا اظہار انہوں نے اپنے ایک فارسی شعر میں کیا جس کا ترجمہ یہ ہے ''مجھے عشقِ رسول میری ماں کی گود اور ندا سے ملا ہے۔ سکولوں (کی تعلیم سے) نہ دل کھلتا ہے اور نہ آنکھ کھلتی ہے۔ وہاں صرف یہ جادوگری سکھائی جاتی ہے کہ (مال) کمانا کیسے ہے''۔ ہمارے ممدوح علامہ خادم حسین رضویؒ کی نظر مال پہ نہیں مآل پہ رہی۔ وہ ایک جید عالم دین، حافظِ قرآن، مفسرِ قرآن، شیخ الحدیث اور استاذ العلماء تھے۔ اگر وہ اپنی زبان پہ مصلحت کے تالے لگا لیتے تو اپنی ملازمت قائم رکھ سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ہمیشہ وقتی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر حق سچ کی آواز بلند کی۔

جب ملک ممتاز قادری نے 4 جنوری 2011ء کو اس وقت کے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو گستاخِ رسول ہونے کی بنا پر ختم کیا تو علامہ خادم حسین رضوی نے فی الفور اس کے اقدام کی حمایت کی اور اس کے حق میں مظاہرے کیے۔ اس وقت کئی علماء تذبذب کا شکار ہوئے اور بعض نے تو ممتاز قادری کی مخالفت کی۔ اس فضا میں عاشق رسول ﷺ علامہ خادم حسین رضوی نے قبیلۂ عشاقِ رسول میں شامل ملک محمد ممتاز قادری کی حمایت اس کی حیات کے دوران اور شہادت کے بعد بھی جاری رکھی۔ انہوں نے جزوی جسمانی معذوری کے باوجود ممتاز قادری شہید کے جنازے میں شرکت کی۔ بعد ازاں وہ اس شہید کے چہلم میں شریک ہوئے۔ انہوں نے اس موقع پر بڑا جذباتی خطاب کیا اور اس دور کے ظالم حکمرانوں کے خلاف آواز بلند کی۔ وہ چہلم میں شریک ہونے والے عوام کے جمِ غفیر کے ساتھ، حکومت کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں طے شدہ منصوبے کے تحت حکومتی کارندوں نے توڑ پھوڑ کی اور بعض جگہوں پہ آگ لگائی۔ اس کا ذمہ دار جلوس کے شرکاء کو قرار دے کر ان پر پولیس کے ذریعے تشدد کیا گیا اور ان پر انتہائی زہریلی آنسو گیس پھینکی گئی جس سے کئی لوگ بے ہوش اور زخمی ہوئے اور متعدد لوگ شہید ہو گئے۔ اس دوران علامہ خادم حسین رضوی اسٹیج پر ڈٹے رہے اور ہاتھ بلند کر

کے مسلسل اللہ اکبر اور لبیک یارسول اللہ کے نعرے لگاتے رہے۔ ان کی جرأت اور پامردی نے لوگوں میں جذبۂ جہاد اور عشقِ رسول ﷺ کی روح پھونک دی۔ ان کی کاوشیں تادمِ آخر جاری رہیں۔ انہوں نے آخری ایام میں بیماری اور بخار کے باوجود شاد باغ لاہور میں محترم اویس قرنی کے ہاں میلاد النبی ﷺ کی تقریب سے خطاب فرمایا جس میں انہوں نے کھل کر فرانس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنانے والوں کی مذمت کی۔ راقم بھی اس تقریب میں شریک تھا اور اسے علامہ مرحوم کا خطاب سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ انہوں نے منجملہ دیگر باتوں کے فرمایا کہ عشقِ رسول ﷺ ہی دین کی اصل حقیقت اور روح ہے۔ ناموسِ رسالت پر پہرہ دینا اُمتِ مسلمہ کا فریضہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ گزشتہ 14 صدیوں میں گستاخانِ رسول کی گرفت خود اللہ کریم نے فرمائی اور ان مجرموں میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا، ان شاء اللہ خاکے بنانے والوں کی خاک اُڑے گی۔ انہوں نے حُبِ رسول ﷺ کے جذبات میں سرشار ہو کر فرمایا کہ اگر ان کا بس چلتا تو فرانس کے حاکموں اور خاکے بنانے والوں کا قیمہ بنا کر کتوں کو کھلا دیتے۔

انہوں نے 2016ء میں تحریک "لبیک یارسول اللہ" کی داغ بیل ڈالی۔ یہ الفاظ صحابہ کرام کی زبانوں سے ادا ہوتے تھے۔ ان میں بے پناہ تاثیر اور عشقِ رسول ﷺ کا سوز موجود ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک پورے ملک میں پھیل گئی اور ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کی زبانوں سے "لبیک یارسول اللہ" کے نعرے سنائی دینے لگے۔ ان نعروں نے لوگوں کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی حرارت پیدا کر دی۔ اس تحریک کو ایک سیاسی جماعت کے طور پر رجسٹر کر لیا گیا۔ تحریک نے 2018ء کے عام انتخابات میں حصہ لیا اور اس کے نمائندوں نے لاکھوں ووٹ حاصل کر کے دنیا کو حیران و ششدر کر دیا۔ یہ تحریک قلیل مدت میں ایک بڑی سیاسی قوت بن کر اُبھری۔ اگر آغازِ تحریک میں شریک ہونے والے سب راہنما اور ساتھی متحد رہتے تو یقیناً یہ تحریک زیادہ عروج اور کامیابیاں حاصل کر لیتی۔ بہر حال الگ الگ ہو کر بھی ہر راہنما اور اس کے پیروکار "لبیک یارسول اللہ" کے نعرے ہی لگاتے ہیں جس سے قوم میں حُبّ رسول ﷺ کے جذبات اور دینی غیرت و حمیّت پیدا ہو رہی ہے۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے خادم حسین رضوی اور ان کے پیروکاروں نے کئی بار احتجاجی دھرنے دیئے اور اپنے بعض مقاصد حاصل کیے۔ آخری بار انہوں نے تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے فیض آباد میں دھرنا دیا۔ حضور ﷺ کے خاکے بنانے والوں کے خلاف آواز بلند کی اور حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ فرانس سے اپنا سفیر واپس بلا لے۔ انہوں نے تو اپنا فرض بطریق احسن پورا کیا اور اسی دوران بیماری کی شدت کے باعث سوئے اجل روانہ ہو گئے۔ اللہ کرے کہ حکومت کو بھی توفیق ملے کہ وہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف مؤثر آواز اُٹھائے اور عملی اقدامات کرے۔

حضرت خادم حسین رضوی "ماہنامہ العاقب" کے نگران تھے۔ وہ اس رسالے میں ممتاز قادری کے حق میں اپنے اور دیگر علمائے کرام کے مضامین چھاپتے رہے۔ وہ خصوصیّت سے حضرت امام مالک کا یہ قول "ما بقاء الامۃ بعد شتم

نبیھم'' (ترجمہ: اُمت کے پاس کچھ نہیں بچتا، اس کے بعد کہ اگر کوئی (بدبخت) ان کے نبی پاک پر سبّ وشتم کرے) رسالے کے ہر صفحے پر چھاپتے رہے۔ یعنی نبی پاک ﷺ کی توہین کے بعد اُمت کے زندہ رہنے کا جواز ہی باقی نہیں رہتا جب تک گستاخوں کو کیفرِ کردار تک نہ پہنچادیا جائے۔

حضرت خادم حسین رضوی کی زندگی بہت خوب تھی اور ان کا سفرِ آخرت بھی انتہائی شاندار تھا۔ ان کے جنازے میں کم وبیش ایک کروڑ چالیس لاکھ افراد نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اس سے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک بے دین اور سیکولر لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہوں نے جان لیا کہ مسلمانوں کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کے جذبات موجزن ہیں اور اسی لیے وہ حضرت خادم حسین رضوی، ملک ممتاز قادری شہید، غازی علم الدین شہید اور غازی عامر چیمہ شہید جیسے عاشقانِ رسول ﷺ کی دل وجان سے قدر کرتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی حاکمِ وقت کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ ''تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ ہمارے جنازے کریں گے'' حضرت خادم حسین رضوی کے جنازے نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ دنیا وآخرت میں قابل قدر ہستیاں عاشقانِ رسول ﷺ کی ہیں اور ان کے مقابل عشق رسول سے عاری امیر، اُمرا، حاکمانِ وقت اور پروٹوکول کے حامل مغرور انسانوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

پیکرِ عشقِ رسول ﷺ علامہ خادم حسین رضویؒ کو بجا طور پر شہیدِ عشقِ نبی کہا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی ''اَشِدَّ اءُ عَلَی الْکُفَّارِ'' کے رنگ میں بسر کی۔ بعض اوقات ان کی تلخ نوائی حدود سے تجاوز کر جاتی اور وہ ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوت کے دشمنوں پر سبّ وشتم کے کوڑے برساتے۔ انہوں نے معترضین کی پرواہ نہ کی اور اپنی حسنِ نیت کے باعث اپنے مدّاحوں کے دلوں میں جگہ بنالی۔

زیر نظر کتاب مرتب کر کے علامہ سید صابر حسین بخاری قادری نے ایک اہم دینی اور ملّی فریضہ سرانجام دیا ہے جس سے قارئین کو علّامہ خادم حسین رضوی مرحوم کی زندگی کے اہم گوشوں کا علم ہوگا۔ اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے ممدوح علّامہ خادم حسین رضوی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقامات سے نوازے۔ آمین۔



چوکھٹ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چوکیدار

مولانا عبدالہادی قادری (جنوبی افریقہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا محمد خاتم النبیین أمام المحبوبین سید الدنیا و الدین و علی الہ و اصحابہ الدر المیامین و ابنہ الکریم الغوث الاعظم محی الدین عبدالقادر و حزبہ و بارك و سلم

عشق ،علم اور عمل کا حسین گلدستہ عالم جلیل ،فنافی الرسول ،محافظ عقیدہ ختم نبوت امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

ہر زمانے میں ایسے مردان قلندر وارد ہوئے ہیں ۔۔۔جن کے وجود مسعود نے گلشن اسلام کی آبیاری کی ۔۔۔ایوان باطل میں لرزہ طاری کر دیا۔۔۔اور چاردانگ عالم میں عشق مصطفوی کے چراغ روشن کئے ۔۔۔دورحاضر میں ایسا یکتائے روزگار، عقیدہ ختم نبوت کا سپہ سالار جس کا ہم نے مشاہدہ کیا وہ حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ تھے ۔۔۔میدان علم کا دھنی اور شہسوار۔۔۔ایسا ماہر کے علمائے کبار و مشائخ عظام آپ کو امام الصرف مانتے ۔۔۔آپ کی کتاب تعلیلا ت خادمیہ اس کا بین ثبوت ہے ۔محدث ایسے کہ کئی سال مسند حدیث پر فائز رہے ،محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خان صاحب علیہ الرحمہ کے دور کی یاد تازہ کر دی ۔ سینکڑوں احادیث کے حافظ ۔۔۔عربی متن کے ساتھ کئی احادیث تقاریر میں فی البدیہہ پڑھتے ۔۔۔مفتی تھے تو فقہ میں ایسی مہارت کہ فتاوی رضویہ شریف کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔۔۔اس کے شروع میں تحقیقی مقدمہ و مقالہ لکھا۔۔۔عربی ادب پر ایسے ماہر کے یوں محسوس ہو کہ لسان العرب اور قاموس حفظ ہو۔۔ہر لفظ کے کئی معانی اور مفاہیم مثالوں کے ساتھ سمجھاتے ۔۔۔اپنے زمانے کے سعدی و جامی تھے ۔۔۔فارسی اور عربی اشعار پر گہری دسترس رکھتے ۔۔خصوصا روزانہ سبق سے پہلے قصیدہ بردہ شریف کے ایک شعر کی تشریح کرتے ۔۔۔کوئی تقریر قلندر لاہور ڈاکٹر اقبال اور امام عشق و محبت اعلحضر ت قدس اللہ سرہ کے اشعار کے بغیر مکمل نہ کرتے ۔۔۔تاریخ اسلام خاص کر دور خلافت ،سیرت اور غزوات پر ایسا عبور تھا کہ سننے والا یوں محسوس کرے کہ یہ اپنا عینی مشاہدہ بیان کر رہے ہیں ۔۔۔جبل علم مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کے شاگرد خاص ۔۔۔پاکستان کی سب سے بڑی دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے سینئر استاد ۔۔۔اور ہزاروں کی تعداد میں فضلاء وعلماء کے استاذ تھے ۔۔۔عمل ایسا کہ زہد وتقویٰ کا مرجع و پیکر ۔۔۔فقر شبیری آپ کے گھر و زندگی میں عیاں ۔۔۔لاکھوں کا رہبر مگر مسجد ہی کے گھر میں رہائش ۔۔۔جب جنازہ اٹھا۔۔۔تو گھر کے دروازے تک ٹوٹے ہوئے تھے ۔۔۔اپنی دینی خدمات میں کوئی تصنع روا نہ رکھا۔۔۔اپنا تعارف یوں کرواتے :''میں کتا۔۔پاک رسول اللہ دا'' میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کتا ہوں ۔۔کوئی خنزیز ناموس رسالت کے گلشن پر حملہ

کرے گا تو میں بھونکوں گا شور مچاؤں گا۔۔۔عملیات و وظائف کے بہت شوقین تھے۔۔۔رات کو سونے سے قبل تسبیح فاطمہ اور سورہ محمد آپ کے اوراد میں شامل تھا۔۔۔شب بیدار شخصیت تھے، رات بھر اشک بہایا کرتے۔۔۔جب فرانسیسی صدر ملعون نے سرکار مدینہ صاحب حسن وسکینہ ﷺ کے خاکے بنوانے کا سر عام اعلان کیا۔۔۔اس وقت سے رنجیدہ تھے۔۔۔کہ جب سرکار ﷺ کی گستاخی ہو۔۔۔اور امت خاموش رہے۔۔۔ان کو مر جانا چاہئے۔۔۔جینے کا حق نہیں۔۔۔آپ کا عمل کیا تھا۔۔۔وہ خود اقبال کے شعر میں سمجھاتے: جس کا عمل بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے آپ عاشق صادق تھے۔۔۔امام بوصیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

عاشق تیرا عشق چھپ نہیں سکتا، تیرا زرد چہرہ، پرنم آنکھیں، آہ و بکا سب تیرے عشق کو ظاہر و باہر کر رہا ہے۔

آپ کی تقریر ہر سو عشق کی خوشبو بکھیر دیتی۔۔۔جس نے ایک تقریر بھی سن لی۔۔۔اس نے اپنے سینے میں جو گرمی محسوس کی وہ بلاشبہ یوں بیان کی جاسکتی ہے:

کباب آہو میں بھی نہ پایا
مزا جو دل کے کباب میں ہے

آپ کی تقریر تقریر نہیں بلکہ شعلہ بیانی اور عاشقانہ سحر انگیزی تھی۔۔۔ہزاروں نہیں بلکہ عرب و عجم میں لاکھوں لاکھ مسلمانوں نے ناموس رسالت ﷺ کی پہرہ داری کی قسم ٹھان لی۔۔۔ہر شخص کی زندگی کا نعرہ بن گیا۔۔۔لبیک لبیک لبیک یا رسول اللہ تاجدار ختم نبوت زندہ باد زندہ باد اس ساقی عشق نے عشق کہ وہ جام پلا دیے کہ ہر سنی اب اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین یوں بیان کرتا ہے:

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

آپ نے واضح اعلان کر دیا کہ

گستاخ رسول کی ایک ہی سزا
سر تن سے جدا سر تن سے جدا

بات سے جو دل نکلے اثر رکھتی ہے

اس اعلان میں وہ تاثیر تھی کہ پاکستان کو طول و عرض میں یہ صدا گونجنے لگی اور تو اور عالم کفر پر خوف و ہیبت طاری ہوگئی ۔فیس بک، یوٹیوب، پرنٹ میڈیا پر آپ کے بیانات اور سیاسی جدو جہد کو بلاک کیا جاتا رہا۔خبروں میں کوئی کوریج نہ دی جاتی۔مگر ہر آن آپ شہرت کی بلندیوں کو طے کرتے رہے اور آپ کے محبین اور متعلقین کا حلقہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔آپ کو کئی دفعہ

جیل کاٹنے پر مجبور کیا گیا۔آنسو گیس، شیلنگ کئی تکالیف برداشت کرنی پڑیں لیکن آپ ہمیشہ مسکرا کر یہ فرماتے:

جن مالکوں کا ہم کام کر رہے ہیں وہ ہمیں بے آسرا نہیں چھوڑ ینگے۔

اس جذبہ عشق نے مسلمانانِ عالم میں ایک روحانی و مصطفوی انقلاب پیدا کر دیا۔۔آج بھی جب ان کی تقریر سنتے ہیں۔۔۔تو سامع اپنے اندر ایک ولولہ ایک تحریک محسوس کرتا ہے بلکہ بزبان دل کہتا ہے:

یہ ایک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
تیرے نام پر سب کو وارا کروں میں

جب سرزمین پاکستان میں ختم نبوت بل میں ترمیم کی سازش ہونے لگی، C-295 گستاخی رسول پر سزا میں نرمی کے حوالے سے فتنہ اٹھایا لبرل لوگوں کی طرف سے مادر پدر آزادی کا رجحان اور سلوگن میرا جسم میری مرضی عام ہوا۔۔۔علامہ خادم حسین رضوی قدس اللہ سرہ اور ان کے مخلصین نے نہ صرف فتنہ کا بھرپور مقابلہ کیا بلکہ اکھاڑ کر پچھاڑ دیا۔

سچ یہ ہے کہ خدائے ذوالجلال نے آپ کو کئی کمالات سے نوازا۔حافظ قرآن، قاری قرآن، امام، خطیب، مناظر، مقرر، فصیح اللسان، مدرس، مفتی، ادیب، شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، پیر طریقت، صوفی باصفا، مصنف، سیاسی مدبر، قائد، امیر المجاہدین، محافظ عقیدہ ختم نبوت اور سب سے بڑھ کر عشق رسالت ﷺ کے علمبردار جس کمال نے آپ کو اوج ثریا تک پہنچا دیا۔آپ کا جنازہ بارگاہ رسالت ﷺ میں آپ کی مقبولیت کی واضح دلیل تھا۔۔پاکستان کی تاریخ تو کجا۔انسانی تاریخ کے چند بڑے جنازوں میں آپ کا جنازہ تھا۔ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان کے نقوش صدیوں تک مشعل راہ ہوتے ہیں۔آپ کی قابل رشک زندگی اور جنازہ یقیناً یہ پیغام دے گیا:

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی خاص رحمتوں کا نزول فرمائے اور ان کے صدقے ہمیں بھی شمع رسالت کا سچا پروانہ بنا دے۔آمین۔



علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ
سیرت خاتم النبین ﷺ کے اولین سبق کی عملی تصویر

ڈاکٹر ثاقب محمد خان

مشرکین مکہ اسلام کی تبلیغ اور خاتم النبین ﷺ کے ابدی پیغام کے اثر انگیزی سے گھبرا کر ایک وفد کی صورت میں ابو طالب کے پاس اس ارادے سے آئے کہ ان سے کہا جائے کہ وہ اپنے بھتیجے کو روکنے کی ذمہ داری لیں، ورنہ حالات کے مزید خراب ہونے کے ذمہ دار وہی ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے گفتگو کی کہ ابو طالب اپنے بھتیجے پر کنٹرول کریں، یا ان سے علیحدگی اختیار کر لیں تا کہ اہل مکہ معاملات پر خود قابو پانے کے لیے کوئی اقدام کر سکیں، دورانِ گفتگو ان لوگوں کا لہجہ ترش تھا اور دھمکی آمیز تھا، انہوں نے صرف اپنی باتیں کیں، اور ابو طالب کا کوئی جواب سنے بغیر اٹھ کر چل دیئے۔

اس صورت حال نے ابو طالب کو خاصا متفکر کر دیا اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا، وہ سب گفتگو بتائی جو ان کے اور کفار کے مابین ہوئی تھی، نیز کہا کہ اے میری جان، مجھ پر بھی رحم کرو اور اپنے آپ پر بھی اور مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈالو جو میں اٹھا نہ سکوں۔ آپ ﷺ نے نہایت اطمینان وسکون سے جواب دیا، اے میرے چچا، اگر وہ سورج میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کریں کہ میں دعوت حق چھوڑ دوں، تو یہ ناممکن ہے یا تو اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ عطا فرمائے گا، اور یا میں اس کے لیے اپنی جان دے دوں گا۔ یہ سن کر ابو طالب نے کہا، اے میرے بھتیجے آپ کا جو جی چاہے کہیے میں آپ کو کسی قیمت پر بھی کفار کے حوالے نہ کروں گا۔ اس موقع پر ابو طالب نے یہ شعر بھی کہا:

بخدا یہ سب مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے

تبلیغِ دین کے سلسلے میں عزم واستقامت اور دشمنانِ اسلام کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہنا، خاتم النبین ﷺ کی سیرت کا اولین درس ہے اور یہی کسی بھی مشن کی کامیابی کی ضمانت اور بنیادی شرط ہے۔ پیغام کتنا ہی دلنشین واہم ہو، اگر سالار میں استقامت ہے تو ہی اس کے ثمرات میسر ہوتے ہیں۔ تمام اچھی تدبیریں، وسائل اور صلاحیتیں، استقامت ویقین کی محتاج ہوتی ہیں۔ جانِ عالم ﷺ کی سیرت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلاف کی کئی مثالیں ہمارے درمیان موجود ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ سے مسلمان والہانہ محبت اس لیے نہیں کرتے کہ وہ ایک زبردست حکمران اور اعلیٰ پائے کے منتظم تھے، بلکہ ان کے ساتھ محبت وعقیدت اس لیے تھی کہ انہوں نے کسی نفع ونقصان کی پرواہ کیے بغیر خود کو ایک عظیم مقصد کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ ان کا اخلاص اور commitment تھی کہ دنیا بھر میں آج بھی ان کی عظمت کو سلام پیش کیا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں عزم واستقامت اور دشمنانِ اسلام کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہنے کے نبوی درس کی عملی تصویر حضرت علامہ خادم

حسین رضوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت میں بہت واضح نظر آتی ہے۔ایک طرف آپ کی شخصیت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی للکار نظر آتی ہے تو ایک طرف حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی عزیمت، کہیں امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی استقامت تو کہیں علامہ فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی غیرت وحمیت۔آپ کی استقامت اور استقلال ہی تھا جس نے ملک کے ضمیر فروشوں اور دنیا بھر کے ایمان فروشوں کی نیندیں چھین لی تھیں۔

نبی مکرم ﷺ کی تعلیمات کے مصداق آپ نے ہر سختی کا جرأت مندی سے مقابلہ کیا اور نہایت مختصر عرصے میں وہ کر دکھایا کہ بڑے سے بڑا لیڈر کئی سالوں کے بعد بھی اس کے عشر عشیر تک نہیں پہنچ پاتا۔یہ آپ کی ہمت واستقامت اور حضور ﷺ پر جان فدا کرنے کا عزم ہی تھا کہ جب سب سو رہے تھے،صرف یہ جاگ رہے تھے بلکہ دوسروں کو بھی جگا رہے تھے اور دشمن کے سامنے ڈٹ کر کھڑے تھے۔دنیا نے دیکھا کہ لوگوں نے آپ کو اس قدر محبت دی جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔یہ سب اس لیے ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خود کو ایک اعلیٰ ترین مقصد کے ساتھ وابستہ کیا اور پھر کمال استقامت اور مکمل commitment کے ساتھ اپنا تن، من، دھن، جان، مال، اولاد حتیٰ کہ سب کچھ اس مقصد کے لیے وقف کر دیا۔بلاشبہ ٹھٹھرتے سرد موسم، سخت وبائی ایام اور خوف و اِبتلا کے دنوں میں اپنے اہل وعیال سمیت کھلے آسمان تلے چادر لپیٹ کر بیٹھنا اور اسی چادر کو سڑک پر بچھا کر اس پر سو جانا اور زندگی بھر اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی پہرے داری کی ذمہ داری بخوبی نبھانا آپ کا ہی طرۂ امتیاز رہا۔

علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف نسلِ نو کو سیرت رسول ﷺ کے اولین سبق،استقامت کو عملی طور پر اپنا کر کامیابی کا بنیادی اصول سکھایا بلکہ آپ نے اپنے کردار،عمل اور جرأت سے پوری دنیا کو یہ باور کروا دیا کہ ایک عاشق رسول کتنا طاقت ور ہوتا ہے!

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ربِ کائنات حضرت کی خدمات کے صلے میں ان کی نیابت کے لیے مسلمانوں کو ایک ایسی شخصیت عطا کرے جو نہ صرف ان کے لیے قبر میں راحت کا سامان کر سکے بلکہ اس عظیم مشن کو آگے بڑھا کر پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔آمین



عاشق حبیب باری محافظ حرمت نبوی پیکر جرأت و بہادری

ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی

قانون قدرت اور دستور فطرت ہے اس دنیا میں روز لوگ پیدا ہوتے ہیں اور ہر روز حکم الٰہی سے لوگ رخصت ہو جاتے ہیں، مگر کچھ خوش نصیب اور منتخب لوگ اس دھرتی پر جیتے ہیں تو شان سے اور جب یہ جہان چھوڑتے ہیں تو آن بان سے۔ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور صدیوں یاد کیے جاتے ہیں۔امیر المجاہدین شیخ الحدیث حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ ایسے ہی نابغہ روزگار لوگوں میں ایک تھے جو جرأت سے جئے اور شان سے رخصت ہوئے۔چشم فلک نے شاید ہی کسی بندہ مومن کا اس عقیدت اور شان سے سفر آخرت دیکھا ہو۔محمد عربی فداابی و امی کے اس غلام کو اہل ایمان نے جس محبت سے رخصت کیا تاریخ اس منظر کو یاد کرے گی۔شاعر نے ایسے ہی موقع پر ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا تھا

سو گئے خواب سے لوگوں کو جگانے والے
دیکھنے کو تو ہزاروں ہیں مگر کتنے ہیں
ظلم کے آگے کبھی سر نہ جھکانے والے
مجھ پے تحقیق میرے بعد کرے گی دنیا
مجھے سمجھیں گے میرے بعد زمانے والے

علامہ خادم حسین رضوی اس امت کے محسن ہیں،انہوں نے سوتی ہوئی قوم کو جگایا،سینوں کو تازہ ولولہ دیا،انہیں لبیک یا رسول اللہ کا ایمان افروز نعرہ دیا،کروڑوں لوگوں کے سینوں میں جذبہ عشق نبی ﷺ اجاگر کیا،لاکھوں لوگوں کو سینہ تان کر دین کی خدمت کا سلیقہ بتایا،تحفظ ناموس رسالت کے لیے ہر شے قربان کرنے کا طریقہ سکھایا،ہر میدان میں باطل کو للکارنے کا حوصلہ دیا۔اقبال کے اس شاہین نے قوم کے سینوں میں جرأت و بہادری سے جینے مرنے کی تڑپ پیدا کی۔واقعی وہ اللہ جل جلالہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

علامہ خادم حسین رضوی پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کے ایک گاؤں نکہ کلاں میں ۲۲ نومبر ۱۹۶۶ کو ملک لعل خان کے گھر پیدا ہوئے۔مقامی سکول میں چار جماعتیں پڑھنے کے بعد جہلم میں حفظ قرآن کی سعادت پائی۔۱۲ سال کی عمر میں قاری غلام یاسین صاحب کے مدرسہ غوثیہ اشاعت العلوم جہلم میں حفظ قرآن مکمل کیا۔جہلم ہی کے علاقہ دینہ میں دو سال تجوید وقرات کی تعلیم حاصل کی۔ازاں بعد ملک عزیز کی مقتدر دینی دانشگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کی تکمیل کی۔اسی ادارے میں برسوں علم کی خیرات بانٹتے رہے،شیخ الحدیث بھی رہے۔

۱۹۹۳ میں محکمہ اوقاف پنجاب کی ملازمت اختیار کی۔گنج بخش فیض عالم حضرت داتا صاحب کے دربار گوہر بار کے قریب دربار پیر مکی ملحقہ مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیے۔زندگی کے آخری سالوں میں جامعہ مسجد رحمۃ للعلمین میں امامت وخطابت کا منصب سنبھالا۔چند سال قبل (ٹی۔ایل۔پی) تحریک لبیک پاکستان قائم کی۔اس کے سربراہ رہے، امیر المجاھدین کا لقب پایا۔

علامہ خادم حسین رضوی جیسے نڈر، بے باک، جری مخلص، بے ریا، ذہین، سچے اور سُچے دین کے سپاہی اپنے نبی کے غلام، دین حنیف کے خدمت گار اور ناموس رسالت کے پہرے دار روز روز نہیں پیدا ہوتے۔ایسے عظیم رجال کار کے لئے دھرتی صدیوں انتظار کرتی ہے۔

فخر کرتی رہیں گی تم پر بستیاں در بستیاں
روز قدرت کہاں پیدا کرتی ہے ایسی ہستیاں

آپ کا انداز سب سے نرالا اور انوکھا تھا قدرت نے آپ کو یہ کمال عطا کیا تھا کہ طویل سے طویل ترین احادیث مبارکہ آپ کو سورہ فاتحہ کی طرح یاد تھیں۔مشکل عربی عبارات اس تسلسل سے پڑھتے تھے کہ سننے والے حیران رہ جاتے۔قرآن پاک کی ہر آیت کے کلمات کے صیغے انہیں آتے، وہ قرآن کے بھی حافظ تھے، حدیث کے بھی حافظ تھے، اور ان کے ایک چاہنے والے نے سچ کہا کہ وہ کلام اقبال کے بھی حافظ تھے، وہ کلام اعلی حضرت کے بھی حافظ تھے۔ان کا انداز بیان سادہ تھا مگر ایسا تھا کہ سادگی اس پر قربان ہو جائے مخصوص لب ولہجہ میں جب پنجابی کلام کرنا شروع کرتے تو لاکھوں سامعین جھوم جھوم جاتے۔علامہ اقبال کے اردو اور فارسی اشعار ایسے روانی سے پڑھتے جیسے انہیں سارا کلام اقبال حفظ ہے۔فتاوی رضویہ کے آغاز میں اعلیٰ حضرت نے جو کمال کا خطبہ تحریر فرمایا ہے وہ فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے، خطبہ میں ہی شان الوہیت اور شان رسالت، ائمہ اربعہ کے اسماء، کتب فقہ کے نام، سب کچھ سمو دیا، اور موتیوں کی طرح پرو دیا۔علامہ خادم حسین رضوی یہ طویل خطبہ اس والہانہ انداز میں پڑھتے کہ خاندانِ اعلی حضرت کے علماء ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔

اللہ کریم جل جلالہ جب کسی بندے سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اسے بے پناہ صلاحیتیں اور قوتیں ودیعت فرما دیتا ہے۔

جب عالم کفر شان رسالت مآب ﷺ کی بے ادبیوں پر اتر آیا تو پھر محمد عربی ﷺ کا یہ شیر میدان میں کود پڑا، پھر دنیا نے دیکھا کہ نہ جیل انہیں روک سکی، نہ سختیاں ان کے آڑے آسکیں، نہ دھمکیاں کام دکھا سکیں، نہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں اس شیر کی راہ بند کرسکیں، نہ سزائیں اسے حق سے باز رکھنے میں کامیاب ہوسکیں، نہ حکومتی اقتدار ان کی جرأتوں کو للکار سکا۔مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ نے اعلان کیا یہ گردنیں محمد عربی ﷺ کی ناموس کی حفاظت کے لئے کٹ تو سکتی ہیں مگر جھک نہیں سکتیں۔آسمان نے یخ بستہ فضاؤں میں فیض آباد کا کامیاب دھرنا دیکھا، اور بارہ ہزار شیل کھا کر بھی غلامان مصطفیٰ علی التحیۃ

والثناء نے باطل کے سامنے سر نہ جھکایا۔آٹھ سر اپنے نبی کی حرمت پر قربان ہو گئے مگر امیر المجاہدین اور ان کے پیروکاروں کے پائے استقلال میں استقلال ہی نظر آیا۔دیوانوں نے اعلان کیا کہ

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

علامہ خادم حسین رضوی بظاہر پاؤں سے معذور تھے اور کھڑے نہیں ہو سکتے تھے مگر عزم واستقلال کے کوہ گراں تھے۔کروڑوں لوگوں کو سینہ تان کر کھڑے رہنے کا حوصلہ دے گئے،وہ برملا فرماتے تھے

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تابہ منزل صرف دیوانے گئے

علامہ خادم حسین رضوی بہت ہی بہادر انسان تھے،اپنے نبی کے نام پر سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ ہر وقت ان کے مبارک سینے میں موجزن رہتا،وہ کہتے صرف میرے حضور کی بات کرو،نعرہ بھی انہی کے نام کا لگاؤ،کام بھی ان کے دین کا کرو،پہرہ بھی ان کی ناموس کی حفاظت پر دو۔ان کا اعلان تھا کہ کائنات میں میرا تعارف بس صرف اتنا ہے:

''کتا پاک رسول اللہ دا''

جب کسی نے جہاں کہیں ان کے نام کا نعرہ بلند کیا تو انہوں نے روک دیا ٹوک دیا اور فرمایا نعرہ مالکوں کے لئے ہوتا ہے ہم تو اس پاک در کے کتے ہیں۔

اس موقع پر وہ مخصوص انداز میں پنجابی شعر پڑھتے تو کروڑوں لوگوں کے دلوں میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی محبت ٹھاٹھیں مار رہی ہے۔وہ کہتے

کتا پاک رسول دا بھونکے شور مچاوے کیوں؟
ناموسِ رسالت گلشن اندر کوئی سور نہ پھیرا پاوے

رضوی صاحب کے کارواں میں بزدلوں کا کوئی کام اور مقام نہ تھا،کوئی چیتے کا جگر اور شیر کا دل لے کر آتا تو ان کے ساتھ چل سکتا ورنہ وہ سفر کے آغاز میں ہی اعلان فرما دیتے:

یہ سفر ہے کوئے جاناں یہاں قدم قدم بلائیں
جنہیں زندگیاں ہوں پیاری وہ یہیں سے لوٹ جائیں

علامہ خادم حسین رضوی اس دھرتی پر رحمت اور برکت کا نشان تھے مختصر زندگی میں وہ جو جذبہ اور ولولہ پیدا کر گئے جو

بڑے بڑے ادارے بھی نہ کر سکے، جونعرہ وہ دے گئے اس پر کٹ مرنا جس طرح وہ سکھا گئے یہ سبق صرف ایسا ہی شخص پڑھا سکتا تھا اب محفلوں اور مجلسوں میں یہ نعرہ گونجے گا تو ان کی روح مسرور ہوگی، وہ ان شاء اللہ قیامت تک عزت اور آبرو کے ساتھ یاد کئے جاتے رہیں گے انہوں نے جوعلم بلند کیا ہے یہ بلند ہی رہے گا، ان کا مشن جاری رہے گا، ان کا دیا ہوا ولولہ باقی رہے گا، ان کا پڑھایا ہوا سبق یاد رکھا جائے گا، ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی، ان کے دیوان اللہ کے دین کو تخت پر لانے کا فریضہ نہیں بولیں گے۔ ان کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہِ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

وہ ساری زندگی تاجدار ختم نبوت ﷺ کی سمت میں جیتے اور یہی جذبہ لئے اس دنیا سے رخصت ہوئے، وہ علی الاعلان فرماتے:

''اس زندگی کا کوئی مقصد اور کوئی فائدہ نہیں جو حضور ﷺ کی عزت پر پہرا نہ دے سکے، جو گستاخانہ خاکوں کو نہ روک سکے، جو گستاخوں کو منہ توڑ جواب نہ دے سکے۔

انہوں نے بھری بزم میں یہ مومنانہ اعلان کیا کہ:

''اگر میرے دل کے کروڑویں حصے میں بھی کوئی دنیاوی غرض، حرص اور لالچ ہو اور میں اپنے اس مشن میں کبھی بھی مخلص نہ ہوں تو میرا مالک مجھے اسی دن زمین میں گاڑ دے۔

انہوں نے تاجدار مدینہ سرور سینہ ﷺ سے وفا کی قسم کھائی تھی اور اپنی یہ قسم پوری کر کے سرخرو ہو کر اس جہان سے رخصت ہوئے۔

تاریخ کے سب سے بڑے جنازے نے ان کی مقبولیت اور محبوبیت کی داستان رقم کی ہے، اس کی مثال صدیوں یاد رکھی جائے گی، رب ذوالجلال اس عاشق بے مثال کی قبر پر ہر دم رحمتوں کی بارش نازل فرمائے، آپ کے چاہنے، ماننے والوں کو آپ کے مشن کا امین بنائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم۔



علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا محمد یٰسین قصوری

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

عاشق رسول مجاہد ختم نبوت امیر تحریک لبیک یارسول اللہ پاکستان اور معروف عالم دین علامہ شیخ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ۵۴ سال کی عمر میں چند روز بخار میں مبتلا رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

علامہ خادم حسین رضوی ایک مستند عالم دین اور درد دل رکھنے والے سچے عاشق رسول تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں علم وعمل میں خاص ملکہ اور خطابت کا خاص وصف عطا فرما رکھا تھا، اس کے ساتھ ساتھ ان کا ادبی ذوق بھی اعلی پائے کا تھا۔ قدیم شعراء سے لے کر علامہ اقبال تک انہیں از بر تھے۔ ان سب پر ان کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے عشق غالب تھا۔ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک انہوں نے ہمیشہ انتہائی جرأت اور غیرت ایمانی کے ساتھ جاندار انداز میں آواز حق بلند کی اور ارباب اختیار کو بات سننے پر مجبور کر دیا۔ شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی کو یہ شرف وامتیاز حاصل ہے کہ آقائے دو جہاں ،خاتم النبیین صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی عزت وناموس اور ختمِ نبوت کے دفاع کے لیے ان کی تڑپ کی وجہ سے تمام مسالک ومکاتب فکر کے علماء انہیں احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

علامہ رضوی نے پاکستان سمیت دنیا بھر میں تحفظِ ناموسِ رسالت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ وہ ایک جادو بیان خطیب تھے، انہیں پنجابی، اردو، عربی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اردو اور پنجابی زبان میں اپنے منفرد اندازِ خطاب سے وہ لوگوں کے دلوں کو گرمانے کے فن پر کمال دسترس رکھتے تھے، اپنی تقریر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور علامہ اقبال کی شاعری سے سماں باندھ دیتے تھے۔

علامہ رضوی شروع جوانی سے ہی درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور تصنیف وتالیف سے شغف رکھتے تھے۔ درس وتدریس سے وابستگی اکثر علماء کا خاصہ ہے لیکن علامہ رضوی اس فن میں بھی بے مثال تھے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ سے تحصیل علوم کے بعد وہیں پر تدریس کے فرائض سرانجام دینا آپ کے لیے اور جامعہ نظامیہ رضویہ کے لیے باعثِ افتخار رہا۔

علامہ رضوی کی قلبی وابستگی اہلسنت کی سیاسی جماعت ”جمعیت علماء پاکستان" اور قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللّٰہ علیہ اور مجاہد ملت علامہ محمد عبد الستار خان نیازی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رہی۔ علامہ رضوی میں عشقِ رسول کی شمع فروزاں تھی جس نے اپنے کردار وعمل سے لاکھوں لوگوں کی کیفیت بدل کر رکھ دی بچے سے لے کر جوان اور ہر ایک کی زبان پر تاجدارِ ختمِ نبوت کا نعرہ جاری کر دیا۔ لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ کی صدائیں ملک پاکستان کے گلی کوچوں میں گونجنے لگیں، نہ

صرف پاکستان بلکہ دنیائے اسلام کو ایک ولولہ تازہ عطا کر دیا اور بڑے بڑے ایوانوں کو لرزہ براندام کر دیا۔

علامہ خادم حسین رضوی اس وقت نہ صرف تحریک لبیک یارسول اللہ پاکستان کے سربراہ تھے بلکہ آپ اہلسنت کی قدیمی، دینی درسگاہ" جامعہ نعمانیہ "لاہور کے سرپرست و مہتمم بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت عروج و بلندی عطا فرمائی جب علماء جہاد اور حق گوئی کے معاملہ میں قدرے سستی دکھا رہے تھے، جب خانقاہی نظام سے تزکیہ نفس مفقود ہو چکا تھا، جبکہ مزارات سرکاری سرپرستی میں سیاسی اکھاڑے بن چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علامہ رضوی کے خلوص، نیک نیتی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت آج علماء حق اور عوام اہلِ سنت ان کے شانہ بشانہ کھڑے باطل قوتوں کو للکارتے پچھاڑتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں اور اپنی تمام تر توانائیاں دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بروئے کار لانے کے لیے تڑپ رہے ہیں۔

کاش کہ ہمیں اسلام کی سربلندی اور تحفظِ مقامِ مصطفیٰ و ناموس رسالت کی بقاء کے لیے علامہ رضوی جیسے شیر دل، سچے، نڈر خادم ملتے رہیں، جنہوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پھر انہوں نے اپنی تحریک کے ذریعے سے بھٹکے ہوئے نوجوانوں کو دامن مصطفیٰ کریم سے وابستہ کیا اور" لبیک یارسول اللہ "کے نعرے کی گونج بستی بستی، شہر شہر پہنچائی۔

علامہ رضوی اپنے مشن کی تحریک سے باوفا تھے، اپنے جذبے میں مضبوط اور بے غرض تھے، سیم و زر ان کا مقصد نہیں تھا، ان کی سوچ و فکر تاریخ ساز تھی اور ان کے ملفوظات تحریک لبیک یارسول اللہ پاکستان کے نوجوانوں میں نئی روح پھونک کر کردارسازی کا کام بھی دیتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی تحفظ اسلام اور ناموسِ رسالت کے لیے وقف کر رکھی تھی، آپ نے دین کی خدمت سچائیوں اور اخلاص کے جذبے کے ساتھ کی تھی، اللہ کرے آپ کے اس جذبے کا فیض رہتی دنیا تک قائم رہے، ان کی نیتوں کے قافلے ایسے ہی رواں دواں رہیں مشک و گلاب کی طرح مہکتے رہیں۔ چراغ کی طرح چارسُو تجلیاں بکھیرتے ہوئے ایک عالم کو اپنے فیض سے منور کرتے رہیں اور اللہ کرے کہ علامہ رضوی جیسی بے مثال ہستیاں اہل سنت میں پیدا ہوتی رہیں۔

ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور اس دار فانی سے نکل کر آگے کی منزلوں کی طرف سفر کرنا ہے، تو وہ دن بھی آ گیا جب ناموسِ رسالت کا بہادر، نڈر، مجاہد، تحفظ ناموس رسالت کا پہریدار دلوں کو آتش عشقِ رسول کی گرمی سے زمرہ کرنے والا علامہ رضوی 19 نومبر بروز جمعرات 2020 کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے اور اپنے پیچھے ایک مشن چھوڑ گئے۔ علامہ رضوی کے جنازہ نے حق و باطل کے امتیاز کو واضح کر دیا۔ جس کو شاعری کی زبان میں یوں بیان کیا سکتا ہے

حق و باطل میں تمیز آپ کا جنازہ کر گیا
کس قدر آئی تھی خلقت خادم رضوی چلے
میرے ہاتھ میں تھا جب میرے مصطفیٰ کا دامن
میرے پاؤں چومتی تھی یہ گردشِ زمانہ



میں ترے فقیروں میں، میں ترے غلاموں میں

علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ”مرد افگن عشق“

پروفیسر سید نصرت بخاری (اٹک)

بچپن میں ایک کہانی پڑھی تھی کہ ایک آدمی نے ایک دن بیج بویا، دوسرے دن صبح دیکھا تو اس درخت کی رفعت آسمان تک تھی۔ اور درخت پھلوں سے لدا ہوا تھا۔ خادم حسین رضوی کی وفات پر مجھے بے ساختہ بچپن کی پڑھی ہوئی وہ کہانی یاد آ گئی۔ لوگ عزت، شہرت کے حصول کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے لیکن انھیں عزت اور شہرت پھر بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ ان کی لگن سچی نہیں ہوتی۔ لگن سچی ہو تو بیساکھیوں کی محتاج نہیں ہوتی۔

خادم حسین رضوی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ آپ ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد منظر عام پر آئے۔ ممتاز قادری کا واقعہ کوئی صدیوں پرانی بات نہیں، بلکہ کل ہی کا تو واقعہ ہے۔ اس واقعے کے بعد آپ نے حرمت رسول کا جھنڈا اٹھایا اور نتائج کی پروا کیے بغیر میدان عمل میں کود پڑے۔ آپ نے خانقاہ میں بیٹھنے کی بجائے رسم شبیری ادا کرنے کا فیصلہ کیا، یہی وہ ادا تھی جو علامہ اقبال کو پسند تھی۔ یوں برسوں بعد خانقاہی نظام آپ کی بدولت اقبال کے حضور سرخرو ہوا۔

آپ عشقِ رسول سے ایسے سرشار تھے کہ آپ کے لیے اس راستے کی ہر رکاوٹ سکون آور تھی۔ آپ نے بھوک، پیاس، برداشت کی، معذوری کی حالت میں سفر کی مشکلات سہتے رہے، آنسو گیس کے شیل بھی دیکھے لیکن اس کے باوجود آپ کا جذبہ عشقِ رسول ماند نہیں پڑا۔ آپ کی جدو جہد سیاسی نہیں تھی، آپ تاج وتخت کے طلب گار نہیں تھے، آپ تو چاہتے تھے کہ مملکت خداداد پاکستان کو وہ نظام دیا جائے جو اس کے قیام کا سبب بنا تھا۔ آپ جب تک زندہ رہے تو آپ کی جدو جہد پر شک کرتے رہے، آپ کی طرف انگلیاں بھی اٹھتی رہیں لیکن جوں ہی آپ کی وفات کی خبر مشتہر ہوئی، اہل دل کو ایک خلا محسوس ہونے لگا کہ اب تحفظ ناموس رسالت کے لیے ایسی بے باک قیادت کہاں سے لائیں گے۔

آپ کی موت کا دکھ ہر مکتبہ فکر کے ہاں دیکھا گیا۔ پورے پاکستان سے لوگ آپ کے جنازے میں شریک ہوئے۔ آپ کا جنازہ پاکستان کے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ اتنے کم عرصے میں ایسی عزت ایسی شہرت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ کی ذات میری بچپن میں پڑھی ہوئی کہانی کے اس درخت کی سی ہے جو ایک رات میں آسمان تک بلند ہو گیا تھا۔ شعر

کون ہوتا ہے حریفِ مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد



علامہ خادم حسین رضوی نے قوتِ عشقِ رسول ﷺ سے جہان میں اُجالے برپا کیے

غلام مصطفیٰ رضوی [مالیگاؤں انڈیا]

بندۂ مومن سے باطل قوتیں خوف زدہ ہیں۔ اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلِ رواں سے انھیں یہ خدشہ ہے کہ بالآخر دُنیا میں اسلام رہ جائے گا۔ ان کی صدیوں کی کاوش کا یہ نچوڑ تھا کہ مسلمان کا رشتۂ غلامی؛ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے توڑ دیا جائے تو مسلمان بہ آسانی مفتوح ہو جائے گا۔ اپنے اِس مشن گستاخی و توہین کے دَوام کے لیے تمام باطل قوتیں یکجا ہیں۔ یہی سبب ہے کہ:

[۱] رسول اللہ ﷺ کے گستاخ گروہ بالخصوص قادیانیت وغیرہ کی بھرپور معاونت کی جا رہی ہے، اس میں امریکہ، اسرائیل، برطانیہ سمیت سبھی استعماری قوتیں شامل ہیں۔

[۲] رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والوں کی پشت پناہی کی جاتی ہے، گستاخ کو مال، سیکوریٹی اور اقتدار کی معاونت سے نوازا جاتا ہے۔ جس سے ایسی جرأت کو حوصلہ ملتا ہے۔

[۳] رسول اللہ ﷺ سے منسوب توہین آمیز خاکوں کو رواج دیا جا رہا ہے۔ آزادیِ اظہار کے نام پر یہ دہشت گردی مسلسل جاری ہے۔

[٤] عقیدۂ ختمِ نبوت و ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے پڑوسی ملک میں بنائے جانے والے ۱۹۷٤ء کے ایکٹ کے خلاف ہمیشہ استعماری قوتیں سرگرمِ عمل رہی ہیں۔ یا اس کی شقوں میں لچک پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔

[۵] انصاف و دیانت کے تقاضوں سے انحراف کی شکل میں کسی گستاخ کو کوئی دیوانۂ مصطفیٰ کیفرِ کردار تک پہنچا دے؛ تو اس کے خلاف آناً فاناً کورٹ، حکومتیں، مشنریز، عالمی طاقتیں متحرک ہو جاتی ہیں۔ فوراً پھانسی یا موت کی سزا سُنا کر عاشقِ رسول کو خاموش کر دیا جاتا ہے: ع

صلۂ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ

دوسری سمت گستاخ آزاد ہوتا ہے۔ اُس کے مقدمات التوا کا شکار بنائے جاتے ہیں۔ حکومتیں گستاخوں کو پناہ دے کر مسلمانوں کو پیغام دیتی ہیں کہ ہم بھی گستاخوں کی تائید میں ہیں۔ یہی اسباب ہیں جن کی بنیاد پر امیر المجاہدین عاشقِ رسول شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی (وصال: شبِ جمعہ ۴ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ/ ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء) جیسے مردِ حق آگاہ کی ذات اُبھر کر سامنے آئی۔ آپ نے ناموسِ رسالت ﷺ کے محافظ غازی ممتاز قادری کی تائید میں لاکھوں عاشقانِ رسول کے ساتھ احتجاج درج کرایا۔ ان کا احتجاج وقتی نہیں، مسلسل تھا۔

نمائشی نہیں عملی تھا۔

تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے گرفتاریوں، آزمائشوں اور صعوبتوں سے گزرے۔ ایک ایسا شخص جو وہیل چیئر پر چلتا ہو؛ وہ عزم ویقیں کے کئی چراغ جلا گیا۔

وہ جیا تو ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے۔

اُس کے عزم کے آگے یورپ لرزہ براندام تھا، اس کے یقین کے آگے امریکہ اور استعماری قوتیں حواس باختہ تھیں۔ فرانس کے گستاخانہ اقدامات کے خلاف کوڈ۔ ۱۹ کی وَبا کے سخت حالات میں بھی آپ نے ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے عزمِ آہنی کے ساتھ ریلی منعقد کی۔ یورپی میڈیا گھبرا گیا۔ حکومتیں سٹپٹا گئیں۔

علامہ خادم حسین رضوی مشرباً نقشبندی تھے؛ لیکن ناموسِ رسالت ﷺ کے فِدائی اعلیٰ حضرت سے متاثر تھے، اِسی لیے "رضوی" نام کا حصہ بن گیا۔ اقبالؔ کی فکر "کی محمد ﷺ سے وَفا تو نے تو ہم تیرے ہیں" کو مطمحِ نظر بنایا، اور اپنے مرشدِ اجازت حضور تاج الشریعہ کے پیغام "نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جُدا کر دیں" کو اُصول قرار دیا۔ ساری دُنیا میں جتنے اسلام دُشمن ہیں؛ وہ سب علامہ خادم حسین رضوی کے دُشمن بن گئے۔ سب اس مردِ آہن سے خوف زدہ ہیں۔ ملعونہ آسیہ کو پڑوسی ملک نے اہانت رسالت کے بعد استعمار کے سائے میں پناہ دلوائی تو یہی مردِ مجاہد میدان میں آیا۔ اور گستاخِ رسول کے خلاف سینہ سپر رہا۔

جب بھی رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی کے لیے مغربی شیاطین نے جسارت کی؛ پوری قوت کے ساتھ ان کے خلاف عاشقانِ رسول کو جمع کر کے عالمی سطح پر احتجاج درج کرایا۔ وہ سر سے کفن باندھ کر آتا تھا؛ وہ مخلصانہ جدو جہد کرتا تھا۔ اس لیے اس کا مشن زندہ رہے گا۔ اس کی گونج "لبیک یارسول اللہ ﷺ" کے سائے میں حرارت ایمانی بڑھاتی رہے گی۔

قارئین! یاد رکھیں کہ معافی، عفوو دَرگزر اور مصالحت آپسی معاملات اور ذاتیات میں ہوتی ہیں؛ ناموسِ رسالت ﷺ میں توہین اور گستاخی وہ جرمِ عظیم ہے جس میں معافی و دَرگزر کا سوال ہی نہیں ہے، بلکہ یہاں اسلامی غیرت وحمیت کا امتحان ہوتا ہے۔ یاد رکھیں! اگر آج گستاخی پر نگاہیں موندلی گئیں تو پوری قوم ماردی جائے گی؛ ہم نے ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے پوری طاقت وحکمت کے ساتھ میدانِ عمل میں مظاہرہ کیا تو فِداکاری کا جذبہ قوم کی حیات کا تازہ باب رقم کرے گا۔ یہی تاریخ علامہ خادم حسین رضوی نے رقم کی۔ قوم کو غیرت کے اسباق پڑھائے۔ بزدلی کے دروس نے آج ہماری قوم کو کہاں پہنچا دیا؟ یہ مشاہدہ ہے کہ اصنامِ باطلہ کے حامی مسلمانوں کو مٹا دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ دیر وکلیسا کے متشدد چہرے ہمیں دُنیا کے کئی خطوں میں دوڑا دوڑا کر ختم کر رہے ہیں۔ ہماری ہی زمیں، ہمارے ہی علاقے، ہمارے لیے مقتل بن چکے ہیں۔ کئی عرب ملکوں کا سُہاگ لُٹ چکا ہے۔ یمن کی تاراجی جاری ہے۔ عراق وشام کی اینٹ سے اینٹ بجائی جا چکی ہے۔ افغانیوں پر کوہِ غم ٹوٹ چکا ہے۔ بیروت کی صبحیں شامِ غم کا نوحہ سُنا چکی ہیں۔

بعض مسلم مملکتیں جن سے مسلمانوں کا فائدہ ہونا تھا وہ اسلام دُشمن قوتوں اور صہیونی طاقتوں کے ساتھ کھڑی ہیں۔ جن مملکتوں کو ناموسِ رسالت ﷺ کا پہرے دار بننا تھا؛ وہ اسرائیل کی چاپلوسی میں مگن ہیں۔ وہ اسرائیل دوستی کی راہیں ہموار کر

کے فلسطینی مسلمانوں کے قتل عام کی موئید ہیں۔المیہ یہ کہ توہین رسالت کے معاملات میں مجرمانہ خاموشی کے شکار ہیں۔جو کام مسلم حکومتوں کا تھا؛ وہ ایک وہیل چیئر پر براجمان بزرگ نے انجام دیا۔وہ تنہا تھا لیکن پوری انجمن کا کام کر گیا۔وہ معذور تھا لیکن بڑی قوتوں کا مالک تھا۔وہ ضعیف تھا لیکن لاکھوں جوانوں سے زیادہ طاقت رکھتا تھا۔وہ تنہا تھا،وہ بیمار تھا! نہیں نہیں وہ تو وہ تھا کہ جس کے لیے یہ شعر صادق آتا ہے ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

علامہ خادم حسین رضوی نے قوتِ عشق رسول ﷺ سے جہان میں اُجالے برپا کیے۔مسلمانوں میں محبتوں کی جوت جگائی۔اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم نوریؔ کے اِس درس کا اعادہ کرتے رہے ؎

یہ اِک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں

علامہ خادم حسین رضوی کی رحلت عہدِ عزیمت کا نقصان ہے۔عہدِ استقامت کا رُخصت ہونا ہے۔ان سے عقیدت کا تقاضا ہے کہ مسلمان اُٹھ کھڑے ہوں۔لاکھوں خادم حسین رضوی بن جائیں۔بزدلی کے مقابل استقامت کی راہ اپنائیں۔غیرتوں کی صبح طلوع کریں۔بزدلی کی شامیں؛ قوم کی موت کا پیغام ہوتی ہیں۔جہان میں اسلامی شناخت کے ساتھ جئیں۔رسول اللہ ﷺ سے رشتۂ غلامی کو مضبوط کریں۔یاد رکھیں! یہ عہد اگر غفلت میں گزار دیے تو پھر مٹا دیے جائیں گے۔ہماری حمیت وغیرت کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔یقیناً ایمانی قوت سہارا دے گی اور قومی غیرت بیدار ہوگی؛ جس کا راست فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ہمیں مٹانے کا منصوبہ بنانے والے سرنگوں ہوں گے۔قافلۂ عشقِ رسول اپنی منزل فضائے حجاز میں فروکش ہوگا۔یقیں کی منزل پر کامیابی کے علَم نصب ہوں گے ؎

یہ نغمہ فصل گُل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

علامہ خادم حسین رضوی کی رحلت نے ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے ان کے عزمِ محکم کا اعادہ کر دیا۔جنازہ میں لاکھوں سَروں کا سمندر اس بات کا اشارہ تھا کہ اگر مسلمان محبت رسول ﷺ کے نام پر بیدار ہو گئے تو یقیناً ایوانِ کفر لرز اُٹھے گا۔اور مٹانے والے خود مٹتے چلے جائیں گے ؎

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا



کچھ بھی نہ تھا، غلام تو تھا

مظہر برلاس

لوگ جنازے کے مناظر دیکھ چکے، لاکھ نہیں لاکھوں افراد شریک تھے۔ نہ وہ کبھی حکمران رہا، نہ اُس کے پاس دولت کے ڈھیر تھے، پندرہ ہزار روپے ماہوار تنخواہ کا روادار، محض ڈیڑھ مرلے کے مکان میں رہنے والا، نہ سیاست دان تھا، نہ دولت کا پجاری، مختصر یہ کہ کچھ بھی نہ تھا مگر وہ حضور ﷺ کا غلام تو تھا۔ اِسی غلامی نے اُس کی شان بڑھائی۔ محبوبِ خدا کی غلامی سے بڑھ کر کوئی غلامی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ یہی غلامی روشنی کا سفر ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی نے اِسی غلامی کا درس دیا، اِسی غلامی میں وہ رخصت ہوئے۔ پاکستان کی تاریخ میں سب سے بڑے جنازے کے مناظر دیکھنے والوں کے لئے ایک سوال بڑا اہم ہے کہ اِس جنازے میں شرکت کرنے والوں کے لئے نہ کسی نے ٹرانسپورٹ کا بندوبست کیا، نہ قیمے والے نان آئے اور نہ ہی بریانی کی دیگیں اُتاری گئیں مگر غلامیٔ رسول ﷺ نے کیا مناظر دکھادیے کہ گریٹر اقبال پارک بھر گیا، شاہی مسجد کھولنا پڑی، شاہی قلعے پر بھی لوگ تھے، پل بھر چکے تھے، سڑکوں پر جمِ غفیر تھا، میت کو جنازے کی جگہ تک پہنچانے میں چار گھنٹے لگ گئے، راستے میں طلبہ، وکلاء اور مختلف طبقات کے افراد نے گل پاشی کی۔

ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب کا رہنے والا خادم حسین رضوی کسی بڑے عالم دین کا فرزند نہیں تھا، نہ ہی کسی درگاہ کا گدی نشین، بس حافظِ قرآن تھا، شیخ الحدیث تھا، عشقِ نبی ﷺ میں مبتلا غلام تھا، خطابت کے جوہر سے خوب واقف تھا، تقریروں میں پنجابی اور فارسی کا تڑکہ لگاتا تھا، عشقِ نبی ﷺ کی لہروں پر لہو گرماتا تھا، اقبالؒ اُسے ازبر تھا، اُس نے نوجوان نسل تک قلندرِ لاہوری علامہ اقبالؒ کے کلام کو پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔

وہ کلامِ اقبالؒ کے ذریعے عشقِ نبی ﷺ کی وسعتیں بیان کرتا۔ یہی اُس کا خاصہ تھا، وہ تو مکی مسجد میں اوقاف کی ملازمت کرتا تھا پھر ملکی پارلیمنٹ میں اک ایسی ترمیم آئی کہ وہ چپ نہ رہ سکا۔ نوکری چلی گئی مگر غلامی نہیں گئی پھر وہ اِسی غلامی میں مست رہنے لگا، اُس نے سرکاری نوکری کے بعد غلامیٔ رسول ﷺ میں چار برس ایسے لگائے کہ لبیک یارسول اللہ کا نعرہ اُس سے منسوب ہوگیا، وہ گفتگو میں کڑوی باتیں کرجاتا تھا، جذبات میں کڑواہٹ تھی مگر قرآن پڑھتا تو حلاوت گھول کے رکھ دیتا، حدیث بیان کرتا تو کئی پہلو اُجاگر کردیتا۔ خطاب کرتا تو دِلوں کو تسخیر کرتا چلا جاتا۔ جذبے اور تاثیر کے سنگم پر سحرطاری کردیتا، کلامِ اقبالؒ پڑھتا تو کھول کھول کے وضاحتیں کردیتا، مغرب سے متعلق اُس کے خیالات وہی تھے جو علامہ اقبالؒ کے تھے، جیسے اقبالؒ نے کہا کہ

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

محض 54 سال کی عمر میں وفات پانے والا خادم حسین رضوی حرمتِ رسول ﷺ پر خاموش رہنے والوں کو کوستا رہا، خاص طور پر مسلمان حکمرانوں کو ہدفِ تنقید بناتا رہا، اُس کا ایک ہی اصرار تھا کہ غلامیٔ رسول ﷺ میں آجاؤ، شاید وہ اِسی لئے اکثر کہا کرتا تھا کہ

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ

علامہ خادم حسین رضوی کا ایک ہی مشن تھا، اُنہوں نے لوگوں سے بار ہا کہا کہ "غلامیٔ رسول ﷺ میں آجاؤ، بہانے بازیاں چھوڑ دو، جب حرمتِ رسول ﷺ پر حرف آئے تو کھڑے ہو جاؤ، ہم مذہب کے ٹھیکیدار تو نہیں مگر چوکیدار تو ہیں، ایک جلسے میں دورانِ خطابت علامہ خادم حسین رضوی کہنے لگے کہ:

"اگر رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا، او چودھری، او کونسلر، او ایم پی اے، او ایم این اے! اِس دین کیلئے میں نے پتھر کھائے، مٹی اُٹھائی، تلوار اُٹھا کر میدانوں میں گیا، اِس دین کی خاطر میرے نواسے نے گردن کٹوائی، اِس دین کے لئے میرے چچا نے جگر کلیجے نکلوائے مگر چودھری تیرے ہوتے ہوئے مساجد سے اسپیکر اُتارے گئے، اُس وقت تیری پاور کدھر تھی؟ اُس دن اگر رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا کہ بتاؤ مالدارا، صدیق اکبرؓ نے تو سارا مال دین کو دے دیا تو نے کبھی زکوٰۃ بھی نہ دی، دین سے غداریاں کیوں کرتے ہو؟ دین کو آپ لوگوں نے دیا کیا ہے؟ یہ بوڑھے فلمیں دیکھتے ہیں، حقے پیتے ہیں سارا سارا دن، اگر حضور ﷺ نے قیامت کے روز حضرت عمر بن معدی کرب کو بلا لیا کہ یہ میرا بوڑھا صحابیؓ مدینے سے چل کر یرموک گیا، تُو زیادہ بوڑھا تھا کہ میری عزت کی خاطر مال روڈ تک نہ گیا؟ اگر کسی نے کہا کہ میرے بچے چھوٹے تھے تو رسول ﷺ نے امام حسینؓ کے بیٹوں کو پیش کر دیا کہ اِن سے بھی چھوٹے تھے؟ تم اپنے بچوں کی جوانیاں بچاتے ہو، تیرے پتر علی اکبرؓ سے زیادہ خوبصورت تھے؟ آج حالت یہ ہے کہ چھوٹے بڑے پتر بھی بچاؤ، مال بھی بچاؤ تو دین کدھر گیا، اگر کسی نے کہا کہ میں چاچے کی خاطر نہیں گیا تو رسول ﷺ پاک نے اپنے چچا کو سامنے لے آنا ہے، اپنے بوڑھے صحابہؓ کو لے آنا ہے"۔

خادم رضوی ایسے حوالے دے کر ہی لوگوں کو غلامیٔ رسول ﷺ کی دعوت دیتے رہے، اُنہوں نے نوجوان نسل کو جو پیغام دیا ہے اُن کا مشن جاری رہے گا۔ شعیب بن عزیز یاد آ گئے کہ

دوستی کا دعویٰ کیا، عاشقی سے کیا مطلب

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے

سید محمد انور شاہ قادری بخاری (پشاور)

مملکت خداداد پاکستان میں گزشتہ ۵ سال (۲۰۱۶ـ ۲۰۲۰) کے دوران دو جنازوں نے ایسی عظیم الشان تاریخ رقم فرمائی جسے کبھی بھلایا نہیں جاسکے گا، اور عرصہ دراز تک ان پر تبصرہ نگاری کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ان میں سے ایک جنازہ فروری ۲۰۱۶ کو لیاقت باغ راولپنڈی میں غازئ اسلام حضرت ممتاز حسین صاحب قادری شہید کا تھا، جبکہ دوسرا ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ کو بمقام مینار پاکستان لاہور حضرت علامہ حافظ قاری خادم حسین صاحب رضوی نور اللہ مرقدہ کا ناقابل فراموش جنازہ تھا، جس میں پہلے جنازے سے بھی دوگناہ زیادہ لوگوں نے شامل ہوکر اسے امر کردیا۔

ان دونوں عالی قدر حضرات میں چند قدریں مشترک تھیں جن پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہ دونوں سواد اعظم اہل سنت بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے ان کے مجاہدانہ کردار نے اس جماعت کا سر فخر سے بلند کردیا ہے۔

یہ دونوں امام الانبیاء، سرور کونین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، عالم علوم اولین والآخرین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عاشق تھے اور عشق رسول ﷺ کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اس اجتماعی جماعتی نعرے کی صداقت اپنے عمل سے پیش فرمائی۔ غلامئ رسول میں موت بھی قبول ہے

جو ہو نہ عشق مصطفی تو زندگی فضول ہے

قرآن وحدیث کی رو سے عشق رسول ﷺ مومن کی عظیم ترین قوت اور گرانقدر سرمایہ حیات ہے جو اسے دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور یہی وہ اہم کارآمد اور مؤثر ترین ہتھیار ہے جس سے شیطانی قوتیں لرزہ براندام رہتی ہیں اور ملت اسلامیہ کو اس سے محروم کرنے کے لیے وہ ہر حربہ بروئے کار لاتی رہتی ہیں جس کا ذکر حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

اپنے ان ناپاک عزائم کے لیے وہ مسلمانوں کے مختلف طبقات میں سے ننگ دین وملت افراد کی خدمات حاصل کرتی ہیں۔ اول الذکر حضرت غازی ممتاز حسین قادری دنیا والوں کی نگاہوں میں گورنر پنجاب کا محافظ تھا جس کی حفاظت اس کے پیشہ ورانہ فرائض میں شامل تھی۔ یہ بات ٹھیک ہے لیکن ہر ایک مومن کا ایک دوسرا منصب بھی ہے جو اس کے خالق ومالک اور

معبود حقیقی کی طرف سے اس کے سپرد کیا گیا ہے،اور وہ محبت رسول اور ختم نبوت کا مقدس فرض ہے اور ساتھ ہی یہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ اگر جب کبھی اس کا دوسروں سے ٹکراؤ پیدا ہو تو تم نے اس کا انتخاب کرنا ہے۔ چنانچہ غازی ممتاز حسین صاحب قادری نے اسلام، ایمان اور قرآنی تقاضوں کے مطابق تحفظ ختم نبوت کا مقدس فرض پورا فرمایا۔ جو منشائے ربانی کے عین مطابق تھا۔ یوں اپنے اس مومنانہ مجاہدانہ کردار کی بدولت اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں سرخرو ہوا، اور سب اہل ایمان کو یہ درس دیا کہ پیارے محبوب ﷺ پر سب کچھ قربان کر دینا ہی مومن کے شایان شان ہوتا ہے۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے (اقبال)

رب العالمین جل جلالہ نے ممتاز حسین قادری کو یوں انعام عطا فرمایا کہ اسے گمنامی سے نکال کر حیات جاوداں سے ہمکنار فرمایا اور اس دنیا میں بھی اسے ایسی پذیرائی بخشی کے پاکستانیوں کی آنکھوں کا تارا بنا دیا، ہر ایک کی زبان پر اس کی عظمت کے ترانے جاری فرما دیئے۔ البتہ اسلام دشمن قوتوں کو شدید رنج پہنچا۔ جب اسلام دشمن قوتوں کے آلہ کاروں نے اس مجاہد اسلام کو پھانسی دی تو ساری قوم کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور ۶۰ لاکھ افراد نے اس عاشق رسول ﷺ کے جنازہ میں شامل ہو کر حکومت کے غیر اسلامی فیصلے کے خلاف احتجاج کیا۔ خوف زدہ حکومت نے اس موقع پر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی آزادی چھین لی تاکہ اس عظیم الشان جنازے کے مناظر نہ دکھائے جاسکیں لیکن قوم سوشل میڈیا پر انہیں ملاحظہ کرتی رہی ہے۔

شمع رسالتمآب ﷺ کے دوسرے پروانے حضرت علامہ حافظ قاری خادم حسین رضوی اسی عرصے میں منظر عام پر آئے۔ رضوی صاحب پنجاب کے ضلع اٹک کی ایک غیر معروف بستی نکہ کلاں میں پیدا ہوئے، جامعہ نظامیہ لاہور سے درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور پھر درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ لاہور میں ہی ملتان روڈ پر اپنا دارالعلوم "رحمۃ اللعالمین" کے نام سے قائم کیا۔ علاوہ ازیں عامۃ المسلمین کی دینی تربیت کے لیے جمعۃ المبارک کو وعظ وخطابت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ دو آفاقی اور آپس میں معاصر شخصیات سے والہانہ لگاؤ رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک چودھویں صدی کے مجدد اعلی حضرت امام احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۶ / ۱۹۲۱ ہے جبکہ دوسرے حکیم الامت شاعر مشرق علامہ محمد اقبال صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۳۸ / ۱۸۷۷ تھے۔ اور ان کے ساتھ عقیدت کا سبب بھی ان کا عشق رسول ﷺ تھا جو ان کے کلام کی زینت ہے۔ اور معاصر شعراء سے انہیں ممتاز کرتا ہے۔ ان دونوں ہستیوں کے سینکڑوں اشعار رضوی صاحب کو ازبر تھے جن سے وہ اپنے خطابات کو پرجوش بنایا کرتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی جان پہچان ایک خاص طبقے تک ہی محدود تھی جس میں اُن کے رفقاء، تلامذہ اور مقتدی شامل تھے۔

حضرت علامہ خادم حسین صاحب رضوی کی عالمگیر شہرت کا آغاز تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ سے ۲۰۱۵ میں

ہوا۔ چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں اور پورے وطن عزیز میں لبیک یارسول اللہ کی صدائیں گونجنے لگیں۔ حکومت نے جب ۲۰۱۷ میں ختم نبوت کے قانون میں ترمیم کی کوشش کی تو اس کے خلاف تحریک لبیک یارسول اللہ کی طرف سے اسلام آباد میں دھرنا دیا گیا جسے حکومت کے تشدد اور میڈیا کے بائیکاٹ کے باوجود کامیابی نصیب ہوئی تو یگانوں کے علاوہ بے گانوں کی طرف سے علامہ رضوی صاحب کی خدمت اور مساعی جمیلہ کو سراہا گیا۔

بعدازاں جب فرانس کے صدر کی سرپرستی میں بارگاہ رسالت میں گستاخانہ سرگرمیوں کا ارتکاب کیا گیا تو ماہ نومبر ۲۰۲۰ کے دوسرے عشرے میں رضوی صاحب کی جماعت تحریک لبیک یارسول اللہ کی طرف سے اسلام آباد میں دھرنا دیا گیا۔ ان دنوں آپ شدید علیل تھے مگر اس بیماری کے عالم میں بھی اپنے دینی تقاضے سے پہلوتہی نہیں کی اور بخار کی شدت کے باوجود دھرنے کی قیادت فرمائی۔ حکومت کے ساتھ مذاکرات بھی ہوئے اور پھر اسی اثنا میں آپ کی رحلت کی خبر پھیل گئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اس اچانک موت سے ملک بھر میں چہ مگوئیاں بھی شروع ہوگئیں۔ علیم وخبیر رب تعالیٰ ہی حقیقت جانتا ہے۔ بروز ہفتہ ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ کو مینار پاکستان لاہور کے لان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس جنازے نے تو سابقہ تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ اہل لاہور کے علاوہ ملک کے طول وعرض سے اس قدر عشاقان رسول ﷺ کے تشریف لائے کہ مینار پاکستان کی وسعتیں تنگ پڑ گئیں۔ آس پاس کے تمام علاقے اور سڑکوں پر بھی جگہ نہ رہی، مگر عوام الناس کا ایک سیلاب تھا جو رکنے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ تاحد نظر سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے۔

رضوی صاحب حیات جاودانی پا کر شہرت ومقبولیت کی بلندیوں پر پہنچ چکے تھے، جس کا کسی نے بھی تصور ہی نہیں کیا ہو گا۔ رضوی صاحب نے اس فانی دنیا سے نقل مکانی فرمانے کے بعد بھی اپنے جنازے کے ذریعے دنیا والوں کو یہ پیغام دیا کہ پاکستان غلامان مصطفیٰ اور محبان رسول ﷺ کا مسکن ہے۔ شمع رسالت کے یہ پروانے ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے اپنی جان قربان کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہیں۔

حضرت علامہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے پیارے محبوب ﷺ کے ساتھ وفا نبھاتے ہوئے جو کوششیں کیں، مساعی جمیلہ بروئے کار لائے اور جو ایثار کیا رب العالمین جل جلالہ نے اسے قبول فرمالیا اور اس وفاداری کا صلہ عالمگیر شہرت کی صورت میں عطا فرمایا۔ رضوی صاحب اور دیگر محبان مصطفی ﷺ کی حقیقی شان، مقام اور مرتبہ تو روز محشر آشکار ہوگا جس کی طرف حضرت علامہ محمد اقبال صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس شعر میں توجہ دلائی ہے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے پاکستان بھر کی مساجد اور خانقاہوں میں فاتحہ خوانی کی گئی۔ پشاور شہر میں اس سلسلے کا سب سے بڑا اجتماع آستانہ عالیہ قادریہ امیریہ یکہ توت پشاور میں ہوا، جس میں حضرت نور المشائخ پیر سید محمد نور الحسنین صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی (فرزند ارجمند وسجادہ نشین قطب عالم محبوب ربانی سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ) نے ختم غوثیہ شریف کے بعد رضوی صاحب کے درجات کی بلندی کے لئے دعا فرمائی۔ پسماندگان کے لئے صبر جمیل اور رضوی صاحب کے مشن کو جاری رکھنے کی دعائیں فرمائیں۔

سواد اعظم اہلسنت کے ان دونوں نامور بہادر اور قابل فخر سپوتوں کی ایک اور قدر مشترک اہل محبت کی نذر کی جاتی ہے۔

ان کے ناموں پر غور فرمائیے تو دونوں ممتاز حسین اور خادم حسین کے ناموں میں نواسہ رسول ﷺ کا اسم گرامی ''حسین'' جلوہ افروز ہے۔ اور تاریخ اس معروضی حقیقت کی شاہد ہے کہ یہ بابرکت نام ہر دور میں حریت، شجاعت اور عزیمت کا استعارہ اور مظہر اتم رہا ہے۔ چنانچہ ان دونوں مجاہدین اسلام پر جب اس نام اقدس حسینیت کی تجلیات سایہ فگن ہوئیں تو ان کے قلوب میں بھی ایسی تاثیر اور جذبات پیدا ہوئے کہ دونوں اسم با مسمیٰ بن کر ہمت جرأت اور استقامت کا پیکر بن گئے۔ اور ایسی عظیم الشان قربانی پیش فرمائی جسے دیکھ کر دنیا عش عش کر اٹھی۔ اور رب العالمین جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ کے غلاموں کے ایسے دائمی نقوش جریدہ عالم پر ثبت فرما دیے جو کبھی مٹ نہیں سکیں گے۔

آخر میں تیسرے ''حسین'' جن کی رگوں میں حسینی خون بھی موجزن ہے یعنی حضرت علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مدظلہ العالی بھی خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جو ختم نبوت کی حفاظت کا مقدس فرض ادا کرتے ہوئے علمی و ادبی اور تحقیقی محاذ پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اور قلمی جہاد کرتے ہوئے اپنے گرانقدر مجلہ ''الحقیقہ'' کی دو ضخیم جلدیں ختم نبوت پر شائع کر چکے ہیں، جو علم وعرفان کے حلقوں میں بے حد پسند کی گئی ہیں۔ محترم المقام بخاری صاحب نے اپنی سرپرستی میں شائع ہونے والے ایک اور شمارے ماہنامہ ''الخاتم انٹرنیشنل'' کا مجاہد ختم نبوت حضرت علامہ حافظ قاری خادم حسین صاحب رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر ایک خصوصی نمبر تیار کر رہے ہیں جو ایک بہت بڑی دینی خدمت ہے۔ احقر راقم الحروف نے شاہ صاحب کے حکم کی تعمیل میں یہ چند سطور قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیارے محبوب ﷺ کی کامل محبت و اطاعت نصیب فرمائے آمین۔



علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ''مجاہد حرمت مقدسات دین''

پروفیسر مفتی منیب الرحمن

اللہ تعالی اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے سچے محب پاسبان ختم نبوت محافظ ناموس رسالت مجاہد حرمت مقدسات دین علامہ خادم حسین رضوی آن، بان اور شان کے ساتھ جیئے اور اس سے بھی بڑی شان کے ساتھ عازم سفر آخرت ہوئے۔ جئے تو لبرلز کے سینے پر مونگ دلتے رہے۔ اُن کے دلوں میں چھبتے رہے، آنکھوں میں کھٹکتے رہے اور سفرِ آخرت پر چلے تو سب کو شرمسار کر گئے۔ سارے لبرلز زندگی میں انہیں کوستے رہے، دل کی بھڑاس نکالتے رہے، اپنی دانست میں اُن کے وڈیو کلپ نکال نکال کر عوام کے دلوں میں اُن کے وقار کو کم کرنے کی سعی کرتے رہے، لیکن اُن کی وفات کے بعد وہی لوگ عوام کے دلوں میں ان کی بے پناہ محبت کے مظاہر دیکھ کر عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ فیض احمد فیض نے شاید انھی کے لیے کہا تھا

میرے چارہ گر کو نوید ہو،صف دشمناں کو خبر کرو
جو وہ قرض رکھتے تھے جان پر،وہ حساب آج چکا دیا
جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم،تجھے یادگار بنا دیا
کرو کج جبیں پہ سرِ کفن،مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن،پس مرگ ہم نے بھلا دیا

مگر چونکہ وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضوری کے سفر پر جا رہے تھے اس لئے غرورِ عشق کا بانکپن نہیں تھا بلکہ بندگی کا عجز تھا، غلامی کی تواضع تھی، اپنے آقا کے حضور نیاز بھی اور ان کی رحمت پر ناز بھی تھا۔ سر پر دستار سجی تھی، لبوں پر ہلکی سی تبسّم کی کیفیت تھی۔ لوگوں کو گلہ رہتا تھا کہ علامہ خادم حسین رضوی کے چہرے پر ہمیشہ کرختگی اور غیظ وغضب کی کیفیت طاری رہتی ہے، یہ کیفیت دراصل گستاخانِ رسول ﷺ کے لئے تھی، دشمنان دین کے لئے تھی، ان کا چہرہ ان کی قلبی کیفیات کا آئینہ دار تھا، ظاہر و باطن ایک تھا، انکی عقائد ونظریات میں منافقت، ریا اور باطل سے مفاہمت کا شائبہ تک نہ تھا۔ دنیا والوں سے بے پرواہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ سے لو لگائے رہے، اُنکے ناقدین کو کیا خبر کہ انھوں نے اپنا تبسم کسی اور مرحلے کے لیے بچا رکھا تھا، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم، برلب اوست

ترجمہ: اے مخاطب تجھے مرد مومن کی نشانی بتاتا ہوں، جب موت کا وقت آتا ہے تو اس کے لبوں پر تبسم انگیز کیفیت ہوتی ہے۔
علامہ یحییٰ بن شرف الدین نووی نے لکھا ہے:

"ربعی بن حراش جلیل القدر تابعی تھے، دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ان کا وصال ہوا، زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، انہوں نے قسم کھا رکھی تھی کہ اپنا انجام معلوم ہونے تک ہنسیں گے نہیں، سو زندگی بھر نہ ہنسے، مگر جب وفات پائی تو ان کی میت کو غسل دینے والے نے کہا وہ مسلسل اپنے تخت پر مسکراتے رہے اور ہم انہیں غسل دیتے رہے اور یہ کیفیت آخر تک جاری رہی، ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر ان کے بھائی ربیع نے بھی ایسی ہی قسم کھائی اور ایسی ہی قابل رشک موت انہیں نصیب ہوئی"۔ (شرح النووی علی مسلم جلد 1 صفحہ ٦٦)

مولانا آسی غازی پوری نے کہا تھا

اب تو پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شب گور بھی، اس گل سے ملاقات کی رات

امام احمد رضا قادری نے بحر عشق مصطفیٰ ﷺ کی گہرائیوں میں ڈوب کر کہا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارا تیرا
تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

ہماری یہ باتیں دیوانوں کی باتیں ہیں عقل کے پرستار اور لبرل دانشور اسے نہ پڑھیں، ان کی صحت پر شاید اچھا اثر مرتب نہ ہو۔ حال ہی میں یوٹیوب چینل سٹوڈیو فائیو کے لیے ایک انٹرویو میں مجھ سے سوال ہوا:

"علامہ خادم حسین رضوی کے بارے میں کہا جاتا ہے یہ پلانٹڈ تھے اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں"۔ میں نے جواب میں عرض کیا! پلانٹڈ کے معنی ہیں کسی کا کاشت کیا ہوا پودا، کسی کی جانب سے اپنے ایجنڈے پر لانچ کیا ہوا فرد، الغرض ہمارے ہاں بدگمانی اور بدنیتی کا شعار عام ہے، سو میرا سوال یہ ہے کہ خادم حسین رضوی جیسے شاہکار کسی ٹکسال میں ڈھلتے ہیں یا کسی ادارے کی جانب سے پلانٹ کیے جاتے ہیں تو آپ کی مشینیں اور ٹکسال بند تو نہیں ہو گئے، ایسا کوئی شاہکار دوسرا پیدا کر کے دکھائیے اور پھر اسے ملک کے اندر اور بیرون ملک کروڑوں انسانوں کے دلوں میں بٹھا کر دکھا دیجیے۔ ہم آپ کی کرامت یا کرشماتی کمال کو تسلیم کر لیں گے۔ مسیحائی اور مردوں میں جان ڈالنے کا معجزہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مسیح علیہ السلام کو اور اس سے بھی آگے بے جان میں جان ڈالنے کا اعجاز خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا تھا"۔ البتہ اگر ہم نادانوں کی بات پر کسی کو یقین آتا ہو تو ہمارا ایمان ہے ایسے اشخاص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی جانب سے اپنے اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے وقتاً فوقتاً بھیجے جاتے رہے ہیں اور بھیجے جاتے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر

ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس امت کے لئے دین کو ہر (ملاوٹ اور باطل کی آمیزش سے پاک کر کے) پیش کرے گا۔علامہ خادم حسین رضوی ایسے ہی اشخاص میں سے ایک تھے جو روز بروز پیدا نہیں ہوتے،اللہ کی قدرت سے کبھی کبھار منصہ شہود پر آجاتے ہیں۔

مفتی عابد مبارک راوی ہیں:

''علامہ خادم حسین رضوی کے جواں عمر صاحبزادے اور تحریک لبیک کے نومنتخب امیر حافظ سعد حسین رضوی نے بتایا علامہ صاحب اپنے وصال سے کچھ پہلے کافی دیر تک اپنے تمام تر ہوش وحواس کے قائم رہتے ہوئے اُن سے باتیں کرتے رہے،اس وقت انہیں شدید بخار تھا۔سعد حسین رضوی بیان کرتے ہیں میں نے باتوں کے دوران کہا ابا جی! ہم دونوں خاموشی سے مدینہ منورہ چلے جاتے ہیں،انہوں نے پنجابی میں اپنے فرزند سے کہا! جھلیا! (دیوانے) تینوں ہوش اے،میں کس منھ دے نال حضور دی بارگاہ وچ جانواں گا،جے میں زندہ آں تے حضور دی گستاخیاں ہوریاں نیں''۔پھر باپ نے بیٹے سے کہا!''میں تیری شادی دی تاریخ دسمبر وچ مقرر کر دتی اے، پر میں تیرا نکاح آپ نئیں پڑھانڑاں،میں کسی مولوی صاحب کولوں پڑھاواں گا۔اپنڑی ماں نوں آکھیں:لفافہ بھاری جیا تیار کر کے رکھے''۔

اور واقعی وہ اپنے بیٹے کا نکاح نہ پڑھا سکے،اُن کی پیشگوئی کے مطابق کوئی اور ہی پڑھائے گا۔اسی کو تصوف کی زبان میں''کشف'' کہتے ہیں۔سعد بیان کرتے ہیں پھر والد نے کہا: مجھے رضائی اُڑھا دو اور بتی بند کر دو،اتنے میں انہوں نے جھرجھری لی چہرہ قبلہ کی طرف ڈھلک گیا اور روح پرواز کر گئی۔فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى۔انہوں نے خود اپنے ایک خطاب کے دوران کہا:

جب روح میرے پیراہن خاکی سے نکلے
تو روضے سے آواز آئی او میرا فقیر آیا

علامہ خادم حسین رضوی مولانا محمد علی جوہر کے اس شعر کا مصداق تھے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لئے ہے

انہوں نے اپنے ایک خطاب میں معترضین کو جواب دیتے ہوئے کہا:

منافق کسی حال میں راضی نہیں ہوتا،مولوی حق کے لئے نہ نکلے تو کہتے ہیں حرام خور ہوگیا اور نکلے تو کہتے ہیں حلوا خطرے میں پڑ گیا اور جب کامیابی ملتی ہے تو کہتے ہیں: اکیس کروڑ روپے لیے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ساری متاع زیست بارگاہ رسالت میں لا کر پیش کر دی تو منافقین نے اسے ریاکاری سے تعبیر کیا اور حضرت ابوعقیل انصاری شب بھر مزدوری کر کے دو کلو لے کر آئے تو منافقین نے کہا اللہ کو اس حقیر صدقے کی

کوئی حاجت نہیں ہے۔

آگے پتہ چل جائے گا:

ہم سوئے حشر چلیں گے شہہ ابرار کے ساتھ
قافلہ ہوگا رواں کافلہ سالار کے ساتھ
یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ

میں نے ان کے سوم کی محفل ایصال ثواب میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

''علامہ خادم حسین رضوی دنیاوی رشتوں کے حوالے سے میرے کچھ نہیں تھے لیکن دینی رشتے کے حوالے سے میرا سب کچھ تھے۔ میں تحریک لبیک پاکستان کا کبھی رکن نہیں رہا مگر امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی بانی تحریک سمیت میرے قلب میں رچے بسے رہے۔ میں نے اپنی شعوری زندگی میں حسینیت کا نعرہ لگانے والے اور خون شہدائے کربلا کو لوگوں کی عقیدت کے آنسوؤں میں ڈال کر اپنی جیبوں اور تجوریوں کو بھرنے والے تو بہت دیکھے ہیں لیکن اپنے آپ کو حسینی کردار میں ڈال کر یزید وقت اور ہر باطل کے سامنے ڈٹ جانے والے بہت کم دیکھے ہیں۔ میں آج لاکھوں انسانوں کو گواہ بنا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں شہادت دیتا ہوں کہ خادم حسین رضوی نے اپنی بساط کے مطابق حسینی کردار کو زندہ کیا، نوجوانوں کے دلوں میں، انگ انگ میں، روئیں روئیں، ہر بُن مُو اور ہر قطرہ خون میں عشق مصطفیٰ ﷺ کو کوٹ کر بھر دیا اور ایک ایسا روحانی کرنٹ دوڑا دیا کہ آنسو گیس کے گولوں کا ڈھیر بھی ان کے عزم کو نہ توڑ سکا اور ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی''۔

علامہ صاحب پر ایک نکتہ چینی ان کے بعض ریمارکس کے بارے میں ہوتی تھی جن کے بارے میں ان کا کہنا تھا: میرے پاس قرآن وحدیث سے منکرین منحرفین کے بارے میں جواز کے دلائل موجود ہیں۔ میں نے ایک ملاقات میں ان سے عرض کیا: یہ دلائل ہمارے اکابر کے پاس بھی تھے لیکن انہوں نے مخالفین کے بارے میں کبھی ایسا انداز بیاں اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ ۲۰۱۸ کے دھرنوں کے بعد انھوں نے یہ انداز بیاں ترک کر دیا۔ میں نے رب کریم کا اور ان کا شکر ادا کیا۔ مخالفین اب بھی وقتاً فوقتاً سوشل میڈیا سے باتیں نکال کر لے آتے ہیں مگر شریعت کا حکم یہ ہے کہ کسی کی وفات کے بعد اس کا ذکر صرف اچھے اوصاف کے ساتھ کرنا چاہیے، کردار کی پاکیزگی کے لیے اتنا ہی ثبوت کافی ہے کہ اس مرد درویش نے جس پر لوگ ہزاروں لاکھوں روپے نچھاور کرتے تھے مسجد کے تین مرلے کے مکان میں ساری زندگی گزار دی اور رب کی رضا پر راضی رہے۔

(بشکریہ روزنامہ دنیا۔ ۲۸ نومبر ۲۰۲۰)



میرے اٹک کا مان: عشقِ نبی ﷺ جس کی پہچان

حضرت علامہ مولانا الحافظ خادم حسین رضوی قدس سرہٗ العزیز

ڈاکٹر قاضی امجد حسین کاظمی سیفی اویسی

نائب صدر پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل ایسوسی ایشن ضلع اٹک

قارئین کرام! اٹک کی سرزمین شروع سے ہی بڑی مردم خیز رہی ہے۔ یہاں پر بڑے بڑے علمائے کرام، مشائخ عظام اور مجاہدین نے جنم لیا ہے لیکن آج جس ہستی پر میں بات کر رہا ہوں، وہ نہ صرف اٹک بلکہ تمام امتِ مسلمہ کا ناز ہے۔ جی ہاں! میری مراد حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی ذاتِ والا صفات ہے۔ جو واقعی اسم بامسمیٰ تھے۔ جس طرح سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہٗ نے اپنے نانا مصطفیٰ کریم ﷺ کے مصلیٰ کی آواز کو بچانے کے لیے مصلیٰ چھوڑ کر کربلا کا میدان سجایا تھا اور قیامت تک آنے والوں کو پیغام ہدایت دیا تھا:

کہ مسجد کی صفوں سے کبھی مقتل کی طرف دیکھ
توحید تجھے شبیر کے سجدوں میں ملے گی

اسی سرورِ دین ﷺ کی غلامی کی زنجیریں پہنے آقا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در کا یہ خادم اِس انداز سے رزمِ حق و باطل میں اترا کہ نہ بے سروسامانی اِس کے راستے کی رکاوٹ بن سکی، نہ اِس کی معذوری اِس کی رفتار کو روک سکی بلکہ اِس کی چال نے واضح کر دیا:

عشق بڑھتا رہا سوئے دار ورسن، زخم کھاتا ہوا مسکراتا ہوا
تھک گئے روکتے روکتے راستے، زندگی کے بدلتے ہوئے زاویے

جی ہاں! وقت نے دیکھا کہ لاٹھیوں کی مار، آنسو گیسز کی بھرمار، گولیوں کی بوچھاڑ، سخت موسموں کے وار، سازشوں کی یلغار، غیر مسلموں کے ایجنٹوں کے کردار، زنداں کے درودیوار، خوفِ تختۂ دار۔۔۔ کچھ بھی تو اس کے مصطفیٰ ﷺ والے پیار کا خمار نہ اُتار سکا۔ دنیا کی کوئی دولت، لالچ اس کی خریدار نہ بن سکی۔ کسی قسم کی بدتمیزی اور دھمکی اس کے راستے کی آڑ نہ بن سکی بلکہ:

اس کی ٹوٹی اور پھٹی ہوئی آستینیں اِس کی عظمت کا اظہار بن گئیں۔

اِن کی تقاریر میں آیات واحادیث وفرامین کی روانی، مدینے کی وہ یادگار بنیں کہ بے ساختہ ہر دیکھنے اور سننے والے کے منہ سے نکلنے والی صدا:

لبیک یا رسول اللہ ﷺ

نشانِ منزل کا خود پتہ دے رہی تھی۔

قارئین کرام! علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی اِس گاڑی کے ڈرائیور بن چکے تھے جو لکھو کہا عشاق کو منزلِ عشق کی طرف لے جا رہے تھے۔

آپ اِس گاڑی کی رفتار، ڈرائیور کی بے خوفی، صداؤں کی تلخی جیسے عنوانات پر ہزاروں قسم کے مباحثے کر سکتے ہیں لیکن کون ہے جو اِس کی شاندار منزل پر اُنگلی اُٹھا سکے۔ جس طرح آقا کریم ﷺ کے صحابی حضرت جموع رضی اللہ عنہ کا معذور ہونا اُن کی رفتارِ عشق میں رکاوٹ نہ بن سکا، اسی طرح نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کا تصدق وقت نے دیکھا کہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب نے معذور ہونے کے باوجود سب غیر معذوروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ایسے لگتا ہے کہ اُن کی بے ساکھیوں اور وہیل چیئر کے اندر عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی طاقت کا سہارا مل گیا تھا اور یقیناً آقا کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ''

کہ مومن کی فراست سے بچو، وہ عام آنکھ سے نہیں دیکھتا بلکہ اللہ کے نور سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

قارئین! آپ جانتے ہیں مومن ایمان والے کو کہتے ہیں اور ایمان کیا ہے، نام ہے محبتِ مصطفیٰ ﷺ کا۔ تو جب محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے بصارت کے ساتھ، بصیرت ملتی ہے تو پھر مجھے کہنے دیجیے کہ اِس عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں اُن کی معذوری کو وہ طاقت عطا فرما دی تھی جو منزلوں کو پار کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اس ملک کی تاریخ کے جتنے جلوس اور دھرنے دیکھیں، وہ کبھی پار نہیں ہوئے، آ رہی رہے۔ لیکن یہ جس عشق کے جذبے کے ساتھ چلے، اُس جذبے نے انھیں ہمیشہ پار کرایا اور تاریخ کے ہر معرکے میں انھیں فاتح قرار دیا۔ اور آپ نے ثابت کیا:

طوق و زنجیر کے طوفاں میں رہے گرمِ سفر
راہ میں آئی جو دیوار، گرا دی ہم نے

وہ معرکہ تحفظِ ختمِ نبوت کا ہو یا ختمِ نبوت کے ڈاکوؤں کے بے نقاب کرنے کا۔

وہ معرکہ تحفظِ ناموسِ رسالت کا ہو یا ناموسِ رسالت پر جان دینے والوں کی آبرو کا۔

وہ معرکہ گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ کے احتساب کا ہو یا اُن سے ہر قسم کے بائیکاٹ کا۔

تاریخ نے بتا دیا کہ:

غلامانِ محمد ﷺ کو جکڑنے کے لیے
کوئی زنجیرِ گراں کام نہیں آسکتی

اور:

عشق و مستی کی صداؤں کے تلاطم کی قسم
عرصۂ دہر پہ اب شام نہیں چھا سکتی

قارئین! آپ نے دیکھا کہ آخری دھرنا جس نے آزادیٔ صحافت کے نام پر گستاخوں کے پلیٹ فارم کو ایک تابوت

میں بند کر کے آخری کیل ٹھونک دی تھی، جس کے بعد یورپی عدالتوں نے بھی یہی فیصلہ دیا تھا کہ گستاخیِ رسول ﷺ آزادیٔ صحافت نہیں بلکہ عظیم جرم ہے۔گویا دنیا کے ہر عدل وانصاف کے علم بردار نے علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے موقف کی بالواسطہ تائید کردی۔

اسی جلسے میں جب اِس عاشق صادق نے امام العاشقین حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی نسبت کے فیض سے اپنے آپ کو رضوی کہتے تھے،شعر پڑھنا شروع کیا:

اُنھیں جانا اُنھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

آج بھی اگر وہ ویڈیو اُٹھا کر دیکھیں تو آپ حیران ہوجائیں گے کہ آپ ''اُنھیں جانا،اُنھیں مانا'' کہتے کہتے جذب و کیف کی مستی میں ڈوب گئے اور اچانک ''اُنھیں'' جو اشارہَ بعید ہے، اشارہ قریب میں تبدیل ہوگیا اور آپ نے ''اِنھیں'' پکارنا شروع کردیا کہ:

''اِنھیں جانا اِنھیں مانا''

یہاں پر وجدان یہی کہتا ہے کہ میرے آقا کریم ﷺ نے اُن کے عشق کو دیکھ کر قربت نصیب فرمادی تھی اور اپنے پاس بلانے کا عندیہ دے دیا تھا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ چند ہی دنوں بعد جب یوصل الحبیب الی الحبیب کی باری آئی تو دنیا نے فرق دیکھ لیا کہ خود جانا اور ہوتا ہے اور کسی کے بلانے پر جانا اور ہوتا ہے۔لکھوکھا عشاق کا جنازے میں ٹھاٹھیں مارتا سمندر بتا رہا تھا کہ:

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے
اور محبوب ﷺ کی گلیوں میں ذرا گھوم کے نکلے

جی ہاں! یہ جنازہ محبوب ﷺ کی گلیوں سے ہی گزر رہا تھا کہ کہیں لبیک یارسول اللہ ﷺ کی صدائیں بلند ہورہی تھیں، کہیں نعتوں کے گجرے پیش کیے جارہے تھے۔کہیں درودوں کے پھول نچھاور کیے جارہے تھے۔جدھر دیکھو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی ہوائیں چل رہی تھیں۔

میں عجیب اُلجھن میں پڑ جاتا ہوں جب اربابِ عقل و دانش کو جنازے میں عاشقین کی تعداد کو زیرِ بحث لاتا ہوا دیکھتا ہوں۔کوئی کہتا ہے کہ فلانے کا جنازہ بڑا تھا۔کوئی کہتا ہے فلانے کا۔میں صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ایسا جنازہ دکھا سکتے ہیں جس میں جانے والے ہر فرد کا دل عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی دھمک سے آراستہ ہو۔جس میں ہر فرد کی زبان پر درودِ مصطفیٰ ﷺ سجا ہوا ہو۔یہی وہ شانیں ہوا کرتی ہیں جو عاشقوں کو ممتاز کردیتی ہیں۔

پتھروں کے پہاڑ ہوں،اُن کی وہ قیمت نہیں ہوتی جو ایک چھوٹے سے ہیرے کی ہوتی ہے۔اور یہاں تو جنازے میں ایک ہیرہ نہیں تھا،ہیروں کی کانیں تھیں جو محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی چمک سے پوری دنیا کی نظروں کو خیرہ کر رہی تھیں۔

جنازے میں لوگوں کے جذبات دیکھ کر کسی شاعر کی زبان میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں:

یہ جذبات کا تلاطم کس طرح سے رک سکتا ہے
اس کی تہہ سے تو کئی طوفان اُٹھنے والے ہیں
حرمتِ مکین خضریٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے
فرشتے بھی مسلماں سے ملنے والے ہیں
ہزار برگ گرے لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

لوگ علامہ کو شعلہ فشاں مقرر کے نام سے جانتے ہیں لیکن میں انتہائی ادب سے اس فکر سے اختلاف کرتا ہوں کہ شعلہ فشاں نہیں تھے بلکہ نور فشاں تھے۔ آگ کا شعلہ نہ اپنا دیکھتا ہے، نہ پرایا۔ ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ لیکن جب طور پر ایک صفاتی نور کی تجلی کے کروڑویں حصے کا ظہور ہوتا ہے تو جہاں طور جلتا ہے، وہیں جنابِ موسیٰ علیہ السلام کی نظروں کو وہ جلا نصیب ہوتی ہے کہ روایات میں آتا ہے کہ آپ تیس میل دور سیاہ پتھر پر سیاہ چیونٹی چلتے ہوئے بھی اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے تھے۔ پتہ چلا کہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے اِس نور سے جہاں گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ کے منصوبے اور ارمان جل کر راکھ ہوئے، وہاں اہلِ ایمان کے نور کو اور زیادہ جلا مل گئی۔

اور جسے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ نور مل جائے تو بقول قلندرِ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ:

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست
زا کہ ملت را حیات از عشقِ اوست
برگ و سازِ کائنات از عشقِ اوست

اسی دولت کے اظہار کے لیے اُن کی ہر تقریر کا شعر لکھ کر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ آپ فرمایا کرتے تھے:

ہم سوئے حشر چلیں گے شہِ ابرار ﷺ کے ساتھ
قافلہ ہو گا رواں قافلۂ سالار کے ساتھ
یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے کہ لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ

اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ ہر کلمہ گو کے دل کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے آباد رکھے۔ آمین۔





دسواں باب

رشحات

امیر المجاھدین اپنے خطبات کے آئینے میں

مولانا محمد فرحان قادری

نوٹ: راقم امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے چہلم شریف میں شرکت کی سعادت کی سعادت کے لئے داتا کی نگری لاہور حاضر ہوا تو وہاں اس" امیر المجاھدین نمبر" کی ترتیب وتدوین کے لئے تیرہ دن قیام کیا۔زیادہ تر میرا قیام المرکز الاسلامی والٹن لاہور میں رہا ۔مختلف اہل علم وقلم سے ملاقاتیں کیں، مجی مخلصی مولانا مفتی محمد تصدق حسین قادری رضوی صاحب زید مجدہ کے ہمراہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں بھی حاضری دی اور امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم استاذ علامہ مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے خصوصی ملاقات کی آپ نے کمال محبت وشفقت سے اپنے عظیم شاگرد رشید امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنی یادوں کے دریچے ہمارے سامنے رکھے، مجلہ النظامیہ کا" امیر المجاھدین نمبر" اپنے دستخطوں سے عنایت فرمایا،سلسلہ وار کتابچہ" سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ" حیدر آباد کی خصوصی اشاعت بھی عطا فرمائی ،یہ ساری اشاعت امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف خطبات کے انتخابات سے مزین ہے۔گھر آ کر راقم نے اس کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد فرحان قادری رضوی صاحب زید مجدہ سے صوتی رابطہ کیا اور ان سے اس اس خصوصی اشاعت کی ان پیج فائل طلب کی۔تا کہ اسے بھی ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کے" امیر المجاھدین نمبر" کی زینت بنایا جاسکے۔انھوں نے کمال محبت وعقیدت سے اس کی ان پیج فائل بھجوانے میں ذرا تاخیر نہ فرمائی۔ان کے شکریہ کے ساتھ اسے" امیر المجاھدین اپنے خطبات کے آئینے میں" کے عنوان سے شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔(سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ،سرپرست اعلیٰ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل)

معرفتِ الٰھی

سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش فرماتے ہیں:"میں نے شیخ المشائخ ابو القاسم گرگانی سے مقامِ طوس میں دریافت کیا کہ درویش کے لئے کم سے کم کون سی چیز دریافت ہے جو فقر کے لائق ہو۔انہوں نے فرمایا، تیں چیزیں درویش کے لئے ضروری ہیں: اس سے کم پر نام فقر زیبا نہیں۔

1۔گدڑی میں پیوند کی درست سلائی کرے 2۔سچی بات سننا پسند کرے

3۔زمین پر پاؤں ٹھیک رکھے (یعنی تفاخر وتکبر واترانے کی چال سے نہ چلے)

جس وقت یہ باتیں کی گئی ہیں اس وقت محفل میں صوفیاء کی ایک جماعت موجود تھی وہ یہ سمجھے انہی تین باتوں کا نام فقر ہے، چنانچہ بہت سوں نے پیوند زیادہ لگا لئے اور داہنا پاؤں کو زمین پر مارنے کو مشغلہ بنالیا۔ہر ایک یہ خیال کرنے لگا کہ ہم طریقت کی باتیں اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

لہٰذا داتا حضور نے ان سے فرمایا:" آؤ ہم ان باتوں پر تم سے تبادلہ خیالات کرتے ہیں، فقر پر پیوند لگانے سے مراد یہ ہے کہ زیب وزینت کے لئے نہیں ہو گا بلکہ فقر کے لئے ہو گا اور دوسری بات سے مراد یہ ہے کہ وہ سچی بات سنے، حال کے لئے نہ کہ اپنے

وجود و مرتبے کے لئے، نہ کہ کھیل کود اور عیش پسندی کے لئے۔ اور زمین پر ٹھیک طریقے سے پاؤں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وجد کی خاطر زمین پر پاؤں رکھے نہ کہ کھیل کود، لہو و لعب کے لئے''۔

انہی باتوں کو شیخ ابوالقاسم گرگانی نے بہت پسند فرمایا تھا اور داتا حضور کی تائید کی۔

خلاصہ کلام: مقصد یہ ہے کہ کپڑوں پہ پیوند لگانا، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو۔ اگر کوئی شخص اُس کا عیب بیان کرے جو اُس کے نفس کو بُری لگتی ہو تو اُسے قبول کرلے اور تیسری بات یہ کہ اس کا ہر قدم شرع اسلامیہ کے مطابق ہو۔ داتا حضور نے لباس کے بارے میں مفصل بحث کرنے کے بعد یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ''جس نے لباس کے ہونے یا نہ ہونے میں تکلف نہ کیا، اگر اللہ نے انہیں گدڑی دی تو زیب تن کرلی، اگر قبادی تو بھی پہن لیا۔ اگر برہنہ رکھا تو اس میں بھی صبر و شکر کیا''۔

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین فرماتے ہیں: ''اصل صوفی وہ ہے جو زمین پر گستاخِ رسول کو برداشت نہ کرے، مزید فرماتے ہیں آج کے لیڈروں سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ نبی کریم ﷺ کی ناموس کے لیے بات کرسکیں''۔

محبتِ رسول ﷺ

محبتِ رسول ﷺ کا ایک ذریعہ نعتِ رسول بھی ہے۔ تمام مخلوق سے افضل، رسولوں کے امام، مظہر اتم، گو سوائے خدا کے، اُن سے سب منتشی (نشو و نما پانے والے)، وہ تمام عالم کی جان ہیں اور حق یہ ہے کہ جانِ جاں ہیں۔ اللہ عزوجل کو ان کی ذات کے واسطے کے بغیر تلاش نہ کرو۔ رسولوں کے بادشاہ، اُمتوں کے سفارشی، دو جہاں کے سردار، ہدایت کا نور، مقصود تو صرف حضور ﷺ کی ذات ہے باقی تو صرف طفیلی ہیں۔ حضور ﷺ کا نور منظور ہے باقی تمام اندھیرا ہے۔ (حوالہ: شاہ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ)

امام مناوی فرماتے ہیں: ''اور حضور ﷺ صورتاً اور سیرتاً تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہیں اور ہر نفع دینے والی چیز میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی۔ آپ کے خصائل کا بوجہ کثرت کے شمار نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ حضور ﷺ صفاتِ خداوندی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ (جواہر البحار، جلد 2) غوث دباغ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کا راز اس قدر بلند ہے کہ کوئی اُس کی کُنہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ (جواہر البحار، جلد 2)

علامہ سلیمان جمل فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل سے ایسے کلمات سیکھے کہ تمام علوم ان کلمات کے سورج کے سامنے ذرے ہیں۔ حضور ﷺ کا علم، علوم کا ایسا چھلکتا ہوا بھرا ہوا سمندر ہے کہ جس میں علماء و حکماء غرق ہوجاتے ہیں اور مخلوق کیسے حضور ﷺ کی کُنہ اور وصف سے عاجز نہ ہو؟ حالانکہ حضور ﷺ تمام کمالات سے متصف ہیں اور اعلیٰ مقام سے محقق ہیں۔ (جوہر البحار، جلد 2)

شیخ احمد صاوی کا ارشاد ہے: ''علمِ آدم علیہ السلام نے تو صرف ملائکہ کو عاجز کردیا۔ جبکہ حضور ﷺ کے علم نے اولین و آخرین کو عاجز کردیا ہے۔ (جواہر البحار، جلد 3) امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: بے شک یہ بھی آپ ﷺ کے معجزات سے ہے کہ آپ ﷺ کے وصف سے عاجزی ہے کیونکہ احصاء، اس کی حد بندی نہیں کرسکتی۔ کلام کیسے آپ ﷺ کے خصائل شریفہ کو گھیر سکے؟ کیا

ڈول سمندروں کو خشک کر سکتے ہیں؟ (جواہر البحار، جلد 3)

امام قرطبی نے نقل کیا ہے: حضور ﷺ کا مکمل حسن ظاہر نہ ہوا، ورنہ صحابہ کرام کی آنکھوں کو آپ ﷺ کی طرف دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی۔ (جواہر البحار، جلد 2)

نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد

پچھلے سلسلوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کلاب بن مرہ تک نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس سلسلے میں ان شاء اللہ عزوجل مزید ذکر کیا جائے گا۔

قصی بن کلاب: آپ خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ کے امور کے والی بن گئے۔ آپ نے اپنی قوم کو جو سارے جزیری عرب میں بکھر چکی تھی، مکہ مکرمہ میں جمع کیا۔ انہیں وہ سب منصب عطا کیے جن پر وہ پہلے فائز تھے۔ قصی، پہلے شخص تھے جن کو بادشاہی ملی اور اُن کی قوم نے اُن کی اطاعت کی۔ خانہ کعبہ کے تمام مناصب آپ کے پاس تھے۔ امام زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ قبیلہ کے عالم تھے اور اُن کو راہِ راست پر ثابت قدمی سے چلتے رہنے کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ یہ جمعہ کے دن اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور انہیں آگاہ کرتے تھے کہ عنقریب ان میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے لہٰذا جب وہ آجائیں تو اُن کی دعوت کو قبول کرنے میں کوئی بہانہ یا عذر نہ کرنا بلکہ اُن پر فوراً ایمان لے آنا۔ آپ کو دیئے گئے مناصب کی تفصیل یہ ہے:

حجابہ: اس منصب میں کعبہ شریف کی خدمت کے فرائض سرانجام دینا شامل تھا۔ آپ کے ذمے کعبہ کے دروازے کو کھولنا، بند کرنا، کعبہ میں موجود امانتیں اور قیمتی تحائف کی حفاظت کرنا تھا۔

رفادہ: یہ وہ ٹیکس تھا جو قریش مکہ ہر سال حج کے دنوں میں قصی بن کلاب کو پیش کرتے تھے اور اس مال سے حاجیوں کے لیے کھانا تیار کرتے تھے۔

سقایہ: حج کے موسم میں قریش پانی کے ذخائر جمع کرتے اور ان میں کشمش ڈالتے جس سے پانی کا ذائقہ میٹھا ہو جاتا اور حج کے دنوں میں تمام حاجیوں کو پینے کے لیے یہ پانی پیش کیا جاتا۔

دارالندوہ: یہ قصی نے تعمیر کروایا۔ قریش کے تمام معاملات، جھگڑوں کے فیصلے، نکاح اور مشورے اسی جگہ پر ہوتے۔

لواء: یہ بھی قصی کا ایجاد کردہ جنگی جھنڈا ہے۔ جب کسی کے ساتھ جنگ ہوتی تو اُس جھنڈے کو دارالندوہ میں قصی کے ہاتھ سے باندھا جاتا۔ کعبہ کی جو عمارت سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کی تھی وہ بوسیدہ ہو رہی تھی۔ قصی نے ہی اس کو گرا کر کعبہ کو دوبارہ سے تعمیر کیا۔ قصی نے اپنے مناصب کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ (کتاب: نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد)

درسِ حدیث (کتاب الحج)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: راہِ خدا کے مسافر تین آدمی ہیں ۱) نمازی ۲) حاجی ۳) عمرہ کرنے والا۔ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر 1611) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ یوں دُعا مانگا کرتے تھے: یا اللہ حاجی کی بھی مغفرت ہو اور جس کے لئے حاجی مغفرت کی دُعا کرے اس کی بھی مغفرت ہو۔(المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر 1612)حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کوئی عورت ذی محرم کے بغیر ایک رات سے زیادہ کا سفر نہ کرے۔(المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر 1615)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت باہر مت نکلا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت جتنی مخلوقات چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر 1632)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو وہ حج کرنے میں جلدی کرے۔(المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر 1645)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں حج کا طریقہ یہ ہے کہ امام ظہر، عصر اور مغرب، عشاء اور فجر کی نماز منیٰ میں پڑھے۔ پھر صبح سویرے عرفات کی طرف چلے جائے۔ پھر اُس کے لئے اللہ کا جو فیصلہ ہو گا اُس کے مطابق اس کی عبادت قبول کی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب سورج ڈھل جائے تو وہ لوگوں کو خطبہ دے پھر ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھے۔ پھر غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرا رہے۔(سورج غروب ہونے کے بعد) وہاں سے (مزدلفہ کی طرف) نکل جائے اور مزدلفہ میں جا کر نماز ادا کرے یا جہاں اللہ فیصلہ کرے۔ پھر صبح تک وہاں ٹھہرا رہے پھر طلوع آفتاب سے پہلے (اس وقوف) کو ختم کر دے پھر جب بڑے شیطان کو کنکریاں مارلے تو عورت اور خوشبو کے علاوہ ہر وہ چیز اُس پر حلال ہو جائے گی جو (حالتِ احرام) میں حرام تھی۔ یہاں تک کہ وہ بیت اللہ کی زیارت کرلے(اس کے بعد عورت اور خوشبو بھی حلال ہو جاتی ہے۔(المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر 1695)

تاریخِ اسلام

پچھلے سلسلے میں رومیوں کے مسلمانوں پہ اچانک حملے تک بیان کیا گیا تھا۔ اب مزید اس واقعہ کے بارے میں بیان کیا جائے گا۔ حضرت ربیعہ بن عامر اور اُن کے ساتھی نعرۂ تکبیر و رسالت لگاتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بشیر و نذیر اور سراج و منیر محمد مصطفی ﷺ پر درود و سلام بآوازِ بلند پڑھتے ہوئے عربی گھوڑوں پر سوار ابر کی طرح گرجتے ہوئے نمودار ہوئے اور رومیوں پر اس طرح بجلی بن کر کوند پڑے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ربِ کائنات کی توحید کا جھنڈا لہرانے لگا۔ روم کی فوج نے جب اچانک اس چھپی ہوئی جگہ سے نمودار ہونے والے لشکر کو دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور کمر ہمت ٹوٹ کر رہ گئی۔ ان کے دلوں پر اللہ عزوجل نے ایسا رعب ڈالا کہ اُن کی ہوا اُکھڑ گئی اور زمین اُن کے پاؤں تلے سے نکل گئی اور انہوں نے واپسی کی راہ لی اور اُلٹے پاؤں گرتے پڑتے بھاگنے لگے۔

رومی فوج کے سردار کا مارا جانا:

حضرت ربیعہ بن عامر کی نظر رومی کمانڈر "بطالیق پر پڑی جو اپنے لشکر کو لڑائی پر اُبھار رہا تھا اور اُن کو ترغیب و ترہیب

کے ذریعے بھرپور حملہ کرنے کے لیے آمادہ کر رہا تھا۔آپ نے بھانپ لیا۔کہ یہ دشمن کی سپاہ کا سرغنہ لگتا ہے یہ سوچ کر آپ نے نہایت دلیری اور بہادری کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور جذبہ صادقہ سے سرشار ہو کر اس کو ایسا نیزہ مارا جو کہ اسکے پہلو کو چیرتا ہوا آر پار ہوگیا۔بطالیق بے ہوش ہو کر گرا اور وہیں ڈھیر ہوگیا۔رومیوں نے جب یہ حالت دیکھی تو بے تحاشا بھاگے اور اللہ کے فضل و کرم سے،میدان حضرت محمد ﷺ کے اصحاب نے مار لیا۔کیونکہ اللہ اپنے محبوب و مختار رسول کے سچے غلاموں کو دن رات نصرت و فتح سے سرفراز فرماتا ہے۔

شکست خوردہ رومیوں کا آپس میں مشورہ:

جب رومیوں کو شکست ہوئی تو اُن کے سپہ سالار" جرجیس" نے اپنی ہزیمت خوردہ سپاہ سے مخاطب ہو کر کہا:" اے لشکرِ روم! حیف ہے تم پر! ہم بادشاہ کے پاس کس منہ سے حاضر ہوں گے؟ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت نے کس طرح دلیری اور بہادری کے ساتھ بڑے بڑے سرداروں کے پرخچے اڑا دیئے اور بڑے بڑے سورماؤں کے مان توڑ دیئے اور ان کی تکہ بوٹی کر کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔میں تو واپس جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔(فتوح الشام)

شرعی مسائل

ابراہیم بن حسین،الدرہ النجفیہ صفحہ 332 پہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر اہلِ بیت کے لیے مالِ فئے اور مالِ فدک میں سے سب سے پہلے حصہ نکالتے تھے،سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھی اُن کی ضروریات کے مطابق خرچہ بھیجا جاتا تھا،سارے خلفائے راشدین،سیدنا حضرت علی کے دورِ خلافت تک 30 سال تک یہی طریقہ رہا۔اب اگر دیکھا جائے تو عام غیرت مند آدمی کسی ایسے شخص سے مال لینا پسند نہیں کرتا جس نے اُس پر ظلم کیا ہو یا اُس کا مال و حق غصب کیا ہو۔اب جو لوگ کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا،صدیق اکبر سے ناراض رہیں اور جنازے تک میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی،اُن سے یہ سوال ہے کہ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا،صدیق اکبر سے ناراض تھیں تو پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا،صدیق اکبر کی طرف سے بھیجا گیا یہ مال کیسے لینا پسند کر سکتی تھیں؟ یہ بات کل کتبِ شیعہ میں موجود ہے۔جس گھر کے دربان،ملائکہ ہوں اُن کے تقویٰ،بے نیازی اور غیرت کا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔حضرت علی،سیدنا امام حسن و حسین،مالِ فدک سے آنے والے مال کو 30 سال تک قبول فرماتے رہے کیونکہ حدیثِ رسول ﷺ پیش کرنے اور صدیق اکبر کی،سیدہ فاطمہ کے گھر جا کر وضاحت کرنے سے معاملہ ختم ہوگیا تھا۔

یہ بات نہج البلاغہ کے ہر شارح نے لکھی ہے۔نہج البلاغہ کی ایک اور شرح میں علی نقی فیض الاسلام واقعہ فدک لکھتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے کہ صدیق اکبر مالِ فدک کا سارا منافع لے کر اہلِ بیت کے گھر بقدرِ ضرورت بھیجتے رہے تھے اور آپ کے بعد تمام خلفائے راشدین اسی طریقے پہ کاربند رہے۔(شرح نہج البلاغہ،علی نقی فیض الاسلام،جلد 2،صفحہ 960) علامہ ابن الابی حدید(دورِ بنو عباس کے سب سے بڑے شیعہ مناظر)،شرح نہج البلاغہ میں روایت سند کے ساتھ لکھتے ہیں: میں نے سیدنا امام محمد باقر سے پوچھا،اللہ عزوجل مجھے آپ پہ قربان کر دے،آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ابوبکر نے آپ پہ ظلم کیا تھا یا آپ کا حق غصب کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں،اُس رب کی قسم! جس نے اپنے نبی پہ قرآن بھیجا اور اُنہیں بشیر و نذیر بنایا،ابوبکر و عمر نے

ہمارے حق سے رتی برابر بھی کوئی چیز غصب نہیں کی اور نہ ہمارے حق میں ہم پہ ظلم کیا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر یہ معاملہ ہے تو پھر کیا میں ابو بکر و عمر سے محبت کیا کروں؟ انہوں نے کہا: خدا تجھے ہلاک کرے (یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے؟) دنیا و آخرت تک ان سے محبت کرو۔ اللہ عزوجل غارت کرے اُن دو کوفی مردوں (مغیرہ اور منان)، جنہوں نے میرے والد اہلِ بیت اور میری طرف ایسی جھوٹی باتیں منسوب کیں جن سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ (ابن الابی حدید، شرح نہج البلاغہ، ج 4، ص 113)

صلوٰۃ و سلام پڑھنا اور نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آنا کیسا؟

یہاں لوگ کہتے ہیں نماز میں نبی کا خیال آجائے تو نماز میں خلل واقع ہو جاتا ہے میں نے اقبال سے پوچھا تو اس نے کہا:

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام ۔۔۔ میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے ۔۔۔ عقل غیاب جستجو عشق حضور و اضطراب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی پوچھے جب ایک مرتبہ وہ نبی کریم ﷺ کی غیر موجودگی میں نماز کی امامت کروا رہے تھے تو نماز کے دوران نبی کریم ﷺ کے آنے پر صحابہ کرام نے اُلٹے ہاتھ پر تالی کی طرح دایاں ہاتھ کیوں مارنا شروع کر دیا تھا؟ کیا اس سے نماز میں خلل پیدا نہیں ہوا تھا؟ دوران نماز صحابہ کرام نے صفوں کے درمیان نبی کریم ﷺ کے گذرنے کے لئے جگہ چھوڑ دی۔

یہاں تک کے نبی کریم ﷺ پہلی صف میں پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق کو نبی کریم ﷺ کی آمد کا پتہ چلا تو وہ دورانِ نماز پیچھے ہو گئے۔ کیا صحابہ کرام کی نماز سے بڑھ کر آج کسی کی توجہ سے نماز ہو سکتی ہے؟ نہیں۔ لیکن صحابہ کرام جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا خیال آنے سے نماز میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ نبی کا ذکر، اللہ کا ذکر ہے۔

ایک اور موقع پہ نبی کریم ﷺ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ دورانِ نماز آپ مسکرائے۔ جب آپ نے نماز مکمل کی تو ایک صحابی رسول ﷺ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے نماز میں مسکرانے کی وجہ کیا تھی؟ میرے آقا نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نماز پڑھ رہے تھے یا مجھے دیکھ رہے تھے؟ اللہ کی نماز پڑھ رہے تھے اور غیر اللہ کا خیال دل میں لا رہے تھے؟ کیونکہ غیر اللہ کسی اور کو کہا جائے گا۔ نبی کریم تو رسول اللہ ہیں، محبوب اللہ ہیں۔ آج مساجد کے باہر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہاں غیر اللہ کا ذکر نہیں ہو گا جس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ پہ نعت نہیں پڑھی جائے گی سلام نہیں پڑھا جائے گا۔ انہیں سوچنا چاہئے نبی کریم ﷺ تو خود مسجد نبوی میں حضرت حسان کے لئے چادر بچھا کر اپنی نعت، اپنا ذکر سُنتے تھے۔ کیا یہ باتیں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کو سمجھ نہیں آئیں اور آج کے ان نام نہاد لوگوں کو سمجھ آئیں؟

قوم اور وطن کی حقیقت

کیبلوں پر بیٹھ کر یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ علامہ اقبال کے بارے میں باتیں کرتے ہیں انہوں نے اقبال کی یہ بات نہیں سنی؟

ذرہ ریت کو تو نے دیا شباب ۔۔۔ فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

حضور ﷺ کی محبت کا بھی اپنا انداز ہے۔کہا جاتا ہے قوموں سے وطن بنتے ہیں لیکن اقبال ایسوں کو جواب دیتا ہے کہ اگر قومیں سے مل کر وطن بنتے تو پھر بلال حبش سے، سلمان، فارس سے، آ کر ایک قوم کیسے بن گئے؟ اور ایک ملک میں رہتے ہوئے ابوجہل اُس قوم کا حصہ کیوں نہ بن سکے۔ہم سال بعد، روایتی طور پر اقبال کی پیدائش کے دن، اقبال کے بارے میں بات نہیں کرتے بلکہ ہر وقت اقبال اقبال کرتے ہیں، اقبال پڑھنے کے لئے بھی غیرتِ ایمانی چاہیئے صرف اقبال کے اشعار پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا، بلکہ اقبال کے اشعار کے ساتھ ساتھ اقبال سے غیرتِ ایمانی بھی سیکھنی چاہیے۔اقبال نے ناموسِ رسالت ﷺ کا کام کیا ہے، غازی علم دین کے جنازے میں شرکت کی اور ان کی قبر پر حاضری بھی دی۔علامہ اقبال نے ہی پاکستان کا تصور پیش کیا۔قائداعظم کو پاکستان کے نظریے کے لئے آمادہ کیا۔ساری رات شراب پینے، سود کھانے، ناچ گانے کو عام کرنے کے بعد دل میں کشمیر اور برما کے مظلوموں کے لئے درد کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جب خطبہ دیا تو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں مدینے کی گلیاں بنادوں گا، پُل بنادوں گا وغیرہ وغیرہ کیونکہ جب اسلام کا نظام آجاتا ہے تو پھر ہر ایک کو اُس کا حق مل جاتا ہے۔جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مدینہ شریف میں زلزلہ آیا تو آپ نے سب لوگوں کو جمع کیا اور پوچھا کہ تم لوگوں نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے زلزلہ آگیا ہے؟ آج ہمارے ملک پہ اگر کوئی آفت آتی ہے تو ہم میں یہ احساس کیوں پیدا نہیں ہوتا کہ ہم اپنے گناہوں کو ختم کریں۔دین کی سمجھ حاصل کریں۔نبی کریم ﷺ سے محبت کا رشتہ مضبوط کریں۔

حضور ﷺ سے وفا

ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ مرنے کے بعد اُن کی ان امن سوسائٹیوں، دولت اور ان دوغلی پالیسیوں نے کام نہیں آنا۔آج زندگی، رسول اللہ ﷺ کے عشق میں اور ان کی ناموس کی حفاظت کرتے ہوئے ایسے گزارو کہ مرنے کے بعد نبی کریم ﷺ جب قبر میں ہمارے سامنے آئیں تو وہ خود فرمائیں کہ یہ میرا اُمتی ہے، اس نے میرے لئے لوگوں کی باتیں سنیں۔لیکن اگر تمہارا دنیا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ مضبوط نہ رہا اور قبر میں نبی اکرم ﷺ نے یہ کہہ دیا کہ تمہارے پاس تو میرے لئے ٹائم ہی نہ تھا،تم تو لوگوں کے کہنے کے مطابق مجھے پرکھتے تھے،تم تو اسی شک میں رہے کہ میلاد جائز ہے یا نہیں ،سلام پڑھوں یا نہیں،نبی ﷺ کی شان بیان کروں یا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: شکّی بندہ مجھے قبر میں نہیں پہچانے گا۔اعلیٰ حضرت کہتے ہیں عاشق رسول ﷺ جب قبر میں پہنچے گا تو فرشتوں کے سوال کے جواب میں یہ کہے گا:

سرور کہوں کے مالک و مولیٰ کہوں تجھے باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

اگر آج رسول اللہ ﷺ سے وفا نہ کی تو کل کس منہ سے رسول اللہ ﷺ سے حوضِ کوثر پر پانی مانگ سکو گے؟ کس منہ سے شفاعت کے لئے عرض کرو گے؟ کتا بھی اگر اپنے مالک کے ساتھ ہو تو وہ بھی بے خوف ہوتا ہے۔اگر ہم انسان ہو کہ اپنے آقا سے تعلق نہ جوڑیں، پیار نہ کریں تو ہم تو اُس کتے سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ہمیں اپنے آقا سے ایسے پیار کرنا ہے کہ لوگ ہمیں پاگل کہیں۔

ارشادِ ربانی ہے: "اے حبیب یہ جو آپ کے سامنے بار بار قسمیں کھاتے ہیں یہ ڈھال بناتے ہیں اور لوگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم بھی ایسے ہیں لیکن اے حبیب یہ بات ایسے نہیں ہے"۔ واذا قیل لھم۔۔۔۔۔"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ حضور ﷺ کی بارگاہ میں چلیں تو اُس وقت وہ انکار کر دیتے ہیں جانے سے"

ہمیں اُن منافقوں کی طرح نہیں بننا جو بظاہر تو محبتِ رسول کا دعویٰ کریں لیکن عمل بالکل اُس کے خلاف ہو۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں منافقین بھی اللہ پر ایمان لے آئے تھے، نمازیں پڑھتے تھے، جہاد کرتے تھے لیکن، وہ منافق اس وجہ سے بن گئے کہ اُن کے دل نبی کریم ﷺ کی محبت اور ادب سے خالی تھے۔

نبی ﷺ کی تعظیم

اللہ نے نبی کریم ﷺ کی شان کو اس دُنیا میں چھپا کر بھیجا، اگر ظاہر کرتا تو ایک بوسیدہ ہڈی کے سامنے آپ کا نام لیا جاتا تو وہ بھی آپ ﷺ کا ذکر کرنا شروع ہو جاتی۔ داتا صاحب کے بارے میں سوچتا تھا کہ انہوں نے اتنا بڑا لوگوں کا ہجوم کیسے لگا لیا؟ مجھے اُن کے بارے میں پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی عزت پہ کتنا بڑا پہرہ دیا۔ داتا صاحب نے اپنی کتاب میں عنوان دیا "نبیوں کی، ولیوں پر فضیلت"۔ اور اس میں لکھا: "ولی کی ساری زندگی، نبی کے ایک سانس کے برابر نہیں ہو سکتی۔" اور آج ہم عام لوگ جو تھوڑی سی دینی کتابیں پڑھ لیتے ہیں کیسے اعتراض کر سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ پر سلام نہ پڑھو، میلاد نہ کرو وغیرہ؟ اور یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ نبی ہماری طرح ایک عام بشر تھے۔

تیرے در کا درباں ہے جبریل اعظم
تیرا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے
ہے بے تاب جس کے لئے عرشِ اعظم
یہ اُس راہِ لامکاں کی گلی ہے
میں کیوں نہ کہوں یا حبیبی اغثنی
اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

ہر جگہ دلیل پوچھتے ہیں یہ کہاں لکھا ہے؟ میں کہتا ہوں بیوقوفو! "نبی علیہ السلام" کی عزت و تعظیم کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا بلکہ کافر بھی ہو تو ایمان والا ہو جاتا ہے۔ بیسویں پارے میں موجود ہے جب حضرت آسیہ حضرت موسیٰ کو فرعون کے پاس لے کر گئیں تو حضرت آسیہ نے کہا کہ یہ میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو فرعون نے کہا "یہ تمہاری تو ٹھنڈک ہو سکتا ہے مگر میری نہیں"۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ اگر اُس وقت فرعون بھی کہہ دیتا کہ ہاں جس طرح یہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وہ میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہے تو اللہ نے اس کے گناہوں کو معاف کر کے اُسے بھی مسلمان بنا دینا تھا (مسند ابی یعلیٰ)

آج لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پیدائش کے وقت نبی نہ تھے۔ میں انہیں کہتا ہوں اوہ بیوقوفو! اس حدیث میں فرعون کو

حضرت موسیٰ کی تعظیم کے بارے میں بتایا جارہا ہے،حضرت موسیٰ کی تعظیم انکے نبی ہونے کی وجہ سے کی جاتی تھی حالانکہ وہ ابھی بچے تھے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو　　　جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

ظلم کے خلاف آواز:

حضرت امام حسین فرماتے ہیں:''ظلم کے خلاف جلد آواز اُٹھاؤ ورنہ زیادہ قربانیاں دینی پڑیں گی۔''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب ایسے حالات ہوں گے تو پھر انتظار کرنا سُرخ آندھیاں آجائیں گی،زلزلے آجائیں گے،لوگوں کے چہرے مسخ ہو جائیں گے،پھر لوگ زمین میں دفن ہو جائیں گے۔ یہ سب ہونے سے پہلے ایسا نہ ہوکہ برما کے حالات پاکستان میں پیدا ہو جائیں ۔کیونکہ جو دین سے غداری کرتا ہے اُس کا یہی حال ہوتا ہے۔کیا یمن والوں کو کبھی یہ خیال آیا تھا کہ اُن کے ساتھ ایسا ہوسکتا ہے میں خود شام اور حلب سے ہو کر آیا ہوں،وہاں ترقی کے بہت سے مناظر دیکھے لیکن جب میں پہاڑ پر چڑھا تو مجھے پورے حلب میں ڈش کے انٹینے نظر آئے،میں نے بہت افسوس سے کہا کہ کیا یہاں پر چھتیں ڈشوں کی ہوتی ہیں،انہیں کیا پتہ تھا کہ انہوں نے ہمیشہ یہ ڈشیں یہ بے ہودہ چینلز نہیں دیکھنے۔میں نے سوچا مسلمان اتنے بے شرم ہو گئے ہیں کہ ہر گھر میں ڈش چینلز چل رہے ہیں۔میری بات سُن کر ایک ساتھی نے کہا کہ یہاں پر ایسی بات نہ کرنا ورنہ گرفتار ہو جاؤ گے۔اور یہ دین سے غداری اور دوری کا نتیجہ ہے کہ آج حلب میں ایک مکان بھی نہیں رہا۔لہٰذا کوئی یہ نہ سوچے کہ اُس نے ہمیشہ رہنا ہے اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔اگر آج ہم بھی دین کے لئے نہ اُٹھے تو پھر ہمیں بھی اُس وقت کا انتظار کرنا ہوگا،جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آندھیاں،زلزلے آئیں گے۔اس سے پہلے پہلے سب مسلمان،سب پاکستانی اکٹھے ہو جائیں اور اس بات کا ارادہ کریں کہ بس اب نبی کریم ﷺ کا دین تخت پر لانا ہے۔اللہ عزوجل نے ایک سینے میں دو دل نہیں رکھے کہ ایک دل مذہبی ہو اور ایک دل سیاسی ہو۔

بہت سادہ سا ہے اصولِ دوستی کوثر اپنا　　　جو اُن سے ہو بے گانہ ہمارا ہو نہیں سکتا

کیا ہم ممتاز قادری عاشق رسول ﷺ کے قاتل کی حکومت کا ساتھ دیں گے؟ کیا ہم اُس کو ووٹ دیں گے؟ کیا ہم اُس کے جلسوں میں شامل ہو کر اُسکے نعرے لگائیں گے؟ اگر ایسا کرلیا تو پھر اپنے آقا ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ کیونکہ گنہگار کے لئے معافی ہے لیکن غدار کے لئے معافی نہیں ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی عزت کے غدار ہیں،نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی ملعونہ آسیہ کو تو چھوڑ دیا لیکن عاشق رسول ﷺ کو پھانسی دے دی۔ایک طرف تو غداری کی اور دوسری طرف اپنے اس غلط کام پہ کوئی توبہ کوئی معافی کا اظہار بھی نہیں کیا۔

خارجی فتنہ

بے نمازیوں،اور نشہ کرنے والوں کا سیدنا علی المرتضیٰ سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر شراب کا ایک قطرہ کنویں میں گر جائے اور اُس کنویں سے فصل کو پانی دیا جائے اور اُس فصل سے بکری خوراک کھائے تو میں اُس بکری کا دودھ نہیں پیوں

گا۔سیدی مولیٰ علی کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان عطا کی تھی کہ گھوڑے پہ بیٹھتے وقت ایک رکاب پہ پاؤں رکھتے تو قرآن شروع کرتے اور اور دوسرا پاؤں رکھنے سے پہلے قرآن پاک مکمل پڑھ لیتے۔حضرت ابو بکر کے بارے میں حضرت علی نے فرمایا: جس صدیق کو نبی کریم ﷺ نے ہمارے دین (نماز کی امامت) کے لئے منتخب کیا ہے اُن کو ہم اپنی دُنیا (خلیفہ) کے لیئے بھی منتخب کرتے ہیں۔خارجیوں کی نشانی یہ ہے،ایک مرتبہ میرے آقا ﷺ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے،ایک آدمی نجد سے آیا (نجد جس کے بارے میں اللہ عزوجل کے نبی نے فرمایا کہ وہاں سے فتنے نکلیں گے) اُس شخص کی آنکھیں،اندرکو دھنسی تھی،رخسار اور ماتھا باہر کو نکلے ہوئے تھے،سر مُنڈوایا ہوا تھا،گھنی داڑھی تھی۔اُس نے کہا: محمد اللہ سے ڈرو اور بے انصافی نہ کرو۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟ راوی کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید یہ سُن کر کھڑے ہو گئے اور کہا یارسول اللہ ﷺ اگر آپ کی اجازت ہو تو اس کی گردن کاٹ دی جائے۔نبی کریم ﷺ نے منع فرما دیا۔یہ سُن کر وہ شخص منہ میں کچھ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت تک اس کی نسل سے لوگ آئیں گے جو کثرت سے قرآن پاک پڑھیں گے،لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے اور واپس نہیں آتا۔ان لوگوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ قیامت تک مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔حضرت علی نے 4000 خارجیوں کو قتل کیا جو بظاہر کلمہ پڑھتے اور نمازیں پڑھتے تھے۔آج داعش،طالبان اور القاعدہ،سب مسلمانوں کو ہی قتل کر رہے ہیں۔آج لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کی کثیر تعداد بدمذہبوں کی تقاریر سُنتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ زیادہ تعداد حق پہ ہونے کی نشانی نہیں ہوتی،حضرت علی کے دور میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد حضرت علی کو چھوڑ کر خارجیوں کے ساتھ مل گئی۔تو کیا یہ کہا جائے گا کہ خارجی حق پہ تھے؟

صحابہ کرام اور گستاخِ رسول:

میدانِ اُحد میں سیدی قُطب مدینہ،عمّ رسول ﷺ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں 2 تلواریں تھیں اس دوران ایک مشرک آپ کے سامنے آیا۔آپ نے اُسے جو کہا وہ تاریخ میں لکھنے کے قابل ہے۔آپ نے کہا: او ختنہ کرنے والی کے بیٹے! تم بھی رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں آئے ہو؟ آج لوگ بات کرتے ہیں کہ نرمی سے بات کرو۔گستاخِ رسول اور دُشمن رسول سے سختی سے بات کرنا تو صحابہ کرام کی سنت ہے۔یہ آخری کافر تھا جسے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا،اس کے بعد آپ کو شہید کر دیا گیا۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! امیر حمزہ آسمانوں پر ''اسد اللہ و اسد الرسول'' کے نام سے مشہور ہیں۔

اُن کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں شیر غرانِ سطوط پہ لاکھوں سلام

حضرت طلحہ بن عبد اللہ کو حضور ﷺ کی خاطر 70 زخم لگے ہوئے تھے،حضور ﷺ ان کے ساتھ کھڑے تھے اور طلحہ کی ڈھال نیچے گر گئی۔وہ چاہتے تو جان بچانے کے لئے نیچے ہو کر ڈھال پکڑ لیتے لیکن اُس وقت تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور اگر آپ نیچے ہوتے تو وہ تیر رسول اللہ ﷺ کو لگ سکتے تھے۔اس لئے انہوں نے اپنا ہاتھ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کے لئے آگے کر

لیا جو زخمی ہوگیا۔آج لوگ کہتے ہیں کہ ہر وقت حضور ﷺ اور آپ کی ناموس کی بات کرتے رہتے ہو۔ہمارے تو آج سر بھی زخمی نہیں ہوئے، ٹانگ بھی نہیں ٹوٹی، ہاتھ بھی زخمی نہیں ہوئے، پھر بھی ہم حضور ﷺ کی بات نہ کریں تو شرم آنی چاہئے۔حضرت طلحہ جب زیادہ زخم لگنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے اور انہیں جب ہوش آیا تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے پٹیاں کرو، میرا علاج کرو، میرا خون بہہ رہا ہے، میں مرجاؤں گا۔بلکہ انہوں نے صرف ایک بات پوچھی کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ جب بتایا گیا کہ وہ ٹھیک ہیں تو آپ نے کہا: جب حضور ﷺ ٹھیک ہیں تو پھر ہر مصیبت کم ہے۔

لوح بھی تُو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

(بانگِ درا)

عشقِ رسول ﷺ کی عظیم مثالیں:

حافظ شیرازی کہتا ہے:

''اللہ تعالیٰ، نبی اکرم ﷺ کی محبت ہر ایک کو نہیں دیتا بلکہ چن چن کر لوگوں کو محبت عطا فرماتا ہے۔''

شماس بن عثمان وہ صحابی ہیں جن کا جنازہ احد میں نبی اکرم ﷺ نے نہیں پڑھایا جب ان کا جسم نبی کریم ﷺ کے سامنے لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں دفنا دیا جائے۔آخر ان کی نماز جنازہ نبی اکرم ﷺ نے کیوں نہیں پڑھائی؟ اس لئے کہ جب نبی اکرم ﷺ پر حملہ ہوا اور تیروں کی بوچھاڑ کی گئی تو حضرت شماس نے نبی کریم ﷺ کے اردگرد دوڑ دوڑ کے حضور ﷺ کی حفاظت کی۔اور میرے نبی کریم ﷺ نے بعد میں فرمایا: ماوجدت شبیہا (میں نے ایسا کوئی اور دیکھا ہی نہیں)۔اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ خود یہ کہیں تو پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ کیوں نہیں پڑھائی؟ حالانکہ ان کے جسم کا ایک ایک حصہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرتے کرتے چھلنی ہو چکا تھا؟ وہ اس لئے کہ نمازِ جنازہ پڑھائی جاتی ہے مغفرت کے لئے، یا بلندی درجات کے لئے۔لیکن شماس بن عثمان نے اپنے ''نبی'' کی عزت اور حفاظت کا پہرہ دے کر وہ مقام حاصل کرلیا تھا جس کے آگے کوئی مقام ہی نہ تھا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں
مرہی جاؤں، جاؤں جو اس در سے دو قدم — کیا بچے بیمارِ غمِ قُربِ مسیحا چھوڑ کر

عبداللہ بن ابی منافق نے جب یہ بات کی تھی کہ ہم عزت والے، ذلیلوں کو مدینہ سے نکال دیں گے تو حضرت عبداللہ جو اس

منافق کے بیٹے تھے مگر سچے عاشق رسول ﷺ تھے، وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے بلکہ غزوہ بنی مصطلق کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو راستے میں تلوار لے کر کھڑے ہو گئے، جب باپ سامنے سے گزرا تو پوچھنے لگے کہ بتاؤ تم نے اس دن کیا بات کی تھی؟ اب میرے سامنے یہ بات کہہ کہ "حضور ﷺ سب سے زیادہ عزت والے ہیں اور میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں"۔ حضرت عبداللہ نے تب تک اپنے باپ کو جانے نہیں دیا جب تک اُس کے منہ سے یہ بات نکلوا نہ لی۔ جبکہ یہاں یہ لوگ، حضور ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ہم مجبور ہیں۔

حشر میں ہوگا معلوم گا کہ جیتا کون، ہارا کون؟

یہ بھی تو ہوسکتا تھا حضرت عبداللہ کسی اور صحابی سے کہہ دیتے کہ وہ اُن کے باپ سے بات کریں وہ اپنے باپ سے سختی سے بات کیسے کریں۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں دیکھا بلکہ جب ان کے منافق باپ نے یہ بات کہی تو آپ نے کہا "تم کہتے ہو یا میں اپنی تلوار سے کام کروں؟ جب نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ بیٹے باپ سے ایسے بات نہیں کرتے۔ بلکہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ کا شکریہ ادا کیا کیونکہ جہاں ناموسِ رسالت کی بات آجائے وہاں کوئی بھی رشتہ آجائے اُس سے نرمی کی اجازت نہیں ہے۔ ایک جنگ میں حضرت سعد نے نبی کریم ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے دشمنوں پر 1000 تیر چلائے، تو نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں کہا کہ اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان۔ اس سے پتہ چلا کہ ناموسِ رسالت ﷺ اور نبی ﷺ کی شانِ مبارکہ کے لئے کام کرنا خود نبی کریم ﷺ کو پسند ہے اور آپ اس پر خوش ہوتے ہیں۔ جب ایک یہودیہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں زہر ملا کھانا لایا اور آپ ﷺ کے ساتھ ایک صحابی حضرت بشر بھی کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ جب حضرت بشر نے کھانے کا ایک نوالہ لیا تو، کھاتے ہی زہر کے اثر سے تڑپنا شروع ہو گئے، جب نبی کریم ﷺ نے یہ دیکھا تو پوچھا کہ جب تم نے منہ میں نوالہ رکھا تھا تو تب تمہیں زہر کا اثر محسوس نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ یارسول اللہ: مجھے محسوس تو تب ہی ہوگیا تھا لیکن میں نے سوچا کہ اگر میں نے نوالہ منہ سے نکال لیا تو آپ کی طبیعت کو کراہت ہوسکتی ہے۔ اس لئے میں نے کھالیا۔ یہ تھے صحابہ کرام جو نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور احترام میں اتنے ادب کا خیال رکھتے تھے اور آج لوگ نبی پہ اعتراضات کرتے ہیں۔ انہیں اپنے اور صحابہ کرام کے عمل کا موازنہ کرنا چاہئے۔ حضرت اِمِ عمارہ کو 11 زخم لگے تھے جنگ میں، جب جنگ ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، میں میدانِ جنگ میں جہاں بھی دیکھتا تھا ، اِمِ عمارہ میرا دفاع کر رہی ہوتی تھی۔ کیسی بہادر عورت تھیں جنہوں نے نہ صرف خود نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے لئے زخم کھائے بلکہ جب ختمِ نبوت کے دفاع کا موقع آیا تو اپنا بیٹا حبیب بن زید بھی بھیج دیا۔ ہمیں حضرت عمر، حضرت صدیق اکبر، حضرت عثمان، صحابہ کرام، صحابیات، داتا صاحب اور ہمارے دیگر بزرگانِ دین نے سکھا دیا کہ "نبی کریم ﷺ" سے کیسے پیار کرنا ہے۔

دینی غیرت اور صحابہ کرام

نبی کریم ﷺ جب اپنے غلاموں کے ساتھ غزوہ خندق میں جلوہ گر ہوئے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ نے خندق بھی کھودی۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ غطفان کے

سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو بُلا یا جو اس وقت نبی کریم ﷺ کے مخالفین میں سے تھے اگرچہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔اس موقع پر وہ 25000 کے لشکر کے ساتھ مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔جب یہ دونوں آگئے تو نبی کریم ﷺ نے دونوں کو فرمایا: میں آپ کو مدینہ طیبہ کی کھجوروں کی کل آمدنی کا تیسرا حصہ دے دیتا ہوں اگر تم ان لشکروں کو لے کر چلے جاؤ۔انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر نصف حصہ دو گے تو ہم چلے جائیں گے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں تیسرا حصہ لو اور چلے جاؤ۔آخر ان دونوں نے کچھ دیر نبی کریم سے اس بارے میں بات کی اور تیسرا حصہ لینے پہ راضی ہو گئے۔اور جانے کے لئے تیار ہو گئے۔نبی کریم ﷺ نے کاغذ اور قلم منگوایا اور حضرت عثمانِ غنی کو بلوایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے دستاویز لکھیں۔اس دوران عباد بن بشر، جنگی لباس پہن کر نبی کریم ﷺ کے پاس بطورِ محافظ کھڑے تھے۔جب یہ معاہدہ لکھا جا چکا تو اس دوران اُسید بن حضیر بھی آگئے۔انہیں نہیں پتہ تھا کہ حضور ﷺ نے کیا گفتگو فرمائی ہے اور اُن لوگوں کے درمیان کیا معاہدہ ہو چکا ہے۔جب اُسید بن حضیر آئے تو عیینہ بن حصن اپنے پاؤں نبی ﷺ کی طرف پھیلا کے بیٹھا تھا۔اس وقت اسید بن حضیر نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لئے بغیر اور یہ جانتے ہوئے کہ حالات بہت مشکل ہیں 25000 کے مقابلے میں صرف 1500 لوگ کھڑے ہیں،اور یہ سوچے بغیر کے آج ناموسِ رسالت پر بات ہلکی کی جائے کیونکہ حالات ٹھیک نہیں۔آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا یہ پاؤں پھیلا کے بیٹھنا گستاخی بنتی بھی ہے یا نہیں اور اگر بنتی بھی ہے تو مجھے کس حد تک سختی کا حکم ہے۔عشق ہمیشہ اپنے فیصلے کرنے میں دلیر ہوتا ہے۔

لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پر کر دیا خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

یہود و نصاریٰ کا ایجنٹ نبی ﷺ کی ناموس کی بات کیسے کر سکتا ہے۔اب دیکھیں یہ صحابی رسول ﷺ کس کے سامنے بات کرنے لگے ہیں وہ ہستی جس کے سامنے وہ گردنیں جھکا کر اور آوازیں نیچی رکھ کر بیٹھتے تھے۔لیکن صحابی کا عشق کنٹرول میں نہ رہا اس نے یہ نہیں سوچا کہ قبیلے کا سردار بیٹھا ہے۔انہوں نے آتے ہی کہا "الرجس"۔اوہ بندر! آج لوگ کہتے ہیں نرمی سے بات کرو۔نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایسے بات نہیں کرتے۔انہوں نے کہا اوہ بندر! نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسے ٹانگیں کر کے کیوں بیٹھے ہو،اگر نبی کریم ﷺ میرے سامنے موجود نہ ہوتے تو میں تمہاری پیشاب والی نالیاں کاٹ دیتا اور تمہارا پیٹ پھاڑ دیتا۔یہی الفاظ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔آج کہتے ہیں نرم بات کرو۔جب رسول اللہ ﷺ کی بات ہو تو صحابہ کرام نرمی نہیں اختیار کرتے تھے۔انہوں نے بھی آکر وہی کہا جو حضرت اسید نے کہا۔صحابہ اس وقت بھی نبی کریم ﷺ کے احسان کو نہ بھولے۔انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ بھی مشرک تھے اور ہم بھی مشرک تھے،ہم بھی بتوں کے پجاری تھے اور یہ بھی بتوں کے پجاری تھے۔اور ہم اللہ کو نہیں جانتے تھے،اس وقت بھی ان میں یہ جرأت نہ تھی کہ وہ ہم سے ایسے کھجوریں لے جائیں سوائے یہ کہ ہم تحفہ دے دیں یا پھر ہم سے خرید لیں۔حضور جب اس وقت یہ ہماری ایک کھجور نہیں لے سکتے تھے تو اب جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت دے دی ہے اور آپ کے ذریعے اور اسلام کے ذریعے ہمیں بہت بلند کر دیا ہے۔انہوں نے کہا قسم خدا کی! ہم ان لوگوں کو کھجوریں نہیں دے سکتے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جیسے آپ لوگوں کی

مرضی۔حضرت عثمانِ غنی معاہدہ لکھ چکے تھے۔حضرت سعد بن معاذ نے عثمانِ غنی سے وہ معاہدہ پکڑ کر اس پر قلم پھیر دیا اور ان سرداروں سے کہا، اُٹھ جاؤ یہاں سے، جاؤ جو دل کرتا ہے جا کر کرلو۔آج مسلمان یہود و نصاریٰ کی ایجنٹی کر کر کے بزدل ہو گئے ہیں۔اس دور میں بھی منافق بہانے ڈھونڈتے تھے بھاگنے کے، اپنی جان بچانے کے۔غزوہ احزاب کے موقع پر حالات بہت سخت تھے جن کا ذکر قرآن پاک میں بھی کیا گیا ہے کہ حالات کی سختی سے ان کے کلیجے منہ کو آ گئے۔لیکن صحابیِ رسول ﷺ نے استقامت دکھائی اور عاشق اور منافق کی پہچان ہو گئی۔

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے

شخصیت پرستی

آج لوگوں نے کہا کہ ہمیں مانو،لوگوں کو اپنی ذات اور اپنی محبت میں گمانے لگ گئے ہیں۔تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ صحابہ کرام نے کبھی اپنا تعارف کرایا ہو،لوگوں کو اپنی محبت کا حکم دیا ہو اور کسی صحابی سے کسی نے پوچھا ہو کہ اپنی ذات، اپنے فضائل بتائیں؟ بلکہ ہمیشہ انہوں نے اُس ذات کا تعارف کروایا جس کا وہ کلمہ پڑھتے تھے۔حضرت کعب بن مالک ایک جنگ کے موقع پر حصہ نہ لے سکے،حضور اکرم ﷺ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! بس سستی ہو گئی۔آپ ﷺ نے ناراضگی سے فرمایا: اُٹھ جاؤ، اور یہاں سے چلے جاؤ۔پھر کچھ دن بعد فرمایا کہ اپنی بیوی کو اس کے میکے بھجوا دو۔وہ بھی صحابیِ رسول ﷺ تھے انہوں نے پوچھا کہ ایسے ہی بھجوادوں یا طلاق دے کر؟ اس بات سے پتہ چلا کہ ناراضگی میں بھی عشق میں کمی نہیں آئی۔آج یہاں کسی کو ایک وقت کی روٹی نہ ملے تو وہ کہتا ہے کہ چھوڑو ہم نے نمازیں پڑھیں، میلاد کروایا، لیکن ہماری روزی میں اضافہ نہیں ہوا، ہماری مشکلات آسان نہیں ہوئیں۔لیکن صحابہ کرام نے لالچ سے پیار نہیں کیا، جو لالچی بندہ ہو اُسے تو اللہ اپنے نبی کا پیار دیتا ہی نہیں۔

حضرت ابوقتادہ کی بیٹی،حضرت کعب بن مالک کی بہو تھی اور دونوں صحابہ کرام کا آپس میں بہت پیار تھا، ایک دن راستے میں حضرت کعب نے ابوقتادہ کو سلام کیا۔لیکن ابوقتادہ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا کیونکہ ان دنوں نبی کریم ﷺ ان سے جہاد پہ نہ جانے کی وجہ سے ناراض تھے۔انسان سوچے کہ کیا ان کے ذہن میں خیال نہیں آیا ہو گا کہ کون سا اس وقت حضور ﷺ دیکھ رہے ہیں، میں اپنے دوست کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔یہاں تک کہ حضرت کعب نے ابوقتادہ سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا تم بھی سمجھتے ہو کہ میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے پیار نہیں کرتا؟ 3 بار جب انہوں نے یہ بات پوچھی تو حضرت قتادہ نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ تم پیار کرتے ہو یا نہیں۔بس نبی اکرم ﷺ نے بولنے سے منع فرمادیا ہے تم سے تو ہمیں نہیں بولنا۔لیکن آج ہم ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارے رشتہ دار ہیں یہ ہمارے دوست ہیں، ان سے ہمیں دنیاوی فائدے ہیں ہم ان سے سختی اختیار نہیں کر سکتے۔ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہمارا عمل کیا ہے اور صحابہ کرام کا کیا عمل تھا۔کوئی یہ نہ سوچے کہ وہ کوئی دینی کام ایک بار کر لیتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔اس کے لئے ہر ہر موقع پہ دلیری سے امتحان دینا پڑتا ہے۔

نوٹ: دین اسلام میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کی اہمیت ہے نہ کہ شخصیات کے فرمان کی۔

مَنْ سَبَّ نَبِیًّا فَاقْتُلُوْہُ

یہ نبی کریم ﷺ کا اپنا فرمان ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اُسے قتل کر دیا جائے۔ اگر اسٹیجوں پہ صرف یہ نعتیں "سوہنا آیا تے سج گئے نیں گلیاں بازار" پڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کیا جاتا کہ حضور ﷺ جب اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے تو ہزاروں سالوں سے ایران میں جلنے والی آگ بُجھ گئی۔ نبی کریم ﷺ نے خود بُت نکالے اور فتح مکہ والے دن حضرت علی کو اپنے کندھوں پہ چڑھا کر کعبے کی چھت پہ چڑھایا اور فرمایا کہ بتوں کو توڑ دو، بلکہ خود توڑنے کا طریقہ بتایا۔ لیکن آج لوگ بت پرستی کر رہے ہیں۔ اسلام آباد میں رنجیت سنگھ کا مجسمہ بنایا گیا۔ آج جس پاکستان میں یہ لوگ بڑے بڑے عہدوں پہ ہیں اگر یہ پاکستان نہ ہوتا تو اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ ہمارے ساتھ کیا ہوتا۔ یہی رنجیت سنگھ جس مسلمان گھر میں چلا جاتا، جو مسلمان عورت پسند آتی اُسے اُٹھا کر لے جاتا۔

یہ سب باتیں کھنیا لال ہندو نے "تاریخِ لاہور" میں لکھی ہیں کہ وہ کیسے مسلمانوں پہ ظلم کرتا۔ وہ تو ایسا بدکردار تھا کہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ مسجد وزیر خان کے میناروں پہ بھی بدکرداری کرتا تھا، شاہی مسجد کو اُس نے اصطبل بنایا وہاں گھوڑے اور خچر باندھے۔ نور جہاں، جہانگیر کی بیوی اور بیٹی کی قبر اُکھیڑ کر اُن کی لاشوں کی بے حرمتی کر کے قیمتی صندوق جس میں انہیں دفن کیا تھا، وہ بھی نکال کر لے گیا۔

شرف النساء، گورنر عبدالصمد کی بیٹی تھی، اُس کی قبر میں قرآن اور تلوار تھی وہ بھی اُس نے قبر کھود کر نکال لیے۔ جتنے مقبروں پہ قیمتی پتھر تھا وہ اُتار کر ساتھ امرتسر لے گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ آج اُس کا مجسمہ بنا کر شاہی قلعے میں لگا کر، اُس کے گلے میں تلوار لٹکا کر نیچے یہ لکھتے ہو کہ یہ شیرِ پنجاب ہے۔

سب کچھ بکا تھا، عزتِ اسلاف بھی بکی

ہمارا جُرم یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا ہیرو تو وہ ہے جو انارکلی میں قطب الدین لیٹے ہوئے ہیں۔ ہیرو تو وہ ہیں جو چکوال موڑ پہ شہاب الدین مزار میں لیٹے ہوئے ہیں۔ ہمارے خلاف جو لوگ باتیں کرتے ہیں انہیں دنیا و آخرت دونوں جگہ حساب دینا ہو گا۔ بہت سارے لوگ اپنے سیاسی لیڈروں کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے میری دعا ہے کہ اُن کو اُن کے لیڈروں کے ساتھ اُٹھانا اور مجھے ممتاز قادری کے ساتھ اُٹھانا۔ جن لوگوں نے ممتاز قادری کو قاتل کہا، جنہوں نے ختمِ نبوت کے لیے نکلنے والوں پہ گیس شیل چلائے ایسے لوگوں کو جس نے ووٹ دیا اُس کو اُس کے ساتھ اُٹھانا اور مجھے فیض آباد کے اُن شہیدوں کے ساتھ اُٹھانا جنہوں نے ختمِ نبوت کے لیے پہرہ دیتے ہوئے اپنی جان قربان کی۔ حضرت علی فرماتے ہیں جو حق کے مقابلے میں کھڑا ہوگا، حق خود اُس کی کمر توڑ دے گا۔



امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ تصنیفی و اشاعتی خدمات کے تناظر میں

مفتی کامران مسعود رضوی (ایم فل ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا)

امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار اوصافِ جمیلہ سے نوازا تھا۔آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ایک مدرس کی حیثیت سے تو اپنی ایک نمایاں پہچان رکھتے ہی تھے۔البتہ آپ کی ذات کی ایک بہت عظیم خوبی جو ابھی تک پردہ اخفا میں ہے وہ آپ کا ایک قابل قدر ادیب، مولف اور مصنف ہونا ہے۔کتبِ اسلاف کی طباعت و اشاعت اور ان کی عوام و خواص تک ترسیل آپ کی خوبیوں میں سے نمایاں خوبی ہے۔آپ کی دو مستقل تصانیف کے علاوہ بھی بے شمار آپ کے تحقیقی و تصنیف کام منصہ شہود پر لانے کا متقاضی ہے۔ہم نے اس مختصر سے مقالہ میں اپنی ابتدائی معلومات کو یکجا کر دیا ہے البتہ اس پر مزید کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے اپنے طلباء کی خریداری کتب اور کتب بینی کی تربیت ہمیشہ اپنے عمل سے فرمائی۔

ایک دن ہم اسباق پڑھ کر نچلی منزل میں آ گئے۔ایک ہم جماعت طالبِ علم جلدی سے میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا:''آپ کو استاذ صاحب یاد فرما رہے ہیں''۔فوراً واپس مڑ کر اوپر والی منزل میں قبلہ استاذی الکریم، امیر المجاہدین رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مسکراتے ہوئے فرمایا:''مولانا! جیب سے پیسے لگا کر کتابیں بھی خریدا کریں'' میں نے عرض کیا:'' جی استاذ صاحب آپ حکم فرمائیں'' ایک نئی مطبوعہ کتاب جو آپ ہی کے حکم پر طبع ہوئی نکال کر میرے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے ارشاد فرمایا:''بیس روپے نکالیں میں نے فوراً بیس روپے نکال کر حاضر خدمت کر دیے۔فرمایا:'' جو کوئی کتاب لکھے یا چھاپے اس کے ساتھ تعاون ضرور کیا کریں۔یہ بیس روپے اس کتاب کی قیمت نہیں ہے یہ زرِ تعاون ہے''۔وہ بیس روپے آپ نے کتاب چھاپنے والے کو دلائے۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ مذکورہ کتاب'' ایمان اور حیاء'' چھیاسٹھ (66) صفحات پر مشتمل ہے۔مولانا حافظ انجینئر محمد آصف قادری صاحب نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لیے یکم شوال المکرم 1409ھ مطابق 7 مئی، 1989ء کو لکھ کر طبع کرائی۔اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر جناب محمد جمیل قادری صاحب نے احسن انداز سے چھپوایا اور اس پر امام الصرف والنحو، علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ سے 9 ربیع الاول 1422ھ مطابق 2 جولائی، 2001ء بروز سوموار کو اس کتاب پر مقدمہ لکھوا کر کتاب کی اہمیت و افادیت میں اضافہ کر دیا۔اس کتاب کے ناشر فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ مولانا حافظ محمد عاشق حسین و برادران ہیں۔

اس طرح آپ رحمہ اللہ نے کتاب کی خریداری کا ایسا ذہن بنایا کہ آج تک کتاب کی خریداری کو ترجیح دی ہے۔یہ سب کتاب کی خریداری اور کتب بینی کا شوق امیر المجاہدین رحمہ اللہ کی تربیت کی برکت سے ہے۔

تصانیف:

تاحال منصہ شہود پر فقط دو مستقل تصانیف آئی ہیں۔ اور دونوں کتب درسِ نظامی میں شامل نصاب کتب کی تسہیلات ہیں۔ ایک ان میں سے تیسر ابواب الصرف کے نام سے مبتدی طلباء کی سہولت کے لیے ترتیب دی گئی ہے۔ ابتدائی درجہ صرف کے بچوں کے لیے مختلف ابواب کی صرفِ صغیر و کبیر کو از بر کرنا نہایت ضروری ہے۔ مبتدئین کی اس ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے گزشتہ ادوار میں بھی متعدد علماء صرف نے ابواب الصرف کے عنوان سے کتب تحریر فرمائی ہیں۔ تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ ابواب الصرف کی مروجہ جملہ کتب بوجہ اختصار کے طلباء کی مشکلات اور ضرورت کو پورا نہ کر سکیں۔ مرتبین ابواب الصرف اپنے تئیں اکثر و بیش تر گردانوں کو سہل سمجھ کر کچھ حصہ درج کرنے کے بعد الی آخرہ لکھ دیتے ہیں۔ جو ابتدائی طلباء کے لیے پریشانی کا باعث تھا۔ قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ طلباء کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تمام مروجہ ابواب الصرف کی کتب کو ملاحظہ فرمایا اور اپنی ایک مستقل تصنیف تیسر ابواب الصرف تصنیف فرمائی۔ جس پر تقریظ آپ کے استاذِ گرامی شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ نے ارقام فرمائی۔ اور کتاب کی تالیف اور حسنِ ترتیب کی تصویب فرمائی۔

شیخ الحدیث علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ لکھتے ہیں:

''وہ تحفظِ عقیدہ ختمِ نبوت کے لیے کمربستہ ہوا'' العاقب'' نام کا رسالہ نکالا جس میں عقیدہ ختمِ نبوت کے عنوان سے علمی سوغات کے ساتھ ساتھ منکرین ختمِ نبوت کی سازشوں کا پردہ چاک کیا''۔(1)

ابتدائی طور پر مارچ 1995ء کو ترتیب دی گئی کتاب میں امیر المجاہدین رحمہ اللہ نے اکثر و بیش تر ضروری ابواب کی مکمل اور بعض ابواب کی فقط صرفِ صغیر پر اکتفاء فرمایا تھا۔ جو کل 256 صفحات پر مشتمل تھی۔ بعد ازاں جنوری 2002ء میں تمام ابواب کی مکمل صرفِ صغیر و کبیر کو شامل کر کے جدید طباعت کے بعد 512 صفحات پر محیط ہوئی۔ مولانا محمد علیم الدین نقشبندی رحمہ اللہ نے 680 صفحات کا ذکر کیا ہے۔(2)

آپ رحمہ اللہ کی دوسری تصنیف لطیف ''تعلیلا تِ خادمیہ'' ہے۔ جس کا طباعت سے قبل نام تیسیر تعلیلا ت تجویز کیا گیا۔ جس کو مشاورت اور تجاویز کے بعد بدل کر طباعت کے وقت تعلیلا تِ خادمیہ کر دیا گیا۔ امام الصرف والنحو امیر المجاہدین رحمہ اللہ اپنی اس مایہ ناز تصنیف کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''اس کتاب کا نام تعلیلا تِ خادمیہ حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی زید مجدہ نے تجویز کیا'' (3)

اس کتاب میں صرفی صیغوں کی تعلیلا ت کو آسان پیرائے میں قوانین صرفی کے مطابق بیان کیا گیا۔ بعض مقامات پر مشکل صیغوں کی تعلیل کو بھی ذکر کیا گیا۔ ذوقِ تلذذ کے لیے بعض مقامات پر نادر صیغوں مثلاً: آلو، بلی، تولیہ وغیرہ کی تعلیلا ت کو بھی ذکر کیا گیا۔

استاذی الکریم رحمہ اللہ تعالیٰ جب کتاب کی تدوین کے دوران کمرہ جماعت میں مسودہ ساتھ لے آتے، باتوں باتوں میں کوئی نادر صیغہ ذہن رسا میں آتا تو مسودہ میں درج فرمالیتے اور ساتھ ہی مکمل تعلیل بھی ذکر فرمادیتے۔

تعلیلا تِ خادمیہ پر تکمیل کے بعد 15 ذوالحجہ 1426ھ کو حرفِ آغاز کے عنوان سے امیر المجاہدین رحمہ اللہ نے خود مقدمہ تحریر فرمایا۔ جس میں اسلامی نصابِ تعلیم پر غیر مسلم تہذیب کے عملوں اور اسلامی نظامِ تعلیم کی طہارت اور اسلاف کے طریقہ تعلیم کی اہمیت پر چشم کشا حقائق رقم فرمائے۔ محرم الحرام 1427ھ/ فروری 2006ء کو طباعت کے مراحل سے گزار کر اساتذہ و طلباء کے ہاتھوں میں آئی۔

مقالات:

آپ رحمہ اللہ نے اپنے دورِ طالبِ علمی میں الشہادۃ العالمیہ، دورہ حدیث شریف (1988ء) کے لیے ایک مقالہ: "فقیہ اسلام امام احمد رضا خان بریلوی بحیثیت مرجع العلماء" تحریر فرمایا۔ جو بعد میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے اپریل 2006ء میں فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد کے مقدمہ میں شامل فرمالیا۔ جو فتاویٰ رضویہ کے صفحہ نمبر 31 تا 62 پر اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے۔

مفتی محمد علیم الدین نقشبندی نے اس مقالہ کے 500 سے زائد صفحات کا ذکر فرمایا ہے۔(4)

مولانا محمد اسلم رضوی صاحب نے اس مقالہ کے 700 صفحات کا ذکر فرمایا اس پر دلیل قبلہ امیر المجاہدین کا طبع شدہ انٹرویو ہے (5)۔

مقالہ فتاوی رضویہ کی پہلی نو جلدوں رسائل رضویہ کی تین جلدوں اور پانچ متفرق کتب، معین مبین بر دورِ شمس و سکونِ زمین، تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم، الفضل الموھبی اذا صح الحدیث فھو مذھبی، فتاوی افریقہ، ملفوظات شریف کے مطالعہ پر مشتمل ہے۔

صرفِ بتھرال مصنفہ مولانا غلام رسول بتھرالوی رحمہ اللہ کا اصل نسخہ اردو زبان میں تھا جو زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہوسکا۔ اس طرح اصل نسخہ ایک مدت سے نایاب ہو چکا تھا۔ مدارسِ دینیہ میں شامل نصاب نسخہ فارسی ہے۔ اصل اردو نسخہ کے فارسی ترجمہ میں کچھ فنی کمزوریاں باقی تھیں۔ جن کو اجل اساتذہ صرف نے محسوس کیا اور اس فارسی مطبوعہ نسخہ کو دوبارہ اس کی اصل زبان اردو کے قالب میں ڈھالنے کی اشد ضرورت کو محسوس کیا جن میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ، علامہ عبدالرزاق بتھرالوی رحمہ اللہ اور علامہ محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی وغیرہ علماء ذی وقار شامل ہیں۔ فارسی نسخہ میں تسامحات کی وجہ سے اردو میں ترجمہ کے دوران مشکلات پیدا ہوئیں۔ علامہ محمد صدیق ہزاروی مدظلہ نے اس کے ترجمہ کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ لیکن ترجمہ کرنے کے بعد اس کی کانٹ چھانٹ اور فنی لحاظ سے جانچنے کے لیے امام الصرف والنحو علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ کا انتخاب فرمایا۔ مترجم لکھتے ہیں:

" جامعہ نظامیہ کے شعبہ صرف کے استاذ حضرت علامہ خادم حسین رضوی زید مجدہ کی خدمت میں گزارش کی گئی کہ وہ اسے فنی نقطہ نظر سے ایک بار چیک کرلیں۔ الحمدللہ حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی نے معاون فرمائی اور اسے چیک کرکے قیمتی مشوروں سے

نوازا''۔(6)

امیر المجاہدین کے دیگر مقالہ جات:۔

1 سطوتِ آئینِ پیغمبر نگر مجلہ العاقب، لاہور ص:46

2 انوکھی وضع سارے زمانے سے نرالے تھے، مجلہ العاقب، لاہور مئی 2013ء ص،38

3 معرکہ وجود میں بدر و حنین ہے عشق، مجلہ العاقب، لاہور مئی 2013ء ص،11

4 فکرِ آخرت، مجلہ العاقب، لاہور مارچ 2014ء ص،23

5 سومناتِ عقل را محمود عشق، مجلہ العاقب، لاہور اپریل 2014ء ص،23

6 اقتباسات بعنوان تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، مجلہ العاقب، لاہور جون 2014ء ص، 45

7 چمنستانِ فقہ کا گل سرسبد فتاوی رضویہ (قسط:1) مجلہ العاقب، لاہور جولائی 2014ء ص،43

8 چمنستانِ فقہ کا گل سرسبد فتاوی رضویہ (قسط:2) مجلہ العاقب، لاہور ستمبر 2014ء ص،14

9 چمنستانِ فقہ کا گل سرسبد فتاوی رضویہ (قسط:3) مجلہ العاقب، لاہور اکتوبر 2014ء ص،29

10 چمنستانِ فقہ کا گل سرسبد فتاوی رضویہ (قسط:4) مجلہ العاقب، لاہور

خصوصی اشاعت تحفظِ ناموسِ رسالت اور علماء و مشائخ اہلِ سنت، نومبر 2014ء تا اپریل 2015ء ص،83

11 اداریہ: کسے خبر تھی کہ لے کر چراغِ مصطفوی جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی، مجلہ النظامیہ، لاہور اگست 2004ء ص،5

12 حق بات وہ سرِدار کہتے ہیں، مجلہ النظامیہ، لاہور اپریل 2003ء ص،27

13 صاوی شریف میں وہابیوں کی تحریفات، مجلہ النظامیہ، لاہور اکتوبر 2001ء ص،33

14 سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے، مجلہ النظامیہ، لاہور اپریل 2007ء ص،39

آپ رحمہ اللہ کا مقالہ فتاوی رضویہ میں شائع ہوا جس پر آپ بہت خوش ہوئے۔ فرمایا کرتے: ''جس نے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ پڑھنا ہوگا وہ پہلے میرا مقالہ پڑھے گا''۔(7)

ا اپنی مستقل تصانیف کے علاوہ متعدد آپ رحمہ اللہ کے مقالات رسائل و مجلات میں شائع ہوتے رہے۔ کئی ایک رسائل و جرائد اور کتب تفاسیر، کتب حدیث و شروح حدیث، فقہ و عقائد وغیرہ کتب آپ رحمہ اللہ کے حکم اور تحریک پر تحریر کی گئیں جن کی ایک مستقل مفصل فہرست مرتب کرنا بہت ضروری ہے تاکہ امیر المجاہدین کی خدمات ایک انوکھی اور نئی جہت سے منظرِ عام پر لائی جاسکیں۔ جو کتب آپ رحمہ اللہ کے حکم و کاوش سے منصہ شہود پر آئیں ان پر اپنا نام بھی لکھوانا پسند نہ فرمایا۔ بعض کتب کی طباعت

کے اخراجات بھی اپنی جیبِ خاص سے ادا فرمائے اور فی سبیل اللہ تقسیم فرمائیں۔

ختمِ نبوت کا ترجمان مجلہ ''العاقب'':

تحریکِ فایانِ ختمِ نبوت ﷺ کے آپ رحمہ اللہ بانی وسرپرستِ اعلیٰ تھے۔ اسی تنظیم کے زیرِ انتظام ختمِ نبوت کا ترجمان مجلہ ''العاقب'' کا اجراء فرمایا۔

اس اشاعتی مجلہ کے تحت کئی ایک خاص نمبر شائع کرائے۔ جن میں فضل حق خیر آبادی نمبر، تحفظِ ناموسِ رسالت اور علماء ومشائخ اہلِ سنت نومبر 2014ء تا اپریل 2015ء۔ جامع المعقول والمنقول مولانا انوار اللہ حیدر آبادی رحمہ اللہ کی'' انوارِ احمدی''۔ مقالات رسول ﷺ، خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ علیہ الرحمہ کا قدیم اور نایاب'' فتاوی دیداریہ، مولانا مفتی علیم الدین نقشبندی علیہ الرحمہ کا بعض کتب اور دیگر اسلاف کا علمی اثاثہ چھاپ کر عوام وخواص تک پہنچایا۔

جب سے آپ نے مجلسِ علماء نظامیہ کی صدارت کو سنبھالا، مجلہ النظامیہ ایک موثر جریدے کے طور پر سامنے آیا۔ تصنیفی واشاعتی کام پہلے سے بہتر انداز سے ہونے لگا۔ مجلہ النظامیہ کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔ (8)

مقدمات خادمیہ:

1۔ مصنفِ تعلیم الصرف کے نام سے میں امیر المجاہدین رحمہ اللہ نے اپنے استاذ گرامی شیخ الحدیث حافظ عبد الستار سعیدی مدظلہ کی کتاب'' تعلیم الصرف'' پر مقدمہ کے طور پر ایک جامع تعارف پیش فرمایا جو اسلاف شناسی میں خوبصورت اضافہ ہے۔ یہ 1992ء میں مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ سے طبع ہوا۔

2۔'' ایمان اور حیاء'' مصنفہ مولانا انجینئر حافظ محمد آصف قادری، پر جولائی 2001ء میں ایک جاندار تفصیلی مقدمہ تحریر فرمایا اور موضوع پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا جو ایک مستقل مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

3۔ شیخ المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمہ اللہ کے فتاویٰ دیداریہ پر مقدمہ کے طور پر ایک وقیع دیباچہ ارقام فرمایا جس کو ابھی ماہنامہ جہانِ رضا لاہور نے جنوری 2021ء کے شمارے میں اس کی افادیت واہمیت کے پیشِ نظر من وعن شامل کر لیا ہے۔ فقہ وفتاویٰ سے شغف رکھنے والے علماء وطلباء کے لیے یہ دیباچہ اپنی افادیت کے اعتبار سے ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے۔ (9)

تقاریظ خادمیہ:

3۔'' نعرہ تحقیق حق چار یار'' مصنفہ مولانا مفتی حافظ فدا حسین رضوی، پر صفحہ 52، مکتبہ فریدیہ، راولپنڈی، 3 رجب المرجب 1431ھ/ 16 جون، 2010ء کو امیر المجاہدین رحمہ اللہ نے تقریظ ارقام فرمائی اور اہلِ سنت کے موقف کو واضح فرمایا۔

4۔'' ضرب حیدری'' مصنفہ پیر سائیں غلام رسول قاسمی، رحمۃ للعالمین پبلی کیشنز۔ سرگودھا، جولائی 2008ء، پر امیر المجاہدین رحمہ اللہ

نے15 اپریل 1980ء کو تقریظ ارقام فرمائی اور موضوع کی مناسبت سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ کر دیا۔

امیر المجاہدین رحمہ اللہ کی تحریک اور حکم پر طبع ہونے والی چند کتب:

1۔رحمۃ المنان بصبغ القرآن از افادات امیر المجاہدین رحمہ اللہ: علامہ شریف گل قادری رضوی، شیخ الحدیث جامعہ فیضانِ مصطفیٰ مردان،المکتبۃ النظامیہ،پشاور

2۔الافادات العطائیہ فی شرح میزان للمبادی الصرفیہ: علامہ شریف گل قادری رضوی، شیخ الحدیث جامعہ فیضانِ مصطفیٰ مردان، المکتبۃ النظامیہ، پشاور

3۔القول المنیر فی شرح نحو میر: علامہ شریف گل قادری رضوی، شیخ الحدیث جامعہ فیضانِ مصطفیٰ مردان،المکتبۃ النظامیہ،پشاور

4۔الافادات السبحانیہ فی شرح صرف بھائیہ: علامہ شریف گل قادری رضوی، شیخ الحدیث جامعہ فیضانِ مصطفیٰ مردان، المکتبۃ النظامیہ، پشاور

5۔ترکیب سبحانی (زنجیری) از افادات علامہ ابوالفضل محمد فضل سبحان القادری: علامہ شریف گل قادری رضوی، شیخ الحدیث جامعہ فیضانِ مصطفیٰ مردان،المکتبۃ النظامیہ، پشاور

6۔انوارِ خادمیہ شرح مراح الارواح: مفتی فیاض احمد سعیدی شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ رضویہ لاہور، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور

7۔تفسیر محی الدین فی دفاع خاتم النبیین المعروف بہ تفسیر ناموس رسالت ﷺ:

امیر المجاہدین رحمہ اللہ نے شیخ الحدیث علامہ مفتی ضیاء احمد القادری رضوی مدظلہ کو حکم فرمایا کہ آیاتِ قرآنیہ اور مفسرین کے اقوال کو جمع کر کے ان تمام شبہات کا ازالہ کیا جائے جو سیکولر طبقہ کی طرف سے ناموسِ رسالت پر حملوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ تفسیر پانچ جلدوں میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔اپنی نوعیت کی یہ واحد تفسیر ہے۔اس تفسیر کو مکتبہ طلع البدر علینا ملتان چونگی لاہور طبع کیا ہے۔

قلمی نسخہ کی تصحیح:

قلمی نسخہ فقہ اکبر میں عبارت ابوین بنی کریم ﷺ کے بارے میں روایت مات علی الکفر کی تصحیح کا حکم فرمایا مطابق شرفِ ملت" مامات علی الکفر" ہے۔فقہ اکبر کا یہ قلمی نسخہ میرا شریف کی قدیم لائبریری میں محفوظ ہے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:" کاتب غلطی سے ایک ما لکھنا بھول گئے۔اس لیے قلمی نسخہ میں تصحیح کا حکم فرمایا۔(10)

حوالہ جات:

1۔(مقدمہ: مولانا محمد علیم الدین نقشبندی رحمہ اللہ مشمولہ تعلیلا تِ خادمیہ،مکتبہ مجددیہ سلطانیہ، دینہ جہلم،محرم الحرام 1427ھ/ فروری2006ء،ص:11)

2۔(مقدمہ: مولانا محمد علیم الدین نقشبندی رحمہ اللہ مشمولہ تعلیلاتِ خادمیہ، مکتبہ مجددیہ سلطانیہ، دینہ جہلم، محرم الحرام 1427ھ/ فروری 2006ء، ص: 11)

3۔(حرفِ آغاز: علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ مشمولہ تعلیلاتِ خادمیہ؛ ص: 15)

4۔(مقدمہ: مولانا محمد علیم الدین نقشبندی رحمہ اللہ مشمولہ تعلیلاتِ خادمیہ، مکتبہ مجددیہ سلطانیہ، دینہ جہلم، محرم الحرام 1427ھ/ فروری 2006ء، ص: 11)

5۔(تذکرہ علماء اہلِ سنت ضلع اٹک: مولانا حافظ محمد اسلم رضوی، نظامیہ دارالاشاعت، مکھڈ شریف ضلع اٹک، مارچ 2019ء، ص: 515)

6۔(صرفِ بتھرال (اردو): مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی مدظلہ، مکتبہ تنظیم المدارس، لاہور، ربیع الاول 1420ھ/ جولائی 1999ء، ص: 5)

7۔(جانے والے تیرے قدموں کے نشاں باقی ہیں: مولانا محمد طاہر عزیز باروی، مشمولہ النظامیہ، لاہور امیر المجاہدین نمبر، دسمبر 2020ء، ص: 100)

8۔(دیگر تحریرات کا ابتدائی خاکہ درج کر دیا ہے۔ البتہ ان پر مزید کام کی ضرورت باقی ہے)۔

9۔(کوئی فاضل محقق امیر المجاہدین کے مقدمات وتقریظات کو تلاش کر کے ایک جامع فہرست مرتب کرے)

10۔(یہ حکم مولانا طیب عدنان صاحب فاضل جامعہ نظامیہ کو فرمایا جو اس وقت میرہ شریف میں مدرس تھے۔ موصوف اس وقت واہ کینٹ میں درسِ نظامی کی تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔)



امیر المجاہدین اور ''العاقب'' لاہور

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری (سرپرست اعلیٰ ''الخاتم'' انٹرنیشنل)

قائد ملت اسلامیہ علامہ مولانا حافظ وقاری الشاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ (م ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء) اور صوفی باصفا مجاہد ختم نبوت صوفی محمد ایاز خان نیازی علیہ الرحمہ (م ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء) نے ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ۱۹۷۳ء میں کراچی میں ''تنظیم فدایان ختم نبوت'' کا قیام عمل میں لایا۔ ۱۹۹۵ء میں ''تحریک فدایان ختم نبوت'' کے نام سے اس کی تنظیم نو کی گئی۔ ۲۰۰۰ میں استاذ الاساتذہ علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی علیہ الرحمہ (م ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۰ء) نے ''فدایان ختم نبوت'' کی بنیاد رکھی اور اس میں ''تحریک فدایان ختم نبوت'' اور ''تنظیم فدایان ختم نبوت'' کو ضم کر دیا۔ آپ اس کے مرکزی امیر اور خطیب پاکستان مولانا خان محمد قادری دامت برکاتہم العالیہ مرکزی ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔

چند سال قبل کراچی کے چند مجاہدین ختم نبوت نے مجاہد ختم نبوت صوفی باصفا صوفی ایاز خان نیازی علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور نگرانی میں ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ایک مجلے کے اجراء کا فیصلہ کیا اور مجلے کا نام حدیث خاتم النبیین ''انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی'' سے استخراج کر کے ''العاقب'' رکھا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور ہوا۔ کراچی سے اس مجلے کا اجراء نہ ہو سکا اور یہ سعادت زندہ دلان لاہور کے حصے میں آئی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور نگرانی میں ''فدایان ختم نبوت'' کے زیر اہتمام ''العاقب'' کا اجراء ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء کی ابتداء میں ہوا۔ آغاز میں سہ ماہی کے طور پر مطلع صحافت پر طلوع ہوا بعد میں ماہنامہ کے طور پر اسلامی صحافت میں نمایاں طور پر شائع ہوتا رہا۔ اس نے نہایت مختصر عرصے میں اسلامی صحافت میں اپنا مقام بنا لیا۔ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے حوالے سے اس کی خصوصی اشاعتوں نے اعتقادی اور نظریاتی دنیا میں ہمہ گیر مقبولیت حاصل کی ہے۔

امیر المجاہدین علیہ الرحمہ نے ''العاقب'' کی نہ صرف سرپرستی و نگرانی فرمائی بلکہ آپ کے اپنے کئی مضامین ومقالات بھی ''العاقب'' کے صفحات کی زینت بنتے رہے۔ جن سے ''العاقب'' کی علمی وتحقیقی اہمیت بھی دوچند ہو گئی ہے۔ یہاں ''العاقب'' میں آپ کے شائع ہونے والے مضامین ومقالات کی فہرست ترتیب کے مطابق قارئین کی نذر کی جاتی ہے۔

آہ! اب کس کو ہوگا وطن میں انتظار	جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ/ جون ۲۰۰۹ء
اسلام میں حکمرانی اور عدل وانصاف کا تصور	صفر المظفر ۱۴۳۰ھ/ فروری ۲۰۰۹ء
امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ	رجب المرجب تا رمضان ۱۴۲۹ھ/ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء

انٹرویو،علامہ حافظ خادم حسین رضوی	شوال تاذوالحجہ ۱۴۲۹ھ/ اکتوبرتادسمبر ۲۰۰۸ء
انوکھی وضع سارے زمانے سے نرالے تھے(۱)	جمادی الثانی،رجب ۱۴۳۴ھ/مئی ۲۰۱۳ء
انوکھی وضع سارے زمانے سے نرالے تھے(۲)	شعبان المعظم،رمضان المبارک، ۱۴۳۴ھ/ جولائی ۲۰۱۳ء
تاجدارختم نبوت	۱۴۳۵ھ/ اگست ۲۰۱۴ء
تاجدارختم نبوت	ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ/ اکتوبر ۲۰۱۳ء
تحفظ ناموس رسالت	شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ/ جون ۲۰۱۴ء
تحفظ ناموس رسالت	شوال ۱۴۳۵ھ/ اگست ۲۰۱۴ء
تحفظ ناموس رسالت	محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/نومبر ۲۰۱۳ء
تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے ایک پیغام	شوال المکرم،ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ/ستمبر ۲۰۱۳ء
چمنستان فقہ کا گل سرسبد،فتاوی رضویہ شریف(۱)	رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ/ جولائی ۲۰۱۴ء
چمنستان فقہ کا گل سرسبد،فتاوی رضویہ شریف(۲)	محرم الحرام تارجب المرجب ۱۴۳۶ھ/نومبرتااپریل ۲۰۱۴ء
چمنستان فقہ کا گل سرسبد،فتاوی رضویہ شریف(۳)	ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ/ستمبر ۲۰۱۴ء
چمنستان فقہ کا گل سرسبد،فتاوی رضویہ شریف(۴)	ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ/ اکتوبر ۲۰۱۴ء
زندگی بے بندگی شرمندگی	رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ/ اگست ۲۰۱۲ء
سطوت آئین پیغمبر نگر	جمادی الثانی،رجب المرجب ۱۴۳۴ھ/مئی ۲۰۱۳ء
سومنات عقل رامحمود عشق	جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ/ اپریل ۲۰۱۴ء
	شوال ۱۴۳۵ھ/ اگست ۲۰۱۴ء
عاشقان اوزخوباں خوب تر	صفر المظفر ۱۴۳۵ھ/ دسمبر ۲۰۱۳ء
	محافظ ناموس رسالت شہید اسلام ملک غازی ممتاز حسین شہید قادری
	خصوصی اشاعت ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء
عشق جسور اور فقر غیور کے امین حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ(۱)	ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/ اپریل ۲۰۰۹ء
عشق جسور اور فقر غیور کے امین حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ(۲)	جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ/مئی ۲۰۰۹ء
عشق چوگاں باز میدان عمل	ربیع الاول ۱۴۳۲ھ/فروری ۲۰۱۱ء
عشق عریاں از لباس چون وچند	جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ/ جون ۲۰۱۰ء

عشق کمیاب و بہائے او گراں	ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ/ فروری ۲۰۱۳ء
عشق ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر	صفر المظفر ۱۴۳۱ھ/ فروری ۲۰۱۰ء
فکر آخرت	جمادی الاول ۱۴۳۵ھ/ مارچ ۲۰۱۴ء
کیا ہی تصویرا اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ!	ربیع الاول ۱۴۳۱ھ/ مارچ ۲۰۱۰ء
مرادادایں خرد پرور جنونے	محرم الحرام ۱۴۳۲ھ/ دسمبر ۲۰۱۰ء
مسئلہ ختم نبوت کی نزاکت اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ/ دسمبر ۲۰۱۰ء
معرکہ وجود میں بدر و حنین ہے عشق	ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ/ فروری ۲۰۱۴ء
منقولات و معقولات کے امین مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ	رجب تا رمضان ۱۴۳۰ھ/ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۹ء ''حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی و جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر''
ہست دین مصطفیٰ دین حیات است	ربیع الاول ۱۴۳۰ھ/ مارچ ۲۰۰۹ء



امیر المجاہدین پر تصنیفی کام کا ایک طائرانہ جائزہ

سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری (سرپرست اعلیٰ ''الخاتم'' انٹرنیشنل)

نوٹ: یہ مقالہ اصل میں وہ تقدیم ہے جو راقم نے محبی ابو الناصر حافظ امانت علی سعیدی صاحب زیدہ مجدہ کی زیرِ طبع کتاب ''جہانِ امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی'' کے لیے لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ موضوع کی مناسبت سے موصوف کی اجازت سے اسے ماہنامہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل کے پیشِ نظر ''امیر المجاھدین نمبر'' میں بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے قارئین اسے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ (احقر سید صابر حسین شاہ بخاری غفرلہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ النَّبِیِ الۡاَمِیۡنِ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

اے تاجدارِ ختم نبوت کے جانثار
کونین کی زبان ہے ثنا خواں ترے لیے

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، ناموس اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اُمت مسلمہ ہر دور میں متحرک اور سرگرم رہی ہے۔ اس پر ہماری تاریخ اور تحریک شاہد و ناطق ہے۔

کسے خبر تھی کہ مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیپ کے ایک دور افتادہ گاؤں نکہ کلاں کے اعوان گھرانے میں حاجی لعل خان مرحوم کے گھر میں پیدا ہونے والا ''لعل''، ''خادم حسین'' (پ 1386ھ/ 1966ء م 1442ھ/ 2020ء) بڑا ہو کر صحیح معنوں میں حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا ''خادم'' بنے گا اور اپنے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور ختم نبوت کا محافظ بنے گا واقعی ''خادم حسین'' اسم با مسمیٰ ثابت ہوئے۔ آپ نے حافظ قرآن، بلند پایہ خطیب کہنہ مشق مدرس، متبحر عالم، امام الصرف و نحو اور شیخ الحدیث و التفسیر کی حیثیت سے شہرت عام حاصل کی لیکن عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ایسی شاخت اور پہچان بنا کہ ساری دنیا آپ کو ''سفیر عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ 2009ء میں ایک کار حادثے میں آپ معذور ہو گئے۔ خدشہ تھا کہ آپ معذوری کی وجہ سے حسب سابق متحرک نہ رہ سکیں گے اور کہیں بھی سفر نہ کر سکیں گے لیکن ''ہمت مرداں مدد خدا'' آپ نے ہمت نہ ہاری، آپ نے اپنی معذوری اور مجبوری کو راہ عزیمت میں ذرا بھی حائل نہ ہونے دیا۔ آپ فکر رضا کے امین اور اقبال کے شاہین بن کر دنیا کے سامنے آئے اور پھر چھا گئے۔ جب گستاخ رسول سلیمان تاثیر (سابق گورنر پنجاب) کو اس کی سیکورٹی کے

اہل کارملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ نے واصل جہنم کیا،غازی گرفتار ہوئے۔آپ نے غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کے لیے ملک گیر تحریک چلائی۔29فروری2016ءکو نہایت رازداری سے رات کی تاریکی میں عاشق رسول ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی دے کر شہید کر دیا گیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون

اس سانحہ سے آپ تڑپ کر رہ گئے،آپ نے اپنی پگڑی اتار کر غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پر رکھ دی اور فرمایا کہ!

غازی!''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر ہماری شکایت نہ کرنا،ہم نے تیری رہائی کے لیے بھرپور کوشش کی ہے لیکن ہم ناکام ہوئے۔ہم شرمندہ ہیں''۔

غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ختم چہلم کے موقعے پر آپ نے اپنے رفقاء کی باہمی مشاورت سے''تحریک رہائی غازی ممتاز حسین قادری''،کا نام''تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''رکھا اور پھر لیاقت باغ راول پنڈی سے ڈی چوک تک احتجاج کیا اور تاریخی دھرنا دیا۔متفقہ طور پر آپ کو''تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''کا''امیر المجاہدین''چنا گیا۔آپ نے میدان عمل سجایا اور لبیک یارسول اللہ کا نعرہ ایسے لگایا کہ ہر مسلمان آپ کی آواز سن کر میدان عمل میں آیا آپ آگے بڑھتے گئے لوگ آتے گئے اور پھر کارواں بنتا گیا۔آپ نے ملک گیر دورے کیے۔آسیہ ملعونہ کو جب رہائی ملی تو آپ کا غیظ وغضب دیدنی تھا۔ختم نبوت کی شق کو جب چھیڑا گیا تو آپ مرغ بسمل کی طرح تڑپے اور ایسا احتجاج کیا کہ حکومت کو یہ شق بحال کرنا پڑی اور وزیر قانون زاہد حامد کو مستعفی ہونا پڑا۔

تحریک انصاف کی حکومت نے جب اقتصادی کونسل ہی میں ایک عاطف قادیانی کی تقرری کی تو پھر آپ نے صدائے احتجاج بلند کی۔بالآخر حکومت نے عاطف قادیانی کی برطرفی ہی میں عافیت سمجھی۔اسی طرح فرانس کے ملعون صدر کیمرون نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کارٹونوں کی سرکاری طور پر تشہیر کرنے کا اعلان کیا تو حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی رگ حمیت وغیرت ایک بار پھر پھڑکی،آپ نے تحریک لبیک یارسول اللہ کے تحت فرانسیسی صدر کے خلاف ایک تاریخی احتجاج کیا اور دھرنا دیا۔حالانکہ آپ شدید بیمار تھے،شدید سردی اور طوفان میں بھی آپ نے تحریک کی قیادت نہ چھوڑی،حکومت نے آنسو گیس کی بارش کر دی لیکن آپ ثابت قدم رہے،آپ قافلہ عشق ووفا کے حدی خواں تھے اور اکثر یہ شعر گنگناتے تھے

ہم سوئے حشر چلیں گے شہ ابرار کے ساتھ
قافلہ ہو گا رواں قافلہ سالار کے ساتھ

آپ کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ فرانس کے سفیر کو ملک سے نکالو اور فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کرو۔بالآخر حکومت نے

فوری معائنہ کیا اور وعدہ کیا تب جا کر دھرنا اختتام پذیر ہوا۔

آپ نے یزیدان عصر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے کی جرأت کی۔ انہیں برسر منبر للکارا اور خوب لتاڑا۔ آپ کے جذبہ صادق کے سامنے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی گستاخ ٹھہر نہ سکا۔

آپ نے تمام خانقاہوں کے سجادہ نشینوں کو آواز دی کہ خدارا اٹھو اور ناموس رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے سب ایک ہو جاؤ اور مل کر گستاخوں کا رد بلیغ کرو اور ان کا ناطقہ بند کرو

ع نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

آپ نے پاکستانی عوام سے بھی بھرپور اپیل کی کہ جب بھی ملک میں انتخابات ہوں تو خدارا اپنا قیمتی ووٹ صرف اس امیدوار کو دو جو اسمبلی میں جا کر ہمارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور ختم نبوت کی حفاظت کے لیے آواز اٹھائے۔ خدارا اپنا ووٹ سیکولر اور لبرل طبقہ کو ہرگز نہ دو جو اسمبلی میں جا کر ناموس رسالت اور ختم نبوت کی حفاظت کے لیے آواز اٹھانے کی بجائے مخالفت کرے اور طاغوتی قوتوں کو خوش کرے۔ ورنہ اس پر کل قیامت میں سخت گرفت ہو گی۔

2018ء کے انتخابات میں آپ کی تحریک لبیک پاکستان (سیاسی ونگ) نے بھرپور حصہ لیا۔ اپنوں کی بے وفائی کے باوجود تحریک چھبیس لاکھ کے قریب ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی اور نہایت قلیل عرصے میں جب پاکستان کی ایک بڑی مذہبی اور سیاسی تحریک بن کر سامنے آئی تو دنیا ورطۂ حیرت میں پڑ گئی۔

آپ کی ساری زندگی نہایت سادگی اور درویشی میں گزری، آپ نے مسجد کے تین مرے کے مکان میں اپنی ساری زندگی گزار دی لیکن عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں پر حکمرانی کی، آپ نے کسی سٹیج پر بھی اپنا شخصی نعرہ نہ لگنے دیا۔ کسی نے آپ کا نعرہ لگانے کی کوشش کی تو آپ سختی سے منع کرتے اور فرماتے کہ جھلیو! نعرہ صرف مالکوں کا لگنا چاہیے، سب نعرہ لگاؤ! ''لبیک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لبیک تاجدار، ختم نبوت زندہ باد''''میں تو کچھ بھی نہیں ہوں میں تو کتا پاک رسول اللہ کا ہوں''۔

یہاں سے ہمارے وہ علماء و مشائخ درس عبرت لیں جو اپنے شاگردوں اور مریدوں سے رات دن اپنے نعرے لگواتے رہتے ہیں۔

آپ خطابت کے بے تاج بادشاہ تھے حافظ قرآن اور حافظ الحدیث تھے آپ ہر تقریر میں قرآن و احادیث کے بکثرت حوالے دیتے چلے جاتے تھے۔ پھر تاریخ اسلام پر بھی آپ کی گہری نظر تھی، ناموس رسالت اور ختم نبوت کے حوالے سے آپ جب اکابرین اسلام کے واقعات سناتے تو سامعین پر عجیب وغریب وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ نہایت عام فہم پنجابی زبان میں اپنے منفرد جلالی انداز میں جب خطاب فرماتے تو سامعین کے دل گرما جایا کرتے تھے۔ ''دشمن احمد پہ شدت

کیجئے'' پر نہایت سختی سے کار بند تھے جس پر آپ کی ہر تقریر شاہد و ناطق ہے۔ جب اسلام اور اپنے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین، منافقین اور شیاطین کو مخاطب کرتے تو آپ کے نورانی چہرے پر غیظ و غضب کی کیفیت دیدنی ہوتی تھی۔ باطل کے ایوان لرز جاتے تھے۔ کفر و الحاد کے نمائندوں اور قادیانیت کے گماشتوں کو جب للکارتے تھے تو ان کی نیندیں حرام ہو جایا کرتی تھیں۔ عالم کفر کے بڑے بڑے سورما آگ بگولا ہو جایا کرتے تھے۔ خادم حسین تھے جب حسینی کردار ادا فرماتے تو یزیدانِ عصر دم دبا کر بھاگ جایا کرتے تھے۔ آپ کی للکار بلند ہوتی تو در و بام گونج جاتے تھے۔ موقع و محل کے مطابق اقبال و رضا کے اشعار برجستہ پڑھتے تو ایک سماں باندھ دیتے تھے۔ آپ کے خطاب کا ہر لفظ ہی انقلاب آفریں اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت شریف کا یہ شعر آپ اپنی تقریروں میں بہت پڑھا کرتے تھے۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد، میں دنیا سے مسلمان گیا

بعض اوقات آپ یہ شعر پڑھتے پڑھتے اس قدر مسرت و بے خود ہو جاتے تھے کہ آپ کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔

امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جرأت و استقامت کا ایک ایسا کوہ ہمالیہ ثابت ہوئے کہ یہود و نصاریٰ اور قادیانی گماشتوں کی دھونس دھاندلی اور غنڈہ گردی آپ کا ایک بال بھی بیکا نہ کر سکی۔ حکومتی جبر و تشدد اور میڈیا وار آپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکی۔

ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لیے آپ نے اپنی بے مثال ثابت قدمی اور لازوال جرأت و استقامت کے راز سے خود پردہ یوں اٹھایا ہے:

''جب غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کی تحریک شروع کی تو ایک سیّد زادہ نے مجھ سے فرمایا: ''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس (خادم حسین رضوی) کو جا کر کہہ دو کہ اس مشن سے پیچھے نہ ہٹے ورنہ اس کا بہت بڑا نقصان ہو جائے گا''۔ اس لیے آپ برملا فرماتے تھے کہ ''گل وچ ہو رائے''

ع مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

کورونا وائرس کے سخت وبائی ایام، سخت سردی، دھند، معذوری اور شدید علالت کے باوجود فرانسیسی سفیر کی ملک بدری اور فرانس سے بائیکاٹ کے لیے 15 نومبر 2020ء کو آپ جذبہ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو کر فیض آباد کے مقام پر اپنے رفقاء، اہل و عیال اور تحریک لبیک کے لاکھوں کارکنان سمیت کھلے آسمان تلے چادر لپیٹ کر بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنی ایمانی قوت کی للکار بلند کیے ہوئے ہیں، گویا زبان حال سے فرما رہے ہیں:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

آناًفاناًیہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی کہ تحریک لبیک کے سربراہ امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی 19 نومبر 2020ء شب جمعۃ المبارک (چوتھی شب ربیع الثانی 1442ھ) کو 54 سال کی عمر میں وصال فرما گئے ہیں۔ اناللہ واناالیہ راجعون جوں ہی یہ خبر سامنے آئی راقم نے فوراً قلم برداشتہ اور برجستہ آپ کے بارے میں ایک مقالہ ''آہ! تحریک لبیک کے امیر المجاہدین ہمیں روتا ہوا چھوڑ گئے'' لکھا جو عام ہوا۔ 21 نومبر 2020ء/ 5 ربیع الاثانی 1442ھ کو مینار پاکستان کے میدان میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے کہ ''ہمارے بعد ہمارے جنازے فیصلہ کریں گے کہ حق پر کون تھا۔'' آپ کے جنازے کا منظر دیکھ کر ساری دنیا نے گواہی دی کہ آپ حق پر تھے۔ مملکت خداداد پاکستان میں ایسا عظیم الشان جنازہ چشم فلک نے بھی پہلی بار دیکھا ہے۔ مینار پاکستان کا وسیع وعریض میدان بھی تنگی داماں کی شکایت کرتے نظر آیا۔ بادشاہی مسجد کو بھی کھولنا پڑا۔ اردگرد کی سڑکیں اور پل بھی انسانوں کے سیلاب سے بھر گئے۔ انسانوں کا ایک جم غفیر تھا کیونکہ وہ اپنے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا فقیر تھا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کے لیے شمشیر تھا۔ آدمی بے نظیر تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

معذور ہونے پر بھی پُرخوار راستوں پر
چلنا سکھا گئے ہیں خادم حسین رضوی

آپ کا جنازہ دنیا کو یہ پیغام بھی دے گیا

مجھ پہ تحقیق میرے بعد کرے گی دنیا
مجھے سمجھیں گے میرے بعد زمانے والے

چند دن پہلے تک امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر اور جلسہ یا آپ کے احتجاج کو ہمارے ٹیلی ویژن پر دکھانا شجر ممنوعہ سمجھا جاتا تھا۔ جرم تصور کیا جاتا تھا لیکن جسے ہی آپ کا وصال پرملال ہوا اور عظیم الشان نماز جنازہ سامنے آیا تو ساری دنیا ورطہ حیرت میں پڑ گئی۔ ہمارے ملک کے صدر مملکت سے لے کر تحریک کالعدم تک سب نے آپ کی تعزیت کی۔ دنیا بھر کے اہل علم وقلم آپ کی عظمت کے معترف نکلے۔ اپنے بیگانے سب آپ کے دیوانے نکلے، الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا یکدم آپ کے گن گانے لگا۔ علماء ومشائخ آپ کے بارے میں رطب اللسان نظر آئے، اہل علم وقلم نے آپ کے بارے میں مضامین ومقالات لکھے، کالم نگار اپنے کالموں میں آپ کے کارہائے نمایاں تحریر کرنے لگے، شعراء کرام نے آپ کی شان میں مناقب لکھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی حیات وخدمات اور خطبات کے بارے میں کئی کتابیں بھی منظر عام پر گئیں۔

ع گویا دبستاں کھل گیا

آپ کی حیات وخدمات کے حوالے سے اب تک اردو زبان میں جو تحریری کام کتابی صورت میں منصہ شہود پر آ چکا

ہے۔اس پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو اس کی مختصر تفصیل کچھ اس طرح سامنے آتی ہے۔

(1)انٹرویوز:

محمد وحید نور، حافظ ممتاز احمد سندھی اور محمد ساجد الرحمن نے استاذ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت تفصیلی انٹرویو لیا جو ماہنامہ مجلہ ''العاقب'' لاہور کے شمارہ شوال تا ذوالحجہ 1429ھ/ اکتوبر تا دسمبر 2008ء میں شائع ہو کر سامنے آیا۔ یہ پہلا انٹرویو ہے جس میں پہلی بار آپ کے احوال آپ ہی کی زبانی سامنے آئے۔اس میں آپ کے خاندانی پس منظر، تاریخ پیدائش، تعلیم و تربیت، اساتذہ کرام، تصنیفات، محکمہ اوقاف سے وابستگی، اسفار، حج و عمرہ، روحانی تعلق، جذبہ جہاد، ازدواجی زندگی، اقبال و رضا سے محبت اور اولاد امجاد کے بارے میں تفصیل سامنے آئی۔اسی انٹرویو میں ناموس رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے بارے میں آپ کے جذبات اور عزائم نمایاں طور پر سامنے آئے۔

ندیم محمود اور عظمت رحمانی نے بھی آپ کا ایک تفصیلی انٹرویو لیا جو روزنامہ ''امت'' راول پنڈی، پشاور میں 22 جنوری 2018ء تا 24 جنوری 2018ء میں تین قسطوں میں شائع ہوا۔اس میں آپ نے تحریک رہائی غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض و غایت سے پردہ اٹھایا ہے اور اپنی ماضی کی حسین یادوں کو بھی سامنے لائے۔

ان دونوں انٹرویوز کے علاوہ آپ کے کئی اہم دیگر انٹرویوز بھی شائع یا نشر ہو چکے ہیں، ان میں نصر اللہ ملک، سہیل وڑائچ، رخشاں میر اور یاسر شامی کے لیے گئے انٹرویوز نہایت معلومات افزاء ہیں۔اسی طرح وقت نیوز، رائل نیوز اور ڈان نیوز وغیرہ میں بھی آپ کے انٹرویوز شائع ہوئے ہیں جن سے آپ کی حیات و خدمات کی جھلکیاں نمایاں ہیں۔

(2)شخصیات اٹک:

پروفیسر سید نصرت بخاری نے ''شخصیات اٹک'' کے عنوان سے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی سرزمین اٹک کی مشاہیر شخصیات کا تذکرہ جمع کیا ہے۔ 2018ء میں ''شخصیات اٹک'' کا حصہ دوم جب شائع ہو کر سامنے آیا تو اس میں طبقہ علماء میں علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت مختصر ذکر خیر بھی موجود پایا۔لیکن اس میں موصوف کا آپ کے بارے میں لکھنا کہ ''خادم حسین رضوی نے دھرنے کے دوران مخالفین کو گالیاں دینے کے حوالے سے خوب شہرت پائی'' نہایت نامناسب ہے۔انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ فنا فی الخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور وہ ''دشمن احمد پہ شدت کیجیے'' پر نہایت سختی سے آخر دم تک کاربند رہے۔

2019ء میں ''شخصیات اٹک'' کا نیا ایڈیشن حصہ اول دوم مزید اضافات کے ساتھ یکجا طور پر جمالیات پبلی کیشنز اٹک کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔لیکن امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے متنازعہ جملہ اس میں بھی موجود ہے۔امید ہے آئندہ ایڈیشن میں اس پر مزید نظر ثانی کی جائے گی اور یہ متنازعہ جملہ حذف کر دیا جائے گا۔

(3) تذکرہ علماء اہل سنت ضلع اٹک:

یہ تذکرہ مولانا حافظ محمد اسلم رضوی نے ترتیب دیا ہے۔اس پر راقم کی مفصل تقدیم بھی موجود ہے، اسلامک میڈیا سنٹر لاہور کے زیر اہتمام یہ تذکرہ مارچ 2019ء میں شائع ہوا۔اس میں امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر مگر جامع ”تذکرہ جمیل“ موجود ہے لیکن اس میں آپ کے سفر حرمین شریفین (حج وعمرہ) اور سفر شام کا ذکر خیر شامل نہیں ہے۔

(4) علامہ خادم حسین رضوی کا سفر زندگی:

یہ سولہ صفحات پر مشتمل ایک مختصر کتاب ہے جو مفتی محمد آصف عبداللہ قادری رضوی کے اہتمام سے بزم رضویہ اہل سنت و جماعت کے تحت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں شائع ہو کر عام ہوئی تھی۔ یہ آپ کے انٹرویوز کی روشنی میں ترتیب دی گئی ہے۔اس کے سرورق کی پیشانی پر یہ عبارت درج ہے۔

”امیر المجاہدین شیخ الحدیث استاذ العلماء علامہ خادم حسین رضوی دامت برکاتم العالیہ کا ماں کی آغوش سے لے کر سیاست کی پرخار وادی تک کا سفر زندگی خود انہی کی زبانی بنام“ علامہ خادم حسین رضوی کا سفر زندگی۔

(5) خطبات خادم حسین رضوی:

مولانا شیر جہان چشتی نے امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات کو نہایت انہماک سے سنا اور پھر انہیں پنجابی سے اردو میں منتقل کیا اور صفحہ قرطاس پر لائے۔ان کی نہ صرف ترتیب وتہذیب فرمائی بلکہ ان کی تخریج کی اور ان پر مفید حواشی بھی لکھے۔ پنجابی زبان میں کی گئی تقاریر کو اردو زبان میں منتقل کرنا، پھر تخریج وتحقیق اور ان پر حواشی لکھنا ایک انتہائی مشکل کام ہے اس مشکل ترین کام کو مولانا شیر جہان چشتی نے نہایت ہی احسن انداز میں سرانجام دیا ہے۔اب تک ان خطبات کی دو جلدیں تحریک لبیک یا رسول اللہ، راول پنڈی کے زیر اہتمام بالترتیب 2019ء اور 2020ء میں شائع ہو چکی ہیں۔

خطبات کی یہ دونوں جلدیں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں شائع ہوئیں فاضل مرتب نے جب انہیں پیش کیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور مرتب کو دعائیں دیں اور نقد انعام سے نوازا اللہ اللہ! اصاغر نوازی کی اس قسم کی مثالیں بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

پہلی جلد میں انتساب، اظہار تشکر اور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے سترہ خطبات شامل ہیں۔اور اس کے صفحات 603 ہیں۔

دوسری جلد میں انتساب، حرف اول اور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے سترہ خطبات شامل ہیں۔اور اس کے صفحات 596 ہیں۔تمام خطبات میں ناموس رسالت اور ختم نبوت کے موضوعات نمایاں ہیں۔تیسری جلد شائع ہونے والی ہے اور چوتھی پر بھی کام جاری ہے۔اللھم ادفزد

(6) علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ حیات وخدمات:

یہ کتاب علامہ عبدالستار عاصم اور ضیغم رسول قادری کی مشترکہ کاوش ہے۔ جوں ہی امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات ہوئی تو یہ دونوں دوست آپ کی حیات وخدمات کے بارے میں کتاب مرتب کرنے میں مصروف ہو گئے، دونوں نے نہایت برق رفتاری سے آپ کے بارے میں مختلف مضامین مقالات یکجا کئے اور انہیں ترتیب دیا۔ 232 صفحات پر مشتمل یہ کتاب قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل لاہور کے زیر اہتمام 2020ء ہی میں آپ کی وفات حسرت آیات کے آٹھویں دن ہی مارکیٹ میں آ گئی تھی۔ اس میں عرض ناشر، انتالیس 39 مضامین ومقالات، ترتیب وتذہیب اور تحریک لبیک پاکستان کے قومی اسمبلی کے امیدواروں کی فہرست شامل ہے، حُسن انتخاب خوب ہے۔ اس کے اندرونی سرورق کی پیشانی پر یہ عبارت درج ہے:

''پاکستان میں تحریک ختم نبوت کے محافظ اور ناموس رسالت کے پہرے دار عاشق رسول عالم دین کی مکمل اور اچھوتی سوانح عمری حیرت انگیز واقعات اور چشمہ کشا حقائق''۔

(7) سالار کربلاءعصر:

اسے مولانا محمد طاہر عزیز باروی (مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ بھاٹی گیٹ لاہور) نے ترتیب دیا اور 2020ء ہی میں بزم غوثیہ جامعہ حنفیہ غوثیہ بھاٹی گیٹ لاہور کے زیر اہتمام شائع کیا گیا۔ اس میں مصنف کی جانب سے ''سپاس ناتمام'' مولانا صاجزادہ سید صبغت اللہ سہروردی کی ''تقدیم'' اور علامہ سردار احمد حسین سعیدی کے ''کلمات تحسین'' اور پھر مصنف کا مقالہ شامل ہے۔ یہ ساری کتاب 64 صفحات پر مشتمل ہے۔ فاضل مصنف نے نہایت ادیبانہ اور محققانہ انداز میں قلم اٹھایا ہے اور لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس کتاب کے سرورق کی پیشانی پر یہ عبارت درج ہے:

''پیکر عزیمت واستقامت ترجمان اقبال امیر المجاہدین شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت وسوانح اور حالات وواقعات پر اشک بار آنکھوں سے پڑھی جانے والی پر اثر اور جامع تحریر''

(8) سفیر عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ عظیم وضخیم کتاب مولانا شیر جہان چشتی (امام وخطیب مسجد انوار مدینہ راولپنڈی) نے ترتیب دی ہے۔ آپ نے نہ صرف مضامین ومقالات کی ترتیب وتہذیب کی ہے بلکہ کئی مقامات کی تخریج وتحقیق بھی کی ہے اور مفید حواشی بھی رقم فرمائے۔ اس سے کتاب کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ اس میں انتساب، منظومات، پیش لفظ اور ارباب علم ودانش کے چھیالیس مضامین ومقالات، امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف آٹھ انٹرویوز، جیل کی کہانی باباجی کی زبانی، امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا آخری خطاب اور آخر میں ایک سو گیارہ فرامین امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ یہ سارا مواد 514 صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب

تحریک لبیک پاکستان کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔ اس کے سرورق کی پیشانی پر یہ عبارت نمایاں ہے:

''تحریک لبیک یارسول اللہ، مجدد دوراں قائد ملت اسلامیہ شیخ الحدیث و التفسیر فنافی الرسول امام العاشقین امیر المجاہدین کی شخصیت پر مشتمل کتاب''

(9) آخری خطاب وفرامین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ:

یہ کتاب بھی مولانا شیر جہاں چشتی نے ترتیب دی ہے۔ اور تخریج کی ہے۔ اس میں حیات امیر المجاہدین پر ایک نظر، امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا آخری خطاب اور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے 141 فرامین بھی شامل ہیں۔ لیکن ان فرامین کا انگریزی میں ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے۔ انگریزی میں ترجمہ اسامہ حسین نے کیا ہے۔ یہ ایک اچھا قدم ہے۔ شاید لبرل اور سیکولر طبقہ انہیں پڑھے تو ان کی آنکھیں کھل جائیں اور اللہ تعالیٰ انہیں رشد و ہدایت عطا فرما دے۔ یہ کتاب 62 صفحات پر مشتمل ہے اور یہ بھی تحریک لبیک پاکستان کے زیر اہتمام شائع ہو کر عام ہوئی ہے۔

(10) پاسبان ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ کتاب ''محمد کاشف رضا'' کی جانب سے سامنے آئی ہے۔ فاضل مصنف نے ''عقیدت کا دریائے فرات'' کے عنوان سے اس کا پیش لفظ لکھا اور اسے گیارہ ابواب میں تقسیم کیا۔ پہلے باب کا عنوان ''چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری''۔ اس میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے انٹرویوز کی روشنی میں ان کی داستان حیات پیش کی گئی ہے۔ دوسرا باب ''گوشۂ رضوی'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں حیات امیر المجاہدین پر ایک نظر، مولانا محمد صادق اشرف قادری، پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمن قادری اور محمد ساجد مدنی کے مقالات شامل ہیں۔ تیسرے باب کا عنوان ''امیر المجاہدین کا 1988ء میں لکھا گیا مقالہ'' ہے۔ جس میں آپ کا وہ معروف مقالہ ''امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مرجع العلماء'' شامل ہے جو فتاویٰ رضویہ (جدید ایڈیشن) کی پہلی جلد کے آغاز میں شامل کیا گیا ہے۔ خیال رہے آپ نے یہ مقالہ درجہ حدیث شریف تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے امتحان (1480ھ/1988ء) کے لیے لکھا تھا۔

چوتھا باب ''استاد گرامی کی نظر میں'' اور ''کلاس فیلو کی طویل رفاقت کی کچھ یادیں'' جیسے عنوانات لیے ہوئے ہے۔ جس میں مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی اور ڈاکٹر فضل حنان سعیدی کے تاثرات و جذبات دیئے گئے ہیں۔

پانچواں باب ''دو عالمانہ دیباچے'' ہے جس میں مولانا سید محمد دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کے ''فتاویٰ دیداریہ'' اور مولانا محمد کریم سلطانی کی کتاب ''عالم ارواح میں نبوت خیر الوریٰ'' پر لکھے گئے امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے عالمانہ دیباچے دیئے گئے ہیں۔

چھٹے باب کا عنوان ''تاریخ ساز خطابات'' ہے جس میں آپکے دو خطبات شامل کیے گئے ہیں۔

ساتویں باب کا عنوان ''امیر المجاہدین کا ایک تحریر کردہ دعوت نامہ'' ہے جس میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحریک لبیک یارسول اللہ کانفرنس'' میں غلامان رسول کو دعوت دی ہے۔

آٹھویں باب کا عنوان ''علماء و اہل قلم کا خراج تحسین'' ہے جس میں بارہ اہل علم وقلم کے مضامین ومقالات شامل ہیں۔

نوویں باب کا عنوان ''قومی اخبارات کے ادارئیے'' ہے جس میں پانچ اخبارات کے تعزیتی شذرات اور ماہ نامہ ''الہام'' بہاول پور کا تعزیتی اداریہ شامل ہے۔

دسویں باب کا عنوان ''کالم نگاران عصر نے لکھا'' ہے جس میں دس معروف کالم نگاروں کے کالم شامل ہیں۔

گیارہویں باب میں آپ کے ملفوظات اور فرامین پیش کیے گئے ہیں۔ جنہیں خلیل احمد فیضانی اور محمد شاہد بٹ نے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب 304 صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اسے الحقائق پبلی کیشنز لاہور کے زیر اہتمام شائع کیا گیا ہے۔

(11) علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سیرت وخطبات:

یہ کتاب ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر نے مرتب کی ہے، یہ 352 صفحات پر مشتمل ہے اسے اکبر بک سیلرز لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس میں انتساب، قطعات اور تاریخی مادوں کے علاوہ مضامین ومقالات اور شذرات شامل ہیں۔

فاضل مرتب نے کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں ''تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پس منظر و قانون سازی'' کے عنوان سے پانچ مقالات شامل ہیں۔

دوسرے باب میں ''علامہ خادم حسین رضوی سیرت و کردار کے آئینہ میں'' مختلف ارباب علم وقلم کے چودہ مقالات شامل ہیں۔

تیسرے باب میں ''خطبات علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ'' کے عنوان سے آپ کے پانچ نہایت اہم خطبات شامل ہیں۔

چوتھے باب میں ''علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ صحافت کی نظر میں'' کے زیر عنوان بائیس مقالات ومضامین شامل ہیں۔

پانچویں باب میں ''علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر آخرت'' کے عنوان سے سترہ مقالات شامل ہیں جن میں آپ کے سفر آخرت کے حسین مناظر پیش کیے گئے ہیں، 2017ء میں فیض آباد کے دھرنا پر بریلی شریف سے دربار اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین علامہ محمد سبحان رضا خان سبحانی میاں دامت برکاتہم العالیہ کی جانب سے ہدیہ تبریک پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں مختلف اہل علم وفضل کی جانب سے ''تعزیت نامے'' بھی کتاب کا حصہ بنائے گئے ہیں۔

(12) سیرت پاک حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ:

اس کتاب کو پیر سید ارتضیٰ علی کرمانی وارثی نے ترتیب دیا ہے، یہ 240 صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے روبی پبلی کیشنز

لاہور کے زیر اہتمام شائع کیا گیا ہے،اس میں حمد،نعت اور منقبت کے علاوہ مختلف ارباب علم وقلم کے چوبیس مقالات ومضامین شامل ہیں۔جس میں علماء ادباء اور شعراء بھی شامل ہیں

(13) حیات وخدمات خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ:

اس کتاب کے سرورق پر فاضل مرتب کا نام یوں درج ہے

''علامہ پروفیسر مفتی شبیر انجم مدنی''کتاب کے 160 صفحات ہیں۔اسے لاہور بک کارنر لاہور کے تحت شائع کیا گیا ہے،اس میں حمد،نعت،مناقب امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ اوران کے احوال،ان کے اساتذہ کرام،سیاسی زندگی،تحریک لبیک پاکستان،اور ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے آپ کی کاوشوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔عنوان میں بانی جامعہ نظامیہ لاہور کا اسم گرامی''غلام رسول مہر'' لکھ دیا گیا ہے۔غالباً یہ سہواً ایسا ہوگیا ہے،ورنہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے بانی شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور کتاب کے متن میں بھی یہی نام دیا گیا ہے۔

(14) پروانۂ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ کتاب مولانا محمد نعیم اللہ مجددی نے علامہ مفتی محمد گل احمد خان عتیقی کے حکم پر مرتب کی ہے۔یہ 176 صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ادارہ نور سحر لاہور نے شائع کیا ہے،یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔باب اول''حیات امیر المجاہدین انہی کی زبانی''ہے باب دوم''امیر المجاہدین کے مشائخ کے حالات''پر مشتمل ہے،باب سوم''تذکرہ اساتذہ امیر المجاہدین''کے حوالے سے ہے۔باب چہارم میں''امیر المجاہدین کے اساتذہ کے تاثرات''دیئے گئے ہیں۔باب پنجم''دیگر مقتدر شخصیات کے تاثرات''پر مشتمل ہے۔کتاب کے آغاز میں علامہ مفتی محمد گل احمد خاں عتیقی کی تقریظ،مصنف کے پیش لفظ اور منظومات بھی شامل ہیں۔حیات امیر المجاہدین پر سرسری نظر بھی ڈالی گئی ہے۔

(15) مرد حریت شہید محبت رسول:

یہ کتاب صاحبزادہ سید فیصل عثمان نوری کی خواہش پر ملک محمد محبوب الرسول قادری نے ترتیب دی ہے، یہ 320 صفحات پر مشتمل ہے اوراسے نوری کتب خانہ لاہور نے زیور طباعت سے نوازا۔فاضل مرتب نے نہایت محنت سے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے،اس میں الاھداء،تقاریظ،تاثرات،کے علاوہ آٹھ ابواب ہیں۔

باب اول میں''شخصیت وکردار''کے عنوان سے چار مقالات شامل ہیں۔

باب دوم''اہل طریقت کی نظر میں''پانچ صاحبان طریقت کے مقالات وتاثرات شامل ہیں۔

باب سوم''محسن پاکستان کی نظر میں''محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے تاثرات وجذبات پیش کیے گئے ہیں۔

باب چہارم''علمائے عصر کی نظر میں''میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے چار معاصر علماء کرام کے تاثرات وجذبات

دیئے گئے ہیں۔

باب پنجم ''اہل صحافت کی نظر میں'' دس نامور صحافیوں کے کالم پیش کیے گئے ہیں۔

باب ششم ''اہل قلم واصحاب دانش کی نظر میں'' 27 ستائیس نامور اہل علم وقلم کے مضامین ومقالات کتاب کی زینت بنائے گئے ہیں۔

باب ہفتم ''منظومات'' پر مشتمل ہے۔جس میں نو شعراء کرام کے مناقب اور قطعات شامل ہیں۔

باب ہشتم ''نوادرات'' پر مشتمل ہے جس میں مختلف اخبارات کے تراشے دیئے گئے ہیں۔

(16) خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ حیات وخدمات کا تحقیقی جائزہ:

یہ کتاب شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا الحاج فقیر دوست محمد قادری چشتی نے مرتب کی ہے اور اسے پروگریسو بکس لاہور نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ 272 صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں انتساب،منظومات اور مقالات شامل ہیں، خاص کر فاضل مرتب نے آغاز میں ایک جگہ ''حرف تمہید'' دوسری جگہ ''حرف آغاز'' اور تیسری جگہ ''عرض مصنف'' کے عنوانات کے تحت کتاب کی غرض وغایت کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان میں سے صرف ایک ہی عنوان کے تحت فاضل مرتب اپنا مدعا ایک ہی جگہ قارئین کے سامنے لاتے۔

اس کتاب میں امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل احوال،فیض آباد دھرنے کے محرکات اور آپ کی حیات وخدمات کے حوالے سے مختلف اہل علم وقلم کے مزید اکتیس 31 مضامین ومقالات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں،جھوٹے مدعیان نبوت کا انجام،سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا انجام،جنگ یمامہ، گستاخِ رسول کی سزا محدثین کی نظر میں اور مرزائیوں کے بارے میں علمائے عرب وعجم کا شرعی فیصلہ بھی کتاب کی زینت بنایا گیا ہے۔شہید ناموس رسالت غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی بنام امیر المجاہدین،تحریک لبیک کے نئے سربراہ علامہ صاجزادہ حافظ سعد حسین رضوی کا پیغام،ختم قل کی روداد اور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں متعدد شخصیات کے تعزیتی کلمات بھی کتاب میں شامل ہیں۔

(17) دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم:

یہ کتاب حافظ سراج الدین امجدی کی کاوش ہے۔اسے محمد قاسم جلالی کے اہتمام سے مکتبہ غوثیہ کراچی نے شائع کیا ہے۔اس کے 198 صفحات ہیں۔اس میں انتساب فاضل دوست کے پیش لفظ،علامہ اکرام المصطفی اعظمی کی تقدیم،منظومات قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے صاجزادہ فیض الرسول نورانی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''یادوں کے نقوش'' پر امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا یادگار مقدمہ اور مختلف اہل علم وقلم کے مضامین ومقالات اور اخباری تراشے کتاب کی

زینت ہیں، ان میں آپ کی حیات، خدمات، تحریک لبیک کی روداد اور سفر آخرت کے مناظر شامل ہیں۔

(18) پہرے دار ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ حضرت پیر محمد عامر ظفر چشتی کی کاوش ہے، یہ کتاب شائع ہو کر جب سامنے آئی تو اس میں آٹھ ایسے علماء کا تذکرہ بھی شامل تھا جو فکر رضا سے کوسوں دور تھے اور اس میخانہ کے ساقی نہ تھے اور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے قافلہ عشق و وفا کے راہی نہ تھے۔ جب اس پر اہل سنت کے اہل بصیرت نے صدائے احتجاج بلند کی تو یہ کتاب روک دی گئی اور اس میں سے ان حضرات کا تذکرہ خارج کر دیا گیا، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے بانی کا نام بھی غلط لکھا گیا تھا، مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ''غلام رسول مہر'' لکھ دیا گیا تھا۔ اس کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے اور اب مارکیٹ میں کتاب کا تصحیح شدہ اور نظر ثانی شدہ ایڈیشن دستیاب ہے۔ پہلے کتاب 240 صفحات کی تھی۔ اب اس ایڈیشن کے 224 صفحات ہیں۔

کتاب میں عرض مؤلف، میاں محمد اعظم مہاروی، پیر صوفی اطہر عباس قادری چشتی، محمد اقبال کھرل، سمیع اللہ برکت کی تقاریظ، امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے احوال زندگی، تعزیتی تاثرات، تحریک لبیک، دھرنے، مشاہیر تحریک ختم نبوت، رضوی دور کے اہم تلامذہ، اساتذہ امیر المجاہدین اور اقبال قادیانیت اور اقبال، ملفوظات امیر المجاہدین اور میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المجاہدین'' جیسے عنوانات کے تحت مضامین و مقالات شامل ہیں۔

خیال رہے کہ محمد عامر ظفر چشتی راقم کے مہربان اور قدردان حضرت علامہ عبدالحق ظفر چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جلیل ہیں۔ جو مشہور کتاب ''روحانی شفا خانے'' اور ''فیض کے چشمے'' کے مصنف ہیں۔

(19) میری کہانی۔ علامہ خادم حسین رضوی کا سفر آخرت:

یہ انتہائی مختصر تحریر ہے جس میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے سفر آخرت کی روداد دلپذیر ہے۔ اسے اشرف بن اسلام نے مرتب کیا ہے۔ ناشر کا پتا ندارد۔

(20) تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ ضخیم کتاب ابو الناصر حافظ امانت علی سعیدی کی قلمی معرکہ آرائیوں میں سے ایک ہے۔ بدقسمتی سے اکتوبر 2017ء کے اوائل میں مملکت خداداد پاکستان کی پارلیمنٹ میں جب الیکشن ایکٹ 2017ء کے تحت ختم نبوت سے متعلق چھیڑ چھاڑ کی گئی اور سی۔ 295 میں ترمیم کی سازش کی گئی تو امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی رگ غیرت وحمیت پھڑکی آپ نے تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر اہتمام اپنی صدائے احتجاج بلند فرمائی۔ ملک گیر احتجاج ہوا۔ مظاہرے، ریلیاں اور جلسے جلوس ہوئے، یہی نہیں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک لبیک نے اسلام آباد میں ایک فیصلہ کن دھرنا دیا جس سے قادیانی ذریت اور اس کے گماشتوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ ملک بھر کے گلی گلی، کوچہ کوچہ اور

شہر شہر سے عاشقان رسول ختم نبوت کے تحفظ کے لیے، لبیک لبیک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور تاجدار ختم نبوت زندہ باد، کے نعرے بلند کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ یوں اسے تحریک ختم نبوت 2017 کا نام دیا گیا۔ الحمدللہ یہ تحریک کامیاب کامران ہوئی اور حکومت نے الیکشن ایکٹ 2017ء کے تحت امیدواروں کے حلف نامے میں ختم نبوت سے متعلق جو ترمیم کی اسے واپس بحال کیا گیا حتیٰ کہ وزیر قانون زاہد حامد کو بھی برطرف ہونا پڑا۔ اس تحریک سے عام آدمی سے لے کر سیاست دانوں تک ختم نبوت کی اہمیت وافادیت ایک بار پھر واضح ہوگئی اور مسئلہ ختم نبوت کی حساسیت اظہر من الشمس ہوگئی۔ تحریک تحفظ ختم نبوت 2017ء کے تحت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت وعزیمت کے حوالے سے مختلف اخبارات و رسائل میں جو مضامین و مقالات شائع ہو کر سامنے آئے تھے۔ ان سب کو اہل سنت کے دردمند قلمکار ابوالناصر حافظ امانت علی سعیدی نے ''تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے کتابی صورت میں جمع فرما کر قارئین کی نذر کیا ہے، یہ کتاب امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت وعزیمت کا ایک روشن باب ہے جسے ''خادمیات'' کے حوالے سے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کتاب 512 صفحات پر مشتمل ہے اور اسے مئی 2020ء میں ادارہ تحفظ ناموس رسال صلی اللہ علیہ وسلم لاہور کے زیر اہتمام منصہ شہود پر لایا گیا ہے۔ یوں یہ کتاب خادمیات کے نقش اولین کے طور پر سامنے آئی۔

(21) شمشیر بے نیام (امام خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ):

یہ مختصر سی کتاب محمد عثمان فاروقی نے ترتیب دی ہے۔ اور اسے 11 ربیع الآخر 1442ھ/ 27 نومبر 2020ء کو پی ڈی ایف فائل میں سوشل میڈیا پر ان لائن کیا ہے۔ اس میں ابتدائی تعلیم، اعلیٰ تعلیم، جوانی، آپ کے والدین، آپ کے وظائف، ایک حادثہ، زندگی کا اہم موڑ، فیض آباد دھرنا 2017ء، فیض آباد دھرنا 2020ء آپ کا وصال اور تاریخی نماز جنازہ جیسے عنوانات کے تحت امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال پیش فرمائے گئے ہیں، اس میں ایک عنوان ''آپ کا معجزہ'' ہے جو غالباً فاضل مصنف سے سہواً معجزہ لکھا گیا ہے ورنہ یہاں ''آپ کی کرامت'' لکھنا چاہیے کیونکہ معجزہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی سے صادر ہوتا ہے اولیاء کرام سے کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ معجزہ نہیں۔

(22) امیر المجاہدین مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حیات وخدمات:

اسے محمد علی مسعود قادری رضوی نے ترتیب دیا ہے۔ یہ 240 صفحات پر مشتمل ہے اسے اکبر بک سیلرز لاہور نے زیور طباعت سے نوازا ہے۔ اس میں انتساب، الاھداء، منظومات اور چھ ابواب ہیں۔

پہلا باب ''ختم نبوت'' کے عنوان سے ہے جس میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت کو ظاہر و باہر کیا گیا ہے۔

دوسرا باب ''حالات زندگی'' ہے جس میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے احوال مہد سے لحد تک عنوانات کے تحت صفحہ قرطاس پر لائے گئے ہیں۔

تیسرا باب ''اساتذہ کرام'' کے تذکار پر مشتمل ہے جس میں آپ کے چار اساتذہ کرام کے تذکار پیش کیے گئے ہیں۔ پہلا نام ''غلام رسول مہر'' آپ کے اساتذہ کرام میں سے نہیں ہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے بانی مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں نہ کہ ''غلام رسول مہر'' نہ جانیں کئی مصنفین یہ غلطی بار بار کیوں دھرا رہے ہیں۔

چوتھا باب ''آغاز سیاست'' ہے جس میں تحریک لبیک یارسول اللہ اور اس کے تحت دھرنا فیض آباد 2017ء اور دھرنا فیض آباد 2020ء کی روداد یں شامل ہیں۔ کتاب میں غلطی سے اس پر باب پنجم لکھ دیا گیا ہے۔

پانچواں باب ''وصال پر ملال'' ہے۔ جس میں آپ کے وصال پر ملال، نماز جنازہ اور رسم قل کی کارروائی شامل ہے۔ اسے غلطی سے کتاب میں باب ششم لکھ دیا گیا ہے۔

چھٹا باب ''اخباری کالمز'' پر مشتمل ہے، جس میں مختلف ارباب علم وقلم کے تیرہ کالمز شامل ہیں۔ اسے بھی غلطی سے باب ہفتم لکھ دیا گیا ہے۔

(23) داستان تحریک لبیک پاکستان:

یہ ضخیم کتاب بڑے سائز میں 354 صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے صوفی جلال الدین قادری فاضلی نے تالیف کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ یہ بزم رضا پاکستان کے زیر اہتمام شائع ہو کر سامنے آئی ہے۔ یہ قاری غلام مصطفیٰ قادری نے مجھ تک پہنچائی ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے تحریک لبیک کی ساری داستان پیش کر دی ہے اور زیب داستان کے لیے ایک لفظ بھی نہیں بڑھایا گیا۔ تحریک لبیک کی داستان دعوت وعزیمت کو اس میں فاضل مصنف نے ایسے پیش فرمایا ہے جیسے کوزے میں دریا بند کر دیا گیا ہے۔ سب کچھ حقائق وشواہد کی روشنی میں احاطۂ تحریر میں لایا گیا ہے۔ اس میں تحریک لبیک کا قیام، اغراض و مقاصد، ناموس رسالت اور ختم نبوت کے لیے تحریک لبیک کی کاوشیں، قائدین کے انٹرویوز کی روشنی میں پیش کی گئی ہیں۔ شہیدان ناموس رسالت اور تحریک کے قائدین واراکین کا تعارف وتذکرہ بھی نہایت احسن انداز میں سامنے لایا گیا ہے۔ اخباری تراشوں اور تصاویر کے آئینے میں بھی تحریک کی جدوجہد پیش کی گئی ہے۔

(24) قائد ملت اسلامیہ علامہ خادم حسین رضوی، حیات، خدمات اور سیاسی جدوجہد:

یہ محقق اہل سنت مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی کی کاوش ہے، یہ 272 صفحات پر مشتمل ہے اسے ادارہ اہل سنت کراچی نے 2021ء میں نشر اول کے طور پر ان لائن جاری کیا ہے، فاضل مصنف نے اسے نہایت عالمانہ، محققانہ اور مؤرخانہ انداز میں ترتیب دیا ہے۔ اگرچہ اس میں چند ایک معمولی اغلاط ہیں لیکن اسے امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک مستند کتاب قرار دیا جا سکتا ہے، یہ انتساب، پیش لفظ اور پانچ ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب ''علامہ خادم حسین رضوی ایک عہد ساز شخصیت'' ہے جس میں مہد سے لے کر لحد تک آپ کی تابناک شخصیت کے احوال رقم فرمائے گئے ہیں۔

دوسرا باب ''علامہ خادم حسین رضوی کی مذہبی اور سیاسی جدوجہد'' ہے جس میں ڈی چوک 2016ء سے فیض آباد 2020ء تک آپ کی دعوت وعزیمت کی داستان پیش کی گئی ہے۔

تیسرا باب ''قائد ملت اسلامیہ علامہ خادم حسین رضوی علمائے عرب وعجم، مختلف مکاتب فکر اور صحافیوں کی نظر میں'' ہے جس میں مشاہیر علماء ومشائخ کے تاثرات، علمائے عرب کے خیالات، دیگر مکاتب فکر کے تاثرات، صحافیوں کی آراء اور سیاسی و عسکری حلقوں کے تعزیتی کلمات شامل ہیں۔

چوتھا باب ''منظوم مناقب'' ہے جس میں نامور شعراء کرام کی جانب سے منظوم خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

پانچواں باب ''امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد اور سفر آخرت کی چند تصویری جھلکیاں'' ہیں جس میں تصاویر کی روشنی میں جرأت واستقامت کے نقوش جاوداں پیش کئے گئے ہیں۔

(25) امیر المجاہدین نمبر:

یہ ''امیر المجاہدین نمبر''، تنظیم دار التحقیقات انٹرنیشنل کے زیر اہتمام ان لائن جاری ہوا ہے۔ اس تنظیم کے امیر مولانا محمد گلفام رضا برکاتی سعدی نعیمی ہیں۔ اس نمبر کے مدیر اعلیٰ بھی آپ خود ہیں۔ مدیر معاون مولانا نازش مدنی مراد آبادی ہیں۔ اس نمبر کی مجلس مشاورت میں پاک و ہند کے مشاہیر اہل علم وقلم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ یہ ضخیم نمبر 327 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے آغاز میں مدیر اعلیٰ کی جانب سے ''تشکر نامہ'' اور ایک مفصل مقالہ ''علامہ خادم حسین رضوی اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے۔ اس کے علاوہ بیس 20 نامور صاحبان علم وفضل کے مقالات ومضامین شامل ہیں۔ جن سے امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی تابناک حیات اور خدمات جلیلہ اظہر من الشمس ہیں۔ شعراء کرام کی منظومات ہیں۔ اور آخر میں دار التحقیقات انٹرنیشنل کا مختصر تعارف اور اراکین کی فہرست بھی دے دی گئی ہے۔

(26) امیر المجاہدین نمبر، مجلہ النظامیہ لاہور:

یہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ترجمان ''مجلہ النظامیہ'' کا امیر المجاہدین نمبر'' ہے۔ اس کے مدیر اعلیٰ مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ہیں۔ مدیران مولانا محمد فاروق شریف رضوی اور مولانا شکور احمد سیالوی ہیں۔ یہ دسمبر 2020ء ہی میں شائع ہو کر سامنے آ گیا تھا اور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کے موقع پر موجود تھا۔ اس میں مدیر اعلیٰ کے قلم سے ''اداریہ''، سرپرست اعلیٰ، علامہ مولانا محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی کی جانب سے ''پیغام'' ادارہ کی طرف سے ''حیات اور امیر المجاہدین پر ایک نظر'' شیخ الحدیث علامہ مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی، مفتی محمد صدیق ہزاروی، مفتی اعظم پاکستان، مفتی محمد منیب الرحمن ہزاروی، مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، الدکتور حمزہ بن علی بن المختصر الکتانی، ڈاکٹر خضر حیات نوشاہی، اوریا مقبول جان، ڈاکٹر علی اکبر الازہری، مولانا سردار احمد حسن سعیدی، مولانا محمد انوار الرسول مرتضائی، مفتی آفتاب احمد

رضوی، مفتی ضمیر احمد مرتضائی، مفتی محمد اکمل قادری، مولانا محمد طاہر عزیز باروی، مولانا سردار رفاقت حسین قادری، مولانا محمد عاصم محبوب رضوی، مولانا محمد بلال انور کے مضامین و مقالات اور تاثرات شامل ہیں۔ جبکہ ''امیر المجاہدین کی سوانحی زندگانی انہی کی زبانی'' اور جامعہ کے متعدد فضلائے کرام کے تاثرات، امیر المجاہدین، جیسا میں نے انہیں پایا'' کے عنوان سے شامل ہیں، آخر میں شعراء کرام کی جانب سے مناقب بھی شامل ہیں۔ یہ نمبر مختصر مگر مفید تر ہے اور 160 صفحات پر محیط ہے۔

(27)امیر المجاہدین شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی نمبر، ماہ نامہ کنزالایمان لاہور:

ماہ نامہ کنزالایمان لاہور سوسائٹی، لاہور کا ترجمان ہے۔ اس کے مدیر اعلیٰ مجاہد اہل سنت محمد نعیم طاہر رضوی ہیں۔ آپ اہل سنت کے ایک فعال کارکن ہیں، اب تک آپ نے مختلف موضوعات اور شخصیات پر ماہ نامہ کنزالایمان لاہور کے سولہ خصوصی نمبر شائع فرمائے ہیں۔ پیش نظر نمبر بھی آپ نے حسب روایت نہایت آب وتاب سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس میں نعت شریف، منقبت، اداریہ اور نامور صاحبان علم وقلم کے چھتیس 36 مقالات ومضامین شامل ہیں۔ ان میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات اور سفر آخرت کے مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ نیز ختم قل شریف کی کارروائی بھی شامل ہے۔ ایک مضمون انگریزی زبان میں بھی ہے۔ کنزالایمان سوسائٹی کا تعارف، کنزالایمان کے خصوصی شماروں کی فہرست اور کنزالایمان سوسائٹی کی مطبوعات کی فہرست بھی دے دی گئی ہے۔ اس خصوصی شمارے کے 128 صفحات ہیں اور یہ جنوری 2021ء کا شمارہ ہے۔

(28)امیر المجاہدین نمبر، سہ ماہی مجلہ فکر غوثیہ کراچی:

یہ مجلہ دارالعلوم حنفیہ غوثیہ (پی ای، ایچ، ایس بلاک 2 طارق روڈ) کراچی کا ترجمان ہے مجلہ کے سرپرست اعلیٰ شیخ القرآ قاری عبدالقیوم محمود نقشبندی ہیں مجلس ادارت میں مولانا محمد حسن رضا مجددی اور مولانا ذیشان حیدر کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ یہ خصوصی شمارہ جمادی الثانی تا شعبان المعظم 1442ھ/ جنوری تا مارچ 2021ء کا ہے اور 190 صفحات پر محیط ہے۔

اس کے مشمولات میں حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، مناقب اور معروف اہل علم وفضل کے مضامین ومقالات شامل ہیں۔ مقالہ نگاروں میں مفتی محمد رمضان تونسوی، علامہ آصف عبداللہ قادری، محمد طاہر عزیز باروی، مفتی محمد منیب الرحمن ہزاروی، محمد کاشف اقبال قادری، مفتی رفیق الحسنی، داکٹر محمد صحبت خان کوہائی، محمد رئیس علوی قادری اشرفی، محمد افروز قادری چریاکوٹی، ابوعقبہ بن عبدالعزیز، علامہ سید پیر زمان علی جعفری، محمد الیاس مہر، محمد ذیشان اسلم، سید صابر حسین شاہ بخاری (راقم الحروف)، علامہ محمد طاہر رضوی، اوریا مقبول جان، محمد اکرم چودھری، انصار عباسی، سجاد میر، ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، ارشاد احمد عارف اور حافظ محمد ارسلان کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آخر میں متعدد شخصیات کے تاثرات اور دیگر مکاتب فکر کے جذبات بھی شامل ہیں۔ ''خادمیات'' کے حوالے سے یہ خصوصی نمبر بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔

(29) کتابی سلسلہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ''تحفظ مقام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم'' حیدر آباد:

مولانا محمد فرحان قادری رضوی جلالی کی ادارت میں یہ کتابی سلسلہ ہر ماہ رواں دواں ہے۔ یوں تو ہر ماہ ہی اس میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ سے کے خطبات سے انتخابات مختلف عنوانات کے تحت شامل کیے جاتے ہیں۔لیکن پیش نظر سارا شمارہ ہی امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرامین پر مشتمل ہے جنہیں آپ کے خطبات سے انتخاب کر کے عنوانات کے تحت اس شمارے میں ایک گلدستے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ انیس صفحات پر مشتمل ہے یہ شمارہ جمادی الاول 1442ء جنوری 2021ء کا ہے۔

(30) امیر المجاہدین نمبر، ماہ نامہ جہان رضا لاہور:

مرکزی مجلس جہان رضا لاہور کے تحت لاہور میں بیک وقت ''جہان رضا'' کے نام سے دو رسالے شائع ہو رہے ہیں۔ علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے ''جہان ضا'' کا اجرا کیا اور اسے نہایت کامیابی سے چلایا، ان کی وفات کے بعد منیر رضا قادری نے اسے جاری رکھا جو تا ہنوز جاری ہے۔لیکن اب اسی مقام سے محمد کاشف رضا قادری نے بھی ''جہان رضا'' شائع کرنا شروع کر دیا ہے۔ اگر اسے کسی دوسرے نام مثلاً ''خیابان رضا'' کے نام سے نکالتے تو زیادہ مناسب ہوتا بہرکیف جس ''جہان رضا'' کے مدیر اعلیٰ محمد کاشف رضا ہیں اس کا ''امیر المجاہدین نمبر'' دسمبر 2020ء میں شائع ہوا ہے جو 64 صفحات پر مشتمل ہے۔صوری اور معنوی لحاظ سے یہ نمبر بے مثال ہے۔اس میں شہید ناموس رسالت غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی بنام امیر المجاہدین، مدیر اعلیٰ کے قلم سے تعزیتی شذرہ ''مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں'' مختلف نامور مشاہیر صاحبان قلم و قرطاس کے گیارہ مقالات شامل ہیں۔آخر میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرامین بھی شامل ہیں۔

(31) ماہ نامہ جہان رضا لاہور خصوصی شمارہ:

یہ جنوری 2021ء کا شمارہ ہے جو محمد کاشف رضا ہی کی ادارت میں شائع ہوا ہے اس کے صفحات بھی 64 ہیں۔اس میں مدیر اعلیٰ کے قلم سے ''عقیدت کا دریائے فرات'' امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ ''فقیہ اسلام امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مرجع العلماء'' جو آپ نے 1988ء میں درجہ حدیث شریف تنظیم المدارس (اہل سنت پاکستان کے امتحان کے لیے لکھا تھا اور شیخ الحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کے ''فتاویٰ دیداریہ'' پر امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا گیا دیباچہ شامل ہے۔اس لحاظ سے اس شمارہ کو بھی جہان رضا امیر المجاہدین نمبر'' حصہ دوم کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔

(32) مجموعہ فرامین امام خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ:

محمد عثمان فاروقی نقشبندی نے غزوہ بدر کے 313 جانثاروں کی نسبت سے اس کتاب میں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ

کے 313 فرامین سلک مروارید کی طرح درس فرمارہے ہیں ۔فرامین کا یہ مجموعہ ابھی سوشل میڈیا پر ان لائن ہوا ہے اور یہ نقش اولین ہے ۔

(33)مسئلہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے ہر مسئلہ سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے:

اس میں مفسر قرآن علامہ مفتی ضیاء احمد قادری رضوی نے حضور امیر المجاہدین حضرت مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ملفوظ شریف کی توضیح اور تشریح پیش فرمائی ہے فاضل مقالہ نگار نے 38 عنوانات کے تحت اس مسئلہ کی اہمیت وافادیت ظاہر و باہر فرمادی ہے ۔یہ مقالہ دسمبر 2020ء میں مکتبہ طلع البدر علینا کے زیر اہتمام شائع ہو کر عام ہوا ہے ۔علامہ مفتی ضیاء احمد قادری رضوی کا قلم ناموس رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے وقف ہے ۔صرف اسی موضوع پر آپ کی درجنوں کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں ۔آپ ہی نے امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ''تفسیر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم'' پانچ ضخیم جلدوں میں لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے ۔ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تفسیری دنیا میں یہ اولین تفسیر ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔

(34)مَنْ سَبَّ نَبِیًّا فَاقْتُلُوْہُ:

اصل میں یہ حدیث ہے جسے امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ نے عام کیا بلکہ اسے عاشقان رسول کا نعرہ قرار دیا ہے ۔ابوالہادی حافظ محمد حسن رضا نقشبندی نے اسی عنوان کے تحت ایک بصیرت افروز مقالہ لکھا جس میں آپ نے واقعات کی روشنی میں اس حقیقت کو طشت از بام کیا کہ ''قیامت تک جو کسی بھی نبی کی شان میں ہلکی بات کرے اس کا سر تن سے جدا کر دو'' ۔اس کا انتساب بھی امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام کیا اور آخر میں آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے 32 صفحات پر مشتمل یہ مقالہ لاہور سے شائع ہو کر عام ہوا ہے ۔

(35)امیر المجاہدین (حیات،خدمات اور افکار):

یہ مولانا محمد شہزاد قادری ترابی اور مولانا محمد سلیم رضوی کی مشترکہ کاوش ہے ۔یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے ۔پہلا باب ''علامہ خادم حسین رضوی کی سیرت'' ہے جس میں نو (9) مضامین و مقالات ہیں ۔جس سے آپ کی سیرت کی تابناک جھلکیاں نمایاں ہیں ۔دوسرا باب ''مذہبی وسیاسی جدوجہد'' ہے جس میں بارہ عنوانات کے تحت بارہ مقالات کا انتخاب کیا گیا ہے جس سے آپ کی دعوت وعزیمت کی تابانیاں ظاہر و باہر ہیں ۔تیسرا باب ''علامہ خادم حسین رضوی کا سفر آخرت'' ہے ۔جس میں آپ کے سفر آخرت کے مناظر دکھائے گئے ہیں اور آپ کے بارے میں مذہبی وسیاسی اور سماجی شخصیات کے تعزینی کلمات و تاثرات دیئے گئے ہیں ۔آخر میں غازی تنویر احمد الحسینی کی لکھی ہوئی منقبت شامل کی گئی ہے یقیناً ''خادمیات'' کے حوالے سے یہ کتاب بھی گراں قدر اضافہ سے کم نہیں ہے یہ کتاب محافظ ختم نبوت،اسیر ناموس رسالت قبلہ غازی تنویر احمد قادری الحسینی کی خواہش پر لکھی گئی

ہے۔اور اسے زاویہ پبلشرز لاہور کے زیر اہتمام نہایت آب وتاب سے شائع کیا گیا ہے۔

(36) علامہ خادم حسین رضوی کا سخت الفاظ استعمال کرنا کیسا؟:

اس عنوان سے جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان نور مسجد کاغذی بازار کراچی نے سوشل میڈیا پر ایک مختصر رسالہ آن لائن کیا ہے جس میں گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی شدت پسندی کو درست قرار دیا ہے۔دلائل و براہین کے اجالے میں آپ کے مؤقف ''دشمن احمد پہ شدت کیجئے'' کو حق قرار دیا ہے۔

(37) ماہ نامہ ''الاشرفیہ'' مبارک پور، انڈیا:

ماہ نامہ ''الاشرفیہ'' مبارک پور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا دینی اور علمی ترجمان ہے علامہ مبارک حسین مصباحی کی ادارت میں یہ رسالہ سنی صحافت میں روز افزوں ترقی پر ہے۔اس کا شمارہ ستمبر تا دسمبر 2020ء راقم کے پیش نظر ہے۔اس میں امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پہ ایک خصوصی گوشہ ''لبیک یارسول'' شائع کیا ہے۔جس میں تین اہم مقالات شامل کیے گئے ہیں۔

پہلا مقالہ راقم کا ہے جس کا عنوان ''آہ! تحریک لبیک کا امیر المجاہدین ہمیں روتا چھوڑ گیا'' ہے جسے شہرت عام حاصل ہوئی ہے۔دوسرا مقالہ علامہ مبارک حسین مصباحی کے قلم فیض اثر کا نتیجہ ہے۔جس کا عنوان ''محافظ ناموس رسالت علامہ حافظ خادم حسین رضوی (باباجی) قدس سرہٗ'' ہے اس میں آپ نے نہایت تفصیلی انداز میں آپ کی حیات و خدمات پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔تیسرا مقالہ ابوحمزہ محمد عمران مدنی کا ہے جس کا عنوان ''علامہ خادم حسین رضوی۔ایک عظیم قائد'' ہے۔یہ خصوصی گوشہ صفحہ 74 تا 108 پر پھیلا ہوا ہے۔آخر میں ''خیر وخبر'' کے تحت صفحہ 143 تا 144 پر پٹنہ کی دینی و مذہبی درس گاہ الجامعۃ الرضویہ میں آپ کے بارے ایک تعزیتی اجلاس کی روداد بھی شامل ہے۔

(38) خصوصی نمبر علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' لاہور:

ماہ نامہ ''سیدھا راستہ'' لاہور دین حنیف کا ترجمان ہے۔اسے منیر اسلام علامہ منیر احمد یوسفی رحمۃ اللہ علیہ نے جاری فرمایا تھا جو اب بھی نہایت آب وتاب سے جاری وساری ہے۔اس کے سرپرست اعلیٰ پیر بشیر احمد یوسفی مدیر اعلیٰ مفتی حافظ خلیل احمد یوسفی ہیں۔اس کا شمارہ جمادی اولال جمادی الثانی 1442ھ جنوری 2021ء راقم کے پیش نظر ہے۔اس کے سرورق پر نمایاں طور پر ''خصوصی نمبر، شیخ الحدیث والتفسیر امیر المجاہدین قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ'' لکھا ہوا ہے۔اس شمارے میں اس خصوصی نمبر کے حوالے سے ''اداریہ''، ''ختم نبوت کے محافظ! الوداع'' اُم معاذ کے قلم سے ''تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم''، امیر المجاہدین کی سوانحی زندگی انہی کی زبانی، امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک پر مشاہیر اہل علم وقلم کے تاثرات مقالات اور مختلف شخصیات کے تعزیتی کلمات شامل ہیں۔

(39) امیر المجاہدین نمبر، ماہ نامہ مجلہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل:

ماہنامہ مجلہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل، ختم نبوت فورم کا ترجمان ہے، اس کی سرپرستی کا اعزاز اس ناچیز ہیچ مدان (سید صابر حسین

شاہ بخاری غفرلہٗ) کو حاصل ہے۔اس کے مدیر اعلیٰ علامہ مفتی سیّد محمد مبشر رضا قادری ہیں۔اس کی اشاعت ثانیہ شروع ہوئے ابھی پانچ ماہ ہی ہوئے کہ ہم محافظ ختم نبوت امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال سے دو چار ہو گئے۔ ہم اتنے عظیم سانحہ سے گزرے کہ ہم پر سکتے جیسی کیفیت طاری ہوگئی۔ہم نے مشاورت کی کہ اب آئندہ ''الخاتم'' کا شمارہ عام نہیں بلکہ ''امیر المجاہدین نمبر'' ہی ہوگا۔راقم نے اس خصوصی اشاعت کے لیے دنیا بھر کے اہل علم وقلم سے رابطے کیے اور ان سے مضامین ومقالات لکھوائے،شعراء کرام سے منظومات لکھوائیں کچھ مضامین ومقالات مختلف اخبارات ورسائل سے بھی جمع کیے۔ امید ہے کہ یہ خصوصی نمبر ہزار صفحات تک پہنچے گا۔ان شاءاللہ،دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ''الخاتم'' کا یہ ''امیر المجاہدین نمبر'' بھی نہایت آب وتاب سے زیور طباعت سے نوازا جائے اور قارئین کی ضیافت طبع کا سامان بنے۔آمین

(40) مجدد عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم،مجلہ،مخزن علم کراچی:

مجلہ ''مخزن علم'' کراچی،مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ(جامع مسجد عثمان غنی ٹھٹھائی کمپاؤنڈ،لائٹ ہاؤس) کراچی سے جاری ہوتا ہے علامہ محمد رئیس قادری اس کے نگران محمد انس رضا قادری،مدیر اعلیٰ اور حافظ احمد اس کے نائب مدیر ہیں۔اس کے سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ پیر سیّد شاہ عبدالحق قادری دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔یہ مجلہ نہایت علمی،فکری اور عصری موضوعات پر مشتمل ہوتا ہے۔جمای الثانی 1442ھ/جنوری 2021میں اس کی جلد نمبر 2 کا شمارہ نمبر 1 امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں،مجدد عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر'' کی صورت میں منصہ شہود پر آیا ہے۔صوری اور معنوی لحاظ سے یہ نمبر بے مثال ہے اس میں مدیر اعلی کے قلم سے اداریہ ''مجدد عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' نگران علامہ ابوثواب نازش قادری کے قلم سے'' حضور مرد مومن اور حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ مختلف شخصیت کے تعزیتی پیغامات وتاثرات، تحقیقی تعارف،امتیازات،خدمات،صفات،اعتراف کے عنوانات سے مشاہیر وعلم وقلم کے مضامین ومقالات شامل ہیں۔آخر میں شعراء کرام کا منظوم کلام شامل ہے۔یہ سب کچھ 192 صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔

(41) واقعات سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

''واقعات سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے امیر المجاہدین شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات سے ایسے واقعات کا انتخاب پیش کیا گیا ہے جن کا تعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ہے۔یہ کتاب ڈاکٹر عثمان چوہان چشتی اور انزل بٹ کی مشترکہ کاوش ہے۔خضر ریڈرز پبلی کیشنز لاہور کے تحت یہ علمی کاوش 2021ء میں بک فیئر لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔مولانا شیر جہاں چشتی کی کاوش خطبات خادم حسین رضوی اور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر خطبات سے یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔یہ 282 صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ

عاشق رسول حضرت امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے سینے میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کا ایک خزینہ محفوظ تھا جنہیں آپ نوک زباں پر لے آئے تھے۔ بے شک آپ نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کا خلاصہ اور نچوڑ پیش فرما دیا ہے۔ اللھم ادفزد

گویا امیر المجاہدین نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کو ایسے پیش فرمایا ہے کہ کوزے میں دریا کو بند فرمایا ہے۔

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے سچے عاشق رسول تھے کہ آپ نے اپنے قول وفعل سے لوگوں کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی جوت جگائی ہے کہ جسے دیکھو وہ ''لبیک لبیک لبیک یا رسول اللہ لبیک''، ''تاجدار ختم نبوت زندہ باد'' کا نعرہ مستانہ وار لگا رہا ہے۔ صاحبان علم وقلم اپنے اپنے مضامین و مقالات میں آپ کی حیات و خدمات کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ ہر اہل علم وقلم آپ کے بارے میں لکھنے کو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہے۔ اعزاز تصور کرتا ہے۔ مضامین و مقالات لکھے جا رہے ہیں۔ خصوصی اشاعتیں سامنے آ رہی ہیں۔ کتابیں شائع ہو رہی ہیں، یہ ایک ایسا سیل رواں ہے جو رکنے کا نام نہیں لے رہا۔ عصر حاضر میں شاید ہی کوئی ایسی شخصیت ہو جس پر اتنی تیزی سے نہایت ہی قلیل عرصے میں اتنا زیادہ تحریری کام سامنے آیا ہو۔

ع ایں سعادت بزور بازو نیست

آمدم برسر مطلب:

مؤلف کتاب ھذا ابو الناصر حافظ امانت علی سعیدی زید مجدہ بھی اسی قافلہ عشق و وفا کے راہی، اسلام کے سپاہی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی ہیں۔ آپ 1965ء میں پرانا کاہنہ لاہور میں پیدا ہوئے آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی حاجی فقیر محمد ہے۔ آپ نے جامعہ صدیقیہ انوار مدینہ کاہنہ نو لاہور میں علامہ الحاج حافظ محمد اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی گورنمنٹ ہائی سکول کاہنہ نو لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اور درس نظامی کی کتابیں ابو الفیض محمد شریف نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ زمانہ طالب علمی ہی سے قلم وقرطاس سے گہرا تعلق رہا۔ غزالئ دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید صادق ہیں اسی لیے ''سعیدی'' کہلاتے ہیں۔ مختلف مساجد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ سیاسی طور پر قائد اہلسنت علامہ حافظ قاری شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وابستہ رہے اور باقاعدہ جمعیت علمائے پاکستان حلقہ کاہنہ نو کے رکن بھی رہے۔

1992ء سے پیل فیکٹری قینچی امرسدھو فیروز پور روڈ لاہور میں ملازمت کر رہے ہیں۔ 2009ء میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کی سعادت سے ہمکنار ہوئے۔ 1918ء میں پھر دوبارہ زیارت حرمین شریفین کی

حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ 1987ء میں آپ کی ازواجی زندگی کا آغاز ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادیوں اور تین صاحبزادوں سے نوازا۔ صاحبزدوں کے نام بالترتیب طارق محمود، راشد محمود، ناصر محمود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے علم وعمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر کی ترغیب پر آپ نے 2004ء میں جہاد بالقلم کا آغاز فرمایا۔ آپ نے لکھنا شروع کیا اور پھر لکھتے ہی گئے آپ کا اراہوار قلم نہایت تیزی سے رواں دواں ہے۔ آپ نے قلم اٹھایا اور سب سے پہلے اپنے پیرومرشد کی سوانح حیات ''حیات غزالئ زماں'' لکھی جو 2004ء میں شائع ہو کر سامنے آئی ''کرامات کاظمی'' میں آپ کی کرامات کو یکجا کر کے شائع فرمایا۔ گلشن کاظمی میں غزالئ دوراں رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کے مختلف خطبات کا گلشن سجایا۔

''غزالئ زماں کا طرز استدلال'' میں اپنے پیرومرشد کے منفرد انداز استدلال پر مختلف اہل علم وقلم کے مقالات جمع فرمائے۔

''گلشن ابراہیم علیہ السلام'' میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے احوال وآثار کو نہایت مورخانہ انداز میں ضبط تحریر میں لایا اور اسے چودہ ابواب میں پھیلایا۔

''خوشبوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم'' میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کو موضوع سخن بنایا اور اس خوشبو کو بھی گیارہ ابواب میں پھیلایا۔

''بارہ امام روشن ستارے'' میں اہل بیت اطہار کے بارہ ائمہ کے حالات وواقعات کو احاطہ تحریر میں لاکر محب اہلبیت ہونے کا ثبوت دیا۔

''کرونا وائرس کیا ہے اور نجات کیسے ممکن ہے'' میں عالمی وبا کرونا وائرس سے حفاظت کے لیے خصوصی دعائیں اور احتیاطی تدابیر کو سامنے لائے۔ اسے بھی دو ابواب میں تقسیم فرمایا۔ باب اول: اسلامی نقطہ نظر قرآن وحدیث کی روشنی میں، باب دوم: اخبارات کی نظر میں ''تحریک تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم'' میں تحریک ختم نبوت 2017ء کا لمحہ بہ لمحہ محفوظ فرمایا۔

''علماء اہل سنت کا کردار عزیمت'' میں اکابر علماء اہل سنت کی تحریک دعوت وعزیمت کو نہایت تفصیل سے سامنے لائے (یہ کتاب ابھی زیر طبع ہے)

''تذکار اصحاب بدر'' میں بدری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے تذکار کو نہایت احسن انداز میں، صفحہ قرطاس پر لائے ہیں۔ (نیز یہ بھی زیر طبع ہے)

(42) جہانِ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی:

پیش نظر کتاب ''جہانِ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی'' آپ نے تحریک لبیک یا رسول اللہ کے روح رواں اور

امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار کے لیے یہ مختص فرمائی ہے ۔آپ سے آپ کو جنوں کی حد تک عشق ہے ۔اگر چہ آپ کے حوالے سے درجنوں کتابیں شائع ہو کر سامنے آ چکی ہیں لیکن امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا یہ ایک ایسا دریائے فرات ہے جس کا کنارا دور دور تک نظر نہیں آ تا ۔پیش نظر کتاب میں آپ نے ان سے اپنی بھر پور عقیدت کا اظہار فرمایا ہے ۔پھر ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کتاب لکھنا بھی ایک بہت بڑی سعادت ہے ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

اگر چہ کئی مضامین ومقالات میں تکرار ہے لیکن عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے کا اصرار ہے کہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار میں تکرار ہی بہتر اور مناسب ہے ۔پھر ہر ایک کا اپنا اپنا انداز تحریر اور انداز اسلوب ہے ۔

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

آپ نے یہ کتاب نہایت محنت اور عقیدت سے ترتیب دی ہے ۔آپ نے مختلف رسائل اور اخبارات کا نہایت عرق ریزی سے مطالعہ کیا اور پھر ان میں سے مطلوبہ مواد کو الگ کیا،اسے نہایت طریقے اور سلیقے سے مسلک مروارید کی طرح ایک خوب صورت گلستان کی طرح ایک کتاب میں سجا دیا ۔آپ کی نظر انتخاب کو داد دینا پڑتی ہے ۔یقیناً اس کتاب سے جہاں امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کی زندگی کے مختلف پہلو قاری کے سامنے آ جاتے ہیں ۔کتاب کی ترتیب وتہذیب بھی خوب ہے ۔کتاب کے آخر میں ''مآخذ و مراجع'' کی فہرست بھی دے دی گئی ہے جو محققین کے لیے مشعل راہ سے کم نہیں ہے ۔اس عظیم وضخیم کتاب کی اشاعت بھی حسب روایت اکبر بک سیلرز لاہور کے حصے میں آئی ہے'' خادمیات کے حوالے سے یہ ایک گراں قدر اضافہ ہے ۔فقیر انہیں اس پر ہدیہ،تبریک اور مبارک باد پیش کرتا ہے ۔''اللھم زد فزد

اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے علم وقلم میں مزید جولانیا،روانیاں اور فراوانیاں عطا فرمائے اور آپ کے اس جذبہ ذوق و شوق کو ہمیشہ باسلامت با کرامت اور بااستقامت رکھے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے ۔آمین

اور ناشر اہلسنت محمد اکبر قادری نے اپنے ادارے اکبر بک سیلرز اردو بازار لاہور کے زیر اہتمام نہایت قلیل عرصے میں مشاہیر اہلسنت کی ایسی بے شمار کتابیں شائع فرمائی ہیں جن کے مطالعہ سے جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید جلا ملتی ہے اور نکھار آتا ہے امیر علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آپ نے نہایت بہترین دو کتابیں نہایت آب تاب سے شائع فرما کر عام کی ہیں امیر المجاہدین کے حوالے سے آپ کے ادارے سے یہ تیسری کتاب ہے جو قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش کی جا رہی ہے ۔

(43) تقدیمات خادمیہ:

امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ایک نام ''مولانا حافظ فرمان علی'' ہے۔آپ عالم فاضل، مدرس اور منتظم ہیں، جامعہ محمدیہ غوثیہ فیض القرآن کامرہ کینٹ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور بزم رضا کامرہ کینٹ کے زیر اہتمام جہاد بالقلم کا فریضہ بھی ادا فرمارہے ہیں۔امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف کتابوں پر جو تقدیمات اور تقریظات لکھی ہیں۔آپ نے نہایت محنت اور تحقیق سے ان سب کو'' تقدیمات خادمیہ'' کے نام سے یکجا کر دیا ہے۔اس کتاب سے امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ کی تقدیم نگاری اور تقریظ نگاری کا ادبی، علمی اور تحقیقی پہلو نمایاں طور پر سامنے آجاتا ہے۔''خادمیات'' پر تحقیق کرنے والے محققین کے لئے یہ کتاب مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔عنقریب یہ کتاب بھی شائع ہو کر سامنے آجائے گی۔

آمین ثم آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وعلی، ملۃ اوراولیاء امۃ اجمعین



امیر المجاہدین اپنے ملفوظات کی روشنی میں

ناز ش مدنی مراد آبادی

امیر المجاہدین استاذ العلماء والفضلاء امام الصرف شیخ الحدیث والتفسیر علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا شمار ان نابغہ روزگار نفوس قدسیہ میں ہوتا جن کی مکمل زندگی ناموس رسالت وعقیدہ ختم نبوت پہ پہرہ دیتے ہوئے گزری آپ علیہ الرحمہ لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر تادم مرگ اس مشن کو لیکر کوشاں رہے اور وصال سے چند دن قبل بھی فیض آباد دھرنے میں 103 بخار کی شدید مشقت برداشت کر کے یہ ثابت کر گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام جب تک زندہ ہے وہ ناموس رسالت پہ آنچ نہیں آنے دیگا۔ آپ علیہ الرحمہ کے اگر ملفوظات شریفہ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ ناموس رسالت کی محافظت آپ نے اپنی زندگی کا مقصد اصلی بنایا ہوا تھا اور یہ جذبہ آپ کی رگ وپے میں رچا بسا تھا اور کیوں نہ ہو آپ دنیا کو یہ پیغام دے گئے۔ ع

انہیں جانا انہیں مانا نا رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

ذیل میں آپ کے کچھ ملفوظات کو ذکر کیا جاتا ہے

اگر دنیا وآخرت میں عزت چاہتے ہو تو لبیک یارسول اللہ کا نعرہ لگا دو، ایک جنگ شروع ہو چکی ہے اور یہ ناموس رسالت کی جنگ ہے جو اس جنگ میں پیچھے رہتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے غداری کر رہا ہے۔

میری داڑھی سفید ہو گئی اور بہت سی کتابیں پڑھیں مگر مجھے ایک بھی ایسی روایت نہیں ملی کہ جس سے پتا چلے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ سے 2 نمبری کی ہو وہ بچ گیا ہو۔

اسلام قربانیوں کا نام ہے چیخنے چلانے کا نہیں، اگر ہم فیض آباد میں جل کر راکھ بھی ہو جاتے تو حضور ﷺ کی ختم نبوت کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی بھی اہمیت نہیں۔

جس کے پاس 4 پیسے آجاتے ہیں وہ حضور ﷺ سے محبت کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ ایسی امیری سے انسان غریب ہی بہتر ہے۔

لبیک کا نعرہ سیاسی نہیں اس سے بڑھ کر اسلام کا نعرہ ہی کوئی نہیں، دو مرتبہ لبیک کا مطلب قیامت تک حاضر ہوں تین مرتبہ لبیک کا مطلب یارسول اللہ جنت میں بھی غلام حاضر ہے۔

اسلام کسی کا قرض نہیں رکھتا اگر کسی نے صرف اسلام کے بارے میں کلمہ خیر بھی کہہ دیا تو اسلام اس جملہ کے صدقے ہزاروں لوگوں میں اسکی تعریف کروا دیتا ہے۔

نوجوانوں! تم اٹھ کھڑے ہوئے تمہارا اُٹھ کھڑا ہونا ہی کافی ہے اسلام تمہاری جوانیاں بھی بچائے گا اور تمہاری عزتیں بھی اگر اسلام کے ساتھ چلو گے تو تمہارا نام بھی روشن ہوگا۔

باتوں سے بات نہیں بنے گی دین نافذ کرنے کے لیے گھروں سے نکلنا ہوگا میں نے کتنی مرتبہ کہا تھا کہ گنہگار کے لیے معافی ہے غدار کے لیے کوئی معافی نہیں اور غازی کے قاتل تو ناموس رسالت کے غدار ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تو پیٹ پہ پتھر باندھ کر بھی نماز نہیں چھوڑی اور تم اعلیٰ کھانا کھا کر کہتے ہو کہ دین پر چلنا مشکل ہے۔

پاکستان کی ترقی ناموس رسالت اور ختم نبوت پہ ڈاکہ ڈال کر نہیں بلکہ تحفظ کر کے ہے، جب رسول اللہ ﷺ کا دین تخت پر ہوگا تو کوئی کسی کا حق نہیں مارے گا۔

اگر امت مسلمہ ترقی چاہتی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی محبت اپنے دلوں میں مزید پیدا کرے حضور اقدس ﷺ کی تعظیم و توقیر ہر مسلمان پر فرض اعظم بلکہ جان ایمان ہے، بیٹیوں کی عزتوں کی حفاظت تبھی ہوگی جب حضور ﷺ کا دین تخت پر ہوگا اگر کوئی اسلام کی مدد نہ کرنا چاہے تو اسلام کوئی اسکی مدد کا محتاج نہیں۔اسلام تو کمزوروں کو اتنی طاقت دے دیتا ہے کہ وہ ظالموں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور فتح یاب ہو جاتے ہیں۔

نوٹ۔ یہ تمام ملفوظات قبلہ امیر المجاہدین قدس سرہ کی شوشل پوسٹوں سے حاصل کیے گیے ہیں۔



علامہ رضوی اپنے ملفوظات کے آئینے میں

خلیل احمد فیضانی (جودھپور، راجھستان)

عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے "انما یترشح ما فی الاناء" یعنی جس برتن میں جو ہو گا وہی ٹپکے گا۔ یہ مقولہ اپنے عموم کے ذریعہ ہر صورت و ہر جگہ پر منطبق ہوتا ہے اسی مقولہ کی روشنی میں جب ہم علامہ خادم حسین صاحب رضوی علیہ الرحمۃ کی گفتار و کردار کا جائزہ لیتے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمیشہ عشق و مستی، وفاداری و خودداری، صدق و وفا، جواں مردی و شجاعت، عاجزی و انکساری، اور صبر و تحمل کا ہی درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس سے عقل مند آدمی با آسانی پتہ لگا سکتا ہے کہ جب وہ غیروں کو ان اوصاف حمیدہ کا خوگر بنانا چاہتے تھے تو وہ خود ان خوبیوں سے کس قدر متصف رہے ہوں گے۔

صاحب البیت ادری بما فیہ کے تحت خود انہی کی زبانی ان کے اقوال و فرمودات کو پڑھتے ہیں اور ان اوصاف جمیلہ کو اپنے ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں ا اقبال کہتا ہے عقل دیکھتی ہے کل کیا ہو گا پرسوں کیا ہو گا پیسے کہاں سے آتے ہیں عاشق صرف یہ دیکھتا ہے میرے نبی ﷺ کی شان و عظمت کس بات میں ہے جب ہم بابا صاحب کی زندگی کو پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنی ساری زندگی علامہ اقبال کے اس قول پر عمل پیرا ہو کر گزاری آپ کی اس سے بڑی سعادت مندی اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کی پہچان ہی عشق رسالت ﷺ سے بنی اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا مقصد ہی تحفظ ناموس رسالت بنا دیا تھا اور ساری زندگی اس پر عمل پیرا رہے۔

اعلیٰ حضرت کا یہ شعر ہمیں ان کے مقصد زندگی کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو گا کہ

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

لوگوں نے اسلام کھانے پینے کا نام رکھا ہوا ہے بیس قسم کی ڈشیں کھانے والوں کو کیا معلوم کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پیٹ پر پتھر باندھ کر مٹی کیسے اٹھائی جو انسان اپنے بیٹے کی شادی میں بے تحاشا رقم اڑا کر شیطانی اخوت کا ثبوت دیتا ہے اور غریب آدمی کی بیٹی کی شادی میں شرکت کو بھی اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتا ہے اس سڑیل سے کیا توقع کی جا سکتی کہ وہ دینی حمیت کا جذبہ لے کر اٹھے گا اور معاشرہ کی اصلاح کا کارنامہ انجام دے گا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کو کوئی خرید نہیں سکا اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تعارف ایسے کروایا فرمایا قیامت تک احمد رضا شہد کی وہ مکھی ہے جس کے شہد کا جواب بھی نہیں جس کے ڈنک کا جواب بھی نہیں آپ فرماتے تھے کہ میں جس طرح کلام پاک کا حافظ ہوں اسی طرح کلام اعلی حضرت کا بھی حافظ ہوں یہ اسی عشق رضا اور فیضان رضا کا صدقہ تھا کہ یہ طور و طریقہ قدرے آپ کے اندر بھی سرایت کر گیا تھا

اس لیے کہ جہاں آپ عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور سینہ کا سرور تھے وہیں آپ دشمنان رسول ﷺ کے لیے شمشیر بے نیام اور ان کے تابوت کی آخری کیل بھی تھے۔

اقبال کہتا ہے اگر امت مسلمہ زندہ رہنا چاہتی ہے عزت کے ساتھ تو پھر ایک ہی طریقہ ہے کہ حضور ﷺ کے دین پر چلو آپ کا یہ وصف نمایاں تھا کہ آپ نے فکر اقبال کو اسلامی معاشرہ میں راسخ کر دیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلمان جب تک دین مصطفی ﷺ پر عملی طور پر گامزن نہیں ہوگا اسی طرح دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے گا تبھی تو اقبال بول اٹھا کہ

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوے تارک قرآں ہو کر

لیکن آج بھی اگر ہم سنبھل جاتے ہیں اور قرآنی تعلیمات کو حرز جاں بنانے پر عزم کر لیتے ہیں تو آج بھی کفار کا تسلط ختم ہو سکتا ہے۔ بزدل بندے کا کام ہی نہیں ہے کہ وہ دین کی ترجمانی کرے، بزدلی ہر جگہ عیب ہے لیکن جب ناموس رسالت ﷺ کی بات آئے تو وہاں پر بزدلی فقط عیب نہیں بلکہ بے غیرتی اور نمک حرامی کا روپ دھار لیتی ہے۔

جب ہم باباجی کے طرز حیات کو دیکھتے ہیں تو باباصاحب کی زندگی کو اس شعر کا عملی نمونہ پاتے ہیں کہ

آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

تو یقیناً آپ اپنے اس قول پر عمل پیرا تھے اور آپ نے اسلامی معاشرہ کو بھی شجاعت و جواں مردی کا وہ جوہر عطا فرمایا کہ ہر بچے کی زبان پر من سب نبیا فاقتلوہ کی ضرب جاری کر دی آپ اکثر اپنی تقریروں میں فرمایا کرتے کہ نبی کریم کی تلوار مبارک پر یہ الفاظ کندہ تھے کہ وفی الاقبال مکرمہ و فی الجبن عار والمرء لاینجو بالقدر یعنی آگے بڑھنا عزت ہے بزدلی سراپا شرمندگی ہے انسان بزدلی کی وجہ سے تقدیر سے بچ نہیں سکتا۔

ناموس رسالت ﷺ پر حملہ دنیا کی سب سے بڑی دہشت گردی ہے آج لوگ مسلمانوں کو دہشت گرد کہتے ہیں جب کہ مسلمان دنیا کی سب سے مظلوم قوم ہے یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ خیر یہ سب ان کی اسلام دشمنی کا نتیجہ ہے لیکن جس نبی ﷺ کے صدقے میں کائنات بنی جن کے صدقے ہم عدم کی کوکھ سے ماں کی گود میں آئے اس نبی رحمت ﷺ کے بارے میں اگر کوئی بکواس کرتا ہے تو کچھ بھی ایکشن نہیں لیا جاتا جب کہ دنیا کی سب سے بڑی دہشت گردی یہی ہے کہ پیغمبر امن کے خلاف زبان درازی کر کے درس امن کو تار تار کیا جائے اور خلق کی ایک تعداد کو غضب خداوندی کا مستحق بنا دیا جائے۔

ساری دنیا کی عزتیں اس خاک پر قربان جہاں میرے آقا و مولا ﷺ نے ایک بار قدم مبارک رکھا اگر عاشق کی نگاہ میں اپنے محبوب کے علاوہ کوئی جچ جائے تو اسے اپنے دعویٔ عشق پر نظر ثانی کرنی چاہیے لیکن جو عاشق صادق ہوگا اس کی نظر میں

دنیا و مافیہا کی کوئی وقعت نہیں ہوگی اس کا مطلوب و مقصود یہی ہوگا کہ میرے محبوب کی رضا کس میں ہے ۔ یقیناً علامہ صاحب اپنے فرمان کی عملی تصویر تھے ۔

انہیں جانا انہیں مانا

دل لگانے کی کائنات میں صرف ایک جگہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک ہے باباجی نے ایسا دل لگایا کہ اپنی ساری طاقت وقوت ناموس رسالت ﷺ کے لیے داؤ پر لگا دی ایک بار ان کے بیٹے نے ان سے کہا!

''اباجی تحریک کے ایک کام کے لیے کچھ پیسے چاہییں کہاں سے لائیں؟ آپ نے دو چار چیزوں کی نشاندہی فرمائی کہ ان کو بیچ دو لیکن صاحبزادے نے عرض کی اباجی اخراجات زیادہ ہیں ابھی بھی پیسے کم پڑے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا! میرے والی گاڑی بیچ دو تو ان کے بیٹے نے عرض کی نہ اباجی میں تو پرکھ رہا تھا کہ آپ کا عشق مصطفیٰ ﷺ کتنے عروج پر ہے ۔

یعنی آپ نے اپنی پرسنل گاڑی کو بھی تحریک کے لیے وقف کر دیا تھا اگر اسی جذبہ صادقہ سے لیث ہو کر آج ہم بھی میدان میں آتے ہیں تو غیر کی کیا مجال رہ جاتی ہے کہ وہ آنکھ اٹھا کر بھی ہماری طرف دیکھ سکے ۔

اقبال کہتا ہے! جو اگر مگر کرتا ہے سمجھ جائیے گا اس کے پاس عشق کوئی نہیں عشق اگر مگر نہیں کرتا عشق صرف یہ دیکھتا ہے میرے نبی ﷺ کا مقام کیا ہے میرے نبی ﷺ کی عظمت کیا ہے جو انسان ہر جگہ پر خصوصاً دین میں جب اپنی ناقص عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہے تو اخیر میں وہ ایسی ٹھوکر کھاتا ہے کہ کہیں کا نہیں رہتا اور جو خوش بخت و سلیم الفطرت انسان تسلیم و رضا کا پیکر بن کر کھڑا رہتا ہے کامیابیوں و سعادتوں سے ہمکنار رہی ہوتا ہے عاشق یہ نہیں دیکھتا کہ لوگ کیا کہیں گے عاشق یہ دیکھتا ہے کہ میرے محبوب کی رضا کس چیز میں ہے اور جو یہ دیکھتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے وہ عاشق نہیں بلکہ ذیاب فی ثیاب کی چلتی پھرتی ایک عملی تصویر ہے ۔

حدیث پاک ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالی بھلائی کا ارادہ فرمانا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے ۔ اللہ تعالی کا شکر و احسان ہے اس امت پر کہ اس نے اس امت میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے نفوس قدسیہ پیدا فرمائے جو فقاہت دینی میں بھی ضرب المثل تھے اور دین کی ترجمانی کرنے کے مجاز بھی تھے انہیں پاکباز ہستیوں کے صدقے میں اللہ تعالی نے اس صدی میں بھی ایسے بندے کا انتخاب فرمایا جو دین کا ترجمان اور حق کا داعی تھا وہ دین کی روح سے آشنا تھا اس لیے جب بھی اس کی زبان کھلتی تو دین ہی کی خاطر کھلتی دینی حمیت و غیرت کے جذبہ سے اس قدر سرشار تھا کہ وہ جو بولتا گیا تاریخ بنتی گئی ان کے اقوال و ملفوظات نے معاشرہ کے اندر اسلامی غیرت کی روح پھونک کر رکھ دی قاری جب ان کے اقوال کو پڑھتا ہے تو یقین کر لیتا ہے کہ وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا بلکہ حق کا علمبردار اور عشق و وفا کا کوہ ہمالہ تھا اس لیے چند اقوال کی وضاحت پیش خدمت ہے تا کہ ان کی وفاداری کے صدقے کچھ نہ کچھ ہمیں بھی عطا ہو ۔

اقبال کہتا ہے! لارڈ فرنگی کہہ رہا تھا مسلمانوں کو سدا غلام بنا کر رکھنا انہوں نے کہا یہ تو غلام نہیں بنتے ان کے پاس آٹھ تلواریں ہوں تب بھی بدر میں چلے جاتے ہیں انگریز کی مسلمانوں سے بایں وجہ تو دشمنی ہے کہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آج مسلمان سویا ہوا ہے کل اگر جاگ گیا تو ایک نئی صبح کا آغاز کرے گا جس طرح کل قیصر و کسری کے مالک ہو گئے کہیں پھر وہی جذبہ وہی مستی وہی رنگ لوٹ کر آ گیا تو ہم کو بھی قید و بند کی صعوبتوں سے دو چار نہ ہونا پڑ جائے۔ پس اگر مسلمان اللہ عزوجل و رسول سے وفاداری شروع کر دے تو آج بھی میدان اسی کا ہے عشق اپنے فیصلے کرنے میں خود بڑا دلیر ہے اقبال کہتا ہے دین تو نام ہی حضور ﷺ کی آبرو کے لئے اپنے آپ کو جلا دینے کا ہے آپ نے بھولی بسری امت کو طریق عشق کا راہی بنایا جو نوجوان کسی حسینہ کی دام زلف کے اسیر ہو چکے تھے انہیں رخ مصطفیٰ کا شیدائی بنا دیا کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ محض لفاظی یا تقریری جوش سے یہ نوجوان نسلیں سدھرنے والی نہیں اگر ان کے اندر غیرت و حمیت کا مادہ پیدا کرنا ہے تو عشق مصطفیٰ سے سرشار کرنا پڑے گا پس آپ نے عشق و مستی کا وہ جہاں آباد کیا کہ قیامت تک آپ موضوع عشق کا عنوان بنے رہیں گے۔

امتی کو کیا چاہیے حضور ﷺ سے کیسے پیار کرنا چاہیے امتی لوگوں سے پوچھ پوچھ کر پیار کرتا ہے انگوٹھے چومنا کہاں لکھا ہے میں نے کہا کہیں نہیں لکھا میں چومتا ہوں ویسے محبت کا یہ انداز ہوتا ہے محبت پوچھ پوچھ کر نہیں ہوتی محبت انے واہ ہوتی ہے جو شخص عیوب و نقائص کا پلندہ ہو اس سے بھی اگر کسی کو محبت ہو جائے تو کوئی عیب نظر نہیں آتا ہے لیکن ہمارے محبوب کی تو شان ہی نرالی ہے شاعر کہتا ہے چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے چاند میں تو داغ ان کا چہرہ صاف ہے باباجی ہمیشہ یہی فرماتے تھے کہ محبت انے واہ ہوتی ہے اس کا لغوی معنیٰ تو فقیر کے علم میں نہیں لیکن آپ کی درد بھری اور عشق و مستی سے سرشار آواز سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ تمہاری محبت اس طرح ہونی چاہیے کہ اگر ساری دنیا بھی تمہارے خلاف کھڑی ہو جائے تب بھی در مصطفیٰ نہ چھوڑنا۔

جس قوم کے چوروں کے بورڈ چوکوں میں لگ جائے کہ یہ قوم کے رہنما ہیں جب قوم کے ڈاکو، چور، قوم کے رہنما بن جائیں ان پر لوگ فخر کریں ان کے لوگ نعرے لگائیں اس قوم کو کب اللہ ہدایت دے گا اس قوم پر کب اللہ کی رحمت آئے گی علامہ رضوی کا یہ انداز کہ آپ کسی بڑے سے بڑے سیاسی لیڈر کو بھی لتاڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جرات و بہادری آپ کو گھٹی میں پلا دی گئی تھی اسی جذبہ جاویداں کے تحت آپ نے زندگی گزاری اور پسماندگان متوسلین محبین و معتقدین کو بھی یہی درس وفا دے کر گئے کہ ہم ہمارے نبی کے وہ غلام ہیں جو سر کٹا تو سکتے ہیں لیکن سر جھکا نہیں سکتے جن کا ہم کام کر رہے ہیں وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں یقینا یہ ایک سنی صحیح العقیدہ کا عقیدہ ہونا ہی چاہیے کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ کو سرکار ملاحظہ فرما رہے ہیں امام حجر عسقلانی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ:

لا فرق بین حیاته و موته اس کا ترجمہ یہی ہے کہ سرکار اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

جن سے خدا کی ذات نہیں چھپی اس سے امتی کا دن و رات کیسے چھپ سکتے ہیں اپنے دشمن کو چھوڑ دینا بہادری ہے اور سرکار دو

عالم ﷺ کے دشمن کو چھوڑ دینا بے غیرتی ہے یقینا حدیث پاک کے مطابق بہادر وہ ہے جو طاقت ہونے کے باوجود فریق مخالف کو گلے لگا لے لیکن اس کے برعکس آج کل کچھ نام نہاد مسلمانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص اگر ان کی ذات یا ان کے ماں، باپ پر طعن و تشنیع کرتا ہے تو اپنی بہادری کے جھنڈے گاڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور غصے سے آگ بگولہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر سرکار ﷺ کی ذات پر حملہ کرنے والوں کے خلاف ایکشن لینے کا بولا جائے تو معافی کے فضائل اور اس پر مرتب ہونے والے اخروی اجر کی ایسی (ایموشنل) تقریر سناتے ہیں کہ ناخواندہ مسلمان تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کہ اب کیا کرنا چاہیے اس کو بہکاتے ہوئے اس طرح کہتے ہیں. دیکھو ہمارے نبی رحمۃ للعالمین ہیں آپ بہت معاف کرنے والے تھے اس لیے ہمیں بھی معاف کر دینا چاہیے ایسے بے غیرت سے احتراز و اجتناب از حد لازم و ضروری ہے کاش وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کی جاں نثاریوں کے قصے پڑھ لیتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ معافی کا درس وہاں دیا جاتا ہے جہاں پر بات ذاتیات کی ہو لیکن جہاں بات آجائے حضور ﷺ کی تو پھر گستاخ کے لیے معافی اخلاق نہیں رہ جاتی بلکہ اس کا سرتن سے جدا کرنا ہی عین خلق قرار دیا جاتا ہے۔ انسان دلیر ہی اسی وقت ہوتا ہے جب دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو یہ بات شمس و امس سے زیادہ واضح ہے کہ غیر مسلم کو جب موت سر پر دکھتی ہے تو وہ اسلام کی حقانیت کا قائل ہو جاتا ہے اس کی سب بڑی مثال فرعون کا واقعہ ہے کہ جب اس کی روح حلقوم کو پہنچی تو چیخ اٹھا کہ میں بھی مومن ہوں لیکن اسے اس وقت کے ایمان نے نفع نہ دیا لیکن اس کے برعکس جو عاشق صادق ہوتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جیسے جیسے موت کا وقت قریب ہوتا ہے عاشق پھولے نہیں سماتا کیوں کہ آج اس کو یار کی دید ہونی ہے جس کی ایک جھلک کے لیے اس نے ہزار موتوں کو شکست دی اس کی بڑی مثال حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ ہے عشق پوچھ پوچھ کر نہیں ہوتا عشق ہوتا ہے بغیر سوچے سمجھے بزرگوں نے فرمایا کہ العشق نار یحرك ما سوی الحبیب یعنی عشق ایک ایسا اینٹی وائرس ہے جو سارے وائرسوں کا خاتمہ کر دیتا ہے اور عاشق کو بصحت و عافیت اپنے محبوب سے جا ملاتا ہے۔

باباجی نے تو اسی قول پر اپنا سارا عرصہ حیات مرکوز کر دیا تھا انہوں نے اپنی تحریک کا نام ہی تحریک لبیک رکھا یعنی یارسول اللہ آپ کا عاشق تن من دھن اور اپنی آل اور اولاد کے ساتھ آپ کی ناموس کے لیے حاضر ہے یہی تو عاشق کی علامت ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے لیے دونوں جہانوں کو بھی تیاگ دیتا ہے اور جو دعوے تو بلند و بانگ کرے لیکن غداری کا عنصر بھی ساتھ میں برقرار رکھے وہ عاشق صادق نہیں بلکہ فاسق کاذب ہوگا۔

اگر تم حضور ﷺ سے وفا کرو گے تو ساری دنیا تمہاری وفادار ہو جائے گی جب ہم نے وفا کا درس بھلا دیا تو اللہ تعالی کی رحمت بھی ہم سے روٹھ گئی یقیناً آج بھی اگر ہم ایک امت بن کر در مصطفی ﷺ پر حاضر ہوتے ہیں تو ساری دنیا ہمارے قدموں تلے ڈھیر ہو جائے گی بابا صاحب نے ساری زندگی تاجدار مدینہ سے وفاداری کا درس دیا اور خود بھی ہمیشہ وفادار غلام کی سی زندگی

گزاری۔

سب کچھ لٹا سکتے ہیں لیکن حضور ﷺ کی عزت و آبرو پر کبھی سوداگری نہیں کر سکتے غیرت مند مومن کا یہ نشان امتیاز ہوتا ہے کہ دنیا ادھر کی ادھر کیوں نہ ہو جائے اس کے جسم کو لوہے کی کنگھیوں سے ادھیڑا جائے یا فصیل دار پر اس کو چڑھایا جائے یہ سب وہ ہنسی خوشی قبول کرے گا لیکن اپنے آقا پر نکتہ چینی برداشت نہیں کرے گا بابا صاحب نے اپنا ساری زندگی حضور ﷺ کے نام پر لگا دی اور اس طرح حزب مخالف کا تعاقب فرمایا کہ کعصف ماکول کا عملی نمونہ بنا کر چھوڑا۔

دس محرم کو ایک چاولوں کی دیگ پکا دینا حسینی مشن نہیں بلکہ یزید کے سامنے ڈٹ جانا حسینی مشن ہے آج یقینا ہمارا معاشرہ محرم کے ایک دیگ چاول کو اسلام اور ایک گلاس سبیل کو اس پر عمل پیرا ہونا سمجھ بیٹھا ہے جن شقی القلب افراد کے سامنے امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ سینہ سپر ہو گئے تھے اور اپنے خاندان کو تحفظ اسلام کے خاطر قربان کر دیا تھا آج اسی حسین کو ماننے والے ظالم کے ساتھ کھڑے ہو کر سیلفی لینے کو فوز و فلاح کی نشانی قرار دے رہے ہیں بدبخت اہل تشیع کہ اپنے آپ کو حسینی مشن کا مبلغ و علمبردار گردانتے ہیں لیکن حمایت و نصرت کی جب باری آتی ہے تو یزید کا بھی با نگ دہل ساتھ دیتے ہیں تو حسینی مشن یہ نہیں کہ ایک دیگ چاول پکا کر سال بھر سو جاؤ، حسینی مشن و پیغام تو یہ ہے کہ یزید صفت درندوں کی نینداڑا کر رکھ دو اور علی الاعلان اسلامی احکام کا تحفظ کرو۔



''مسئلہ ناموس رسالت'' دنیا کے ہر مسئلہ سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے

مفتی ضیاء احمد قادری رضوی

فقیر نے سنہ ۲۰۱۵ء میں جامع مسجد غوثیہ ندیم ٹاؤن ملتان چونگی میں بعد از نماز فجر درس قرآن شروع کیا اور وہ بحمد اللہ تعالی (۲۰۲۰ء) فروری میں اختتام ہوا۔اس کے اختتام پر جلسہ دستار فضیلت منعقد کیا گیا، جس میں خصوصی خطاب حضور امیر المجاہدین فضیلۃ الشیخ حضرت العلام مولانا حافظ خادم حسین رضوی حفظہ اللہ تعالی نے فرمایا، جناب نے اپنے خطاب سے پہلے فقیر کو حکم دیا کہ آپ بھی کچھ بیان کر دیں۔تو اس وقت فقیر نے سورۃ الھمزہ سے مسئلہ ناموس رسالت اور ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کیا، حضور امیر المجاہدین حفظہ اللہ تعالی نے فقیر کو شاباش دی۔اس کے کچھ ہی دنوں بعد میں نے خواب دیکھا کہ حضور امیر المجاہدین حفظہ اللہ تعالی کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ سے عرض کی کہ حضور! میں قرآن کریم پر ناموس رسالت کے حوالے سے کام کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ آپ حضرت سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں جاؤ اور ان سے اجازت لو۔میں وہیں سے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے روانہ ہوگیا۔پھر دوسرے دن امیر المجاہدین حفظہ اللہ تعالی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا اور خواب کا واقعہ عرض کیا تو فرمانے لگے کہ یہ کام ضرور کرو اور اس کے بعد کافی نصیحتیں فرماتے رہے۔یوں اس فقیر نے اس پر کام شروع کر دیا۔

تفسیر کا کام مکمل ہونے کے بعد فقیر اپنے چند عزیزوں (مولانا محمد ذیشان رضوی، مولانا محمد وسیم عالم، مولانا محمد عدیل، پیر محمد اطہر قادری، محمد حسنین قادری) کے ہمراہ حضور امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی کی خدمت میں زیارت کی غرض سے حاضر ہوا، تو آپ نے استفسار فرمایا کہ تفسیر کے کام کیا بنا؟ میں نے عرض کی کہ وہ پانچ مجلدات میں اور چار ہزار صفحات پر کام مکمل ہو گیا ہے اور طباعت کے لئے بھیج دیا گیا ہے۔جناب بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ اتنا بڑا کام ناموس رسالت پر تو آج تک نہیں ہوا کیونکہ جتنی بھی کتب ملتی ہیں وہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہیں۔ماشاء اللہ یہ کام چار ہزار صفحات پر ہے۔اس کے بعد فقیر کو بہت زیادہ دعاؤں سے نوازا۔پھر فرمانے لگے کہ کب تک تفسیر طبع ہو کر آجائے گی؟ میں نے عرض کی: حضور! پندرہ بیس دن میں ان شاء اللہ آجائے گی۔فرمانے لگے کہ جیسے ہی آئے فوراً میرے پاس لانا، میں نے عرض کی: جی حضور! جیسے ہی آئے گی فقیر جناب کی خدمت میں لے آئے گا۔بس اللہ تعالی کو کچھ اور ہی منظور تھا اس کے کچھ ہی دنوں بعد آپ رحمہ اللہ تعالی وصال فرما گئے۔

اس کے بعد فقیر کو حضرت سیدنا شیخ الاسلام امام تقی الدین السبکی رحمہ اللہ تعالی کی کتاب سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا وہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں اپنے قارئین کی ضیافت کے لئے

حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالی اپنی کتاب ''السیف المسلول علی من سب الرسول'' کے ابتدائیہ میں فرماتے ہیں کہ

وحق علی وعلی غیری من اهل العلم القیام فی ذلك وتبیین الحق فیه فان فیه نصرة للنبی ﷺ والله تعالی یقول : ولیعلم الله من ینصره ورسله بالغیب ان الله قوی عزیز۔

ولیس لی قدرة ان انتقم بیدی من الساب الملعون والله یعلم ان قلبی کاره منکر ولکن لایکفی الانکار بالقلب ههنا فاجاهد بما اقدر علیه من اللسان والقلم ، واسال الله عدم المواخذة بما تقصر یدی عنه ، وان ینجینی کما انجی الذی ینهون عن السوء ، انه عفو غفور۔

ترجمہ اور مجھ پر اور میرے علاوہ ہر اہل علم پر لازم اور فرض ہے کہ وہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کے دفاع کے لئے کھڑا ہو جائے اور اور اس میں مسئلہ میں حق کو واضح کرے کیونکہ اس میں حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی مدد ہے اور اللہ تعالی کا فرمان عالی شان ہے کہ اور اللہ تعالی خوب جانتا ہے اس کو جو اللہ تعالی کے دین متین اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی غیبی طور پر مدد کرتا ہے، بے شک اللہ تعالی قوت والا غلبہ والا ہے۔

اور مجھے قدرت حاصل نہ ہوسکی کہ میں اس گستاخ (آپ رحمہ اللہ تعالی کے دور میں ایک نصرانی چوہڑے نے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کی تھی) ملعون کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتا اور لیکن اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ میں میرا دل انتہائی دکھی ہے اور اس کا انکار کر رہا ہے اور لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کے مسئلہ پر صرف دل میں برا جاننا ہی کافی نہیں ہے، اسی لئے میں نے اپنی قلم اور اپنی زبان کے ساتھ جواب دینے کی کوشش کی اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں سوال بھی کرتا ہوں کہ اس گستاخ ملعون کو قتل نہ کرکے جو میرے ہاتھوں سے تقصیر ہوئی ہے وہ مجھے معاف فرمائے اور مجھے بھی اسی طرح نجات دے جس طرح وہ اپنے حبیب کریم ﷺ کی عزت وناموس کے مسئلہ پر پہرہ دینے والوں کو دیتا ہے کیونکہ وہ معاف فرمانے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔

(السیف المسلول علی من سب الرسول لامام السبکی : ۱۱۴)

حضور امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی اکثر اپنے بیانات میں فرمایا کرتے تھے کہ "حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کا مسئلہ دنیا کے ہر مسئلہ سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے" فقیر نے اس پر علماء کے اقوال جمع کرنا شروع کئے اور ایک دن حضور امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی کی خدمت میں عرض کی کہ جناب کے اس ملفوظ شریف کے متعلق میں نے علماء کے اقوال جمع کئے ہیں، ان شاء اللہ بہت جلد اس کو طبع کریں گے تو آپ رحمہ اللہ تعالی نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا اور بطور تحدیث نعمت کے فرمانے لگے کہ میں نے یہ جملہ کسی کتاب میں نہیں پڑھا بلکہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے میرے ذہن میں ڈالا گیا ہے۔

ہم نے بحمد اللہ تعالی اس ملفوظ شریف پر اپنی کتاب "تفسیر ناموس رسالت" میں بہت زیادہ لکھا ہے اہل ذوق حضرات وہاں مطالعہ فرمائیں۔

یہ ذہن میں رہے کہ اس مختصر رسالہ میں ہم نے مشائخ صوفیہ اور سلفی علماء کے اقوال جمع کئے ہیں جس میں ہر ایک قول دوسرے سے بڑھ کر ہے اور ان سے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت و ناموس کے مسئلہ کی زبردست وضاحت ہوتی ہے اور ان اقوال کو پڑھ کر آپ کو حضور امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی کے ملفوظ شریف کی بھی اہمیت کا اندازہ ہو جائے گا کہ واقعی ''حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت و ناموس کا مسئلہ دنیا کے ہر مسئلہ سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے''۔

اور اس رسالہ میں ہم نے ایک سلفی عالم کا فتوی شریفہ جو ناموس رسالت کے متعلق ہے اور وہ حضور امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی کا بڑا پسندیدہ ہے نقل کر دیا ہے، وہ فتوی شریفہ حضور امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی نے متعدد بار علماء کرام کی موجودگی میں فقیر سے بیان کروایا۔

گستاخ کو قتل کرنا فرض ہے

من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قُتل، ولم یُستتب قال ابن القاسم: أو شتمہ أو عابہ أو تنقّصہ، فإنہ یقتل کالزندیق، وقد فرض اللہ توقیرہ.

ترجمہ: الشیخ ابو المعالی محمود شکری الآلوسی المتوفی ۱۳۴۲ھ) لکھتے ہیں کہ جس شخص نے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کی تو اس کو قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا۔ حضرت سیدنا امام ابن القاسم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کی یا آپ ﷺ کی طرف کوئی عیب منسوب کیا یا کوئی ایسا جملہ بولا جس سے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی توہین ہوتی ہو تو ایسا شخص زندیق کی مثل ہے۔ اور اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالی نے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی توقیر کرنا فرض قرار دیا ہے۔ (غایۃ الأمانی: أبو المعالی محمود شکری الألوسی (۱:۴۸۷)

مسئلہ ناموس رسالت ضروریات دین میں سے ہے

فھذہ دلالۃ علی کفرہ بھذا وخروجہ من ھذہ الملۃ، فسب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کفر، ولیس فیہ عذر بالجھل، ولیس فیہ إقامۃ حجۃ، ولا إزالۃ شبھۃ؛ لأنہ معلوم ضرورۃً.وقد وقع اتفاق أھل العلم أن حد ھذا الکافر المرتد القتل۔

ترجمہ: الشیخ محمد حسن بن عبد الغفار لکھتے ہیں کہ کسی شخص کی طرف سے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کا ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص کافر ہے اور مذہب اسلام سے نکل چکا ہے۔ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کرنا ایسا کفر ہے جس میں جہالت کا عذر نہیں پایا جاتا، نہ ہی اس میں کوئی حجت قائم کی جاتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی شبہ ہے جس کو زائل کیا جائے، اس لئے کہ یہ ضرورۃً معلوم ہے اور تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کا گستاخ کافر مرتد اور واجب القتل ہے۔

(شرح کتاب التوحید لابن خزیمۃ: محمد حسن عبد الغفار (۸:۱۱۴)

مسئلہ ناموس رسالت ضروریات دین میں سے ہے

وهذا ما بينه عمر بن عبد العزيز بقوله: "إنه لا يقتل أحد بسب أحد إلا في سب نبي" ولا شك أن إنكار حكم معلوم من الدين بالضرورة ناقض من نواقض الإيمان.

ترجمہ: الشیخ حیاۃ بن محمد بن جبریل (سلفی) لکھتے ہیں کہ یہی وہ مسئلہ ہے جو حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بیان فرمادیا ہے کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کا گستاخ ہر حال میں قتل کیا جائے گا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ یہ حکم شریف ضروریات دینی میں سے ہے اور نواقض ایمان میں سے ہے۔ یعنی جو شخص گستاخی کا مرتکب ہوگا وہ کافر و مرتد ہو جائے گا۔

(الآثار الواردۃ عن عمر بن عبدالعزیز فی العقیدۃ: حیاۃ بن محمد بن جبریل (۱:۴۸۵)

المنتدی الشرعی العام کا فیصلہ

وإنَّ من المعلوم من الدِّين بالضَّرورة أنَّ سبَّ رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أو التَّنقص منه من الأمور الَّتي تخرج صاحبها عن ربقة الدِّين وتلحقه بالكفرة المجرمين.

ترجمہ: یہ مسئلہ ضروریات دینی میں سے ہے کہ جس نے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کی یا کسی بھی امر میں آپ ﷺ کی بے ادبی کی وہ دین اسلام سے خارج ہو جائے گا اور مجرمین کافروں کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔

(أرشیف ملتقی أہل الحدیث: المنتدی الشرعی العام (۸۱:۱۶۱)

حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کا گستاخ مشرک ہے

{وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا} أَنَّهُ الشِّرْكُ؛ لِأَنَّ شَتْمَ النَّبِيِّ شِرْكٌ، وَالْجُلُوسُ مَعَ مَنْ يَشْتُمُهُ مِنْ غَيْرِ تَغْيِيرٍ وَلَا قَتْلٍ لَهُ شِرْكٌ.

ترجمہ: امام ابوبکر الرازی الحنفی المتوفی (۳۴۳ھ) رحمہ اللہ تعالی اللہ تعالی کے اس فرمان شریف {وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا} کے تحت لکھتے ہیں کہ ایسی مجلس جس میں حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کی جائے یا ایسا قول جس میں حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کی جائے ایسی مجلس میں شریک ہونا شرک ہے کیونکہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی شرک ہے اور ایسی مجلس میں جانا جہاں ان کو گستاخی سے روک نہ سکے یا گستاخوں کو قتل نہ کر سکے شرک ہے۔

(أحکام القرآن: القاضی محمد بن عبداللہ أبو بکر بن العربی المالکی (۳:۴۵۳)

گستاخ کے سارے حقوق ختم ہو جاتے ہیں

فإن التعرض لمقام الأنبياء كفر بالله العظيم، ونقض لكل حرمة وحق وعهد، وخيانة عظمى توجب أشد العقوبات.

ترجمہ: الشیخ صالح المنجد لکھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے خلاف بولنا اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرنا ہے، بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی ہر طرح کی حرمت عہد اور حق کو ختم کر دیتی ہے اور یہ بہت بڑی خیانت ہے اور بہت بڑی سزا کی موجب ہے۔ (الإسلام، سؤال وجواب: الموقع بإشراف الشیخ محمد صالح المنجد (۴:۲۲۱)

مرتد سے بڑا مجرم گستاخ ہے

أن سب رسول الله ﷺ مع کونه من جنس الکفر والحراب، أعظم من مجرد الردة عن الإسلام۔

ترجمہ: بے شک حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کرنا کفر اور حرب کی جنس سے ہے اور یہ ارتداد سے بھی بڑا جرم ہے۔

(أرشیف ملتقی أہل الحدیث: المنتدی الشرعی العام (۷:۴۷:۱۲۵)

سب سے بڑا کفر توہین رسالت (ﷺ) ہے

أن سب رسول الله صلى الله عليه وسلم - کفر أکبر مخرج من الملة، سواء أستحل ذلك أم لم يستحله۔

ترجمہ: الشیخ البشیر بن محمد عصام المراکشی لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کرنا دین اسلام سے خارج کرنے والا سب سے بڑا کفر ہے، برابر ہے وہ شخص گستاخی کو حلال جانتا ہو یا حرام۔

(شرح منظومة الإیمان: البشیر بن محمد عصام المسفیوی المراکشی: ۱۹۷)

امام سبکی کی کتاب تصنیف کرنے کی وجہ؟

وما أجمل ما كتبه تقي الدين السبكي في مطلع كتابه: (السيف المسلول على من سبّ الرسول صلى الله عليه وسلم حيث قال في سبب تصنيفه: وكان الداعي إليه أن فتيا رُفعت إليّ في نصراني سبّ ولم يسلم، فكتبتُ عليها: يُقتل النصراني المذكور كما قتل النبي صلى الله عليه وسلم كعب بن الأشرف، ويُطهّر الجناب الرفيع من ولوغ الكلب.

ترجمہ: کتنی خوبصورت بات لکھی ہے امام تقی الدین السبکی رحمہ اللہ تعالی اپنی کتاب ''السیف المسلول علی من سب الرسول ﷺ'' کی وجہ تالیف لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک استفتاء آیا کہ ایک نصرانی ملعون نے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کی ہے تو میں نے لکھا کہ اس ملعون کو اسی طرح قتل کیا جائے جیسے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کروایا تھا اور آپ ﷺ کی پاک اور بلند بارگاہ کا دفاع کیا جائے تا کہ اس جیسے کتے اس طرف منہ نہ ماریں۔

(أرشیف ملتقی أہل الحدیث: المنتدی الشرعی العام (۷:۵۷:۱۸۳)

گستاخ کو دیکھ کر صحابہ کرام بھپرے ہوئے شیر بن جاتے تھے

في هذا الحديث يشعر الإنسان بالأسى والحزن عندما يرى التجرؤ على رسول الله صلى الله عليه وسلم،

وكان في عصر الصحابة من قبل هذا الأعرابي، أما الصحابة فقد كانوا إذا سمعوا هذا الكلام عن النبي صلى الله عليه وسلم تقوم لهم الثائرة، ويكون أحدهم كالأسد الثائر لا يهنأ بعيش حتى يقتص لرسول الله صلى الله عليه وسلم، وقد ضرب أروع الأمثلة على ذلك رجل أعمى في امرأته التي هي من العاطفة ومن الود والمحبة منه بمكان۔

ترجمہ: محمد حسن عبد الغفار لکھتے ہیں کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی گستاخ کی کوئی بات سنتے کہ اس نے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے خلاف کی ہے تو ان میں سے ہر ایک شیر بن جاتا تھا اور تب تک سکون سے نہ بیٹھتے جب تک اس گستاخ کو قتل کر نہ دیتے تھے جیسا کہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے کیا اور ان جیسے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ملخصاً۔

(شرح کتاب التوحید لابن خزیمۃ: محمد حسن عبد الغفار (۱۴:۸))

حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی دین کی گستاخی سے بھی بڑا جرم ہے

إِذْ سَبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَكْثَرِ الطَّعْنِ فِي الدِّينِ۔

ترجمہ: امام ابوبکر الرازی الجصاص المتوفی (۳۷۰ھ) رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ دین متین کی گستاخی سے بڑا جرم حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی ہے۔ (أحکام القرآن: أحمد بن علی أبو بکر الرازی الجصاص الحنفی (۱۱۱:۳))

الشیخ ابن تیمیہ المتوفی (۷۲۸ھ) کا قول

فإن الكلمة الواحدة من سب النبي صلى الله عليه وسلم لا تحتمل بإسلام ألوف من الكفار ولأن يظهر دين الله ظهورا يمنع أحدا أن ينطق فيه بطعن أحب إلى الله ورسوله من أن يدخل فيه أقوام وهو منتهك مستهان۔

ترجمہ: حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے خلاف ایک بھی جملہ برداشت نہیں کیا جا سکتا، اگرچہ اس کی وجہ سے ہزاروں لوگ اسلام قبول کر لیں، دین کا ایسا غلبہ جو دین متین یا حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کے خلاف زبان طعن دراز کرنے سے روک لے، اللہ تعالی اور اس کے حبیب کریم ﷺ کو اس سے عزیز تر ہے کہ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں مگر اسلام یا آپ ﷺ کی عزت پامال کریں۔

(الصارم المسلول: تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ الحنبلی الدمشقی (۵۰۶))

حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخ کی سزا بڑی یا۔۔۔

فإذاً سابّ النبيّ صلى الله عليه وسلم في عقوبته في الدنيا أعظم من سبّ الربّ-عزّ وجل-

ترجمہ: المنتدی الشرعی العام نے لکھا ہے کہ دنیا میں حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخ کی سزا اللہ تعالی کے گستاخ سے بھی

زیادہ ہے۔ (أرشیف ملتقی أہل الحدیث (المنتدی الشرعی العام (۵۶۶:۵۷)

گستاخیوں پر خاموشی اختیار کرنا حرام ہے

إن التسامح المشروع لا یکون إلا إذا صادف محلاً مناسباً، وإن أولئك المستهزئین بمقامه صلی الله علیه وسلم لیسوا موضعاً صالحاً للتسامح. وإن التسامح مع أولئك المجرمین جریمة شرعیة لا یجوز أن یکون بحال، ولیس للأمة الحق فی التنازل عن حقه الشریف صلی الله علیه وسلم- تحت لافتة التسامح والمسامحة.إن إجماع الأمة عامة منعقد علی حرمة التسامح مع من سبّ النبی صلی الله علیه وسلم، وما قال عالم ولا شبه عالم بمثل ما یریده هؤلاء منا۔

ترجمہ: چشم پوشی بالکل جائز ہے مگر مناسب موقع ومحل پر اور بے شک جولوگ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخیاں کرتے ہیں وہاں چشم پوشی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخوں کے ساتھ نرمی کرنا اوران سے چشم پوشی کرنا بہت بڑا شرعی جرم ہے، امت کے لئے بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کے دفاع سے خاموش رہیں اور اس عظیم کام سے اپنے قدم پیچھے ہٹائیں بے شک امت کا اجماع ہے کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی ہونے پر خاموشی اختیار کرنا اور چشم پوشی کرنا حرام ہے، نہ تو ایسی بات ہمارے کسی عالم نے کی ہے اور نہ ہی کسی ہمارے دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے کی ہے جس طرح کا یہ لوگ ہم سے مطالبہ کررہے ہیں یعنی لبرل وسیکولر ہم سے مطالبہ کررہے ہیں کہ گستاخ سرعام گستاخیاں کرتے رہیں اور ہم خاموش رہیں۔ (موسوعة الخطب المنبریة لشیخ علی بن نایف الشحود (۱۵۲:۴)

گستاخ سے جہالت کا عذر نہیں سنا جائے گا

إن محبة النبی صلی الله علیه وسلم المحبة الصادقة یفتقدها المسلمون الیوم، لقد ذکر العلماء أن ساب النبی صلی الله علیه وسلم یقتل ردةً لا حداً؛ لأن تعظیم النبی علیه الصلاة والسلام لا یحتاج إلی علم، وتعظیم الله تبارك وتعالی لا یحتاج إلی علم۔

ترجمہ: الشیخ أبو إسحاق الحوینی الأثری حجازی محمد شریف لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے ساتھ محبت صادقہ کی دولت سے آج امت مسلمہ محروم ہوگئی ہے، ہمارے علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو بھی شخص حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کرے وہ حداً نہیں بلکہ ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، اس لئے کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کا مسئلہ علم کا محتاج نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالی کی تعظیم کا مسئلہ علم کا محتاج ہے۔

(دروس للشیخ أبو إسحاق الحوینی: أبو إسحاق الحوینی الأثری حجازی محمد شریف (۵:۷۰)

گستاخ کے قتل پر دلائل کے انبار ہیں

السنة القولیة، والعملیة، والتقریریة علی قتله وعدم استتابته ولو وجد متعلقاً بأستار الکعبة۔

ترجمہ: الشیخ علی بن نایف الشحود لکھتے ہیں کہ سنت قولیہ، عملیہ، تقریریہ اس بات پر کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ حضور تاجدار ختم

نبوت ﷺ کا گستاخ قتل کیا جائے گا چاہے وہ کعبہ مشرفہ کے پردے کے پیچھے ہی کیوں نہ چھپا ہو اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا۔ (موسوعۃ الدین النصیحۃ: علی بن نایف الشحود (۸۱:۱)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

فالمسألة هذه لا تحتاج إلى علم وتوقير النبي صلى الله عليه وسلم ووجوب موالاته واتباعه لا يحتاج إلى علم، وتعظيم الرب تبارك وتعالى لا يحتاج إلى علم. لذلك حكموا أن الذي يسبه كافرٌ مرتد، إذ لا خير فيه.

ترجمہ: الشیخ أبو إسحاق الحوینی الأثری حجازی محمد شریف مزید لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کا مسئلہ علم کا محتاج نہیں ہے، حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور آپ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی اتباع علم کی محتاج نہیں ہے اور رب تعالی کی تعظیم علم کی محتاج نہیں ہے، اسی وجہ سے علماء کرام نے یہ حکم بیان کیا ہے کہ جو شخص حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کرتا ہے وہ شخص کافر ومرتد ہے اور اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

(دروس للشیخ أبو إسحاق الحوینی: أبو إسحاق الحوینی الأثری حجازی محمد شریف (۵:۷۰)

ایک اور مقام پر بیان کرتے ہیں

إن ساب النبي صلى الله عليه وسلم حده القتل ولو تاب، ولو أظهر التوبة، رعايةً لجناب النبي صلى الله عليه وسلم، ولأننا لو تركنا الساب ليقول: تبت، ثم يرجع ويسب تبت؛ لاستهانوا بجناب النبي عليه الصلاة والسلام.

ترجمہ: الشیخ أبو إسحاق الحوینی الأثری حجازی محمد شریف لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخ کی سزا قتل ہے اگرچہ توبہ کرلے اور اگرچہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے تو بھی اس کو قتل کیا جائے گا آپ ﷺ کے مقام کے تحفظ کی خاطر، اس لئے کہ اگر اس کو توبہ کرنے کی وجہ سے ہم چھوڑ دیں گے تو وہ پھر گستاخی کرے گا اور کہے گا کہ میں نے توبہ کرلی ہے اور پھر وہ گستاخی کرے گا اور کہے گا کہ میں نے توبہ کرلی ہے، اس طرح کائنات کے لوگوں کی نگاہ میں حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کا مقام ہلکا ہو جائے گا۔

(دروس للشیخ أبو إسحاق الحوینی: أبو إسحاق الحوینی الأثری حجازی محمد شریف (۴:۱۰۸)

شیخ ندا ابو احمد لکھتے ہیں

كلٌّ في موقعه يدافع عن النبي

فالخطيب يدافع عن النبي من خلال منبره.

والكاتب يدافع عن النبي (من خلال قلمه.

والعالم يدافع عن النبي (من خلال دفع الشبهات حول ما يُثار.

وصاحب المال يدافع عن النبي (من خلال طبع الكتب ونشر سنة الرسول وهكذا.

ترجمہ: الشیخ ندا ابو احمد لکھتے ہیں کہ ہر شخص ہر مقام پر حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کا دفاع کرے۔

خطیب منبر پر حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کا دفاع کرے۔

کاتب، مصنف، قلم نگار حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کا دفاع کرے۔

عالم دین حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کا دفاع کرے اور بے دین لوگوں کے اعتراضات کے جوابات دے۔

اور مال دار شخص اپنے مال کے ذریعے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کا دفاع کرے، وہ اس طرح کہ اپنا مال خرچ کرکے ناموس رسالت پر کتب طبع کروائے اور حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی سنت کریمہ کو عام کرے۔

(كيف تنصر نبيك: ندا ابو احمد: ۲۳) المملكية الفكرية

ناموس رسالت (ﷺ) کے مسئلہ سے ناواقف شخص کافر ہے

فمن جهل إنَّ عبادة غير الله شركٌ، فهو كافرٌ ولو لم يقع في الشرك، لأنَّ البراء من الشرك وأهله من أصل الإسلام ولا يعذر فيها الإنسان بالجهل، ومن جهل أنَّ سبَّ النبي صلى الله عليه وسلم كفرٌ فهو كافر، لأنَّ توقير النبي صلى الله عليه وسلم من أصل الإسلام ومن لوازم كلمة الشهادة.

ترجمہ: الشیخ علی بن خضیر الخضیر لکھتے ہیں کہ جو شخص اس مسئلہ سے جاہل ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا شرک ہے وہ شخص کافر ہے اگرچہ وہ زندگی بھر شرک میں مبتلا نہ ہو، اس لئے کہ شرک اور مشرکین سے برأت اسلام کے اصول میں سے ہے اور اس میں کسی کا کوئی عذر مسموع نہیں ہوگا اور اسی طرح جو شخص اس بات سے جاہل ہو کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کفر ہے ایسا شخص بھی کافر ہے کیونکہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس کا مسئلہ اصول اسلام میں سے ہے اور کلمہ شہادت کے لوازمات میں سے ہے۔ (شرح جزء جهل التباس الحال: الشیخ علی بن خضیر الخضیر: ۷۶)

الشیخ علی بن خضیر الخضیر کا یہ فتوی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، فقیر نے زندگی بھر اس جیسا ایمان افروز فتوی شریفہ نہیں سنا اور نہ ہی کسی کتاب میں پڑھا ہے۔ فقیر پرتقصیر نے جب یہ فتوی شریفہ حضور امیر المجاہدین الشیخ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالی کو سنایا تو جناب نے بہت زیادہ تحسین فرمائی اور اس کے بعد متعدد بار جب یہ فقیر حاضر ہوا تو آپ نے فرمائش کرکے یہ فتوی شریفہ وہاں موجود علماء کو سنوایا۔

ہر جرم سے بڑا جرم حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی ہے

إن سب النبي أو شتمه من أعظم أنواع الفساد في الأرض لأن ذلك يؤدي إلى فساد الدين والأخلاق

والأعراض والحرمات لأن قيام دين الله في الأرض إنما هو بواسطة الرسول ومن يقع في عرض الرسول يفسد على الناس دينهم. إن سب الرسول وشتمه جريمة أعظم من جريمة السرقة وقطع الطريق والزنا وقتل النفس، فلو قبلت توبة كل من ارتد وفعل مثل هذه الجرائم ثم عفي عنه ولم يقم عليه الحد، لتكرر ذلك منه في كل مرة ولا يخفى كم يكون ويحدث من جراء ذلك من الفساد والعبث وانتشار الخوف وعدم الأمن، فالتائب من هذه الذنوب تقبل توبته ولا يسقط ذلك عنه إقامة الحدود الواجبة والمنصوص عليها في كتاب الله وسنة رسوله ـ إن تطهير الأرض من إظهار سب الرسول واجب بحسب الإمكان لأنه من تمام ظهور الدين وعلو كلمة الله و كون الدين كله لله. فإذا ظهر سب النبي ولم ينتقم ممن فعل ذلك، فكيف يكون الدين ظاهراً. فكيف إذا وجد من يدافع عن شاتم الرسول والطاعن على دين الإسلام بحجة حرية الرأي أو التعبير عن الرأي. إن نصر رسول الله وتعزيره وتوقيره واجب، وقتل سابه مشروع. فلو جاز ترك قتله لم يكن ذلك نصراً ولا تعزيراً ولا توقيراً للنبي ، وإذا ترك الساب ولم يقتل فإن ذلك غاية الخذلان وترك التعزير والتوقير لرسول الله.

ترجمہ: الشیخ حیدر لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی دنیا کے سارے فسادات میں سے سب سے بڑا فساد ہے، اس لئے کہ یہ دین، اخلاق اعراض اور حرمات کے فساد کی طرف لے جاتا ہے، اس لئے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے دین متین کے قیام کا سبب اور واسطہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی ذات بابرکات ہے، جو شخص حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی میں مبتلا ہوگا وہ لوگوں پر ان کے دین میں فساد ڈالنا چاہتا ہے۔ بے شک حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی چوری، ڈکیتی، زنا اور قتل سے بڑا گناہ ہے کیونکہ ان گناہوں کی توبہ قبول کرلی جائے اور مجرم کو سزا نہ دی جائے اور اس کو معاف کردیا جائے تو وہ شخص بار بار کرے گا اور یہ بات کسی سے بھی مخفی نہیں ہے کہ اس طرح تو جرائم بڑھیں گے اور یہ ذہن میں رہے کہ ان مجرمین کی توبہ اگرچہ قبول کرلی جائے گی مگر ان سے شرعی حد معاف نہیں ہوگی بے شک زمین کو گستاخی سے اور گستاخوں سے پاک کرنا واجب ہے، اس لئے کہ دین متین کا غلبہ تب ہی ہوگا جب حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخوں سے زمین پاک ہوجائے گی، اگر گستاخوں سے بدلہ نہ لیا جائے اور گستاخوں کو قتل نہ کیا جائے تو دین کیسے غالب ہوگا؟، پس جب تک گستاخ زندہ رہیں اور گستاخوں کا دفاع کرنے والے موجود رہیں اور گستاخوں کے دفاع میں طرح طرح کے بھونڈے انداز میں دلائل دیتے رہیں تو دین کا غلبہ کیسے ممکن ہوگا؟ بے شک حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی مدد کرنا، آپ ﷺ کی تعظیم کرنا اور آپ ﷺ کی توقیر کرنا واجب ہے اور گستاخ کا قتل کرنا واجب ہے اور آپ ﷺ کے گستاخ کا قتل کرنا مشروع ہے، اگر حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخ کو قتل نہ کیا جائے اور اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے تو اس صورت میں آپ ﷺ کی نہ تعظیم ہوگی اور نہ ہی توقیر اور جب

گستاخ کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے اور اس کو قتل نہ کیا جائے تو اس میں آپ ﷺ کی انتہاء درجہ کی گستاخی ہے اور اس میں ترک توقیر و تعظیم ہے۔ (ملف ولیمۃ لأعشاب البحر: الشیخ حیدر حیدر: ۳۱۹)

حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی اللہ تعالی کی گستاخی ہے

سبُّ النبی صلی الله علیه وسلم سبٌّ لجمیع المسلمین وطعن فی دینهم. معلوم أن رسل اللّٰه علیهم صلوات اللّٰه وتسلیماته یأتون برسالات اللّٰه لیبلغوها إلی أقوامهم، فهم واسطة بین اللّٰه وبین عبادة، فمن سبَّ نبیًا من الأنبیاء فقد طعن فی رسالته، ولا شك أن الطعن فی الرسول والرسالة طعن فی المرسل سبحانه وبذلك نستطیع أن نعرف لماذا أهدر النبی صلی الله علیه وسلم دم الیهودیة التی آذته وسبته، وإذا كان المشرك لا یعرف لله عز وجل حقًا ولا یرجو له وقارًا فلا یستغرب منه سبٌّ لنبیٍّ من الأنبیاء، أما الیهود فإنهم أهل كتاب، أرسل اللّٰه تعالی إلیهم رسولاً وأنزل علیهم كتابًا، وفی كتابهم تعظیم شأن هذا النبی، فمن آذاه أو سبه فإنما یكفر بما عنده من العلم، ویكتم الحق وهو یعلم. وحینما یسب الكفار المعاصرون نبی الإسلام فإن هذا السب والاستهزاء والسخریة إنما هو طعن فی دین الإسلام وسبٌّ للمسلمین جمیعًا الذین یدینون بدین الإسلام، لذلك وجب علی المسلمین أن یهبوا دفاعًا عن أنفسهم وعن دینهم وعن نبیهم.

ترجمہ: الشیخ علی بن نایف الشحود لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی تمام اہل اسلام کی گستاخی ہے اور ان کے دین متین کی گستاخی ہے، یہ بات معلوم ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالی کے پیغامات لیکر اپنی اپنی اقوام کی طرف آتے ہیں اور یہی اللہ تعالی اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں جس نے کسی بھی نبی علیہ السلام کی گستاخی کی اس نے اس نبی و رسول علیہ السلام کی رسالت میں طعن کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالی کے رسول کی شان میں گستاخی درحقیقت میں اللہ تعالی کی گستاخی ہے۔

اسی سے ہم نے پہچان لیا کہ جس یہودیہ نے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کی تھی تو آپ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا تھا، اور مشرک شخص تو اللہ تعالی کے حق کو نہیں پہچانتا اور اس کو اللہ تعالی کے وقار کا کوئی علم نہیں ہے اور نہ ہی یہ اللہ تعالی کی تعظیم کرتا ہے تو اس سے گستاخی کا ہونا کوئی بعید نہیں ہے، رہے یہود و نصاری یہ تو اہل کتاب ہیں، اللہ تعالی نے ان کی طرف رسل کرام علیہم السلام کو بھیجا اور انہوں نے اپنی کتابوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت وشان کو پڑھا ہے اور ہمارے حبیب کریم ﷺ کی آمد کے متعلق بھی اپنی اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا ہے۔ پس اگر کوئی ان میں سے گستاخی کرے تو یہ اپنے اس علم کے بھی کافر بنیں گے جو ان کے پاس ہے اور اس علم کو بھی چھپانے والے بنیں گے جو ان کو اللہ تعالی نے عطا فرمایا ہے

اور ہمارے دور میں جو یہود ونصاری حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کرتے ہیں یا مذاق اڑاتے ہیں یہ اسلام کی بھی توہین کرتے ہیں اور تمام اہل اسلام کی بھی توہین کرتے ہیں اسی وجہ سے واجب ہے اہل اسلام پر کہ یہ اپنا بھی دفاع کریں، اپنے دین کا بھی دفاع کریں اور اپنے حبیب کریم ﷺ کا بھی دفاع کریں۔

(موسوعۃ الخطب المنبریۃ الشیخ علی بن نایف الشحود (۲:۱۵۷)

گستاخی کوئی عام گناہ کی طرح نہیں بلکہ بہت بڑا جرم ہے

أن مسألة سب النبی صلی الله علیه وسلم وإیذائه من متعلقات أصول الدین وأنه لیس مجرد ذنب عارض بل هو جریمة کبری۔

ترجمہ: الشیخ وسیم فتح اللہ لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کا مسئلہ اصول دین کے متعلقات میں سے ہے، گستاخی کوئی عام گناہ نہیں ہے بلکہ دنیا کا سب سے بڑا جرم ہے۔ (إسعاف المؤمنین: وسیم فتح اللہ: ۶۶)

الشیخ عبد العظیم البدوی لکھتے ہیں

بل أقول بأن من سب النبی صلی الله علیه وآله وسلم فقد سب رب العزة والجلال سبحانه۔

ترجمہ: الشیخ عبد العظیم لکھتے ہیں کہ بلکہ میں کہتا ہوں کہ جس شخص نے حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کی اس نے درحقیقت اللہ تعالی کی گستاخی کی ہے۔ (التفسیر لعبد العظیم البدوی (۴:۹۰)

گستاخی منبع کفر ہے

ینبغی للعاقل أن یعلم أن قیام دین الله فی الأرض إنما هو بواسطة المرسلین صلوات الله وسلامه علیهم أجمعین، ولولا الرسل لما عبد الله وحده لا شریك له ولا كانت له شریعة فی الأرض، وإن سب الرسل والطعن فیهم ینبوع جمیع أنواع الكفر وجماع كل الضلالات، كما أن تصدیق الرسل وتوقیرهم أصل جمیع شعب الإیمان وجماع مجموع أسباب الهدی۔

ترجمہ: الشیخ حیدر لکھتے ہیں کہ صاحب عقل کو چاہئے کہ وہ اس بات کا یقین کرلے کہ اللہ تعالی کے دین متین کے قیام کا سبب انبیاء کرام علیہم السلام ہی ہیں اگر رسل کرام علیہم السلام نہ ہوں تو اس دنیا میں اللہ تعالی کی عبادت نہ ہو اور اس کی شریعت ہی دنیا میں نہ ہو اور بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی اور ان کی توہین کفر کی تمام اقسام کا منبع ہے اور دنیا بھر کی تمام گمراہیوں کا مجموعہ ہے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر دین متین کے تمام شعبوں کی اصل ہے اور ہدایت کے تمام اسباب کا مجموعہ ہے۔

(ملف ولیمۃ لأعشاب البحر: الشیخ حیدر حیدر: ۳۱۹)

رسول اللہ ﷺ کی ناموس کا دفاع دین کا دفاع ہے

وإنما یقتل بلا استتابة؛ لأن أعظم مقاصد الشریعة حفظ الدین، وحفظ الدین لا یتأتی إلا بالحفاظ علی عرضه علیه الصلاة والسلام والذب عنه۔

ترجمہ: فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن محمد العبد اللطیف لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخ کو توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کر دیا جائے، اس لئے کہ شریعت کا سب سے بڑا مقصد دین کا دفاع ہے اور دین کا دفاع تب تک نہیں ہوسکتا جب تک حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت و ناموس کا دفاع نہ کیا جائے۔

(العقیدۃ المستوی الرابع رشرح الطحاویۃ: فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن محمد العبد اللطیف: ۱۱۳)

جس نے گستاخی کی اس نے دین ڈھادیا

أن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو من أعظم الطعن فی الدین لأنہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ ھو الواسطۃ بین اللہ عز وجل وبین الناس فبہ بلّغ اللہ تعالی دینہ وعرّف الناس أوامرہ ونواھیہ. فمن طعن فی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بالسب فقد طعن فی اللہ الذی أرسلہ ونقض أصل الدین۔

ترجمہ: حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی دین میں سب سے بڑا طعن ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی اللہ تعالی اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں، اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے ذریعہ سے ہی اپنے اوامر و نواہی کو لوگوں تک پہنچایا ہے اور آپ ﷺ کے وسیلہ سے ہی اپنا دین متین لوگوں کو دیا ہے۔ جو شخص حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالی کے آپ ﷺ کو رسول بنانے میں طعن کرتا ہے اور یہی چیز دین کو ڈھادیتی ہے۔ (إسعاف المؤمنین: وسیم فتح اللہ: ۸۲)

گستاخ کافروں کا امام ہے

وفاعل ھذا إمامٌ فی الکفر لا بد من أن یُستراح منہ۔

ترجمہ: الشیخ وسیم فتح اللہ لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کا گستاخ کفر میں سب کا لیڈر رہے تو ضروری ہے کہ اس پلید سے زمین کو پاک کیا جائے۔ (إسعاف المؤمنین: وسیم فتح اللہ: ۸۲)

دین سے خارج ہونے کا سب سے بڑا سبب؟

أن سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر أکبر مخرج من الملۃ، سواء أستحل ذلک أم لم یستحلہ۔

ترجمہ: الشیخ عصام البشیر المراکشی لکھتے ہیں کہ بے شک حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی اسلام سے نکلنے کا سب سے بڑا سبب ہے، برابر ہے کہ وہ گستاخ گستاخی کو حلال جانے یا حرام!۔

(شرح منظومۃ ال إیمان موقع نداء ال إیمان لشیخ عصام البشیر المراکشی: ۱۵۶)

سب سے بڑا حرام کام کیا ہے؟

أیھا المسلمون نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عندنا فی مقام عظیم، وفی نفوسنا لہ منزلۃ کبیرۃ، سبہ من أعظم المحرمات، وکفر وردۃ عن الإسلام بإجماع العلماء سواء فعل ذلک القائل جاداً أم ھازلاً۔

ترجمہ: عبداللہ بن سعید آل یعن اللہ لکھتے ہیں کہ اے اہل اسلام! ہمارے حبیب کریم ﷺ کا ہمارے نزدیک بہت بڑا مقام ہے اور ہماری سانسوں میں ان کی محبت شامل ہے اور آپ ﷺ کی گستاخی دنیا کے تمام حرام کاموں سے بڑا حرام کام ہے اور یہ کفر ہے اور ارتداد ہے اور اس پر امت کے تمام علماء کرام کا اتفاق ہے، برابر ہے کہ وہ گستاخ مزاح میں گستاخی کرے یا سنجیدگی میں۔ (فداک أبي وأمي یارسول الہدی۔عبداللہ بن سعید آل یعن اللہ:۹)

گستاخ سے سوال و جواب نہیں ہوگا صرف قتل کیا جائے گا

إنَّ سبَّ النبيِّ صلى الله عليه وسلم يُعدُّ كفراً يُقتلُ قائلُه إن كان مُسلماً بغير خلاف ولا يُستتاب على الصحيح ولا يُحتاج معه إلى سؤال ولا جواب وينتقض عهد الساب ويُقتلُ إن كان ذمِّياً ۔

ترجمہ: علی بن نایف الشحود لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کفر ہے اور اس کا قتل واجب ہے اگر چہ گستاخ مسلمان ہو اور صحیح قول کے مطابق اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور اس سے سوال و جواب بھی نہیں کیا جائے گا اور اگر ذمی ہے تو اس کا عہد بھی ٹوٹ جائے گا۔ (موسوعۃ الرد علی المذاہب الفکریۃ المعاصرۃ: علی بن نایف الشحود (۳۴۶:۴۳)

گستاخ سے جہالت کا عذر نہیں سنا جائے گا

قال القاضي عياض في الشفا (في معرض كلامه على ساب النبي صلى الله عليه وسلم وهو من الكفر الصريح الذي لا يعذر الجاهل به.

ترجمہ: حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی گستاخ کے متعلق کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی ایسا صریح کفر ہے کہ اس میں گستاخ سے جہالت کا عذر بھی نہیں سنا جائے گا۔

(المفصل فی أحکام الہجرۃ: علی بن نایف الشحود (۶۹:۴)

گستاخ کی معافی قبول نہیں ہے

فالذي يسب النبي عليه الصلاة والسلام ويتوب فإن توبته تنفع عند الله، لكن لابد من قتله، هذا هو الراجح في مسألة سابِّ النبي عليه الصلاة والسلام، دمه مهدور مباشرةً، ويرفع أمره إلى الحاكم الشرعي ليطبق حد الله فيه۔

ترجمہ: علی بن نایف الشحود مزید لکھتے ہیں کہ جو شخص حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی کرے اور توبہ کر لے تو اس کی توبہ عند اللہ تو نفع مند ہو گی لیکن اس کو قتل ضرور کیا جائے گا، یہی راجح مسئلہ ہے کہ آپ ﷺ کے گستاخ کا خون رائیگاں ہے، گستاخ کے معاملے کو حاکم شرع کے پاس لے جایا جائے تاکہ وہ اس پر حکم شرع کے موافق سزا جاری کرے۔

(موسوعۃ الدفاع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: علی بن نایف الشحود (۳۳۶:۱۲)

گستاخ کے لئے تعزیر نہیں صرف قتل ہے

فلا بد أن تكون عقوبة ساب الرسول صلى الله عليه وسلم فوق التعزير وهذه العقوبة هي القتل۔
ترجمہ: الشیخ وسیم فتح اللہ مزید لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخ کو تعزیر کے اوپر سزا دی جائے گی اور یہ سزا صرف اور صرف قتل ہی ہے۔ (إسعاف المؤمنين بنصرة خاتم المرسلين: الدكتور وسيم فتح الله: ۱۱۸)

مسلمان کے قتل سے بھی گستاخ کے زندہ رہنے کا دکھ زیادہ ہے

أن شتمه أعظم عندهم من أن يؤخذ بعض دمائهم۔
ترجمہ: الشیخ وسیم فتح اللہ لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی اہل اسلام کے خون بہہ جانے سے بھی بڑا جرم ہے۔
(إسعاف المؤمنين بنصرة خاتم المرسلين: الدكتور وسيم فتح الله: ۱۱۸)

حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی فساد فی الارض ہے

وإن سب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إفساد في الأرض، وخروج عن حكمه۔
ترجمہ: الشیخ الاستاذ ابوزہرہ مصری المتوفی (۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخی فساد فی الارض ہے اور اس کے حکم سے نکلنا ہے۔ (خاتم النبيين ﷺ محمد بن أحمد بن مصطفى بن أحمد المعروف بأبي زهرة (۳: ۹۱۶)

جہاں گستاخی ہو وہاں رہنا کیسا؟

أحسن الله إليكم وهذا سائل يقول ما نصيحتكم وفقكم الله لمن يعيش في أوربا ويسمع من يسبّ النبي صلى الله عليه وسلم؟

الجواب: كيف يعيش في أوربا إذا كان يسمع من يسبُ النبي صلى الله عليه وسلم فلا يعيش بين أظهرهم ينتقل إلى بلدٍ آخر، ليس فيه مسبة للرسول صلى الله عليه وسلم نعم.
ترجمہ: ارشیف ملتقی الالوکہ میں سوال ہوا کہ اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے کوئی شخص ایسے یورپی ممالک میں جا کر رہتا ہے جہاں حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی گستاخیاں ہوتی ہیں ایسے مقام پر رہنا کیسا؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مسلمان ایسے ملک میں کیسے رہ سکتا ہے جہاں ہمارے حبیب کریم ﷺ کو گالیاں دی جائیں، ایسا مسلمان ایسے علاقہ میں کیسے زندہ رہ سکتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ ایسے علاقہ کی طرف ہجرت کرے جہاں آپ ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ نہ کیا جاتا ہو۔
(أرشيف ملتقى الألوكة (۲: ۲۴۳)

اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو یورپی ممالک میں جا کر رہتے ہیں اور حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت و ناموس کے مسئلہ میں خاموشی اختیار کئے رہتے ہیں، ہاں اگر کوئی وہاں رہنا چاہتا ہے تو پھر غازی اسلام غازی محمد تنویر الحسینی حفظہ اللہ تعالی اور غازی

اسلام محمد عبداللہ الشیشان رحمہ اللہ تعالی کی طرح رہے۔

ساری کائنات ایک طرف رسول اللہ ﷺ کی عزت وناموس ایک طرف

إن عرض النبی صلى الله عليه وسلم أثمن من الأرض، فلو أخذت أرض المسلمين جميعاً من تحت أرجلهم لكان أخف ألف مرة من أن يسب النبی صلى الله عليه وسلم وفينا عينٌ تطرف.ينبغي أن يظهر هذا المعنى عند الناس، وأن يوالوا رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأن يدفعوا هؤلاء الذين يكذّبون بسنته۔

ترجمہ الشیخ أبو إسحاق الحويني: أبو إسحاق الحويني الأثري حجازی محمد شریف لکھتے ہیں کہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عزت وناموس اہل اسلام کے نزدیک تمام زمین سے قیمتی ہے اگر اہل اسلام کے پاؤں کے نیچے سے ساری زمین ایک ہزار بار نکال لیں تو یہ آسان ہے ہمارے لئے اس سے کوئی بدبخت ایک آنکھ جھپکنے کی دیر ہمارے حبیب کریم ﷺ کی گستاخی کرے۔لازم ہے کہ عوام میں یہی معنی بیان کیاجائے اورلوگ آپ ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کریں اوران لوگوں کے سامنے دفاع کریں جوآپ ﷺ کی سنت کریمہ کی تکذیب کرتے ہیں۔

(دروس للشیخ أبو إسحاق الحويني: أبو إسحاق الحويني الأثری حجازی محمد شریف (۸:۹۲)

کاش کہ ہمارے ملک کے بے دین حکمران بھی اس بات پر غور کریں،یہ لوگ صرف چند ٹکوں کی خاطر حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی عزت وناموس کادفاع کرنے والوں کو تختہ دار پر چڑھادیتے ہیں۔اللہ تعالی ان کو دنیاوآخرت میں ذلیل ورسوافرمائے۔

ماخذومراجع

غاية الأماني في الرد على النبهاني:أبو المعالي محمود شكري الألوسي مكتبة الرشد، الرياض، المملكة العربية السعودية۔

الآثار الواردة عن عمر بن عبد العزيز في العقيدة: حياة بن محمد بن جبريل عمادة البحث العلمي كيف تنصر نبيك :ندا ابو احمد الملكية الفكرية شرح جزجهل التباس الحال: الشيخ علي بن خضير الخضير مكتبة مشكاة ۔التفسير لعبد العظيم البدوي مكتبة مشكاة ۔العقيدة المستوى الرابع شرح الطحاوية:فضيلة الشيخ عبد العزيز بن محمد العبد اللطيف مكتبة الأكاديميه۔موسوعة الدفاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم:علي بن نايف الشحود مكتبة المشكوة إسعاف المؤمنين بنصرة خاتم المرسلين: الدكتور وسيم فتح الله:طى)موقع شبكة مشكاة الإسلامية۔دروس للشيخ أبو إسحاق الحويني أبو إسحاق الحويني الأثري حجازي محمد شريف موقع الشبكة الإسلامية۔غاية الأماني في الرد على النبهاني:أبو المعالي محمود شكري الألوسي مكتبة الرشد، الرياض۔الآثار الواردة عن عمر بن عبد العزيز في العقيدة: حياة بن محمد بن جبريل عماد البحث

العلمی ·أحکام القرآن:القاضی محمد بن عبد الله أبو بکر بن العربی المعافری مکتبة الرشد، الریاض، المملکة العربیة السعودیة ·الإسلام، سؤال وجواب:الموقع بإشراف الشیخ محمد صالح المنجد ·شرح منظومة الإیمان: البشیر بن محمد عصام المسفیوی المراکشی مکتبة الرشد، الریاض، المملکة العربیة السعودیة ·شرح کتاب التوحید لابن خزیمة:محمد حسن عبد الغفارمکتبة الرشد، الریاض، المملکة العربیة السعودیة ·أحکام القرآن:أحمد بن علی أبو بکر الرازی الجصاص الحنفی دارابن حزم ·الصارم المسلول علی شاتم الرسول:تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم ابن تیمیة الحرانی الحنبلی الدمشقی دارالکتب العلمیه بیروت لبنان ·موسوعة الدین النصیحة :علی بن نایف الشحود مکتبة مشکاة ·شرح جزجهل التباس الحال: الشیخ علی بن خضیرالخضیرمکتبة مشکاة ·موسوعة الخطب المنبریة لشیخ علی بن نایف الشحود دارابن حزم ·التفسیرلعبدالعظیم البدوی مکتبة مشکاة ·ملف ولیمة لأعشاب البحر: الشیخ حیدرحیدرد مکتبة مشکاة ·العقیدة المستوی الرابعشرح الطحاویة:فضیلة الشیخ عبد العزیز بن محمد العبد اللطیف مکتبة الأکادیمیة ·شرح منظومة الإیمان موقع نداء الإیمان لشیخ عصام البشیرالمراکشی ·فداك أبی وأمی یا رسول الهدی .عبد الله بن سعید آل یعن الله دارابن حزم ·موسوعة الرد علی المذاهب الفکریة المعاصرة: علی بن نایف الشحود موقع الشبکة الإسلامیة المفصل فی أحکام الهجرة:علی بن نایف الشحود موقع الشبکة الإسلامیة ·موسوعة الدفاع عن رسول الله صلی الله علیه وسلم:علی بن نایف الشحودمکتبة المشکوة ·إسعاف المؤمنین بنصرة خاتم المرسلین: الدکتوروسیم فتح الله موقع شبکة مشکاة الإسلامیةخاتم النبیینﷺمحمد بن أحمد بن مصطفی بن أحمد المعروف بأبی زهرة دارالکتب العلمیه بیروت لبناندروس للشیخ أبو إسحاق الحوینی أبو إسحاق الحوینی الأثری حجازی محمد شریف موقع الشبکة الإسلامیة

گیارہواں باب

امتیازیات

آج تک ایسا جنازہ دیکھا اور نہ ہی ایسا چہلم

محمد نعیم جاوید نوری

21 نومبر بروز ہفتہ مینار پاکستان ایک عالم ربانی سچے عاشق رسول (حضرت مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ) کے جنازے اور پھر 3 جنوری اتوار یتیم خانہ ملتان روڈ لاہور چہلم کے مناظر دنیا کو بہت کچھ سمجھا گئے ہیں. ان دو مناظر سے ہر مسلمان کے عشق رسول اور محبت جاناں علیہ السلام کا سرور اور نشہ کئی گنا بڑھ گیا ھے. ایک دنیا نے جان لیا ھے کہ عشق رسول کتنا بڑا سرمایہ حیات اور اسکی کیا طاقت ہے. یہ حقیقت بھی اب خوب آشکار ہوگئی ہے کہ نظریہ وہ طاقت ہے جسے آگ جلاسکتی ہے، زمیں کھاسکتی ہے، ہوا اڑا سکتی ہے پانی بہاسکتا ہے، اور نہ ہی پہاڑ دبا سکتا ہے۔ خصوصاً جب کوئی نظریہ عشق رسول سے معطر ہوجائے، اور وہ مقبول عام بھی ہوجائے اسے تو پھر دنیا کا کوئی ایٹم بم بھی ختم نہیں کرسکتا۔ تاریخ گواہ ھے عشق الہی سے سرشار، محبت رسول سے لبریز دیوانوں نے سوکھے ٹکڑے کھا کر بھی مرغ وماہی کے رقابوں سے دسترخوان سجانے والوں کے کئی بار چھکے چھڑائے ہیں۔ بازار عشق کے ملنگوں کے ہاتھ میں چاہے مٹی کا پیالہ ہو مگر میناو ساغر کی محفلوں کا رنگ انھوں نے کئی بار بدلا ہے، ان کے سر پہ بظاہر دو ٹکے کی ٹوپی اور سلوٹوں والی دستار ہی کیوں نہ ہو یہ درویش خدامست بڑے بڑے تاج وکلاہ والوں کے تکبر کو تار تار کردیتے ہیں. دانائے راز اقبال بھی یہی سمجھاتے تھے:

نہ تخت وتاج میں نہ لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

اب تو صرف تاریخ کی گواہی ہی نہیں فیض آباد جو کچھ ہوا، مینار پاکستان نے جو نظارے دیکھے، جامع مسجد رحمت العالمین سے جو آذان حق بلند ہوئی، محراب ومنبر سے ایک مرد قلندر نے قوم کو اقبال کے لہجے میں تحفظ ناموس رسالت کے جو اسباق پڑھائے۔ ہر کوئی شاہد ہے۔ اب یہ راز قوم کا بچہ، بچہ جان چکا ہے:

غلامئ رسول میں موت بھی حیات ہے

جی ہاں اب مسجدیں ناموس رسالت کے مورچے بن چکی ہیں۔ اب ان دیوانوں کو ایوانوں کے مرمریں ماحول اور بڑے بڑے فانوسوں کی چکا چوند روشنیوں سے نہ ڈرایا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے منصب، لگژری گاڑی اور نہ ہی کسی محل کی آن، بان، شان سے انکی آنکھوں کو چوندھیا جاسکتا ہے۔ رہی قیادت تو قیادت کا تو صرف نام ہی بدلا ہے، کردار بھی وہی ہے، کام بھی وہی ہے، جذبہ بھی وہی ہے، لہجہ بھی وہی ہے، جنوں بھی وہی ہے، بلکہ ولولہ وجوش تو پہلے سے بھی کئی گنا بڑھ گیا ہے، جی ہاں جب کسی 55 سالہ مرد قلندر کا ولولہ 26 سال کا جنوں بن کر آجائے تو پھر صرف الٹی گنتی ہی نہیں شروع ہوتی حالات کی نزاکت سے تجاہل عارفانہ سے کام لینے والے حکمرانوں کی ٹانگوں کے ساتھ دل بھی کانپتے ہیں۔

اس میں کمال دیوانوں کی استقامت سے زیادہ قدرت کی کرامت کا ہوتا ہے، تاریخ گواہ ہے زمانہ لاکھ رنگ بدلے

مگر قدرت اپنے محبوب علیہ السلام کے بارے فیصلے اور رنگ نہیں بدلتی۔ لا تبدیل لکلمات اللہ۔اس لئے جناب وزیراعظم صاحب اب فواد چوھدری جیسے سطحی سوچ کے حامل شتو نگڑے مشیروں کی طفل تسلیوں پہ نہ رہنا، جلدی کیجئے، نکالئے اس حقیر سفیر کو یہ بات صرف جذبات کی رو میں بہہ کر نہیں حقائق پہ مبنی تجزیے کے طور پہ لکھی جا رہی ہے۔

کسی زمانے میں آپ کے پسندیدہ انقلابی صحافی اور صحافتی برادری کے" امام" جناب ہارون الرشید صاحب اپنے ٹی وی شو میں لائیو، ببانگ دہل کہہ چکے ہیں کہ" ہم نے آج تک ایسا جنازہ دیکھا اور نہ ہی ایسا چہلم" آپ کے فل ٹائم حمایتی صحافی جناب سمیع ابراھیم کی بھی سنئیے کہ اس مرد قلندر کی آذان حق اور نعرے صرف پاکستان میں ہی نہیں نیویارک کی گلیوں میں بھی گونج رہے ہیں.اور یہ خاکسار اپنے گذشتہ کالم میں بھی لکھ چکا ھے کہ یہ چہلم کی روایتی تقریب نہیں 2021 کی نئے طرز کی قرارداد مقاصد تھی،مقتدر حلقے ملک وقوم اور دین کے وسیع تر مفاد میں اس حقیر سے فرانسیسی سفیر کو جلد نکالنے کا اعلان کریں ورنہ 16 جنوری کے بعد الٹی گنتی کی ایسی عجیب وغریب تھرتھلی مچنے والی ہے کہ حکومت فرانس کے بڑے بڑے گستاخوں کے محلات بھی کانپیں گے۔

ناموس رسالت کے تحفظ بارے صرف یہ تحریک لبیک کے خاک نشین ہی پریشان نہیں اس حساس معاملے پہ اب پوری قوم ہی بڑی چیں بہ جبیں ہے.اب یہ نشہ کسی ایک مسلک کا نشہ نہیں رہا،مولانا طارق جمیل، جناب سراج الحق صاحب، ڈاکٹر ابوالخیر زبیر، جیسے نامور علمائے کرام کی مزار رضوی پہ حاضری اور شیعہ عالم دین مولانا جواد نقوی جیسے اسکالر کا اپنے مرکز کے محراب ومنبر پہ اس عاشق رسول کو خراج تحسین پیش کرنا بتاتا ہے کہ اب ناموس رسالت پوری قوم کا مسئلہ ہے۔

16 جنوری بالکل قریب ہے جی ہاں یہ افتادگان وقت بڑے خاص موڈ میں ہیں اس حقیر سفیر کو نکالو جلدی کرو ورنہ کہیں یہ ہلچل کسی ایسی اتھل پتھل کا شاخسانہ نہ ٹھہرے کہ سفیر کے ساتھ ساتھ آپکو بھی گھر جانا پڑے۔جناب وزیراعظم صاحب آپ کے مشیروں وزیروں کے مشوروں اور ترجمانوں کی فوج ظفر موج سے پی۔ڈی۔ایم کے بچوں کو تو کنٹرول کیا جاسکتا ھے کسی مرد قلندر کے بچے اور لاکھوں تربیت یافتہ مستانوں کو نہیں۔کیونکہ قوم یہ جان چکی ہے مرد قلندر قبلہ عالم کا یہ سعید سپوت سعد رضوی" ابو بچاؤ مہم" نہیں معرکہ ناموس رسالت سر کرنے نکلا ہے.اس معرکے کی بازی ہمیشہ جیت سے ہی ہمکنار ہوتی ہے۔اس لئے جلدی کیجئے اس حقیر سفیر کو نکالیے۔جناب وزیراعظم صاحب اس سلسلہ میں حکومتی مفکرین کے ساتھ ساتھ اپنے ضمیر اور دین سے بھی خوب رہنمائی لیجئے ان شاءاللہ ایاک نعبدو ایاک نستعین کے حقیقی اسرار آپ پہ کھل جائیں گے۔دعا ھے اللہ تعالی آپ سمیت تمام مقتدر حلقوں کو اس اہم عوامی بے چینی کو سمجھنے اور بروقت درست فیصلے کی توفیق عطا فرمائے۔

ناموس رسالت زندہ باد،اسلامی جمہوریہ پاکستان پائندہ باد



آہ! راہِ عزیمت کا رہبر چلا گیا

ریحان رضا انجم مصباحی

بانی دار العلوم قادریہ رحمانیہ و مجی اکیڈمی بسفی مدھوبنی بہار انڈیا

قائد ملت امیر المجاہدین فنافی خاتم النبیین شیخ الحدیث و التفسیر حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی نور اللہ مرقدہ آخری دم تک ناموس رسالت و ختم نبوت اور شعائر اسلام کے محافظ و پہرہ دار رہے۔ آپ ہمہ جہت شخصیت تھے۔ خالق کائنات نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی غلامی اور دین حق کی ترجمانی کے لیے آپ کو چن لیا تھا۔ حرمت رسول ﷺ کے تعلق سے امت مسلمہ کے اندر جس طرح آپ نے بیداری اور جرأت و بہادری پیدا کی وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ غازی اسلام حضرت ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کے بعد کئی طرح کے بیانات سامنے آئے، کسی نے دہشت گرد کہا، تو کسی نے قاتل۔ اس وقت دین حق کا صحیح نقطۂ نظر لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے مرد قلندر امام الغیرت امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ میدان میں آئے اور پوری دنیا کو بتایا کہ گستاخ رسول کو واصل جہنم کرنے والا قاتل نہیں غازیِ اسلام ہے۔

جس وقت غازی صاحب کا نام لینے سے لوگ ڈرتے تھے اس وقت امیر المجاہدین علیہ الرحمہ نے غازی صاحب کی رہائی کے لیے ''تحریک رہائی غازی ممتاز حسین قادری'' کا آغاز فرمایا۔ اور مسلسل ریلیوں اور دھرنوں کی صورت میں حکومت وقت سے رہائی کا مطالبہ کرتے رہے۔ اس دوران آپ پر تشدد بھی ہوا اور زندان کی کالی کوٹھری میں بھی ڈالا گیا مگر پائے استقلال میں ذرا بھی تزلزل نہ آیا۔ غازی صاحب کی شہادت کے بعد آپ نے تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کی بنیاد رکھی اور سیاست میں بھی حصہ لیا۔ اور فرماتے پاکستان میں نظام مصطفی ﷺ نافذ کرنا ہے تا کہ آئندہ کسی غازی کو تختۂ دار پہ نہ لٹکایا جا سکے۔ آپ نے معذوری کے باوجود بڑی محنت و مشقت اور جرأت بہادری کے ساتھ تحریک کو پروان چڑھایا۔

2018 کے الیکشن میں 22 لاکھ سے زائد ووٹ حاصل کر کے چالیس چالیس سال پرانی پارٹیوں کو پیچھے چھوڑ کر پورے پاکستان میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ آپ نے جوش خطابت کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی ایسی روح پھونک دی کہ وہ اپنا سب کچھ اسلام اور بانی اسلام کی عزت و ناموس کی خاطر قربان کر دینا اعزاز سمجھتے ہیں۔ جب بھی کوئی گستاخ، اسلام یا پیغمبر اسلام ﷺ کی شان و عظمت پر حملہ آور ہوتا تو سب سے پہلے اسے جواب دینے اور میدان میں آ کر للکارنے والی ذات علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی تھی۔ 2017 میں جب حکومت کی جانب سے قانون ختم نبوت میں ترمیم کی گئی تو آپ نے سخت سردی کے موسم میں فیض آباد کی سرد ہواؤں میں اپنے جانثار کارکنوں کے ساتھ 22 دن کا دھرنا دیا جس میں حکومت کی طرف سے کیے گئے انتہا درجے کے تشدد، ظلم و بربریت، آٹھ کارکنوں کی شہادت اور ہزاروں کارکنوں کے زخمی

ہونے کے باوجود اپنے موقف پر ڈٹے رہے،حکومت کو گھٹنہ ٹیکنے پر مجبور کیا اور وزیر قانون کا استعفیٰ لے کر اٹھے۔آپ صرف پاکستانی عوام کے نہیں بلکہ عالم اسلام کے قائد تھے۔مسلمانوں پر جہاں بھی ظلم ہوتا خواہ برما،چین،شام،عراق،فلسطین،یمن، افغانستان تو آپ تڑپ اٹھتے،پاک آرمی اور حکومت سے مطالبہ کرتے کہ وہ ظالموں کو جواب دیں اور مظلوموں کے ساتھ کھڑے ہوں۔موجودہ حکومت نے جب غیروں کے اشارے پر گستاخہ آسیہ ملعونہ کو رہا کیا تو امیر المجاہدین علیہ الرحمہ نے رہائی کے خلاف پنجاب اسمبلی کے سامنے دھرنا دیا اور آپ کی تحریک کے ذریعے پورے ملک میں احتجاجی دھرنے ہوئے،پھر حکومت نے آپ سے معاہدہ کیا اور یقین دلایا کہ اس فیصلہ پر نظر ثانی کی جائے گی۔معاہدہ کے بعد دھرنا ختم ہوا متعینہ تاریخ کے بعد بھی معاہدہ پر عمل نہ ہوا بلکہ تحریک لبیک کے خلاف کریک ڈاؤن کر کے امیر المجاہدین سمیت دیگر قائدین اور ہزاروں کارکنان کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔اس اسیری کے ایام میں امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کے کمبل پر سخت سردی میں پانی ڈال دیا جاتا،رات کا سر د سالن ناشتہ میں دیا جاتا۔جیل کے جس کمرے میں آپ کو رکھا گیا اس کی چھت سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے جیل عملہ نے بتایا اوپر پانی کی ٹینکی ہے۔آپ کی معذوری کا خیال کیے بغیر ناموس رسالت اور ختم نبوت کی پہرے داری کے جرم میں انتہائی مشقت کے ساتھ چھ ماہ آپ کو جیل میں رکھا گیا آپ ذرا بھی پریشان نہ ہوئے اور نہ اپنے موقف سے پیچھے ہٹے بلکہ فرماتے ۔

ستمگر ادھر آ ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

امیر المجاہدین علیہ الرحمہ ہر مشکل گھڑی میں صبر و استقامت جرأت و بہادری اور عزیمت کی داستان رقم کر کے خادم حسین ہونے کا حق ادا کر دیا۔آپ سچے عاشق رسول تھے جس کی گواہی غیروں نے بھی دی ہے۔وفات سے چند روز قبل فرانس کے گستاخانہ خاکوں کے خلاف فیض آباد میں ہونے والے دھرنے میں سخت بخار کی حالت میں آپ نے شرکت فرمائی اور حکومت سے فرانسیسی سفیر کو ملک بدر کرنے کا مطالبہ منوا کر اٹھے۔آپ علیہ الرحمہ کی وفات سے عالم اسلام پر گہرا اثر پڑا عاشقان مصطفی ﷺ کی آنکھیں نم ہیں۔آپ نے تھوڑے عرصے میں وہ کام کیا ہے کہ شاید کوئی صدیوں عمر پائے تو بھی نہ کر سکے آپ نے جب بھی بات کی ناموس رسالت وختم نبوت کی بات کی،اپنے ذاتی نعرے پر پابندی لگا رکھی تھی۔عشق رسول ہی کی برکت ہے کہ آپ کے جنازہ میں لوگوں کی کثیر تعداد نے تاریخ رقم کر دی۔چشم فلک نے شاید اس سے قبل ایسا منظر نہ دیکھا ہو۔سچ کہا علامہ اقبال نے:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اللہ رب العزت آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی جانشین حضرت علامہ حافظ سعد حسین رضوی صاحب مرکزی امیر تحریک لبیک یارسول اللہ کو سلامت رکھے اور آپ کے مشن کو جاری رکھنے اور پائے تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ نبی الامین ﷺ۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا خادم

شاہد اعوان

علامہ خادم حسین رضوی کو داغِ مفارقت دیئے کافی دن بیت چکے اور کئی بار وقتِ حاضر کے اس مردِ حر کے بارے لکھنے کا خیال بھی آیا مگر پھر قلم رک سا گیا۔۔۔وجہ یہ نہیں کہ اس مردِ حق کے بارے لکھنے اور بولنے والے علمائے کرام، مشائخ عظام اور عاشق رسول تھوڑے ہیں دراصل ہر بار اپنی کم مائیگی کا احساس مجھے روک دیتا تھا تاہم آج اپنے چند علم دوست محبین کے اصرار پر اس موضوع پر لکھنے کی جسارت کرنے لگا ہوں۔علامہ خادم حسینؒ کے اصل گُن ان کے دنیا سے پردہ کر جانے کے بعد کھلے ہیں گو کہ بندہ فقیر گاہے گاہے ان کی تقاریر سنتا رہا ہے، ان کے ذہن سے اٹک کی ماں بولی بڑا لطف دیتی تھی۔مادری زبان میں گفتگو کرتے یا اردو میں رطب اللسان ہوتے ان کا رنگ ہی الگ تھا۔وہ ایک بے بدل خطیب تو تھے ہی اس سے بڑھ کر عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر سرشار تھے کہ مولائے رومؒ، علامہ اقبالؒ، جامیؒ، احمد رضا بریلویؒ کی ارواح بھی ان کے اندازِ بیاں پر عش عش کر اٹھتی ہوں گی۔دریائے سواں کے کنارے واقع 'نکہ توت' کا چھوٹا سا گاؤں جو اس سے قبل تیل اور گیس کے قدرتی ذخائر کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا دنیا کو کیا پتہ تھا کہ 1966ء میں حاجی لعل خان کے گھر پیدا ہونے والا بچہ صرف 55 برسوں میں مقبولیت کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے گا۔

پسماندہ علاقے سے اٹھنے والے اس مردِ کوہستانی کی نمازِ جنازہ بھی ایک تاریخ ساز اجتماع تھا اور داتا کی نگری لاہور میں آرام فرما مقدس ہستیوں نے بھی ان کا استقبال ضرور کیا ہو گا بلکہ مجھ ایسے کوتاہ نظر کے خیال میں اس عاشق رسولؐ کے جنازے میں نوری مخلوق بھی شامل ہوئی ہو گی ورنہ 50 ایکڑ وسیع رقبہ، بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ اور داتا دربار تک ہر طرف سر ہی سر نظر آتے تھے حتیٰ کہ بڑے بڑے تجزیہ نگار بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ جنازے کے شرکاء کا شمار انسانی آنکھ اور کیمروں کے لینز میں سما ہی نہیں سکتا تھا۔آج علامہ خادم رضوی مرحوم و مغفور اپنی مسجد کے صحن میں آسودہ خاک ہیں، وہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کر کے اپنے رب کے حضور جا پہنچے ان سے قبل امام اہلسنت احمد رضا خان بریلویؒ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے سرشار تھے اور ان کے بعد جناب خادم رضویؒ کو برصغیر میں دوسرا نمبر دیا جائے تو ہرگز بے جا نہ ہو گا۔بات اعلیٰ حضرتؒ کی ہوئی ہے تو مجھے اجازت دیجئے کہ ان کے حضور حاضری کے لئے چند سطور سپردِ قلم کر سکوں جی ہاں میرا اشارہ سخن افتخارِ سلف، وقارِ خلف، عاشق خیر الانامؐ، فدا کارِ اولیائے عظام، تاجدارِ اہلِ سنت، مجدد وقت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ کی ذاتِ عظیم کی طرف ہے وہ احمد رضاؒ جنہوں نے ایک کم فہم مفتی کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ

رسید کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ برصغیر پاک و ہند دارالحرب نہیں دارالسلام ہے اور یوں ہندوستان کے سادہ لوح مسلمانوں کو ذلت وغربت کی موت مرنے سے بچالیا۔امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت دوقومی نظریئے کا پرچار کیا جب قائداعظم اور علامہ اقبال جدا قومیت کے خواب دیکھ رہے تھے، یقیناً قیام پاکستان کے لئے آپ کی خدمات بابائے قوم اور شاعرِ مشرق سے ہرگز کم نہیں اور جن کے فتاویٰ رضویہ کی چند جلدوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ"میں نے اپنے دور میں ایسا فقیہہ نہیں دیکھا مولانا جو رائے ایک بار قائم کر لیتے ہیں وہ دوبارہ بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔" آگے چل کر مزید فرماتے ہیں"ہاں اگر عشقِ رسولؐ کی وجہ سے ان کی طبیعت میں شدت نہ ہوتی تو وہ اپنے دور کے امام ابوحنیفہؒ ہوتے۔"اعلیٰ حضرت علم وفضل کا ایک وسیع سمندر تھے وہ سمندر جس کے اندرونی رموز واسرار سے مکمل آشنائی تو ایک طرف تاہنوز ساحل تک بھی رسائی حاصل نہیں ہوسکی، آپ بلاشبہ جید عالم، حکیم، عبقری فقیہہ، صاحبِ نظر، مفسرِ قرآن، عظیم محدث اور ایک سحر انگیز خطیب تھے۔حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی سیرت کے نقوش جس قدر دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے جائیں گے عظمت وفضیلت کا احساس بڑھتا چلا جائے گا، آپ کے تمام کمالات وفضائل کا احاطہ کرنا دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔آپ کے اس شعر سے ان کی زندگی کے نمایاں گوشے کا جائزہ لیا جاسکتا ہے:

میرے کریمؐ سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہادیئے ہیں دُر بے بہادیئے ہیں

کچھ ایسی ہی کیفیت جناب خادم حسین رضویؒ کی بھی تھی ان کے ملفوظات اور الیکٹرانک کلپس سن کر ایمان تروتازہ ہوجاتا ہے علامہ صاحب جوزودنویسی، برجستہ گفتگو اور تصنیفی استعداد کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے ان کی وسعتِ علمی، فن تقریر اور محاسن کا یہ عالم ہے کہ اگر علم وخطابت کے بڑے بڑے آئمہ کو مشاہدے کا وقت ملتا تو ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی آرزو کرتے۔بقول اقبالؒ

اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جبہ سائی سے
تو سنگِ آستانِ کعبہ جاملتا جبینوں میں

علامہ خادم حسین رضویؒ کے وصال کے بعد تمام غیر متعصب اور ان کے نظریاتی مخالفین بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ عشقِ رسالتؐ ان کا سب سے قیمتی اور لافانی اثاثہ ہے انہوں نے درِ مصطفیؐ چھوڑ کر کسی دنیاوی عہدیدار کی جانب دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا انہیں بھروسہ تھا تو اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کرم گستریوں پر، انہیں اعتماد تھا تو اپنے ہادی وشاہد کی بندہ پروریوں پر،

ان کی نگاہیں اٹھتی تھیں تو تجلیاتِ مصطفیٰ کی ضوریزیوں کے سمیٹنے کو، ان کا دل دھڑکتا تھا تو صرف رحمت العالمینؐ کی رحمت نوازیوں پر۔۔۔غرض عشقِ محمدیؐ کا جو معیار وہ قائم فرما گئے ہیں وہ ہم ایسوں کے لئے مینارۂ نور ہے۔قلندرِ لاہوری علامہ اقبالؒ کے کلام کو سمجھنا اور اس کو بیان کرنا کسی دنیادار کے بس کا روگ نہیں اقبالیات کے بڑے بڑے ماہر علامہ رضویؒ کے آگے پانی بھرتے ہیں، فارسی شاعری کا ایسا خوبصورت اندازِ تکلم مولائے رومؒ کے حضور بیٹھنے والے شاگردوں کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا جو اس مردِ کوہستانی کے حصے میں آیا۔موجودہ صدی میں مولانا صاحب کے درجے کا کوئی عالم یہ دعویٰ ہرگز نہیں کرسکتا کہ وہ عشقِ رسولؐ میں ان کا ہم پلہ بھی ہوسکتا ہے۔بلاشبہ وہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ کے اس شعر کا عملی نمونہ تھے:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں!!

پروردگارِ رحمن علامہ خادم رضویؒ کی قبر انور پر اپنے انوارات وتجلیات کی بارش ہمیشہ برساتا رہے گا۔ایک طرف خادم حسین عشقِ رسالتؐ کا پیکر تھے تو دوسری جانب وہ اپنے نام کی طرح حسینؓ کے خادم بھی تھے۔



امیر المجاھدین بحیثیت امیر عزیمت

غلام مصطفیٰ نعیمی (مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی)

سلطنت عثمانیہ کے سقوط کے بعد ملت اسلامیہ دن بدن پستی میں گرتی چلی گئی۔ پہلے عسکری قوت ختم ہوئی جس کے نتیجے میں مسلم حکومتوں کے حصے بخرے ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے بڑے حصے پر راج کرنے والی قوم غیروں کی محکوم ہوگئی۔ مغلوبی کا یہ دور محض عسکری وفوجی شعبے میں آیا ہوتا تو اتنی تشویش نہ تھی۔ اہل اسلام پر ایسے کئی ادوار گزر چکے ہیں جب مسلمان بے سروسامان اور دشمنوں سے کمزور تھے مگر حمیت دینی اور اسلامی اقدار کی بالادستی پر ان کے یقین محکم نے اغیار سے مرعوب نہ ہونے دیا۔ نتیجتاً کمزور حالت کے باوجود وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمنوں کو ناکام ونامراد کیا۔ اپنے ایمان ویقین کی قوت سے بڑے بڑے شہ زوروں پر برتری حاصل کی۔

مگر سقوط سلطنت عثمانیہ کے بعد امت مسلمہ ذہنی طور پر مغرب سے مرعوب ہوتی چلی گئی۔ مغربی دنیا کے نظام، سائنسی ترقیات اور نت نئی ایجادات نے ملت اسلامیہ کو اس قدر مرعوب کر دیا کہ انہیں لگنے لگا کہ مغربی اقدار ونظریات کے سامنے اسلامی اقدار کمزور ہیں۔ مرعوبیت کا اثر سب سے پہلے حکمرانوں نے لیا اور مغربی ممالک سے خادمانہ رشتے استوار کیے۔ حکمرانوں کے بعد علماء وفضلاء اور ارباب علم ودانش کی صفوں میں زوال آیا۔ وہ مغرب کی مادی طاقت وقوت اور حیران کن سائنسی تحقیقات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی وضع کردہ اصطلاحات کو اپنی دینی اصطلاحات پر فوقیت دینے لگے۔

مرعوبیت کے اس دور میں امیر عزیمت، محافظ ختم نبوت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ ان مردان اولوالعزم میں شامل تھے جنہوں نے مغربی دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسلامی اقدار وروایات کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا اور فخر ومباہات کے ساتھ تبلیغ بھی فرمائی۔ اسلامی نظریات کی پر اعتماد تبلیغ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے لبرلوں کے بنائے ہوئے نظام سے متاثر ہوئے بغیر ''مومنانہ شان'' کا مظاہرہ کیا۔ جو کہا ڈنکے کی چوٹ پر کہا، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارے نام نہاد دانشوران اپنے اسٹیجوں پر ہوتے ہیں تو بڑے طمطراق کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں لیکن لبرل اسٹیج اور لبرل افراد کے سامنے مدافعانہ لہجے اور معذرت خواہانہ انداز میں زبان دبا کر بات کرتے ہیں مگر امیر المجاہدین کی جرأت مومنانہ ہی تھی کہ محفل بھلے ہی کسی کی ہو آپ کا لہجہ ہمیشہ ایک جیسا رہا۔ ایک موقع پر ایک ٹی وی اینکر نے آپ سے ملک کی معاشی ترقی کا ایکشن پلان جاننا چاہا تو آپ نے نہایت ہی خود اعتمادی سے جو جواب دیا اس کے اہم حصے یہ تھے:

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز حاکم ہوئے تو محض رات سے صبح تک نظام مصطفیٰ نافذ ہو چکا تھا۔

ملکی خزانے لوٹنے والے امیروں نے احتساب کے خوف سے خود ہی ساری دولت قومی خزانے میں جمع کر دی تھی۔

حکمران،عوام کی سادہ بودوباش ہوگی۔
وزراء کی عیش پرستی کے لیے قومی سرمایہ خرچ نہیں کیا جائے گا۔
آپ کے جواب سے تین اہم نکات سامنے آتے ہیں:
1۔انصاف پرور حاکم 2۔نظام احتساب 3۔سادہ بودوباش۔
کہنے کو تو یہ تین نکات نہایت سادہ اور عام سے نظر آتے ہیں لیکن گہرائی سے تجزیہ کرنے پر ان کی معنویت اور اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ایک نظر آپ بھی ان نکات پر ڈالیں تا کہ امیر عزیمت کی فکری گہرائی اور اسلامی اقدار پر آپ کے غیر متزلزل یقین کے جلوے دیکھ سکیں۔

1۔عمر بن عبدالعزیز جیسا حاکم۔حضرت عمر بن عبدالعزیز (61-101ھ) بنو امیہ کے آٹھویں خلیفہ تھے۔پیش رو خلفائے بنو امیہ کی دنیاداری اور عیش پرستی کی وجہ سے خاندان بنو امیہ کے لوگوں نے قومی خزانوں کو ذاتی جاگیر سمجھ رکھا تھا۔سلیمان بن عبدالملک کے انتقال کے بعد جب آپ تخت خلافت پر فائز ہوئے تو سب سے پہلے اپنی عوامی زندگی کو تبدیل کیا۔تاریخ سے شغف رکھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز انتہائی نفاست پسند اور اعلیٰ طرز زندگی کے عادی تھے۔جس وقت آپ گورنر مدینہ بن کر پہنچے تو آپ کا ذاتی ساز وسامان ہی 30 اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔مگر بار خلافت کے بعد آپ نے خود کو اس قدر تبدیل کیا کہ اپنی اہلیہ کے زیورات تک بیت المال میں جمع کرا دیے۔اس مثال کے ذریعے امیر عزیمت بتانا چاہتے تھے کہ کسی بھی مملکت کی معاشی ترقی کے لیے پہلا زینہ عمر بن عبدالعزیز جیسا حاکم ہونا ہے۔جس کی زندگی تکلفات سے پاک وصاف ہو۔جب حاکم تکلفات سے بچنے والا ہوتا ہے تو عوام بھی بے جا خرچوں سے پرہیز کرتی ہے۔یہ طرز عمل ہی کسی بھی مملکت کی معاشی ترقی کا پہلا زینہ ہوتا ہے۔یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی مثال آپ نے اس لیے دی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے زمام خلافت اس وقت سنبھالی تھی جب پیش رو خلفاء کی وجہ سے قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ کی جارہی تھی۔یہی ماحول امیر عزیمت کے ملک کا تھا اس لیے آپ نے عمر بن عبدالعزیز کی ہی مثال دی جو ملکی حالات کے عین مطابق تھی۔

2۔احتساب کا ڈر:کسی بھی ملک کی معیشت تب بگڑتی ہے جب قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ ہوتی ہے۔بدعنوانی کو فروغ اسی وقت ملتا ہے جب بدعنوانوں کے دل ودماغ سے احتساب کا خوف نکل جائے۔ایک بار احتساب کا نظام قائم ہو جائے تو خائن لوگ بدعنوانی سے پہلے سو بار سوچتے ہیں۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امور خلافت سنبھالتے ہی عدالت احتساب لگائی۔عمل احتساب کا شروع ہونا تھا کہ بدعنوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔خود ہی بدعنوانی کی دولت بیت المال میں جمع کرانے لگے۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ خائنوں نے رات کے اندھیرے میں سرِ راہ مال پھینک کر جان بچانے میں ہی عافیت سمجھی۔اگر کسی ملک کے وسائل بدعنوانوں کی خرد برد سے محفوظ رہیں۔خیانت کرنے والوں میں خوفِ احتساب اس قدر بیٹھ جائے کہ وہ

سڑکوں پر مال پھینکنے پر مجبور ہو جائیں تو سمجھ لیا جائے کہ ملک نے اپنی معاشی ترقی کا دوسرا اہم پڑاؤ پار کرلیا ہے۔امیر عزیمت کا اشارہ اسی نکتے کی جانب تھا کہ جب بدعنوانی بند ہو جائے گی تو ملکی معیشت اپنے آپ درست ہو جائے گی۔

3۔سادہ بود و باش۔ملکی معیشت میں بگاڑ تب آتا ہے جب حکمران قومی خزانے پر داد عیش دیتے ہیں۔حاکم کی دیکھا دیکھی عوام بھی فضول خرچی کی عادی ہونے لگتی ہے جس کا اثر ملکی معیشت پر پڑتا ہے۔اصلاح معیشت کے لیے غیر ضروری خرچوں سے بچنا بے حد ضروری ہے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد سارے غیر ضروری خرچے بند کرادئے۔ایک دن شاہی اصطبل کا نگران آپ سے شاہی گھوڑوں کے رکھ رکھاؤ اور اشیاے خوردنی کے لیے پیسے مانگنے آیا تو آپ نے اس غیر ضروری خرچے کو سن کر ارشاد فرمایا:

ابعث بها إلى أمصار الشام يبيعونها فيمن يريد، واجعل أثمانها في مال الله، تكفيني بغلتي هذه الشهباء۔

ان گھوڑوں کو شام کے بازاروں میں بھیج دو تاکہ وہاں انہیں فروخت کیا جاسکے۔انہیں بیچ کر جو قیمت حاصل ہو اسے بیت المال میں جمع کر دیا جائے۔میرے لیے میرا خچر شہبا ہی کافی ہے۔

سادہ بود و باش سے امیر عزیمت کی اشارہ اسی جانب تھا کہ قومی خزانے پر غیر ضروری خرچوں کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔یہ تبھی ممکن ہے جب حکمران طبقہ سادہ بود و باش کا عادی ہو۔جس ملک کا حاکم سادہ بود و باش والا ہوتا ہے اس ملک کی معیشت خود بخود مضبوط ہو جاتی ہے۔اقتصادی مضبوطی کے لیے سادہ طرز زندگی نسخہ کیمیا ہے،جس سے مردہ مملکت بھی پیروں پر کھڑی ہوسکتی ہے۔

قارئین کرام!درج بالا نکات پڑھ کر بتائیں کہ ملکی معیشت کے لیے اس سے زیادہ جامع ایکشن پلان کیا ہوسکتا ہے؟مگر جن لوگوں کا خمیر ہی لبرل مٹی سے تیار ہوا ہو انہیں وہ پلان، پلان ہی نہیں لگتا جس کی بنیاد اسلامی نظریے پر قائم ہو۔انہیں لگتا ہے کہ" ایکشن پلان" مغربی ملکوں اور آئی ایم ایف سے قرض نما بھیک مانگنے کا نام ہے۔جس کی قیمت قوم کی آنے والی نسلیں بھی چکاتی ہیں۔امیدوں کے عین مطابق اینکر کو بھی آپ کا جواب "خطیبانہ جملہ" لگا۔کاش اسے تجزیہ کا شعور ہوتا تو معلوم ہوتا کہ سامنے والے نے کتنا مضبوط ایکشن پلان پیش کیا ہے۔اینکر کو یہ پلان سمجھ نہیں آیا۔اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے "خطیبانہ جملہ" کہہ کر پھر وہی مطالبہ کیا۔جواباً آپ نے معذرت خواہانہ لہجے کی بجائے شان ایمانی کے ساتھ جواب دیتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ۔ (سورہ مائدہ:66)

اور اگر وہ توریت اور انجیل کا نظام قائم رکھتے تو آسمان برکت کے دروازے کھول دیتا اور زمین بھی اپنے خزانے اگل دیتی۔

آیت تلاوت کرنے کے بعد اپنے مخصوص اور پر اعتماد لہجے میں فرماتے ہیں:

جب توراۃ وانجیل کا نظام قائم کرنے سے یہ برکتیں ہیں تو جب محمد عربی (ﷺ) کا قرآن آئے گا تو کتنی برکتیں آئیں گی۔آسمان کتنی برکتیں لٹائے گا اور زمین کتنے خزانے باہر نکالے گی۔

لبرل اینکر کے جواب میں آپ نے جس خود اعتمادی کے ساتھ اسلامی اقدار کی تبلیغ فرمائی وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ایسے مواقع پر نام نہاد دانشوران مغربی منصوبہ سازوں کے لقمے چباتے ہوئے انہیں کی بولی پر اسلامی رنگ کی ملمع سازی کرتے ہیں مگر یہ آپ کی غیرت مومنانہ تھی کہ آپ نے وہی جواب دیا جو حقیقی اسلام کی ترجمانی بھی کرتا ہے اور مسئلے کا اصلی حل بھی ہے۔

سبب کچھ اور ہے، تُو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

دین بیزار حکام پر بے لاگ تنقید کسی بھی معاشرے میں حکمران اور اہل علم ہی عوام کے لیے مرجع تقلید ہوتے ہیں۔جس طرف حکمران اور اہل علم ہوتے ہیں عوام اسی راستے پر چل پڑتی ہے بھلے ہی وہ راستہ خیر کی طرف جاتا ہو یا گمراہی کی جانب! قرآن کریم میں اسی مفہوم کو یوں بیان کیا گیا ہے:

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى (سورہ طٰہٰ:۷۹)

اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی۔

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (سورہ احزاب:67)

اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں (عالموں) کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوموں کی گمراہی میں ان کے حاکموں اور عالموں کا بڑا رول ہوتا ہے۔اگر فرعون گمراہ نہ ہوتا تو عوام گمراہ نہ ہوتی۔اگر علماء راہ راست سے نہ ہٹتے تو قومیں راہ ہدایت سے دور نہ ہوتیں۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

الناس علی دین ملوکھم...قال قالوا کانت ھمة الولید فی البناء، وکان الناس کذلك، یلقی الرجل الرجل، فیقول: ماذا بنیت؟ ماذا عمرت؟ وکانت ھمة أخیه سلیمان فی النساء، وکان الناس کذلك، یلقی الرجل الرجل، فیقول: کم تزوجت؟ ماذا عندك من السراری؟ وکانت ھمة عمر بن عبد العزیز فی قراءة القرآن، وفی الصلاة والعبادة، وکان الناس کذلك، یلقی الرجل الرجل، فیقول: کم وردك؟ کم تقرأ کل یوم؟ ماذا صلیت البارحة؟(البدایة والنھایة 165/9)

لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقے پر ہوتے ہیں۔(اس کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں: سلطان ولید کو عمارات بنانے میں دل

چھپی تھی۔تو اس زمانے کے لوگوں کے شوق بھی ایسے ہی تھے۔جب ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے تھے آپ نے کیا بنایا، آپ کہاں رہتے ہیں؟ ولید کا بھائی سلیمان عورتوں کا دل دادہ تھا تو اس زمانے کے لوگ بھی ایسے ہی تھے۔ایک دوسرے سے ملتے تو پوچھتے کہ آپ نے کتنی شادیاں کی ہیں، آپ کے پاس کتنی باندیاں ہیں؟ حضرت عمر بن عبد العزیز کو تلاوت قرآن، نماز اور وظائف کا شوق تھا تو اس زمانے کے لوگ بھی ایسے ہی تھے۔ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے آپ نے کتنا ورد کیا، آج کتنا قرآن پڑھا اور کتنی نفل نمازیں پڑھیں؟

یعنی جو حاکم جس مزاج کا ہوتا ہے اس کی عوام بھی اسی مزاج کی عادی ہو جاتی ہے۔قوموں کی ہدایت و گمراہی اور عروج و زوال میں حکام اور علماء کا بنیادی رول ہوتا ہے۔پچھلے کچھ سالوں میں مسلم امہ کے زوال میں جہاں نااہل حکام کی چاپلوسانہ پالیسیوں کا دخل ہے تو دینی قیادت کی قومی مسائل سے بے رغبتی بھی بنیادی وجہ ہے۔عہد ماضی میں مسلم معاشرے کی صلاح و فلاح میں علماء اور حکام بنیادی رول ادا کرتے تھے۔علماء کسی بھی حکم اور نظریہ کی دینی و دنیوی حیثیت واضح کرتے۔اس کے بعد ہی حکام اس نظریہ کو نافذ کرتے۔اگر حکام بے راہ روی کا شکار ہوتے تو حاملین رشد و ہدایت ان کی اصلاح کرتے۔علماء و حکام کی فکری ہم آہنگی سے ہی مسلم معاشرہ کامیاب و کامران تھا۔دور زوال میں صورت حال بالکل پلٹ گئی پہلے علماء حکام کو بے راہ روی سے روکتے تھے مگر اب زر پرست علماء و مشائخ دین بیزار حکام کے دست و بازو بن کر حمایت کرتے ہیں۔

حضرت امیر المجاہدین نے عہد ماضی کی یاد تازہ کرتے ہوئے حق گوئی کی نئی داستان رقم کی۔ایک موقع پر ایسے لیڈروں کو للکارتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دنیا کے بدترین مشرک سے جا کر پوچھو وہ اپنے بت کے لیے کتنا مخلص ہے۔ہندو سے پوچھو وہ اپنی گائے کے لیے کتنا مخلص ہے۔یہودی سے پوچھو وہ اپنے مذہب کے لیے کتنا مخلص ہے۔عیسائی سے پوچھو وہ اپنے مذہب کے لیے کتنا مخلص ہے۔تجھے اپنے نبی سے اتنا بھی اخلاص نہیں ہے... تو نے کلمہ کون سا پڑھا ہے؟ اسلام بڑے ناموں کا محتاج نہیں! اسلام رب تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔عزت والا ہے وہی ہے جو اسلام کا سچا خادم و وارث ہو۔رنگ و نسل اور خاندان کی بنا پر کوئی بڑائی نہیں:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ۔(سورہ حجرات:۱۳)

بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

خاندان و خانقاہ کے نام پر خود کو بڑا سمجھنے والے، حضرت عبد الرحمٰن جامی کی اس نصیحت کو اچھی طرح یاد رکھیں:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

جامی عشق کا بندہ بن جا اور خاندانی اکڑ چھوڑ دے کہ راہ عشق میں فلاں بن فلاں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

امیرِعزیمت کی زندگی اسی عشق ووفا سے عبارت تھی ۔ان کے ساتھ کسی بڑے خاندان یا خانقاہ کا سابقہ لاحقہ نہیں تھا لیکن خدمت اسلام کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی عزت ورفعت سے نوازا کہ بڑے بڑے گدی نشین دیکھتے رہ گئے اور اسلامی افکارونظریات کی حفاظت ونگہداشت کی ذمہ داری ایک معمر اور بیمار مجاہد کے نصیبے میں آئی۔

آپ جذب کے عالم میں فرماتے تھے:

اٹھو! حضور کے دین کی بات کرو۔انہیں نوکروں کی کوئی کمی نہیں ۔ابوجہل ابولہب نے اسلام کی خدمت نہیں کی تو اسلام کو کوئی فرق نہیں پڑا۔

بلال از حبش،صہیب از روم سلمان از فارس
زخاکِ مکہ ابوجہل،ایں چہ بوالعجبی ست

کتنی عجیب بات ہے کہ حبشہ سے بلال، روم سے صہیب رومی اور فارس سے سلمان فارسی جیسے صحابہ کرام پیدا ہوئے اور خود مکہ کی پاک خاک سے ابوجہل نے جنم لیا۔

یعنی خدمت اسلام پر خاندان وعلاقے کی اجارہ داری نہیں ہے، جو راہ عشق میں پیش قدمی کرجائے وہی میر قافلہ بن جاتا ہے۔ختم نبوت پر حملے ہوئے، ناموس رسالت کو نشانہ بنایا گیا لیکن ان حملوں کے خلاف بڑے بڑے نام مصلحت کے نام پر خاموش رہے۔مذمت بھی کی تو اس انداز میں کہ مذمت والوں کو پتا بھی نہیں چلا۔ایسے پرآشوب وقت میں امیرِعزیمت نے نہایت بے باکی کے ساتھ اسلامی شعائر پر پہرہ دے کر ثابت کردیا کہ اسلام بڑے ناموں کا محتاج نہیں ہے۔اگر یہ لوگ خدمت کے لیے آگے نہیں آئیں گے تو اسلام کسی کو بھی اپنی خدمت کے لیے منتخب کرلے گا۔ناموس رسالت پر بے مثال پہرے داری ناموس رسالت کی اہمیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا سے ظاہروباہر ہے۔جس محبوب کی بارگاہ میں ذومعنی لفظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں، اسی جناب میں سب وشتم کیا جارہا ہے۔بے ہودہ خاکے بنا کرانہیں رسول اکرم ﷺ سے منسوب کرکے مسلمانوں کی دل آزاری آئے دن کا تماشا ہے۔مسلم حکام کی دین بیزاری سے انہیں خوب شہ ملتی ہے۔معاملے کا سب سے خراب پہلو نام نہاد علماء ومشائخ کا منافقانہ رویہ ہے۔ایسے معاملات کے بعد وہ لوگ فوراً ''اخلاق نبوی اور امن'' کے پروانے لیکر حاضر ہوجاتے ہیں۔مکے کی بڑھیا کے کوڑے والی روایتیں عام کرتے ہیں۔گالیوں پر دعا دینے والی روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔تاکہ عوام مسلمین کی غیرت ایمانی کو تھپکی دے کر سلاسکیں۔ایسے ماحول میں امیرِعزیمت نے ختم نبوت اور ناموس رسالت کے معاملے پر بغیر کسی لاگ لپیٹ کے دوٹوک انداز میں فرمایا:

امن کی بات تب ہوتی ہے جب بلال کعبے کی چھت پر چڑھ جائے۔

دشمن وار پہ وار کیے جارہا ہو اور آپ امن کا راگ الاپیں، اسے امن نہیں بزدلی کہتے ہیں۔آپ کی زبان سے نکلنے والے ان

جملوں نے ایوان باطل میں زلزلہ برپا کر دیا۔سرکار ابد قرار ﷺ کے خاکے بنانے والوں کے دلوں میں جو خوف آپ کی للکار نے پیدا کیا کاش مسلم حکام اس پر عشر عشیر بھی عمل کر پاتے تو شاتمان رسالت کی نسلیں بھی گستاخی سے تائب پیدا ہوتیں۔غازی ممتاز قادری نے عشق رسالت کی جو شمع اپنے خون سے روشن کی اسے امیر عزیمت نے بجھنے نہ دیا۔آپ کے پرسوز خطابات اور مجاہدانہ اقدامات نے لاکھوں دلوں میں غیرت ایمانی کی آگ بھر دی۔لبیک یارسول اللہ کے نعرہ اکیسیوی صدی کا مقبول ترین نعرہ ثابت ہوا۔آج اگر نوجوانوں کے دلوں میں غیرت ایمانی کا عنصر نظر آتا ہے یہ امیر عزیمت کے داعیانہ خلوص اور ناموس رسالت سے بے پناہ عشق کا ثمرہ ہے۔عشق رسالت کی مہم کو جنون کہنے والے بے فیض متصوفہ نے اپنے خود ساختہ ''سلوک وتصوف'' کی آڑ میں روکنے اور تھامنے کی بھر پور کوشش کی مگر آپ نے ان ننگ اسلاف خانقاہیوں کو للکارتے ہوئے فرمایا:'' جنگ خندق کے موقع پر حضور نے تلوار بلند کی تسبیح نہیں بانٹی۔بزدل بندے کا کام ہی نہیں کہ وہ دین کی ترجمانی کرے۔'' آپ کی جرأت مندانہ للکار کا ہی اثر تھا کہ شاتمان رسالت اپنی کمین گاہوں میں بھی لرزہ براندام رہتے تھے۔پوری دنیا کو عشق رسالت کا جام پلا کر،دلوں میں غیرت ایمانی کی شمع روشن کر کے آپ نے رخت سفر باندھا اور مسلم امہ کو یتیم بنا دیا۔آپ کے وصال پر ملال کی خبر جس نے سنی وہ ساکت رہ گیا۔شاید ہی کوئی آنکھ ہو جس سے آنسو نہ گرا ہو۔شاید ہی کوئی دل ہو جس میں تکلیف کا طوفان نہ اٹھا ہو۔اگر سرحدی بندشیں نہ ہوتیں تو شاید لاہور کی ساری زمین بھی تنگ پڑ جاتی۔

عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے نکلا
رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ویسے بھی جاتا نہیں کوئی



منھج الامام فی السیاسۃ و آداب المعاشرۃ

امیرِ عزیمت علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور کارہائے عقیدہ، تجدید وتہذیب

مفتی عبیدالرحمٰن شاہ جہاں پوری

تمہید:

مُستند راستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے
آہ کو کچھ نسبت ہے عشاق سے
آہ نکلی اور وہ پہچانے گئے

شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حُسین صاحب رضوی نور اللہ مرقدہ شریف وہ مردِ عزیمت و جبلِ استقامت ہیں جنہوں نے طاغوت کے خلاف احقاقِ حق و ابطالِ باطل اور ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقیدہ کو عالمی سیاسی منصہ شہود پر بلند کیا۔ احساس کمتری ومغربی تشکیک کے اس غالب ماحول میں ''دینِ خالص'' کی یہ مخلصانہ صدا بہت ساروں کو اس ولی کامل کی کرامت نہیں بلکہ کسی تیسری قوت کا ''استدراج'' لگا کیونکہ اس قدر یقین سے بھرپور احقاقِ حق، بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر مشروط وابستگی کا واشگاف اعلان، کھری صداقت، ایمانی اسالیب اور برآتِ طاغوت سننے کی سماعتیں عادی نہیں رہی تھیں! امام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اہل زمانہ علمی موشگافیوں اور سیاسی عینکوں کی ادلی بدلی کر کے پرکھتے رہے لیکن وہ ان سب سے ماورا مقامِ عرفاں پر فائز، خدا تعالیٰ کی اہل زمانہ پر حجت تھے گویا کہ قافلہِ اسلاف کا کوئی فرد پیچھے رہ گیا ہو! تاہم اب جب ہم کم ظرفوں سے خدا تعالیٰ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے تو بہت ساروں کے کوچۂ ضمیر میں ہل چل ہے کہ لاکھوں کا یہ جنازہ کسی سیاسی پارٹی یا فرقے نہیں بلکہ ملکی تاریخ کا سب سے بڑا یہ جنازہ ''ملت کے امام'' کا جنازہ ہے۔

عرش پر دُھومیں مچیں وہ مؤمن صالح مِلا
فرش سے ماتَم اُٹھے وہ طَیِّب و طاہر گیا
اللہ اللہ یہ عُلُوِّ خاصِ عبدیت رضاؔ
بندہ ملنے کو قریب حضرتِ قادِر گیا
ٹھوکریں کھاتے پھروگے اُن کے دَر پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اَوّل گیا آخر گیا

اہلِ عصر نے ان کی ناقدری میں کسر اٹھا نہیں رکھی، وہ تنہا نکلے لیکن پھر جب خدا تعالیٰ نے اپنی سنتِ جاریہ کے تحت زمین والوں کے قلوب میں اپنے اس رجل صالح کی محبت ودیعت فرمائی، تو سوشلستانی پروپیگنڈہ دھرے کا دھرا رہ گیا اور خلق خدا کو بخوبی ادراک ہو گیا کہ نگاہ عشق اور کیمرے کی آنکھ میں بہت فرق ہے! وہ ہمارے درمیان بہت کم رہے، لیکن اپنی سیرت و کردار کے اَن مِٹ نقوش چھوڑ گئے۔ اوراقِ تاریخ میں یہ تازگی و تابناکی اہل وفا ہی کو نصیب ہوتی ہے ورنہ لوگ تو اپنے سگوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ایسے میں جب بزمِ سخن میں ہر طرف امیر عزیمت کا تذکرۂ خیر ہے، تو تشنگی اس امر کی محسوس ہوتی ہے کہ آپ کی شخصی و انفرادی گوشہ ہائے زندگی کے علاوہ آپ کے منہج عقیدہ و معاشرت اور منہج دعوت و سیاست کو اجاگر کیا جائے، جو اقامت دین کے مجاہدوں کیلئے مشعل راہ ہے۔

(1) عشق مصطفوی ﷺ سے غیر مشروط وابستگی:

امیر عزیمت نور اللہ مرقدہ شریف نے قوم کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو وابستگی عطا فرمائی وہ "عقلی" سے زیادہ "قلبی"، "ریاستی" نہیں بلکہ "دینی" اور "عصری" نہیں بلکہ خالص "مدنی" تھی۔ کچھ لوگوں کا "عشق" رسالت ریاست سے "مشروط" ہوتا ہے، کچھ عشق رسالت سے "انتساب" اپنے عقلی پیمانوں پر رکھتے ہیں اور کچھ کو اس عنوان عشق کی بابت دعوی "عصری افادیت" کے پیش نظر ہوتا ہے۔ لیکن امام رضوی نے جو عشق کا سبق پڑھایا نہیں پلایا، وہ ریاست وعقلیت اور عصریت سے ماورا، بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فردکی "غیر مشروط وابستگی" براہ راست قائم کرتا ہے۔ جبھی غلامانِ عصر کے لئے ان کی ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ قابل فہم نہ تھی، لوگ یہی چاہتے تھے کہ اس عشق میں زمانے اور جدیدیت کے تقاضوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے تاہم آپ بارگاہِ رسالت سے غیر مشروط وابستگی کے داعی تھے! اہل زمانہ کے لئے غیر مشروط وابستگی کی یہ ادائے عاشقانہ امام کی حیات میں نکتہ تنقید تھی تو وصالِ امام کے بعد نکتہ تصویب واتفاق، ایسے میں تنقید وتصویب کا یہ تعجب انگیز مجموعہ بتاتا ہے کہ اہل زمانہ بارگاہِ نبوت سے اپنا تعلق تمام تر تعلقات سے ماورا ہو کر قائم نہ کر سکے! امیر عزیمت فرماتے تھے کہ "آج لوگ کہتے ہیں قد دیکھ کر بات کرو، عاشق وہ ہوتا ہے جب عشق کی بات کرے تو اپنے اور لوگوں کے قد پر نظر نہ رکھے بلکہ نظر فقط بارگاہِ نبوت ﷺ پر جھکی ہوئی ہو۔" بارگاہ نبوی ﷺ سے اس غیر مشروط وابستگی کا ثمر اس دنیا میں آپ کو یہ بھی ملا کہ آج جب لبرل مفکرین مذہبی لوگوں کو مذہب سے مخلص نہ ہونے کا طعنہ دیتے ہیں اور خود اہل مذہب باہم ایک دوسرے کو مذہب سے مخلص نہ ہونے کا "یقین" دلاتے ہیں، ایسے میں کیا اپنے اور کیا اغیار سب نے یک زبان ہو کر آپ کو "عاشق صادق" قرار دیا، گو اس کی حاجت نہ تھی۔ تاہم خدا تعالیٰ نے جیسے آپ کو زندگی میں لبرل ازم کے لئے حجت بنایا، ایسے ہی بعد از وصال آپ کے جنازہ نے لبرل فکر کے اس بڑے مقدمہ کو زمین بوس کر دیا کہ عشقِ رسالت مسلمانوں میں عنوانِ یگانیت نہیں بلکہ عنوان سیاست ہے کیونکہ مسلمان فرقے عشق کی کسی تعریف پر متفق نہیں! ایسے میں امیر عزیمت عشق رسالت ﷺ کا عالمی استعارہ قرار پائے ہیں۔ امام کا جنازہ سوادِ اعظم کی

نمائندگی کا مظہر تھا، جو تاقیامت عالم اسلام میں محاذِ ناموس رسالت ﷺ پر "غیر مشروط" پہرہ داری دیتا رہے گا!

(2) نظامِ باطل پر ہمہ وقت شمشیر زن:

لبرل و لادین قوتوں کے لئے آپ ہمہ جہت و ہمہ وقت شمشیر بکف رہتے، سیاست کے ایوانوں سے لے کر میڈیا انڈسٹری تک اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں سے لے کر چیچن تک، ختمِ نبوّت ﷺ کے محاذ سے لے کر محاذِ ناموس رسالت ﷺ تک، آپ "سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے" کا مصداق تھے! امام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ مزاحمت و ابطالِ باطل کی جامع تہذیبی علامت تھے! احقاقِ حق و ابطالِ باطل سے آپ کی یہی شناسائی تھی کہ عمران خان نے جب "ریاستِ مدینہ" کا نعرہ بلند کیا تو بڑی بڑی "مذہبی" شخصیات و جماعتیں اس سے متاثر ہوگئیں بلکہ اس دعویٰ سے پہلے ہی ایک مذہبی سیاسی جماعت کے "بڑے" سیاسی قائد نے خان صاحب کو وکیل اسلام قرار دے کر میڈیا میں اسے اپنا "بیٹا" قرار دیا ہوا تھا! لیکن امیر عزیمت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اول روز ہی سے اپنی حق شناسائی ونفور باطل کی حس وشعور کے ذریعہ یہ بھانپ لیا تھا اور اعلان بھی کر دیا تھا کہ.....

دانم نرسی بکعبہ اے پشت براہ کیں راہ کہ تو میروی بہ انگلستان ست

ترجمہ: اے مسافر! مجھے معلوم ہے کہ تو کعبہ نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے وہ انگلستان کا ہے، نسأل اللہ العفو والعافیة!

چنانچہ باطل سے برآت ومزاحمت اور نفور کا یہ جذبہ امام کو بچپن ہی سے ودیعت فرمایا گیا تھا۔ آپ کے اُستادِ محترم شیخ الحدیث علامہ حافظ عبد الستار صاحب سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں آپ نے مدرسہ کی پہلی پانچ منٹ کی تقریر کے اندر ابتداء میں جو شعر پڑھا وہ مستقبل کے طُوفانِ انقلاب کی خبر دیتا تھا اور وہ شعر یہ ہے.....

ادھر آستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

امام رضوی نور اللہ مرقدہ شریف کے متعلق معاصر حلقوں میں عمومی تاثر یہی ہے کہ باطل مزاحمت کا یہ سلسلہ قیام تحریک لبیک سے شروع ہوتا ہے حالانکہ زمانہ طالب علمی ہی میں مجاہدِ ناموس رسالت ﷺ علامہ عبد الستار خان صاحب نیازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی امامت میں آپ کو ختم نبوت کے کاز کو نوجوانوں میں اجاگر کرنے کے لئے نوجوانوں کی تحریک کا امیر بنایا گیا۔ تحریک لبیک کے قیام سے کافی پہلے آپ تحریک فدایان ختم نبوت ﷺ اور مجلس علماء نظامیہ کے مرکزی امیر رہے۔ پیر مکی کے امام کی حیثیت سے مشرف کی لبرل حکومت کو چیلنج کرتے رہے یہاں تک کہ حکومت وقت نے یہ منصب آپ سے جبراً چھین کر آپ کو پابندِ سلاسل کیا۔

پھر جب سب'' مذہبی'' جماعتیں غازی اسلام غازی ممتاز قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کر رہی تھیں، نہ ہی ان کی شہادت پر ان حلقوں کو کچھ زیادہ فکر لاحق ہوئی، ایسے میں امیر عزیمت تحریک رہائی کے جری امام کی حیثیت سے سامنے آئے اور پنجاب کی سردیوں میں بوقت فجر اڈیالہ جیل و کچہریوں پر اپنے مجاہدین ناموس کے ساتھ پہنچ جاتے تھے، یہاں تک کہ جب غازی اسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کو پھانسی دینے کا وقت آیا تو اس سے پہلے لیگی حکومت نے امیر عزیمت کی مذہبی حلقوں میں اثرات پر تحقیق کے بعد اقدام کیا اور پھر غازی صاحب کی شہادت کے بعد تحریک لبیک کا قیام عمل میں آیا۔

غازی صاحب اگر امامت رضوی اور تحریک لبیک کی اس شدتِ مزاحمت کے دور میں ہوتے تو یقیناً یہ تاریخی حادثہ جنم نہ لیتا۔ امیر عزیمت کی شدّت مزاحمت و ابطالِ باطل کی تاثیر کا عالم کیا تھا، اس کا اندازہ مثال سے لگایا جائے کہ مشرف دور میں سب دینی تنظیمیں بدنام زمانہ فلم'' خدا کے لئے'' کے خلاف اجتماعی مزاحمت کے باوجود اسے روک نہ سکیں، لیکن ادھر نیازی دور میں ایک دوسری عالمی شہرت یافتہ، اسلام مخالف فلم'' زندگی تماشا'' کا جب پاکستان آنے کا اعلان ہوا تو امیر عزیمت کی ایک ملک گیر مزاحمتی کال پر فلم روک دی گئی۔

اسی طرح ہالینڈ کا زنیمِ عصر گیرٹ وائلڈرز کے بارے میں جب امیر عزیمت نے'' سر تن سے جدا'' کا اعلانیہ فتویٰ دیا تو اگلے ہی دن اس زنیم نے کارٹون مقابلوں کی منسوخی کا اعلان کر دیا تھا۔ پھر شاتمہ عاصیہ ملعونہ کو یورپی دارالحرب فرار کرنے کیلئے '' مذہبی'' قیادت میں سے کسی کو پابندِ سلاسل نہیں کیا گیا، ایسے میں لبرل ازم کے آنکھ کا کانٹا فقط وہیل چیئر پر بیٹھا ایک بزرگ امام ربانی تھا جس کو مہینوں قید رکھا گیا۔

تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو!

آج ہالینڈ کے ملعونِ عصر گیرٹ وائلڈرز سے لے کر فرانسیسی ملعونوں تک کی ٹوئیٹس ہوں یا بی بی سی کی ڈاکومنٹریز سے لے کر بھارتی چینلز کی خبریں، سب خائف کسی'' مسلم'' ریاست سے نہیں بلکہ وئیل چیئر پر بیٹھے ایک تنہا مردِ قلندر سے ہیں۔ باطل کے اس عصری غلبہ میں خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے کام لیا ہے، جو اپنی حیاتِ زندگانی وئیل چیئر پر گزارتے رہے۔ مثلاً فلسطین کے شیخ احمد یاسین، قاضی ہند علامہ اختر رضا خاں صاحب، افغانستان کے ملا عمر، ترکی کے شیخ محمود آفندی، یہ سب علماء حق رحم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، خدا تعالیٰ کی ہم اہل زمانہ پر حجت ہیں کہ تم سب صحت کی نعمت کے باوجود نصرتِ دین پر مداہنت اختیار کرو تو خدا اپنے دین کی نصرت معذور افراد سے بھی کروا لیتا ہے!

(3) مقاصدِ شرع کی ایوان جمہوریت سے بازیابی:

امام مدینہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول ناموس رسالت ﷺ کا دفاع یہ حفاظت نفس پر مقدم ہے، ہر صاحب ایمان کا یہی مؤقف ہے۔ تاہم معاصر دینی سیاسی جماعتوں نے دین کے ہر اجتماعی پہلو کو پارلیمانی قانون سازی سے مشروط کر

دیا تھا، جس کی وجہ سے ایک طرف تو دین کی معاشرتی ساخت کمزور ہوتی ہے تو دوسری طرف شریعت مطہرہ پر عمل، جمہوری حاکمیت وتصویب سے مشروط قرار پاتا ہے۔امیر عزیمت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی میں بقاءِ ملت کا یہ رمز اُمت پر آشکار کیا کہ اسلامی معاشرت کا کوئی مسئلہ بھی ہو پر"کلمہ حق مع اخلاص واستقامت" وہ نسخہ کیمیاء ہے جس کی راہ میں دنیا کو کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی! چنانچہ مقاصد شرع میں سب سے پہلا مسئلہ عقیدہ ناموس ﷺ کے بارے میں سیاسی مطالبے ہوں (اخراجِ وزیرو سفیر وغیرہ) یا پھر مشرق میں غازی ممتاز سے لے کر مغرب میں غازی تنویر تک کے جہادی اقدامات ہوں، ہر دو مناہج شرع کو امیر عزیمت نے اپنی سیاستِ اسلامی کے ذریعہ لادین ایوانوں سے باز یاب کرایا ہے!

(4)دعوتِ دین کی لبرل میڈیا سے بازیابی:

معاصر مذہبی جماعتوں کا یہ تاثر بن گیا تھا کہ ابلاغ دین میڈیا کے بغیر ممکن نہیں ہے۔امیر عزیمت رحمہ اللہ تعالیٰ نے معاشرت اسلامی کی اقدار پر قائم ہوتے ہوئے یہ منہجِ ابلاغ اپنایا کہ اصل مرکزِ ابلاغ مسجد کا محراب اور مدرسہ کی مسند ہے۔ہمیں جو حق پیش کرنا ہے یہاں سے کریں گے، گو میڈیا اسے نشر کرے یا نہ کرے! امیر عزیمت کے اس دعوتی استغناء وبصیرت کے سبب مقامی میڈیا تو کجا عالمی میڈیا تک امیر عزیمت کے قدموں میں کھینچا چلا آیا اور ایک ایسا نابغہ عصر جس کی پنجابی زبان سے مقامی لبرل کو چڑ تھی اس کے پنجابی میں انٹرویو برٹش میڈیا تک پر نشر ہوئے۔

لبرل میڈیا کو جو امیر عزیمت نے اپنے منہجِ ابلاغ کے ذریعہ شکست دی ہے، اس کی منظر کشی لبرل صحافی حامد میر کے اس تبصرہ میں ہوتی ہے کہ" مینار پاکستان پر ہونے والا جنازہ یہ مولانا رضوی نہیں پاکستانی میڈیا کا جنازہ تھا!" امام رضوی کے منہجِ ابلاغ نے دینی جماعتوں کو یہ تہذیبی شعور فراہم کیا کہ ابلاغ دین" میڈیائی تشہیر" نہیں بلکہ" طرز کہن پہ ڈٹنے" کو چاہتا ہے یوں امیر عزیمت کی سیاست مرکز"مسجد" تھی، اس لئے جو بھی اجتماع شروع ہوتا داتا دربار لاہور اس کا نکتہ آغاز ہوتا! معاشرت اسلامی کے مراکز پر آپ کا یہی یقین تھا کہ گذشتہ ربع صدی سے تاحال اسلامی قائدین جنہوں نے میڈیا پر اپنا مؤقف پیش کیا ان میں امیر عزیمت ہی کی نمایاں شخصیت کا غیر معذرت خواہانہ بلکہ اقدامی وایقانی اسلوب نظر آئے گا۔نیز مساجد سے پیوستگی ومسجد مرکز سیاست ہی کا ثمر تھا کہ کورونا کے ایام میں بھی آپ کی مساجد آباد رہیں ورنہ وہ احبابِ بزم جن کی دعوت" میڈیا مرکز" ہے ان کی مساجد مقفل اور وہ خود ماہ رمضان تک میں اسٹوڈیو کے اندر نماز پڑھتے نظر آئے۔

(5)ناموس رسالت ﷺ کی فقہی تجدید:

امیر عزیمت نور اللہ مرقدہ علم فقہ میں بھی غیر معمولی تجر وذوق رکھتے تھے۔عراق میں فقہاء احناف کی کمیٹی المجمع الفقهی العراقی لکبار العلماء للدعوة والإفتاء نے امیر عزیمت کو اپنے تعزیت نامے میں" من کبار العلماء الحنفية فی العالم " قرار دیا۔فتاویٰ رضویہ ودیداریہ جیسے مستند فقہ حنفی کے فتاویٰ جات پر آپ کی تقدیم ومقالے اس امر کا منہ

بولتا ثبوت ہیں۔توہین رسالت ﷺ کے حوالے سے ہمارے یہاں جن فقہی مسائل کی تشہیر ہے، اِن کی تدوین اُن ادوار سے متعلق ہے جوخلافت اسلامیہ کے عہدِغلبہ سے متعلق ہیں۔

اِس دور میں گستاخی کوئی ذمی نہیں باقاعدہ سیکولر ریاستیں اور پورے کا پورا لبرل نظامِ فکر کر رہا ہے۔لہٰذا یہ کتاب الحدود و التعزیر کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ کتاب الجھاد والمغازی کا مسئلہ ہے، یہاں خلیفہ نہیں امت پر ناموس کی مدافعت کیلئے جہاد فرض ہو چکا ہے! چنانچہ امیرعزیمت کے دُروسِ علمیہ نے باقاعدہ اسی مقدمہ جہاد کے تناظر میں مسئلہ ناموس کی فقہی تجدید کا عظیم سرمایہ اُمت کو فراہم کیا ہے۔

مثلاً ماورائے عدالت گستاخ کا حکم شرعی، دارالحرب میں گستاخ کے قتل کی شرعی حیثیت، شاتمین رسول ﷺ کے ساتھ تعاشر کی شرعی حیثیت، شاتمین کا نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کا حکم شرعی، مغربی سیکولر حلف ناموں کی شرعی حیثیت جو آزادی اظہار پر قائم اور اُن کے تحت دشنام طرازی شائع ہے، مغربی ممالک کے خلاف بائیکاٹ و اعلان جہاد کا مسئلہ اور پھر سب سے اہم آپ کا وہ فتویٰ جو نعرے کی صورت میں آپ ہر عامی کے ہاتھ میں تھما کر گئے کہ "من سَبَّ نبیاً فاقتلوهُ"۔ یہ کارہائے علم وفضل آپ کے نمایاں فقہی آثار و افادات میں سے ہیں!! آج جب مغرب، جدید مغربی فقہ "یوری اسلام" (EURISLAM)، "فقہ اقلیات" اور "فقہ المقارن" عالم اسلام کی ایمانی ومعاشرتی ساخت کو تحلیل کرنے کیلئے ترتیب دے رہا ہے، ایسے میں امیرعزیمت کا مجددِ فقہ ناموس رسالت ﷺ کے طور پر نمایاں ہونا عالم کفر کے لئے موت کا پیغام ہے!

(6) مغربی تصورِتصوف پر محاکمہ:

علم فقہ کی طرح تصوف وطریقت کے میدان میں بھی امام کو اکابر نفوس قدسیہ کا اعتماد حاصل تھا۔ چنانچہ تصوف و احسان میں آپ کو سلطان العلماء حضور تاج الشریعہ قاضی ہند علامہ اختر رضا خاں صاحب الازہری نوراللہ مرقدہ شریف سے خلافت حاصل تھی اور آپ ان کے خلیفہ تھے۔ اسی طرح عالم عرب کے مشہور صوفی شیخ قطب عصر شیخ احمد الحبال نوراللہ مرقدہ شریف کے سلسلہ سے بھی آپ کو اوراد و وظائف کی اجازت حاصل تھی۔

آپ مزار پیر مکی کے امام رہے۔ پیر خانہ گلہار شریف کوٹلی آزاد کشمیر سے آپ کو نسبتِ احسانی رہی اور جہلم کی خانقاہ سلطانیہ میں آپ ولی عصر حضرت پیر خواجہ عبدالواحد صاحب صدیقی نقشبندی نوراللہ مرقدہ شریف سے بیعت تھے۔ علمِ احسان و تصوف کے اس پس منظر میں امام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علم فقہ کی طرح طریقت وتصوف کے میدان میں تجدید سرانجام دی اور فقہ اسلامی کی طرح تصوف کے نام پر درآنے والے انحرافات کو بھی آپ نے پوری قوت کے ساتھ رد فرمایا اور اس پر اپنا محاکمہ ومحاسبہ قائم کیا! معرکہ حق و باطل سے کنارہ کش رہنے والے متصوفہ کے متعلق آپ عموماً یہ شعر پڑھتے تھے...

ہے وہی شعر و تصوف اُس کے حق میں خوب تر
جو چھپادے اُس کی آنکھوں سے تماشائے حیات

مغرب اس وقت صوفی اسلام (Sufi Islam) کے عنوان پر بڑی سرمایہ کاری کر رہا ہے اور ہدف اسی "مغربی

اسلام'' کی تدوین کرنا ہے، جس کی رُو سے متصوفہ مخالفِ جہاد وقتال قرار پائیں حالانکہ تاریخی تناظر میں وہ کون ساخطہ ارضی ہے جہاں صوفیاء نے جہاد نہ کیا ہو! امیر عزیمت نے ڈٹ کران نام نہاد مغربی ''صوفی'' کانفرنسوں کی مخالفت فرمائی اور دنیا کو عصری تناظر میں دو ایسے قادری صوفی مجاہدین (غازی ممتاز و غازی تنویر) سے متعارف کروایا جس کے بعد بی بی سی کی صوفی ڈاکیومنٹریوں کا پانی مرگیا جن میں یہ تاثر قائم کیا جاتا تھا کہ'' قادری لڑتا نہیں پٹتا'' ہے! امیر عزیمت نے صلح کلیت پرمبنی اس مفروضہ اور اس نعرہ کی بھی اصلاح فرمائی کہ'' ہم بارودی نہیں دُرودی ہیں''۔

آپ فرماتے تھے کہ اخلاق وتلوار ضد نہیں بلکہ تلوار اخلاقیات کا تتمہ ہے، جبھی فتح مکہ کے موقع پر امن وفتح کا قیام بھی تلواروں ہی کے سائے تلے تھا! اس رضوی منہج دعوت کے نتیجہ میں عوام اہلسنت کے اندر یہ شعور و پیمانہ شائع ہوا کہ کون سے گدی درباری ہے اور کون ساپیر عقیدہ ناموس ﷺ کے تحفظ کیلئے مجاہدین ناموس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔ امیر عزیمت اور مغربی تصورِ تصوف کی یہ مخالفت، مغربی ذرائع ابلاغ کو اس قدر مؤثر تاہم ناگوار محسوس ہوئی کہ تحریک لبیک کو'' لبرل صوفی اسلام'' کے بالمقابل صوفیانہ دہشتگردی کی ولادت (Birth of Sufi Terrorism) سے تعبیر کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ باطل کے یہ نوحے اہل حق کیلئے تمغۂ'' امتیاز'' سے کم نہیں!

(7) سیاستِ دینی وجمہوری میں تفریق:

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں امیر عزیمت رحمہ اللہ تعالیٰ کسی مذہبی سیاسی تنظیم کے وہ پہلے سربراہ ہیں جنہوں نے ملکی سیاست میں طوعاً و کرہاً شامل ہونے کے باوجود صنم جمہوریت کی اسلام کاری (Islamization of Democracy) نہیں کی ورنہ دیگر جماعتوں کا یہ حال ہے کہ کسی کے نزدیک جمہوریت عین شورائیت ہے، تو کسی کے نزدیک ووٹ ایک مقدس امانت ہے۔ چنانچہ امیر عزیمت نے اپنی سیاست کی ابتدائی انٹرویو ہی میں سہیل وڑائچ کے سوال پر کہ'' کیا جمہوریت مشرف بہ اسلام ہوسکتی ہے؟'' امام نے جواباً فرمایا تھا کہ عقیدہ جمہوریت باطل ہے، ہم اس کے آلاتی استعمال کے قائل ہیں! پھر آپ نے اپنے سیاسی عقائد کے تناظر میں جہاں روٹی، کپڑا، مکان کے کمیونسٹ بیانیہ پر تنقید فرمائی وہیں اپنی تقاریر میں سرمایہ دارانہ فلاحی ریاست کے سرمایہ دارانہ نعروں اور چوک و سڑک کی مرمت کے جمہوری نعروں پر بھی تنقیدی نشتر چلائے حالانکہ یہ نعرے کیا'' مذہبی'' اور کیا غیر مذہبی سب ہی کے قدرِ مشترک ریاستی وجمہوری'' ورثہ'' ہیں۔ جمہوریت کے اس لادین اور غیر مقدس منہج سے برآت کا مظہر یہ معنی خیز حقیقت بھی رہی کہ ہماری صحافت میں ہر سیاسی وغیر سیاسی قائد کے سیاسی کارٹون بنائے گئے، لیکن امیر عزیمت کی بابت اس جسارت کی ہمت کسی لادین کو نہ ہوئی کیونکہ سب پر واضح تھا کہ آپ کی سنجیدگی طبع تصلب دینی وجلالتِ شان نے کبھی جمہوریت کے اس صنم کدہ کو تسلیم نہیں کیا! اس منہج عقیدہ وسیاست کے نتیجہ میں آپ کی اصل وابستگی و پیوستگی جمہوری ترجیحات سے نہیں بلکہ تہذیبی اقدار سے قرار پائی، یہی وجہ ہے کہ دیگر جماعتیں اپنا احتجاج'' ریکارڈ'' کروا کر'' مقاصد'' جمہوریت کی

آغوش میں چھوڑ آتی ہیں۔لیکن امیر عزیمت اپنی مزاحمت"ریکارڈ" نہیں کرواتے تھے بلکہ اپنی ایمانی ومعاشرتی ساخت کی قوت کے ذریعہ مطالبات"منواتے" تھے!

(8)اکیسویں صدی میں تہذیبی عالم کی نمو:

بہت عرصے بعد اہل وفا کو ایسے یادگارِ اسلاف کی دید نصیب ہوئی،جس کا ظاہر و باطن یکسر حسین تھا۔آپ کردار وگفتار دونوں کے غازی تھے۔چہرے پر نورانی جلال وجمال کا تلازم،جمیت ودردِ اُمت سے سرشار آنکھیں،سر پر سیاہ عمامہ،مسنون سفید لباس اور کُرتے کی جیب میں قلم ومسواک اور پھر اِس نستعلیق حُسنِ ظاہر کے ساتھ جب حضور شیخ الحدیث اپنی لحن حجازی میں بخاری شریف کی روایات سناتے اور پھر بانگِ درامشرقی ترنم کے ساتھ پڑھتے تو معاشرت اسلامی کی درس گاہ کے ہر طالب کا سینہ یاد ماضی سے مچل جاتا تھا! آپ کا شیخ التفسیر والحدیث ہونا،امام الصرف ہونا،استاذ العلماء ہونا اور پھر اس مُسندِ علمی سے اترتے ہی میدان جہاد کا رخ کرنا،مزاحمت،گرفتاریاں،بیڑیاں،کچہریاں یہ پیش منظر امام ابوحنیفہ سے لے کر مجدد الفِ ثانی رحمھم اللہ تعالیٰ تک کی یاد تازہ کر جاتا ہے کہ معاشرتِ اسلامی میں ایک عالم نظامِ باطل کا ایڈوائزر وسہولت کار نہیں بلکہ اس پر شمشیرِ برہنہ ہوتا تھا! آج سوشلستان کی دنیا میں بیٹھے مغرب،مغرب زدہ طبائع ہی کو لوگ قدیم علماء کی علامت سمجھنے لگے تھے کہ اس سوشلستانی تلبیسی عصر وماحول میں امام رضوی یادگارِ سلف ونمونہ اسلاف کے طور پر نمایاں ہوتے ہیں۔آپ اس دور میں"بُرہانِ تسنّن" تھے کیونکہ ماضی قریب تک کے علماء اہلسنت سے متعلق احوال پڑھو تو نظر آتا تھا کہ امام فضل حق خیر آبادی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا جنازہ کالا پانی سے اٹھا، علامہ سید کفایت علی کافیؔ صاحب مراد آبادی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے پھانسی کے پھندے پر نعت شریف پڑھی،علامۃ الہند علامہ معین الدین صاحب اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ خود انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد لکھتے اور مدرسہ کے طالب علموں سے فرماتے کہ اس کو صرف وہ لے جو میرے ساتھ جیل جانے کیلئے تیار ہو!اس قحط الرجال کے دور میں عامی کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ اکابرین تسنّن ہم ہی میں سے تھے،بالخصوص موجودہ رنگ برنگے لبرل"مولویوں"کو دیکھ کر جو رمضان المبارک کی مقدس راتوں میں ٹی وی چینل پر فلمی ایکٹروں کی آغوش میں بیٹھ کر ملت کو نامحرموں کی دید کرتے اور کرواتے ہیں یا وہ جو لیگ تو کبھی عمران نیازی کے کندھوں پر بیٹھ کر دعویٰ سنیت کرتے ہیں۔ان سب مظاہر زوال وانحراف سے ماوراامیر عزیمت نے معذوری کے باوجود راہِ خدا میں وہ ایمان افروز قربانیاں دیں،جس کی بدولت آج وہ ہمارے تابناک ماضی کی برہان وکسوٹی قرار پاتے ہیں!اس حوالے سے امام کے کسی بھی گوشہ زندگی کو ملاحظہ کرلیا جائے،اس میں عہدِ ماضی کی تابناکی کردارِ امام میں جلوہ گر نظر آئے گی۔احقر ایک بار اپنی کتاب پر تقریظ کیلئے امام کی بارگاہِ علم وفضل میں حاضر ہوا تو آپ فرمانے لگے کہ محترم! آپ نے اتنے سارے القابات میرے نام کے ساتھ محض اپنے حُسنِ ظن کی بنیاد پر لکھ دیئے ہیں لیکن میرے مولوی ومولانا اور حافظ ہونے کی تصریح آپ نے کی ہی نہیں حالانکہ مجھے اپنی زندگی میں کسی چیز پر ناز وفخر نہیں بلکہ فقط حافظ ومولوی ہونا ہی میرا ناز ہے! یہ تھا ہمارے امام کا

اپنی تہذیب وقدامت پر فخر وایقان بلکہ آپ سے کئی اینکرز نے یہ قدر مشترک سوال کیا کہ تحریک لبیک اقتدار میں آگئی تو آپ کیا کریں گے؟ آپ ہمیشہ ایک ہی جواب میں ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کیا کرنا ہے، میں مسجد کا خادم ہوں یہاں جھاڑو لگاؤں گا اور مسجد کی صفائی کروں گا، سبحان اللہ العظیم! اسلاف کی یہ جھلک و یادیں ہمیشہ اہل وفا کو تڑپاتی رہیں گی...

ہم کہاں عظمتِ اسلاف سنبھالے ہوئے ہیں
بس ترے عشق سے ماتھے کو اجالے ہوئے ہیں
پیاس لگتی ہے انہیں دیکھ کے اے دشت نشیں
تیری آنکھیں ہیں یا پانی کے پیالے ہوئے ہیں
آئینہ بن کے کھڑے ہیں ترے در پر چپ چاپ
کب ترے سامنے ہم بولنے والے ہوئے ہیں

آپ کی طرز زندگی زہد وفقر سے لبریز تھی۔حسن نثار جیسا لبرل صحافی بھی کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ میں اتنی بڑی تحریک کے اتنے بڑے قائد کی اتنی سادہ زندگی دیکھ کر حیران ہوگیا ہوں کیونکہ میرے نزدیک اصل معیار سادگی ہے۔کسی صاحب نظر نے آپ کے انتقال پر یہ تبصرہ کیا کہ پاکستان کی سب سے بڑی مذہبی سیاسی جماعت کے مرکزی امیر کے بعد از وصال اثاثے کی تفصیلات کچھ یوں ہے چار مرلے کا مکان، ختم نبوت ﷺ پر پہرہ دینے کی وجہ سے دو سو سے زائد پرچے اور جنازہ کروڑوں عاشقان رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پڑھا! گویا اکیسویں صدی میں ایسے عالم کی نمو جو ہر اعتبار سے اسلامی تاریخ ومعاشرت کی کلیت کا نمونہ ہو، یہ تھی وہ تشنگی جس کو مُحبانِ ملت عرصہ دراز سے محسوس کر رہے تھے جس کی سیرابی امیر عزیمت کے نورانی وجود سے ممکن ہوئی۔

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے!

(9) جہادِ ناموس اور یورپی دار الحرب:

مغرب میں ہونے والی دشنام طرازیوں کا جواب فقط ان کے سرمایہ دارانہ نظام پر ضرب ہی کے ذریعہ ممکن تھا! امیر عزیمت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں بھی فتویٔ جہاد ارشاد فرمایا، جس پر غازی تنویر قادری صاحب نے سب سے پہلے عمل کیا۔ ادھر بی بی سی کی ٹیم پاکستان امیر عزیمت کا انٹرویو لینے پہنچ گئی کہ اس کاروائی وموقف سے آپ کی جماعت متفق ہے؟ اگر امیر عزیمت کی سیاست کا مقصد جمہوریت، شہرت اور مفاہمت ہوتا یا آپ کسی تیسری طاقت کے نمائندہ ہوتے تو آپ نے صاف انکار کر دینا تھا! لیکن اس موقع پر آپ نے جو جواب دیا وہ تاریخ میں تمام دینی تحریکوں کیلئے درسِ عزیمت ہے کہ وقت آئے تو عقیدہ کو تنظیم پر نہیں بلکہ تنظیم کو عقیدہ پر قربان دینا ہی اہل حق کا شیوہ ہے! آپ نے بی بی سی کے اینکر کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

کہ مغربی دنیا کان کھول کر سن لے غازی تنویر ساڈا شیر ہے!! اس لئے جہادِ ناموس رسالت ﷺ کو علمائے حق کی آغوشِ تصویب میں یورپ کے قلب تک اعلانیہ پہچانا، یہ امیر عزیمت کا تاریخی وتجدیدی کارنامہ ہے۔

(10) ماورائے وطنیت تصورِ جہاد:

سقوط خلافت عثمانیہ کے بعد ملت اسلامیہ کی اجتماعیت تفرقہ قوم پرستی میں تحلیل ہوگئی بالکل اسی طرح ہمارا ''جہاد'' بھی قوم پرستی کی نذر ہوگیا۔ تاہم اس باب میں بھی امیرِ عزیمت کی حرارتِ ایمانی نے ماورائے وطنیت وقومیت جہادی رجحانات کی تخم ریزی کردی ہے۔ اُمت کے پاس جیسا آپ کا دیا ہوا نعرہ لبیک یارسول اللہ ﷺ امانت ہے اسی طرح ''الجہاد الجہاد لبیک لبیک'' کا نعرہ بھی آپ ہی کی دی ہوئی وہ امانت ہے جس کی گونج حلقہ تسنّن میں کافی عرصہ بعد سنائی دی۔ جہادِ ناموس پر ماورائے وطنیت نمایاں مثالیں تو مشہور ہیں، تاہم اسی تناظر میں کفار کے زیرتسلط مقبوضہ علاقوں کے اندر بھی ایسے طائفہ جہاد نمایاں ہورہے ہیں جو تحریک لبیک کے تنظیمی ڈھانچے سے متعلق نہیں، تاہم انھیں امیر عزیمت کی تقاریر سننے کو ملیں اور انھیں آپ کی نوائے عشق و برآتِ طاغوت کی ایمانی وجہادی دعوت نے متاثر کیا اور آج وہ ماورائے وطنیت، للہ فی اللہ میدانِ جہاد میں طاغوتی طاقتوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ چنانچہ وادی کشمیر سے حال میں کشمیری مجاہدین کا گروہ سامنے آیا جس نے امیر عزیمت سے عہدِ وفا کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح کی بعض خبریں بلادِ عرب (عراق، شام، وغیرہ) سے آرہی ہیں جہاں تحریک لبیک نے مظلوم مسلمان کی نصرت کا فریضہ سرانجام دیا تھا۔ آپ صنمِ وطنیت کے باطل عقائد پر وار کرتے ہوئے اکثر یہ پنجابی شعر بھی پڑھتے تھے کہ

جتھے پاک نبی ﷺ دی عزت نئی
اُس پاکستان دا مطلب کیا

امیر عزیمت کا اس دور میں ماورائے وطنیت ابلاغِ جہاد اور مسلمان کو صنم خانۂ وطنیت کی پہرہ داری سے ہٹا کر نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر تک کی ''پاسبانی حرم'' سپرد کرنا، آپ کا نمایاں کارِتجدید ہے۔

(11) نوائے اقبال واکبر الہ آبادی:

مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں کہ بقول اقبال!

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی

علامہ رضوی مرحوم اپنے من ہی میں نہیں بلکہ من اقبال میں تاحیات غوطہ زن رہے! امیر عزیمت علمی حلقوں میں ''حافظِ اقبال'' قرار پائے، گو کلامِ اقبال ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے آپ حضرتِ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری، کلامِ سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی حافظ تھے اور حدائق بخشش کا دیوان آپ کو پورا یاد تھا! تاہم شہرت آپ کی خاص کلامِ اقبال کے حوالے سے بھی رہی بلکہ اقبالیات کے لئے بننے والے ادارے وہ کام نہیں کر سکے جو تنہاء وہیل چیئر پر بیٹھے اس مردِ درویش نے

کیا! صاحبزادہ صاحب بتاتے ہیں کہ دُروسِ اقبالیات کیلئے والدِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کتاب نہ مل رہی ہوتی تو میں والدِ محترم سے انٹرنیٹ ایپ کی مدد سے کلامِ اقبال پڑھتا اور آپ مختلف مقامات پر تنبیہ فرماتے، جب اصل دیوان سے تقابل کرتا تو ہمیشہ حضرت کی نشاندہی درست نکلتی تھی۔ اقبالیات کا یہی فیض تھا کہ مدرسہ اقبال جامعہ نعمانیہ لاہور کے آپ استاذ العلماء تھے۔ پھر صرف اقبال ہی نہیں بلکہ مرشدِ اقبال، شناساءِ جدیدیت و نباضِ ملت مولانا اکبر الہ آبادی مرحوم کو بھی آپ نے حلقہ تسنّن میں ایک متصلب سنی شاعر کی حیثیت سے متعارف کرایا کیونکہ اشعارِ اقبال کی دینی و معاشرتی عُمق کلامِ الہ آبادی کے تناظر میں مزید محفوظ، معنی خیز اور دینی اعتبار سے قریب الفہم ہو جاتی ہے! اقبال و الہ آبادی اشتراک، یہ برصغیر کی دینی ساخت ہی نہیں بلکہ اقبالیات سے متعلق لبرل تعبیر کی تنقید و تجرید کیلئے بھی ناگزیر تھا اور یقیناً یہ ادبی تلفیق امیرِ عزیمت کی ادب و معاشرت شناسائی کی دلیل اتم ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے دیگر پیروں کی طرح اپنے بچوں کو مغربی ''تعلیم'' کے لئے مغرب نہیں بھیجا ہے بلکہ مے خانہ اقبال و اکبر کا وہ جامِ عشق پلا دیا ہے جس کے بعد وہ مغربی بچھڑے کی پوجا نہیں کریں گے بلکہ صبغۃ اللہ میں رنگ جائیں گے (تربیت کا یہ اثر آج اولاد پر ظاہر ہے ورنہ آج مذہبی لوگوں کی اولاد بھی دین سے دور ہی نہیں بلکہ خود دین کی راہ میں روکاوٹ ہے، یا اسفا)! امام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایبٹ آباد جلسے میں سرمایہ دارانہ نظام اور رصارفانہ معاشرت کے گلیمر سے متعلق مولانا اکبر الہ بادی کا یہ شعر پڑھا تھا اور پھر بہت دیر تک شرح فرماتے رہے...

یہ کوٹھی جو تم کو نظر آ رہی ہے
اور اپنی اداؤں پہ اترا رہی ہے
اگر اس کے گملوں کی خُوشبو کو سونگھو
تو خونِ غریباں کی بُو آ رہی ہے

امیرِ عزیمت معاشرت اسلامی کی بابت احساسِ کمتری میں مبتلا اور جدیدیت پر نازاں ''مسلمانوں'' کو اکبر ہی کا یہ شعر سنایا کرتے تھے کہ....

بے وفا تم کو کہیں اہلِ حرم اس سے بچو
دَیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی

لاہور کے شاہی قلعہ میں پنجاب کے سکھ حکمران رنجیت سنگھ کا مجسمہ نصب کیا گیا، تو آپ نے معاشرت اسلامی کے اس زوال پر فرمایا کہ جو جابر حکمران تاریخ میں اُمتِ مسلمہ کی ماؤں بہنوں کو اغوا کرتا رہا، مظلوم مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتا رہا، آج اس کے مجسمے نصب کئے جا رہے ہیں اور مسلمان اپنی تاریخ سے غافل کفر کو نشانِ عبرت نہیں نشانِ منزل سمجھ رہے ہیں۔ پھر امیرِ عزیمت سوزِ اکبری کے ساتھ مولانا اکبر الہ آبادی کے تہذیبی شعور سے لبریز یہ اشعار پڑھتے ہیں...

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

اس لئے رضویات پر کام کرنے والے اربابِ تحقیق و جستجو کو بھی چاہیے کہ وہ صرف اقبالیات ہی نہیں بلکہ کلامِ اکبر الہ آبادی کے تناظر میں بھی امیر عزیمت کی ادب، معاشرت و نظام شناسائی کو بیان کریں، اس حوالے سے سوشل میڈیا پر آپ کی مجالس موجود ہیں۔ نیز مثنوی مولانا روم اور کلامِ شیخ سعدی پر بھی آپ کی تقاریر میں عمدہ تہذیبی حواشی پائے جاتے ہیں، جو اہل ذوق کیلئے علم و لطافت کا خوب سامان ہے۔ امیر عزیمت کے استاذ محترم استاذ العلماء علامہ حافظ عبد الستار صاحب سعیدی سے آپ کے ذوق اقبالیات کی بابت استفسار ہوا، تو آپ نے یہ بات اہم بات ارشاد فرمائی کہ میں ان (امام رضوی) کے ادبی ذوق سے واقف ہوں وہ اقبال برائے اقبال نہیں بلکہ تعظیم مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مداحِ اقبال تھے اور اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر وہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ، امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام عبد الرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مداح تھے کیونکہ یہ سب نفوسِ قُدسیہ سرکار کی بارگاہ میں مچھی ہوئی تھیں! امام کے ذوقِ ادب کی معنویت اور اس میں موجود گہرائی و گیرائی کو سمجھنے کیلئے استاذ العلماء کی اس تصریح کو ملحوظِ خاطر رکھنا ناگزیر ہے۔

(12) سیرت و تاریخ کا غیر معذرت خواہانہ منہج:

برصغیر میں غلبہ مغربیت و جدیدیت کے بعد مسلمانوں میں سیرت و تاریخ کا استعماری بیانیہ عام کیا گیا۔ شبلی کی کتاب سیرت النبی ﷺ اور ان کا تاریخ پر کام مشہور ہوا۔ لیکن یہ استشراقی نقوش اور معذرت خواہانہ اسالیب خود ان کے اپنے حلقوں ہی میں موردِ نقد بنے اور یہ معذرت خواہانہ تجدد آج بھی ہمارے سماج میں موجود ہے۔ ایسے میں امیر عزیمت نے سیرت النبی ﷺ کے عنوان جہاد و سیاست کو خوب واشگاف الفاظ میں بیان کیا، نبی السیف و نبی الملاحم ﷺ (تلواروں اور جہاد والے نبی) کے عنوان سے اجتماعات کا انعقاد فرمایا اور اسی طرح ابتدائی ادوار سے لے کر خلافتِ عثمانیہ تک کی تاریخِ اسلام کو عصری مقدمہ تجدد (اسلام و مسلمانوں کی تاریخی دوبائی) سے ماوراء ہو کر پیش کیا۔ آپ کی تمام تقاریر و افادات کا اگر خلاصہ بیان کیا جائے تو اس میں سیرت و تاریخ کا علمی مواد نوے فیصد سے ملے گا، باقی افادات سیاست و دیگر عنوانات سے متعلق ہوں گے۔ شبابِ ملت کی جادہ نسیاں میں صلاح الدین ایوبی، التمش، نور الدین زنگی، محمود غزنوی، امام خیر آبادی، امام کفایت علی کافی اور امام شامل رحم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے کتنے ہی نفوسِ قُدسیہ کی یادوں کو پھر سے گرما دیا۔ کتنے عرصے بعد ملت کو اس یقین و زبانِ تاثیر کے ساتھ اپنا بچھڑا ماضی سننے کو ملا! امیر عزیمت کا اپنے دعوتی و سیاسی منہج کو سیرت و تاریخ کے استشہاد کی روشنی میں پیش کرنا اور اس منہجِ

سیاست کا عوام میں شائع ہو جانا، اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ معاصر" مذہبی" جماعتیں مغربی جمہوریت کی عقیدت میں سماج کو ملوکیت کے نام پر تاریخِ اسلامی سے کتنا ہی متنفر کر دیں تاہم امت کا" اعتقادی شعور" و" حافظہ تاریخ" آج بھی اپنی تاریخ و روایت پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہے! یہاں تک کہ وہ اپنے مستقبل کو ماضی کے ان ہی گُل ہائے رنگ سے رنگنے کا متمنی ہے، مہ وہی، ساغر وہی، ساقی وہی، مینا وہی!

(13) محاذِ ناموس پر تصنیف الرجال:

امام رضوی کی حدتِ عشق نے لوگوں کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر مشروط وابستگی کے جو عقائد، اذواق اور ادب کے قرینے سکھائیں ہیں اس کے بعد یہ عشق ہی حیات وعنوانِ زندگانی کا" امامِ برحق" قرار پاتا ہے، جو" حاضر" و" موجود" سے عاشق کو" بیگانہ" کر دیتا ہے۔ یہ سب اس لئے کہ آپ نے لوگوں کو عشق" بتایا" یا" پڑھایا" ہی نہیں بلکہ معرکہ فیض آباد کی سرد نالہ نیم شب سے لے کر تاریک زنداں خانوں تک عشق" برت" کر دکھایا ہے! اربابِ قلم وقرطاس عشقِ رسول پر کتابیں تصنیف کرتے ہیں، امیرِ عزیمت نے عشق سے رجالِ حق تصنیف کئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دیگر تنظیموں میں لوگ لٹریچر پڑھ کر شامل ہوتے ہیں اور یہاں کوئی نصاب ہی نہیں بلکہ امیرِ عزیمت کے قافلہ حق میں لوگ امیرِ عشق کو پڑھ کر شامل ہوتے گئے۔ کیوں؟ کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں! چنانچہ اس تصنیف الرجال سے جو ناموس رسالت کیلئے فوج تیار ہوئی ہے، وہ محاذِ ناموس پر پہرہ دینے کے لئے کسی حکمران کے قانون یا کسی مفتی کے فتویٰ سے باز رہنے والی نہیں، ان کیلئے امیرِ عزیمت کا یہ فتوی وایمان افروز تبصرہ ہی کافی ہے کہ" عشق اپنے فیصلے کرنے میں خود بڑا دلیر ہوتا ہے" اور آپ کا یہ مشہور پنجابی مقولہ ہے" محبت پچھ پچھ کے نئیں ہوندی انھے واہ ہوندی اے" (محبت پوچھ پوچھ کر نہیں ہوتی بلکہ اندھے ہو کر اندھوں کی طرح کی جاتی ہے)! امیرِ عزیمت کے چراغِ عشقِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تصنیف الرجال (مجاہدین ناموس) کی یہ کاوش، آپ کا ملت اسلامیہ کے عقیدہ ناموس پرسب بڑا احسان ہے!

(14) فتویٰ و دارالافتاء کی معاشرتی قوت کا اظہار:

سلطنت اسلامیہ میں علماء ہی کی حکمرانی ہوتی ہے، لیکن جدید مغربی قومی ریاست میں علماء استغراب کا کردار نظام باطل کے ایڈوائزر و سہولت کار کا ہوتا ہے۔ اس لئے قومی وطنیت کبھی بھی فتویٰ و دارالافتاء کی مستقل معاشرتی حاکمیت اور قوت کو تسلیم نہیں کرتی ہے کیونکہ دارالافتاء تصورِ وطنیت کا ناقد اور عقیدہ اُمت کا داعی ہے! نظریہ وطنیت، دارالافتاء کی تہذیبی ساخت تحلیل کرنے کیلئے اپنی سخن ہائے گُفتنی کے عنوانات ومباحث منہج دارالافتاء میں چھیڑتا ہے اور یوں اپنے وجودِ وطنی میں دارالافتاء کو ضم کر کے تہذیبِ اسلامی کے منہج فتوی کی ساخت وقوت کو تحلیل کر دیتا ہے۔ رضوی علمیت میں دارالافتاء اور علماء کا فتویٰ معاشرت اسلامی کی اساس اور جوہر حاکمیت ہے۔ ایسے میں امیرِ عزیمت کے فقہی وتہذیبی منہج کا نمایاں کارِ تجدید یہ بھی رہا کہ آپ کے تصلب

وتفقہ نے معاصر دارالافتاء کو صنم کدہ وطنیت سے آزاد کرایا ہے۔ آج جب خود کو سنی کہنے والے حکومت سے فتنہ ارجاء پر مبنی یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ جہاد وتکفیر یہ علماء کی مُسند سے نہیں بلکہ ریاست کے اختیار واشارہ سے مشروط ہوگا، ان احوالِ جبر میں امام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معاصر علماء کو یہ صدا دی کہ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

چنانچہ امیر عزیمت رحمہ اللہ تعالیٰ کی حرارتِ ایمانی وتصلب فقہی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے دارالافتاء کی'' معاشرتی تنفیذی'' قوت کو معاشرے میں عام کیا۔ پرویز رشید (وزیر اطلاعات لیگ) نے مدارس دینیہ کو'' جاہلیت کی فیکٹریاں'' قرار دیا تو آپ نے اس کے اس قول پر فتویٰ کفر جاری فرمایا، پھر زیادہ عرصے کی بات نہیں ہے کہ جب لیگی طاغوتی مشیر، ملک بھر کے دارالافتاؤں میں کلمہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کی سند طلب کر رہے تھے، فتویٰ کی قوت وتاثیر یہ ہے! پس جب دارالافتاء قومیت نہیں ملت کا پاسباں بن کر نمودار ہوا تو اس کی شان وتاثیر آفاقی ثابت ہوئی، دارالافتاء رضویت سے ہالینڈ کے خلاف فتویٰ جب عالمی منصہ شہود پر پہنچا تو مولوی کا فتویٰ وہ کام کر گیا جو تمام ''مسلم'' ممالک چاہتے بھی تو نہ کر پاتے یعنی فتویٰ کے خوف سے گستاخانہ خاکوں کی منسوخی کا اعلان ہالینڈ میں کر دیا گیا! فتویٰ کی یہی قوت تھی جس کی آہ و بکا ملعونِ عصر گیرٹ وائلڈرز کے ٹوئیٹر پر آئے دن سنائی دیتی تھی، جس پر بی بی سی کی ڈاکیومینٹری میں یہ رونا رویا گیا کہ'' مشرق'' میں وہیل چیئر پر بیٹھا ایک شخص مغرب کے مسلمانوں کی کیفیات واحساسات'' کنٹرول'' کر رہا ہے، دارالافتاء کی ملت واُمت سے پیوستگی کا یہ مظہر عہد ماضی کی یاد تازہ کر دیتا ہے! پھر رویئت ہلال کا مسئلہ ہو یا کورونا کا، ہر دو مناہج میں فتویٰ کی قوت کو امام نے منوایا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ حدیث شریف سے ثابت ہے پہلی کڑی اسلام کی جو ٹوٹے گی وہ خلافت ہوگی اور آخری ٹوٹنے والی کڑی نماز ہوگی (مُسندِ احمد)، پہلی کڑی ٹوٹنے کا مشاہدہ سقوطِ خلافت عثمانیہ پر ہوا اور آخری کڑی ٹوٹنے کا مشاہدہ کورونا کے ان ایام میں ہوا جب خدا تعالیٰ کے گھروں کو تالے ڈال دیئے گئے! پھر آپ فرماتے تھے کہ جو لوگ اپنی نماز کی صفوں کو کفار کے فتنہ وتلبیسات سے نہ بچا سکے، انہوں نے خاک فتنہ دجال کا مقابلہ کرنا ہے، یورپ کی دجالی تہذیب کے کرتبوں کے گُن گانے والے دجال کی تلبیسات سے متاثر کیوں نہ ہوں، فتدبر! امیر عزیمت کے منہجِ عقیدہ وتہذیب میں دارالافتاء کسی ادارے یا عمارت کا نام نہیں تھا بلکہ عُلماء آخرت وعزیمت کی حق گوئی کا نام تھا خواہ وہ عالم ربانی کسی درخت کے نیچے تشریف فرما ہو یا پسِ زنداں ہو، یہ عالم حق گو سراپا دارالافتاء ہے۔ امام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس تصور کی بابت صاحبزادہ مولانا حافظ سعد صاحب رضوی روایت کرتے ہیں، انہوں نے والد محترم سے عرض کیا کہ ہمیں مستقل اپنا سیٹ اپ بنانا چاہیے، اس پر آپ نے فرمایا بیٹا! جو لوگ دین کے کام کیلئے عمارتیں کھڑی کر دیتے ہیں وہ عمارتوں کی حفاظت کے واسطے دینی مؤقف پر مفاہمت اختیار کر لیتے ہیں جس دن ہم بھی عمارتوں میں بیٹھ گئے، ہمارا مقصد بھی ان عمارتوں کے بوجھ تلے دب جائے گا! یقیناً، معاصر دارالافتاء وفتویٰ نویسی اگر امام کی اس فقہی بصیرت کا ادراک کر لے تو آج

بھی وہ جبرِ وطنیت سے گلُو خلاصی حاصل کر کے عالم میں امت کو بحیثیت امت اپنا مخاطب بنا کر منصب امامت پر فائز ہو سکتی ہے کہ اس کے بغیر" اخوت کی جہانگیری" کا خوابِ سلف کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا!

(15)اتحادِاُمت کی تجسیمِ شرعی:

آج اتحاد اُمت کی بہت بات ہوتی ہے حالانکہ ہمارے یہاں" مذہبی" جمہوری جماعتوں کا تصورِسیاست و جماعت جیسے جمہوری ہے، اسی طرح ان کا تصورِ اتحاد اُمت بھی دینی نہیں جمہوری ہے، جس کے عین الیقیں کا سامان ہر پانچ سال بعد ملکی الیکشن میں بخوبی ہوجاتا ہے۔ شرع شریف میں اتحاد اُمت احکام واقدارِاسلامی کا حاصل واقتضاء ہے یعنی دینی اُصول ومبادیات سے تمسک کے نتیجہ میں امت کی شیرازہ بندی آپ ہی سے ہوتی چلی جاتی ہے۔اس کے لئے کسی مصنوعی، وقتی اورافادیت پرستی پر مبنی مواقعوں کی حاجت نہیں ہے۔ امیر عزیمت نے ہر باطل فرقے کی تردید فرمائی، تاہم اس تردید میں مراتب نقد کو پیش نظر رکھا۔اسی فقاہت کے سبب آپ بہت خوش اسلوبی کے ساتھ خود حلقہ تسنّن میں برپا داخلی فرقہ واریت سے مستقل غیر متعلق رہے۔ نیز آپ کا یہ منہج سیاسی اس جمہوری تصورِ اتحاد کی بھی تردید کرتا ہے جو ماورائے عقائد ومعاشرت بھانت بھانت کی بولیاں ایک جگہ جمع کرنے کا داعی ہے، ایسا ڈھکوسلہ تصورِ اتحاد تو ہر دن ریلوے اسٹیشن پر اپنے تصور کی عملی تشکیل رکھتا ہے۔اس لئے امیر عزیمت نے اُن نازک مواقع پر بھی کہ جب تحریک لبیک کو سیاسی اتحاد کی حاجت تھی، ان" مذہبی جماعتوں" تک سے اتحاد نہیں کیا جو صوبہ یا وفاق میں غدارِ ناموس لبرل جمہوری جماعتوں کی تائید کر چکی تھیں! سہیل وڑائچ اور دیگر لبرل اینکر یہی تخمینے لگاتے رہے کہ عقیدہ پر اصرار کی وجہ سے علامہ رضوی کے گرد زیادہ لوگ جمع نہ ہو سکیں گے، تاہم جو کچھ ہوا اس پر تاریخ گواہ ہے۔ پھر امیر عزیمت کی حیات زندگانی ہو یا آپ کا وصال، ہر دو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ عشق مصطفوی کی گرمائش ہی ملت اسلامیہ کو متحد ومتحرک رکھ سکتی ہے۔اس لئے امیر عزیمت کا تصور اتحاد اُمت جمہوری نہیں بلکہ دینی تھا۔جبھی ان کے دعویٰ نہیں اخلاص و عمل سے اس اتحادِ ملت کی تجسیم ہوئی حالانکہ اتحاد اُمت کا یہ لفظ شائد ہی کبھی آپ نے استعمال کیا ہو لیکن اخلاص وابطالِ باطل کا حاصل وثمر ہی امت کا اتحاد ہے۔امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار مبارک سے وابستہ امام مشہور عرب عالم دین شیخ عمر الحسینی العراقی حفظہ اللہ تعالیٰ، امام کے جنازہ پر فرما رہے تھے کہ امیر المجاہدین کثیر البرکۃ تھے، آج وہ عجمی علماء جنہوں نے عربی تصانیف لکھیں یہاں تک کہ عالم عرب میں پڑھتے پڑھاتے رہے ان سے ہمارے عرب مشائخ اس طرح واقف نہیں جس طرح شیخ الحدیث رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عراق تا شام ہر دوسرا عالم واقف ہے۔آیا صوفیہ مسجد میں اس جمعہ عُلماء تُرک کی طرف سے بڑے پیمانے پر ایصالِ ثواب کی محفل کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔پس یہ ملی اتحاد امام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے منہج دعوت کی کرامت ہے کہ جس مرد قلندر نے زندگی بھر اس عنوانِ اتحاد کو استعمال ہی نہیں کیا امت نے اس کے جنازہ پر اپنی جس اجتماعی قوت و یگانیت کا مظاہرہ کیا، وہ اجتماع ان لوگوں کو حاصل نہ ہوا جن کی زندگیوں کا عنوانِ تخصص ہی جمہوری تصورِ اتحاد تھا!

(16) مغربی عقلیت پرستی کی تاریخی شکست:

تعقل شرعی عقل پرستی نہیں بلکہ تعقل قلبی کا داعی ہے۔ امیرعزیمت جس عشق ومحبت کے داعی تھے، اس کی اول وآخر درس گاہ یہی نہاں خانہ دل ہے۔ امیرعزیمت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ناقدین کا قدر مشترک نکتہ ارتکاز یہی رہا کہ وہ سب کے سب درس گاہ قلب ونظر سے فاضل نہ ہونے کے سبب عقل پرستی میں مبتلا فتنہ عقلانیت کا شکار تھے۔ عام فہم اسلوب میں معترضین کے مجموعہ اشکالات کا خلاصہ یہی تھا کہ آپ دین اسلام کو افہام وتفہیم کے اسلوب میں پیش کرنے کے بجائے فاتحانہ وعاشقانہ اسلوب میں پیش فرماتے ہیں، جو کے اس دور میں "چلنے والا" نہیں جب سرسید کی پود، مغرب کی سائنسی وفلسفیانہ تشکیک کو بطور اصول مثالی تصور کرتی ہے! اس لئے اتنا یقین و ولولہ عصر حاضر میں "ہضم" ہونے والا نہیں، مگر خدا تعالیٰ کی قدرت وشان کہ یہی ایقانی و ایمانی اسلوب امیرعزیمت کا مابہ الامتیاز رہا، یہ مابہ الامتیاز ان کی حیات دنیاوی میں اتفاق واختلاف کی معرکہ آرائی سے گذر کر ان کی رحلت پر فقط اتفاق ہی کی صورت میں آ کر منتج ہوا یوں اس معرکہ عقل وعشق اور معرکہ عقل ونقل میں عشق ونقل کو فتح نصیب ہوئی اور مغربی لبرل عقلیت "عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی" کی صورت پیش کر رہی ہے! امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی معتزلہ سے معرکہ آرائی، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تہافت الفلاسفۃ اور پھر امام شاہ احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کی علی گڑھی نیچریت کے بعد اہلسنت کی معرکہ عقل ونقل میں یہ نمایاں تاریخی فتح ہے! امیرعزیمت کا جب میڈیا اینکرز سے سامنا نہیں ہوا تھا اس وقت بعض احباب بزم اس رائے پر قائم تھے کہ آپ جیسا سادہ وشریف انسان کیسے ان بقراطی وافلاطونی اینکرز کا سامنا کرے گا؟ لیکن سلام ہے امیرعزیمت کے اعتقادی تصلب اور تہذیبی تربیت کو کہ آپ کو دیکھ کر بڑے بڑے لبرل اینکرز کے دانتوں میں پسینہ آجاتا تھا! وجاہت خان لبرل اینکر فیض آباد کے موقع پر کہتا ہے کہ سڑکیں بلاک ہیں بچوں کی اسکولی تعلیم تک معطل ہوگئی ہے! امیرعزیمت بغیر کسی معذرت خواہی کے جواباً فرماتے ہیں کہ سب کو پتہ ہونا چاہیے ناموس رسالت کا مسئلہ ہی جداگانہ ہے، اس کے لئے پوری دنیا بھی فنا ہو جائے تو کم ہے! ایسے ہی ایک موقع پر امام نے فرمایا کہ مسئلہ ناموس تمام مسائل سے جداگانہ ہے، بازارِ مصر میں جب حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش کیا گیا تو خدا تعالیٰ نے سالوں ان پر قحط سالی فرمادی، ایسے میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس پر ہاتھ ڈالا جائے اور اُمت خاموش تماشائی بنی رہے، یہ خدا تعالیٰ کے غضب وعذاب کو دعوت دینا ہے! امیرعزیمت رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ وہ ایقانی اسالیب تھے، جس کے بعد لبرل اینکرز کی تاثراتی تنقیدیں دھری رہ جاتی تھیں! ایک اور اینکر نے سوال کیا کہ آپ اپنے قول کے مطابق جمہوریت کو نظریہ نہیں آلہ بنا کر ایوان اقتدار تک آئیں گے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ مذہبی قوتوں کے اقتدار میں آنے کے بعد انتخابات کا نظام ہی ختم ہو جائے گا؟ امام رضوی نے فرمایا ہماری محبتوں و شفقتوں کے بعد اگلے جمہوری انتخاب کا خیال لوگوں کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آنا ہے! حامد میر نے لبرل صحافی محمد مالک سے کہا تھا کہ آپ کے سوال پر نواز شریف کا بوکھلانا میرے لئے اتنا تعجب خیز نہیں تھا جتنا آپ کا رضوی صاحب کے سامنے بے بس ہو

جانا باعثِ تعجب ہے! وائس آف امریکہ کے صحافی نے سوال کیا کہ مغربی مما لک کی "اچھی اخلاق" باتوں سے متعلق علماء کیوں بخل برتتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مادی ترقی کو آپ لوگ اخلاقیات قرار دینے لگیں اور خود مغربی خاندان و معاشرت کا زوال جس ترقی کی وجہ سے ہو رہا ہے، اس پر اخلاقیات کا لیبل چسپاں کرنے لگیں تو جو ترقی و معاشرت اخلاقیات ہی کی تعریف مسخ کردے اس کے گُن گانے والوں کو ہوش کرنا چاہیے! صحافی مزید مجادلہ کرنے کے درپے ہوا اور تہذیب اسلامی کو چیلنج کرنا چاہا تو آپ نے یہ شعر پڑھ کر تہذیب مغرب کے گندے انڈوں کو حقارت سے اٹھا پھینکا کہ۔۔۔

تختِ سکندری پر وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہو جن کا آقا ﷺ تیری گلی میں

چنانچہ امام نے فتنہ عقلانیت کو شکست دی ہے، اس کے مقابلے میں فتح جس عنوانِ عشق کی ہوئی ہے، وہ انفرادی نہیں بلکہ امت کے عقائد و معاشرت کا اجتماعی اظہار اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ دانش سعدی، سوزِ جامی، عشقِ رومی، تفکرِ الہ آبادی اور بانگِ اقبالی سے مملو ہے! عشق کی یہ فتح ان لبرل "کلمہ گو" لوگوں کو بھی جواب ہے جو دعوت دین کو معاشرت اسلامی کی اقداری تناظر میں نہیں تہذیب مغرب کے رنگ و ظروف میں پیش کرنے کے قائل ہیں اور مولوی کو مسٹر بنا کر اس تہذیبی مُلا کو معاشرت اسلامی کے "کوہ و دمن سے نکال" دینے کے متمنی ہیں! لیکن ادھر امیر عزیمت کی نوائے قدامت و معاشرت اور پھر عوام کی اس ندائے وفا سے وابستگی کثرت نے تجدد کی ان لیبارٹریوں کے تمام نتائج کو فیل کر دیا ہے! امیر عزیمت رحمہ اللہ تعالیٰ نے معرکہ عشق جیتا ہے اور لبرل عقلانیت کو شکست ہوئی ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس کو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے کیونکہ مخالفین رضویت نے منہج رضویت کو "مانا" نہیں بلکہ امام رضوی نے خود کو بطور فاتح "منوایا" ہے، جبھی مخالفین قائل نہ ہونے کے باوجود معرکہ عقل و عشق کے قانونی نتائج ماننے پر مجبور ہیں!

(17) مجددِ تہذیب تسنن:

امام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا منہجی خدمات کے نتیجہ میں مجددِ تہذیب اہلسنت قرار پاتے ہیں! علامہ مفتی فیضانِ المصطفیٰ صاحب (حفید حضور صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ:

امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہم نے آپ سے بڑا محافظِ ناموس رسالت ﷺ نہیں دیکھا۔

قاضی مفتی محمد اختر حسین قادری (خلیفہ حضور تاج الشریعہ، دار العلوم علیمیہ یوپی بھارت) فرماتے ہیں کہ:

آپ نے امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریکِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجدید و تازگی کا کارنامہ انجام دیا۔

صاحبزادہ علامہ اوکاڑوی فرماتے ہیں کہ:

شناخت کے اس بحرانی دور میں علامہ رضوی نے سنیوں کو سُنیت کی پہچان عطاء کی ہے۔

عالم اسلام کے تاریخی علمی خانوادہ "کتانی" سلسلے سے وابستہ مشہور عرب عالم دین علامہ شیخ حمزہ بن علی بن المنتصر الکتانی (حفید امام محمد بن جعفر الکتانی رحمہ اللہ تعالیٰ) اپنے مقالہ" الشیخ خادم حسین رضوی، الذابّ عن النبی ﷺ" میں امیر عزیمت کو اہل ایمان کا امام قرار دیتے ہیں۔

تفتازانی عصر استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول علامہ حافظ عبد الستار صاحب سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پوری دنیا میں علماء میرے نام سے اپنا تعارف کراتے ہیں لیکن میں اپنا تعارف اپنے درویش شاگرد مولانا خادم حسین صاحب رضوی کے نام سے کرواتا ہوں۔

سلسلہ سیفیہ کی جلیل القدر شخصیت شامی عصر فخر المتاخرین استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث علامہ سید احمد علی شاہ صاحب ترمذی حفظہ اللہ تعالیٰ (صاحب حُسام السیفیہ و مجموعہ فتاویٰ نقشبندیہ) امیر عزیمت کو" مجددِ عصر" قرار دیتے ہیں۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ نور اللہ مرقدہ کے مزار ومدرسہ کے امام علامہ شیخ عمر الحسینی العراقی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اس دور میں علمائے ہند کے اندر شیخ رضوی جیسا عالم نہیں دیکھا گیا، وہ کسی جماعت نہیں ملت کے امام تھے اور جو شخص آپ سے محبت نہ کرتا ہو وہ شیطان ہے۔

کسی بھی قد آور شخصیت کے قد کو دیکھنا اور متعین کرنا ہو تو قرب نہیں بلکہ فراق اختیار کر کے دور جانا پڑتا ہے، اسی طرح مجدد کے مجدد ہونے کا بیان بھی اوراقِ تاریخ میں ہوتا ہے۔ ہمارا امام رضوی کتنا بڑا نابغہ عصر تھا، اس کا ادراک اہل زمانہ کو وصل نہیں فصل کی خزاں میں ہوا اور ہجرِ وصل کی رات جس قدر طویل ہوتی جائے گی اس قدر امام کی عبقریت ومعنویت اہل زمانہ پر واضح ہوتی چلی جائے گی یہاں تک کہ احساسِ زیاں، ندا کرے گا کہ اس بزم سے کُوچ کر جانے والا ہماری تہذیب ومعاشرت کا مجدد تھا، لیکن شاید اس وقت تک بہت دیر ہو چکی ہو۔

تاجدار گولڑہ بحر العلوم علامہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ شریف کے بعد امیر عزیمت وہ تاریخ ساز شخصیت ہیں جن پر ملت نے بحیثیت ملت اپنے اعتماد ووابستگی کا اظہار کیا، یہاں تک کہ عقیدہِ ناموس ﷺ پر اپنا امام بلا نزاع تسلیم کیا، اس سے پہلے یہی منصب ملت نے بحیثیت ملت متفقہ طور پر تاجدار گولڑہ کو مرزا قادیانی ملعون کے مقابلہ ومناظرہ میں تفویض کیا تھا!

یقیناً امیر عزیمت کی تجدید دین غیر معمولی اہمیت کی حامل ومتنوع ہے۔ آپ نے رسوم کو تہذیب ومعاشرت میں ڈھالا اور اس معاشرت کو اقامت دین و برآءتِ طاغوت کا مقدمہ بنایا یوں معمولات و رسوم کو لادین سرمایہ دارانہ نظام و ریاست میں نہ صرف تحلیل ہونے سے بچا لیا بلکہ تہذیبِ تسنّن کو باطل سے مزاحمت کا استعارہ واساس بنا دیا اور یوں برآءتِ باطل کی صدائے قلندرانہ، وطنی سرحدوں سے ماوراء آفاق میں سنی گئی! حیاتِ زندگانی کا وہ کون سا گوشہ ہے جہاں امام کی کارِ تجدید متحرک نہیں ہوئی، سیاست ومعاشرت کے جمیع پہلوؤں کو عصرِ خیر القُرون کی طرف" غیر مشروط" طور پر لوٹانا اور اس میں تعظیم وتوقیرِ رسالت ﷺ کی

اعتقادی روح پھونکنا اور اس کارِتجدید کی اقامت کرتے ہوئے میدان میں اُتر کر پوری قوت کے ساتھ طاغوتِ عصر سے بھڑ جانا، یہاں تک کہ فاتحانہ انداز میں دنیا سے رخصت ہونا، نیز بہت عرصے بعد امت کا بحیثیت امت اس کارتجدید کو تسلیم کرنا، یہ تمام اُمور امام کے مجدد ہونے کا تکوینی اعلان کرتے ہیں! کوئی شخص مجددِ تہذیب و معاشرت اپنی آرزو سے نہیں خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر سے بنتا ہے۔ کون جانتا تھا کہ وئیل چیئر پر بیٹھے سادہ لوح کو خدا تعالیٰ نے وقت کا مجدد و امام بنانا ہے، جس کے نتیجہ میں اہلسنت کی شیرازہ بندی ہوگی۔ یہاں تک کہ اس بوریا نشین کو تاریخ پاکستان کا سب سے بڑا اجتماع نصیب ہوگا! اسباب کے تحت کوئی ایسے قرآئن نہ تھے لیکن منصب تجدید عطاء خداوندی ہے جس کو کوئی غیر چھین نہیں سکتا! تاریخِ اسلام میں جتنے علماء حق بھی مجددِ عصر قرار پائے ہیں، ان کے دور میں ان سے بڑے جبالِ علم بھی موجود تھے لیکن باطل شکن ہونا اور وقت کے طاغوت و باطل کو اس کے جُزء سے لے کر کُل تک میدان میں چیلنج کرنا اور اس کے ہر ہر گوشہ ہائے زندگی کی اساسیات پر عقیدہ اسلامی کے نشتر چلانا ، یہ منہجِ اعتقاد و جہاد وقت کے متجدد کو اس کے معاصر اصحابِ علم وقرطاس سے بحیثیت مجدد ممتاز کرتا ہے! چنانچہ امیر عزیمت نے لبرل ازم کے بچھڑے کو جو گھاؤ لگائے ہیں، وہ آج بھی عدو کے سینے میں غار ہے، جس کی ہیبت ناک چیخیں آج بھی سنی جاسکتی ہیں! امام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ اکیسویں صدی میں دین اسلام کے تحفظ کا وہ اعتقادی و جہادی استعارہ ہے، جو اپنی حیاتِ زندگانی ہی میں نہیں بلکہ بعد از وصال بھی معرکہ دین ولادینیت میں ریفرنس پوائنٹ وعنوانِ تحرک رہے گا۔ کچھ دنوں قبل ہی لبرلِ عصر یاسر پیرزادہ اور مذہبی حلقوں کے درمیان میں ہونے والے معرکہ میں امیر عزیمت ہی کو پاکستان کے تناظر میں وابستگی دین وملت کی برہان کے طور پر پیش کیا گیا اور فریق مخالف اس مقدمہ پر پسپا ہوا۔ قومی صحافی ڈاکٹر شاہد مسعود کہتے ہیں کہ فرانسیسی صدر میکرون (ملعون) کے کورونا میں مبتلاء ہونے کی خبر موصول ہوئی تو میں نے سیرت النبی ﷺ کی کتاب اور اس کے ساتھ علامہ رضوی کے جنازہ کی تصویر ارسال کرنے کا انتخاب کیا تاکہ اسے یہ سبق دیا جاسکے کہ تاریخ میں نسبتِ مصطفوی ﷺ والے ہی یاد رکھے جاتے ہیں!

خلاصہ کلام

آج کی تاریخ میں حقیقت یہی ہے کہ نابغہ عصر اور اہل وفا کا امام ہم سے رخصت ہوگیا ہے! ہم نے ایک فرد نہیں پوری کی پوری تہذیب، عہدِ عزیمت و درسگاہِ جہاد کو لحد میں اتار دیا ہے! خدا تعالیٰ کی امانت تھی سو اس نے واپس لے لی مگر یہ خیال مضطرب کر دیتا ہے کہ اس عہدِ پُرفتن میں لوگوں کی شمعِ ایمان جلانے والا تو گیا اور نہ جانے کتنوں کے ایمان بچا گیا، مگر اب کون ہے جو عہدِ سلف کا پیغام، سوزِ سلف، ایقانِ سلف و کردارِ سلف کے ساتھ سنائے گا! ویسے تو پوری تہذیب تسنن ہی یتیم ہوگئی ہے، لیکن اصل یتیم وہ اہل حق و روایت ہو گئے ہیں جنہوں نے امیر عزیمت کی امامت میں علمائے استغراب و تجدد سے جنگ لڑنی تھی، ہم غرباءِ تسنّن کا امام چلا گیا ہے۔

اے فرشتۂ اجل کیا خوب تھی تیری پسند
پھول وہ چنا جو گلشن کو ویران کر گیا

بہرکیف ہماری تاریخ وتہذیب اس طرح کے صدموں سے شناسا رہی ہے۔اس لئے ہم غم ماتم نہیں بلکہ اپنے آباء کے راستے پر چلتے ہوئے ان کے اعداء کے ایوانوں میں صفِ ماتم بچھانے کے قائل ہیں۔ہمارے اکابرین کے مرقد نہیں ہوا کرتے بلکہ ان کے مزارات درسگاہ عزیمت و جہاد ہوا کرتے ہیں۔جبھی امام رضوی فرمایا کرتے تھے کہ بزدل بندے کا کام ہی نہیں دین کی ترجمانی کرنا، ہمارے ساتھ بزدل بندہ چل ہی نہیں سکتا، میرے وصال کے بعد میری قبر پر آنے والا بوڑھا بھی شجاعت سے جوان ہوجائے گا! آج امام کے مزارِاقدس پر لبیک یارسول ﷺ کی گونجتی صدائیں اور من سب نبیاً فاقتلوہ کے گونجتے نعرے،اس عقیدہ تسنن کا اظہار ہیں کہ نفوسِ قدسیہ کا فیض بعد از وصال بھی جاری رہتا ہے اور جیسے امام رضوی کا وجود اس دنیا میں دشمنانِ اسلام کی آنکھ کا کانٹا تھا اسی طرح ان کا مزار مبارک بھی انفجارِ لبرل ازم اور انہدام جدیدیت ولادینیت کی درس گاہ ثابت ہوگا(ان شاءاللہ تعالیٰ)!

عجب اک شان سے دربارِ حق میں سرخرو ٹھہرے
جو دنیا کے کٹہروں میں عدو کے روبرو ٹھہرے

بھرے گلشن میں جن پہ انگلیاں اٹھیں وہی غنچے
فرشتوں کی کتابوں میں چمن کی آبرو ٹھہرے

اڑا کر لے گئی جنت کی خوشبو جن کو گلشن سے
اُنہی پھولوں کا مسکن کیوں نہ دل کی آرزو ٹھہرے



خاتم النبیین ﷺ کا لاڈلہ خادم

مولانا عبدالرؤف نورانی

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

عشق جو مدرسہ ومحراب ومنبر سے چھوٹا پھر کوہ و دمن اور حرمت رسول ﷺ کی ہر انجمن سے ہوتا ہوا رب العالمین کے سایہ رحمت میں سو گیا۔ اسے جب اجل نے پکارا تو وہ عشق رسول ﷺ کے پہاڑ کی چوٹی پہ کھڑا تھا۔ درہ فاروقی اور ذوالفقار حیدری لیے سپاہ عشق کو آگے بڑھنے کا حکم دے رہا تھا اور فخر سے کہہ رہا تھا۔

چوکیدار رسول دا جاگے شور مچاوے
ناموس رسالت گلشن اندر کوئی سور نہ پھیرا پاوے

بے باک و بے خوف عشق اس یقین سے کفر کو للکارتے ہوئے "ہٹو حضور آ گئے ہیں" کی صدا لگاتے گزر جاتا کیونکہ اُسے یقین تھا کہ وہ مالک کنڈ نئیں لگن دیندے۔ للکار ہے للکار ہے شیر کی للکار ہے کا نعرہ بلند ہوتا تو یہ عشق بولتا۔ میرا نعرہ نہیں نعرہ رسول ﷺ کا ہے۔

مٹا ہوں تیرے نام پہ مجھے کیا غرض نشان سے
مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اُڑا دے

مقام فقر پہ فائز خوددار عشق، اقبال کے تصور خودی کی مجسم صورت اور غازی روایتوں کے اسی راوی کو علامہ خادم رضوی کہا جاتا ہے۔ آپ نے اپنے کردار سے ثابت کیا کہ علماء، جاگیرداروں اور سلاطین کی متاع نہیں محمد ﷺ کے فقیر اور آپ ﷺ کی حرمت کے چوکیدار ہوتے ہیں۔

فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی جو تجھ کو سلاطین کا پرستار کرے

علماء امام ہیں اور امام وہ ہوتا ہے جو تجھے ظاہر سے بیزار کر دے۔ ہونے والے نقصان کا احساس دلا کر تیرا لہو گرما دے اور پھر کفر کے خلاف تجھے تلوار کر دے۔ علامہ خادم حسین کے عشق نے معذوری کو میدان میں آڑے نہیں آنے دیا۔ بلکہ توانا آواز اور دبنگ انداز میں فرماتے کہ اگر حضور ﷺ نے پوچھ لیا کہ تو زیادہ معذور تھا۔ کیا تجھے حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ ۸۶ سالہ بوڑھے کا مدینہ سے یرموک تک جانا یاد نہ آیا؟ حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا یاد نہ آئے۔؟

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کٹے بازو سے جنگ میں چلے گئے۔ نوجوانو! کیا تمہاری زیادہ مصروفیات ہیں؟ حضرت معوذ و معاذ رضی اللہ عنھم سے جو اپنی ایڑیاں اُٹھا کر خود کو بڑا ظاہر کر کے بدر پہنچنے کے لیے بے قرار تھے اور ابوجہل کو مارنے کا اعزاز پا رہے تھے۔

جھیلو! اُٹھو حضور سے پیار کرنا ہے کسی سے پوچھ پوچھ کے پیار نہیں کرنا۔عشق اپنے فیصلے کرنے میں خود بڑا دلیر ہوتا ہے۔منگولوں کے کتے نے کسی سے فیصلہ تو نہیں لیا تھا۔ان خطابات کے اثر سے درجنوں غازیوں نے دورِ حاضر میں وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ کفر پہ لرزہ طاری ہے۔آپ نے دشمن کے سامنے ڈٹ جانے کی تربیت کی۔غازیانِ اسلام کی کھل کر حمایت و تعاون بھی فرماتے رہے۔نبی کریم ﷺ کے گستاخوں کے معاملہ میں آپکا لہجہ نہایت سخت ہوتا اور چہرہ جلال کی نمود ہوتی کیونکہ علامہ اقبال نے کہا!

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری

عشق رسول ﷺ انھیں اپنے گھر سے ملا جس کی آبیاری اہل سنت کے مدارس میں ہوئی۔آپ ۲۲ جون ۱۹۶۶ء بروز جمعہ نکہ کلاں اٹک میں حاجی لعل خان علیہ الرحمہ کے گھر پیدا ہوئے۔جہلم میں مناظر اسلام،صاحب تصانیف کثیرہ،شیخ الحدیث علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمہ کے مدرسہ عیدگاہ میں قاری غلام یاسین کے پاس حافظ غلام محمد چھوڑ آئے جو آپ کے گاؤں کے استاد تھے۔آپ کے حفظ کے استاذ قاری غلام یاسین نابینا تھے۔۱۹۸۰ میں آپ عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخل ہوئے۔۱۹۸۸ میں مفتی عبد القیوم ہزاروی،مولانا محمد رشید نقشبندی،علامہ عبد الحکیم شرف قادری،مفتی محمد صدیق ہزاروی، اور علامہ حافظ عبد الستار سعیدی سے سند حاصل کی۔اسی ادارہ میں ۱۹۹۰ میں باقاعدہ صرف پڑھانا شروع کی۔محکمہ اوقاف ۱۹۹۳ پیر مکی میں خطیب مقرر ہوئے۔طلباء کی تربیت آپ کا مشغلہ تھا۔جمعرات کی بزم طلباء میں خود بیٹھتے اور فرماتے کہ تقریر میں جلالی، جمالی اور سوالیہ جملوں میں انداز اسکے مطابق اپناؤ۔

محافل پہ دولت لٹانے کی بجائے مدارس کی خدمت کی تربیت فرماتے،اکابر علماء سے والہانہ عقیدت رکھتے۔فیض آباد دھرنا میں منیر اسلام علامہ پیر منیر احمد یوسفی علیہ الرحمہ اور مبلغ اسلام پیر محمد رضا ثاقب مصطفائی صاحب سے انکی انداز محبت جس کی ویڈیو موجود ہے نہایت دیدنی ہے۔پیر طریقت مفتی محمد عبد الغفور شرقپوری علیہ الرحمہ بانی دارالعلوم جامعہ فاروقیہ رضویہ گجر پورہ لاہور سے فرماتے کہ یہ مولانا الشاہ احمد نورانی صاحب علیہ الرحمہ کے وفادار کا ادارہ ہے۔(مفتی محمد عبد الغفور شرقپوری علیہ الرحمہ کے بڑے بیٹے صاحبزادہ محمد عبد الرؤف نورانی شرقپوری سے بہت شفقت ومحبت اور عزت افزائی فرماتے۔جب ملاقات ہوتی تو صاحبزادہ محمد عبد الرؤف نورانی شرقپوری کے لیے کرسی منگواتے جبکہ تمام حضرات نیچے تشریف فرما ہوتے۔نورانی صاحب کو اپنے پہلو میں کرسی پر بٹھاتے)۔میں جب بھی یہاں آؤں اپنا ادارہ ہی سمجھ کر آتا ہوں۔قائد ملت اسلامیہ علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی اور مجاہد ملت علامہ عبد الستار خان نیازی علیہ الرحمہ سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔کئی بار انکے لہجے میں بھی بات کرتے تھے۔اور دستار تو علامہ نورانی علیہ الرحمہ والی کا انتخاب کیا اور اُنھی کے مشن کو سنبھالا۔قبلہ نورانی صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد دارالعلوم جامعہ فاروقیہ رضویہ کے سالانہ جلسوں پر آپ ہی کا خطاب ہوا کرتا تھا،اور ادارہ کے امتحانات لینے کا بھی وقت عنایت فرمایا کرتے۔اسکے ساتھ ساتھ دار العلوم انجمن نعمانیہ،جامعہ ابو ذر غفاری سمیت کئی مدارس،تنظیمات کی نگرانی بھی فرماتے رہے۔تحریک فدایان ختم نبوت کے بھی امیر رہے اور "العاقب" رسالہ جاری کیا۔روحانی طور پر پیر طریقت حضرت خواجہ عبد الواحد

صاحب المعروف حاجی پیر صاحب سے (کالا دیو شریف جہلم) میں بیعت تھے۔علم الصرف میں آپ کی دو اہم کتابیں"تیسر ابواب الصرف"، و"تعلیلا ت خادمیہ" ہر دینی طالب علم کی ضرورت ہیں جو آپ کی کئی سالہ محنت کا نچوڑ ہیں۔اعلیٰ حضرت کے یہ عاشق علامہ خادم حسین رضوی جس سمت بھی گئے ہیں سکے بٹھا دیئے ہیں۔دورانِ تدریس بھی آپ کا ذہن تحریکی تھا۔

۱۱/۹ کے واقعات کے ردعمل میں دربار داتا صاحب علیہ الرحمہ سے اسمبلی ہال تک نکالنے والے جلوس کو ہال روڈ کے سامنے پولیس کی بھاری نفری نے بیریئر سے روک لیا۔سب خاموش تھے اور جلوس کو وہاں ختم کرنا چاہا تو آگے بڑھ کر بیریئر علامہ خادم حسین رضوی نے کھینچے، پھر طلباء آپ کو دیکھ کر آگے بڑھے۔یوں آپ نے جلوس کو اسمبلی ہال تک پہنچا دیا۔پھر کنٹینر پر تقریر میں آپ نے پولیس کو مخاطب کیا۔جھلیو! ہماری عزتیں وردی سے نہیں اسلام سے ہیں۔جب تک اسلام کو ظاہری اقتدار نہ ملا تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو زمین پر لٹا کر سینے پہ پتھر رکھ دیئے جاتے، مگر جب اسلام کو ظاہری اقتدار بھی مل گیا تو وہی بلال کعبۃ اللہ کی چھت پہ کھڑے اذان پڑھ رہے تھے۔

اقبال یہ کس کے عشق کا فیض عام ہے　　　رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جملہ آپ نے دہرایا جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ نے آپکو کپڑے تبدیل کر لینے کا مشورہ دیا کہ آگے بڑے بڑے سرداروں سے آپ کی ملاقات ہے اور آپ نے پیوند لگے کپڑے پہنے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ابوعبیدہ تمہاری اس بات پہ حیف ہے، ہمیں کپڑوں نے نہیں ہمیں تو حضور ﷺ کی غلامی نے عزت دی ہے۔حضور ﷺ کو چھوڑ کر کہیں عزت ڈھونڈیں گے تو رب ہمیں ذلیل کر کے رکھ دے گا۔

لہٰذا عزت حضور ﷺ کی غلامی میں ہے۔اُٹھو حضور ﷺ تک پہنچو۔مال روڈ پہ آپ کے دلگداز جملوں کی وہ تاثیر تھی کہ ملازموں کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں۔

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں نہ ایسی سنیے گا　　　پڑھتے کسی سے سنیے گا تو دیر تلک سر دھنیے گا

اُس وقت آپ معذور نہ تھے۔معذوری تو ۲۰۰۹ میں ہوئی جبکہ تلہ گنگ کے قریب آپ اپنے والد کے جہلم کے لیے سفر میں تھے۔معذوری کے بعد دوبارہ آپ کو میدان میں لانے میں جامع المعقول والمنقول حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب کا بڑا ہاتھ ہے۔جنھوں نے جامعہ نظامیہ کی اپنی سالانہ محفل میں حکماً بلایا اور پھر آئے آکے چھا گئے۔علامہ اقبال نے کہا تھا گر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے۔حرمت رسول ﷺ کے تو ہمیشہ سے پہرے دار تھے،خصوصاً جب لوگ غازی اسلام ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بات کرنے سے ڈر رہے تھے۔صلاح الدین ایوبی اور ٹیپو سلطان کے وارث گرجتے شیر کی طرح میدان میں آئے اور تحریک کا محرک و سرپرست اعلیٰ ٹھہرے۔

۱۹۲۹ء میں شہادت غازی علم الدین شہید علیہ الرحمہ کے نتیجے میں پاکستان معرض وجود میں آیا اور ۲۹ فروری ۲۰۱۶ کو ملک ممتاز حسین قادری کی شہادت کے بعد پاکستان مین دین تخت پہ لانے کی جدو جہد عروج پر پہنچی اور اس کے لیے آپ نے ستمبر ۲۰۱۷ میں تحریک لبیک پاکستان کے نام سے اپنی جماعت رجسٹرڈ کرائی۔

۲۰۱۷ء میں این اے ۱۲۰ لاہور کے ضمنی انتخاب میں پہلی بار سیاست میں اُبھرے اور سات ہزار ووٹ حاصل کر کے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ این اے ۴ پشاور کے ضمنی الیکشن میں تقریباً دس ہزار ووٹ حاصل کیے۔ لودھراں کے الیکشن میں گیارہ ہزار ووٹ لیے۔ ۲۰۱۷ء میں ن لیگ حکومت نے ختم نبوۃ قانون کی ایک شق میں الفاظ بدل دیئے۔ علامہ خادم حسین رضوی نے بیانات کی بجائے عملی قدم اٹھایا۔ نومبر ۲۰۱۷ء میں فیض آباد انٹرچینج پر دھرنا دیکر اس میں ملوث وزیر قانون زاہد حامد کو وزارت سے فارغ کر دیا۔ ۲۰۱۸ء میں جب ہالینڈ نے گستاخانہ خاکوں کی نمائش کی تو دوبارہ دھرنا دیا۔ اسی طرح آسیہ نامی عورت کے توہین رسالت کے معاملہ پر ہائیکورٹ نے اُسے سزا سنائی لیکن سپریم کورٹ نے اُسے رہا کر دیا، جس پر رضوی صاحب کا شدید ردعمل سامنے آیا۔ حکومت نے تحریک لبیک کی قیادت کو گرفتار کرلیا۔

مئی ۲۰۱۹ء کو ضمانت پر رہا ہوئے۔ نومبر ۲۰۲۰ء میں فرانس جس نے گستاخانہ خاکے شائع کیے تھے اس کے سفیر کو نکالنے کے مطالبہ میں دھرنا دیا اور حکومت نے تین ماہ کا وقت مانگا اور سفیر نکال دینے کا وعدہ کیا تو دھرنا ختم کر دیا۔ علامہ خادم حسین رضوی کے یہ دھرنے سیاسی مقاصد یا مفادات کے لیے نہیں بلکہ ناموس رسالت ﷺ اور عظمت اسلام کے لیے ہوتے تھے۔ دھرنا کے دوران آپ کی طبیعت ناساز ہوئی، لاہور واپس آتے ہی آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور شیخ زید ہسپتال لے جایا گیا، جہاں ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء بروز جمعرات آپ کا انتقال ہوا۔

۲۱ نومبر ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ مینار پاکستان میں آپ کا نماز جنازہ ادا کیا گیا۔ لاہور کی تاریخ کا پہلا بڑا نماز جنازہ تھا جس میں لاکھوں افراد محض اپنی بخشش کی نیت سے دیوانہ وار عشق رسول اللہ ﷺ میں کھچے چلے آئے۔ آپ کی رہائش گاہ سے مینار پاکستان تک جہاں ۱۰ منٹ کا راستہ ہے وہاں چھتوں پر سے گل پاشی ہوتی رہی اور ۴ گھنٹوں میں آپ کی ایمبولینس مینار پاکستان کی گراؤنڈ میں پہنچی۔ آپ کی نماز جنازہ نے فیصلہ کر دیا کہ جیتا کون اور ہارا کون۔

آپ کی تدفین جامعہ ابوذر غفاری ملتان روڈ میں کی گئی۔ نماز جنازہ کے موقع پر ہی آپ کے صاحبزادے علامہ سعد حسین رضوی کو تحریک کا امیر مقرر کیا گیا۔ جو پہلے اس تحریک کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل تھے۔ رضوی علیہ الرحمہ نے سوگواران میں ۲ بیٹے اور ۴ بیٹیاں اور ایک بیوہ چھوڑے ہیں۔ آپ کے چھوٹے بیٹے حافظ محمد انس رضوی طالب علم ہیں۔ علامہ سعد حسین رضوی فاضل درس نظامی ہیں اور تحریک کے انتظامات پہلے بھی خود کیا کرتے تھے اور الیکشن مہم میں روابط، شب و روز انتخابی حلقہ میں گزارنا اور اُمیدوار کے انتخاب میں کامل صلاحیت کا آپ نے ثبوت دیا اور اب پہلے سے بھی زیادہ فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔ انھیں جو جذبہ ملا ہے اُسے دبانا کسی کی ہمت میں نہیں ہے اور وہ جانتے ہیں کہ میرے والد کو جو عزت ملی ہے وہ محبت مصطفیٰ ﷺ ہی کا معجزہ ہے۔

ہم ہیں چراغ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اُجالا ہے



راہ عزیمت کا ایک جانباز راہی

خلیل احمد فیضانی (جودھپور، راجستھان، انڈیا)

میرے استاذ گرامی حضرت مولانا صادق صاحب قبلہ مصباحی زیدمجدہ نے کیا ہی کمال فرمایا کہ تاریخ ہمیشہ عزیمت رقم کرنے والوں کی لکھی جاتی ہے اس قول کے تناظر میں اگر ہم چودہ صدیوں کی تاریخ کا منصفانہ جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ آج جن پاک ہستیوں کے نام تاریخ کے صفحات پرستاروں کی طرح دمک رہے ہیں وہ سب راہ عزیمت کے شہسوار اور عزم وہمت کے کوہ گراں تھے اس لیے وہ حضرات نہ ہی حکمرانوں کو خاطر میں لاتے اور نہ ہی لومۃ لائم کی پرواہ کرتے الحب فی اللہ اور البغض فی اللہ ان کی زندگی کا اولین مقصد تھا طاغوتی طاقتیں ان کے لیے پا بجولاں ثابت نہیں ہوسکتیں دشمنان خدا عزوجل ورسول اللہ کے لیے وہ شمشیر براں تھے اسی سلسلۃ الذہبیہ کی ایک فولادی کڑی جس کو آج دنیا خادم حسین رضوی کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

رضوی صاحب کی زندگی عزیمت کی عملی تصویر تھی کفرجب ان کی رعد وبرق جیسی گرجتی آواز کو سنتا تو یکاد البرق یخطف ابصارھم کا مجسمہ بن کر وہیں ساکت وجامد ہوجاتا انہوں نے کبھی بھی اپنے ذاتی یا سیاسی مقصد کے حصول کے لیے قدم نہیں اٹھایا وہ ہمیشہ اسی نظریہ پر قائم رہے کہ ۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

انہوں نے عشق مصطفیٰ ﷺ کے ایسے دیپ روشن کیے کہ عشاق رسول ﷺ تا قیام قیامت پروانہ وار ان کا طواف کرکے محبوب کے جلووں کا نظارہ کرتے رہیں گے۔ میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ وہ چند سال اور حیات رہتے تو عالم کفر کی بنیادیں ہلا کر چھوڑتے کیوں کہ ان کی آواز میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی حمایت کارفرما تھی ان کے کردار میں ملکوتی تقدس کا نور ضیاپاشیاں کرتا نظر آتا تھا ان کی رگوں میں حیدری لہو کا ولولہ ٹھاٹھیں مار رہا تھا ان کے جذبات میں موسی بن نصیر کی جھلک پنہاں تھی ان کے عزم واعتماد میں طارق بن زیاد کا جلوہ مضمر تھا۔ ان کے اخلاق وکردار میں اورنگ زیب کی جلوہ باریاں جلوہ فگن تھیں۔ ان کے تیور میں صلاح الدین ایوبی کا روپ نمایاں تھا ان کی غیرت میں نورالدین زنگی کا خمیر مخفی تھا ان کے حوصلوں میں یوسف بن تاشفین کی اڑان موجود تھی ان کی حمیت واستقامت میں مجدد الف ثانی کا وصف جلوہ گر تھا ان کے عشق میں احمد رضا کی کا سوز وگداز ظاہر وباہر تھا یعنی وہ کوئی تن تنہا شخصیت نہیں تھی بلکہ ہزاروں غازیان اسلام کی مشترکہ آواز کی عملی تصویر تھی جس طرح ان پاک ہستیوں کا مشن اللہ اور رسول ﷺ کے دین کو عام کرنا اور ہر اس گمراہ فرقہ کا قلع قمع کرنا کہ جو بارگاہ ایزدی

میں لب کشائی کرے یا ناموس رسالت ﷺ سے کھلواڑ کرے اور آج کے دور میں زیادہ تر حملے ناموس رسالت ﷺ پر ہی کیے جارہے ہیں اس لیے انہوں نے اپنی تحریک کی بنیاد ہی تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے عزم پر رکھی۔

قادیانیت ولادینیت کے خلاف وہ آہنی دیوار بن کر سینہ سپر ہو گئے۔انگریز نواز زعماء قادیانیت نواز حکمرانِ وقت اور لبرلز افکار کے حاملین کو اپنی اوقات یاد دلادی۔ہزار مرتبہ سیاسی لیڈران نے ان کو کمزور گردانتے ہوئے سمجھوتے کی بات کہی لیکن وہ تو یقین محکم کی قوت سے مالامال تھے۔ان کو ایسا دندان شکن جواب دیتے کہ وہ مبہوت ہو کر واپس لوٹتے یہ سب اس لیے کہ انہوں نے راہ عزیمت کو اختیار کر رکھا تھا۔

ناموس رسالت ﷺ کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ نچھاور کرنے کو وہ اپنی معراج سمجھتے تھے اسی لیے پایہ استقامت متزلزل نہ ہو سکا اور نہ ہی دولت وحشم کے انبار انہیں اپنی طرف مائل کر سکے ان کے سامنے اعلیٰ حضرت کا یہ نظریہ تھا کہ

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

۱۹ نومبر ۲۰۲۰ کی شب علامہ صاحب کے وصال کی خبر بجلی بن کر گری عاشقان رسول ﷺ کے دل بجھ سے گئے جذبات امڈ پڑے آنکھیں اشکبار ہو گئیں طبیعتیں مضمحل ہو گئیں ہمارا رشتہ ان سے صرف عشق مصطفیٰ کی بنیاد پر تھا وہ گستاخ رسول ﷺ کے لیے مداہنت ورعایت کے قائل نہ تھے بلکہ امام احمد رضا کے اس پیغام کو حرز جاں بنائے ہوئے تھے کہ ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں سے کیا مروت کیجیے



علامہ خادم حسین رضوی ایک طاقتور کرشماتی شخصیت

نصرت جاوید

وہ دوست جن کی پُرخلوص شفقت اور محبت کی بدولت اب تک زندگی سے کامل کنارہ کشی اختیار کرنے کو مجبور نہیں ہوا، ان کی تعداد ہاتھ کی اُنگلیوں کے برابر رہ گئی ہے۔ جمعہ کے دن سے مگر مجھے یہ خوف لاحق ہونا شروع ہوگیا ہے کہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے بارے میں میری بے لچک رائے انہیں مجھ سے ناراض نہ کردے۔ حیران کن حقیقت یہ بھی ہے کہ علامہ صاحب کی زندگی میں ان کے اندازِ سیاست کا میں شدید ترین ناقد رہا ہوں۔

2017 کے نومبر میں جب وہ ایک احتجاجی ہجوم کے ساتھ راولپنڈی کو اسلام آباد سے ملانے والے فیض آباد چوک میں دھرنا دے کر بیٹھ گئے تو دونوں شہروں میں زندگی مفلوج ہوکر رہ گئی تھی۔ ''خوفِ فسادِ خلق'' سے گھبرا کر ہمارے میڈیا نے اس اہم ترین خبر کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں اپنے جذبات کو مگر قابو میں نہ رکھ سکا۔ بالآخر اپنے ٹی وی شو میں Live ٹیلی فون کالز کے ذریعے وہ اذیتیں منظر عام پر لانے کو ڈٹ گیا جو روزمرہ زندگی معطل ہوجانے کی وجہ سے عام شہریوں کی بے پناہ اکثریت پر نازل ہوئی تھیں۔

حیدرآباد کی 6 یونین کونسلز میں اسمارٹ لاک ڈاؤن نافذ میرے ساتھیوں کی اکثریت نے میری ''دلیری'' کو سراہنے کے بجائے مجھے احتیاط برتنے کے مشورے دینا شروع کردیئے۔ علامہ صاحب اور ان کے جذباتی پرستاروں نے مگر کسی نوعیت کی ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔ ان کے پُراعتماد رویے نے طاہر القادری کی یاد دلادی۔ کئی برس قبل ایک ٹی وی پروگرام میں ان کے بارے میں طنزیہ الفاظ کہے تھے۔

پروگرام ختم ہونے کے بعد گھر جانے کے لئے گاڑی میں بیٹھا تو ٹیلی فون کے ذریعے دھمکیوں اور گالیوں کی بارش شروع ہوگئی۔ جس نیٹ ورک پر وہ پروگرام چلا تھا اس کے اسلام آباد والے دفتر کے باہر احتجاجی مظاہرہ بھی ہوا۔ طاہر القادری نے منظم انداز میں جمائی اس دھونس کو کبھی Disown نہیں کیا۔ مولانا طارق جمیل کے کئی پرستاروں نے بھی ایسا ہی رویہ اختیار کیا تھا۔ طارق جمیل صاحب مگر کئی دنوں تک ٹیلی فون کے ذریعے رابطے میں رہے۔ میرے ساتھ ہوئے سلوک کی بابت پُرخلوص انکساری سے شرمندگی کا اظہار کرتے رہے۔ میرے دفاع میں انہوں نے ایک ویڈیو پیغام بھی جاری کیا۔ شہباز شریف، حمزہ شہباز کو فوری پیرول پر رہا کیا جائے، مریم اور نگزیب میرے ایک بزرگ علامہ خادم رضوی کی دیرینہ معتقد ہیں۔ انہوں نے از خود ان سے میرے لئے ''معافی'' کی درخواست کی۔ علامہ صاحب نے محض مسکراتے ہوئے بقول ان کے میرے ''جلالی'' انداز کو سراہا اور مجھ سے کوئی ایک ملاقات نہ ہونے کے باوجود میرے عقیدے اور ایمان پر کسی شک وشبہ کا اظہار نہیں کیا۔ علامہ صاحب کی

ناگہانی موت کے بعد اندھی نفرت وعقیدت کی وجہ سے ہمارے معاشرے پر مسلط ہوئی تقسیم دل دہلا دینے والی وحشت کے ساتھ ایک بار پھر عیاں ہوگئی ہے۔

میرے دوستوں کا شمار بھی شہری متوسط طبقے کے اس وسیع تر حلقے سے ہے جس کی دانست میں علامہ خادم حسین رضوی صاحب کو نواز شریف کی مخالفت میں یکجا ہوئی سیاسی اور غیر سیاسی قوتوں نے ''لانچ'' کیا تھا۔ یہ سوچتے ہوئے فرض کرلیا جاتا ہے کہ علامہ صاحب کی اپنی Core Constituency نہیں تھی۔ ''سرپرستوں'' نے انہیں ''نہ جانے کہاں سے ڈھونڈ کر توانائی'' فراہم کردی۔ ٹوئٹر اور فیس بک صدارتی اکاؤنٹس 20 جنوری کو جو بائیڈن کو منتقل کرنے کیلئے تیار 2017 میں ایک انتہائی حساس موضوع کے حوالے سے علامہ صاحب اور ان کی تحریک نے جو غضب بھڑکایا تھا اس کے بارے میں میرے بھی ہزاروں تحفظات ہیں۔ میں یہ سوچ تسلیم کرنے سے مگر قطعاً انکاری ہوں کہ علامہ صاحب کی Popular Base نہیں تھی۔

ابلاغ کے ہنر کا طالب علم ہوتے ہوئے بلکہ یہ اصرار کرنے کو بضد ہوں کہ مرحوم ہر حوالے سے ایک طاقتور ترین کرشماتی شخصیت تھے۔ فن تقریر پر انہیں کمال کا ملکہ حاصل تھا۔ قرآن وحدیث کے مستند حوالوں سے وہ اپنے مسلک کی مبادیات کو انتہائی سادہ زبان میں بیان کرتے ہوئے اقبالؒ کے اشعار کے برمحل استعمال سے سامعین کے ساتھ ایک جان دار Emotional یا جذباتی تعلق استوار کرلیتے جو بسااوقات سحر انگیزی کی صورت دکھائی دیتا۔

کورونا کی 111 بریفنگز پر نیویارک کے گورنر کیلئے انٹرنیشنل ایمی ایوارڈ کا اعلان شہری متوسط طبقے کے مجھ جیسے افراد اس روایت سے قطعاً ناآشنا ہیں جو برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے بعد مختلف مسالک کے علمائے کرام نے بہت لگن اور ثابت قدمی کے ساتھ کئی دہائیوں کی جدوجہد سے عام مسلمانوں کے دلوں میں اجاگر کی ہے۔ اس روایت نے مسلمانوں کی بے پناہ تعداد کو یہ سوچنے کو مجبور کیا کہ ان کی مذہبی شناخت خطرے میں ہے۔ سامراج گھناؤنی سازش کے ذریعے انہیں دین سے دوری اختیار کرنے کے جال بچھا رہا ہے۔

1857 کی جنگ آزادی یا غدر نے ان کے خدشات کو مزید تقویت پہنچائی۔ سرسید اور ان کی علی گڑھ تحریک کو اسی باعث شدید تنقید اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کے مقابلے میں دیوبند اور جامعہ ملیہ جیسے ادارے نمودار ہوئے تھے۔ ''سامراجی سازشوں'' کی بابت دنیا بھر کے مسلمانوں میں شک وشبے والے وسوسے آج بھی بہت شدت سے موجود ہیں۔ ٹرمپ اور فرانسیسی صدر جیسے عالمی سطح کے طاقت ور ترین افراد ان کے وسوسوں کو اپنے رویے سے بلکہ ٹھوس جواز فراہم کرتے ہیں۔ Identity یا شناخت دورِ حاضر میں سیاست کا کلیدی سوال بن چکی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان اس تناظر میں خود کو دیوار سے لگا محسوس کررہے ہیں۔ تشویش کے اس عالم میں وہ ایسے رہنماؤں کے بے تابی سے منتظر ہیں جو ان کی دانست میں ''دین'' کو بچانے والی مزاحمت کا اہتمام کریں۔ ہمارے ہاں علامہ خادم حسین رضوی صاحب نے ایسی ہی مزاحمت دکھائی اور اس راہ پر

جسمانی معذوری کے باوجود دلیری اور ثابت قدمی کے ساتھ چلتے نظر آئے۔شہباز شریف اور حمزہ شہباز کی پیرول پر رہائی کیلئے درخواست جمع۔مذہبی شناخت کے بارے میں فکرمند ہونے کے علاوہ عام مسلمانوں کا وسیع تر حصہ بہت سنجیدگی سے یہ بھی سوچتا ہے کہ ان پر مسلط ہوئے حکمران اور اشرافیہ ''اسلام دشمن قوتوں'' کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے جن کلمات کو ہم ''ناشائستہ'' تصور کرتے ہیں وہ ان کے پرستاروں کو مزاحمت کی للکار سنائی دیتے تھے۔ان کے پرستاروں کی عقیدت کی بنیاد اور Dynamics کو ہمیں کھلے ذہن کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔اس سے اتفاق اگرچہ لازمی نہیں۔پڑھے لکھے شہری طبقات پر مشتمل میرا حلقہ احباب مگر State of Denial کی زد میں آچکا ہے۔حقائق دیکھنے سے انکاری۔ان حقائق کے منطقی انداز میں تجزیے کی لہٰذا کوئی گنجائش ہی نظر نہیں آرہی۔ State of Denial مگر اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتی کہ کرونا کی دوسری لہر کی وحشت ناک شدت کے باوجود ایک تاریخ ساز تعداد نے ہفتے کے روز علامہ خادم حسین رضوی کے جنازے میں شرکت کی ہے۔

ہمارے ہاں تحقیقی صحافت نامی کوئی شے موجود ہوتی تو تھوڑی لگن سے بآسانی دریافت کیا جاسکتا تھا کہ علامہ صاحب کے جنازے میں شریک افراد کا اجتماعی Profile کیا ہے۔2018 کے انتخاب میں علامہ صاحب کی جماعت نے پاکستان کے کئی شہروں میں حیران کن تعداد میں ووٹ حاصل کئے تھے۔

ایک عالمی صحافتی ادارے سے وابستہ میرے ایک ساتھی 2018 کی انتخابی مہم کے دوران ان لوگوں کو ''ڈھونڈنا'' چاہ رہے تھے جو تحریک لبیک کو ووٹ دینے کو آمادہ تھے۔چند مہربان دوستوں کی معاونت سے بالآخر چکوال کے ایک نواحی علاقے میں ایک مؤثر Pocket دریافت ہوئی جو تحریک لبیک سے وابستگی کا ڈٹ کر اظہار کر رہی تھی۔اس گاؤں میں موجود ایک پڑھی لکھی خاتون نے جو زندگی میں پہلی بار ووٹ دینے کے قابل ہوئی تھی کیمرے کے روبرو کمال اعتماد سے وہ وجوہات بیان کر دیں جنہوں نے اسے علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی جماعت کو ووٹ دینے کو مائل کیا تھا۔

کاش ہماری ''رہنمائی'' کو ہمہ وقت بے چین پاکستانی میڈیا بھی ایسے لوگوں اور ان کی سوچ کو صحافیانہ تجسس کی بدولت منظرِ عام پر لاتا علامہ صاحب کی ناگہانی موت کی خبر نے ان کے حامیوں اور مخالفوں کی بے تحاشہ تعداد کو فوری طور پر جس سازشی کہانی کو فی الفور قبول کرنے پر مجبور کیا اس کی مقبولیت اور فروغ بھی ہر نوعیت کی اشرافیہ کے لئے باعثِ پریشانی ہونا چاہیے۔اس سازشی کہانی کی پذیرائی نے حکمران اشرافیہ کی اجتماعی ساکھ کے بارے میں کلیدی سوالات اٹھا دیئے ہیں۔شہری متوسط طبقے کی اکثریت منافقانہ انداز میں مخالفین کی رائے سے اختلاف کے باوجود ان کی سوچ کو درگزر کرنے کا ڈھونگ رچاتی ہے۔علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی وفات کی خبر ملتے ہی مگر سوشل میڈیا پر ان کے حامیوں اور مخالفین نے برجستہ طور پر جو خیالات Post کئے وہ اندھی نفرت وعقیدت کی بنیاد پر خوفناک حد تک منقسم ہوئے معاشرے کی تلخ حقیقت عیاں کر رہے تھے۔ہماری اکثریت مگر شتر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپا کر اسے دیکھنے کی جرأت سے محروم نظر آرہی ہے۔

علامہ رضوی دینی غیرت وحمیت کا ایک استعارہ

محمد احمد ترازی (کراچی)

یہ 2007ء کے آخر کی بات ہے جب ہم برادرم السید عقیل انجم قادری کے ہمراہ اپنی کتاب "تحریک تحفظ ختم نبوت سیدنا صدیق اکبر تا علامہ شاہ احمد نورانی" کے سلسلے میں ایک مطالعاتی دورے پر لاہور پہنچے۔ دیگر احباب سے ملاقات کے بعد جب ہم شیخ الحدیث حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب سے ملاقات کے لیے جامعہ نظامیہ پہنچے تو علامہ صاحب دورہ حدیث کے طلباء کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے۔ یہ جامعہ نظامیہ کی اوپری منزل کا ایک بڑا کمرہ تھا۔ جس میں فرشی نشست کا اہتمام تھا۔ جب ہم کمرے میں داخل ہوئے تو علامہ خادم حسین رضوی صاحب نے برادرم السید عقیل انجم (جن سے آپ کی پہلے ہی شناسائی تھی) کو دیکھتے ہیں۔ طلباء کو جانے کا اشارہ کیا اور کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے ہم دونوں سے نہایت گرم جوشی سے مصافحہ ومعانقہ فرمایا۔ اُن دنوں حضرت علامہ صاحب ایک مکمل صحت مند انسان تھے۔ برادرم عقیل انجم صاحب نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا اور حضرت سے ہمارا تعارف کروایا۔ کم وبیش ڈیڑھ دو گھنٹے پر محیط اس ملاقات میں دیگر تنظیمی اُمور کے علاوہ ہماری زیر ترتیب کتاب کے حوالے سے بھی گفتگو ہوئی۔ علامہ خادم حسین رضوی صاحب نے نہ صرف ہماری حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ کچھ مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ اِس دوران آپ نے ہمارے لیے کھانے اور چائے کا بھی خصوصی اہتمام فرمایا۔

یہ ہماری علامہ خادم حسین رضوی صاحب سے پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ جس کے بعد ہمیں اُن سے دوبارہ شرف ملاقات کا موقع حاصل نہ ہوسکا۔ اپریل 2009ء میں جب ہماری کتاب "تحریک تحفظ ختم نبوت سیدنا صدیق اکبر تا علامہ شاہ احمد نورانی" شائع ہو کر علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے پاس پہنچی۔ تو ہمیں سب سے پہلے فون کر کے کتاب کی اشاعت پر مبارک باد دینے والے اور ہماری بے انتہاء حوصلہ افزائی کرنے والے علامہ خادم حسین رضوی صاحب ہی تھے۔ دوران گفتگو آپ نے برادرم عقیل انجم صاحب کے ہمراہ سابقہ ملاقات کا بھی ذکر فرمایا۔ کتاب کے مندرجات پر اپنی رائے دیتے ہوئے اسے حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے حوالے سے ایک منفرد اور مبسوط کام قرار دیا۔ اور ہمیں اپنی محبتوں سے نوازا۔ اِدھر ہم حیران تھے کہ دو سال بعد بھی وہ مختصر سی ملاقات اُنہیں اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ یاد تھی۔

14 نومبر 2020ء کو برادرم محمد ثاقب رضا قادری صاحب ایک نجی دورے پر کراچی تشریف لائے۔ ہماری اُن کے ساتھ پروفیسر ڈاکٹر دلاور خان صاحب، پروفیسر ڈاکٹر محمد سہیل شفیق صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی صاحب کے ہمراہ تفصیلی ملاقات رہی۔ جس کے بعد میں ہم، ثاقب بھائی اور پروفیسر دلاور خان صاحب نے مشترکہ طور پر حضرت عبداللہ شاہ غازی کلفٹن کے مزار پر بھی حاضری دی۔ دوران گفتگو برادرم ثاقت رضا قادری صاحب نے ہمارے حوالے سے علامہ خادم حسین رضوی

صاحب کے جو تاثرات بتائے وہ ہمارے لیے حیران کن ہی نہیں، اچھنبے اور مسرت کا بھی باعث تھی۔

ثاقب بھائی کا کہنا تھا کہ جب 2017ء میں وہ اپنی نئی تالیف پیش کرنے علامہ صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ اور اُنہیں اپنی کتاب پیش کی تو علامہ صاحب نے کتاب دیکھتے ہی پنجابی لہجے میں فرمایا'' یہ کیا کیا۔ یہ کام تو رازی صاحب کر چکے ہیں ایک ہی کام پر تم لوگ اپنی توانائیاں کیوں ضائع کرتے ہو کسی اور عنوان پر کام کر لیتے۔ دراصل علامہ خادم حسین رضوی صاحب کو کتاب کے سرورق اور عنوان سے مغالطہ ہو گیا تھا اور وہ یہ سمجھے کہ ثاقب بھائی نے بھی اُسی موضوع پر کام کیا ہے جس پر ہم پہلے کر چکے تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ دونوں کتابوں کا موضوع اور مواد ایک دوسرے سے مختلف اور جدا تھا۔ لیکن ثاقب بھائی کے ساتھ بیتے اِس واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اتنے سالوں کے بعد بھی ہم، ہماری کتاب اور اُس کے مندرجات حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب کو یاد اور اُن کے دل و دماغ میں موجود تھے۔ جو کسی طور ہمارے لیے مسرت اور اعزاز سے کم نہ تھا۔ یہ حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے ساتھ جڑی وہ چند یادیں ہیں جو ہمارے لیے سرمایہ افتخار کا درجہ رکھتی ہیں۔

حضرت علامہ خادم حسین رضوی دینی غیرت وحمیت کا ایک استعارہ ایک باب تھے۔ اُنہوں نے اپنے قول عمل اور فعل سے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کی۔ دلوں میں عشق رسول ﷺ کی جوت جگائی۔ اور پاکستان سمیت دنیا بھر میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور مسلمانوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ جاگزیں کرنے میں وہ تاریخی ساز کردار ادا کیا، جسے کبھی بھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ علامہ خادم حسین رضوی ویل چیئر تک محدود ہونے کے باوجود پاکستان میں توہین رسالت کے متنازع قانون کے ایک بڑے حامی بن کر سامنے آئے۔ اور اپنے آپ کو پیغمبر اسلام ﷺ کا'' چوکیدار'' کہلوانا پسند کیا۔

22 جون 1966 کو'' نکہ کلاں'' ضلع اٹک میں حاجی لعل خان کے ہاں پیدا ہونے والے علامہ خادم حسین رضوی نے جہلم و دینہ کے مدارس دینیہ سے حفظ و تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ بعد لاہور میں جامعہ نظامیہ رضویہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ اور وہیں شیخ الحدیث کے مرتبہ پر بھی فائز رہے۔ سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے غازی ملک ممتاز حسین قادری کی سزائے موت کے خلاف منظر عام پر آنے والے علامہ خادم حسین رضوی کو عالمی شہرت نومبر 2017 میں قانون توہین رسالت میں ترمیم کے خلاف فیض آباد کے طویل اور کامیاب دھرنے سے حاصل ہوئی۔ علامہ خادم حسین رضوی نے ستمبر 2017 میں تحریک لبیک پاکستان کی بنیاد رکھی اور الیکشن 2018 میں ان کی جماعت حیران کن طور پر ملک کی چوتھی بڑی جماعت بن کر سامنے آئی۔ علامہ خادم حسین رضوی معذور اور وہیل چیئر پر ہونے کے باوجود پیرانہ سالی میں جوانوں سے زیادہ متحرک تھے۔ پنجابی زبان میں اپنے منفرد خطاب سے وہ لوگوں کے دلوں کو گرمانے کے فن پر کمال دسترس رکھتے تھے۔ اُنہیں فارسی زبان اور شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کی شاعری پر عبور حاصل تھا۔ محبت و عشق رسول ﷺ کی وجہ سے ان کا انداز بیان سخت اور وہ ناموس رسالت ﷺ کے دشمنوں کے لیے کسی رورعایت کے قائل نہ تھے۔ علامہ خادم حسین رضوی ناموس رسالت ﷺ پر نہ صرف کھل کر بولنے کا ہنر

رکھتے تھے بلکہ آپ کا لگایا ہوا "لبیک یارسول اللہ" کا نعرہ ختم نبوت ﷺ کے منکرین کے سینوں میں تیر بن کر چبتا تھا۔ اُنہوں نے اپنے مختصر سیاسی کیریئر میں ملک بھر کے اہلسنت و جماعت سنی حنفی بریلوی مکتبہ فکر میں جان ڈالی اور نئی پہچان دی۔

الیکشن 2018ء میں اُن کی جماعت ملک بھر میں چوتھی بڑی سیاسی قوت بن کر سامنے آئی۔ اور کئی حلقوں میں تحریک لبیک کے امیدواروں کو ملنے والے ہزاروں ووٹ سیاسی جماعتوں اور مبصرین کے لیے کسی دھچکے سے کم نہ تھے۔ نظریاتی اختلاف کے باوجود مخالف مکتبہ فکر کے لوگ علامہ خادم حسین رضوی کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس لیے کہ وہ رسولِ مکرم ﷺ کے سچے محب، پاسبانِ ختم نبوت، محافظِ ناموسِ رسالت، مجاہدِ حرمتِ مقدساتِ دین میں سے تھے۔ دنیاوی رشتوں کے حوالوں سے ہمارا علامہ خادم حسین رضوی صاحب سے کوئی رشتہ تھا مگر دینی اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے رشتے کے حوالے سے وہ ہمارا فخر، ہمارا مان، ہمارا غرور اور ہماری پہچان تھے۔ اُنہوں نے اپنی بساط کے مطابق حسینی کردار کو زندہ کیا۔ اور نوجوانوں کے دلوں میں عشقِ مصطفی ﷺ کا ایسا روحانی کرنٹ دوڑا دیا کہ فائرنگ، شیلنگ اور آنسو گیس کے گولوں کا ڈھیر بھی اُن کے عزم کو نہ توڑ سکا اور اُن کے پائے ثبات میں کوئی جنبش کوئی لغزش نہ لا سکا۔ یہ حقیقت ہے کہ علامہ خادم حسین رضوی جیسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ وہ آن بان اور شان کے ساتھ جیئے اور اُس سے بھی بڑی شان کے ساتھ ایسے عازمِ سفرِ آخرت ہوئے کہ اپنے مخالفوں کو بھی اعترافِ عظمت کرنے پر مجبور و شرمسار کر کے ثابت کر گئے کہ ؎

ہم سوئے حشر چلیں گے شہِ ابرار کے ساتھ
قافلہ ہو گا رواں قافلۂ سالار کے ساتھ
یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ



علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی امتیازی خصوصیات

مفتی عبدالحمید نعیمی (فتح جنگ)

راقم الحروف کو ان کی شاگردی وتلمذ کا شرف حاصل ہے، ھدایہ شریف کتاب الشفعہ کا کچھ حصہ پڑھا تھا، تعارفی تقریب میں مجھے فرمایا، آپ میرے علاقے اٹک سے ہیں، اٹک میں مدارس کی بہت کمی ہے، میں نے عرض کیا جی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ فرمایا! سیدھے انداز سے کہو نہیں ہیں۔ جو بارش ضرورت پوری نہ کرے یہی کہتے ہیں کہ بارش نہیں ہو رہی۔ بہت ضرورت ہے۔

آپ رحمۃ اللہ کی چند صفات درج کرتا ہوں

حسن ظاہری

الحمدللہ صورت نورانی اور مبارک تھی، باشرع مکمل پوری داڑھی مبارک تھی۔ سعادت عمامہ شریف حاصل تھی۔

حسن باطنی

ماشاءاللہ نماز، فرض ونفلی تہجد وغیرہ کے آخر تک پابند تھے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعشق کے نمونے دوران تدریس اور دوران تحریک ریکارڈ پر موجود دیکھے جا سکتے ہیں۔

ادبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ تھا اپنے آپ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در کا سگ کہتے تھے جو آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفاداری کا استعارہ ہے۔

ادب عشق صحابہ واہل بیت کرام

بہت تھا بعض حضرات کی طرح کسی ایک جانب میلان نہ تھا، یکساں ادب وعشق علی حسب مراتب ان کی تقاریر سے واضح ہے۔

قوت حافظہ

قوت حافظہ بہت تھی اشعار، عربی عبارات اور احادیث پر عبور تھا، روانگی سے پڑھتے تھے۔ قرآن مجید کے حافظ بھی تھے، صرف ونحو کے ماہر تھے۔ تقاریر میں گردان بھی روانگی سے پڑھ جاتے تھے۔ صلح کلیت سے نفرت تھی، مسلک اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم تھے۔ اس سے ہٹنے ہٹانے والوں پر ردّ فرماتے تھے۔

ثابت قدمی

آپ کی ثابت قدمی بے مثال تھی۔ فیض آباد وغیرہ کے دھرنے گواہ ہیں، حکومتی جیل وقید خانے وغیرہ کی صعوبتیں بھی

ڈگمگا نہ سکیں۔ایجنسی والوں کی لالچ وحرص نے بھی اثر نہ کیا۔حب جاہ وحب شہرت سے محفوظ تھے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ شعر ان کا منشور ونظریہ تھا ع

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

جرأت وبہادری

جرأت وبہادری بہت تھی،فیض آباد کی شیلنگ سے نہ ڈرے۔دسمبر وجنوری کی سردیاں کمزور نہ کرسکیں۔حکومت اور ان کے آلہ کاروں کی دھمکیاں کچھ نہ بگاڑ سکیں،ان کی تقاریرسن کر اندازہ کرنا ممکن ہے۔اثر انگیزی تقریر میں بہت تھی،لوگوں کو ولولہ پیدا ہوتا تھا۔حکومت اور دوسرے مما لک تک اس کا اثر جاتا تھا۔

بعض کارنامے

تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کی شاندار قیادت وقیام

تحفظ ناموس رسالت کا اعلیٰ انداز پر کام کرنا

بچے بچے کی زباں پر یہ نعرہ جاری کرادینا ''من سب نبیا فاقتلوہ'' اور ''لبیک یارسول اللہ''

ختم نبوت پر اعلیٰ انداز میں کام کرنا

سخاوت

سخاوت والے تھے کئی ویڈیو کلپ موجود ہیں کہ علمی بات پر علماء وطلباء کو ہدیہ عنایت فرمایا۔

دوٹوک انداز میں بات کرنا

ذومعنی انداز سے اجتناب کرتے،دوٹوک مؤقف تھا اور سمجھاتے بھی دوٹوک۔صریح وواضح انداز والفاظ میں۔آپ کی تقاریر ان پر گواہ ہیں۔

بدلہ لینے سے پرہیز

بدلہ لینے سے پرہیز تھا کئی نامور علماء کرام سے اختلاف ہونے کے باوجود ان کا نام تک نہ لیا تا کہ ان کی عزت وادب میں عوام کوتاہیاں نہ کریں اور جواب الجواب میں وقت ضائع نہ کریں۔

تساہل وتکاسل سے محفوظ

تساہل وتکاسل سے محفوظ تھے،امراض ومعذوری کے باوجود اول تا آخر دھرنے میں موجود رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی ان پر بے شمار رحمتیں ہوں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نستعین برسول اللہ ﷺ

قاسمِ عشقِ مصطفیٰ امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ

مفتی ظہور احمد جلالی (لاہور)

حضور اکرم ﷺ ایک رات دوران سفر فرمانے لگے آج رات حدی خوانی کا فریضہ میں ادا کروں گا۔ وقفہ وقفہ سے آپ ﷺ فرماتے رہے ''جندب وما جندب الا قطع الخبر زید''

جندب کیا خوب مرد ہے، جندب کا کیا کہنا، کٹے ہاتھ والے زید سراپا خیر کا کیا کہنا۔

صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا صبح صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ یہ الفاظ مبارکہ دہراتے رہے ہیں ان کا مطلب سمجھ نہیں آیا؟۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب عرض کیا تو فرمایا!

یضرب ضربۃ فیکون اُمۃ واحدۃ

جندب ایک شخص ہے وہ ایک کاری ضرب لگائے گا حتی کہ وہ اکیلا ہی امت ٹھہرے گا اور زید وہ خوش نصیب شخص ہے جس کا ہاتھ جنت میں پہلے پہنچ جائے گا اور وہ خود بعد میں داخل جنت ہوگا۔

سیدنا عثمان غنی کے دور خلافت میں گورنر بصرہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر آیا اور مختلف کرتب دکھانے لگا، حتی کہ ایک آدمی کا جادوگری سے سرتن سے جدا کر دیا پھر اسے آواز دی تو وہ کھڑا ہوگیا اور سر دھڑ سے مل گیا لوگوں نے کہا سبحان اللہ یحی الموتٰی۔ سبحان اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ دوسرے دن پر آیا تو ایسی ہی جادوگری دکھائی۔ حضرت جندب بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از خود اقدام کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا اور فرمایا ''ان کان صادقا فلحیی نفسہ'' اگر یہ سچا ہے تو اپنے آپ کو زندہ کر کے دکھائے۔

جب یہ مقدمہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا تو نے اسلام میں تلوار نکالی ہے۔

لولا ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیك لضربتك بأجود سیف بالمدینة

اگر تیرے بارے میں مَیں نے حضور اکرم ﷺ کا وہ ارشاد گرامی نہ سن رکھا ہوتا تو مدینہ کی تیز ترین تلوار سے تیرا سر قلم کر دیتا پھر اسے جبل العرفان بھیج دیا۔

اسی طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ایک جنگ میں ہاتھ کٹ گیا اور آپ ایک عرصہ تک حیات رہے۔ (ابن عساکر، اسد الغابہ و دیگر کتب حدیث و سیرت)

آمدم برسر مطلب: اس حدیث شریف میں جہاں قیامت تک کے مجاہدین وکاروانِ اسلام کے لیے سنت حدی خوانی بن گئی وہاں یہ بھی کہ ڈی چوک اسلام آباد اور فیض آباد دھرنا کے لیے جو کاروان ختم نبوت چلتے رہے اور چلیں گے ان کی لبیک کی صدائیں اسی سنت حدی خوانی کا نتیجہ ہیں۔ اور اسی حدیث شریف سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی اُمت پر آنے والے خطرات سے مکمل آگاہ تھے اور ان فتنوں کا مقابلہ کرنے والوں سے بھی پوری طرح واقف تھے، اور ایک مجاہد صحابی رضی اللہ عنہ کا بار بار نام لے کر اسے نوازتے رہے اور اس کے از خود اقدام بسلسلہ حفاظت عقائد مسلمین پر سند جواز فراہم فرماتے رہے اور اس خوش کن اقدام پر اپنی قبولیت کی مہر لگاتے رہے۔

اور آج کے اس پرفتن دور میں جس انداز میں ناموس رسالت وختم نبوت اور اسلامی اقدار پر اندرونی و بیرونی دشمن اور دشمنوں کے آلہ کار حملہ آور ہیں تو ضرورت تھی کوئی باہمت، جرأت مند، غیور، مجاہد میدان عمل میں اترتا اور حضرت جندب بن کعب رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ فرماتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ اور قاسم عشق مصطفیٰ ﷺ امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے غلاموں کی صورت میں مجاھدین بے ریا پیدا فرما دیئے۔

کرم مصطفیٰ ﷺ پر بھروسہ وکامل اعتماد کرتے ہوئے یہ کہنا عین ممکن بلکہ اس سے آگے کی بات ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں انھیں قبولیت سے نوازا گیا ہو۔ رجماً بالغیب کچھ کہنا جائز نہیں مگر ان کے حالات دیکھ کر احوال سن کر اہل محبت کے تسلسل سے سنے جانے والے مبشرات کی بنا پر وجدان یہ کہنے میں برحق ہے کہ امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ نبوی ﷺ کے مقبول غلاموں میں سے تھے۔

۲۶ نومبر ۲۰۱۷ کو فیض آباد کے تاریخ ساز دھرنا میں امیر المجاہدین نے جس انداز میں استقلال کا مظاہرہ فرمایا وہ تاریخ مجاہدین اسلام کی ایک روشن مثال ہے اس عظیم کارنامہ پر تبصرہ کرتے ہوئے وکیل مصطفیٰ وکیل ختم نبوت ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل فاضل ازہر شریف زیدہ مجدہ نے ارشاد فرمایا کہ:

فیض آباد دھرنے سے عالم کفر کو یہ واضح پیغام مل گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے امتی گناہ گار تو ہو سکتے ہیں مگر ناموس رسالت ﷺ کے غدار نہیں ہو سکتے۔

عالم کفر کو یہ پیغام دینا امیر المجاہدین کا عظیم ترین کارنامہ ہے ہے تمام امت جتنا بھی ان کا شکریہ ادا کرے کم ہے۔

ظاہری معذوری کی حکمت:

حضرت امیر المجاہدین 2009 میں کار کے حادثہ میں چلنے پھرنے سے آزاد ہو گئے مگر اس کی حکمت دھرنوں میں واضح ہوتی ہے کہ 26 نومبر 2017 کو مسلم لیگ نون کی حکومت نے ظلم وستم کا ہر حربہ آزمالیا اور پھر 16 نومبر 2020 کو داماد یہود عمران خان کی حکومت نے ظلم و بربریت کا بازار گرم کیا تو ایسے حال میں کوئی شخص جنگی حکمت عملی کے پیش نظر یا تو پوزیشن

بدلنے کے لیے یا کسی اور حکمت کے پیش نظر اپنی جگہ سے پیچھے بھی تو ہوسکتا ہے مگر قدرت الہیہ کا کرشمہ دیکھو کہ ان کی کیفیت ہی ایسی تھی کہ ان پر میدان سے پیچھے ہٹنے کا الزام لگ ہی نہیں سکتا۔ہمارے مہربانِ اکبر باباجی حافظ الطاف حسین صاحب جو ڈی چوک کے دھرنے میں تادم آخر حاضر رہے اور فیض آباد دھرنے میں بھی شرکت کرتے رہے ہیں اور جب ملک گیر دھرنا شروع ہوا تو مانگا منڈی میں بھی دھرنا شروع ہوا تو باباجی حافظ الطاف حسین صاحب وہاں جا کر دھرنا نشین ہو گئے۔وضو وغیرہ کے علاوہ وہاں سے نہ ہلے حتی کہ رات کو نیند بھی وہاں ہی کرتے۔جب امیر المجاہدین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو باباجی حافظ الطاف حسین صاحب کہنے لگے کہ میں وہاں بیٹھ گیا اور کہا امیر المجاہدین اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے اور میں نے ہلنا نہیں،اختتامی دعا تک وہیں بیٹھا رہا۔اس پر امیر المجاہدین مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے کہ یہ حافظ صاحب کیسی بات کر رہے ہیں۔

قاسم عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انفرادیت

اس پرفتن دور میں جو آدمی ذرا میرا سر نکالتا ہے عوام میں مقبولیت دیکھتا ہے لوگوں کا رجحان اپنی طرف بھاگ کر اپنی سابقہ روش اور طریقہ بدلتا ہوا نظر آتا ہے کوئی عقیدہ میں لچک کی بیماری صلح کلیت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کوئی عملی بگاڑ کا اور کوئی کبر ونخوت وغیرہ وغیرہ کا العیاذ باللہ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت قاسم عشق مصطفیٰ ﷺ کو تائید غیبی اور عنایت نبوی ﷺ حاصل تھی جس کی برکت سے وہ مختصر ترین عرصہ میں عالمی سطح پر مقبول ومشہور ہو گئے مگر ان کے عقیدہ،عمل،حسین روش اور روشن کردار میں کسی کمی نے راہ نہ پایا،البتہ وہ بات کرنے میں ''وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ'' کا مظہر بھی تھے،جس سے کسی کو کچھ محسوس بھی ہو تو ان کی عظمتوں اور رفعتوں کے باب میں یہ بھی حسین اضافہ ہے۔''اَلْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ'' کا اظہار وہ برملا کرنے کے خوگر تھے۔کسی موقع پر البغض فی اللہ سمجھ کر بشری تقاضے سے کوئی بات حد سے متجاوز ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ناموس صحابہ واہل بیت عظام رضی اللہ عنھم کے سلسلہ میں مینار پاکستان کے سایہ تلے بتاریخ گرما گرم خطاب میں فرماتے ہیں!

دھر دھر کتیو ہن صحابہ نوں پے گئے ہو۔ہن ماکاں نوں پے گئے ہو۔

ان کے لیے میرا یہی جواب کافی ہے

ایسا تاریخی جملہ اور دائمی اعلان حقانیت ہے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی روگ تھا یا ہے اس کے لیے یہ واضح پیغام ہے ہم تمام خدام اہل سنت مکمل،غیر مشروط اور بلاترمیم اس کی تائید وحمایت کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ حوادثاتِ زمانہ اور انداز منافقانہ سے بچ کر اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انفرادیت نمبر ۲:

ان کا انداز بیان ایسا ہی تھا جس میں نمود ونمائش اور تصنع وبناوٹ کا شائبہ تک نہ تھا۔سامعین سے داد کی توقع،تمنا،آرزو

اور فرمائش کا کوئی دخل نہ تھا۔سامعین سے داد کم ملنے یا نہ ملنے پر سامعین کو کوسنا ان پر پھبتیاں کسنا جگتیں لگانا بعض مواقع پر طعن و تشنیع کرنا جو ہمارے بعض پیشہ ور واعظین، رنگ بھرنے والے نعت خوانوں نے انداز اختیار کر رکھا ہے۔حضرت کے وعظ و بیاں میں ایسی کسی قباحت کا دور دور تک کوئی واسطہ نہ تھا۔

خطبہ و وعظ کے بعد کلام امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد اشعار پڑھ دیتے جو سارے وعظ کا خلاصہ ہوتا۔میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس پر تشریف لائے تو خطبہ کے بعد سلام امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے کافی سارے اشعار پڑھنے کے بعد فرمانے لگے وعظ تو میں نے کر دیا ہے فقیر نے عرض کی کہ ان کی تشریح بھی فرمادیں۔

اسی طرح ایک عجیب قباحت یہ بھی در آتی ہے تقریر کا ریٹ طے کر لینا الحمدللہ تعالیٰ وہ تحریک لبیک کے قیام اور اس کے چیئرمین بننے سے پہلے بھی اس قباحت سے بری تھے۔فقیر کی کوٹ لکھپت جیل میں ایک ملاقات حضرت قاسم عشق مصطفیٰ ﷺ سے ہوئی، بعد میں فقیر نے اسیران ناموس رسالت کے استقبالیہ کے سلسلہ میں عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا جو اس سے پہلے والے ماحول میں بہت بڑا جلسہ تھا حضرت کی تشریف آوری ہوئی واپسی پر فقیر کچھ نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا مگر بار بار اصرار کے باوجود محروم ہی رہا اسکے بعد بھی جلسوں میں آپ کی آمد ہوتی رہی تو فقیر نے جو خدمت کرنا ہوتی دوران وعظ خدمت میں رکھ کر قلبی سکون کی دولت حاصل کر لیتا۔

انفرادیت نمبر۳:

شاعر مشرق مصور پاکستان، ناشر دو قومی نظریہ ڈاکٹر محمد اقبال کی علمی پرواز بیداری اُمت میں ان کا روشن کردار و دیگر بہت ساری خوبیوں کے پیش نظر لوگ ان کی عظمت کے معترف ہیں بالخصوص عارف رومی علیہ الرحمہ سے والہانہ لگاؤ ان کے علوم ومعارف نکتہ ہائے پرمغز کو اپنے انداز میں نئے روپ میں منظر عام پر لانا اور برملا ان کا اعتراف کرنا ایسی بہت سی خوبیوں کی بنا پر اہل علم میں ان کا بڑا چرچا ہے۔جدید تعلیم یافتہ حضرات ان کی ظاہری صورت (عدم اللحیہ) کی آڑ میں انھیں علماء کرام کے مد مقابل لانے میں فخر محسوس کرتے ہیں مگر قاسم عشق مصطفیٰ ﷺ نے جب کلام اقبال کو اپنی تقریرات میں مرصع کر کے پیش کیا اور تسلسل سے مکمل صحت لفظی کے ساتھ اپنے مخصوص انداز جذب و مستی میں انھیں بڑھ کر ان کی تشریح و توضیح میں جو علمی جواہر پارے بکھیرے یہ انھیں کا خاصہ تھا۔خود کو ماہرین اقبالیات سمجھنے والوں کو چاہیے تھا کہ وہ شکریہ بجالاتے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم ماہر اقبالیات پیدا فرمادیا ہے اور انھیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری پیش کرتے، ماہرین اقبالیات پر یہ قرض ہوگا وہ اقبال شناسی کی قدردانی فرمائیں اور ان کے لیے اعزازی ڈگری کا اہتمام کریں۔

میرے ایک محترم نے مجھے فرمایا کہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب کلام اقبال بڑے تسلسل سے پڑھتے ہیں یہ ایک نئی طرز ہے جب کہ پہلے منبر ومحراب میں یہ چیز برائے نام تھی۔فقیر نے کہا کہ میں انھیں عرض کروں گا کہ مرشدِ اقبال حضرت عارف

رومی علیہ الرحمہ کا کلام بھی زیر بحث لائیں۔فقیر کی اس تجویز کو حضرت نے قبول کیا اور انکی تقاریر میں مثنوی شریف کی بازگشت بھی سنائی دینے لگی۔جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً

انفرادیت نمبر ۴:

اپنی تقریر میں اپنا ذاتی نعرہ نہیں لگانے دیتے تھے بس لبیک کی صداؤں پر اپنے ایمان و ایقان کو منور کرتے رہے۔عزیزم سعید احمد نقشبندی کی دعوت پر جامع مسجد حسان مانگا منڈی تشریف لائے ایک صاحب نے کسی چیز کی فرمائش کی تو فرمایا کہ میں تمہیں خطبہ رضویہ سناؤ یعنی فقہ حنفیہ کے عظیم ترین مجموعہ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ النبویہ کا مشہور آفاق منفرد شان والا خطبہ جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عربی الاصل ماہرین عربی انگشت بدنداں ہیں اور محو حیرت بنے ہوئے ہیں۔

آپ نے وہ خطبہ مکمل صحت لفظی اور اوقاف وجمل کا لحاظ رکھتے ہوئے اس انداز سے پڑھا جو میں نے ان کی زبان سے پہلی بار سنا،خدا شاہد ہے مجھ پر وجدانی کیفیت کا ساسماں طاری ہوگیا اور فقیر نے بے ساختہ امیر المجاھدین زندہ باد کا تین چار بار نعرہ لگوا دیا،حضرت روکتے بھی رہے فقیر نے اپنی محبت کا اظہار کر کے چھوڑا جس کے جواب میں حضرت نے میری اوقات سے بلند القاب کے ساتھ میرے نام کے نعرے لگوائے تا کہ یہ آئندہ کبھی میرے نام کا نعرہ لگانے کی جرأت ہی نہ کرے۔اللہ تعالیٰ فقیر سمیت تمام اہل سنت کو ایسا ہی اخلاص عطا فرمائے۔

انفرادیت نمبر ۵:

حضرت کا بیان بانیانِ محفل اور دیگر مہمانانِ خصوصی کی بے جا تعریف سے بھی بحمد للہ تعالیٰ پاک ہوتا تھا۔بندۂ ناچیز ایک دن اپنے استاذ گرامی اشرف العلماء حضرت مولانا مفتی محمد اشرف مراڑیاں شریف گجرات کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے فرمایا کہ حافظ خادم حسین رضوی کا خطاب بڑا پُر مغز اور تربیتی ہوتا ہے۔علماء کا بیان ایسا ہی تربیتی ہونا چاہیے۔الغرض اللہ تعالیٰ نے انھیں جس قدر حافظہ اور استحضار ذہن کی دولت سے نوازا تھا یہ خاص نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کا صدقہ تھا۔اسی طرح آپ کی نماز جنازہ کا بے مثال منظر جہاں اہل سنت کے لیے باعث افتخار ہے وہاں تمام باطل قوتوں،دین و مذہب سے آزاد جماعتوں اور ختم نبوت کے قانون پر حملہ آور منافقوں کے لیے تازیانہ عبرت ہے۔

اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند فرمائے اور تمام اہل سنت کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ناموس رسالت مآب ﷺ اور ختم نبوت پر صدق دل سے پہرہ دیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رحمت و رضوان حق در ہر زمان

باد بر جان دروان باک شان



کردار میں بھری تھیں عزیمت کی بجلیاں

غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں انڈیا)

عاشقانِ مصطفیٰ رنجیدہ ہیں؛ آنکھیں نم ہیں اِس لیے کہ پاکستان کی سرزمین پر مردِ حق آگاہ (علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ) جو ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے پہرہ دیتا تھا، وہ اِس جہانِ فانی سے رُخصت ہوا۔ انا للہ و انا الیہ رٰجعون۔ ؎

کردار میں بھری تھیں عزیمت کی بجلیاں
تجھ کو جھکا سکے نہ شدائد، تجھے سلام (فریدی مصباحی)

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ ایک فکر کا نام ہے۔ ایک عزم کا نام ہے۔ ایک جذبۂ صالح کا نام ہے۔ حق وصداقت کے داعی کا نام ہے۔ جن کی زندگی اس عنوان کے ساتھ اُبھر کر سامنے آئی، جہاں ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوجایا کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہی ہمارا سرمایہ ہے۔ آقا ﷺ سے محبت ہی وہ قیمتی دولت ہے کہ جو ہمیں تمام جہان سے پیاری ہے۔ جان سے زیادہ عزیز ہے- ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے مردِ حق آگاہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کی صورت میں نمایاں ہوا۔ اور عاشقانِ رسول کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ وہ مشن اعلیٰ حضرت کا بیباک داعی تھا۔ آج دُنیا میں جتنی باطل قوتیں ہیں، سب کا نشانہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ پاک ہے۔ بے ادبیوں کا ہنگامہ ہے۔ گستاخیوں کے ہزاروں کیکر، ببول اور تھوہر کی کاشت کی جارہی ہے۔ بنام مسلم کتنے ہی دھتورے اُگائے جاچکے ہیں۔ جن کے استیصال کے لیے" حسام الحرمین" کی ضرورت ہے۔ تمام باطل قوتیں اس پوائنٹ پر یکجا ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے رشتۂ غلامی کو توڑ دیا جائے؛ تاکہ مسلمان کبھی اُبھر نہ سکے۔ وہ مُردہ ہوجائے ؎

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

عشقِ رسول ﷺ دلوں سے نکالنے کے لیے صدیوں سے دُشمنانِ اسلام متحرک ہیں۔ گزری صدی میں گستاخوں کو بے نقاب کرنے میں سب سے نمایاں خدمت انجام دینے والی ذات اعلیٰ حضرت کی رہی ہے، جن کی زندگی کے لیل ونہار تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے وقف تھے۔ جن کا پیغام تھا

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اُٹھائے کیوں

اعلیٰ حضرت کے پیغامِ عشقِ رسول ﷺ اور ناموسِ رسالت ﷺ کی پہریداری کے لیے فکرِ رضا کا شیدائی علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کی شکل میں سامنے آیا۔ اور ''قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دینے'' کا جذبہ صالح لے کر آگے بڑھا۔ یقیں کی اس منزل پر فائز ہوا؛ جہاں باطل کی شوکت وقوت کا خوف اور رعب زیرِ قدم ہوتا ہے۔ جہاں جرأت و بہادری کا ہر باب تازہ ہوتا ہے

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بولہب

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ نے اپنی تحریک کی بنیاد ہی تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے عزم پر رکھی۔ قادیانیت، صیہونیت، یہودیت، لادینیت کے خلاف وہ آہنی دیوار بن گئے۔ انگریز نواز حکمراں، قادیانیت نواز سربراہانِ وقت اور لبرلز افکار کے مبلغین گھٹنوں بیٹھ گئے۔ بارہا ایسا ہوا کہ قادیانیت نے پوری طاقت کے ساتھ عقائدِ اسلامی کی فصیل پر حملہ کیا، لیکن مردِ مجاہد نے پامردی کے ساتھ ان کے فریب کا جواب دیا۔ ان کا مقصد نیک تھا۔ ان کے عزائم مستحکم تھے۔ یقیں محکم کی قوت سے وہ مالا مال تھے۔ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے جاں نثاری کے جذبات سے معمور تھے۔ اسی لیے پایۂ استقامت متزلزل نہ ہوا۔ نہ ہی جاہ وحشم انھیں جھکا سکے۔ ان کے سامنے امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت کا یہ درس تھا کہ ؎

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ
پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا
مرا دین پارۂ ناں نہیں

۱۹؍نومبر ۲۰۲۰ء کی شب علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر بجلی بن کر گری۔ عاشقانِ رسول کے دل تھم گئے۔ جذبات امڈ پڑے۔ آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ طبیعتیں مضمحل ہوگئیں۔ ہمارا ان سے کیا رشتہ تھا؟ یہی کہ وہ سرحدِ عشقِ رسول ﷺ کی نگہبانی کرتے تھے۔ وہ گستاخِ رسول کے لیے مداہنت ورعایت کے قائل نہ تھے؛ بلکہ اعلیٰ حضرت کے اس پیغام کو حرزِ جاں بنائے ہوئے تھے ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کے اس پیغام کی بھی عملی تعبیر تھے ؎

نبی سے جو ہو بیگانہ
اسے دل سے جدا کر دیں

پدر مادر برادر مال و جاں
ان پر فدا کر دیں

فرانس اور یورپ کے گستاخوں نے رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی کی۔ اپنے خبثِ باطنی کا مظاہرہ کیا۔ مسلمانوں کی حرارتِ ایمانی کو ناپنا چاہا۔ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ ڈٹ گئے۔ آپ نے وہ احتجاج درج کرایا جس سے پڑوسی ملک کے اقتدار کی چولیں ہل گئیں۔ فرانس کے گستاخ گھبرا گئے۔ انھیں ایک وہیل چیئر پر براجمان بزرگ سے خوف تھا۔ انھیں ڈر تھا کہ یہ تو جوانوں میں روح پھونک دیتا ہے۔ حرارتِ ایمانی کو اپیل کرتا ہے۔ بوڑھوں کو جواں عزم دیتا ہے۔ یقینِ محکم کے ساتھ محبتوں کا توشہ سنبھالنے کا مزاج دیتا ہے۔ وہ گئے لیکن ایک عزم دے گئے۔ فرانس کے گستاخوں کے خلاف استقامت کے ساتھ مظاہرہ کیا۔ یوں ناموسِ رسالت ﷺ کی تادمِ آخر پہریداری کے درسِ زریں کو آخری سانس تک دہراتے رہے۔ ان سے عقیدت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے مشن کو یاد رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے گستاخوں سے متنفر رہیں۔ گستاخوں سے نرمی نہ برتیں؛ بلکہ ایمانی حرارت کا مظاہرہ کر کے اپنی زندگی کا ہر صفحہ درخشاں بنائیں تا کہ موت کی وادی بھی محبت رسول ﷺ کے جذبہ صالح پر گواہ بن جائے۔ تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے جو درس دیا وہ بالکل واضح ہے؛ زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لیے زندگی ہے نبی کی نبی کے لیے نا سمجھ مرتے ہیں زندگی کے لیے جینا مرنا ہے سب کچھ نبی کے لیے داغِ عشق نبی لے چلو قبر میں ہے چراغِ لحد روشنی کے لیے مشن علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ "عشقِ رسول ﷺ" ہے... گستاخوں سے بیزاری ہے... اس لیے مشن زندہ رہے گا... ان شاء اللہ!



کیا علامہ خادم حسین رضوی حکیم نہیں تھے!

مولانا قاری لقمان شاہد (گجرات)

کچھ عرصہ پہلے علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے ایک مخالف سے ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو اس نے کہا: ''علامہ خادم حسین رضوی حکیم شخص نہیں ہیں''۔ اس وقت تو میں اپنے پاس کوئی دندان شکن جواب نہیں پاتا تھا لہذا خاموش رہا۔ ابھی چند دن پہلے جب حضرت کا وصال ہوا اور نماز جنازہ میں شرکت کا شرف ملا تو مجھے اس اعتراض کا جواب بھی مل گیا۔ جنازہ پڑھتے ہوئے دل کے نہاں خانے سے یہ سرگوشی ہوئی:

''اے معترض تو کہتا تھا نا کہ میرا بابا حکیم نہیں تھا۔۔۔لے۔۔دیکھ لے ان کا جنازہ۔ اگر تیرے مطابق وہ ''حکیم'' ہوتا تو آج عوام کا یہ جمِ غفیر اس کے جنازہ میں امنڈ نہ آتا۔ ہاں ہاں اس کے دور میں بڑے بڑے حکیم تھے اور ان کی حکمتوں اور مصلحتوں نے انہیں کلمۃ الحق بلند نہیں کرنے دیا۔ میرا بابا یقیناً حکیم تھا لیکن وہ بزدل نہیں تھا اس لئے وہ مصلحت پسندوں کے نزدیک حکیم نہیں ٹھہرا۔

کسی نے کیا خوب کہا کہ ایک دیہاتی اور ایک وکیل کا جھگڑا ہو گیا۔ دیہاتی نے وکیل کو خوب مارا۔ وکیل دیہاتی کو مارنے لگتا تو سوچتا کہ اگر میں یہاں ماروں گا تو کون سی دفعہ لگے گی؟ اگر میں اس جگہ ماروں گا تو کون سی دفعہ لگے گی؟ وکیل کی اس سوچ و فکر میں دیہاتی نے اسے خوب مار کر اپنی تسلی کر لی۔ پھر دیہاتی وکیل سے کہنے لگا: '' میں نے اپنا کام کر لیا اب تو بیٹھ کر دفعات سوچتا رہ''۔

ہاں اے معترض اگر حکمت اسی کا نام ہے کہ ناموس رسالت اور ختم نبوت کے معاملے میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ''چونکہ چنانچہ اور اگر مگر'' کے جال میں الجھ کر بیٹھیں رہیں تو بالکل میرا بابا حکیم نہیں تھا۔ وہ کسی خطرے کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ وہ بس کہتا تھا ۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اللہ تعالی امیر المجاھدین مظہرِ جلالِ غوث اعظم علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی حکیمانہ گفتگو اور کردار سے ہمیں فیض لینے کی توفیق عطا کرے۔ آمین



گل وچ ہورائے

محمد بدیع الزمان بھٹی (ایڈووکیٹ سیالکوٹ)

قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ اب وہ شخصیت نہیں رہی کہ لوگ انھیں پہچانتے نہ ہوں بلکہ اب تو لوگ انھیں مانتے بھی ہیں وہ اپنے ہوں یا بیگانے ہم مکتب ہوں یا دیگر مکتب۔

ایک مجلس میں بیٹھے ایک نیم آزاد خیال وکیل صاحب بھی بول اُٹھے کہ یار ہم تو صرف اک مولوی ہی سمجھتے رہے لیکن یہ بندہ تو عشق کا قلندر نکلا۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا یار تم تو اہل دنیا میں سے ہو یہاں تو دین کے علمبردار بھی نہ سمجھ سکے کہ یہ بابا جی کیا تھے کیونکہ

گل وچ ہورائے

زندگی میں کروڑوں روپے میں خریدے جانے کی بولی بولنے والے جب جنازہ میں شریک ہوئے تو بے ساختہ کہہ اُٹھے کہ بکنے والے کا جنازہ ایسا نہیں ہوتا۔اور زمانہ جان گیا کہ

خریدا ہی نہ گیا شاہ سے جوتا فقیر کا
بکتے رہے محلات میں دین فروش ملاں و پیر

میری قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے تحریک رہائی سے بھی پہلے کی ملاقات ہے جب آپ جامعہ نظامیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، ہمارے ہاں سانگلہ ہل میں ختم نبوت کانفرنس میں خصوصی شرکت بھی فرمائی، آپ کی شخصیت کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو ابتداء سے ہی قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدائیں بلند کرنے والا یہ عالم باعمل تو تھا ہی مگر زندگی کے آخری چار سال تو زمانے کی کایا ہی پلٹ دی۔امام انقلاب کا لفظ مروت اور چاپلوسی سے ہٹ کر اگر اس ہستی سے منسوب کیا جائے تو بے جانہ ہوگا۔بلکہ عہد حاضر میں یہ انہی کا سہرا ہے کیونکہ پنجاب اسمبلی چوک ہو یا داتا دربار چوک، ڈی چوک ہو یا فیض آباد پُل، گرمیوں کی دوپہر ہو یا سردیوں کی ٹھٹھراتی رات، سخت سردی کی رات میں برستی بارش ہو یا گرمی کی لو میں ہوا کے تھپیڑے۔اس قلندر عشق کا عشق کبھی ماند نہیں پڑا۔بلکہ جرأت و دلیری تو اُوجِ ثریا سے بھی کہیں بلند نظر آئی کیونکہ

گل وچ اورائے

جرأت اور دلیری کا نام تو بچپن سے سنتے ہی آئے ہیں مگر دیکھی بڑی دیر بعد ہے۔یقین جانیے عہد حاضر میں اگر جرأت کا وجود دیکھنا ہو تو وہ باباجی رضوی کی ذات ہے۔

جنازے کے دن جم غفیر دیکھ کر یوں لگا جیسے پورا پاکستان ہی اُمڈ آیا ہو۔حیرت ہے اتنے لوگوں کو کس نے دعوت

نامے بھیجے ہیں؟کس نے گاڑیاں بھیجی ہیں؟کس نے کھانے بنائے ہیں؟کیا یہ سب باباجی علیہ الرحمہ کے خونی رشتہ دار ہیں؟ آخر یہ مخلوق خدا کہاں کہاں سے آگئی۔وسیع میدان کو دیکھا تو حیرت ہوئی،معذور بھی ہیں اور مجبور بھی۔اپنے بھی ہیں اور بیگانے بھی۔محبت کرنے والے بھی ہیں اور مخالفت کرنے والے بھی۔

نظر پڑی تو دیکھا مشائخ عظام اور خطیب کرام بھی جن سے ملنے کے لیے لوگوں کو گھنٹوں انتظار میں کھڑا ہونا پڑتا ہے آج وہ یہاں سڑکوں پر گھنٹوں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں آخر کیوں؟اچانک دل بولا۔۔گل وچ ہو رائے۔

جنازے کے مناظر دیکھتے دیکھتے ایک جملہ میرے دماغ کو معطر کر گیا۔جب باباجی کی گاڑی اوپر پُل پر آئی جیسا کہ میڈیا والوں نے بتایا اور دکھایا کہ مینار پاکستان کی گراؤنڈ،شاہی مسجد،ریلوے سٹیشن روڈ،سبزی منڈی روڈ،راوی پل روڈ اور داتا دربار روڈ کسی جگہ تل دھرنے کی جگہ نہیں۔مخلوق ہی خلوق۔حقیقت میں سروں کا سمندر تھا تو میرے دل میں بار بار یہ خیال آیا کہ بابا جی اپنی چارپائی پر لیٹے لیٹے مینار پاکستان کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں:

''دس او مینار پاکستان کدی ایڈا جنازہ ویکھیا ای''

میرا وجدان ہے یقیناً مینار پاکستان نے کہا ہو گا نہیں نہیں۔

کیونکہ گل وچ ہو رائے



وہیل چیئر والا فقیر

محمد اظہار الحق

ایسا نہیں کہ وہ فرشتہ تھا۔ انسان تھا! گوشت پوست کا بنا ہوا! اس سے غلطیاں بھی ہوئیں! مقصد کے حصول کے لیے اس نے جو طریقہ اپنایا، اس طریقے سے اختلاف بھی رہا۔ صرف اس کالم نگار کو نہیں، بے شمار دوسرے لوگوں کو بھی۔ اس کی زبان پر، اس کے انداز بیان پر بھی اعتراضات رہے! مگر ایک صفت ایسی تھی کہ سب عیوب کو ڈھانپ گئی۔ دل میں حُبِ رسول تھی! موج موج! اس قدر کہ اُس فقیر نے کوئی مصلحت دیکھی نہ ہی کوئی خوف لاحق ہوا۔ دنیاوی مال ومتاع تھا نہ منصب! اُس کا تو جسم بھی پورا نہ تھا' لیکن اُس نے رسول کی محبت کا جھنڈا اٹھایا اور لوگوں کو آواز دی۔ یہ حُبِ رسول کا معجزہ تھا، زندہ معجزہ! کہ لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو گئے! فوج در فوج! سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں! اُس نے ثابت کیا کہ حُبِ رسول سے بڑھ کر کوئی شے ایک مسلمان کے لیے اس دنیا میں زیادہ قیمتی نہیں ہو سکتی! وہیل چیئر پر بیٹھے ہوئے اِس جسمانی لحاظ سے معذور فقیر، اِس تہی دست بوڑھے نے، جس کے پاس محل تھا نہ جاگیر نہ کارخانے نہ عہدہ نہ سیاسی چھتری نہ بیرونی پُشت پناہی! جو اچار سے بھی روٹی کھا لیتا تھا لوگوں کو بتایا کہ رسول کی محبت کے بغیر یہ زندگی مٹی کے ایک ذرے کے برابر بھی نہیں! بکری کی چھینک جتنی بھی نہیں! عزت اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ کسی بادشاہ، کسی وزیر، کسی صدر، کسی امیر، کسی سفیر کی نہیں! اُس نے آواز لگائی اور رسول کے شیدائی اُس سے آملے!

دنیاداروں نے بہت باتیں بنائیں! کسی نے کہا' اسٹیبلشمنٹ کا آدمی ہے! کسی نے کہا' حکومت کو گرانا چاہتا ہے۔ کسی نے کہا' حکومت کو بچانا چاہتا ہے۔ کسی نے کہا' فلاں جماعت پشت پر ہے! مگر اُسے کسی افترا، کسی طعنے کی پروا نہیں تھی۔ اپنے کسی دنیاوی یا سیاسی فائدے کے لیے کسی گروہ، کسی جماعت، کسی ادارے نے اُس کی حمایت کی تو وہ اِس پر اِترایا نہیں! جس مقصد کے لیے اٹھا تھا، اُسے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں بھولا۔ بخار سے پنڈا دہکتا، سلگتا، بھڑکتا رہا! سانس اٹکتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی اسمِ محمد کی حرمت پر قربان ہوگئی۔ خلقت چہار دانگِ عالم سے امڈ کر آئی۔ اس تہی دست فقیر کو رخصت کرنے بوڑھے' جوان اور بچے' اور تندرست و بیمار لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوئے۔ عورتیں جنازے کے راستے پر چھتوں سے پھول پھینکتی رہیں۔ کوئی غیر مرئی طاقت مخلوق کو کھینچ کھینچ کر لا رہی تھی۔ بسیں پکڑی گئیں نہ پٹواریوں' تھانیداروں تحصیلداروں کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔ قیمے والے نان کھلائے گئے نہ بریانیاں پیش کی گئیں۔ یہ بھوکے پیاسے تھے، مگر کیسے بھوکے پیاسے کہ بھوک کی پروا تھی نہ پیاس کی۔ میلوں پیدل چلے مگر تھک کر کوئی بیٹھا نہ واپس ہوا۔ کوئی بس پر آیا تو کوئی کسی سوزوکی سے لٹک کر، کوئی کسی ٹرک پر تو کوئی فرسنگ در فرسنگ، سائیکل چلاتا ہوا! کسی کے پاس شب بسری کا انتظام تھا تو کسی کے پاس وہ بھی نہ تھا۔ کسی کی

جیب میں سفر کا خرچ تھا تو کوئی تہی کیسہ تھا!

مگر ایک دولت سب کے پاس تھی! حبِ رسول! یہ گٹھڑی بھری ہوئی تھی۔ یوں یہ سب غنی تھے۔سب مالدار تھے۔مجنوں پر لوگ ہنستے تھے کہ اتنی بھی کیا محبت کہ اپنا ہوش نہیں۔محبت کیا ہے یہ اسی کو علم ہوتا ہے جس کے دل میں محبت جا گزین ہو! وہ جو کیڑے نکال رہے ہیں، افق افق سے امڈ کر جنازے میں شامل ہونے والوں کو سادہ لوح کہہ رہے ہیں، انہیں کیا معلوم محبت کیا ہے۔محبت بھی رسول کی! انہیں کیا خبر یہ کیسا نشہ ہے۔تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔کتنوں پر تلوار اٹھا کر کہا گیا کہ محمد ﷺ کو ماننے سے انکار کر دو بچ جاؤ گے، گردنیں کٹ گئیں، مگر چھوڑ دینے کا کسی نے سوچا تک نہیں۔بہت سے دماغ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ محمد رسول اللہ تو محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، ان کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے جوتوں کے نیچے لگی ہوئی مٹی بھی دنیا بھر کے خزانوں پر بھاری ہے۔میکرون کو کیا خبر کہ مسلمان، اپنے پیغمبر کا نام لیتے ہوئے فداك أبي وأمي '' کہتے ہیں کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! کیا کبھی کسی نے اپنے ماں باپ کو بھی قربان کیا ہے؟ ہاں! مسلمان کرتے ہیں اور فخر سے کرتے ہیں!

اہل فرانس کو کیا علم کہ مسلمان نام نامی اسم گرامی ﷺ لیتے ہوئے فداك ابی و امی و روحی و مالی و ولدی پکارتے ہیں! کہ روح بھی آپ ﷺ پر قربان! مال بھی آپ ﷺ پر فدا! اولاد بھی آپ ﷺ پر نثار! گنہگار سے گنہگار مسلمان، نماز روزے سے غافل مسلمان، شراب پینے اور قمار بازی کرنے والا مسلمان بھی اپنے نبی کی توہین برداشت نہیں کر سکتا!

اختر شیرانی بلانوش تھے۔بے عمل مسلمان! ہر وقت نشے میں غرق! ایک بزم میں بیٹھے تھے۔ہوش سے عاری! جام پر جام لنڈھائے ہوئے! بات بھی روانی سے نہیں کر پا رہے تھے۔حاضرین مجلس مشاہیر کے بارے میں ان کی رائے لے رہے تھے اور ان کی مدہوشی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی بیباک نوجوان نے رحمت دو عالم ﷺ کا نام لیا اور اختر کے خیالات جاننا چاہے! اختر کا ردعمل کیا تھا؟ شورش کاشمیری نے لکھا ہے، جیسے کوئی برق تڑپی ہو، بلور کا گلاس اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا۔کہنے لگے، بدبخت! ایک عاصی سے سوال کرتا ہے۔ایک سیہ رو سے پوچھتا ہے۔ایک فاسق سے کیا کہلوانا چاہتا ہے؟...رونا شروع کیا گھگھی بندھ گئی۔پھر فرمایا بدبخت! تم نے اس حال میں یہ نام کیوں لیا، تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی؟ گستاخ، بے ادب! اسے مجلس سے اٹھوا دیا، پھر خود اٹھ کر چلے گئے۔تمام رات روتے رہے، کہتے تھے کہ یہ لوگ اتنے نڈر ہو گئے ہیں کہ ہمارا آخری سہارا بھی ہم سے چھین لینا چاہتے ہیں'' مگر مغرب مسلمان کی ذہنی ساخت سمجھنے سے قاصر ہے۔جن مسلمانوں کو خود ان کے خدا نے تلقین کی ہو کہ اپنی آوازیں، نبی کی آواز کے مقابلے میں پست رکھو ورنہ اعمال تہس نہس ہو جائیں گے، وہ مسلمان اپنے نبی کی توہین کیسے برادشت کر سکتے ہیں۔

وہیل چیئر والے فقیر کے عیوب حُبِ رسول نے ڈھانپ لیے۔لاکھوں کے جمِ غفیر نے دست بستہ کھڑے ہو کر، باوضو

حالت میں، اس کے لیے سفارش کی۔ روئے! گڑگڑائے! ساری منطقیں اور ساری بحثیں، سارے فقہی جھگڑے، مکاتب فکر کے سارے اختلافات، ایک مقام پر آ کر ختم ہو جاتے ہیں۔ جب آنکھ بھیگی ہوئی ہو تو اختلافات نہیں دیکھتی! اسے صرف محبت دکھائی دیتی ہے، امام مالکؒ نے خاک مدینہ پر چلتے ہوئے جوتے نہیں پہنے۔ کیسی منطق؟ کون سا فتویٰ؟ وقت کا حکمران ہشام بن عبدالملک بیت اللہ کے طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینا چاہتا ہے۔ ہجوم اتنا ہے کہ نہیں دے سکتا! پھر ایک شخص آتا ہے اور بے پناہ ہجوم اس کے لیے راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ واقعہ طویل ہے اور کالم کا دامن تنگ۔ یہ نواسۂ رسول کے فرزند امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں! جس نام سے نسبت ہے اس کے سامنے حکمرانوں اور سلطنتوں کی کیا حیثیت!

وہیل چیئر والا فقیر دنیا میں خالی ہاتھ رہا مگر جاتے ہوئے اس کے پاس بہت قیمتی زادِ راہ تھا!

بشکریہ روز نامہ دنیا



وہیل چیئر والے باباجی

کوثر عباس علوی
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

اس نے کہا تھا:

''آج میرے ساتھ آجاؤ، میرے بعد تمہیں میرے جیسا کوئی نہیں ملے گا''۔

وہ ابر کرم کی مانند آیا جو جم کر برسا لیکن بقول شیخ سعدی:

باراں که در لطافتِ طبعش خلاف نیست

در باغ لاله رويد در شوره بوم خس

آسمان سے برسنے والی بارش ایک جیسی ہی ہوتی ہے لیکن اسی بارش کو جب بنجر زمین اپنے دامن میں سمیٹتی ہے تو خاردار جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں اُگتا جن سے فائدہ تو کجا اُلٹا انسانوں کے دامن تار تار ہوتے ہیں لیکن ایک گلستان جب اسی بارش کو اپنے وجود میں سموتا ہے تو ایسے خوشبودار پھول کھلتے ہیں کہ جن سے انسانیت کا پورا وجود مہک اٹھتا ہے۔

وہ بھی ایک ایسی ہی بارش تھا، جس سے ہر کسی نے اپنی فطرت کے مطابق فائدہ اٹھایا، کہیں پھول کھلے اور کہیں کانٹے۔ اِدھر سرکاری سطح پر منایا جانے والا عشرہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا آخری دن تھا اور اُدھر اس عاشق صادق کا اس روئے زمین پر آخری دن تھا، واللہ کیا مطابقت ہے:

ایں سعادت بزور بازو نیست

خادم حسین صرف نام کا خادم نہیں تھا بلکہ اس نے زندگی بھی واقعی اپنے آقا کا خادم بن کر گزاری۔ جب کبھی ماحول میں بے دینی کی حبس ڈیرے ڈالتی تو وہ تازہ ہوا کا جھونکا بن کر تنگ ہوتی سانسوں کو کشادگی عطا کر جاتا۔

جب کبھی گلشن اسلام میں خزاں پنجے گاڑتی تو بہار بن کے قلب ونظر کے سوکھے گلشن میں عشق ومستی کے پھول کھلا جاتا۔ جب بھی گھٹا ٹوپ اندھیرے اس قوم کی منزل کھوٹی کرنے لگتے تو وہ روشنی بن کر تاریک ماحول کافور کر دیتا۔

جب کبھی الحاد کی دھوپ نے وجود کو جلانا چاہا تو وہ ابر سایہ دار بن گیا۔ وہ ابریشم کی طرح نرم تھا لیکن جب بات ناموس رسالت کی آتی تھی تو فولاد بن جاتا تھا۔

وہ اقبال کا ایسا مرد مومن تھا جو خاکی تھا مگر خاک (کی آلودگی) سے آزاد تھا، افلاک (جیسا غرور رکھنے والوں) سے اس کی حریفانہ کشاکش تھی، ناموس رسالت کی خاطر اس نے نہ صرف بھاری تنخواہ والی نوکری چھوڑی، کنجشک وحمام سے صرف نظر کیا

بلکہ ٹھٹھرتی راتوں میں ننگی سڑکوں پر بھی جا سویا۔ وہ غیرت بلقیس کی زندہ مثال تھا جس کے بام تک مرغ حکمران کبھی نہ پہنچ پایا، بارہا آزمائش کا وقت آیا جس میں بڑے بڑے جبہ و دستار والوں کی ٹانگیں لرزنے لگیں، لیکن وہ بے خطر آتش نمرود میں کود گیا۔

وہ ختم نبوت جیسے حساس مسئلے کو الفاظ کی جادوگری کا نشانہ بنانے والوں کے لیے عصائے موسوی تھا۔ وہ بے حیائی کے سیل رواں کے لیے کشتی نوح تھا۔

اس عاشق صادق کی لغت میں روباہی کا لفظ ہی موجود نہیں تھا۔ وہ ایسا خادم نہیں تھا کہ دن کو ختم نبوت کا نام لیتا اور رات کو محافل موسیقی سے لطف اندوز ہوتا بلکہ دن ہو یا رات، اس مرد درویش کی کے ہونٹوں پر بس یہی نغمہ ہوتا تھا

تاجدار ختم نبوت، زندہ باد زندہ باد

وہ کہتا تھا کہ

"حضور نال عشق کرنا ایں تے انئے واں کرنا ایں"

یعنی آقا سے عشق کرنا ہے اور اندھادھند کرنا ہے۔

اس نے صرف کہا ہی نہیں بلکہ اپنے آقا و مولا سے "انئے واں" عشق کر کے دکھایا بھی۔ جب راہ عزیمت پر نکلا تو اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر گیا اور نہ صرف انہیں سڑکوں پر سلایا، بلکہ خود بھی کارکنوں کے ساتھ ہی سڑک پر سوتا رہا۔

وہ چاہتا تو اعلیٰ حلقوں سے بنا کر رکھتا اور اپنے بیٹوں کی شادیوں میں ان سے سلامیاں لیتا، یورپ میں پُرتعیش زندگی بسر کرتا، ایک آدھ سالانہ "ختم نبوت کانفرنس" کر کے مریدوں کو بیوقوف بناتا، اپنے لیے محل تعمیر کراتا، مریدوں کے بچوں سے مدرسوں کو آباد کر کے اپنی اولادوں کو بیرون ملک بھیج دیتا لیکن اس نے خانقاہوں میں بیٹھ کر نذرانے وصول کرنے کی بجائے رسم شبیری ادا کرنا ضروری سمجھا۔ اس کی ساری گفتگو نقطہ "لولاک" کے گرد گھومتی تھی۔

وہ خواہشات نفس کا **مَرْکَبْ** (سواری) نہیں بلکہ راکب (سوار) تھا۔ اس کے رگ و پے میں شوخیٔ گفتار کی بجائے مستیٔ کردار کا سمندر موجزن تھا۔

اس کی امیدیں قلیل، مقاصد جلیل، ادا دلفریب، نگاہ دلنواز، گفتگو نرم دم اور جستجو گرم دم تھی۔ وہ ایک ایسا طوفان تھا جس سے دریاؤں تک کے دل لرزتے تھے۔

اس کے خمیر میں قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت کے چاروں عناصر موجود تھے۔ اس نے جان کے خوف سے کبھی جھوٹ نہ بولا کیونکہ وہ صدق سلیمان کا پرتو تھا، وہ کبھی کسی مشکل سے بھاگا نہیں کیونکہ وہ زور حیدر کی زندہ مثال تھا اور کسی نے اسے ہاتھ پھیلاتے نہیں دیکھا کیونکہ وہ فقر بوذر کا مصداق بھی تھا۔

اس مرد مجاہد کے ہاتھوں میں یقین محکم، عمل پیہم اور محبت فاتح عالم جیسے سکہ بند ہتھیار تھے۔ سفر عزیمت شروع ہوا تھا تو

وہ اکیلا ہی تھا لیکن اس کے جنون نے ایک دنیا کو اپنا بنالیا۔

وہ صحابہ کے عشق مصطفیٰ کی زندہ مثال تھا جسے دیکھ کر سمجھ آتی ہے کہ اپنا سب کچھ نبی اکرم ﷺ پر کیسے مٹایا جاتا ہے؟

جب ناموس صحابہؓ کے مسئلے پر اپنے بھی اس کے مخالف ہو گئے اور بڑے بڑے قد والے حاکمان وقت کی چوکھٹ پر جھک گئے، وہیل چیئر والا بابا تب بھی پورے قد سے کھڑا رہا، بقول بابا بلھے شاہ:

نہ علماں وچ پھنسا سانوں
کوئی عشق دی گل سنا سانوں

لوگ اسے علم میں پھنسانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن وہ "عشق دی گل" سناتا رہا اور آخر کار بقول امام احمد بن حنبل، اس کے اور اس کے مخالفین کے درمیان فیصلہ اس کے جنازے نے ہی کیا۔

بابا جی کے جنازے کو دیکھتے ہوئے میرے ذہن میں انہی کا ایک فقرہ مسلسل گونجتا رہا جو انہوں نے مینار پاکستان پر ہی منعقدہ ناموس صحابہؓ کانفرنس میں بولا تھا:

"دس اوئے مینارِ پاکستان! ایہو جیا منظر کدی پہلے وی ویکھیا ای؟





بارہواں باب

متفرقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر المجاہدین اور المرکز الاسلامی

مفتی محمد تصدق حسین (لاہور)

اہلسنّت و جماعت کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ المرکز الاسلامی لاہور کینٹ میں مین والٹن روڈ پر واقع ہے۔ یہ جامعہ ایک ایکڑ سے زائد رقبہ پر محیط ہے۔ قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں سے فاضل محتشم حضرت مولانا حافظ نصیر احمد نورانی نے 1995ء میں مفکر اسلام حضرت علامہ قاری محمد زوار بہادر کی سر پرستی میں یہ ادارہ قائم کیا۔

یہ جامعہ عقائد اہلسنّت کی ترویج و اشاعت کیلئے کام کر رہا ہے حفظ قرآن، علوم متداولہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عقائد حقہ کی تبلیغ اور اسلامی تعلیمات و اقدار پر مشتمل درجن بھر سے زائد علمی کتب جامعہ المرکز الاسلامی سے اشاعت پذیر ہو چکی ہیں۔ حافظ نصیر احمد نورانی مہتمم جامعہ ہذا قائد ملت اسلامیہ کے مرید صادق اور جمعیت علماء پاکستان کے متحرک رہنما ہیں، نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کیلئے عملی طور پر کوشاں ہیں، مملکت خداداد پاکستان کے امن و استحکام اور خوشحالی و بقاء کیلئے نظام مصطفی کو ضروری گردانتے ہیں۔

امام اہلسنّت مجدد دین وملت حسان الہند امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے افکار کی روشنی میں جامعہ المرکز الاسلامی کی ترقی کیلئے کوشاں ہیں۔ کوہ عزیمیت، پیکر اخلاص ومحبت حضرت امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ بھی قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی کے عقیدت منداور رفیق سفر تھے، نظام مصطفی ﷺ کے داعی تھے، حضرت علامہ قاری محمد زوار بہادر کی وساطت سے مولانا نصیر احمد نورانی کا امیر المجاہدین سے رابطہ باضابطہ تھا اور باہم الفت ومحبت تھی۔

2007ء میں مولانا نصیر احمد نورانی کی خواہش پر جامع المعقول و المنقول حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی اور امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کے حکم پر فقیر نے جامعہ المرکز الاسلامی میں سلسلہ تدریس شروع کیا تو المرکز الاسلامی کا امیر المجاہدین کے ساتھ ربط وتعلق اور مضبوط ہو گیا اور امیر المجاہدین کی شفقتیں بھی بڑھتی چلی گئیں۔ حضرت امیر المجاہدین رسول اللہ ﷺ کے غیرت مند فقیر، عالم باعمل سفیر عشق رسول تھے۔ اہلسنّت و جماعت کی ترقی وترویج اور امت مسلمہ میں جذبہ عشق رسول ﷺ بیدار کرنے کیلئے کوشاں تھے اسی بنا پر علماء، طلباء اور مدارس اہلسنّت سے خاص انس رکھتے اور مدارس کو اسلام کا قلعہ قرار دیتے تھے۔

امیر المجاہدین قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی تحفظ ختم نبوت کیلئے قائم کردہ تنظیم " فدایان ختم نبوت پاکستان" کے مرکزی امیر تھے اور جامعہ المرکز الاسلامی کے ناظم اعلی حافظ نصیر احمد نورانی جمعیت علماء پاکستان کے رہنما ہیں۔ اس

مناسبت سے بھی حضرت امیر المجاہدین کا جامعہ المرکز الاسلامی سے خاص تعلق تھا۔حضرت امیر المجاہدین المرکز الاسلامی کی تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے نہ صرف معلومات لیتے بلکہ اکثر مفید مشوروں سے نوازتے اور حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔ایک دفعہ حافظ نصیر احمد نورانی اور راقم الحروف المرکز الاسلامی میں بیٹھے تھے کہ سلور کلر کی گاڑی جامعہ میں داخل ہوئی۔ہم نے دیکھا حضرت امیر المجاہدین کار میں تشریف فرما ہیں۔فرمانے لگے! میں ادھر سے گزر رہا تھا سوچا ملاقات کرتا چلوں اچھا ہوا تم دونوں سے ملاقات ہوگئی باوجود اصرار کے جلدی کی وجہ سے چائے تک نوش نہ فرمائی اور دعائیں دیتے رخصت ہو گئے۔

ننکانہ کے ایک گاؤں "اٹاں والی" میں عاصیہ نامی ایک عیسائی خاتون نے ناموس رسالت ﷺ کے متعلق زبان درازی کی اہل علاقہ نے اس کے خلاف مقدمہ کی درخواست دی۔مقدمہ درج ہوا اور تمام قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد عدلیہ کے معزز جج محترم نوید اقبال نے جرم ثابت ہونے پر عاصیہ مسیح کو سزائے موت سنائی تو سیکولر طبقہ کے ہاں کہرام بپا ہوگیا،اس وقت کے گورنر سلمان تاثیر نے اپنے یورپی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے نہ صرف عاصیہ مسیح کی حمایت کی بلکہ تمام حدود کو پار کرتے ہوئے خود بھی قانون ناموس رسالت ﷺ کے خلاف زبان درازی کی جس کے نتیجہ میں غازی ملک ممتاز حسین قادری نے کوہسار مارکیٹ میں ایک ریسٹورنٹ کے سامنے سلمان تاثیر کو قتل کر دیا۔

غازی ممتاز حسین کی گرفتاری پر پورے ملک میں صدائے احتجاج بلند ہوئی۔معدودے چند افراد کے ہر طبقہ فکر نے غازی ممتاز قادری کے اس اقدام کی حمایت و تحسین کی،سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھانے سے گورنر ہاؤس کے امام تک کا انکار اس کا واضح اور بین ثبوت ہے۔پوری قوم کی حمایت کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ جمہوریت پسندی اور آزادی اظہار کا راگ الاپنے والے خود اپنے بنائے اصولوں پر عمل کرتے غازی ممتاز حسین قادری کو باعزت رہا کرتے لیکن ایسا نہ ہوسکا۔

غازی اسلام ممتاز حسین قادری کی گرفتاری پر امت مسلمہ رنجیدہ ہوئی حضرت امیر المجاہدین غازی ممتاز حسین قادری کے اس اقدام کے بعد تحفظ ناموس رسالت کیلئے میدان عمل میں نکلے اور عالمی افق پر چھا گئے۔غازی اسلام کی رہائی کیلئے علماء امت نے قوم کے ساتھ مل کر کوشش و کاوش کی،ان علماء میں حضرت امیر المجاہدین کا نام سر فہرست ہے،جامعہ المرکز الاسلامی نے بھی غازی اسلام کی رہائی کیلئے کی گئی کاوشوں میں اپنی بساط کے مطابق حصہ ڈالا۔جاوید غامدی نے غازی ممتاز حسین کے اس عمل کو غلط ثابت کرنے کیلئے فقہاء احناف کا سہارا لیکر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تو امیر المجاہدین کے حکم پر جامعہ المرکز الاسلامی نے "گستاخ رسول کی سزا اور فقہاء احناف" کے عنوان سے مقالہ شائع کیا اور اس پر امیر المجاہدین کے تاثرات بھی زینت قرطاس ہیں۔

غازی اسلام کی رہائی کیلئے جب جمعیت علماء پاکستان،فدایان ختم نبوت اور تحریک صراط مستقیم نے غازی ممتاز حسین قادری رہائی تحریک کا آغاز کیا تو جامعہ المرکز الاسلامی میں اس سلسلہ میں قائد ملت اسلامیہ کے سالانہ عرس مقدس کے موقع پر

"تحفظ ناموس رسالت" کے عنوان سے تین مرتبہ کانفرنس منعقد کی گئی اور حضرت امیر المجاہدین انتہائی شفقت فرماتے ہوئے تینوں مرتبہ کانفرنس میں تشریف لائے اور اپنے خطاب دلنواز سے سامعین کو ولولہ تازہ عطاء کیا۔

جامعہ المرکز الاسلامی کے ساتھ اپنائیت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ حافظ نصیر احمد نورانی، حافظ سلیم اعوان اور راقم کانفرنس کی دعوت دینے کیلئے جب جامع مسجد رحمۃ للعالمین حاضر ہوئے تو حضرت امیر المجاہدین سیالکوٹ جانے کیلئے گاڑی میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔ ہم نے کانفرنس کا بتایا اور کہا ہم کل پھر دعوت کیلئے حاضر ہونگے تو فرمانے لگے آپ تیاری کریں دعوت ہوگئی میں ضرور آؤں گا اور پھر وعدہ کے مطابق تشریف لائے۔ غازی اسلام کے اقدام کی علماء امت نے بھر پور تائید لیکن کچھ اشخاص نے نجانے کن مجبوریوں کے تحت سلمان تاثیر کے دفاع کی ناکام کوشش کی امیر المجاہدین اس بات سے بھی سخت دل گرفتہ تھے آپ نے دوران خطاب اس عمل کی مذمت کی اور بطور نصیحت یہ حدیث پاک بھی بیان فرمائی۔

عن ابن مسعود قال: من كان مستنا فليستن بمن قدمات فان الحي لا تومن عليه الفتنة، اولئك اصحاب محمد كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما، واقلها تكلفا، اختارهم الله لصحبة نبيه، ولاقامة دينه فاعرفوالهم فضلهم واتبعوهم على آثار هم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاتهم وسيرتهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں! جو شخص پیروی کرنا چاہے اسے چاہیے کہ ان لوگوں کی پیروی کرے جو دنیا سے کامیاب ہو کر چلے گئے، کیونکہ زندہ پر فتنوں سے امن نہیں کیا جاتا اور وہ لوگ امام الانبیاء کے صحابہ ہیں وہ اس امت کے سب سے افضل ہیں دل کے بہت کامل، علم میں گہرائی کے حامل اور تکلف میں بہت کم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی اقدس ﷺ کی صحبت اور اقامت دین کیلئے چن لیا پس ان کی فضیلت پہچانو ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور جس قدر ممکن ہو ان کے اخلاق و سیرت کو تھامے رکھو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔

حضرت امیر المجاہدین نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ہمیں بہت پیارا راستہ بتایا اپنے اسلاف کے دامن سے وابستہ رہو ان کی سیرت کو دیکھو کہ قائد اہلسنّت اور مجاہد ملت کتنی سختیوں اور تکلیفوں کے باوجود بھی تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت کیلئے میدان میں کھڑے رہے اور آج نام نہاد علمیت کے دعویدار تحفظ ناموس رسالت اور غازی ممتاز حسین قادری کی بجائے سلمان تاثیر کے ساتھ کھڑے ہیں۔

بتاؤ غازی صاحب نے تو سب کچھ حضور اقدس ﷺ کی عزت و ناموس کیلئے کیا تم کل قیامت رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دو گے؟ جامعہ المرکز الاسلامی میں منعقدہ ایک اور کانفرنس میں حضرت امیر المجاہدین نے مسئلہ ناموس رسالت پر انتہائی ولولہ انگیز خطاب فرمایا اور نظام مصطفی ﷺ کیلئے کام کرنے پر زور دیا اور علماء کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آپ لوگوں کی ذمہ داری

ہے آپ امت مسلمہ کو بیدار کریں ظالموں اور چوروں کا ہاتھ روکیں اس دوران آپ نے یہ حدیث شریف بیان فرمائی۔

عن عبداللہ بن مسعود قال: قال رسول اللہﷺ لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نہتھم علماؤ ھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم واکلوھم و شاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذلك بما عصوا کانوا یعتوون قال فجلس رسول اللہ ﷺ وکان متکئا فقال لاوالذی نفسی بیدہ حتی تاطروھم اطرا وفی روایۃ قال کلا واللہ لتامرن بالمعروف و لتنھون عن المنکر ولتاخذن علی یدی الظالم و لتاطرنہ علی الحق اطرا و لتقصرنہ علی الحق قصرا او لیضربن اللہ بقلوب بعضکم علی بعض ثم لیلعننکم کما لعنھم (مشکوۃ کتاب الادب باب الامر بالمعروف)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے تو ان کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے پس علماء ان کی مجالس میں بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کو دوسرے بعض کے دلوں سے ملا دیا ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت فرمائی اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے گزرتے تھے راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہاں تک کہ تم انہیں ظلم سے پوری طرح روک لو، (ایک روایت میں ہے) فرمایا خدا کی قسم تم ضرور نیک کاموں کا حکم دو گے، برے کاموں سے منع کرو گے، ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے حق کی طرف کھینچ لو گے اور اسے مجبور کر دو گے کہ اپنے حق پر ہی رہے ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے بعض دلوں کو بعض دوسرے دلوں سے ملا دے گا پھر تم پر لعنت کرے گا جیسے دوسروں پر لعنت کی تھی۔

حضرت امیر المجاہدین نے اس کے بعد فرمایا علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ ظالم کا ہاتھ پکڑ کر حق کی طرف لائیں ہم نے حکومت کو مجبور کرنا ہے کہ وہ غازی ممتاز قادری کو رہا کرے، ہم نے ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت پر مداہنت کا شکار نہیں ہونا، اگر علماء ہی اس مسئلہ میں چونکہ چنانچہ کا شکار ہو گئے تو امت کو کھڑا کس نے کرنا ہے بس ہم اس پر قائم ہیں۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

حضرت امیر المجاہدین روزانہ محافل میں تشریف لے جاتے لیکن آپ کا معمول تھا کہ کھانا اکثر اپنے گھر ہی تناول فرما کر جاتے لیکن یہ آپ کی شفقت و محبت تھی کہ جامعہ المرکز الاسلامی تشریف لاتے تو کھانا جامعہ میں ہی تناول فرماتے۔ ایک کانفرنس کے اختتام پر آپ جب جامعہ سے رخصت ہونے لگے تو راقم نے کچھ رقم بطور نذرانہ پیش کی پہلے تو آپ نے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ فقیر کے اصرار پر وہ پیسے ہاتھ میں پکڑ کر گفتگو فرمانے لگے اور چند لمحوں بعد وہ پیسے حافظ نصیر احمد نورانی کو دیکر فرمانے لگے میں نے اس کا تحفہ قبول کر لیا اب یہ میری طرف سے آپ کیلئے تحفہ ہے اور میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے

مخصوص لہجے میں فرمانے لگے

"جھلیا اپنے گھروں وی کوئی پیسے لیندا"

اپنے گھر سے بھی کوئی پیسے وصول کرتا ہے۔

حضرت امیر المجاہدین خلوص وللہیت کی بہترین مثال تھے اعلحضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا بریلوی کے افکار کے امین تھے، علامہ اقبال کے حقیقی معنوں میں شاہین تھے، مفتی اعظم مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی امنگوں کے نقیب تھے، قائد اہلسنّت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی جرأت و استقامت کا عکس جمیل تھے، مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی کی غیرت وحمیت کا نقش حسین تھے، امیر المجاہدین حقیقی طور پر یادگار اسلاف تھے۔امام الانبیاء تاجدار کائنات، خاتم النبیین جان عالمین حضور اقدس ﷺ کی غلامی و اطاعت اور آپ کی محبت و الفت راہ نجات ہے اس باب میں امیر المجاہدین کسی پس و پیش کے بھی روادار نہ تھے۔گستاخان رسول ﷺ کے لیے شمشیر بے نیام تھے اس وجہ سے پوری دنیا میں مقبول عام تھے، امیر المجاہدین نے اپنی حیات مستعار کا آخری معرکہ بھی فرانس میں شائع ہونے والے گستاخانہ خاکوں کے خلاف ہی سرانجام دیا اور وہاں سے واپسی پر عالم اسلام کا نڈر اور بے باک رہنما اس فانی دنیا کو یہ پیغام سناتے چھوڑ گیا۔انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا اللہ تعالیٰ حضرت امیر المجاہدین کی لحد مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے امت مسلمہ کو اتحاد و اتفاق عطاء فرما کر عزتیں اور برکتیں عطا فرمائے، ملک پاکستان میں ہمیں نظام مصطفی کی معطر و منور بہاریں دیکھنا نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ



امیر المجاہدین کے مرشد گرامی

قبلہ قاضی محمد عبد الواحد صدیقی نقشبندی المعروف حاجی پیر رحمۃ اللہ علیہ

ابوعقبہ بن عبد العزیز (دارالعلوم حنفیہ غوثیہ، کراچی)

مولانا روم علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد
مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

یعنی کوئی بھی چیز خود بخود درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتی ،لوہا اپنے اندر تلوار بننے کی صلاحیت تو رکھتا ہے مگر خود بخود تلوار نہیں بن جاتا ،یونہی مولوی اپنے علم میں بڑا مرتبہ ومنزلت رکھتا ہے مگر اس وقت تک وہ بھی مولائے روم نہیں بنتا جب تک کسی شمس تبریز جیسی ہستی کی غلامی میں نہ آجائے ۔یونہی ہیرا اپنی ذات میں بڑی قدر و قیمت رکھنے کے باوجود بازار میں اپنی اصل قیمت نہیں لگوا سکتا جب تک کسی ماہر جوہری کے ہاتھ سے نہ تراشا جائے ۔

قبلہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کو اللہ رب العزت نے وہ دل عطا فرمایا تھا جو عشق مصطفی کی کاشت کے لئے زرخیز تھا ۔انہیں ضرورت تھی تو بس ایک ماہر کسان کی جو اس زرخیز قلب پر عشق مصطفیٰ کی فصل کے لئے پانی لگا دے ۔علامہ رضوی علیہ الرحمہ کی شخصیت وہ انمول ہیرا تھی جسے کسی ماہر جوہری کی تراش چار چاند لگا سکتی تھی ۔تو وہ شخصیت جس نے علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی باطنی تربیت فرمائی ،جس نے دورِ طالبعلمی سے اِن پر خاص توجہ فرما کر تیار کرنا شروع کیا ،اور ایسا دُرِ یکتا تیار کر ڈالا کہ آج دنیا اَش اَش کر رہی ہے ۔یہ ہستی علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد کی ہے ،یہ وہی شخصیت ہیں جن سے امیر المجاہدین علیہ الرحمہ شدید محبت وعقیدت رکھتے تھے ،اور ادب کا یہ عالم تھا کہ فرماتے :

''حضرت جی کے سامنے تو آپ کے ادب کی وجہ سے سانس بھی احتیاط سے لیتا ہوں'' ۔

اور جہلم شہر میں داخل ہوتے تو آواز پست رکھتے کہ یہ میرے مرشد کا شہر ہے ،قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ جب تک حیات تھے تو امیر المجاہدین علیہ الرحمہ خطاب کی تاریخ دیتے ہوئے فرماتے :تمہاری یہ تاریخ پکی ہے ،بشرطیکہ اس تاریخ کو میرے حضرت جی کی طرف سے بلاوا نہ آیا ،اگر بلاوا آگیا تو آپ کا پروگرام کینسل ۔تو آیئے ان کا تذکرہ پڑھتے ہیں ۔

علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد:

نام ونسب : وحید الدھر ،فرید العصر حضرت قاضی محمد عبد الواحد صدیقی نقشبندی المعروف حاجی پیر علیہ الرحمہ ۔آپ کا نسب ۳۸

واسطوں سے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

تعلیم: آپ علیہ الرحمہ نے ناظرہ قرآن پاک اور اسکول کی بنیادی تعلیم کے بعد حفظ قرآن پاک کیا، اور تقریباً تیرہ سال کی عمر میں پہلا مصلی خانقاہ سلطانیہ (جہلم) میں سنایا۔

پندرہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تعلیم شروع فرمائی اور تقریباً چھبیس سال کی عمر میں جامعہ رضویہ (فیصل آباد) میں شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ اور اپنے استاد حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی علیہ الرحمہ سے سند فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

ذوقِ عبادت:

قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ بچپن سے عبادت کا شوق رکھتے تھے، آپ علیہ الرحمہ کا ذوقِ عبادت حیرت انگیز تھا۔ آپ علیہ الرحمہ نے چار سال کی عمر میں نمازِ پنجگانہ کی باجماعت ادائیگی شروع فرمادی تھی، چھ سال کی عمر میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی (اور اسی وجہ سے حاجی پیر کے نام سے مشہور ہو گئے) تقریباً نو سال کی عمر سے تہجد و اشراق کی پابندی شروع فرمادی تھی۔ کثرتِ عبادت وطویل مجاہدات سے آپ کا جسم لاغر ہو گیا مگر آپ کے شوقِ عبادت کے مقابل جسمانی کمزوری رکاوٹ نہ بن سکی۔ آپ علیہ الرحمہ کی کثرتِ عبادت کو دیکھ کر آپ کے والد اور پیر و مرشد، پیر طریقت واقفِ اسرارِ حقیقت حضرت خواجہ پیر محمد صادق نقشبندی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے:

اس عمر میں اس قدر عبادت کو دیکھ کر ہمیں رشک آتا ہے۔

بیعت وخلافت:

قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ میں بچپن سے ولایت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے، جس عمر میں بچوں کو کھیل کود، اور کھلونوں کا شوق ہوتا ہے اس عمر میں آپ کو ذکر الٰہی، نماز و تسبیح کا شوق تھا، آپ میں قربِ الٰہی کی تڑپ، اور ذکرِ الٰہی کا یہی جذبہ تھا جسے دیکھ کر آپ کے والد و شیخ طریقت نے از خود آپ کو بیعت فرمایا، اور اسباقِ طریقت شروع فرمادیئے۔ اس وقت قبلہ حاجی پیر علیہ الرحمہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی، شوقِ عبادت شروع سے تھا، قربِ الٰہی کا جذبہ بھی تھا، اکلِ حلال وصدقِ مقال کی نعمت بھی میسر تھی، طہارتِ قلب و فکر بھی بچپن سے حاصل تھی، پیر و مرشد بھی کامل تھے، تو پھر منزلِ مقصود تک پہنچنا دشوار تو نہ تھا مگر سونے کو کندن کرنا ہو تو بھٹی سے گزارنا پڑتا ہے۔ آپ علیہ الرحمہ نے اپنے شیخ طریقت کے حکم پر طویل مجاہدات کیے، ایک ایک وقت میں پچیس پچیس ہزار بار اسم ذات کا ذکر کرتے، دیگر وظائف پڑھتے، اگرچہ آپ مسلسل مجاہداتِ شاقہ کے باعث لاغر ہو گئے مگر پوری استقامت کے ساتھ آپ نے سلوکِ طریقت کی تکمیل فرمائی، اور یومِ عرفہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ بمطابق یکم دسمبر ۱۹۷۶ء بروز بدھ خواجہ عالم حضرت پیر محمد صادق نقشبندی علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنی خلافت و نیابت سے نوازا۔

حلیہ مبارک:

حضرت قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ خوبصورت اور وجیہ تھے، رنگ سفید سرخی مائل تھا، بلند وکشادہ پیشانی، بڑی بڑی پرکشش آنکھیں، جن میں معنیٰ خیز چمک ہوا کرتی تھی، جب آپ علیہ الرحمہ احباب طریقت پر بھر پور نگاہ ڈالتے تو کسی کو نگاہ ملانے کی تاب نہ ہوتی۔جسم مبارک مضبوط وسڈول اور اعضاء متناسب ومتوازن تھے، داڑھی گھنی اور ایک مشت سے زائد تھی، چہرے پر ہر وقت ہلکی مسکراہٹ رہتی تھی، آپ علیہ الرحمہ صاحب جمال ضرور تھے مگر اس جمال کے ساتھ جلال کا حسین امتزاج تھا۔

لباس:

قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ کے مزاج میں کمال سادگی ونفاست تھی، اور یہی سادگی ونفاست آپ علیہ الرحمہ کے ہر عمل سے جھلکتی تھی۔آپ کا لباس نہایت اعلیٰ اور نفیس ہوتا، عموماً کرتا اور تہبند استعمال فرماتے تہبند اکثر بنگالی لنگی کا ہوتا۔سر پر اکثر عمامہ ہوتا، جو کہ عموماً سفید رنگ کا ہوتا، البتہ بعض اوقات زعفرانی یا سیاہ عمامہ بھی استعمال فرماتے، عمامہ سادگی سے گولائی میں باندھتے، جس کا مختصر شملہ بائیں کاندھے کی طرف نکالتے۔اور کپڑے سے بنی پانچ کلیوں والی ٹوپی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

اخلاق وعادات:

آپ علیہ الرحمہ نہایت عمدہ اخلاق کے مالک تھے، یہی وجہ ہے کہ پہلی ملاقات میں ہی بندہ آپ کے حسنِ اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا، ہر شخص کو بڑی خندہ پیشانی سے خوش آمدید کرتے، محبت وشفقت فرماتے، پہلی بار آنے والوں کو بھی آپ کی مجلس میں اجنبیت محسوس نہ ہوتی، پریشان حال بندہ آپ کی مجلس میں چند لمحے بیٹھ جاتا تو ایسا قلبی اطمینان نصیب ہوتا کہ ساری پریشانیاں بھول جاتا، آپ بہت سادہ انداز میں معنی خیز گفتگو فرماتے، آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے دل دنیا سے بے رغبت اور ذکرِ الٰہی سے معمور ہو جایا کرتے۔آپ علیہ الرحمہ اپنے لیے قیام نہ پسند فرماتے تھے، احباب طریقت کو اپنے آنے پر کھڑے ہونے سے منع فرماتے، البتہ جب آپ سے ملاقات کی غرض سے عالی مرتبت علماء ومشائخ میں سے کوئی تشریف لاتے تو آپ کھڑے ہو کر انھیں عزت دیتے۔آپ علیہ الرحمہ کا دسترخوان بفضل الٰہی بڑا وسیع تھا، ایک ایک وقت میں سینکڑوں افراد لنگر میں شریک ہوا کرتے تھے مگر آپ علیہ الرحمہ اسی دسترخوان سے احباب طریقت کے بچے ہوئے روٹی کے ٹکڑے اور بچے ہوئے چاول تناول فرمالیا کرتے تھے۔طلباء سے نہایت شفقت فرماتے تھے، انہیں محنت سے علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے: "آپ کی ضروریات میں پوری کروں گا، آپ بے فکر ہو کر پوری توجہ سے علم دین حاصل کریں اور دین کی خدمت کریں" ۔حتیٰ کہ آپ علیہ الرحمہ دورانِ سفر جہاں کوئی مدرسہ دیکھتے تو تشریف لے جاتے اور طلباء کو اور ان کے اساتذہ کو مختلف تحائف عنایت فرماتے۔پیشہ ور گداگر اگر آپ سے سوال کرتے تو آپ انہیں فرماتے: "اگر ضرورت مند ہو تو ہمارے ساتھ چلو ہم تمہیں رہائش بھی دیں گے اور کھانا بھی، اور کوئی کام بھی نہیں کروائیں گے" ۔آپ علیہ الرحمہ کی خدمت میں آپ کے مریدین مختلف ممالک سے قیمتی تحائف

بھیجا کرتے تھے تو آپ اپنے مدارس کے طلباء، اساتذہ یا کسی بھی خادم کو عنایت فرما دیتے، آپ علیہ الرحمہ کی جود وسخا کی شان ہی نرالی تھی، ایسا بھی ہوا کہ آپ مہمان کو رخصت کرتے ہوئے ایک ایک کر کے تحفے دیتے گئے حتیٰ کہ اپنے ہاتھ سے گھڑی تک اتار کر عطا کر دی۔ اسی طرح اگر کوئی آپ کے پاس موجود کسی چیز کی تعریف کرتا تو آپ وہ چیز اسے عنایت فرما دیتے۔

شہرت ونمود سے گریز:

آپ علیہ الرحمہ کے زیرِ انتظام پاکستان و آزاد کشمیر میں کئی مساجد و مدارس کام کر رہے ہیں، جن کے تمام اخراجات آپ ہی اُٹھایا کرتے تھے۔ مگر کسی مسجد یا مدرسہ میں آپ کے نام کی تختی نہیں لگی ہوئی، آپ اسے ناپسند فرماتے تھے۔

عاجزی وانکساری:

ایک دفعہ بعض احباب طریقت نے ایک اسکول کھولا اور اسکے اشتہار پر زیرِ سرپرستی کے آگے آپ کا نام لکھ دیا۔ آپ علیہ الرحمہ کو خبر ہوئی تو شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا، ان احباب کو معلوم ہوا تو وہ بھی حاضرِ خدمت ہوئے اور معذرت کی، آپ نے ارشاد فرمایا: ہمارے زیرِ انتظام جو مدارس چل رہے ہیں اُن پر ہمارا نام نہیں لکھا ہوا تو آپ نے کیوں لکھوایا؟ پھر فرمایا کہ معافی کی یہی صورت ہے کہ جہاں جہاں اشتہارات لگائے گئے ہیں وہاں سے اُتار لئے جائیں۔ اسی طرح آپ علیہ الرحمہ کے زیرانتظام مساجد میں جمعۃ المبارک کے خطبہ میں آپ کے حوالے سے اشارتاً بات کرنے کی بھی اجازت نہ تھی، اگر کوئی ایسا کرتا تو قبلہ حضرت جی علیہ الرحمہ کی طرف سے سخت باز پُرس کی جاتی تھی۔ مخلوق سے استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ علیہ الرحمہ کو یہ بات بھی ناپسند تھی کہ آپ کا کوئی مرید کسی اور شخص کو آپ سے بیعت ہونے کی ترغیب دے یا اِس غرض سے آپ کے پاس لیکر آئے۔ یہی وجہ ہے کہ قبلہ امیر المجاہدین علیہ الرحمہ نے آپ علیہ الرحمہ سے اپنی شدید عقیدت ومحبت کے باوجود اپنے خطابات میں آپ کے تذکرہ سے ہمیشہ گریز کیا۔ اور اس حوالے سے قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ کی طرف سے اپنے اس مرید خاص کو مزید کیا ہدایات تھیں یہ ایک راز ہے۔

نسبت کا احترام: حضرت قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت کا خاص واہم پہلو ادب ہے۔ بالخصوص رسول اللہ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر شئی کا والہانہ ادب کیا کرتے تھے۔

مدینہ طیبہ کی محبت وتعظیم:

آپ علیہ الرحمہ سفر پر روانہ ہوئے، ساتھ ایک سنگی (مرید) تھے، آپ نے ایک کھجور خود تناول فرمائی اور ایک کھجور سنگی کو بھی عنایت فرمائی، اور دیتے ہوئے فرمایا: یہ مدینہ شریف کی کھجور ہے۔ اس سنگی نے کھجور کھا کر گٹھلی گاڑی سے باہر پھینک دی، یہ دیکھ کر آپ کی طبیعت متغیر ہوگئی، آپ نے نہایت جلال بھرے انداز میں فرمایا: کہ میں نے بتایا بھی تھا کی یہ مدینہ شریف کی کھجور ہے تو پھر گٹھلی کیوں پھینکی؟ پھر آپ نے گاڑی رکوائی اور جس سفر پر روانہ ہوئے تھے اسے ملتوی فرما کر واپس تشریف لے

آئے۔

خدمات:

قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ ہمہ جہت شخصیت تھے۔آپ نے دینی ،معاشرتی اور سماجی ہر شعبہ میں اپنے انمٹ نقوش ثبت فرمائے ہیں۔مختصراً درج ذیل ہیں۔

(۱)مساجد ومدارس:

آپ علیہ الرحمہ نے پاکستان و آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں عالی شان مساجد ومدارس کا ایک مضبوط نیٹ ورک قائم فرمایا،جن میں حفظِ قرآن ،تجوید وقرأت اور درسِ نظامی کے شعبہ جات قائم فرمائے،ان کے تمام اخراجات آپ خود برداشت کیا کرتے تھے۔اور کمال یہ کہ کسی مسجد ومدرسہ میں نہ تو چندہ کی اپیل کی جاتی ہے اور نہ چندہ بکس رکھا جاتا ہے اور نہ ہی تشہیر کے دیگر ذرائع استعمال کیئے جاتے ہیں۔

(۲)حفاظ،قراء وعلماء کی کھیپ:

آپ علیہ الرحمہ کے مدارس سے ایک کثیر تعداد میں حفاظ ،قراء اور علماء تیار ہوتے، پھر ان میں سے منتخب افراد کو آپ مزید تعلیم اور مختلف علوم وفنون میں مہارت کیلئے دیگر جامعات میں بھیجتے ،اور بعض افراد کو بیرونِ ملک مشہور دینی جامعات میں تعلیم کیلئے بھیجتے اور ان کے تمام اخراجات خود اُٹھاتے ،اس طرح آپ نے دینِ متین کی خدمت کیلئے ماہرین علوم وفنون کی جماعت تیار فرمائی ،جس میں قابل مدرس بھی ہیں،محقق بھی ہیں،اور بہترین مصنف بھی۔

(۳)کُتب کی اشاعت:

آپ علیہ الرحمہ کو کُتب سے دلی لگاؤ تھا۔آپ مطالعہ کا اچھا ذوق رکھتے تھے اور اپنے ساتھ مطالعہ کیلئے کتابیں رکھا کرتے تھے۔آپ کے پاس ہر فن اور علم کی بکثرت کتابیں موجود تھیں جو اَب خانقاہِ سلطانیہ (جہلم) کی وسیع لائبریری کا حصہ ہیں۔آپ علیہ الرحمہ عقائد، سیرت اور مختلف اعمال اور مسائل کی کُتب کی اشاعت پر زرِ کثیر صرف فرماتے،اور یہ کتب اہل علم حضرات کو تحفتاً بھجوایا کرتے،اور آپ علیہ الرحمہ نے کئی کتب کو دیگر زبانوں سے اردو میں ترجمہ کروا کر بھی شائع کروایا۔

(۴)نادار افراد کی کفالت:

آپ نے نادار افراد کی کفالت فرمائی ،رہائش کے لئے مکانات بنوا کر دیئے،ان کے بچوں اور بچیوں کی شادیاں کروائیں،اور دیگر ضروریات کو پورا فرماتے رہے۔آپ نے مختلف مقامات پر عامۃ الناس کے لیے مفت علاج کی سہولیات مہیا فرمائیں۔

(۵)اصلاح معاشرہ:

سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے بے لوث ہو کر اخلاص وللہیت کے ساتھ معاشرہ کی اصلاح کے لئے بھرپور کردار ادا

فرمایا، اپنے متعلقین کو شریعت مطہرہ پر چلنے کا جذبہ عطا فرمایا۔ ہزاروں افراد کو گمراہی اور فسق وفجور سے نکال کر نیکی و پارسائی کا خوگر بنایا۔

کرامت:

آپ علیہ الرحمہ صاحبِ کرامت ولیٔ کامل تھے۔ایک ایسی کرامت جو آپ کی مجلس میں عموماً ظاہر ہوتی ،وہ آپ کا کشفِ صدور تھا۔ دلوں میں اٹھنے والے خیالات آپ پر منکشف ہوجایا کرتے تھے،اور آپ دورانِ گفتگو اشارتاً اس کے متعلق ارشاد فرمادیا کرتے تھے

حضرت کا کشف:

سرائے عالمگیر کے ایک اسکول ماسٹر صاحب آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے ،آپ نے نہایت ہی شفقت سے پاس بٹھایا اور گفتگو فرماتے رہے، ماسٹر صاحب کا بیان ہے کہ میرے دل میں بار بار تین باتوں کا خیال آرہا تھا

(۱) آپ اپنے ہاتھ مبارک سے کوئی وظیفہ لکھ کر عنایت فرمائیں

(۲) پڑھنے کیلئے کچھ اوراد عطا فرمائیں

(۳) آپ کی گاڑی میں سیٹ پر ایک قیمتی اور خوبصورت لنگی پڑی تھی وہ مجھے عنایت فرمادیں تاکہ میں نمازِ جمعہ کیلئے سر پر باندھ لیا کروں۔

دورانِ گفتگو قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا، جو پنسل آپ کی جیب میں ہے کیا وہ لکھتی ہے؟ ماسٹر صاحب نے اثبات میں جواب دیا،تو آپ نے وہ پنسل لی اور ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے وظیفہ لکھ کر عنایت فرمایا اور فرمایا: ماسٹر صاحب! کوٹلی والے حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وظیفہ مجھے عنایت فرمایا تھا، آپ بھی پڑھا کریں۔ پھر آپ نے گاڑی سے لنگی اُٹھا کر ماسٹر صاحب کو عنایت فرمائی اور ساتھ فرمایا: جمعہ کی نماز ادا کرتے وقت اسے سر پر باندھ لیا کریں۔

وصال:

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۲ اپریل ۲۰۱۳ بروز پیر آزاد کشمیر سے واپسی پر دورانِ سفر آپ تسبیح پڑھ رہے تھے کہ تسبیح سے آپ کے ہاتھوں کی گرفت کمزور پڑی اور آپ خالق حقیقی سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کا مزارِ پُر انوار خانقاہِ سلطانیہ (جہلم، ضلع گجرات) میں مرجع خلائق ہے۔



امیر المجاھدین رحمۃ اللہ علیہ اور ناموسِ نسواں

ڈاکٹر رضوانہ سحر (کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحمُدُہٗ وَ نُصَلِی رَسُولِہِ الکَرِیم أما بعد!

کی محمد ﷺ سے وفا تم نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مجھے آج بھی اپنے کانوں میں حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی گرج دار آواز سنائی دیتی ہے جس میں امت محمدی ﷺ کی ماؤں ،بہنوں ،بیٹیوں کا درد عیاں ہوتا تھا۔کشمیر کی بیٹیوں کی آہیں ،ان کی سسکیوں اور ان کی عزتیں محفوظ رکھنے کی ہمیشہ تلقین فرمایا کرتے تھے۔

برما، فلسطین اور شام کی ماؤں ،بہنوں بیٹیوں اور چھوٹی بچیوں کی عصمت سے متعلق خطاب فرمایا کرتے ،قوم کی بیٹی عافیہ صدیقی کی عصمت کی رسوائی پر وقت کے حاکموں کو واشگاف کہا کرتے کہ روز محشر جب تم سے محمدی عربی ﷺ اپنی ایک ایک بچی کا حساب مانگیں گے تب تمہارے پاس کیا جواب ہوگا؟

کبھی لبرلز ،دین بیزار ،میرا جسم ،میری مرضی جیسی عورتوں کو اپنے خطاب میں گرج دار آواز سے مخاطب کرتے تھے کہ اگر ہمارے رسول اللہ ﷺ تمہارے طبقے (عورت) پر کرم اور رحم نا فرماتے تو کہاں کی مرضی اور کیسی مرضی؟ آپ نے قوم کی ماؤں سے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ "امت محمدی ﷺ" کا احسان ہے جس نے عورت کی عصمت و تکریم کو قائم فرمایا ورنہ یہی عورتیں زندہ درگور کر دیں جاتی تھیں ،آج کی عورت کو اپنی پہچان کر لینی چاہیے۔

اگر دین محمدی ﷺ کو تخت پر لانا ہے تو ان کی گودوں میں سلطان صلاح الدین ایوبی ،محمود غزنوی اور محمد بن قاسم و دیگر بہادر سپوتوں کو پروان چڑھانا ہوگا ،ماؤں کو چاہیے کہ اپنی اولادوں کو غزوہ بدر ،غزوہ احد و دیگر غزوات اور سیرت ﷺ سے سچے واقعات سنائیں ،وہ جب اپنی اولادوں کو لوریاں سنائیں تو عشق محمدی ﷺ میں صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ کا رونا بتائیں کہ کیسے رسول ﷺ کی یاد میں صحابہ کرام آنسو بہایا کرتے تھے۔

جب تک ہماری مائیں اپنی اولادوں کو سچے واقعات نہیں بتائیں گی انہیں اپنی شناخت کیسے ہوگی؟ وقت کی ضرورت ہے کہ محمدی عربی ﷺ کی سیرت سے آنے والی نسلوں کو آگاہی دی جائے ،اور اسی چیز کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا جائے ،جس کے لیے اپنی نسل کو ہمیں تیار کرنا ہوگا۔اور اس بات کی زیادہ تر ذمہ داریاں امت محمدی ﷺ کی "ماؤں" پر

عائد ہوتی ہیں، انہیں چاہیے کہ اپنے معاشرے سے فضول رسم و رواج کا خاتمہ کریں کیونکہ ہمارے دین اسلام میں اللہ کے رسول ﷺ نے جو بھی شادیاں فرمائیں وہ بہت سادگی سے ادا فرمائیں۔

اسلام سادگی کا درس دیتا ہے شادی بیاہ کی تقریبات میں بے جا ہندوں کے رسم و رواج کو شامل کرنا کہاں کی دانشمندی ہے، حضرت علامہ خود بھی سادگی پسند تھے اور قوم کی ماؤں سے بھی اسی سادگی سے رہنے کی بات، اپنے مختلف خطابات کے ذریعے فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے خطابات روح کو بیدار کردیا کرتے، آپ نے پاکستانی خواتین بلکہ میں تو یہ کہوں گی کہ دنیا کی مسلم خواتین کے لیے پھر سے وہ مشعل روشن کردی ہے جس میں مائیں اپنی اولادوں کے لیے ایک بہترین روشن مستقبل دیکھ سکتی ہیں۔ عشق محمدی ﷺ کی حرارت ہی اگر دل میں نا ہو تو وہ انسان بھلا کیا زندہ ہے، وہ تو چلتی پھرتی لاش ہی ہے۔ علامہ صاحب نے اس لاش کو عشق محمدی ﷺ کی روح بخشی ہے۔ ایک کڑور 70 لاکھ سے زیادہ عشاق رسول ﷺ نے اپنے گھروں سے نکل کر اس وقت آپ کے جنازے میں شریک تھے بلکہ میں کہتی ہوں یہ پاکستان کے ایک کڑور 70 لاکھ گھرانوں نے، آپ کے جنازے تدفین کے دن حاضر ہو کر یہ ثابت کردیا کہ ہماری گھروں میں، چار دیواری میں رہنے والی عورتوں نے دین اسلام کو تخت پہ لانے کے لیے، لبیک رسول ﷺ اب کہہ دیا ہے، مردوں کے ساتھ انہیں بھی عشق رسول ﷺ کی سمجھ آ گئی ہے کہ انہیں بھی دین محمدی ﷺ کے لیے گھروں میں رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں چادر اور چار دیواری میں رہتے ادا کرنی ہوں گی اور یہی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

علامہ صاحب وہیل چیر پر بیٹھ کر قوم کو یہ سمجھا گئے کہ جسمانی معذوری کچھ اہمیت نہیں رکھتی انہیں نے قوم کی ماؤں، بہنوں کو یہ بتا دیا کہ اپنے ذہن سے فکری معذوری کو دور کردو کہ بابِ عشق کا راستہ اس جگہ سے گزرتا ہے جہاں عشق محمدی ﷺ ہے اور وہاں اصولوں پر سمجھوتا نہیں کیا جاتا، جہاں جھکنے والے، نہ بکنے والے راستے کا انتخاب کیا جاتا ہے، آپ نے اپنی اس مختصر سی زندگی میں مصلحت اور سیاست سے بے نیاز ہو کر ایک ہی نعرے پر پہرہ دیا، وہی نعرہ جو دین کی اساس ہے اور رہے گا، **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** ہم اُمت محمدی ﷺ ہیں اور عشقِ محمد ﷺ ہمارا دین ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارا دین عشقِ ذاتِ محمد ﷺ سے شروع ہوتا ہے اور اسی ذاتِ ﷺ پر ختم ہو جاتا ہے پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الا اللہ محمد رسول ﷺ

سلام اے ختم نبوت ﷺ کے پہردار!!!

سلام اے ناموسِ نسواں کی عصمت و تکریم کرنے والے جانباز!!!

تم پہ لاکھوں کروڑوں سلام اے امیر المجاہد!!!



امیر المجاہدین کے چہلم کی ایک تقریب

محمد التمش رضوی (ماتریدی ریسرچ سینٹر مالیگاؤں)

بروز جمعہ 8 جنوری بعد نمازِ عشاء مسجد خانقاہ قادریہ برکاتیہ نیا اسلامپورہ میں بموقع چہلم امیر المجاہدین محافظِ ناموسِ رسالت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ ایک پروگرام بنام تحفظ ناموس رسالت ﷺ منعقد کیا گیا۔ مفتی عرفان رضا مصباحی خطیب و امام مسجد ہٰذا کی قرأت سے اس پروگرام کی ابتدا ہوئی۔

ابتدا میں مفتی عرفان رضا مصباحی نے قبلہ امیر المجاہدین کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے ناموس رسالت ﷺ کی پہریداری کرتے ہوئے اپنی جان کی بھی پروا نہیں کی مفتی صاحب نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں اس طرح رچا بسا دیتا ھے کہ انکے جنازے بھی تاریخ میں گواہ بن جاتے ہیں کہ یہ اللہ کے مقبول بندے ہیں بعدہٗ مفتی نعیم رضا مصباحی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

آج ہم علامہ خادم حسین علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں وجہ کیا ھے؟ کہ انہوں نے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے دیئے ہوئے پیغام تحفظ ناموس رسالت ﷺ پر عمل کیا اور ساری زندگی اسی پر عمل کرتے رہے اور عوام کو اسی کا درس دیتے رہے۔

اسکے بعد مفتی عارف جامعی اشرفی صاحب نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ:

جب علامہ خادم صاحب علیہ الرحمہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا علم بلند کر کے میدان میں نکلتے ہیں تو ساری دنیا کے موجودہ مسلمان انکے مقتدی نظر آتے ہیں اور حکومتیں بھی ان سے لرزاں نظر آتی ہیں۔

علامہ مولانا احمد رضا ازہری صاحب نے اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے شعر

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

کے ضمن میں فرمایا کہ:

علامہ خادم صاحب رضوی آج اس دنیا سے تو بظاہر رخصت ہو گئے مگر عوام اہلسنت کے دلوں میں وہ آج بھی زندہ ہیں مزید آپ نے فرمایا کہ اللہ کریم نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے صلے میں انہیں وہ مقام عطا فرمایا کہ شہادت حکمی کے مقام سے سرفراز فرما دیا۔ وصال سے قبل فیض آباد دھرنے میں آپکو 106 ڈگری بخار تھا سخت بارش اور سردی میں وہ مرد مجاہد میدان میں ثابت قدم رہا اور اسی مرض میں آپکا وصال ہوا۔

اخیر میں پروگرام کے مقرر خصوصی علامہ مفتی نور الحسن صاحب مصباحی نے اپنے جامع اور پر اثر خطاب میں ارشاد فرمایا کہ:

جنگ یمامہ کے وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ ہوا ہے اب یہاں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھا نہیں جائے گا بلکہ اب تلوار لیکر میدان کارزار میں لبیک یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگاتے ہوئے گستاخوں کو سبق سکھایا جائے گا اور یہی درس ہمیں بظاہر معذور مگر عزیمت کے کوہِ گراں علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے دیا مزید فرماتے ہیں کہ مجھے اکثر علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی وہ بات یاد آتی ھے کہ لوگ امن کی بات کرتے ہیں کس امن کی بات! ہمیں اس امن کی کوئی ضرورت نہیں جس میں سرکار ﷺ کی عزت کی بات نہ ہو نعت و منقبت اور صلاۃ و سلام کا نذرانہ اپنی خوبصورت آواز میں شکیل عطاری صاحب نے پیش کیا۔ قل شریف اور شجرہ خوانی مفتی نعیم رضا مصباحی صاحب نے کی اور مولانا احمد رضا ازہری صاحب کی دعا پر پروگرام کا اختتام ھوا۔ نظامت کے فرائض قاری سراج احمد قادری صاحب نے انجام دیا۔ جبکہ اہم شرکاء میں ڈاکٹر رئیس احمد رضوی صاحب (صدر رضا اکیڈمی مالیگاؤں)، عرفان انجینئر صاحب، حافظ احسان رضا صاحب، حافظ عبداللہ برکاتی، حافظ دانش رضا، حاجی اعجاز رضوی، محمد نعیم رضوی اور کثیر تعداد میں عوام اہلسنت شامل رہے۔ جبکہ محفل کو سجانے میں محمد شاہد نوری، محمد رمضان رضا ماتریدی، محمد التمش رضوی، شارخ رضوی، محمد صادق اشرفی، محمد وسیم رضوی وغیرہ پیش پیش رہے۔



باباجی کی یاد میں

بنت غلام حسین (گوجرانوالہ)

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

کسی بزرگ سے پوچھا گیا تھا یہ بابا لوگ کہاں سے آتے ہیں؟ تب سے ایک تجسس سا تھا۔ یہ بابا لوگ کیا ہیں؟ کیسے ہوتے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟۔کتب میں بھی ان کو پڑھ چکنے کے بعد ابھی تک جواب نہیں تھا ملا۔

تین چار سال پہلے سوشل میڈیا پر جہاں بہت سارے بابا لوگ ملے۔ وہاں پر ایک باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات ہو گئی۔ایک ہی ملاقات میں روح تڑپ اور قلب گرم ہوگیا۔پھر روز باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات پر ملاقات ہوتی رہی۔ وہ وہیل چیئر پر تھا پر ہمارے دل جو روح کی تڑپ سے معذور ہو چکے تھے اور ٹھنڈے پڑ چکے تھے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا دعا کی طرح ہمیں جگا گیا۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہرہ عاشق صادق کی طرح دے کر گیا ہے۔ان کے عشق کا صدق آج ہر آنکھ میں نمی اور دل میں جوش بھرتا ہے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ، امام اہل سنت کشتۂ عشق ومحبت مولانا احمد رضا خان، شاعر مشرق، حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال کا پکا سچا عاشق تھا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ امت کے لیے اقبال کی دعا تھا۔ وہ عاشق صادق تھا۔

بقول اقبال ع

عشق را ناممکن ماممکن است

اپنے عشق سے ناممکن کو ممکن کر گیا۔ وہ بے باک تھا۔ وہ ہر وقت دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے ایک ہی نعرہ لگاتا۔

تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں سرشار تھا۔ وہ اب نہیں ملے گا کہیں سے بھی۔ پر اس کا مشن ہر جگہ موضوع بحث ہے۔ بچہ بچہ اس کے مشن پر **لبیک** کہہ رہا ہے۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ میرا جواب مجھے تفصیل سے دے گیا ہے۔ وہ کہاں سے آیا؟ کیسا تھا؟ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیا۔ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے رنگ کا تھا۔ بقول اقبال

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

جس طرح وہ دلوں کو حدتِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گرما کر اور روح کو تڑپا کر اپنا پہرہ دے کر گئے ہیں۔ یہ حدتِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تڑپ اپنی نسلوں میں منتقل کر سکیں۔ اللہ کرے ہم ''رات گئی بات گئی'' کی طرح بھولیں نہیں۔ آمین۔



بھاگ بھری حکومت

عبداللہ طارق سہیل

مولانا خادم رضوی کی سیاسی منظر نامے پر اٹھان' ان کا فیض آباد والا دھرنا، اچانک وفات اور بے مثال جنازہ' ہر معاملے نے لوگوں کو حیران کیا۔ وہ ممتاز قادری کو پھانسی کے خلاف اول اول سامنے آئے اور قادری مرحوم کے جنازے کی قیادت کی۔ یہ بہت بڑا جنازہ تھا۔ ممتاز قادری کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل پر سپریم کورٹ کے حکم پر پھانسی چڑھایا گیا تھا۔ نواز حکومت کے خلاف آپریشن اقامہ کو تیز تر کرنے کے لئے قادیانی والے حلف نامے کا مسئلہ اٹھا تو خادم رضوی نے تحریک چلائی۔ اس دوران بعض افراد مارے گئے اور ایک وزیر کو گولی ماری گئی۔ ملک بھر میں ہنگامہ برپا تھا اس بار ان کی تحریک کو میڈیا نے مسلسل کوریج دی۔

پچھلے ہفتے فرانس میں توہین رسالت کے خلاف مولانا نے ایک اور دھرنے کا اعلان کیا تو میڈیا نے اس کا مکمل بلیک آؤٹ کیا۔ ایک سطر بھی اس دھرنے کی خبر کی اخبار میں چھپنے دی گئی، نہ ٹی وی پر چلنے دی گئی اس کے باوجود بہت بڑا ہجوم اسلام آباد پہنچا اور دھرنا دے کر بیٹھ گیا۔ مذاکرات ہوئے اور دھرنا ختم ہو گیا لیکن سمجھوتے میں حکومت نے کمال چالاکی سے ہاتھ کر دیا۔ دھرنے کا مطالبہ تھا کہ فرانسیسی سفیر کو ملک بدر کر دیا جائے، معاہدے میں کہا گیا کہ ایسا پارلیمنٹ کی منظوری سے کیا جائے گا۔ دو تین روز بعد اچانک ان کی وفات کی خبر آ گئی جس پر ہر شخص حیران رہ گیا۔ ہفتے کو مینار پاکستان پر ان کا جنازہ تھا۔ شرکاء کی تعداد لاکھوں میں تھی اور صحافیوں کا اتفاق ہے کہ اس جگہ اتنا بڑا اجتماع اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔

اتنے بڑے جنازے نے بھی ملک بھر کو حیرت میں مبتلا کر دیا اور اس جنازے کی تصاویر غیر ملکی میڈیا نے بھی تبصروں کے ساتھ شائع کیں۔ مولانا کا منظر عام پر آنا اور پھر اس دنیا سے رخصت ہو جانا کل چند برس کی بات ہے وہ اچانک منظر نامے میں داخل ہوئے۔ ہر بار دھرنے سے لوگوں کو حیران کیا اور پھر اچانک ہی الوداع ہو گئے۔ اتنی مختصر مدت میں انہوں نے دسیوں لاکھ افراد کو اپنا عقیدت مند بنایا جو خود ایک ریکارڈ ہے۔ شعلہ مستعجل کی طرح بھڑکے اور بجھ گئے۔ خدا ان کی مغفرت کرے۔ ان کی سیاست جب تک نواز شریف کے خلاف رہی وہ میڈیا اور ریاست کے محبوب رہے' جونہی ان کا رخ موجودہ حکومت کی طرف ہوا' وہ میڈیا کے لیے شجر ممنوعہ قرار پائے۔ ان کی تحریک لبیک افرادی قوت کے اعتبار سے ملک کی بہت بڑی قوت تھی۔ اب ان کی مقناطیسی مرکزیت والی شخصیت نہیں رہی تو دیکھئے اس تحریک کے مستقبل پر کیا گزرتی ہے۔

ریاست کے سیلف میڈ ترجمان اور وفاقی وزیر شیخ رشید کی زبان ان دنوں بھی گھر بار ہے لیکن گھر میں چمک کے بجائے یاس کا کھراز یادہ نمایاں ہے۔ نہ جانے کیوں۔ خیر' فرماتے ہیں کہ ہم اپوزیشن کے جلسوں سے ڈرنے والے نہیں۔ کسی صحافی نے

ان سے ڈرنے یا نہ ڈرنے والا سوال نہیں پوچھا تھا' وہ خود ہی بلا فرمائش ڈر والی بات زبان پر لے آئے۔ اس بے ساختہ بے خوفی کو کیا نام دیا جائے۔ مزید فرمایا' اپوزیشن قوم کو بند گلی میں لے جا رہی ہے۔ خدا جانے قوم سے انہوں نے کیا مراد لی ہے۔ ویسے وفاقی کابینہ کے ارکان کی تعداد اتنی زیادہ ماشاء اللہ ہو گئی ہے کہ لفظ قوم کا اطلاق اس پر آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ان کی پریس کانفرنس کا ''مقطع'' یہ تھا کہ ہم اپوزیشن سے مذاکرات کے لیے تیار ہیں' وہ بھی مذاکرات کی طرف آئے ہفتہ بھر پہلے شیخ صاحب نے اپوزیشن سیاست کو دھمکی دی تھی کہ ''را'' انہیں قتل کر دے گی۔

یہ دھمکی دے کر انہوں نے بہتوں کو حیران کر دیا۔ را کا نشانہ تو محب وطن افراد ہونے چاہئیں' سچے پاکستانی۔ پاکستان کے غداروں کو مارنے کی اسے کیا سوجھی۔ چلو' اچھا ہے غدار مرنے ہی چاہئیں' بھلے سے را بھی کیوں نہ مارے۔ شیخ صاحب متاثر کن شخصیت ہیں اور ان سے بھی متاثر کن ان کا ہزار کینال کا فارم ہاؤس ہے۔ اس کی ہر چیز متاثر کن ہے۔ کیا وسیع و عریض جنگلات اور کیا باغات۔ مربع کلومیٹر کی جھیلیں' کاٹیج' فینٹاسی ورلڈ میں لے جانے والے جھونپڑے' سبزے کی مہار۔

سچ ہے اللہ محب وطنوں کو چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے۔ سراسر خدا کی دین ہے۔ سنئے ذرا حکومت کیا فرما رہی ہے۔ یہ کہ پاکستان کی معیشت علاقے بھر میں سے سب سے اوپر ہے جس کا سہرا حکومتی معاشی ٹیم کے سر جاتا ہے۔ ایسے میں کسی کو ہزار بار کا سنا ہوا لطیفہ ایک ہزار ایک ویں بار یاد آ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں جس میں صفر پانے والے بچے نے ماں کو بتایا' ماں ماں میں سکول میں فرسٹ آیا ہوں۔ ماں بے چاری سادہ لوح اتنا پوچھنے کی سمجھ بوجھ کہاں سے لاتی کہ بیٹا کس طرف سے۔ بہر حال فرسٹ تو آیا چاہے کسی بھی طرف سے آیا۔ لطیفہ تو پرانا ہے البتہ ایک اشتہار کچھ عرصہ پہلے تک چلتا رہا ہے اور اپنے تخلیقی مواد کی وجہ سے ناظرین میں ''انٹرنیٹ آئٹم'' کے طور پر خوب مقبول ہوا۔

مالک نے ملازم سے کہا نرم سا گدا بازار سے لے آؤ۔ ملازم ایک گدھا لے آیا۔ مالک نے سر پیٹ لیا اور اسے ڈانٹا کہ تم سے نرم ملائم گدا لانے کو کہا تھا۔ ملازم شرمندہ تو ہوا لیکن پھر گدھے پر ہاتھ پھیر کر کہا نرم و ملام تو ہے۔ معیشت بھی سب سے اوپر ہے۔ بھلے سے کسی حوالے سے ہو اور صفر سے اوپر تو کچھ ہوتا ہی نہیں۔ وزیر اعظم نے چند دن پہلے فرمایا' اس مالی سال کے پہلے چار مہینوں میں پاکستان نے کوئی قرضہ نہیں لیا۔ مبارک سلامت کی تمہید کیسا تھ بعض وزیروں نے بھی یہ بات اگلے روز دہرائی اور اگلے سے اگلے روز اخبارات میں سٹیٹ بینک کے حوالے سے یہ خبر چھپی کہ رواں مالی سال کے پہلے چار مہینے کے دوران پاکستان نے سوا تین ارب ڈالر کے غیر ملکی قرضے لیے۔

خیر سے کپاس کی فصل بھی بھاگ بھری حکومت کی نذر ہو رہی ہے۔ اس سال ملک کو 15 ملین گانٹھوں کی کمی کا سامنا ہو گیا ہے۔ یعنی لگ بھگ 15 ارب ڈالر کا گھاٹا۔ اطلاعات ہیں کہ حکومتی پیاروں نے ناقص بیج دیئے۔ اگلے سال اور بھی بڑی تباہی کا خطرہ ہے۔ بھاگ بھری حکومت نے جب کہا تھا کہ قومیں کپاس اور ٹیکسٹائل بیچنے سے ترقی نہیں کرتیں تو دراصل وہ اسی بات کی خبرداری دے رہی تھی۔ بھاگ بھری حکومت کے بھاگ لگے رہن!

تاریخ مادہ سن وصال

شیخ الحدیث حضرت امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ

سربراہ تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ پاکستان

۱۴۲۲ھجری	۲۰۲۰ء
امیر المجاھدین علامہ مولانا خادم حسین رضوی	محب یزدانی علیہ الرحمہ والرضوان
یا الہ ادخلہ فی الخلد	باعمل محافظ ناموس رسالت
امیر المجاھدین الرضوی	کنز علم پاس بانِ عقیدہ ختم نبوت
اہل اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	والا مناقب خادم حسین رضوی
محمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	سعادت مآب امیر المجاھدین الرضوی
کوہِ علوم پہرہ دار ناموس رسالت	محب علم، یادگار انقلابی شخصیت
طلب گارِ محمد، مسافر بہشت	قلندر، صاحب عزیمت و استقامت
جان نثار، اپنی مثال آپ	عالی لقب عالم، صاحب عزیمت و استقامت
وصاف، پہرہ دار ناموس رسالت	عبد الہ محمدی، سنی، حنفی، نقشبندی و رضوی
آں دم ساز، تاریخ ساز	آں خادم مسلک حق اہل سنت و جماعت
سالار، عز تحریک لبیک یارسول اللہ	آں عاشق حق، ترجمان مسلک اہل سنت
عالی ہمم، مرد استقامت	کمال عاشق رسول، علامہ رضوی
باوج استقامت، مرد انقلاب	بادبدبہ، عاشق غوث پاک
ادب یاب صاحب استقامت رحمہ اللہ	جادہ اُو، عاشق غوث پاک
مشعل استقامت	بیدار دل۔ حبیب بارگہ اعلیٰ حضرت
نور ولایت آبروئے سنیت	زیب ایوان حبیب سبحان مرد قلندر علامہ رضوی
اوجِ شخصیت، حب حبیب	
باادب سپہ سالار تحریک لبیک یارسول اللہ	
خدا کے واسطے خالص	

	داعی حق،بے باک ترجمان سنیت	
	معانی طراز،شارع اقبالیات	
	گفتار اُو،شارح کلام اقبال	
	آں شاہِ علم،مخلص محب دین ووطن	
	بآبرو رفت۔انا للہ وانا الیہ راجعون	

حروف کے اعداد شمار کرنے یا لفظوں کے انتخاب میں کوئی کوتاہی ہوئی ہوتو طالب عفو ہوں۔

کاوش! کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ



حُسنِ اتفاق نہیں اتفاق حُسن خادم حسین

محمد ثوبان رضوی

اتفاقِ حُسن کہیے

گذشتہ کئی دہائیاں جس فقیر بے نوا کی راہ دیکھ رہی تھیں ۔احیاء دین کے لئے صدی جس کو پکار رہی تھی ۔قیادت کا فقدان جب کسی صاحب عزیمت کے لیے ترس رہا تھا۔ظالم و بربریت کا جواب امن امن کے بھاشن دے کر جب امت کو بزدل بنادیا گیا تھا۔غیرت و حمیت سے خالی حلقے جب تصوف کی خود ساختہ بزدلانہ تشریح پیش کر رہے تھے ۔وقت کے فراعنہ کو جب فاروقی للکار اور حسینی کردار دکھانا فرض ہو چکا تھا۔اقبالیات جب محض ایک تعلیمی کورس کی رسید کا نام ہو کر رہ گیا تھا۔کروڑوں احساسات و جذبات جب کسی غیور ترجمانی کے متلاشی تھے ۔

عشق صادق جب اس دور میں لفظوں میں ڈھلنے کے لیے بے تاب تھا۔شباب ملت اسلامیہ کے احساسات جب برق آسمانی بن کر اعداء دین کے ایوانوں میں دراڑیں ڈالنا چاہتے تھے ۔صوفی ازم کے پردے میں جب جہاد کو دہشت گردی ثابت کیا جارہا تھا۔ بظاہر جبہ و دستار میں ملبوس بہروپیے جب ناموس رسالت کے بجائے فنافی الشیخ کی تشریح میں شخصیت پرستی سکھا رہے تھے ۔سیکولرز اور لبرلز دینی طبقے کی سرکوبی کے جب حتمی منصوبے تشکیل دے رہے تھے ۔ناموس رسالت کے بکھرے محافظ جب شاتمان رسول کو ''کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ'' کردینے والی گرج کے منتظر تھے ۔

بے ضمیر و باطن فروش ذمہ داران جب کفر و الحاد کی چاپلوسی کے لیے انتہائی حد تک گر چکے تھے ۔جلیل القدر آباؤ اجداد کی پرخلوص ریاضتوں کے ثمن قلیل میں سودے کر کے جب ناخلف سپوت عمر بھر دین کا کھا کر دین سے غداری کر رہے تھے ۔اہل حق جب افراد کی قلت سے احساس محرومی کا شکار تھے ۔سرکاری مشائخ جب سرکاری اجلاسوں ،میٹنگز میں حکومتی ساخت کے دین کے نفاذ کے لیے قرار دادیں پیش کر کے سرکاری نمک خواری کا حق ادا کر رہے تھے ۔قحت الرجال کے اس دور میں جب رجال غیب کی مضبوط و دلیر ترجمانی جب کسی عبقری سالک کی منتظر تھی ۔

مایوسیوں کی گھٹا ٹوپ ظلمتوں میں جب عوام و خواص کسی نوید صبح کے اشد متمنی تھے ۔قادیانیت کے چیتھڑے اڑانے کے لئے ختم نبوت کے مجاہد جب کسی امیر المجاہدین کے لیے دعائیں کر رہے تھے تو ایسے میں کرم ہوا اجابت ملی تائید و نصرت پروردگار نے شب مایوسی میں نوید صبح سے نوازا ،تو اجڑا چمن رشک بہار بنا۔

خوابوں کی تعبیر کا ملنا تعبیروں کی تدبیر کا ملنا حُسنِ اتفاق نہیں بلکہ اتفاقِ حُسن تھا جو موسوم بہ خادم حسین ہوا۔

آہ صد آہ! جس کا ورود اتنی بہاروں کی جلوہ گاہ بنا ہو اس کی رحلت نے کتنے ارمانوں کا خون کیا ہوگا۔یہ کوئی وفا شعار و

قدر شناس ہی محسوس کر سکتا ہے۔"إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ "یقیناً جو اللہ جل شانہٗ نے لے لیا وہ اسی کا ہے اور جو دیا وہ اسی کا ہے اور اس کے ہاں ہر شخص کا مقرر وقت ہے لہٰذا چاہیے کہ صبر کرو اور امید ثواب رکھو۔

اسم بامسمی

ہشت پہلو ہیرے کو جس زاویے سے بھی دیکھا جائے ایک نئے انداز کی روشنی بکھیرتا ہے۔ یوں ہی جلوہ صدرنگ ہر نئی گام سے حسن ترتیب کا منفرد شاہکار لگتا ہے۔ بلا مبالغہ حضرت شیخ الحدیث آبروئے ملت، مردِ عزیمت، فنافی الرسول، یکتائے زمانہ، محافظ عقیدہ ختم نبوت، امام الصرف، استاذ العلماء، شاہین اقبال و رضا، امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی نوراللہ مرقدہٗ کی کرشماتی شخصیت جن عبقری کمالات کی حامل تھی وہ منصف و محتاط قلمکار کی نظر میں جلوہ صدرنگ و ہشت پہلو ہیرے سے کہیں بڑھ کر تھی۔

۳ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۲ جون ۱۹۶۶ کو قدرت نے ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب کے گاؤں نکہ کی اعوان برادری کے فردِ سعید لال حسین کو خادم حسین عطا فرمایا۔ علویوں کا یہ گھرانہ دینی رجحان کا حامل غیور و نڈر، شریف خصائل و روایات میں معروف تھا۔ یقیناً یہ اس گھرانے کی دینی رغبت و غیرت کا ثمرہ تھا جس سے یہ زمانہ فیض یاب ہوا۔ چشم فلک بھی شاہد ہے اور ہر اپنا بیگانہ بھی معترف ہے کہ خادم حسین صرف نام کا نہیں بلکہ کام کا بھی تھا، بلا مبالغہ اسم بامسمیٰ تھا۔

اجمالی وطائرانہ تعارف

حضرت قبلہ امیر المجاہدین کی پوری زندگی تعلیم و تربیت سے لیکر تحریکی و تنظیمی سرگرمیوں تک قصہ مختصر ہوش سنبھالنے سے لحد میں اترنے تک وہ قابل قدر کرشماتی کارہائے گراں انجام دیے جس کی تفصیل مرتب کی جائے تو دسیوں ضخیم جلدیں بن جائیں اور اجمال زیب قرطاس کریں تو صرف سرخیوں سے ہی کتاب بن جائے۔

قبلہ امیر المجاہدین کے طائرانہ تعارف پر بات کی جائے تو اخلاص، فنائیت، حمیتِ دینی، استقامت، محنت شاقہ، وجاہت علمیت، بحیثیت اصلاحی مبلغ، سیاسی کارگزاری، اسلاف سے تعلق، قوت للکار، بے تکلف انداز خطابت، تصنع سے بیزاری، داخلی فتنوں کا تعاقب، معاشرتی قباحتوں کا ردبلیغ۔ دین بے زار حکمرانوں کی سرزنش، بدعات کی سرکوبی، یہ وہ چند سرسری عنوانات ہیں جن کو طائرانہ تعارف میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

المختصر وہ ایک ادارہ تھے جس کے کثیر التعداد شعبے ہوں اور ہر شعبے میں ہزاروں افراد مامور ہوں جن کی مجموعی کارکردگی ادارہ کی مرہون منت ہوتی ہے۔

اخلاص وفنائیت

بلاشبہ آپ کثیر الکمال تھے اور آپ کی جملہ کامیابیوں کا راز آپ کا اخلاص تھا، جس پر فنائیت نے چار چاند لگا دیے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اس مقدس وعظیم مشن کو نہ صرف اپنے رگ وخون میں سرائیت فرمایا بلکہ اپنے متبعین کو بھی ہر تقریر

میں بطور مغز تقریر ہی سمجھایا کہ رسول اکرم شفیع معظم ﷺ کی ناموس کے دفاع کی خاطر اور دین کی سربلندی کیلئے جان لگا دو۔اخلاص کے ساتھ آپ فنائیت و استغراق میں بے دھڑک اور اگر مگر کے واہی فلسفے سے سخت نالاں تھے۔مخلص فی الدین اور فنافی الرسول ہونا یہ ان کا طرہ امتیاز تھا،جس نے ان کو دنیا کے ہر خوف سے بے خوف بنا کر جری اور بے باک کر دیا تھا۔

استقامت ومحنت شاقہ

پست ہمتی سب سے بڑی وجہ نامرادی ہے اور آہنی دیوار بن کر تا حصول مقصد ڈٹ جانا ہر احساس ناکامی کی جڑ کاٹ کے رکھ دیتا ہے،جس کی بین امثلہ حضرت قبلہ امیر المجاہدین نے عملی طور پر پیش فرمائیں۔یہی وجہ تھی کہ آپ کے حاسدین بھی اس بات کے معترف تھے کہ استقامت دیکھنی ہے تو اس دور میں مجسم صورت میں امیر المجاھدین کی شخصیت ہے۔

عام طور پر محدود اذہان ایک دو کامیابیوں کے بعد محنت کو ترک کر دیتے ہیں اور خوش فہمی میں بقیہ اوقات کا ضیاع کرتے ہیں حالانکہ مقاصد حیات میں کامیابیوں کے پے در پے زینے مطمع نظر ہونے چاہئیں اور محنت میں سست روی سے اعراض کرتے ہوئے تندی لانی چاہیے۔

باوجود یہ کہ اسلام دین حق ہے،نازل بھی سچے رب نے فرمایا۔اس کی منزل بھی سچے رب کا سچا رسول ہے،اور ''لِیُظۡهِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ''کاوعدہ بھی فرمایا لیکن رسول اللہ علیہ التحیۃ والثناء نے اسکی ترویج واشاعت کے مراحل میں ہر کٹھن گھاٹی کو استقامت و جہد مسلسل سے عبور فرمایا،خود باری تعالیٰ جل جلالہ نے بھی امر استقامت فرمایا ''فَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ'' بلکہ صاحبان استقامت کو اعزاز واکرام سے نوازنے کا وعدہ فرما کر ان کی شان بھی واضح فرمائی۔حضرت قبلہ امیر المجاہدین پر خاص فضل استقامت اور محنت شاقہ کی بدولت تھا۔

دور طالب علمی سے لیکر لحد میں اترنے تک آپ نے جو محنت واستقامت اپنائی قریب قریب اس کی مثال نہیں ملتی۔ جبر وتشدد پر استقامت ایک ضخیم کتاب ہے جس کا قرطاس اول سن شعور اور تتمہ یوم رحلت ہے۔مابین ابواب میں جہد مسلسل کی ایک طویل داستان ہے۔

کبھی حصول علم پر محنت،تدریس وخطابات پر زبردست محنت،فیض آباد ہو کہ پنجاب اسمبلی ہزاروں شیلز کی برسات ہو یا برستی گولیوں کی بوچھاڑ،پولیس کا تشدد ہو یا ایجنسیوں کی دھمکیاں،احتجاج کا راستہ ہو یا دھرنے کا ماحول،لانگ مارچ کی صعوبتیں ہوں یا تبلیغی اسفار کا تسلسل،ہر صعوبت ومشقت کو آپ نے استقامت سے ہرایا۔کبھی کوئی مسئلہ یا معذوری آپ کے پائے استقامت کو نہ ڈگمگا سکی اور نہ کبھی آپ نے مرعوب ہو کر یا تھک کر،اُکتا کر ہار مانی بلکہ استقامتوں،محنتوں،مشقتوں کی داستانیں ہیں جن کا عنوان قبلہ امیر المجاہدین نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی قدر رہے۔

بلکہ ایک بار صاجزادہ صاحب کو فرمایا کہ تیرے باپ نے جس مشقت سے علم حاصل کیا اگر وہ مشکلات لکھوں تو ہزار صفحہ کی کتاب بن جائے۔

آپ کسی معروف گھرانے کے فرد نہ تھے،نہ ہی کسی علمی یا معروف شیخ وعالم کے صاجزادے تھے۔لیکن آپ نے اپنی

محنت سے وہ نام پیدا کیا کہ بڑے بڑے پیران عظام،علمائے کرام آپکی قیادت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے آپ کی بھر پور تائید فرمائی۔جہاں پر آپ کے حامیوں کی کثرت تھی اور چاہنے والوں کی تعداد سب سے بڑھ کر تھی وہیں کچھ حاسدین بھی تھے، کیونکہ آپ نے بہت سوں کے چلتے کاروبار بند کر دیے، بڑے بڑے جنرل سٹور ویران کر دیے،اور لوگ شخصیت پرستی کو لات مار کر باشعور مخلص فی الدین ہوتے گئے۔نتیجتاً حسد ظاہر ہونے لگا۔محنت میں عظمت ہے،جو گمنام تھا وہ نامی گرامی ہوگیا اور جو پہلے سے نامی گرامی تھے وہ خواب غفلت کی وجہ سے گمنام سے ہوتے نظر آئے۔محسود ہونا بھی حامل نصیحت ہونے کی دلیل ہے۔حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے مرشد گرامی حضرت شیخ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

میرے مہرن شالا محسود تر تھیویں

مطلب یہ تھا کہ اتنے صاحب کمال ہو جاؤ کہ لوگ حسد کرنے لگیں۔ظاہر ہے حسد نام ہے زوال نعمت کی تمنا کا تو اتنی نعمتیں عطا کیے جاؤ کہ حاسدین کھل کر ظاہر ہو جائیں۔یہ دراصل ایک زبردست قسم کی دعا تھی۔بلاشبہ آپ عصر حاضر میں عبقری کمالات اور کرشماتی شخصیت ہونے کی وجہ سے محسود تر بھی ہوئے لیکن آپ نے کسی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے نظر منزل پر رکھی اور چوٹیاں سر کرتے گئے۔

صورت وسیرت کی طائرانہ جھلک

جاذب نظر،خوبرو گندمی رنگت جس میں سفیدی غالب تھی،میانہ قامت،چہرے کو بھرتی ریش دلنواز معتدل،سفید چہرے پہ جچتی کوہانی ناک،کندھوں پہ سادہ چادر رکھنے کا باوقار و رعب دار انداز،چمکتے ہاتھ جو دورانِ خطاب لہراتے اور لبیک کی صداؤں کے ساتھ بلند ہوتے تو سنجیدہ انگوٹھی ان کا حسن بڑھا دیتی۔معتدل لب و رخسار،کشادہ پیشانی،تدبر آشنا قلب و نظر،حسب موقع جلال و جمال،جھلکتی دودھیا آنکھیں، گھنے سیاہ ابرو،سادہ پر وقار سفید لباس،روشن کلائیوں پر پٹے والی گھڑی،بارعب وحسین عمامہ جو مکمل کفن کے سائز کو محیط تھا،سفید لباس پر واسکٹ اور اس پر نعلین شریف والا لبیک یارسول اللہ والا بیج آویزاں ہوتا،عمامہ مبارک دراصل ختم نبوت وناموس رسالت کے تحفظ کے راستے کا پیرہن تھا اسی لیے کفن برابر تھا۔معذوری تو حسن ماند کیا کرتی ہے لیکن آپ کی معذوری نے آپ کا حسن وکشش مزید بڑھا دی تھی،یہی وجہ تھی کہ مضبوط اعصاب والے بھی آپ سے بات کرتے ہوئے کپکپاتے تھے۔پاؤں پر چلتے ہوئے آپ اتنے بارعب نہ تھے جتنے معذور ہو کر ہو گئے تھے۔مجلس یاراں میں خوش طبع وکشادہ رو سنجیدہ مزاج سے حلقۂ یاراں میں تبسم بانٹتے۔احباب کے لئے نرم گفتار،اعداء دین کے لیے برق بار و تیز دھار،المختصر

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

بحیثیت اصلاحی مبلغ

اصلاحی امور میں بھی جو الفاظ انداز و تناظر آپ پیش فرماتے وہ عام فہم سامعین کے دل پر بھی فوراً اثر کرتا۔یہی وجہ تھی کہ ایک بچے سے لے کر بوڑھے تک، طالب علم سے لیکر شیخ الحدیث تک،مبدی تا منتہی آپ کے طرز استدلال کے گرویدہ

تھے۔تبلیغ دین میں یوں تو آپ نے اصلاحی امور کے بے شمار پہلوؤں پر دلنشین کلام فرمایا جن میں ذیلی فتنوں کے تعاقب سے لے کر رسم و رواج کی قباحتوں کا قلع قمع فرمایا۔مروجہ خانقاہی نظام کے بگاڑ اور اس کے نقصانات وجوہات اور بچاؤ کی تدابیر، ملکی سطح پر بدعنوان عناصر کی سرکوبی، مہنگائی، بیروزگاری، ملاوٹ کے اسباب اور اسکے نقصانات وجوہات اور بچاؤ کی تدبیر، مفاداتی بزدلانہ، خطابت و امامت سے بیزاری، علم دین سے متصادم دنیاوی فتنوں کو ترجیح دینا، گمراہ نظام کی نقاب کشائی، کلیدی عہدوں پر مسلط امت کے سوداگروں کے مکروہ چہروں کی شاخت، دھوکے میں ملوث نجار کی بیخ کنی، اداروں، محکموں کے بدعنوان و خائن ذمہ داروں کا تعاقب، ذرائع ابلاغ کی دین دشمنی پر دجالی میڈیا کے ذریعے ضمیر فروش اینکروں اور صحافیوں کے خبث باطن کی اصلیت، شخصیت پرستی کے تیزی سے پھیلتے ناسور کے نقصانات، تصوف کے نام پر خود ساختہ غیر شرعی امور کار د بلیغ محبت اہل بیت کے نام پر مسلمہ عقائد پر تفصیلی حملوں کے دندان شکن جوابات، صحابہ کرام پر زبان طعن دراز کرتے سبائی دماغوں کو شافی و مسکت جواب، بے راہ روی، بداعمالی میں بہتے شبابِ امت کے لیے عبرت آموز پند و نصائح، دین بیزار حکمرانوں، سیاستدانوں کے واہی افکار و ملفوظات پر للکار، ڈگمگاتی معیشت کی وجوہات اور مضبوط بنانے کی تدابیر ثقافتی بے راہ روی پر لبرلز کو لگام، مادیت کے ماروں کو رغبت دین، محاسبۂ نفس اور فکر آخرت کے لئے ترغیب، المختصر آپ کی ہر ایک تقریر میں اصلاحی پہلوؤں کی بہتات ہوتی لیکن یہ آپ کا خاصہ تھا کہ ہر پہلو کو شانِ رسالت کے ضمن اور محبتِ رسول ﷺ کی تتبع میں لاتے۔ناموس رسالت کو فائق و راجح درجہ پر ثابت فرماتے، یہ سب کمال تھا فنا فی الرسول ہونے کا، کہ ہر سعادت ہر کمال کو کمال سمجھا اور سمجھایا، مگر شانِ رسالت کے بُعد بعد۔یقیناً آپ بحیثیت اصلاحی مبلغ کے بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔

سیاسی کارکردگی

غازی اسلام شہید ناموس رسالت آبروئے ملت اسلامیہ حضرت غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید علیہ الرحمہ جب اسیری میں تھے تو تحریک لبیّک اس وقت غازی صاحب کو رہا کرانے کی تگ و دو میں مسلسل مصروف عمل رہی، لیکن صد افسوس کہ ڈکٹیٹرز نے اپنے سیاسی اعلیٰ کاروں کے ہاتھوں شب خون مارا اور غازی صاحب کو ظلماً شہید کر دیا بعد ازاں تحریک رہائی مجاہدین و غازیان کے حقوق کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں رہی لیکن تحریک رہائی کے بجائے اس کا نام اب تحریک لبیک یارسول اللہ پاکستان رکھ دیا گیا، جس کا سیاسی ونگ تحریک لبیک پاکستان ہے۔

انتہائی کامیاب اور فعال کردار نے ذمہ داران کو خود اعتمادی بخشی تو مشترکہ قائدین کے فیصلے کے مطابق باقاعدہ الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ملک کی پرانی اور نامی گرامی سیاسی جماعتوں سے کامیاب اور بھرپور جلسے کیے لوگوں کا اعتماد بھی مضبوط ہوتا گیا۔بالآخر ۲۰۱۸ کے الیکشن میں باقاعدہ میدان سیاست میں اتری، اور باوجود اندرونی و بیرونی شدید مخالفت و مداخلت کے حیران کن نتائج دیے۔یہ الگ بات ہے کہ خیانت اور ڈاکہ زنی نے ابتداً کامیاب نتائج چھین کر خیانت و ڈاکہ زنی

کی مثال قائم کی۔نتائج کے ابتدائی اعلانات کی تعداد رفتہ رفتہ خفیہ دیمک چاٹتی گئی، جو بالآخر برائے نام رہ گئی۔جو ہوا وہ مرور وقت کے ساتھ خواص تو پہلے ہی جانتے تھے اب عوام الناس پر بھی عیاں ہوگیا۔

ابتداً ضمیر فروش میڈیا اس ساری خیانت کی ناپاک عمارت کا مضبوط ستون ضرور تھا لیکن اتنی بات مکار و دجالی میڈیا جاننے پر بادل ناخواستہ مجبور ہوگیا کہ لگ بھگ پانچ ماہ ہوئے سیاست میں قدم رکھنے والی جماعت جس کو اندرونی و بیرونی سازشوں کا شدید سامنا بھی تھا خارجی این جی اوز کی فنڈنگ کا سہارا بھی نہ تھا، داخلی خلفشار اور اپنے نمایگانوں کے حربے زوروں پر تھے مگر باوجود بدترین آمریت کے بڑی سیاسی جماعتیں بھی تحریک لبیک کے جلسوں، ریلیوں سیاسی شعور اور فکری ہلچل، بیداری پر دنگ تھے کہ کیسے ۲۵، ۳۰ سال پرانی جماعتوں کا سیاسی مستقبل کمزور کردیا۔

حضرت قبلہ کی رحلت کے بعد انہی کے لخت جگر مجاہدین ختم نبوت کے سربراہ حضرت علامہ حافظ سعد حسین رضوی دامت فیوضھم ہیں جن کی قیادت نے تحریک کو مزید تقویت بخشی، الحمد للہ اتنے بڑے صدمے کے بعد بھی جس ہمت اور دلیری سے تحریک کو مزید فعال کیا وہ بھی دنیا کے سامنے ہے کہ موجودہ ضمنی انتخابات میں بھی شاندار کامیابی آپ کی بہترین قیادت کا نتیجہ ہے۔اللہ کریم صاحبزادہ صاحب کو اپنے عظیم والد گرامی کے عظیم مشن پر کاربند رکھے۔

تحریک لبیک کی کامیاب سیاست اور شاندار نتائج پر بی بی سی کی یہ رپورٹ الفضل ما شھدت بہ الاعداء کے طور پر کافی ہے کہ لاہور کے ضمنی انتخابات میں تحریک لبیک کی کامیابی نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

علمیت

حضرت قبلہ امیر المجاہدین نے جس محنت، خلوص اور باریک بینی سے علم حاصل کیا وہ آپ کی علمیت سے عیاں ہوتا ہے۔آپ حافظ قرآن کریم اس شان کے تھے کہ دو رکعتوں میں مکمل قرآن کریم پڑھنے کی صلاحیت عظیمہ رکھتے تھے۔بلا کا حافظہ تھا۔طویل احادیث اس روانی سے پڑھتے کہ بڑے بڑے علماء وشیوخ الحدیث بھی آپ پر رشک کرتے۔کئی کئی صفحات پر محیط عبارات ایسے پڑھتے جیسے کہنہ مشق حفاظ گردان کرتے وقت منزل سناتے ہیں۔علم الصرف میں ایسی مہارت تھی کی اپنے دور کے امام الصرف کہلائے۔دوران خطاب جس کسی صیغے کی صرفی حیثیت پر کلام فرماتے اور مشکل گردانیں جس روانی سے پڑھتے تو صرف کے علماء وطلباء عش عش کر اٹھتے۔اسی طرح علم نحو میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی بلکہ طویل عبارات میں بھی اعراب و بنا کی وضاحت فرماتے اور حسبِ اعراب معنی کی وضاحت فرماتے۔تو اہل ذوق کا دل باغ باغ ہوجاتا۔

تاریخ اسلام کا جو مطالعہ آپ کا تھا اللہ اکبر اتنی جامعیت کے ساتھ کہ خواص میں بھی بہت محدود شخصیات کو حاصل ہوتا ہے۔غزوات وسرایا کی تعداد، فرق مابین غزوہ والسریہ، وجوہات، اسباب، جانبین کے لشکروں کی درست تعداد، جانبین کے سپہ سالاروں کے نام، کس غزوہ اور سریہ میں کتنے اور کون سے صحابہ کرام شہید ہوئے، مدمقابل کے کتنے کفار واصل نار ہوئے۔دورانِ

جنگ صحابہ کرام کو کتنے زخم لگے۔ بوقت شہادت صحابہ کرام کے الفاظ کیا تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق کیا فرمایا؟ تاریخی خیانتوں کا علم، مقام خیانت پر منصف مزاجی کیا ہے؟ مجاہدین اسلام کے خطبات، خطوط، تلواروں اور گھوڑوں کی تعداد، ان کے نام، سلاطین اسلام کی حمیت دینی کے احوال، ان کا عشق رسول، انکے تاریخی کارنامے، بوقت فتح ان کے خطبات، مجاہدین اسلام کی شجاعت کے واقعات، کفار سلاطین کو لکھے گئے خطوط، صحابہ کرام کی قربانیوں کی داستانیں، صحابہ کرام پر ڈھائے گئے مظالم کے احوال، صحابہ کرام کی آپس میں رشتہ داریاں، انکی امانت و دیانت کے شواہد، انکے تقوی وفنائیت کا معیار، اولیاء اُمت کے احوال، خدمات، کرامات، تعلیمات، مجاہدات، مشاہدات کی روح پرور حقیقت، تاریخ اسلام کے ہر دور ہر موڑ کا جامع جائزہ، خلعت دینی میں پوشیدہ غداران دین وملت کی اصلیت، المختصر یہ آپ کی علمیت و حافظہ کی ایک جھلک تھی۔

پختہ حفاظ قرآن کریم تو بجا لیکن اول تا آخر ترجمۃ القرآن، تفسیر القرآن، آیات کا شانِ نزول، تفسیری فوائد، قرآنی فصاحت و بلاغت پر مہارت، احادیث و روایات کی وجوہاتِ ورود، قرآن کریم کے مکمل صیغے، صرفی گردانیں، تاریخ برصغیر پر دسترس، مسلمان مجاہدین خصوصاً علماء کی جانبازیاں، علماء برصغیر کے احوال، انکی خدمات، انکی قربانیاں، فرنگی و ہندوانہ مظالم، تاریخ اسلام کے یہ سارے گوشے جس جذبے و حقیقت سے آپ نے اُمت کو سنائے قریب تو درکنار ماضی بعید میں بھی اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔

اقبال ورضا سے تعلق

اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ مسلمانان برصغیر میں عشق رسالت پیدا کرنے میں اور شاتم رسول کو بے نقاب کرنے میں جو کردار امام احمد رضا محدث بریلوی کا ہے اس کی کوئی دوسری نظیر نہیں۔ شاتمانِ رسول کے ایوانوں میں آپ کا نام، آپ کی نسبت، آپ کا حوالہ آج تک زلزلہ برپا کر دیتا ہے۔ یونہی مسلمانان عالم میں بیداری، خودی پیدا کرنے اور اپنی عظمت رفتہ بحال کرنے کی جو فکر مفکر اسلام مصور پاکستان علامہ محمد اقبال نے فراہم کی تھی اور فرنگی چالوں، سازشوں، منصوبوں کو بے حجاب کرنے میں جو کردار علامہ اقبال کا ہے وہ اپنی مثال نہیں رکھتا۔ دراصل یہ بنیادی امور ہیں مسلمانان عالم کی ترقی کے لئے جس کی دستیابی عظمتِ رفتہ بحال کرسکتی ہے۔ اصل الاصول امرِ عشقِ رسالت ہے، باقی جملہ فرائض فروع ہیں۔ اور یہ بات امام احمد رضا نے اپنے لفظوں میں سمجھائی ہے:

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

حضرت قبلہ امیر المجاہدین چونکہ بذات خود فنافی الرسول کے منصب پر فائز تھے اور چہار دانگ عالم میں مسلمانوں کی مظلومیت پر بے چین رہتے تھے تو آپ نے عقیدتوں، قلبی تعلق اور نظریاتی تلمذ میں خود کو جن دو شاہینوں کا گرویدہ کیا وہ اقبال ورضا ہیں۔ علامہ اقبال کو آپ قلندر لاہوری کے لقب سے ذکر فرماتے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی نسبت کو اپنے نام کا حصہ بنالیا، اور معروف با خادم حسین رضوی ہوئے۔

عوام الناس جوعلامہ اقبال کے اِکاڈ کا معروف شعر سے ہی آشنا تھے یوں ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی معروف نعت سے ہی آشنائی تھی تو آپ کی زبان فیض ترجمان نے اقبال کا ادق غیر معروف و فارسی کلام بھی زبان زدعام کیا اور اعلیٰ حضرت کا وہ کلام بھی جو ابھی بہت محدود پیمانے پر کسی ایک آدھ نعت خواں نے پڑھا وہ بھی پیرو جوان کو حفظ کرا دیا۔کلام اقبال کا انطباق موجودہ عالمی کفری حربوں پر آپ نے جو فرمایا بقول مفکر اسلام علامہ پروفیسر مفتی منیب الرحمن حفظہ اللہ کہ:

گویا علامہ اقبال نے وہ خاص شعر اسی موقع کے لئے انہی حالات کو دیکھ کر قلمبند کیا ہو جس موقعے و تناظر میں قبلہ امیر المجاہدین نے منطبق فرمایا۔

شیخ الحدیث آبروئے اُمت حضرت علامہ خادم حسین رضوی نوراللہ مرقدہٗ اپنی دینی اور سادہ طرز میں جب تکرار سے یہ پڑھتے تو سماء کے ساتھ قلبی کیفیت بھی بدل جاتی۔

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے

اور کلام رضا سے آپ نے ایک ایک فرد کو زندگی کا مقصد اعلیٰ حضرت کے ان الفاظ سے حفظ کرا دیا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

یقیناً یہ فیض ہے عشقِ رسول ﷺ کا کہ آج بھی اگر یہ کلام پڑھا جا رہا ہو:

''تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے'' یا ''انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام'' تو ذہن فوراً قبلہ امیر المجاہدین کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ ہے ''گل وچ ہو راے'' اور بات شان رسالت کی،الفاظ اقبال و رضا کے اور خیال امیر المجاہدین کا یقیناً گل وچ ہو راے۔

حضرت قبلہ کا ایک خاص حصہ یہ بھی تھا کہ آپ علامہ اقبال اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے کلام کے مابین مطابقت کو بھی بیان فرماتے۔عموماً اعلی حضرت کو جو لوگ کسی دوسرے بغض یا جہالت کی وجہ سے متشدد کہتے ہیں اور علامہ اقبال کو معتدل مزاج سمجھتے ہیں تو ان کی اس ناانصافی پر آپ باقاعدہ علامہ اقبال کے اشعار پڑھ کر پھر کلام رضا پڑھتے یا کلام رضا پڑھ کر پھر علامہ کی شاعری پڑھتے اور بتاتے کہ وہی بات اقبال نے کی جو اعلیٰ حضرت نے کی یا جو اعلیٰ حضرت نے لکھا وہی فکرِ اقبال نے اپنے لفظوں میں بیان فرمائی۔ یہ آپ کا امتیازی وصف تھا،قبل ازیں اور بعد ازیں اس کی نظیر نہیں دیکھی جا سکتی۔

قوتِ للکار

مدمقابل سے معرکہ آرائی کے وقت جو صفت دلیر بناتی ہے وہ قوت للکار ہوتی ہے۔غیرت دینی سے حضرت امیر المجاہدین کی جرأت وللکار ایسی تھی جو اعداء دین کو یک جنبش ابرو کپکپا کے رکھ دیتی تھی۔تقریر و تحریر دراصل ہوتی ہی وہی ہے جس

سے صفِ اعداء میں ہمہ وقت اضطراب پیدا رہے اسی تناظر میں ہم قبلہ امیر المجاہدین کی شخصیت کو پرکھتے تو ثابت شدہ ہے کہ ہالینڈ کے شاتم ملعون کو سب سے زیادہ تکلیف آپ سے تھی کیوں کہ جس لب ولہجہ اور جن الفاظ سے آپ نے اس کو براہ راست للکارا تھا اس کی کوئی دوسری مثال نہیں تھی بلکہ شرق ومغرب کے اعداء دین و شاتمان رسول کو ہمہ وقت آپ آنکھوں میں چبھتے حتیٰ کہ مرزائیت، روافض، خوارج، سرکاری ٹکڑوں کے کاسہ لیس، ہامیان وسہولت کاران اعداء دین وشاتمین کو بھی آپ سے سب سے زیادہ چڑ تھی۔

عالمی دجالی میڈیا اور پاکستانی ضمیر فروش بدباطن میڈیا نے بھی اس قوت للکار کو جب اپنے لئے خطرہ سمجھا تو اپنے کیمروں کو دیدہ دانستہ اندھا کر دیا، اس خوش فہمی میں کہ میڈیا جب ان کا بائیکاٹ کرے گا تو ان کی مقبولیت ماند پڑ جائے گی لیکن خداوند قدوس کا کرنا یوں ہوا کہ اس قوت للکار و جری افکار کے شیدائی لمعہ بہ لمعہ بڑھتے گئے۔ یقیناً اس زمانے میں ایک مضبوط و بےلوث طاقت کے طور پر مجاہدین اسلام کا یہ ہراول دستہ جس کا نام تحریک لبیک پاکستان منتخب ہوا ہے یہ اسی غیور لب و لہجے اور فاروقی للکار کا ثمرہ تھا۔ یہ جرأت اور دلیری رب کریم کی خاص نوازش تھی جو مجسم صورت میں حضرت قبلہ امیر المجاہدین کی صورت میں عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے دفاع کے لئے اور غلبہ دین کے لئے تادم وصال میدان عمل میں رہی۔

ناقابل تلافی خلا، صدمہ جانکاہ

آپ کی رحلت نے جہاں کروڑوں دلوں کو مغموم کیا وہیں ان گنت امنگوں اور ارمانوں کا خون ہوا۔ ظاہر ہے بڑی مشکل سے چمن میں دیدہ ور پیدا ہوا تھا جو نایاب و نادر تھا اس کی فرقت نے ہر اپنے کیا بیگانوں کو بھی تڑپایا رولایا اور یہ حقیقت بیان کرنے پر مجبور کر دیا کہ خادم حسین رضوی نے خود کو اپنے محبوب جانِ کائنات، روحِ ایمان، اساس دین، تاجدار ختم نبوت، جناب سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی محبت میں فنا کر دیا تھا۔ یقیناً یہ اسی فنا کا صلہ تھا کہ آپ کو رب نے بیگانوں سے بھی عزت افزائی عطا فرمائی۔

آہ یہ نومبر کی ۱۹ تاریخ اور سال ۲۰۲۰ کا تھا۔ بدھ کی رات لگ بھگ آٹھ بجے تھے جب یہ خبر جانکاہ برق رفتاری سے میڈیا پر پھیلی کہ علامہ خادم حسین رضوی وفات پا گئے ہیں۔ ان للہ وانا الیہ راجعون۔

بس پھر کیا تھا دھڑکنیں تیز ہوگئیں، کہرام ہی کہرام تھا، ارمانوں کا خون بکھرا پڑا تھا، امیدیں چکنا چور ہو کر رہ گئی تھیں۔ کپکپاتے لبوں، پرنم آنکھوں، جاری سسکیوں سے میں نے بذات خود ایسے لوگوں کو بھی یہ کہتے ہوئے سنا جو بظاہر مذہبی حلیے اور زیادہ دینی رجحان کے حاملین نہ تھے لیکن غم واندوہ میں ان کے یہ الفاظ حقیقی جذبات پر مبنی تھے کہ کاش اے کاش خادم حسین رضوی کی جگہ مجھے موت آجاتی کیونکہ ان کا مشن سب سے عظیم اور مقدس تھا لیکن پیارے رب تعالی کا ہر فیصلہ حقیقتاً پیارا ہی ہوتا ہے۔ اس کو قبول کرنے کے سوا نقصان ہی نقصان ہے۔

صدمہ جانکاہ کا لفظ سنا تھا لیکن کیفیت سے ناآشنا تھا، احساس کیا ہوتا ہے پہلی دفعہ جب میرے والد گرامی حضرت علامہ محفوظ الرحمن رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی کچھ ایام قبل ہی وفات ہوئی تو مجھے اس کا احساس ہوا، زندگی بے نور اور پھیکی ہوگئی، ہر کام پورا ہو

رہا ہے، جلدی بھی ہو رہا ہے لیکن نہ مکمل لگتا ہے۔گنجان آباد اور جانی پہچانی گلیوں سے گزرتے ہوئے لگتا ہے کہ کہیں ویرانے میں اور انجان راستوں پر ہیں اور پتہ نہیں منزل بھی کہاں ہے۔اور پھر حضرت قبلہ امیر المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ کے وصال پر ملال پر یہ صدمہ شدت سے پوری اُمت کو ملا اور ناقابل تلافی خسارہ ہوا اور نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہوا، یہ نقصان نہ صرف کسی ایک وجہ سے بلکہ تاریخی خلا، سیاسی خلا، دینی خلا، تدریسی خلا، مجاہدانہ خلا، تقریری خلا، روحانی خلا، قائدانہ خلا، اتنی وجوہات سے ہم ایک ایسی کرشماتی عبقری شخصیت سے محروم ہوئے جس کا ازالہ شاید اب نہ ہو سکے۔اس موقع پر مجھے میرے جلیل القدر والد گرامی کا یہ جملہ بار بار ذہن میں گونج رہا ہے جو انہوں نے حضرت قبلہ امیر المجاہدین کے متعلق فرمایا تھا۔والد صاحب نے کیونکہ ایک طویل دورانیہ بذاتِ خود تحریکوں اور تنظیموں میں فعال کردار ادا فرمایا تھا، وہ ہر جماعت اور تنظیم سے بخوبی واقف تھے، لیکن گذشتہ عشرے سے وہ انفرادی حیثیت سے کام کر رہے تھے، کہیں اداروں، تنظیموں میں شخصیت پرستی کا ناسور، مفاد پرست یا خود غرض یا غیروں سے زیادہ اپنے سے تنگ نظری جیسے امراض نے اطمینان قلب تلف کر دیا تھا لیکن جب قبلہ امیر المجاہدین کو دیکھا، سنا پرکھا، تو ٹوٹی امید بحال ہوئی اور مطمئن ہو کر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس قحط الرجال کے دور میں اللہ پاک نے ہمیں علامہ خادم حسین رضوی عطا فرمائے۔اگر علامہ خادم حسین رضوی نہ ہوتے تو ہم تباہی کے دہانے پر تھے۔

بلکہ وہ آپ سے محبت فرماتے۔اٹک شہر میں جب آخری مرتبہ کانفرنس میں ریلوے گراؤنڈ تشریف لائے تو والد صاحب ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور فرمانے لگے اللہ اکبر ایسی ہستی کو خلوص سے ملنا بھی جنتی ہونے کی نشانی ہے۔المختصر علامہ خادم حسین رضوی نور اللہ مرقدہ پر احقر کی یہ چند سطور ان کی شخصیت ان کے کارہائے گراں ان کے عبقری و کرشماتی اوصاف پر گویا دال ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت قبلہ کی حیات و خدمات کو بالتفصیل قلمبند کیا جائے تا کہ نسل نو ان کی خدمات سے مستفید ہوتی رہے۔

مصطفی سے وفا جو نبھا کر گیا
ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام

اللہ کریم حضرت کی تحریک کو مزید ترقیوں سے ہمکنار فرما کر آپ کا فیضان عشق رسول جاری و ساری فرمائے۔

محقق و مدقق، ادیب شہیر، ترجمان فکر رضا حضرت علامہ سید صابر حسین شاہ صاحب زیدہ شرفہ کے حکم پر یہ سطور زیب قرطاس کیں۔اتنی عظیم شخصیت پر مجھ طفل مکتب کا کچھ لکھنا شاہ صاحب کا مرہون منت ہے، میں خود کو اس قابل نہ سمجھتا تھا، یہ شاہ صاحب کی مہربانی ہے کہ مجھے یہ موقع عطا فرمایا، اللہ کریم شاہ صاحب کے جملہ مساعی کو قبول فرما کے دنیا و آخرت کی خیرات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



دِگر دانائے راز آید کہ ناید

اوریا مقبول جان

لوگوں کے دلوں کو آتشِ عشقِ رسول ﷺ کی گرمی سے زندہ کرنے والا حدی خوان چلا گیا۔ وہ جس نے برسوں بعد اس پژمردہ قوم کی خاکستر میں سید الانبیاء ﷺ سے محبت کی دبی ہوئی چنگاری کو روشن چراغ بنایا۔ میری زندگی میں عشقِ رسول ﷺ کے تین بڑے حوالے ہیں۔ ایک میرے والد محترم، دوسرا اقبال اور کلامِ اقبال اور تیسرا علامہ خادم حسین رضوی۔ ان تینوں میں کلامِ اقبال مشترک ہے۔ کون اب قلندرِ لاہوری پکارتے ہوئے اقبالؒ کے شعروں سے دلوں کو گرمائے گا۔ حرمتِ رسول ﷺ کی نگہبانی کے لیے کس کی زبان تلوار بنے گی اور کس کا جوش وولولہ دلوں کو زندہ کرے گا۔

اس مملکتِ خداداد پاکستان کے افق پر اس ''سورج'' کے طلوع ہو کر غروب تک کے صرف چند سال ہیں، لیکن ان چند سالوں میں اس افق پر ابھرنے والی یہ وہ شفق ہے جس کی لالی تادیر دلوں میں زندہ رہے گی۔ اللہ نے علامہ خادم حسین رضوی کو ایک ایسے دور میں اس پژمردہ وافسردہ قوم کو زندہ کرنے پر مامور کیا، جو اُمتِ مسلمہ کے سب سے بڑے مجرم پرویز مشرف کا دور تھا اور پوری دنیا حدیث رسول ﷺ کے مصداق بھیڑیوں کی طرح اُمت کی بھیڑوں پر ٹوٹ پڑی تھی۔ اعلائے کلمۃ الحق تو بہت دور کی بات تھی، اللہ کے دین سے وابستگی کا اظہار بھی جرم بن چکا تھا۔

گذشتہ صدی میں مسلمانوں پر مظالم کی اگر تاریخ مرتب کی جائے تو مشرف اور عالمی منظر پر چھائی قوتوں کے مظالم کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ پاکستان میں یہی دور تھا جب صدیوں سے ''توہین رسالت'' کے مسلمہ اصولوں کو چھیڑنے کا آغاز ہوا۔ میدانِ سیاست میں اس کو آمر اور ڈکٹیٹر کہنے والی پارٹیاں بھی اس معاملے میں اس کی ہمنوا تھیں۔ عافیہ صدیقی سے لال مسجد کے قتل عام، ملا عبدالسلام ضعیف سمیت چھ سو آزاد مسلمانوں کو امریکہ کے حوالے کرنے سے لیکر پاکستانی ہوائی اڈوں سے ستاون ہزار امریکی طیاروں کی افغان مسلمانوں پر بم برسانے والی پروازوں تک، یہ سب کچھ یہ قوم خاموشی سے دیکھ رہی تھی اور برداشت بھی کرتی چلی آ رہی تھی۔ تعلیمی ادارے الحاد کی فیکٹریاں بن چکے تھے۔

انسانی حقوق کے نام پر مغرب زدہ این جی اوُ''زادے'' اور ''زادیاں'' اُمت سے اس کی آخری متاع ''عشقِ رسول ﷺ'' بھی چھیننا چاہتے تھے۔ یہ لوگ کسی بھی گروہ، سیاسی پارٹی یا عقیدے سے تعلق رکھتے تھے، مگر حرمتِ رسولؐ کے معاملے میں پرویز مشرف، سلمان تاثیر اور عاصمہ جہانگیر کی طرح ایک دوسرے کے مخالف ہو کر بھی ایک ہی لائن میں کھڑے تھے۔ یہ موضوع تو اُمت میں چودہ سو سال تک کبھی زیرِ بحث نہیں آیا تھا۔ ہر کوئی اس بات پر ایمان کی حد تک یقین رکھتا تھا کہ سید الانبیاء ﷺ کی ذات، اس کے لیئے اپنے ماں باپ، اولاد، بہن بھائیوں، رشتے داروں اور دیگر تمام رشتوں سے زیادہ محترم،

معزز اور عزیز ہے۔ مسلمان اپنے باپ کی گستاخی معاف کر دیتا، ماں کی بے حرمتی پر کمزور ہونے کی وجہ سے چُپ ہو جاتا لیکن رسول اکرم ﷺ کی ذات کی جانب غلط اشارہ بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس دور میں یہ موضوع ٹی وی ٹاک شوز کی زینت بننے لگا تھا۔ یہ ایک انتہائی خوفناک وقت تھا۔

پرویز مشرف سے پہلے ناکوں اور پولیس کی چیک پوسٹوں پر ایسے افراد کو روک کر پوچھا جاتا تھا جن کا حلیہ غنڈوں اور بدمعاشوں والا ہوتا تھا لیکن اس دور میں ان پوسٹوں اور ناکوں پر ایسے افراد کو تذلیل کا نشانہ بنایا جانے لگا، جن کے ماتھے پر محراب، سروں پر عمامہ، چہرہ داڑھی سے آراستہ اور شلوار اتباعِ سنت رسول میں ٹخنوں سے اونچی ہوتی۔ اسی دور میں آئین پاکستان کے تحت اقلیت قرار دیئے جانے والے قادیانیوں کے بارے میں بھی مین سٹریم میڈیا پر گفتگو کا آغاز ہوا۔ پورے ملک میں ہر وہ شخص جو اسلام، مسلمان اور نظریہ پاکستان کا تمسخر اڑانا چاہتا، اسے کھلی چھوٹ تھی۔ اس پژمردگی، مایوسی اور بے زبانی کے عالم میں شعلۂ جوالہ کی صورت ایک آواز گونجی، ایک نعرۂ مستانہ، کہ جس کی گونج میں ہر وہ دل جس میں محبتِ رسول ﷺ کی ٹمٹماتی سی لو بھی زندہ تھی پروانہ وار اس کے گرد جمع ہونے لگا۔

اقبالؒ کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا یہ مردِ قلندر بالکل ویسی ہی کیفیت دلوں میں پیدا کرنے میں کامیاب ہوا جیسی اقبال نے اپنے بارے میں اپنی نظم "شکوہ شکایت" میں لکھی: اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو لاہور سے تا بخاکِ بخارا سے سمرقند کون تھا جس کو اس عالمِ پژمردگی و مایوسی میں علامہ خادم حسین رضوی کی آواز نے حوصلہ نہ دیا ہو۔ یوں لگتا تھا جیسے جنگل کے پرہول سناٹے میں کوئی ضیغم کچھار سے نکل آیا ہو اور اس کے پرزور نعرے نے جہاں دلوں میں ولولہ پیدا کیا، وہیں میں نے مدتوں بعد ہر گستاخِ رسول اور ملحد کے چہرے پر خوف دیکھا تھا۔ جن کی زبانیں مشرف دور میں گز گز لمبی ہوگئی تھیں، علامہ خادم حسین رضوی کے چہرے کے جلال سے کانپتے تھے۔

اسلام سے عناد، مسلمانوں کی تہذیب سے نفرت اور رسول اکرم ﷺ کی ذات کو زیرِ بحث لانے کی آرزو رکھنے والے مشرف دور کے بعد بھی بے لگام رہے۔ اس زہرناک درخت کی آبیاری زرداری اور نواز شریف کے دور میں بھی ہوئی اور عمران خان کے عہد میں بھی یہ پھلتا پھولتا رہا۔ نواز شریف نے ممتاز قادری کو تختۂ دار پر لٹکانے کا طوق اپنے گلے میں پہنا تو عمران خان نے اُس ملعونہ آسیہ مسیح کو "پروٹوکول" دیا جس کی جسارت فرانس کے گستاخانِ رسول کو اس قدر پسند آئی تھی کہ آج پیرس کی جس عمارت پر رسول اکرم ﷺ کے گستاخانہ خاکے لٹکائے گئے تھے، اس عمارت پر کئی سال آسیہ مسیح کی تصویر لٹکتی رہی۔ یہ اس بات کا اظہار تھا کہ مغرب رسول اکرم ﷺ کے گستاخ کو کتنی عزت دیتا ہے۔ لیکن گذشتہ دس سالہ عہد اگر کسی فرد کی جدوجہد سے عبارت تھا، کسی مردِ حُر کی مردانہ وار آواز سے گونجتا اور زندہ ہوتا تھا اور کسی عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبے شخص کے جذبے سے توانائی لیتا تھا تو وہ صرف اور صرف علامہ خادم حسین رضوی کی ذات تھی۔ اور ان کے بعد شاید اب کوئی بھی نہیں۔۔ دور دور تک

کوئی نظر نہیں آتا کہ جس کی گرمیٔ شوق سے لوگوں کے دل زندہ ہوں: میری نوائے شوق سے شورِ حریمِ ذات میں غلغلۂ ہائے الاماں بت کدۂ صفات میں مفسرین ومفتیان تو بہت سے آئے اور آج بھی ہیں۔مقررین بھی بے شمار آئے اور آج بھی شعلہ بیانی دکھا رہے ہیں،لیکن عشقِ رسول ﷺ کا حدی خوان اس قوم میں مدتوں بعد پیدا ہوا تھا۔

وہ جری جس نے اقبال کے اس مصرعے ''نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری'' کا حق ادا کرتے ہوئے خانقاہوں اور مزاروں سے لپٹے ہوئے لاتعداد انسانوں کو وقت کی کربلا میں سنتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اتباع میں لاکھڑا کیا تھا۔جس کی گرمیٔ گفتار دلوں کو جوش دلاتی تھی،کمزور دلوں کو توانا اور مضبوط دلوں کو شیر کرتی تھی۔عشقِ رسول ﷺ کے ترانے گاتا شخص نغمہ کجاو من کجا،سازِ سخن بہانہ ایست سوئے قطار میکشتم،ناقۂ بے زمام را(میں کہاں اور نغمہ کہاں،میری شاعری تو ایک بہانہ ہے۔میں تو ایک بے لگام اونٹنی (مسلم قوم) کو قطار میں لانے کی کوشش کر رہا ہوں)۔

علامہ خادم حسین رضوی کی بنائی گئی قطار میں آج بے شمار فرزانے و پروانے موجود ہیں جنہیں شمع رسالتؐ کی لو پر جان دینے کا جذبہ انہوں نے دیا ہے،لیکن ان کے رخصت ہو جانے کے بعد دل پر وہی کیفیت طاری ہے جو اقبالؒ نے وقتِ رخصت اپنے بارے میں کہا تھا

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیم حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگار ایں فقیرے
دِگر دنائے راز آید کہ ناید

(وہ پہلے والا دور آئے گا کہ نہیں۔حجاز کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آئے گی یا نہیں۔اس فقیر کا آخری وقت آگیا ہے۔کوئی دوسرا دانائے راز آئے گا کہ نہیں)۔اپنے اس عالم پیری میں مجھے تو دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا۔



عشق وہ جو سر چڑھ کر بولے

فروغ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

احمد عبداللہ(مراد آباد)
متعلم دارالعلوم دیوبند

ہر روز کسی نہ کسی سمت سے کسی عظیم شخصیت کی کوچ کی خبر پردہ سماعت سے ٹکرا ہی جاتی ہے،دوست واحباب چلے گئے،کئی اساتذہ ومربین رخصت ہو گئے 19 نومبر 2020ء بروز جمعرات شب میں تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بذریعہ واٹس ایپ (whats App) یہ خبر ملی کہ بریلوی مکتب فکر کے جید عالم دین،کردار کے غازی،مرد آہن،پس دیوار زنداں کے نگہبان،تحفظ ختم نبوت وناموس رسالت کے پاسبان،تحریک لبیک پاکستان کے مؤسس وسربراہ،جامعہ نظامیہ لاہور کے فائق استاذ علامہ خادم حسین رضوی دارفانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا خادم حسین کشیدہ قامت،رنگت سپید،جسم جسیم،کشادہ پیشانی،آنکھیں بڑی بڑی،پلکیں لمبی وذرا موٹی،داڑھی گھنی وسفید،روشن بارعب چہرہ،سر پر کالا عمامہ،شگفتہ اور متبسم ہونٹ والے تھے۔یوں تو موت کسی جاندار کے تمام تر حَیَوی افعال کے خاتمہ کو کہا جاتا ہے۔مگر ہماری تہذیب میں عالم کی موت کو عالَم کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے اس کی وجہ کہ عالَم کا اعتبار عالم کے دم سے ہے۔

آپ کا شمار ملک پاکستان کے فدائین ختم نبوت اور محافظین ناموسِ رسالت کے صف اول میں ہوتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ جب 2017ء میں نواز شریف حکومت نے ایک پارلیمانی بِل میں حکومت کی طرف سے قانونِ ختم نبوت کی ایک شق میں الفاظ بدل دیے جس پر ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئے لیکن ختم نبوت کے اس پہرہ دار نے عملی قدم اٹھایا اور فیض آباد انٹرچینج پر کئی دن دھرنا دیا نتیجتاً وزیر قانون زاھد حامد کو استعفیٰ دینا پڑا انھیں کے زور بازو سے بے آب گردش زمانے کی بدل کر رکھ دیا آخر مزاج آسماں تو نے (اقبال) جب کبھی بھی کوئی گستاخ ملعون سیرت محمدی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم پر دھبہ لگانے کی ارزاں کوشش کرتا تو آپ شمشیر براں اور تیغ بے اماں بن کر سامنے آتے اور اس کو موت کی نیند سلا دیتے۔چاہے شہید ممتاز قادری کی رہائی تحریک ہو،ملعونہ آسیہ کو سپریم کورٹ سے کلین چٹ دیے جانے کی وجہ سے اس کی گرفتاری اور تختہ دار پر لٹکا ئے جانے کا پرزور مطالبہ ہو،ہالینڈ میں حضور اکرم ﷺ کے خاکوں کی نمائش کی گستاخی کے خلاف عملی کاروائی کا مطالبہ ہو،فرانس کے صدر"میک رون"Macron کے خلاف کارروائی کرنے اور وہاں کی اشیاء کے مکمل بائیکاٹ کی مانگ ہو ہر موڑ پر وہ کار

ہائے شیشہ وآہن انجام دیے کہ تلاطم خیز دریا، آسمان چومتی لہریں پل بھر میں خاموش ہوگئیں اور زبان خلق یہ کہنے پر مجبور ہوگئی

اختلافات ہوں گے دنیا کو تجھ سے مگر
رسول اللہ ﷺ پر تیرا فدا ہونا یاد رہے گا
(نقوش)

علامہ خادم حسین رضوی 3 ربیع الاول 1386ھ مطابق 22 جون 1966ء کو" نکہ توت" ضلع اٹک میں حاجی لعل خان کے ہاں پیدا ہوئے۔متعدد مدارس میں حفظ وتجوید کی تعلیم حاصل کی بعدہ علوم عالیہ کی تکمیل کے لیے لاہور کی شہرہ آفاق دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ لاہور تشریف لے گئے اور 1988ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور مزید دوسال رہ کر دیگر علوم وفنون پر کامل دست گاہ حاصل کی۔عملی زندگی 1990ء میں جامعہ نظامیہ میں درس نظامی کا درس دینا شروع کیا اور" تیسیر ابواب الصرف" تعلیلا ت خادمیہ" نامی کتابیں لکھیں 1993ء میں محکمہ اوقاف لاہور کی طرف سے دربار سائیں کانواں والے گجرات میں خطابت وامامت کے لیے آپ کا تقرر ہوا اور چند ہی سال میں غیر معمولی شہرت حاصل ہوگئی لیکن حکومت کی پالیسیاں حسب معمول ان کا ہدف تھیں اسی وجہ سے محکمہ اوقاف نے انھیں ملازمت سے فارغ کر دیا تھا۔

2016ء میں ممتاز قادری کی سزائے موت کی وجہ سے پاکستان کی سیاست سے مایوس ہوکر T L P (تحریک لبیک پاکستان) نامی ایک سیاسی تنظیم کی داغ بیل ڈالی اور 26 جولائی 2017ء کو الیکشن کمیشن پاکستان میں رجسٹرڈ ہوئی اور کرین نشان الاٹ ہوا 19 نومبر 2020ء شب جمعہ 54 بہاریں دیکھ کر وفات پا گئے اور بلا شبہ ملک پاکستان ایک بڑی نعمت سے محروم ہوگیا۔

تمام عمر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطنیہ
الگ بات ہے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

21 نومبر شنبہ کو لاکھوں فرزندان توحید" گراؤنڈ مینار پاکستان" میں نم آنکھوں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی اور سپرد خاک کر دیے گئے

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے



علامہ خادم حسین رضوی کا جذبہ حریت اور غیرت دینی

سیّد صبغتُ اللہ سُہروردی

آستانہ عالیہ قادریہ سُہروریہ شاہ آباد شریف

خان پور، رحیم یار خان

"دیدہ ام مردے دریں قحط الرجال"

تیرگی سے جوشب بھرلڑا تھا　　　وہ دِیا مہر ومہ سے بڑا تھا

علامہ خادم حسین رضوی ایسی شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے شاید لُغات میں وہ الفاظ ہی نہیں ہیں جو ان کے مجاہدانہ و غازیانہ کردار کی اس طرح غمازی کرسکیں جیسا کہ علامہ صاحب کی شخصیت کا حق ہے۔علامہ خادم حسین رضوی سے میری کبھی بالمشافہ ملاقات نہیں تھی صرف دوبار ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی اور بہ حیثیت سید کے انھوں نے جس ادب اور محبت کا مجھ سے اظہار فرمایا وہ بتاتے ہوئے مجھے جھجک محسوس ہوتی ہے بس اس پر اللہ انھیں اجر عطا فرمائے۔باوجود ملاقات نہ ہونے کے مجھے ان کے کردار، ان کے نظریے اور ان کے مشن کی وجہ سے ان کے ساتھ جو محبت وعقیدت تھی وہ الفاظ میں بیان کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ ے

گئے دنوں کا سُراغ لے کر کدھر سے آیا کدھر گیا وہ
عجیب مانوس اَجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ
(ناصر کاظمی)

کسے خبر تھی کہ دیہات سے تعلق رکھنے والا مدرسے کا ایک طالب علم اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کئی سال کروفر کے ساتھ مسند تدریس پر بتائے گا اور اس کے بعد دین کی خاطر اپنے سر پر اس وقت کفن باندھ کر نکلے گا جب ایک حادثے میں وہ دونوں ٹانگوں سے بھی معذور ہو چکا ہوگا اور اس وقت اسلام کی خاطر کھڑا ہوگا جب عالَمِ کفر اپنے مسلمان گماشتوں کو ہی استعمال کر کے اسلام پر یلغار کر رہا ہوگا اور حلقہء درویشاں کا یہ مردِ مجاہد اس وقت نکلے گا جب بڑے بڑے صاحبانِ جبہ و دستار اپنے مفادات اور مصلحتوں کی خاطر دینی حمیت کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور بہ ظاہر یہ بے سروسامان شیخ الحدیث عشقِ رسالت مآب کا علَم اس انداز سے لے کر میدان میں اترے گا کہ قرونِ اولی کی یاد تازہ کر دے گا اور اس انداز سے میدان میں اترے گا کہ قیامت تک آنے والی نسلیں اس پر فخر کریں گی اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر آنکھ اس کے بچھڑنے کے دکھ میں اشک بار ہوگی اور ٹانگوں سے معذور اس شیخ الحدیث کے نام پر ہی اپنے ہزاروں جسمانی تن درست مگر ذہنی طور پر معذور شیوخ نچھاور

کر دیں گی۔علامہ خادم حسین رضوی ایسی عبقری شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں جو صرف یہ نہیں کہ خود ایک بیدار مغز اور بیدار دل انسان تھے بلکہ ان کے پاس تو خوابِ غفلت میں سوئے ہوؤں کو جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کا انوکھا ہنر موجود تھا اور وہ اس انداز سے غافلین کو بیدار کرتے کہ وہ خود بیداری شعور کے سفیر بن جاتے پھر اسلام اور عظمت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے اس انداز سے تربیت کرنا کہ ان کے حلقے میں آنے والا ہر شخص سر بکف مجاہد بن جاتا،جس کی زبان پر صرف یہی نعرہ مستانہ ہوتا کہ

گریزد از صفِ ما ہر کہ مردِ غوغا نیست کسے
کہ کُشتہ نہ شد از قبیلہ مانیست

اور اس قافلے کا بچہ بچہ ہر ایک غدار،گستاخ اور بے حمیت کو ہمیشہ دیوانہ وار للکار کر کہتا کہ یہ بات عیاں ہے لوگوں پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں بارگاہِ احدیت واحمدیت سے علامہ خادم حسین رضوی کے سر پر درد امت،وفا،ایثار،علم،تاثیر،جذبہ،حمیت،غیرت، شجاعت،بہادری اور عشق ومحبت کا جو تاج سجایا گیا تھا اس کی جھلملاہٹ صدیوں تک ماند نہیں پڑے گی۔لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

کیا خوب کہا تھا کسی نے کہ

ایثار و وفا،سوز و جنوں،درد و تمنا یہ ایک لہو
کتنے چراغوں میں جلا ہے

علامہ خادم حسین رضوی کشتۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں تھے بلکہ اس ذات مقدس سے نسبت رکھنے والی ہر شخصیت اور ہر چیز سے والہانہ محبت ان کی شخصیت کا خاصہ تھی۔یہ بات ایک مسلمہ مگر تلخ حقیقت ہے کہ بند کمرے میں بیٹھ کر بلند و بانگ دعوے کرنا بہت آسان ہے،ہوا کے رخ پر اڑنا بہت سہل ہے،مصلحت کوشی روشِ عام ہے،مفاد پرستی،منافقت،ضمیر فروشی اور قول وفعل میں تضاد برتتے ہوئے اپنی اولاد اور دیگر وابستگان کے لیے دوہرے معیارات رکھنا عام ہو چکا ہے یوں کہہ لیجیے کہ

ہر شخص بنالیتا ہے تہذیب کا معیار
اپنے لیے کچھ اور،زمانے کے لیے اور

مگر ٹھٹھرتے سرد موسم،سخت وبائی ایام اور خوف وابتلا کے دنوں میں اپنے اہل وعیال سمیت کھلے آسمان تلے چادر لپیٹ کر بیٹھنا اور اسی چادر کو سڑک پر بچھا کر اس پر سو جانا اور اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی زندگی بھر پہرے داری کرنا علامہ خادم حسین رضوی کا طرۂ امتیاز ہے اور شاید کسی نے ایسے ہی بطل حریت کے متعلق کہا تھا کہ

موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست ما زندہ بہ آنیم کہ آرام نہ گیریم

علامہ خادم حسین رضوی کو بارگاہ الوہیت و رسالت سے علم ومعرفت کا جو غیر معمولی حصہ عطا ہوا تھا اور جس طرح انھیں عربی و فارسی زبان و بیان پر ملکہ حاصل تھا اور ان کو جس درجے کی ذہانت وفطانت سے نوازا گیا تھا اور جس بلاغت کے ساتھ وہ کلام اقبال کا

قرآن وحدیث سے انسلاک وانطباق کرتے تھے ماضی قریب میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔علامہ خادم حسین رضوی سے اختلاف کرنے والے حضرات اگرچہ بہت نکتہ چینی کی کوشش کررہے ہیں لیکن باوجود تلاشِ بسیار کے بھی یہ اعتراض کوئی نہیں کرسکے گا کہ علامہ صاحب نے فلاں حوالہ غلط دیا ہے،فلاں واقعہ غلط بیان کیا ہے،فلاں شعر غلط پڑھا ہے اور فلاں لفظ کا اعراب غلط پڑھا ہے اور یہ ان کا علمی تبحر ہی نہیں بلکہ معرفت کے بحرِ زخار میں برسوں غواصی کی علامت ہے۔

نہ دانم چہ جادو بیست بطرز گفتارشکہ بازبستہ زبانِ سخن طرازاں را

اس گئے گزرے دور میں علامہ خادم حسین رضوی اس قافلہءعزیمت وحریت کے حدی خواں تھے جس کے پیشوا سیدنا امام حسین علیہ السلام اور سیدنا امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ تھے اور قیامت تک آنے والی عزیمت کی جتنی بھی تحریکیں اٹھیں گی ان میں خادم حسین رضوی کا نام ہمیشہ تابندہ وجاوید رہے گا اور جب بھی ان کا ذکر ہوگا تو دل ودماغ پکار اٹھیں گے کہ

چہ ساز بود کہ بنواخت مطرب عشاق کہ رفت عمر وہنوزم دماغ پرز صدا است (حافظؔ)

علامہ خادم حسین رضوی ایسی ہمہ صفت شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں اور ایسی عدیم النظیر شخصیات کے مقام ومرتبے کا ادراک ان کے چلے جانے کے بعد ہوتا ہے۔ہمارے یہاں تو ویسے بھی خود کو منوانے کے لیے مرنا پڑتا ہے۔نظیریؔ نیشاپوری کا یہ شعر علامہ خادم حسین رضوی کے لیے ہی معلوم ہوتا ہے۔

تو نظیریؔ زفلک آمدہ بودی چو مسیح باز پس رفتی وکس قدر تو نہ شناخت دریغ

اللہ تعالیٰ علامہ خادم حسین رضوی کی خدمات کے صلے میں ان کی نیابت کے لیے عالَمِ اسلام کو ایسی کوئی شخصیت عطا کرے جو نہ صرف ان کے لیے قبر میں راحت کا سامان کرسکے بلکہ مصطفوی مشن کو اسی توانائی،جرات اور ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھا کر پایہءتکمیل تک پہنچا سکے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر جانے والا اپنی جگہ یوں خالی کرجاتا ہے کہ

زہر چمن کہ گذشتم بہ ہر گلے کہ رسیدم بہ آب دیدہ نوشتم کہ یار جائے تو خالیست

ناصر کاظمی نے یہ نوحہ کچھ ان لفظوں میں پڑھا ہے کہ

میں ان کی راہ دیکھتا ہوں رات بھر وہ روشنی دکھانے والے کیا ہوئے

عشاقانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فہرست میں علامہ خادم حسین رضوی کا نام ہمیشہ دمکتا رہے گا۔

ہر گز حدیث زلف تو کوتہ نمی شود ایں گفتگوئے تابقیامت مسلسل

استدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علامہ خادم حسین رضوی کے جذبہءحریت اور غیرتِ دینی کا خراج ہر امتی کو عطا فرمائے۔



علامہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص پہلو

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

کسی کو خبر نہ تھی کہ چالیس سال قبل (1980) نکہ کلاں تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک سے لاہور وارد ہونے والا ایک سیدھا سادا سا دیہاتی نوجوان، ایک نئی تاریخ رقم کر کے اس قدر سرخروئی اور سربلندی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ میری ان سے اولین ملاقات غالباً اکتوبر 2003ء میں ہوئی جب وہ "اوقاف مساجد اسٹیبلشمنٹ" کا باقاعدہ حصہ اور لاہور ہوٹل کے عقب میں قادری سلسلے کے عظیم اور معروف بزرگ حضرت شاہ ابوالمعالی کی مسجد کے خطیب تھے۔ "مردِ حر" تھے، مقامی نمازی یا محلے دار کی کسی بات کو سوئے ادب جانا اور پھر۔۔۔ آگے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ وقوعہ ان سے اولین شناسائی کا ذریعہ بنا۔ میرے آفس تشریف فرما ہوئے، واقعہ کی تفصیل اور اپنے موقف کی تائید میں قرآن و حدیث کے طویل متن عطا فرمائے اور فرماتے چلے گئے۔ اس کے بعد ان کو کبھی ایوان اوقاف تشریف آوری کی زحمت نہ دی۔ لاہور کے ضلعی خطیب مولانا قاری محمد عارف سیالوی، جو کہ حضرت مولانا خادم حسین رضویؒ کے ہمدرم دیرینہ بھی تھے، کے سپرد یہ معاملہ مستقل طور پر کر دیا۔

مولانا سیالوی ہی، حضرت مولانا رضویؒ موصوف کی اوقاف ملازمت کا سبب تھے۔ اکتوبر 1993ء میں مسجد دربار سائیں کرم الٰہی گجرات میں آپ کی سکیل 7 میں بطور خطیب امام تقرری عمل میں آئی، اس کے ساتھ وہ عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں شعبہ تدریس کے ساتھ منسلک ہو گئے، اپنی بیباک طبیعت اور زور دار طرز تدریس کے سبب طلبہ میں قبول عام حاصل ہوا۔

درسیات کا استاذ اگر محنتی ہو تو تدریس کا سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اس کو از خود فائدہ ہوتا ہے۔ جس کا اظہار علامہ رضوی صاحب کے خطبات میں نمایاں تھا۔ یہ انہی کا خاصہ تھا کہ صرف صغیر اور صرف کبیر سنا کر بھی اپنے سامعین سے داد وصول کر لیتے تھے۔

بہر حال گجرات سے دربار حضرت شاہ ابوالمعالی اور پھر وہاں سے مسجد دربار حضرت پیر مکی۔ وہ بلند منزلوں کے مسافر تھے۔ ان کی اڑان اونچی اور مقاصد بلند تھے۔ طبی بنیادوں پر ان کی ریٹائرمنٹ کا سامان اور امکان بھی پیدا کیا گیا، لیکن انہوں نے ایسی کسی چیز کو لائق اعتنا نہ جانا اور تیزی اور تیز رفتاری کے ساتھ اپنے سفر کی طرف گامزن ہو گئے۔

پاکستان کا سیاسی منظر نامہ اور ملکی جمہوری نظام کبھی بھی دینی اور مذہبی عمائدین اور تنظیمات سے خالی نہیں رہا۔ تحریک پاکستان میں جس دینی طبقہ کو قائد اعظم کے ساتھ ہراول دستے کا اعزاز میسر تھا۔ قیام پاکستان کے بعد ان کی سیاست بتدریج معدوم

ہوتی گئی اور یوں ع

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

مولانا شاہ احمد نورانی ؒ اور مولانا عبد الستار خاں نیازی کے بعد کسی حد تک صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم اس طبقے کی سیاسی قیادت کے امین رہے۔ مئی 2013ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب، کی رحلت کے بعد پاکستان کی مسلکی اور دینی طور پر غالب اکثریت کی حامل یہ جماعت موثر مذہبی سیاسی لیڈرشپ سے محروم ہوگئی۔ یہ امر اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس خطے کی اکثریت حنفی المشرب اور صوفیا کے ماننے والی مزارات پر حاضری دینے اور یارسول اللہ ﷺ کے نعرے سے دیوانہ وار محبت کرنے والی ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں ملکی افق پر وقوع پذیر ہونے والے واقعات اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر ان کے مختلف ردعمل اور ان میں بطور خاص ممتاز قادری کی پھانسی اور ان سے ابھرنے والی لبیک یارسول اللہ کی تحریک اور نعرے نے ملکی سیاست اور مذہبی قیادتوں کو ہلا کر رکھ دیا اور پھر علامہ خادم حسین رضوی بتدریج" ٹاپ ٹرینڈ" بنتے چلے گئے۔ تین سال قبل فیض آباد دھرنے کو" فرنٹ سے لیڈ" کر کے قیادت کی نئی طرح ڈالنے والے مولانا رضوی پاکستانی مذہبی سیاست میں ایک منفرد مقام کے حامل ہوئے۔

2018ء کے عام انتخابات میں تحریک لبیک پاکستان کے نام سے شامل ہوئے اور لاکھوں ووٹ لے کر طویل سیاسی کیریئر اور جدوجہد کی حامل مذہبی جماعتوں ہی کو ووٹوں کی گنتی میں پیچھے نہیں چھوڑا بلکہ پاکستان کی صف اول کی سیاسی جماعتوں کو بھی مشکل کا شکار کر دیا اور ان کے اس ووٹ بینک نے ملک کے پارٹی توازن کو مختلف کر دیا۔ جس پر تجزیہ کاروں اور تبصرہ نگاروں کی آرا اپنی جگہ۔ مگر سیاسی حوالے سے اس نوزائیدہ جماعت نے وہ میدان مارا جو اس سے قبل، اس مختصر مدت میں کسی اور کے حصے میں نہ آیا۔

مولانا رضوی ؒ کی شخصیت کا ایک خاص اور اہم پہلو یہ بھی ہے کہ وہ کسی اہم خاندانی یا روایتی حوالے کے بغیر پروان چڑھے۔ ایک عام طالب علم کے طور پر جامعہ نظامیہ لاہور سے سند حفظ قرآن حاصل کی جہاں آپ کے ممتحن مولانا حافظ ظہور احمد سیالوی جبکہ استاد محمد سلیمان تھے۔ اسی ادارے سے شہادۃ الفراغ من العلوم المتد اولہ فی الدرس النظامی شعبان المعظم 1414ھ میں، جہاں آپ کے معروف اساتذہ میں سے حضرت مفتی اعظم، مفتی عبد القیوم ہزاروی، مولانا عبد الحکیم شرف قادری، اور علامہ حافظ عبد الستار سعیدی تھے۔ قبل ازیں انہوں نے سند القراۃ والتجوید، بھی جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور ہی سے حاصل کی۔ شہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ۔ جو کہ سرکاری سطح پر تدریسی تحقیق اور تعلیمی حوالے سے ایم اے عربی اسلامیات کے برابر تسلیم شدہ ہے، سال 1409ھ بمطابق 1988ء درجہ الممتاز، جس کی سند انہیں 11 ستمبر 1988 ربیع الاول 1409ء تنظیم

المدارس اہلسنت پاکستان کی طرف سے جاری ہوئی۔

انہوں نے روایتی دینی درسیات پڑھنے والے طالب علموں کے لئے اپنے خطبات کے اس پہلو کو بطور مثال چھوڑا، جس میں وہ قرآن وحدیث کے ساتھ عربی، فارسی اشعار اور اقتباسات کو سناتے اور داد و تحسین حاصل کرتے۔ علامہ اقبال سے از خود عقیدت کے حامل تھے۔ گزشتہ چند سالوں سے ان کے یوم 9 نومبر کے موقع پر مزار اقبال پر حاضری دیتے اور ان کی بارگاہ میں اپنی محبتوں کا خراج پیش کرتے، اور خود انکے ان اشعار کا مصداق ٹھہرے:

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے
زندگی کی قوتِ پنہاں کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فروغِ جاوداں پیدا کرے
خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعل گراں پیدا کرے



علّامہ رضوی علمائے عرب و عجم اور مختلف مکاتبِ فکر کی نظر میں

مفتی عبدالرشید ہمایوں المدنی (ادارہ اہل سنت کراچی)

قائدِ ملّتِ اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی وہ نابغۂ روزگار ہستی ہیں، جنہیں نظریاتی اختلافات کے باوجود، عرب و عجم کے تمام مَکاتبِ فکر میں یکساں مقبولیت حاصل رہی۔ صرف یہی نہیں، بلکہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Print Media) اور شوبز انڈسٹری (Showbiz Industry) سے وابستہ افراد بھی، آپ کی شخصیت اور علمی خدمات کے معترف نظر آئے۔ فیس بک (Facebook) اور ٹویٹر (Twitter) پر بھی سب نے اپنے اپنے انداز سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا۔ آپ کی وفات کی خبر دن بھر ٹاپ ٹرینڈ (Top Trend) بنی رہی، تقریباً تمام اخبارات کے ڈیجیٹل ایڈیشنز (Digital Editions) میں، آپ کی حیات وخدمات سے متعلق خصوصی کالم شائع ہوئے، تمام ٹی وی چینلز پر علّامہ رضوی کی ذات موضوعِ سخن بنی رہی۔ آپ کی ذات سے عدم واقفیت کی بناء پر جو لوگ زندگی بھر آپ کے مخالف رہے، آپ کا مقام ومرتبہ جان کر وہ بھی کفِ افسوس ملتے نظر آئے۔ جن جن سے ہوسکا، وہ سینکڑوں ہزاروں کلومیٹر سفر کرکے بھی، علّامہ رضوی کے جنازے میں شریک ہوئے، اور جو نہ پہنچ سکے، انہوں نے تعزیتی مکتوبات، ویڈیو کلپس (Video Clips)، وائس میسجز (Voice Messages) اور سوشل میڈیا (Social Media) پر تاثرات کے ذریعے، امیر المجاہدین کے انتقال پر افسوس کا اظہار کیا، اور اُن کی علمی خدمات کا اعتراف کیا۔ صحافت سے وابستہ بیشتر افراد نے بھی اپنے مختلف کالمز (Columns) کے ذریعے انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ سطور ذیل میں علمائے اہل سنّت پاک وہند، علمائے عرب اور دیگر مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والی چند معروف شخصیات، اور صحافی حضرات کے تاثرات پیش کیے جاتے ہیں؛ جس سے یہ معلوم ہوسکے گا کہ علّامہ خادم حسین رضوی کی وفات عالَمِ اسلام کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے، اور ہم اتنی عظیم شخصیت سے محروم ہوگئے ہیں!۔

علماء ومشائخ اہل سنّت کے تاثرات:

استاذ الاساتذہ علّامہ حافظ عبدالستار سعیدی

امیر المجاہدین کے استاد، حضرت علّامہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ، لاہور) اہلِ سنّت کے اکابر علماء میں سے ہیں، آپ نے علّامہ رضوی کے وصال کی خبر ایک جلسے میں سنی، انتقال کی خبر سن کر اس قدر نڈھال ہوگئے، کہ حاضرین جلسہ کو بتانے کی سکت تک نہ رہی! اپنے شاگردِ رشید علّامہ خادم حسین رضوی کی میّت کے سرہانے تشریف لائے، تو تصویرِ غم بنے عاجزی سے دست بستہ کھڑے رہے۔ ایک انٹرویو میں استاذِ محترم علّامہ عبدالستار سعیدی صاحب- دامت برکاتہ العالیہ- نے بتایا کہ "حضرت علّامہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب نے دَورِ طالب علمی میں، انتہائی محنت اور کامل توجہ سے تعلیم حاصل کی، رات گئے تک مطالعہ کرتے تھے، اور پھر صبح بروقت اٹھنا اور نمازوں کی پابندی کرنا، اُن کی بڑی اچھی روش تھی! نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے عشق ومحبت، ان کو دَورِ طالب علمی میں بھی تھا۔ کبھی کبھار اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر جو گفتگو

کرتے تھے، اس سے یہ محسوس ہوتا تھا، کہ کبھی نہ کبھی اللہ نے ان سے کوئی بڑا کام لینا ہے! اُس وقت بھی ان کے تصوّرات اسی نَوعیت کے تھے جیسا کہ آج ہیں، اللہ کریم نے ان کے مزاج میں عشقِ رسول وَدِیعت کیا تھا۔ امام بُوصیری کا ''قصیدہ بردہ شریف''، امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی کا نعتیہ مجموعہ'' حدائقِ بخشش'' اور علّامہ اقبال کا فارسی اور اردو کلام انہیں گویا حفظ تھا، اور موقع محل کی مناسبت سے اللہ کریم ان کی رَہنمائی فرما دیتا تھا، کہ کس مقام پر کس بزرگ کا کلام، یا کونسا شعر اثر کر سکتا ہے! یہی وجہ ہے کہ وہ جو کچھ کہتے، وہ دلوں میں اترتا چلا جاتا تھا۔

پروفیسر مفتی منیب الرحمن:

مفتی منیب الرحمن صاحب (چیئرمین مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی پاکستان) نے علّامہ خادم حسین رضوی کی یاد میں تحریر کیے گئے، ایک طویل کالم میں فرمایا کہ'' اللہ تعالی اور اس کے رسولِ مکرّم ﷺ کے سچے مُحب، پاسبانِ ختمِ نبوّت، مُحافظِ ناموسِ رسالت، مجاہدِ حرمتِ مقدّساتِ دِین، علّامہ خادم حسین رضوی آن بان اور شان کے ساتھ جیے، اور اُس سے بھی بڑی شان کے ساتھ عازمِ سفرِ آخرت ہوئے! جیتے تو لبرلز (Liberals) کے سینے پر مونگ دَلتے رہے، اُن کے دلوں میں چبھتے رہے، آنکھوں میں کھٹکتے رہے! اور سفرِ آخرت پر چلے تو سب کو شرمسار کر گئے، سارے لبرلز (Liberals) زندگی میں انہیں کوستے رہے، دل کی بھڑاس نکالتے رہے، اپنی دانست میں اُن کے وڈیو کلپس (Video Clips) نکال نکال کر عوام کے دلوں میں، اُن کے وقار کو کم کرنے کی سعی کرتے رہے! لیکن اُن کی وفات کے بعد وہی لوگ، عوام کے دلوں میں اُن کی بے پناہ محبت کے مَظاہر دیکھ کر، عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے! فیض احمد فیض نے شاید انہی کے لیے کہا تھا: ؏

مرے چارہ گر کو نوید ہو! صفِ دُشمناں کو خبر کرو — جو وہ قرض رکھتے تھے جان پر، وہ حساب آج چکا دیا!
جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے — رہِ یار ہم نے قدم بقدم، تجھے یادگار بنا دیا!
کرو کج جبیں پہ سرِ کفن، میرے قاتلوں کو گماں نہ ہو — کہ غرورِ عشق کا بانکپن، پس مرگ ہم نے بھلا دیا!

مگر چونکہ وہ اللہ تعالی اور اس کے رسولِ مکرّم ﷺ کی بارگاہ میں حضوری کے سفر پر جا رہے تھے، اس لیے غرورِ عشق کا بانکپن نہیں تھا، بلکہ بندگی کا عَجز تھا! غلامی کی تواضُع تھی! اپنے آقا ﷺ کے حضور نیاز بھی، اور اُن کی رحمت پر ناز بھی تھا! سر پر دستار سجی تھی، لبوں پر ہلکی سی تبسّم کی کیفیت تھی! لوگوں کو گلہ رہتا تھا کہ علّامہ خادم حسین رضوی کے چہرے پر ہمیشہ کرختگی اور غیظ وغضب کی کیفیت طاری رہتی ہے! یہ کیفیت دراصل گستاخانِ رسول کے لیے تھی، دشمنانِ دین کے لیے تھی، اُن کا چہرہ اُن کی قلبی کیفیات کا آئینہ دار تھا، ظاہر و باطن ایک تھا، اُن کے عقائد و نظریات میں منافقت، رِیا اور باطل سے مُفاہمت کا شائبہ تک نہ تھا، دنیا والوں سے بے پرواہ ہے، اللہ تعالی اور اس کے رسولِ مکرّم ﷺ سے لَو لگائے رہے۔ علّامہ خادم حسین رضوی دنیاوی رشتوں کے حوالے سے میرے کچھ نہیں تھے، لیکن دینی رشتے کے حوالے سے میرا سب کچھ تھے! میں'' تحریک لبیک پاکستان'' کا کبھی رکن نہیں رہا، مگر امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی اپنی تحریک سمیت میرے قلب میں رچے بسے رہے! میں نے اپنی شُعوری زندگی میں حُسینیت کا نعرہ لگانے والے، اور خونِ شہدائے کربلا کو لوگوں کی عقیدت کے آنسوؤں میں ڈھال کر، اپنی جیبوں اور تجوریوں کو

بھرنے والے تو بہت دیکھے ہیں! لیکن اپنے آپ کو حُسینی کردار میں ڈھال کر، یزیدِ وقت اور ہر باطل کے سامنے ڈٹ جانے والے بہت کم دیکھے ہیں! ۔میں آج لاکھوں انسانوں کو گواہ بنا کر، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں شہادت دیتا ہوں کہ "علّامہ خادم حسین رضوی نے اپنی بِساط کے مطابق حُسینی کردار کو زندہ کیا! نوجوانوں کے دلوں میں، انگ انگ میں، رُوئیں رُوئیں، ہر بُن مُو (بال کی جڑ) اور ہر قطرۂ خون میں، عشقِ مصطفی ﷺ کُوٹ کُوٹ کر بھر دیا! اور ایک ایسا روحانی کرنٹ دَوڑا دیا، کہ آنسو گیس کے گولوں کا ڈھیر بھی اُن کے عزم کو نہ توڑ سکا، اور اُن کے پائے ثَبات میں لغزش نہ آئی" ۔علّامہ صاحب پر ایک نکتہ چینی ان کے بعض ریمارکس (Remarks) کے بارے میں ہوتی تھی، جن کے بارے میں اُن کا کہنا تھا کہ "میرے پاس قرآن وحدیث سے، منکرین ومنحرفین کے بارے میں جواز کے دلائل موجود ہیں" ۔میں نے ایک ملاقات میں ان سے عرض کی کہ یہ دلائل ہمارے اکابر کے پاس بھی تھے! لیکن انہوں نے مخالفین کے بارے میں کبھی ایسا اندازِ بیاں اختیار نہیں کیا! چنانچہ 2018ء کے دھرنوں کے بعد انہوں نے یہ اندازِ بیاں ترک کر دیا، اس پر میں نے رب کریم کا اور اُن کا شکر ادا کیا! ۔مخالفین اب بھی وقتاً فوقتاً سوشل میڈیا سے ایسی باتیں نکال کر لے آتے ہیں، مگر شریعت کا حکم یہ ہے کہ کسی کی وفات کے بعد اس کا ذکر صرف اچھے اوصاف کے ساتھ کرنا چاہیے! کردار کی پاکیزگی کے لیے اتنا ہی ثبوت کافی ہے کہ اس مردِ درویش نے، جس پر لوگ ہزاروں لاکھوں روپے نچھاور کرتے تھے، مسجد کے تین 3 مرلے کے مکان میں ساری زندگی گزار دی، اور رب کی رضا پر راضی رہے۔

شیخ الحدیث مفتی محمد ابو بکر صدیق شاذلی

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث مفتی محمد ابو بکر صدیق شاذلی (سرپرست اعلیٰ طُوبیٰ اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ، کراچی پاکستان) نے علّامہ خادم حسین رضوی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ" وہ رسول کریم ﷺ کے نہ صرف سچے عاشق تھے، بلکہ عاشق گر بھی تھے! انہوں نے اپنی گفتگو اور تقریروں کے ذریعے سوئے ہوئے مسلمانوں کو جگایا! اور باطل کے جتنے وار ہمارے یہاں ان کے ایجنٹوں کے ذریعے کیے جا رہے تھے الحمد للہ انہوں نے ان سب کو منہ توڑ جواب دیا! ان کی تمام سازشوں کو ناکام بنایا! اور محبتِ رسول ﷺ کے نام پر انتہائی قلیل عرصہ میں امّتِ مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع فرمایا! ان کا یہ ایسا عظیم کارنامہ ہے، جو اُن کے سوا کوئی دوسرا شخص اتنے اچھے انداز میں نہیں کر پایا! ۔انہوں نے تحفظِ ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوّت کے لیے، ایک ایسی ٹیم تیار کر دی ہے، جو دنیا کے کسی بھی کونے میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ یا اسلام کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنائے گی! اور اس کا منہ توڑ جواب بھی دے گی، ان شاء اللہ! ۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علّامہ خادم حسین رضوی صاحب کی مغفرت فرمائے، انہیں جنّت میں بلند مقام عطا فرمائے، اور ان کی ٹیم کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

علّامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کنز العلماء علّامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب (سربراہ تحریک لبیک اسلام) نے قائد ملّتِ اسلامیہ قبلہ امیر المجاہدین کی نمازِ جنازہ کے بعد، میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ" ایک طویل مدّت تک علّامہ خادم حسین رضوی اور بندۂ ناچیز

نے،تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ اور تحفظِ ختمِ نبوّت کے لیے مل کر طوفانوں کا مقابلہ کیا۔سنٹرل جیل کوٹ لکھپت سے چار 4 ماہ کے بعد میری رہائی کے دن ہی، وہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔اگرچہ موت اچانک آتی ہے،مگر ان کی موت اور اس سے پہلے کے کچھ دنوں کے حالات و واقعات نے، صاحبِ بصیرت لوگوں کے لیے کچھ تشویشناک سوالات کو جنم دیا ہے!! اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

علّامہ کوکب نورانی اوکاڑوی (خطیب گلزارِ حبیب مسجد کراچی) نے قائدِ ملّتِ اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی کی خدمات اور قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ" علامہ خادم حسین رضوی نے معذور ہونے کے باوجود مجاہدانہ کردار ادا کیا،لوگ ان کی سچائی کے سبب ان کے ساتھ ہو گئے! وہ شخص موت سے نہیں ڈرتا تھا، پہلے دھرنے میں ان پر ہر طرح کے وار ہوئے، لیکن وہ سخت سردی میں کھلے میدان میں بیٹھے رہے، بعد ازاں انہیں گرفتار بھی کیا گیا،لیکن انہوں نے اپنا نعرہ اور موقف نہیں بدلا! عمر کے آخری چار 4 برسوں میں انہوں نے جو کردار ادا کیا، وہ بھلایا نہیں جاسکتا، وہ تاریخ میں نقش ہو گیا ہے!۔گستاخانہ خاکوں کے باعث حکومتِ فرانس کے خلاف آخری دھرنے میں بیماری کے باوجود تشریف لائے،حکومتِ پاکستان کی جانب سے بہت زیادہ شیلنگ کی گئی،جس کی وجہ سے ان کی طبیعت مزید خراب ہوگئی! دھرنے میں بھی انہیں ڈرپ لگی ہوئی تھی،نہیں معلوم وہ اس تکلیف سے وفات پا گئے، یا انہیں راستے سے ہٹایا گیا؟! ممکن ہے ڈرپ میں کچھ ملا دیا گیا ہو! یا کوئی اَور کاروائی کی ہو!۔ان کی باتوں یا لب و لہجہ اور انداز سے کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے،لیکن اس بات میں کسی کو شک نہیں کہ وہ عاشقِ رسول ﷺ تھے، وہ نبی کریم ﷺ کی امّت کو جگانے والے تھے،وہ عقیدہ ختمِ نبوّت اور ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ دینے والے تھے۔ان کی وفات نقصانِ عظیم ہے! ہم ایک بہت ہی قیمتی شخص کو کھو بیٹھے ہیں! خادم حسین رضوی صاحب نے "حسین کا خادم" ہونے کا حق ادا کیا! حسینی مشن کی انہوں نے خدمت کی، ایسی خدمت پہ لاکھوں سلام! اگر کسی نے ان کی جان لی ہے، تو اللہ اس کو بے نقاب کرے، ہمارے وطن کی حفاظت فرمائے، ہم سب اس غم میں شریک ہیں، اللہ اہلِ سنّت پر مہربانی فرمائے، آمین۔

مولانا ارشد القادری

علّامہ ارشد القادری صاحب (بانی ادارہ تعلیم و تربیت اسلامی، پاکستان) علّامہ خادم حسین رضوی کے مدرسہ دَور کے ساتھی اور قریبی دوستوں میں سے ہیں، انہوں نے علّامہ خادم حسین رضوی کے انتقال پر، زار و قطار روتے ہوئے فرمایا کہ" موت ہو تو ایسی ہو! وہ سخت سردی میں رسول اللہ ﷺ کی ناموس پر پہرہ دینے چلا گیا، واپس آیا تو ربِ کریم نے اپنے حضور بلا لیا! اب یہ امّت انہیں یاد کر کے روئے گی! اللہ کرے کوئی ایسا مردِ مجاہد پھر سے پیدا ہو جائے، جو اس امّت کو پھر سے جگا دے! ہمارے لیے آج بڑا قیامت خیز دن ہے! کیونکہ آج وہ عاشقِ صادق چپ ہوا، وہ بلبل جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے لیے نغمہ سرا رہتا تھا، وہ بلبل آج چپ ہوا! اور اس کے چپ ہوتے ہی سارے چمن کی بہار جاتی رہی! خادم حسین رضوی کی عظمت کو سلام، ان کے طرزِ عمل کو سلام، جو سچا ہوتا ہے، اس کا طرزِ عمل ایسا ہی ہوتا ہے۔دو سال قبل میں بہت بیمار ہوا، بظاہر بچنے کی کوئی

امید نہ رہی، علامہ خادم حسین رضوی میرے خواب میں آئے، میں نے عرض کی کہ حضرت آپ اندر کیسے تشریف لائے، دروازہ تو بند تھا! فرمانے لگے کہ کیا میں آ نہیں سکتا؟! بعد ازاں جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے اُن سے اپنی بیماری کا ذکر کیا، کہ حضرت دیکھیں میری کیا حالت ہوگئی ہے! انہوں نے فرمایا کہ فکر نہ کریں، آپ ایسا کریں کہ دودھ اور ہلدی ملا کر پی لیں، آپ ٹھیک ہو جائیں گے، میں نے کہا کہ میں نے ہلدی ملا دودھ کبھی پیا نہیں! کیونکہ مجھے طبعاً پسند نہیں ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حکم اُدھر (یعنی بارگاہ رسالت ﷺ) سے آیا ہے، میں نے کہا کہ اچھا! موقع ملتے ہی میں نے ہلدی اور دودھ منگوا کر پیا، تو اللہ نے مجھے شفا عطا فرمادی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اس وقت تک نہیں مرتا، جب تک اس کا اَمر (حکم) نہیں آجاتا، ہر بندے سے اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی کام لیتا ہے، علامہ خادم حسین رضوی کی کوئی اَور دینی خدمت لوگوں کو یاد رہے نہ رہے، لیکن یہ یاد رہے گا کہ ایک مرد ایسا بھی آیا تھا، جس نے اس امّت کو جگانے کے لیے یوں کہا تھا: "لبیک لبیک یارسول اللہ ﷺ۔

علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری مبارک پور

علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری (المجمع الاسلامی ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ انڈیا) امیر المجاہدین سے متعلق کلماتِ خیر کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" حضرت مولانا خادم حسین رضوی ایک ایسے مردِ مجاہد تھے کہ جو کہتے اس پر عمل کر کے دکھا دیتے! چند ہی سال قبل ان کی عظمت وشہرت کا ستارہ چمکا اور پھر جلد ہی غروب ہوگیا! آپ کی دینی خدمات، مجاہدانہ کردار، آپ کے عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے بیانات اور پیغامات شاہد ہیں، کہ علامہ خادم حسین رضوی محبتِ رسول ﷺ میں سرشار تھے، دین پر مرنا جینا کوئی آپ سے سیکھے! سیاسی چاپلوسی کرنا، دین میں مُداہنت، اور رائے حق سے منہ موڑنا آپ کو آتا ہی نہیں تھا! آپ بلاشبہ اس شعر کے مصداق تھے: ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی!

اور آپ کی زندگی اس شعر کی بھی آئینہ دار تھی:

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی!

آج کے علماء، قائدین اور نام نہاد مجاہدین آپ کی زندگی سے سبق لیں! حق گوئی، حق شناسی، اور حق پرستی، آپ کے رگ وریشے میں پیوست تھی۔ امام عشق ومحبت، سیّدی اعلیٰ حضرت تاج دارِ بریلی سے سچی محبت فرماتے تھے، آپ کا نام لیتے ہی اُن پر محویت کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، اپنے بیان میں اکثر سیّدی اعلیٰ حضرت کے نعتیہ اشعار پیش کرتے اور جھومتے، آپ نے اپنی ایک تقریر میں سیّدی اعلیٰ حضرت کا یہ شعر پڑھا اور بےخودی سی کیفیت سے دوچار ہوگئے: ؎

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا!

اس شعر کو پڑھا اور بار بار پڑھتے رہے، گویا آپ نے اس سے پیغام دیا، کہ سرکارِ اَبد قرار اور محبوبِ پروَردگار ﷺ کی ذاتِ عالی صفات ہی وہ ذات ہے، کہ انہیں ہی جان مان کر آدمی مسلمان ہوتا ہے، اور سچا مسلمان جو اس عالَم میں دنیا سے گیا، واقعی وہ اپنا ایمان بچا کر گیا، اور جو انہیں نہ مانے، اس سے رشتہ ناطہ نہ رکھنا ہی، شانِ مسلمان اور مطالبہٴ ایمان ہے! ۔ اللہ تعالی حضرت مولانا خادم حسین رضوی کے صدقے، ہمیں عشقِ سرکار ﷺ اور محبتِ اعلی حضرت سے سرفراز فرمائے، آمین ۔

مفتی عبد الرحمن خاں قادری

مفتی عبد الرحمن خاں قادری (مدرّس دار العلوم منظرِ اسلام، درگاہ اعلی حضرت بریلی شریف، انڈیا) نے مخدومِ ملّت علّامہ خادم حسین رضوی سے متعلق، اپنے تعزیتی پیغام کا آغاز قلندرِ لاہوری علّامہ اقبال کے ان اَشعار سے کرتے ہوئے فرمایا کہ:

جو بادہ کش تھے پرانے، وہ اُٹھتے جاتے ہیں کہیں سے آبِ دَوام لے ساقی!
کٹی ہے رات ہنگامہ گُستری میں تیری سحر قریب ہے، اللہ کا نام لے ساقی

وہ (علّامہ خادم حسین رضوی) صرف ایک انسانی قد وقامت ہی نہیں تھا، وہ ایک عظیم فکر تھا، عظیم حوصلہ تھا، جہدِ مسلسل تھا، عزمِ جواں تھا، محکم یقین تھا، سراپا سوز تھا، ساز تھا، گداز تھا، عارفِ پاکباز تھا، عاشقِ صادق تھا، ملّت کا ہمدرد، حق وصداقت کا داعی، اور خُلوص ووفا کا پیکر تھا، اس کے وُجودِ مسعود میں عشقِ رسالت کی بجلیاں تھیں، وہ جوانوں میں حرارتِ ایمانی کا جوش اور بوڑھوں میں جوانی کا عزم وحَوصلہ بھر دیتا تھا! وہ ناموسِ رسالت کی سرحدوسیما کا پہرے دار تھا، وہ حرمتِ رسالت پہ قربان ہونے کا ایک جذبہٴ بے کراں تھا، وہ سوئی انسانیت میں عشقِ رسالت کی حرارت پیدا کرنے والا ایک شعلہٴ جوّالہ تھا، وہ ملّت کا قرار تھا، قوم کا غمگسار تھا، اور اپنے نبی ﷺ کا سچا وفادار تھا، اُسے سب کچھ گوارہ تھا، مگر شانِ رسالت میں تنقیص وتنقید گوارہ نہ تھی! اس کا کردار پاکباز اور اس کا عمل خالص تھا، اور شب وروز اس کا جہاد پکارتا تھا کہ ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے!

وہ امیر المجاہدین بھی تھا، اور وفادارِ سیّد المرسلین ﷺ بھی! وہ علم وعمل کا خوگر تھا، اور حرمتِ مصطفی ﷺ کا پاسبان بھی! وہ قوم کا سربراہ بھی تھا، اور دینِ متین کا مبلّغ بھی! وہ اہلِ وفا کے دلوں کا سکون تھا، اور دشمنانِ دِین کے لیے زوردار طمانچہ بھی! وہ دنیا سے چلا گیا، مگر ایک فکر دے گیا، ایک حوصلہ دے گیا، ایک عظیم تحریک دے گیا، ایک بے مثال پیغام دے گیا کہ'' لوگو! دنیا میں دِین کا خادم بن کر جیو، مخدوم ہو جاؤ گے! اپنے نبی ﷺ کے لیے کام کرو، کامیاب ہو جاؤ گے! اُن کے قدموں پر مر مٹو، اَمر ہو جاؤ گے!'' کون ہے وہ مردِ حق آگاہ! کون ہے وہ جہدِ مسلسل کی عملی تصویر! کون ہے وہ قوم وملّت کا درد نہاں! کون ہے وہ جس کی ساری زندگی علم وعمل، سعیٴ پیہم، پیغامِ صداقت، دعوتِ حق، اِبطالِ باطل، اور دشمنوں کی سرکوبی سے عبارت ہے؟! یاد رہے! اُسے دنیا شیخ الحدیث علّامہ خادم حسین رضوی کے نام سے یاد کرتی ہے! وہ چلے گئے مگر اپنے دائمی نُقوش چھوڑ گئے! اپنا جلوہ، اپنی

یادیں، اپنا مشن، اپنی تحریک چھوڑ گئے! ہمیں ان کا مشن آگے بڑھانا ہے! باطل کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر ہمیں یہ اعلان کرنا ہے! کہ ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا!

ان کے جانے پر دل غمزدہ اور آنکھیں نمناک ہیں، مگر ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے

آج وہ، کل ہماری باری ہے!

اس روح فرسا اور صدمۂ جاں کاہ کی گھڑی میں، خادم الخادم عبدالرحمٰن خاں قادری، مدرّس دارالعلوم منظرِ اسلام، درگاہِ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، علّامہ خادم حسین رضوی کے اہلِ خانہ سے اِظہارِ تعزیت کرتا ہے! اور اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے، کہ ربِ قدیر بطفیل رسولِ خبیر، علّامہ خادم حسین رضوی پر رحمت وغُفران کی برسات فرمائے! لمحہ لمحہ ان کے درَجات بلند سے بلند فرمائے، اور ان کو جنّت الفردَوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے! نیز ان کے پسماندگان، متعلقین ومتعلقات کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مولانا عبدالہادی نوری (ساؤتھ افریقہ)

خلیفۂ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، سرکار مفتیٔ اعظم ہند، مولانا عبدالہادی نوری (بانی وصدر امام احمد رضا اکیڈمی، ڈربن، ساؤتھ افریقہ) قائدِ ملّتِ اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی سے انتہائی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ'' ہر زمانے میں ایسے مردانِ قلندر وارد ہوئے ہیں، جن کے وُجودِ مسعود نے گلشن اسلام کی آبیاری کی، ایوانِ باطل میں لرزہ طاری کر دیا، اور چار دانگ عالم میں عشقِ مصطفوی کے چراغ روشن کیے۔ دَورِ حاضر میں ایسا یکتائے روزگار، عقیدۂ ختمِ نبوّت کا سپہ سالار جس کا ہم نے مُشاہَدہ کیا، وہ عالمِ جلیل، فنافی الرسول، امیر المجاہدین حضرت علّامہ خادم حسین رضوی تھے۔ میدانِ علم کا دُھنی اور شہسوار، ایسا ماہر کے علمائے کِبار ومشائخِ عِظام آپ کو'' امام الصرف'' مانتے ہیں، آپ کی کتاب ''تعلیلا تِ خادمیہ'' اس کا بیّن ثبوت ہے! مُحدِّث ایسے کہ کئی سال مَسندِ حدیث پر فائز رہے!۔

آپ نے محدِّث اعظم پاکستان علّامہ سردار احمد صاحب کے دَور کی یاد تازہ کر دی! سینکڑوں اَحادیث کے حافظ، عربی متن کے ساتھ کئی احادیث تقریروں میں فی البدیہہ پڑھا کرتے، فقہ میں ایسی مہارت تھی کہ'' فتاوی رضویہ شریف'' کا نہ صرف بالاستیعاب مطالعہ کیا، بلکہ اس کے شروع میں تحقیقی مقدمہ ومقالہ بھی لکھا! عربی ادب پر ایسے ماہر کہ یوں محسوس ہوتا جیسے'' لسان العرب'' اور'' قاموس'' حفظ ہو! ہر لفظ کے کئی کئی مَعانی اور مفاہیم مثالوں کے ساتھ سمجھاتے، اپنے زمانے کے سعدی وجامی تھے! فارسی اور عربی اَشعار پر گہری دسترس رکھتے تھے، خصوصاً روزانہ سبق سے پہلے'' قصیدہ بردہ شریف'' کے ایک شعر کی تشریح کرتے، کوئی تقریر قلندرِ لاہوری ڈاکٹر اقبال اور امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت کے اَشعار کے بغیر مکمل نہ کرتے! تاریخِ اسلام خاص کر دَورِ

خلافت، سیرت اور غزوات پر ایسا عبور تھا، کہ سننے والا یوں محسوس کرتا کہ یہ کوئی واقعہ نہیں، بلکہ اپنا عینی مُشاہَدہ بیان کر رہے ہیں!۔
امیر المجاہدین علاّمہ خادم حسین رضوی، جبل علم مفتی عبد القیوم ہزاروی کے شاگردِ خاص، پاکستان کی سب سے بڑی دینی درسگاہ ''جامعہ نظامیہ رضویہ'' کے سینئر استاد، اور ہزاروں کی تعداد میں فضلاء وعلماء کے استاذ تھے۔آپ زُہد وتقوی کے مرَّصع وپیکر تھے، فقرِ شبیری آپ کے گھر اور طرزِ زندگی سے عیاں تھا، لاکھوں کا رَہبر ہونے کے باوجود، مسجد ہی کے گھر میں رہائش پذیر تھے، جب جنازہ اٹھا تو گھر کے دروازے تک ٹوٹے ہوئے تھے، اپنی دینی خدمات میں کوئی تصنُّع روا نہ رکھا، اپنا تعارُف یوں کرواتے کہ ''میں کتا، پاک رسول اللہ دا'' یعنی میں دررسول پاک کا ایک کتا ہوں، کوئی خنزیر، ناموسِ رسالت کے گلشن پر حملہ کرے گا تو میں شور مچاؤں گا۔علاّمہ رضوی عملیات ووظائف کے بہت شوقین تھے، رات کو سونے سے قبل ''تسبیح فاطمہ'' اور ''سورۂ محمد'' کی تلاوت آپ کے اَوراد میں تھی، شب بیدار شخصیت تھے، فراقِ رسول ﷺ میں رات بھر اَشک بہایا کرتے تھے، جب ملعون فرانسیسی صدر نے سرکارِ مدینہ، صاحب حُسن وجمال ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کی سرِ عام نمائش کی، آپ اس وقت سے رنجیدہ تھے کہ جب سرکار کی گستاخی ہو، اور امّت اس پر خاموش رہے، تو ان کو مر جانا چاہیے، انہیں جینے کا حق نہیں! آپ کا عمل کیا تھا؟ وہ خود اقبال کے شعر میں سمجھاتے ؏

جس کا عمل ہو بے غرض اس کی جزا کچھ اَور ہے!

آپ عاشق صادق تھے، امام بوصیری فرماتے ہیں کہ'' عاشق تیرا عشق چھپ نہیں سکتا، تیرا زرد چہرہ، پُرنم آنکھیں، آہ وبکا سب تیرے عشق کو ظاہر وباہر کر رہا ہے! آپ کی تقریر ہر سُو عشق کی خوشبو بکھیر دیتی، جس نے ایک تقریر بھی سن لی، اس نے اپنے سینے میں جو گرمی محسوس کی، وہ بلا شبہ یوں بیان کی جا سکتی ہے:؏

کبابِ آہو میں بھی نہ پایا
مزا جو دل کے کباب میں ہے!

علاّمہ خادم حسین رضوی کی تقریر، تقریر نہیں بلکہ شعلہ بیانی اور عاشقانہ سحر انگیزی تھی، ہزاروں نہیں بلکہ عرب وعجم میں لاکھوں لاکھ مسلمانوں نے ان کی تقریریں سن کر، ناموسِ رسالت ﷺ کی پہرہ داری کی قسم ٹھان لی ہے! اور اُن کا لگایا ہوا نعرہ، اب ہر مسلمان کی زندگی کا نعرہ بیان گیا ہے،؏

لبیک لبیک لبیک یا رسولَ اللہ
تاجدارِ ختمِ نبوّت زندہ باد زندہ باد!

اس ساقیٔ عشق نے عشق کے وہ جام پلا دیے ہیں، کہ ہر سُنّی اب اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین یوں بیان کرتا ہے:؏

اُنہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا!

علاّمہ خادم حسین رضوی نے واضح طور پر یہ اعلان کر دیا کہ؏

گستاخِ رسول کی ایک ہی سزا

سرتَن سے جُدا سرتَن سے جدا!

''دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے'' کے مصداق قبلہ امیر المجاہدین کے، اس اعلان میں وہ تاثیر تھی کہ پاکستان کے طُول وعرض میں یہ صدا گونجنے لگی، اور تو اور عالَمِ کفر پر خَوف وہیبت طاری ہوگئی، فیس بک (Facebook)، یوٹیوب (youtube) اور پرنٹ میڈیا (print media) پر آپ کی تصاویر، بیانات اور سیاسی جدو جہد کو بلاک (Block) کیا جاتا رہا، خبروں میں کوئی کوریج (Cocverage) نہ دی جاتی، مگر ہر آن آپ شہرت کی بلندیوں کو طے کرتے رہے، اور آپ کے محبین اور متعلقین کا حلقہ وسیع تر ہوتا چلا گیا، آپ کو جیل کاٹنے پر بھی مجبور کیا گیا، آنسوگیس، شیلنگ (Shelling)، جیسی کئی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں! لیکن آپ ہمیشہ مسکرا کر یہ فرماتے کہ'' جن مالکوں کا ہم کام کر رہے ہیں، وہ ہمیں بے آسرا نہیں چھوڑیں گے!''۔

اس جذبۂ عشق ومستی نے مسلمانانِ عالَم میں ایک روحانی ومصطفوی انقلاب پیدا کر دیا! آج بھی جب ان کی تقریر سنتے ہیں، تو سننے والا اپنے اندر ایک ولولہ، ایک تحریک محسوس کرتا ہے، بلکہ بزبان دل کہتا ہے: ؏

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں

تیرے نام پر سب کو وارا کروں میں!

خدائے ذوالجلال نے اپنے فضل وکرم سے علّامہ خادم حسین رضوی کو کئی کمالات سے نوازا ہے، حافظِ قرآن، قاریٔ قرآن، امام، خطیب، مُناظر، مقرّر، فصیح اللسان، مُدرّس، مفتی، ادیب، شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، پیرِ طریقت، صوفی باصفا، مُصنِّف، سیاسی مدبِّر، قائد، امیر المجاہدین، مُحافظِ عقیدۂ ختمِ نبوّت، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ عشقِ رسالت کے علمبردار ہیں۔ آپ کا جنازہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں آپ کی مقبولیت کی واضح دلیل تھا! پاکستان کی تاریخ تو کجا، انسانی تاریخ کے چند بڑے جنازوں میں سے ایک تھا! ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، اور اُن کے نُقوش صدیوں تک مشعلِ راہ ہوتے ہیں!۔ آپ کی قابلِ رشک زندگی اور جنازہ یقیناً ہمیں یہ پیغام دے گیا ہے: ؏

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا

جان کی اِکسیر ہے اُلفت رسولُ اللہ کی!

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی خاص رحمتوں کا نزول فرمائے، اور ان کے صدقے ہمیں بھی شمعِ رسالت کا سچا پروانہ بنادے، آمین!'' ()۔

مولانا سیّد محمد علیم الدین اَصدق مصباحی اعظمی

مولانا سیّد محمد علیم الدین اَصدق مصباحی اعظمی (دار العلوم قادریہ غریب نواز، ساؤتھ افریقہ) نے قائدِ ملّتِ اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی کی وفات پر، اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ'' اس رُوح فرسا خبر سے دل ودماغ کا عالَم زیر وزبر ہوگیا! اور پورا وُجود ناگفتہ بہ تکلیف سے دو چار ہے! اور یہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے، کہ امیر المجاہدین، مُحافظِ ناموسِ

رسالت ﷺ، آبرُوئے اہلِ سنّت، شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت علاّمہ خادم حسین رضوی نقشبندی اپنے مالکِ حقیقی کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون!۔

ایک اندازہ کے مطابق ایک کروڑ تیس لاکھ افراد نے نمناک آنکھوں کے ساتھ، ان کے جسدِ اقدس کو سپردِ خاک کیا، ع

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیرِ کارواں تجھ پر

فنا کے بعد بھی باقی ہے شانِ رَہبری تیری!

مُحافظِ ختمِ نبوّت، امیر المجاہدین، حضرت علاّمہ خادم حسین رضوی ایک شخص نہیں بلکہ ایک انجمن تھے، ان کی ذات ایک انقلابی ذات تھی، وہ گرجدار آواز جس سے شاتمانِ رسول کا دل دہل جاتا تھا، اور ایوانِ باطل میں زلزلہ آجاتا تھا! وہ ان کی نہیں حق و صداقت کی آواز تھی! ان کا اچانک سانحہ ارتحال ملّتِ اسلامیہ کا ناقابل تلافی خسارہ ہے! ان کی وفات جرأت و بہادری اور حق وصداقت کے ایک عہد کا خاتمہ ہے، ع

جان کر من جملۂ خاصانِ میخانہ مجھے

مدّتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے!

اللہ تعالی نے قبلہ حضرت امیر المجاہدین کو گوناگوں اَوصافِ حمیدہ اور خصائل جلیلہ کا جامع بنایا تھا۔ وہ "امیر المحدّثین" بھی تھے اور "امیر المفسّرین" بھی، "امیر المجاہدین" بھی تھے اور "امیر المناظرین" بھی، "امیر الفقہاء" بھی تھے اور "امیر الخطباء" بھی، امیر النحو" بھی تھے اور "امیر الصرف" بھی، منطق وفلسفہ کے بھی امیر تھے اور امیرِ علمِ بدیع ومَعانی بھی، امیرِ شریعت وطریقت بھی تھے اور امیرِ حقیقت ومعرفت بھی، امیرِ زبان وادب بھی تھے اور امیرِ فکر وفن بھی، جرأت وبے باکی کے بھی امیر تھے اور امیرِ حق وصداقت بھی، اور ان سب پر مستزاد اُن کا عشقِ رسول ﷺ اور جذبۂ خود سپردگی وجاں نثاری ہے! جس نے انہیں امیر المجاہدین امیر العاشقین کا معزّز لقب عطا کیا، اور مُحافظین ناموسِ رسالت ﷺ کا امیر وسَرخیل بنا دیا!۔

حضرات صحابۂ کرام کے عشقِ رسول اور ناموسِ رسالت ﷺ پر مرمٹنے کا جو پاکیزہ تذکرہ، کتبِ احادیث وسِیر ومَغازی میں موجود ہے، اس کی چلتی پھرتی تصویر کا نام" خادم حسین رضوی" ہے، ان کی پُرکشش ذات میں سیّدنا صدیق اکبر کی صداقت، سیّدنا عمر کی شجاعت، سیّدنا عثمان کی شرافت، سیّدنا علی کی ولایت، اور سیّدنا سیف اللہ خالد کی جرأت وبے باکی کا فیضان جمع تھا! اس لیے ان کی ذات جلال وجمال کی آئینہ دار تھی، یقیناً وہ گفتار وکردار ہر اعتبار سے اللہ کی آیت وبرہان تھے! ع

ہر لحظہ ہے مؤمن کی نئی شان نئی آن

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!

یہ دَور فتنوں کا دَور ہے، داخلی وخارجی ہر دو 2 قسم کے فتنوں سے اُمّتِ مسلمہ اس وقت نبرد آزما ہے، ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت آئے دن پیغمبرِ اسلام ﷺ، اور حضرات صحابۂ کرام و اہلِ بیتِ عِظام کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں۔ اے خادم حسین رضوی! آپ کی جرأت وبے باکی اور عزم وحَوصلے کو لاکھوں سلام! آپ نے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ اور

عظمتِ صحابہ واہلِ بیت کا مورچہ سنبھالا! اور اپنے ولولہ انگیز خطابات کے ذریعہ امّتِ مسلمہ کے ایمانی جذبہ کو بیدار کیا! گستاخانِ رسول وشاتمانِ صحابہ واہلِ بیت کا ایسا تعاقُب کیا، کہ ان کی کمر ٹوٹ گئی، ان کے ناپاک ارادے خاک میں مل گئے!

اور اب وہ مبہوت وسرگرداں اپنی موت پر ماتم کناں ہیں، اور ہمیشہ رہیں گے! یقیناً آپ ناموسِ رسالت کے مُحافظ اور قافلہ سالارِ عشق کے پاسبان تھے، تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ ان کا مشن، اور نظامِ الٰہی کا قیام ان کا منشور تھا، وہ اپنے اس عظیم مشن کے ساتھ زندہ رہے، اور دنیا سے اس شان کے ساتھ رخصت ہوئے، کہ ان کے سر پر مُحافظِ ختمِ نبوّت کا زریں تاج سجا ہوا تھا!۔

اے امیر المجاہدین! آپ کا دلنواز اور ایمان افروز نعرہ'' لبیک یارسول اللہ'' پاکستان کی سرحدوں سے آزاد ہو کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچ چکا ہے! اور مسلمانانِ عالَم کی زبان پر یہ وجد آفریں نعرہ اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ جاری ہے! اس مبارک نعرہ کی طرح آپ کی ذات والاصفات بھی تاقیامِ قیامت یاد رکھی جائے گی! اور آپ کا نام نامی اسم گرامی تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ رہے گا!۔ اللہ ربُّ العالمین قبلہ امیر المجاہدین کی قبر انور پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے! اور امّتِ مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین!''

مولانا ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی

علّامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی (صدر مدرّس، دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی، ضلع بستی، یوپی انڈیا) نے امیر المجاہدین کو ایک عظیم عاشق رسول ﷺ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ'' کشتۂ عشقِ رسالت، قائد ملّت اسلامیہ، فدائے خاتم النبیین، بانئ ''تحریک لبیک یارسول اللہ'' حضرت علّامہ خادم حسین رضوی کی رحلت، ملتِ اسلامیہ کا عظیم خسارہ ہے! اللہ تعالی حضرت کے درجات کو بلند فرمائے، اور جماعتِ اہلِ سنّت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے!۔

ضلع اٹک پاکستان میں پیدا ہونے والے امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی کی پوری زندگی جدوجہد اور تحریک و تنظیم سے عبارت تھی، مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، علّامہ عبد الحکیم شرف قادری، اور علّامہ محمد صدیق ہزاروی جیسے اَساطین علم وفن سے فیض پا کر، آپ نے میدانِ عمل میں قدم رکھا'' جامعہ نظامیہ'' لاہور میں تدریس، اور محکمۂ اوقاف پنجاب میں بطور خطیب فرائض انجام دیتے رہے، حکومتی پالیسیوں پر تنقید کے سبب آپ کی سرکاری ملازمت چلی گئی۔

'' غازی رہائی تحریک'' کے روحِ رواں، اور'' تحریک فدائیانِ ختمِ نبوّت'' کے امیر رہے،'' تحریک لبیک پاکستان'' (TLP) نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا تحفظِ ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوّت کے مقدّس جُرم میں کئی بار جیل بھی گئے۔ اراکین اسمبلی کے حلف نامے میں ختمِ نبوّت سے متعلق الفاظ سے، جب حکومت نے چھیڑ چھاڑ کی کوشش کی، تو قائدِ اہلِ سنّت علّامہ شاہ احمد نورانی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، فیض آباد (راولپنڈی، پاکستان) کے مقام پر آپ نے اکیس 21 روز تک مسلسل دھرنا دیا، جس کا خوشگوار نتیجہ یہ برآمد ہوا، کہ مذکورہ حلف نامے کو واپس اصل شکل میں بحال کر دیا گیا، اور اس وقت کے وفاقی وزیر قانون زاہد حامد کو استعفی دے کر، زندگی بھر کے لیے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑی۔

علّامہ خادم حسین رضوی کا سب سے ممتاز وصف عشقِ رسالت تھا، اسی لیے وہ ہمیشہ ناموسِ رسالت پر جان قربان کرنے

کے لیے تیار رہتے تھے، جہاں بھی شانِ رسالت پر کوئی حرف آتا دیکھتے، تڑپ اٹھتے، اور گستاخانِ رسالت کو ان کے انجام تک پہنچانے کے لیے کمر بستہ ہو جاتے! آپ کی تصنیفات میں" تیسیر ابواب الصرف" اور"تعلیلا تِ خادمیہ" آپ کی یادگار ہیں۔ خطابت عشقِ رسالت سے معمور، اور محبتِ رسول ﷺ سے لبریز ہوتی تھی، کلام اقبال اور امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری جھوم جھوم کر پڑھتا کرتے۔

واضح رہے کہ محبتِ رسول ہی وہ جذبہ صادق تھا جو آپ کی پہچان بنا، اور عالم اسلام میں اسی جذبہ صادق کے طفیل آپ کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہی وصف تمام مسلمانانِ عالَم میں مشترک ہونے کے ناطے، ہر ایک نے تحریری اور تقریری طور پر آپ کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ میری اس تحریر کا محرّک بھی جذبہ عشقِ رسالت ہی ہے!۔

19 نومبر 2020ء کو ناموسِ رسالت کا یہ پہرے دار ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا۔ جنازے میں لاکھوں لوگوں کی شرکت نے آپ کی مقبولیت کی سند فراہم کر دی! اللہ تعالی آپ کو اپنا قربِ خاص عطا فرمائے!۔ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے اساتذہ، اراکین اور طلبہ سب آپ کے پسماندگان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں! اللہ تعالی سب کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!"

!مفتی نظام الدین مصباحی گجراتی صاحب UK

مفتی نظام الدین مصباحی گجراتی صاحب UK نے اپنے تعزیتی پیغام میں، علمائے کرام کو مخاطَب کرتے ہوئے فرمایا کہ" شاید آپ میں سے بہت سے لوگ یہ بات نہ جانتے ہوں کہ عاشقِ رسول، مخدومِ ملّت حضرت علّامہ مولانا خادم حسین رضوی اپنے دَور کے" امام الصرف" تھے، عِلمِ صرف میں ان کی دو 2 کتابیں میرے پاس موجود ہیں: (1)" تیسیر ابواب الصرف"، اور (2)"تعلیلا تِ خادمیہ"۔ ان دونوں میں سے ہر کتاب پونے سات سو صفحات سے پر مشتمل ہے، جو کہ عِلمِ صرف میں ان کی امامت کا منہ بولتا ثبوت ہے!۔ دیابنہ، اہلِ حدیث، اور اہلِ سنّت و جماعت اگر ان کی کتابوں کا جائزہ لیں، تو عِلمِ صَرف میں ایسی شاندار کتاب شاید ہی انہیں کہیں نظر آئے! جو شخص ان دونوں کتابوں کو اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ شخص عِلمِ صَرف میں اچھی خاصی گہری اور عمیق نظر کا حامل ہو جائے گا!۔

اس کے ساتھ ساتھ علّامہ خادم حسین رضوی صاحب کی دوسری عمدہ صفت یہ بھی تھی، کہ عِلمِ حدیث میں انہیں بڑا عبور حاصل تھا، آپ مکمل سند کے ساتھ حدیث شریف زبانی پڑھا کرتے تھے۔

مولانا محمد شاہد القادری

مولانا محمد شاہد القادری (بانی و ناظم اعلی کلیۃ السیّدۃ آمنہ للبنات، کلکتہ انڈیا) نے قائدِ ملّتِ اسلامیہ، قبلہ امیر المجاہدین علّامہ خادم حسین رضوی کی وفات پر اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ" یہ سنّتِ الٰہیہ رہی ہے، کہ اسلام کی تقویت اور سنّت کے اِحیا کے لیے اللہ تعالی، فرعون اور فرعونیت کے سدِّ باب کے لیے شیر دل مجاہد دنیا میں بھیجتا رہا، جو اہلِ ایمان کی نصرت اور پیغامِ حق کی سر بلندی کے لیے، شمشیرِ بُرّاں (تیز دھار تلوار) بن کر منظر نامہ پر چھاتا رہا! انہیں نُفوسِ قدسیہ میں ایک عالمگیر شخصیت اور شمشیرِ

بے نیام، عاشقِ رسول ﷺ، مُحبِّ اعلیٰ حضرت، شیرِ پاکستان، خلیفۂ سیّدی تاج الشریعہ، حضرت علاّمہ خادم حسین رضوی کی ذاتِ بابرکات ہے! جنھوں نے ''لبیک یارسول اللہ'' کے بینر (Banner) تلے، اہلِ عقیدت کے قُلوب واَذہان کو ''لبیک یارسول اللہ'' کا نعرۂ مستانہ دے کر، مست وکیف کا جوش ور پیدا کیا ہے، یہ آپ ہی کا خاصہ ہے!۔

حضرت علاّمہ خادم حسین رضوی کے رگ وپے میں ''تحفظِ ناموسِ رسالت'' کا جذبہ ایسا وَدیعت کر گیا تھا، کہ آخری دم تک پیروں سے معذور رہونے کے باوجود، دشمنانِ اسلام کے لیے ان اَشعار کے مصداق بنے رہے: ؏

دشمنِ احمد پہ شدّت کیجیے
مُلحدوں کی کیا مُروت کیجیے!

اور ؏

خاک ہو جائیں عدُو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے، ذِکر اُن کا سناتے جائیں گے!

حضرت علاّمہ خادم حسین رضوی نے اپنے آقا، شبِ معراج کے دولہا ﷺ کی شانِ اقدس کی رفعت ووقار کے لیے، اپنی جان کو جانِ جاناں ﷺ کے قدموں پر قربان کیا ہے، ایسی ذات کو ہزار ہا ہزار سلام! ان کی تُربتِ انور پر ہزار ہا ہزار رحمت وانوار!''

پیر سیّد محمود اشرف اشرفی جیلانی

حضرت پیر سیّد محمود اشرف اشرفی جیلانی (سجادہ نشین کچھوچھہ شریف، انڈیا) علاّمہ خادم حسین رضوی سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ناموسِ رسالت ﷺ پر مضبوط پہرے داری کرنے والی غیر معمولی شخصیت، امیر المجاہدین مولانا خادم حسین رضوی کا انتقالِ پُرملال یقیناً عالَمِ اسلام کے لیے عظیم سانحہ ہے! اس مردِ مجاہد کی آہنی جرأت کی مثال نہیں ملتی! اللہ تعالیٰ ان کی مرقدِ پُرانوار پر خوب خوب رحمت ونور اَفشانی کرے، اور آپ کے اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین!

سیّد نجیب حیدر نوری میاں

حضرت سیّد نجیب حیدر نوری میاں (خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف، یوپی انڈیا) امیر المجاہدین علاّمہ خادم حسین رضوی کی وفات پر امّتِ مسلمہ سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''زندگی کو شاہانہ طور سے گزارنے کے بہت سے قصے پڑھے دیکھے اور سنے، لیکن کسی کی موت بھی اتنی شاہانہ ہوسکتی ہے، اس بات کا یقین مولانا خادم حسین رضوی کی رحلت، اور ان کے آخری سفر کو دیکھنے سے ہوا۔ یہ سب انعام واِکرامِ مولیٰ کی جانب سے ہوا کرتے ہیں، اس میں کسی حکمران، یا کسی دنیاوی شخصیت کی وَساطت کی سعی کارفرما نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کے فضل اور اس کی مشیئت کے مطابق ہی کوئی شخصیت مرجع خلائق ہوتی ہے۔ یقیناً ایسی ہی چند نابغۂ روزگار شخصیات میں سے، اللہ رب العزّت نے علاّمہ خادم حسین رضوی کو بھی اپنے خصوصی فضل سے نواز کر، انہیں اس مقام

ومرتبہ پر فائز کیا، اور شہرتِ دَوام سے نوازا!۔

رہتی زندگی تک وہ ناشرِ محبتِ رسول، اور مُحافظِ ناموسِ رسالت ﷺ کی حیثیت سے، برصغیر پاک وہند میں تسلیم کیے جاتے رہے، اپنے علمی تبحر، تحریر وتقریر، جرأت مندی، استقامت وتصلُّب فی الدین کے سبب، آپ ایسی مثالی شخصیت کے حامل ہوئے، کہ ہند و پاک کے عوام میں یکساں مقبول ومعروف ہوئے۔

حضرت خادم حسین رضوی صاحب کا ایک ایسا وصف جو سب سے نمایاں ہے، وہ یہ کہ انہوں نے اپنے اُسلوبِ تبلیغ کو جغرافیائی حدود تک محصور نہیں رکھا، بلکہ بینَ الاَ قوامی سطح پر مذہبِ اسلام کی حقانیت، اور جنابِ رسالت مآب ﷺ کی عظمت کی ترویج و اِشاعت میں، استقلال اور استحکام کے ساتھ ثابت قدم رہے، نہ مشرق کی باطل طاقتوں کا خوف دل میں رکھا، اور نہ ہی مغرب کے جبر و اِستبداد سے مرعوب ہوئے! ؏

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی!

جب جب باطل نے سر اٹھایا، اور بانیٔ اسلام کی شان میں گستاخی کرنے کی کوشش کی، تب تب حفظِ ناموسِ رسالت کے علمبردار، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی فوج کے اس بہادُر سپاہی نے، سیفُ اللّٰہی تیور کے ساتھ دامے، درمے، قدمے، قلمے، سُخنے اپنی شمولیت کو درج کرایا!۔

اُن کا آخری سفر دیکھنے والوں نے بخوبی اعتراف کیا ہوگا، کہ سرکارِ دوعالَم ﷺ کے سچے عاشق کی شان ایسی ہی ہوتی ہے! اور ان کی عبقریت بامِ عروج پر متمکن ہوا کرتی ہے! جس طرح لاکھوں صحیح العقیدہ عوام کا ہجوم اس عاشق رسول ﷺ کو، اس کی ابَدی آرام گاہ تک جذبۂ عقیدت، اور جنونِ شَوق کے ساتھ، اپنے کندھوں پر لیے محوِ خرام تھا، وہ فی زمانہ عنقاء ہے!۔

علّامہ خادم حسین رضوی صاحب! آپ کو یہ منصب مبارک! یہ مقبولیت اور غلامیِٔ رسول کا تمغہ مبارک! ہم سب اہل سنّت آپ کی مخلص خدمات کو تادمِ آخر یاد رکھیں گے! اور دعا کریں گے کہ مولی آپ کا نعم البدل عطا فرمائے! اور آپ کے جانشین سے آپ کی تحریک کو تقویت بخشے! ہم تمام اراکین ''خانقاہِ برکاتیہ'' اہلِ سنّت وجماعت کو پُرسہ دیتے ہیں! کیونکہ وہ امّتِ مسلمہ کی امانت تھے، اور ان کی رحلت پوری امّت کے لیے صدمے کا باعث ہے۔

اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ کے صدقے وطفیل، ہم سب کو دین اسلام کا سچا سپاہی بنائے! اور آخرت میں ایسے ہی انعام واِکرام سے نوازے، آمین بجاہ سیِّد المرسلین ﷺ!''۔

مجاہدِ ناموسِ رسالت اور علمائے عرب

ڈاکٹر عبد العزیز الخطیب

شہزادۂ غوثِ اعظم، حضور فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد العزیز الخطیب (دِمشق شام) کے سوشل میڈیا پیج: ''أحباب الشيخ عبد العزيز الخطيب الحسني'' پر علّامہ خادم حسین رضوی صاحب کی شخصیت اور ان کے علم وفضل کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا: ''علّامة

فقیہ محدّث، عاشق للجناب المحمدی، مُدافِع ومُنافِح عن سیّدنا رسول اللہ والفقید حنفيٌّ المذھب، ماتریديٌّ المعتقد، قادريٌّ المَشرَب، وینتمی لمدرسۃ الإمام أحمد رضا خانْ البَرَیلْوی فکراً ومنھجاً، وللفقید نشاطٌ علميٌّ وروحيٌّ واسعٌ فی باکستان وخارجھا. وھو الذی أسّس حرکۃ "لبیك یا رسولَ اللہ" الشھیرۃ (للدِّفاع عن سیّدنا رسول اللہ)، وأُوْذِيَ فی سبیل ذلك واعتقل، وھو المقعد العاجز عن المشی... رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً وأسکَنہ فی الفردَوس الأعلی مع النّبیین والصّدیقین والشھداء والصّالحین، آمین یارب العالمین!۔

"علامہ خادم حسین رضوی صاحب بہت بڑے عالم دین، فقیہ، محدّث، عاشق رسول ﷺ اور مُحافظِ ناموسِ رسالت ﷺ تھے، آپ مکتبۂ فکر کے اعتبار سے حنفی، عقیدے کی رُو سے ماتُریدی، اور مشرباً (نقشبندی) قادری تھے، افکار ونظریات کے اعتبار سے امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کے پیروکار تھے۔ آپ کی (اپنی تنظیم کے توسّط سے) پاکستان کے علاوہ، بیرونِ ملک بھی وسیع علمی وروحانی سرگرمیاں تھیں، یہ وہی عظیم ہستی ہیں جنہوں نے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کی خاطر "تحریک لبیک یارسول اللہ" کی بنیاد رکھی، چلنے پھرنے سے معذور ہونے کے باوجود، اس مقدّس مشن کی پاداش میں آپ کو گرفتار کیا گیا اذیتیں بھی دی گئیں۔ اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے، اور انبیائے کرام، صدیقین، شہداء، اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ انہیں جنّت الفردَوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین یارب العالمین!"۔

ڈاکٹر شیخ حمزہ کتّانی

ڈاکٹر شیخ حمزہ کتّانی (رباط، مُرّاکش) مُحافظِ ناموسِ رسالت ﷺ علامہ خادم حسین رضوی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "عرفتُہ منذُ سنواتٍ فی ھذا العالَم الأزرق، وأدھشتْنی فصاحتُہ العربیۃ، وقوّتُہ، ومَواقِفُہ المشرفۃ فی الدِّفاع عن رسول اللہ ، وخُطَبُہ القویّۃ والمؤثِّرۃ والشدیدۃ، وجمالُہ وھَیبتُہ، واستنارۃُ وجھِہ، وثقتُہ الممزوجۃُ بالقوّۃ والابتسامۃ، وبَداھتُہ، وشدّتُہ فی الحقّ، وأحببتُہ حبّاً کبیراً، خاصّۃً مع معرفتی أنّہ مِن أتباع مدرسۃِ الإمام أحمد رضا خانْ البَرَیلْوی، الذی کان من أعظم المتعشّقین فی رسول اللہ... لقد انھد الیوم صرح من صُروح الإسلام بوفاۃِ ھذا الإمام الجلیل، وحُقّ للمؤمنین البُکاء والحزن والعویل والسّقام، فرحم اللہ الفقیہ الغالی، وأسکنَہ فسیحَ جنّاتہ، وتقبّلہ فی الشّھداء، وجعل النبيّ شفیعَہ، أتعازی لأسرتہ ومحبّیہ وحزبِہ وجماعتِہ"

"میں اس نیلے فلک تلے، علامہ خادم حسین رضوی صاحب کو برسوں سے جانتا تھا، عربی زبان میں ان کی فصاحت، جرأت، بہادری اور رسول اللہ ﷺ کے دِفاع میں ان کے اُصولی موقف سے میں بہت حیرت زدہ تھا، ان کی تقریروں کا انداز بہت جاندار، مؤثر اور سخت ہوا کرتا، وہ انتہائی باوقار، پُر اعتماد اور کھلتی ہوئی مسکراہٹ کی حامل شخصیت تھے! ان کے موقف میں سختی حق کی خاطر تھی، اور خاص طور پر امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے مکتبۂ فکر کا پیروکار ہونے کے سبب، میں ان سے بہت زیادہ

محبت رکھتا تھا؛ کہ امام احمد رضا بہت بڑے عاشق رسول تھے!۔

آج اس امامِ جلیل کی وفات سے عالم اسلام میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے، اور مسلمانانِ عالَم ان کی وفات پر آنسو بہانے اور غم منانے میں حق بجانب ہیں! اللہ کریم اس عزیز فقیہ پر رحمت فرمائے، انہیں جنّت میں کشادہ مقام عطا فرمائے، انہیں شہداء میں قبول فرمائے، اور نبیِّ کریم ﷺ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، آمین! میں اُن کے خاندان، دوست احباب، اور تحریک کے جملہ لواحقین سے اظہارِ تعزیت کرتا ہوں!"۔

شیخ ابو اسحاق الحوینی

شیخ ابو اسحاق الحوینی (مصر) امیر المجاہدین کی دینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" انتقل اليوم العلّامة الجليل المجاهد، من كبار علماء باكستان، شيخ الحديث والتفسير، فضيلة الشيخ خادم حسين الرضوي، مؤسس الحزب الدِينى السِّياسى: "لبيك يا رسول الله". الذى أشرف على مسيرةٍ كبيرة، واحتجاجٍ عظيم ضدَّ الرسوم المُسيئة، وطالَب الدولةَ الباكستانية بإخراج سفيرِ فَرنسا منها، وقد خرج معه المَلايين من النّاس إلى شَوارع إسلام آباد عاصمة باكستان" ().

" پاکستان کے ایک عظیم عالم دین، بہت بڑے مجاہد، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ خادم حسین رضوی صاحب، جو کہ مذہبی سیاسی جماعت "تحریک لبیک یارسول" کے بانی تھے، ان کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون! انہوں نے (حکومت فرانس کی جانب سے توہین رسالت پر مبنی) گستاخانہ خاکوں کی اِشاعت کے خلاف، بہت بڑی ریلی اور زبردست احتجاج کی قیادت فرمائی، اور حکومتِ پاکستان سے فرانسیسی سفیر کو نکالنے کا مطالبہ کیا، اور ان کے اس مطالبے کی حمایت میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد، دارالحکومت اسلام آباد کی سڑکوں پر نکل آئی۔ اللہ ان پر اپنی رحمت فرمائے، آمین!"۔

محمد بن عبداللہ التلیدی

محمد بن عبداللہ التلیدی (گوئٹے مالا/سنٹرل امریکہ) علّامہ خادم حسین رضوی کی اپنے نبی ﷺ سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" وقد استمعت إليه يتحدث عن شمائل الرّسول ﷺ حديثاً بديعاً، ورأيتُه ميّتاً كالحيّ، وذلك ببركة هذه "الشمائل"

" میں نے ان کے خطاب سنے ہیں، وہ مصطفی جان رحمت ﷺ کی خوبیاں بہت ہی اچھے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ پھر میں نے انہیں وفات کے بعد بھی ایسے دیکھا کہ گویا ابھی زندہ ہیں، اور انہیں یہ اعزاز حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرنے کے صدقے ملا ہے"۔

علامہ خادم حسین رضوی سے متعلق دیگر مکاتبِ فکر کے تاثرات:

قائدِ ملّتِ اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی ایسی مقناطیسی شخصیت کے مالک تھے، کہ اپنوں کے ساتھ ساتھ غیر بھی ان سے محبت رکھتے تھے، اور شدید نظریاتی اختلافات کے باوجود دیگر مکاتبِ فکر کے نامور علماء بھی، علّامہ خادم حسین رضوی کی خدمات کو

بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے، یہی وجہ ہے کہ ان کے انتقال پر، تمام مکتبۂ فکر کے لوگوں نے اظہارِ افسوس کیا۔

مفتی تقی عثمانی

مفتی تقی عثمانی صاحب (نائب مہتمم دارالعلوم کراچی) نے امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کے انتقال پر اپنے سوشل میڈیا پیغام میں لکھا کہ" علامہ صاحب کی وفات پر دلی صدمہ ہوا، ختمِ نبوت اور ناموسِ رسالت ﷺ پر وہ ایک توانا آواز تھے!" ()۔

مولانا منظور مینگل

معروف دیوبندی عالم مولانا ڈاکٹر منظور مینگل صاحب نے، جمعۃ المبارک کے خطبہ میں، علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی شخصیت سے متعلق بیان کرتے ہوئے کہا کہ" مولانا خادم حسین رضوی صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، انہیں غریق رحمت کرے، بریلویوں سے ہمارے چھوٹے موٹے اختلافات ہیں، مگر وہ نَر (مرد) کا بچہ تھا! جبکہ (تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے مُعاملے میں) ہمارے دیوبندیوں کا سر نیچے ہے۔ آج ہماری حکومت اور (دین کے) دشمن بڑے خوش ہوں گے! لیکن آج قوم بڑی سوگوار ہے! آپ سب حضرات ان کی مغفرت کی دعا فرمائیں، اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالی ہم دیوبندیوں کے اندر بھی ایسے مردِ مجاہد پیدا کردے، اللہ تعالی اسلام کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے، ہمیں پکا سچا مؤمن بنادے، آمین!

مفتی عدنان کاکا خیل

مسلکِ دیوبند کے معروف عالم مفتی عدنان کاکا خیل نے، علامہ خادم حسین رضوی کی وفات پر انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ" وہ بہت بڑے عاشق رسول ﷺ اور ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوت کے سپاہیوں میں سے تھے! ان کی ساری عمر اسی کام میں گزری، ان کے طریقۂ کار سے کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ان کا اِخلاص ہر شک وشبہ سے بالا تر ہے! ناموسِ رسالت کے مُعاملے میں ان کی آواز ہمیشہ بلند رہی، تین چار سالوں سے ختمِ نبوت اور ناموسِ رسالت کے حوالے سے، عوام میں جو جذبہ بیدار ہوا ہے، یہ سب ان کی وجہ سے ہے! ہم لوگ تو گھروں میں بیٹھنے والوں میں سے تھے، ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان پر کوئی (منفی) تبصرہ کریں! عملی طور پر میدان میں نکلنے والے لوگوں میں کوئی کمی یا کوتاہی ہو سکتی ہے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ مُعاملات آخرت میں کھلیں گے کہ کس کی سعی وکوشش اور اِخلاص کو اللہ کریم نے وزن دیا ہے! اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں کس کی کوشش مقبول ہوئی! اس لیے بحیثیت مسلمان ہمیں ہر ایک کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا چاہیے!۔

میں جب ان کی باتوں کو سنتا تھا، تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ بندہ دل سے بات کر رہا ہے! باقی ان کا اپنا ایک لب ولہجہ اور انداز تھا، عوامی خطباء عام طور پر عوامی انداز ہی میں بات کرتے ہیں۔ بہر حال ایک اُونچی، توانا اور جرأتمندانہ آواز خاموش ہوگئی ہے! وہ ساری عمر رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے ترانے گاتے رہے، صبح سے شام تک یہی ان کا وظیفہ تھا، اللہ کریم ان کی خدمات کو

قبول فرمائے، ان کی مغفرت کرے، اور ان کے درَجات بلند فرمائے، آمین!'' ()۔

مولانا طارق جمیل

دیوبندی مسلک کے مولانا طارق جمیل صاحب نے علاّمہ خادم حسین رضوی کے انتقال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ'' علاّمہ خادم حسین رضوی کے انتقال پر، اُن کے اہلِ خانہ اور متوسلین سے اظہارِ تعزیت کرتا ہوں! مرحوم ناموسِ رسالت کے ایک مضبوط سپہ سالار تھے، اللہ کریم مولانا کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے'' ()۔

مولانا طاہر محمود اشرفی دیوبندی

مولانا طاہر محمود اشرفی دیوبندی (چیئرمین پاکستان علماء کونسل، و مشیر وزیرِ اعظم پاکستان برائے مذہبی ہم آہنگی) نے ''عقیدہ ختمِ نبوّت'' کے تحفظ میں، امیر المجاہدین علاّمہ خادم حسین رضوی کے کردار کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ'' علاّمہ خادم رضوی کے دھرنے کا مقصد سیاست ہرگز نہیں! میرے جیسے نظریاتی اختلاف رکھنے والے لوگ بھی یہ دعا کرتے ہیں، کہ اللہ کریم انہیں اجرِ عظیم دے! توحید و سنّت پر اللہ تعالٰی اُن سے کام لے، اور دنیا و آخرت میں اُنہیں کامیاب کرے! دیوبندیوں کا رب اب شاید اللہ نہیں، کوئی اور ہے، ہم تو بے حسی، بے بسی اور بے غیرتی میں اس حد تک آگے جا چکے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ کی ختمِ نبوّت پر نکلنے کے لیے ہمیں (کسی کا) اشارہ چاہیے! انسان کو جوتے اسی طرح پڑتے ہیں! اللہ رب العالمین نے یہ توفیق ہم سے سلب کر کے کسی اَور کو بخش دی ہے! یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، کہ ختمِ نبوّت سے متعلق حلف نامہ کی شق کی تبدیلی میں دیوبندی شامل تھے، اور اب اس کی بحالی میں بھی دیوبندیوں کا کوئی کردار نہیں!

مولانا ہشام الٰہی ظہیر

مسلک اہلحدیث کے معروف عالم مولانا ہشام الٰہی ظہیر صاحب نے، علاّمہ خادم حسین رضوی صاحب کے انتقال پر، انتہائی دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے، اپنے ہم مسلک لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

'' کتنے دکھ کی بات ہے کہ پاکستان کے اندر حرمتِ رسول ﷺ کی سب سے طاقتور، سب سے گرجدار آواز، سب سے توانا آواز، اور عصرِ حاضر میں بریلوی مسلک کا سب سے بڑا رَہنما، آج اس دنیا سے چلا گیا ہے! میں صدقِ دل سے آپ کو یہ بات کہنا چاہتا ہوں، کہ پاکستان کے اندر خادم حسین رضوی، حرمتِ رسول ﷺ کے لیے اس وقت کھڑا تھا، جس وقت مضبوط ٹانگوں والے حرمتِ رسول ﷺ کا سودا کر کے اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے! ٹانگوں سے معذور شخص حرمتِ رسول ﷺ کے لیے چل رہا تھا، معذور تھا مگر چل رہا تھا! خادم حسین رضوی صاحب سے آپ لاکھ اختلاف کریں، آپ اس کے ساتھ عقیدے کے لاکھ مسائل رکھیں، مگر ہمارے دل سے ان کی وہ تقریر نہیں نکلتی، جس وقت ان کے بعض ہم مسلک لوگوں نے ''سیّدنا امیر مُعاویہ'' کی شان میں ہرزہ سرائی کی، تو انہوں نے اُن بدبختوں کو مخاطَب کر کے فرمایا کہ'' تم پر تُف ہو، اپنے مالکوں کو ہی پڑ گئے ہو! سیّدنا امیر مُعاویہ کے خلاف جو بکواس کرے گا، وہ سگِ دنیا تو ہو سکتا ہے، مسلمان نہیں''۔ اللہ کی قسم! آج وہ دنیا سے گئے ہیں تو ہر دل اس بات کا معترف ہے، کہ حرمتِ رسول ﷺ اور حرمتِ صحابہ کے حوالے سے، اس آدمی کا کردار مثالی تھا!

مولاناناصرمدنی

مسلک اہلحدیث کے معروف مقرر مولانا ناصر مدنی صاحب نے اپنے ایک خطاب میں، علامہ خادم حسین رضوی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ" علامہ خادم حسین رضوی صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، مگر" تاجدارِ ختم نبوّت زندہ باد زندہ باد" کا جو نعرہ انہوں نے بلند کیا، یہ نعرہ چلتا رہے گا! اور لوگ ان کو صدیوں تک یاد رکھیں گے کہ ختمِ نبوّت پہ کوئی پہرے دار اٹھا تھا! لوگو! جب کوئی دنیا سے چلا جائے تو اس کی اچھائی کو یاد رکھو! کیونکہ ؎

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کاغذ کے پھولوں سے!

علامہ خادم حسین رضوی ظاہری شکل وصورت میں ہمارے جیسے ہی تھے، لیکن یہ ان کے کردار کی خوشبو ہے، کہ آج ہم یہاں ان کا نام لے رہے ہیں! ہمیں بھی اپنے کردار کی خوشبو بنانی چاہیے! کیونکہ کردار کی خوشبو کبھی مرتی نہیں ہے!"۔

جوادنقوی

مسلکِ اہلِ تشیع سے تعلق رکھنے والے معروف عالم جواد نقوی صاحب نے، علامہ خادم حسین رضوی کی شخصیت کا تنقیدی تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ" علامہ خادم حسن رضوی صاحب کے جنازے نے بتایا، کہ ان کی فالونگ (Following) کتنی ہے! اور ان کی شخصیت سے متاثر ہونے والوں کی تعداد کتنی زیادہ ہے! ایسا نہیں ہے کہ ان کے سارے عقیدتمند جنازے میں موجود تھے، یہ لاکھوں لوگ جو آئے، یہ صرف مرد تھے، ابھی خواتین اور بچے نہیں آئے! اگر جنازے میں پچاس ﴿۵﴾ ﴿۱۰﴾ افراد موجود تھے، تو اس سے پانچ گنا زیادہ تعداد پیچھے گھروں میں بھی موجود تھی! ملک و بیرون ملک ایک بڑی جمعیت نے ان کے تفکّر کو قبول کیا، اور اظہارِ عقیدت کے طور پر وہ جنازے میں حاضر ہوئے، پاکستان کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی! اپنے ہوں یا پرائے، سب نے انہیں سچا عاشق رسول ﷺ قرار دیا، بعضوں نے دل سے کہا، اور بعض اختلاف رکھنے کے باوجود زبان سے کہنے پر مجبور ہوئے! علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے جنازے میں یہ صرف عقیدتمند نہیں ہیں، بلکہ یہ ان کا ووٹ بنک بھی ہے! اور یہ فیصلہ کُن ووٹ کل کو جس پلڑے میں جائے گا، اُدھر کا پلڑا ہی بھاری قرار پائے گا!

علامہ خادم حسین رضوی سے متعلق صحافیوں کی آراء:

اوریامقبول جان

الیکٹرونک میڈیا سے تعلق رکھنے والے معروف صحافی، جناب اوریا مقبول جان صاحب، علامہ خادم حسین رضوی صاحب سے انتہائی عقیدت واحترام کا رشتہ رکھتے تھے، قبلہ رضوی صاحب کے انتقال پر انہوں نے فرمایا کہ" علامہ خادم حسین رضوی کی وفات کا سن کر بے حد افسوس ہوا! ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوسکتا! جس کی وجہ ان کی لیڈرشپ تھی، انہوں نے کیسے لوگوں کو اکٹھا کیا! اور ان کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ بھر دیا، لوگ ان کے دیوانے ہوگئے تھے! اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے لوگوں کے دلوں میں اقبال کا فلسفہ بھی اجاگر کیا، ان کا نعم البدل اب دُور دُور تک نظر نہیں آتا! میں نے ان

کے لہجے میں سختی صرف ناموسِ رسالت ﷺ کے معاملے میں دیکھی، اس کے علاوہ وہ نرم لہجے والے نفیس شخص تھے، میری ان سے آخری بات چند روز قبل ہوئی، جب وہ اسلام آباد میں دھرنے سے واپس آئے تھے، انہوں نے کہا کہ'' میری طبیعت کچھ خراب ہے، لوگوں پر ہونے والی آنسو گیس اور شیلنگ سے بہت دکھ ہو رہا ہے! کیونکہ وہ دھرنا دینے نہیں بلکہ صرف ایک ریلی کے لیے گئے تھے، جو کہ توہین رسالت میں بننے والے خاکوں کے خلاف تھی، ایسی ریلی پر آنسو گیس کی شیلنگ (Shelling) اور لاٹھی چارج ہونے پر میں بہت رنجیدہ ہوں''۔علامہ خادم حسین رضوی نے آج کل کے دور میں ختمِ نبوت کی مشعل اٹھائی، امّتِ مسلمہ میں تمام لبرل لابی (Liberal Lobby) ان سے ڈرتی تھی! وہ ہر بات بغیر کسی خوف وخطر کے کھل کر کہتے تھے! اللہ تعالیٰ ان کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین!

مجیب الرحمن شامی

معروف صحافی مجیب الرحمن شامی اپنے کالم میں امیر المجاہدین کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ'' علاّمہ خادم حسین رضوی یوں اچانک اِس دُنیا سے رخصت ہو جائیں گے، یہ کسی کے گمان میں بھی نہ تھا! ایک حادثے میں لگنے والی چوٹ نے اُنہیں چلنے پھرنے سے معذور کر رکھا تھا، لیکن وہیل چیئر پر بیٹھ کر بھی وہ بڑے بڑے تیز قدموں کو مات دیتے تھے، ان کی توانائی اور جوش و جذبے میں کچھ کمی نہ آئی تھی، وہ پوری شدت سے اظہارِ خیال کرتے، اپنے حریفوں کو للکارتے اور پچھاڑتے تھے! ان کے سامنے بڑے بڑے خطیبوں کی گھگی بندھ جاتی تھی، بڑے بڑے علماء ان کے سامنے آنے سے کنی کتراتے تھے! پنجابی پر تو بے پناہ قدرت حاصل تھی ہی، کہ یہ اُن کی مادری زبان تھی، اُردو، فارسی اور عربی پر بھی ایسی دسترس تھی، کہ کسی مولوی تو کیا بڑے بڑے پروفیسروں کے حصے میں بھی کم ہی آئی ہوگی! اقبال کا کلام تو گویا از بر تھا، برمحل اَشعار سناتے چلے جاتے، اور سننے والے مبہوت ہو جاتے! قرآن پاک کی آیات اور احادیث کا برموقع حوالہ بھی اُن پر ختم تھا!

حسن نثار

معروف تجزیہ نگار اور قبلہ رضوی صاحب کے ناقد، حسن نثار صاحب نے ایک ویڈیو کلپ کے ذریعے علاّمہ خادم حسین رضوی کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ'' وہ ایک بزرگ عالم دین تھے، اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ لوگ اُن سے اتنا پیار کرتے ہیں، تو میں خود ان سے جا کر ملاقات کرتا! سچی بات یہ ہے کہ مجھے اندازہ نہیں تھا، اس سے بڑی اور حیران کن بات یہ، کہ جس بندے سے لوگ اتنی زیادہ تعداد میں محبت کرتے ہوں، اس بندے کے پاس اپنا ذاتی گھر بھی نہیں تھا، اور جو تھا وہ بھی بہت چھوٹا تھا، یہ سن کر میں حیران رہ گیا! آپ کو ان سے کوئی فکری اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن ان کی وفات بہر حال ایک نقصانِ عظیم ہے! میرا ان سے کچھ باتوں میں اختلاف ضرور تھا، لیکن میں نے انہیں ہمیشہ ایک خوبصورت، وجیہ اور پرکشش انسان پایا! اللہ ربّ العزّت نے اُن کی شخصیت میں بہت زیادہ کشش رکھی تھی، میں کیا اور میری بساط کیا؟ کہ میں ان کی ذات پر کوئی تبصرہ کروں!

عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ مذہبی اسکالرز بہت مالدار ہوتے ہیں، ان کے فائیو اسٹار قسم کے ہوٹل ہوتے ہیں، علاّمہ خادم حسین رضوی صاحب کی اتنی شہرت اور مقبولیت ہونے کے باوجود، ان کے طرزِ زندگی اور سادگی سے متعلق مجھے جو بتایا گیا،

میں سن کر حیران رہ گیا ہوں! اللہ ان کی مغفرت فرمائے، انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، آمین!

سمیع ابراہیم

معروف صحافی اور تجزیہ نگار سمیع ابراہیم صاحب، ویڈیو کلپ کے ذریعے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی بڑی خدمات ہیں، میں خود ان کی وفات کے صدمے اور شدید دکھ سے دو چار ہوں! ان کی وفات کا یقین نہیں آتا، بلاشک وشبہ وہ ایک عظیم عاشق رسول ﷺ تھے! جو لوگ تضحیک وتوہین رسالت کر رہے تھے، علامہ صاحب نے لوگوں کو ان کے خلاف بیدار کیا، انہوں نے اپنی ساری زندگی اسی کام میں گزاری، وہ ایسے لیڈر تھے جو بلا خوف وخطر دِین کی بات کرتے تھے! اللہ کے نبی کی بات کرتے تھے، دیوبندی اور شیعہ لوگ سیاسی اعتبار سے متحرک تھے، لیکن نبی ﷺ کی شان کے لیے اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہنے والے، بریلوی مسلک کے لوگ تقسیم تھے، علامہ صاحب نے بریلویوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا، سیاسی لحاظ سے بریلوی پہلی دفعہ اتنی بڑی تعداد میں کھل کر سامنے آئے! آج علامہ خادم حسین رضوی صاحب اس دنیا سے چلے گئے ہیں، ان کا جانا بہت بڑا نقصان ہے، انہیں بھلایا نہیں جا سکتا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، آمین!

سعد اللہ شاہ

کالم نگار سعد اللہ شاہ صاحب، علامہ خادم حسین رضوی کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''یقیناً وہ ہماری تاریخ میں ایک ناقابلِ فراموش محبوب کردار کی طرح زندہ رہیں گے! مصلحت سے بے نیاز شخص، جس کی زبان دل کی رفیق تھی، اور دل اسلام کی رَوشنی سے جگمگا رہا تھا!

محمد عامر خاکوانی

جناب محمد عامر خاکوانی اپنے کالم'' جنازوں کا فرق'' میں، علامہ خادم حسین رضوی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'' علامہ خادم حسین رضوی کا امتیاز ان کا حبِ رسول ﷺ تھا! وہ بڑے جذبے اور والہانہ انداز سے آقا ﷺ کا ذکر کرتے! آپ ﷺ کی غلامی پر فخر کرتے، بار بار کہتے کہ اگر ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے کچھ نہ کیا، تو کس منہ سے سرکار ﷺ کے سامنے پیش ہوں گا! لگتا ہے ربِ کریم نے ان کی یہ ادا قبول کرلی، اور انہیں وہ توقیر وعزت عطا کی جو بڑے بڑوں کو نصیب نہیں ہوتی!

محمد اکرم چوہدری

کالم نگار محمد اکرم چوہدری لکھتے ہیں کہ'' علامہ خادم حسین رضوی اور ان کے ساتھیوں نے، ختمِ نبوت کے قانون کی حفاظت کے لیے جو راستہ اختیار کیا ہے، اس نے آنے والی نسلوں کے لیے ایک نئی سَمت کا تعیّن کیا ہے!'' تحریک لبیک پاکستان'' کے اکابر نے اس ملک میں بسنے والے مسلمانوں کو نبیٔ کریم ﷺ کی ختمِ نبوت سے محبت کا درس دیا ہے! ہمیں یہ سبق اپنے بچوں کو پڑھانا ہے، ہمیں اس قانون کا پہرے دار بننا ہے۔

سیاسی اور عسکری حلقوں کی جانب سے اظہارِ تعزیت:

پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت نے بھی علاّمہ خادم حسین رضوی کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا، اور قبلہ امیر المجاہدین کے اہلِ خانہ سے تعزیت کی۔ وزیرِ اعظم عمران خان نے ایک ٹویٹ کے ذریعے اظہارِ تعزیت کیا۔ آئی ایس پی آر (ISPR) کے مطابق علاّمہ خادم رضوی کی وفات پر آرمی چیف نے بھی اظہارِ افسوس کیا ہے! اور یہ دعا کی ہے کہ اللہ مرحوم کے درجات بلند کرے۔ آرمی چیف قمر جاوید باجوہ کی جانب سے ٹویٹ کیے جانے کے بعد، امریکہ کی سنٹرل کمانڈ کی جانب سے بھی علاّمہ خادم حسین رضوی کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا گیا۔ اسی طرح وفاقی وزیرِ اطلاعات ونشریات شبلی فراز، اور وزیرِ خارجہ شاہ محمود قریشی نے بھی قبلہ رضوی صاحب کے لیے دعائے مغفرت کی۔ وفاقی وزیر برائے مذہبی اُمور جناب نور الحق قادری صاحب نے کہا، کہ دین اسلام کے لیے اُن کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا!۔

مشہور اخبار'' روز نامہ جنگ'' کے مطابق، وزیرِ اعلی پنجاب عثمان بزدار نے بھی ''تحریک لبیک'' کے سربراہ خادم حسین رضوی کے انتقال پر افسوس کا اظہار کیا۔ گورنر پنجاب چودھری سرور نے خادم حسین رضوی کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا، کہ خادم حسین رضوی کی اسلام کے لیے خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا!۔ صوبائی وزیر فیاض الحسن چوہان نے علاّمہ خادم حسین رضوی کے انتقال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا، کہ مرحوم سچے عاشق رسول تھے۔ امیر جماعتِ اسلامی سراج الحق نے علاّمہ خادم حسین رضوی کے انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا، کہ وہ علاّمہ صاحب کے اہلِ خانہ اور کارکنان و ذمہ داران کے غم میں برابر کے شریک ہیں!۔ چودھری شجاعت حسین اور چودھری پرویز الٰہی نے علاّمہ خادم رضوی کے انتقال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا، کہ علاّمہ خادم حسین رضوی کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

مُعاویہ اعظم طارق (ممبر پنجاب اسمبلی) نے علاّمہ خادم حسین رضوی کی یاد میں ایک ''تعزیتی ریفرنس'' کا انعقاد کیا، اور قبلہ رضوی صاحب کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''ختمِ نبوّت کے مجاہد کی وہیل چیئر کو دنیا ہاتھوں میں اٹھا کر یوں پھرتی تھی، جیسے گلاب کے پھولوں کو اٹھا کر پھرتی ہے، اس کو شیلنگ اور جیلوں کا سامنا کرنا پڑا، بریلویوں، دیوبندیوں اور اہلِ حدیثوں میں سے علماء، مشائخ اور طلباء نے (ان کے جنازے میں) مینار پاکستان پہنچ کر یہ بتا دیا ہے، کہ یہ مٹھی بھر لوگوں کی بات نہیں ہے، علاّمہ خادم حسین رضوی نے ناموس رِسالت ﷺ، اور ناموسِ صحابہ پر جو آواز اٹھائی تھی، وہ پورے ملک کی متفقہ اور نمائندہ آواز ہے!۔



فرد اور کردار کفِ لسان یا ابلاغ؟

خورشید ندیم

دنیا سے اٹھ جانے والوں کے بارے میں درست رویہ کیا ہے؟ یہ سوال اُس وقت اہم تر ہو جاتا ہے جب رخصت ہونے والے نے معاشرے پر اپنے اثرات مرتب کیے ہوں۔کم یا زیادہ، اس کے متاثرین ہوں، مثبت پہلو سے بھی اور منفی حوالے سے بھی۔ کچھ اسے مثال بناتے ہوں اور کچھ ہدفِ تنقید۔ وہ سماج کو کچھ دے جائے، خیر یا شر۔ ایسے لوگوں کیلئے زبانوں کا بند رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تجزیہ ایک معاشرتی ضرورت بن جاتا ہے۔ بصورتِ دیگر تاریخ نویسی ایک جرم اور کارِ عبث بن جائے۔ اسامہ بن لادن ہمارے عہد کی شخصیت ہیں۔ مسلم معاشرے معلوم نہیں، کتنی دہائیاں اُن کے افکار اور اعمال کے اثرات سمیٹتے رہیں گے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اُن کے بارے میں زبان بند رکھی جائے؟ دین کے مفہوم سے لے کر، مسلم سماج کی ہیئتِ کذائی تک، انہوں نے ہر شے کو متاثر کیا۔

مسلمانوں کے لیے ممکن نہیں کہ ان کے افکار واعمال کے باب میں کوئی حکم لگائے بغیر آگے بڑھ سکیں۔ جنرل ایوب خان، ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ضیاالحق، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سب زیرِ بحث آتے ہیں۔ ہم نے یہ نہیں کیا کہ اُن کے معاملات کو خدا کے حوالے کر کے خاموش ہو گئے ہوں۔ ہم ان کرداروں کو تاریخ کے اسباق کے طور پر پڑھتے، ان سے نتائج کشید کرتے اور ان سے فکر وعمل کی تطہیر کا کام لیتے ہیں۔ اس لیے مجھے مرنے والوں کے بارے میں زبان بند رکھنے کی منطق سمجھ نہیں آسکی۔ ایسی منطق جس پر کبھی عمل بھی نہیں ہوا۔ اصل سوال دوسرا ہے: زبان کھولیں تو کیسے؟ کیا بات ہے جو کہی جا سکتی اور کون سا پہلو ایسا ہے، جس کے بارے میں خاموشی روا ہے؟ کہنے والے کی حدود کیا ہیں؟ وہ کس بات پر حکم لگانے کا مجاز ہے اور کس پر اسے خاموشی زیبا ہے؟ کب بولنا چاہیے اور کب چپ ہو جانا چاہیے؟

مسئلہ اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم ان سوالات سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔ فرد اور کردار الگ الگ ہیں۔ 'فرد' سے مراد فلاں ابن فلاں ہے۔ ہم اس کے ظاہری اعمال وافکار پر حکم لگا سکتے ہیں، شخصیت پر نہیں۔ مرنے کے بعد، اس کے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے، ہم اس کی کوئی خبر نہیں رکھتے، اس لیے کچھ کہنے کے بھی مجاز نہیں۔ اس کا فیصلہ وہی کر سکتا ہے جس پر اس کا ظاہر و باطن سب آشکار ہو، جو اس کے دل کے بھید تک جانتا ہو۔ جو اس کی نیتوں سے باخبر ہو۔ خدا کے سوا کوئی ان باتوں تک رسائی نہیں رکھتا۔

اس لیے فرد کے بارے میں خاموشی ہی روا ہے۔ ہم کسی کی مغفرت کا فیصلہ سنا سکتے ہیں نہ کسی کے عذاب کا۔ زیادہ سے زیادہ گمان کر سکتے ہیں۔ گمان بھی اچھا ہو تو اظہار کر دینا چاہیے، ورنہ میرا خیال ہے خاموشی بہتر ہے۔ دعا البتہ ہمیں کرنی چاہیے کہ یہ

خدا کے حضور میں ہماری درخواست ہے۔ وہ اپنے قانون کے مطابق، چاہے گا تو پذیرائی دے گا، چاہے گا تو رد کر دے گا۔ فرد کے بارے میں ہماری حد یہی ہے۔ 'کردار' کا مطلب ہے، وہ شخصیت جس نے معاشرے کو متاثر کیا۔ اس کے فکر و عمل پر اپنے اثرات چھوڑے۔ ایک کلچر پیدا کیا۔ لوگ اس کی طرح کلام کرنے لگے۔ عوام نے اس کے خیالات کو اپنا لیا۔ اس کے افکار سے متاثر ہو کر تلوار اٹھالی یا کتاب۔ لوگ اس کے پیچھے چل نکلے۔ اس کی مان کر جئے۔ اس کردار نے معاشرے کو بنا ڈالا یا بگاڑ دیا۔ اس کردار نے سماج کی ہیئت کو بدل ڈالا۔

یہ کردار زیرِ بحث آنا چاہیے اور نا گزیر ہے کہ اس پر بات ہو۔ اگر اس کے اثرات مثبت تھے تو لازم ہے کہ اس کا شعور عام ہو۔ لوگ اس کی تقلید کریں، اسے مثال بنائیں اور ترغیب دی جائے کہ اس جیسے بہت سے کردار معاشرے میں پیدا ہوں۔ اس کے برخلاف اگر اس نے سماج کو منفی طور پر متاثر کیا ہے تو بھی ضروری ہے کہ ان اثرات کو بیان کیا جائے۔ لوگوں کو بتایا جائے کہ جانے والے کے اس کردار نے کس طرح معاشرے کو برباد کیا۔ مذہب کے ساتھ کیا کیا؟ سیاست کو کیسے پامال کیا؟ یہ سب بتانا لازم ہو جاتا ہے کہ سماج کو اُس کردار کی تباہ کاریوں سے بچایا جاسکے۔

عام طور پر یہ آسان نہیں ہوتا کہ کسی 'فرد' پر کوئی حتمی حکم لگایا جائے تاہم جب ہم' کردار' کی بات کرتے ہیں تو وہ واضح ہوتا ہے، جیسے میں نے اسامہ بن لادن کی مثال دی۔ جب ہم ان کا نام لیتے ہیں تو ان کا وہ کردار ذہن میں مشہود ہو جاتا ہے جو انہوں نے اپنی زندگی میں ادا کیا۔ تعبیرات مختلف ہوسکتی ہیں مگر کردار کی نوعیت میں کوئی اختلاف نہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے اچھے مقصد کے لیے بندوق اٹھائی یا کوئی اس کے برخلاف رائے رکھ سکتا ہے تاہم دونوں آرار کھنے والوں کے ذہن پر ان کا نقش یکساں ہے: ایک جنگجو جس کے ہاتھ میں بندوق ہے۔ ہمارے معاشرے سے جب ایسی شخصیت اٹھتی ہے جس نے سماج پر اپنے اثرات مرتب کیے ہوں تو ہم دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ہم مرنے والے کی عاقبت کے فیصلے سناتے ہیں اور اس کی ذات پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور فرد کو ہدف بناتے ہیں' حالانکہ ہمیں خود کو اس کے' کردار' تک محدود رکھنا چاہیے۔ یہ اس لیے کہ اُس کا تعلق معاشرے کے مستقبل سے ہوتا ہے۔

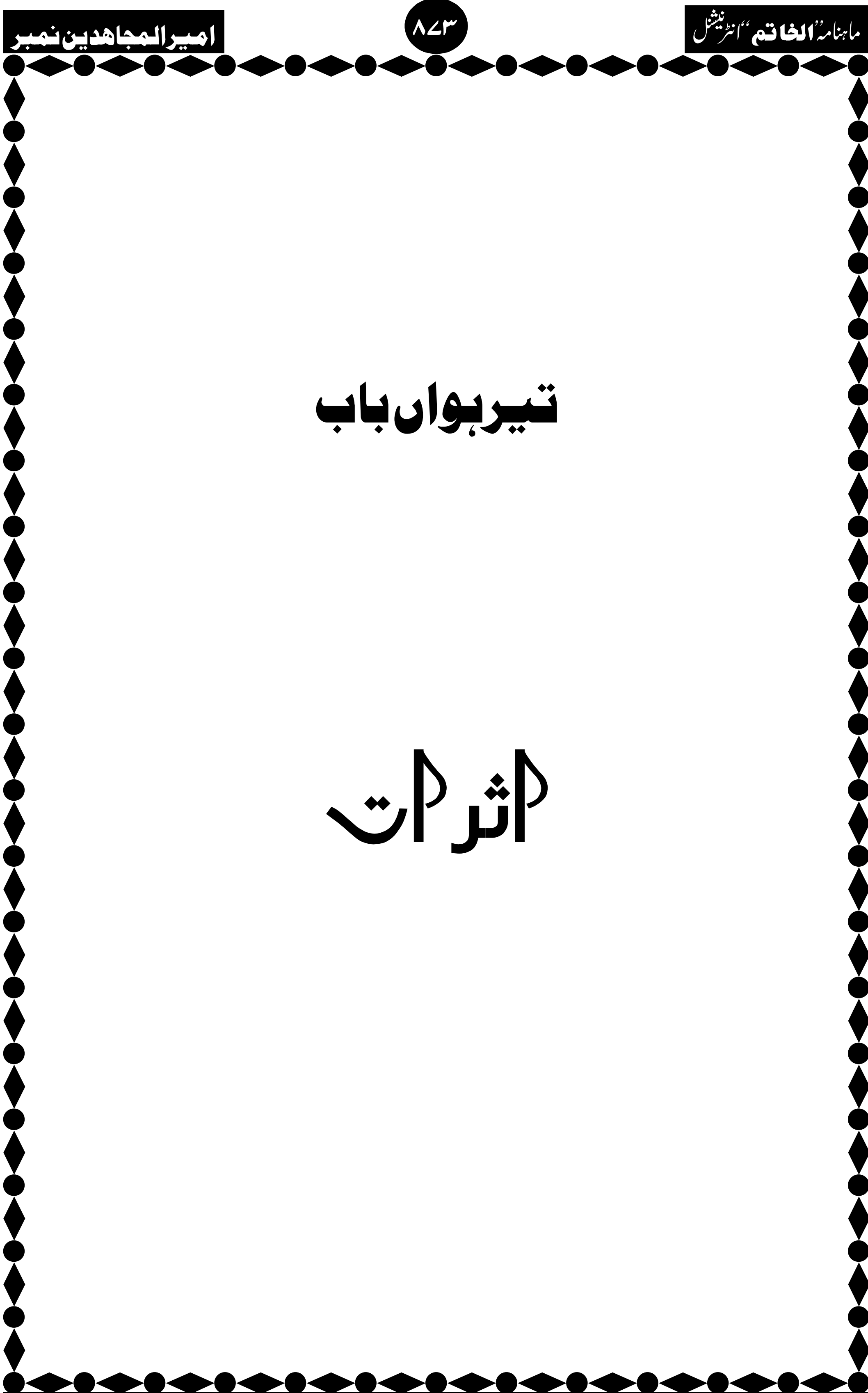
ہمارے لیے اسامہ بن لادن بطور فرد اہم نہیں، مسلح جدو جہد کا سوال اہم ہے۔ کیا مسلح جدو جہد میں ہماری بہتری ہے اور کیا ہمیں یہ راستہ اختیار کرنا چاہیے؟ کیا دین کی وہ تفہیم درست ہے جسے انہوں نے فروغ دیا؟ یہ ہے وہ سوال جو اسامہ بن لادن کے' کردار' نے اٹھایا ہے۔ اس پر گفتگو ہونا چاہیے اور اس ضمن میں لازم ہو گا کہ القاعدہ کی آئیڈیالوجی اور اس کے اثرات زیرِ بحث آئیں۔ میرے نزدیک یہ کوئی اختیاری سوال نہیں بلکہ لازم ہے کہ اس سارے عمل کا جائزہ لیا جائے کیونکہ اس کا تعلق مسلم معاشرے کی زندگی اور موت سے ہے۔ ہمارا عمومی رجحان یہ ہے کہ ہم افراد کو زیرِ بحث لاتے ہیں۔ ان پر حکم لگاتے ہیں۔ لوگ منافق جیسے الفاظ اتنی آسانی سے استعمال کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ نفاق دل کی کیفیت ہے۔ کسی فرد کے دل کا حال جانے

بغیر ہم کیسے کسی کو منافق کہہ سکتے ہیں؟ نبی ﷺ نے منافق کی علامات بتائی ہیں لیکن ان کا کسی فرد پر اطلاق، اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب ہم اس کے احوال سے پوری طرح واقف ہوں۔

یہ علامات بھی اس لیے بتائی ہیں کہ ہم اپنا جائزہ لیتے رہیں۔کہیں ہم میں وہ علامات تو پیدا نہیں ہوگئیں؟ ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ہم تمام شرعی قوانین اور احکام کا مخاطب دوسروں کو سمجھتے ہیں اور خود کو محتسب جو سماج کی تطہیر کے لیے بھیجا گیا ہے۔اس لیے کبھی کسی کے عتاب کا فیصلہ سناتے ہیں اور کبھی کسی کی بخشش کا۔اس کا مظاہرہ ہم ہر اس موقع پر کرتے ہیں جو کوئی بڑا آدمی رخصت ہوتا ہے۔ایک بات البتہ ضرور پیشِ نظر رہنی چاہیے۔

موت کسی کی بھی ہو، افسردہ کر دینے والا ایک عمل ہے۔اس موقع پر کوئی منفی تبصرہ بنیادی اخلاقیات کے خلاف ہے۔اس لیے فرد کے بارے میں منفی بات کہنے سے گریز کرنا چاہیے کہ جانے والے سے بہت سے لوگوں کے جذبات وابستہ ہوتے ہیں۔تبصروں کو کچھ دنوں پر اٹھا رکھنا چاہیے۔اس کے بعد بھی ''فرد اور کردار'' کا فرق سامنے رہنا چاہیے۔علامہ خادم رضوی ایک فرد تھے اور ایک کردار بھی۔فرد رخصت ہوا، کردار باقی ہے۔بحیثیت فرد، میں خدا کے حضور میں ان کی مغفرت کے لیے دعا گو ہوں؛ تاہم ان کے کردار کا ذکر اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک معاشرہ اس کے اثرات کی گرفت میں رہے گا۔





تیرہواں باب

اثرات

امیرالمجاہدین ایک مقبول شخصیت

حافظ افتخار احمد قادری شاذلی (راولپنڈی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اُس سے محبت کرو چنانچہ جبرائیل علیہ السلام بھی اُس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ آسمان والے اُس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

ثُمَّ یُوضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ۔اور پھر زمین میں بھی اُس شخص کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ بندہ ناچیز علی وجہ البصیرت یہ تحریر کر رہا ہے کہ انہی مقبول شخصیات میں پاسدار عقیدہ ختم نبوت حضرت امیر المجاہدین حافظ القرآن والحدیث وکلام اقبال حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا شمار ہوتا ہے۔

اس میں قطعاً کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ ایک طویل عرصہ سے درس وتدریس کے شعبہ مبارکہ سے وابستہ تھے مگر آپ کے دل و دماغ میں جو جذبہ محبت اور عشق رسول ﷺ ودیعت ہوا تھا وہ اس وقت دیدنی ہوا کرتا تھا کہ جب آپ عشق رسول ﷺ اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

حضرت علامہ مرحوم ومغفور نے عشق رسول ﷺ کو کلام اقبال سے بھی جس طرح سمجھا تھا اُسی طرح بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سمجھایا بھی کرتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ کے خطابات مبارکہ کلام مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اور کلام قلندر لاہوری حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ سے مزین ہوا کرتے تھے۔شاید ہی اس سے قبل کسی شخصیت نے اس طرح سے کلام اقبال کو یاد کرنے کے ساتھ نہ صرف سمجھا ہو بلکہ اُسی انداز سے آگے سمجھایا ہو۔

فلسفہ تحفظ ختم نبوت جس انداز سے حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمایا کرتے تھے وہ آپ کا ہی خاصہ تھا جو بہت کم شخصیات کو نصیب ہوتا ہے۔اور پھر آپ نے اس فلسفہ مبارکہ کی چنگاری کو جس خوبصورت انداز میں نوجوان نسل کو منتقل کیا وہ جاری وساری رہے گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف اور صرف حضور پرنور ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے صاحبان اقتدار اور اہل دنیا سے بقول حضرت مولانا محمد علی جوہر اس لیے خفا و ناراض رہتے تھے اور اُن کو کسی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لیے ہے

دگر دانائے راز:

عاشق رسول ﷺ، قلندری لاہوری حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً اپنی آخری رباعی میں اس طرف اشارہ کیا تھا کہ وہ راز جس کو میں نے سمجھا اب کوئی دوسرا اُس راز کو سمجھنے والا آئے گا یا نہیں؟ تو پھر قدرت خداوندی کا نظارہ دیکھیں کہ تقریباً تیس سالوں کے اندر ہی ضلع اٹک کے ایک دورافتادہ اور چھوٹے سے ایک گاؤں ''نکہ'' میں ایک ایسی عظیم شخصیت نے آنکھ کھولی جس نے اس راز خداوندی کو پالیا اب وہ شخصیت بھی ہم سے رخصت ہوئی اور اب پھر یہ کہا جارہا ہے کہ

دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

اس مختصر تحریر کے ساتھ دعا ہے کہ اللہ تبارو تعالیٰ عاشق رسول ﷺ حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ابدی آرامگاہ مبارکہ پر تاابد اپنی رحمتوں اور برکتوں کا نزول فرماتا رہے، پسماندگان اور محبان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

قاری محمود الحسن قادری (گوجر خان)

ہر شخص کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کی گفتگو کو توجہ سے سنا بھی جائے اور اس سے اثر بھی لیا جائے۔اس خواہش کے پیچھے مثبت و منفی دونوں قسم کی تمنائیں اور آرزوئیں کارفرما ہو سکتی ہیں۔جیسے:

مثبت سوچیں:

۱۔عوام الناس کا بھلا ہو،

۲۔لوگوں کی اصلاح ہو،

۳۔معاشرتی و اخلاقی برائیوں کا قلع قمع ہو،

۴۔بے راہ روی کا خاتمہ ہو،

۵۔لوگ فضول گوئی و فضول عملی سے منہ موڑ کر تعمیری سوچ اپنائیں۔وغیرہ وغیرہ۔

منفی سوچیں:

۱۔شہرت مل جائے،

۲۔لوگوں میں واہ واہ ہو جائے،

۳۔دانش مندوں میں شمار ہو جائے،

۴۔حلقۂ اثر و دائرۂ احباب میں وسعت پیدا ہو جائے،

۵۔آنے والی نسلوں میں یاد رکھا جاؤں،

۶۔میرا نام تاریخ کے ماتھے کا جھومر بن جائے۔وغیرہ وغیرہ۔

واصف علی واصفؔ نے ایسے ہی بیمار جذبوں کے بارے میں کہا تھا ؎

رنگین غلافوں میں چھپاتے ہیں جنہیں ہم   روحوں کے وہ آزار خدا دیکھ رہا ہے
رنگینیٔ گفتار سے مسحور ہے محفل   اور غایتِ گفتار خدا دیکھ رہا ہے

اس فطری خواہش کی تکمیل کے لیے کوئی اپنی گفتگو میں تشبیہات و استعارات اور تلمیحات کی بھرمار کر دیتا ہے تو کوئی مشکل اور نادر الاستعمال بلکہ متروک الاستعمال الفاظ ڈھونڈ ڈھونڈ کے لاتا ہے،کوئی شعر و سخن کو وسیلۂ کامرانی سمجھتا ہے تو کوئی جدید مرکبات تخلیق کرتا نظر آتا ہے،کوئی مسجع و مرقع گفتگو کرتا ہے تو کوئی فصاحت و بلاغت کو زینۂ ظفر خیال کرتا ہے مگر یہ سب

کوششیں اور کاوشیں اس وقت دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور ثمر بار نہیں ہو پاتیں جب باتیں دماغ کی بھٹی سے نکل کر زبان سے ادا ہو کر کانوں سے ٹکراتی ہیں۔ایسی باتیں نہ تو دل سے نکلتی ہیں اور نہ ہی دل تک پہنچتی ہیں۔چند لمحوں کے لیے کانوں میں اپنی چاشنی کارس گھولتی ہیں اور بس!لیکن جس کی باتیں دل کی زمیں سے پھوٹیں اور دل کی زمین میں جا کے جگہ پکڑیں اور پھر زبان زدِعام ہو جائیں اسے دنیا امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہٗ کے نام سے یاد کرتی ہے۔مثلاً

☆ پیڑاں ہور تے پھکیاں ہور
☆ گل وچ ہو راے
☆ شالا بزدلاں کدی نیندنہ آوے
☆ مالک کنڈ نہیں لگن دیندے
☆ اسلام کسے دا ادھار نہیں رکھدا
☆ چونکہ ایسے تھا تے چونکہ ایسے تھا،او جھلیو! چوں چوں نال تے نہیں ناں گل بندی
☆ اساں تے گردن رکھی حضور واسطے
☆ عزت اسی کی ہوگی جو رسول اللہ کی عزت کرے گا
☆ اسلام اپنی پاور رکھتا ہے

قارئین کرام!ہر قوم اور ملت کے پاس کچھ ایسے الفاظ ہوتے ہیں جو اس کی پہچان اور شعار ہوتے ہیں اور وہ خوشی کے موقع پر بولے جائیں تو ان کی خوشی دوبالا ہو جاتی ہے اور مشکل حالات میں وہ الفاظ ان کی ڈھارس بن جاتے ہیں۔ایسے الفاظ کو عام طور پر "نعرہ" کہا جاتا ہے۔اہلِ اسلام کے پاس بالترتیب پانچ نعرے موجود رہے ہیں اور موجود ہیں اور ان شاء اللہ موجود رہیں گے۔

☆ نعرۂ تکبیر۔۔۔۔۔اللہ اکبر
☆ نعرۂ رسالت۔۔۔۔۔یارسول اللہ
☆ نعرۂ تحقیق۔۔۔۔۔حق چار یار
☆ نعرۂ حیدری۔۔۔۔۔یا علی
☆ نعرۂ غوثیہ۔۔۔۔۔یا غوثِ اعظم

راقم الحروف کے نزدیک یہ نعرے اہلِ سنت و جماعت کا شناختی کارڈ ہیں اور یہ شناختی کارڈ نامکمل ہو تو شناخت بھی نامکمل ہوتی ہے۔اس لیے جب بھی نعرے لگائے جائیں تو اسی ترتیب سے پورے لگائے جائیں۔

قارئین کرام! ہر شخص کے الفاظ "نعرہ" نہیں بنا کرتے لیکن صدقے جائیں امیر المجاہدین کے کہ ان کے محبت رسول ﷺ سے لبریز دل سے نکلی ہوئی سچی صدائیں بھی آج نعروں کا روپ دھار کر ہر عاشق مصطفی کے لبوں کا ترانہ بنی ہوئی ہیں اور چار دانگ عالم میں پہنچ کر یہود وہنود کے سینے چھلنی کر رہی ہیں۔

☆ لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ لبیک

☆ تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد زندہ باد

☆ آیا آیا دین آیا

☆ مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ

آخر الذکر نعرہ حدیث ِ پاک کے الفاظ ہیں۔صدیوں سے علماء لکھتے آئے ہیں، پڑھتے آئے ہیں، پڑھاتے آئے ہیں اور سمجھاتے آئے ہیں مگر یہ الفاظ نعرہ بن کر اگر بچے بچے کی زبان پر جاری ہوئے ہیں تو امیر المجاہدین کی زبان سے ادا ہونے کے بعد۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آج دنیا سرگرداں ہے کہ صرف چار پانچ سالوں میں یہ بندہ کیسے عزت وشہرت کے بام عروج پر جا پہنچا۔جواب بڑا آسان ہے۔اس بندے کی زبان سے کبھی کوئی ایسی بات نکلی ہی نہیں جو نہاں خانہ دل سے نہ ابھری ہو۔وہ جانتا تھا ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

اس کے جذبے بھی سچے تھے اور باتیں بھی سچی تھیں۔اس کی باتوں میں نہ تو بناوٹ تھی اور نہ تکلفاً سجاوٹ۔

حالی نے اپنے بارے میں کہا تھا ؎

ہر بول ترا دل سے ٹکرا کے گزرتا ہے

کچھ رنگِ بیاں حالی ہے سب سے جدا تیرا

میرے خیال میں اس شعر کا اصل مصداق امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی قدس سرہ العزیز ہیں۔ان کی باتیں اس بات سے بے نیاز تھیں کہ کوئی کیا کہے گا۔انہیں بس ہر وقت "خوفِ خدا اور شرمِ نبی" دامن گیر تھی۔ان کا تو مقصد ِحیات بھی یہی تھا، غایت ِتحریک بھی یہی تھی اور دعوت بھی یہی تھی کہ

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

لوگوں سے ان کی دوستی بھی تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے تھی اور دشمنی بھی۔ اسی لیے انہیں رعب سے دبایا بھی نہ جاسکا، ظلم سے جھکایا بھی نہ جاسکا اور تجوریوں سے خریدا بھی نہ جاسکا۔ ایسے ہی نفوسِ قدسیہ کے ماتھے پر یہ سہرا سجتا ہے ؎

جوڑ کے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

وہ بھلا کسی سے کیوں دبتے؟ وہ تو اپنا تعارف ہی یوں کرواتے تھے ؎

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

آخر میں یہی کہوں گا

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را



رونق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ

ابوالرضا صوفی گلزار حسین قادری

امام المجاہدین حضرت علامہ حافظ شیخ الحدیث الشاہ خادم حسین رضوی صاحب کے وصال کی اچانک خبر اہل ایمان کے دلوں پر بہت گراں گزری ۔ رب کریم کے اپنے فیصلے ہیں ہم اسکی رضا میں بصد شکر راضی ہیں ۔ حضرت علامہ صاحب اور آپکے جانثار ساتھی نہ صرف اپنے حصّے کا کام بہ احسن وخوبی ادا کر چکے بلکہ لاکھوں شمعیں روشن کر دیں جو کہ آنے والے مشکل وقت میں اندھیروں میں روشنی بکھیرنے کا کام انجام دیں گی (انشاء اللہ) حضرت علامہ صاحب، اللہ جل مجدہ و رسُول کریم ﷺ کے سچّے عاشق اور اُن کی عزت وناموس پر پہرہ دینے والی بے نیام شمشیرِ اسلام اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے مشن کے سچّے داعی تھے اور آپ کے اِس شعر کے زندہ مثال تھے ۔

اُنھیں جانا اُنھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیاں سے مسلمان گیا

ایسی بے مثال وابستگی اپنی مثال آپ ہے تمام تر صحت کے مسائل کے باوصف اُس زخمی اور گھائل سالار کی طرح ہر وقت سر برکف تیار اور پہلے سے بڑھ کر آپ نے ولولہ انگیزی کا مظاہرہ فرمایا ۔ آپ کی اَن تھک تحریک نے دشمنانِ اسلام کے ایوانوں میں زلزلہ بر پا کیے رکھا ۔ شرق وغرب میں آپکے وجود کو اسلام کا روشن استعارہ تسلیم کیا گیا اور ترک مجاہدار دگان جیسے عظیم مسلم قائد نے بھی آپ کو خراج تحسین سے سرفراز کیا ۔ آپ نے دُنیاں ومافیہا سے بے نیاز غوغائی اغیار کی پرواہ کئے بغیر رسالت مآب ﷺ کی عزت وناموس پر پروانہ وار پہرہ دیا اور قُرون اُولیٰ کے اولُو لعزم مجاہدین کی روایات کو زندہ رکھا ۔

جامعہ نظامیہ کے قابلِ قدر اساتذہ خاص کر شیخ العلماء حضرت مُفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محقق اہل سُنت محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب علیہ رحمتہ نے آپکی تعلیم وتربیت میں اَنمٹ نقوش چھوڑے ہیں ۔ ایک مرتبہ بندہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی مزاج پُرسی کے لیے گھر کی ہسپتال لاہور حاضر ہوا ۔ آپکا ایک حادثہ میں ریڑھ کی ہڈی کو شدید نقصان پہنچا تھا ۔ میرے ساتھ کنزالایمان سوسائٹی لاہور کے صدر محمد نعیم طاہر صاحب بھی ہمراہ تھے ۔ بندہ کو دیکھتے ہی خوشی سے آپکا چہرہ دمک اٹھا اور فرمایا " آپ تشریف لائے ہیں بس اب میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا" ۔ خاصی محبت سے ملے اور نسبت کا احترام کیا ۔ ایک مرتبہ DHA میں ایک محفل تھی ۔ آپ تشریف فرما تھے اور وہاں میری حاضری بھی ہوئی ۔ بڑی محبت سے پاس بٹھایا ۔ جب محفل ختم ہوئی تو بندہ کو ارشاد فرمایا " حضرت آپ نے انکار نہیں کرنا بس دُعا آپ نے کرنی ہے ۔" باقی اوقات میں ملاقات بہت کم رہی ۔ امام الائمہ امام عاشقاں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ آپ کی وابستگی عشق

کی حد تک تھی اور آپ کی تعلیمات کے سچے مبلّغ تھے قدم بقدم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے اس شعر کے مصداق تھے ۔

مورا تن من دھن ساب پھونک دیا

یہ جان بھی پیارے جلا جانا

اللہ کریم آپکی سعی وکاوشوں کو قبول فرماتے ہوئے آپکو اعلیٰ ترین درجات سے نوازے ۔آپ کی اس تحریک کو اسی طرح زندہ اور تابندہ رکھے دُعا ہے کہ ہمارے علماء کرام اور مشائخ عظّام کو اتحاد و اتفاق کی دولت سے سرفراز فرمائے ۔آمین ۔ 19 نومبر 2020 کی یہ ایک عجیب شام تھی ایک مجاہد اسلام قفس قید و بند سے آزاد ہوا اور دوسرا مجاہد قفس عنصری سے آزاد ہو گیا۔اللہ تعالیٰ ہمارے ان دونوں عظیم صاحبوں کو ان کی بہترین سعی پر اجر عطا فرمائے اور رہتی دنیا تک اِن کے ناموں کو روشن رکھے ۔آمین

نعش میری ہو پڑی یارب میان کوئے دوست

پڑتی ہو اُڑ اُڑ کے گرد رہروان کوئے دوست

20 نومبر 2020 بروز جمعتہ المبارک احقر نے کنزالایمان سوسائٹی کے صدر مخدومی محمد نعیم طاہر صاحب رضوی زید مجدہ کے ہمراہ حضرت خام حسین رضوی علیہ الرحمتہ کے مرکز پر حاضری دی ہزاروں عشاق کی قطاروں سے گزر کر خانقاہ پہنچے جہاں پر آپ کا جسد خاکی دیدار عام کے لیئے رکھا گیا تھا،خراج تحسین اور درود وسلام کے ساتھ روشن وتاباں چہرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔ 21 نومبر 2020ء بروز ہفتہ مینار پاکستان حاضری ہوئی اتفاق سے احقر کو بالائی پل تک رسائی مل گئی جنازہ بھی یہیں لایا گیا یہاں سے چاروں طرف دور تک نظر جاتی تھی ۔میری زندگی کے پچاس سال لاہور میں گزرے ہیں اور بڑے نام ور حضرات کی نماز جنازہ ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے زندگی میں یہ منظر پہلی بار دیکھنے کو ملا جس میں قوم کے نوجوانوں کے لشکر جوک در جوک ہر چہار جانب سے اُمڈتے چلے آرہے تھے اور اُن کی انکھوں میں آنسو اور لبوں پر ایک ہی ترانہ تھا ''لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ ﷺ ۔لاہور اور پاکستان کی سرزمین پر بیک وقت عاشقوں اور پروانوں کا اکٹھ آنکھ فلک نے اس سے پہلے نہیں دیکھا ہو گا اور برسوں یہ نظارہ شاید پھر دیکھنے کو نصیب نہ ہو۔حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب نے بہت کم عرصہ میں اسلامیان اہل سُنت کی گزشتہ پچاس سال کی کمی کو پورا کیا اور آئندہ آنے والے پچاس سال کے لیے نیا ولولہ اور کروڑوں نوجوانوں کو حریت اسلام کی فکر دوام کی دولت سے سرفراز کر گئے ۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے تا قیام قیامت ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان کی روشن کی ہوئی اس شمع کے نور سے ایک زمانہ رہنمائی حاصل کرتا رہے (آمین)



سوتے ہیں انکے سائے میں

چوھدری عبدالغفور خان

برِصغیر میں راجِ برطانیہ کے دوران وائسرائے نے تاج محل کا وزٹ کیا۔ جب وائسرائے کی بیوی وزیٹر بُک میں اپنے تاثرات لکھنے لگی تو وائسرائے کو مخاطب کر کے لکھا کہ" اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ میرے مرنے کے بعد میری یاد میں ایسا تاج محل بنواؤ گے تو میں ابھی اور اسی وقت مرنے کیلئے تیار ہوں"

ہر صدی میں اللہ کریم دینی و دنیوی لحاظ سے کچھ خاص روحیں دنیا میں بھیجتا ہے جو اللہ کے حکم سے اپنا منفرد رول ادا کر کے تاریخ میں زندہ و جاوید کر جاتے ہیں اور آنے والی نسلوں کیلئے ان کا کردار مشعل راہ بن جاتا ہے۔ خالق کائنات کبھی دینِ حق کیلئے اور کبھی کبھی خاص طور پر عظمتِ مصطفی کیلئے عاشقانِ رسول ﷺ سے کام لیتا ہے اور پھر تاریخ بتاتی ہے کہ شب و روز عبادت کرنے والوں سے شاید وہ منزلیں طے نہیں ہوتیں جو آقا کریم ﷺ کے عشق میں لمحوں میں طے ہوتی ہیں اور بقول امام احمد رضا خان صاحب بریلویؒ:

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھُٹے سستے
جو آگ بُجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

اسلامی مملکتِ خداداد کے اندر مختلف سیاسی اور دینی جماعتیں اپنا رول ادا کرتی رہی ہیں۔ مگر ان میں "تحریکِ لبیک پاکستان" اور خاص طور پر ان کے سربراہ جناب علامہ خادم حُسین رضوی صاحبؒ نے مختصر وقت میں اسلام اور پاکستان کیلئے اپنا رول ادا کر کے "لبیک یارسول اللہ ﷺ لبیک یارسول اللہ ﷺ" کہتے کہتے عشقِ رسول ﷺ کی شمعیں روشن کر کے آغوشِ رسول ﷺ میں چلے گئے۔ شاید ہی تاریخ کا کوئی ایسا جنازہ ہو جس پر کسی عاشق رسول ﷺ کے سفرِ آخرت میں لاکھوں محبانِ دین وملت آقا کریم ﷺ کے پروانے عظمتِ رسول ﷺ کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے کے عہدو پیماں کرتے ہوئے لبیک یارسول اللہ ﷺ لبیک یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ مستانہ بلند کرتے ہوئے آقا کریم ﷺ کے ایک عاشق غلام کو لبیک یارسول ﷺ کا تاج پہناتے ہوئے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے دَر کے سامنے سے گزرتے ہوئے داتا گنج بخش سرکارؒ کو بھی گواہ بنارہے ہوں کہ حضرت آپؒ نے جو آقا کریم ﷺ کی شمعِ محبت روشن کی تھی وہ آج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نور بکھیر رہی ہے۔ آج پورے ملک سے آقا کریم ﷺ سے محبت کرنے والے ہر مکتبہ فکر کے مذہبی سکالرز، پیر صاحبان اور خاص طور پر اہالیانِ لاہور آقا کریم ﷺ کے غلام کے سفرِ آخرت میں شامل ہونے کیلئے اُمڈ آئے ہیں۔

جتنے پھول سرکارِ دوعالم ﷺ کے اس غلام کے جنازے پر نچھاور ہوئے تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی آج ﴿۵﴾﴿۶﴾ منٹ کا

سفر گھنٹوں پر محیط ہوگیا ہے۔رضوی صاحب درود وسلام کی صداؤں کے اندر لبیک یارسول اللہ ﷺ کا تاج پہنے مسکراتے ہوئے ایمبولینس میں جارہے ہیں انھیں دیکھ کر بالکل ایسے لگ رہا تھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ:

حُجت نہ پیش کیجئے کوئی فضول میں

ہم انتہا پسند ہیں عشقِ رسول ﷺ میں

آقا کریم ﷺ کے دیوانو! آج میرے سرکار کا ایک جرنیل دنیا سے بے نیاز ہو کر سرکار ﷺ کے پاس حاضر ہوگیا ہے اور دنیا کو بتا گیا کہ:

انہیں جانا، انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

میرے سرکار کے عاشق ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ یہ فیصلہ حشر میں ہوگا کہ" جیتا کون اور ہارا کون"

ہم سُوئے حشر چلیں گے شاہِ ابرار کے ساتھ

اور قافلہ ہوگا رواں قافلہ سالار کے ساتھ

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ

کون روتا ہے لپٹ کر درو دیوار کے ساتھ

اے مظہر ہم بھی سنیں گے کوئی نعت رنگیں

گر ملاقات ہو گئی شاعرِ دربار کے ساتھ

آپؒ کا سرکار ﷺ کے چاہنے والوں کیلئے ہمیشہ یہی پیغام رہا ہے کہ:" جھلیو! اتنی حضور ﷺ نال محبت ضرور کر کے جانا کہ جدوں قبر وچ فرشتے پچھن تے سرکار ﷺ آپ فرماد یں" جانے دو یہ اپنا ہی ہے"

جناب خادم حسین رضوی صاحب یہ کہتے ہوئے سرکار ﷺ کے سامنے پیش ہو گئے کہ جو غازی عبداللہ ذیشان نے فرانس میں کیا وہ وہی عمل تھا جو رسول ﷺ کی محبت میں ضروری تھا۔آپؒ ہمیشہ فرماتے کہ میری گفتگو صرف حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں سے ہے بزدلوں سے میری کوئی بات نہیں ہے۔آپؒ کا آخری خطاب بھی یہی تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی عظمت کیلئے نکلے ہیں اور دنیا والوسُن لو یہ نظامِ کائنات صرف حضور ﷺ کی وجہ سے چل رہا ہے۔ہماری ذمہ داری صرف اور صرف تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ زندہ باد کا نعرہ ہے۔آپؒ کی للکار کہ دہلی کا قطب مینار بھی ہمارا ہے جامع مسجد دہلی کے ساتھ تاج محل بھی ہمارا ہے اور ہم بابری مسجد کا بدلہ ضرور لیں گے اور کشمیر چوکوں میں احتجاج سے آزاد نہیں ہوگا۔حکمرانوں کو محبت رسول ﷺ میں سرشار ہو کر نورالدین زنگی،محمود غزنوی،صلاح الدین ایوبی،شہاب الدین غوری کی لائن میں کھڑے ہونے کے رموز سے آگاہ کرتے رہے

اور بالآخر:

اب رہیں چین سے زمانے والے
سو گئے خواب سے لوگوں کو جگانے والے

آج میرے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھونکنے والوں کو جواب دینے والا چلا گیا۔ اللہ کی قسم علامہ محمد اقبال ؒ کی پوری شاعری کا نچوڑ اس شعر میں ہے کہ:

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

مجھے لگتا ہے کہ اللہ کریم نے جناب اقبال ؒ کو پیدا ہی اس لیے کیا تھا کہ وہ دنیا کو بتا دیں کہ" گر کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تُو نے تو پھر ہم تیرے ہیں" اس شعر کی تعبیر علامہ خادم حسین رضوی ؒ کے سفرِ آخرت سے جھلک رہی تھی کہ مخلوقِ خدا دیوانہ وار آپکی ایک جھلک دیکھنے کیلئے ترس رہی تھی اور آپ پرسکون سوئے ہوئے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمِ غفیر دیکھ کر گویا کہہ رہے تھے کہ:

رُخصتِ قافلہ کا شورِ غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں انکے سائے میں کوئی ہمیں جگائے کیوں



عشق کی اڑان

ابو الایمن

اجتماعِ جنازہ میں دور ونزدیک سے لاکھوں کی تعداد میں آئے عشّاق سبھی قابل احترام ہیں لیکن میں شرکائے اجتماعِ عشق میں سے ایک ایسے عاشق کو بھی جانتا ہوں جو گذشتہ چند سال سے وطن عزیز سے دور ایک عرب ملک عمّان میں مقیم ہے جب اس کو انتقالِ پر ملال کی خبر ملی اور نمازِ جنازہ کا کنفرم وقت معلوم ہوا تو اس عاشق نے وہ کام جو عقلا ناممکن تھا قوتِ عشق سے اس کو ممکن کر دکھایا.....کن حالات سے گزر کر اور کس طرح وہ دیوانہ نمازِ عشق میں شریک ہوا اس داستانِ عشق کو سنانے کے لیے اس کالم کا سینہ تنگ ہے البتہ میری خوش بختی کہ عمان سے پہلی دستیاب فلائٹ کے ذریعے سیالکوٹ اور سیالکوٹ سے بذریعہ ڈائیوو بس جب وہ لاہور پہنچے تو مجھے میزبانی کا شرف ملا جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات کچھ دیر آرام کرنے کے بعد نماز فجر ادا کی تو اس عاشق کی کیفیت بتا رہی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے مینار پاکستان کے سائے میں پہنچا جائے جہاں نمازِ جنازہ میں شرکت آسانی سے ہو سکے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس طرح کے جنازے میں معمول سے زیادہ تاخیر ہو جاتی ہے پھر جہاں سے ہم نے جانا تھا وہ سفر بھی کوئی پون گھنٹے سے زیادہ نہیں تھا اس لیے خیال تھا نو بجے کے قریب روانہ ہوں گے تو بآسانی پہنچ جائیں گے مگر اس عاشق کی کیفیت بتا رہی تھی کہ جلدی نہ گئے تو آئندہ میزبانی کا شرف نہیں مل سکے گا لھذا ساڑھے سات بجے ہی گھر سے روانہ ہو گئے اور نو بجے سے قبل ہی مینار پاکستان کے سائے تلے'' ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں'' کا دل کش نظارہ دیکھنا نصیب ہوا شائد پاکستان بنانے والوں کے سچے جانشین آج پہلی مرتبہ اتنی تعداد میں جمع تھے.......عمان سے آئے ہوئے یہ عاشق میرے درسِ نظامی کے کلاس فیلو جناب مولانا محمد شفیق مدنی ہیں مولا کریم ان کو سلامت رکھے اور مجھ سمیت تمام شرکائے جنازہ کی مغفرت فرمائے قبلہ شیخ الحدیث مولانا خادم حسین رضوی صاحب کے درجات بلند فرمائے........آمین بجاہ النبی الکریم

عشق کی ایک جَست نے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں



علامہ رضوی ایک عہد جو تمام ہوا

مولانا عبدالعزیز حنفی قادری رضوی

ناموس رسالت کے پہریدار الوداع
ختم نبوت کے علمدار الوداع
عمر تمام اپنی محمد ﷺ کے نام کی
سرکار دوعالم کے وفادار الوداع
خادم حسین آپ کی جرأت کو ہے سلام
خادم حسین آپ کی عظمت کو ہے سلام
خادم حسین آپ کی رفعت کو ہے سلام
خادم حسین آپ کی شوکت کو ہے سلام

یقین جانیے میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی شخصیت کو خراج تحسین پیش کر سکوں ۔ان کی شخصیت کے لیے کیا لکھوں کہ میرا قلم وہ الفاظ کشیدہ تحریر کرنے سے قاصر ہے وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جن کو ترتیب دے کر میں علامہ خادم حسین رضوی کی شخصیت کے پہلوؤں کو اجاگر کر سکوں ۔میری سوچ میں الفاظوں کا وہ ذخیرہ نہیں جو آپ کی شخصیت کی خوشبو کو تحریری شکل میں بیان کر سکے ۔

آپ اسلام کے ایک سچے خادم تھے،اسلام کیٔ اس نڈر مجاہد کی رہنمائی اور سرپرستی میں چلنے والی تحریک ایک بے مثال تحریک بن کر ابھری اور انکی بے لوث ،بے غرض اور باوفا قیادت نے اس تحریک لبیک پاکستان کو شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

علامہ خادم حسین رضوی جب اللہ کا نام لے کر عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع دل میں روشن کر کے جب میدان عمل میں نکلے تو پھر بڑے بڑے باطل پرستوں کے بتوں کے آگے ایک سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوئے تھے،جو آپ کو خرید نا چاہتے تھے کہ آپ کے سفر اخلاص کو تجارت میں بدل کر منزل سے بھٹکا دیں مگر خادم حسین رضوی نے تو اپنی زندگی کے دامن مین فہم و فراست کے وہ موتی جمع کیے تھے کہ اپنے گلستان کو کچھ تو سہارا دے سکیں تا کہ اس میں بہار آئے ۔

علم بڑی چیز ہے لیکن علم کی حقیقت وسعت علم نہیں بلکہ ہر دم انقلاب کے میٹھے جذبے ہیں اور خادم حسین رضوی نے انقلاب کی معراج دین کی حفاظت و سربلندی کو دورِ رسالت مآب ﷺ کی مہکتی خوشبو سے وابستہ کر لیا تھا،اور پھر آپ نے لوگوں

میں فوز و سرور کی خیر بانٹی جو زندگی کی اساس ہوتی ہے۔حکمران سیاسی شعبدہ بازوں نے آپ کے ضمیر کو ہمیشہ خریدنے کی کوشش کی مگر ہمیشہ تھک کے ناکام ہو گئے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے رب کی محبت میں کامل تھے۔اور محبوب خدا محمد ﷺ کے جلوؤں میں ہمیشہ گم رہتے تھے۔آپ نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی تھی کہ حقیقی خوشی فانی پر فنا ہونا نہیں بلکہ باقی کے لیے مرمٹنا ہے۔

زندگی کا یہ فلسفہ آپ نے ڈاکٹر محمد اقبال کی شاعری سے حاصل کیا آپ نے اقبال پر ایسا لگتا تھا جیسے پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔اقبال کی شاعری ازبر کر رکھی تھی کہ جب آپ اقبال پر گفتگو کرتے تو بڑے بڑے فلسفی اپنے دانت میں انگلیاں دبا لیتے اور سوچنے پر مجبور تھے کہ اقبال کی شاعری پر اتنی دسترس بڑی مفصل گفتگو فرماتے تھے۔علامہ خادم حسین رضوی،رضوی شیر تھے۔

علامہ خادم حسین رضوی ۲۲ مئی ۱۹۶۶ءکو اٹک کے علاقے نکہ کلاں میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے سکول سے حاصل کی اور پھر آٹھ سال کی عمر میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جہلم چلے گئے اور یہاں ۴ برس میں حفظ قرآن کی تکمیل کی اور اس کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں دینی تعلیم کے لیے داخلہ لیا اور ۱۹۸۰ میں درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔آپ مکی مسجد جو محکمہ اوقاف پنجاب کے کنٹرول میں تھی وہاں جمعہ کی خطابت انجام دینے لگے۔یہ آپ کی سرکاری نوکری تھی۔

اس کے علاوہ آپ دار العلوم انجمن نعمانیہ سمیت کئی مدارس کی تنظیمات اور اداروں کے سر پرست اعلیٰ بھی رہے۔آپ کی شعلہ بیانی کے باعث پنجاب حکومت نے آپ کا نام فورشیڈول کاسٹ میں شامل کر دیا تھا۔جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کی نقل وحرکت پر پابندی لگادی گئی ہے،آپ شہر سے باہر جہاں جائیں حکومت پنجاب پولیس تھانے کو آگاہ کرنے کے پابند تھے۔آپ کی ویل چیئر کی معذوری شروع سے نہیں تھی یہ ۲۰۰۶ء میں جب آپ لاہور سے پنڈی کا سفر کر رہے تھے کہ گوجرانوالہ کے قریب کار ایکسیڈنٹ میں آپ چلنے سے معذور ہو گئے اور ویل چیئر پر آ گئے۔مگر آپ نے اپنی اس معذوری کو اپنے مقصد اور مشن میں رکاوٹ نہ بننے دیا اور اسی جذبہ ہمت و استقامت کے ساتھ اپنے سفر کو جاری رکھا اور تحفظ ناموس رسالت کا پہرہ دیتے رہے۔

درس وتدریس کے میدان میں علمی قدم رکھنے کے بعد وہ کیا وجہ ہوئی کہ آپ کو سیاست کی طرف آنا پڑا۔وجہ یہ بنی کہ جب ننکانہ صاحب کی ایک مسیحی عورت عاصیہ ملعونہ نے نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو آپ نے اس پر علم احتجاج بلند کیا اور حکومت نے اس ملعونہ کو توہین رسالت میں گرفتار کر لیا،اس پر اس وقت کے گورنر پنجاب ثانی رشدی ملعون سلمان تاثیر نے اس ملعونہ کی حمایت کی اور توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون کہا اور عاصیہ ملعونہ سے جیل میں جا کر ملاقات کی اور نجی محفلوں میں بھی یہ بدبخت اس کی کھل کر حمایت کرتا رہا۔

خادم حسین رضوی نے اس بد بخت سلمان تاثیر کی گرفت کی اور اس کو کہا کہ تم نے توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون کہا ہے اور ملعونہ عاصیہ کی حمایت بھی کی ہے، یہ گستاخی ہے اس سے رجوع کرو، معافی مانگو۔ اس بد بخت کو آپ نے کئی خط بھی ارسال کیے مگر اس بد بخت نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے مؤقف پر قائم رہا۔ اس نے اپنے طرز عمل سے رجوع نہ کیا اور پھر اس ملعون کو اسی کے غیرت مند باڈی گارڈ جناب محمد ممتاز قادری شہید نے اپنی ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلام آباد کی آبپارہ مارکیٹ چوک پر ۱۱ جنوری ۲۰۱۱ء میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔

ممتاز قادری کو گرفتار کر کے اڈیالہ جیل منتقل کر دیا گیا۔ مقدمہ چلتا رہا اور اس دوران علامہ خادم حسین رضوی نے ممتاز قادری کی بھرپور حمایت کی اور آپ کی اس حمایت کی وجہ سے حکومت نے آپ کو پریشان کرنا شروع کر دیا اور آپ کی راہ میں روڑے اٹکانا شروع کر دیے اور پھر آپ کو محکمہ اوقاف کی ملازمت سے برخاست کر دیا گیا لیکن آپ نے ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت مسلسل جاری رکھی۔ اور پھر جب ممتاز قادری کو سلمان تاثیر کے قتل میں پھانسی کی سزا سنا دی اور پھر حکومت نے ۲۹ فروری ۲۰۱۶ء کو ممتاز قادری کو پھانسی دے دی تو علامہ صاحب نے اس پر کھل کر احتجاج کیا جس پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ پھر آپ کی رہائی کے لیے تحریک چلی اور آپ کی رہائی کے بعد راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ستمبر ۲۰۱۷ء میں تحریک لبیک پاکستان کے نام سے آپ نے ایک سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی اور وہیں سے آپ نے اپنے سیاسی سفر کا آغاز کیا۔

۲۰۱۷ء میں جب حکومت نے ختم نبوت قانون میں ترمیم کی تو آپ نے احتجاج کی اور پھر تحفظ ختم نبوت قانون کے حق میں تحریک لبیک پاکستان کے پلیٹ فارم سے لاہور تا اسلام آباد ایک لانگ مارچ کیا و رفیض آباد کے مقام پر دھرنا دیا جو ۲۲ دن جاری رہا اور یہ ایک کامیاب ترین دھرنا تھا جس کی وجہ سے اس وقت کے وزیر قانون زید حامد کو استعفیٰ دینا پڑا تھا اور آپ نے اپنے تمام مطالبات منوا لیے تھے۔ اور حکومت کی تمام چالبازیاں ریت کی دیوار ثابت ہوئیں تھیں۔ آپ نے اپنے انتقال سے چند روز قبل بھی گستاخانہ خاکوں کے خلاف فیض آباد میں دھرنے کی قیادت فرمائی تھی اور کراچی میں بھی تحفظ ناموس رسالت ریلی کی قیادت فرمائی۔

علامہ خادم حسین رضوی بہت میٹھے اور اونچے انسان تھے کہ انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے حضور گستاخی کرنے والوں کو کبھی قابل معافی تصور نہ فرمایا تھا۔ دین کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ تکبر کرنے والوں سے تکبر صدقہ ہوا کرتا ہے۔ الجھنے والوں سے ساتھ نہ الجھنا یہ بزدلی ہوا کرتی ہے اور پھر خود سوچیے جو جان کائنات محمد رسول اللہ ﷺ سے الجھے اسے دور جدید کا لبرل از م ممکن ہے معاف کر دے لیکن علامہ خادم حسین رضوی کی حمیت وغیرت نے یہ گوارا نہ کیا ایسے دین کے دشمنوں، گستاخوں کو معاف کریں۔ اھوں نے ان سامراج کے ٹھیکے داروں سے نوٹ، ڈالر اور پونڈ نہیں لیے تھے۔ ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ ان کا محکم عقیدہ اپنے نبی کی ختم نبوت و ناموس رسالت ﷺ کی آن پر پہرہ دینا تھا کہ جس کو میں امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا محدث

وفاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی زبان میں یوں بیان کروں کہ

کروں مدح میں اہل دول رضا
پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا
میرا دین پارۂ نا نہیں

اس جہاں رنگ و بو میں سچی بات یہ ہے کہ جینا انہی کا جینا ہے کہ جو دولت دنیا، رشتہ داروں، قانون کو اپنے پائے استغناء تلے روند کر محض ازل کے شاہکار رحمت عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کے بن کر جیتے ہیں۔ یہ شہہ لولاک کے وہ عاشق تھے کہ جن کی رگ رگ اور رواں رواں میں محبت رسول ﷺ نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔

موت العالم موت العالم

کہتے ہیں ایک عالم کی موت پورے عالم کی موت ہوتی ہے۔ ہمارے اس جہاں میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی زندگی کے دن کھلے ہوئے گلاب کی مانند اور ان کی چمک سجے ہوئے روشن چراغ کی طرح چمکتی ہے۔ علامہ خادم حسین رضوی نے اپنے آقا محمد رسول اللہ ﷺ ﷺ سے جو عہد وفا باندھا تھا اپنی آخری سانس تک اس سے وفا کر چلے۔ علامہ خادم رضوی دنیاوی رشتوں کے حوالے سے میرے کچھ نہیں تھے لیکن دینی رشتے کے لحاظ سے وہ میرے سب کچھ تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں سنیت کے نعرے لگانے والے بہت دیکھے۔ میں نے خون شہدائے کربلا اور خون امام حسین کو لوگوں کے آنسوؤں میں ڈھال کر اپنی جیبوں اور تجوریوں کو درھم و دینار سے بھرنے والے بہت دیکھیں ہیں لیکن حسینیت کے کردار کے حامل کم دیکھے ہیں اور میں آج گواہی دیتا ہوں کہ خادم حسین رضوی واحد شخص تھا کہ جس نے اس دور میں اپنے آپ کو حسینیت کے کردار میں ڈھالا کہ جس نے تمام نوجوانوں کے دلوں کو محبت رسول ﷺ سے بھر دیا۔ میرا یہ ایمان ہے کہ خادم رضوی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ علامہ خادم حسین رضوی جیسی قد آور شخصیت روز روز پیدا نہیں ہوتیں کہ بقول ڈاکٹر علامہ اقبال

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ قدرت کا قانون ہے کہ ہر ذی جاندار کو اس دار فانی سے جانا ہے اور اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت مبارکہ شاید ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔



کردار کا غازی علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

محمد احمد رضا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ترجمہ کنزالایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

شاعرِ مشرق، حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

19 نومبر 2020، رات ساڑھے آٹھ بجے عاجز ایک فون کال میں مصروف تھا کہ وٹس ایپ پر میسجز کا انبار لگ گیا اور خواتین و حضرات کے تمام پیغامات سوالیہ نوعیت کے برائے تصدیق و تردید کے لیے تھے کوئی کہہ رہا تھا کہ کیا یہ سچ ہے؟ اور کسی کا کہنا تھا کہ برائے کرم اِس خبر کی صدیق یا تردید کریں۔ فون کال بند کر کے جب مکمل طور پر موصول شدہ میسجز پر توجہ کی تو جرمنی سے ایک صاحب کی روتی اور سسکیاں بھرتی ہوئی آواز یہ کہہ رہی تھی کہ" السلام علیکم احمد بھائی ابھی ٹی وی کے اوپر خبر چل رہی ہے کہ رضوی صاحب فوت ہو گئے ہیں تو کیا آپ کے پاس اس کی کوئی مصدقہ خبر ہے، اگر ہے تو پلیز بتائیں۔۔۔۔۔۔" سفیان احمد لون صاحب سے موصول ہوا یہ صوتی پیغام سنناہی تھا کہ پیروں تلے زمین نکل گئی خبر کی تصدیق کے لیے تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ (پاکستان) کے چند کارکنان سے رابطہ کیا لیکن افسوس کہ ہر ایک سے رابطے کے بعد زبان پر فقط اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے الفاظ تھے۔ آہ! اب وہ اب ہم میں نہیں رہے، آہ! امیر المجاہدین اس دنیا سے چلے گئے، آہ! ایک ہی آسرا تھا کہ جب کوئی شاتم نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا تو یہی ایک مردِ مجاہد صفِ اول میں مسلم امت کی ترجمانی کرتا ہوا شاتم رسول ﷺ کو منہ توڑ جواب دیتا تھا، اشک بار نظروں کے ساتھ کانپتے ہوئے دل نے ضمیر سے سوال کیا کہ اگر اب کوئی گستاخ گستاخی کرے گا تو کون جواب دے گا؟ اب اگر ملک پاکستان میں قانون ناموس رسالت کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہوگی تو اب کون میدان عمل میں آکر وقت کے ظالموں کو للکارے گا، اب اگر عالم اسلام میں کہیں کوئی نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرے گا تو کون میدان عمل میں آکر وقت کے فرعون کو للکارے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس دنیا سے جانا نہ صرف صاحبزادہ سعد حسین رضوی اور صاحبزادہ انس رضوی کو یتیم کر گیا بلکہ عالم اسلام

کے تمام عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے سروں سے دست شفقت اٹھ گیا۔امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر اندرون و بیرون ملک سے موصول ہونے والے پیغامات نے بتایا کہ باباجی کسی خاص عمر کے افراد میں ہی نہیں بلکہ بچوں، بوڑھوں اور جوانوں میں یکساں مقبولیت رکھتے تھے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملک اور خصوصاً بیرون ملک سے ملنے والے درجنوں تحریری وصوتی پیغامات میں سے ایک پیغام سپین سے عثمان نامی کم نوجوان جوکہ سپین میں ہی ایک یونیوسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے ان کا صوتی پیغام ملا جس میں وہ نوجوان سسکتے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا کہ" احمد رضا بھائی میں باباجی سے کبھی نہیں ملا لیکن مجھ پر باباجی کا بڑا فضل ہے، مجھ پر باباجی کا بڑا احسان ہے جس وقت میں یہاں سپین میں رہتا ہوا صراط مستقیم سے ہٹ کر غلط راستے پر چلنے لگا تھا۔۔۔۔۔۔۔میں تو اس طرف نہیں جانا چاہتا تھا لیکن مجھے میرا ماحول میرا معاشرہ غلط راستے پر لیکر جارہا تھا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے باباجی کو میری ہدایت کا سبب بنایا اور مجھے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے ہدایت عطا کی۔احمد بھائی میں بتا نہیں سکتا کہ میں کس قدر جہالت کے اندھیروں میں گر گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم کیا اور مجھے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ایک ہادی عطا کیا۔۔۔۔۔۔" اسی طرح انگلینڈ کے رہائشی 22 سالہ نوجوان سابق سکھ نومسلم محمد ریان کا ایک پیغام موصول ہوا جس میں ان کا کہنا تھا کہ جب سے انھوں نے اسلام قبول کیا ہے تو سب سے زیادہ دین انھوں نے علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی سیکھا ہے، اور فرمانے لگے کہ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایسی باتیں کرتے تھے جوکہ دل میں اتر جاتی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" مزید درجنوں لوگوں کے تاثرات ہیں کہ جنھیں اگر نقل کیا جائے تو وہ ایک الگ موضوع بن جائے ان شاء اللہ ان تمام تاثرات کو آئندہ کسی شمارے میں شامل کریں گے۔

امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ میں عشق رسول کمال درجہ کا پایا جاتا تھا۔فنا فی الرسول یہ بابا ہمہ وقت آقا کریم ﷺ کی ناموس کی چوکیداری کے لیے تیار رہتا تھا۔مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشن نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس وختم نبوت پر پہرہ دینا تھا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی راہ میں آندھی،طوفان، بارش، سردی، گرمی الغرض موسم کی کسی بھی قسم کی سختی،تغیر و تبدیلی آڑے نہیں آئی تھی البتہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ سے جسمانی طور پر دونوں ٹانگوں سے معذور تھے لیکن جذبہ ایمانی بڑی بڑی ٹانگوں والوں سے بھی زیادہ پایا جاتا تھا۔آخری ایام میں قبل از مرگ ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فیض آباد میں دھرنا دیا تھا اس میں بھی باباجی رحمۃ اللہ علیہ نہایت علیل تھے کہ بیٹھنا بھی مشکل ترین تھا لیکن باجوداس بیماری کے یہ ٹانگوں سے معذور بابا ہمیں دسمبر کی ٹھٹھراتی ہوئی سردی میں دن رات فیض آباد (اسلام آباد) میں نبی کریم ﷺ کی ناموس کے تحفظ کی خاطر گزارتا ہوا نظر آیا۔ 19 نومبر 2020 کو علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا جبکہ نماز جنازہ 21 جنوری 2020 کو مینار پاکستان میں ادا کی گئی۔نماز جنازہ میں شرکاء کثیر تعداد میں تھے۔ پاکستانی بکاؤ فاسق میڈیا کے مطابق ستر لاکھ، لبیک میڈیا کی رپورٹ کے مطابق ایک کروڑ سے زائد جبکہ غیر ملکی میڈیا

کی رپورٹ کے مطابق ڈیڑھ کروڑ سے بھی زائد لوگ نماز جنازہ میں شامل تھے،لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ پاکستان کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہیں ہوا اور نگاہِ فلک نے یہ دیکھا کہ 21 نومبر کو جنازگاہ فقط مینار پاکستان کی حدود تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ عاشقان مصطفیٰ ﷺ کا یہ ٹھاٹھے مارتا ہوا ہجوم میلوں میں پھیلا ہوا تھا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ عاشقان مصطفیٰ ﷺ کا سیلاب امڈ آیا ہے۔ دور دور تک پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی، جنازے میں نہ صرف اپنے مکتب فکر کے لوگ بلکہ امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر کی عوام وعلماء کرام نے شرکت کی۔نگاہِ فلک نے یہ بھی منظر دیکھا کہ جنازگاہ میں جب باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی ریکارڈ شدہ آواز میں تاجدار ختم نبوت کا نعرہ لگتا تو دھاڑے مارتے ہوئے بے ساختہ شرکاء نے زبانوں سے زندہ باد زندہ باد کی صدائیں بلند ہوتی سنائی دیتیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس دنیا سے رخصت ہونا ایک ایسا خلا ڈال گیا ہے جو پورا نہیں ہوگا لیکن علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور موت دونوں نے کئی انسانوں کو جلا (زندگی) بخشی، کئی دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن کی، کئی بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت عطا ہوئی۔

جب علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ووفات پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نا کہ فقط گفتار کے بلکہ حقیقتاً کردار کے غازی تھے۔ پروردگار عالم ہم سب کو نبی کریم ﷺ سے وفا کرنے والا بنا دے اور ایسا بنا دے کہ بروز قیامت ہم اپنے آقا و مولا حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند آجائیں اور آقا کریم ﷺ دیکھ کر فرما دیں کہ لو دیکھ لو یہ ہمارا غلام آگیا ہے۔آخری میں چند فرامین امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایمان کی تقویت کے لیے:

فرمانِ رضوی 1

اسلام اخلاق سے بھی پھیلا اور پھر حضور (ﷺ) کی تلوار سے بھی پھیلا۔سدا تبلیغ کی بات نہیں ہوتی،تبلیغ کے بعد میدان لگانا پڑتا ہے۔

فرمانِ رضوی 2

ساری کائنات کی عزتیں اُس خاک پر قربان جہاں ہمارے آقا ومولا نے ایک بار پر اپنا قدم مبارک رکھا۔

فرمانِ رضوی 3

سارے جہان بھی ابھی اسی وقت، اسی لمحے جل کر راکھ ہو جائیں، تو رسول اللہ ﷺ کی عزت وناموس کے مقابلے میں اِنکی کوئی حیثیت نہیں ہے۔



مجھ پہ تحقیق میرے بعد کرے گی دنیا

پروفیسر محمد فاروق عزمی

خمیدہ کمر، نحیف و نزار جسم، ہاتھوں میں رعشہ، ضلع کچہری کے سامنے لاٹھی ٹیکتے ہوئے کشاں کشاں مینار پاکستان کی جانب سفر کرتے باباجی سے میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے میری طرف دیکھے بغیر جواب دیا جہاں تم جا رہے ہو۔ میں تو علامہ صاحب کے جنازے میں شرکت کے لیے مینار پاکستان جا رہا ہوں باباجی نے پھر میری طرف دیکھے بغیر ہی جواب دیا تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں ایک عاشق رسول کے جنازے میں شرکت کی سعادت سے محروم رہ جاؤں۔

پتر میں تو کھڈیاں سے موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر یہاں تک آیا ہوں۔ اب آگے پولیس والے موٹر سائیکل نہیں جانے دیتے۔ چلیں اللہ ان کا بھلا کرے۔ میں نے پوچھا باباجی آپ کی عمر کتنی ہے؟ ان کی پوری توجہ اپنے ہاتھ میں پکڑے عصا اور اپنے قدموں کی رفتار پر تھی، جیسے وہ جلد از جلد مینار پاکستان پہنچنا چاہتے ہوں۔ ۷۱ سال؟ انہوں نے اس بار بھی میری طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ میں دل ہی دل میں باباجی کے جذبے کو سلام کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

ہمیں بھی پیدل ہی مینار پاکستان تک جانا تھا کیونکہ ٹریفک پولیس نے کچہری چوک سے آگے ہر قسم کی ٹریفک کو جانے سے روک دیا تھا اور ہمیں اپنی گاڑی سنگ میل پبلی کیشنز کے سامنے پارک کرنا پڑی تھی۔ مینار پاکستان پہنچنے کے بعد چھ گھنٹے جنازہ کے انتظار میں لوگوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے درمیان گزارنے کے دوران میں نے اس مثالی جذبے کے بے شمار مناظر دیکھے، اس حیران کن سفر آخرت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں لوگ جو ایک سچے اور پکے عاشق رسول ﷺ کی محبت و عقیدت میں دیوانہ وار جس ڈور سے بندے چلے آئے تھے اس کا نام عشق مصطفی ﷺ ہے۔ لاہور کی تاریخ نے، لوگوں کی آنکھوں نے، اور چشم فلک نے ایسا نظارہ پہلے کم ہی دیکھا ہوگا۔

علامہ خادم حسین رضوی نے چار برس کے قلیل عرصے میں جس طرح عالم کفر کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا اس کے پیچھے عشق رسول ﷺ کا جذبہ ہی کارفرما تھا، ختم نبوت یعنی ذاتِ اقدس نبی اکرم ﷺ پر ہر قسم کی نبوت کا ختم ہو جانا، اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ خود نبی پاک ﷺ نے فرما دیا تھا میں آخری پیغمبر ہوں اور میرے بعد اب کوئی پیغمبر نہ آئے گا۔ اسی طرح اس ساری کائنات میں تمام مخلوقات میں اللہ تعالی کے بعد جو ہستی سب سے زیادہ سب سے بڑھ کر اعلی و بالا مقدس اور محترم قابل احترام و تعظیم ہے وہ نبی مہرباں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات اقدس ہے

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

لیکن کیا بدنصیبی ہے کہ پوری دنیا میں اور بالخصوص پاکستان میں گذشتہ کچھ عرصے سے آقا کریم ﷺ کی شان اقدس میں

اور عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں دشنام طرازیوں کا سلسلہ جاری ہے جسے کسی طور بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

ناموس مصطفی ﷺ کے بارے میں ہر مسلمان اتنا حساس ہے کہ چاہے اس کی جان چلی جائے وہ اس معاملے میں کبھی بھی کہیں بھی اور کسی بھی طرح کا سمجھوتا نہیں کرسکتا، یہ گناہ گار سے گناہگار مسلمان کے ایمان اور عقیدہ کا مسئلہ ہے۔ یہی وہ روح محمد ہے جو ان فاقہ کش مسلمانوں کے بدن سے جدا نہیں ہوتی۔ اس روح کا دوسرا نام عشق مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اس جذبے کو اپنی شعلہ بیانی سے جو حرارت علامہ خادم حسین رضوی نے فراہم کی اس آتش نے غلامان مصطفی ﷺ میں وہ جذبہ پیدا کردیا کہ وہ امیر المجاہدین خادم حسین رضوی کے جنازے میں دیوانہ وار چلے آئے، لاکھوں کروڑوں کے اس مجمع میں بچے، بوڑھے، جوان غریب، امیر، ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔

علامہ خادم حسین رضوی کی مقبولیت کا راز کوئی نہ سمجھ آنے والی بات ہرگز نہیں ہے، امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہارون رشید نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سب وشتم کرنے والے کے متعلق پوچھا اور کہا کہ بعض فقہاء نے ایسے شخص کو کوڑے لگانے کا حکم دیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ کا چہرہ غصے سے متغیر ہوا اور آپ نے فرمایا امیر المومنین حضور ﷺ کو سب وشتم کے بعد اُمت مسلمہ کی بقاء کا (زندہ رہنے کا) کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ بس اسی بات کی تشریح اس مردِ درویش نے پوری دیانتداری ہمت وجرات اور دلیری سے بے باکانہ انداز میں کی اور اُمت محمدی ﷺ کے دل جیت لیے۔

پاکستان سمیت پوری دنیا میں لاکھوں کروڑوں مداح پیدا کرلئے۔ نوجوانوں کے دلوں میں شمع عشق محمدی ﷺ کی ایسی لو سلگائی جس نے جریدہ عالم میں نئی تاریخ رقم کردی۔ اب لاکھوں دلوں سے جو آہ نکلتی ہے وہ زبان پر آتے آتے لبیک یا رسول اللہ ﷺ کی صدا بن جاتی ہے، جس سے کفر اور یورپ کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔

جرم توہین رسالت کے حوالے سے مذاہب اربعہ کا نقطہ نظر ایک ہی ہے اور اس پر حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی بلکہ فقہ جعفریہ بھی متفق ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے امام مالک کا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ تحریر کی طوالت سے بچنے کے لئے ہم یہاں مزید صرف ایک نقطہ نظر یعنی احناف کا موقف درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ تنویر الابصار اور درمختار جو فقہ حنفی کی مستند کتابیں ہیں میں واضح طور پر درج ہے کہ!

جو مسلمان مرتد ہو اس کی توبہ قبول کی جائے گی سوائے اس کافر اور مرتد کے جو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کو گالی دے تو اسے حداً قتل کیا جائے گا اور مطلقاً اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ (درمختار جلد 4 صفحہ 221)

پاکستان میں تحریک ختم نبوت کے محافظ اور ناموس رسالت ﷺ کے پہرے دار عالم دین اور عاشق رسول ﷺ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کی اچانک رحلت نے سارے پاکستان کو ہلا کر رکھ دیا۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر یہ خبر سن

کر کروڑوں دل تڑپ کر رہ گئے اور ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر دل افسردہ تھا۔سوشل میڈیا پر علامہ صاحب کی اچانک وفات ٹاپ ٹرینڈ تھی۔ایسے میں ہر شخص ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتا تھا،خصوصاً ان کے جنازہ کے بعد تو لوگ ان کی زندگی کے متعلق ایک دوسرے سے استفسار کرتے ہی نظر آئے۔اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے قلم فاؤنڈیشن کے چیئرمین علامہ عبدالستار عاصم اور ان کے ایک رفیق ضیغم رسول قادری نے ہتھیلی پر سرسوں اگانے کا عزم کیا۔علامہ موصوف حیرت انگیز شخصیت کے مالک ہیں اور اکثر کارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہتے ہیں۔اس سے قبل وہ 2014 میں پانچ جلدوں اور پینتیس سو صفحات پر مشتمل قائداعظم کی زندگی پر انسائیکلوپیڈیا ''جہانِ قائد'' کے نام سے چھاپ کر دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔پھر بھی سوال اٹھتا ہے کہ ہفتہ دس دن میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی بڑی شخصیت کے بارے میں ایک جامع کتاب چھاپ دی جائے۔لیکن فرہاد بھی تو تیشہ لے کر جوئے شیر نکالنے چل دیا تھا۔جذبے سچے ہوں تو ہر چیز ممکن ہے۔بقول بہزاد لکھنوی ع

اے جذبہ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے

لوگوں کا تجسس اور جستجو بھی عروج پر تھا،لوگ جاننا چاہتے تھے کہ وہ مرد درویش کون تھا جو جسمانی طور پر تو معذور تھا لیکن ڈٹ کر کھڑا تھا جسے جاڑے کی یخ بستہ راتوں میں زندان کے ٹھنڈے فرش پر لٹایا جاتا تھا،جس کے زندانی بوسیدہ کمبل پر سردیوں میں پانی پھینک دیا جاتا تھا،جس پر آنسو گیس کے شیلوں کی بارش کر دی جاتی تھی۔جو حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو دلیرانہ انداز میں للکارتا تھا،جس کے لہجے میں تلخی صرف اس وقت آتی جب بات ناموس رسالت کی ہو رہی ہوتی۔جس نے حرمت رسول ﷺ پر اس طرح پہرہ دیا کہ کفر کے ایوانوں میں اس کے نام سے لرزہ طاری رہا،جسے موسم کی شدتوں نے ذرا بھی خوفزدہ نہ کیا اور جب بھی تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے نکلنا پڑا وہ مجاہدین کا سپہ سالار بن کر نکلا۔

مجھ پر فتوی نہ لگے تو مجھے کہنے دیجئے کہ اس کے جنازے میں شاید فرشتے بھی اتر آئے تھے اور یہ بھی ایک کرامت ہی ہوئی کہ 19 نومبر کی رات کو مردِ حق مرد قلندر اس دار فانی سے رخصت ہوا اور جمعرات 26 نومبر کو ''علامہ خادم حسین رضوی حیات و خدمات'' کے نام سے 237 صفحات پر مشتمل کتاب چھپ کر تیار تھی،گویا ہتھیلی پر سرسوں اگائی تھی،یہ اس مرد قلندر کی زندگی کا مختصر سا جائزہ ہے۔ان کی زندگی پر بہت کچھ لکھا جانا باقی ہے،جو اقبال کا حافظ تھا،جس کی زندگی کا مقصد ناموس رسالت ﷺ اور حرمت رسول ﷺ کا جذبہ امت مسلمہ میں اجاگر کرنا تھا۔علامہ اقبال کے اشعار انھیں ازبر تھے،وہ موقع و محل کی مناسبت سے برجستہ ان اشعار سے دلوں کو گرماتے تھے،وہ عاشقوں کے امام تھے اور امامت کی حقیقت کو بھی سمجھتے تھے۔اقبال کے یہ اشعار ان پر صادق آتے ہیں

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
خدا تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دُشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہُو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملّتِ بیضا ہے امامت اُس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے
(ضربِ کلیم)

اس مردِ حق، مردِ درویش، پیکرِ وغنا کے بارے میں ابھی بہت کچھ لکھا جاتا رہے گا۔ علامہ خادم حسین رضوی پاکستان کی تیسری بڑی سیاسی جماعت کے سربراہ تھے جنہوں نے 2018 کے عام انتخابات میں اپنے ووٹوں کی تعداد سے سب کو چونکا کر رکھ دیا۔

ہمارے ہاں دستور ہے کہ ہم زندوں کی قدر نہیں کرتے لیکن مرنے کے بعد زمانہ بہت یاد کرتا ہے، شاید علامہ خادم حسین رضوی جیسے ہی کسی شخص کے لئے شاعر نے کہا تھا

مجھ پر تحقیق میرے بعد کرے گی دنیا
مجھے سمجھیں گے میرے بعد زمانے والے



مقدور ہو تو خاک سے

ڈاکٹر عبدالقدیر خان (نشان امتیاز)

یہ سال پاکستان کے لیے نہایت غم کا سال ہے کئی قد آور اور تاریخی شخصیات ہم سے جدا ہو گئیں اور خالق حقیقی سے جا ملیں، اللہ پاک اُن سب کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، ان کے عزیز و اقارب کو صبر جمیل اور ہمت و برداشت عطا فرمائے۔ آمین!

مرزا اسد اللہ خان غالب اردو زبان کے سب سے اعلیٰ شاعر تھے ان کا فارسی کا کلام بھی لاجواب ہے، مگر ہمارے یہاں فارسی دانوں کا فقدان ہے۔ اردو پوری قوم جانتی ہے اور اردو کی غزلیں بے حد مقبول ہیں، بعض فلموں میں بھی ان کی غزلیں گائی گئی ہیں، حالات کی مناسبت سے یہ شعر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

''اگر میں خوش قسمت یا اہل اقتدار ہوتا تو میں زمین سے پوچھتا کہ خسیس (کنجوس) تو نے وہ بیش بہا قیمتی خزانوں کا کیا کیا؟''

مطلب یہ تھا کہ اتنے عالیشان لوگ اس میں دفن ہو گئے اور ان کا کوئی سراغ و نشان نہیں ہے۔ اسی سے ملتا جلتا ایک شعر ہے

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

(تمام نہیں بلکہ چند گلاب و ٹیولپ بن کر اُبھر آئے، زمین میں رہ کر ان کی کیا حیثیت رہ جاتی) آیئے! ایک فرشتہ خصلت، ہر دلعزیز شخصیت کا آپ سے تعارف کراتا ہوں۔

مجاہد ختم نبوت عاشق رسول اللہ تعالی کے سپاہی اعلیٰ حافظ خادم حسین رضوی کی وفات کا ذکر کرتا ہوں اور آنکھیں آنسوؤں سے نم ہیں، ایسے مجاہد اسلام عاشق رسول ﷺ بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ آپ انسان کے بھیس میں فرشتہ تھے۔ ان کی نماز جنازہ میں جس جم غفیر نے شرکت کی اس کی مثال ملک میں نہیں ملتی۔ جب ایک دوست نے اس کا ذکر کیا تو میں نے دل میں کہا اللہ پاک گناہ گار ہوں مگر تیرا بندہ ہوں، میں نے بیس کروڑ مسلمانوں کو حفاظت میسر کی ہے مجھے ایسی موت، نماز جنازہ عطا کرنا آمین۔

میں خادم حسین رضوی صاحب کو ذاتی طور پر جانتا تھا۔ یوٹیوب پر میرے لیے ان کے بیانات اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ کراچی میں میری بہن کے گھر کے قریب محمد علی ہاؤسنگ سوسائٹی کے بالکل قریب ایک فرشتہ خصلت اور مخیر دوست حاجی

رفیق پردیسی رہتے ہیں، خادم حسین صاحب وہاں تشریف لائے، انہوں نے دیکھا کہ گارڈ وغیرہ موجود ہیں، پہرہ دے رہے ہیں، پوچھنے پر حاجی رفیق نے ان کو بتایا کہ میں آیا ہوا ہوں اور بہن کے پاس ٹھہرا ہوا ہوں۔انہوں نے ملنے کی خواہش کی اور حاجی صاحب ان کو لے کر آئے، وہ وہیل چیئر پر تھے چہرے پر رعب اور عشق رسول ﷺ نمایاں تھا۔انہوں نے پہلے میرے گھٹنے کو ہاتھ لگائے پھر مصافحہ کیا اور دونوں ہاتھ پکڑ کر چومے، آنکھوں سے لگائے اور کہا کہ یہ صرف محسن پاکستان نہیں ہے بلکہ محسن اُمت بھی ہیں اور قائد اعظم کے بعد کوئی قیامت تک آپ کا مقابلہ نہ کرسکے گا۔بہت دیر ٹھہرے، میری چھوٹی مرحومہ بہن نے بھوپالی روایت کے مطابق خاطر مدارت کی، میں یہ ملاقات زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔



وہ کہ اُس در کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی

خواجہ غلام دستگیر فاروقی
مؤسس و مدیر مجلہ ''اَلْمُنْتَہیٰ''

☆ ابتداء عالم وحیاتِ انسانی سے لے کر آج تک لاتعداد انسان اس کارزارِ حیات میں آئے اور چلے گئے۔ بہت سے لوگ ایسے آئے جنہیں تاریخ یاد رکھنے کا تردد و جستجو نہیں کرتی مگر چند لوگ ۔

زندگی رہتی ہے برسوں غوطہ زن در خاک وخوں
تا زِ بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

کے مصداق اس جہان آب وگل میں یوں آئے تاریخ کے لیے انہیں نظر انداز کرنا محال و ناممکن ہے بلکہ چشم فلک گواہ ہے کہ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا اور ان کی یادوں کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنا تاریخ اپنا شرف سمجھتی ہے چمن حیات اُنہی کی آب و تاب سے منور و تاباں، زیست انہی کے جمال سے روشن اور زندگی کی رعنائیاں انہی کے دم قدم سے ہیں ۔

☆ کائنات ہست و بود میں ہر آنے والا جانے کے لیے ہی آتا ہے کسی کا آنا، جانا ایسے ہوا جیسے وہ نہ آیا نہ گیا جبکہ کسی مرد قلندر کا جانا ایسا کہ وہ گیا ہی نہیں اس کا نام، کام اور یادیں صدیوں دلوں میں بسی رہتی ہیں جس نے سرسری دیکھا وہ بھول نہ سکا، جس نے دل کی آنکھوں سے دیکھا وہ تصورات میں کھو گیا ۔

مدتوں روتی ہے چشم حسرت اہل چمن
سالہا رہتے ہیں گریاں دیدۂ چرغ کُہن
تب کہیں ہوتا ہے اک نخل گُل بدن

☆ اس کارِ ہستی میں خدائے لم یزل بعض انسانوں کے نقوش وحیات کو دوام عطا فرماتا ہے یہ حقیقی خوش نصیبی کم انسانوں کے حصے میں آتی ہے ان کی جدو جہد کو بقاء دوام کی عظمت عطا ہو جائے اور جسے یہ عظمت ابدی میسر ہو جائے وہ انسان کاروان انسانیت کا سرمایہ و افتخار ہوتا ہے جی جی ایسی عظیم القدر شخصیات کی جہد پیہم کے نقوش منزل عمل کی جانب چلنے والوں کے لیے شمع کا کام دیتے ہیں اور تاریخ کی جبین ارادت ان کی عظمت و کمال کے آگے جھکی ہوتی ہے ۔

جان عزیز! اِن تمہیدی کلمات سے فقیر پُرتقصیر کی مراد عظیم مدرس و مصلح، قافلہ سالارِ محبت و عشق مصطفی، شہریار اقلیم تحفظ ختم نبوت و ناموس رسالت، امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی نور اللہ مرقدہ ہیں کل وہ ہمارے درمیان تھے آج وہاں ہیں جہاں ہم سے جیتے جی کوئی نہیں جاسکتا۔ آنکھیں ڈھونڈتی ہیں، دل بے قرار ہے وہ دن، راتیں اور لمحات کہاں سے

لاؤں جب وہ عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مے پلا کر مردہ دلوں کو جلا بخشتے تھے۔

جام پہ جام لائے جا شانِ کرم دکھائے جا
پیاس میری بجھائے جا روز نئی پلائے جا

2007ء میں نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ کے موضع میں شیخ طریقت سید کاشف رسول گیلانی مدظلہ العالی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ سہروردیہ قلندریہ ہنجروال لاہور) کی دعوت پر خطاب کے لیے تشریف لائے خطاب کے دوران کچھ ساتھیوں نے پیسے نچھاور کرنا چاہے تو بے نیازی میں ارشاد فرمایا: "بیٹھ جاؤ جی بیٹھ جاؤ پیسے لینے ہوندے تے لاہور تھوڑے لوگ نیں ساڈی گل سنو ایہہ ای سب کچھ اے۔"

2008ء میں بارہ ربیع الاوّل کی رات مجدد سلسلہ سہروردیہ، قلندر رسول نما سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی نور اللہ مرقدہ کے سالانہ عرس مبارک پر خصوصی نشست میں خصوصی خطاب تھا فقیر راقم الحروف آپ کے ساتھ بیٹھا تھا خطاب کے بعد میں نے پیسے ویسکٹ کی جیب میں ڈالنا چاہے فرمایا مولانا: کیوں شرمندہ کرتے ہو۔ گفتگو میں کسی شاعر کا شعر آیا جس میں سونے اور نیند کو ذکر تھا فرمایا کہ یہ سونے کا وقت نہیں جاگنے کا وقت ہے:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
سونا بُن ہے سونا پاس سے سونا زہر ہے اُٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

قارئین! فقیر کی آپ سے باقاعدہ پہلی ملاقات 2009ء میں مسجد "رحمۃ للعلمین" میں گھنٹہ بھر رہی پوچھا کیا مصروفیت ہے فقیر نے ادباً تدریس کا عرض کیا فرمایا کون سی کتب پڑھاتے ہیں عاجز نے بتایا، مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر چھڑا تو برجستہ "حدائق بخشش" دو تین جگہوں سے مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہہ ڈالے۔ ۲۰۱۲ء میں برادر اصغر، بے باک مجاہد ختم نبوت مفتی غلام مرتضیٰ ساقی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو ایک دوست کو ریش مبارک سے متعلق نصیحت فرمائی دوران گفتگو کسی تحریک کے مرکزی قائد کا فون آیا ان دنوں علماء کا حکومت وقت سے کسی ایشو پر مسئلہ چل رہا تھا حکومت نے علماء و مشائخ کی میٹنگ رکھی فون پر ایک معروف عالم و شیخ کے بارے بتایا گیا کہ وہ بھی میٹنگ میں شریک تھے جلال میں آ کر امام ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کے لہجے میں فرمایا: "ہم نے کلمہ اس شیخ کا نہیں پڑھا ہوا محمد الرسول اللہ کا پڑھا ہوا ہے۔ ہمارے لیے عظمت و حرمت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑا مقصود ہے۔

اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

۲۰۱۹ء میں مسجد "رحمۃ للعلمین" میں بعد نماز عشاء ملاقات و زیارت کے لیے حاضری ہوئی دراں حالیکہ عاجز کے ساتھ اہلسنت کے عظیم قلم کار، مصنف کتب کثیرہ علامہ غلام مصطفی مجددی (شکر گڑھ) مفتی غلام مرتضیٰ ساقی اور قاری نعیم احمد سلطانی تھے مجددی صاحب کو پہلی نظر ہی میں پہچان لیا حالانکہ ملاقات کو عرصہ دراز گزر چکا تھا فرمایا: مجددی صاحب بڑا کام کر رہے ہیں۔ ۵۰ کے قریب لوگ ملاقات وصحبت صالحہ سے فیض یاب ہو رہے تھے مجددی صاحب کو حکم دیا کچھ بیان کریں مختصر خطاب ہوا مجددی صاحب نے فقیر راقم الحروف کا تعارف کروایا عاجز نے عقیدہ ختم نبوت ورد قادیانیت پر اپنا لٹریچر اور سہ ماہی مجلہ "المنتہیٰ" کے چند شمارے پیش کئے تو فوراً کرسی کا کہہ دیا عاجز نے ہاتھ جوڑے کہ حضور فرش پر ٹھیک ہوں اصرار سے اپنے ساتھ نشست پر بٹھا لیا اپنے مخصوص پنجابی لہجے میں فرمایا: اوہ نئی نئی بادشاہو ادھر بیٹھو تُسی سرکار دی ختم نبوت دا کم جو کر دے پئے او" گویا کہ اسلاف شناسی اور اصاغر نوازی میں تو کمال کرتے۔

نظر ہے وقف غم انتظار کیا کہنا
کھینچی ہے سامنے تصویر یار کیا کہنا

☆ خداوند قدوس اکابرین اہلسنت پر رحمتوں کا نزول کرے کہ جب بھی کسی شرپسند نے دین اسلام میں نقب لگانے کی کوشش کی تو اکابرین اہلسنت نے انتہائی بیدار مغزی کا ثبوت دیتے ہوئے جرأت و حکمت کے ساتھ ناپاک حربوں کو ناکام بنا دیا ان ناپاک وشرپسند فتنوں میں سب سے خطرناک، بدبودار فتنۂ قادیانیت ہے جس کی زہرناکیوں نے اسلام کی بنیاد کو بے حد نقصان پہنچایا جب اس فتنہ نے سر اٹھایا تو علماء ومشائخ حقہ میدان میں اُترے۔ سید ابوالبرکات احمد شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ (دارالعلوم حزب الاحناف لاہور) فرمایا کرتے کہ "اگر اس فتنہ کے مقابلے میں اکابرین اہلسنت وعلمائے حقہ میدان میں نہ اترتے تو پنجاب کے چوہے بھی قادیانی ہو چکے ہوتے۔"

عصر حاضر میں فتنۂ قادیانیت کے خلاف تحفظ ختم نبوت و ناموس رسالت پر سب سے طاقتور وتوانا آواز جس آواز نے حقیقت میں کفر کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی بغیر دورائے کے وہ امیر المجاہدین کی آواز تھی جس قلندرانہ لہجے میں آپ نے منکرین ختم نبوت کو للکارا اس زمانے میں انہی کا حصہ تھا۔ زبان وکلام میں ایسی تاثیر کہ جو بات کرتے "نقش کالحجر" ہو جاتی اور سامعین کو مسحور کر دیتی۔ دور حاضر میں ملکی صورت حال اور انٹرنیشنل لیول پر خوب نظر رکھ کر گفتگو ہوتی۔ امیر المجاہدین شہرت دوام سے پہلے بھی اکثر خطابات تحفظ ختم نبوت و ناموس رسالت پر کرتے جس پر راقم الحروف کے علاوہ آپ سے تعلق رکھنے والے افراد گواہی دیں گے۔

پیکر جہد مسلسل:

آپ کا منظر عام پر آنا ہوا جب شہید ناموس رسالت ملک ممتاز حسین قادری نور اللہ مرقدہ نے وقت کے گورنر کے

توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون کہنے پر واصل جہنم کیا بس پھر آپ نے اپنی توجہات کا مرکز توہین رسالت سے متعلق مجموعہ تعزیرات پاکستان (پاکستان پینل کوڈ) کی شق ۲۹۵ سی کے لیے عوامی حمایت کے حصول کو بنالیا وطن عزیز کے طول وعرض کے دورے شروع کر دیئے دوران سفر ممتاز حسین قادری شہید علیہ الرحمہ کی رہائی کے لیے آواز اٹھانا اس عمل کا لازمی حصہ بن گیا۔

2016ء میں شاعر مشرق قلندر لاہور علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ریلی کا اعلان بغیر اجازت کے کیا تو پولیس نے روایتی لاٹھی چارج اور پانی کی تیز دھار سے مظاہرین کو نشانہ بنایا۔

پہلا دھرنا شہید ناموس رسالت ممتاز حسین قادری نور اللہ مرقدہ کی سزائے موت پر عمل درآمد کے بعد پارلیمنٹ ہاؤس کے عین سامنے واقع اسلام آباد کے ڈی چوک میں دیا گیا جو چار دن جاری رہا بالآخر قائد ملت اسلامیہ الشاہ امام احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے شاہ محمد اویس نورانی کی ثالثی پر ختم ہوا۔ 2016ء میں ہی توہین مذہب قانون کے حوالے ایک بھرپور ریلی نکالی جس پر لاٹھی چارج کیا گیا اور آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔

2017ء میں نواز شریف حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی جانب سے قانون ختم نبوت کی شق میں تبدیلی کی گئی تو امیر المجاہدین نے زبردست عملی قدم اٹھایا نومبر 2017ء میں فیض آباد راولپنڈی پر ''تحریک لبیک یارسول اللہ'' کے زیر اہتمام دھرنا کئی دن جاری رہا جس کے مثبت نتائج سامنے آئے اور حکومتی وزیر زاہد حامد کو مستعفی ہونا پڑا۔ اسی دھرنے پر آپریشن کیا گیا جس کے نتیجے میں 8 نوجوان شہید ختم نبوت کا اعزاز پا کر امر ہو گے اور جنگ یمامہ میں صحابہ اکرام کی جانثاریوں کی یادوں کو تابندہ کر دیا فقیر نے اپنے شعبہ سے وابستگی رکھنے والے بعض افراد کی زبانوں سے سنا کہ خادم رضوی نے لوگوں کے بچے مروا دیئے فقیر عرض گزار ہوا کہ تاجدار صداقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امت کا سب سے قیمتی اثاثہ حضرات صحابہ اکرام کو تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ پر شہید کرایا تھا تو اگر 2017ء میں آٹھ افراد خالصتاً سرکار ختمی المرتبت کی تحفظ ختم نبوت کے لیے جان قربان کر گئے تو ملت اسلامیہ صبح قیامت تک ان کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتی رہے گی۔ اس آپریشن کے نتیجے میں سوشل میڈیا پر بھی پابندی کی تلوار گری وطن عزیز کے گلی کوچوں تک محبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بند کر دیئے پوری دنیا کی نظریں اس دھرنے پر جم گئیں امیر المجاہدین کو قدرت نے شہرت کے ایسے بلند مرتبے پر فائز کیا جو تاریخ میں کم افراد کو نصیب ہوتا ہے۔

تجھے معلوم بھی ہے کچھ کہ صدیوں کے تفکر سے
کلیجہ پھونک کر کرتی ہے فطرت اِک بشر پیدا

راقم الحروف فقیر کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اپنے مرشد گرامی عالمی مبلغ اسلام شیخ طریقت پیر محمد بدر عالم جان (دربار عالیہ مرشد آباد شریف پشاور شہر) ادام اللہ فیوضھم کی قیادت میں ایک بڑی ریلی کی صورت میں دھرنے میں شرکت کی سعادت ہوئی احقر تین دن دھرنے میں شامل رہا دھرنے میں شامل ہوتے ہی امیر المجاہدین کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر بوسہ لیا اور

''لبیک یا رسول اللہ'' کے نعرہ ہائے مستانہ لگانا شروع کر دیئے۔ سچ تو یہ ہے کہ امیر المجاہدین کے سبب ایک تجدیدی کام ہوا جو نسلوں تک بوسیلہ ختم نبوت آپ کے نام کو بلند رکھے گا۔ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے سے پہلے ہزار بار سوچنا ہو گا لیکن قسم بخدا پھر بھی غلامان مصطفی ﷺ اپنی جانوں کا نذرانہ تو پیش کر دیں گے مگر ختم نبوت و ناموس رسالت پر ہلکی سی آنچ برداشت نہیں کریں گے۔

2018ء میں بھی دھرنا دیا گیا جس پر حکومت بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی اور آپ کو پھر اسیر بنالیا گیا۔ فرانسیسی صدر کیمرون نے جب ہمارے آقا و مولا نبی آخر الزمان ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کو سرکاری عمارتوں پر آویزاں کرنے کی ناپاک جسارت کی تو خادم ملت اسلامیہ امیر المجاہدین پھر تڑپ اٹھے۔

15 نومبر 2020ء کو فیض آباد (راولپنڈی) مقام پر بھرپور احتجاج کیا عمران حکومت نے پرامن احتجاج کو سبوتاژ کرنے کے لیے رکاوٹیں کھڑی کیں، سڑکیں بلاک کیں، موبائل سروس جام کر دی، میڈیا پر احتجاج نشر نہ ہونے دیا لیکن قربان جاؤں اس عشق مصطفی ﷺ کے آپ شدید علالت اور ضعیف العمری کے باوجود قیادت کرتے رہے آپ ایسی شان بے نیازی اور قلندرانہ طریق سے مدمقابل کو عشق مصطفی میں غرق ہو کر للکارتے کہ در و بام گونج اٹھتے دو نعروں سے وطن عزیز کے در و دیوار گونج اٹھے۔

گستاخ رسول کی ایک ہی سزا

سر تن سے جدا، سر تن سے جدا

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ

بالآخر حکومتی ٹیم نے وفاقی وزیر پیر نور الحق قادری کی سربراہی میں مذاکرات کر کے مطالبات تسلیم کرنے کی یقین دہانی کرائی تب احتجاج اختتام پذیر ہوا۔

میرے دل کے بہت قریب میرے برادر اصغر عظیم مداح رسول ﷺ صاحبزادہ غلام قادر ساقی نے پروگرام پر جاتے ہوئے جب احقر کو دل شگاف خبر دی کہ ''باباجی وصال فرما گئے ہیں'' اللہ اکبر! اہل محبت کی طرح احقر بھی دم بخود رہ گیا۔ دماغ ماؤف سا ہو گیا۔ مولا یہ کیا ہو گیا آفتاب تھا جو غروب ہو گیا۔

امیر المجاہدین کے وصال کی خبر سنتے ہی ہمارے کرم فرما شفقتوں کے پیکر سید صابر حسین شاہ بخاری زید مجدہ نے قلم پکڑا اور یوں گویا ہوئے۔

''حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں ''امیر المجاہدین'' تھے فرانسیسی صدر کے خلاف آپ نے جس طرح غیض و غضب کا اظہار کیا اس طرح کی مثال اور کہیں نظر نہیں آتی، اس طرح کا غیض و غضب انٹرنیشنل سطح کے بعض

پیران عظام میں نظر نہیں آیا۔ آہ! ہم سے آج عزم و استقامت کا ایک کوہ گراں رخصت ہوگیا آہ! گستاخوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکارنے والا اب خاموش ہوگیا آہ! جبل استقامت نہ رہا۔ آہ! ناموس رسالت وختم نبوت کے قافلۂ عشق و محبت کا ہدی خواں ہم سے بچھڑ گیا۔ ایسا مرد مجاہد اور عاشق صادق صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے۔

ڈھونڈوں گے گر ملکوں ملکوں

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

سارا عالم اسلام افسردہ ہوگیا ہر طرف آہ وفغاں اور سوگواری کی کیفیت نظر آتی ہے ہمارا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔"

معزز قارئین! جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا محال ہے۔

کہاں سے لاؤں جو عشق ومحبت ختم الانبیاء ﷺ میں غوطہ زن ہو کر عجب کیف ومستی میں نعرہ لگاتا اور ملت اسلامیہ کے دلوں کو عشق نبی ﷺ سے سیراب کرتا تھا۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

میرے مولا! کہاں ڈھونڈوں جو مجھے محدث بریلوی کے اس شعر کا مصداق لگتا تھا۔

ایسا گُما دے اُن کی ولاء میں خدا ہمیں

ڈھونڈا کروں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

ہائے! وہ آفتاب غروب ہوگیا جو اقبال کو پڑھنے کا حق ادا کرتا اور اقبال کے ہی اس شعر کا مصداق تھا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے

دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردے

آہ! وہ عاشق صادق چل بسا جس نے اس گئے گزرے دور میں اقبال کے اس شعر پر یقین کی معراج کروادی کہ

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

ہائے افسوس! وہ مرد مجاہد راہی بمنزل آخرت ہوگیا جو بظاہر معذوری، لاغری، بے بسی اور ضعف بے حد کے باوجود اپنے آئیڈیل امام احمد رضا حنفی قادری نوراللہ مرقدہ کے شعر کی تصویر بنارہا

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل

اُن کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

اور

کیا اس کو گرائے دہر جس پر تُو نظر رکھے

مزید برآں!

وہ کہ اس در کا ہوا خلقِ خدا اس کی ہوئی

پھر سارا عالم اسلام بالخصوص مینار پاکستان نماز جنازہ کے حاضرین وناظرین تو یاد رکھیں گے نا کہ امام احمد رضا نے ایسے عاشق سے متعلق ہی کہا تھا کہ

عرش پر دھومیں مچیں مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب وطاہر گیا

عاجز کی فریاد بنام امت مسلمہ!

فقیر پرتقصیر کے شیخ حضرت خواجہ محمد بدر عالم جان (دربار عالیہ مرشد آباد شریف پشاور شہر) اکثر فرماتے ہیں کہ اس دور میں جو شخص جس درجہ بھی دین کا کام کر رہا ہے اس کی عزت کرو اس کے ہاتھ چومو کیونکہ وقت نازک ہے۔

جان عزیز! چہ جائکہ جو لوگ عقیدۂ ختم نبوت وناموس رسالت پر کام کر رہے ہیں وہ قلمی ہو، مالی ہو، خطابت کے میدان میں ہو، میدان مناظرہ ہو یا سوشل میڈیا پر ہو قسم بخدا وہ اُمت کی جانب سے کفارہ ادا کر رہے ہیں۔

آیئے! جملہ تنظیمات ختم نبوت وناموس رسالت کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے کا عزم مصمم اور تجدید عہد کریں۔ جو لوگ کام کر رہے ہیں سبحان اللہ۔ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر دست و بازو بن جایئے اور سرکار ختمی مرتبت ﷺ کے سچے غلاموں کی فہرست میں اپنا نام شامل کروالیجئے۔

ہدیہ تشکر

بہت شکریہ کہ ''ختم نبوت فورم'' (جس کے روح رواں قاطع قادیانیت، عظیم نڈر مجاہد حضرت علامہ مفتی سید مبشر رضا قادری زید مجدہ ہیں) کا ترجمان مجلہ ''الخاتم انٹرنیشنل'' امیر المجاہدین نوراللہ مرقدہ کی خدمات عالیہ پر ''خصوصی نمبر'' شائع کر رہا ہے۔ شاد رہو آباد رہو بڑھتے چلو اللہ کریم سلامت رکھے۔ اللہ کریم ناظم نشر واشاعت ختم نبوت فورم مولانا محمد احمد رضا بھائی کی شب و روز کاوشیں بھی قبول کرے۔

مجلہ ''المنتہیٰ'' بھی جنوری ۲۰۲۰ء کو پروفیسر شاہ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ (کراچی) کی کتاب Last Blow To Qadianiat انگلش اور اردو کا خصوصی نمبر شائع کرنے جا رہا ہے۔ جس کا انتساب اور ایصال قبلہ امیر المجاہدین کے نام ہوگا۔

اللہ کریم قبلہ امیر المجاہدین نوراللہ مرقدہ کے خانوادے کو سلامت رکھے ہمارے نئے امیر صاحبزادہ حافظ محمد سعد رضوی کو استقامت دے تحریک ''لبیک یارسول اللہ'' کو دن دگنی رات چوگنی ترقیاں و برکتیں دے۔ ہمیں تحفظ ختم نبوت وناموس رسالت کے لیے قبول فرمائے۔ (جو صحیح لکھ سکا قبول کیا جائے جو الفاظ درست نہ لگیں اصلاح کی جائے یہ تو فقط محبت نامہ ہے)



ہماری تاریخ کاایک ناقابل فراموش محبوب کردار

سعداللہ شاہ

کیا سروکار ہمیں رونق بازار کے ساتھ
ہم الگ بیٹھے ہیں دست ہنر آثار کے ساتھ
وقت خود ہی یہ بتائے گا کہ میں زندہ ہوں
کب وہ مرتا ہے جو زندہ رہے کردار کے ساتھ

وہ بہادراور دلاورہوتے ہیں جوکسی بڑے مقصد سے وابستہ ہوکرزمان ومکاں سے ورا ہوجاتے ہیں۔جوتنی تھی ہماری گردن تھی۔جوکٹاہے وہ سر ہمارا ہےٗ کچھ بے بس مقام آئے ہیں جہاں تاب جواب دے جاتی ہے۔دل بھرآتا ہے اورآنکھیں چھلک اٹھتی ہیں یہ جذبوں کا معاملہ بہت عجیب ہوتا ہے۔اس کا بیان اشکوں اورآہوں کے سوا ممکن ہی نہیں۔بات تو وابستگی اور علاقے کی ہے کہ روح کے تار چھیڑیں یا دل کے اور سرمستی وجود پر طاری ہو جائے،میں اپنی کیفیت کو بیان کرنے سے قاصر ہوں۔یہاں الفاظ صرف ٹامک ٹوئیاں ماررہے ہیں اور بے بسی میں سر پٹختے ہیں۔اظہار کرنے والے تو جاں سے گزرجایا کرتے ہیں۔پتہ نہیں میں کیا بیان کررہا ہوں کہ مجھے کچھ علامہ خادم حسین رضوی کے حوالے سے کہنا ہے پرکہہ نہیں پارہا۔دفعتاً میرے ذہن میں دوتین نام آئے۔سید عطاءاللہ شاہ بخاری،غازی علم دین شہیداور ممتاز قاری کچھ توان سب میں قدر مشترک ہے کہ علامہ خادم حسین رضوی کے تذکرے کے ساتھ ایک دبستان عاشقان رسولؐ کا کھل گیا۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

شہادت کی تمنا بھی بڑی چیز ہے کہ اس میں پیدا ہونے والی تڑپ دل کو خیال کا ہم ساز کردیتی ہے۔یہ لوگ ایسے ہی استنے بے باک اور جرات مندنہیں ہوجاتے قیام بھی انہی کا قیام ہے اور سجدہ بھی انہی کا سجدہ:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہ منصب شہادت ہی تو ہے کہ آقا ﷺ کی ختم نبوت پر عملی شہادت کے لئے کوئی معذوری کو بھی سرراہ نہ بننے دے چلنے کی سکت نہ رکھنے والا تیغ زن بھی،تو ہم نے دیکھ لیا کہ جوعشاق کا قافلہ لے کر نکلا۔کہنا بہت آسان ہے ہائے ہائے آقاؐ پہ قربان ہوتا ہوا وہ روشن اور تابناک چہرہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔اخلاص اور ایثار کا پیکر۔تمام تر بشری کمزوریوں اور ثقافتی بے

ساختہ پن کے باوجود وہ شخص حب نبی ﷺ میں سرشار اور ڈوبا ہوا تھا اس کی بدن بولی کی داستان اس دنیا کی تھی ہی نہیں۔ میں کوئی جذباتی بات نہیں کر رہا۔ یہ ایقان مجسم کا تذکرہ ہے۔ سب کچھ حیرت ناک ہی تو لگتا ہے کہ وہیل چیئر پر بیٹھا شخص جوش اور جذبے سے بھرا ہوا اس قدر متحرک ہو کہ ہزاروں لوگ اس کے ساتھ نکل کھڑے ہوں۔ وہ لوگوں کا حوصلہ اور اعتبار بن جائے۔ وہ ایک بڑی پارٹی لبیک یارسول ﷺ کھڑی کر دے کہ جس کا منشور ہی محبوب رسول ﷺ کی محبت ہو۔

ختم نبوت کے مسئلے پر وہ فیض آباد دھرنا دے۔ یہ فیض آباد علامہ خادم حسین رضوی کے باعث پہچانا جائے گا۔ باتیں کرنے والے تو باتیں کرتے رہتے ہیں کہ ان کا کام ہی ہے، مگر کچھ لوگ ایسے کام کر جاتے ہیں کہ انہیں سو خون معاف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ علامہ خادم حسین حافظ اور عالم دین تو تھے قدرت نے انہیں غضب کا حافظہ بھی عطا کیا تھا کہ لمبی لمبی حدیثیں یاد تھیں اور تو اور میرا خیال ہے کہ انہیں اقبال بھی حفظ تھے کہ اس عاشق رسول ﷺ کا کلام بھی قرآن وسنت ہی سے جلا پاتا ہے۔

علامہ اقبال کی اردو اور فارسی کی شاعری خادم صاحب کو ایسے ازبر تھی کہ موقع محل سے ان کے ذہن سے پھوٹتی تھی اور وہ ایک سماں باندھ دیتے تھے حکمرانوں کو گلہ ہو گا کہ اس عاشق رسول ﷺ کے سامنے یہ دنیادار بے وقت تھے وہ انہیں للکارتے۔ وہ عوامی آدمی تھے اور عوام کے مسائل پر بھی بات کرتے ابھی حالیہ حفیظ سنٹر کے واقعہ پر اور لیڈی ہیلتھ ورکرز کے حوالے سے انہوں نے حکمرانوں کو بہت جھنجوڑا اور سیرت سے حوالے دے دے کر مسائل حل کرنے کا کہا

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

ان کو دیکھ کر اپنے دوست عدیم ہاشمی کا شعر یاد آجاتا تھا:

مصالحت نہ سکھا جبر ناروا سے مجھے
میں سربکف ہوں لڑا دے کسی بلا سے مجھے

پروفیسر رشید احمد انگوی نے بطور خاص علامہ خادم حسین رضوی کے لئے دعائے مغفرت کروائی اور ان کے عشق رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے بطور خاص اقبال شناسی کا حوالہ دیا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ کہ دوسرے مکتب فکر کے لوگ بھی ان کے اخلاص اور محبت کے قائل تھے۔ ہمارے مولانا حمید حسین اکثر کہا کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ سے محبت اور والہانہ عشق کا نمونہ دیکھنا ہو تو حضرت خادم حسین رضوی کو دیکھیں۔ مولانا حمید حسین دیوبند مکتب فکر کے جید عالم۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا ہمیں
سو گئے داستاں کہتے کہتے

کھری کھری اور سچی باتیں وہ کچھ اور بھی منکشف کرنے والے تھے مگر میں متنازعہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں۔

میں تو اس مجاہد کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جو سچ مچ ریاست مدینہ کا نقشہ کھینچتا تھا۔کیا ایسی ریاست میں ایسے ہوسکتا ہے کہ پچاس پچاس لاکھ تنخواہیں لینے والے ہوں اور عام آدمی کو اس کا حق بھی نہ ملے۔

نابینا لوگ دیواروں سے سر ٹکراتے رہیں ان پر لاٹھی چارج ہو، اساتذہ اپنے حقوق کے لئے سڑکوں پر ڈنڈے کھائیں۔تضادات کا ایک مجموعہ ہے یہ سب کچھ اپنے اگلے کالم تک اٹھا رکھتے ہیں فی الحال تو بات علامہ خادم حسین رضوی کی ہو رہی ہے جو اسلام دشمنوں کے لئے تیغ بے نیام تھے ان کی کچھ معصوم باتوں کو یکسر نظر انداز کیا جاسکتا ہے کہ ہم کسی کردار کو مجموعی طور پر دیکھتے ہیں۔

ایسا کردار جس پہ فدا ہونے والے ہزاروں ہیں۔یقیناوہ ہماری تاریخ میں ایک ناقابل فراموش محبوب کردار کی طرح زندہ رہیں گے۔مصلحت سے بے نیاز شخص جس کی زبان دل کی رفیق تھی اور دل اسلام کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔کسی نے کہا تھا:

ہر حال میں حق بات کا اعلان کریں گے
ہم پیروی حنبل و نعمان کریں گے
ہم اہل جنوں اور جھکیں موت کے آگے
ہم جب بھی مرے موت پہ احسان کریں گے



ہے کمی تو بس اُسی چاند کی!

ابن فتوح اثم شیرازی (جہلم)

قلندرِ لاہوری کے مردِ مومن، شیخ الحدیث، مجاہد تحفظ عقیدۂ ختمِ نبوت، محافظِ ناموس رسالت، داعئ عظمتِ صحابہ و اہلبیت، امیر المجاہدین، قبلہ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی فرقت میں اظہارِ غم کو کوئی مخصوص پیرایہ ہی نظر نہیں آ رہا ہے۔ بلا تمہید لکھنے کا سبب یہی ہے کہ حضرت باباجی علیہ رحمہ ہمیں جو داغِ مفارقت دے کر دارِ فانی سے دار بقاء کو کوچ فرما گئے ہیں۔ ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے سہارے ان کی حیاتِ کاملہ کو بالعموم اور بعض پہلوؤں کو بالخصوص نذرانہ عقیدت پیش کر سکوں۔

وہی بزم ہے، وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اُسی چاند کی، جو تہِ مزار چلا گیا
(فیضِ نسبت از پیر نصیر الدین نصیر رحمتہ اللہ علیہ)

حضرت باباجی علیہ رحمہ اپنی غیر معمولی قائدانہ صلاحیتوں کی بنا پر ہر میدان میں عشقِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا لوہا منوانے کے ساتھ اپنی غلامی کا دم بھرتے نظر آتے۔ اعلی ظرفی، بلند حوصلگی، مجاہدانہ شجاعت، فقیہانہ نظر اور دامن امید سے وابستگی آپ کے جملہ قائدانہ اوصاف تھے۔ بقول چراغ گولڑہ: خوش نہاد و عمدت الاوصاف بود در صفات، آئینۂ اسلاف بود عقیدہ ختم نبوت ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ جس طرح وحدانیتِ خداوندی پر ایمان لازمی ہے بالکل ویسے ہی ختمِ نبوت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اس کا تحفظ گویا ایمان کے کامل ہونے (اقرار باللسان وتصدیق بالقلب) کی دلیل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر متنبی کے مقابلے میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کوئی عاشق کوئی مجاہد یا کوئی غلام ضرور تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت کے لیے صدائے لبیک بلند کرتا رہا۔ اسی طرح عصرِ حاضر میں عقیدہ ختمِ نبوت کے حوالے سے کیا کیا سازشیں نہیں ہوئیں لیکن اب کی بار ہر بار جو شخص دین اسلام کی حقانیت کا علم بلند کیے تحفظِ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی خاطر فیض آباد کی ٹھٹھرتی راتوں میں کھڑا رہا وہ چلنے پھرنے سے معذور تھا۔ میرے استاد حضرت علامہ حافظ محمد امجد سلطانی مدظلہ خطیب جامع مسجد القریش ٹاہلا نوالہ جہلم حضرت باباجی علیہ الرحمہ کی ان عظیم رشکِ ایمان قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"آفرین ہے حضرت باباجی علیہ رحمہ کو جو وہیل چیئر پہ بیٹھ کر بھی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختمِ نبوت پہ پہرہ دیتے رہے اور مقام افسوس ہے ہم جیسے لوگوں پر جو چلنے پھرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود بھی ایسا کردار نہ پیش کر سکے"۔

ہمارے ساتھ ایک المیہ یہ بھی پیش آیا ہے کہ ہم نے اقبال کو صرف قومی شاعر قرار دے کر انہیں ایک طرف کر دیا تھا لیکن حافظ

کلام اقبال حضرت باباجی نے اقبال خوانی کے حوالے سے ایسا مجاہدانہ اور عالمانہ بلکہ میری نظر میں حالاتِ حاضرہ کے مطابق مجتہدانہ کردار پیش کیا اور کلام اقبال کی ایسی ایسی دلپذیر شرح بیان کی کہ مثال ممکن نہیں ۔اردو ہو یا فارسی اقبال قلندرِ لاہوری کا کلام اس قدر ذہن نشین تھا کہ اگر علامہ اقبال سامنے بھی آجاتے تو شاید تکرار میں اپنا لکھا ہوا کلام بھول جاتے۔

نسل نو کو اقبال قلندر لاہوری صرف فلسفۂ خودی ،فلسفۂ ملت اور مصورِ پاکستان کے حوالے سے یاد ہیں ۔لیکن سلام ہے حضرت باباجی علیہ رحمہ کو جنہوں نے علی الاعلان مجالس ومحافل میں علامہ اقبال کی شاعری بحضورِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسٹیج سے بیان فرمائی کہ اقبال قلندر لاہوری کس والہانہ انداز سے رشک آمیز لہجے میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں سوزِ دروں پیش فرماتے ہیں کہ:

دل به محبوب حجازی بسته ایم
زین جهت بایکد گر پیوسته ایم
خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
ای خنک شهری که آنجا دلبر است
مسلمان آن فقیر کج کلاهی
رمید از سینه او سوز آهی
دلش نالد چرا نالد نداند
نگاهے یارسول الله نگاهی

اور جوابِ شکوہ کے آخری بند تو ترنم کے ساتھ اس لحن میں پڑھتے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضہ انور کے سامنے بیٹھ کر دلائل الخیرات کا دیباچہ پڑھ رہے ہوں۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو،خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو،تم بھی نہ ہو
خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
دشت میں، دامنِ کہسار میں،میدان میں ہے

بحر میں،موج کی آغوش میں،طوفان میں ہے
چین کے شہر،مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

اور آخر میں

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟لوح وقلم تیرے ہیں

جب یہی عشقِ رسول صلی الہ علیہ والہٖ وسلم کا بحرِ بیکراں ہندوستان کے شہر بریلی شریف سے حدائق بخشش کا نذرانہ وصول کرے تو بحرِ مؤدت میں ایسا مدوجزر پیدا ہوتا ہے کہ تلاطم خیز موجیں بھی ابھرا ابھر کر اپنی نسبت کا اظہار کرتی ہیں۔اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ عشق ومعرفتِ مصطفوی کا ایسا ہی سمندر تھے کہ جس سے ہزار ہا آب جو اپنی اپنی تشنہ لبی کا سامان کرتی رہیں۔لیکن جب حضرت باباجی علیہ الرحمہ اس سمندر سے سیر ہوئے تو جا بجا ان کی زبان پر وجد کی کیفیت میں ایک ہی ذکر نظر آیا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

ساتھ ہی اعلی حضرت علیہ رحمہ کی زبان میں تاکید کرتے ہوئے فرماتے کہ

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

باباجی کا اندازِ تبلیغ عموماً علماء وخطباء سے کافی ہٹ کر تھا ان کا عشق شاہِ خوباں صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ایسا کامل تھا کہ ان کا غصہ بھی حضور کے لیے ہوتا،ان کی شفقت اور محبت بھی حضور کے لیے ہوتی۔آپ کا اس بارے میں واضح موقف تھا کہ

بہت سادہ سے ہے اصولِ دوستی کوثر اپنا
جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

عام طور پر نوجوانوں سے بہت انس فرماتے۔میرے قریبی احباب اکثر ملاقات کے لیے جاتے تو مجھے واپس آ کر بتاتے کہ ہم پینٹ شرٹ میں ملبوس باباجی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بجائے تیوری چڑھانے کے ہمیں خندہ پیشانی سے پیش آئے۔یہی وجہ ہے کہ وہ نوجوانوں کے دلوں میں گھر کر گئے تھے۔بقول شاعر.

ان کی نظر میں کوئی جادو ضرور تھا
جس پر پڑی اسی کے جگر تک اتر گئی

ہم نے پینٹ شرٹ میں ملبوس ان لوگوں کو بھی جنازے میں دھاڑیں مار کر روتے دیکھا ہے جنہیں ہم اپنے عرف میں دفتری بابو کہتے ہیں۔مقامِ فکر تو یہ ہے کہ وہ لوگ جو آجکل صرف اپنے ماں باپ کو روتے ہیں۔بہن اور بھائی کی وفات پر بھی جن کی آنکھ نہیں چھلکتی وہ باباجی کو کیوں روئے؟میرے خیال میں اس کا بہترین جواب حضرت باباجی علیہ رحمہ خود ہی اپنی حیات میں ارشادفرما گئے تھے کہ

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر درو دیوار کے ساتھ

جہلم سے آئے مہمانوں کا خصوصاً اکرام فرماتے ۔اس لیے بھی کہ انکا استاد خانہ بھی جہلم میں عید گاہ شریف تھا اور مرشد خانہ بھی کالا دیو شریف جہلم میں ہی تھا۔میں نے حضرت باباجی علیہ الرحمہ کے مرشد حضرت قبلہ حافظ عبدالواحد نقشبندی المعروف بہ حاجی پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۲۲۔۴۔۲۰۱۳) کی بارہا زیارت کی ہوئی ہے۔حاجی پیر صاحب کی نگاہِ کیمیا ساز نے باباجی کے دل وجاں میں نظریہ لولاک کی ایسی کیمیائی مساوات حل کی کہ پھر تحریک لبیک پاکستان قائم ہوئی لیکن باباجی کا خواب ابھی باقی ہے کہ دین کو تخت پہ لانا ہے یعنی انقلابِ شریعہ کا قیام ۔گورنمنٹ جی ٹی روڈ کالج جہلم میں زمانہ طالبعلمی کے دوران سیاسیات میں پڑھا تھا کہ ہر انقلاب کے پیچھے ایک تحریک ہوتی ہے اور ہر تحریک کے پیچھے ایک نظریہ ہوتا ہے۔میرے خیال میں حضرت باباجی علیہ الرحمہ کا نظریہ تو نظریہ لولاک ہے جو انہیں ان کے مرشدِ کامل سے ودیعت کردہ تھا اور تحریک،تحریک لبیک پاکستان ہے البتہ انقلاب کا خواب شرمندہ تعبیر کرنا باقی ہے۔جس کے لیے ہمیں مزید قربانیاں دینی پڑیں گی کیونکہ اب منزل چندکوس کے فاصلے پر ہی ہے اور حضرت باباجی علیہ رحمہ کی برس ہابرس کی محنت رنگ لانے کو ہے وقتِ فرصت ہے کہاں؟

کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے
(اقبال قلندرِ لاہوری)

آخر میں بالترتیب رفیق خاص راجہ مصدق کیانی کے خوبصورت الفاظ اور حضرت باباجی علیہ رحمہ کے پسندیدہ اشعار پر رخصت لیتا ہوں کہ "میں ہمیشہ سے یہی سنتا رہا ہوں کہ اسلام امن کا دین ہے کیونکہ ہمیں درباری ملاؤں نے سبق ہی ایسا دیا تھا لیکن حضرت باباجی علیہ رحمہ نے ہمیں بتایا پتر (بیٹا)!کہ اسلام غیرت کا دین ہے جب غیرت آجائے تو امن خود بخود قائم ہوجاتا ہے:

قدر نبی دا اے کی جانن دنیا دار کمینے

قدر نبی دا جانن والے سو گئے وچ مدینے
قدر نبی دا اللہ جانے یا جانے اصحابی
قدر پانی دا مچھلی جانے یا جانے مرغابی
قدر پھلاں دا بلبل جانے صاف دماغاں والی
قدر پھلاں دا گدھ کی جانے مردے کھاون والی
قدر یوسف دا معلوم ہویا پایاں مصر گیاں نوں
قدر نبی دا معلوم ہوسی قبراں وچ پیاں نوں
قدر گھٹاون نہ شرماون شرماں دور ہٹایاں
محشر دے دن بے قدراں نوں بھل جاون وڈیایاں

اس دن آ کڑتے مغروری نکل جاوے گی تیری، جدوں کیا اے محمد سرور ﷺ اے نیاں امت میری ٹر گئے نبی محمدؐ ور گے تے ول تقدیر ربانی بس کر عالم چھڈ دے کھیڑا تے لمبی چھوڑ کہانی۔ وما علینا الا البلاغ المبین



یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

قاضی شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

غیرت وعشق کی تصویر، اخلاص وایثار کی مجسمہ، عزم وحوصلہ کی چٹان، علم وعمل کا کوہ ہمالہ ''استاذ جی'' کے مدھ بھرے لقب سے تلامذہ کے دلوں میں درد محبت رکھنے والی شخصیت حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ (۱۹۶۶/۲۰۲۰) صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے اور صدیوں تک عشق کی گرمی بن کر دلوں کو زندہ رکھتی ہے۔

افسوس ہے ہم ایک ایسی آفاقی شخصیت سے محروم ہو گئے، جو ناموس رسالت کا پہریدار، تحریک ختم نبوت کا علمبردار اور شاتم رسول کے لئے خنجر خونخوار تھا۔ ہم نے عشق کو پڑھا تھا دیکھا ہے خادم حسین رضوی کی پگھلتی ہوئی ذات میں، قیادت پڑھا تھا، دیکھا ہے خادم حسین رضوی کی ایثار پسندانہ شخصیت میں، عزم، حوصلہ، جواں مردی اور بے باکی بھی ہم نے پڑھا تھا مگر اسے مجسم دیکھا ہے اس فقیر بوریہ نشیں میں۔

ہاں اسی فقیر شاہیں صفت میں، جس کے فلک شگاف نعروں سے ایوانوں میں زلزلے پڑتے تھے، دلوں میں عشق کی چنگاریاں سلگتی تھیں، ٹوٹتے حوصلوں کو نئی توانائی ملتی تھی اور گوشہ تنہائی میں ضرب ہاؤ ہو کرنے والے بھی ان کے ساتھ صحرا نوردی کے لئے بے تابانہ نکل آتے تھے۔

مگر افسوس! اب وہ دلوں میں درد جگانے والا خود سو گیا، بزم کو رزم بنانے والا سو گیا، نیتوں کو عزم اور عزم کو عمل کے پیکر میں ڈھالنے والا سو گیا۔

یہ حقیقت بھی دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی کہ لوگ جوانی اور صحت وتندرستی کے باوجود حق کے لئے سینہ سپر نہیں ہوتے، طاقتوں سے ٹکرانے کی ہمت نہیں جٹا پاتے، حکومت کے آگے اظہار حق کی جرأت نہیں کر پاتے، مگر اس مرد مجاہد نے جسمانی طور پر معذور اور کھڑے ہونے کی صلاحیت سے محروم ہونے کے باوجود

''آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی''

کی وہ تاریخ رقم کی کہ باطل قوتیں لرزہ براندام ہو گئیں۔

اندازہ لگائیں جس وقت وہ تلہ گنگ کے قریب حادثہ میں پاوں سے معذور ہوئے اس وقت ان کی عمر ۴۲ سال تھی اس وقت سے ۱۲/سال تک وہیل چیئر پہ آپ نے حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کی کامیاب فاتحانہ جنگ لڑی ہے یہ درس عبرت ہے ان کے لئے جو میدان عمل سے فرار کو اپنی جسمانی کمزوری سے تعبیر کرتے ہیں۔

علامہ خادم حسین رضوی نے بتادیا کہ آدمی اپاہج اور معذور جسم سے نہیں، ذہن فکر اور دل و دماغ سے ہوتا ہے۔ ع

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

علامہ خادم حسین رضوی نے زندگی کے ہر لمحہ کو دینی خدمات کا گواہ بنایا۔ تعلیمی سفر کے دوران قادیانیوں کے خلاف ایک تحریک کی بنیاد رکھ کر اپنے جذبہ کا اظہار فرمایا، اس جدو جہد کو انہوں نے تدریسی، تقریری اور تحریری تینوں صورتوں میں پروان چڑھایا۔ جامعہ نظامیہ لاہور، جامعہ نعمانیہ اور جامعہ نظامیہ رضویہ، میں تدریس اور اہتمام کے ذریعہ اپنی تحریک کے لئے طلبہ کو علمی و عملی اعتبار سے تیار کیا۔

صحافتی میدان سے سہ ماہی "العاقب" جاری کیا، اس کے ذریعہ اہل علم کو اپنی تحریک سے قریب کیا اور "شہید آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر" نکال کر آپ نے اعلان کیا کہ میرا سلسلہ عزم مجاہد آزادی سے وابستہ و مستفیض ہے۔ اور پچاس کی دہائی کے بعد "تحریک لبیک یارسول اللہ" کے ذریعہ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور شاتم رسول کے عبرت ناک انجام کے لئے لافانی جدو جہد کی۔ اس تحریک سے پہلے ان کی شہرت کا چراغ چند مما لک تک محدود تھا۔

مگر اس تحریک نے تو بقول رضا ؎

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

کا منظر پیش کر دیا۔ اور وہ انہیں صرف چار سال کی مدت میں آفتاب نصف النہار تک پہنچ گئے۔ ہماری ان سے کبھی کی ملاقات نہیں، تحریری رابطہ نہیں، مگر ان کی جدائی اپنوں سے بڑھ کے صدمہ کا باعث ہے۔ یہ ان کے عشق کا کرشمہ ہے۔ اسی جذبہ کے صدقے خدا عزوجل نے انہیں لاکھوں انسانوں کے دل کی دھڑکن بنا دیا تھا کہ بن دیکھے وہ ان سے محبت کرتے تھے اور آج ان کی رحلت پہ انہیں آنسوؤں کا خراج پیش کر رہے ہیں۔

کہنے کو ناموس رسالت کی پہریداری ہی تو ان کا ایک کام تھا مگر اس ایک کام نے انہیں ضلع اٹک سے اٹھایا اور ملک پاکستان کا ممتاز و بے باک قائد بنا دیا اور عشق رسول کی دولت مشترک نے انہیں کسی ایک ملک کا اسیر رہنے کے بجائے عالم اسلام کے کڑوروں دلوں میں بسنے والا ملی رہنما بنا دیا۔

علامہ خادم حسین رضوی اس وقت ہم سے رخصت ہو گئے جب جماعت اہل سنت کو ان کی ضرورت تھی، فتنوں کی سرکوبی کے لئے، فتنہ بازوں کی ناکہ بندی کے لئے، ناموس رسالت پہ جسارت کرنے والوں کے لئے کوئی نہ کوئی غلام احمد رضا تو چاہئے جو

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار

اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

کا نعرہ مستانہ لگا کر میدان کارزار کی قیادت سنبھال لے ۔وہ سنبھالے ہوئے تھے،اور سنبھال سنبھال کر چل رہے تھے ۔انہوں نے اپنی نقاہت،ضعیف العمری اور مسلسل علالت کو بھی کبھی سدراہ نہیں بننے دیا،وہ جسمانی کمزوری کو روحانی طاقت کا سہارا دے کر لڑتے رہے،للکارتے رہے اور ایک جہان تازہ پیدا کرتے رہے ۔ان کی لگائی ہوئی آتش عشق اب لاکھوں دلوں میں اس طرح پھیل چکی ہے کہ نہ یہ آگ بجھے گی اور نہ آتش شوق بھڑکانے والی شخصیت ۔

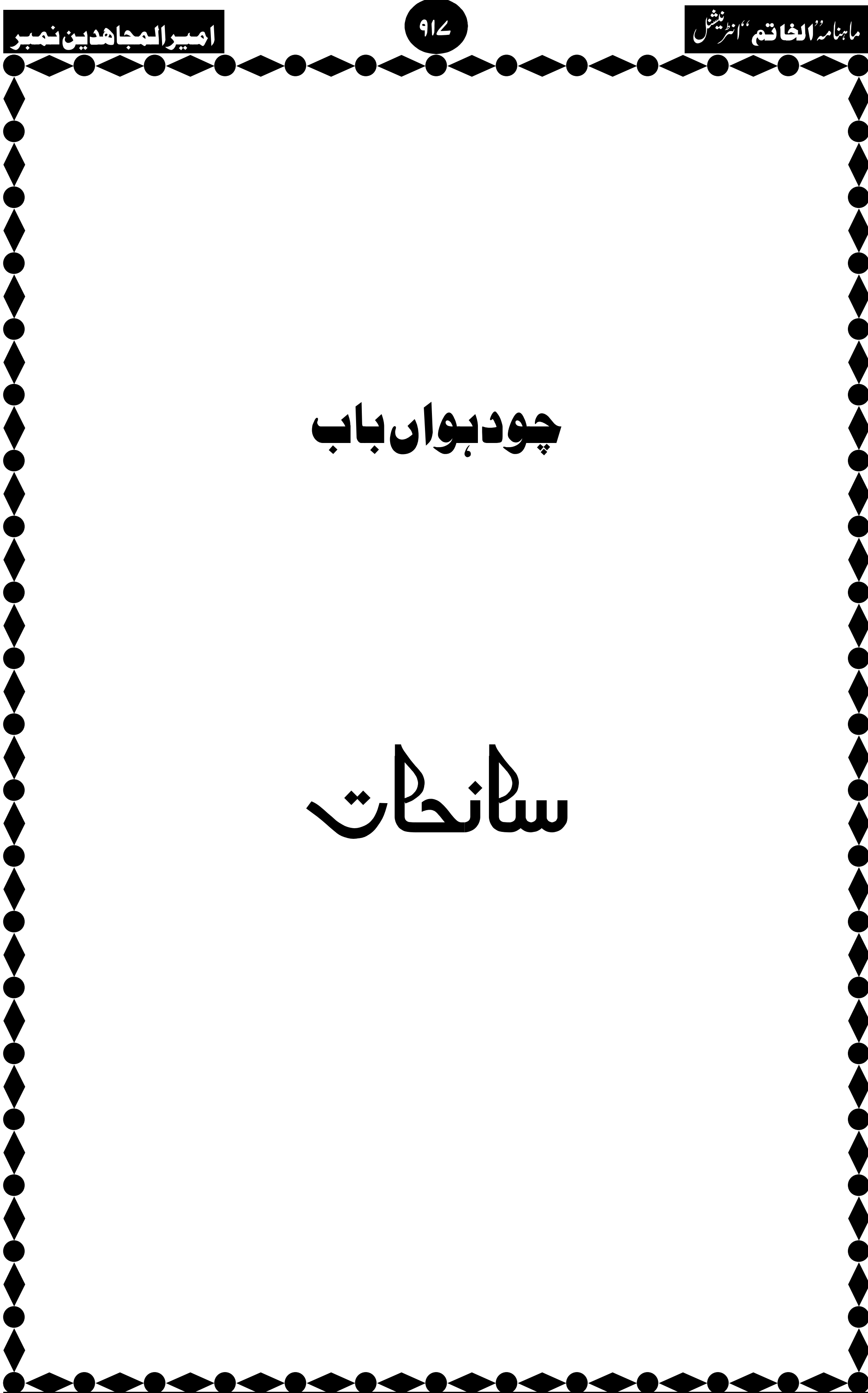
سچ فرمایا اعلیٰ حضرت نے ؎

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

اللہ رب العزت حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمات جلیلہ قبول فرمائے ۔ان کی مرقد پہ رحمت ونور کی بارشیں برسائے اور جلد ان کا کوئی نعم البدل عطا فرمائے ۔آمین ۔

محقق رضویات معروف علمی وادبی شخصیت حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مدظلہ العالی کا شکر گزار ہوں کہ ان کی یاد دہانی اور محبت بھرے تقاضے کے سبب اس عظیم الشان نمبر میں میری شمولیت ہو سکی ۔خدا کرے ان کے تقاضوں کا یہ سلسلہ قائم رہے تا کہ اپنے بزرگوں کی بارگاہ میں شرف نیاز حاصل ہوتا رہے





چودہواں باب

سانحات

ایک عاشق رسول کا سفر آخرت

پروفیسر مسعود اختر ہزاروی

دنیا میں ہر آنے والا آتا ہی موت کی آغوش میں لپٹ کر اپنی اصل منزل کی طرف لوٹ کے جانے کیلئے ہے۔ دنیا کی زندگی دارالامتحان ہے اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس عارضی زندگی کی مقصدیت کو سمجھ کر شب و روز گزارتے اور رضائے الٰہی سے واصل باللہ ہو جاتے ہیں۔ ان گنت اور بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ ایسی ہستیوں کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں عزت و تکریم سے نوازتا ہے۔ یاد رہے کہ اللہ کی ذات اپنے پارسا، مخلص اور برگزیدہ بندوں کے معاملے میں بہت غیور ہے۔ اسی لیے حدیث مبارکہ میں "اولیاء اللہ سے دشمنی اور عداوت رکھنے والوں کو اللہ کریم کی طرف سے اعلان جنگ" قرار دیا گیا ہے۔

دور حاضر کی ایسی ہی ایک فقید المثال شخصیت شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تھی، جو چند دن قبل مختصر علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ ساری زندگی علوم اسلامیہ کے مدرس کے طور پر دین متین کی خدمت میں گزاری۔ زندگی کے آخری چند سالوں میں ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تحفظ اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے افق پر اچانک نمودار ہوئے اور عشق رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا استعارہ بن کر حیات جاوداں پا گئے۔

کروڑوں دلوں کی دھڑکنوں میں "لبیک یارسول اللہ لبیک" کی دھنیں بسا کر اہل دنیا کو کئی عملی پیغامات دے کر اپنے مالک حقیقی کے پاس چلے گئے۔ وہ لبرلز اور دین بیزاروں کو بتلا گئے کہ اربوں ڈالر خرچ کر کے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے پاکستان کا نظام تعلیم بدلنے کی کوشش کی گئیں، میڈیا خرید کر بے حیائی اور فحاشی کا طوفان بدتمیزی بپا کیا۔ سپر پاورز نے ارباب اقتدار کو دباؤ میں لا کر ناموس رسالت اور ختم نبوت کے قوانین کو ختم کرنے یا ان میں تبدیلیاں لانے کی سازشیں کیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اس قوم کے بچوں کے دلوں سے عشق رسول اور جذبہ جہاد نکال کر ہم اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مملکت پاکستان جو بنا ہی نفاذ اسلام کیلئے ہے۔ جس کے معرض وجود میں آنے کی بنیاد ہی یہ نعرہ مستانہ تھا، "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔" تمہارا گمان تھا کہ عالم اسلام کی اس اکلوتی نیوکلیئر پاور کو ایک بے حیا اور آزاد خیال ریاست بنا دیں گے۔ اس قوم کی بچیوں اور بچوں کو فحاشی میں مبتلا کر کے مذہب سے بیگانہ کر دیں گے۔ لیکن اقبال کے شاہین اور مجدد الف ثانی رح کے فیض یافتہ اس مرد قلندر امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی نے بے مثال قربانیاں دے کر، اپنے نعرہ مستانہ سے ہر پیر و جواں کے قلب و جگر میں عشق الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دیپ روشن کر دیے۔ جنازے کے فضائی مناظر دیکھ کر لبرلز اور دنیا بھر کے اسلام دشمن ورطہ حیرت میں مبتلا ہو گئے۔

21 نومبر بروز ہفتہ پورا دن مینار پاکستان اور ہر طرف میلوں تک فضا "لبیک لبیک یارسول اللہ لبیک" کی صداؤں

سے گونجتی رہی ۔میڈیا کے ذریعے یہ آواز دنیا بھر میں پھیلی ۔جہاں ان ایمان افروز صداؤں سے اہل ایمان کے دل حب رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں تڑپ رہے تھے، وہاں یہ آوازیں طاغوتی محلات میں زلزلے بھی برپا کررہی تھیں ۔ پاکستان کی سرزمین پر چشمان فلک نے شاید یہ نظارہ کبھی نہ دیکھا ہو کہ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے "لبیک لبیک یارسول اللہ لبیک" کے فلک شگاف نعروں نے مذہبی وسیاسی مسلکوں کی زنجیریں توڑ دیں ۔آرمی چیف، وزیراعظم پاکستان، سیاسی جماعتوں کے زعماء، مختلف دینی مسالک کے علماء وفضلاء، اینکرز اور دانشوران قوم اس مرد درویش کو یک زبان ہو کر اپنے اپنے انداز میں تعزیت کے ساتھ ساتھ خراج عقیدت بھی پیش کررہے تھے ۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل افسردہ تھا۔بقول مشہور اینکر ڈاکٹر شاہد مسعود:

> ابھی کوئی ایسا کیمرہ بنا ہی نہیں جو اس جنازے کی زمین سے عکسبندی کرسکتا۔اس کیلئے ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہی فوٹو بنا کرلوگوں کے اس ہجوم کو دیکھا جاسکتا تھا۔

معروف کالم نگار حسن نثار حسرت بھرے انداز میں کہتے ہیں کہ!

> ''اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ اس بندہ خدا سے مخلوق خدا اتنا پیار کرتی ہے تو میں اس سے ضرور ملاقات کرتا۔دو دن پہلے تک "تحریک لبیک" کے نہتے کارکنوں پر بے پناہ شیلنگ اور فائرنگ کا حکم دینے والے بھی پچھتا رہے ہوں گے کہ ہم نے کیا ظلم کیا۔امیر المجاہدین کی وفات حسرت آیات سے یہ بھی حقیقت کھل گئی کہ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔بقول اقبال: اللہ کریم کا وعدہ ہے کہ" کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں''۔

دو اڑھائی مرلے کے مسجد سے ملحقہ گھر میں رہنے والا یہ مرد حق آگاہ اور کشتہ عشق مصطفی ﷺ جاتے جاتے اہل ایمان کو یہ بھی پیغام دے گیا کہ نمود ونمائش اور خود نمائی کے خول سے باہر نکل آؤ، عقلی مصلحتوں اور ذاتی مفادات کی پرواہ کیے بغیر اپنے پیارے نبی محتشم، مرشد قلب ونظر آقائے نعمت ﷺ کی ناموس کے پہرے دار بن جاؤ، اللہ تمہیں وہ عزتیں عطا کرے گا جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گی ۔ یہ حقیقت ہے کہ مغلیہ دور میں جب برصغیر میں دین اسلام پر کٹھن وقت آیا تو وہاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ جیسے مرد درویش ہی اکبر کے دین الٰہی کی مخالفت میں ڈٹ کر کھڑے ہوئے ۔ابو الفضل اور فیضی جیسے منطقی، فلسفی مولوی مصلحتوں اور ذاتی منفعتوں کا شکار ہو کر اکبر کی آغوش میں بیٹھ کر اس کی مدح سرائی کرنے لگے ۔ رہے وہ بھی نہیں اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی وصال فرما گئے ۔لیکن اللہ کے دین سے وفا کرنے والے مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی محبت وعقیدت اب بھی کروڑوں دلوں میں جاگزیں ہے ۔ان کا چشمہ فیض اب بھی جاری وساری ہے ۔جبکہ ان دو مفاد پرست اور دین فروش ملاؤں کا کوئی نام لینا بھی گوارہ نہیں کرتا۔کاش امیر المجاہدین جیسی ہستیاں جب زندہ ہوتی ہیں اس وقت ان کی قدر کی جائے ۔ان کی بات کو سمجھا جائے ۔ان کا دست و بازو بنا جائے تو بہت سے دینی و دنیوی مقاصد اور مصالح کا حصول آسان سے آسان تر ہو جائے ۔علامہ خادم حسین رضوی

کے طریقہ کار سے تو کوئی اختلاف کر سکتا ہے لیکن ان کے عظیم مقصد اور پیارے نبی محتشم ﷺ سے ٹوٹ کر عشق و محبت کا کوئی سخت ترین مخالف بھی انکار نہیں کرتا۔ وہ قرآن پاک اور احادیث کے حافظ تھے۔ اقبالیات کے ماہر تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا کلام از بر تھا۔ دنیا بھر کی طاغوتی طاقتیں ان کا رستہ روکنے کی کوشش کرتی رہیں۔ اپنے و بیگانے مخالفتیں کر کے حوصلے پست کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔

خدا گواہ ہے کہ ان میں سے کوئی حربہ بھی اس مرد قلندر کے ذرا بھر بھی حوصلے پست نہ کر سکا۔ ان کی ہر ہر ادا یہ آواز دے رہی تھی کہ

ہم نے سیکھا ہے اذانِ سحر سے یہ اصول
لوگ خوابیدہ ہی سہی ہم نے صدا دینی ہے

پاکستان میں حالیہ قیام کے دوران اکتوبر 2020 کی لاہور میں ایک بابرکت شام تھی، جب عزیز القدر علامہ قاری احسان اللہ قادری کی معیت میں ہماری امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ سے تقریباً 45 منٹ کی ملاقات ہوئی۔ وہ برطانیہ و یورپ میں مسلمانوں کے حالات اور خدمات دین کے حوالے سے پوچھتے رہے۔ دوران گفتگو ان کے ہر جملے سے اسلام کی محبت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فیضان ٹپکتا تھا۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ اسلام کی عظمت رفتہ بحال ہو اور مسلمان دنیا میں عزت کے ساتھ جیئیں۔ مقبوضہ کشمیر میں عورتوں، بچوں اور جوانوں پر بھارتی مظالم سے بہت پریشان تھے۔ خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبینہ توہین آمیز خاکوں پر بہت افسردہ دکھائی دے رہے تھے۔ بار بار جرات ایمانی کے ساتھ کہتے تھے کہ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ہمارے پیارے نبی کی اس طرح توہین کرے اور ہم صرف مذمتی بیانات دیتے رہیں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے نبی کی ناموس کے تحفظ کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے۔ ان کا کمال یہ بھی تھا کہ بولتے پنجابی تھے لیکن ان کی توانا اور گرجدار آواز سے دنیا بھر کے پنجابی زبان سے ناواقف بڑے بڑے ایوانوں میں بھی لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را



آہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ تیری یاد ستا رہی ہے

المتبسّم ایاز احمد عطاری

آسمان دیکھا تو تارے ضرورت سے زیادہ چمک رہے تھے، پتہ نہیں خوشی کی نوید سنا رہے تھے یا غم کی خبر دے رہے تھے، ہوا کے جھونکے میرے گالوں پر درد کی تھپیڑے مار رہے تھے، ستاروں نے آسمان لپیٹ رکھا تھا چاندنی منتشر ہو کر بادلوں پر بکھر رہی تھی۔ میں لمحہ بہ لمحہ واٹس ایپ چیک کرتا تھا کہ شاید میرے رزلٹ کارڈ کی خوشخبری ملے جس کا مجھے ایک ماہ سے انتظار تھا۔ میں بھی ضرورت سے زیادہ ہنسی مذاق میں بھائیوں کے ساتھ مگن تھا کہ اچانک ایک دوست حافظ عباس کی کال نے مجھے حواس باختہ کر دیا۔

حافظ صاحب نے کہا کہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی وفات ہوگئی ہے۔ میری ہنسی کی کوکھ سے سسکیوں نے جنم لیا۔ کانوں سے گویا دھواں نکل گیا۔ حقیقت میں دل دہکتی آگ پر رکھے دیگ کی مانند دہک رہا تھا۔ کچھ اپنے دل کو جھوٹی تسلیاں دیتا رہا، کہ ہوسکتا ہے خبر غلط ہو۔ کسی نے افواہ پھیلائی ہو، کچھ دیر بے چینی سے انگلیاں مروڑے جا رہا تھا۔ پھر دوبارہ عباس بھائی سے پوچھا کہ مذاق تو نہیں کر رہے لیکن عباس بھائی نے کہا کہ میں مذاق کیوں کرونگا۔

اس کے بعد موبائل سے آج میری حد درجہ نفرت ہونے لگی تھی۔ اس کے بعد غم کی چادر چھا گئی اور آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر آئے۔ سونے کی کوشش کی۔ جو وردو وظائف پڑھنے تھے وہ پڑھ لیے۔ سوچا کہ شاید نیند آئے غم کچھ ہلکا ہو جائے۔ مگر خیالات کا تسلسل تھا جو ٹوٹنے کا نام تک نہیں لے رہا تھا۔

نیند آنے کی ان تمام آیتوں کا ورد زبان پر جاری تھا۔ اور استغفر اللہ اور درود شریف پڑھ کر کروٹ بدل لیتا۔ رات بھر خیالات ذہن کے آنگن میں رقص کر رہے تھے۔ دائیں بائیں کروٹ لی مگر آنکھ نہ لگی۔ الٹا سیدھا لیٹا مگر دماغ نے سونے کی اجازت نہ دی، سرہانے میں سر دبایا اور سرہانہ سر میں مگر نیند کی وادی کے دروازے نہ کھلے، میں جس سمت بھی کروٹ لیتا اسی سمت سے علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی یادیں آٹکراتیں۔ اپنے سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے پھیرتے خیالات کی وادی میں کھو گیا۔

افکار کے سواری پر سوار ہو کر میری روح سیدھا علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی روح سے جا ملی اور عرض کیا یا سیدی ابھی تو کافی کام باقی تھا، آپ سے لوگوں کی امیدیں بہت زیادہ باقی تھیں۔ آپ اتنی جلدی کیوں چلے گئے؟ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا ایاز بیٹا!! جتنا کام میں کرسکا وہ میں نے اپنے حصے کا کام کر دیا۔ اب مزید آپ لوگوں کو کام کرنا ہے۔ میں جاگتی آنکھوں میں خواب دیکھتا رہا۔ اور آہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ! وہ حسین سنت سے منور چہرہ۔ وہ

سرتاپا سنت کا نمونہ۔ وہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ جو ہر ایک کو ایسا اپنا قریب کرتے جو سمجھتا کہ شاید مجھ سے زیادہ کسی سے محبت نہ کرتا ہوگا۔ اوف خدایا!!

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

جو شعلہ بن کر بھڑکی تھی کہ بجھ گئی۔ وہ جس نے گستاخوں کو لوہے کے چنے چبانے تھے۔ وہ جس کے دل کے کسی نہاں کونے میں یہ شوق بھی موجود رہا ہوگا کہ میں گستاخوں کو چن چن کے سزا دلواؤں گا۔ اور ان کو ان کے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔ جو شرمندہ تعبیر ہونے سے قبل خاک سے مل گئے۔

اس نے اپنے خواب درماں سمجھ رکھے تھے جو ہمارے گہرے زخموں کا باعث بنے یہ زخم زندگی کے آخری سانس تک نہیں بھول سکتے۔ اس کے ساتھ وہ مسرت بھرے لمحات ہم کب بھول سکتے ہیں؟ کہ زندگی کی بہت سی مسرتیں مستقبل کا نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔ وہیں مستقبل کے درد بھی مستور ہیں۔

وہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ جس نے سپنے سجائے تھے کہ میں اپنے مشن کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کے حقوق بھی ان کو دلواؤں گا مگر موت کی چنگل سے وہ نہ نکل سکا۔ اس نے شہادت کو گلے لگایا۔ اس نے ہمارے ہی راستے پر سفر شروع کیا تھا اور منزل بھی طے کیا تھا مگر اس نے راستہ بھی بدل دیا اور منزل بھی۔ یہ سوچتے سوچتے خواب غفلت کی وادیوں میں چلا گیا۔

رات کی آخری پہر نیند سے آنکھ مچولی کی۔ صبح نماز کے لیے آنکھ کھلی تو نماز پڑھنے کیلئے مسجد جا کر فجر کی نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر ناشتہ کیا، ناشتہ کیسا؟ ہر چیز پھیکی پھیکی لگ رہی تھی۔ ناشتہ کرنے کے بعد جب باہر نکلا تو موسم سہانہ تھا۔ آسمان پر بادل چہل قدمی کر رہے تھے۔ خنک ہوا جو دوسروں کے لیے مسرت کی باعث تھی مگر ہمارے لیے باد سموم بن رہی تھی۔ ہمارے زخموں کو کرید رہی تھی۔ اس کا درد میرے آنکھوں میں مہمان کا جل کو بہلا رہا تھا۔ دل کی دھڑکن حدیں عبور کر رہی تھی۔

میری سوچ انہی کے گرد گھومتی تھی۔ جب ہفتے کی صبح ،میت کو جنازہ گاہ کی طرف لایا جا رہا تھا تو لوگوں کو کثرت بڑھتی جا رہی تھی۔ گویا کہ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی محبت ہر ایک کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

جب جنازہ تیار ہوا تو یہ مینار پاکستان کا میدان کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ پتہ نہیں اتنے لوگ کہاں سے آ گئے۔ آسمان سے فرشتے اترے یا علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی شفقت کھینچ کر لائی تھی۔ ہر آنکھ پُرنم تھی۔ ہر کسی کے چشم سے اشک نکلنے کو تھا۔ سب کے آنسو امڈ آئے تھے۔ فلک بھی یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ ایک خادم و مہربان انسان کا جنازہ تیار تھا۔ سب چشم دید گواہ تھے کہ ہم خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا جنازہ پڑھ کر دفنا رہے تھے۔ چشم فلک پر آنسو ضرور امڈ آئے ہونگے مگر اس کا ضبط مضبوط تھا۔ وہ رویا اور نہ اشک بہایا۔ سب درد کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔ پرندے چہکتے ہوئے اپنے گھونسلوں کو لوٹ رہے تھے۔ لوگ درد کے

ساتھ گھروں کو لوٹ رہے تھے۔آسمان پر ڈھلتے سورج کی سرخی چھارہی تھی۔روشنی مٹ کر اپنے پیچھے اندھیرا چھوڑ رہی تھی۔ایسا محسوس ہورہا تھا جیسا کہ لوگوں نے زمین کا سورج دفنادیا ہو۔ڈوبتا سورج میرے دل کو یادوں میں ڈبورہا تھا۔ہر ایک نے دردو غم کے ساتھ گھر آکر داستان ضرور سنائی ہوگی۔پھر تھکاوٹ کے باعث خوب خراٹے لے کر سویا ہوگا مگر اس کی اولاد کب تک روئی ہوگی۔کب تک علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا انتظار کیا ہوگا۔سسکتے بلکتے پتہ نہیں کب آنکھ لگ گئی ہوگی۔جب صبح اٹھے ہوگیں تو،دوبارہ اباجان اباجان پکار کر روئے ہوں گے۔فلک یہ کیفیت دیکھ کر ضبط تھوڑا اور صبح خوب رویا اشک بہایا۔زمین آسمان کو دیکھ کر وہ بھی قابو نہ پا کر لرزنے لگی۔میں نے اپنے درد کو خاموشی کے سمندر میں پھینکنے کے بجائے لفظوں میں ڈھالنا چاہا۔

یہ چند سطور لکھ کر درد ہلکا کیا۔مگر اس کی زندگی سے ہمیں سبق لینا چاہیے۔اس کی زندگی سے یہ درس بھی ملا کہ یہ فیصلہ ہر ایک نے خود کرنا ہے کہ وہ باغ حیات سے کلیاں چنتا ہے یا کانٹے۔یہ بھی کہ خود بھی مہربان بنو اور شفقت بانٹو۔اسی طرح محبت، الفت،ہمدردی،خوش اخلاقی،خوش طبعی، مستقل مزاجی،دوسروں کا درد اپنا سمجھنا،ہر مشکل گھڑی میں دوسروں کے کام آنا،بلکہ اگر ہوسکے تو اپنے مسلمان بھائی کے لیے اپنا مال وجان اولاد قربان کرنا اور شہادت کا جام نوش کرنا۔



اجے نئیں چڑھیانی توڑ محمد تے اڈھ گئی اے کرلاندی

قاری محمد عبدالرحیم

دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی خواہش کے تحت اپنی زندگی گزارتا ہے۔کوئی اپنی زندگی کو حسب دلخواہ بناتے بناتے،کوئی عزت وجاہ کرتے کرتے،کوئی مال و دولت کماتے کماتے اس جہان سے بے نیل ومرام اٹھ جاتا ہے۔خوش نصیب کہ کوئی اس کی محبت میں کھو جاتا ہے جس سے اللہ محبت کرتا ہے۔دولت کے لئے مرا خالی ہاتھ گیا،عزت کے لئے مرا خوار ہوا،عیش وعشرت کے لئے مرا بے خانماں ہوا،میرے آقا ﷺ کی ناموس کے لئے مرا دو عالم میں جاوداں ہوگیا۔

علامہ خادم رضوی کسی بڑے جاہ ومنصب والے خاندان کے فرد نہ تھے۔کسی جاگیردار،کسی پیر،کسی حکمران خاندان سے تعلق نہ رکھتے تھے۔چند سال قبل وہ اپنے شاگردوں کے علاوہ اکثر لوگوں کے لئے ناشناس انسان تھے۔

ممتاز قادری رحمتہ اللہ علیہ کے لیے تحریک رہائی میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ منظر عام پر آنے کے بعد تحریک ختم نبوت اور تحریک تحفظ ناموس رسالت کے رہنما کے طور پر ابھرے۔لب ولہجہ پر لوگوں نے اعتراض بھی کیے لیکن عشق ومستی کی لے کو کوئی روک نہ سکا۔عشق کی اس منزل میں قدم تو شاید ہر سنی عالم ہی رکھتا ہے لیکن ثبات قدمی اس زمانے کے اکثر نہ رکھ سکے۔فائدہ اٹھانے والے تو فرشتوں سے بھی اٹھا لیتے ہیں انسان تو بیچارا پھر انسان ہے اور محبت محبوب کے نام پر مر مٹنے کا نام ہے چاہے کوئی فائدہ اٹھانے والا محبوب کا نام استعمال ہی کر رہا ہو۔

مجنوں کو لوگوں نے لیلی کے جھوٹے پیغامات پر جی بھر کر لوٹا اور لیلیٰ سے بھی دودھ منگوا کر پینے والے پیتے رہے لیکن جب خون دینے کی باری آئی تو راستے سے سارے اٹھتے گئے۔اصلی مجنوں نے خون نکالنے کو نشتر لگایا تو خون ہو تو نکلے نا۔

ختم نبوت کا دھرنا ہوا،عاصیہ ملعونہ کی رہائی پر دھرنا ہوا،جو کل ساتھ تھے وہ آج مخالف تھے،آخر ذات مقدس ﷺ کے خاکے شائع کرائے گئے،دنیا میں اور مسلمانوں نے بھی حق ایمان ادا کیا لیکن ایک امیر کارواں جس نے تحفظ ناموس رسالت کے نام پر ایک سیاسی پارٹی کو پاکستان میں رجسٹرڈ کرایا،الیکشن پورے پاکستان سے لڑا اور اپنا لوہا منوایا۔اس کے امتحان کی گھڑی آ گئی،خود اپنی تقاریر میں فرماتے ہیں!

> اب میں زندگی سے موت کو بہتر سمجھتا ہوں۔میں نے کراچی میں بھی اس قدر زوردار نعرے بازی کی کہ شاید میرے دماغ کی رگ پھٹ جائے یا میرے دل کی شریان پھٹ جائے کہ ہمارے زندہ ہوتے میرے آقا ﷺ کے خاکے لوگ شائع کرتے رہیں اور ہم یہ کہتے رہیں ہمیں بہت دکھ ہے،نہیں امام مالک نے فرمایا ہے کہ امت کو مر جانا چاہیے جب نبی ﷺ کی توہین ہو رہی ہو اور وہ کچھ نہ کر سکے۔لہذا

مجھے اب زندگی کی ضرورت نہیں ۔

اور پھر آخری جہد کے طور پر فرانسیسی سفیر کو نہ نکالنے کے خلاف احتجاجی مارچ کیا۔ ریاست کی تمام مشینری نے بھرپور مزاحمت کی لیکن ایک رنجیدہ دل اور بیمار حالت کے ساتھ راولپنڈی پہنچ جانے کے باوجود اپنا احتجاج کھلے بندوں نہ ریکارڈ کرا سکے۔ غم وغصے اور موسم کی شدت سے بخار میں مبتلا ہو گئے اور حکومت سے مذاکرات میں اپنے کارکنوں کی غیر مشروط رہائی کے ساتھ حکومت سے فرانسیسی سفیر پر مشروط معاہدہ کر کے واپس ہوئے لیکن اس کرب وغم نے جانبر نہ ہونے دیا۔

فرانس کے سفیر کو تو تین مہینے کی مہلت مل گئی لیکن میرے آقا ﷺ کے سفیر کو آقا ﷺ نے اپنے پاس بلا لیا۔ اُمت رسول ﷺ کے باغ میں ناموس رسالت کا ایک نشیمن بناتے بناتے باغِ رسول ﷺ کی یہ بلبل آخر اسی کرب میں مبتلا اس جہان سے اڑ گئی۔

میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

اک بلبل اس باغے اندر آہلنا رہی سی بناوندی

اجے نی چڑھیانی توڑ محمد تے اڈھ گئی اے کرلاندی

اللہ تعالی علامہ خادم حسین رضوی کو شرف پابوسی نبی کریم ﷺ نصیب فرمائے اور جس طرح جنازے میں اللہ نے لوگوں کو محبت کے ساتھ پہنچایا اسی طرح اللہ رب العزت ان کے اٹھائے اقدام کو بھی لوگوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق دے آمین۔ فقیر کا حضرت کے ساتھ ایک خصوصی تعلق تھا جو صرف میں اور وہی جانتے تھے اس لئے مجھے زیادہ لکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ میری اس مختصر معروضات کو قبول فرمائیں آمین۔



الوداع میرے محسن الوداع

سنان علی

ایک لڑکا تھا فحش زبان برے اعمال، نہ نماز نہ روزہ، بس بدکاری ہی بدکاری، وہ اندھیروں میں بھٹکتا تھا، شیاطین کی وادی اس کا مسکن تھی۔ تم اس کیلئے اندھیرے میں نور بن کر آئے، اسے گناہ سے اتنا دور کر ڈالا جتنا وہ نیکی سے دور تھا، تم نے اس کے دل پر لاالہ الا اللہ کی ایسی ضرب لگائی کہ اس کی کایا پلٹ گئی۔

''شکریہ میرے محسن شکریہ''

اے پرسکون چہرے والے! اب تجھے کوئی نہ ستائے گا، کوئی ظالم تیری مقدس داڑھی پکڑ کر تجھے معذوری میں نہ گھسیٹے گا، اب کوئی تیری پشت پر زخموں کے نشان نہ دیکھ پائے گا، اب کبھی تجھے زنداں کی تاریکی میں مارا نہ جائے گا، کوئی سخت سردی میں تیرے نحیف جسم پر ٹھنڈا پانی نہ پھینکے گا، پس تو داخل ہو جا اپنے رب کی جنت میں، یقیناً اہل جنت تجھے مرحبا کہتے ہیں۔

اے شخص! تیری عاجزی کیسی بے مثل تھی، وہ لاکھوں کا مجمع کہتا تھا ''ہمارے شیخ کا مزار بنایا جائے گا'' اور تیری وصیت ایسی سادہ تھی کہ مجھے میرے کمرے میں دفن کر دینا، وہی عظیم کمرہ جہاں تو دلوں کو بدلا کرتا تھا۔

اے اہل جہاں! وہ ساری عمر کہتا تھا میں نے کبھی کسی سے پیسے نہ لئے، آج دیکھ لو اس نے اپنے پیچھے کیا ہی چھوڑا؟؟؟؟ اگر چھوڑنا ہوتا تو اپنا مزار بننے دیتا، باقیوں کی طرح اس کی نسلیں بھی چندے کھاتیں، پر قربان وہ تو لاہور کا قلندر تھا، اسلام کا ہمدرد تھا!!!!! اے بریلی والے! تو نے کہا تھا: ''مجھے نہیں معلوم کہ میرے بعد جو آئے گا وہ تمہیں کیا بتائے گا پس تم جان لو کہ حجت اللہ قائم ہو چکی'' اے امام! سن اور اچھے سے سن: ''بخدا تیرے بعد جو آیا اس نے بھی ہمیں وہ ہی بتایا جو تو نے بتایا تھا، وہ بھی تیری طرح فنا فی الرسول (ﷺ) تھا، میں نے مانا علم میں تیرا کوئی ثانی نہ تھا لیکن تو بھی مان لے ناموس رسالت ﷺ پر جو پہرہ اس نے دیا، پوری تاریخ اسلامیہ میں کسی اور نے نہ دیا۔

احمد رضا! بخدا اس مسئلہ میں وہ تجھ سے سبقت لے گیا'' وہ اکثر کہتا تھا: ''وہ درویش جو بریلی میں لیٹا ہے (احمد رضا بریلوی)، وہ درویش جو سرہند میں لیٹا ہے (مجدد الف ثانی)'' آج میں کہتا ہوں: ''وہ درویش جو لاہور میں لیٹا ہے'' اے اہل جہاں! میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، میری آنکھیں خشک نہیں ہوتیں، میں اس کی دید کو ترستا ہوں، اس نے اپنا چہرہ ایسے چھپایا کہ محشر تک نہ دکھائے گا۔

اے ابن حزم! نہ تجھے اپنے محبوب کا غم تھا اور نہ اے مجنوں! تجھے لیلی کی جدائی ڈستی تھی، مجھ سے پوچھو میرے محبوب کی جدائی نے میرے دل پر قہر ڈھا دیئے ہیں۔ کاش اس کے پہلو میں مجھے بھی چند گز جگہ مل جاتی (اے عزیزوں! ایک لمبے عرصہ کیلئے خدا حافظ)



ایک عاشق رسول ﷺ کا سفر آخرت

سعدیہ قریشی

ہفتہ 21 نومبر 2020ء حیران کن سفر آخرت لاکھوں کا مجمع' تاحد نظر لوگ ہی لوگ جو سچے عاشق رسول کے ساتھ محبت اور عقیدت کی ڈور میں بندھے تھے۔ لاہور کی تاریخ بلکہ شاید پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ علامہ خادم رضوی کو نصیب ہوا جو دنیاوی حیثیت سے ماورا ایک سچے عاشق رسول تھے۔ ہر زندگی گزارنے والے کو موت کے پار اترنا ہے۔ جب موت اسے زندگی سے دور لے جاتی ہے تو جانے والے کو جن الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے وہ اصل میں اس کے وہ نظریات وہ خواب وہ خواہشیں ہوتی ہیں جن کی آبیاری میں اس نے اپنے جیون کا سونا لٹایا ہوتا ہے۔ ہم سب نے اپنی اپنی زندگی میں کسی خواہش و خواب' کسی کمٹمنٹ' کسی سوچ اور نظریے کے چاک پر اپنے وجود کی گیلی مٹی رکھی ہوتی ہے اور اس چاک پر گھومتے گھومتے یہ مٹی آخر کار وہی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

کوئی بڑا کاروباری بننا چاہتا ہے' کوئی ڈاکٹر انجینئر' میڈیا پرسن' لکھاری' شاعر، استاد' صحافی' سیاستدان' وزیراعظم' صدر کچھ بھی۔ کوئی خدمت خلق میں اپنے جیون کو لٹاتا ہے مختصر یہ کہ پوری زندگی کسی خواہش کی تکمیل زندگی کے چاک پر گھومتے گھومتے گزر جاتی ہے کہ موت کا لمحہ آن پہنچتا ہے۔ جس سمے' موت اسے زندگی سے جڑی خواہشوں اور خوابوں کے اس چاک سے اتارتی ہے تو اس سمے موت یہ اعلان کرتی ہے کہ وہ کون تھا۔ کیا تھا کس خواب کی جستجو میں اس نے اپنے جیون کا سونا لٹایا' بس اسی سمے موت اس کی اصل شناخت کرتی ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی کو جب موت نے زندگی کے چاک سے اتارا تو اسے عاشق رسول ﷺ کے نام سے پکارا اور اسی پکار پر لاکھوں عاشقان رسول ﷺ کا ایک بے کنار سمندر امڈ کر شہر لاہور کی سڑکوں گلیوں اور مینار پاکستان کے سائے میں گریٹر اقبال پارک تک پھیل گیا۔ سیاسی جماعتوں کے جلسوں میں جہاں لوگوں کو ہانک کر لایا جاتا ہے لاکھوں کے ہجوم کے دعوے ہی سنتے تھے لیکن انسانوں کا ایک بے کراں ہجوم آج علامہ خادم حسین رضوی کے سفر آخر میں دیکھا۔ کیا ایسا منظر Orchestrate کیا جا سکتا ہے؟۔ ہرگز نہیں یہ مرتبہ' یہ مقام تو اللہ کی طرف جسے ملنا ہوتا ہے اسے ہی ملتا ہے۔ موت کے ہاتھ میں ہی ایک میزان ہوتا ہے' کبھی کبھی موت بھی دنیا کے سامنے ایک فیصلہ صادر کرتی ہے کہ مصلحت کوشوں کی دنیا جان لے کہ یہ شخص کون تھا اور یہ سفر آخرت تو ناموسِ رسالت کے بہادر پہرے دار کا تھا۔ علامہ خادم حسین رضوی جو محکمہ اوقاف میں خطیب کی ملازمت کرتے تھے حدیث اور قرآن کے حافظ تھے۔ جوش خطابت بھی سامعین کو مسحور کر دینے والا۔ ہزاروں لاکھوں طالب علم اور عقیدت منداس وقت بھی تھے جب ابھی پاکستانی سیاست کے منظر نامے پر علامہ خادم رضوی کا نام ایک آندھی اور طوفان کی طرح نہ ابھرا تھا۔ سیاست کی کوچہ گردی کے پیچھے صرف تحفظ ناموس رسالت کا قیمتی جذبہ موجود تھا۔

سیاست میں مختصر ترین وقت میں خادم حسین رضوی کا قومی منظر نامے پر آندھی طوفان کی طرح چھا جانا بھی یاد رہے گا۔ پہلی بار ان کا نام تب سامنے آیا جب ممتاز قادری کی سزا پر عملدرآمد کے بعد حکومت وقت کی انہوں نے کھل کر مخالفت کی۔ مولانا خادم حسین رضوی کے سیاسی سفر کا محرک بھی تحفظ ناموس رسالت، تحفظ ختم نبوت اور عشق رسول ﷺ ہی رہا۔ نواز شریف حکومت کے خلاف فیض آباد میں پہلا دھرنا بھی اسی حوالے سے تھا۔ جب حکومت وقت نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے ختم نبوت کے قانون سے چھیڑ چھاڑ کرنا چاہی۔ مذہبی جماعتوں کے مصلحت اندیش سیاسی رہنماؤں میں سے کون تھا جس نے صدائے احتجاج اس طرح بلند کی۔ روایتی مذمت تو ہر مسلمان نے کی ہوگی مگر عملی اور ٹھوس جدوجہد کرنے والا تو ایک ہی شخص تھا۔ پھر وقت نے دیکھا کہ جب دین اسلام میں نقب لگانے والوں نے عشق رسول ﷺ پر ضرب لگانے کی کوشش کی وہ ایک شخص اپنی سپاہ عشق لے کر میدان میں اتر آیا۔ اس کی سپاہ عشق اس کی جرات رندانہ تھی۔ جس بلند آہنگ لہجے سے وہ مقتدر قوتوں کو للکارتا تھا۔ وہ بس اسی کا خاصا تھا۔

فرانس کے ملعون صدر کی طرف سے مسلسل رحمت للعالمین ﷺ کی شان میں گستاخی ہو رہی تھی اور ہم صرف مذمتی بیانات سے آگے جانے کی سکت ہی نہیں رکھتے۔ بنیادی اور اہم احتجاج یہ تھا کہ فرانس کے سفیر کو بطور احتجاج ملک بدر کر دیا جائے ہم مصلحت کوش اور سمجھوتے کرنے والے ہیں مگر خادم رضوی مصلحت کوش نہ تھا۔ اس کی زندگی کا اول و آخر عشق ہی ناموس رسول ﷺ تھا۔ احتجاجاً ایک بار پھر فیض آباد میں دھرنا دیا۔ قریبی احباب بتاتے ہیں کہ بیماری اور بخار کی کیفیت میں کھلے آسمان تلے بیٹھے رہنے سے گریز نہیں کیا۔ سیاسی لیڈروں کے برعکس جن کے پیروکار تو سڑکوں جلسوں دھرنوں اور ریلیوں میں رلتے ہیں جبکہ خود وہ محفوظ پناہ گاہوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ بس موقع محل دیکھ کر کبھی کبھی اپنی جھلک دکھاتے رہتے ہیں۔ رضوی صاحب کی اقبال سے عقیدت بھی مثالی تھی۔

دوران خطابت اقبال کے اشعار جس طرح ان کی شعلہ نوائی کا حصہ بنتے ایک سماں بندھ جاتا۔ اقبال نے جو عشق کا تصور پیش کیا علامہ خادم حسین رضوی اس تصور عشق کی مجسم صورت تھے:

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصورات

عشق کا جذبہ مادیت اور دنیاوی اسباب سے بے نیاز ہوتا ہے۔ جرات رندانہ عشق ہی کا اثاثہ ہے۔ جس جرات رندانہ اور دنیاوی سود و زیاں سے ماورا ہو کر وہ دین اسلام میں نقب لگانے والوں کو للکارتے تھے یہ عشق ہی کا اثاثہ تھا۔ سو خادم حسین رضوی تو ایک ہی تھا۔ ورنہ تو اقتدار کی گلیوں کے دریوزہ گر، مصلحت کوش مذہبی رہنماؤں کا ایک ہجوم ہمارے آس پاس موجود ہے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی!!



بچھڑا کچھ اس ادا سے

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں یہ سکندری قول مکمل طور پر صادق آتا ہے۔

آندھی کی طرح آیا اور بگولے کی طرح چلا گیا

کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں میر ببر علی انیس کے مرثیے کا یہ شعر خوب صادق آتا ہے کہ

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن پر حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پورا پورا صادق آتا ہے کہ

غفاری و قہاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اور کوئی ایک ہی شخص ہوتا ہے جس پر یہ تمام شعر پورے پورے منطبق ہو سکتے ہیں اور وہ ایک شخص ہے حضرت علامہ خادم حسین رضوی۔

وہ خادم حسین رضوی جس کے لہجے میں حسینی دبدبہ جس کے خطاب میں حسینی طنطنہ جس کے جذبات میں حسینی شدت اور جس کے علم میں حسینی کردار کی جھلکیاں اکثر و بیشتر دیکھی جا سکتی ہیں۔ حالانکہ حسین رضی اللہ تعالی عنہ ابن علی ابن فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہما اور حسین ابن محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور یہ غلام حسین ہے تو غلاموں میں اپنے آقا کے کرداری رنگوں کی جھلک تو پیدا ہو جاتی ہے۔ اپنے ایک خطاب میں علامہ خادم حسین رضوی صاحب غلام حسین اور نام حسین چپنے والوں سے یوں کلام کرتے دیکھے جا سکتے ہیں:

اپنے آپ کو کس منہ سے حسینی کہتے ہو، تم میں حسین والی کون سی عادت ہے۔ حضرت حسین نے تو حق سچ کے لیے اپنا سر کٹوا دیا، اپنا کنبہ اور اپنے ساتھیوں کو کٹوا دیا، مگر حق سے پیچھے نہ ہٹے۔ یہ سب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کی سربلندی کے لئے تھا۔ اے حسینیو! تم نے دین مصطفی کے لیے کیا کیا ہے؟ کبھی حق سچ کے لیے میدان میں نکلے ہو؟ کبھی یزیدیوں کی پولیس کے ڈنڈے کھائے ہیں؟ کبھی دین محمدی کے لئے بھوک، پیاس برداشت کی ہے؟ اوئے تم نے تو کبھی انگلی لہو میں ڈبو کے بھی حسینی گروہ میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کی، پھر کیسے حسینی ہو کہ اسوہ حسینی سے دور اور حسین حسین کی گردان کی رٹ لگا کے اپنے آپ کو حسینی کہتے ہو۔ حسین تو وہ ہیں جن کے بارے میں محمد علی جوہر یہ کہہ کر عزت پاتا ہے

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بتاؤ کیا تم میں ان میں سے کوئی ایک بھی صفت،صفت کا رنگ،صفت کی جھلک، پائی جاتی ہے؟جواب میں دے دیتا ہوں،نہیں ۔پھر حسینی بننے کے لیے ضروری ہے کہ حسین والے کام تو تم سے ہو نہیں سکتے حسین کے غلاموں والے کام ہی کرلیں کہ غلاموں میں بھی آقاؤں کا اثر موجود ہوتا ہے۔

غلام حسین کے بعد آپ کے نام کا دوسرا جزو رضوی تھا جو امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے رکھا گیا تھا۔بالکل جس طرح امام احمد رضا خان بریلوی اہل بیت کرام،صحابہ کرام،آل نبی،اولاد علی اور بزرگان دین کا ادب کرنے کے ساتھ ساتھ عشق رسالت کو اپنے قول وفعل میں ہر وقت ہر سانس ظاہر کرتے تھے اور ان بزرگوں سے دور رہنے والے نام نہاد محققین اور بے علم علماء جو اپنے قلم سے کی گئی گستاخیوں کو دین کہتے ہیں کہ خلاف تھے ۔صرف خلاف ہی نہیں تن من دھن سے ان کو غلط گستاخ اور بے ادب کہتے تھے ۔بالکل یہی رنگ شدت حضرت علامہ خادم حسین رضوی میں خوب غالب تھا۔

آپ رسول اللہ ﷺ کی ذات وصفات اور شان وعظمت کا ذکر کرتے تو حسن عقیدت سے آپ کے چہرے کا رنگ نکھر جاتا تھا اور جب گستاخوں کی گستاخیاں اور بے دینوں کی لن ترانیاں ذکر کرتے تو آپ کی آنکھیں بھیگ جاتیں ۔بعض دفعہ آبدیدہ اور بعض دفعہ شدت جذبات سے مشتعل ہوجاتے،اور پھر علامہ کا اشتعال ان کے خطاب کی تلخی اور الفاظ کی گرمی سے ظاہر ہوتا جسے مخالفین گالی گلوچ اور بدزبانی کا نام دے کر علامہ مرحوم کو غلط اور جذباتی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ۔جس طرح امام احمد رضا خان بریلوی کی گستاخوں اور بے ادبوں کے لیے شدت جذبات کے نمونے فتاوی رضویہ میں دیکھے جاسکتے ہیں ایسے ہی علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی ایمانی غیرت اور جذباتی شدت کو ان کے تقریری کلپس میں اور خطبات جمعہ میں باآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔کہاں ہیں اب ایسے عاشق رسول ﷺ ۔مسلمان جو عظمت رسول اور عقیدت ناموس رسول ﷺ کی خاطر آپے سے باہر ہو جائیں۔یہ ایمانی شدت ہے کہ ایک مخلص مسلمان ایک بے ادب مسلمان کو برداشت نہیں کرتا تو عیسائی،قادیانی،یہودی اور سکھ،ہندو کو کہاں برداشت کرسکتا ہے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ ان سا کہیں جسے
ایسے ہمارے صاحب ہیں خادم حسین بس

علامہ خادم حسین رضوی اچانک نمودار ہوئے اور پھر منظرنامے پر چھاتے چلے گئے ۔کیا خوب تلاوت قرآن کرتے ۔قابل داد انداز میں حدیث رسول کا عربی متن پڑھتے اور عربی،فارسی عبارتیں فی البدیہہ تاریخی کتابوں سے اپنی گفتگو میں بطور حوالہ پڑھتے کے عشاقانِ حاضر واہ واہ کرنے پر بس نہیں کرتے بلکہ لبیک لبیک یا رسول اللہ لبیک کے نعرے لگانے لگتے۔

یہی علامہ صاحب کی ایک دینی جماعت تھی جس کا واحد مقصد اور ایک نکاتی منشور تھا ناموس رسالت اور عظمت محمد رسول اللہ کی حفاظت۔ اگر چہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ناموس کی حفاظت کا ذمہ اللہ کریم نے خود ''اِنَّا کَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ'' (سورہ حجر:۹۵) کے الفاظ سے لیا ہے اور اگر چہ آپ ﷺ اپنی امت کے اس سلسلے میں عمل و تحریک سے بے پرواہ ہیں تاہم حقیقت یہ بھی واضح ہے کہ ہر موقعہ پر آپ ﷺ کے صاحب ایمان امتیوں نے اپنے ایمان کا حق ادا کرتے ہوئے گستاخوں بے ادبوں اور بے دینوں کا قلم سے زبان سے حتی کے گولی، تلوار سے بھی محاسبہ کیا ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو ناموس مصطفی ﷺ کے تحفظ کی ایک تاریخ ہے وہ پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔

نبی کا دشمن بے عزت ہے بے ایمان کمینہ
لعنت لعنت لعنت اس پر ہر قدم ہر زینہ

علامہ خادم حسین رضوی کی رسول اللہ ﷺ سے عقیدت و محبت اور عشق کا عالم ایمانی عالم اس رباعی کے بیان کے مطابق ہے

نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا زکوۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

بس اس جذبہ ایمانی کی شدت کے تحت آپ کے قول و فعل میں تلخی اور کڑواہٹ تھی۔ وہ خوبی ہے خامی نہیں، وہ ایمان ہے بے ایمانی نہیں۔ وہ گہرا تعلق اور تمسک ہے محض واجبی بات نہیں۔ وہ عظمت ہے گراوٹ نہیں۔ مخالف جو مرضی کریں سمجھتے رہیں اس سے علامہ خادم حسین رضوی کے اصول و کردار پر کوئی فرق نہیں پڑتا، مولانا زبانِ دل سے یہی کہتے نظر آئیں گے

لاکھ برا مجھ کو کہیں لاکھ بے ادب پکاریں
عشق نبی سے خوب جڑی ہیں میرے ایمان کی تاریں

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے بارے میں بلا جھجھک کہا جا سکتا ہے کہ

آیا اور چھا گیا

پھر اس کی موجودگی میں تمام بزعم خود فضلاء و اکابرین بونے بونے لگنے لگے کیونکہ ان کے نام ہماری عقیدتوں کو اچھے لگتے تھے اور مولانا کے احوال و اقوال اور جذبات و خیالات ہمارے ایمانوں کو اچھے لگتے ہیں۔ حاشا وکلا کسی کی تنقیص میرا مطلب نہیں لیکن موازنہ کریں تو یہی سب ثابت ہوگا۔ غازی اسلام ممتاز حسین جو ایک گستاخ و بے باک و بدزبان کو اپنے عشق و ایمان کی شدت کے تحت مار کر پھانسی کے پھندے پر جھول گیا اور زبان حال سے کہتا گیا

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

غازی صاحب کو نبی کریم ﷺ کی عشق وعقیدت سے محروم حکمرانوں نے اچانک اور راتوں رات پھانسی کے پھندے پر لٹکا کر یہ سمجھ لیا کہ معاملہ ختم ہو گیا ہے اور غیر ملکی کفریہ طاقتیں اب خوش ہو گئی ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ غازی ممتاز حسین کے ناحق قتل کی کوکھ سے ایک ایسی تحریک نکلے گی جو ان حکمرانوں کی امیدوں اور خوشیوں کو ملیا میٹ کر دے گی۔ وہ تحریک نکلی اور خوب سج دھج سے نکلی اور اس کا نام ہے "تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ" اس کے بانی اور روح رواں تھے حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ۔ پھر اس تحریک نے واقعتاً ہمارے حکمرانوں اور غیر ملکی مبصرین کو حیران وششدر کر دیا کہ ۲۰۱۷ کے ناموس رسالت کے سلسلے میں دھرنے میں کامیابی کے فوراً بعد تحریک لبیک یا رسول اللہ نے سندھ اسمبلی میں دو نشستیں حاصل کیں۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی نشستوں کے لیے دیگر امیدواروں کے مقابلے میں زیادہ ووٹ لیے۔ تحریک انصاف موجودہ حسب اقتدار نون لیگ اور پیپلز پارٹی یا بھٹو پارٹی کے بعد تحریک لبیک یا رسول اللہ میدان سیاست میں چوتھی بڑی سیاسی پارٹی بن کر ابھری۔ پاسبان ختم نبوت اور محافظ ناموس رسالت میں دو تین سال کے عرصے میں ۲۰۱۷۔ ۲۰۲۰ تمام سیاسی پارٹیوں اور سیاسی حکمرانوں کو ناکوں چنے چبوا دیے اور یہ ثابت کر کے دکھا دیا

ایمان کے متوالے چھا جاتے ہیں لے لیتے ہیں
دین بھی دنیا بھی اور آخرت سامان بھی

مولانا رضوی مرحوم حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث بھی تھے اردو، عربی، فارسی اور پنجابی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ زبان میں قدرتی ایک گھن گرج اور دبدبہ تھا۔ جب آپ ایک ہاتھ میں مائیک تھامے اور دوسرے ہاتھ سے باڈی لینگویج کا کام لیتے تو اپنے مخاطبین کے دل و دماغ پر چھا جایا کرتے۔ علامہ اقبال کا فارسی کلام خوب روانی سے اور برمحل پڑھتے تھے کہ یوں لگتا تھا جیسے یہ کلام گفتگو کے اسی موقع محل کے لئے نازل کیا گیا ہے اور علامہ کے قلم سے تحریر میں آیا ہے۔

اکتوبر ۲۰۱۷ میں نواز شریف کی عباسی حکومت نے قومی اسمبلی میں بطور ممبر قومی اسمبلی درخواست فارم میں ختم نبوت کے حلف نامے میں تبدیلی کی اور قادیانیوں اور قادیانی نوازوں کی خواہشوں پر عملدرآمد کی کوشش کی۔ علامہ خادم حسین رضوی نے محبان لبیک یا رسول اللہ کے ساتھ ۱۷ روز تک اسلام آباد، راولپنڈی کے سنگم پر دھرنا دیا اور بے ادب حکمرانوں سے اپنے مطالبات منوا کے اٹھے، نہ گولیوں کی پرواہ کی نہ لاٹھی چارج سے ڈرے اور نہ آنسو گیس کی شیلنگ سے ڈر کر بھاگے، آگے آخر کار حکومتی کارندے جھک گئے اور علامہ کی تینوں شرطیں مان لی گئیں۔

اول: حلف نامہ میں کی گئی ترمیم واپس لی گئی اور اسے پرانی شکل میں بحال کیا گیا۔

دوم: ذمہ دار وزیر قانون زاہد حامد سے استعفٰی لیا گیا۔

سوم: اسیروں کو رہا کیا گیا اور مقدمات واپس لئے گئے۔

کافروں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کا ایمان جانچنے کے لیے ہر چار، چھ ماہ بعد حضرت محمد مصطفی ﷺ کی گستاخی کا شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں۔ اسی سال ۲۰۲۰ میں فرانس میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے گستاخانہ خاکے چھاپے گئے اور فرانس کے صدر نے خود ان گستاخانہ خاکوں کو چھاپنے کا سرکاری اہتمام سے اعلان کیا۔ اس پر پوری مسلم دنیا میں ہاہا کار مچ گئی۔ جلوس، ریلیاں، جلسے، احتجاجی کانفرنس، احتجاجی پیغامات کی فرانسیسی سفارت خانوں کو ترسیل حتی کہ ترکی نے تو فرانسیسی سفارت خانہ بند کر دیا اور فرانس سے اپنا سفیر واپس بلا لیا۔ ہمارے حکمران رسمی سا بیان جاری کر کے دم سادھ کے بیٹھ گئے۔ علامہ رضوی کا ایمان حرکت میں آیا اپنے ایمانی قافلے کو ساتھ لے کر ایک بار پھر فیض آباد راولپنڈی اور اسلام آباد کے سنگم پر خیمہ آرا ہوئے۔

یہ دھرنا بھی تقریباً ۳، ۴ دن جاری رہا۔ آخر میں پولیس گردی بھی ہوئی، پھر حکمرانوں کو خواب خرگوش سے ہوش آیا اور علامہ صاحب کے ساتھ مذاکرات ہوئے اور فرانس سے سفارتی تعلقات توڑنے کے معاہدہ پر حکومتی نمائندوں اور علامہ رضوی نے دستخط کیے جس پر توثیقی دستخط اس وقت کے پاکستان کے وزیر داخلہ بریگیڈیئر اعجاز احمد شاہ آف ننکانہ صاحب نے بھی کیے۔ علامہ خادم رضوی ان لوگوں سے نفرت کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں شوشہ بھر لسانی، فکری اور عملی بے ادبی کا ارتکاب کریں۔ آپ امام احمد رضا خان بریلوی قادری کی طرح رسول اللہ ﷺ کو بڑا بھائی، بشر، بے اختیار نبی، یہاں مردہ وہاں زندہ، ہر جگہ مردہ صرف اعلی علیین میں زندہ، بے علم سمجھنے والے گروہوں کے حق میں شمشیر براں تھے۔ اگر عشق محمد ﷺ کی فراوانی میں آپ کا لہجہ تلخ آپ کے الفاظ کاٹ دار اور آپ کا رویہ متنفرانہ تھا تو یہ عین جائز اور فطری بات ہے جس کو مسلک دیوبند کے مشہور عالم اور صوفی مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی تسلیم کیا ہے۔ مولانا رضوی علامہ اقبال کے اس شعر کی تصویر تھے

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مولانا رضوی نے سرکاری نوکری کو لات ماری مگر اپنے عشق محمد ﷺ کی دولت سے دست کش ہونا قبول نہ کیا۔ خادم رضوی خطیب تو پہلے بھی تھے، عالم دین تو پہلے بھی تھے، مذہبی فکر کے حامل تو پہلے بھی تھے، مگر آپ کا نام اس وقت بلند ہوا جب آپ ناموس رسالت کے مسئلہ پر میدان کارزار میں آئے۔ موجودہ حکومت نے انہیں چار، چھ ماہ محبوس بھی رکھا مگر ان کے پائے استقلال میں کوئی کمزوری نہ آئی۔ جونہی آپ حکومتی گرفت سے آزاد ہوئے آپ وہی پہلے والے خادم حسین رضوی تھے جن کا کردار یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی طرف گستاخانہ آنکھ، ہاتھ، قدم اٹھانے والا ہر بزعم خود مسلمان انکا دشمن تھا۔ دوسرے دھرنے کا معاہدہ ہو جانے کے فوراً بعد آپ کی اچانک بیماری اور پھر موت نے ہر ایمان والے بلکہ تمام فرقوں اور مذہبی گروہوں اور

مسالک کے نمائندوں کو غمزدہ کردیا اور آپ کا جنازہ وہ تو ماشاءاللہ آپ کے ایمان اور بخشش پر گواہ تھا، اور حضرت امام احمد بن حنبل ل کے الفاظ کی ناقابل تردید تصویر تھا۔

یعنی ہمارے جنازے ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے کہ کون علی صراط المستقیم ہے اور کون علی صراط الجھنم ہے۔

آپ کے بارے میں یہ شعر بے خوف وتردد کہا جاسکتا ہے

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ذرا دیکھنا یہ شعر بھی کہیں آپ کے بارے میں ہی تو نہیں ہے

مت سہل اسے جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

یہ شعر بھی علامہ رضوی صاحب پر پوری طرح صادق آتا ہے

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا



عاشق رسول ﷺ کا جنازہ

سجاد میر

میرے منہ سے بے ساختہ نکلا یہ ایک عاشق رسول ﷺ کا جنازہ تھا۔ اسے محض مسلمانوں کا اجتماع نہ سمجھو یہ عاشقان رسول ﷺ کا اجتماع تھا۔ اس بنیادی سے نکتے پر ذرا گہرائی سے غور کرو تو اس راز کو پا سکو گے کہ اسلام کس چیز کا نام ہے۔ کہتے ہیں یہ لاہور کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ صرف جنازہ ہی نہیں ایسا اجتماع بھی چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا۔ مجھے احمد بن حنبل کا ایک قول یاد دلایا گیا کہ کسی عالم کی دربار حق میں قبولیت کا اندازہ لگانا ہو تو اس کی نماز جنازہ سے لگاؤ۔

میں نے سید مودودی کی نماز جنازہ کراچی میں پڑھی تھی' لاہور کے ہجوم سے واقف نہ تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے جنازے میں شریک ہوا تھا اور ان پر رشک آیا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے دل میں اس بات کی دعا مانگی تھی کہ مرے مولا میں اس شخص کا ایک عالم کے طور پر کسی طرح سے قائل نہ تھا' مگر آج گواہی دیتا ہوں اور دل سے گواہی دیتا ہوں کہ یہ خلق خدا بتا رہی ہے کہ یہ بارگاہ الٰہی میں ایک مقبول بندہ تھا اور یہ خادم حسین رضوی کا جنازہ تو ایسا جنازہ تھا کہ انسانوں کا ایسا ہجوم نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔ حق ان کی مغفرت کرے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم ان کے مقام کو سمجھ سکیں۔

میں نے کہا یہ ایک عاشق رسول ﷺ کا جنازہ تھا۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ یہ اسلام کے ایک عالم کا جنازہ تھا مجھے بتانا یہ ہے کہ دین اسلام کی بنیاد عشق رسول ﷺ پر ہے۔ اسلام کسی شخصیت پرستی کا قائل نہیں مسلمان عیسائیوں کی طرح اپنے پیغمبر کے نام سے نہیں پہچانے جاتے' وہ محمڈن نہیں کہلاتے۔ شخصیت پرستی' اور ہیرو ورشپ کی ہمارے ہاں کوئی گنجائش نہیں' مگر اپنے رسول ﷺ سے محبت میں مسلمان کسی چیز کو خاطر میں نہیں لاتے۔

میں تو کہا کرتا ہوں کہ قرآن بھی آپ کو عشق رسول ﷺ کے بغیر درست طور پر سمجھ نہیں آسکتا۔ آپ عربی کے کتنے بڑے عالم ہوں' آپ نے دنیا جہاں کا فلسفہ اور مختلف علوم پڑھ رکھے ہوں۔ آپ دینی علوم کے شناور ہوں' آپ کچھ بھی ہوں۔ مگر آپ میں عشق رسول ﷺ کا جذبہ نہیں تو قرآن بھی آپ سے کلام نہیں کرے گا۔ بالکل نہیں کرے گا۔

مرے مرشد اقبال نے کہا تھا:

بمصطفی رساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

مصطفی تک پہنچنا ہی دین ہے۔ اگر یہاں نہ پہنچے تو آپ جتنے بڑے عالم بھی بن جائیں آپ بولہب کے بولہب رہیں گے۔

یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہ جو خادم حسین رضوی تھے۔ یہ دو روایات کے امین تھے۔ ایک تو علمی روایت جو اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا سے جا ملتی ہے۔ یہ جس مدرسے کے فارغ التحصیل ہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ وہ مولانا عبدالقیوم ہزاروی نے قائم کیا تھا۔ یہ مولانا سردار احمد محدث اعظم پاکستان کے شاگرد تھے اور مولانا سردار احمد کی نسبت براہ راست اعلیٰ حضرت سے تھی۔

ہم بچپن میں حضور کی نسبت سے ان کی علمی شان کے بارے میں سنا کرتے تھے۔ میرے شہر ساہیوال میں ایک ان کے شاگرد تھے دوسرے مولانا نوراللہ محدث بصیر پوری کے۔ یہ اہل سنت کی مزاج تھے۔ یہاں سے یہ نسبت اپنی تمام شدت کے تحت اس مرد مجاہد کو منتقل ہوئی۔ انہیں پہلی شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب ممتاز قادری کے جنازے پر راولپنڈی شہر کے گلی کوچوں میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی اور اس اجتماع کی قیادت خادم حسین رضوی کر رہے تھے۔

اہل دانش بحث کرتے رہے کہ ممتاز قادری کا اقدام درست تھا یا نہیں۔ وہ یہ سوچتے رہے کہ اس نے سلمان تاثیر کو درست قتل کیا یا غلط، وہ شور کرتے رہے کہ سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھانے سے علماء نے انکار کر کے غلط کیا یا صحیح، مگر اس دن خلق خدا کا ازدھام نے ثابت کر دیا کہ عاشقان رسول ﷺ کیا کہتے ہیں۔

لاہور میں اس روایت کا دوسرا سرا بھی ایک شہید عشق رسول ﷺ سے ملتا ہے۔ وہ غازی علم الدین شہید کا جنازہ تھا۔ اس وقت شہر چھوٹا تھا۔ رسل و رسائل کے ذرائع بھی نہ تھے مگر اس زمانے کے پیمانوں کے لحاظ سے یہ اتنا بڑا جنازہ تھا کہ برسوں یاد رکھا گیا۔ لوگ تذکرہ کرتے رہے کہ قانون کی نظر میں جو شخص مجرم تھا عاشقان رسول ﷺ کی نظر میں اس کی شان کیا تھی۔

علامہ اقبال خود اس کی قبر کے انتظام میں شریک رہے اور ان کا یہ نعرہ آج بھی زمین و آسمان پر گونج رہا ہے کہ ترکھان کا بیٹا ہم سب پر بازی لے گیا۔ غازی علم الدین شہید کی روایت عشق کی روایت تھی، ممتاز قادری تک اس روایت کا چرچا رہا۔ خادم حسین رضوی کی شکل میں اسے ایک شعلہ بیان مقرر مل گیا۔ جس کے زبان و بیان کے پیرایوں پر اعتراض ہوتے رہے مگر مقبول حق اس کی ادائیں اتنی پسند کی گئیں کہ شاید برصغیر کی تاریخ میں انسانوں کا ایسا اجتماع کبھی نہ ہوا ہو۔

کسی کو خیال نہ تھا کہ حکومت کہہ رہی کہ کورونا کا خیال رکھو کوئی رکاوٹ راہ میں حائل نہ ہوئی۔ شدید بخار کی حالت میں وہ راولپنڈی دھرنا دے کر بیٹھے تھے کہ عشق رسول ﷺ کا معاملہ تھا۔ فرانس سے بری خبریں آ رہی تھیں۔ ان کی ایک تقریر آج کل بہت چل رہی ہے کہ پہلے دھرنے پر انہیں کس نے بھیجا تھا۔ قطع نظر اس بات کے انہوں نے اس بار مذاکرات سے انکار کر دیا تھا اور بالآخر اپنی شرائط مان کرا اٹھے تھے۔

ان کے جذبے کی شدت سے ان کے اپنے بھی خوفزدہ تھے۔ مگر کوئی انہیں راہ سے ہٹا نہ سکا۔ جب وہ واپس لاہور پہنچے تو اسی بخار کی شدت میں اپنے رب کے حضور جا پہنچے۔ مجھے لگتا ہے کہ بارگاہ حق سے حکم ہوا ہوگا۔ فرشتو، مرے حبیب ﷺ کا عاشق صادق آتا ہے اس کا استقبال کرو۔ سیاسی طور پر وہ میدان میں اترا تو سب کے بندوبست دھرے کے دھرے رہ گئے، کراچی کی

سنی تحریک کا انداز اور ہے اگرچہ عشق رسولؐ میں وہ بھی بڑا مجمع اکٹھا کر سکتے ہیں مگر سیاسی طور پر نورانی میاں کے بعد دوسرے آدمی تھے جنہوں نے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا۔

پہلے انتخاب میں جب لاہور کے ضمنی انتخاب میں 7 ہزار ووٹ ملے تو یہ حافظ سعید جیسی تنظیم کے 5 ہزار ووٹ سے بھی زیادہ تھے اور جماعت اسلامی سے تو کئی گنا آگے تھے۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ مذہب کے میدان میں جمہور کی رائے کیا ہے۔ 2018ء کے انتخاب میں 22 لاکھ ووٹ لئے۔ یہ ملک میں پانچویں بڑی پارٹی تھی۔ لگتا تھا' پورے ملک کا نقشہ بدل رہا ہے۔ ان کے لوگ جس جماعت کا حصہ بن جاتے ان کی فتح یقینی ہو جاتی۔

اہل سیاست ان سے ڈرنے لگے تھے' جیسے علماء کا ایک گروہ اور ملک کی باگیں اپنے ہاتھ میں رکھنے والے بھی کانپنے لگے تھے کہ کہیں یہ بندہ طوفان برپا نہ کر دے۔ حق مغفرت کرے' یہ ایک عاشق رسولؐ کا جنازہ تھا۔ بس اس سے آگے مجھے ایک لفظ نہیں کہنا۔ بقول اوریا مقبول جان کے اقبال کے بعد ایسا عاشق رسولؐ انہوں نے نہیں دیکھا۔ مجھے نہیں پتا' صرف اتنا جانتا ہوں کہ حضور حق والے کی سب ادائیں قبول ہوئیں۔ جنازہ تو یہی بتاتا ہے۔



عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ارشاد احمد عارف

علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ میں انسانوں کے بے کراں ہجوم کو دیکھ کر امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یاد آیا' فرمایا:

''ہمارے بعد ہمارے جنازے فیصلہ کریں گے کہ حق پر کون تھا؟''

ہم سب نے تحریک لبیک کے سربراہ اور بریلوی مسلک کے عالم دین کی نماز جنازہ سمجھ کر قیاس کے گھوڑے دوڑائے' حافظ خادم حسین رضوی کی چار پانچ سالہ سیاسی جدوجہد کو عوامی مقبولیت کے ترازو میں تولا اور 2018ء کے انتخابات میں تحریک لبیک کی انتخابی ناکامی کے علاوہ لاہور کے دھرنے میں پیر افضل قادری کے غیر قانونی' غیر ذمہ دارانہ بیان اور حافظ خادم حسین رضوی کے تلخ لہجے' ترش انداز گفتگو کے تناظر میں دیکھا اور غلط اندازہ لگایا' نہ جانا کہ یہ عاشق رسول ﷺ کا جنازہ ہے تاجدارِ ختم نبوت کے ادنیٰ سپاہی اور حرمت و ناموس رسول (ﷺ) کے پہریدار کا سفر آخرت۔

چار پانچ دہائیوں سے پاکستان میں لادینی اقدار' مغربی تہذیب اور ہندوانہ ثقافت کی ترویج کے لئے منظم کوششیں جاری ہیں' سوشلزم' سیکولرزم اور لبرلزم سب کا مدّعا ''پاکستان کا مطلب کیا' لاالہ الااللہ'' کے نعرے کو پس پشت ڈالنا اور کلمہ گو شہریوں کے دل و دماغ سے جذبہ عشق رسول ﷺ محو کرنا ہے۔ فارن فنڈڈ این جی اوز نے مغربی ایجنڈے کو آگے بڑھایا اور میڈیا کے ایک حصہ نے جوش وخروش سے اس کی پذیرائی کی۔ اشرافیہ میں جدیدیت کی پذیرائی سے یہ سمجھا گیا کہ 1973ء کے آئین کی اسلامی شقوں کا خاتمہ ممکن ہے اور انسانی حقوق کے نام پر ناموس رسول ﷺ پر حملہ آور ہونا آسان۔

مسلم لیگ (ن) کے دور حکمرانی میں ایک مسلّمہ غیر مسلم اقلیت کی تالیف قلب کے لئے حلف نامہ تبدیل کیا گیا تو مقاصد واضح تھے' امریکہ و یورپ کی خوشنودی کا حصول اور پاکستان کے قومی تشخص میں غیر محسوس تبدیلی۔ قومی اسمبلی اور سینٹ میں موجود بعض مذہبی رہنماؤں نے محض میاں نواز شریف کی خوشنودی کے لئے ختم نبوت کے قلعے پر شب خون کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کیا مگر علامہ خادم حسین رضوی ڈٹ گئے اور فیض آباد کے دھرنے میں نہ صرف حکومت کو ان ترامیم کی واپسی پر مجبور کر دیا بلکہ وزیر قانون زاہد حامد کا استعفیٰ لے کر چھوڑا' فیض آباد دھرنا ختم کرانے کے لئے ریاستی طاقت استعمال ہوئی' ترغیب و دباؤ کے حربے آزمائے گئے مگر ٹانگوں سے معذور خادم حسین رضوی اپنے جانثاروں کے ساتھ ڈٹے رہے' ایک اہل حدیث عالم دین نے یہ کہہ کر خادم حسین رضوی کی استقامت کو سلام پیش کیا کہ!

''حکومتی رعب وطاقت کے سامنے جید علماء اور مشائخ کی ٹانگیں کانپنے لگیں مگر دونوں ٹانگوں سے معذور

خادم حسین رضوی پورے قد سے کھڑا رہا" ۔

پورے قد سے جو کھڑا ہوں یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

خادم حسین رضوی ایک جذبے' ایک ولولے' ایک شعلے کا نام تھا' بے ریا' بے لوث اور بے خوف عاشق رسول ﷺ ۔ مینار پاکستان کے سائے میں جمع ہونے والے لاکھوں لوگ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ میں شرکت سے زیادہ دنیا کو اپنے آقا و مولا حبیب خدا ﷺ سے دلی محبت' شیفتگی اور وابستگی سے آگاہ کرنے کے لئے جمع ہوئے اور رسول اللہ ﷺ و اسلام کی تضحیک و توہین میں مشغول مغرب کو بتایا کہ جب تک ہم زندہ ہیں اور ہمارے دل میں حب رسول ؐ کا جذبہ موجزن ہے پاکستان کا اسلامی تشخص تبدیل ہوسکتا ہے نہ ہم کسی کو حضور ﷺ کی حرمت و ناموس سے کھیلنے کی اجازت دے سکتے ہیں' خادم حسین رضوی محض استعارہ تھا' لاکھوں کلمہ گو مسلمانوں نے مینار پاکستان کے زیر سایہ اپنے وجود کا احساس دلایا' اپنی دھڑکنوں میں بسنے والے حبیب خدا ﷺ کی ذات اور ناموس پر جان قربان کرنے کا عہد کیا۔ نہ ہو جو عشق مصطفی تو زندگی فضول ہے غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے۔

خادم حسین رضوی ڈیڑھ دو سال سے ریاست کا معتوب تھا' میڈیا کی نظر کرم سے محروم اور مجاہدین سوشل میڈیا کے سب و شتم کا مرغوب موضوع' چند روز قبل فرانسیسی صدر کے گستاخانہ انداز فکر کے خلاف تحریک لبیک کے دھرنے کا مکمل بلیک آؤٹ ہوا مگر وہ کامیاب رہا کہ ذات رسالت مآب ﷺ سے وفاداری اور تاجدار ختم نبوت کی پہریداری کے طفیل عاشقان مصطفی ﷺ کے دلوں میں بستا تھا۔ ثابت یہ ہوا کہ ریاستی وسائل و اختیارات اور ریگولر و سوشل میڈیا کی طاقت سے کسی فرد کو مقبولیت کے بام عروج پر پہنچایا جاسکتا ہے نہ مخالفت اور پابندیوں سے عوام کے دلوں میں موجزن محبت میں کمی لائی جاسکتی ہے۔

ایک حدیث قدسی کے مطابق" جب اللہ تعالیٰ کو کسی شخص کی کوئی ادا پسند آجائے تو فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس شخص کی الفت خلق خدا کے دلوں میں ڈال دیں" یہ بنیادی طور پر اس شخص کی محبت نہیں' اس کے اللہ کو پسند ادا کی پذیرائی ہوتی ہے مینار پاکستان کے زیر سایہ بھی ایک درویش خدامست کے جذبہ حب رسول ﷺ کی پذیرائی کا اہتمام تھا۔ لاکھوں عاشقان رسول ﷺ کے اس اجتماع سے یہ تو واضح ہوا کہ گناہگار سے گناہگار پاکستانی مسلمان بھی بلا تمیز مسلک و مشرب حرمت و ناموس مصطفی کا محافظ و نگہبان اور عشق مصطفی کے خمیر میں گندھا ہے' یہاں کے عوام اپنی تمام تر بشری کمزوریوں کے باوجود اتحاد و وحدت کا محور اسلام اور ذات مصطفی ﷺ کو گردانتے ہیں اور اسی مرکز سے وابستہ رہ کر وہ عظمت رفتہ کی بحالی کا خواب دیکھتے ہیں:

بتاں رنگ و خوں کو توڑ کر یک رنگ ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

سادہ اطوار، درویش منش، بوریا نشیں خادم حسین رضوی نے چار پانچ سال کی سیاسی ریاضت میں ثابت کیا کہ

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے وہ کیا تھا؟

زور حیدر ، فقر بوذر ، صدق سلیمانی

خلیفہ ہارون الرشید نے ایک بار امام مالکؒ سے پوچھا کوئی شخص گستاخی رسولؐ کا مرتکب ہو تو اُمہ کیا کرے، آپ نے فرمایا اُمہ گستاخ کو سزا دے، خلیفہ نے کہا اگر وہ سزا نہ دے سکے تو؟ امام بولے پھر حضور کی ساری اُمہ مر جائے اسے جینے کا کوئی حق نہیں۔ خادم حسین رضوی اسلامیان پاکستان بلکہ اُمہ کو یہی باور کراتے اپنے خدا کے حضور پیش ہو گئے کہ اگر ہم گستاخان رسول سے بدلہ لینا درکنار، ان کا مُنہ بند نہ کر سکے، تو پھر ہمیں جینے کا کوئی حق نہیں، رسول اللہ ﷺ کو روز قیامت منہ دکھانے کے لئے اُمہ اپنا فرض ادا کرے یا غیرت سے چلّو بھر پانی میں ڈوب مرے۔ میرے اللہ کو در حبیب ﷺ کے چوکیدار کی شائد یہی ادا پسند آئی کہ اس نے ایک فقیر بے نوا کے جنازے کو تاریخ ساز و یادگار بنا دیا ؎

جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے

رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

خادم حسین رضوی مردانہ وار جیا، اچانک مرا تو زمانے بھر کو حیران کر گیا:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ علامہ خادم حسین رضوی کے جانشین مولانا سعد حسین رضوی کو اپنے والد کی طرح عشق رسولؐ کی شمع جلائے رکھنے اور تحریک تحفظ ناموس رسول ﷺ کا حقیقی پہریدار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ریاست، حکومت اور عوام کے لئے جنازے کا پیغام واضح ہے، پاکستان قریہ عشق محمد تھا، ہے اور رہے گا، عشق رسول ﷺ اسلامیان پاکستان کی قوت، طاقت، سرمایہ حیات اور زاد آخرت ہے، کوئی شک میں نہ رہے۔



عاشقِ رسول ﷺ کا سفرِ آخرت

انصار عباسی

اگرچہ ایک طرف علامہ خادم حسین رضوی مرحوم کی موت نے لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کو افسردہ کر دیا تو دوسری طرف اُن کی نماز جنازہ کے مناظر دیکھ کر دل خوش ہوا۔ مرحوم کی وفات پر صرف اُن کی جماعت کے پیروکار ہی دکھی نہیں تھے بلکہ ہر اسلام پسند دکھی تھا اور یہی حقیقت اُن کے جنازے میں شرکت کرنے والوں کی تھی۔ اِس کی وجہ صرف ایک تھی۔ دین اسلام کی نسبت اور عشقِ رسول ﷺ۔ اُن کی زندگی میں علامہ مرحوم کی حکمتِ عملی اور طریقۂ کار سے ہزار اختلاف کیا جاسکتا تھا اور کیا جاتا بھی رہا لیکن اِس میں کسی کو ذرہ برابر شک نہیں کہ مرحوم کا مقصد عظیم تھا، خالص تھا، جیسا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب اور مفتی عدنان کاکاخیل صاحب نے اپنے سوشل میڈیا پیغامات میں لکھا۔

تقی صاحب نے لکھا کہ!

علامہ کی وفات پر دِلی صدمہ ہوا، ختمِ نبوتؐ اور ناموسِ رسول ﷺ پر وہ ایک توانا آواز تھے۔

کاکاخیل صاحب نے لکھا کہ!

علامہ کے سانحۂ انتقال نے سب کو غمزدہ کر دیا، اُن کا خمیر عشقِ رسول ﷺ سے گندھا ہوا تھا اور بلاشبہ وہ ملک میں ناموسِ رسالتؐ اور تحفظِ ختمِ نبوتؐ کی سب سے گرجدار اور بے خوف آواز تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے اُن کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ جنازے میں شرکت کرنے والے لاکھوں میں تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ سارا پاکستان اُمڈ آیا ہے۔ مینارِ پاکستان کا وسیع میدان، اُس کے ارد گرد کا سارا علاقہ، سڑکیں، جس طرف نظر دوڑائیں لوگ ہی لوگ نظر آ رہے تھے۔ بلاشبہ مرحوم علامہ خادم حسین رضوی، جنہوں نے زندگی میں ختمِ نبوتؐ اور ناموسِ رسالتؐ کے عظیم مقاصد کے لئے خوب پہرہ دیا، اِس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی اُن کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والے عوام کے سمندر کے ذریعے تمام دنیا کو پیغام مل گیا کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی اِس دھرتی میں اور مسلمانوں کے لئے ختمِ نبوتؐ اور ناموسِ رسالتؐ وہ ریڈ لائنز ہیں جن کو کراس کرنے کی کسی صورت بھی کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔ علامہ رخصت ہو گئے لیکن اُن کی تاریخ ساز نمازِ جنازہ کے ذریعے یہ پیغام مل گیا کہ تمام تر روشن خیالی کی تحریکوں، مغرب کے دباؤ، ڈالرز سے چلنے والی این جی اوز کے پروپیگنڈہ اور سیکولرازم، لبرل ازم کے نعروں کے باوجود یہاں کے مسلمان اسلام

کے نام پر قائم ہونے والے پاکستان میں آج بھی اسلام کی نسبت کو ہی اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اُن کی اسلام کے لئے خدمات کو قبول اور اُن کی کوتاہیوں، غلطیوں، گناہوں کو معاف فرمائے، آمین!

علامہ خادم حسین رضوی مرحوم کے انتقال نے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کو بھی ایک کر دیا۔ صدر، وزیر اعظم، آرمی چیف سب نے علامہ کی موت پر افسوس کا اظہار کیا لیکن افسوس کہ لبرلز اور سیکولرز کا ایک طبقہ ایسی شدت پسندی کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہے اور اِس قدر نفرت اور بغض کی بدبو سے تر ہے کہ اعتراض کر اُٹھا کہ صدر، وزیر اعظم، آرمی چیف کیوں علامہ مرحوم کی موت پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں؟ اِس طبقہ کو اِس بات پر بھی بہت تکلیف ہوئی کہ لاکھوں افراد نے جنازہ میں شرکت کیوں کی۔ کچھ کو تو یہ بھی دکھ ہوا کہ دوسرے مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کیوں علامہ کے انتقال پر اتنے افسردہ ہیں اور کیوں سب جنازے میں شرکت کر رہے ہیں؟ ایک صحافی دوست سے بات ہوئی تو کہنے لگا کہ لبرلز اور سیکولرز کا یہ طبقہ لاعلاج ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس طبقے سمیت ہم سب کو ہدایت دے، آمین! میری دعا ہے کہ ہماری بڑی سیاسی جماعتوں کو بھی اِس موقع پر یہ احساس ہوا ہو کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے پاکستان اور یہاں کے رہنے والے مسلمانوں سے گزشتہ 73 سال سے بہت دھوکہ ہو چکا بلکہ اگر سچ بولا جائے تو یہ صرف عوام کے ساتھ دھوکہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے کیئے گئے اِس عہد کہ اِس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہوگا، سے روگردانی ہے جس کی سزا ہمیں مختلف صورتوں میں مل رہی ہے اور ہمیں ایک کے بعد ایک کرائسز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کب تک ہماری بڑی سیاسی جماعتیں مغرب کو خوش کرنے کے لئے پاکستان کے قیام کے مقصد سے روگردانی کرتی رہیں گی؟



عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ڈاکٹر اظہر وحید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحبِ نہج البلاغہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منسوب ایک قولِ بلاغت ہے، مفہوم جس کا یوں ہے کہ دنیا تمہیں برا سمجھے جبکہ باطن میں تم اچھے ہو، یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ دنیا تمہیں اچھا سمجھے جبکہ باطن میں تم برے ہو۔ فقر میں یہ قول بابِ ملامت کی توجیہہ ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ایک مردِ درویش ہمارے پڑوس سے رخصت ہوگیا اور اُس کی زندگی میں اُس کے مقام کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

میڈیائی حلقے اس کا تمسخر ہی اڑاتے رہے۔ سنی سنائی بات سننے اور کرنے والے اُس کے اندازِ تکلم پر ہی کلام کرتے رہے۔ ظاہر پرستوں کا حال ہر دور میں یہی ہوتا ہے، کسی فقیر درویش قلندر خدامست کی اِس دنیا سے دم واپسی باحسرت و یاس یہ کہتے نظر آتے ہیں ''ہمیں پہلے معلوم ہوتا تو اُن سے شرفِ ملاقات ہی کر لیتے۔ اُن کے جنازے کا حجم اور ہجوم۔۔۔۔ بلکہ ہجومِ عاشقاں اُس دنیا میں ان کی پذیرائی کا اندازہ بھی دیتا ہے اور اِس دنیا میں خلقِ خدا کے دلوں میں اُن کی وسعتِ حکمرانی کا بھی۔ کسی نے کسی کو نہیں بلایا، جس نے بلایا تھا اُس کا حکم دلوں پر چلتا ہے۔ پس مرگ مقبولیت صداقت کی بے بدل دلیل بھی ہوا کرتی ہے۔

بہت کم لوگوں کو اُن کی زندگی میں اندازہ ہوسکا کہ خادم حسین......حسینؓ کا سچا خادم تھا۔۔۔۔ خادم حسین دراصل خادمِ دین تھا۔ اہلِ ظاہر بھی دیکھ لیں'' اس قدر پُر اژدھام جنازہ ایک عوامی ریفرنڈم ہے...... یہ ایک ریفرنڈم ہے کہ اس ملک کے عوام حرمتِ رسولؐ اور ختمِ نبوتؐ کے معاملے میں کس قدر حساس ہیں۔ یہ اندرونی اور بیرونی عناصر کے لیے ایک واضح پیغام ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کے عوام ناموسِ رسالتؐ اور ختم نبوتؐ ایسے حساس معاملے پر کوئی سمجھوتا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ یہ اُن کے لیے ایمان اور کفر ہی کا معاملہ نہیں' بلکہ زندگی اور موت کا معاملہ بھی ہے۔ اب دنیا ڈھونڈے' وھیل چیئر پر بیٹھے اُس جسمانی معذور بابے کو۔۔۔ جس نے فکری معذوروں کو بابِ عشق کا سبک خرام راستہ دکھا دیا۔

ضلع اٹک سے تعلق رکھنے والا اعوان قبیلے کا یہ سپوت کسی مصلحت اور سیاست سے بے نیاز اپنی دھن میں ایک ہی نعرے پر پہرہ دیتا رہا۔ وہ نعرہ جو دین کی اساس ہے۔ ہم محمدیؐ ہیں اور عشقِ محمد ﷺ ہمارا دین ہے'' فداک روحی اُمّی و ابی یا رسول اللہ'' ۔۔۔۔ ہمارا کلمہ و ایمان ہی نہیں' لائحۂ عمل بھی ہے۔ ہمارا دین مکمل ہی اُس وقت ہوتا ہے جب سرکارِ دوعالم ﷺ کی اس حدیث پاک پر ہم پورے اتریں'' تم میں سے کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک میں اُس کے

نزدیک اس کی جان، مال اور اولاد سے بڑھ کر عزیز نہ ہو جاؤں"

اگر اِس حدیثِ پاک پر غور کر لیا جائے تو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے لائحہ فکر و عمل مکمل طور پر واضح ہو جاتا ہے۔ ہمارا دین عشقِ ذاتِ محمد ﷺ سے شروع ہوتا ہے اور اسی ذاتِ والاصفات پہ وارفتگی پر ختم ہو جاتا ہے۔ "لا الہ الا اللہ" پر کسی کو کسی سے کوئی تعرض نہیں، اصل دین تو "محمد رسول اللہ" سے شروع ہوتا ہے۔ "محمد ابن عبداللہ" کی حد تک ہر غیر مذہب کا سلیم الفطرت انسان آپؐ کی ذاتِ بابرکات کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ کفارِ مکہ بھی صادق اور امین تسلیم کرتے تھے۔ گویا غیر بھی صفت کی تعریف کرنے پر مجبور ہیں، اپنوں کی یہ پہچان کہ اپنے ذات کو تسلیم کرتے ہیں اور ذات پر دل و جان پر فدا ہوتے ہیں۔ "محمد رسول اللہ" کا عنوان دراصل خالق اور مخلوق کے درمیان واحد واسطہ اور وسیلہ ہونے کا اعلان ہے۔

شارع کی حیثیت سے شاہراہِ حیات پر اصول و کلیات کا تعین ذاتِ محمدیؐ متعین کرتی ہے۔ اب تا قیامت تمام انسانوں کے لیے اور ہر زمانے کے لیے حُجّتِ قطعی "محمد رسول اللہ" ہیں۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے کی وجہ سے علّامہ خادم حسین اپنے نام کے ساتھ رضوی لکھتے تھے ...... "ر" پر زبر کے ساتھ۔ مختلف مسالک دراصل مختلف مکاتبِ فکر ہیں۔ یہ دین کو سمجھنے کے مختلف شعوری درجے ہیں۔ مکاتبِ فکر میں اختلاف اگر افتراق میں تبدیل نہ ہوئے تو فکری اختلاف باعثِ رحمت ہے، وگرنہ سراسر زحمت! اختلاف صرف برداشت کے ساتھ رحمت ہوتا ہے، عدمِ برداشت اسے زحمت میں بدل دیتی ہے۔

اختلافِ فکر ایک فطری عمل ہے اور فکر کی نمو کے لیے ضروری بھی ہے۔ فکری اختلاف دراصل فہم کے نئے زاویے کھولتا ہے۔ نزولی حقیقت جب صعودی عقول کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو لامحالہ اِس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے، اِس سے نکلنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ براہِ راست نقطۂ نزول کی طرف رجوع کیا جائے لیکن یہ باطنی طریقت کا نکتہ ہوگا۔ باطن کی حقیقت سمجھنے کا راستہ خود باطن ہی ہوتا ہے ...... سُبک، پُرخطر ...... لیکن خطا سے پاک!! ظاہر میں موجود آلاتِ سمع و بصر سے باطن سمجھنے کی کوشش بس ایک فکری کوشش ہے اور فکری کوشش ایک بشری عمل ہے، اور بشر کسی حال میں خطا کے خطر سے پاک نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف اور صرف معصومیت و عصمت کا جہان ہے، جہاں فطرت کا انعکاس بلا کم و کاست ہوتا ہے۔ تمہید ہمیشہ طولانی کر دیتا ہوں، آج کا کالم دراصل ایک حاضری ہے ...... قلمی حاضری۔ ایک مردِ درویش اور سچے عاشقِ رسولؐ کی نمازِ جنازہ میں حاضر نہ ہو سکا بوجوہ ناسازیٔ طبع ...... اس لیے ضروری سمجھا کہ اپنی قلمی حاضری لگوا لی جائے تاکہ عاقبت کے لیے کچھ زادِ راہ میسر آسکے۔ اگرچہ تعداد صداقت کا معیار نہیں لیکن دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ آخر یہ تعداد کن افراد پر مشتمل ہے۔ اگر کلمہ گو ایک بڑی تعداد میں نکل کر کسی کے حق میں کلمۂ خیر کہہ دیں، تو یہ زبانِ خلق نہیں بلکہ نقارہ خدا ہے۔ خادم حسین رضویؒ کے طریقِ تکلم اور طریقہ کار سے اختلاف ہو تو ہو لیکن اُن کے مقصد پر کسی کو کوئی اختلاف نہ تھا۔ اپنے مقصد سے غیر متزلزل وابستگی اس معذور شخص کا طرۂ

امتیاز تھا جس نے اپنی معذوری کو مجبوری نہیں بننے دیا۔استقامت کے اس کوہِ گراں کے جنازے میں لاکھوں کی تعداد میں خلق خدا کا اُمڈ آنا ایک درجہ قبولیت ہے۔سنا ہے شہرِ لاہور نے اپنی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ دیکھا ہے۔پس مرگ اِن کے مسلک کے مخالفین بھی اِن کے حق میں غیر مشروط کلمۂ خیر کہے بغیر نہ رہ سکے۔اِس شخص نے ناموسِ رسالتؐ پر اس وقت پہرہ دیا جب لوگ کشمکش و پیچ میں مبتلا تھے۔

کہتے ہیں علامہ صاحب شدت پسند تھے،وہ شدت پسند صرف محبت میں تھے۔محبت میں شدت کا نام عشق ہے اور عشقِ نبیؐ ہی دین کا معیار ہے۔مرشدی حضرت واصف علی واصف کا ایک نعتیہ شعر ہے

دین کیا ہے عشقِ احمدؐ کے سوا
دین کا بس اک یہی معیار ہے

خادم حسین رضویؒ اس معیار پر پورے اترے۔عشقِ رسولؐ کا تقاضا حرمتِ رسولؐ اور ختمِ نبوتؐ پر غیر مشروط پہرہ دینا ہے،اور یہ فقیر تمام عمر اِس مشن پر ڈٹا رہا۔ملامت کی گلی سے گزرنا اخلاص کا امتحان ہوتا ہے۔علامہ خادم حسین رضویؒ اخلاص کے اس امتحان پر بھی پورے اترے۔

ایک اعلیٰ پائے کے عالم دین،عربی گرائمر اور علم الحدیث کے بہترین ماہر اِس شخص نے محض ایک عالم دین ہونے کا پروٹوکول بھی کبھی وصول نہ کیا۔عربی کے اساتذہ کہتے ہیں کہ عربی دانی میں نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔عربی اور فارسی دونوں پر عبور تھا۔کلام اقبالؒ گویا حفظ کر رکھا تھا۔انداز عوامی تھا اس لیے عوام الناس اُن کے علمی قد کاٹھ سے آگاہ نہ ہو سکے۔

میری نظر میں وہ ایک ملامتی فقیر تھا،جس کا بھید اُس کے جانے کے بعد کھلا۔حضرت علی ہجویری الجلابی المعروف داتا گنج بخشؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "کشف المحجوب" میں حضرت ذوالنون مصریؒ کی بابت لکھتے ہیں کہ اہلِ مصر آپؒ کے حال اور جمال سے بے خبر تھے،جس رات آپؒ کا وصال ہوا اُسی رات شہر میں ستّر اولیا نے خواب میں سرکارِ دوعالمؐ کی زیارت کی۔عوام الناس کو جناب ذوالنون مصریؒ کی قدر و منزلت سے آگاہ کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے ایک جھنڈ کی صورت میں پرندے بھیج دیے جو آپؒ کے جنازے پرُ پَر سے پَر ملا کر سایہ کر رہے تھے۔اگر بادلوں کا سایہ ہوتا تو لوگ اسے قدرتی واقعہ سمجھ لیتے۔

اِس عاشق رسولؐ نے صرف محبت کا دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ اِس دعوے کو ثابت بھی کر کے دکھا دیا۔وہ عاشق صادق تھا۔لاکھوں مریدین و معتقدین کی موجودگی میں ڈیڑھ مرلے کے گھر میں قیام کرنے والا اور سوکھی روٹی پر اچار کی پھانک رکھ کر کھانے والا یہ درویش عشق و محبت کا ایک نیا معیار قائم کر گیا۔راہِ عشق و وفا میں مالی و معاشرتی مفاد کی طلب صداقت کی نفی ہے۔اِس وقت میں علامہ صاحب کے اندازِ تکلم پر کلام نہیں کروں گا۔۔۔ہمارے باباجی واصف علی واصف فرمایا کرتے کہ جب کسی کو قبول کر لیا جاتا ہے تو اُس کو تمام خامیوں سمیت قبول کیا جاتا ہے۔عزت خدائی رازوں میں سے ایک راز ہے۔خدا جب کسی کو عزت دیتا ہے تو مخلوق کے دلوں میں اس کی محبت نافذ کر دیتا ہے۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

وہ گیا تاروں سے آگے

محمد سلیم رضوی

حضرت امیر المجاہدین فنافی خاتم النبیین مظہر جلال غوث اعظم استاذ العلماء شیخ الاسلام والمسلمین شیخ الحدیث والتفسیر علامہ حافظ خادم حسین رضوی 4 ربیع الثانی 1441ھ 19 نومبر 2020ء کو اس دار فانی کو الوداع کہہ کر رخصت ہو گئے۔ آپ کی اچانک رحلت کی خبر آپ کے لاکھوں وابستگان وعقیدت مندوں کے دلوں پر بجلی بن کر گری۔ ہر ایک اس کیفیت میں تھا کہ اُسے اس خبر کی صداقت کا یقین نہیں ہوتا تھا۔ ہر شخص یہی کہتا نظر آیا کہ ’’یقین نہیں آرہا‘‘ خود میرا بھی یہی حال تھا۔ دل تسلیم کر لینے کو تیار نہیں تھا۔ حضور امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم قائد تھے۔ آپ نے اپنی زندگی خدمت دین بالخصوص ناموس رسالت وعقیدہ ختم نبوت اور ملک عظیم پاکستان میں نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کی جدوجہد کے لئے وقف کر دی تھی۔ وہ ہر اس آواز کا جواب دیتے تھے جو دین مصطفی ﷺ کے خلاف بلند ہوتی تھی۔ وہ ہر اس قدم کے آگے آہنی دیوار کی طرح کھڑے ہوتے تھے جو دین اسلام کے خلاف اٹھتا تھا۔

ان کا لب ولہجہ، ان کا انداز، ان کا جلال باطل پر لرزہ طاری رکھتا تھا۔ وہ اسلاف کی روایات کے امین تھے۔ وہ علامہ فضل حق خیر آبادی مولانا کفایت علی کافی وغیرہ کے سچے جانشین و نائب تھے۔ ان کی قربانیوں اور جانفشانیوں کی داستان طویل ہے۔ قیدو بند کی صعوبتوں سے لے کر انتہائی ظلم وتشدد برداشت کرنے تک کبھی ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں ہوئی۔ وہ ہر گام مسکراتے ہوئے گزر گئے۔ بلکہ وہ ان عشاق میں تھے جنہیں تکالیف اگر محبوب کے نام پر ملیں تو لطف وسرور دیتی ہیں۔

باطل نے ان کو پسپا کرنے اور اپنے مشن سے باز رکھنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا بالآخر وہ ناکام ہو گئے۔ وہ ناقابل تسخیر تھے ان کو ڈرانے کے لئے باطل کے پاس جو سب سے بڑی چیز تھی وہ موت کی دھمکی تھی اور علامہ خادم حسین رضوی بھلا کب موت سے جو شہادت کی موت ہو، اس موت سے جو دین کی اقامت وغلبہ کی جدوجہد میں ملے، ڈرنے والے تھے۔ اللہ پاک کی مشیت کہ اُس نے اِس خادم دین مبین کو زندگی کے 54 سال عطا کئے۔ وہ ہم سے اس وقت رخصت ہو گئے جب ابھی قافلہ راہ میں ہی تھا۔ میں جب آنکھیں بند کر کے ان کی زندگی کے بارے میں غور کرتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے انہیں اپنے وصال کے وقت سے آگاہی تھے۔ اس لئے انہوں نے سالوں کا کام مہینوں میں کیا۔ ان کے کام کی رفتار وہ بھی عالم معذوری میں اتنی تیز تھی کہ اچھے اچھے اس تیزی سے دوڑ نہیں سکتے۔ ان کی مساعی جمیلہ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بس کام کام کرنا چاہتے تھے خود فرماتے تھے زمین کے اوپر کام کام اور زمین کے نیچے آرام۔ واقعی انہوں نے آرام نہیں کیا وہ مسلسل معذوری کے عالم میں سخت تکالیف جھیلتے رہے۔ متواتر ایسے واقعات ومشاہدات سننے میں آرہے ہیں جن سے یہ خیال موکد ہو رہا ہے کہ حضرت

اپنی رحلت کے نزدیک ہونے سے آگاہ تھے۔کل برادرم عزیزمن مولانا سید کاشف علی شاہ راشدی (امیر ضلع غربی، کراچی) سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی ایسے کئی واقعات ذکر کئے۔خود اپنے مشاہدات بیان کئے۔اور آج واٹس ایپ کے ایک گروپ میں یہ جملہ دیکھ کر تو یقین ہوگیا کہ اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ انہیں ان کے وصال کے وقت سے آگاہی دے دی جاتی ہے جیسا کہ کثیر اولیاء کے احوال میں ملتا ہے۔ ہاں یہ اور بات کے یہ حضرات اس راز کو ظاہر نہیں کرتے البتہ اشاروں کنایوں میں خبر دے دیتے ہیں۔

واٹس ایپ گروپ میں ملنے والی تحریر ملاحظہ کریں:

"سعد بھائی (حضرت کے بڑے صاحبزادے) اور بڑی باجی کی شادی 22 ربیع الاول کو فکس تھی..ماں جی (باباجی کی اہلیہ) فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کے باباجی سے کہا کہ ہم نے سعد کی شادی رکھی ہے اور آپ دوسری طرف مصروف ہیں تو باباجی نے جو جملے کہے قسم بخدا یہ صرف وہ ہی کہہ سکتے ہیں فرمانے لگے کہ سرکار دے خاکے بن رئے نے تے میں پتر دا ولیمہ کردا پھراں...ماں جی فرماتی ہیں کہ پھر کہنے لگے کہ ایہہ کم (شادی) میرے توں بغیر ہو جائے گا پر اوہ کم (دھرنا) میرے بغیر نہیں ہونا....

اللہ اللہ۔۔۔۔اس تحریر پر تبصرہ کرنے کے لئے میں اپنے پاس الفاظ نہیں پاتا۔ان کا آخری خطاب اس میں ان کے چہرے کی نورانیت، ان کا لہجہ اور ایک ایک لفظ یہ بتا رہا ہے کہ وہ جانتے تھے کہ وہ آخری تقریر کر رہے ہیں۔اللہ عزوجل ان کی مرقد پر تا قیام قیامت انوار کی برسات کرے۔ان کا جنازہ فلسفہ موت وحیات کی تشریح کر رہا تھا اور اعلان کر رہا تھا کہ وہ کبھی نہیں مریں گے۔زندہ ہو جاتے ہیں جو مرجاتے ہیں ان کے نام پر اب وہ اپنا مشن ہمیں سونپ گئے ہیں اور ہمیں ان کے خواب کی تکمیل کرنی ہے۔ان کے ارشادات وفرامین کو حرز جان بنانا ہے اور ان کے نقوش قدم کی اتباع کرنی ہے۔اللہ پاک ہمیں ان کی پیروی کی توفیق دے آمین



یارسول اللہ ﷺ خادم حاضر ہے

محمد ضیاء الحق نقشبندی

یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کا غلام حافظ خادم حسین رضوی حاضر ہے ۔ یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کے نام پر قربان ہو کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا ہوں ۔میری ٹانگیں کام نہیں کرتی تھیں لیکن میرا دل اور زبان مسلسل آپ ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت میں مشغول رہی ،دنیا مجھے دیوانہ مولوی اور نجانے کیا کیا کہتی رہی لیکن میں نے اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق گلی گلی ،قریہ قریہ ،گاؤں گاؤں ،شہر شہر غلامانِ مصطفی ﷺ کو بیدار کیا۔

یارسول اللہ ﷺ میرا آپ ﷺ کے ساتھ غلامی کا رشتہ تھا ،ہے اور رہے گا۔اعوان ہونے کے ناطے اولاد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوں ، میرے خلاف مقدمے ہوئے تو صرف اسی وجہ سے کہ میں دین اسلام کی بات کرتا اور دین کو تخت (حکومت) پر لانا چاہتا تھا محکمہ اوقاف سے جبراً ریٹائر کیا گیا لیکن حضور ﷺ میں نے لاکھوں روپے محکمہ اوقاف سے لینے سے انکار کر دیا جو تاحال محکمہ اوقاف کے اکاؤنٹ میں پڑے ہیں ۔میں جائیداد چھوڑ کر نہیں، عشق رسول ﷺ چھوڑ کر آیا ہوں، کمزور ٹانگوں اور طاقت ور زبان سے لبیک یارسول اللہ ﷺ کہتا رہا ،کہلواتا رہا۔مجھے اپنوں اور بیگانوں نے طعنے دیئے کہ میری زبان سخت ہے ،مانتا ہوں کہ زبان سخت تھی لیکن میں اہل بیت ؓ وصحابہ ؓ کی طرح آپ ﷺ کے عشق میں چور چور تھا۔میں علامہ فضل حق خیر آبادیؒ ،ارطغرل غازیؒ ،حضرت امام مالکؒ ،مولانا احمد رضا فاضل بریلویؒ کی طرح آپ ﷺ کے عشق میں ڈوبا ہوا تھا۔

یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کے عشق کی مستی میں یہ سب کہہ دیتا تھا ،غلام کی غلامی کو قبول فرمائیں۔مجھے اللہ کے قرآن اور آپ ﷺ کی سیرت یہاں لے آئی۔آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ جو مسلمان بروز جمعہ فوت ہو ،اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔

یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ ﷺ کا پڑوس چاہیے۔داتا علی ہجویریؒ کا غلام حاضر ہے۔یارسول اللہ ﷺ مسلمان تقسیم در تقسیم ہو رہے ہیں ،کرم فرمائیں۔اے خاصہ خاصان رسل ﷺ میری غلامی قبول فرمالیں ،میں نے ساری زندگی قلندرِ لاہوری حضرت اقبال کی شاعری سے عقیدہ توحید و رسالت ﷺ ،محبت رسول ﷺ اور امت کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کا درس دیا جو انہوں نے دیا تھا ،یارسول اللہ ﷺ غلام کی غلامی کو قبول فرمالیں۔

یارسول اللہ ﷺ جس محبت رسول ﷺ کا بیج کاشت کر کے آیا ہوں ،امید ہے اللہ کی مہربانی سے یہ درخت ایک دن تناور ضرور بنے گا۔یارسول اللہ ﷺ جس مقصد کے لئے ہمارے بڑوں نے قربانیاں دی تھیں ،اس طرز پر پاکستان کو نہیں چلایا جارہا ،یارسول اللہ ﷺ دین متین کو حکومت میں لانے کا خواہش مند تھا ،اپنے چاہنے والوں کی خیر فرمادیں۔سوادِ اعظم اہل سنت اکثریت میں ہونے کے باوجود سیاست میں ان کا کوئی کردار نظر نہیں آتا تھا ،یارسول اللہ ﷺ دین مصطفی ﷺ کو طاقت دیں

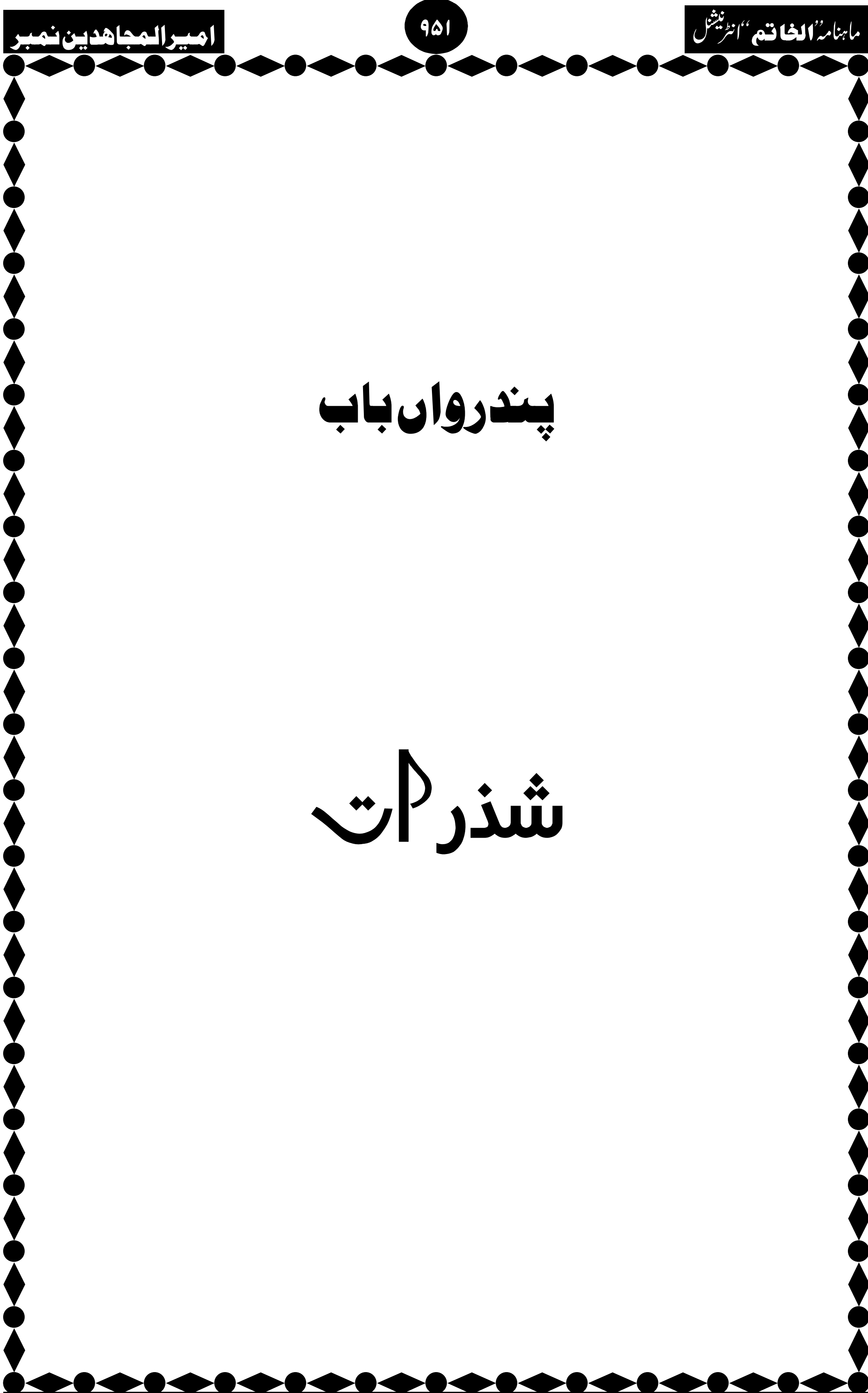
اورتحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ پر کرم فرمائیں۔اس تحریک کے امیر اور میرے بیٹے کو اپنے نقش قدم پر چلنے والا بنادیں۔

یارسول اللہ ﷺ اپنی محبت کو میری جماعت میں قائم رکھیے۔ یارسول اللہ ﷺ دنیا میرے اشارے پر نہیں، آپ ﷺ کی محبت میں ریلیوں، جلسوں اور دھرنوں میں آتی تھی۔میری آواز خاموش ہوئی لیکن آپ ﷺ کے چاہنے والے ہمیشہ آپ ﷺ کی غلامی میں جیتے اور مرتے رہیں گے۔

یارسول اللہ ﷺ میں مجدد الف ثانی ؒ کے اس قول کے مطابق محنت کرتا رہا کہ "رب تک پہنچنے کے لئے محبت رسول ﷺ ہی واحد راستہ ہے" مجھے گھسیٹا گیا، مجھے گریبان سے پکڑا گیا، میرے خلاف آنسو گیس استعمال کی گئی، مجھ پر اور میرے کارکنوں پر ربڑ کی گولیاں چلائی گئیں، مجھے 8 شہداء کے جنازے اٹھانے پڑے۔ یہ کچھ بھی نہیں کیونکہ مجھے حضرت صدیق اکبر کی طرح تنگ نہیں کیا گیا، حضرت امیر حمزہ کی طرح میرا جگر نہیں چبایا گیا، حضرت عبداللہ بن جحش کی طرح میرا کان اور ناک کاٹ کرانہیں رسی میں نہیں پرویا گیا، میدانِ اُحد میں حضرت انس بن نضر کی طرح مجھے تیروں سے چھلنی نہیں کیا گیا جن کی ہمشیرہ نے آپ ؓ کی انگلیوں کے گوشت سے آپ ؓ کو پہچانا تھا کہ یہ گوشت میرے بھائی حضرت انس کا ہے۔میرے جذبات صرف غلامی رسول ﷺ میں تھے۔میرا مقصد لوگوں کو آپ ؐ کے درِاقدس پر لانا تھا۔حضور ﷺ اپنی امت پر کرم فرمائیں۔آپ ﷺ کی اُمت آپ ﷺ کے سوا کہاں جائے؟۔

یارسول اللہ ﷺ آپ اس امت کے محافظ ہیں جن کی خاطر آپ ﷺ نے بروز قیامت سر سجدہ میں رکھ کر امت کی بخشش کے لئے اللہ کو راضی کرنا ہے۔حضور ﷺ آپکا فقیر، آپ ﷺ کا غلام حاضر ہے۔الیکشن میں میرے ساتھ دھاندلی کی گئی، میں نے دھرنا نہیں دیا۔میں نے فرانسیسی سفیر کو للکارتے ہوئے دھرنا دیا حالانکہ جس دن دھرنا دیا میرے بیٹے سعد حسین اور میری بڑی بیٹی کی اس دن شادی تھی۔عشق رسول ﷺ میں اولاد کی شادی بھول گیا۔میں معذور تھا، لاچار تھا، بے بس تھا، بے سہارا تھا، بیمار تھا، میں بیمار عشق رسول ﷺ تھا۔آپ ﷺ کا کرم محدود نہیں، آپ ﷺ کی لج پالی محدود نہیں، آپ ﷺ کی سخاوت محدود نہیں، حضور ﷺ وقت کم تھا لیکن اللہ نے ایسا کرم فرمایا، افراد ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔یارسول اللہ ﷺ حضرت خالد بن ولید کے مزار پر ایک دفعہ گیا تھا وہاں پڑھا کہ میری قبر پر آنے والے موت، تلواروں میں ہوتی تو میں چارپائی پر وفات نہ پاتا۔بہت تھک گیا ہوں، دنیا کی طویل 54 سالہ زندگی کے بعد سکون کی نیند ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سونا چاہتا ہوں۔مجھے دنیا میں زیادہ جینے کا شوق نہیں تھا۔شکر ہے، میں اسی غلامی، اسی قدم بوسی، اسی نسبت، اسی شفاعت کو پانے کے لئے اکثر تقریروں میں بھی کہا کرتا تھا کہ مجھے ہارٹ اٹیک ہو جائے، میری شریان پھٹ جائے اور میں جلدی آپ ﷺ کے قدموں میں پہنچ جاؤں، بس یارسول اللہ ﷺ اپنے نواسے شہید کربلا حضرت امام حسین ؓ کے صدقے خادم حسین کو قبول فرمائیں۔





پندرواں باب

شذرات

ماہنامہ"سوئے حجاز"لاہور

آہ!امیر المجاھدین مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

سال ۲۰۲۰ء کثرت اموات کے حوالہ سے اپنے دامن میں بہت سارے رنج وغم سمیٹ رہا ہے۔اسی سال کے آغاز میں ۱۸ مارچ ۲۰۲۰ء کو حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال ہوا،گویا علم و دانش اور تحقیق و تدریس کی مسند سونی ہوگئی اور اس کے بعد تو دنیا فانی سے گزر جانے والوں کی ایک لمبی قطار لگ گئی۔حضرت امیر المجاہدین مولانا خادم حسین رضوی ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء جمعرات کو اچانک رحلت فرماگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

روزنامہ نوائے وقت نے اپنے ادارتی نوٹ میں بجاطور پر ان کی گراں قدر خدمات کا اعتراف کیا ہے۔اخبار نے لکھا ہے کہ تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ علامہ خادم حسین رضوی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے،ان کی عمر ۵۴ برس تھی۔نماز جنازہ آج ہفتہ کو ۱۱ بجے دن مینار پاکستان گراؤنڈ میں ادا کی جائے گی۔انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا ہوا تھا۔انہیں عربی اور اردو کے علاوہ فارسی زبان پر بھی عبور تھا۔

علامہ خادم حسین رضوی ۲۲ جون ۱۹۶۶ء کو ضلع اٹک کے علاقہ نکہ توت میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم جہلم و دینہ سے حاصل کی جس کے بعد انہوں نے درس نظامی جامعہ نظامیہ لاہور سے مکمل کیا۔وہ لاہور میں جامعہ مسجد رحمۃ للعلمین میں رہائش پذیر تھے۔پسماندگان میں ایک بیوہ دو بیٹے چار بیٹیاں ہیں۔آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ،وزیراعظم عمران خان نے اہل خانہ سے تعزیت کی ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی نے ۲۰۱۷ء کے اسلام آباد میں دھرنے کے بعد سیاست میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ ۲۰۱۷ء میں انہوں نے تحریک لبیک پاکستان کی بنیاد رکھی۔سندھ اسمبلی میں پارٹی نے دو نشستیں حاصل کیں اور قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کی نشستوں پر امیدواروں نے خاصے ووٹ حاصل کیے۔تحریک انصاف،مسلم لیگ نون اور پیپلز پارٹی کے بعد تحریک لبیک ووٹوں کے لحاظ سے چوتھی بڑی پارٹی بن کر سامنے آئی تھی۔

ان کی سیاست سے اختلاف کیا جاسکتا ہے مگر بلاشبہ وہ عاشق رسول ﷺ تھے۔پاسبان ختم نبوت تھے۔خود کو رسول اللہ کا چوکیدار کہتے تھے۔ناموس رسالت کے حوالے سے جب کوئی معاملہ اٹھا تو وہ تڑپ اٹھتے تھے۔

فرانسیسی صدر کے گستاخانہ مؤقف پر انہوں نے اسلام آباد تک ریلی نکالی اور فیض آباد میں ایک بار پھر دھرنا دیا اور حکومت کے ساتھ مذاکرات میں اپنا مؤقف منوانے کے بعد دھرنے کے خاتمے کا اعلان کیا تھا۔اللہ تعالیٰ مولانا کو جوار رحمت میں جگہ عطا کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (شمارہ دسمبر ۲۰۲۰ء)

ماہنامہ "الاشرف" کراچی

امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ

ابوالمکرم ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی

دنیا میں بہت سے لوگ کم وقت کے لیے آتے ہیں لیکن بہت زیادہ کام کر جاتے ہیں۔ کچھ وہ ہوتے ہیں جن کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے لیکن کام بہت تھوڑا کرتے ہیں۔ اور کچھ وہ ہوتے ہیں کہ جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کسی خاص مقصد کے لیے پیدا کرتا ہے اور وہ مختصر وقت میں وہ کام کر جاتے ہیں کہ جو رہتی دنیا تک باقی رہتا ہے۔ انہی شخصیتوں میں ایک امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ تھے کہ جنہوں نے ابتدائی زندگی میں کوئی خاص شہرت حاصل نہیں کی لیکن اپنی زندگی کے آخری پانچ سال رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے گزارے اور اس مقصد کے لیے دن رات محنت کی۔

وہ سچے عاشق رسول تھے، انہوں نے اپنی ولولہ انگیز تقاریر کے ذریعے لوگوں میں عشقِ رسول ﷺ کا جذبہ بیدار کیا اور انہیں تحفظ ناموس رسالت کا سپاہی بنا دیا۔ وہ ایک بے باک خطیب تھے۔ جب ہالینڈ کے ایک بدبخت نے نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو انہوں نے ببانگ دہل اسے للکارا اور فرمایا کہ ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہیے۔ جو ہمارے آقا و مولا ﷺ کی شان میں گستاخی کرے۔

اسی طرح پاکستان میں جب مائک پر اذان دینے پر پابندی لگائی گئی تو انہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ جب چند مغرب پسند عورتوں نے میرا جسم میری مرضی کا فحش نعرہ لگایا تو اس وقت بھی امیر المجاہدین نے اس کے خلاف زبردست بیان دیا اور فرمایا کہ یہ ملک پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے یہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی چلے گی۔ غرض یہ کہ آپ ایک بے باک رہنما تھے اور ہر بات کھلے الفاظ میں کہتے تھے کسی کا ڈر اور خوف آپ کے دل میں نہیں تھا اور یہی بات آپ نے تحریک لبیک کے کارکنوں کو سکھائی اور الحمدللہ آج تحریک کا ہر کارکن خادم حسین رضوی ہے۔

تحریکی خدمات:

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ ایک بہترین مدرس اور جید عالم دین تھے۔ آپ کی تحریکی خدمات کا آغاز اس وقت ہوا جب ممتاز قادری کو گرفتار کیا گیا تو آپ نے تحریک رہائی ممتاز قادری شروع کی۔ اس میں آپ کے ساتھ علامہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی، پیر محمد افضل قادری اور دیگر حضرات تھے۔ آپ نے اپنے ایک انٹرویو میں فرمایا:

جب ممتاز قادری کو گرفتار کیا گیا تو ناموس رسالت قانون کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ہم نے ممتاز قادری کی رہائی کی

تحریک بھی شروع کر دی۔ یہ تحریک چلتی رہی، ریلیاں اور جلسے جلوس نکالے گئے، گرفتاریاں بھی ہوئیں، تاہم چند ماہ بعد عدالت نے ممتاز قادری کو پھانسی کی سزا سنادی اور پھر ۲۰۱۵ کے اواخر میں پھانسی کی سزا کے خلاف اپیل بھی مسترد کر دی گئی۔ اب گیند صدر کے کورٹ میں تھی کہ وہ اپیل مسترد کرتے ہیں یا منظور۔ ہمارا احتجاج جاری تھا اس دوران حکومت نے وزیر مملکت برائے مذہبی امور پیر امین الحسنات شاہ کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ممتاز قادری کو پھانسی نہیں دی جائے گی۔ ہمیں سیکرٹریٹ بلایا گیا تھا، وہاں ایک صوبائی وزیر اور آئی جی پنجاب کے علاوہ اکتوبر 1999 سے پہلے آئی جی سندھ رہنے والے رانا مقبول بھی موجود تھے، ہماری طرف سے قاری افضل قادری اور دیگر تھے۔ بالخصوص رانا مقبول یہ شعر پڑھ رہے تھے

با خدا دیوانہ باش با محمد ﷺ ہشیار

اور کہہ رہے تھے کہ عشق رسول ﷺ بڑا حساس مسئلہ ہے اس پر کیسے کمپرومائز کیا جاسکتا ہے۔ کہنے کا مطلب ہے کہ پیر امین الحسنات شاہ اور ان کے ساتھ جتنے لوگ موجود تھے ان سب کا کہنا تھا کہ وزارتیں اور عہدے بعد میں ہیں پہلے ہم حضور ﷺ کے غلام ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ ممتاز قادری کی پھانسی کے معاملے کو طوالت دی جائے گی اور پھر کچھ عرصے بعد رہا کر دیا جائے گا لیکن ان کے لہجے چغلی کھا رہے تھے اور میں سمجھ رہا تھا کہ یہ دو نمبری کر رہے ہیں۔ تاہم میں خاموش رہا کہ اگر بولا تو ان ساروں کی پریشانی بڑھ جائے گی۔ میں ان کی طرف دیکھتا تو وہ نظریں نیچی کر لیتے۔

جب غازی ممتاز قادری کو پھانسی دی گئی تو اس کے بعد آپ نے تحریک لبیک یا رسول اللہ کا آغاز کیا اور عاصیہ ملعونہ کی پھانسی کا مطالبہ کیا۔ تحریک چلتی رہی اس مقصد کے لیے فیض آباد میں آپ نے دھرنا دیا جو گورنمنٹ سے مذاکرات کے بعد ختم ہوا۔ اس کے بعد جب ایک قادیانی کو وزیر بنایا گیا تو آپ نے اس کو ہٹانے کے لیے پھر ہزاروں کارکنوں کے ساتھ دھرنا دیا۔ گورنمنٹ نے آپ کے مطالبات مان لیے اور آپ نے دھرنا ختم کر دیا۔ قادیانی وزیر کو وزارت سے ہٹا دیا گیا۔ کچھ عرصے بعد حکومت نے بیرونی دباؤ کی بنا پر علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے ساتھ تحریک کے بڑے بڑے رہنماؤں اور کارکنوں کو گرفتار کر لیا اور ان کی گرفتاری کے بعد عاصیہ ملعونہ کو مقدمے میں بری کر کے باحفاظت ملک سے باہر بھیج دیا گیا۔ آپ تین ماہ جیل میں قید رہے، تین ماہ بعد رہائی ہوئی اور آپ نے پھر تحریک کا آغاز کیا۔

سیاسی زندگی کا آغاز

ملکی حالات کے پیش نظر آپ نے تحریک لبیک یا رسول اللہ کو سیاسی تحریک میں تبدیل کر دیا اور اس کا نام تحریک لبیک پاکستان کر دیا گیا۔ آپ نے اس نام سے الیکشن میں حصہ لیا اور ۲۰۱۸ء کے الیکشن میں غالباً پورے پاکستان سے چوبیس لاکھ ووٹ حاصل کیے۔ الیکشن میں یہ تحریک ایک بڑی جماعت بن کر ابھری۔ ۲۰۲۰ء میں جب فرانس کی طرف سے نبی پاک ﷺ کے خاکے بنائے گئے تو آپ نے پہلے لاہور اور کراچی میں شاندار ریلیاں نکالیں۔ کراچی کی ریلی میں آپ نے فیض آباد

دھرنے کا اعلان کیا۔ یہ آپ کی زندگی کا آخری دھرنا تھا۔ پورے ملک سے علماء اور کارکن کثیر تعداد میں لیاقت باغ راولپنڈی میں جمع ہوئے۔ اور ریلی کی صورت میں فیض آباد پہنچے۔ امیر المجاھدین کو اس وقت ۱۰۲ بخار تھا، اہل خانہ نے اور دیگر حضرات نے کہا کہ آپ نہ جائیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کو بلایا ہے میں ضرور جاؤں گا، چنانچہ اسی بخار کی کیفیت میں آپ دھرنے میں تشریف لائے۔

اسلام آباد کی سخت سردی، ٹھنڈی ہوا، پولیس کی شیلنگ اور ربڑ کی گولیوں سے فائرنگ لیکن یہ تمام چیزیں کارکنان کے حوصلے پست نہ کرسکیں اور وہ سب اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ بالآخر حکومت کی جانب سے مذاکرات کے لیے ٹیم آئی۔ مذاکرات ہوئے، حکومت نے ۲ مطالبات مان لیے جبکہ تیسرا مطالبہ جو فرانس کے سفیر کو واپس بھیجنے کا تھا اس کے لیے تین مہینے کا ٹائم مانگا کہ ہم پارلیمنٹ سے پوچھ کر تین مہینے میں فیصلہ کرلیں گے۔ فریقین نے معاہدے پر دستخط کیے اور دھرنا ختم ہوگیا۔ دھرنا ختم ہونے کے دوسرے روز رات آٹھ بج کر پینتالیس منٹ پر آپ کو دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ

تم نے تو اپنا سفیر فرانس سے نہیں بلایا، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنا سفیر واپس بلا لیا۔

جنازہ

امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ۱۹ نومبر بروز جمعرات ۸ بجکر ۴۵ منٹ پر ہوا۔ ۴۸ گھنٹے تک جنازہ دیدار کے لیے رکھا رہا، لوگ دور دراز علاقوں اور شہروں سے لاہور پہنچے اور آپ کا آخری دیدار کیا۔ آپ کی نماز جنازہ مینار پاکستان پر ادا کی گئی۔ ملک اور بیرون ممالک سے بھی لوگوں نے اس میں شرکت کی۔ نماز جنازہ آپکے بڑے صاحبزادے حافظ سعد رضوی نے پڑھائی۔ میڈیا کے ایک محتاط اندازے کے مطابق نماز جنازہ میں ایک کروڑ ۷۰ لاکھ افراد نے شرکت کی۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا ہمارے جنازے فیصلہ کریں گے کہ کون حق پر ہے۔

الحمدللہ! امیر المجاہدین کے جنازے نے فیصلہ کر دیا کہ اہل سنت ہی حق پر ہیں اور حق اہلسنت کے ساتھ ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ وہابی، دیوبندی، اہل حدیث مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نے بھی تعزیتی پیغامات بھیجے اور اس بات کا اظہار کیا کہ واقعی علامہ صاحب ایک سچے عاشق رسول تھے۔ فرانس کے گستاخ نے آپ کے انتقال پر ٹویٹ کیا اور اس ٹویٹ میں خوشی کا اظہار کیا۔ ہم اس کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس کی خوشیاں عارضی ہیں۔ اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ ایک خادم حسین کے چلے جانے کے بعد ہزاروں لاکھوں خادم حسین رضوی پیدا ہو گئے ہیں جو ان شاء اللہ اسے کیفرِ کردار تک پہنچائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ امیر المجاھدین کے مرقد مبارک پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو ان جیسا عشق رسول

ﷺ عطا فرمائے۔ان کے صاحبزادے جناب سعد رضوی کے مطابق حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ چند جمعہ سے مستقل دوران خطاب یہ شعر پڑھا کرتے تھے

جب روح میری پیراہن خاکی سے نکلی
تو روضے سے آواز آئی وہ میرا فقیر آیا

نوٹ: طویل مضمون کی یہاں تلخیص پیش کی گئی ہے۔سید صابر حسین شاہ بخاری سرپرست اعلیٰ ماہنامہ مجلہ ''الخاتم'' انٹرنیشنل شمارہ دسمبر ۲۰۲۰ء

ماہنامہ ''بشارٔ'' کراچی

امیر المجاھدین کی نماز جنازہ اور چند بدبختوں کا تعصب

انتہائی دکھ کے ساتھ اس خبر پر خون کے آنسو بہانہ پڑ رہے ہیں کہ جہاں دنیا بھر میں ہر مکتبہ فکر کے علماء ومشائخ اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے امیر المجاہدین عاشق رسول حضرت علامہ شیخ الحدیث خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے اچانک وصال پرملال پر غم سے نڈھال ہو رہے تھے، وہیں بعض نام نہاد سنی جہلاء اپنے خستہ حال و آمادہ زوال ہونے کا اعلان کر رہے تھے۔

ان بدنصیبوں کو محافظ ختم نبوت کے عظیم جنازے میں شرکت کی توفیق ہی نہ ملی حالانکہ دنیا بھر سے ایک کروڑ سے زائد افراد نے اس عاشق رسول کے جنازے میں شرکت کی تھی، ملائکہ وارواح مقدسہ کی قطاریں بھی لگی تھیں۔جہاں رحمت الٰہیہ کا نزول بھی ہو رہا تھا، ایسے میں ان بدبختوں نے حسد، تعصب، شخصیت پرستی اور دین دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے طلبہ و اساتذہ سے امیر المجاہدین کے جنازے میں شرکت پر سخت باز پرس کرتے ہوئے اپنے مدارس سے انھیں نکال دیا۔

اس واقعہ کا مرکز جامعہ کریمیہ غفوریہ پبی اسٹیشن چراٹ ضلع نوشہرہ ہے جہاں مدرسہ ہذا کے ناظم مولوی علی زمان چشتی نے عاشق رسول کے جنازے میں شرکت کی پاداش میں طلبہ واساتذہ کا محاسبہ ومواخذہ کرتے ہوئے انہیں متعصبانہ ونفرت انگیز جملے کستے ہوئے کہا!

''تم ایک پنجابی کے جنازے میں شرکت کے لیے کیوں گئے''

مولوی علی زمان چشتی نے طلبہ واساتذہ پر ایک ہزار روپے فی کس کے حساب سے جرمانہ بھی لگایا۔طلبہ واساتذہ نے جب ایک ہزار روپیہ دینے سے انکار کیا تو انہیں مدرسہ سے نکال دیا اوران کا ساز وسامان مدرسہ کے گیٹ سے باہر سڑک پر پھینک دیا۔

مولوی علی زمان چشتی پیر آف مانکی شمس الامین کے اشاروں پر چلتا ہے۔وہ دینی اداروں بالخصوص سنی اداروں کی

ہمیشہ سے کھلی مخالفت کرتے آئے ہیں ۔وہ سنی تعلیمی اداروں کی کامیابی کو ہرگز پسند نہیں کرتے اور برملا اس کا اظہار بھی کرتے رہے ہیں ۔اسی لیے انہوں نے گدی نشینی کی لاکھوں روپے ماہانہ آمدن سے کوئی قابل ذکر فلاحی ،اصلاحی اور دینی و مذہبی کام نہیں کیا ہے ۔

ہم ماہنامہ ''بشارؔ'' کی مجلس ادارت کی جانب سے شیخ الحدیث حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی پاداش میں مدرسہ سے نکالے جانے والے طلبہ و اساتذہ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں اور ان کے لئے استقامت کی دعا کرتے ہیں ۔اور ناظم مدرسہ مولوی علی زمان چشتی کے اس ظالمانہ ،متعصبانہ اور نفرت انگیز جاہلانہ عمل کی شدید مذمت کرتے ہیں ۔ہم علماء و مشائخ اہلسنت ،تحریکات و تنظیمات اہلسنت اور عوام اہلسنت سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ آنکھیں چار کرکے رہیں ،اور مساجد و مدارس اہلسنت اور خانقاہوں کو جاہلوں ،ان پڑھوں اور احمقوں کے فتنوں ،جان جوکھوں اور شر سے بچانے میں اپنا کردار ادا کریں ۔

ہم یہاں اپنے دوست کنز الایمان اسلامک انسٹیٹیوٹ مردان کے بانی و ناظم اعلیٰ اور تحریک لبیک پاکستان کے رہنما عالی قدر جناب حضرت علامہ ڈاکٹر عبد اللطیف قادری حفظہ اللہ کو بھی دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے ان مظلوم متاثرہ طلبا و اساتذہ کی ٹرانسپورٹ ،میڈیکل ،تعلیم و تربیت اور قیام و طعام کی تمام تر ذمہ داری قبول کرتے ہوئے انہیں نوشہرہ سے مردان منتقل کر دیا ہے ۔اللہ کریم انہیں جزائے خیر دے اور ان کے ادارے کو علم و عرفاں کا مرکز بنا دے آمین ۔

(شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۲۱)

مولانا خادم حسین رضوی کی وفات پر بحرین کے اخبار

''اخبار الخلیج'' کے شمارہ 22 نومبر 2020 میں خبر

حشد كبير لتشييع رجل دين يقف وراء تظاهرات ضد فرنسا في باكستان

الأحد ٢٢ نوفمبر ٢٠٢٠ - 22-2020

لاهور - (أ ف ب): تجمع حشد هائل من الأشخاص أمس السبت في لاهور (شرق باكستان) لتشييع مؤسس الحركة الإسلامية المتطرفة »لبيك باكستان« الذي أثار خطابه التحريضي الغضب ضد فرنسا في الأسابيع الأخيرة في باكستان بسبب الرسوم الكاريكاتورية للنبي محمد (ص). وقالت الشرطة لفرانس برس إن نحو 300 ألف شخص شاركوا في التشييع، لكن المنظمين تحدثوا عن عدد أكبر بكثير. ولم يلتزم غالبية المشاركين بوضع الكمامة الإلزامية من أجل احتواء موجة ثانية من وباء كوفيد-19 تهدد باكستان. وكان خادم حسين رضوي (54 عاما) الذي أسس الحركة المتطرفة التي

تتمتع بتأثير كبير في 2015، توفي يوم الخميس في مستشفى في لاهور بعد صعوبات في التنفس وإصابته بحمى. ولم تعرف أسباب وفاته ولم يجر أي فحص لكوفيد-19 أو تشريح للجثة. وعينت الحركة أمس السبت نجله سعد حسين رضوي زعيماً جديداً لها.

وقال فرهد عباسي أحد المشاركين: »أرأيتم بحياتكم جنازة بضخامة هذه لأي شخصية سياسية أو دينية؟«، مضيفاً: »بالطبع ستستمر الحركة من بعده«. ويقف رضوي إلى حد كبير وراء الاحتجاجات الحادة المناهضة للفرنسيين التي هزت باكستان منذ سبتمبر بعد إعادة نشر الرسوم الكاريكاتورية للنبي محمد (ص) من قبل مجلة »شارلي إيبدو« الأسبوعية الساخرة.

وقد توفي بعد أيام فقط على حشد حركة »لبيك باكستان« آلاف الأشخاص على أبواب إسلام آباد للاحتجاج على تصريحات للرئيس الفرنسي إيمانويل ماكرون يدافع فيها عن الحق في نشر الرسوم باسم حرية التعبير خلال مراسم تكريم لمدرس قُتل بقطع الرأس بعد عرضه الرسوم على طلابه.

وقد تكون رسالة رضوي شكلت مصدر وحي لظهير حسن محمود الباكستاني المتهم بإصابة شخصين بجروح خطرة بفأس بالقرب من المقر السابق لـ»شارلي إيبدو« في سبتمبر في باريس.

وقد ذكر القضاء الفرنسي أن محمود »شاهد بكثرة« مؤخرا مقاطع فيديو لحركة "لبيك باكستان"

وقدم عدد من كبار المسؤولين الحكوميين بمن فيهم رئيس الوزراء عمران خان تعازيهم لأسرة رجل الدين، ما يدل على تأثيره على المجتمع الباكستاني. ورأى عمر ورايش من منظمة العفو الدولية أن رضوي »كان بشكل ما أخطر من طالبان. فأنصاره ليسوا محصورين في مناطق قبلية بعيدة بل موجودون بأعداد كبيرة في المراكز الرئيسية في البلاد.

ماہنامہ ''ضیائے حرم'' اسلام آباد

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

علامہ خادم حسین رضوی ضلع اٹک کے ایک گاؤں نکہ کلاں میں ۲۲ نومبر ۱۹۶۶ کو ملک لعل خان کے گھر پیدا ہوئے۔ چار جماعتیں مقامی سکول میں پڑھنے کے بعد مدرسہ غوثیہ اشاعت العلوم جہلم میں قاری غلام یاسین صاحب کے ہاں شعبہ حفظ میں داخلہ لیا اور ۱۲ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ دو سال مزید موضع دینہ میں تجوید پڑھی۔ پھر مرکز علوم وفنون لاہور کا رخ کیا اور جامعہ نظامیہ لاہور سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ ۱۹۹۳ میں اوقاف کی ملازمت اختیار کی اور دربار حضرت داتا صاحب علیہ

الرحمہ کے جوار میں دربار پیر مکی ملحق مسجد میں خطبہ جمعہ دیتے رہے اور ساتھ ہی جامعہ نظامیہ میں مدرس اور بطور شیخ الحدیث بھی خدمات سرانجام دیتے رہے لیکن

خطر پسند طبیعت کو ساز گار نہیں
وہ ماحول جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

طبیعت میں حرارت و جوش تھا۔علم کی دولت سے آراستہ تھے۔خطابت کے میدان میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔رومی اور اقبال کے کلام سے اپنی تقاریر کو حسن بخشتے تھے۔انہی اوصاف کی بناء پر اُڑان بھرنے کی تیاریوں میں تھے کہ غازی ممتاز حسین قادری شہید کی بسالت و جرأت نے مہمیز کا کام کر دیا اور حضرت علامہ اپنے ساتھیوں پیر محمد افضل قادری صاحب اور ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کے جلو میں تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کھڑی کرنے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔اس دوران ۲۰۱۷ء میں انتخابی اصطلاحاتِ قوانین کے حلف نامے میں تبدیلی کا مسئلہ کھڑا ہوا جسے حکومت وقت نے توجہ دلانے پر فوراً درست کر دیا لیکن مولانا نے اس موضوع پر دھرنا دے کر اپنی تحریک کے اثر و رسوخ میں خاصا اضافہ کیا۔حضرت علامہ جوان تھے۔قادر الکلام خطیب بھی تھے اور اپنی تقاریر کے ذریعے جوانوں کا لہو گرمانے کے ڈھنگ سے بھی آشنا تھے۔ان حوالوں سے ان کے باقی ساتھی بچھڑ گئے اور جناب رضوی صاحب تحریک کے اکلوتے لیڈر ٹھہرے، کچھ مدت خاموشی اختیار فرمائی،تازہ دنوں میں فرانس میں شائع ہونے والے گستاخانہ خاکوں کے خلاف احتجاج شروع کیا اور عمران حکومت کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کے بعد احتجاج ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔بظاہر صحت مند تھے۔آخری دنوں میں ان کے خطابات کی گھن گھرج سنائی دیتی رہی۔لیکن اللہ کو منظور یہی تھا کہ وہ ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء رات تقریباً نو بجے اس دار فانی سے دار آخرت کو سدھار گئے۔لاکھوں عاشقان رسول ﷺ پر مشتمل ایک جم غفیر نے مینار پاکستان کے سائے میں ان کی نماز جنازہ پڑھی،اور مدرسہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاہور میں دفن ہوئے۔ادارہ ضیائے حرم حضرت علامہ کے وصال پر آپ کے سوگوار خاندان اور تحریک لبیک کے جملہ کارکنوں کے غم میں برابر کا شریک ہے اور مرحوم کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعا گو ہے۔**(شمارہ دسمبر ۲۰۲۰ء)**

ماہنامہ سیدھا راستہ لاہور

ختم نبوت کے محافظ الوداع

بے شک موت برحق ہے اس سے کسی کو بھی فرار نہیں۔ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ بہرحال چکنا ہے۔انسان خواہ کہیں بھی چلا جائے موت مشیت ایزدی سے اس کا پیچھا کرتے ہوئے متعینہ وقت پر اس پر وارد ہو جاتی ہے۔اس ضابطہ قدرت کے تحت عاشق رسول پاسبان ناموس رسالت مآب ﷺ اور مبلغ دین اسلام امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ بروز جمعرات کو مختصر علالت کے بعد اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ

راجعون۔ ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ بروز ہفتہ چشم فلک نے ایک ایمان افروز منظر دیکھا کہ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ میں شامل ہونے کے لئے ملک بھر کے دور ونزدیک سے بلا امتیاز فرقہ وعقیدہ خلق خدا کے قافلے لاہور کی طرف رواں دواں تھے اور ایک کروڑ ستر لاکھ لوگ عظیم تر اقبال پارک کے وسیع وعریض میدان کو اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ بھرتے نظر آرہے تھے۔ تاریخ میں شاید ہی کوئی جنازہ ایسا ہو جس پر کسی عاشق رسول ﷺ کے سفر آخرت میں لاکھوں محبانِ دین وملت آقا کریم ﷺ کے پروانوں کو عظمت رسول ﷺ کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے عہد و پیمان کرتے لبیک لبیک یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے شامل ہوئے ہوں۔

جتنے پھول خاتم النبیین حضور سیدنا رسول اللہ ﷺ کے اس غلام کے جنازے پر نچھاور ہوئے تاریخ میں اس کی مثال بھی نہیں ملتی۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ اپنے کسی بندے کے محبوب ہونے کی خود اس طرح گواہی دیتا ہے کہ اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ پاسبانِ ناموسِ رسالت مآب حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ وہ ۲۲ جون ۱۹۶۶ کو صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کے گاؤں نکہ توت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کے لئے دینہ ضلع جہلم چلے آئے اور پھر لاہور جامعہ نظامیہ رضویہ سے درس نظامی کی سند حاصل کرنے کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ابتداً محکمہ اوقاف حکومت پنجاب میں بطور امام مسجد وخطیب سرکاری ملازمت اختیار کی لیکن بہت جلد عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت مآب کے بارے میں حکومتی پالیسیوں سے اختلاف کی بنا پر سرکاری ملازمت سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی۔

حُب رسول ﷺ سے سرشار ایک پولیس اہلکار محترم غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کی شاتمہ رسول ﷺ عاصیہ مسیح کی حمایت میں رسالت مآب ﷺ کے قانون کو کالا قانون قرار دینے کی پاداش میں جب اس وقت کے لادین ذہنیت والے گورنر پنجاب کو دوران ڈیوٹی سرکاری آتش اسلحہ سے ۲۷ گولیاں مار کر ہلاک کر دیا اور خود گرفتاری دے دی تو شفیع المذنبین حضور سیدنا رسول اللہ ﷺ کے پروانوں میں رسول اللہ ﷺ پر کٹ مرنے کا نیا عزم و جذبہ پیدا ہو گیا۔ جید علماء کرام غازی ممتاز قادری رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف کیس کی ہائی کورٹ میں سماعت کے دوران عوام الناس کو امام الاولیاء حضور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا درس دیتے اور حرمت رسول ﷺ پر اپنی جان قربان کرنے کا جذبہ اجاگر کرتے رہے۔

اسی دوران جناب علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا نام سامنے آیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے محبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنکھوں کا تارا بننے کے علاوہ ملک کی سیاسی فضاؤں پر بھی حاوی ہو گئے۔ انہوں نے تحریک لبیک یا رسول اللہ پاکستان تشکیل دی تو عشاقان رسول ﷺ کا ہجوم ان کے جلو میں آ گیا۔ علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ وسلم شاتمان رسول کو بانگ دہل للکارتے اور عزت رسول ﷺ پر پہرہ دینے والی مضبوط آواز بن گئے۔ اس تناظر میں ان کی تقاریر میں ان کے جذبات کی وارفتگی، گنبد خضرا کے نور کی کرنیں بکھیر دیتی نظر آتی۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرمست اس عوامی طاقت کا عملی مظاہرہ انہوں نے فرانس کے صدر کی گستاخانہ خاکوں کی سرپرستی کرنے والی مکروہ حرکت کے خلاف شمع رسالت مآب ﷺ کے لاکھوں

پروانوں کے ہمراہ اسلام آباد میں دھرنا کیا انہوں نے اپنی جسمانی معذوری کو کبھی بھی اپنی مجبوری نہیں بننے دیا جہاں کہیں بھی حرمت رسول ﷺ کے لئے ان کو بلایا گیا تو اپنی وہیل چیئر کے ساتھ وہاں ضرور پہنچے۔

علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ ایک کرشماتی اور سحر انگیز شخصیت کے مالک تھے۔نہایت قلیل عرصہ میں اپنے منفرد علمی انداز گفتگو،ولولہ انگیز خطابات اور تحفظ ناموس رسالت مآب ﷺ کے عظیم مشن سے عالمی شہرت حاصل کی۔ان کو اسلامی تاریخ اور سیرت نبوی ﷺ پر عبور حاصل تھا،دلیری اور خود اعتمادی کی بے پناہ دولت اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے آپ کو ودیت کی تھی۔جس کی وجہ سے وہ اپنے نقطہ نظر کو منوا لیتے تھے۔انہوں نے اپنی زندگی کی تمام خداداد صلاحیتوں کو ناموسِ رسالت مآب ﷺ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اور دین اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کر رکھا تھا اس مقصد کے لیے انہوں نے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ان کا اللہ تبارک وتعالی جل شانہٗ کی ذات پر بھروسہ اور توکل قابل عمل ہے۔

علامہ رضوی رحمتہ اللہ علیہ ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے لئے ہمہ وقت میدان عمل میں سرگرم رہے۔وہ بلاشبہ اس دور کے امیر المجاہدین تھے۔وہ ساری زندگی سرور کائنات حضور سیدنا رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کرتے رہے۔گلی گلی،قریہ قریہ نعت حضور سیدنا رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی کے علاوہ قرآن حکیم کا پیغام پہنچایا۔لوگوں کو دین کی طرف بلانے کے علاوہ ان کو عقیدہ ختم نبوت پر قائم رہنے اور اس عظیم مقصد کے لئے قربانیاں دینے کے لئے تیار کرتے رہے۔

مملکت خداداد میں مختلف سیاسی اور دینی جماعتیں اپنا کردار ادا کرتی رہی ہیں،مگر تحریک لبیک پاکستان بالخصوص اس کے سربراہ علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے ختم نبوت کے معاملے پر نہایت واضح اور دوٹوک موقف اختیار کرتے ہوئے حکمرانوں کو کسی بھی قسم کے ردوبدل سے روکے رکھا۔اپنے اس عظیم مشن کی تکمیل کے لئے ان کو زندگی بھر مخالفین کا بھرپور سامنا کرنا پڑا۔میڈیا ٹرائل سے بھی گزرے،یخ بستہ راتوں میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی رہے،تھانہ،کچہری اور عدالتوں میں پیش ہوتے رہے،لیکن صد آفرین کے اپنے مشن پر آنچ نہیں آنے دی۔جسمانی معذوری کے باوجود انکے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی،جس جرأت اور بہادری سے وہ باطل کو للکارتے رہے اس کی مثال منافقت کے اس دور میں ملنا محال ہے۔

ناموس سرور کائنات حضور سیدنا رسول اللہ ﷺ کے پہرے دار حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت قلیل عرصہ میں عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت مآب ﷺ کے لئے نہایت موثر کردار ادا کر کے اور اس کے رسول ﷺ کی شمعیں روشن کرتے ہوئے لبیک یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ مستانہ بلند کرتے ہوئے آغوش رسول ﷺ میں جا گزیں ہوئے۔ان کی رحلت بلاشبہ ختم نبوت کے پروانوں کے لیے بڑا دھچکہ ہے لیکن بقول شاعر

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

(شمارہ جنوری ۲۰۲۱)

ماہنامہ ''الہام'' بہاولپور

موت العالِم موت العالَم

اس ماہ دسمبر میں مسلمانان پاکستان کو یکے بعد دیگرے دو صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ ابھی جمیل العلماء علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا زخم تازہ تھا کہ تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کے امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی کی وفات حسرت آیات کی اچانک خبر نے تڑپا دیا۔

مفتی جمیل احمد نعیمی ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے علم و فضل کی ایک دنیا معترف تھے۔ آپ طویل عرصے دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں شیخ الحدیث اور ناظم تعلیمات کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔ آپ کی شخصیت فکر و انقلاب کا خوبصورت امتزاج تھا۔ نوجوانوں میں عشق مصطفی ﷺ کی شمع فروزاں کرنے کے لیے قائم ہونے والی تنظیم انجمن طلبہ اسلام کے بانی اراکین میں سے تھے۔ وہ یادگار اسلاف میں سے تھے۔ دعا ہے رب کریم بطفیل نبی کریم ﷺ حضرت علامہ کی مغفرت فرمائے۔

اسی طرح حضرت علامہ خادم حسین رضوی جرأت، دلیری، بزجستگی اور بے خوفی کا روشن ستارہ تھے۔ آپکی اچانک رحلت مسلک ختم نبوت کے پروانوں کے لیے بہت بڑا دھچکا ہے۔ جس جرأت اور بہادری سے علامہ رضوی باطل کو للکارتے تھے قحط الرجال کے اس دور میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اللہ تبارک تعالی نے آپ کو عربی، فارسی، اردو اور پنجابی میں کمال کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ میدان خطابت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ اپنی تقاریر میں قرآنی آیات، احادیث نبوی اور کلام اقبال سے سماں باندھ دیتے تھے۔ آپ کا انداز بیان کافی سخت ہوتا تھا اور بلاشبہ وہ گستاخوں کے لئے شمشیر بے نیام تھے۔

تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ پاکستان کی بنیاد رکھی، جو اپنے مختصر سیاسی کیریئر میں ملک کی چوتھی بڑی سیاسی قوت بن کر سامنے آئی اور ۲۰۱۸ء کے الیکشن میں لاکھوں ووٹ حاصل کر کے لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

فرانسیسی صدر میکرون نے جب ہمارے پیارے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں گستاخانہ خاکوں کو سرکاری عمارتوں پر آویزاں کرنے کی جسارت کی تو امیر المجاہدین نے طبیعت کی ناسازی کے باوجود احتجاجی ریلی میں شرکت کی۔ فیض آباد کے مقام پر اس احتجاج کو سبوتاژ کرنے کے لیے حکومتی اوچھے ہتھکنڈوں پر لاٹھی چارج اور زبردست آنسو گیس کی شیلنگ کے باوجود کارکنوں کے ہمراہ موجود رہے اور آخر کار حکومت کو مذاکرات کرنا پڑے اور ایک معاہدہ طے پانے کے بعد یہ احتجاج ختم کر دیا گیا۔

یہاں سے واپسی پر علامہ خادم رضوی کی طبیعت مزید بگڑی، علامہ رضوی اپنے حصے کا کام کر گئے ہیں، اب ان کے جانشینوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مذاکرات میں طے شدہ باتوں پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں اور اپنے امیر کے مشن کو آگے

بڑھائیں۔

علامہ رضوی سے مسلکی اختلاف رکھنے کے باوجود ان کے سچے عاشق رسول ہونے کی وجہ سے دیگر مکاتب فکر کے پیروکار بھی ان سے عقیدت رکھتے تھے۔اب تحریک لبیک کے رہنماؤں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے بین المسالک ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے عملی اقدامات کریں۔

باطل قوتیں جس طرح ملک کو سیکولر بنانے اور ناموس رسالت ﷺ قانون ختم کرنے کے لیے متفق و متحد ہیں، دینی طبقوں کو بھی اسی طرح اپنی صفوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔بیرونی طاقتیں اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے جس طرح دباؤ ڈال رہی ہیں اور ان کے زرخرید ایجنٹ ملک میں سرگرم ہیں ان سے نبٹنے کے لئے بین المسالک اتحاد بہت ضروری ہے۔اپنے فروعی اختلافات مٹا کر سب کو یکجان ہونا چاہیے اس صورت میں حضرت علامہ رضوی کی روح بھی سرشار ہو گی۔ (شمارہ دسمبر ۲۰۲۰ء)

ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور

مولانا خادم حسین رضوی کی یاد میں

امیر المجاہدین مولانا خادم حسین رضوی کا ہمیں یوں داغ جدائی دے جانا ایک ایسا المناک سانحہ ہے جو ہمیں اپنی زندگی کی آخری سانس تک کرب و درد سے دوچار کرتا رہے گا۔فکر وخیال میں دور تک اس سانحے کے سائے سفر کریں گے۔یادوں کے زنداں میں ہم عقیدت کی بیڑیاں پہنے یاد رضوی میں عمر قید کاٹ جائیں گے،مگر ان کے لہجے کا بانکپن جس کا لفظ لفظ درد بھرا حرف حرف انقلاب آفریں تھا کبھی بھلا نہ پائیں گے۔عزیمت کی سونی راہوں میں اب مدتوں خاک اڑا کرے گی۔استقامت اب خادم حسین رضوی کو رویا کرے گی،اور کردار کی عظمت خود کو دلاسہ دیتے ہوئے زیر لب گنگنائے گی کہ

جانے والے نہیں آنے والے

مولانا خادم حسین رضوی نے امام احمد رضا بریلوی کے ہاتھوں جو عشقِ رسول ﷺ کا جام پیا وہ انہیں اس قدر مست و بے خود کر گیا کہ وہ عشقِ رسول کا استعارہ قرار پائے۔وہ تاجدار ختم نبوت کی غلامی کا نشان ٹھہرے۔انہوں نے لاکھوں لوگوں کو ناموس رسالت پہ جان نثار کرنے کا جذبہ عطا کیا۔حُب نبی میں زندہ رہنے کا ولولہ دیا۔اس عہد کم ظرف میں خادم حسین رضوی ایمانی قوت کی ایک ایسی للکار تھے جس سے باطل کے ایوان تھر تھر کانپتے تھے۔مجھے وہ شدید سردی،بارش اور دھند میں لپٹی فیض آباد دھرنے کی راتیں نہیں بھولتیں جن میں انھیں ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بیٹھا دیکھتا تھا۔اس مرد قلندر نے قادیانیوں،سیکولر قوتوں اور قادیانی تحریک کے ایجنٹوں کے ناپاک ارادے خاک میں ملا دیئے۔پورے فلک نے یہ منظر کس فرط عقیدت سے دیکھا ہوگا،فرشتے بھی اس غلام رسول کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوں گے،شہر کرم کی ہوائیں جو طواف روضہ کرکے ان

کے چہروں کو مس کرتی ہوں گی تو ہماری ملکی ہواوں سے کہتی ہونگی صبح قیامت تک کوئی بھی ناموس رسالت وختم نبوت کو میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا جب تک اس ملک میں ایک بھی خادم حسین رضوی زندہ ہے۔

(محمد کاشف رضا چیف ایڈیٹر، شمارہ دسمبر ۲۰۲۰ء)

ماہنامہ الحقیقہ (شکر گڑھ)

نبی ﷺ کا خادم رحمۃ اللہ علیہ

یہ غازی، یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنھیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کِشور کشائی

وہ پاکستان کے ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب کا رہنے والا تھا، وہ نہ تو کسی بڑے عالم دین کا فرزند تھا نہ کسی درگاہ کا گدی نشین۔ کسی نامی گرامی سرمایہ دار، جاگیردار، عہدے دار، وزیر یا سینیٹر کا رشتہ دار بھی نہیں تھا۔ البتہ حفظ قرآن کی دولت لازوال سے مالا مال تھا اور شیخ الحدیث کی عالیشان مسند کا صدر نشین بھی۔ لیکن ممتاز ترین وصف جو اس کی ہیئت کو تابناک بناتا تھا، رسول مکرم نبی اکرم ﷺ کا عشق اور غیرت تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ نڈر، بے خوف اور حق کہنے میں باک بھی تھا۔

میدان عزیمت واستقامت کا شہسوار تھا۔ مصلحتیں اس کے راستے میں آنے سے کتراتی تھیں۔ آیات واحادیث اس کے منہ سے یوں بیان ہوتیں گویا نور کے پھوٹتے فوارے یا پھر کسی جھرنے کا بہتا پانی۔ وہ اقبال کے نور بصیرت کا امین تھا۔ اقبال کے اشعار کا برمحل استعمال اس کے سحر انگیز خطابات میں مزید بجلیاں بھر دیتا تھا۔ اس کی زندگی کی پچاس بہاریں قال اللہ تبارک وتعالیٰ اور قال الرسول اللہ ﷺ کی خوبصورت صدائیں دیتے گزری تو حیات مستعار کے آخری چار درخشندہ سال لبیک یارسول اللہ ﷺ کے نعروں سے اطراف واکناف میں گونج ڈالتے۔

جی ہاں! ہمارے مذکورو ممدوح ہیں سرمایہ اسلام، شیخ الحدیث حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ۔ بے گانوں کو ان سے کئی اختلافات تھے اور کچھ اپنوں کو متعدد تحفظات، لیکن اس میں کوئی دو آراء نہیں کہ جب تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت سے متعلق قوانین کے ساتھ حکومت چھیڑ چھاڑ کا ارادہ کر چکی تھی، ان کی للکار، ہیبت اور دھرنوں نے انھیں اس کام سے باز رکھا۔

جب دیگر مکاتب فکر کے علماء اپنے ایمان اور غیرت کو مکمل طور پر خیر باد کہہ چکے تھے اور کتنے ہی ہمارے اپنے علماء اور پیر حضرات مصلحتوں کا شکار تھے۔ اس اکیسویں صدی عیسوی کے ایمان سوز اور گمراہ کن ماحول میں روح جامی، جذبۂ سعدی، کیف اقبالی، پیچ وتابِ رازی اور سوزِ جامی لئے وہ منظر عام پر آئے، خوابیدہ غافل قوم کو عشق رسول ﷺ کی اذانوں سے جگایا اور پھر اچانک راہی ملک عدم ہو گئے۔ ہم انہیں شہید سمجھتے ہیں کیونکہ بیماری کی حالت میں ناموس رسول ﷺ کے تحفظ کے مشن پر فیض آباد دھرنے کے دوران ان کی حالت بگڑی جو بالآخر ان کی شہادت پر منتج ہوئی۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

ان کا کہنا تھا کہ لوگو!! غلامئ رسول ﷺ میں آجاؤ، بہانے بازیاں چھوڑو۔ جب حرمت رسول ﷺ پر حرف آئے تو کھڑے ہو جاؤ۔ ہم مذہب کے ٹھیکیدار نہیں لیکن پہرے دار ضرور ہیں۔

علامہ صاحب نے بہت عزت کمائی کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے در کے فقیر بن چکے تھے جن کو رب نے ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ'' کہہ کر تمام تر عزتوں اور رتبوں کا مالک بنایا تھا۔ واللہ باللہ تاللہ! آپ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے لے کر ممتاز قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ تک جو بھی معزز ہوا ہے سید عالم ﷺ سے وفا کرنے کی وجہ سے ہی ہوا ہے۔ تاریخ کے اوراق میں محفوظ لاتعداد واقعات میں سے صرف ایک واقعہ، وقت کا حکمران ہشام بن عبد الملک طواف بیت اللہ کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینا چاہتا ہے، ہجوم اتنا ہے کہ نہیں دے سکتا۔ ایک شخص آتا ہے اور بے پناہ ہجوم اس کے لیے راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ یہ نواسہ رسول ﷺ ورضی اللہ تعالی عنہ کے فرزند سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ جس نام سے نسبت ہے اور جن کے نام کی ناموس کے تحفظ کی خاطر ان کی زندگی گزری ہے وہ نام ہر کام بناتا ہے۔ ہر عزت کا مستحق ٹھہراتا ہے۔

توقیر جس نے کی ہے خدا کے حبیب کی
مولا نے اس کو جنت اعلیٰ نصیب کی

یہ فقیر بارگاہ مصطفی ﷺ جس کا جسم بھی پورا نہیں تھا دنیا میں خالی ہاتھ رہا مگر جاتے ہوئے اس کے پاس بہت قیمتی زاد راہ تھا۔ یقیناً رب تعالیٰ ان کے عظیم کام پر انہیں بہترین اجر عطا کرے گا لیکن دنیا میں بھی اللہ نے جو عزت دی اس کا اندازہ ان کے تاریخ ساز جنازہ سے ہوتا ہے۔ ممتاز دانشور اور تجزیہ نگار اوریا مقبول جان کے محتاط اندازے کے مطابق ۳۰ لاکھ لوگ ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ اگرچہ زیادہ تعداد بتانے والے بھی ہیں۔ علامہ صاحب کے تاریخی جنازہ نے تمام عالم کفر بشمول ملحدین، لبرلز اور مغرب نواز میڈیا کو یہ واضح پیغام دیا کہ یہ پاک وطن توحید کے علمبرداروں، جمال مصطفیٰ ﷺ کے پرستانوں اور ناموس مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے پہرے داروں کی سرزمین ہے۔ اسے لا الہ الا اللہ کے نعرے سے حاصل کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کے دستور پر چلانے کا عزم ظاہر کیا گیا تھا اور انشاء اللہ یہی دستور یہاں نافذ ہو کر رہے گا ان شاء اللہ العزیز۔ اللہ تعالیٰ علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی اس مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے

اوران کے صاحبزادگان اور تربیت یافتگان کو ان کے عظیم مشن سے وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

جو دین متین پہ نثار ہوگیا

تو شاد اس پہ پروردگار ہوگیا

(شمارہ دسمبر ۲۰۲۰ء)

ماہنامہ "کنزالایمان" لاہور

علامہ خادم حسین رضوی دنیا سے چل بسے!

علامہ خادم حسین رضوی دنیا سے چل بسے ۔اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ان کے جانے سے علم وخدمت دین اور سیاست کا ایک باب ختم ہوگیا۔آپ علیہ الرحمہ کا یہ سفر حضرت غازی ممتاز حسین قادری شہید علیہ الرحمہ کی رہائی کے لیے جدو جہد سے شروع ہوا اوران کی شہادت کے بعد تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کی دیگر علماء کے ساتھ بنیاد رکھنے پر نئے انداز سے جاری ہوا۔اپنے دیرینہ رفیق ڈاکٹر محمد اشرف جلالی صاحب سے علیحدگی کے بعد تحریک لبیک پاکستان کے نام سے سیاسی جدو جہد کا آغاز کیا اور الیکشن حلف نامہ میں ختم نبوت کی شق میں تبدیلی کیے جانے پر فیض آباد کا تاریخی دھرنا دیا جو کہ کامیابی سے ہمکنار ہوا اور آپ پاکستان کے تمام علماء میں ممتاز ہو گئے ۔اگلا مرحلہ ضمنی الیکشن کا تھا جس میں تحریک لبیک پاکستان نے دیگر مذہبی جماعتوں سے زیادہ ووٹ لے کر تمام تر لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔اس سے اگلہ مرحلہ ۲۰۱۸ کا الیکشن تھا جس میں تحریک لبیک پاکستان نے ۲۲ لاکھ ووٹ حاصل کیے اور مرکز میں پانچویں اور پنجاب میں تیسری بڑی جماعت کے طور پر سامنے آئی ۔سندھ صوبائی اسمبلی میں تحریک کو دو نشستیں حاصل ہیں ۔ملک خداداد میں جو بھی مذہبی ریشہ دوانی شروع ہوئی اسکے سدباب کے لیے تحریک لبیک پاکستان نے اہم کردار ادا کیا۔عاصیہ ملعونہ کا معاملہ ہو یا ختم نبوت ﷺ پر ہونے والے پے در پے حملے ہوں ،گستاخانہ خاکوں کا معاملہ ہو یا ناموس رسالت ﷺ و ناموس اہل بیت و ناموس صحابہ رضی اللہ عنھم کے خلاف جو بھی کھڑا ہوا تحریک لبیک پاکستان میدان عمل میں آگئی۔

حالیہ فرانسیسی حکومت کی سرکاری سطح پر گستاخانہ جرأت پر تحریک لبیک پاکستان پھر میدان میں آئی اور فیض آباد میں دھرنا دیا جو کامیابی پر منتج ہوا مگر موسم کی خرابی نے علامہ خادم حسین رضوی صاحب کو مزید بیمار کر دیا اور آخر وہ اپنے لواحقین اور لاکھوں محبین کو روتا چھوڑ کر چلے گئے ۔اناللہ وانا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ علامہ صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور سوگواران کو صبر جمیل عطا کرے آمین ۔ادارہ سوگواران کے غم میں برابر کا شریک ہے ۔ **(شمارہ جنوری ۲۰۲۱ء)**





سولہواں باب

منظومات

(الف)

قطعہ تاریخ اشاعت

الخاتم (امیرالمجاہدین)

آرہا ہے نیا جو الخاتم
کیا کہوں کتنا کیف آور ہے
اس میں ہے خادم حسین کا ذکر
پس رسالہ یہ روح پرور ہے
حلقۂ اہلِ دین میں مذکور
انتہائی بلند اختر ہے
اسکی تاریخ نشر و چاپ عروس
"فخر ارباب دین نمبر" ہے
۱۴۴۲ھ

ازقلم: صاحبزادہ محمد نجم الامین عروس فاروقی (مونیاں شریف گجرات)

(۲)

آہ! فخر جانثاراں بادہ مستاں اٹھ گیا
لشکر ناموس احمد کا رجز خواں اُٹھ گیا
حضرت اقبال کے افکار کا وہ ترجماں
پاسبانِ مسلکِ احمد رضا خان اُٹھ گیا

بقلم: ڈاکٹر ظفر اقبال نوری (امریکہ)

(۳) بحضور امیرالمجاہدین رحمۃ اللہ علیہ

آفتاب احمد رضوی

آہ کہ رخصت ہوئے دنیا سے وہ بطل جلیل
جن کی نگاہ مست میں دنیا ومافیھا قلیل
فیض عشق مصطفیٰ جاری و ساری آج بھی

دیکھ لے ان کا جنازہ بے نظیر و بے مثیل
غازی ختم نبوت پیکر عشق رسول ﷺ
پہرہ دار حرمت ابن خلیل
دین دشمن قوتیں ہیں لرزہ براندام کیوں
غیرت حق سے مزین جن کا کردار جمیل
وقت کا حاکم بھی جن کے رعب سے مرعوب تھا
شان وشوکت پر تجھے اب چاہیے کیسی دلیل
کفر کے ایوان میں للکار ان کی گونج اُٹھی
دم بخود ابلیس ہے ابلیس کے چیلے ذلیل
حضرت خادم حسین پر رحمتیں ہوں بے شمار
آفتاب بے نوا ان کی نگاہوں کا قتیل

(۴) حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

آہ! وہ دیں کے لیے اک منفرد آواز تھا
بہر حق وہ بے خطر، مصروف تگ و تاز تھا
بولتا تھا برملا اقبال کی وہ بولیاں
دشمن احمد پہ شدت میں رضا انداز تھا

بقلم: ڈاکٹر ظفر اقبال نوری (امریکہ)

(۵) رباعی

از: خالد رومی نظامی

اس طرح مشیت پہ رضا مند ہوا
نقارۂ حریت بھی ہر چند ہوا
اوصاف میں اقبال کے شاہین کی خو
اک باب عزیمت کا تھا جو بند ہوا

(٦)

تجھے سلام....

تاجدارِ ختم نبوت و محافظِ ناموس رسالت امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کے وصال پر تعزیت

سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

اسلام کے اے مَردِ مجاہد تجھے سلام
اے کاروانِ عشق کے مُرشِد تجھے سلام

خادم حسین رضوی امیر المجاھدین
اے مَہرِ انقلاب ، اے قائد تجھے سلام

آواز تیری شعلہ و شمشیر بن گئی
اے جانشین ''طارق و خالد'' تجھے سلام

وہ دے گیا ہے عشقِ نبی کو نئی حیات
اعداد اور شمار سے زائد تجھے سلام

تمام عمر کی حفاظتِ ناموسِ مصطفیٰ
اے سُنّیوں کے رہبرِ راشد تجھے سلام

نبضِ جہاں ٹھہر گئی تیری وفات پر
سب رو کے کہہ رہے ہیں اے قائد تجھے سلام

لکھّی ہوئی رہے گی دلوں پر تری حیات
تازہ رہیں گے تیرے شواہد ، تجھے سلام

جبر و ستم کی چھاؤں میں بھی تو ڈٹا رہا
رسمِ حُسینیت کے مُجدّد تجھے سلام

میداں کو تو نے سجدہ گہِ عشق کر لیا
اے کربلاے وقت کے عابد تجھے سلام

پیغامِ حق سنایا بھی ، اُس پر چلایا بھی
اے عشقِ مصطفائی کے قاصد تجھے سلام

تجھ پر فدا اے ختم نبوت کے پہریدار
اے پاسبانِ باغِ عقائد تجھے سلام

کردار میں بھری تھیں عزیمت کی بجلیاں
تجھ کو جھکا سکے نہ شَدائد، تجھے سلام

ماں باپ سے بھی بڑھ کے ہمیں تو عزیز ہے
اے جلوۂ خودی کے مُشاہد تجھے سلام

اعزاز میں جبین جہاں ہے جھکی ہوئی
سب کر رہے ہیں غائب و شاہد، تجھے سلام

فکرِ رضا میں ڈھل گیا تیرا وجودِ ناز
محرابِ حق پرستی کے ساجد تجھے سلام

ملت میں روحِ عشق کو بیدار کردیا
ہیں سارے اہلِ حق ترے حامد ، تجھے سلام

کرتا رہا تو آخری دم تک مقابلہ
اصحاب بدر کے اے مقلد تجھے سلام

اے سنیت کے شیر ، نہ بھولیں گے ہم تجھے
حاصل کریں گے تیرے مقاصد ، تجھے سلام

مشغول ہیں دعا میں فریدی کے جان و دل
فضل خدا ہو تیرا مُساعِد تجھے سلام

(۷)

رباعی

نسیمِ سحر

اللہ کی بُرہان تھے خادم رضوی
اک سچّے مسلمان تھے خادم رضوی
ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے
سرگرم بہرآن تھے خادم رضوی

(۸)

ڈاکٹر عزیز احسن

امین فکر رضا خوشہ چین اقبالی
گیا جہاں سے تو لمعات فکر چھوڑ گیا
فدائے ختم نبوت ہوا بصد دل و جاں
عمل سے اپنے محبت کا ذکر چھوڑ گیا

(۹)

ارتحال قائد اسلامیاں علامہ خادم حسین رضوی

پروفیسر بشیر احمد رضوی

اہل سنت کا مسیحا چل دیا
پاک ملت کر کے زندفہ چل دیا
عصر حاضر کا امام احمد رضا
واصف سلطان والا چل دیا
قافلہ سالار ارباب یقیں
پیشوا اہل وفا کا چل دیا
ترجمان فکر اقبال و رضا
جانشین غوث و خواجہ چل دیا
نائب زنگی و سلطان شہید
دافع شر کلیسا چل دیا
حضرت شیخ مجدد کا جلال
دین حق کا کر کے احیاء چل دیا
ہمزبان فضل حق فضل رسول
مقتداء اہل ھدی کا چل دیا
وہ جو تنہا تھا زمانے میں بشیر
چھوڑ کر لاکھوں کو تنہا چل دیا

(۱۰)

سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی (مسقط عمان)

اے قائد ہمارے ! الوداع
اے دلوں کے نور ! آنکھوں کے ستارے الوداع
اے حبیب مصطفیٰ ! اے حق کے پیارے الوداع
اے وقارِ بزمِ دیں ! اے مَردِ حق خادم حسین

سُنّیت کے شیر ! اے قائد ہمارے الوداع
خون روتی ہے نظر ، غم سے تڑپتا ہے جگر
کہہ اٹھے ، بہتے ہوئے اشکوں کے دھارے الوداع
سرخ رو ہو کر چلے تم جانبِ خلد بریں
اپنی جاں سے دین کے صدقے اتارے، الوداع
آہ تجھ سا ہادی و رہبر کہاں پائیں گے ہم
آسمانِ جرأت و ہمت کے تارے الوداع
دیکھ کر تجھ کو ، مدینے والے کی آتی تھی یاد
عاشقانِ مصطفیٰ کے اے سہارے الوداع
الفراق اے حُرمت ختم الرسل کے پاسباں
تو نے ہستی کے گُہر آقا پہ وارے الوداع
گلشنِ عالم ہے سُونا اور فضائیں سوگوار
کہہ رہے ہیں تجھ سے افسردہ نظارے الوداع
دین پر سب کچھ لٹا کر کام ایسا کر گئے
حشر تک گونجیں گے اب نغمے تمہارے الوداع
تونے پیدا کی دلوں میں ، حق پہ مرنے کی تڑپ
قوم میں ایثار جوہر کے نکھارے الوداع
بزمِ عرش و فرش میں ہے اِس لیے چرچا ترا
تو نے دے کر نورِ حق ، ایماں سنوارے الوداع
اے فریدی ! یہ صداے عالم اسلام ہے
سارے اہل حق ، یہ رو رو کر پکارے الوداع

(ب)

(۱۱)

قطعہ تاریخ رحلت (ماہِ محفل علامہ خادم حسین رحمہ اللہ)

۱۴۴۲ھ

باحیاء ، بے ریا رضوی
دل ربا رضوی ، دل کشا رضوی
کر گیا دین سے وفا رضوی
تھا فدا کارِ مصطفیٰ رضوی
اس نے پائی تھی غیرتِ دینی
باحمیت تھا با خدا رضوی
دیکھ کر اُس کی شکل نورانی
لب پہ آتا تھا مرحبا رضوی
کوئی پوچھے جو سالِ وصل عروس
با ''ادب'' کہیے ''خوشنما رضوی''

7+2013=2020

صاحبزادہ محمد نجم الامین عروس فاروقی
مونیاں شریف (گجرات) پاکستان

(پ)

(۱۲) سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

پڑھا جاؤں گا ، لکھا جاؤں گا، اور سوچا جاؤں گا
قلم میں، فکر میں، لفظوں میں، تحریروں میں زندہ ہوں
لہو کے رَبط سے ہی طے نہ ہوگا اب نَسب میرا
نبی پر جان دینے والی سب نسلوں میں زندہ ہوں

(۱۳) ابرارالحق شاکر (پنڈی گھیپ)

پیشوائے اہل سنت آج رخصت ہو گیا

ترجمان اعلیٰ حضرت آج رخصت ہو گیا
عہد جو باندھا تھا آقا سے اسے پورا کیا
پھر بسرعت سوئے جنت آج رخصت ہو گیا

(ت)

(۱۴) **علامہ سفیر احمد سفیر علوی**

امیرالمجاھدین علامہ خادم حسین رضوی کے اسلام آباد کے دھرنے کی حمایت بذریعہ اشعار

ترا دھرنا یہ بالآخر سیاہ کاروں کو دھر لے گا
یہ ربوہ کے ہوا خواہوں نمک خواروں کو دھر لے گا
یہ دھرنا گدڑی پوشوں کا یہ دھرنا سر فروشوں کا
بھیانک کھیل کے جملہ اداکاروں کو دھر لے گا
توقع کس کو تھی خاکی نہادوں کا یہ اک دھرنا
سبھی ڈاکہ زنوں کو اور بدکاروں کو دھر لے گا
یہ یخ بستہ نومبر کی شب ہائے تیرکا دھرنا
تمام ایماں فروشوں سارے غداروں کو دھر لے گا
لگاؤ مل کے نعرہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لبیک
یہ نعرہ سارے مکاروں کو عیاروں کو دھر لے گا
یہ دھرنا جس کے داعی حضرت خادم حسین ہوں گے
سنو لیلائے ربوہ کے پرستاروں کو دھر لے گا

(۱۵)

ترے لیے

یادِ امیرالمجاہدین نوراللہ مرقدہٗ میں تڑپتے ہوئے دل کی آواز...

سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

تو چل دیا تو آنکھ ہے گریاں ترے لیے
سینے میں کیسے کیسے تھے ارماں ترے لیے

قربان اے محافظِ ناموسِ مصطفیٰ
ہستی کا سارا جوہر و ساماں ترے لیے

اے شانِ حق ، اے راحتِ اسلام و سُنیت
اب تو نہیں ، تو ہم ہوئے بے جاں ترے لیے

جی بھر کے تجھ کو دیکھ سکے، اور نہ سُن سکے
مضطر ہے بزم ، اے مہ تاباں ترے لیے

ضرب کلیم تھی تری تقریر کی دھمک
صد آفریں ! اے غازیٔ میداں ترے لیے

تو نے نبی کے نام پہ ہنس کر سہے اَلم
گُل بن گیے تھے شعلۂ زِنداں ترے لیے

آنکھوں میں آنکھ ڈال کے تو کفر سے لڑا
دائم دفاعِ حق رہا عنواں ترے لیے

عاشق نہیں، تو عشقِ سراپا نبی ﷺ کا ہے
روتے ہیں قلب و روحِ مسلماں ترے لیے

خادم حسین رضوی ، امیر المجاھدین
ہیں غم میں سارے صاحب ایماں ترے لیے

تو دل کی دھڑکنوں میں رہا، آنکھ میں بسا
کیوں کر بہیں نہ اشکِ فَراواں ترے لیے

گلزارِ کائنات ہے پھیکا ترے بغیر
ہیں سارے گُل تپیدہ و سوزاں ترے لیے

اقبال کی خودی کا تو عکس جمیل تھا
غمگین ہے ادب کا دبستاں ترے لیے

فکر رضا کے ناشر و بے باک ترجماں
روشن ہوئے خزینۂ عرفاں ترے لیے

تو شاعروں کا خواب، تو اہل قلم کی فکر
افسردہ ہیں تمام سخن داں ترے لیے

اے تاجدارِ ختمِ نُبوت کے جانثار
کونین کی زباں ہے ثنا خواں ترے لئے

اب بھی یقیں نہیں ہے تری موت کا ہمیں
دل منتظر ہے ہر گھڑی اے جاں ! ترے لیے

جانے کدھر سے وصل کی تنویر مسکرائے
ہر سو نظر ہے جلوۂ جاناں ! ترے لیے

اے جانے والے ! دیکھ پلٹ کر پھر ایک بار ہر سمت
ہیں چراغ، درخشاں ترے لیے

اب بھی وہی ہجوم ، وہی دھوم ہے مگر
ہے ساری بزم ، اشک بداماں ترے لیے

حُبّ رسول پاک میں شعلوں پہ تو چلا
باغِ جناں عطا کرے یزداں ترے لیے

شاہا قبول ہوں یہ فریدی کے ادنیٰ پھول
وہ لا نہیں سکا جو ہے شایاں ترے لیے

(۱۶) **شہیدِ وفا حضرت خادم حسین رضوی**

ڈاکٹر عزیز احسن

تھی اس کی شجاعت میں تاثیر ید اللہی
”اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی“
ثابت یہ کیا اس نے میدان شجاعت میں
ہے شیوۂ مردانہ حق گوئی و بے باکی
وہ حق کا مجاہد تھا با جرأتِ شبیری
ٹھکراتا رہا پے ہم وہ منصب توقیری
تھی جس میں کوئی قد غن ٹھکرائی وہی میری

(۱۷)

نذرانہ ءعقیدت بحضور امیرالمجاھدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ والرضوان

آصف اختر القادری

تھے اہل حق کی آن امیرالمجاھدین
اور سنیوں کی جان امیرالمجاھدین

گستاخِ مصطفیٰ کے لئے تھے بہت شدید
مومن پہ مہربان امیرالمجاھدین

دے گی گواھی سر زمین یہ فیض آباد کی
تھے اک بڑی چٹان امیرالمجاھدین

شیدا تھے ان پہ تاجِ شریعت و تراب الحق
تھے ان پہ وہ قربان امیرالمجاھدین
لبیک یا رسول کا نعرہ ہمیں دیا
بھاری ہے یہ احسان امیرالمجاھدین

قائد خدا نے ہم کو عطا ایسا کیا تھا
باطل تھا پریشان امیرالمجاھدین

خادم تھے وہ حسین کے اور رضوی شیر تھے
آصف کو ان پہ مان امیرالمجاھدین

(ج)

(۱۸)

"خادم و آقا" کی ملاقات
اور رنگِ نیاز و ناز

سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

جا کر شہِ عالم کو ، دی ہوگی سلامی
جب آقا نے کہا ہوگا ، یہ میرا اَسیر آیا
لگ جاؤ فرشتو تم مہمان نوازی میں
دیکھو یہ مرا "خادم" ، یہ میرا فقیر آیا

(۱۹)

مفتی کامران مسعود رضوی

جام عشق نبی جو پلاتا رہا
حق کی خاطر وہ جیلوں میں جاتا رہا

نعرہ لبیک پھر بھی لگاتا رہا
رضوی کی استقامت پہ لاکھوں سلام
حق کو باطل سے ممتاز جس نے کیا
نوجوانوں کو ہم ساز جس نے کیا

بے نواؤں کو ہمراز جس نے کیا
ایسے عالم کی حکمت پہ لاکھوں سلام

نور احمد سے روشن لحد ہو گئی
بالیقین ان پہ رحمت کی حد ہو گئی

مدنی آقا کی دیکھو مدد ہو گئی
پہرے دار رسالت پہ لاکھوں سلام

جن کی قیمت بھی باطل لگا نہ سکا
جن کو سارا زمانہ جھکا نہ سکا

فرضِ عشق نبی وہ بھلا نہ سکا
ایسے خادم کی جرأت پہ لاکھوں سلام

(۲۰) **فاضل میسوری، انڈیا**

جنابِ آمنہ کے نورِ عین کا خادم
قتیلِ عشق ، شہِ مشرقین کا خادم

یہ غل مچا ہے فرشتوں میں عرشِ اعظم پر
اٹھو سلام کو ! آیا حسین کا خادم

(۲۱)

وہ رضوی تھا

محمد زین شہزاد

جو ملت کی امیدوں کا سہارا تھا وہ رضوی تھا
جو طوفانوں میں کشتی کا کنارا تھا وہ رضوی تھا

لہو سے آبیاری کر کہ اس اجڑے ہوئے گلشن کو
جس نے باغباں بن کر سنوارا تھا وہ رضوی تھا

اس الجھی ہوئی ملت کے ان بگڑے جوانوں کو
لگا کہ دین کا نعرہ سدھارا تھا وہ رضوی تھا

تھما کہ دین کا پرچم یہ دنیا دار لوگوں کو
نظام مصطفیٰ ﷺ خاطر ابھارا تھا وہ رضوی تھا

نبی کی آن کی خاطر نبی کی شان کی خاطر
وقت زندان میں جس نے گزارا تھا وہ رضوی تھا

مظالم لاکھ جھیلے تھے مگر نہ تھی شکایت بھی
فقط لبیک یا آقا پکارا تھا وہ رضوی تھا

یوں تو اب بھی لگتے ہیں محافل میں بہت نعرے
مگر لبیک کے نعروں میں پارا تھا وہ رضوی تھا
نہ دولت کی طلب تھی نہ ہی شہرت کا اسے لالچ
نہ اپنی ذات کا نعرہ گوارا تھا وہ رضوی تھا

لاکھوں لوگ اس کے نام پہ مرنے کو حاضر تھے
نبی کے عاشقوں کا جو دلارا تھا وہ رضوی تھا

شب کے اندھیروں میں گھری ملت کی ناؤ کو
جو سمتِ حق بتاتا تھا، ستارا تھا وہ رضوی تھا

فخر سے ہم بتائیں گے یہ مستقبل کی نسلوں کو
نڈر اور شیر دل قائد ہمارا تھا وہ رضوی تھا

صدائے فاقتلوہ سے قتل کا فتویٰ دیا جس نے
نبی کے دشمنوں! دشمن تمہارا تھا وہ رضوی تھا

ہزاروں جھک گئے ملاں و پیروں نے کیے سودے
مگر جو ظلم کے آگے نہ ہارا تھا وہ رضوی تھا

اگر ہے موت جو آنی تو بستر پہ بھی آئے گی
دلوں سے خوف جس نے یوں اتارا تھا وہ رضوی تھا

کیا تھا حاضر و موجود سے بیزار مسلم کو
فقر کی سان سے جس نے گزارا تھا وہ رضوی تھا

یزید وقت کے آگے ادا کی رسم شبیری
سبھی کچھ دین کی خاطر ہی وارا تھا وہ رضوی تھا

کیا ختمِ نبوت کا علم یوں سر بلند جس نے
جو خنجر قادیانیت کو مارا تھا وہ رضوی تھا

کہاں پہ امن کرنا ہے کہاں غیرت دکھانی ہے
بتا کہ جس نے ایماں کو نکھارا تھا وہ رضوی تھا

سخن کا اختتام اس پر میں کرتا ہوں اے زینی سن
کہ لفظِ عشق کا معنی جو سارا تھا وہ رضوی تھا

(۲۲)

علامہ خادم حسین رضوی

ناصر بشیر

جو نقیبِ عشقِ رسول تھا وہ چلا گیا
جو مدینے والوں کا پھول تھا وہ چلا گیا

کبھی پھول تھا کبھی خار تھا جو کلام میں
جو ہر اک ادا میں قبول تھا ، وہ چلا گیا

اسے مرتبہ یہ ملا تھا ، عشق و جنون میں
جو نبی کے پاؤں کی دھول تھا ، وہ چلا گیا

کوئی اس کے جیسا نہیں رہا ، مرے شہر میں
جو وفا کا اصل اصول تھا ، وہ چلا گیا

اسے نسبتیں رہیں پنجتن کے چراغ سے
جو غلامِ بیت بتول تھا وہ چلا گیا

جسے گل کہا سبھی عاشقانِ رسول نے
جو عدو کے حق میں ببول تھا وہ چلا گیا

وہ سیاہ شب کے گمان میں تھا یقیں کوئی
نئی صبح کا جو نزول تھا وہ چلا گیا

(۲۳)

قطعہ تاریخ وصال

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

نتیجہ فکر: علامہ پیر محمد شہزاد مجددی سیفی

دارالاخلاص لاہور

جہاں میں ہوا شورِ محشر بپا
اُٹھا دہر سے ہے وہ مردِ خدا

وہ جاتے ہوئے سب کو سمجھا گیا
شہِ دوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے کیا

مبلغ شریعت کا خادم حسین
بڑی شان و عظمت سے رخصت ہوا
یہ پوچھا کتاب الٰہی سے جب
سن وصل مردِ خدا کا ہو کیا

تو سنتے ہی شہزاد ہاتف نے دی صدا
''فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیمًا''
۱۴۴۲ھ

(چ)

(۲۴)

منقبت امیرالمجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ

چرچا سَحَر و شام ہے خادِم رَضَوی کا
کُچھ اِتنا بڑا کام ہے خادِم رَضَوی کا
دیتے رہے سرکار کی ناموس پہ پہرہ
یُوں ہی نہیں اِکرام ہے خادِم رَضَوی کا
خِدمت ہے حُسینی ، تو اِرادت ہے رضا سے
کِس درجہ حَسیں نام ہے خادِم رَضَوی کا
باطِل سے کِسی طَور کبھی ہار نہ مانو
مُسلم کو یہ پیغام ہے خادِم رَضَوی کا
تا عُمر رہے ختمِ نبوّت کے سپاہی
اب خُلد میں آرام ہے خادِم رَضَوی کا
کیا خُوب سعادت ہو، اگر مُجھ کو کہیں سب
یہ بندہء بے دام ہے خادِم رَضَوی کا
پائے گا، مُقدّر کا دھنی ہو گا جو عارف
فیضان تو گو عام ہے خادِم رَضَوی کا

محمد عارف قادری، واہ کینٹ

(۲۵)

صبح نور

مولانا سید خرم ریاض شاہ (لاہور)

چل دیئے تم آنکھ میں اشکوں کا دریا چھوڑ کر
رنج فرقت کا ہر ایک سینے میں شعلہ چھوڑ کر
موت عالم سے بندھی ہے موت عالم بے گماں

روح عالم چل دیا عالم کو مردہ چھوڑ کر
ہوسکے تو دیکھ اختر باغ جنت میں اسے
وہ گیا تاروں سے آگے آشیانہ چھوڑ کر

(۲۶)

آسی

چہرہ کھلی کتاب تھا خادم حسین کا
دین نبی نصاب تھا خادم حسین کا

لبیک یا رسول رہے ہر زبان پر
یہ عزم انقلاب تھا خادم حسین کا

نافذ ہو چار سمت شریعت رسول کی
منشور لاجواب تھا خادم حسین کا

انداز گفتگو میں کہیں تلخیوں کا بھی
اظہار بے نقاب تھا خادم حسین کا

وہ کر گیا ہے کتنی نگاہوں کو اشکبار
آسی اک سنہری باب تھا خادم حسین کا

(ح)

(۲۷)

بیادِ حافظ خادم حسین رضوی مرحوم
(مرید اقبال علامہ غلام فرید نقشبندی)

حرمتِ رسولؐ تھی مقدم جہان میں
رکھتا تھا اپنا تیر ہمیشہ کمان میں

اظہار واشگاف تھا ، لہجہ دبنگ تھا
لکنت ذرا نہیں تھی جرّی کی زبان میں

للکارتا تھا دشمن دیں کو وہ بے دریغ
جرأت تھی اور عزم تھا شامل بیان میں

ناموسِ مصطفیٰؐ کے لیے ہیں جو مستعد !
اُن لوگوں کو خدا رکھے حفظ و امان میں

اقبالؒ کا تھا سوز نصیب اُس کو بھی ضرور
کیا کیا نہ خوبیاں تھیں اُس اک عالی شان میں

خادم حسین رضوی ، فریدؔ ایسا شخص تھا !
جیسا کوئی نہیں تھا زمین و زمان میں

(۲۸) **قاضی محمد ظہورالحق ضیاء (مظفرآباد)**

حرمتِ نام نبی کا پاسباں رخصت ہوا
جرأتِ اسلام، غیرت کا نشاں رخصت ہوا

زندگی جس نے گزاری خدمت اسلام میں
باخدا وہ کامیاب و کامراں رخصت ہوا

نام جس کا سن کہ لرزاں تھا جہانِ کفر وہ
جرأتوں اور ہمتوں کی داستاں رخصت ہوا

اپنے پیچھے اک ہجومِ عاشقانِ مصطفیٰ چھوڑ کر
اب خود امامِ عاشقاں رخصت ہوا

جس کی جرات سے جہانِ کفر میں تھا زلزلہ
عزم و ہمت کا وہ کوہِ گراں رخصت ہوا

جس کی اک للکار سے لرزاں رہے گستاخ سب
آج دنیا سے وہی مردِ جواں رخصت ہوا

خوابِ غفلت سے کیے بیدار سنی اس نے ہی
سنیوں کی جاں، دلوں کا حکمراں رخصت ہوا

حافظِ قرآن، عالم، باعمل، کامل ولی
علم و عرفاں کا وہ بحرِ بے کراں رخصت ہوا

عظمتِ اسلام دنیا میں اجاگر کر گیا
پہریدارِ دین اور حق کی زباں رخصت ہوا

مصطفیٰ کے عشق سے روشن زمانہ کر گیا
نورِ عشقِ مصطفیٰ سے ضو فشاں رخصت ہوا

حرمت و ختمِ نبوت کا محافظ ،مردِ حق
سرخرو ہو کر جہاں سے شادماں رخصت ہوا

قائدِ تحریکِ ناموسِ رسالت الوداع
آخرش تو جانبِ باغِ جناں رخصت ہوا

جس نے ہر دل میں نبی کا عشق ڈالا ہے سدا
قافلہ عشق کا وہ سارباں رخصت ہوا

حضرتِ اقبال کا مردِ مجاہد، پاکباز
حافظِ کلیات، وہ اقبال داں رخصت ہوا

اب کلامِ شاعرِ مشرق سنے کس سے ضیاء
حضرتِ اقبال کا وہ ترجماں رخصت ہوا

(۲۹) **عبدالرحمن عبد (پنڈی گھیپ)**

حضرت احمد رضا سے خاص نسبت تھی انہیں
چلنے سے معذور، راہِ عشق پر دوڑا کیے

تھی حسینیت کی رنگت ان کے قول و فعل میں
وہ فقط ابن علی کے نام کے خادم نہ تھے

(خ)

(۳۰)

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

حاجی رحمت علی رحمت آف اوکاڑہ

خادم تیرے افکار کا اظہار کروں گا
یوں زیست کو میں اپنی پُر انوار کروں گا

جس آن سے پیغام محمد کو کیا پیش
اُس فکر رسا کا سدا اقرار کروں گا

یہ تیرا ہی طرہ ہے کیا مرزائیت کا انکار
اس جعلی نبی کا میں بھی انکار کروں گا

بے دین قیادت کو سکھائے زریں اقوال
لبیک قیادت کو میں ضو بار کروں گا

رحمت تیرے پیغام کو سر سبز رکھے گا
اُمت کے لیے سایۂ دیوار کروں گا

(۳۱)

منظوم خراج عقیدت
مبشر حسین فیضی

خادم حسین فکر کا روشن چراغ تھا
سالارِ کارواں تھا وہ عالی دماغ تھا

اس کا بیاں تھا عشق و محبت کی داستاں
اس کا سخن تھا عظمت و غیرت کی داستاں

اس کی ادا میں سوز بلالی کی تھی جھلک
اس کی تڑپ میں جذب غزالی کی تھی مہک

احمد رضا کے فیض سے نسبت اسے رہی
اقبال کے پیام سے الفت اسے رہی

ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کا محافظ بنا رہا
وہ آندھیوں کے سامنے تنہا ڈٹا رہا

سب سو رہے تھے سب کو جگا کر چلا گیا
جب چل دیا تو کیسے رلا کر چلا گیا

فیضی رہا کھٹکتا جو دشمن کی آنکھ میں
آنسو ہیں اس کی یاد میں مومن کی آنکھ میں

(۳۲)

مجاہد ختم نبوت

ذوالقرنین ذاکر

خادم رضوی خادم رضوی
خادم رضوی خادم رضوی
سُچا سَچا کھرا نرالا
باطل کو نتھ ڈالنے والا
کفر کا دشمن دین کا خادم
قوم کو خوب سنبھالنے والا
خادم رضوی خادم رضوی
خادم رضوی خادم رضوی
حق کی باتیں کرتا تھا وہ
جذبہ اندر بھرتا تھا وہ

وہیل چیئر پر بیٹھ کے بابا
بادشاہوں سے لڑتا تھا وہ
خادم رضوی خادم رضوی
خادم رضوی خادم رضوی
نعرہ یوں لبیک لگایا
سوئے ہوؤں کو خوب جگایا
ایسے جیا وہ زندگی ذاکر
مر کے بھی جو مر نہ پایا
خادم رضوی خادم رضوی
خادم رضوی خادم رضوی

(۳۳)

فنا فی الخاتم النبیین

حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ

خوشبو سے تر بتر تھے خادم حسین رضوی
نایاب سا گہر تھے خادم حسین رضوی

بے خوف تھے نڈر تھے خادم حسین رضوی
پُرحسن و پُر اثر تھے خادم حسین رضوی

اُن کی ادا میں، اُن کی محبت تھی آشکار
اُلفت میں اوج پُر تھے خادم حسین رضوی

حسنِ سخن میں بحر صداقت تھا موجزن
خوشبوئے حق نگر تھے خادم حسین رضوی

سب کے دلوں میں اُن کی عقیدت تھی جلوہ گر
مومن کی چشم تر تھے خادم حسین رضوی

انجم مرے وطن میں عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کی
اُمید کی سحر تھے خادم حسین رضوی

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم (سرگودھا)

(۳۴)

تابِ نظر پھونک گیا

فدائے تاجدارِ ختمِ نبوت

محافظِ ناموسِ رسالت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ

سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

خَیمَۂ کفر میں ہیبت کے شَرر پھونک گیا
وہ صفِ حق میں نئی تابِ نظر، پھونک گیا

سینۂ قوم کو اسلامی حَمیّت دے کر
شبِ تاریک میں تابندہ سحر پھونک گیا

یوں لڑا جَبر و ستم سے وہ حسینی خادم
نبضِ ملت میں شجاعت کا ہنر پھونک گیا

پاؤں معذور ، مگر حق کو بچانے کے لیے
خود چلا ، اوروں میں بھی عزمِ سفر پھونک گیا

لے گئی پار اُسے رب پہ بھروسے کی ناوَ
کہہ کے لبیک ، وہ کشتی کو اِدھر پھونک گیا

عظمتِ ختمِ نبوت پہ دیا یوں پہرہ
ساری امت میں وہی ذوقِ جگر پھونک گیا

اُس نے پرواہ نہ کی اپنی ، نہ اپنے گھر کی
بہرِ حق ، جان و دل و دولت و زر پھونک گیا

شمعِ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے
ہم میں وہ جذبۂ کردارِ عمر پھونک گیا

اُس کی عظمت پہ فدا ، اُس کی قیادت کو سلام
ہم میں اسلام کی غیرت وہ نڈر پھونک گیا

خوش ہوئی روحِ رضا ، کِھل اٹھا رُوے اقبال
روئے سخن میں وہ نیا سوز و اثر پھونک گیا

سَرفروشی کی ڈگر چل کے فریدی اُس نے
حق کو آباد کیا ، خِرمَن شَر پھونک گیا

(د)

(۳۵) منقبت درشانِ امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ندیم احمد ندیم نورانی

حضرت علامہ خادم حسین رضوی کے چہلم کی محفل میں مؤرخہ ۱۰ر جمادی الاولیٰ، ہفتہ، ۲۶ر دسمبر ۲۰۲۰ء کو دارالعلوم نوریہ رضویہ، کلفٹن، کراچی، میں پہلا منقبتی مشاعرہ منعقد کیا گیا، اس موقع پر جو کلام کہا گیا، وہ ایک شعر کے اضافے اور معمولی سی ترمیم کے ساتھ پیشِ خدمت ہے:

دارِ بقا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ
سب کو رُلا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

لاکھوں دلوں میں عشقِ محبوبِ کبریا کی
شمعیں جلا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

میرِ مجاہدین ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے
ہمّت بڑھا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیسے کریں تحفّظ
یہ بھی بتا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

جب بھی کوئی خلافِ ختمِ نبوّت اُٹھا
میداں میں آ گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

معذور ہونے پر بھی پُر خار راستوں پر
چلنا سکھا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

جب اُن کی اِستقامت چشم جہاں نے دیکھی
ہر دل کو بھا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

سونے سے پہلے پڑھتے تھے سورۃ محمد
کیا رہ دکھا گئے ہیں خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

عشقِ نبی کے صدقے، شہرت کے آسماں پر
آتے ہی چھا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

اقبال اور رضا کے شعر و سخن میں اپنا
سکّہ بٹھا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث بن کر، علمِ حدیث کے بھی
موتی لُٹا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ایسا بڑا جنازہ دیکھا نہیں کسی نے
جیسا دِکھا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

پائے، ندؔیم حصّہ اُس عشق کا کہ جس کا
ساغر پلا گئے ہیں خادم حُسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۶)

قطعہ

نسیم سحر (اسلام آباد)

داعیِ ختمِ نبوّت تھے جو خادِم رضوی
حفظ ِناموسِ رسالتؐ پہ تھے قائم ، رضوی

فخر کرتے تھے تو بیجا تو نہیں تھا ہر گز
ایسے اعزاز پہ ہر گز نہ تھے نادم رضوی

(۳۷)

ابوالمیزاب محمد اویس آبؔ رضوی

دل کی دنیا میں بسا کر عشقِ ختم المرسلیں
کاسۂ طالب میں بھر دی دولتِ حسنِ یقیں

عہدِ حاضر میں رضا کی فکر کے سچے امیں
ہو گئے افسوس صد افسوس پیوندِ زمیں

وہ جو قربانِ شعارِ حق پرستی ہو گئے
قبلۂ دیوانگانِ عشق و مستی ہو گئے

مقصد و مقصود ان کا حفظِ ناموسِ رسول
سیرتِ ''مہرِ علیؒ'' نے ان کو بخشے تھے اصول

میں فدائے مصطفےٰ حسنین و حیدر اور بتول
موت بھی اِن کے لیے آئے تو ہے مجھ کو قبول

عمر بھر کہتے رہے، کرتے رہے ہر دم جہاد
توڑ ڈالے آپ نے سب فتنہ ہائے ارتداد

میڈیا میں آیا یہ فرمانِ ظالم کیمرون
شہرِ پیرس میں اہانت کے لگیں گے کارٹون

یہ خبر سن کر ہوا سیماب یوں خادم کا خون
ساری دنیا ہل گئی دیکھا جو عاشق کا جنون

آنچ آئے مصطفیٰ پر یہ گوارا ہی نہیں
ان کی مثل ان کا استعارہ ہی نہیں

اُن کا اندازِ تخاطب تھا زمانے سے جدا
بولتا تھا ان کے لب سے عشقِ محبوبِ خدا

دی جو مَن سَبَّ نَبیًّا فاقتلُوہُ کی صدا
ہو گئی حیران دنیا دیکھ کر ان کی ادا

آج کی اِس پر فتن دنیا میں ایسا کون ہے
ماسوا خادمؔ کے جرأت کا ہمالہ کون ہے

زندگی ان کی ہے بس علم و عمل کی داستاں
مٹ نہیں سکتا کبھی ان کے تفکر کا نشاں

ہوگی میرے ساتھ ان کے نقشِ پا کی کہکشاں
یاد آئیں گی ہمیشہ مجھ کو ان کی خوبیاں

پاسبانِ اہلِ سنت حضرتِ خادم حسین
تھے جہانِ عزم و ہمت حضرتِ خادم حسین

(۳۸)

ایک قطعہ

دنیا میں نام کر گیا خادم حُسین کا
کچھ ایسا کام کرگیا خادم حُسین کا

مَن سَبَّ نَبِیّاً کا فقط حل ہے فَاقْتُلوہ
پیغام عام کر گیا خادم حُسین کا

(۳۹)

لسان اہل سنت علامہ سفیر احمد سفیر علوی

دیکھ پائیں گے نہ پھر تجھ سا زمانے والے
کو بکو نعرہ لبیک لگانے والے

رہ گئے دل کو پکڑ ہیں زمانے والے
باندھ کر رخت سفر چل دیے جانے والے

شمع اقبال کی پھر دل میں جلانے والے
مئے توحید سے سینوں کو تپانے والے

اپنا سب کچھ در آقا پہ لٹانے والے
یاد رکھیں گے سدا تجھ کو زمانے والے

رومی و رازی و اقبال و رضا کے یارو
پھر نہ آئیں گے نظر نغمے یہ گانے والے

بات بے باکی و جرأت کی چھڑے گی جب بھی
قصہ تیرا ہی سنائیں گے سنانے والے

چھوڑے جاتے ہو ہمیں کس کے سہارے خادم
شمع عشق نبی دل میں جلانے والے

ارجعی سن کے یہ چپ چاپ چلے جاتے ہیں
کفر و شر کے در و دیوار ہلانے والے

ایسے کم کم ہی سفیر آتے ہیں آنےو الے
آگ تکبیر کی سینوں میں لگانے والے

(ر)

(۴۰)

بحضور امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی

نتیجہ فکر۔۔۔مفتی آفتاب احمد رضوی

راکب عزم وہمت تھا خادم حسین
خادمِ دین وملت تھا خادم حسین

اہل حق کو دیا ولولہ بے بہا
پیکرِ ضرب جرأت تھا خادم حسین

قصرِ ناموسِ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہ پہرہ دیا
وارث فکر خالد تھا خادم حسین

قوم خفتہ کو غفلت سے فوراً جگایا
مثل بانگِ بلالی تھا خادم حسین

جب گرجتے تو ایوان بھی کانپ جاتے
مرد حر مرد مومن تھا خادم حسین

کفر کی آنکھ میں خار بن کر چھبا
رب نے ایسا بنایا تھا خادم حسین

ان کے نقشِ قدم پر چلو آفتاب
مقتدا بن کے چمکا تھا خادم حسین

(۴۱)

قطعہ تاریخ وصال (حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ)

پروفیسر بشیر احمد رضوی (پنڈی گھیپ)

رفت ساقی از میاں
گشت ویراں میکدہ
سالِ فقدش جستہ ام
بادل صدمہ زدہ
بر زبانم دفعتاً
شعر زیریں آمدہ
خادم دین نبی

نور اللہ مرقدہ

1442-671ھ

(۴۲)

علامہ خادم حسین رضوی کے لیے

ڈاکٹر محمد عارف (ٹیکسلا)

روشن کوئی دِیا تھا ، خادم حسین رضوی
اُمّت کا راہنما تھا ، خادم حسین رضوی

عشقِ رسولِ پاک کیا عام چار سُو
سچ ہے بہت بڑا تھا خادم حسین رضوی

توہین جس نے کی ہے رسالت مآبؐ کی
اُس کے لیے سزا تھا خادم حسین رضوی

للکارتا تھا کیسا فراعین وقت کو
اک گونج تھا ، صدا تھا خادم حسین رضوی

وہ ایک عکس غازی علم دیں شہیدؒ کا
آقا پہ یوں فدا تھا ، خادم حسین رضوی

میری نظر میں لشکرِ اسلام کا مجاہد
میدان میں ڈٹا تھا ، خادم حسین رضوی

ہر لب سے آ رہی تھی اُس نام کی صدا
سانسوں میں یوں بسا تھا خادم حسین رضوی

عشقِ نبیؐ سے بڑھ کے نہیں اور کوئی شے
یہ درس دے گیا تھا خادم حسین رضوی

عارفؔ تمہاری موت بھی دُنیا میں بے مثال
جینے میں بھی مزا تھا خادم حسین رضوی

(ز)

(۴۳) **سلمان رضا فریدی مصباحی**

زمیں اداس فلک غمزدہ فضا خاموش
جہانِ عشق کا مہتاب ہم کو چھوڑ گیا

فریدی اُس کے اصولوں کو ہم نہ چھوڑیں گے
سکھا کے عشق کے آداب ہم کو چھوڑ گیا

(س)

(۴۴)

منقبت بحضور امیر المجاھدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا غلام مصطفیٰ مجددی سرپرست اعلیٰ سہ ماہی پیغام نور ادارہ تعلیمات مجددیہ شکر گڑھ

سب صحابہ کا گدا خادم حسین
اولیاء کا نام روشن کر گیا
ناشر فکرِ رضا خادم حسین
دے گیا مردہ دلوں کو زندگی

مرحبا صد مرحبا خادم حسین
رضوی دوراں غلام زارِ دین
منزلوں کا رہنما خادم حسین
طالبِ خیرالبشر خادم حسین
اہلِ دل کا راہبر خادم حسین
صورتِ بادِ سحر خادم حسین
کر گیا دل پر اثر خادم حسین
حضرتِ اقبال کا شاہین تھا
بحرِ غیرت کا گوہر خادم حسین
درد مندانِ وطن کی آرزو
مایۂ اہلِ نظر خادم حسین
موت کی کن دھندلکوں میں چھپ گیا
میرے جذبوں کا قمر خادم حسین
گل کدوں کو دے گیا تازہ جنوں
نازشِ برگ و ثمر خادم حسین
یہ تمنا ہے غلام زار کی
حشر میں ہو ہمسفر خادم حسین

(۴۵)

خراج عقیدت بنام مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

کامران اصغر (شیفیلڈ برطانیہ)

سکھلائے جس نے دہر کو آداب عاشقی
تھا تیرگی کے دور میں مہتاب عاشقی
بخشی حیات عصر کو خادم حسین نے

اک سمت دی جہاں کو ترے نصب عین نے
تیرے سبب سے عشق کی دولت ہمیں ملی
ویران تھی جو کشت ہوئی آن میں ہری
خادم حسین تجھ سا نہ عالم کوئی ہوا
ناموس مصطفیٰ کے لیے جو ہوا کھڑا
قرآن اور حدیث سدا تیری رہنما
اقبالیات کا تجھے ملکہ ہوا عطا''
اقبال نے کہا'' ترا تکیہ کلام تھا
یا مصطفیٰ ﷺ زباں پہ تری صبح و شام تھا
عشق نبی ﷺ کی تو نے جو مشعل بلند کی
گستاخ کی زبان زمانے میں بند کی
ہوش و خرد کو عشق کی پہنائی تو نے دی
انسانیت کی اصل شناسائی تو نے دی
خرمن کو آن میں گل و گلزار کر دیا
سارے جہاں کو عشق سے سرشار کر دیا
خادم حسین تیری لحد میں وہ نور ہو
ظلمت جہاں کی جس کے وسیلے سے دور ہو

(ص)

(۴۶)

شھید وفا حضرت خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

صراط خادم رضوی ہے تابناک بہت
نزار جسم، مگر روح تھی قوی اس کی
کلام گرم سہی تھا خلوص پر مبنی
سخن میں اس کے صداقت کی شمع روشن تھی

نبی کا ذکر اُسے تابہ حشر رکھے گا
دلوں کے شہروں میں آباد و شاد و تابندہ
شہیدِ عشق نبی کی حیات لا محدود
دیارِ عشق میں یکساں ہیں عصر وآئندہ

سیدصابرحسین شاہ بخاری قادری کی فرمائش پر چند مصرعے موزوں ہو گئے۔الحمدللہ

ڈاکٹرعزیزاحسن

(ط)

(۴۷)

مادہ وقطعہ تاریخ ارتحال

''محب،مجاہد،مولاناخادم حسین رضوی''

۲۰۲۰ء

طالب دیں حق نما خادم حسین
تھے غلام مصطفیٰ شاہِ اُمم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
عالم و فاضل مجاہد نیک نام
صاحب جودو سخا لطف و کرم
سالِ رحلت پر متین آئی ندا
''شیخ کامل ، رشکِ گلزارِ ارم''

۲۰۲۰ء

اثرِ خامہ متین کاشمیری

(ع)

(۴۸)

منقبتِ امیر المجاھدین

فاضل میسوری (انڈیا)

عاشق شاہِ زمن خادم حسین
کشتۂ خیبر شکن خادم حسین

تیری خدمت سے نکھر کر آگئی
عظمتِ اہلِ سنن خادم حسین

ہے رگ و پے میں ترے عزم و یقیں
بے نہایت موجزن خادم حسین

تیری حق گوئی سے لرزیدہ رہے
اہلِ شر اہلِ فتن خادم حسین

ہے مشامِ اہلِ حق جس سے عبیر
وہ تری بوئے کفن خادم حسین

تجھ پہ ناموسِ گلستاں ہے نثار
اے مرے گل پیرہن خادم حسین

مصلحت کی گرد سے دھندلا نہ تھا
آئینے سا تیرا من خادم حسین

غیر مشروط الفتِ سرکار ہے
تیری پونجی تیرا دھن خادم حسین

تیری بے باکی میں دیکھا ہی نہیں
خدشۂ دار و رسن خادم حسین

فکرِ اقبالی کا پروردہ رہا
گفتگو کا تیری فن خادم حسین

تیری پابوسی کا پاتا ہے شرف
آج فاضل کا سخن خادم حسین

(۴۹)

امیرالمجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سیداولادرسول قدسی مصباحی (نیویارک امریکہ)

عزم جواں کی تاب امیر المجاہدین
حق گو تھے لا جواب امیر المجاہدین

خوابوں سے کر کے قوم کو بیدار ہوگئے
تا حشر محو خواب امیر المجاہدین

ظلم و ستم کی بیخ کنی کے لیے سدا
رہتے تھے پر شباب امیر المجاہدین

بے خوف ہو کے کرتے رہے تا دم حیات
باطل کو بے نقاب امیر المجاہدین

ہو جاتے حکمراں بھی پسینے سے تر بتر
جب کرتے احتساب امیر المجاہدین

ان پر فدا تھی جان جہادِ لسان کی
کہتا ہے یہ خطاب امیر المجاہدین

حافظ رہے حدائق بخشش کے بے مثال
فکرِ رضا کے باب امیر المجاہدین

بہرِ جفا تھے تیغ، وفا کے لیے مگر
رحمت کے تھے سحاب امیر المجاہدین

ہوگی کبھی نہ بند یہ لبیک کی صدا
یوں لائے انقلاب امیر المجاہدین

ان کا بدل ملے بھی تو کیسے ملے بھلا
تھے غیبی انتخاب امیر المجاہدین

داعی تھے قدسی مسلک احمد رضا کے یوں
تھے حق رقم کتاب امیر المجاہدین

(۵۰)

آہ! خادمِ اسلام

توفیق احسن برکاتی

عزم کا کوہِ گراں رخصت ہوا
صبر کا اک آسماں رخصت ہوا

خادمِ اسلام دنیا سے گئے
عشق اب دارالاماں رخصت ہوا

(۵۱)

عاشق رسول ﷺ جناب خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی یاد میں

محمد زاہد حمید مرزا

عشقِ مصطفی ﷺ ملا درد مجتبیٰ ﷺ ملا
عاشق رسول ﷺ کو عجیب مرتبہ ملا

اُمت نبی ﷺ میں اک نئی روح پھونک کر
اسے درِ رسول ﷺ سے وفا کا کیا صلہ ملا

سالارِ فوج وہ بنا حرمتِ رسول ﷺ کا
لبیک یا رسول ﷺ کا نعرہ جاں فزا ملا

جو خادم نبی ﷺ بنے اور جان ان پر وار دے
اسے فنا نہیں جسے یہ شربتِ بقا ملا

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ انبیاء کا منتہیٰ
نبی نہ اور آئے گا خدا سے فیصلہ ملا

خادم حسین وہ خادم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا
اُسے عظیم شرف سے مقام با صفا ملا

وقت کے یزید کو اور کذب کے دجال کو
روند کر وہ خاک میں حضور حق سے جا ملا

نسبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی زاہد تری اساس ہے
عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی ربط لاالہ ملا

(۵۲) **سلمان رضا فریدی مصباحی**

عظیم الشان انسانی سمندر عشق والوں کا
جسے دیکھو وہ کہتا ہے یہ تاریخی جنازہ تھا
فریدی گرچہ یہ سچ ہے ، مگر یہ بھی حقیقت ہے
کہ خواہش رکھنے والوں میں سے یہ چھوٹا سا طبقہ تھا
نبی کے غم میں جیسے اُستُن حَنَّانَہ رویا تھا
یہ کرسی روتی ہے اُس مَردِ مومن کی جدائی میں
تو نے تا عمر دیا حُب نبی کا پیغام
اِسی چاہت نے بڑھایا ترا عزّ و اکرام
ہوگیا سارے زمانے میں یہ نعرہ ترا عام
"اُنھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام"
"للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا"
نہ کسی اور کو چاہا نہ کہیں دھیان گیا

اپنے سرکار کی عزت پہ وہ قربان گیا
دے کے ایماں کے تحفظ کا وہ سامان گیا
خادم رضوی یہ کرتے ہوئے اعلان گیا
"للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا"

(۵۳)

رضوی مشن کا روح رواں ہائے چل بسا!

امیرالمجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ

ازہرالقادری (جامعہ اہل سنت امدادالعلوم۔یو پی انڈیا)

علم و عمل کا کوہ گراں ہائے چل بسا!
صحرا میں ، بَن میں ، دے کے اذاں ہائے چل بسا!
لبیک یارسول کا نعرہ تھا حرز جاں
ذکرنبی تھا ورد زباں ہائے چل بسا!
ناموس مصطفیٰ کا محافظ تھا لا کلام
ملت کی شان حق کی زباں ہائے چل بسا!
بے شک تھا اس صدی کا "امیرالمجاہدین"
کہتے ہیں لوگ اب وہ کہاں ہائے چل بسا!
احمد رضا کے در کی گدائی نصیب تھی
اس پر ہے خود اُسی کا بیاں ہائے چل بسا!
فکر رضا کا اچھا محافظ تھا پاک میں
رضوی مشن کا روح رواں ہائے چل بسا!
اقبالیات پر بھی بڑا دسترس رہا
نسلوں کو دے کے عزم جواں ہائے چل بسا!
افسوس! آہ!! ختم نبوت کا پہرے دار صد حیف!!!
دیکھو! اہل جہاں ہائے چل بسا!

صدقہ حسینیت کا بہ صد شان تھا ملا
ظالم کو بھی دیا تھا اماں ہائے چل بسا!
شیرازہ حریت کا بکھرنے نہیں دیا
ہے آج بھی یہ وصف عیاں ہائے چل بسا!
آنکھیں ہیں اشک بار زمانہ ہے سوگ وار
ازہر! قلم ہے نوحہ کناں ہائے چل بسا!

(۵۴)

حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی کی جرأت ایمانی کو سلام

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری تاباں

علم ہیں یہ جرأت کا خادم حسین
نمونہ صداقت کا خادم حسین
ولی کے لیے ہے ''لاتحزنوا''
ہیں گوہر ولایت کا خادم حسین
جو ہو پیش ظالم تو سیف الہ
نمونہ صلابت کا خادم حسین
قرآں سینے میں اور عمل بالحدیث
مرقع ہیں سنت کا خادم حسین
اک آئینہ علم رضا کا کہیں
نظارہ ہے طلعت کا خادم حسین
اطاعت ، محبت کا دیتے ہیں درس
نمونہ صداقت کا خادم حسین
قرآں سینے میں اور عمل بالحدیث
ہیں پیکر شرافت کا خادم حسین

(غ)

(۵۵) سلمان رضا فریدی مصباحی

غمزدہ کر گئی ہر ایک کو تیری رحلت
اے مجاہد ! لبِ عالَم پہ ہے تیری مدحت
جیسے اک در پہ سمٹ آئی ہو ساری خِلقت
چاند کے پاس ستاروں کی ہے جیسی کثرت
یوں اٹھا تیرے دِوانوں میں جنازہ تیرا

(ف)

(۵۶) امیرالمجاھدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم (سرگودھا)

فطرت میں دلنشیں تھے امیر المجاھدین
انمول سا نگیں تھے امیر المجاھدین
اُن کی ادا میں حسن کی لہریں تھیں موجزن
رب کی قسم حسیں تھے امیر المجاھدین
ایقان کے اجالے تھے اُن کے جنون میں
اک پیکر یقیں تھے امیر المجاھدین
ناموس مصطفیٰ کے اک پہرہ دار بن کر
محبوب کے قریں تھے امیر المجاھدین
اُن کے جنون عشق میں کھلتے تھے پھول ہر دم
زرخیز سر زمیں تھے امیر المجاھدین
ناموس مصطفیٰ پہ نچھاور تھے ہر گھڑی
خوشبوئے باغ دیں تھے امیر المجاھدین
حسن عمل کے باغ میں انجم صداقتوں کے
ہر لحظہ ہم نشیں تھے امیر المجاھدین

(ک)

(۵۷)

رباعی

نسیم سحر (اسلام آباد)

کس شان سے دامانِ شفاعت میں گئے
اللہ و رسولؐ کی اطاعت میں گئے
بیماری کی حالت میں بھی خادم رضوی
میداں میں رہے، اس لیے جنت میں گئے

(۵۸)

مفتی محمد جہانگیر قادری (دارالعلوم فیض القرآن حسن ابدال)

کُفر کے فِسق کے دورِ تاریک میں
نورِ ایماں کی ہم کو ضیاء چاہیے

اہلِ حق حق پہ چلنے کی خاطر تمہیں
ہاتھ میں دامن اولیاء چاہیے

غیرتِ دِین بُوبکر صدیقؓ کی
جوشِ ایمان فاروقؓ کا چاہیے

بڑھ رہی ہیں محمدؐ کی گستاخیاں
اس زمانے کو احمد رضا چاہیے

دامن مصطفیٰؐ جو میسر ہوا
اتنا ہم پہ خدا کا کرم ہو گیا

جان کر قدر آقاؐ کی تبلیغ کی
کرنی پنجتن سے ہر دم وفا چاہیے

اُنکی خدماتِ دیں کا کوئی رد نہیں
شانِ اصحاب کی تو کوئی حد نہیں

جب بھی ہو ذکر اُنکا ادب سے ہی ہو
نسبت مصطفیٰؐ کا حیا چاہیے

اے ''جہانگیر'' منکر کو گر موت ہو تجھ سے
ذکرِ رضا نہ کبھی فوت ہو

کوئی مرتا ہے اس سے تو مرتا رہے
لب پہ تیرے ''رضا '' ہی ''رضا'' چاہیے

(۵۹) **علوی**

کون بولے گا بھلا کفر کو للکار کے ساتھ
ہم سوئے حشر چلے گے شہ ابرار کے ساتھ

ہو گیا خاک نشیں پیکر فاروق و علی
جاؤ مُلاؤں گلے جا ملو اغیار کے ساتھ

آہ جس شخص نے یورپ کا گلہ پکڑا تھا
آج وہ شخص گیا لہجہ تلوار کے ساتھ

اٹھ گیا سایہ میرے بابائے رضوی تیرا
زخم اب کون بھرے آ کے مرے پیار کے ساتھ

حشر ہے حشر میاں آج بپا اس دل میں
کاٹ رہا ہے میرا سینا کوئی تلوار کے ساتھ

ناطق حق تھا مجدد کا اصل تھا فرزند
عشق کرتا تھا بیاں لہجہ خوددار کے ساتھ

ہائے میں درد کسے جا کے کہوں بابا جی
کون بیٹھے گا تیرے عاشق بیمار کے ساتھ

اب کہاں دیدہ وری اب وہ کہاں جام خودی
غیرتِ عشق کہاں اور اسی پندار کے ساتھ

ان شاء اللہ کہ حشر میں بھی قدم چومیں گے
گر ملاقات ہوئی خادم سرکار کے ساتھ

آج الفاظ نے اک گنگ زبان لی
علوی اک صدمہ سا ہوا ہے مرے اشعار کے ساتھ

(۶۰)

اعترافِ حقیقت

علامہ اظہر محمود اظہری (حضرو اٹک)

کیا خوب شاندار ہوا خادم حسین رضوی
مر کے سدا بہار ہوا خادم حسین رضوی

عشق نبی پھیلاتا رہا عشق رضا کے رنگ میں
عشق کا سالار ہوا خادم حسین رضوی

اقبال کو بھی پڑھ کر سنایا خوب اپنے ذوق سے
اقبال کا دلدار ہوا خادم حسین رضوی

رکھتا تھا دل میں غم اُمت ہر گھڑی ہر آن میں
مظلوم کا غم خوار ہوا خادم حسین رضوی

وطن کو جب لٹتے دیکھا ہر جگہ وہ جا کے پہنچا
ملک کا وفادار ہوا خادم حسین رضوی

ہر طرف سے ہوئے حملے مصطفی کی آن پر
رسالت کا پہرے دار ہوا خادم حسین رضوی

ظلم و ستم کی سختیاں سہتا رہا وہ ناز سے
ہر ظلم کا شکار ہوا خادم حسین رضوی

جھیل کر وہ سختیاں ہنستا رہا وہ ظلم پر
سینہ پر انوار ہوا خادم حسین رضوی

چہرہ اس کا پر جلال آنکھیں اس کی باکمال
قدرت کا شہکار ہوا خادم حسین رضوی

آدھے جسم میں حرکت ، کتنی تھی اس میں برکت
آقا سے فیض بار ہوا خادم حسین رضوی

اترا رہا تھا کوئی عقل پر ،نازاں ہوا کوئی علم پر
عجز میں پار ہوا خادم حسین رضوی

پھسلن کے اس جہاں میں بڑے نام نامی پھسل گئے
عزت سے ہمکنار ہوا خادم حسین رضوی

سر زمین لاہور بھی دے گی گواہی دم بدم
مقبول کردگار ہوا خادم حسین رضوی

بس کر بیان اظہری بڑی شان پائی اُس نے
اولیاء کی تلوار ہوا خادم حسین رضوی

(گ)

(۶۱)

منقبت بحضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا حافظ فرمان علی (کامرہ کینٹ اٹک)

گل نہ ہو گا کبھی جس کی یادوں کا چراغ
قافلۂ عشق و مستی کا وہ میر کارواں چلا گیا

تھی جس کے وجود سے بزمِ عشق میں حرارت
اقبال کا شیدا فکر رضا کا وہ ترجمان چلا گیا

سادگی، حسن، کردار کی نظافت گفتار کی لطافت
جامع سب خوبیوں کا وہ عبدِ رحمن چلا گیا

جان نہ سکی جس کی عظمت کو یہ غافل دنیا
گلشنِ توحید و رسالت کا وہ باغبان چلا گیا

ایوانِ کفر میں زلزلہ تھا بپا جس کی للکار سے
عزت وعظمتِ رسول کا وہ پاسباں چلا گیا

جس کے اک اشارے پہ ہزاروں تھے جان دینے کو تیار
خادمِ حسین ناموسِ صحابہ کا وہ نگہبان چلا گیا

سعدی و شیرازی، اقبال و رومی کے کلام کا حافظ
مجلسِ علم وحکمت کا وہ آسمان چلا گیا

حدیث، تفسیر، فقہ، صرف و نحو کا امام
ہر رنگ کے چمکتے پھولوں کا وہ گلستان چلا گیا

آج ہر دل میں ہے غم ہر آنکھ ہے پرنم
ملت مسلم کا چمکتا وہ سائبان چلا گیا

امیر المجاہدین، عطائے رسول تھے القاب جس کے فرمان
جلا کے چراغ عشقِ نبی کا وہ مردِ میدان چلا گیا

(ل)

(۶۲)

سلام درشان امیرالمجاھدین رحمۃ اللہ علیہ

شوکت محمود شوکت (چھب۔اٹک)

لاریب دین حق کے طلب گار آپ تھے
طاغوت کے لیے کوئی تلوار آپ تھے

سچ بات ہی کہی سر منبر خدا گواہ
حق یہ کہ حرفِ حق کے طرف دار آپ تھے

اقبال کے مرید تھے حضرت کے ہم خیال
اس دور میں مرقع اشعار آپ تھے

داعی تھے آپ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالیقیں
عشقِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مینار آپ تھے

منطق کا علم ہو کہ ہو وہ علم صرف و نحو
ہر علم باطنی کے پرستار آپ تھے

مرنے کے بعد آپ کے یہ منکشف ہوا
کامل فقیر و کاشف اسرار آپ تھے

اوصاف کیا بیاں ہوں امیر المجاھدیں
شوکت کہے کہ صاحب کردار آپ تھے

(۶۳)

نذرانہ عقیدت بحضور امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی

علامہ سفیر احمد سفیر علوی

لبیک تو اب بن گیا ہر حُر کا ترانہ
چھیڑا ہے جری مرد نے کیا ساز سہانہ

سر لے کے جو بیٹھے ہیں ہتھیلی پہ سر راہ
دبنے کے نہیں تیرے دبانے سے ''دبا'' نہ

سر معرکہ چند سو خستہ جگروں نے کیا ہے
بستر پہ پڑے رہ گئے تندرست و توانا

معذوری رہِ عشق میں آڑے نہیں آتی
اس راہ کے راہی کے لیے کفر بہانہ

در یوزہ گری در کی ترے سید کونین ﷺ
خادم کو بنا دیتی ہے مخدوم زمانہ

نسبت ترے نعلین کی یا سید عالم
ذروں کو بنا دیتی ہے درہائے یگانہ

چمٹا ہے تو گھر کے درودیوار سے اب تک
عشاق ہوئے کب سے سوئے دار روانہ

بس اپنی پرانی یہ روش چھوڑ سفیر اب
ہر بار یونہی لیت و لعل ہی کیے جانا

(م)

(۶۴)

ہے ایماں کی بنیاد ختم نبوت

مولانا قاری محمد مشتاق حسین قادری (انوار شریف ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر)

مری آنکھوں میں تو سما پیارے بابا
مجھے سیدھی راہ پر چلا پیارے بابا

نبی کی محبت میں دیوانہ پا کر
سکوں میرے دل کو ملا پیارے بابا

ہے ایماں کی بنیاد ختم نبوت
سبق تو نے سب کو دیا پیارے بابا

بنائی ہے ''تحریک لبیک'' تو نے
نظام محمدی بھی لا پیارے بابا

تحفظ رسالت کا تو نے کیا ہے
شراب محبت پلا پیارے بابا

کیا تو نے اغیار سے دل کو خالی
تمہی تو ہو اک رہنما پیارے بابا

کبھی دورِ فاروقی آئے گا سُن لو
حکومت نبی کی دکھا پیارے بابا

مجھے چاہیے بس تمہاری محبت
تمہی تو ہو اک آسرا پیارے بابا

کرے تجھ سے مشتاق ہر سو محبت
مجھے اپنا جلوہ دکھا پیارے بابا

صبح نور (٦٥)

علامہ سید خرم ریاض شاہ

مصطفیٰ پیارے کے عاشق بالیقیں خادم حسین
اھل حق کے واسطے نورِ مبیں خادم حسین

غوث اعظم کی عنایت داتا و خواجہ کا فیض
آپ پہ سایہ فگن ہیں بالیقیں خادم حسین

اعلیحضرت کا سخن تاج الشریعہ کی ضیاء
آپ کو حاصل ہیں یہ روشن نگیں خادم حسین

(ن)

(۶۶) ازقلم: رستم القادری مھکر انڈیا

ناموس رسالت کے سپاھی تجھے سلام
اے جنت الفردوس کے راھی تجھے سلام

بزم سنن تھی تیرے حوالے سے تابناک
محفل ھماری ہوگئی خالی تجھے سلام

عشق رسول میں رھے شرشار عمر بھر
بیکل ھو جیسے بےآب ماھی تجھے سلام

دنیا کےسارے اھل سنن غمزدہ ھیں آج
صدقے نبی کے عظمت وہ پائی تجھے سلام

جنت کے باغوں میں سے بنے لحد تیری باغ
باغ رسول پاک کے مالی تجھے سلام

گستاخ مصطفیٰ کی سزا صرف قتل ھے
آواز حق یہ تونے اٹھائی تجھے سلام

تحریک لبیک تیری پھیلی جہان میں
رستم بھی پیش کرتا ھے شاھی تجھے سلام

(٦٧) **ڈاکٹر عزیز احسن (کراچی)**

نبی کا ذکر اُسے تابہ حشر رکھے گا
دلوں کے شہروں میں آباد و شاد و تابندہ
شہید عشق نبی کی حیات ، لامحدود
دیار عشق میں یکساں ہیں عصر و آئندہ

(٦٨) **محمد معاذ رضا عمرؔ**

نصرتِ رب سے لڑتا تھا جو ہر محاذ
ڈھونڈتے جس کی ہیبت سے کافر ملاذ
کر گیا پیدا لاکھوں معوّذ معاذ
جس کا مقصد فقط دین حق کا نفاذ
ایسے خادم کی خدمت پہ لاکھوں سلام

(٦٩) **علامہ سفیر احمد سفیر علوی**

نعرۂ شوق سرِ بام لگانے والا
چل دیا ایک جہاں وجد میں لانے والا
سر بزانو تھے جہاں دار وہاں لے کے علم
بزم عشاق سرِ دہر سجانے والا
روغن عشق نبی ڈال کے ہر سینے میں
دیے دِل دِل میں محبت کے جلانے والا
ہو کے انجام سے بے خوف وہ عالی ہمت
بات حق کی سرِ بازار سنانے والا
مائیں اب انڈیامیں بچوں سے یہ کہتی ہیں سفیرؔ
مر گیا آج وہ غوری سے ڈرانے والا

(و)

(۷۰)

قطعہ

نتیجۂ فکر: ڈاکٹر ظفر السلام ظفر برھانی
برھان شریف تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک پنجاب

وہ جذب و شوق امیر المجاھدین میں تھا
جو غزنوی میں تھا یا ابن تاشفین میں تھا
ہے آپ دینے میں کوشاں جریدہ الخاتم
جو ولولہ میری اس پاک سر زمین میں تھا
وہ نکتہ وا کیا صابر حسین بخاری نے
جو رازِ کہنہ نہاں دورِ آخرین میں تھا
خراج دیدہ مبشر رضا کی ہر کاوش
فروغِ ندرتِ نو جن کی آستین میں تھا
ظفر کرنی ہے ہر فن کی حاشیہ بندی
کہ کندہ اس کے مقدر میں اور جبین میں تھا

(۷۱)

درمدح وتوصیف حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ مجاہد اہل سنت علمبردار ختم نبوت ومحافظ ختم نبوت

علامہ قمر الحسن بستوی (امریکہ)

وہ ختم نبوت کا محافظ و علم دار
تھا جس میں نہاں حضرت صدیق کا کردار
وہ عشق رسول عربی کا حسیں پیکر
اس دور میں تھا اُس کا عجب جذبۂ ایثار

بے باک ، نڈر ، صاحب تدبیر مجاھد
وہ راہرو راستہ حیدر کرار
وہ علم کا پیکر وہ حقائق کا مصور
جس نے کیا خوابیدہ خیالات کو بیدار
وہ مرد مجاھد تھا عقابی نظر اس کی
شاہین صفت اُس کا نشیمن بھی تھا کہسار
وہ دین کا مخلص تھا شریعت کا شناور
اسلام کی عظمت ہی فقط اُس کے تھے افکار
ناموس رسالت کا لہو اُس کے بدن میں
وہ سوختۂ عشقِ نبی سید ابرار
پیچ و خم فطرت کو سمجھتا تھا یقیناً
تھے اُس کی نگاہوں میں عیاں دقت کے اسرار
تھا جوہر فاروقی سے آراستہ پیکر
وہ خصلتِ عثمان کا آئینہ ضوبار
ہے چاک کیا اُس نے قبا ظلم کی بے شک
وہ شرع کا عالم تھا ذکی اور سمجھ دار
قدرت بھی معاون تھی ہر اک گام پہ اسکی
طاغوت کے فتنوں سے کیا اُس نے خبردار
ہو سکتی نہیں ماند کوئی بھی کرن اُسکی
تاحشر قمر چمکے گا یوں وہ دُرِ شہوار

(۷۲)

خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر ظفر السلام ظفر برھانی

وہ خود کو حرمت آقا کا چوکیدار کہتا تھا
جناب خاتم الرسل کا تابع دار کہتا تھا

کھنک ایسی کہ ہر اک بات کو للکار کر کہنا
موقف جو بھی ہو اُس کو بہ نوک خار کہتا تھا

جو ناموس نبی پر کٹ نہ سکتا مر نہ سکتا ہو
وہ ملت کے لیے اُس شخص کو بے کار کہتا تھا

غلام خاص ہوں اپنے نبی کا اپنے آقا کا
مری نسبت ہے اُن سے یہ سر بازار کہتا تھا

میں اُس موصوف سے کچھ اختلافِ ذہن رکھتا تھا
مگر دل عشقِ آقا میں اُسے سرشار کہتا تھا

کہیں ٹکنے نہ دیتا تھا مقام آگہی اُس کو
گو دنیا دار اس کو تیز کیا طرار کہتا تھا

رُباب ایسا کہ محفل سرود و سوز سے بھر دے
وہ جملہ نغمگی کو بخشش سرکار کہتا تھا

یقیں رکھتا تھا وہ اپنی غلامی اور نسبت پر
نبی کی پیروی کو دولت بسیار کہتا تھا

جو خوشبوئے قلندر کو بکھیرے میرا ساتھی
یہی خادم حسین رضوی ہمیں ہر بار کہتا تھا

ظفر کو فخر ہے ایسے ولی کا ہم ضلع ہونا
جہاں سارا جسے اک علم کا سردار کہتا تھا

(۷۳)

عشقِ نبی کا اعزاز

سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

وہ گل عشقِ رسالت جو اٹھا دنیا سے
ہر شجر گلشن اسلام کا مَغْموم ہوا
ایسا اعزاز دیا حُبّ نبی نے اُس کو
نام خادم تھا وہ مخدوموں کا مخدوم ہوا

(۷۴)

نگہدار حرمت رسول ﷺ

(حضرت مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے انتقال پر)

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

وہ نازشِ زماں تھا وہ ملت کا افتخار
سینہ تھا اُس کا عشقِ محمد سے تاب دار

ناموس مصطفیٰ تھی اُسے جان سے عزیز
وہ حرمت رسول امیں کا تھا پاسدار

شعلہ تھا وہ جری تھا دلاور تھا مرد تھا
باطل کے واسطے تھا وہ شمشیر آب دار

نعرہ کیا بلند دفاع رسول ﷺ میں
جس کی للک سے مفسد و شاتم زبون و زار

اُس کے یقیں سے لشکر باطل لرز اُٹھا
اُس کے عمل سے کانپ گیا کفر کا دیار

اُس نے غرور اہل سیاست مٹا دیا
اُس نے کیا ہے اہل رعونت کو بے وقار

اُٹھا جب اس جہاں سے تو کہرام مچ گیا
سیل رواں تھا اُس کے جنازے پہ اشک بار

عشق نبی ﷺ سے اُس کو ملا ہے یہ احترام
اُس کی وفا کو اُس کی محبت کو ہو سلام

(۵)

(۷۵)

مادہ وقطعہ

''زاہدعصر خادم حسین نمبر''

۱۴۴۲ھ

متین کاشمیری (لاہور)

ہوا ہے چار سو رضوی کا چرچا
جو پہریدار ناموسِ رسالت
ہوا ہے تذکرہ کیا خوب جن کا
رسول پاک ﷺ کی ان پہ عنایت
اسی کو مان لینا ہے بھلائی
کہو الخاتم و ختم نبوت
جو سیدین ہیں صابر مبشر

کیا جاری یہ نمبر بالبصیرت
طباعت پر متیں آ ئی ندا یہ
''حیات ابد، توفیقِ ہدایت''

۱۴۴۲ھ

(۷۶)

ماہنامہ ''الخاتم انٹرنیشل'' کے ''امیرالمجاھدین نمبر'' کے لیے چنداشعار

علامہ سفیراحمدسفیرعلوی (ہری پورہزارہ)

ہے سَر بَسر اقتضائے خاتم
بیاں و صفت و ثنائے خاتم
ہے اس کے ہر حرف سے ہویدا
ولائے خاتم لقائے خاتم
ہوں غلغلے اسکی بستی بستی
ہو قریہ قریہ ضیائے خاتم
بلند حق کا عَلم ہو جگ میں
یہی ہے بس مُدعائے خاتم
سنائی ہر سو یہ دے خدایا
نوائے صابر صدائے خاتم
مجلہ صابر حسین شاہ یہ
سفیر لایا برائے خادم

(ی)

(۷۷)

یا خدا عشق رسول پاک سے سرشار کر
خادم حسین، عاشق خیر الوری کے واسطے
جان و دل سے ہوں فدا نامِ نبی پاک پر

خادم حسین، کشتۂ عشق و وفا کے واسطے
خادم حسین پاک کا، اسلام کا خادم بنا
خادم حسین، خادمِ دین ہُدیٰ کے واسطے
رنج دنیا سے ہمیں بے خوف کر، کر دے نڈر
خادم حسین ، شیر حق ، مرد خدا کے واسطے
متحد کر، متحد رکھ ، سنیوں کو اے خدا
خادم حسین ، پیشوا و رہنما کے واسطے
الٰہی سنیوں کو نیک کر اور ایک کر
خادم حسین، با صفا و با وفا کے واسطے
دے خودی ، ہمت ، شجاعت ، فتح و نصرت دے ہمیں
خادم حسین ، خادمِ آل عبا کے واسطے
کر دے خائب دشمنوں کو ، سنیوں کا کر بھلا
خادم حسین ، سنیوں کے مقتدا کے واسطے
رکھ غلامِ مصطفی ، سگ عترت و اصحاب کا
خادم حسین ، نائب غوث و رضا کے واسطے
گیارہویں اور بارہویں والے کا صدقہ کبریا
خادم حسین کا بنا احمد رضا کے واسطے
حامد و نوری کے صدقے، ساتھ سچوں کا رہے
خادم حسین ، صاحب صدق و صفا کے واسطے
مسلکِ حق اہلسنت اعلی حضرت پر چلا!
خادم حسین ، بو تراب ، اختر رضا کے واسطے

(۷۸)

امیرالمجاہدین علّامہ حافظ خادم حسین رضوی کی شان میں کچھ منظومات

قطعہ بند

نسیم سحر (اسلام آباد)

یہ جسارت بھلا کر سکتے تھے وہ کیسے قبول
کوئی شاتم کرے یوں جرأتِ توہین رسول
اُن پہ شمشیرِ برہنہ تو اُنہیں ہونا تھا
مرتکب جتنے بھی گستاخ تھے کفّار و جھول
کیسے سہہ سکتے تھے وہ اُن کی دریدہ دہنی؟
کوئی برداشت کرے گا ، یہ تصوُّر ہے فضول
کیسے پھر اُن پہ برس پڑتے نہ خادم رضوی؟
جب کہ ناموسِ رسالت کا ہے یہ پہلا اصول

(۷۹)

جامِ فردوس شاعرانہ سلسلہ نمبر(494)

جماعتِ اہلِ سُنّت کے متحرّک وفعّال عالم دین مبلّغ اسلام وسُنّیت، داعی مسلکِ اعلٰحضرت، ہمدردِقوم وملّت، محافظِ ناموسِ رسالت حضرت علّامہ خادم رسول رضوی علیہ الرّحمہ بانی تحریک لبّیک یا رسول اللہ (پاکستان) کا گذشتہ شام کو انتقالِ ہوگیا، اس افسوناک خبر کے عام ہوتے ہیں حلقۂ علم وادب میں شدید رنج وغم کی لہر دوڑگئی ہے۔ یقیناًیہ اہلِ سنّت کا ایک ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی مستقبل قریب میں ناممکن ہے، دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ جماعت اہل سنّت کو حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے اوران کی دینی، مذہبی ملّی، مسلکی، تعلیمی، تعمیری، تبلیغی، تقریری، تحریری، تدریسی، تحریکی، سیاسی، سماجی، دعوتی، علمی فکری، لسانی، قلمی، نثری اورشعری خدمات کے صدقے ان کے درجات کو بلند اور جملہ اہل خاندان پسماندگان، تحریک کے محبّین مخلصین معتقدین مریدین، متوسّلین اور جملہ مومنین کو دولتِ صبر سے مالا مال فرمائے۔ آمین

یہ خبر سُن کر جہانِ اہلِ سُنّت ہے مَلول آج
اس دنیا سے رخصت ہو گئے خادم رسول
ہے دعا کہ تا قیامت اُن کی قبرِ پاک پر
فضل رب سے ہر گھڑی ہو نور و رحمت کا نزول

شریکِ غم: سیّد قیصر خالد فردوسی (دہلی)

اعتذار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین ۔۔۔۔ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کے" امیر المجاھدین نمبر" کی ترتیب وتدوین میں ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ختم نبوت کے فورم سے شائع ہونے والا یہ نمبر ہر لحاظ سے اعلیٰ اور معیاری ہو، صوری اور معنوی لحاظ سے بے مثال ہو، فقیر نے دنیا بھر کے اہل علم وقلم سے رابطے کر کے ان سے اس نمبر کے لئے پیغامات، مضامین ومقالات اور منظومات حاصل کیں، فقیر نے اس نمبر کی ترتیب وتدوین اور تزئین وآرائش کا فریضہ مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کے ایک دور افتادہ علاقے برھان شریف میں بیٹھ کر سر انجام دیا، مجھ سے کچھ فاصلے پر واہ کینٹ میں مُحِبی مخلصی ظفر محمود قریشی نے اس کی حروف چینی کے فرائض انجام دیئے ہیں، چونکہ میرے پاس صرف موبائل فون ہے جس کے ذریعے دنیا بھر کے اہل علم وقلم سے رابطہ کئے، اہل علم وقلم کی اکثریت نے اپنی نگارشات فقیر کے وٹس ایپ پر بھیجیں، کچھ نے فقیر کے جی میل ایڈریس پر اپنی نگارشات بھجوائیں، چونکہ کمپیوٹر کی سہولت میرے پاس نہیں ہے، اس کے لئے بھی عزیزی ظفر محمود قریشی کو زحمت دیتا رہا وہ اپنے کمپیوٹر میں سے فقیر کے جی میل سے اہل علم وقلم کی نگارشات کے پرنٹ نکالتے اور پھر مجھ تک پہنچاتے، فقیر ان کی نوک پلک سنوار کر ان کے حوالے کرتا اور پھر ان کی مشینی کتابت کرتا۔۔۔ بعد میں پروف پڑھنے کے لئے ان کے پرنٹ نکال کر میرے حوالے کرتے فقیر یہ سارا پلندہ اٹھاتا، حسن ابدال سے مُحِبی مولانا خلیل الرحمٰن رضوی کو ساتھ لیتا اور جامعہ محمدیہ غوثیہ فیض القرآن کامرہ کینٹ چلا جاتا وہاں پروف ریڈنگ کے لئے مُحِبی مولانا خلیل الرحمٰن رضوی کے علاوہ جامعہ کے مہتمم علامہ حافظ محمد حامد رضا زیدمجدہ اور اساتذہ کرام بالخصوص علامہ حافظ فرمان علی کی خدمات حاصل کرتا، شام کو واپسی ہوتی، فقیر رات کو پھر ان مضامین ومقالات کو لے کر بیٹھ جاتا ان کی ورق گردانی کرتا، نظر ثانی کرتا، حتیٰ کہ رات کے ڈیڑھ دو بج جایا کرتے تھے، پھر ہمارے مہربانوں کے صبر کا جام بھی لبریز ہو گیا اور ان کا تقاضا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے مجلہ" الخاتم" کے" امیر المجاھدین نمبر" کی فائل ہمارے حوالے کریں تا کہ اس کی اشاعت عمل میں لائی جاسکے۔۔ چنانچہ فقیر نے فوراً ابواب بندی کی، اداریہ لکھا اور عزیزی ظفر محمود قریشی سے کہا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے اس کی پی ڈی ایف فائل بنا کر دیں تا کہ مدیر اعلیٰ علامہ مفتی سید محمد مبشر رضا قادری زیدمجدہ کے حوالے کی جائے تو وہ اس کی فوراً اشاعت کرسکیں۔۔ اگرچہ عزیزی ظفر محمود قریشی کی والدہ، بھائی اور سسر تینوں علیل ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے دن رات لگا کر محنت کی، پیغامات، مضامین ومقالات اور منظومات کو متعلقہ ابواب میں لگایا اور پی ڈی ایف فائل بنا کر میرے حوالے کر دی، الحمد للہ، یوں ہم سب کی آرزو کی تکمیل ہوئی۔۔ ہماری پوری کوشش تھی کہ اس نمبر میں کوئی غلطی نہ رہے، کسی بھی اہل قلم کی بھیجی گئی نگارش اس میں شامل ہونے سے نہ رہ جائے، لیکن ہماری خواہش اور کوشش کے باوجود سہواً اس میں چند ایک اغلاط رہ گئی ہیں، جس کا قلق ہے۔ اہل علم کی بھیجی گئی بعض نگارشات ہم سے چھوٹ گئیں، وٹس ایپ سے ضائع ہو گئیں۔ اسی طرح پہلے باب" پیغامات" میں" الف" کی پٹی میں نمبر شمار 14 پر علامہ مفتی ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی کا پیغام" امیر المجاھدین کا مجاہدانہ کردار" کے عنوان سے شامل کیا لیکن یہاں سہواً" ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المجاھدین کا مجاہدانہ کردار" کے عنوان سے شامل ہو گیا۔۔۔ باب نمبر 16 میں نمبر شمار 26 میں" چہرہ کھلی کتاب تھا خادم حسین کا" کے سامنے شاعر کا نام غلط" آسی" لکھ دیا گیا ہے حالانکہ شاعر کا نام" سعادت حسن آس، اٹک" ہے۔۔ اسی طرح اسی باب میں نمبر شمار 37 میں" دل کی دنیا میں بسا کر عشق ختم المرسلیں" کے سامنے بھی شاعر کا نام " ابو المیزاب محمد اویس آب رضوی" غلط درج ہو گیا ہے درست نام" مہتاب پیامی الاشرفی، مبارک پور" ہے۔۔ ممکن ہو مزید اغلاط بھی ہوں لیکن یہ سب کچھ سہواً ہوا ہے، جان بوجھ کر نہیں کیا گیا۔ فقیر ان تمام اہل علم وقلم سے معافی کا خواستگار ہے جن کی نگارشات کسی بھی وجہ سے اس نمبر میں شامل نہ ہو سکیں، یا کسی کے نام میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو یا کسی کی نگارشات میں کوئی غلطی رہ گئی ہو، امید واثق ہے وہ ہمیں صدق دل سے معاف فرما دیں گے۔ ہمارے لئے اس نمبر کے تمام شرکاء" گلستانِ خادمیہ" کے گلہائے رنگا رنگ ہیں، ہر ایک کی اپنی خوشبو اور رنگ وآہنگ ہے۔۔۔ ع۔ ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است۔۔۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان سب کے علم وقلم میں مزید جولانیاں، روانیاں، تابانیاں اور فراوانیاں عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔۔۔۔ معافی کا خواستگار اور دعاؤں کا طلب گار، گدائے کوئے مدینہ شریف، احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ سر پرست اعلیٰ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل، سر پرست اعلیٰ" ہماری آواز" مدیر اعلیٰ" الحقیقۃ" ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 43710..(27/ شوال المکرم 1442ھ/ 8/ جون 2021ء بروز منگل بوقت 10 بجے رات)

امیر المجاہدین نمبر"۔۔۔ایک حقیر سا نذرانہ

امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ عشاق رسول کے کارواں ہیں آپ نے دعوت وعزیمت کی ایسی لازوال اور بے مثال داستان رقم فرمائی ہے کہ آپ عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔ آپ کی تابناک حیات وخدمات نہ صرف ہمارے لیے قابل رشک ہیں بلکہ قابل تقلید ہیں۔ آپ کی حیات وخدمات کے حوالے سے ارباب علم ودانش نے بے شمار مضامین ومقالات لکھے، مختلف جرائد ورسائل کے خصوصی نمبر سامنے آئے اور بیسیوں کتابیں شائع ہو کر سامنے آچکی ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

ختم نبوت فورم کے ترجمان ماہنامہ

''الخاتم'' انٹرنیشنل بھی حسب روایت محافظ ناموس رسالت وختم نبوت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں اپنا حقیر سا نذرانہ ''امیر المجاہدین نمبر'' لیے حاضر ہے۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

پیش نظر ''امیر المجاہدین نمبر'' میں آپ کی ہمہ جہت شخصیت سے تمام پہلوو؟ ں کا کماحقہ احاطہ تو نہیں کیا جاسکا البتہ اس نمبر کے ذریعے آپ کی سوانح حیات کے لیے مختلف عنوانات کے تحت ایک خاکہ پیش کر دیا گیا ہے۔

یہ عظیم نمبر سولہ ابواب میں منقسم ہے۔ پہلا باب ''پیغامات'' ہے اس میں ۱۵۷ اہل علم وفضل کے پیغامات الف بائی کے تحت دیئے گئے ہیں۔

اسی طرح بالترتیب ''حیات وخدمات'' میں گیارہ، ''مکالمات'' میں چودہ ''درسیات'' میں چھ، ''سیاسیات'' میں پانچ ''تحریکات'' میں انتیس، ''رضویات'' میں تین، ''اقبالیات'' میں پانچ ''احترامات'' میں چوداں، ''رشحات'' میں سات، ''امتیازیات'' میں سولہ، ''متفرقات'' میں چوداں، ''اثرات'' می میں چوداں، ''سانحات'' میں بارہ، اور ''شذرات'' میں دس، مقالات ومضامین شامل کیے گئے ہیں۔ اور آخری سولھواں باب ''منظومات'' پر مشتمل ہے جس میں شعرائے کرام کی اُناسی منظومات بھی الف بائی کے تحت دی گئی ہیں۔ ہر باب میں بھی مضامین ومقالات کی ترتیب الف بائی کے تحت دی گئی ہے۔

کوشش کی گئی ہے کہ تمام مضامین ومقالات اپنے متعلقہ ابواب میں رکھے جائیں، اگرچہ تمام مضامین ومقالات اپنے ابواب میں بالکل فٹ نہیں آرہے لیکن ترتیب میں ہر مضمون اور مقالہ کے غالب رخ کا لحاظ ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے تاکہ قارئین کی ضیافت طبع کے لیے دلچسپی کا عنصر بھی غالب رہے۔

یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ایک عاشق رسول ﷺ کے تذکار پر مشتمل یہ عظیم ''امیر المجاہدین نمبر'' ہمیں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے ورنہ

میں کہاں تھا اس کرم کے قابل

حضور آپ کی بندہ پروری ہے

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ،

سرپرست اعلیٰ ماہنامہ مجلّہ الخاتم انٹرنیشنل